ریاض القدس

مؤلفہ:

آقائی صدرالدین قزوینی

ولی العصرؒ ٹرسٹ

ریاض القدس — جلد اوّل

ولی العصرؒ ٹرسٹ

رتہ متہ ضلع جھنگ

فہرست کتب

مفتاح الجنۃ آقائے مقدس زنجانی چار چار کے اعداد پر مجالس کا مجموعہ /125	عالم عجیب ارواح از آقائے حسن ابطحی /125	ملاقات بہ امام زمانؑ دو جلدیں /225 از آقائے سید حسن ابطحی	پرواز روح از آقائے سید حسن ابطحی /75
انوار خمسہ پانچ، پانچ کے عدد پر مجالس کا مجموعہ /175	زندگانی حضرت فاطمۃ الزہراؑ از آیت اللہ دستغیب /125	زندگانی حضرت زینب سلام اللہ علیہا از آیت اللہ دستغیب /95	علی فی القرآن از سید صادق حسینی شیرازی /200
سید الشہداء از آیت اللہ دستغیب 75	الدمعۃ الساکبہ اوّل (فضائل و مصائب) از آقائے محمد باقر دہدشتی	الدمعۃ الساکبہ دوم (فضائل و مصائب) از آقائے محمد باقر دہدشتی	معالی السبطین اوّل (فضائل و مصائب) از آقائے محمد مہدی مازندرانی
مہدی موعود امامِ زمانہؑ /50 از آیت اللہ دستغیب	ریاض القدس اوّل (فضائل) از آقائے صدرالدین قزوینی	ریاض القدس دوم (مصائب) از آقائے صدرالدین قزوینی	معالی السبطین دوم (فضائل و مصائب) از آقائے محمد مہدی مازندرانی
تہذیب الاسلام ترجمہ حلیۃ المتقین آفسٹ /200، عام کاغذ /150	تحفۃ العوام مقبول جدید از مولانا منظور حسین نقوی /165	تحفہ نماز جعفریہ جدید از مولانا زوار حسین ہمدانی فاضل عراق /80	جزیرۂ خضرا از آقائے ناجی النجار مکمل حالات مثلث برمودا /110
تعقیبات نماز پنجگانہ مؤلفہ آغا نثار احمد مرحوم بانی ادارہ افتخار بکڈپو /50	وظائف مقبول رنگین عکسی مع اوراد مقبول /55	حضرت علی علیہ السلام کی جنگیں /50 از سید مہدی شمس الدین	تسبیح زہرہ سلام اللہ علیہا کی فضیلتیں /25 از علی رضا رجالی تہرانی

امامیہ جنتری و دیگر کتب ملنے کا پتہ } افتخار بک ڈپو (رجسٹرڈ) اسلام پورہ لاہور

ریاض القدس

جلد اول

مؤلف

آقائی صدر الدین واعظ القزوینی

مترجم

مولانا سید ظل حسنین زیدی سرسوی مرحوم

پیش کش

سید محمد شبیر عباس بخاری مرحوم

ناشر

ولی العصر ٹرسٹ رتہ متہ ضلع جھنگ

جملہ حقوق دائمی طور پر بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ـــــ ریاض القدس جلد اوّل
طابع ـــــ سید محمد شبیر عباس بخاری
سال طبع ـــــ جون ۱۹۸۹ء
بار اوّل ـــــ ایک ہزار
بار دوم ـــــ جون ۱۹۹۲ء
ناشر ـــــ ولی العصر ٹرسٹ رتہ متہ ضلع جھنگ
مطبع ـــــ ٹیک پرنٹرز لاہور
بار سوم ـــــ جون ۱۹۹۷ء
تعداد ـــــ ۲۵۰

ـــــ اسٹاکسٹ ـــــ

۱۔ ۹ع شیر شاہ بلاک۔ نیو گارڈن ٹاؤن لاہور
۲۔ افتخار بک ڈپو۔ اسلام پورہ۔ لاہور
۳۔ مکتبہ ولی العصر۔ ایچ بلاک۔ ماڈل ٹاؤن۔ لاہور

انتساب

میں اپنی اس محنت کو اس امّ السّادات کے نام سے منسوب کرتا ہوں جن کے تسبیح گزار ہاتھ چکی پیستے پیستے رنگین ہو جاتے تھے اور جس کی خاموش آہوں سے آج بھی عرشِ الٰہی لرز لرز جاتا ہے۔

مجھے امید ہے کہ رسولِ اعظم کی اکلوتی بیٹی میری اس پیشکش کو دامنِ قبولیت میں جگہ عنایت فرمائیں گے۔

عرض ناشر

میرے محترم قارئین۔ اس ذات کبریا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ادارہ ولی العصر نے شہرہ آفاق کتاب مقاتل ریاض القدس کو آپ کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ معالی السبطین کے بعد یہ مقاتل کی مشہور کتابوں میں دوسری کتاب ہے۔ انشاء اللہ چہاردہ معصومین علیہ السلام کی مہربانی سے جلد ہی نفس المہموم، مہیج الاحزان، ریاض الاحزان اور اسرار شہادت بھی آپ کی خدمت میں جلد پیش کریں گے۔ ہمیں امید ہے کہ نہ صرف مومنین حضرات بلکہ واعظین حضرات و ذاکرین صاحبان بھی ان کتابوں سے فائدہ اٹھائیں گے۔ میں خطیب آل محمد جناب ظل حسنین زیدی کا ممنون ہوں کہ انہوں نے اس بیماری میں یہ کتاب مکمل کی۔ خدا ان کو اس کا اجر دے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ میری اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر بوسیلہ چہاردہ معصومینؑ میرے مرحومین کے درجات بلند کرے

خاکپائے اہل بیتؑ
محمد شبیر عباس

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ
ـ دیباچہ، تفسیر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔	۱۷
ـ اسمائے حسنیٰ	۲۵
ـ تفسیر سورۃ الفاتحہ الکتاب اور اس کی فضیلت۔	۳۲
ـ نعت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔	۴۷
ـ مقدمہ کتاب۔	۴۸
ـ آغاز مصائب اور مقدمات ولیعہدی یزید لعنہ۔	۵۰
ـ عریضہ نگاری شیعیان کوفہ بعد از حضرت مجتبیٰؑ بخدمت حضرت امام حسینؑ۔	۵۷
ـ ابتلاء ہائے خامس آل عبا از دست اعدائے دین۔	۶۳
ـ معاویہ کا بخیال بیعت یزید لعنہ مکہ و مدینہ جانا اور احوال قیس بن سعد بن عبادہ۔	۶۶
ـ ترجمۂ فتوح ابن اعثم کوفی۔	۶۸
ـ احوال سعید بن قیس ہمدانی۔	۷۱
ـ احوال حجر بن عدی الکندی الکوفی	۷۵
ـ ابتلاء محبان خدا اور احوال عمرو بن الحمق خزاعی۔	۷۹
ـ ابتلاء اولیاء اللہ و مقربان بارگاہ کبریا۔	۸۲
ـ سخاوت امام حسنؑ اور آپ کی شہادت۔	۸۶
ـ موصل شہر کے ایک شخص کا مہمان	۸۸

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
بناکر امام حسنؑ کو زہر دینا۔		• معاویہ کا عمائدین شہر شام سے یزید لعنہ کی بیعت لینا۔	۱۲۳
• احوال ولادت اور شمائل امام حسن علیہ السلام۔	۹۱	• مظالم یزید لعنہ خود اس کے دورِ خلافت میں۔	۱۲۴
• توصیف حلم امام حسنؑ اور جراح بن قبیصہ کا آپ کو خنجر سے زخمی کرنا۔	۹۴	• یزید لعنہ کا اپنے دورِ خلافت میں ظلم و ستم میں حد سے گزر جانا۔	۱۲۷
• ایک نابینا موصلی شخص کا پائے امام حسنؑ پر نیزہ مارنا۔	۹۶	• خلافت یزید لعنہ کا تیسرا سال اور کعبۃ اللہ کی تاراجی۔	۱۲۹
• واقعۂ شہادت امام حسن علیہ السلام۔	۹۹	• یزید بن معاویہ کے امام حسینؑ کے ساتھ عداوت کے اسباب۔	۱۳۰
• اسماء ملعونہ کا انجام	۱۰۷	• کلثوم بنت عبداللہ بن جعفر کی تزویج	۱۳۳
• امام حسینؑ کا مکہ تشریف لے جانا اور منیٰ میں خطبہ دینا۔	۱۱۰	• قاسم بن محمد بن جعفر کے ساتھ۔	
• مروان لعنہ کا شیعوں کے حالات سے معاویہ کو مطلع کرنا۔	۱۱۲	• ولیعہدیٔ یزید لعنہ اور مروان کا اشراف مدینہ سے بیعت لینا۔	۱۳۵
• معاویہ کا خط امام حسینؑ کے نام اور امام عالی مقام کا جواب۔	۱۱۵	• یزید لعنہ کا سفر مکہ معظمہ و مدینہ منورہ اور عقب یزید روانگیٔ معاویہ۔	۱۳۸
• معاویہ کا یزید لعنہ کو ولیعہد مقرر کرنا۔	۱۱۹	• فقر کے اقسام اور حضرت کمیل کی شہادت	۱۴۰
• اہلِ حکومت کے لیے شائستگی درکار	۱۲۱	• معاویہ کا بارادۂ قتل ام المومنین بی بی عائشہؓ	۱۴۲

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
کو دعوت پر بلانا۔		• جناب زینب خاتون کا سفر عراق کی خبر سننا۔	۱۸۰
• ام المومنین عائشہؓ کا معاویہ کے تیار کردہ کنوئیں میں گرانا اور عبداللہ بن عباسؓ کو برائے بیعت طلب کرنا۔	۱۴۷	• عمر بن علیؑ کا امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہونا۔	۱۸۱
• عبداللہ ابن عباسؓ کا تقویٰ اور پرہیزگاری۔	۱۵۰	• محمد حنفیہ ابن علی کا امام کی خدمت میں حاضر ہونا	۸۲
		• وصیت نامہ امام حسین محمد حنفیہؓ کے نام	۸۴
• معاویہ کا مکہ معظمہ میں داخلہ اور استقبال۔	۱۵۴	• مکہ معظمہ میں ورود امام حسین علیہ السلام	۸۶
• معاویہ کا مکہ معظمہ میں چاروں عبداللہ سے بیعت یزید لعنہ لینا۔	۱۵۷	• کوفہ والوں کا امام حسینؑ کو برائے تشریف آوری خطوط تحریر کرنا۔	۸۸
• معاویہ کی شام کو واپسی اور ملک الموت کی گرفت۔	۱۶۰	• عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن عمر کا خدمت امام حسینؑ میں مکہ معظمہ پہنچنا۔	۹۰
• آیات قرآنی و بلندیٔ شہادت اور مرتبۂ امام حسینؑ۔	۱۶۳	• شیعیان علیؑ کا کوفہ میں اجتماع اور استحقاق خلافت پر گفتگو۔	۲
• حاکم مدینہ کا حضرت امام حسینؑ کو بیعت یزید لعنہ کے لیے بلانا۔	۱۶۷	• تفصیل اہل کوفہ	۹۴
		• کوفہ والوں کے خطوط کا مضمون	۰۰
• میثم تمار کا خبر مرگ معاویہ دینا۔	۱۷۲	• امام حسینؑ کی جانب سے کوفیوں کے خطوط کا جواب اور مسلم بن عقیلؓ کی کوفہ روانگی۔	۰۱
• استقلال یزید بعنوان حاکم سلطنت	۱۷۴		
• امام حسینؑ کا عزم ترک مدینہ۔	۱۷۶		

مضمون	صفحہ
• مسلم بن عقیلؑ کا کوفہ پہنچنا۔	۲۰۵
• فضائل مسلم بن عقیلؑ	۲۰۷
• نعمان بن بشیر گورنر کوفہ کی معزولی اور ابن زیادؒ کا تقرر۔	۲۰۸
• یزیدؒ کا قرآن مجید سے تفاؤل نکالنا اور قرآن کو پھاڑ ڈالنا۔	۲۱۰
• ابن زیادؒ کے نام یزیدؒ کا خط اور اشراف بصرہ کے نام امام حسینؑ کا خط۔	۲۱۱
• جواب نامۂ اہل بصرہ بنام امام عالیمقام	۲۱۳
• ابن زیادؒ کی بصرہ سے کوفہ روانگی۔	۲۱۶
• ابن زیاد کا کوفہ میں منادی کرانا اور عام اجتماع۔	۲۱۸
• شریک بن اعور کی جلالت قدر اور قضا و قدر کا جاری ہونا۔	۲۱۹
• معقل غلام کا قیام گاہِ مسلم بن عقیل کا پتا لگانا۔	۲۲۲
• ابن زیادؒ کے حکم سے جناب ہانیؒ کی گرفتاری۔	۲۲۷

مضمون	صفحہ
• جناب ہانیؒ کا قصر ابن زیاد میں تشریف لے جانا۔	۲۲۹
• مسلم بن عقیل کا کوفہ میں باہر نکلنا۔	۲۳۴
• مسلم بن عقیل کا نماز جماعت کرانا اور لوگوں کا منتشر ہو جانا۔	۲۳۶
• پسر طوعا کا ابن زیاد کو مسلمؑ کی مخبری کرنا اور محاصرہ	۲۳۹
• مسلم بن عقیل کی گرفتاری۔	۲۴۵
• انسانی صفات حمیدہ۔	۲۴۸
• اسلام میں وصیت کا مقام۔	۲۵۰
• شہادت حضرت مسلم بن عقیلؑ۔	۲۵۳
• شہادت جناب ہانیؒ	۲۵۵
• تحقیق اولادِ مسلم بن عقیلؒ	۲۵۷
• طفلان مسلم بن عقیل کے متعلق قولِ مشہور۔	۲۵۸
• پسران مسلم کی گرفتاری کے لیے منادی کرانا۔	۲۶۳
• ظلم و ستم کا بدلہ۔	۲۶۶
• احوال مختار ثقفی رحمۃ اللہ علیہ	۲۶۸

مضمون	صفحہ
• جلالت قدر جناب میثم تمّار رضوان اللہ علیہ۔	۲۷۳
• احوال رشید ہجریؒ	۲۷۷
• موکب امام حسینؑ کا مکّہ معظمہ سے بطرف کربلا کوچ۔	۲۸۰
• مطابقت حج ظاہری با حج معنوی۔	۲۸۳
• اعمال حج معنوی اور حضرت زینب علیہا۔	۲۸۴
• عبداللہ ابن عباسؓ کا امام حسینؑ کو سفر عراق سے روکنا۔	۲۸۶
• عمرو بن سعید والیٔ مکّہ کا امام حسینؑ کو سفر عراق سے روکنا۔	۲۸۷
• جابر بن عبداللہ انصاریؓ کا امام حسینؑ کو سفر عراق سے روکنا۔	۲۸۸
• تذکرۂ اشراف اربعہ۔	۲۹۰
• حضرت امام حسینؑ کا مکہ سے کوچ۔	۲۹۴
• منزل تنعیم میں پسران عبداللہ جعفر کا پہنچنا۔	۲۹۵

مضمون	صفحہ
• جلالت قدر عبداللہ بن جعفر طیّارؓ۔	۲۹۶
• جود و سخاءِ عبداللہ بن جعفر طیّار۔	۲۹۸
• مدح جود و سخا۔	۳۰۰
• حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کا سائل کو انگشتری عطا کرنا۔	۳۰۱
• جود و عطاء امام حسین علیہ السّلام۔	۳۰۴
• حضرت امام حسینؑ کی مناجات۔	۳۰۵
• منزل ذات عرق	۳۰۷
• امام حسینؑ کا منزل حاجز سے خط بطرف کوفہ۔	۳۰۸
• منزل زرود پر امام حسینؑ سے زہیر بن قین کی ملاقات۔	۳۱۳
• موکب امام حسینؑ کا منزل خزیمیہ میں ورود۔	۳۱۵
• ان امور کی تحقیق جن کا اس کتاب میں ذکر کرنا ضروری ہے۔	۳۱۷
• امام حسینؑ کا ام المؤمنین ام سلمہؓ کو اپنی شہادت کی خبر دینا۔	۳۲۴

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
• امام حسینؑ کا ماں اور بھائی کی قبر کو وداع کرنا۔	۳۲۶	• امام حسینؑ کا دختر مسلم کو صبر کی تلقین کرنا۔	۳۴۸
• وقت روانگی امام حسینؑ بنی ہاشم کی گریہ وزاری۔	۳۲۷	• اباہرہ اسدی کا دوران سفر عراق امام حسینؑ سے ملنا۔	۳۴۹
• بجناب فاطمہ صغریٰ اور رخصت اہل حرمؑ	۳۲۸	• وہب ابن عبداللہ کلبی کا خدمت امام حسینؑ میں مشرف باسلام ہونا۔	۳۵۱
• مدینہ سے روانگی کے وقت فرشتوں اور جنات کا مدد امامؑ کے لیے آنا۔	۳۳۰	• امام حسینؑ کا منزل زبالہ پر پہنچنا اور بعض اصحاب کی ملاقات۔	۳۵۳
• روایت سفر امام حسینؑ مکہ سے بجانب مدینہ۔	۳۳۲	• شرافت دل عارف۔	۳۵۴
• ائمہ معصومینؑ کا واقعات گزشتہ و آئندہ کی خبر دینا۔	۳۳۳	• مدح و تعریف دل مؤمن۔	۳۵۶
• حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا اپنی شہادت کی خبر دینا۔	۳۳۹	• حُر بن یزید ریاحی کا اپنے لشکر کے ساتھ امام حسینؑ کے نزدیک پہنچنا۔	۳۶۰
• دوران سفر عراق طرماح کی امام حسینؑ سے ملاقات۔	۳۴۳	• امام حسینؑ علیہ السلام کے ساتھ مکالمہ حرؓ۔	۳۶۱
• واقعہ منزل ثعلبیہ اور خبر شہادت حضرت مسلمؑ بن عقیل۔	۳۴۵	• امیر المومنین علیہ السلام کا عمر بن سعد لعنہ کو قاتل امام حسینؑ ہونے کی خبر دینا۔	۳۶۶
• منزل ثعلبیہ اور خطبہ امام حسین علیہ السلام	۳۴۶	• ابن زیاد کا مردمان کوفہ کو قتل امام حسینؑ	۳۶۹

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
پر آمادہ کرنا۔		کو آخری منزل قرار دینا۔	
• ابن زیاد کا عمر بن سعد لعنہ سے قتل امام حسینؑ پر دستخط لینا۔	۳۷۰	• خبر شہادت امام حسینؑ سن کر زینبؑ خاتون کا بے قرار ہونا۔	۳۹۴
• ابن زیاد کا شبث کو امام حسینؑ سے جنگ کے لیے کربلا بھیجنا۔	۳۷۱	• امام حسینؑ کا اپنے اصحاب کو شہادت کی خبر دینا۔	۳۹۶
• لشکر ابن زیاد کا امام حسینؑ کی راہ روکنا۔	۳۷۷	• امام حسینؑ کا کربلا سے مدینہ نامہ ارسال کرنا۔	۳۹۸
		• مفاخرہ زمین مکہ معظمہ با زمین کربلا معلی	۴۰۰
• واقعہ منزل عذیب الہجانات اور لشکر ابن زیاد لعنہ کی امام حسینؑ پر سخت گیری۔	۳۷۹	• مدح تواضع و فروتنی	۴۰۱
		• شرف زمین کربلا معلی	۴۰۳
• امام حسینؑ کا عبداللہ بن جعفر جعفی سے نصرت طلب کرنا۔	۳۸۲	• زمین کربلا پر انبیاءؑ کا گزرنا	۴۰۴
		• حضرت رسول خدا کا زمین کربلا پر ورود	۴۰۹
• امام حسینؑ کا سفر عراق میں چند افراد سے نصرت طلب کرنا۔	۳۸۵	• حضرت علیؑ اور حضرت عیسیٰؑ کا زمین کربلا پر ورود	۴۱۰
		• غرض مؤلف کتاب ہذا	۴۱۲
• امام حسینؑ کا سفر میں اپنی سواری پر خواب دیکھنا۔	۳۸۹	• حُر کا خط بنام ابن زیاد لعنہ	۴۱۳
		• لشکر ابن زیاد کا کربلا پہنچنا۔	۴۱۵
• امام حسینؑ کا دوران سفر راہ کربلا اختیار کرنا۔	۳۹۰	• تیسری محرم کو عمر ابن سعد کا مع لشکر کربلا پہنچنا۔	۴۱۷
• وجہ تسمیہ کربلا اور امام حسینؑ کا کربلا	۳۹۱	• عمر ابن سعد لعنہ کا عبداللہ بن کثیر کو امام حسینؑ	۴۱۹

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
کے پاس بھیجنا۔		ابن زیاد کا شمر بن ذی الجوشن کی رائے پسند کرنا۔	۴۳۹
• عمر ابن سعد کا عزیہ کو خدمت امام حسینؑ میں بھیجنا۔	۴۲۱	• شمر بن ذی الجوشن کا ابن زیاد سے اولاد جناب اُمّ البنینؑ کے لیے امان طلب کرنا۔	۴۴۱
• عمر ابن سعد کا قُرّہ بن قیس کو امام حسینؑ کے پاس بھیجنا۔	۴۲۳	• حضرت عباسؑ علمدار کا نہر فرات پر پہرہ داروں سے جنگ کرنا۔	۴۴۳
• عمر ابن سعد کا خط ابن زیاد کے نام۔	۴۲۴		
• جواب نامہ از طرف ابن زیاد بنام عمر بن سعد۔	۴۲۵	• بُریر بن خضیر ہمدانی کا عمر بن سعد کو نصیحت کرنا۔	۴۴۵
• امام حسینؑ اور ابن سعد کی چوتھی شب محرم ملاقات۔	۴۲۶	• حضرت امام حسینؑ کا پس خیام باعجاز چشمۂ آب ظاہر کرنا۔	۴۴۸
• نامہ ابن زیاد بنام عمر بن سعد اور امام حسین پر بندش آب کا حکم۔	۴۲۹	• روز نہم محرم یزید لشکر کا محاصرۂ خیام امام حسینؑ کرنا۔	۴۴۹
• عمرو بن حجاج کا نہر فرات پر پہرہ لگانا۔	۴۳۱	• ابن زیاد کا خط لیکر شمر بن ذی الجوشن کا کربلا پہنچنا۔	۴۵۲
• حبیب ابن مظاہر کا قوم بنی اسد سے نصرت طلب کرنا۔	۴۳۲		
• امام حسینؑ اور عمر بن سعد کی دونوں لشکروں کے درمیان ملاقات۔	۴۳۶	• شمر بن ذی الجوشن کا کربلا پہنچنا اور امام حسینؑ کا انکار بیعت یزید کرنا۔	۴۵۸
• ابن زیاد کا صلح کے لیے راضی ہونا اور شمر ذی الجوشن کا مانع ہونا۔	۴۳۷	• شمر بن ذی الجوشن کا امان نامہ لے کر جناب عباسؑ علمدار کے پاس آنا۔	۴۵۸

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
• مکالمۂ جناب عباسؑ علمدار با شمر بن ذی الجوشن۔	۴۶۱	• امام حسینؑ کا باعجاز اپنے اصحاب کو ان کے درجات دکھلانا۔	۴۹۵
• حضرت امام حسینؑ کی جناب عباسؑ علمدار سے امان نامہ سے متعلق گفتگو۔	۴۶۷	• شب عاشورا محرم خیام امام حسینؑ کا بصورت قلعہ نصب کرنا۔	۴۹۶
• لشکر ابن سعد کا خیام امام علیہ السلام پر ہجوم۔	۴۶۸	• اصحاب امام حسینؑ کا تیاریٔ جہاد کرنا	۴۹۹
• روز نہم امام حسین کا عمر بن سعد سے ایک شب کی مہلت مانگنا۔	۴۷۳	• بُریر بن خضیر ہمدانی کا نہر فرات سے پانی لانا۔	۵۰۱
		• شب عاشورا محرم اور عبادت۔	۵۰۵
• روز نہم ہنگام عصر ایک واقعہ جان گداز۔	۴۷۹	• شب عاشورا محرم تہجد و شب زندہ داریٔ امام حسینؑ۔	۵۰۷
• واقعات شب عاشورا محرم۔	۴۸۱		
• امام حسینؑ کا اپنے اصحاب کو واپس چلے جانے کی اجازت دینا۔	۴۸۲	• حکایت ہلال بن رافع۔	۵۰۹
• حضرت عباس علمدار کو اظہار جاں نثاری میں سبقت کرنا۔	۴۸۴	• شب عاشورا ہلال بن رافع کا حضرت زینبؑ اور امام حسینؑ کی گفتگو سننا۔	۵۱۱
• اصحاب امام حسین علیہ السلام کا اظہار ثبات قدم۔	۴۸۶	• در خیمہ الحرم پر اصحاب امام حسینؑ کا اظہار وفاداری۔	۵۱۲
• شب عاشورا اصحاب کا امام حسینؑ کو چھوڑ کر چلے جانا۔	۴۸۹	• شب عاشورا محرم امام حسینؑ کا تنہائی میں مناجات پر سجدہ گذار کرنا۔	۵۱۴
• امام حسین کا دوسرا خطبہ دربارۂ ثابت قدمیٔ اصحاب۔	۴۹۳	• گریہ و بکاء زینب خاتون اور امام حسینؑ کا وصیت کرنا۔	۵۱۷

مضمون	صفحہ
آخر شب عاشورا کے واقعات اور خواب امام حسینؑ۔	۵۱۹
امام حسینؑ کا باردیگر اپنی شہادت کی خبر دینا۔	۵۲۱
اہل حرم کا امام حسین کے پاس جمع ہونا اور مجلس ماتم برپا کرنا۔	۵۲۲
روز عاشورا حضرت سید الشہداء علیہ السلام کا لباس۔	۵۲۳
طلوع سحر، مناجات اور نماز صبح روز عاشورا۔	۵۲۴
مشابہت نماز بہ طریقہ روز قیامت۔	۵۲۸
نماز مومن کی معراج ہے۔	۵۳۰
روز عاشورا امام حسینؑ کا اصحاب کو اذن جہاد دینا۔	۵۳۵
صف آرائی سپاہ امام حسینؑ صبح روز عاشورا۔	۵۳۷
امام حسینؑ کا عباس ابن علی کو	۵۳۹

مضمون	صفحہ
علمدار مقرر کرنا۔	
حضرت امام حسینؑ کے اصحاب کے اسماء مبارکہ۔	۵۴۱
روز عاشورا عمر بن سعد کے لشکر کی صف آرائی۔	۵۴۵
امام حسینؑ کا اہل حرم کو تلقین صبر کرنا	۵۴۸
روز عاشورا دونوں لشکروں کا بالمقابل صفیں باندھنا۔	۵۴۹
خطبہ و موعظہ امام حسینؑ پیش لشکر عمر ابن سعد لعنہ۔	۵۵۱
خطبہ و موعظہ امام حسین بقول شیخ مفیدؒ	۵۵۳
حضرت امام حسینؑ کا ایک خطبہ بروایت مناقب۔	۵۵۷
برائے اتمام حجت امام حسینؑ کا لشکر عمر بن سعد سے خطاب۔	۵۶۰
لشکر عمر ابن سعد کی اصحاب امام حسینؑ پر طعنہ زنی۔	۵۶۲

مضمون	صفحہ
استغاثہ امام حسینؑ اور اجنہ کا مدد کے لیے آنا۔	۵۶۶
حضرت امام حسینؑ کی نصرت کے لیے فرشتوں کا نازل ہونا۔	۵۶۹
حر ریاحی کا لشکر عمر ابن سعد سے نکل کر لشکر امام حسینؑ میں شامل ہونا	۵۷۰
عمر ابن سعد کا امام حسینؑ کی طرف رہا کرکے جنگ کا آغاز کرنا۔	۵۷۴
جنگ مغلوبہ، حملۂ اوّل بوقت چاشت صبح روز عاشورا۔	۵۷۷
روز عاشورا حملۂ اوّل کے بعد دوبارہ صف آرائی لشکر حق و باطل۔	۵۸۱
حُر ریاحی کا لشکر عمر ابن سعد کو نصیحت کرنا اور برادر حُر کا شامل لشکر امامؑ ہونا۔	۵۸۴
حُر بن یزید ریاحی کا اپنے فرزند کو لشکر ابن سعد سے جنگ کے لیے بھیجنا۔	۵۸۶

مضمون	صفحہ
حُر بن یزید ریاحی کا لشکر اعداء سے جنگ کرنا۔	۵۹۰
حُر ریاحی کا ہاتف غیبی کی بشارت سُننا۔	۵۹۲
شہادت مصعب برادر حُر ریاحیؒ۔	۵۹۳
شہادت عروۃ غلام حُر ریاحی علیہ الرحمۃ	۵۹۴
زہیر بن حسان اسدی کی شہادت	۵۹۵
مبارزت عبداللہ بن عمر اور آپ کی شہادت۔	۵۹۸
بریر بن حضیر ہمدانی کی شہادت۔	۶۰۰
حالات وہب بن عبداللہ بن حباب کلبی۔	۶۰۱
وہب بن عبداللہ کلبی اور آپ کی زوجہ کی شہادت۔	۶۰۴
حضرت امام حسینؑ کے چند اصحاب کی شہادت۔	۶۰۸
حالات ہلال بن نافع۔ جنگ اور شہادت	۶۱۰
نافع بن ہلال نافع البجلی المرادی کی شہادت	۶۱۳

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
• عمرو بن الحجاج کا اپنے لشکر کو جنگ کی ترغیب دینا۔	614	• طرماح کی جنگ اور شہادت۔	640
		• قیس کی جنگ اور شہادت۔	642
• حماد بن انس کی شہادت	616	• روز عاشوراء اوّل ظہر کے بعد چند اصحاب کی شہادت۔	643
• مسلم بن عوسجہ اسدی کی شہادت	617		
• جلالت قدر مسلم بن عوسجہ، پسر اور زوجۂ مسلم کی شہادت۔	618	• جون غلام ابوذر غفاریؓ کی جنگ اور شہادت۔	644
• روز عاشوراء قبل از ظہر قیامت خیز معرکۂ جنگ۔	621	• حنظلہ بن سعید الشیبانی کی شہادت	646
		• حجاج بن مسروق کی شہادت۔	648
• شمر بن ذی الجوشن کا خیام اہلبیتؑ کو تاراج کرنا۔	624	• حالات بعد ظہر روز عاشوراء	649
		• حضرت امام حسینؑ کے چند اصحاب کی شہادت۔	651
• واقعۂ طاقت فرسائی اوّل ظہر روز عاشوراء۔	627	• شہادت اولیاء اللہ۔	656
• نماز ظہر روز عاشوراء اور حبیب ابن مظاہرؓ کی شہادت۔	629	• عابس بن شبیب شاکری کی خدمت امام حسینؑ میں رسائی اور غلام شوذب کی شہادت۔	658
• زہیر بن قین بجلیؒ کی جنگ۔	634		
• حالات بعد از ظہر روز عاشوراء اور درجات شہداء کی نشاندہی۔	636	• شجاعت و شہادت عابس بن شبیب شاکری	660
		• احمد بن محمد ہاشمی اور چند جاں نثاروں کی شہادت	663
• شجاعت زہیر بن قینؒ اور شہادت	638	• غلام ترک کی جنگ اور شہادت۔	665

دیباچہ:

تفسیر بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خداوند تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے جو سب کو روزی عطا کرنے والا ہے اور سب کے گناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔ اسی مفہوم کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں پیش کیا گیا ہے۔ مفسرین نے معنی و مطلب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں چند اقوال پیش کیے ہیں جن کو بہ نظر طوالت پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ مروی ہے کہ اصحاب آنحضرتؐ نے حضور پُرنور سے سوال کیا کہ یا حضرت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے کیا معنی ہیں اور اس کا کیا مفہوم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بسم اللہ میں "ب" سے مراد ہے اس کی برکت و بلاء۔ برکت کے معنی ہیں زیادتی، افزائش اس کا واضح سا مطلب یہی ہے کہ خداوند عالم ہی مال و دولت، صحت و عافیت و عمر وغیرہ میں برکت عطا کرنے والا ہے اور بلاء کے معنی ہیں آزمائش، امتحان۔ اس میں دونوں قسم کا امتحان مضمر ہے۔ بلاء حسنہ بھی ہوتی ہے جیسا کہ سورۃ الانفال آیت ۱۷ میں وارد ہوا ہے: وَلِيُبۡلِيَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ مِنۡهُ بَلَآءً حَسَنًا ۝ یعنی خدا مومنین پر اپنی طرف سے خوب احسان کرتے۔ بعض دفعہ آزمائش سخت ترین بھی ہوتی ہے جیسا کہ واقعہ ذبح اسمٰعیل ہے اور بسم اللہ میں سین سے مراد ہے بہت بڑی نیکی۔ اور سجود سے مراد ہے سجدہ کرنا یعنی اپنی عاجزی کا اللہ کی بارگاہ میں اقرار کرنا۔ اور میم سے مراد ہے خداوند تعالیٰ کا ہر بزرگ سے بزرگ تر ہونا ہر ایک بڑے سے بڑا ہونا اس سے مراد اس کا مالک کُل ہونا بھی ہے یعنی خدا ہی کے لیے ملک ہے اور اس سے نیکی کرنا بھی مراد ہے اور بسم اللہ میں اللہ تعالیٰ کا نام بھی ہے یعنی لفظ "اللہ" اس کے معنی

ہیں قدرت واختیار خالق کل ہونا، نئی چیز پیدا کرنا۔ خلاصہ یہ ہے کہ باءِ بسم اللہ سے برکت وآزمائش اور سین سے عظیم نیکی اور سجود مراد ہے۔ میم سے اللہ کا مالک ملک ہونا اور لفظ اللہ سے اس کا قادر علی الاطلاق ہونا یعنی قادر مطلق ہونا مراد ہے چاہے تو ہر لحظہ ہزار در ہزار عالم پیدا کر دے۔ لفظ اللہ خدائے تعالیٰ کا ایک ایسا صفاتی نام ہے کہ جو جامع صفات وکمالات الٰہیہ ہے۔ (احادیث سے ثابت ہے کہ لفظ "اللہ" کا مظہر ذات حضرت ختمی مرتبت پیغمبر اسلام محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے)۔

وارد ہوا ہے کہ خدائے تعالیٰ اہل دنیا کے لیے رحمٰن ہے اور اہل آخرت کے لیے رحیم ہے۔ رحمٰن کے معنی ہیں بخشنے والا۔ یہ مشتق ہے رحمت سے اور اس کا اطلاق سوائے ذات باری کسی اور پر جائز نہیں ہے اور الرحمٰن کے بارے میں آنحضرت نے یہ بھی فرمایا ہے کہ رحمٰن اسے کہتے ہیں کہ جب اس سے سوال کیا جائے عطا کرے اور رحیم کے یہ معنی بیان کیے گئے ہیں کہ اگر اس سے سوال نہ کیا جائے تو وہ غضب نازل کرتا ہے یعنی رحمٰن بمعنی عطا کنندہ اور رحیم بمعنی قہر وغضب کرنا بشرطیکہ کوئی شخص اس سے سوال نہ کرے افادہ پس ذات خداوند عالم سے ہر ایک شخص کو سوال کرنا چاہیے کیونکہ وہ رحمٰن ورحیم ہے۔

علماء نے بیان کیا ہے کہ اللہ نام ہے اس ذات واجب الوجود کا کہ جس نے اپنی قدرت کاملہ سے بزم کائنات سجائی ہے گوناگوں مخلوق خلق فرمائی ہے اور آسمان بلند وبالا بغیر ستون قائم کیا ہے جیسا کہ سورۃ الذٰریٰت آیت ۴۷ میں ارشاد ہوا ہے: وَ السَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّ اِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ۝ اور ہم نے آسمانوں کو اپنی قدرت اور اپنے بل بوتے پر بنایا ہے اور زمین کا فرش بھی خداوند تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے بچھایا ہے۔ ارشاد ہوا ہے: وَالْاَرْضَ

فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ۝ اور زمین کو بھی ہم ہی نے بچھایا ہے تو ہم کیسے اچھے بچھانے والے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ آسمان وزمین دونوں آثار قدرت میں سے ہیں تاکہ آثار کو دیکھ کر مؤثر (خالق) کو پہچانیں۔ اور اللہ نے ہی سورج کو خلق فرمایا جو دائروی شکل میں اور اس کی حرکت بھی مدوّر ہے۔ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے:

وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ (سورۃ یٰسین آیت ۳۸) اور آفتاب ہے جو اپنے مدوّر صورت پر چل رہا ہے جو کہ غالب وواقف کار خدا کا باندھا ہوا ہے۔ اور اللہ نے ہفت زمین وآسمان خلق کیے ہیں جبکہ سورۃ الحمد آیات سبع مثانی ہے چونکہ سورہ الحمد میں سات آیات ہیں اور سورۃ الحمد اس کا نزول دو مرتبہ ہوا ہے پس اس کو آیات سبع مثانی کہتے ہیں اور آسمان دنیوی کو کوکب (ستاروں) سے آراستہ کیا ہے اور اللہ اس ذات محبوب کا نام ہے کہ جس نے انسان کو احسن تقویم میں خلق کیا ہے عناصر اربعہ یعنی خاک وباد وآب وآتش کے حسین امتزاج سے پیدا کیا اور انسان اوّل کو تاج خلافت سے آراستہ کر کے اس کو اپنی معرفت کا خزینہ قرار دیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۝ سورۃ قٓ آیت ۱۶ اور بے شک ہم ہی نے انسان کو پیدا کیا اور جو خیالات اس کے دل میں گزرتے ہیں ہم ان کو جانتے ہیں اور ہم تو اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں (پس اگر انسان اپنی غرض وغایت خلقت کو پہچان لے اور اپنے نفس کو پہچان لے تو گویا اس نے خدا کو پہچان لیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ہے: مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ یعنی جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے خدا کو

پہچان لیا۔

چونکہ ہر ایک دل شوق گناہ سے سیاہ ہوتا ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ جب انسان گناہ پر گناہ کرتا ہے تو نقطۂ ایمان جو اس کے دل پر منقش ہوتا ہے سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ انسان اگر بغیر توبہ مر جائے تو آخرت کے اعتبار سے بدبختوں میں شمار ہوتا ہے اسی لیے ہم اللہ تعالیٰ کے نام کی تعلیم کو سپرد قرطاس کرتے ہیں جو کہ یہ ہے کہ سب سے پہلے خدائے تعالیٰ نے لفظ اللہ جناب آدمؑ پر نازل کیا یعنی بوحی تعلیم کیا چونکہ نام اللہ کی تعلیم سب سے پہلے جناب آدمؑ پر ہی ہوئی جو اس کے خلیفہ ہیں پس سرشت خلیفۃ اللہ میں ذوق معرفت، خدا ودلیعت کیا گیا ہے۔ جس وقت جناب آدم پر لفظ اللہ بوحی نازل ہوا تو ابلیس نے جو راندۂ درگاہ تھا ایک چیخ ماری۔ اس کے ساتھیوں نے چیخ مارنے کا سبب دریافت کیا تو کہنے لگا کہ اب میں کس طرح آدمؑ کے کاموں میں مداخلت کروں گا کہ اس پر نظر خداوند عالم ہے اور میں اس کے مقابلہ میں مُردہ ہوں کیوں کہ خداوند عالم نے اپنے ناموں میں سے ایک نام "اللہ" اس پر نازل فرمایا ہے جس کے کمر شکستہ ہو گئی ہے اور آدمؑ اس نام کی برکت وعظمت سے امان خدا میں ہے اور نجات یافتہ ہے (اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نام اللہ باعث امان فی الدنیا والآخرۃ ہے۔

جناب آدم کے بعد حضرت نوح بحمایت وعنایت پروردگار اسی نام کی برکت سے نجی اللہ بنے اور ان کی کشتی غرق ہونے سے محفوظ رہی جب کہ قرآن میں وارد ہوا ہے کہ جب ایمان دار کشتی میں سوار ہو گئے تو نوحؑ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرِيهَا وَ مُرْسٰهَا ۚ اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

—— بسم اللہ، خدا ہی کے نام سے اس کا بہاؤ اور ٹھہراؤ ہے۔ کشتی میں سوار ہو جاؤ بے شک میرا پروردگار اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ کشتی پانی پر رواں

ہوئی اور بہ برکت اسم اللہ کشتی میں بیٹھنے والوں نے نجات پائی۔ اور جناب ابراہیم خلیل خدا جب وہ آتش نمرود میں پھینکے گئے آگ سرد ہو گئی اور آپ سلامت وزندہ رہے کیونکہ اس وقت آپ نے اپنی زبان پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جاری کیا تھا۔ آتش نمرود گلزار بن گئی۔ اسی ضمن میں ہم لفظ اللہ کی ایک اور توصیف پیش کرتے ہیں وارد ہوا ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری دو صفتیں یاد رکھو کہ میں رحمان اور رحیم ہوں، میرا رحمان ہونا مقتضی ہے روزی رسانی کا۔ میں ہر ایک کو رزق دیتا ہوں اور میرا رحیم ہونا مقتضی بر بخشش روز آخرت ہے کہ میں ہی گناہوں سے درگذر کرنے والا ہوں۔ میں روز ازل سے اس طرح رحمان ہوں کہ میں نے انسانوں میں سے ایمان کے لیے چن لیا اور ان کو توفیق اطاعت وعبادت دی ہے۔ اور میں رحیم ہوں کہ عبادت کرنے والوں کی عبادت میں کمی سے درگذر کرتا ہوں۔ اور تقصیر وگناہ پر پردہ ڈالتا ہوں اور انسانوں کے عذر کو قبول کرتا ہوں، میری رحمانیت پر نظر کر کہ میں نے تجھے خطا کرنے کے باوجود ایمان عطا کیا ہے۔ تجھے بہترین امت قرار دیا ہے۔ قرآن جیسا کہ منشور اسلامی، کعبہ جیسا قبلہ اسلامی، اور ایک مومن کو دوسرے مومن کا بھائی گردانا ہے۔ تیرے لیے جمعہ کو عید قرار دیا ہے اور رمضان المبارک تیرا مہینہ قرار دیا ہے۔ علیؑ اور اس کے بارہ فرزند تیرے سردار و پیشوا قرار دیے ہیں۔ اگر تو ان کو نہیں پہچانتا ہے تو نگاہ کر کہ قیامت میں تیرے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔

بیان دیگر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اسرار الانوار کا بیان ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں خلاق عالم ہوں، میں مخلوق پر مشفق ومہربان ہوں، میں رحیم ہوں مومنین کے گناہ معاف کرتا ہوں اور فریاد رس کی رس فریاد سنتا ہوں اور اس کی مدد کرتا ہوں۔ پس اے انسان اگر تو خدا رسیدہ ہے تو میں بھی تیرا مونس ومددگار ہوں۔ اور اگر

تو گناہگار ہے مگر ایمان بخدا اور رسولؐ رکھتا ہے تو میں تجھے روزِ آخرت بخشنے والا ہوں۔
اسی ضمن سے ایک روایت پائی جاتی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت میں کسی کی جرأت نہ تھی کہ وہ بیابان میں چلا جائے کیونکہ دیو اور جن اس کو ہلاک کر دیتے تھے۔ جب یہ خبر حضرت سلیمانؑ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ جب صحرا میں جاؤ تو کہو کہ باسم سلیمان بن داؤدؑ یعنی سلیمان بن داؤدؑ کہو جب یہ نام لو گے تو کوئی دیو اور کوئی جن تمہیں ہلاک نہ کر سکے گا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جب نام سلیمان میں یہ تاثیر ہے کہ انسان جن اور دیو کی شرارت سے محفوظ رہے تو اسم اللہ زبان پر جاری ہو یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم زبان پر جاری ہو تو کوئی گزند نہ پہنچے گا۔ اور جب کہ نام سلیمان میں بھی یہی اثر ہے تو پھر نام حضرت رسولؐ خدا میں کس قدر اثر ہوگا ؎

؎ الحمد للہ کہ محمد نور است — وز نور محمدی دلم مسرور است
فردا بہ ہزار سالہ راہ امت او — از آتش سرکش جہنم دور است

اسم اللہ سب کی زبان پر جاری و ساری رہتا ہے لیکن افسوس ہے ان لوگوں پر جو اللہ کا نام لیتے ہیں اور اللہ کہتے اور بسم اللہ پڑھتے ہیں مگر انھوں نے کربلا میں آل رسولؐ کو قتل کیا نبی زادیوں کو اسیر کیا خیام امام حسینؑ کو آگ لگا دی اور بیمار امام کو طوق و زنجیر پہنا دی۔ مروی ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا یا حضرتؐ کہ خدائے تعالیٰ کا نام اقدس زبان پر جاری کرنے کا کس قدر ثواب ہے۔ برگزیدہ ہستی نے فرمایا کہ ہر آن کہ بندۂ مومن نام خدا اپنی زبان پر جاری کرتا ہے اور کہتا ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تو اس کو ستر سالہ عبادت کا ثواب ملتا ہے۔ اس مقام پر مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ ثواب مذکورہ کو ستر سال کی عبادت کے ساتھ مختص کرنے کا یہ مقصد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یہ تخصیص بہ نفس نفیس فرمائی ہے ورنہ اخبار معتبرہ میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ جب مشیت

ایزدی میں یہ گزرا کہ لوح و قلم و عرش اور کائنات کو خلعت وجود عطا کرے۔ پس بامر کُن فیکون تمام کائنات آسمان و زمین وغیرہ پیدا ہو گئیں۔ لوح و قلم و عرش پیدا ہو گیا اور قلم جو کہ اوّل مخلوق ہے خلق ہوا تو قلم کے سو بند تھے یعنی سو جوڑ تھے اور ایک جوڑ سے دوسرے جوڑ تک پانچ سو سالہ راہ کا فاصلہ تھا۔ پس قلم کو حکم ہوا کہ لکھے، اس نے عرض کیا پروردگار کیا لکھوں۔ حکم ہوا کہ روزِ قیامت تک کے واقعات جو ہونے والے ہیں تحریر کر۔ اس وقت پھر قلم نے بہ الحاح و زاری کہا کہ اس کا آغاز کس بات سے کروں حکم ہوا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ابتدا کر۔ پس قلم نے نام اللہ سے آغاز کیا۔ پس قلم نے ستر سو سال مدت ثواب رقم کی ابھی یہ نام نامی و مقدس و اعلیٰ پورا تحریر نہیں ہونے پایا تھا کہ خطاب ایزدی ہوا کہ: وَ عِزَّتِیْ وَ جَلَالِیْ اَیُّمَا عَبْدٌ مِّنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قال بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مرة کتب فی دیوانه ثواب سبعمائة سنة۔ یعنی کہ خدا فرماتا ہے کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم کہ ہر ایک بندۂ امّتِ محمدیہؐ یہ کلمہ مبارکہ یعنی بسم اللہ اپنی زبان پر جاری کرے تو میں کہتا ہوں کہ قلم جب کتاب ثواب میں ثواب رقم کرتا ہے تو اسے ثواب تحریر کرتے ہوئے ایک لمحہ کی فرصت بھی نہیں ہوتی اور وہ ثواب برابر رقم کرتا رہتا ہے اور بلطفِ تعالیٰ ہر امّتی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اپنی زبان پر جاری کرتا ہے۔

انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جب خداوند تعالیٰ نے آسمان سے بسم اللہ نازل فرمائی تو بادلوں نے مشرق کی راہ لی اور ہواؤں نے مغرب کی راہ لی اور موجیں ساکن ہو گئیں۔ اور شیطان پر پتھر برسے اور پرندے برگزیدہ ہوئے اور جب بادشاہ مشرقین و مغربین، مالک الملک خدائے ذوالجلال نے چاہا کہ اپنے

بندوں کو کچھ عطار نامتناہی کرے اور خلعت وافتخار وکرم عطا کرے تو خداوند عالم نے بسم اللہ کی برکتیں سعادتیں انسان کے لیے عطا کیں اور جبکہ بسم اللہ بقدرت خدا قلم نے تحریر کی تو اس وقت خطاب خداوند متعال ہوا کہ جو بندہ آغاز کام میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے تو میں اس کو بغیر کسی احسان اور بغیر کسی بخل یعنی کمی کے روزی عطا کرتا ہوں اور بخشش سے کام لیتا ہوں اور اس کام میں برکت عطا کرتا ہوں اور اپنے اوپر لازم قرار دے لیا ہے کہ جب کوئی ایماندار اپنی زبان پر بسم اللہ الرحمن الرحیم جاری کرے تو اس کے نامہ سیاہ کو محو کرتا ہوں اور غفران ورحمت سے نوازتا ہوں اور اس کے ساتھ ہزار احسان کرتا ہوں اور اس کے چہرہ کو بروز قیامت درخشاں کرتا ہوں یعنی نورانی بناتا ہوں اور پل صراط جو بال سے باریک تر ہے اس کے لیے آسان گزرگاہ بناتا ہوں اور اس بندہ مومن کو جنت میں مہمان کرتا ہوں اور یہ سب عطائیں بہ سبب تلاوت بسم اللہ الرحمن الرحیم حاصل ہیں۔ اور اے شیعان حیدر کرار ہمارے واسطے بہت اسباب مغفرت اور وسیلہ ہار بخشش خداوند عالم نے مہیا کر دیے ہیں۔

از برائے ما بہت شفاعت کرنے والے ہیں۔ ہمیں کس بات کا غم جب کہ محبت خدا دل میں ہے۔ ہم اپنے سینوں میں مہر ومحبت رسول خداؐ رکھتے ہیں۔ حسینؑ رکھتے ہیں اور اگر محبت حسینؑ ہے تو سب کچھ حاصل ہے کیونکہ امام حسینؑ نے زیر شمشیر بھی ہمیں یاد کیا ہے۔ عرش خدائے ذوالجلال بھی غم حسینؑ رکھتا ہے گویا عرش بھی عزادارانِ امام حسین سے ہے الا لعنۃ اللہ علی القوم الظّالمین۔

*

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اسمائے حسنیٰ

قال اللہ تبارک وتعالیٰ۔ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۝ (الاعراف ، ۱۸۰)

یعنی اچھے نام خدا ہی کے خاص ہیں تو اسے انہی ناموں سے پکارو۔ اسے انہی ناموں سے یاد کرو۔ بحر معانی قرآن میں غوطہ لگانے والے۔ معنیٰ و مفاہیم کے صدف گوہر چننے والے اور کلام ربانی میں غور وفکر کرنے والے حضرات اس طرح بیان کرتے ہیں کہ خداوند متعال کے چار ہزار نام ہیں ان میں سے ہزار نام آفریدگان ہیں یعنی پیدا کیے ہوئے ہیں جنہیں کوئی نہیں جانتا۔ اور ہزار نام لوح محفوظ میں ثبت ہیں کہ جنہیں ملائکہ جانتے ہیں اور کوئی دوسرا نہیں جانتا اور ہزار نام درمیان خلق ہیں کہ تین سو ان میں سے توریت میں ہیں اور اسی قدر زبور وانجیل میں ہیں اور سو نام قرآن مجید میں ہیں کہ جنہیں ۹۹ نام ظاہر ہیں اور ایک پوشیدہ ہے لہٰذا ایسا کون کرے کہ خدا کو اس کے ناموں سے پکارا جائے۔

جواب: ہادیانِ امت اور علمائے اعلام نے فرمایا ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم مثل اس کے ہے گویا کہ حق تعالیٰ کو تمام اسمائے حسنیٰ کے ساتھ یاد کر لیا۔ عالم علوم اولین وآخرین باب مدینۃ العلم حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو ایک مرتبہ بسم اللہ الرحمن الرحیم زبان سے جاری کرے اس کے چار ہزار گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لا یدخل منکم احد فی الجنۃ اِلّا بجواز بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ کہ تم میں سے کوئی شخص داخل بہشت نہ ہوگا مگر یہ کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اس کو بہشت میں پہنچائے گی۔ (میں یہ کہتا ہوں کہ جبکہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اپنے پڑھنے والے کو داخل بہشت کرے گی تو جو ذات اقدس نقطۂ باءِ بسم اللہ ہے یعنی علی ابن ابیطالب علیہ السلام بھی اپنے شیعوں کو داخل بہشت کریں گے اس لیے حدیث میں وارد ہوا ہے کہ علیؑ جنت اور دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہیں) مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ خوشخبری ہے ان لوگوں کے لیے کہ شبانہ روز میں نماز پنجگانہ ۲۴ گھنٹوں میں جو خداوند عالم نے فرض کی ہیں کہ جن میں ہر ایک رکعت میں سورۃ الحمد اور دوسرے سورۃ کے ساتھ بسم اللہ پڑھی جاتی ہے اور ان پانچ ساعت کے علاوہ انیس ساعات ایسی ہیں کہ جن میں انسان اکثر اوقات مکروہات میں مبتلا ہو جاتا ہے لیکن خداوند عالم بہ برکت بسم اللہ الرحمن الرحیم جو اس نے نماز پنجگانہ میں پڑھی ہے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے اور پھر انسان (مومن) کی شبانہ روز عبادت میں محسوب ہوتی ہے۔

فضل وکرم الٰہی پر شکریہ ادا کرنا ضروری ہے۔ مؤلف کہتے ہیں کہ یہ بھی شیعیان علیؑ کے لیے ایک بشارت ہے کہ وہ فرشتگان جو دوزخ پر تعینات ہیں ان کی تعداد ۱۹ ہے، اور بسم اللہ میں سے ہر ایک حرف اپنے تلاوت کرنے والے کو دوزخ سے بچائے گا۔ یہ بسم اللہ سے متعلق چند امور ایسے ہیں کہ جن سے دل روشن اور آنکھوں میں نور پیدا ہوتا ہے۔ مومنین کو چاہیے کہ بسم اللہ کی تلاوت جاری رکھیں۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب معراج میں تشریف لے گئے اور بہشت کی سیر کی۔ عجائبات بہشت مشاہدہ فرمائے کہ جن کی تعریف و توصیف ہم ادا نہیں کر سکتے۔ ان میں سے چار نہریں بہشت میں دیکھیں کہ جن کا ذکر قرآن میں کیا گیا ہے: فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ

غَيْرِ آسِنٍ ج وَأَنْهَارٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ ج وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ ج وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ط الخ (محمد: ۱۵)

یعنی کہ بہشت میں پانی کی نہریں ہیں جن میں ذرا بو نہیں۔ اور دودھ کی نہریں ہیں جن کا مزہ اب تک نہیں بدلا۔ اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لیے سراسر لذت ہے اور شہد کی نہریں ہیں۔ ان کے ذائقہ میں تغیر نہیں ہوتا۔ آنحضرت نے جبرئیل سے دریافت کیا (یہ سوال و جواب اس لیے ہیں کہ بات ہم تک پہنچ جائے ورنہ آنحضرت کو علم کلی حاصل ہے) کہ ان نہروں کا منبع کہاں ہے جبرئیل نے عرض کیا یا رسول اللہ میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ یہ انہار بہشت میں وارد ہوئی ہیں یہ نہیں معلوم کہ ان کا سرچشمہ کہاں ہے اور کہاں سے یہ نہریں جاری ہوتی ہیں۔ آپ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ یکایک ایک فرشتہ وارد ہوا اور اس نے سلام کیا۔ اس کے بال و پر زیادہ تھے۔ وہ کہنے لگا کہ یا رسول اللہ چشم مبارک بلند کیجئے۔ آنحضرتؐ نے اس کے بال و پر قدم دیکھے اور چشم مبارک بلند کی دیکھا کہ ایک درخت ہے اور اس کے نیچے ایک قبہ ہے اور وہ بڑا قبہ ہے تمام کرۂ ارض اس کے سامنے مرغی کے ایک انڈے کے برابر ہے اور اس قبہ کے دروازے پر قفل لگا ہوا ہے اور اسی قبہ میں ان نہروں کا چشمہ ہے۔ فرشتہ نے کہا یا رسول اللہ جب کوئی بندۂ خدا اپنی زبان پر بسم اللہ جاری کرتا ہے تو قفل کھل جاتا ہے۔ اس قفل و قبہ کی چابی بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے اور بسم اللہ ہی برکت سے یہ چاروں نہریں جاری وساری ہیں۔ آنحضرتؐ اس قبہ کے پاس تشریف لے گئے زبان اقدس پر بسم اللہ جاری ہوئی ملاحظہ فرمایا کہ چاروں نہریں اسی جگہ سے جاری ہیں۔ پھر اس فرشتے نے کہا یا رسول اللہ قبہ کی طرف دیکھئے۔ آنحضرتؐ نے دیکھا تو اس میں چار رکن نظر آتے ان پر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تحریر ہے۔ اس طرح کہ ایک رکن پر لفظ "بسم" لکھا ہے دوسرے رکن پر لفظ "اللہ" اور رکن سوم پر "الرحمٰن" اور رکن چہارم پر "الرحیم" تحریر ہے اور جو نے آب یعنی پانی کی نہر از چشمۂ "میم" جاری ہے اور دودھ کی نہر از چشمہ "ھا" ہے جو لفظ اللہ میں ہے جاری ہے۔ اور نہر شراب چشمۂ میم رحمٰن سے اور نہر شہد چشمۂ میم الرحیم سے جاری ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ چاروں نہریں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے چاروں کلمات مبارکہ سے جاری ہیں پھر خداوند عالم نے اپنے حبیبؐ سے خطاب کیا کہ اے میرے رسولؐ اپنی امت سے کہہ دو کہ جو شخص صدق دل اور عقیدہ راسخہ کے ساتھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تلاوت کرے گا وہ ان چاروں نہروں سے سیراب ہو گا البتہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے والا میری معرفت رکھتا ہو۔ اور کوئی شخص میری معرفت نہیں رکھتا ہے تو اگر ہزار مرتبہ بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے تو وہ ان نہروں سے سیراب نہ ہو گا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ یہ چاروں نہریں حوض کوثر میں وارد ہوتی ہیں اور حضرت علی بن ابیطالب علیہ السلام ساقی کوثر ہیں پس جو علی بن ابیطالب کی معرفت رکھتا ہے وہ ان نہروں کے ذائقہ سے نوازا جائے گا۔ اس وقت حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام اپنے شیعوں کو جام بھر بھر کر عطا فرمائینگے۔ خالق کوثر اللہ ہے۔ مالک کوثر نبیؐ ہیں اور ساقی کوثر علیؑ ہیں اور آب کوثر پینے والے شیعانِ علیؑ ہیں۔ مجھے اس وقت امام حسین پسر ساقیٔ کوثر کی پیاس یاد آتی ہے۔ امام حسینؑ روز عاشورا محرم تین دن کے بھوکے پیاسے شہید ہو گئے، اور اعداء دین نے ایک قطرۂ آب نہ دیا حالانکہ امام حسین علیہ السلام نے شمر سے سوال آب کیا۔ اس ملعون نے کہا اکثر سُنا ہے کہ تمہارے بابا علی ساقی کوثر ہیں اور جب علیؑ جائیں گے حوض کوثر پر سیراب کریں گے تم تھوڑی دیر صبر کرو کہ تمہارے بابا علیؑ تمہیں سیراب کریں۔ امام مظلوم نے فرمایا میں کس طرح جاؤں گا۔ اس نے کہا کہ من شمر

میں شمر آپ کو آپکے بابا کے پاس پہنچانے آیا ہوں۔ یہ سن کر امام حسینؑ نے فرمایا اے شمر! اپنا سینہ کھول۔ اس ملعون نے سینہ کھولا تو امام مظلوم نے دیکھا کہ اس کے سینہ پر کینہ میں برص کے داغ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میرے نانا رسول خدا نے سچ فرمایا تھا۔ اس نے سوال کیا کہ کیا کہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے نانا نے میرے بابا علیؑ سے فرمایا تھا کہ اے علیؑ تمہارے بیٹے حسینؑ کو قتل کرنے والے کے مثل سگ سینہ پر برص کے داغ ہوں گے اور سؤر جیسے دانت ہوں گے تو ہی اے شمر یعنی میرا قاتل ہے وہ ملعون غضب میں آگیا اور کند خنجر سے سر امام حسینؑ گردن سے جدا کیا۔ زمین کربلا میں زلزلہ آیا، فضائے کربلا میں سیاہ آندھیاں چلیں۔ فرات کے پانی میں تلاطم پیدا ہو گیا۔ اس وقت گلوئے بریدہ سے آواز آئی: آلا واجدہ الا لعنة اللہ علی القوم الظّٰلمین ٥

بہشت کی چاروں نہروں کا حال درج کرنے کے بعد ہم سرچشم ہائے دنیا کا ذکر کرتے ہیں۔ کتاب مواہب السّنیۃ میں ہے کہ جبرئیل امین نے خداوند عالم کی بارگاہ میں عرض کیا خداوندا! میں سرچشمۂ آب ہائے عالم کو دیکھنا چاہتا ہوں جاننا چاہتا ہوں کہ دنیا کے دریا کہاں سے نکلے ہیں۔ حکم خداوند عالم ہوا کہ اے جبرئیل منبع دریائے فرات دیکھنا چاہتے ہو تو جاؤ، چنانچہ جبرئیل امین نے پرواز کی اور سرچشمۂ فرات پہنچے کہ ایسے باغ میں پہنچے کہ جو فردوس بریں اور بہشت کا ایک قطعہ تھا۔ جبرئیل امین نے دیکھا کہ تمام دریائے عالم اسی باغ سے جاری ہیں، نہر فرات، نہر جیحون، نہر سیحون، اور دریائے نیل اور باقی انہار جو کہ بہت لطافت اور صفائی عذوبت یعنی وقت صبح کی طرح تابندہ ہیں۔ جبرئیل نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ اے پروردگار یہ تمام پانی اسی باغ سے جاری ہیں لیکن مجھے منبع آب دکھلا۔ حکم ہوا کہ اس باغ میں جاؤ

جبرئیل باغ میں پہنچے تو نسیم باغ سے باغ جنت کی بُو آ رہی تھی اور ہوائے باغ سے اس باغ میں صبح کا نور پیدا ہو رہا تھا۔ اس باغ کی خاک عنبر خیز تھی۔ غرفہ یاقوت احمر کے اور قصر زمرد اخضر کے تھے۔ اور پرندگان خوش الحان تسبیح و تہلیل بجالا رہے تھے اور اشجار کی شاخوں پر پرندے خوش الحانی کے ساتھ سبوحٌ قدوسٌ کے نغمے سُنا رہے تھے یہاں تک کہ جبرئیل ایک بلند و عالیشان قصر میں پہنچے اور اس قصر کے غرفہ تک رسائی ہوئی تو دیکھا کہ ایک تخت بزرگ پر ایک بزرگوار کو دیکھا کہ اس کے سر پر ایک چادر پیچیدہ بندھی ہوئی ہے۔ پھر اس بزرگوار نے اپنا ہاتھ اس قطیفہ یعنی چادر کے نیچے سے نکالا تو تمام انہار جو دنیا میں بہتی ہیں اس قطیفہ کے نیچے بہتی ہیں جبرئیل نے عرض کیا اے پروردگار عالم میں نے اس باغ، غرفہ اور نہروں کے جاری ہونے کی شان تو دیکھ لی یہ بھی تو ظاہر فرما کہ یہ بزرگوار کون ہیں میں ان کو نہیں پہچانتا حالانکہ تمام دنیا کے پانی کا چشمہ ان کا ہاتھ اور ان کی انگلیاں ہیں۔ خطاب قدرت ہوا کہ اے جبرئیل ان قطیفہ والے بزرگ کو دیکھو اور ان کے کمالات مشاہدہ کرو اور ان کو دوست رکھو۔ یہ سن کر جبرئیل نے چادر کے گوشہ کو ہٹایا دیکھا کہ وہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہیں جنھیں خداوند عالم نے مظہر العجائب والغرائب بنایا ہے اس مقام پر دل چاہتا ہے کہ امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے عرض کروں مولیٰ آپ کی یہ شان کہ دنیا بھر کا پانی آپ ہی کے دست مبارک سے جاری و ساری ہے اور آپ کا فرزند حسینؑ فرات کے کنارے تین دن سے پیاسا ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے پیاس سے تڑپ رہے ہیں، کربلا ہے کہ جو بچوں کو ایک ایک گھونٹ پانی پلائے، حسینؑ تشنہ لب شہید ہو گئے تمام انہار عالم تصرف و قدرت امیر المومنین ہیں کہ آج تک دنیا جاری و ساری ہیں اور ان انہار میں سے چار نہریں مہر فاطمہؑ ہیں کہ ان میں سے ایک نہر فرات بھی

ہے کہ اعدائے دین نے امام حسینؑ کو وقت ذبح بھی پانی نہ پلایا بچے پیاس سے تڑپتے رہے اور اعدائے دین نے خیام اہلبیتؑ میں آگ لگا دی۔

امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے شیعو اگر اہل کوفہ و شام نے نہر فرات کے شیریں پانی کو ہم اہلبیتؑ نبوی پر بند کر دیا تو تم ہی اپنے آنسوؤں سے حسینؑ کی تشنگی بجھاؤ۔ حسینؑ تمہارے اشکوں کے انتظار میں ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا ہے کہ اے شیعو جب تم ٹھنڈا پانی پیو تو میری پیاس یاد کرنا۔ مؤلف کتاب نے فرمایا ہے کہ چونکہ دیباچہ پر ایک کتاب حمد و ثنائے الٰہی اور محمدؐ و آل محمدؐ کے درود سے شروع ہوتا ہے اور جب کوئی کام شروع کیا جائے تو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر شروع کرنے سے اس میں برکت ہوتی ہے۔ لہٰذا بعد از بسم اللہ اور اس کی تفسیر ابواب میں ذکر و تفسیر سورۂ الحمد شروع کرتا ہوں اور اس سلسلہ میں عنوان کبیر سورۂ فاتحۃ الکتاب کی تفسیر کو قرار دیا ہے تاکہ اس کے مطالب و مفاہیم قارئین کتاب پر آسان ہو جائیں۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ لا احصی ثناء علیک کیف و کل ثناء یعود الیک جل عن ثنائی جناب قدسک انت کما اثنیت علی نفسک۔

یعنی خداوندا میں تیری ثنا کیوں کروں، میں اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ تیری عظمت و جلالت کو کوئی نہیں پا سکا۔ بڑے بڑے فصحا تیری ثنا کرنے کا حق ادا نہ کر سکے بلکہ تیری حمد و ثنا کرنے میں عاجز ہیں۔ حضرت پیغمبر اسلام نے فرمایا ہے: ما عرفناک حق معرفتک، دل و زبان سے کیسے کہ معرفت حاصل ہو سکتی ہے معرفت حقیقت میں ممکن ہے کہ جو محمدؐ و آل محمدؐ نے ہمیں تعلیم دی ہے

تفسیر:

سورہ فاتحہ کی فضیلت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ یعنی کہ تمام حمد وستائش خدا ہی کو زیبا ہیں کہ جو خالق کائنات ہے اور تمام کائنات عالم اس کی الوہیت، وحدت، ربوبیت قدرت اور حیات کی نشانیاں ہیں۔ علماء کرام نے فرمایا ہے کہ رب سے مراد ہے تربیت کرنے والا۔ خداوند عالم چونکہ ہر ایک شئے کی تخلیق کرنے والا ہے لہٰذا اسی مناسبت تخلیق کے اعتبار سے ہر ایک مخلوق کا رب ہے۔

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ دنیا میں اس کے رحمٰن ہونے کی ایک یہ بھی نشانی ہے کہ وہ رازق کل کائنات ہے اور قیامت میں اپنے گنہگار بندوں کی مغفرت کرنے والا ہے۔ یوم الدین ۔ یعنی خدا ہی مالک روز جزا ہے۔ اس دن تمام لوگوں سے ان کے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ روز قیامت مطیع وفرمانبردار نیک بندوں کے لیے روز کرامت وبزرگی ہے۔ اور متمردوں کے لیے روز مطلب برآری ہے۔ اور گنہگار وکافروں کے لیے روز قیامت قہر وجبار مطلق ہے اِیَّاکَ نَعْبُدُ ۔ تجھ ہی کو ہم جانتے ہیں تجھ کو ہم چاہتے ہیں تیرے ہی ہم ہیں اور تیری ہی پرستش کرتے ہیں یعنی تو ہی قابل عبادت ہے۔

وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۔ تیری ہی مدد کے خواستگار ہیں۔ ایمان میں ثبات قدم اور اطاعت گزاری، اور مخالفت شیطان میں تیری اعانت وتوفیق درکار ہے۔ ان تمام اُمور میں تیری استعانت چاہتے ہیں کہ جو ظاہر ہیں اور مخفی ہیں۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ یعنی ہمیں صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھ اور ہمیں قرآن مجید کی موافقت، اور انبیاء ومرسلین اور ائمہ معصومینؑ کی متابعت نصیب کر۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۔ یعنی راستہ ان لوگوں کا کہ جن پر تو نے اپنا انعام واکرام کیا ہے اور ہمیں توفیق عطا کر کہ ہم اہلبیت رسالتؐ کے طریقہ پر کاربند رہیں۔ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝ اور ہمیں دور رکھ ان لوگوں سے کہ تیری بارگاہ سے نکالے گئے ہیں یعنی ان سے دور رکھ کہ جو گمراہ ہیں اور مغضوب ہیں۔ اے پروردگار تیرے لیے نہ خوف ہے نہ فنا، نہ جور وجفا، نہ تیرے اقوال میں تضاد ہے اور نہ تیرے علم سے کوئی چیز باہر ہے۔ تو ہی ہماری دعاؤں کو سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔ اب سورۃ الحمد کا شرف بیان کیا جاتا ہے جو کہ یہ ہے کہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ خداوند عالم نے فرمایا کہ اے میرے حبیبؐ میں نے تم کو سورۂ الحمد دوبارہ عطا کیا ہے۔ اسی لیے سورۂ الحمد کو سبع مثانی کہتے ہیں۔ یعنی اس کی سات آیات ہیں جو دو مرتبہ نازل ہوا ہے۔

ایک مرتبہ مکہ میں اور دوسری مرتبہ مدینہ میں نازل ہوا ہے امام المشرقین مولی الکونین حضرت امام حسینؑ نے فرمایا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے میرے جد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چیز کو مباح کر دیا ہے اور ہر وہ مستور کہ وہ خواستگاری کرے اور مال غنیمت کو بھی مباح قرار دیا ہے اور دشمنوں پر تصرف کرنا بھی مباح قرار دیا ہے کیونکہ یہ سابق پیغمبروں کے زمانہ میں بھی مباح تھا اور خدائے تعالیٰ نے ہمیں سبع مثانی

یعنی سورہ الحمد عطا کی ہے جو سات آسمان اور سات زمینوں سے اور جو کچھ ان میں ہے بہتر ہے۔ اور اس سورۃ الحمد کو نہ صحف شیث میں نازل کیا اور نہ کسی دوسرے صحف میں۔ یہ کرامت صرف ہمارے جد نامدار کے لیے مخصوص ہے۔ صبح و شام اس کی تلاوت کرنا لازمی ہے۔ یہ بھی حدیث میں وارد ہوا ہے کہ قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورۃ لو کانت فی التوراۃ لما تجھدوا قوم موسٰی لو کانت فی الانجیل لاتنصروا قوم عیسٰی وما مومنًا ومومنۃ قراھا فکانما قراء القرآن کلھا فکانما یتصدق بیدہ کل مؤمن و مومنۃ من لدن آدم الٰی عھدی۔

یعنی کہ خداوند تعالٰی نے مجھے اور میری امت کو سورۂ الحمد عطا کی ہے اگر یہ سورۃ مبارکہ توریت میں موسٰی کی عطا ہوتی تو قوم موسٰی میں جہود ہرگز نہ ہوتا یعنی یہودی نہ ہوتی اور یہ سورہ انجیل میں عیسٰی کو عطا ہوتا تو قوم عیسٰی ترسا نہ ہوتی یعنی آتش پرست نہ ہوتی لیکن خدائے تعالٰی نے اس سورۂ مبارکہ کو میری امت کو عطا کیا کہ اگر مرد مومن اور زن مومنہ اس سورہ کی تلاوت کرے ایسا ہے جیسے کہ پورا قرآن مجید پڑھا اور گویا اپنے ہاتھ سے صدقہ دیا تمام مومنین و مومنات نے عہد آدم سے لے کر میرے وقت تک۔ اور زمانہ نبوت محمدیہؐ قیامت تک ہے لہٰذا اس سورہ کا اجر و ثواب لامتناہی ہے۔ یہیں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ سورہ مبارکہ کس قدر بزرگ و عظیم ہے اور آنحضرتؐ کہ جنھیں خداوند عالم نے سورۂ الحمد عطا کی کس قدر عظیم المرتبہ ہیں اور امت رسول خدا بھی خدا کی نظر میں کسقدر مرتبہ رکھتی ہے۔ اس نسبت سے امت مسلمہ، امت مرحومہ کہلاتی ہے اور امت مرحومہ کسقدر شان رکھتی ہے کہ خداوند تعالٰی نے اس کو سورہ الحمد عطا کی ہے۔ کتاب خصائص میں ہے کہ حضرت

خامس آل عبا امام حسین علیہ السلام نے جناب علی اکبرؑ کو معلم کے پاس مکتب میں بھیجا۔ معلم کا نام عبدالرحمٰن سلمی تھا۔ اس نے ثمرۂ شجر ولایت کو سورۃ الحمد تعلیم کی جناب علی اکبر جب مکتب سے واپس آئے تو آپ نے اپنے بابا کے سامنے سورہ حمد کی تلاوت کی۔ ضیاء امامت حضرت امام حسین علیہ السلام نے کسی شخص کے ذریعہ معلم کو بلا بھیجا جب وہ آیا آپ نے اس کو ہزار حلہ خلعت اور ہزار دینار عطا کیے کہ اس نے شہزادہ کو سورۂ الحمد پڑھائی تھی۔ یہیں سے اندازہ کیجئے کہ پھر خداوند عالم کس قدر عطا فرمائے گا۔ ہماری جان امام حسینؑ پر فدا ہو جائے اس قدر عطا کیا اور معلم کا منہ جواہر سے پُر کر دیا صرف یہ دیکھ کر کہ شہزادہ علی اکبر نے سورۂ حمد اس سے پڑھی ہے مگر وامصیبتاہ روز عاشورا محرم یہی شہزادہ علی اکبر جب میدان قتال سے آئے تو آپ نے سوال کیا بابا العطش العطش قد قتلنی، کہ اے پدر بزرگوار پیاس نے مجھے قتل کر دیا ہے بابا تھوڑا سا پانی مل جائے تو اچھا ہے۔ امام حسینؑ سے علی اکبر پانی مانگ رہے ہیں مگر حسینؑ خود تشنہ لب ہیں پانی نہ تھا جو کڑیل جوان بیٹے کو پلاتے، ارشاد فرمایا اے علی اکبرؑ اب بابا علیؑ مرتضٰے آب کوثر سے سیراب کریں گے۔ دربندی کتاب اسرار الشہادۃ میں فرماتے ہیں کہ مدینہ میں ایک روز شہزادہ علی اکبرؑ نے اپنے پدر بزرگوار امام حسین کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ بابا انگور کھانے کو جی چاہتا ہے حالانکہ انگور کی فصل کا موسم نہ تھا۔ امام حسینؑ چونکہ علی اکبرؑ کو بہ سبب شبیہ رسولؐ خدا زیادہ دوست رکھتے تھے آپ نے دست مبارک بلند کیا اور بہشتی خوشۂ انگور دست مبارک میں آیا اور شہزادہ کو دیا یہ معجزہ شہزادہ کی نگاہ میں تھا کہ جب پدر عالیقدر چاہیں جنت سے طعام اور حوض کوثر سے جام آب آ سکتا ہے۔ کربلا میں جب شہزادۂ علی اکبرؑ قتال کرتے ہوئے زخمی ہوئے اور اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں آئے

اور عرض کیا کہ بابا! اسلحہ جنگ کی ثقالت پریشان کر رہی ہے۔ زبان خشک ہو گئی ہے بابا پانی کی سبیل کیجیے۔ ممکن ہے کہ شہزادہ علی اکبرؑ کو یہ خیال ہوا ہو گا کہ میرے بابا جب چاہیں آب کوثر آسکتا ہے لیکن یہ مقام صبر و امتحان تھا۔ امام حسینؑ نے فرمایا اے بیٹا علی اکبر تم اپنی زبان میرے دہن میں دے دو۔ چنانچہ شہزادہ نے اپنی زبان دہن امام حسین میں دی اور فوراً باہر نکال لی اور کہا بابا جان آپ کی زبان پر تشنگی کی وجہ سے کانٹے پڑے ہوئے ہیں۔ امام حسین نے فرمایا اے جان پدر عنقریب تیرے جد علی ابن ابیطالب ساقی کوثر تمہیں سیراب کریں گے۔ شہزادہ دوبارہ جنگ میں مصروف ہوا لیکن اعداء دین نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ زخمی حالت میں گھوڑے سے زمین پر گرے سینہ میں نیزہ کی انی تھی حسین کو آواز دی:

بابا جلد مدد کو آئیے۔

فضیلت سورۂ الحمد۔

قابل حمد و ستائش ہے وہ ذات کہ جس نے قنادیل اشباح انسانی کو ارواح قدس کے نور سے منوّر کیا۔ شکر ہے اس خداوند عالم کا کہ جس نے مشامات ارواح قدسیہ کو نور ایمان کی خوشبو سے معطر کیا۔ آستانہ کبریا میں عرض پرواز، اور حرم سرائے قدس خداوندی میں یہ کہنے والا کہ اے خداوندا میں نے نہیں پہچانا، جیسا کہ پہچاننے کا حق ہے خوش ترین حمد، اور بہترین شکر گزاری، ذات ایزدی کے لیے ہے اور خود خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ یعنی تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں کہ جو عالمین کا رب ہے مفسرین کہتے ہیں کہ اگرچہ قرآن مجید میں حمد و شکر۔ مدح و ثنا جو کچھ بھی ہے وہ اسی کلمہ شریفہ الحمد میں مخفی ہے لیکن جو وارثان قرآن ہیں ان پر ظاہر و آشکارا ہے

اور جو کچھ بیان اسماء و صفات ربوبیت و الوہیت ہے وہ بھی اسی کلمہ مبارکہ میں ہے اور جو کچھ در بارۂ رحمت کرنا اور روزی دینا ہے وہ سب کلمۂ الرّحمٰن کے تحت ہے اور قرآن مجید میں جس جگہ ذکر تخفیف عذاب اور مغفرت کا ذکر ہے وہ کلمۂ الرّحیم کے تحت ہے اور قیامت اور اسماء قیامت کا ذکر اور ہول قیامت اور حساب و کتاب کا، بہشت و دوزخ کا ذکر ہے وہ کلمۂ مبارکہ مالکِ یوم الدّین کے تحت ہے۔ اور وہ تمام اذکار جو استعانت خداوندی، لطف و توفیق ایزدی وغیرہ کلمۂ اِیّاکَ نعبد و اِیّاکَ نستعین کے تحت ہے اور قرآن مجید میں جو کچھ رشد و ہدایت تضرّع و دعا اور ثبات بر صراط مستقیم کا ذکر ہے۔ وہ سب کچھ کلمہ مبارکہ اھدنا الصّراط المستقیم کا اجمال ہے اور مشرکین و کافرین کے متعلق جو کچھ قرآن میں وارد ہوا ہے وہ غیر المغضوب علیہم کے تحت ہے۔ اور بہتر فرقوں کی طرف اشارہ والضّالّین میں ہے۔ پس اسی لیے قرآن مجید کو ام الکتاب کہتے ہیں اور اُم بمعنی اصل شئی ہے اے مومنین کرام آگ۔ یہ سورۃ المبارکہ یعنی سورۃ الحمد اگر نازل نہ ہوتا تو امت رسول خداؐ پر آگ کی بارش ہو جاتی یعنی بوجہ گناہوں کے عذاب نازل ہو جاتا۔ لیکن بوجہ برکت و سعادت الحمد امت رسول خداؐ اس سورۂ مبارکہ کی تلاوت کی وجہ سے عذاب سے محفوظ و مامون ہے۔ اہل ایمان کو چاہیے کہ اس سورۂ مبارکہ کی تلاوت کیا کریں۔ اے اہل ایمان جاننا چاہیے کہ خداوند عالم نے ایک سو چوبیس صحف و کتب نازل فرمائی ہیں جن میں سے یہ چار کتابیں ان چاروں پیغمبروں پر نازل ہوئی ہیں۔ یعنی توریت جناب موسیٰؑ پر۔ زبور جناب داؤدؑ پر، انجیل جناب عیسیٰؑ پر اور قرآن مجید حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔ مفسرین نے کہا ہے کہ توریت میں ہزار سورہ اور ہر ایک سورہ میں ہزار آیات تھیں اور اس کی ہر ایک سورۃ، سورۃ البقر

سے بڑی تھی۔ انجیل میں آٹھ ہزار آٹھ سو آیات تھیں اور یہ متفق علیہ چیز ہے کہ قرآن مجید میں ۶۶۶۶ آیات ہیں اور کوئی سورۃ اور کوئی آیت سورۃ الحمد سے افضل نہیں ہے۔ اور جو کچھ ان تینوں آسمانی کتب میں ہے اور قرآن جو کہ آخری کتاب آسمانی ہے وہ سب کچھ سورہ الحمد میں ہے۔ سورہ الحمد کی سات آیات ہیں اور اس میں ۲۴ کلمات ہیں اور ایک سو بیس و چار حروف ہیں اور سورۃ الحمد کے دس نام ہیں جو کہ یہ ہیں: (۱) سورہ حمد (۲) فاتحۃ الکتاب (۳) صلاۃ (۴) ام القرآن (۵) قرآن العظیم (۶) شافیہ (۷) قافیہ (۸) وافیہ (۹) ام الکتاب (۱۰) سبع مثانی۔

بیان سورۃ الحمد، فاتحۃ الکتاب۔ سورۃ الحمد کو فاتحۃ الکتاب اس لیے کہتے ہیں کہ جملہ آغاز کلام حق اور ابتداء کلام اسی سورۃ سے ہے۔ فاتحہ۔ یہ مؤنث ہے فاتح کا۔ فاتحۃ الکتاب یعنی کتاب کا دیباچہ، قلم قدرت سے تحریر ہوا دیباچہ ہی چونکہ منجانب اللہ ہے۔ پس قرآن بذاتہ کلام خدا ہے اور علماء نے فرمایا ہے کہ بغیر سورہ الحمد نماز نہیں ہوتی۔ نماز قرب خداوندی کی نشانی ہے لہٰذا سورۃ الحمد کی تلاوت کرنا بھی قرب خداوندی کی نشانی ہے۔

اُمّ القرآن۔ اس لیے کہتے ہیں کہ جو کچھ تمام قرآن میں ہے وہ سب کچھ سورۃ الحمد میں ہے۔

قرآن العظیم۔ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں خداوند عالم کے اسماء عظیم ہیں۔

شافیہ۔ اس لیے کہتے ہیں کہ اگر با اعتقاد درست کوئی شخص مریض پر پڑھے تو خداوند عالم

بہ سبب سورۂ حمد کے شفا دیتا ہے۔

کافیہ:

اس لیے کہتے ہیں کہ اگر اخلاص و اعتقاد کے ساتھ اگر سورۂ حمد کو پڑھا جائے تو اس کی تلاوت تمام کتب آسمانی کی تلاوت کا ثواب رکھتی ہے۔

وافیہ:

اس لیے کہتے ہیں کہ اس سورۂ کی تلاوت کرنے والے کے لیے یہ برائے مغفرت و بخشش کافی ہے۔

سبع مثانی:

اس لیے کہتے ہیں کہ سورۃ الحمد دو مرتبہ نازل ہوئی ہے ایک مرتبہ مکہ اور دوسری مرتبہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے، جاننا چاہیے کہ اس سورۂ میں سات حروف ایسے ہیں کہ جو دروازۂ جہنم و عذاب ہیں لیکن اس سورۂ مبارکہ کی تلاوت کرنے والا عذاب جہنم سے مامون ہے۔ ان الفاظ کی صورت یہ ہے کہ اوّل لفظ ثاء ہے جو اشارہ ہے ثبور کی طرف اور ثبور کے معنی ہیں ہلاک کرنے والا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُورًا وَاحِدًا وَادْعُوا ثُبُورًا كَثِيرًا ۝ (الفرقان: ۱۴)
یعنی آج دوسرے جحیم ہے یہ بھی جہنم کے درجوں میں سے ایک جہنم ہے، یہ بھی وارد ہوا ہے کہ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ ۝ (الحجر: ۴۳، ۴۴)
اور ان سب کے واسطے آخری وعدہ بس جہنم ہے۔ اور اس کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازہ میں جانے کے لیے ان گمراہوں کی الگ الگ جماعتیں ہوں گی، اور سورۂ الحمد پڑھنے والے کا عذاب اور دروازے عذاب سے کوئی واسطہ نہیں ہے گویا

قاری سورۃ الحمد پر باب جہنم بند ہیں۔ تیسرے خا بھی ہے جو خوف سے متعلق ہے۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (البقرہ : ۶۲) - ان پر کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔ پس سورۂ الحمد کی تلاوت کرنے والا ان چیزوں سے بری ہے۔ چوتھے زقوم بھی ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے کہ اِنَّ الشَّجَرَةَ الزَّقُّوْمِ ۙ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۝ (الدخان : ۴۳، ۴۴) یعنی آخرت میں تھوہر کا درخت ہوگا اور وہی گنہگاروں کا کھانا ہوگا۔ پس سورۂ حمد کی تلاوت کرنے والے کی غذا زقوم نہیں ہوگا۔ پانچویں شین یعنی شقاوت ہے اس سورہ میں شقاوت نہیں ہے۔ خداوندا عالم فرماتا ہے کہ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ الخ (سورۃ ہود آیت ۱۰۶) یعنی جو لوگ بدبخت ہیں وہ دوزخ میں ہوں گے۔ پس سورۂ حمد کی تلاوت کرنے والا بدبخت نہیں ہے بلکہ سعادتمند ہے۔ چھٹے ظا۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ كَلَّا ۗ اِنَّهَا لَظٰى ۝ نَزَّاعَةً ۝ (سورۃ المعارج : ۱۵، ۱۶) یہ ہرگز نہ ہوگا وہ بھڑکتی آگ جسم کی کھال کو ادھیڑ کر رکھ دے گی۔ سورۂ حمد کی تلاوت کرنے والا مامون از آتش جہنم ہے۔

ساتویں فا ہے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ الخ (الانبیاء : ۱۰۳) یعنی ان کو قیامت کا بڑے سے بڑا دہشت میں نہ لائے گا۔ پس سورۂ حمد کی تلاوت سبب امن ہے۔

مذکورہ چیزوں کا کہ جن کا انجام عذاب جہنم ہے سورہ الحمد سے کوئی تعلق نہیں ہے اور سورۂ حمد پڑھنے والے کے لیے عذاب جہنم سے نجات ہے اور خدا سے مغفرت کی امید رکھنا لازم ہے۔

....

سورۂ الحمد کی فضیلت دیگر:

اے برادر ایمانی بگوش دل سنو کہ سورۂ مبارکہ الحمد کی تلاوت میں کس قدر لذّت روحانی ہے اور کس قدر لطف ایمانی محسوس ہوتا ہے امید ہے کہ مفسران و مبصران حروف سورۃ الحمد نے فرمایا ہے کہ اس سورۃ کی مواظبت کرنا یعنی متواتر پڑھنا اس طرح کہ جیسے ایک کام کرنے پر انسان ہمیشہ کے لیے مامور ہوتا ہے تو بے حد و بے حساب ثواب ہے اور تخفیف گناہ کا باعث ہے حروف الحمد کے بارے میں ارشاد ہوا ہے کہ الحمد میں پانچ حروف ہیں ا، ل، ح، م، د، اور شب و روز میں واجب نماز بھی پانچ ہیں جو خدا نے تعالیٰ نے فرض کی ہیں انسان ان نمازوں کو اخلاص کے ساتھ ادا کرے تو عذاب و تکلیف سے خدا تعالیٰ نجات دے گا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ میں سے لفظ للّٰہ سہ حرفی لفظ ہے ان میں اگر ۵ جمع کر دیے جائیں تو پھر اس کا مجموعہ آٹھ ہوتا ہے جبکہ بہشت بھی آٹھ ہیں اور مقابلہ ہر نعمت و مصیبت یہ آٹھوں حرف کہ جن سے لفظ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بنتا ہے اور زبان پر جاری ہوتا ہے تو حق تعالیٰ کی طرف سے آٹھ دروازے بہشت میں داخلہ کے لیے کھل جاتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ جس دروازے سے چاہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ پڑھنے والا داخل بہشت ہوتا ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کے بعد لفظ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ہے اس کے دس حروف ہیں جبکہ ان دس میں آٹھ جمع کیے جائیں تو اٹھارہ ہوتے ہیں اور اٹھارہ ہزار عالم خداوند تعالیٰ کی مخلوق ہے اور خدا ان کا پیدا کرنے والا ہے۔ اگر کوئی شخص با خلاص و معرفت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہتا ہے تو خداوند عالم اس کو اٹھارہ ہزار عالم کے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔ پھر لفظ اَلرَّحْمٰنِ ہے اس میں چھ حروف ہیں اگر

ان چھ کو اٹھارہ کے ساتھ جمع کیا جائے تو ۲۴ مجموعہ ہوتا ہے اور رات دن میں چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں اور جو کوئی ان چوبیس حروف کو باخلاص پڑھے یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ۔ پڑھے تو روز و شب امن میں رہے گا۔ لفظ الرَّحِيْم میں بھی چھ حروف ہیں ان کو چوبیس میں جمع کریں تو مجموعہ تیس ہوتا ہے اور ان کو باخلاص و عرفان پڑھے تو خداوند تعالیٰ اس کو ماہ مبارک کے تیس روزوں کا ثواب عطا کرتا ہے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ ہے اس میں بارہ حروف ہیں اگر ان میں تیس جمع کیے جائیں تو ۴۲ ہوتا ہے اور ان کی باخلاص تلاوت کی جائے تو بیالیس[۴۲] مرض جو خدا تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں بواسطہ اَلْحَمْد تا مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ رفع ہوتے ہیں اور ۴۲ بدعتوں سے خداوند تعالیٰ اس کو دور رکھتا ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ میں آٹھ حروف ہیں ان کو بیالیس[۴۲] حروف میں جمع کریں تو مجموعہ پچاس ہوتا ہے جبکہ عرصۂ قیامت پچاس ہزار سال کے برابر ہے اور ان پچاس حروف کو باخلاص پڑھیں تو ہول قیامت اور عرصۂ قیامت آسان ہو جاتا ہے۔

وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ میں ۲۲ حروف ہیں ان کو پچاس میں جمع کریں تو ان کا مجموعہ ۷۲ ہوتا ہے اور ان کو باخلاص و یقین پڑھیں تو ۷۲ فرقوں اور ۷۲ بدعتوں سے محفوظ رہتا ہے۔

اَلْمُسْتَقِيْمَ میں آٹھ حروف ہیں اگر ان آٹھ حروف میں ۷۲ جمع کیے جائیں تو مجموعہ اسّی ہوتا ہے اور اس کی تلاوت کرنے سے ۸۰ پیغمبروں کا ثواب ملتا ہے اور تمام مہلک چیزوں سے نجات ملتی ہے اور خدائے تعالیٰ جمیع درجات رفیعہ عطا کرتا ہے۔

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ، میں انیس حروف ہیں اور ان انیس

حروف کو اسّی میں جمع کریں تو ۹۹ حروف ہوتے ہیں جبکہ خدائے تعالیٰ کے ۹۹ نام ہیں یعنی اسماء حسنیٰ ۹۹ ہیں۔ اور اسماء حسنیٰ کے پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ۔ میں ۱۵ حروف ہیں اور ان پندرہ کو ۹۹ میں جمع کیا جائے تو مجموعہ ۱۱۴ ہوتا ہے جبکہ کلام اللہ میں ۱۱۴ سورتیں ہیں اور ان کو باخلاص پڑھنے سے قرآن مجید کے کل سورتوں کے پڑھنے کا ثواب ملتا ہے جو پڑھنے والے کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔

وَلَا الضَّآلِّيْنَ" میں دس حروف ہیں ان کو ۱۱۴ میں جمع کریں تو مجموعہ ۱۲۴ ہوتا ہے پس جو شخص باخلاص تمام پوری سورۃ الحمد کو پڑھے تو ۱۲۴ پیغمبروں کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ اخلاص شرط قبولیت اعمال ہے تو پھر اخلاص کسے کہتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں ہرگز شک و شبہ نہیں ہے کہ اخلاص کا آخری درجہ وجود امامؑ اور معرفت امام علیہ السّلام ہے اور بغیر ولائے امام علیہ السّلام و اہلبیتؑ طاہرین اطاعت و عبادت مفید آخرت نہیں ہے۔

یا اهل بیت النبوة اِنَّ حبکم فرض من الله فی القران انزله

اے اہلبیت نبوت آپکی محبت اللہ کی طرف سے قرآن میں نازل کردہ فریضہ ہے۔ آپکی عظمت

کفاکم من عظیم القدر انکم من لم یصل علیکم لاصلوٰة له

شان کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ جو شخص آپکی ذات پر درود نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔ (امام شافعی)

حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابیطالبؑ نے فرمایا ہے کہ میں فاتحۃ الکتاب ہوں میں صراط مستقیم ہوں جو کچھ تمام کتب سماویہ میں ہے وہ سب کچھ قرآن مجید میں ہے۔ اور جو کچھ قرآن محمدیہؐ میں ہے وہ فاتحۃ الکتاب ہے اور جو کچھ فاتحۃ الکتاب

ہیں وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں ہے اور جو کچھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں ہے وہ بائے بسم اللہ میں ہے اور جو کچھ بائے بسم اللہ میں ہے اور جو کچھ بائے بسم اللہ میں ہے وہ نقطہ بار میں ہے . . . .
وانا النقطہ تحت الباء میں ہی نقطہ بار بسم اللہ ہوں۔ اور ہر ایک حرف بسم اللہ سے ایک عالم ظاہر ہوتا ہے اور وہ نقطۂ جامعہ میں ہوں۔ (یعنی میں مظہر العجائب والغرائب ہوں اور یہی حدیث رسولؐ خدا بھی ہے۔) اور قلم اختراع و ایجاد سے لوح مثبت پر نقوش کھینچے ہیں۔ پس تمام عوالم وجود امام برحق و منصوص من اللہ سے وابستہ ہیں اگر امام علیہ السلام نہ ہوں تو کائنات نہ رہے گی۔ لہٰذا سبب تخلیق و بقاء عالم وجود امامؑ ہے اور تمام ائمہؑ کا وجود ایک ہی حکم میں ہے اور امام قلب عالم اور مظہر سبحان۔ گیاہ یعنی نباتات بغیر حکم امام نہیں اگتی۔ سانس بغیر اذن امامؑ باہر نہیں آتا۔ امامؑ کے حکم کے بغیر بچہ پیدا نہیں ہوتا۔ ملک الموت بغیر اجازت امامؑ کسی کی روح قبض نہیں کرتا۔ اور یہ تمام باتیں متواتر ثابت ہیں۔ چنانچہ کتاب کنز الواعظین میں ہے کہ ایک مرتبہ حارث اعور ہمدانی بیمار ہوئے۔ مصاحبین خواب میں تھے کہ شاہ ولایت حضرت امیر المومنین علیہ السلام اس کی عیادت کو تشریف لائے اور حارث کے نزدیک رونق افروز ہوئے اور مزاج پرسی فرمائی، اس وقت حارث رونے لگے۔ آپ نے فرمایا اے حارث کس لیے گریاں ہو۔ عرض کیا میری جان آپ پر قربان ہو میں سکرات موت یعنی سختی موت کی وجہ سے گریاں کناں ہوں یعنی رو رہا ہوں
امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا اے حارث اعور کہ میں اس وقت موجود ہوتا ہوں اور عزرائیل سے کہتا ہوں کہ میرے شیعوں کی قبض روح آسانی کرے۔ حارث یہ سن کر پھر رونے لگے۔ تو آپ نے فرمایا اے حارث گریہ کا اب کیا سبب ہے؟ عرض کیا تنگئ قبر و تاریکی و تنہائی کی وجہ سے روتا ہوں امیر المومنین علیہ السلام

نے فرمایا اے حارث غم نہ کرو کہ میرے نورِ جمال سے قبر روشن و منور ہو گی اور میرے شیعوں کے لیے لحد کشادہ ہو گی اور باغ از بہشت برائے سیر کردن موجود ہو گا۔ حارث پھر روئے تو فرمایا کہ اب کیوں گریہ کرتے ہو۔ عرض کیا کہ مولیٰ حساب روز قیامت کی وجہ سے روتا ہوں۔ فرمایا اے حارث میں ہی حساب لینے والا ہوں اور تمام خلائق کا حساب و کتاب ہمارے ہی دست ولائیت میں ہے۔ عرض کیا از میزان اعمال ہراس رکھتا ہوں تو فرمایا کہ میں ہی میزان ہوں (یعنی میری محبت سے تو اعمال حسنہ قبول ہیں ورنہ نہیں) پھر عرض کیا کہ پل صراط جو کہ تاریک و باریک تر ہے اس سے بھی خائف ہوں۔ فرمایا کہ میری ہی محبت صراط ہے آسانی سے ہمارے شیعہ گزر جائیں گے۔ یہ سن کر حارث کے چہرہ پر خوشی کے آثار نمایاں ہوئے۔ خوش ہو گئے۔ اور پھر گریہ کیا آپ نے دریافت کیا اے حارث اب کیا غم ہے عرض کیا کہ مولیٰ میں مقروض ہوں، میرے ذمہ قرض ہے جو ادا نہ کر سکا۔ فرمایا کہ میں قرض کا ضامن ہوں عرض کیا مولیٰ آپ پر فدا، لیکن میرے بچے خورد سال ہیں کون خبر گیری کرے گا فرمایا کہ میں ان کی خبر گیری کروں گا۔

مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ عمدہ ترین غم آدمی یہ ہے کہ بعد مردن اس کو اپنے اہل و عیال کا خیال دامن گیر ہوتا ہے کہ مبادا اولاد یتیم ہونے کے بعد در بدر نہ پھرے۔ پس اپنی اولاد کے بارے میں خود سفارش کرے کہ پسماندگان باسائش رہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقت آخر فرمایا کہ مجھے مسجد لے چلو۔ آنحضرتؐ کو اصحاب سہارا دے کر مسجد لائے۔ آنحضرتؐ منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا کہ اے اصحاب میں نے تبلیغ دین کی اور تم کو خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی معرفت کرائی۔ میری تبلیغ کار رسالت کا اجر یہ ہے کہ

تم میرے قرابت داروں سے محبت رکھو۔ اور میری بیٹی فاطمہؑ ہے اسے کوئی اذیت نہ پہنچے کیونکہ اس کی اذیت میری اذیت ہے۔ اور مجھے اذیت پہنچانا خدا کو اذیت دینا ہے اور جس کسی نے فاطمہؑ کو اذیت دی تو قبر میں میرا بدن لرزے گا۔ اور جبکہ فاطمہؑ نے دنیا سے رحلت کی تو علیؑ سے فرمایا کہ میں دنیا سے اپنی اولاد کی حسرت لے کر جا رہی ہوں اور اے علیؑ میرے بعد میری اولاد حسنؑ و حسینؑ، زینب و کلثوم پر نگاہ عاطفت رکھنا۔ اور شب جمعہ ان کو میری قبر پر بھیجنا اور تم میری اولاد کے ساتھ بسر کرنا۔ اسی طرح حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے امام حسنؑ کو اپنی تمام اولاد و ازواج کی نگرانی سپرد کی۔ اور امام حسن مجتبےٰ علیہ السلام نے حسینؑ کو وصیّت کی۔ اور امام حسین علیہ السلام بعد شہادت عزیز و اقربا و انصار جب رخصت آخر کے لیے خیمہ میں تشریف لائے تو جناب زینبؑ سے فرمایا اے بہن خدا حافظ ہے اور تم میرے بچّوں کا خیال رکھنا۔ مزید فرمایا اے بہن میرے بچّوں کا خیال رکھنا۔ آپ نے کئی مرتبہ وصیّت کی ہے۔ شب عاشور امحرم وصیّت کی، پھر روز عاشور امحرم وصیت کی۔ اور جب شمر لعین سر مبارک جدا کرنے بڑھا تو امام حسینؑ نے زینب خاتون سے کہا اے اختی یعنی اے بہن اب تم کو چاہیے کہ خیمہ میں چلے جاؤ۔ اعزا دار زینبؑ چاہتی ہیں کہ خیمہ میں جائیں کہ یکایک شمر ملعون نے سر امام جدا کیا۔ زمین کربلا میں زلزلہ آیا۔ فضائے کربلا میں آندھیاں چلیں۔ فرات کے پانی میں طلاطم پیدا ہوا اور منادی نے پکارا: قتل الحسین بکربلا، ذبح الحسین بکربلا۔

امام حسینؑ نے اپنے اطفال کی سفارش کی تھی مگر کوفیوں نے بچّوں کے طمانچے مارے، سکینہ خاتون کے گوشوارے اتار لیے۔ الحرم کو اسیر کیا اور شتران

برہنہ پر سوار کر کے کوفہ و شام لے گئے۔ راستہ میں اکثر بچّے شہید ہو گئے۔

نعت حضرت خاتم الانبیاءؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جواہر زواہر صلوات۔ جواہر جمع ہے جوہر کی اور زواہر جمع ہے زاہرہ کی۔ اس کے معنی ہیں تابندہ اور روشن اور کھلا ہوا پھول بھی مراد ہے یعنی آنحضرتؐ کی ایسی مدحت کہ جو ہمہ وقت روشن ہے ظاہر ہے اور جس میں مثل گل تازہ مہک ہے۔ ہزار در ہزار درود و سلام کی اقسام ہوں اس رُوح پُر فتوح، وسینہ وحی بیز، شفیع محشر، خورشید اکبر، سرور عالم کہ جن کا ماہ تاب تو کمر چاکر ہے۔ عنوان عہد نامۂ وفا اور میزبان مہمان خانۂ صدق و وفا۔ ان شمع جمیع انبیاء۔ چراغ ابلاغ اصفیاء۔ ماہ مکّہ و یثرب، شاہ مشرق و مغرب سلطان عالی رایت، مہربان ظاہر طاہر و اطہر، ثمرۂ شجرۂ خلّت، نور صبح، نور بہار ملت ابراہیمی۔ دُرِ حقیقت، مشک نافہ طریقت، شمع شب کرامت، صبح روز قیامت، دولت ابدی، سعادت اُو سرمدی، صورت اُو بشری باطنًا نوری۔ تاج رسالت، نگین نبوّت، نقد اُو نجابت، وعدۂ اُو اجابت، جزیۂ اُو ابدی، جرعۂ اُو ازلی۔ نور اُو الٰہی، جان اُو ارتا الاشاع، صاحب معراج، سراج الوہاج، معظم مجتبیٰ، معلم مہتدی، مقدّم مرتجی، مؤید مقتدی، مصدق انبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ ۔ ۔ درود سلام ہوں آپ پر اور مولائے کائنات۔ ولی اللہ صاحب ولایت انما ولیکم اللہ، جام جہاں نمائے من کنت مولاہ ناشیر ناموس ہدایت، کاسر ناقوس غوایت، (یعنی گمراہی کی آوازوں کو ختم کرنے والا) مریخ الانتقام کیوان، الرفعۃ والاحتشام، سرّ الاسرار، ومشرق الانوار، المہندس فی الغیوب (امور غیب جاننے والا) اللہ ہو لیۃ، عالم جملہ کتاب الوجود فاتحہ مصحف الموجود، حیدر،

اجام الابداع، الکرار فی معارک الاختراع النجم ثاقب علی ابن ابیطالب صلوات اللہ و سلامہ علیہ . . . صلوات وسلام لا محدود ہو ائمہ ہدیٰ پر جو بعد رسول خدا افضل کائنات ہیں جو گنجینۂ انوار الہیّہ ہیں عالمین کے بادشاہ، بادشاہوں کے بادشاہ ہیں۔ اولی الامر ہیں، خلیفہ رسولؐ خدا ہیں اور الحمد وصلوٰۃ کے بعد محدث محمد المشہور بصدر الدین المتخلص بہ قدسی ابن فاضل العلاّمۃ القزوینی ملاّ محمد حسن والملقب عند العلماء الراشدین بشمس المجتہدین والمعروف بشیعان کردی، اکرام اللہ واعلی اللہ مقامہٗ در ابتداء سال اوّل خلافت اعلیٰ حضرت مظفر الدین شاہ خالد اللہ ملکہٗ۔ دولت پناہ کے زمانہ میں یہ کتاب مستطاب مشتمل احوال حضرت امام حسین علیہ السلام مدون ہوئی ہے۔ اگر کوئی شخص دیدۂ حق بین رکھتا ہے وہ داد وستائش سے کام لے گا کیونکہ یہ کتاب الموسوم بہ ریاض القدس وحدائق الانس، جو کہ وزارت مآب میرزا علی اصغر خان صدر اعظم کی سرپرستی میں طبع ہوئی ہے۔ دیباچۂ کتاب ختم شد۔

(مترجم۔ آغاز داستان شہادت ناصر الدین شاہ مغفور اور شاہ مرحوم سے متعلق جملہ حالات چونکہ نظم میں تحریر کیے گیے ہیں جو اس کتاب کی زیبائش اور ایران کے اس وقت کے ماحول کی عکاسی کرتے ہیں۔ بوقت ترجمہ حذف کر دیے گئے ہیں کیونکہ اصل روح کتاب سے بصورت افادیت علمیہ کوئی خاص ربط نہیں ہے اور مظفر الدین شاہ ایران کے حالات بھی ترجمہ میں شامل نہیں کیے ہیں)

مقدّمۂ کتاب

کتاب پیش نظر اعنی ریاض القدس کی تدوین میں علماء اعلام کی تحقیق اور مروی

روایات کو دخل عظیم ہے مثلاً ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی وابن بابویہ القمی وشیخ مفیدؒ شیخ صدوق، شیخ حرّ عاملیؒ، حضرت مجلسی علیہ الرحمۃ، مرحوم سید بن طاؤس، محمد بن شہر آشوب، شیخ فخر الدین عربی، معین الدین فارسی ولوط بن یحییٰ، وابن نما وسید جزائری وطبری امامی ابن اعثم کوفی، وریاض علاّمہ قزوینی اور مثل ان ہی حضرات کے علمی افادات پر مشتمل ہے۔ اور بصحت قلم واقعات مندرج کیے ہیں اور قدرے ریاض الاحزان سے استفادہ بھی کیا ہے۔ اور خدا کے فضل وکرم سے یہ کتاب پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی ہے اس کتاب کی ابتداء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور سورۂ فاتحہ سے ہے اور حضرت خامس آل عبا امام حسین شہید کربلا اور حالات واقعات حضرت امام حسن مجتبےٰ علیہ السلام مشتمل ہے۔ من اللہ التوفیق وعلیہ التکلان انہ ہو المستعان۔

بسم اللہ الرحمن الرحیمؕ الحمد للہ الاول قبل اولیۃ الاولین والباقی بعد فناء العالمین ثم الصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ واشرف بریۃ محمد سید الاولین والاٰخرین وعلی عترتہ الطیبین الطاہرین ولعنۃ اللہ علی اعدائہم اجمعین ۔ اما بعد :

آغاز مصائب امام حسینؑ علیہ السّلام

اور

مقدماتِ ولیعہدیٔ یزیدؑ

جناب ثقۃ الاسلام صدر الدّین محمّد بن حسن بن محمّد نظام الدّین القزوینی رقم طراز ہیں:
کہ جب معاویہ کی خلافت کے دو سال گزر گئے اور سنہ ۵۶ھ میں اس کو خیال ہوا کہ اپنے پسر یزیدؑ کی خلافت کی راہ ہموار کرے پس معاویہ اپنے پسر یزیدؑ کی خاطر لوگوں سے بیعت کا خواستگار ہوا۔ اور اس کو اپنا ولیعہد بنایا اور اس طرح اہل ایمان و محبانِ اسلام کے لیے یہ چیز شاق گذری۔ اور اس میں کامیابی سے ہمکنار ہونے کے لیے اس نے سب سے پہلے حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو زہر سے شہید کیا۔ چونکہ وہ جانتا تھا کہ امام حسنؑ کے ہوتے ہوئے مسلمان مدینہ یزیدؑ ایسے فاسق و فاجر کی ہرگز بیعت نہیں کریں گے۔ اور نہ اس پلید کی وزارت قبول کریں گے۔ اس نے امام حسنؑ کی زوجہ جعدہ بنت اشعث کی جانب زہر بھیجا اور ہزار درہم کا وعدہ کیا اور یہ بھی پیغام بھیجا کہ اگر وہ امام حسنؑ مجتبیٰ کو زہر دے دیگی تو اس کا یزیدؑ کے ساتھ عقد کر دوں گا اور وہ یزید کی زوجیت میں آجائے گی۔ زہر جعدہ کو پہنچا اور اس ملعونہ نے آپ کی پانی پینے کی صراحی میں وہ زہر ملا دیا۔ امام علیہ السّلام نے وہ پانی پیا۔ زہر نے اثر کیا اور آپ کا جسم مبارک سبز ہو گیا اس لیے آپ کو حسن سبز قبا بھی کہتے ہیں۔

اور آپ اس دارِ دنیا سے بطرف عالم جاودانی رخصت ہو گئے اور اس طرح معویہ اپنے ارادہ میں پختہ ہو گیا یعنی خلافت یزیدؑ پر آمادہ ہو گیا اور اس کو عملی جامہ پہنانے کا مصمّم ارادہ کر لیا۔

اس سے دو سال قبل مغیرہ بن شعبہ کو معاویہ کی طرف سے حاکم کوفہ تھا، شام آیا اور ایک روز معاویہ سے تنہائی میں ملا اور کہا اے امیر المؤمنین (معاذ اللہ) طریق و طور اصحاب رسولؐ رکھنے والے اور بزرگانِ ملّت رسوؐلِ خدا، اور بزرگان اہل دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ اور باقی وہ لوگ کہ جو صاحبان فضل و کمال ہیں اور دینی سوجھ بوجھ رکھتے ہیں ان سب کی توجہ تیری طرف ہے تو اپنے فرزند کو کس لیے اپنا ولیعہد و جانشین کیوں نہیں بناتا تم کو چاہیے کہ یزیدؑ کو اپنا ولیعہد مقرر کرو تاکہ اقتدار و خلافت زیر نگین یزیدؑ رہے۔ معاویہ نے سن کر مغیرہ سے کہا کہ میں یزیدؑ کو کس طرح امر خلافت سپرد کروں وہ اس کا اہل نہیں ہے اس کا حال اور کردار سب لوگوں پر عیاں ہے۔ لوگ اس کی بیعت پر آمادہ نہیں ہوں گے۔ جب مغیرہ نے یہ سُنا تو اس نے کہا اے امیر میرے نزدیک یہ کام بہت آسان ہے اس لیے کہ مجھے کوفہ میں اثر و رسوخ حاصل ہے۔ بڑا اقتدار حاصل ہے۔ کوفہ میں تمام قبیلہ والوں سے امیر لوگ یزیدؑ کی بیعت سے انحراف نہیں کریں گے۔ میں لوگوں سے یزیدؑ کے حق میں بیعت لے سکتا ہوں اور اس طرح امر خلافت بحق یزیدؑ انجام پذیر ہو سکتا ہے اور میری ہی طرح بصرہ میں زیاد بن ابیہ (یعنی زیاد اپنے باپ کا بیٹا) صاحبان و اہالیان بصرہ سے بیعت کرا سکتا ہے اور جب کوفہ و بصرہ والوں نے یزیدؑ کی بیعت کر لی تو پھر دوسرے لوگ علم بغاوت بلند نہیں کر سکیں گے۔ معاویہ یہ سُن کر خوش ہوا اور اپنے فرزند یزیدؑ کی بیعت کے بارے میں سوچنے لگا۔ معاویہ

نے کہا تم واپس کوفہ جاؤ اور امر خلافت کے لیے راہ ہموار کرو۔ یہ بھی امر واقعہ ہے کہ معاویہ دلی طور پر مغیرہ کو پسند نہیں کرتا تھا اور نہ معاویہ اس کے صاحب اقتدار ہونے پر خوش تھا لیکن مغیرہ اپنی چال میں کامیاب ہو گیا اور اس کو معاویہ نے خلعت عطا کر کے واپس کیا۔ مغیرہ نے کوفہ پہنچ کر راہ خلافت ہموار کرنا شروع کی۔ حالات اور واقعات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ معاویہ مغیرہ کو کوفہ کی گورنری سے معزول کرنا چاہتا تھا مگر یزید لعین کی محبت اور ہوس اقتدار خلافت نے اسے اندھا کر دیا اور مغیرہ کی دلی خواہش کہ اسے کوفہ میں اقتدار حاصل رہے پوری ہوئی۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ مغیرہ علاج معالجہ کے بہانے شام آیا تھا۔ مگر اپنی چال سے اس نے معاویہ کو اپنا ہم خیال بنا لیا۔ حکماء کا مقولہ ہے کہ کسی شئے کی محبت انسان کو اندھا کر دیتی ہے معاویہ اپنے بیٹے یزید لعین کو خلیفہ مقرر کرنے میں اندھا ہو گیا تھا۔ مغیرہ اپنے حیلہ و تدبیر سے معزولی سے محفوظ رہا اور معاویہ نے اس کو کوفہ جانے کی اجازت دے دی۔ اور وہ بوقت روانگی یزید لعین کے پاس آیا اور سارا واقعہ اور مکالمہ نقل کیا اور اس طرح یزید لعین کی نگاہ میں بھی مغیرہ موثق ہو گیا۔ شام سے کوفہ روانہ ہوا اور کوفہ میں چند روز خوشی اور راحت سے گزارے۔ اسی دوران مردمانِ کوفہ اس سے ملنے آئے سب سے پہلے اموی گروہ یعنی اموی قبیلہ کے لوگ آئے اور ان سے مغیرہ نے حال بیان کیا تو وہ چونکہ معاویہ کو پسند کرتے تھے مسرور و شادماں ہوئے اور مغیرہ کے ساتھ ہم پیمان و عہد ہو گئے۔ مغیرہ نے رؤساء اموی کو تیس ہزار درہم دیئے جن کی تعداد دس تھی اور باقی مقتدر لوگوں میں سے ہر ایک کو تین ہزار درہم دیے اور ان سب سے یزید لعین کی بیعت لی اور ان دس آدمیوں کو اپنے فرزند موسیٰ کے ہمراہ شام روانہ کیا تاکہ وہ بیعت کے معاملہ کو بیان کریں اور معاویہ بآسانی سمجھ سکے چنانچہ

جب موسیٰ اپنے ہمراہیوں سمیت معاویہ کی خدمت میں پہنچا تو معاویہ نے اہلاً و سہلاً کہہ کر ان کو اپنے دربار میں جگہ دی۔ موسیٰ نے ان کا معاویہ سے تعارف کرایا اور کہا کہ یہ سب بزرگانِ کوفہ سے ہیں اور بیعت یزید لعین پر ہیں۔ اس وقت معاویہ نے نہایت نرم لہجہ میں کہا کہ اے دوستو! اس دیار میں تم نے کس لیے قدم رنجہ فرمایا ہے گویا معاً تجاہل عارفانہ سے کام لیا۔ استفسار کیا آخر زحمت تشریف کس لیے کی ہے۔ موسیٰ نے کہا کہ آستانۂ خلافت برائے دست بوسی حاضر ہوتے ہیں کہ اس کے ساتھ ساتھ امیر زادہ یزید لعین کی بیعت کا شرف بھی حاصل کریں اور اس کو ولیعہدی کی مبارکباد دیں۔ اس پر معاویہ خوش ہوا اور ان کو خوش آمدید کہا۔ اور کہنے لگا کہ تم سب نے بیعت یزید لعین پر سبقت کی، اچھا کیا۔ لیکن اس امر میں عجلت نہ کرو۔ میں غور کروں گا۔ پس معاویہ نے موسیٰ بن مغیرہ سے تنہائی میں تبادلہ خیال کیا۔ اور کہا اے موسیٰ تمہارے پدر مغیرہ نے چند درہم میں یہ جماعت خرید لی ہے۔ موسیٰ نے جواباً کہا اے امیر ان میں سے ہر ایک کو تین ہزار درہم عطا کیے ہیں۔ یہ سن کر معاویہ کو از حد تعجب ہوا اور کہا اس زمانہ میں لوگوں کے دین و ایمان کی یہ قیمت ہے۔ عجیب سستا سودا ہے کہ اس قلیل قیمت پر کوفیوں نے اپنا دین و ایمان فروخت کر دیا ہے۔ کمینہ اور ذلیل لوگ کیا کریں گے۔ معاویہ اگر ابن زیاد کے زمانہ میں ہوتا تو دیکھتا کہ چند کھوٹے سکہ کے عوض کوفیوں نے فرزند رسولؐ خدا، نورِ نظر علیؑ و فاطمہؑ کو تین دن کا بھوکا پیاسا شہید کیا۔ اور ایک گوشوارہ کی خاطر دختر امام حسینؑ سکینہ معصومہ کے کان زخمی کیے گوشوار اتار لیے اور ایک انگشتری کی خاطر امام حسینؑ کے شہید ہونے کے بعد انگشت مبارک قطع کی اور انگشتری اتار لی اور حضرت کا لباس اتار لیا۔ وہ لباس جسم امام مظلوم پر رہ گیا جو بالکل بوسیدہ تھا

حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے فرمایا ہے ؎

رایت الناس قد مال ✹ الی من عندہ مال
ومن لا عندہ مال ✹ فعند الناس قد مال
رایت الناس قد ذھب ✹ الی من عندہ ذھب
ومن لا عندہ ذھب ✹ فعند الناس قد ذھب
رایت الناس من فضّہ ✹ الی من عندہ فضّۃ
ومن لا عندہ فضۃ ✹ فعند الناس من فضۃ

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے کلام کا ماحصل یہ ہے کہ زمانہ کے لوگ اس شخص کی طرف جھکتے ہیں کہ جو صاحب دولت و ثروت ہے۔ اور جس شخص کے پاس دولت، چاندی و سونا نہیں ہے لوگ اس سے دُور رہتے ہیں۔ اس سے ملنے میں شرم محسوس کرتے ہیں۔ یہ تینوں اشعار مترادف و ہم معنی ہیں۔ معاویہ چونکہ سیم و زر رکھتا تھا اور لوگوں کو درہم و دینار سے نواز کر خلافت کو خانوادۂ رسالت اور اہلبیت عصمت و طہارت سے نکالنے میں کوشاں رہتا تھا۔ اور لوگوں کو کثیر روپیہ دے دیتا تھا کہ یزید لعنہ کو اس کا ولیعہد مان لیں حالانکہ یزید کا دامن عیب سے آلودہ تھا اور مال قلیل دے کر قلادۂ بیعت یزید لعنہ لوگوں کے گلے میں ڈالا جاتا تھا اور ان میں رو سیاہ کوفہ تھے کہ جنھوں نے بیعت یزید کرنے میں سبقت کی ہے اور جیسا کہ تحریر کیا جا چکا کہ معاویہ نے ابن زیاد بن ابیہ کہ وہ بصرہ کا گورنر تھا ایک نامہ ارسال کیا کہ میں اپنے بیٹے یزید لعنہ کو اپنا ولیعہد مقرر کر رہا ہوں اور اس کی بیعت کا طوق لوگوں کی گردن میں ڈالنا چاہتا ہوں جس کی بنیاد مغیرہ بن شعبہ کے ہاتھوں پڑ چکی ہے اور اس کے ساتھ نیکی کے وعدے بھی کر چکا ہوں حتیٰ کہ وہ اور کوفہ والے یزید لعنہ کی بیعت پر

جمع ہو گئے ہیں اور اب تجھے چاہیے کہ اہل بصرہ سے بیعت یزید لعنہ لے۔ تو اس بارے میں کیا رائے رکھتا ہے۔ تجھے بغیر کسی حیلہ و حجت کے یزید لعنہ کی بیعت کے لیے کوشش کرنا لازمی ہے۔ جیسے ہی میرا خط تجھے ملے اہل بصرہ سے بیعت یزید لعنہ کی طرف توجہ دے اور میں نے جو تجھ کو حکم دیا ہے اس پر عمل کر، والسلام۔ پس جب معاویہ کا خط ابن زیاد کو پہنچا اور مضمون سے آگاہی ہوئی، بحر تفکر و غور و خوض میں ڈوب گیا اور اسے بیعت یزید لعنہ لینے میں تامّل ہوا۔ اور اس کام سے دور رہنا چاہا۔ اسی دوران اس نے عبید بن کعب سے مشورہ کیا اور کہا کہ معاویہ ایسا عظیم پُرخطر کام لینا چاہتا ہے کہ میں لوگوں سے یزید لعنہ کی بیعت لوں مجھے اس کا حکم دیا ہے۔ معاویہ کا یہ تصور باطل ہے اور یہ خیال محال ہے کہ اہل بصرہ یزید لعنہ کی بیعت کریں۔ لہٰذا میرا ارادہ ہے کہ میں ملک شام جاؤں اور معاویہ کو اس باطل کام سے باز رکھوں۔ کیا میرا یہ ارادہ درست ہے؟ یزید لعنہ جو کہ فسق و فجور میں یکتا روزگار ہے۔ شراب خوری اور نشہ وغیرہ کا عادی ہے مردمان نیک خُو اس کی خلافت و امامت پر ہرگز راضی نہ ہوں گے۔ پھر ابن زیاد نے کہا کہ آیا میری رائے نیک اور درستی پر مبنی ہے یا نہیں ؟ عبید بن کعب نے کہا اے امیر تمہاری رائے صلاح و خیر پر نہیں ہے تم معاویہ کی رائے سے کیوں انحراف کرتے ہو۔ بزرگوں کا کہنا ہے کہ خلیفہ کی رائے سے احتراز کرنا خوب نہیں ہے بلکہ بہتر یہی ہے کہ تو اس کو یزید لعنہ کے خلیفہ ہونے پر مبارکباد دے اور عریضہ ارسال کر اور یزید لعنہ کی تعریف و توصیف کر کہ اسی میں دنیا و دین کی بہتری مضمر ہے لیکن اس کام میں تعجیل عقل و صواب سے دور ہے۔ ابن زیاد نے شام جانا چاہا مگر عبید بن کعب نے کہا اے امیر تمہاری رائے بہتر و خوب ہے مگر تم ایسی رائے کیوں دیتے ہو جو معاویہ پہ گراں گزرے کیونکہ سلطان کی رائے

کے خلاف رائے دینا ایسا ہے جیسے کہ اپنے خون سے ہاتھ دھوئے۔ معاویہ اپنے پسر یزیدؔ لعنہ کے بارے میں بدگوئی کیوں کر برداشت کرے گا حالانکہ تم جانتے ہو کہ معاویہ کو اس سے کمال درجہ محبت والفت ہے۔ میرے نزدیک خوب تر امر یہ ہے کہ تم معاویہ کو یزیدؔ لعنہ کی ولی عہدی کی مبارک دو۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ اس امر رسائی میں تعجیل درست نہیں ہے اگر میں شام گیا تو خود یزیدؔ لعنہ سے ملاقات کروں گا اور اس پہ ظاہر کردوں گا کہ معاویہ تیرے بارے میں یہ خیال رکھتا ہے کہ ولیعہد سلطنت قرار دے اور حکم دیا ہے کہ اہل بصرہ تیری بیعت کریں۔ اس طرح ممکن ہے کہ یزیدؔ لعنہ اپنے اعمال زشت سے باز رہے اور مسلمانان اس کی بیعت کرسکیں ورنہ مسلمانوں کا بیعت کرنا مشکل ہے۔ اگر اے یزیدؔ لعنہ تو سلطنت کی خواہش رکھتا ہے تو عملیات خلاف شرع ترک کردے۔ اس پر ابن زیاد نے کہا کہ بہت خوب تمہاری رائے بہتر ہے۔ پس عبید بن کعب شام گیا اور معاویہ سے ملا اس کے بعد یزیدؔ لعنہ سے۔ اور حسب سابقہ یزیدؔ لعنہ سے تنہائی میں گفتگو کی اور یزید ملعون نے بظاہر اس سے اتفاق کیا۔ اور عشق حکمرانی میں سرشار یزیدؔ لعنہ نے اس کو مطمئن کردیا۔

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں لکھا ہے کہ لام معویہ ابنہ یزیدؔ لعنہ علی سماع الغنا وحب القینان ۔ یعنی معاویہ نے اپنے پسر یزیدؔ لعنہ کو ملامت وسرزنش کی اور گانا وغیرہ سننے اور گانے والی عورتوں سے اجتناب کرنے کی ہدایت کی کیونکہ یہ جملہ امور کہ جو یزیدؔ لعنہ کی طبیعت ثانیہ بن گئے تھے خلاف شرع ہیں اور کہا کہ تو میرے بعد امام امت اور خلیفہ اسلامیان ہوگا۔ امور ناشائستہ خلاف خلافت وامامت ہیں۔ یزیدؔ لعنہ نے کہا بابا جان! عمرو عاص نے مجھ سے آپ

کے بارے میں ایک حکایت بیان کی کہ ابوسفیان جو آپ کے پدر ہیں اور میرے دادا ہیں زنان مغنیہ سے عظیم محبت رکھتے تھے اور بسا اوقات مستی کی حالت میں اپنے لباس بدن کا ہوش بھی نہیں رکھتے تھے۔ اسی سلسلہ کی ایک یہ بھی حکایت ہے۔

عریضہ نگاریٔ شیعان کوفہ بعد از حضرت مجتبیٰ بخدمت سید الشہداءؑ

حکی المفید فی الارشاد والمدائنی والقاضی انہ لما ماۃ الحسن بن علی علیہما السلام تحرك الشیعۃ بالعراق وكتبوا بالحسین علیہ السلام فی خلع معویۃ والبیعۃ لہ ۔

جب حضرت امام حسن مجتبےٰ علیہ السلام کی زہر سے شہادت واقع ہوئی تو شیعان کوفہ میں بیعت معاویہ توڑنے کا جذبہ ابھرا اور سب لوگ جمع ہوئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عریضے ارسال کیے کہ آپ کوفہ تشریف لائیں اور ہماری ہدایت کریں ہم سب آپ کی بیعت کریں گے۔ اور ہم سب نے معاویہ کی بیعت توڑدی ہے۔ جب یہ عریضے امام حسینؑ کی نگاہ مبارک سے گزرے۔ ارشاد فرمایا کہ ہمارے اور معاویہ ابن ابوسفیان کے درمیان معاہدہ صلح ہے اور میں اس پر کاربند ہوں پس میرے لیے جائز نہیں ہے کہ معاہدہ شکنی کروں اس وقت تک کہ معاہدہ کی میعاد ختم ہو یعنی معاویہ لقمۂ اجل بنے۔ پھر میں اس میں غور وفکر کروں گا۔ علامہ مفید نے ریاض الاحزان میں فرمایا ہے کہ کانت شیعۃ یعرفون شیم الحسین ونحیۃ شیعان علی المرتضیٰ۔ شیعان علیؑ المرتضیٰ حضرت امام حسینؑ کے عارف تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ امام حسینؑ برادر حسن مجتبےٰ ہیں از راہ احساس صلح خموش رہیں گے اور

معاویہ کی خلافت (حماقت) پر راضی نہ ہوں گے۔ پس شیعیانِ علیؑ کو یہ یقین تھا کہ جب تک معاویہ زندہ ہے امام حسینؑ خاموش رہیں گے اور اس کی موت کے بعد اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں گے۔ بلکہ آپ ضرور اُٹھ کھڑے ہوں گے کیونکہ معاویہ کے دَور میں شیعیانِ علیؑ ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔ امام حسینؑ کی معاویہ کے ساتھ وہی رفتار ہے جو آپ کے بابا علیؑ المرتضیٰ کی رفتار تھی۔ تاہم شیعیان علیؑ نے پھر بھی عریضہ لکھا کہ ہم سب آپ مطیع و تابع ہیں آپ تشریف لائیے کہ ہم آپ کی بیعت کریں۔ امام حسینؑ نے جواباً تحریر کیا کہ میں اپنے بھائی حسن مجتبیٰ کی اطاعت کی وجہ سے معاویہ کی حیات میں تم لوگوں کی تجویدات پر عمل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ عہدِ حسن میرا عہد ہے اور عہد شکنی نہیں کروں گا۔ جب امام حسین علیہ السلام کا یہ جواب باصواب شیعیانِ علیؑ نے سُنا تو ان کے دل بے چین ہو گئے اور اس روز ان کے خون حمیت میں معاویہ کے خلاف جوشش پیدا ہو گیا اور کہنے لگے کہ امام حسنؑ اور معاویہ کے درمیان جو صلح ہوئی تھی وہ ختم ہے۔ پس جب معاویہ کو خبر ہوئی تو اس نے شیعیانِ علیؑ پر سختیاں شروع کیں۔ ان میں سے اکثر کو قتل کرایا اور ان کا مال لوٹ لیا۔ اور امام حسینؑ کی ہتک و حرمت کا خیال نہ رکھا اور معاویہ شاہی لوگوں نے آنجناب پر سب و شتم کیا۔ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ عمرو عاص کہتا ہے کہ ایک دن ابوسفیان نے ایک مجلس عیش منعقد کی اور بساطِ عشرت آراستہ کی اور دو خوبرو، خوش گلو گانے والی عورتیں جو کہ عبداللہ جدعان کی لونڈیاں تھیں حاضر مجلس ہوئیں اور محفل میں ناچ و گانا شروع ہوا۔ اور جب محفل طرب و ساز گرم ہو گئی تو بوقت طرب و ساز ابوسفیان وجد میں آ گیا چونکہ ابوسفیان کا دل اس کے قابو میں نہ رہا تھا اور زر و دینار رکھتا تھا ان پر سے نثار کیے یہاں تک کہ نوبت یہ آ گئی کہ اپنے کپڑے بھی جو کہ وہ زیب

تن کیے تھا اتار کر ان دونوں گانے والی کنیزوں کو دے دیئے اور وہ برہنہ جسم رہ گیا۔ این ہمہ خانہ آفتاب است یہی بے حیائی اس کی اولاد میں ہونا بھی یقینی بات ہے ایضاً عمرو بن عاص کے ساتھ کہ ہم پیالہ و نوالہ تھا۔ ایک محفل طرب آراستہ کی اور جب بادۂ ناب یعنی مے خوری کا نمبر آیا تو بوجہ ساز و غنا دہ کنیز کہ جو رونق محفل تھی اس کی گردن میں باہیں ڈال دیں اور کنیز کو لے کر منزل طرب سے باہر آیا۔ کبھی عفان اس کی طرف مائل ہوتا تھا اور اس کنیز کی گردن پکڑتا تھا۔ یعنی گردن میں باہیں ڈالتا تھا اور کبھی ابوسفیان یہاں تک کہ موضع الطلح پہنچے، ا قریش کے ایک گروہ نے ان کو اس حالت میں دیکھا تو سرزنش کی اور ملامت کی۔ یہ تھی پدرِ معاویہ کی سرگذشت کہ جسے سن کر لوگ اس پر ملامت کرتے ہیں گویا تجھے شرمندہ کرتے ہیں۔ اگر اے یزید تجھ کو حکومت مل گئی تو تیرے کیا اطوار ہوں گے۔ اور چونکہ بیٹا باپ کی تصویر ہوتا ہے تجھ میں بھی یہی باتیں ضرور ہوں گی۔ اس پہ یزیدؔ کہنے لگا اسکت لحاك اللہ۔ یعنی کہ اے خر خاموش ہو جا۔ اے مومنین یا تمکین مقام تعجب ہے کہ ایسے کردار والے مسند خلافت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر قابض ہو گئے۔ اور علیؑ اور آل علیؑ کا حق غصب کیا۔ حالانکہ آل رسولؐ پاک و معصوم ہے۔ لے زمانہ تجھ پر اور تیرے آئین پر تُف ہے۔ ویمسی یزید راخلافی حریرۃ ۔۔۔۔۔۔ یعنی یزید باہمہ آن شقاوت و ظلم مسند نشین راحت ہے اور بستر حریر پر قدم رکھتا ہے ویمسی حسین عاریا فی حرورها اور فرزند فاطمہؑ نواسہ رسولؐ خدا بان ہمہ کربلا کے بیابان میں ریگ گرم پر تپاں ہے۔ اور رسول زادیاں اسیر ہو کر کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام جا رہی ہیں۔ تماشائیوں کا ہجوم ہے اور منادی ندا کر رہا ہے کہ نبیؐ و علیؑ کی بیٹیاں قیدی بن کر کوفہ میں آئی ہیں۔ وامصیباہ والحمداہ۔ اور جب یزیدؔ ملعون تخت خلافت پر متمکن ہوا تو اس نے حکم دیا کہ

لوگ شراب پیئں اور مخدرات عصمت وطہارت برہنہ سر داخل دربار ہوئیں اور سید سجاد طوق وزنجیر پہنے ہوئے دربار میں کھڑے ہیں کہ مروان معاویہ سے قبل مدینہ منورہ میں حکومت کرتا تھا اور وہ روز با جمعہ حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام اور امام حسنؑ مجتبیٰ کو دشنام دیتا تھا یعنی ناروا الفاظ کہتا تھا اور خصوصاً معاویہ نے مروان کو خط لکھا تھا کہ اے مروان! روز ہائے جمعہ میں علیؑ اور اولاد علیؑ پر سب شتم کرنا ترک نہ کر۔ اور حسن مجتبیٰ سے کسی قسم کا خوف نہ رکھ۔ لیکن حسینؑ ابن علیؑ پر نگاہ رکھ کر وہ ناروا الفاظ سننے کی طاقت نہیں رکھتے۔ مروان حکم معاویہ کے مطابق ہر روز نماز جمعہ کے خطبہ میں حضرت امیر المؤمنین کی شانِ اقدس میں گستاخی کرتا تھا۔ اور اس نے ایک جمعہ مسجد نبویؐ میں منبر رسولؐ پر گیا اوّلاً امام حسنؑ کو نشانہ بنایا اور شاہِ ولایت کی شان میں ناروا الفاظ کہے جبکہ مدینہ کے عوام وخواص موجود تھے۔ حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام قبر نبویؐ کے پاس تشریف فرما تھے۔ آپ نے مروان کا کلام سن کر ایک آہ کھینچی، آنکھوں میں آنسو آگئے لیکن آپ نے زبان مبارک سے کچھ نہ کہا۔ لامی شیئ تبکی لاابکی اللہ عینیک

اسامہ بن زید کہ آنحضرتؐ کے ایک صحابہ ہیں۔ منبر رسولِ خدا کے نزدیک بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے یہ واقعہ دیکھا اور سب وشتم اپنے کانوں سے سنا اُٹھ کر چلے گئے اور روتے ہوئے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ دق الباب کیا امام حسینؑ نے دروازہ کھولا۔ ملاحظہ فرمایا کہ اسامہ رو رہے ہیں ارشاد فرمایا اے اُسامہ یعنی

اے اُسامہ خدا تمہاری آنکھ کو نہ رلائے آخر کس واسطے روتے ہو۔ اسامہ نے عرض کیا فرزند رسولِ خدا آپ کے پدر عالیقدر کے بعد زندگی مجھ پر حرام ہوگئی ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا آخر کیا ہوا۔ عرض کیا ابھی کچھ وقت پہلے میں مسجد نبویؐ میں تھا کہ مروان

نے منبر رسولؐ خدا پر آپ کے بھائی حسن مجتبیٰ اور آپ کے پدر بزرگوار علی المرتضیٰؑ کی شان میں ناروا الفاظ کہے۔ آپ نے سوال کیا۔ آیا میرے بھائی حسن مجتبیٰؑ نے مروان کی باتیں سنی اور کیا کچھ نہیں فرمایا۔

اس وقت امام حسینؑ کی چشم ہائے مبارک سرخ ہوگئیں اور غیرت ہاشمیہ جوش زن ہوئی اور فرمایا اے اسامہ واقعاً ایسا ہی ہوا ہے۔ اس نے قسم کھا کر کہا کہ خدا گواہ ہے مروان نے ناروا الفاظ کہے ہیں۔ آپ اندرون خانہ تشریف لے گئے، تلوار اٹھا لائے۔ غلاف سے نکالی اور برہنہ پا زوال رواں مسجد نبویؐ میں تشریف لائے۔ اسوقت غلامانِ مروان درِ مسجد پر کھڑے تھے اور اس کی نگرانی، پاسبانی کر رہے تھے۔ جب انھوں نے شیر بیشۂ حیدر کرار کو شمشیر بدست دیکھا کہ حسین ابن علی شیر بپھرے ہوئے ہیں اور دشمنانِ دین کے لیے اجل محتوم بنے ہوئے ہیں وہ لوگ خائف ہوئے اور حضرت امام حسینؑ کے لیے راستہ چھوڑ دیا۔ آپ داخل مسجد نبویؐ ہوئے دیکھا کہ مروان ملعون منبر پر بیٹھا ہوا ہے۔ لوگوں کی گردنوں پر قدم رکھتے ہوئے اور منبر پر قدم رکھا اور اس کا گریبان پکڑ کر نیچے کھینچ لیا۔ اور اس کا عمامہ اس کی گردن میں ڈال کر منبر سے اتار لیا اس وقت مروان ملعون ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ اس کے جسد نجس میں روح نہیں ہے۔ اس وقت اس ملعون نے امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کیطرف دیکھا اور کہا اے حسن مجتبیٰ تم کو اپنی مادر گرامی کی عصمت کی قسم ہے مجھے اپنے بھائی حسینؑ سے بچاؤ۔ جب امام حسنؑ نے اپنی مادر گرامی قدر بضعۃ الرسول کا نام نامی سُنا اپنی جگہ سے اُٹھے اور امام حسینؑ کے نزدیک پہنچے اور فرمایا اے جانِ برادر درگزر کرو۔ امام حسینؑ نے عرض کیا برادر بزرگوار ایسا کس لیے کروں میں زندہ ہوں اور امیر المؤمنین باباعلیؑ کی شان میں یہ گستاخی کر رہا ہے۔ حضرت امام حسنؑ نے فرمایا کہ

اے بھیا اس نے مجھے مادر گرامی کی قسم دے کر پناہ مانگی ہے۔ اور میں اگر کوئی شخص مادر گرامی قدر کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہے تو اس کی حاجت روائی کرتا ہوں۔ اس مردود نے مجھ سے میری ماں فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا واسطہ دے کر پناہ مانگی ہے۔ اے حسینؑ تم اس ملعون کو چھوڑ دو۔ امام حسینؑ نے اس ملعون کو چھوڑ دیا۔ اور وہ غیض و غضب کی حالت میں مسجد سے باہر نکلا۔

مؤلف کہتے ہیں کہ اے حسینؑ عالیمقام آپ نے اپنی مادر گرامی کا نام نامی سن کر بھی نظر رحمت کی۔ اب ہم عزاداروں پر بھی ایک نظر رحمت کیجئے۔ کتابوں میں ہے کہ جب زینبؑ خاتون چھوٹے چھوٹے بچوں کو گود میں لیے ہوئے قتل گاہ میں پہنچیں اور اپنے ماں جائے کو اس حالت میں دیکھا کہ ریگ گرم پر لاش پڑی ہوئی ہے۔ بدن چاک چاک ہے۔ اتنا عرض کیا بھیا حسینؑ تمہاری بہن زینبؑ دکھ رسیدہ زینبؑ آئی ہے۔ تیرے اہل و عیال کی خبر لینے آئی ہے۔ مجھ سے کچھ باتیں تو کرو۔ مگر لاش حسینؑ سے کوئی جواب نہیں ملا۔ تو ایک مرتبہ زینب خاتون نے کہا اے حسینؑ تمہیں ماں فاطمہ زہرا کی عصمت کی قسم کچھ تو بولو۔ یہ سننا تھا کہ لاش حسینؑ کانپنے لگی اور کٹے ہوئے گلے مبارک سے آواز آئی۔ بہن زینبؑ بہن زینب، حسینؑ زینبؑ زینبؑ کہتے رہے اور زینبؑ حسینؑ حسینؑ کہتی رہیں۔ پھر آواز آئی اے بہن زینبؑ تم خیمہ میں چلی جاؤ، خیمہ میں چلی جاؤ۔ ماں فاطمہ زہرا انتظار کر رہی ہیں۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

*

ابتلاہائے خامسؑ آلِ عبا از دستِ اعدائے دین

شیخ طبرسی نے کتاب احتجاج میں محمد ابن سائب سے روایت کی ہے کہ ایک روز حضرت خامس آل عبا امام حسینؑ علیہ السلام باشکوہ ہاشمیہ و بصولت حیدریہ مدینہ کے کسی کوچہ سے گزر رہے تھے اور جوانان بنی ہاشم مثل ستارہ ہار فلک آپ کو ہالہ میں لیے ہوئے تھے کہ ایک طرف سے مروان بے ایمان آتا ہوا نظر پڑا وہ اسوقت حاکم مدینہ تھا اس کے ساتھ جمعیت مردماں تھی لیکن جب اس نے خانوادۂ رسالت و نبوت کے شہزادہ کے جلال و جمال اور شکوہ پر دو نظارے کو دیکھا تو مثل مار گزیدہ دل میں پیچ و تاب کھانے لگا۔ اس روسیاہ کا چہرہ بوجہ خدا اور بھی سیاہ ہو گیا۔ صمدی عزت کا گوہر اعنی امام حسینؑ نے فرمایا کہ میرے جد حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں، ہم خدا کے پسندیدہ ہیں، ابراہیم غیور تھے لیکن میری غیرت مرتبہ کے لحاظ سے اس سے بالاتر ہے۔ مروان نے کہا اے حسینؑ لو لا فخر کم بفاطمة الزهراء بما كنتم تفخرون ۔ یعنی کہ اگر فاطمہ زہرا تمہاری ماں نہ ہوتی تو تم کس چیز پر افتخار کرتے، کس چیز کو وجہ فخر و مباہات قرار دیتے ہو۔ اصل میں مروان کا یہ مطلب تھا کہ اے حسینؑ تم کو جو فخر حاصل ہے وہ یہی ہے کہ تم فاطمہؑ کے بیٹے ہو ورنہ علی ابن ابیطالب میرے نزدیک شان و مرتبہ نہیں رکھتے۔ پس جبکہ اس غیرت الٰہی نے جب یہ کنایہ اس کی زبان سے سنا تو جوش میں آکر فرمایا: فوثب الحسين وكان شديد القبضة ۔ حضرت نے جست لگائی اور اپنے بازو پر آستین ہٹائی اور امام عالیمقام کے بازوؤں میں قوت بہت تھی یداللہ

کے فرزند تھے پس فقبض علی خلقه قـهـره ۔ یعنی مروان کے گلے کو زور سے پکڑا اور اس کی آنکھیں حلقہ سے باہر آگئیں اور اس ملعون کے سر نحس سے عمامہ زمین پر گر پڑا۔ آپ نے اس کے عمامہ سے اس کو کس دیا یہاں تک کہ اس کے سینہ میں دم گھٹنے لگا بعدہٗ اس کو چھوڑ دیا۔ یہ بھی بیان ہوا ہے کہ اس نے لوگوں سے کہا کہ میری مدد کرو اور مجھے حسینؑ ابن علی سے چھڑاؤ۔ لوگوں کو اس پر ترس آیا اور امام حسینؑ کی خدمت میں التجا کی کہ آپ اسے معاف فرما دیں، امام حسینؑ نے اس کو چھوڑ دیا اور اس کے سر کو دیوار پر مارا۔ اور آپ نے چشم پُرنم کے ساتھ فرمایا اے گروہ مردم تم کو خدا کی سوگند دیتا ہوں بتلاؤ میرے اور میرے بھائی حسنؑ مجتبےٰ کے سوا دنیا میں کوئی اور فرزند پیغمبر خداؐ ہے۔ اور مروان میرے اور میرے پدر عالیقدر کے بارے میں ایسی ناروا باتیں کہتا ہے۔ مروان اپنی جگہ سے اٹھا اور عمامہ سر پر باندھا لباس سے مٹی صاف کی۔ اور مکان سے چل دیا مگر بڑے غیض و غضب میں تھا۔ اس کی چادر زمین پر خط دے رہی تھی۔ اس نے امام حسینؑ کی طرف دیکھا اور کہا اے حسینؑ زمانہ جب میرا سازگار ہوگا تو اس کی تلافی ہو گی۔ افسوس کہ زمانہ نے مروان کا ساتھ دیا اس وقت کہ جب سر مبارک امام غریب شام میں پہنچا اور اس کو دارالامارۂ یزید پر رکھا گیا اور تین گھنٹہ تک لوگ تماشا دیکھتے رہے۔ اسی اثناء میں مروان ملعون بھی آگیا اور جب اس کی نظر سر بریدۂ امام حسینؑ پر پڑی اور اہل حرم حسینؑ کو رسن بستہ دیکھا تو وہ ملعون بہت مسرور ہوا اور ہنسا۔

شیخ فخر الدین منتخب میں رقم طراز ہیں کہ اس ولد الحرام نے از روئے تمسخر یعنی ناز و نخرے کے ساتھ کہا کہ میں نے اسوقت اپنی مراد پالی، میرا دل ٹھنڈا ہو گیا، اور میں یزید کی بارگاہ میں کامیاب و کامران ہوں اور کہا کہ تخت یزیدؑ کے نزدیک

کرسی نشین ہوں گا یہاں تک ایسا ہی ہوا مروان دربار میں موجود تھا اور یزید ملعون حضرت امام حسینؑ کے لب و دندان پر چھڑی مار کر خوش ہو رہا تھا۔ اور یہ کہہ رہا تھا کہ اے حسینؑ عجب خوش لب و دہن ہے اور تیرا چہرہ مثل گُل سرخ ہے اور یزیدؑ چھڑی مار رہا ہے اور میرا دل خوش ہو رہا ہے۔ اے مومنین کرام اگر یہ ولد الزنا کہتا کہ اے یزیدؑ اور چھڑی مار لیکن دربار میں یہودی و نصرانی کہہ رہے تھے کہ اے یزیدؑ چھڑی مت مار یہ فرزند رسولؐ خدا ہے۔

*

معاویہ کا بخیال بیعت یزید مکہ اور مدینہ جانا

اور

احوال قیس بن سعد عبادہ

کتاب احتجاج میں سلیم بن قیس ہلالی سے منقول ہے کہ معاویہ اپنی دور خلافت میں برائے حج عازم مکہ ہوا اور جب وہ مدینہ رسولخدا میں پہنچا تو اہل مدینہ نے اس کا استقبال کیا۔ تمام اہل مدینہ اس موقعہ پر موجود تھے سوائے قریش کے کہ وہ پذیرائی کے لیے نہیں آئے۔ معاویہ نے جب مجمع حاضرین پر نظر ڈالی تو اسے ایک بھی مرد قریش نظر نہیں آیا۔ بایں وجہ وہ دلگیر ہوا۔ جب وہ شہر مدینہ میں پہنچا اور اپنی اقامت گاہ میں قرار کیا تو دریافت کیا کہ انصار میں سے ایک بھی میرے استقبال کو نہیں آیا آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ جواب ملا کہ انصار بہت ہی زیادہ ناگفتہ بہ حالت میں ہیں کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں ہے بایں وجہ زیادہ پریشان ہیں نہ ان کے پاس سواری ہے معاویہ نے کہا کہ ان کے وہ سابقہ اونٹ کیا ہوئے جن پر وہ پانی کی مشکیں بھر کر لاتے تھے اور سواری بھی کرتے تھے۔ قیس بن سعد بن عبادہ انصاری جو کہ انصار ان مدینہ کے سردار تھے یہ سمجھے کہ معاویہ نے از راہ طعن ایسا کہا ہے ابو سفیان نے رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جنگ کی جو کہ بت پرستی کے لیے تھی اور ہم نے خدا پرستی میں اپنے تمام شتر آنحضرتؐ کو جنگ میں کام آنے کے لیے ہبہ کر دیے

کہ سب کے سب وہاں پر ختم ہو گئے۔ حتی ظهر امر الله و انتم کارهون کیا تم نہیں چاہتے کہ دین اسلام قائم ہو۔ خدائے تعالیٰ نے اپنا امر ظاہر کیا۔ یعنی اسلام کو غلبہ حاصل ہو، یہ سن کر معاویہ خموش ہو گیا۔ قیس نے کہا کہ اسے حضرت رسولخدا نے ہمارے فقر و فاقہ اور احتیاج کی ہمیں بشارت دی ہے چنانچہ ہم فقر و فاقہ برداشت کر رہے ہیں۔ معاویہ نے قیس سے سوال کیا تمہیں رسولخدا نے اس سختی و پریشانی میں کس امر کا حکم دیا ہے۔ قیس نے کہا امرنا بالصبر حتی ملقاه یعنی ہمیں حضور نبی اکرمؐ نے صبر کرنے کا حکم دیا ہے یہاں تک کہ ہم رسولِ خدا سے ملحق ہوں معاویہ نے کہا اچھا پھر تو صبر کرو کہ رسولخدا سے ملاقاتی ہو۔ اس کے بعد قیس با دل آزردہ وہاں سے باہر چلے آئے۔ معاویہ اپنے زمانۂ خلافت و سلطنت میں شیعیان علیؑ کے ساتھ کچھ اس طرح پیش آیا کہ وہ نان شبینہ کو محتاج رہے اور طرح طرح کی پریشانیاں برداشت کیں۔ جو شخص بھی معاویہ کے پاس پہنچ گیا اسے ہر طرح کا غلبہ حاصل ہوا یعنی اس سے فائدہ حاصل کیا۔ قیس بن سعد بن عبادہ اصحاب رسولخدا میں جلیل القدر اور صاحب ایمان و ایقان بزرگ تھے۔ لیکن معاویہ نے ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا کیونکہ قیس نے جنگ صفین میں معاویہ کے دل پر داغ چھوڑے ہوئے تھے۔ صاحب استیعاب مالک بن انس سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نگاہ میں قیس کا یہ مرتبہ تھا جو کہ کسی داروغہ کو بادشاہ کی جناب میں حاصل ہوتا ہے علم اسلام کبھی قیس کے ہاتھ میں دیا اور کبھی قیس کے والد سعد کے پاس رہا اور قیس نے میدانِ جنگ میں بڑی جانفشانی دکھائی ہے۔ ثبات قدم سے کام لیا ہے اور بعد وفات آنحضرتؐ یہ جلیل القدر صحابی رسولؐ ملازمت و خدمت حیدر کرار علی مرتضیٰ میں رہا۔ اور اپنے آپ کو حضرت ولایت مآب شاہ اولیا خلیفہ رسولخدا کا مطیع و تابعدار

ہونے کا ثبوت دیا ہے سرمو انحراف نہیں کیا۔

۵

یا علی اما منا و امام	لو انا آتی بها التنزیل
یوم قال النبی من کنت مولاہ	فھذا مولا خطب جلیل
آفتاب کبریاء دریای دُرِ لافتی	فخر آل مصطفیٰؐ منصوص نص ھل اتی
حجت قاطع امام حق امیر المؤمنین	بحر دانش کان مردی مظہر ذات خدا

جنگ صفین میں جب قیس خدمت امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ میں پہنچے تو امیر المومنین بہت خوش ہوئے اور جب قیس کے خدمت امیر المومنین علیؑ میں پہنچنے کی خبر معاویہ کو ملی غمگین و ملول ہوگیا۔ اور کہنے لگا کہ اگر سو ہزار تیغ زن علیؑ کو مل جاتے تو مجھے ذرہ برابر بھی خیال نہ ہوتا مگر یہ کہ قیس بن سعد بن عبادہ جیسا جری، بہادر، تیغ زن علیؑ کے لشکر فتح شیمُ میں موجود ہے اور لشکر اسلام کا یار و مددگار ہے۔

ترجمۂ فتوح ابن اعثم کوفی۔

وارد ہوا ہے کہ جنگ صفین میں کسی روز قیس بن سعد گروہ انصار کو بلایا یعنی جمع کیا اور ان کی مدح و تعریف کی اور فرمایا اے میری قوم خدا کا شکر ہے کہ ہم گروہ انصار وہ ہیں کہ جنھوں نے رکاب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں زیر سایہ علم مرتضوی دشمنوں سے قتال کیا ہے۔ علم اسلام کے دائیں جانب جبرئیل امین تھے اور بائیں جانب میکائیل تھے اور حضرت نبی اکرم قلب لشکر میں تھے اس روز یہ معاویہ اس علم کے سایہ میں تھا کہ اس کا سردار ابوجہل و ابوسفیان اور لشکر شیطان پرست نے جانفشانی دکھلائی یہاں تک کہ امر خدا ہوا آج کا دن بھی اسی دن

کی مانند ہے۔ چنانچہ اس دن حق پیغمبرؐ کے ساتھ تھا اور آج حق وصی پیغمبر علی المرتضیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہے۔ تم لوگ دل و جان سے جنگ کرو تاکہ حق، حقدار کو مل جائے جس پر انصار نے کہا اے سیّد و سردارِ ما آپ بجا فرما رہے ہیں۔ آپ ہمارے سید و سردار ہیں، آپ کے ہم مطیع ہیں۔ قیس نے انصار کو شاباش دی پھر موقع جنگ کا انتظار کرنے لگے کہ طرفین میں صف بندی جنگ ہوئی اور علم جنگ کے پرچم کھل گئے خطیبوں نے خطبات جنگ دیے۔ رجز خوانی شروع ہوئی۔ ہر دو لشکروں میں طبل جنگ بجنے لگا۔ میدانِ کارزار گرم ہوگیا۔ شجاعانِ طرفین میدان میں آگئے۔ فولادی خود نظر آنے لگے۔ تلواریں چمکنے لگیں۔ کوس جنگ بج رہا تھا۔ اس وقت قیس بن سعد بن عبادہ انصاری مثل شیر گرسنہ لشکر معاویہ کی طرف جھپٹے۔ اور تیزی کے ساتھ دشمن پر حملہ کیا کہ اسی ہنگامہ میں قیس کی نظر ایک سواری پر پڑی گمان ہوا کہ شاید معاویہ اس میں سوار ہے کیونکہ یہ سواری بہت شان و شوکت کے ساتھ آراستہ تھی اور حفاظتی انتظامات بھی نمایاں تھے جس سے ان کا گمان یقین میں بدل گیا کہ یہی معاویہ کی سواری ہے اور اس میں معاویہ سوار ہے۔ آپ نے مثل شیر گرسنہ مجمع محافظین کو منتشر کیا، تلوار کھینچی اور اس میں سوار ہونے والے پر وار کیا بعدہٗ معلوم ہوا کہ وہ معاویہ نہیں ہے بلکہ شام والوں میں سے ایک نمایاں شخص ہے کہ جو جلالت و صولت میں مثل معاویہ تھا۔ آپ نے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو ان کی منزل یعنی جہنم رسید کیا۔ پس قیس نے شامیوں کو قتل کیا اور دلیرانہ رجز پڑھا اور جس کسی شخص پر اس کی شمشیر پڑتی تھی ایک کے دو اور دو کے چار کر دیتی تھی۔ میدانِ قتال میں کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ معاویہ ایک بلندی سے دیکھ رہا تھا۔ اہل شام سے کہنے لگا کہ یہ سوار بڑا بہادر ہے اور پے در پے حملہ کر رہا ہے اس کو نگاہ میں رکھو۔ اور

اس سے بچو۔ غرضیکہ قیس کو یہ یقین ہوگیا کہ جنگ کرنے والوں میں معاویہ موجود نہیں ہے قدرے رنجیدہ ہوئے کیونکہ آپ کی یہ دلی خواہش تھی کہ معاویہ کو قتل کریں چاہا کہ معاویہ کے خیمہ تک پہنچیں۔ اسی اثناء میں نصر بن مزاحم کہ واقعہ نگار جنگ صفین تھا کہتا ہے کہ قیس بن سعد صفوف اعداء پر پے در پے حملے کر رہے تھے اور ان کو قتل کر رہے تھے، صفیں الٹ دی تھیں کہ ان کی نگاہ ایک انصار پر پڑی۔ کہ وہ زخمی حالت میں اپنے گھوڑے سے گرا ہوا زمین پہ پڑا ہے۔ نزع کی حالت ہے۔ جب اس کی نظر قیس پر پڑی نحیف و کمزور آواز میں کہا اے سیدی میری آپ سے ایک التجاء ہے قیس اپنے گھوڑے سے نیچے اترے اور اس کے مجروح سر کو اپنی آغوش میں لے لیا، اور اس کو جنت کی بشارت دی۔ سوال کیا کہ کیا حاجت ہے؟ اس نے کہا کہ میرے سرہانے بیٹھ جاؤ کہ میری روح آسانی سے نکل سکے اور زخم ہائے تیر و سنان مجھ پہ آسان ہوجائیں اور میری روح تن خاکی سے جدا ہو۔

مولف کتاب فرماتے ہیں کہ جب کربلا میں امام حسینؑ کے انصار میں سے کوئی شہید ہوتا اور زخمی حالت میں گھوڑے سے زمین پر آتا تو آواز دیتا تھا کہ یا مولا! ادرکنی، اے مولا و آقا مدد کو آئیے اس کا یہ اس وقت یاد کرنا اس لیے تھا کہ اس کی روح بآسانی جدا ہو اور وہ شہید ہونے والا کہتا تھا کہ حسرت رہ گئی۔ آپ کی نصرت اس طرح نہ کر سکا جیسا کہ نصرت کرنے کا حق تھا۔ اعدائے دین چاروں طرف سے حملہ آور ہیں امام حسینؑ اس شہید کے سرہانے تشریف لے جاتے۔ شہید اپنے مولیٰ کی موجودگی میں دنیا سے رخصت ہوتا تھا۔ امام حسینؑ اکثر شہداء کی لاشیں خیمہ میں لاتے اور پھر مقتل میں رکھ دیتے تھے۔ ع

دن کٹ گیا حسینؑ کو لاشیں اٹھانے میں۔

اور جب خود امام مظلوم یک و تنہا رہ گئے اور زخموں سے چور چور گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے کوئی نہ تھا جو امام کے سرہانے موجود ہوتا۔ ایک بہن زینب تھی جو کچھ دور ایک بلند جگہ کھڑی تھی حسرت و یاس سے دیکھ رہی تھی کہ فاطمہؑ کی گود کا پالا ریگ گرم پر پڑا ہے۔ امام العصر علیہ السلام نے اس وقت کی منظر کشی فرمائی کہ جس وقت امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے، زخموں سے چور چور تھے گھوڑوں کی ٹاپوں سے جسم پارہ پارہ تھا۔ شمر ولد الحرام نے سر مبارک جدا کیا۔ زمین کربلا میں زلزلہ آیا۔ فرات کے پانی میں تلاطم پیدا ہوا اور سیاہ آندھیاں چلنے لگیں۔

احوال سعید بن قیس ہمدانی

ہم اس مقام سے احوال مصاحب امام حسینؑ شروع کرتے ہیں کہ سعید بن قیس ہمدانی، فرزند قیس بن سعد بن عبادہ ہے جو کہ محبت و اطاعت امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام اپنے پدر بزرگوار قیس بن سعد کا آئینہ دار ہے اسے بھی غلامیٔ حیدر کرار پہ فخر تھا اور اس نے بھی جنگ صفین میں امیر المومنین علیہ السلام کی طرف سے افواج معاویہ سے جہاد میں بڑی جوانمردی دکھلائی ہے اور تیغ زنی کے جوہر دکھلائے ہیں سعید کا پدر عالیقدر قیس بن سعد بن عبادہ انصار کا سید و سردار اور رئیس قبیلہ تھا اور سالار قبیلہ ہمدان تھا اور ہمدان والے لوگ ایسے تھے کہ جن کی گھٹی میں محبت و ولائے مرتضوی حل کی ہوئی تھی اور یہ لوگ یمن کی طرف سے آئے تھے یمن والے بھی مطیع و جانثاران اہلبیتؑ طاہرین تھے۔ کتاب سفر السعادہ میں جو کہ شیخ مجد الدین فیروز آبادی شافعی صاحب قاموس اللغت ہیں لکھتے ہیں کہ بیہقی نے باسناد صحیح خود روایت

کی ہے کہ جب شاہ ولایت علی مرتضےٰ نے یمن کو فتح کیا تو سب سے پہلے قبیلۂ ہمدان مشرف باسلام وایمان ہوا اور اس فتح کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی تو سرورِ کائنات نے سجدہ شکر ادا کیا اور ہمدان والوں کے لیے دعائے خوشحالی مانگی اور فرمایا کہ السلام علیٰ ہمدان۔ یعنی ہمدان والوں پر خدا اور میری سلامتی ہو۔ اور جب آنحضرت کو یہ معلوم ہوا کہ ہمدان والے حضرت امیرالمؤمنین علی ابن ابیطالبؑ سے زیادہ محبت وعقیدت اور جذبۂ اطاعت رکھتے ہیں آنحضرتؐ بہت خوش ہوئے اور ان لوگوں پر سلام بھیجا۔ کتاب انساب سمعانی لکھا ہے کہ ہمدان بہ فتح ہا (یعنی ہ پر زبر) و سکون میم و دال مہملہ۔ یمن میں ہمدان ایک قبیلہ ہے اور اس قبیلہ کے لوگ کوفہ میں وارد ہوئے اور سکونت اختیار کی۔ ان لوگوں کا سلسلۂ نسب بہ قحطان پہنچتا ہے اور ہمدان کے اکثر حصّے ہیں اور ہر ایک بطن یعنی حصّہ ایک جماعت ہے یعنی ہمدان کی آبادی حصوں پر منقسم ہے اور اس تمام آبادی نے حضرت امیرالمؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام دستِ حق پرست علی مرتضیٰ بیعت کی ہے اور خصوصاً جنگ صفین میں ان قبیلوں کا سپہ سالار سعید بن قیس تھا۔ حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام نے سعید بن قیس کی تعریف بھی فرمائی ہے بلکہ کچھ اشعار اس کی مدح میں بیان فرمائے ہیں جنہیں قاضی میر حسین بیدی نے شرح دیوان میں نقل کیا ہے اور ہم وہ ابیات درج کرتے ہیں۔ ثقہ روایات، ابن اعثم کوفی وغیرہم نے بیان کیا ہے کہ جنگ صفین کے روز حضرت امیرالمؤمنین علی ابن ابیطالب مصروف پیکار تھے اور بذات خود تیغ زنی فرما رہے تھے۔ قتال کا یہ عالم تھا الحذر الحذر کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ جنگ وجدال کی گرد آسمان تک پہنچ رہی تھی۔ عمر بن حصین سکونی نامی شخص جو کہ معاویہ کی طرف سے جنگ کر رہا تھا ایک خون آشام نیزہ امیرالمؤمنین علیہ

السلام کے عقب میں آیا اور چاہا کہ نیزہ سے وار کرے اور حضرت امیرالمؤمنین کا کام تمام کرے کہ ناگاہ سعید بن قیس کی نگاہ پڑی اور سعید اس نامرد کی طرف جھپٹا اور تلوار کا وار کیا اور وہ بدبخت تلوار کے ایک ہی وار میں جہنم رسید ہوا۔ اس وقت سعید نے کہا:

اَلَا بَلِّغَ مُعٰوِیَۃَ بن صخر   ورجم الغیب یکشفہ الظنونا

بانا لانزال لکم عدوا   طوال الدھر ماسمع الحنین

المتران والدنا علی   ابو حسن ونحن لہ بنون

وانا لانرید بہ سوا   وذالک الرشد والحظ الثمین

یعنی معاویہ کو خبر دو کہ تیرے گمان نے خطا کی یعنی تیرا ہمارے بارے میں قیاس غلط نکلا ہم تو ہمیشہ سے تجھ سے عداوت رکھتے ہیں اور کیا تو نہیں دیکھتا کہ ہمارے پدر حضرت حیدر کرار ہیں جو اسد اللہ ہیں اور ہم ان کے نزدیک بمنزلہ اولاد ہیں اور ان کے علاوہ ہم ان کے غیر کو مولیٰ نہیں جانتے۔ اور ان کے غیر کو مولیٰ سمجھنا پسند نہیں کرتے بس ہمیں یہی سعادت کافی ہے یعنی کہ ہمارے مولا علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں (جن کے مولیٰ ہونے پر واقعہ غدیر خم، حدیث من کنت مولاہ فہٰذا علی مولاہ، گواہ ہے) معاویہ کو جب عمر بن حصین کے واصل جہنم ہونے کی خبر ملی۔ اور سعید بن قیس کے اشعار اس تک پہنچے۔ اس نے ذوالکلاع حمیر کو طلب کیا۔ اور کہا کہ قبیلۂ یحصب کے پاس جاؤ اور گروہ کندہ اور لشکر لخم، اور حیّ جذام اور خود سپاہ علیؑ سے حرب وضرب کرو۔ اور عمر بن حصین کا خون طلب کرو۔ اور خصوصاً ہمدان والوں سے انتقام لو۔ چنانچہ ذوالکلاع حمیری کہ بلند قامت تھا۔ آہنی اسلحہ اور زرہ وخود وغیرہ پہن کر نکلا۔ اس قدر آہنی زرہ وغیرہ پہنے ہوئے تھا کہ سوائے

اس کی آنکھوں کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہیں آتا تھا۔ میدان قتال کا رُخ کیا طبل دشمن کی طرف سے بجا۔ گرد و بلند ہوا۔ جب حضرت علی المرتضیٰ نے دیکھا کہ ذوالکلاع، حصیب اور لخم، اور حیّ جذام لشکر حق کی طرف آ رہے ہیں تو حضرت امیر المومنین نے با آواز بلند فرمایا کہ آل ہمدان کہاں ہیں کہ یہ گروہ میری طرف آ رہا ہے۔ یک مرتبہ لشکر ہمدان نے لبیک کہا کہ یا امیر المؤمنین ہم حاضر ہیں۔ مولائے مؤمنین فرماتے ہیں۔ ؎

الحرش کہ من پایۂ ایوان جلالت ❁ خورشید فلک مشعلۂ صف نعالت
تو یار ہمی خواہی و یاراں دو گیتی ❁ محو ند در اندیشہ سودائی جلالت
دُفادیت منہم دعوۃ ناجا نبہ ❁ فوارس من ہمدان غیر لئام
فوارس من ہمدان لیس بعزل ❁ غداۃ الوغا من لشکر د شبام

پس لشکر کے جوانمرد خون آشام خنجر اور تلوار و نیزہ سے لیس خدمت مولائے کائنات میں حاضر ہوئے اور کہا اے مولا ہم جانثار حاضر ہیں۔ مولا نے فرمایا دیکھتے ہو کہ یہ سیل عداوت ہماری طرف آ رہا ہے اور معاویہ نے ان کو ہم سے قتال کے لیے بھیجا ہے اور معاویہ کا مقصود یہ ہے کہ قبیلۂ ہمدان سے عمر بن حصین کے خون کا بدلا لیا جائے۔ یہ لوگ تم سے حرب کرنے آ رہے ہیں۔ اے دوستو! اے میرا دم بھرنے والو! خدا کی قسم ہے کہ جنت میرے ہاتھ میں ہے یعنی میں قاسم جنت و نار ہوں۔ سعید بن قیس نے دست حیدر کرار چوما اور شمشیر صاعقہ کردار غلاف سے نکال کر ان گمراہوں کی طرف رجز پڑھتا ہوا بڑھا۔ حملہ پر حملہ کیا اور زمین کو ان منافقوں کے خون سے رنگین کر دیا اور اس بہادر سپہ سالار نے نصرت حق میں ایسا قتال و جدال کیا کہ حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے سعید بن قیس کو داد شجاعت دی اور سعید بڑے صبر و تحمل اور شیرانہ حملہ کرتے

رہے۔ وہ میدان رزم، بزم بن گیا۔ دشمنوں کے قدم اُکھڑ گئے۔ میدان صاف ہو گیا اور شبیر بیشۂ حیدر کرار میدان قتال میں جھومنے لگا۔ منافقین کی جماعت پراگندہ ہو گئی خوشا حال شاہ اولیا کہ میدان کربلا میں آپ کے رفقاء نے دشمنوں کو آپ سے دُور رکھا۔ مگر واحسرتا کہ حسینؑ غریب۔ تشنہ دین حسینؑ، بے نوا حسینؑ میدان جنگ میں ہزاروں اعدائے دین سے قتال کر رہے تھے اور عزیز و اقارب اور اصحاب باوفا جام شہادت پی کر مقتل میں سو رہے تھے۔ کون تھا کہ امام حسینؑ کی مدد نصرت کرتا۔ امام حسینؑ نے استغاثہ بلند کیا هل من ناصر ينصرني، هل من معين يعينني، هل من مغيث يغيثني، هل من مجير يجيرني — کجا حضرت امیر المومنین کہ چھ بھائیوں اور تین بیٹوں کا داغ اٹھایا اور کجا امام حسینؑ کہ بھائیوں بیٹوں بھتیجوں اور بہن کی اولاد کا زخم اٹھایا۔ اصحاب و انصار کا داغ اٹھایا۔ اور یہ سب کے سب حسینؑ کی نگاہ سامنے ٹکڑے ٹکڑے ریگ گرم پہ پڑے تھے۔ جنگ صفین میں ایک نامرد نے عقب سے حضرت علیؑ پر وار کیا اور اس وقت سعید بن قیس اور دوسرے آل ہمدان کمین گاہ سے جھپٹے اور اس ملعون کو واصل جہنم کیا۔ کاش کربلا میں امام حسینؑ استغاثہ بلند کر رہے ہیں اور ایک مسلمان بھی آواز استغاثہ پر لبیک کہنے والا نہ تھا۔ الا لعنة الله على القوم الظالمين۔

احوال حجر بن العدی الکندی الکوفی رضوان اللہ علیہ

کتاب مجالس المؤمنین سلیم بن قیس ہلالی سے روایت ہے کہ معاویہ نے اپنی خلافت و حکومت کے زمانہ میں یہ اعلامیہ جاری کیا کہ جو شخص علیؑ اور اولاد علیؑ کی ایک فضیلت بھی بیان کرے گا۔ میں اس سے بیزار ہوں اور اس شخص کا

ال اور خون پامال کیا جائے گا۔ چنانچہ اس اعلان کے بعد اکثر شیعیان علی ابن ابیطالبؑ پر ظلم و مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اکثر کو قتل کیا گیا اور مال و اسباب لوٹ لیا گیا اہل کوفہ میں جو سرائے امیر مومناں تھے ان کے ساتھ بھی یہی سلوک روا کیا گیا۔ اسی غرض سے معاویہ زیاد بن سمیہ کو حکومت عراق کا گورنر مقرر کیا کہ وہ دشمن علیؑ و آل نبیؐ تھا۔ قتل و غارت کرنے میں دریغ نہ کیا۔ میرے قلم میں طاقت نہیں کہ اس ملعون کے مظالم تحریر کرے۔ اس نے اکثر ضعیف لوگوں کو قتل کیا اور جوانوں کو درختوں میں لٹکا کر ان کے شکم چاق کیے۔ ان ہی لوگوں میں سے حجر بن العدی الکندی الکوفی بھی ہیں کہ ایک شقی نے ان کی چغلی معاویہ کے سامنے کھائی اور اس سبب سے وہ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ حجر بن العدی اکابر صحابہ میں سے تھے باوصفکہ یہ زمانہ آنحضرت میں صغر سنی کے عالم میں تھے مگر ان کا شمار بزرگ صحابہ میں ہوتا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ ان کے ایمان و ایقان کا لازمی نتیجہ تھا۔ صاحب استیعاب نے تحریر کیا ہے کہ حجر بن العدی الکندی الکوفی مستجاب الدعوۃ اور صاحب کرامات تھے یعنی ان کی دعا خدا کی بارگاہ میں قبول ہوتی تھی۔ آپ نے علم معرفت حضرت باب مدینۃ العلم علی المرتضیٰ علیہ السلام سے حاصل کیا تھا اور جنگ صفین میں ہمرکاب حضرت امیر المومنین علیہ السلام تھے اور لشکر کندہ کی سالاری ان کے سپرد تھی اور جنگ نہروان میں حجر کندی لشکر امیر المومنین کے سردار امیر تھے۔ علامہ حلی قدس سرہٗ نے تحریر کیا ہے کہ حجر کندی اصحاب امیر المومنین سے تھے۔ اور اپنے وقت کے ابدال تھے۔ یعنی صاحب کشف و کرامات تھے اور اکثر کرامات ظہور میں آئی ہیں۔ صاحب روضۃ الصفا نے لکھا ہے کہ حجر بن العدی کے قتل ہونے کا یہ سبب ہے کہ معاویہ کی طرف سے مغیرہ بن شعبہ والی کوفہ تھا۔ وہ ایک روز منبر پر گیا۔ اور حضرت ولی اللہ العالمین

امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی شان اقدس میں ناروا الفاظ کہے اور بزرگان بنی ہاشم کو بھی ایسا ہی کہا اور عثمان کے لیے دعا و امرزش کی۔ حجر بن العدی جوش ولاء مرتضوی میں سرشار تاب نہ لا سکے اور مغیرہ کو ناروا الفاظ سے مخاطب کیا اور کہا تو مردود بارگاہ خدا و رسولؐ ہے۔ مغیرہ نے پھر بھی دوسرے جمعہ کو اسی قسم کا اعادہ کیا۔ یہ دیکھ کر حجر بن العدی آب دیدہ ہوئے اور ان کے اصحاب بھی ان کے ساتھ غم دیدہ ہوئے۔ مغیرہ منبر سے اترا۔ اور دار الامارہ گیا اور پانچ ہزار درہم حجر بن الکندی کے گھر بھیجے، اور اکثر لوگوں نے مغیرہ کو سخت سست کہا کہ تجھے کیا ہو گیا کہ تو اس امر کا ناروا مرتکب ہوا۔ اس نے لوگوں سے کہا کہ میں نے اس کی تلافی کر دی ہے۔ اور حجر بن العدی سے اغتصاب کیا جائے گا۔ کچھ عرصہ گزرا ہوگا کہ معاویہ نے مغیرہ کی جگہ ابن زیاد ملعون کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا۔ یہ ملعون دشمنیٔ آل رسولؐ میں مشہور تھا۔ اس ملعون نے بھی حضرت امیر المومنین کی شان میں سب و شتم کیا۔ حجر بن العدی نے پھر مزاحمت کی اور اس کو منع کیا کہ ایسا نہ کرے۔ تقریباً چھ ماہ بعد ابن زیاد نے بصرہ کا رخ کیا اور اپنی جگہ عمرو بن حریث کو چھوڑ گیا۔ عمرو نے بھی روز جمعہ خطبہ دینا چاہا کہ حجر بن العدی اور ان کے اصحاب نے اس کو سنگسار کیا اور اس کو خوب زد و کوب کیا۔ عمرو منبر سے نیچے آیا اور مانند سگ دیوانہ اپنی راہ لی۔ دار الامارہ پہنچ کر دروازہ بند کر لیا اور ابن زیاد کو سارے واقعہ کا خط لکھا۔ ابن زیاد خط پڑھ کر کوفہ آیا اور تخت پر بیٹھا۔ سرداران کوفہ حاضر ہوئے اور سب سے پہلے محمد بن اشعث بن قیس کندی اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ انھوں نے سلام مسنون ادا کیا مگر ابن زیاد غضب آلود لہجہ میں بولا: لا سلام اللہ علیك لا مرحبا بك۔ اسی دوران حجر بن عدی کو حاضر ہونے کیلئے کہا۔ محمد نے کہا اے امیر سب جانتے ہیں کہ میرے حجر بن العدی کے ساتھ اچھے تعلقات

نہیں ہیں اور تو بھی جانتا ہے کہ میری اور ان کی آپس میں عداوت ہے۔ جریر بن عبداللہ کہنے لگا اے امیر میں اس کو لاتا ہوں بشرطیکہ تو اس کو معاویہ کے پاس نہ بھیج دے جو کچھ معاویہ ان کے حق میں کرے گا اسے اختیار ہے۔ ابن زیاد نے جریر بن عبداللہ کی اس شرط کو قبول کر لیا اور جریر اپنے ہمراہ حجر بن العدی کو لے آئے۔ اور زیاد نے ان کو قید کر دیا اور حکم دیا کہ حجر بن العدی کے یار و انصار سب حاضر کیے جائیں وہ سب لوگ لائے گئے اور ان کو زنجیروں سے جکڑ دیا۔ اور حکم دیا کہ ان میں سے سو اشخاص پابہ جولاں معاویہ کے پاس بھیجے جائیں۔ جب یہ لوگ شام سے کوئی چار فرسخ کے فاصلہ پر پہنچے معاویہ کے حکم سے وہ سنگسار کیے گئے۔ وہ حجر بن العدی اپنے ہمراہیوں سمیت شہید ہو گئے۔ اور یہاں تک وارد ہوا ہے کہ ان لوگوں کو بے غسل و کفن دفن کر دیا گیا۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ معاویہ نے شام میں حجر بن العدی کو قتل کرنے کے بعد ان کو دفن کر دیا تھا۔ کتاب احتجاج میں صالح بن کیان سے مروی ہے کہ جس سال معاویہ نے حجر کو قتل کیا اور ان کے ساتھیوں کو بھی قتل کیا، اسی سال وہ حج کے لیے بھی گیا اور حج کو جاتے ہوئے مدینہ رسول خدا میں حضرت امام حسینؑ سے ملا۔ اور کہا کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے حجر بن العدی اور ان کے اصحاب کے ساتھ کیا کیا ہے کیونکہ وہ تمہارے بابا علیؑ کے شیعوں میں سے تھا۔ امام حسینؑ نے فرمایا تم خود ہی بیان کرو کیا سلوک کیا ہے؟ معاویہ نے کہا کہ ان کو قتل کر کے غسل و کفن دیا اور دفن کر دیا۔ امام حسینؑ مسکرائے اور بطور طعن فرمایا کہ وہ قوم روز قیامت تجھ سے مخاصمہ کرے گی۔ اور تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ اگر ہم تیرے گروہ کے آدمیوں کو قتل کرتے تو نہ ان کو غسل دیتے نہ کفن دیتے اور نہ ہی دفن کرتے۔ یہ باتیں ابن زیاد نے بھی سنیں کہ حضرت امام حسینؑ نے معاویہ سے ایسا ایسا کہا ہے۔ جب امام حسینؑ نے مدینہ چھوڑا

اور کربلا پہنچے تو ابن زیاد نے عمر بن سعد کو کربو سالار لشکر بنا کر بھیجا اور اس سے کہا کہ جب فرزند رسولؐ خدا قتل ہو جائے تو نہ ان کو کفن دینا اور نہ دفن کرنا بلکہ ان کے لاشہ کے ہاتھ قطع کرنا۔ ایسا ہی ہوا کہ ابن سعد نے لاشہائے شہدا ریگ گرم پر پڑے چھوڑ دیے اور اپنے کشتہ ہائے نجس کو غسل و کفن دے کر دفن کیا۔ اور پاکیزہ لاشے زمین پر پڑے رہے۔

ابتلاء محبان خدا اور احوال عمرو بن الحمق خزاعیؓ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب خدا کسی بندے کو عزت و کرامت عطا فرماتا ہے تو اس کو کسی نہ کسی امتحان میں ڈال دیتا ہے

یعنی خداوند تعالیٰ اس کے تن و بدن کو مبتلا بامراض و آلام کر دیتا ہے اور مختلف طور پر اس کا امتحان ہوتا ہے۔ پس اگر اس نے صبر کیا تو درجات میں بلندی ہے اور وہ بندہ ثواب کا مستحق ہے اور یہ امور روز ازل نوشتہ ہوتے ہیں۔ پراگندگی و غضب ہونا بلندی و نزول ہو، ارجمندی و پستی لکھ دی جاتی ہے تاکہ خدا اس کا امتحان لے کہ وہ کس صبر و شکر کرنے والا ہے۔ کبھی ابتلاء تلف مال کی صورت میں کبھی ابتلاء اولاد کے جدا ہو جانے کی صورت میں ہوتا ہے پس وہ بندہ اگر صبر کرے تو صابروں میں محسوب ہوتا ہے اور اس کو بارگاہ خدا سے ثواب و کرامت عطا ہوتی ہے اور اس کو بواسطہ صبر ز تکالیف درجہ رفیعہ ملتا ہے۔ سچ تو یہی ہے کہ بلند مرتبہ بغیر امتحان نہیں ملتا۔

؎ ہر بلائی را عطائے با دست — ہر کدورت صفائی در پی است
زیر ہر رنجی است گنجی معتبر — خار دیدی چشم بکشا گل نگر

پس انسان کو چاہیے کہ کسی راہ عارف درگاہ پر چلے اور اس بارگاہ کا قرب

تلاش کرے اور جب اس کو معنوی درجہ بلند ملے تو بلاء و ابتلاء کے لیے تیار رہے۔ جیسا کہ انبیاء و اولیاء کا شیوۂ قبولیت بلا ہے۔ چنانچہ انبیاءؑ و اوصیاءؑ نے طرح طرح کی بلا برداشت کی۔ اسی طرح شیعیان علی ابن ابیطالب علیہ السلام بھی بلاء و ابتلاء میں ڈالے جاتے ہیں اور ان کا امتحان لیا جاتا ہے اور وہ صبر کرتے ہیں تو پھر درجات محبت و اطاعت امیر مؤمناں نصیب ہوتے ہیں۔

مروی ہے کہ عمرو بن الحمق خزاعی انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک رہے ہیں اور نصرت و یاوری کے جوہر دکھلائے ہیں اور علوم معرفت اور حدیث کے بڑے عالم تھے۔ شیخ ابوعمرو کشی لکھتے ہیں کہ ایک وقت آنحضرتؐ نے کچھ سپاہی کسی گروہ کی طرف بھیجے اور فرمایا کہ فلاں وقت شب کو کم سونا اور بائیں جانب متوجہ ہونا کہ اسی اثناء میں ایک مرد نمودار ہوگا وہ تم کو راستہ بھی بتلائے گا اور اس کا نام عمرو بن حمق خزاعی ہوگا۔ جب وہ ملے تو میرا سلام اس کو پہنچانا اور اس سے کہنا کہ تم اگر طلب حق کی جستجو میں ہو تو جلدی کرو مدینہ میں رسولؐ خدا کا ظہور ہوا ہے اور اس کی دعوت حق قبول کرو۔ جب وہ جماعت اس راستہ پر پہنچی کہ جہاں کی نشاندہی آں حضرتؐ نے فرمائی تھی وہاں راستہ پر قیام کیا اور بجانب چپ متوجہ ہوئے دیکھا کہ عمرو بن الحمق خزاعی نمودار ہوئے۔ اس سے ان لوگوں نے راستہ دریافت کیا۔ عمرو نے کہا کہ میں تم لوگوں کو راستہ اس شرط پر بتلاؤں گا کہ تم پہلے میرے مہمان رہو اور ہمارے ساتھ ماحضر تناول کرو۔ ان سپاہیوں نے قبول کیا اور ان کے مہمان ہوئے۔ جب وہاں سے اٹھے تو راستہ کی نشاندہی بھول گئے اور آنحضرتؐ کا سلام پہنچانا یاد نہ رہا اور نہ ہی آنحضرتؐ کی بعثت کا اظہار کر سکے۔ عمرو بن حمق خزاعی نے ان سے خود دریافت کیا آیا رسولؐ خدا کا ظہور ہو چکا ہے یا نہیں؟ ان لوگوں نے

کہا کہ رسولؐ خدا مبعوث ہو چکے ہیں مدینہ تشریف فرما ہیں اور آنحضرتؐ نے تم کو سلام بھی کہا۔ یہ سن کر عمرو بہت خوش ہوئے اور متوجہ بطرف مدینہ ہوئے کہ شرف قدم بوسی حاصل کریں۔ مدینہ پہنچے دست نبویؐ پر مشرف باسلام ہوئے اور مدت تک خدمت آنحضرتؐ میں رہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم اپنے قبیلہ میں جاؤ اور تبلیغ دین اسلام کرو ان کو دعوت حق دو۔ عمرو اپنی قوم کی طرف گئے اور قوم کو دعوت اسلام دی جو مشرف باسلام ہوئی۔ اسی دوران خلافت رسولؐ خدا اپنے مرکز پر ظاہر ہوئی۔ یعنی حضرت امیر المومنین علی بن ابن ابیطالبؑ خلیفہ رسول مقرر ہوئے اور پھر عمرو بن حمق خزاعی حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کا شمار آنجنابؑ کے اصحاب خاص میں ہونے لگا اور نہروان، جمل و صفین میں امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر رہے اور منافقین سے حرب و قتال کیا اور جب حضرت امیر المومنین مسجد کوفہ میں ابن ملجم کی ضرب سے شہید ہو گئے تو اکثر شیعیان علیؑ اور عمرو بن حمق اموی ظلم و جور کی وجہ سے ایک غار میں چھپ گئے۔ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا کہ عمرو بن حمق خزاعی رسولؐ خدا کے صحابی خاص، عبد صالح اور ابتلاء رسیدہ تھے۔ ان کا بدن کثرت عبادت و ریاضت سے کمزور ہو گیا تھا رخساروں پر زردی کے آثار ہویدا تھے۔ مومن و دیندار، شب زندہ دار تھے۔ آپ غار میں مخفی تھے کہ ابن زیاد ملعون کو خبر ہو گئی اس نے ان کو قتل کرنے کے لیے سپاہی بھیجے وہ لوگ پہنچے تو عمرو نماز پڑھ رہے تھے کہ اسی حالت میں الکا سر جدا کر دیا اور نیزہ پر نصب کر کے ابن زیاد لعنہ کو ہدیہ کیا اور پھر معاویہ کے پاس لے گئے۔ کتاب استیعاب میں ہے کہ پہلا سر اسلام میں جو نیزہ پر شہر شہر پھرایا گیا عمرو بن حمق خزاعی کا سر تھا اور اس کے بعد ۶۱ھ میں حضرت امام حسینؑ کا سر بریدہ نیزہ پر نصب کیا گیا اور کوفہ و شام میں تشہیر کیا گیا۔

ابتلاء اولیاء اللہ و مقرّبان بارگاہ کبریا

ای بہ تیغ ابتلاء خون محبان * آبروی عاشقاں خود فراواں ریختہ
دلبراں ہرگز نریزید آبروی عاشقان * دلبر خون عاشق صد ہزاراں ریختہ
طرفہ ترکز ہر قتلش صد ہزاران جانفشاں * سر بکف نہادہ اشک از چشم گریاں ریختہ

کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوال کیا یارسول اللہ ای الناس اشد بلاءً۔ یعنی یارسول اللہ کہ انسانوں کے لیے کونسی ابتلاء (یعنی مصیبت میں مبتلاء ہونا) شدید تر ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء اللہ کہ خداوند عالم کے بزرگ بندے ہیں اور محرم حریم قدس ہیں ان کی ابتلاء سب سے عظیم ہے۔ ثم الاولیاء الامثل فالامثل۔ پس انبیاء کی ابتلاء سخت تر ہے یعنی ان کا امتحان منجانب خدا عظیم و سخت تر ہے اور ان کے بعد اولیاء اللہ کا نمبر ہے کیوں کہ اولیاء خدا انبیاء سے مشابہت رکھتے ہیں اور وہ شیعیان علیؑ و محبان علیؑ ہیں۔ پس ابتلاء اولیاء اللہ میں ہزاروں دل کباب ہوجاتے ہیں اور ہزاروں آنکھیں پُرآب ہوجاتی ہیں اور سرسوختہ زاویہ سے سطوت و جلالت خداوندی ظاہری ہوتی ہے۔ کون نبی ایسا ہے کہ جو معرض امتحان میں نہ پڑا ہو اور کون ولی ایسا ہے کہ جو ابتلاء میں نہ پڑا ہو۔ چنانچہ حضرت آدمؑ، نوحہ نوحؑ، آتش خلیلؑ، ذبح اسمٰعیل، گریہ یعقوبؑ اور امتحاب صبر ایوب، سرگردانی موسیٰؑ اور گرفتاری عیسیٰ ابن مریم ہماری نگاہ کے سامنے ہے۔ فراق زکریا پیغمبر اور تیغ برحلقوم یحییٰ بھی ابتلاء کی نشانیاں ہیں حتیٰ کہ لب و دنداں سرور انبیاءؐ کا مجروح ہونا، اور سر مبارک علی مرتضیٰ پر ضرب لگنا کہ جس سے آپ کی شہادت واقع ہوئی

سر خشک و درد آلود بتول عذرا اور زہر سے جگر حسن مجتبیٰ کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا اور حضرت سید الشہداء امام حسینؑ کا طرح طرح کی مصیبتیں برداشت کرنا یہ سب ابتلاء منجانب خدا ہیں کہ ان سب کے درجات بلند ہوں ؎

عالم زبلاہای تو محنت کدہ ہاست!
دین محنت و غم نصیب ہر دل شدہ ہاست
ہر جا کہ نگہ میکنم اندر رہ تو
دل خون شدہ و سوختہ و غم زدہ ہاست

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ابتلاء یعنی درد و بلا اور مصائب کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے: ما اوذی نبیٌ مثل ما اوذیت یعنی کہ مجھ پہ ایسی مصیبتیں پڑی ہیں کہ کسی نبی پر ایسی نہیں پڑیں حتیٰ کہ دندان مبارک شکستہ ہوئے جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے۔

اور آنحضرتؐ کے بعد جس قدر مصائب آپ کے اہل بیتؑ طاہرین پڑے ہیں کہ روز و شب مصائب میں گزرے حتیٰ کہ اگر لقمہ بھی کھانا ہے تو اس میں اثر زہر پایا ہے۔ اکثر کشتہ تیغ ہوئے۔ اکثر کو اعدائے دین نے زہر دیا اکثر کو قید رکھا۔ اگر ان کے مزارات پر نظر ڈالیں تو کوئی معصوم کسی جگہ دفن ہے اور کوئی معصوم کسی دوسری جگہ دفن ہے۔ ان کے مزارات کی نشاندہی، نجف و کربلا، کاظمین و سامرہ، جنت البقیع اور کوفہ ہے۔ شیخ صدوق علیہ الرحمۃ منتخب فرماتے ہیں کہ ائمہ اثنا عشر شہید خون جگر دنیا سے گئے ہیں یعنی بے پناہ مصائب برداشت کیے ہیں۔ قتل علی ابن ابیطالبؑ کہ حالت نماز میں ضرب لگی۔ شہادت حسن مجتبیٰ زہر سے ہوئی جو شہادت سرّی ہے۔ امام حسینؑ کربلا میں شہید ہوئے جو شہادت

جھری سا ہے۔ امام زین العابدین علیہ السلام کو ولید نے زہر دیا۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو ولید کے فرزند نے زہر دیا۔ امام جعفر صادق کو منصور نے زہر دیا۔ امام موسیٰ کاظم کو ہارون رشید نے زہر دیا۔ اور امام رضا علیہ السلام کو مامون رشید نے زہر دیا۔ امام محمد تقی علیہ السلام کو معتصم نے زہر دیا، امام علی نقی علیہ السلام کو معتز عباسی نے زہر دیا اور امام حسن عسکری علیہ السلام کو معتمد عباسی نے زہر دیا۔ اور حضرت امام العصر کو بھی متوکل نے زہر دینا چاہا مگر آپ بحکم خدا لوگوں کی نگاہوں سے غائب ہوئے جسے غیبت صغریٰ کہتے ہیں اور اب غیبت کبریٰ کا دور ہے جب ظہور فرمائیں گے تو آپ کی شہادت بھی زہر سے واقع ہوگی: اللهم العن اول ظالم ظلم حق محمد و آل محمد۔ شیخ صدوق فرماتے ہیں کہ اگر تو یہ جاننا چاہتا ہے کہ سب سے اوّل ظلم کس نے کیا ہے آل محمدؐ پر دروازۂ ظلم و ستم کس نے کھولا ہے۔ پس خلافت علیؑ پر نظر کر۔ نبی پاک کی دختر فاطمہ زہراؑ کو باپ کی میراث سے محروم کیا اور دروازہ پہلو معصومہ پر گرایا گیا۔ محسن شکم مادر میں شہید ہوئے۔ سعد بن عبادہ مالک بن نویرہ کو قتل کیا گیا۔ اور رسی سلمان فارسی کی گردن میں ڈال کر کھینچا گیا۔ عمار یاسر کے شکم پر چوب ماری گئی۔ پہلوئے عبداللہ بن مسعود شکستہ کیا گیا۔ ابوذرؓ کو شہر بدر کیا گیا۔ عمار بن قیس کو جلا وطن کیا گیا۔ اشتر نخعی کو مسافرت پر مجبور کیا گیا۔ عدی بن حاتم طائی کو مدینہ سے باہر کر دیا۔ محمد بن ابوبکر کو قتل کیا گیا۔ عثمان بن حنیف کو تکالیف دیں۔ کعب بن جبل کو ذلیل و خوار کیا گیا۔ شریح اور ابن ہانی کو قتل کیا گیا۔ یہ سب کے شیعیان علیؑ ہونے کے جرم میں شہید کیے گئے۔ ان کے علاوہ بہت سے بیگناہوں کے خون بہائے گئے۔ ذرا اموی اور عباسی دور کی تاریخ دیکھو تو معلوم ہو جائے گا کہ ظلم کی انتہا کرنے والا کون ہے۔ اور ان مظالم کی مشق کرنے والا معاویہ اور

انتہا کرنے والا ابن معاویہ ہے۔ معاویہ وہ شخص ہے کہ جس نے حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب سے کھلم کھلا دشمنی رکھی اور حکماً اصحاب علیؑ کو قتل کرایا۔ عمار یاسر۔ زید بن صوحان۔ اویس قرنی، مالک اشتر، محمد ابن بکرؓ اور خون ہاشم وغیرہم یہ سب ظلم و ستم معاویہ شاہی کا نتیجہ ہے۔ خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین کو شہید کیا۔ عبدالرحمٰن بن حسان اور ان کی مثل دوسرے لوگوں کو فنا کر دیا اور زیاد بن سمیہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا کہ وہ دشمن اہلبیتؑ تھا۔ کوفہ اور بصرہ میں شیعیان علیؑ زیادہ تھے۔ اس نے چن چن کر ان کو شہید کیا۔ معاویہ نے جعدہ بنت اشعث زوجہ امام حسنؑ کے ذریعہ امام حسنؑ مجتبیٰ علیہ السلام کو زہر دلوایا جس سے جگر امام حسن پارہ پارہ ہو گیا۔ معاویہ ہی کے ظلم سے جگر حسنؑ مجتبےٰ چاک چاک ہوا اور امام حسین نے اپنے برادر کی جدائی کا صدمہ اٹھایا۔ روایت میں ہے کہ امام حسن پر جب زہر نے اثر کیا آپ نے طشت منگایا اور اس میں آپ کے جگر کے ٹکڑے رکھے گئے۔ اور امام حسنؑ کے جنازہ پر تیر بھی برسائے گئے۔ آپ کو روضۂ رسولخدا میں دفن نہ ہونے دیا۔ اور پھر آپ کا تابوت جنت البقیع میں لایا گیا اور وہیں دفن کیا گیا۔

مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ اگرچہ یہ کتاب احوال حضرت خامس آل عبا امام حسینؑ پر مشتمل ہے۔ کتاب احوال امام حسن مجتبےٰ علیہ السلام اور احوال حضرت علی المرتضیٰ اور احوال سیدۂ عالم علیٰحدہ علیٰحدہ درج کیے گئے ہیں لیکن بقدر ضرورت اس کتاب میں بھی ذکر کیا گیا ہے تاکہ کتاب آراستہ ہو جائے۔ اس مقام پر شرح احوال امام حسن مجتبےٰ علیہ السلام بمقدمہ سپرد قرطاس کیے ہیں۔ بعد ازاں اصل مطلب کی طرف رجوع کریں گے

سخاوت امام حسنؑ اور آپ کی شہادت

صاحب عقل و دانش نے فرمایا ہے کہ انسان کو جو کچھ دنیا میں مل جائے خواہ وہ از قسم ریزہ شے ہو یعنی قلیل سے قلیل تر ہو اس پر اکتفا کرے۔ دامن ہوس ہمیشہ سے کیونکہ قناعت کرنا انسان کے لیے خوش و خرسند ہونے کی نشانی ہے۔ طمع اور لالچ میں ذلت ہے اور قناعت و صبر میں عزت ہے۔ اور یہی عقلمندوں کا شیوہ ہے شرف ذاتی کمال حاصل کرنے میں ہے نہ کہ مال دنیا جمع کرنے میں۔ ؎

عزیزمن در درویشی و قناعت زن   کہ خواری از طمع و عزت از قناعت خواست

شرف انسانی کمال حاصل میں ہے اور مال حاصل کرنے میں عزت نہیں ہے

روایت ہے کہ ایک روز امام کیوں جناب حسن مجتبیٰ علیہ السلام وارد مجلس معاویہ ہوئے وہ ایسا زمانہ تھا کہ قحط کی وجہ سے لوگ بھوک کے مر رہے تھے۔ اس وقت معاویہ اپنی مخصوص مجلس میں اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا مگر اس نے امام ہمام کی تشریف آوری کے موقع پر اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی۔ خوش آمدید و مرحبا بھی نہیں کہا، اور امام حسن علیہ السلام کو جگہ نہ دی۔ حضرت نزدیک پہنچے اور مسند معاویہ پر رونق افروز ہوئے۔ اس وقت معاویہ امام حسنؑ سے مخاطب ہوا اور کہنے لگا کہ تعجب ہے کہ عائشہؓ کو میں ام المومنینؓ جانتا ہوں لیکن عائشہ مجھے امیر المومنین نہیں جانتی میں یہ سمجھتا ہوں کہ میں اس مرتبہ کے لائق نہیں ہوں کہ لوگ مجھے امیر المومنین کہیں۔ عجب بے حیائی کی بات ہے کہ وہ مجھے امیر المومنین نہیں سمجھتی۔ امام حسن مجتبےٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے معاویہ عائشہ سے عجب اور بے حیا تر وہ ہے معاویہ نے پوچھا کہ وہ کون ہے، آپ نے فرمایا کہ وہ تو ہی ہے کہ فرزند پیغمبر جگر پارہ جگر

فاطمہؑ کی طرف اپنے پیر دراز کیے ہوئے ہے۔ اور خود صدر مجلس بنا ہوا ہے تُو زیادہ بے حیا ہے کہ آداب پیغمبر زادہ فراموش کر دیے ہیں۔ سچ ہے کہ اگر کسی کی طینت خراب ہو تو اس سے عادات حسنہ کا رو نما ہونا بعید از قیاس ہے۔ معاویہ یہ سن کر ہنسنے لگا اور از راہ خفت کہنے لگا اے میرے بھائی کے فرزند یعنی اے پسر برادر مجھے معلوم ہوا ہے کہ ان قحط کے سالوں میں تم مقروض ہو گئے ہو۔ فرمایا ہاں ایسا ہی ہے۔ دریافت کیا کس قدر؟ ارشاد فرمایا صد ہزار تومان، معاویہ نے کہا کہ تیس صد ہزار تومان حاضر ہیں کہ صد ہزار سے قرض ادا کیا جائے اور سو ہزار رشتہ داروں اور ارحام میں تقسیم کیے جائیں اور صد ہزار اپنی معیشت کے لیے ہیں آپکی گزر اوقات کے لیے ہیں۔ اس کے بعد کہا اب تشریف لے جائیے۔ آپ کو تشریف لانے کا صلہ مل گیا۔ امام حسن مجتبےٰ بادل نخواستہ اٹھ کر تشریف لے آئے۔ یزیدؔ نے معاویہ سے پوچھا بابا جان اس قدر کثیر رقم کیوں ادا کی ہے؟ معاویہ بولا اے بیٹا کہ یہ انھی کا حق ہے یہ مال انھی کا ہے میں بذات خود اس کا مالک نہیں ہوں۔ بروایتے مشہور جب امام علیہ السلام وہاں سے باہر تشریف لانے لگے تو نعلین بردار نے امام حسنؑ کی نعلین سامنے رکھیں کہ آپ پہن لیں۔ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام وہ سب تومان اس کو بخش دیے اور خالی ہاتھوں واپس تشریف لے گئے۔ معاویہ نے رقم کثیر دے کر اپنے نزدیک معاذ اللہ امام حسن مجتبیٰؑ کو سبک کرنا چاہا تھا لیکن امام ابن امام، نواسہ خیر الانام نے ہاشمی سخاوت دکھا کر عزت کو چار چاند لگا دیے۔ لیکن جب معاویہ کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو وہ امام حسنؑ کی طرف سے اور زیادہ عناد رکھنے لگا اور اس نے جعدہ بنت اشعث زوجہ امام حسنؑ مجتبیٰ علیہ السلام کے ذریعہ آپ کو زہر دلا دیا۔ شب ۲۸ روز ماہ صفر سنہ ۵۰ھ تھی کہ آپ دن میں روزہ سے تھے وقت افطار جعدہ بنت اشعث نے شربت پیش کیا آپ نے نوش کیا ہی تھا کہ زہر نے جگر کے ٹکڑے

کردیے۔ جب امام حسینؑ نے یہ حالت دیکھی بے قرار ہو گئے۔ روایات میں ہے کہ چھ مرتبہ امام حسنؑ کو زہر دیا گیا اور آپ قبر نبویؐ پر جاتے اور آپ کو زہر سے شفا ہو جاتی تھی لیکن آخری مرتبہ مذکور زہر نے اتنی مہلت بھی نہ دی کہ آپ قبر رسولخداؐ پر جاتے کہ جگر کے ٹکڑے لہو کے ساتھ نکلنے لگے۔ اور امام حسنؑ کے تابوت پر بھی تیر برسائے گئے۔ کیونکہ آپ کو روضۂ رسولخدا میں دفن ہونے سے روکا گیا تھا۔ اعداء دین نے تیروں کا نشانہ بنایا۔ جسم مبارک مشبک ہو گیا تھا یعنی تیروں سے اس طرح چھید گیا تھا جیسے کہ جالی ہوتی ہے اگر امام حسنؑ کے جنازہ پر ستر تیر پڑے تو امام حسینؑ کا جسم مبارک تیروں، تلواروں سے چور چور ہوا۔ اگر امام حسنؑ وطن ہی میں دنیا سے رخصت ہوئے تو امام حسینؑ عالم غربت میں کربلا میں شہید ہوئے۔ اگر امام حسنؑ اپنے بہن بھائی اور اولاد کے سامنے دنیا سے رخصت ہوئے تو امام حسینؑ کے چاروں طرف دشمنوں کا ہجوم تھا۔ امام حسنؑ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا مگر لاش حسینؑ بعد قتل ریگ گرم پر پڑی رہی۔

موصل شہر کے ایک شخص کا مہمان بنا کر امام حسنؑ کو زہر دینا

یہ دنیا بڑی بے وفا ہے یہاں وفا کی جستجو کرنا درست نہیں ہے وفا کا دنیا میں تلاش کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص سیمرغ کو تلاش کرے۔ ہم ایک بے وفا شخص کا تذکرہ کرتے ہیں جو کہ روایات میں اس طرح مرقوم ہے کہ شہر موصل میں امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کا ایک رفیق دوست رہتا تھا جو امام حسنؑ سے عقیدت و ارادت بھی رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت امام حسنؑ نے شام جانے کا ارادہ کیا اور جب آپ شہر موصل پہنچے تو اس شخص نے بہت زیادہ پذیرائی کی۔ امام حسنؑ نے بکمال احسان و محبت فرمایا اس کے ساتھ سلوک۔ یہاں تک کہ امام حسنؑ اپنے ہمراہیوں عبداللہ بن عباس وغیرہ کے

دمشق پہنچے۔ آپ اس لیے دمشق تشریف لے گئے تھے کہ معاویہ نے اٹھائیس اشخاص جو کہ شیعیان علیؑ مرتضیٰ تھے ان کو بصرہ میں شہید کرادیا تھا تاکہ ان بے گناہوں کے خون کا مواخذہ کریں۔ بہرحال جب موصل میں تھے اور اپنے رفیق کے گھر مہمان تھے معاویہ اس احوال پر مطلع ہوا تو اس نے اس شخص میزبان کے پاس ایک آدمی بھیجا اور مالِ دنیا کی طمع دلائی اور ایک شیشی کہ جس میں زہر تھا اس کو بھیجی کہ وہ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو کسی طرح زہر دیدے۔ امام حسنؑ کو اس ملعون نے تین مرتبہ زہر دیا اور امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے کسی پہ ظاہر نہیں کیا۔ اور زہر دینے کے متعلق اس ملعون نے معاویہ کو اطلاع دی کہ تین مرتبہ زہر دیا گیا لیکن کوئی اثر نہیں ہوا۔ جب معاویہ کو یہ اطلاع ملی تو اس نے دوبارہ زہر ہلاہل جو سخت ترین زہر تھا شخص موصلی کو بھیجا اور تحریر کیا کہ کوشش کرو کہ یہ زہر کسی عنوان حسنؑ مجتبیٰ کو دیدیا جائے لکھا ہے کہ یہ زہر اسقدر تیز تھا کہ اگر اس کا ایک قطرہ دریا میں ڈالا جائے تو مچھلیاں اور آبی جانور سب فنا ہو جائیں۔ معاویہ کا ایلچی (قاصد) جب نامہ اور زہر لے کر موصل کے قریب پہنچا تو اس نے کسی ضرورت سے اپنا ناقہ ایک درخت سے باندھ دیا اور خود کسی دوسرے کام مشغول ہوا کہ اس کے دل میں درد اٹھا اور اسی اثناء میں جنگل کی طرف سے ایک شیر نکلا اور چشم زدن میں اس شخص (نامہ بر) کو چیر پھاڑ کر خون چوس لیا اور وہ فی النار ہوا۔ اتفاقاً اس کے بعد اس طرف خادمان امام حسنؑ کا گزر ہوا تو یہ واقعہ مشاہدہ کیا۔ امام حسنؑ کے خادم اونٹ کھول اور زہر آلود شیشی اور معاویہ کا نامہ لے کر حاضر خدمت امام حسنؑ ہوئے۔ سارا واقعہ بیان کیا اور نامہ و زہر کی شیشی امام حسنؑ کی خدمت میں پیش کی۔ امام حسنؑ نے ملاحظہ کیا لیکن اس خیال سے کہ میزبان شرمندہ ہوگا اس واقعہ کو کسی پر ظاہر نہیں کیا۔ حالانکہ اصحاب نے ہر چند دریافت کیا۔ مگر امام

علیہ السلام خموش رہے اور فرمایا کہ تمہیں دخل کا کوئی حق نہیں ہے اور آنحضرتؐ کی حدیث بیان کی کہ وہ لوگ اس میں مشغول ہو گئے۔ آنحضرتؑ وضو کرنے کے بعد مصلیٰ سے اُٹھے کہ آپ کی عدم موجودگی میں سعد عموی مختار زیر مصلا ہاتھ دراز کیا وہ نامہ اور شیشی نکال لی۔ اب جو دیکھا تو شیشی میں زہر تھا اور خط پڑھنے کے بعد معاویہ کی سازش سے آگاہی ہوئی۔ کہنے لگے کہ کیا آپ اس لیے تشریف لائے تھے کہ زہر سے شہید ہوں۔ افسوس صد افسوس کہ اہل زمانہ نے اولاد فاطمہؑ کو مہمان بھی رکھا اور اس لیے مہمان رکھا کہ انھیں قتل کریں۔ امام حسنؑ کو اس طرح قتل کی سازش اور ان کے بھائی امام حسینؑ کو کربلا میں شہید کیا۔ اس وقت خط ملاحظہ کرنے کے بعد سعد نے کہا اے مولیٰ اجازت دیجئے کہ اس میزبان بے وفا کو قتل کر دیں۔ آپ نے اس کو اجازت نہ دی۔ امامؑ نے مروّت و رحم سے کام لیا کہ وہ رسوا نہ ہو۔ لیکن جعدہ بنت اشعث نے امام حسنؑ کو زہر دیا اور کچھ مروّت دیا س سے کام نہ لیا اور ہمارے امام کو شہید کیا۔ حضرت زینب خاتون اور دوسرے بھائیوں نے اصرار کیا بھائی حسنؑ یہ تو فرمائیے کہ کس نے آپ کو زہر دیا ہے۔ لیکن امام حسنؑ فرماتے ہیں کہ اس امر کو چھوڑ دو۔ جس نے زہر دیا ہے وہ خود رسوا ہو کر رہے گا۔ امام حسنؑ نے جعدہ کو تنہائی میں بلایا اور فرمایا اے بانوئے ناسازگار تو نے میرے ساتھ یہ دغا کیوں کی۔ خدا سے شرم نہ کی، مجھ سے بھی شرم نہ کی اور مجھے آزردہ کیا۔ کہا کوئی دوست، دوست کے ساتھ ایسا کرتا ہے تو نے میرے بچّوں کو یتیم کیا۔ میں نے تو اپنی بہنوں اور بھائیوں کو تیرے ظلم سے آگاہ نہیں کیا ہے اور فرمایا کہ جس لالچ میں تُو نے مجھے زہر دیا ہے وہ پورا نہ ہوگا۔ پھر آپ نے امام حسینؑ کو بلایا، اور اپنی تمام اولاد کو امام حسینؑ کے سپرد کیا۔ اور فرمایا اے بہن زینبؑ تم میرے فرزند قاسم کو لاؤ۔ جناب زینبؑ قاسم کو لائیں اور فرمایا اے میری بہن

حسینؑ کی ایک دختر کو میرے قاسم کے لیے مخصوص کر دو، میں چاہتا ہوں کہ قاسمؑ کی اس سے شادی ہو اسے مومنین امام حسنؑ نے وقت آخر اپنے ایک فرزند کو امام حسینؑ کے سپرد کیا، لیکن کربلا میں امام حسینؑ جب گھوڑے سے زمین پر آئے تو ایک بچّہ خیمہ سے نکلا اور امام حسینؑ کے پاس پہنچا۔ امام مظلوم کے سینہ سے لپٹ گیا کہ اسی وقت ایک ملعون نے تیر سے اسے شہید کیا۔ وا حسیناہ وا حسرتا۔

احوال ولادت و شمائل امام حسن علیہ السّلام

صحیفۂ رضویہ میں مرقوم ہے کہ اسماء بنت عمیس کہتی ہیں کہ جب حضرت امام حسنؑ کا وقت ولادت قریب ہوا تو میں اس وقت جناب سیدہ عالمین فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر تھی کہ قابلہ کے فرائض انجام دوں۔ وہ وقت آیا کہ اختر تابندۂ امامت اپنی ضو فشانی سے خانۂ سیدۂ عالمین روشن کرے۔ ایک پردہ میرے اور سیدۂ عالم کے درمیان کھینچا ہوا تھا۔ پردہ کچھ دیر کے بعد ہٹا دیکھا کہ نور کا ایک ٹکڑا انجمن تمام بصورت حسنؑ سجدہ میں پیشانی رکھے ہوئے ذکر الٰہی کر رہا ہے۔ مجھے وہ خدمت بھی انجام دینے کی نوبت نہ آئی کہ حسنؑ نے اپنی مادر گرامی کی گود کو زینت بخشی۔ جب یہ نو مولود سجدہ میں تھا تو اس سے نور کی شعاعیں آسمان کی طرف بلند تھیں۔ حسنؑ کو دیکھ کر ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ بعینہ رسولؐ خدا اپنی نورانی شعاعوں کے ساتھ جلوہ فگن ہیں اور یہ خبر بھی متواتر پائی جاتی ہے کہ حسنؑ مجتبیٰ اپنے نانا رسولؐ خدا سے از سر تا بہ سینہ مشابہ تھے اور جب حسن مجتبیٰ جوانی کے عالم میں پہنچے تو قمر امامت بدر کامل بن گیا کس کی مجال تھی کہ نور جمال حسنؑ پر نظر کر سکے۔ مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ محمد بن اسحاق روایت کرتے

الحسن علیہ السلام یبسط البساط عند دارہ و

اذا خرج وجلس انقطع الطریق فمامر احد من خلق اللہ اجلا لا لہ و اذا علم قام و دخل بیتہ قمر الناس۔

خلاصہ مضمون یہ ہے کہ گلِ گلشن زہرا سبز پوش آلِ عبا امام حسنؑ مجتبےٰ علیہ السلام خانہ عرش صنعت کے صدر دروازہ سے باجمال محمدی اور بہ جلال حیدری برآمد ہوتے تھے اور جب تشریف فرما ہوتے تو گروہ در گروہ آپ کے جمالِ امامت کو دیکھنے کے لیے جمع ہو جاتے تھے۔ یہاں تک کہ لوگوں کو گزرنے کیلئے راستہ نہیں ملتا تھا۔ جب امام حسنؑ یہ مشاہدہ کرتے کہ راستہ رک گیا ہے تو آپ اپنی دولتسرا واپس آجاتے تھے اور پھر لوگ متفرق ہو جاتے تھے۔ ابن اسحاق ناقل ہیں کہ میں نے امام حسنؑ مجتبےٰ کو راہ مکہ میں دیکھا کہ پیادہ پا در حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے جا رہے ہیں جب آپ حرم کعبہ میں پہنچے تو معلوم ہوتا تھا کہ مشکوٰۃ جلالت جہاں ایک مرکز پر آکر ظاہر ہو رہی ہے لوگ زیارت میں محو ہوتے تھے پس جب محمل پر کہ جس میں سوار ہوتے پردہ کھینچا جاتا تھا اور دودمان نبوت و رسالت سے جلالت خلیل خدا ظاہر ہوتی تھی۔ روضۃ الصفا میں لکھا ہے کہ کسی وقت بھی ایسا نہیں ہوا کہ حسن بن علیؑ دیکھا ہو۔ آنجناب کے چہرہ مبارکہ کی زیارت کرتے ہوئے خوشی کے آنسو میری آنکھوں سے نہ نکلے ہوں۔ آپ کی صورت مبارک ایک ضو فگن مشعل نور تھی۔ چہرہ مبارکہ کے گرد گویا ہالۂ نور تھا۔ لبوں پر مسکراہٹ تمثیل گل نو شگفتہ پیش کر رہی تھی۔ قد نورانی تمثیل شجر طور پیش کر رہا تھا۔ مژگان حسن حسنِ شب کو شرما رہی تھی۔ حسب اعلیٰ نسب بالا۔ رفتار و گفتار پسندیدہ، مکارم الاخلاق، خلق عظیم کے آئینہ دار، وجود مبارک مجموعۂ حسنات تھا۔ یگانے بیگانے علو مرتبت دیکھ کر مقام عظمت میں سر بسجود تھے آنجنابؑ صاحب ازواج کثیرہ تھے۔ اگر اس قسم کی روایات کا جائزہ لیا جائے تو

معلوم ہوتا ہے کہ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی شخصیت اور عظمت کو پست کرنے کے لیے کثیر الازواج کہا گیا ہے جو کہ مخالفین کا پروپیگنڈا ہے) مروی ہے کہ جس شب امام حسن مجتبےٰ علیہ السلام کو زہر دیا گیا صدائے شیون و شین گھر سے بلند ہوئی۔ اور اہل مدینہ نے جب یہ خبر سنی تو زنان مدینہ خانہ حسنؑ پر جمع ہو گئیں۔ درِ دولت پر مردوں کا ہجوم ہو گیا۔ اس وقت زہر کے سبب سے آپ کے لبوں کا رنگ سبز ہو گیا تھا اور چہرۂ مبارک زرد تھا۔ ہر طرح دوا اور درمان مہیا کیا گیا مگر دوا بے اثر رہی اور معالج مجبور ہو گئے۔ جام شیر پیش کیا اور حضرت سے التجا کی کہ اسے نوش فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے اصرار نہ کرو۔ میں عنقریب اپنے نانا کی خدمت میں جانے والا ہوں۔ اب مجھے معالج و حکیم کی ضرورت نہیں ہے میرا جگر کباب ہو گیا ہے۔

معالج اور دوسرے لوگوں نے دریافت کیا اے مولیٰ و آقا کس بے درد اور بے وفا نے آپ کو زہر دیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس بات سے آپ لوگوں کو کیا غرض ہے اس کو خدا پر چھوڑ دو۔ مقام حسرت ہے کہ امام حسن مجتبیٰ کو نزع کی حالت میں بھرا ہوا گھر اور تمام ازواج و کنبہ تسلّی دے رہا تھا، عیادت کر رہا تھا۔ جام شیر پیش کر رہا تھا اور بڑے احترام کے ساتھ عالم حسرت و یاس میں سب لوگ کھڑے تھے کوئی جام شیر پیش کر رہا ہے کوئی آیہ شفا پڑھ کر دم کر رہا ہے۔ لیکن امام حسنؑ نے کسی کی طرف رغبت نہیں کی۔ یہ امام حسنؑ کا آخری وقت تھا اور مجھے یاد آتا ہے کہ امام حسینؑ جب گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے تو آپ کا جسم مبارک زخموں سے چور چور تھا۔ بروایتے چار ہزار زخم جسم مبارک پر تھے اس وقت کوئی نہ تھا کہ غریب کربلا کو پانی پیش کرتا یا جام شیر دیتا، یا حسینؑ کو تسلّی دیتا۔ دشمنوں کا نرغہ تھا۔ تین دن کے پیاسے حسینؑ کو ایک قطرۂ آب بھی نہ دیا۔ امام حسینؑ فرما رہے تھے کہ میرا جگر جل رہا

ہے مثل کباب سوختہ ہوگیا ہے۔ یعنی یہ حالت تھی کہ پیاس سے زبان میں کانٹے پڑے ہوئے تھے۔ جسم مبارک کی کھال خشکی اور گرمی سے پھٹ رہی تھی۔ اعداءِ دین امام حسینؑ کی تشنگی پر ہنس رہے تھے۔ ایک قطرۂ آب نہ دیا۔ پانی کے جام لاتے اور پانی گرا دیتے تھے اور کہتے تھے کہ اے حسینؑ یہ پانی حاضر ہے مگر تم کو ایک قطرۂ آب نہیں دیں گے۔ امامِ مجتبیٰ کے معالج اور درمان حاضر تھے مگر حسینؑ کی لاش پر گھوڑے دوڑائے گئے۔

توصیف حلم امام حسنؑ اور جراح بن قبصیہ کا آپ کو خنجر سے زخمی کرنا

شیخ طوسیؒ سے خصال میں روایت ہے کہ بوقت رحلت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اپنے فرزند امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو لے کر آئیں اور بچشم نم عرض کیا کہ باباجان! آپ کے دونوں فرزند موجود ہیں ان کو اپنی کسی شئے کا وارث بنائیے۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے حسنؑ کو اپنے خلق کا اور حسینؑ کو اپنی شجاعت وسخاوت کا وارث بنایا ہے اور حسنؑ کے لیے میری سیادت وحلم بھی ہے یعنی آقائی و بردباری، اور حسینؑ کے حصہ میں میری شجاعت وسخاوت ہے جو کہ جامع صفاتِ اخلاقیہ ہے لیکن حسن مجتبیٰ سے ایک ہی صفت حلم ظاہر ہو گی جو تمام صفات میں بہتر ہے۔ اور حسینؑ سے شجاعت وسخاوت ظاہر ہو گی اور علی ابن الحسین سید سجاد سے عبادت کا ظہور ہو گا یعنی مقصد یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک ایک صفت کے ساتھ موسوم و مشہور ہو گا جاننا چاہیے کہ شجاعت وسخاوت ایسی صفات ہیں کہ جو کم یاب ہیں یعنی ہر ایک کے

حصہ میں نہیں ہیں۔ حکماء نے ان صفات کو انسان کے لیے بزرگ ترین صفات قرار دیا ہے جبکہ زشت خوئی یعنی بری عادتیں منافی اخلاق ہیں۔ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ خدائے تعالیٰ جہالت، تند خوئی یعنی بدمزاجی کو کبھی پسند نہیں کرتا۔ امام زین العابدینؑ نے بھی فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص غصہ کے عالم میں بردباری سے کام لے تو اس کا اس سے بہتر کوئی اور عمل نہیں ہے۔ کسی نے حکیم (دانا) سے دریافت کیا کہ حلم کسے کہتے ہیں فرمایا کہ حروف حلم کو الٹ دیا جائے تو م ل ح، سے ملح بنتا ہے اور ملح بمعنی نمک ہے اور بغیر نمک کھانا (طعام) بدمزہ رہتا ہے۔ اسی طرح اگر انسان حلیم و بردبار نہیں ہے تو اس کے اخلاق ناقص ہیں۔ پس یہ مشہور خاص وعام ہے کہ امام حسن مجتبیٰ بڑے حلیم و بردبار تھے اور یہ صفات از ورثہ رسولِ خدا ملی ہیں۔ پس مؤمنین کو چاہیے کہ وہ تفرقہ پردازی اور غیر حلم باتوں سے پرہیز کریں۔ یہ بھی روایت ہے کہ ایک دن مدینہ میں علی بن بشیر ہمدانی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے نور دیدۂ پیغمبر خدا اور اے وارث مسند رسولِ خدا آپ ہی تو ہیئت میں سلطنت وخلافت کے مالک ہیں، آپ نے معاویہ سے کیوں صلح کی؟ امام حسنؑ نے فرمایا اے ابن بشیر خاموش رہو کہ ہم اللہ کے خزانوں کے وارث ہیں۔ دنیاوی سلطنت ہماری نگاہ میں ہیچ ہے۔ ہم اسرار الٰہیہ کے جاننے والے ہیں نہ کہ ہم زر و جواہر، حکومت ظاہری کے خواہاں ہیں۔ ہمارا مقصود اصلاح مسلمین ہے اور جو خونِ ناحق معاویہ بہا رہا ہے اس کا تحفظ کرنا ہے اور ہمیں اس امر کا یقین ہوگیا ہے کہ اے ابن بشیر تمہارے لوگ دین کی اہمیت نہیں سمجھتے ورنہ جہاد کرتے۔ اگر میں صلح نہ کرتا تو ہمارے شیعہ تلف ہو جاتے اور معاویہ انھیں قتل کرا دیتا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہمارے بابا علی المرتضیٰؑ کے ساتھ ان لوگوں نے کیا سلوک کیا۔ ان کا سر مبارک تلوار سے

شگافتہ کیا۔ اسی طرح یہ لوگ میرے ساتھ سلوک کر رہے تھے کہ میں نے صلح کر لی لوگ ظاہراً میرے ساتھ تھے اور ان کے دل معاویہ کی طرف مائل تھے۔ یہاں تک کہ لوگوں نے از زیر پا سجادہ کھینچ لیا۔ اسی دوران جبکہ آپ مدائن میں تھے کہ جرّاح قبصیہ اسدی ملعون نے کمین گاہ سے امام حسنؑ پر خنجر سے وار کیا اور وہ خنجر آپ کی ران میں لگا اور وہ خنجر زہر میں بجھا ہوا تھا۔ امام حسنؑ نے صدائے آہ بلند کی اور فرمایا اے ملعون میں نے تیرے ساتھ کیا کیا تھا کہ تو نے مجھے زخمی کیا۔ اس ملعون نے جواباً ناسزا الفاظ کہے۔ آپ کے خدام عقب سے آئے اور انھوں نے اس ملعون کو خنجر سے پارہ پارہ کر دیا اور وہ واصل جہنم ہوا۔ آخر آپ کو اس زخم سے شفاءُ ہوئی۔ کاش کربلا میں بھی کوئی زخم بار امام حسینؑ کا معالجہ کرتا۔ علاج تو درکنار امام حسینؑ جب گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے تو شمر ملعون نے سر مبارک جدا اور لاش امام پامال سم اسپاں ہوئی۔

ایک نابینا موصلی شخص کا پائے امام حسنؑ پر نیزہ مارنا

قابل تعریف و ستائش تر صفات جو ایک انسان کے لیے ضروری ہیں ان میں سے ایک حلم و بُردباری ہے جو خداوند عالم نے انسان کی زینت قرار دی ہے اور اس سے انسان باوقار متصور ہوتا ہے۔

بُردباری خزینہ خرد است ہر کہ را حلم نیست دیو و دد است

باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات جمیع اخلاق حمیدہ سے آراستہ تھی لیکن خداوند عالم نے پھر بھی خطاب فرمایا کہ اے رسولؐ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ۔

(اس آیت اور بقیہ آیت کا ترجمہ یہ ہے) کہ اے رسولؐ یہ بھی خدا کی مہربانی ہے کہ تم (سا نرم دل) پیغمبر ان کو ملا۔ اور تم مزاج اور دل کے سخت ہوتے تب تو لوگ تمہارے گرد سے تتر بتر ہو گئے ہوتے (سورۂ آل عمران) یت ۱۵۹) اسی لیے صحابی کالنجوم ارد گرد جمع رہتے تھے۔ علاوہ ازیں تمہارے جد امجد ابراہیم کی بھی یہی صفت تھی کہ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ۔ یعنی کہ ابراہیم بہ تحقیق بڑے دردمند اور بردبار تھے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ حلیم و بردبار انسان سب کی نگاہوں میں محبوب متصوّر ہوتا ہے اور جو لوگ اچھی صفات اور بری صفات کو نہیں دیکھتے وہ دراصل کور چشم ہیں جبکہ اس کور چشم شخص موصلی نے امام حسن خوشخوؑ کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا کہ اس نے زہر آلودہ نیزہ آپ کے پاء مبارک پر مارا۔ اس واقعہ کا اجمالاً ذکر یہ ہے کہ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو پانچ مرتبہ زہر دیا گیا۔ چار مرتبہ آپ کو شفاء ہو گئی لیکن امام حسن علیہ السلام ان زہر کی وجہ سے مستقل علیل ہو گئے۔ آپ نے اپنے عزیزوں سے فرمایا کہ دو سال کا عرصہ گزر گیا کہ میں بستر مرگ پر پڑا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ شہر موصل چند روز قیام کروں تاکہ تبدیلی آب و ہوا سے صحت ہو۔ امام حسینؑ اپنے برادر عالیقدر کی علالت سے رنجیدہ ہوئے مگر پھر بھی آپ نے سامانِ سفر تیار کیا۔ اور امام حسنؑ کے ہمراہ عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ جعفرؓ اور خود امام حسینؑ اور دوسرے اصحاب بھی گئے۔ امام حسن علیہ السلام کے دوست خوش و شاداں تھے اور دشمن جل رہے تھے ان میں سے ایک دشمن یہ کور چشم بھی جو موصلی باشندہ تھا اس کے متعلق یہ بھی وارد ہوا ہے کہ یہ شام میں تھا کہ امام ہمام کی تشریف آوری کی خبر سن کر وارد موصل ہوا۔ اس کے دل میں علیؑ المرتضیٰ اور آپ کی اولاد کی طرف سے بغض و کینہ تھا لیکن اس نے موصل پہنچ کر امام حسنؑ کی خدمت میں رسائی حاصل کر لی۔ صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ کور چشم ملعون اپنے عصا

کی نوک جو آہنی تھی زہر آلود کی اور اسے مثل نیزہ تیز کر لیا۔ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام شہر موصل کی مسجد میں نماز پڑھا کرتے تھے کہ اس ملعون نے آنحضرتؑ کے پار مبارک پر وہ نیزہ مارا اور زہر آپ کے جسم میں سرایت کر گیا۔ اس وقت امام حسنؑ کی حالت دیکھ کر امام حسنؑ کو اپنے حلقہ میں لے لیا اور امام حسنؑ کو ہوش میں لایا گیا اور وہ نیزہ زہر آلود پار مبارک سے نکالا اور یہ نیزہ اپنا کام پورا کر چکا تھا۔ واحسرتا امام حسنؑ کو اس طرح زخمی کیا گیا اور ان ہی کے بھائی حسینؑ جب زخموں سے چور چور ہو کر ذوالجناح سے نیچے تشریف لائے۔ زخموں کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے مگر کوئی نہ تھا کہ جو امام حسینؑ کو ہوش میں لاتا۔ ابن انس ملعون ایک نیزہ گلوئے حسینؑ پر مارا اور حسینؑ زمین پر تڑپنے لگے۔

بالآخر امام حسنؑ مجتبیٰ جب ہوش میں آئے تو فرمایا اے خدائی دو تین دن ہی ہوئے ہیں کہ یہاں وارد ہوا ہوں اور اہل جفا نے میرے ساتھ یہ جفا کی ہے امام حسینؑ نے اپنے بھائی کو اپنی آغوش میں لیا آپ کے پاؤ مبارک سے خون جاری تھا فرمایا کہ یہ کور چشم دنیا و آخرت میں بھی اندھا ہے۔ جراح بلائے گئے زخم دیکھا تو کہا اے مولیٰ یہ زخم نیزہ زہر آلود ہے۔ زہر اثر کر چکا ہے۔ علاج مشکل ہے مگر خدا فضل کرنے والا ہے۔ آپ حضرات غور کریں کہ زہر آلود تلوار سر مبارک علیؑ المرتضیٰ پر بھی پڑی تھی اور آپ نے جام شہادت پیا لیکن واحسرتا امام حسینؑ کے جسم اطہر تیروں اور تلواروں سے غربال صفت تھا۔ چار ہزار زخم تھے اور ایک تن مبارک حسینؑ تھا اور کوئی نہ تھا کہ جو امام حسینؑ کے سرہانے موجود ہوتا۔ امام حسینؑ نے اپنی مادر گرامی کا نام لے کر قسم کھائی اور فرمایا کہ اے جراح اگر حسنؑ کو شفا ہو گئی تو میں تجھ کو مال دنیا اس قدر دوں گا کہ تو اور لوگوں سے بے نیاز ہو جائے گا لیکن خود امام حسینؑ کا کربلا میں یہ عالم تھا کہ تلوار پر تلوار پڑ رہی تھی، نیزہ پر نیزہ مارا جاتا تھا اور مالک بن یسر کندی ملعون نے امام حسینؑ کے سر مبارک پر

تلوار ماری اور اسی عالم میں بارہ ضربیں امام حسینؑ پر پڑیں اور شمر ملعون نے سر مبارک جدا کر کے نیزہ پر بلند کیا اور اہل حرم خیمہ میں، واحسیناہ۔
کی آوازیں بلند کر رہے تھے مگر عمر سعد ملعون نے نہ جراح بلوایا اور نہ خدا و رسول کا خیال کیا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

واقعۂ شہادت حضرت امام حسن علیہ السلام

یہ امر مسلمہ امر ہے کہ اگر شخص ناپاک اصل شرع میں کسی کے ساتھ وفا بھی کرے تو بھی انجام کار بے وفائی اور دغا پر منتج ہوتا ہے۔ جعدہ بنت اشعث بھی اسی سلسلہ کی ایک عورت تھی کہ جس نے حرم جناب امام حسن مجتبیٰ میں داخل ہونے کے بعد اوّلاً اظہار محبت و وفاداری کیا لیکن انجام کار یہ ہوا کہ اس نے فرزند رسول خدا، خلق مجسم امام حسن مجتبیٰ کو معاویہ کی تحریک پر زہر دے دیا۔ اس واقعہ کی اجمالاً صورت یہ ہے جیسا کہ صاحب روضۃ الشہداء نے رقم فرمایا ہے کہ مروان بن الحکم نے معاویہ کے حکم سے ایک کنیز کو بلایا جو کہ عورتوں میں دلالہ کے کام انجام دیتی تھی اور ہر ایک گھر میں آتی جاتی تھی۔ اس سے دریافت کیا آیا تو حسن مجتبیٰؑ کا گھر جانتی ہے اور کیا تو ان کی زوجہ جعدہ بن اشعث کو جو کہ اسماء کے نام سے مشہور ہے جانتی ہے اور اس سے دوستی رکھتی ہے یا نہیں۔ اس کنیز نے کہا تمہارا مقصد کیا ہے پہلے مقصد بتلاؤ تب میں تمہاری بات کا جواب دوں گی۔ مروان ملعون نے کہا کہ یہ ایک راز کی بات ہے اگر تو کسی پر ظاہر نہ کرے تو بتلائے دیتا ہوں۔ میں تجھ کو اس کام کی انجام دہی پر ہزار دینار دوں گا۔ یہ کہہ کر اس نے بطور پیشگی اس کو سو دینار دے دیے۔ جب اس کنیز نے سو دینار ہاتھ میں لے لیے تو کہا اب بتلاؤ کہ عمل کر سکوں۔ مروان نے کہا کہ اولاً تو یہ کام کر کہ اسماء کا دل حسنؑ مجتبیٰ

کی طرف سے پھر جائے۔ اور اسے جو امام حسنؑ سے محبت و اُلفت ہے وہ سرد پڑ جائے اور تُو اسماء سے کہنا کہ تیرے حسن و جمال کا شہرہ شام تک پہنچا ہے اور یزیدؔ ابن معاویہ تجھ پر عاشق ہو گیا ہے اور اگر تو یزیدؔ لعین کی زوجہ بن جائے گی تو عراق و شام تیرے تصرف میں آ جائیں گے تو اسماء کے پاس جا اور اگر اسماء تیرے کہنے میں آ جائے تو مجھے خبر کر۔ چنانچہ وہ دلّالہ مروان کے جہنم مثال گھر سے نکلی اور جنت آشیاں امام حسن مجتبےٰ علیہ السلام دولت کدہ پر پہنچی۔ اس وقت امام حسن علیہ السّلام اپنے برادران منزل عقیق تشریف لے گئے تھے۔ اور جعدہ تنہا تھی۔ وہ کنیز داخل خانہ ہوئی اور مکر و حیلہ سے گفتگو شروع کی اور اپنے یہاں آنے کی بابت گفتگو کی اور اس نے اپنا مطلب کچھ اس انداز سے بیان کیا کہ اس کافرہ کی گفتگو اسماء پر اثر کر گیا۔

خداوند عالم نے شیطان کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ ان کید الشیطان کان ضعیفا۔ بے شک شیطان کا مکر و فریب کمزور ہے مگر عورت کے لیے ارشاد ہوا ہے کیدکن عظیم "کہ عورت کا مکر و فریب عظیم ہے۔ وہ کنیز جس کا روزمرہ کا عمل ہی عورتوں کو جادۂ حق سے ہٹانا تھا اسماءؔ کو اس نے ورغلا کر اپنی ہمنوا بنا لیا اور محبت یزید اس کے دل میں پیدا ہو گئی اور کنیز دلّالہ اپنی کوشش میں کامیاب واپس ہوئی اور مروان بن الحکم کے پاس پہنچی سارا واقعہ بیان کیا وہ مردود ازلی بہت خوش ہوا۔

مروان نے دوبارہ اس دلّالہ کو زہر ہلاہل دے کر بھیجا کہ وہ اسماء کے حوالے کرے تاکہ وہ کسی طرح حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو پلا دے اور اس ملعونہ نے اس زہر کو شہد میں حل کیا اور امام حسنؑ کو دیا کہ وہ اسے کھائیں۔ چنانچہ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے وہ شہد زہر دار پیا اور بیمار ہو گئے اور اس رات متواتر قئے فرماتے رہے۔

شکم مبارک میں درد ہونے لگا۔ صبح دم مرقد پیغمبر اسلام پر گئے کہ جو دردمندوں کے لیے دوا و شفا تھی۔ آنحضرتؐ نے توجہ فرمائی اور امام حسنؑ کو شفا ہو گئی اور گھر واپس آئے مگر جعدہ کی طرف سے بدگمان ہو گئے اور پھر اس کے گھر کی کوئی چیز نہیں کھائی۔ ایک روز امام حسن علیہ السلام اس کے گھر تشریف لائے اسماء نے کہا آقا نخلستان سے تازہ تازہ خرمے آئے ہیں اگر خواہش ہو تو پیش کر دوں۔ امام حسنؑ نے فرمایا لاؤ! بعض محدثین نے فرمایا ہے کہ ان میں زہر آلودہ خرمے ایک خاص علامتی نشان کے تھے جسے صرف جعدہ زوجہ امام حسنؑ پہچانتی تھی اور ان میں سے باقی اپنی اصلی حالت میں تھے۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا اے جعدہ تو کھانے میں شریک کیوں نہیں ہوتی اسماء یعنی جعدہ بنت اشعث جو آپ کی زوجہ تھی شریک ہوئی اور صحیح خرمے اٹھا کر کھانا شروع کیے لیکن امام حسنؑ نے دونوں قسم کے خرمے تناول کیے۔ اس مقام پر سوال ہو سکتا ہے کیا امامؑ کو علم نہ تھا جان بوجھ کر دونوں قسم کے خرمے کھائے یا نادانستہ طور پر۔ یہ سوال علم امام سے متعلق ہے اور اس میں طویل بحث ہے کیونکہ اکثر علماؒ نے اپنے اپنے علم و معرفت کے مطابق جواب دیے ہیں۔ ہم اس مقام کے علاوہ جہاں مناسب ہو گا مفصل جواب سپرد قرطاس کریں گے تاکہ اس قسم کی ختم ہو جائے۔

(مترجم: یہ ایک حقیقت ہے کہ نبیؐ و امامؑ کے منازل ابتلاء عظیم ہیں اور ان کی بھی آزمائش یقینی ہے اگر آزمائش نہ ہو تو مقامات رفیعہ اور بلندی درجات حاصل نہ ہو گی جو کہ عمل کا ایک درجہ ہے۔ پس اگر ائمہ اپنے علم وہبی و لدُنی کے ذریعہ آگاہ ہونے پر زہر کو جو دشمن دین دے رہا

ہے نہ کھائیں تو آزمائش ختم ہو جاتی ہے اسی لیے ہر ایک معصوم کو جب زہر دیا گیا تو باوصفیکہ مطلع بعلم امامت تھے مگر زہر کی طرف پھر بھی ہاتھ بڑھا دیا یہ کہنا کہ عدا نسیان طاری کر دیتا ہے منافی شان معصوم ہے۔) حاصل کلام یہ ہے کہ امام حسنؑ نے سات دانہ خرموں کے جو زہر آلود تھے کھائے اور پھر ہاتھ کھینچ لیا۔ اور اسمار کے گھر سے اپنے دوسرے گھر چلے آئے اور رات بے چینی کرب و درد میں گزاری اور پھر روضۂ مبارک جدا مجد پر گئے اور شفا چاہی اور عرض کیا کہ اے نانا آپ کی درگاہ درگاہِ رحمت ہے اور جو درد مند اور طالب رحمت ہیں یہاں حاضری دیتے ہیں یہ کہہ کر اپنے شکم مبارک کو قبر مطہر سے ملا اور بہ برکت روحانیت پیغمبر خدا آپ کو صحت ہوئی جب واپس تشریف لائے اسمار سے کہا کہ جب سے میں نے کہ ان خرموں نے جو تیرے پاس تھے میرا حال خراب کر دیا ہے یہاں تک کہ یہ نزدیک ہلاکت پہنچ گیا ہوں۔ اسمار نے ناروا جواب حضرت کو دیا اور امام حسنؑ اسمار کے گھر سے غمگین واپس آ گئے۔ تیسری مرتبہ مروان نے پھر زہر الماس بھیجا جس میں کئی دوسرے زہر ملے ہوئے تھے اور وہ زہر لے کر وہ دلالہ عورت، اسمار کے پاس آئی اور اسمار سے کہا کہ یزید تیرے فراق میں بے چین ہے اگر حسنؑ کا کام تمام کر دیا تو بہت جلد ملکۂ شام بن جائے گی یہ کہہ کر اس نے اسمار کو زہر دیا۔ اسمار نے بڑے حیلہ و فکر سے کام لیا آخر کار ایک شب آپ کے پینے کے پانی کے کوزہ میں وہ زہر ڈال دیا۔ اس کوزہ پر کپڑا بندھا ہوا تھا اس ملعونہ نے اس کپڑے میں زہر چھپا دیا اور پھر وہ اپنے گھر چلی گئی۔ اے شیعیان علیؑ یہ مقام گریہ و بکا ہے کہ کچھ دیر بعد امام حسنؑ خواب سے بیدار ہوئے اور اپنی بہن زینبؑ کو آواز دی اور فرمایا کہ میں نے ابھی خواب میں دیکھا کہ نانا رسولِ خدا اور بابا علی المرتضیٰ اور میری ماں فاطمہؑ تشریف لائی ہیں اور مجھ سے

فرمایا کہ اے نور البصر اب عنقریب تم دنیا کی تکلیفوں سے نجات پاؤ گے اور ہم سب تمہارے منتظر ہیں یہ فرما کر آپ نے پانی طلب کیا اور ہاتھ بڑھا کر وہ سر بمہر کوزہ اٹھایا۔ مہر کو دیکھا تو صحیح حالت میں تھی آپ نے اس مہر کو ہٹایا اور کوزہ سے پانی لے کر پیا۔ پس پانی کا پینا تھا کہ زہر نے اثر کیا اور دہن مبارک سے خون اُگلنے لگے زینبؑ خاتون سے فرمایا اے بہن یہ پانی تو زہر آلودہ ہے جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے۔ اے بہن حسینؑ سے کہو کہ جلد آ جائیں۔ زینبؑ خاتون نے واحسینا واحسیناہ کی صدائے دردناک بلند کی۔ اہل حرم بیدار ہو گئے اور امام حسینؑ سر و پا برہنہ خانۂ حسنؑ کی طرف پہنچے اور امام حسنؑ کی حالت خراب دیکھ کر آہ سرد کھینچی اور بھائی کی گردن میں ہاتھ ڈال کر فرمایا اے بھائی آپ کی یہ کیا حالت ہو گئی۔ اہل حرم میں کہرام بپا ہو گیا۔ بہنیں فریاد کرنے لگیں۔ آئیے ذرا کربلا میں حسینؑ کو دیکھیے کہ حسینؑ کا تن مبارک تیروں سے چھلنی ہو گیا ہے تلواروں سے چور چور ہیں گھوڑے سے زمین پر آ چکے ہیں۔ چاروں طرف دشمنوں کا نرغہ ہے۔ شمر خنجر بکف موجود ہے کہ سر امام حسینؑ جدا کرے۔ وہاں کیا کوئی مسلمان نہ تھا کہ جو حسین فرزند رسولؐ کی مدد کرتا۔ ذبح ہونے سے بچاتا۔ دشمنوں کی تلواروں کو روکتا۔ اسی اثنا میں عبداللہ بن امام حسنؑ نے خیمہ میں اپنے چچا حسینؑ کی آواز سنی کہ اس حالت غربت میں ہے کوئی مدد کرنے والا۔ میدان کی طرف دوڑا، اور امام حسینؑ کے نزدیک پہنچا اور عبداللہ بن الحسن نے شمر سے کہا اے شمر تو میرے عم نامدار کو قتل کرتا ہے کہ ایک ظالم نے تلوار اٹھائی اور اس گیارہ سالہ بچے کو حسینؑ کی گود میں ذبح کر دیا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین ۰

اب ذرا امام حسنؑ کا حال سنیے کہ امام حسینؑ نے عرض کیا بھائی یہ کیا حالت

ہے۔ کل تک تو آپ کی یہ حالت نہ تھی۔ امام حسینؑ نے اپنا ہاتھ امام حسنؑ کے ہاتھ میں دیا اور پھر امام حسنؑ نے امام حسینؑ کو چند وصیتیں کیں۔ فرمایا اے برادر بجان برابر غم کھانا اور خون دل بہانا۔ اس کے سوا صبر کی منزل ہے۔ جادۂ صبر پر قائم رہنا۔ اب میرے بعد تمہاری مصیبتوں کا زمانہ شروع ہونے والا ہے پھر آپ نے کلمۂ شہادت لا الٰہ الا اللہ محمد جدی رسول اللہ علی ولی اللہ بالرفیق الاعلیٰ۔ کلمہ طیبہ و شہادتین پڑھا اور امام حسین تلقین صبر کی۔ اور تمام اہل حرم کو اشارہ کیا کہ یہاں سے سب باہر چلے جائیں

نے فرمایا ہے۔ غرضیکہ سب حجرۂ حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے باہر چلے گئے کہ وہ وقت رہا کہ روح حسنؑ نے جنت اعلیٰ کو پرواز کی اور امام حسینؑ نے فریاد گریہ و بکا بلند کی واحسناہ و اخاہ کہتے تھے اور روتے جاتے تھے۔ اہل حرم میں اس وقت آہ و فغاں کا ایک شور برپا تھا۔ واحسرتا کہ امام حسینؑ کو یہ گوارا نہ ہوا کہ وقت نزع کوئی شخص یا عورت بآواز بلند گریہ کرے۔ لیکن جب حسین گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے۔ اعدائے دین شور مچا رہے تھے، خوش ہو رہے تھے کہ شمر ولد الحرام آگے بڑھا اور سینۂ امام پر قدم رکھا۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

امام حسنؑ کی جس زہر سے شہادت واقع ہوئی اس کے بارے میں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ زہر الماس تھا کہ جسے باریک پیس لیا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ زہر ہلاہل تھا۔ بہر حال کہ وہ زہر تھا۔ ہر ایک زہر کی خاصیت و علامت جداگانہ ہے لیکن

وہ زہر جو آپ کو دیا گیا صورتاً جدوار سے (جدوار ایک جڑ ہے مخروطی شکل سیاہ رنگ کی) مشابہ تھا اور اس زہر کی مصلح یہی جدوار ہے۔ حکیم مومن نے کتاب تحفہ میں لکھا ہے کہ اس قسم کا زہر زیادہ تر خطا و ختن کی پہاڑیوں پر ہوتا ہے جبکہ ایک طرف یہ زہر ہوتا ہے اور دوسری طرف جدوار ہوتی ہے اور اس میں فرق کرنا مشکل ہے بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ جب یہ زہر کا پودا لینے جاتے ہیں تو بکری وغیرہ لے جاتے ہیں اور اگر بکری اس زہریلے درخت کو کھاتی ہے تو اس کے پستان پھٹ جاتے ہیں اور خون جاری ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس زہر سے دونوں ہلاک ہو جاتے ہیں۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اس زہر نے امام حسنؑ کے جگر کا کیا حال کیا ہوگا کہتے ہیں کہ وہ کوزۂ آب زمین پر پھینکا اور زہردار پانی زمین پر گرا تو زمین میں شگاف پڑ گئے تھے۔ اس زہر سے امام حسنؑ کی حالت زیادہ متغیر ہو گئی تھی، کسی طرح چین نہیں آتا تھا، ے

درتاب رفت و طشت طلب کرد و نالہ کرد

دل زخون دل چند سالہ کرد

زینب خاتون نے طشت کی طرف نگاہ کی کہ طشت میں دل و جگر کے ٹکڑے پڑے ہیں واحسرتا کہ امام حسنؑ کا جگر معاویہ کے زہر سے ٹکڑے ہوا اور امام رضا علیہ السلام کا جگر مامون کے زہر سے ٹکڑے ٹکڑے ہوا۔ اور امام حسینؑ کا جگر تیر سے شعبہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہوا جو زہر آلودہ تھا۔ امام حسنؑ نے چند مرتبہ قے کی اور شکم مبارک خالی ہو گیا۔ دل و جگر ٹکڑے ہو گئے لب ہائے مبارک سبز ہو گئے۔ ناخن سیاہ ہو گئے۔ اسی حالت میں امام حسینؑ سے کچھ وصیتیں بیان کیں۔ اوّلاً امام امام حسینؑ کو صحیفۂ امامت سپرد کیا اور حسینؑ مامور بہ امامت ہوئے (اسی طرح

آپ مامور بہ امامت ہوئے جیسے نبی مبعوث پر نبوت ہوتا ہے) آپ نے امام حسینؑ سے فرمایا کہ اب میرے بعد تو ہی صاحب ولایت و امامت و خلافت ہے تو ہی حجت اللہ ہے اور تو ہی میرے یتیموں کا والی وارث ہے۔ اے برادر میں نے اپنے نانا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث دیکھی کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ شب معراج مجھے بروضہ رضوان لے گیا اور میں نے ہر ایک کے درجات ملاحظہ کیے میں نے وہاں پر دو قصر دیکھے کہ ایک یاقوت سرخ کا تھا اور دوسرا مروارید کا دریافت کیا کہ یہ قصر کس کے ہیں۔ رضوان نے کہا کہ ایک حسنؑ مجتبیٰ کا اور دوسرا حسینؑ شہید کربلا کا ہے۔ سوال کیا یہ دونوں ہم رنگ کیوں نہیں ہیں۔ رضوان خموش ہوگیا اس وقت جبرائیل نے کہا کہ اے رسولؐ رضوان کس طرح عرض کرے۔ واقعہ یہ ہے کہ حسنؑ زہر سے شہید ہوں گے ان کا رنگ زمرد کی طرح سبز ہوگا۔ اور قصر حسینؑ سرخ اس لیے ہے کہ جب حسینؑ دنیا سے رخصت ہوں گے اور تمام جسم مبارک خون سے رنگین ہوگا پس اے برادر یہی میرا حال ہے۔ غرضیکہ اس بیان سے اہل حرم میں شور بکا بلند ہوگیا۔ عرق مرگ پیشانی پر ظاہر ہوا اور روح امام حسنؑ جنت کو پرواز کر گئی۔ امام حسینؑ نے اپنے بھائی کے غم میں گریبان چاک کیا۔ حجرہ سے باہر نکلے۔ مدینہ میں ہاہ حسنؑ کی صدائیں بلند تھیں۔ یہاں جناب زینبؑ نے وقت وفات حسن مجتبےٰ کی آنکھیں بند کیں اور کربلا میں جب حسینؑ نے شہادت پائی تو نیزہ پر سر حسینؑ بلند تھا کوئی نہ تھا کہ جو امام حسینؑ کی آنکھیں بند کرتا، بلکہ سینۂ امام حسینؑ تھا اور شمر ملعونؒ نے سینۂ اقدس پر قدم رکھا۔ زمین کربلا کو زلزلہ آیا فضا کربلا میں آندھیاں چلنے لگیں۔ فرات کے پانی میں تلاطم پیدا ہوگیا۔

اسماء ملعونہ کا انجام

روایات سے ثابت ہے کہ جعدہ بنت اشعث کہ جو اسماء کے نام سے مشہور ہے اس نے امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو زہر اس لیے دیا تھا کہ اس کے بعد وہ حبالۂ عقد یزید بن معاویہ میں آجائے۔ اصل میں جعدہ بد طینت تھی اس کے باپ اور بھائی نے حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے حق میں ظلم و ستم کیے ہیں۔ اسی ملعونہ کا بھائی کربلا میں محمد بن اشعث شریک افواج یزید تھا اور اس نے امام حسینؑ سے قتال کیا ہے۔ جب اس نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو زہر سے شہید کر دیا تو مروان نے خیال کیا کہ حسین علیہ السلام ضرور قاتل حسن کو اس کے کیے کی سزا دیں گے۔ اس نے جعدہ کو تہدید کی اس کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح وہ اپنے آپ کو امام حسن مجتبےٰ علیہ السلام کا وفادار ثابت کرے اور بنی ہاشم اور امام حسینؑ محاسبہ نہ کریں۔ اس نے اسماء کو یہ پیغام بھیجا کہ بنی ہاشم تجھے قتل کرنے کی فکر میں ہیں۔ تیرا اب خانۂ حسن میں رہنا مناسب نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اسماء خود بھی خوف زدہ تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اس نے خود زہر دیا ہے۔ وہ موقعہ پاکر مروان کے گھر چلی آئی اور مروان نے دو غلام اور تین کنیزوں کے ہمراہ معاویہ کے پاس بھیج دیا۔ اور معاویہ کو خط لکھا کہ اس عورت کو پوشیدہ رکھے اور ہرگز ہرگز ظاہر نہ ہونے دے۔ اگر اس کا شام میں پہنچنا ظاہر ہوگیا تو ایک نیا فتنہ پیدا ہو جائے گا۔ اور کشت و خون کی نوبت آئے گی۔ پس اس راز کو کسی پر ظاہر نہ کرے۔ جب مروان کے غلام جعدہ بنت اشعث کو معاویہ کے پاس پہنچے اور معاویہ کو خبر شہادت امام حسنؑ ملی تو وہ بہت خوش ہوا۔ اور اس نے فرزند رسولِ خدا کی شہادت پر مسرت و خوشی کا اظہار کیا چنانچہ یہ رسم

اب تک دشمنانِ آل رسول میں جاری ہے۔ لیکن معاویہ شاہی اطوار و آداب کے تحت بازار و دکانیں بند کرنے کا حکم جاری کیا اور درباری لوگوں نے ماتم داری کی اور امام حسنؑ کا سوگ منایا۔ وامصیبتاہ کہ جب امام حسنؑ کی خبر شہادت شام میں پہنچی تو معاویہ نے سوگ منایا لیکن جب بعد میں شہادت امام حسینؑ آپ کے اہلحرم رسَن بستہ شام میں داخل ہوئے اور یزیدؑ کو خبر قتل حسینؑ پہنچی تو اس نے حکم دیا کہ شہر آراستہ کیا جائے، دربار سجایا جائے۔ عورتوں نے زیورات پہنے اور مردوں نے لباس فاخرہ پہنا گویا قتل حسینؑ پر عید منائی گئی اور جگہ جگہ لہو ولعب اور گانے کی محفلیں برپا ہوئیں، رقص و سرود کے اجتماع ہوئے۔ جب معاویہ ظاہراً سوگ منا چکا تو اس نے جعدہ بنت اشعث کو بلایا اور اس سے امام حسنؑ کو زہر دینے کا حال سُنا۔ اس ملعونہ نے جس مکر و حیلہ سے دونوں مرتبہ زہر دیا تھا وہ تفصیلاً ذکر کیا۔ معاویہ نے اس سے دریافت کیا آخر تو نے یہ امر عظیم کس لیے انجام دیا کہ فرزند رسولِ خدا حسن مجتبیٰ کو زہر سے شہید کر دیا۔ اسماء نے کہا تیری خوشنودی اور تیرے بیٹے یزیدؑ کو اختیار کرنے کے لیے یہ کام انجام دیا اور خدا اور رسولؐ سے بھی خوف نہ کیا۔ معاویہ بولا کہ اے زن بے وفا! تُو نے حسنؑ مجتبیٰ کے ساتھ وفا نہ کی اور تُو نے ماہ تابندہ اور شیشۂ رسولِ خدا کو چھوڑ دیا نہ صرف چھوڑ دیا بلکہ زہر سے شہید کیا تو میرے بیٹے یزیدؑ کے لائق نہیں ہے۔ خدا تجھ سے اس معاملہ میں باز پرس کرے، میں یزیدؑ کی زوجیت میں نہیں دے سکتا۔ ؎

جز جور و جفا نیاید از تو جز فعل خطا نیاید از تو
از تو طلب وفا محال است البتہ وفا نیاید از تو

وہ بدبخت ناسازگار زمانہ پھر دنیا امام حسنؑ کی محبتوں کو یاد کر کے رونے

لگی۔ معاویہ نے کہا اگر اس قدر گریہ کرتی ہے کہ تیری دو قتل خدائے تعالیٰ کی حمد و ثنا بجا کم گریہ کر۔ راوی کہتا ہے کہ جعدہ نے تین شب و روز نہ پانی پیا اور ان ایمانی کہ اس باغی صاحب روضۃ الشہداء نے تحریر کیا ہے کہ معاویہ نے اپنے غلاموں کو حکم دیا یہ شخص شریعت مخفی طور پر یہاں سے لے جائیں۔ غلامان معاویہ پوشیدہ طور پر کسی جگہ لے کر کے سوا اس کے گیسوؤں اس کے تن اور ٹانگوں کو اونٹ سے باندھ دیا۔ اونٹ ایک جزیرہ کے نزدیک پہنچا گرد و غبار کا طوفان اٹھا اور وہ ملعونہ اس طوفان میں ناپید ہو گئی۔ فی النار والسقر ہو گئی۔ اس ملعونہ کا یہ انجام امام حسنؑ مجتبیٰ علیہ السلام سے دغا کرنے کا نتیجہ ہے آپ نے اس پر نفرین کی تھی۔ امام کی نفرین بمنزلہ عذاب ہے۔ وہ دنیا ہی میں عذاب میں مبتلا ہو کر اپنے کیفر کردار کو پہنچی۔

اور جب میدانِ حشر برپا ہوگا تو مادرِ حسن مجتبیٰ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نوحہ کنان زیرِ عرش فریاد کریں گی اور خدا سے عرض کریں گی کہ پالنے والے جعدہ نے میرے بیٹے حسن کو زہر سے شہید کیا، نہ تیرا خوف کیا اور نہ تیرے رسولؐ کا لحاظ کیا۔ اس وقت سیدۂ عالم حسن مجتبیٰ کا (دراعہ) یعنی کرتہ جو زہر آلود خون سے بھرا ہوگا اور پیراہن حسین خون آلودہ تیروں سے چھلنی، اپنے بابا رسولِ خدا کے دندان شکستہ اپنے شوہر علیؑ مرتضیٰ کا خون بھرا عمامہ، علی اصغر کا خون بھرا شلوکا۔ امام حسینؑ کی خون بھری قمیص، اور آگے آگے جبرئیل امین ایک طبق لیے ہوئے جس میں امام حسینؑ کی انگشت بریدہ، عباس علمدار کے کٹے ہوئے شانے ہوں گے۔ اس وقت ایک مجلس عزا برپا ہو گی واحسیناہ کی صدائیں بلند ہوں گی۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

اب تک دشمنانِ آلِ رسول میں جاری ہے۔ لیکن معاویہ شاہی اطوار و آداب کے تحت بازار و دکانیں بند کرنے کا حکم جاری کیا اور درباری لوگوں نے ماتم داری کی اور امام حسنؑ کا سوگ منایا۔ وامصیتاہ کہ جب امام حسنؑ کی خبرِ شہادت شام میں پہنچی تو معاویہ نے سوگ منایا لیکن جب بعد میں شہادت امام حسینؑ آپ کے اہلِ حرم رسن بستہ شام میں داخل ہوتے اور یزید لعنؔ کو خبر قتل حسینؑ پہنچی تو اس نے حکم دیا کہ شہر آراستہ کیا جائے، دربار سجایا جائے۔ عورتوں نے زیورات پہنے اور مردوں نے لباس فاخرہ پہنا گویا قتل حسینؑ پر عید منائی گئی اور جگہ جگہ لہو ولعب اور گانے کی محفلیں برپا ہوئیں، رقص و سرود کے اجتماع ہوتے۔ جب معاویہ ظاہراً سوگ منا چکا تو اس نے جعدہ بنت اشعث کو بلایا اور اس سے امام حسنؑ کو زہر دینے کا حال سُنا۔ اس ملعونہ نے جس مکر و حیلہ سے دونوں مرتبہ زہر دیا تھا وہ تفصیلاً ذکر کیا۔ معاویہ نے اس سے دریافت کیا آخر تو نے یہ امرِ عظیم کس لیے انجام دیا کہ فرزند رسولِ خدا حسن مجتبیٰ کو زہر سے شہید کر دیا۔ اسماء نے کہا تیری خوشنودی اور تیرے بیٹے یزید لعنؔ کو اختیار کرنے کے لیے یہ کام انجام دیا اور خدا اور رسوؐل سے بھی خوف نہ کیا۔ معاویہ بولا کہ اے زنِ بے وفا! تُو نے حسنؑ مجتبیٰ کے ساتھ وفا نہ کی اور تو نے ماہ تابندہ اور شیشۂ رسولِ خدا کو چھوڑ دیا نہ صرف چھوڑ دیا بلکہ زہر سے شہید کیا تو میرے بیٹے یزید لعنؔ کے لائق نہیں ہے۔ خدا تجھ سے اس معاملہ میں باز پرس کرے، میں یزید لعنؔ کی زوجیت میں نہیں دے سکتا۔ ؎

جز جور و جفا نیاید از تو | جز فعل خطا نیاید از تو
از تو طلب وفا محال است | البتہ وفا نیاید از تو

وہ بدبخت ناسازگار زمانہ پھر دنیا امام حسنؑ کی محبتوں کو یاد کر کے رونے

لگی۔ معاویہ نے کہا اگر اس قدر گریہ کرتی ہے کہ تیری دونوں آنکھیں کور ہو جائیں گی۔ کم سے کم گریہ کر۔ راوی کہتا ہے کہ جعدہ نے تین شب و روز نہ پانی پیا اور نہ طعام کھایا معین الدین صاحب روضۃ الشہداء نے تحریر کیا ہے کہ معاویہ نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ جعدہ کو مخفی طور پر یہاں سے لے جائیں۔ غلامان معاویہ پوشیدہ طور پر کسی جگہ لے گئے اور اس کے گیسو اس کے تن اور ٹانگوں کو اونٹ سے باندھ دیا۔ اونٹ ایک جزیرہ کے نزدیک پہنچا گرد و غبار کا طوفان اٹھا اور وہ ملعونہ اس طوفان میں ناپید ہو گئی۔ فی النار والسقر ہو گئی۔ اس ملعونہ کا یہ انجام امام حسنؑ مجتبیٰ علیہ السلام سے دغا کرنے کا نتیجہ ہے آپ نے اس پر نفرین کی تھی۔ امام کی نفرین بمنزلہٗ عذاب ہے۔ وہ دنیا ہی میں عذاب میں مبتلا ہو کر اپنے کیفرِ کردار کو پہنچی۔

اور جب میدانِ حشر برپا ہوگا تو مادرِ حسن مجتبیٰ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نوحہ کناں زیرِ عرش فریاد کریں گی اور خدا سے عرض کریں گی کہ پالنے والے جعدہ نے میرے بیٹے حسن کو زہر سے شہید کیا، نہ تیرا خوف کیا اور نہ تیرے رسوؐل کا لحاظ کیا۔ اس وقت سیدۂ عالم حسن مجتبیٰ کا (دراعہ) یعنی کرتہ جو زہر آلود خون سے بھرا ہوگا اور پیراہن حسین خون آلودہ تیروں سے چھلنی، اپنے بابا رسوؐلِ خدا کے دندان شکستہ اپنے شوہر علیؑ مرتضیٰ کا خون بھرا عمامہ، علی اصغر کا خون بھرا شلوکا۔ امام حسینؑ کی خون بھری قمیص، اور آگے آگے جبرئیل امین ایک طبق لیے ہوئے جس میں امام حسینؑ کی انگشت بریدہ، عباس علمدار کے کٹے ہوئے شانے ہوں گے۔ اس وقت ایک مجلس عزا برپا ہوگی واحسیناہ کی صدائیں بلند ہوں گی۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

امام حسینؑ کا مکّہ تشریف لے جانا اور منیٰ میں خطبہ دینا

مجالس مومنین میں مرقوم ہے کہ بعد شہادت حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السّلام شیعیان علی اور موالیان اہلبیت طاہرین نے امام حسینؑ کو معاویہ کے ظلم وستم سے آگاہ کرنے کے لیے خطوط تحریر کیے اور اپنے مصائب کی جو معاویہ کے ہاتھوں پڑے شکایت کی اور یہ بھی لکھا کہ آپ اس خط کو راز میں رکھیں۔ ے

ظلم وجفا جملہ عالم گرفت اہرمنی مسند آدم گرفت

اے امام انس وجان، وصی وجانشین نبوی، وارث شریعتِ محمّدی، منظہر شجاعت حیدری اے حسین ابن علیؑ مدد دے۔ مولیٰ معاویہ کے ظلم وجور نے پورے عالم اسلام کو گھیرے میں لے لیا ہے اور مسند آدم پر اہرمن قابض ہے، ظلم وجور کا دور دورہ ہے آپ مدد فرمایئے، اپنے نانا کے دین کی حفاظت کیجئے۔ جب یہ نامہ بلکہ اس قسم کے نامے متواتر طور پر امام حسینؑ کو ملے تو آپ مدینہ سے عازم مکّہ ہوئے کہ حج بھی بجا لائیں، اور چونکہ حج میں اہل اسلام کا اجتماع عظیم ہوتا ہے۔ ان سب کو ہدایت بھی کریں۔ آپ نے مدینہ میں اپنے عزیزوں، دوستوں، رفیقوں اور تمام شیعیوں کو اپنے عازم سفر ہونے کی خبر کی۔ سب لوگ جمع ہوئے اولاً سب نے امام حسینؑ کو اس سفر سے روکا آخر کار امام حسینؑ کے نہ ماننے پر سب خموش ہو گئے۔ اور آپ کے ہمرکاب عبداللہ جعفر اور عبداللہ بن عباس تھے۔ روایت میں ہے کہ اس وقت تقریباً اہل مدینہ میں سے معتزز ومفتخر اور باثر جو ہستیاں تھیں ان کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی۔ جب یہ حسینی قافلۂ حج باشکوہ وشان ہاشمی وارد مکّہ ہوا اور مقام منیٰ پہ وارد ہوا تو امام حسینؑ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور اصحاب وانصار کے شامیانے کے نیچے تشریف لائے

اور تمام لوگ بھی جمع ہو گئے۔ اور آپ نے خطبہ دیا۔ اوّل خدائے تعالیٰ کی حمد وثنا بجا لائے پھر اپنے نانا پر درود وسلام بھیجا اور پھر فرمایا کہ اے برادران ایمانی کہ اس باغی وطاغی معاویہ جس طرح چاہتا ہے ہمارے شیعیوں پر ظلم ڈھا رہا ہے۔ یہ شخص شریعت محمّدیہ میں من مانی کر رہا ہے۔ عرصہ حیات لوگوں پر تنگ کر دیا ہے۔ اب اس کے سوا چارۂ کار نہیں ہے کہ ہم اپنے دوستوں کو پنجۂ ظلم سے نجات دلائیں۔ ان مظلوموں کی دادرسی ہم پر فرض ہے۔ اے حاضرین پر تمکین میں رسولؐ خدا کا فرزند ہوں۔ میں بچپنے میں آغوش رسول میں تھا۔ میں نے زبان رسولخدا چوس چوس کر پرورش پائی ہے جسے تم سب جانتے ہو۔ میں تم سے چند چیزوں کے متعلق سوال کرتا ہوں۔ اگر میں اپنے مقام پر صادق ہوں تو تم سب کا فریضہ ہے کہ میری تصدیق کرو۔ اور اگر معاذ اللہ میرے کلام میں کذب بیانی کو دخل ہے تو تم تکذیب کرو اور پھر اگر میرے کلام کو مانتے ہو تو پھر جو کچھ میں بیان کروں اسے پوشیدہ رکھو، کسی پر ظاہر نہ کرو۔ اور جب کسی دوسری جگہ کسی دوسرے قریہ میں جاؤ تو جو لوگ ہمارے شیعہ اور قابل اعتماد ہیں ان سے بیان کرو اور ان سے بھی اس راز کو پوشیدہ رکھنے کا عہد لو۔ اے گروہ مردمان میں دیکھ رہا ہوں کہ لوگوں نے حق کو بوسیدہ اور پست کر دیا ہے حالانکہ خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

کہ خدا اپنے نور کو پورا کرے گا یعنی اس کی حفاظت کرے گا خواہ کافروں پر گراں گزرے۔

ع

وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

خامس آل عبا سید الشہداء امام حسینؑ نے چند آیات قرآنی عظمت دین اسلام سے متعلق بیان فرمائیں اور وہ آیات بھی پڑھیں کہ جو خاندان رسولخدا کے حق میں

نازل ہوئی ہیں۔ اس کے بعد آپ نے اصحاب سے کہ جو وہاں موجود تھے سوال کیا کہ یہ سب روایات و احادیث ہیں یا نہیں۔ سب نے کہا اے سبط رسولؐ خدا آپ نے بالکل حق فرمایا ہے اور ہم سب کے علم یہ تمام روایات موجود ہیں اور ہم سب جانتے ہیں کہ آپ ہادیٔ برحق ہیں اور مشرق و مغرب میں آپ سے زیادہ عالم دین نہیں ہے مسند خلافت نبوی آپ ہی کو زیب دیتی ہے جب یہ موعظہ تمام ہوا۔ سب لوگ متفرق ہو گئے اور اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ خطبہ امام حسینؑ نے مدینہ میں دیا تھا جب کہ عزیز و انصار، دوست و اصحاب موجود تھے۔ اور دوسرا خطبہ امام حسینؑ نے کربلا میں دیا جو کہ دشمنوں میں اتمام حجت کے لیے تھا مگر کوئی نہ تھا کہ جو امام علیہ السلام کے خطبہ پر لبیک کہتا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا اے قوم نابکار! اگر تم میری ان باتوں کی تصدیق نہیں کرتے تو زید بن ارقم، جابر بن عبداللہ اور ایسے چند دوسرے اصحاب رسولؐ سے میری بات دریافت کر دو کہ کیا کبھی میں نے دین میں کوئی بدعت کی ہے۔ میں نے کبھی مخالفت خدا کی ہے پھر آخر تم میرا خون بہانا کیوں حلال سمجھتے ہو اور میرا خون بہانے پر آمادہ ہو، جب کہ رسولِ خدا نے میری بابت فرمایا ہے کہ حسین منی و انا من الحسین لیکن فوج یزیدی میں سے کسی نے جواب نہیں دیا۔

مروان کا شیعوں کے حالات سے معاویہ کو مطلع کرنا

شیخ کشی علیہ الرحمۃ نے رجال میں لکھا ہے کہ مروان جو معاویہ کی جانب سے حاکم مدینہ تھا ایک خط معاویہ کو تحریر کیا کہ امام حسن علیہ السلام کے انتقال کے بعد لوگ حسین ابن علیؑ کی طرف رجوع کر رہے ہیں اور اصحاب و تابعین میں سے لوگ

جوق در جوق امام حسینؑ کی خدمت میں آتے رہتے ہیں۔ ایک کثیر جماعت ان کے ساتھ ہو گئی ہے اور تحریر کیا کہ مجھے عمرو بن عثمان نے مطلع کیا ہے کہ اہل عراق میں سے شیعیان علیؑ کی ایک جماعت جو بزرگان ملت اور ثقہ لوگوں پر مشتمل ہے۔ امام حسینؑ کی خدمت میں آئی ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں تمہاری حکومت کے لیے یہ چیز باعث خرابی ہو لیکن میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ حسین بن علیؑ نے آج تک نہ دعویٔ خلافت کیا ہے اور نہ ہی ہماری مخالفت کی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اہل عراق ان کو اس بارے میں خموش نہ بیٹھنے دیں۔ پس اے معاویہ تمہاری اس معاملہ میں کیا رائے ہے مجھے مطلع کریں تاکہ میں اس پر کاربند رہوں۔ جب معاویہ کو یہ خط ملا۔ تو اس نے جواباً تحریر کیا کہ تمہارا نامہ ملا۔ اور مضمون خط سے آگاہی ہوئی اور میں مزید غور کروں گا لیکن اے مروان جب تک حسینؑ کی طرف سے کوئی اقدام نہ ہو تو حسینؑ سے معارضہ مت کر اور ان کو ان کے حال پر چھوڑ دے۔ میں بھی حسین بن علیؑ سے تصادم نہیں چاہتا تاوقتیکہ وہ میری سلطنت کے بارے کوئی تعرض نہ کریں۔ تو ان کی طرف سے کنارا کرے اور تیرا آمنا سامنا نہ ہونا بہتر ہے' والسّلام!۔

مؤلف فرماتے ہیں کہ معاویہ موقع شناس تھا اور عارف تھا اور جانتا تھا کہ نبی اکرمؐ کی حمیت و غیرت حسین میں ہے۔ شجاعت و غضب میں حسینؑ اپنے نانا کا آئینہ دار ہیں اور آنحضرتؐ حسینؑ کو بے حد محبوب رکھتے تھے۔ امام حسینؑ اس قدر پرواہ نہیں رکھتے جس قدر کہ حسنؑ رکھتے تھے۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ خطیب نے امام حسنؑ و حسینؑ کی موجودگی میں خطبہ دیا کہ خطیب نحس نے بنی امیّہ کی مدح کی اس وقت حضرت امام حسینؑ کو ہاشمی غیرت آئی اور آپ نے اس خطیب کو ذوالفقار سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ غرضیکہ معاویہ نے مروان کو نصیحت کی کہ حسینؑ سے معارضہ نہ کرے۔

لیکن پھر بھی دو تین مرتبہ ایسا ہوا کہ مروان اور امام حسین علیہ السلام کا آمنا سامنا ہو گیا۔ مروان منبر پر تھا اور امام حسینؑ نے اس کو منبر سے کھینچ لیا اور عمامہ اس کی گردن میں ڈال کر مسجد سے باہر لائے اور کوچہ میں اس کے ساتھ لڑائی کی صورت پیدا ہو گئی۔ امام حسینؑ نے اسکی کمر پکڑ کر اُسے زمین پر پٹک دیا۔ اور اس کو زدوکوب کیا۔ جب معاویہ کو خبر ہوئی تو اس نے اپنے بیٹے یزید لعین کو وصیت کی کہ اگر کہیں تیرا اور حسینؑ کا آمنا سامنا ہو جائے تو حسین کے ساتھ ناروا سلوک نہ کرنا کیونکہ حسین بن فاطمہؑ اپنے نانا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہرہ مند ہیں اور کسی میں یہ جرأت نہیں ہے کہ امام حسینؑ سے منازعہ کرے یعنی جھگڑے یا حضرت کی شان میں ناروا الفاظ کہے ایسا کرے گا تو اُسے فوراً حسینؑ سزا دیں گے لیکن واحسرتا کہ امام حسینؑ کی شان میں ابن زیاد ملعون نے ناروا الفاظ کہے۔ اور یزید لعین نے بھی ناروا الفاظ کہے۔ اور روز عاشورا محرم اعدائے دین چاروں طرف سے امام حسینؑ کی بے کسی پر خوش ہو رہے تھے اور آپ کا سر بریدہ نیزہ پر بلند کر کے خوش ہو رہے تھے اور جب امام حسینؑ نے اصغر بے شیر کے لیے سوال آب کیا ہے تو لوگوں نے پانی نہ دیا بلکہ طنز کرتے رہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں عنقریب اپنے نانا کے پاس جا رہا ہوں اور تمہاری شکایت کروں گا اور کہوں گا نانا آپ کی امت نے پانی تک نہ دیا بلکہ بے شیر بچہ کو تیر سہ شعبہ کا نشانہ بنایا۔ امام حسین فریاد کر رہے تھے: واجداہ ومحمداہ وعلیاہ۔ لیکن کوئی امام حسینؑ کی فریاد کو پہنچنے والا نہ تھا۔

الا لعنة الله على القوم الظّلمين

معاویہ کا خط بنام امام حسینؑ اور امام عالیمقام کا جواب

روایات معتبرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ کے ظلم وستم کو دیکھ کر جو اس نے شیعیان علی مرتضیٰ پر کیے امام حسین علیہ السلام کے دل پہ بہت گہرا اثر رنج تھا اور شیعہ بھی آنجنابؑ سے معاویہ کے ظلم وستم کی شکایت کرتے رہتے تھے علاوہ ازیں مروان حاکم مدینہ نے معاویہ کو اس مضمون کا ایک خط تحریر کیا کہ بعد شہادت حسن مجتبیٰ علیہ السلام ان کے بھائی حسین ابن علیؑ کے بارے میں میں خائف ہوں مبادا وہ خلافت کا دعویٰ کریں۔ معاویہ نے اسی بنا پر امام حسینؑ کو ایک خط لکھا کہ: اما بعد فقد انتهيت الى امور عنك ان كان حقا فقد اظنك تركها رغبة فدعها فلعمر الله ان من اعطى الله عهده و ميثاقه لجدير بالوفاء وان كان الذى بلغنى عنك باطلا فانك اعزل الناس لذلك وعظ نفسك واذكر بعهد الله اوف فانك متى تنكرنى انكرك ومتى تكدنى اكدك فاتق شق عصا هذه الامه۔

اے حسینؑ کچھ خبریں اور بعض امور کی بابت مجھے معلوم ہوا ہے کہ جو تم سے متعلق ہیں اگر وہ خبریں صحیح اور درست ہیں میں گمان کرتا ہوں کہ وہ تم نے ترک کر دی ہوں گی اور دیگر باتیں یعنی متعلقہ اس پاس کے امور وہ سب ترک کر دیے ہوں گے اور یہ مسلّم امر ہے کہ جب کوئی شخص خدا سے عہد باندھے تو اس کو پورا کرنا ضروری ہے بس اے حسینؑ اگر تم میرا انکار کرو گے تو میں بھی تمہارا انکار کروں گا۔ اور اگر تم نے اپنے عہد سے وفا کی یعنی عہد کو نہ توڑا۔ تو تم عزیز ترین مردم ہو گے اور اے حسینؑ اس عہد کی وجہ سے

کہ جو تم نے کیا تھا وفا کرو۔ ورنہ میں بھی تمہارا انکار کروں گا۔ اور اگر تم نے میرے ساتھ کسی قسم کا کید و مکر کیا تو میں بھی ایسا ہی کروں گا اور عاقبت اس میں بخیر ہے کہ شکست سے بچا جائے۔ اور تم خود مسلمانوں کو پہچانتے ہو جو کہ تمہارے آزمودہ ہیں پس تم اپنی جان اور اپنے دین پر ترس کھاؤ اور اپنے جد کی امت پر نظر رکھو ایسا نہ ہو کہ نادان لوگ تمہارے لیے گڑھا تیار کریں

ایسا نہ ہو کہ نادان لوگ تمہیں خفیف کردیں کیونکہ وہ کچھ نہیں جانتے ہیں۔ یعنی امر خلافت تمہارے خاندان سے باہر نکل گیا ہے اور اس بارے میں ہاتھ پیر نہ مارو۔ اور اپنے مطالبہ سے دستبردار ہو جاؤ اسی میں عاقبت بخیر ہے۔ جب امام حسین علیہ السلام کو معاویہ کا خط ملا اور آپ نے ملاحظہ فرمایا تو فوراً جواب تحریر فرمایا اما بعد فقد بلغنی کتابک تذکر انہ قد بلغک عنی امور انت لی عنہا راغب وانا بغیرھا عندک جدیر یعنی اے معاویہ تیرا خط مجھے ملا، جس میں تو نے تحریر کیا ہے کہ میری چند باتیں تجھ تک پہنچی ہیں اور تو مجھ کو ان سے دور جانتا ہے اور میں بغیر ان امور کے تیرے نزدیک ان امور کا سزاوار ہوں۔ اور یہ جو تو نے تحریر کیا ہے کہ بعض خبریں جو مجھ سے متعلق بیان کی گئی ہیں، صحیح نہیں ہیں بلکہ یہ چغل خوروں کی اختراع ہیں۔ بہر حال میں تجھ سے کوئی دشمنی یا خیال حرب و ضرب نہیں رکھتا ہوں۔ خدا کی قسم اس کام کو ترک کرنے پر میں خدا سے ڈرتا ہوں اور گمان کرتا ہوں کہ ایسا کرنے سے یعنی ترک کرنے پر خدا راضی نہ ہوگا اور میں تجھ سے معذرت نہیں کرتا نہ تجھ سے اور نہ تیرے دوستوں سے کہ جو قاسطین و ملحدین کا ایک ٹولہ ہے۔ کیا تو قاتل حجر بن العدی الکندی نہیں ہے، اور کیا تو نے نماز گذاروں اور زاہدان شب زندہ داران کو قتل نہیں کیا ہے حالانکہ وہ لوگ تجھے ظلم و ستم اور بدعتوں سے روکتے تھے۔ ان لوگوں

کو قتل کرنا ظلم و عدوان کی نشانی ہے۔ مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسینؑ کی مراد اس سے یہ تھی کہ اگر میرے بھائی حسنؑ نے تجھ سے عہد باندھا تھا اور خلافت کے بارے میں صلح اختیار کی تھی تو ہم بھی اپنے بھائی کے عہد پر قائم ہیں وہ عہد چند شرائط کے ساتھ کیا گیا تھا اور تو نے ایک شرط پر بھی عمل نہیں کیا اور جب تو نے عمل ہی نہ کیا تو عہد خود بخود ختم ہو گیا۔ ان شرائط میں سے ایک یہ بھی شرط تھی کہ حضرت علی المرتضیٰ پر سب نہ کیا جائے گا۔ اجناز نماز جمعہ بھی شرائط میں داخل تھے اور شیعیان علیؑ کو اذیت نہ دینا بھی جزو معاہدہ تھا حالانکہ تو نے ہمارے دوستوں کو اذیتیں پہنچائیں۔ حجر ابن العدی الکندی کو قتل کیا کہ وہ اصحاب علیؑ سے تھے۔ عمرو بن حمق خزاعی جیسے عابد کو قتل کیا۔ پس تو خدا سے نہیں ڈرتا اور اپنے عہد سے انحراف کر کے خود اسے ذلیل کر رہا ہے اور مجھے موعظہ کرتا ہے کہ میں عہد نہ توڑوں۔ ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھ ہمارے محبوں اور شیعوں کو آزار دیتا ہے۔ زیاد ابن سمیہ کہ جو بنی ثقیف کے لباس شب کی تخلیق ہے اس کے بارے میں تو دعویٰ کرتا ہے کہ وہ ابوسفیان (پدر معاویہ) کی اولاد ہے۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لیے فرمایا ہے کہ
ایسے شخص کو تو نے قوت و شوکت دی ہے کہ وہ عراق میں
شیعیان علیؑ پر عرصۂ حیات تنگ کرے اس کے علاوہ تو یہ سمجھتا ہے کہ شیعیان علیؑ امت رسولؐ نہیں ہیں یا تو امت رسول خدا نہیں ہے اور تو نے ابن زیاد کو مومنین حضرمیین قرار دیا ہے۔ حالانکہ اس سلسلہ کا تعلق علیؑ اور اولاد علیؑ سے ہے ابن زیاد کو تو نے ہمارے دوستوں کو قتل کرنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ اے ہندۂ جگر خوار حمزہؓ تیرے باپ سفیان نے ہمارے نانا کے ساتھ جنگ کی ہے آخر تو بواسطۂ اسلام یہاں بیٹھا ہوا ہے اگرچہ تیرے باپ نے ظاہری اسلام اختیار

کیا تھا۔ اب جو بھی مکر کرنا چاہتا ہے ضرور کر۔ مجھے امید ہے کہ تیرا مکر و دغا سے مجھے ضرر نہ پہنچے گا۔ اور وہ ضرر تجھے ہی اپنی زد میں لے لیگا۔ تو حریص ہو گیا ہے اور عہد شکنی کر رہا ہے تو نے کسی عہد کو پورا نہیں کیا۔ ہمارے وہ چند مومنین و موالی کہ جو ہماری شان و فضائل بیان کرتے تھے ان کو قتل کیا۔ اے معاویہ روز حساب پر یقین رکھ اور قصاص پر آمادہ ہو کہ روز قیامت تجھ سے قصاص لیا جائے گا اور تجھ سے جو عظیم خطا صادر ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ تو اپنے بیٹے یزید کی ولیعہدی پر بیعت لینا چاہتا ہے اور بیعت لیتا ہے حالانکہ یزید لعین منکر و فواحش کا مرتکب ہو رہا ہے، شراب خوار ہے اور کتوں سے کھیلتا ہے۔ اسے خلافت سے کوئی ربط ہی نہیں ہے۔ تو عنقریب لوگوں میں بدنام ہو گا اور خسارۂ آخرت سے ہمکنار ہو گا۔ والسّلام! جب معاویہ کو امام حسین علیہ السلام کا یہ خط ملا اور مضمون خط سے آگاہی ہوئی اس وقت یزید لعین بھی موجود تھا۔ اس نے بھی امام حسینؑ کا نامہ پڑھا اور وہ بدبخت و ملعون غصہ میں کانپنے لگا اور معاویہ سے کہا کہ تم بھی ایسا ہی سخت جواب دو۔ اور حسینؑ کے پدر عالیقدر علی مرتضیٰ پر سب کرو۔ اس وقت معاویہ خموش تھا کہ عمرو العاص کا فرزند عبداللہ بھی آگیا۔ معاویہ نے وہ خط اس کو دیا کہ حسین بن فاطمہؑ نے میرے خط کے جواب میں یہ خط بھیجا ہے۔ کہنے لگا عبداللہ تم اس خط کو نہیں پڑھتے دیکھتے ہو کہ اس میں کیا لکھا ہے۔ عبداللہ نے کہا هَاتُوْا کہ کیا لکھا ہے جب خط پڑھ لیا کہنے لگا اے امیر تم بھی ایک ایسا ہی خط لکھو۔ معاویہ نے یہ سن کر کہا اے عبداللہ بہت خوب کہا۔ معاویہ کہنے لگا کہ تم دونوں ہی نے ایک ہی بات کہی ہے۔ لیکن میں ایسا نہیں کروں گا۔ تم دونوں ہی غلطی پر ہو۔ میں نہیں چاہتا کہ حسینؑ کی عیب جوئی کروں۔ خدائے ذوالجلال کی قسم ہے میں حسینؑ میں کوئی عیب ہی نہیں دیکھتا ہوں۔ مرحوم شیخ

جعفر نے خصائص میں فرمایا ہے کہ دوست و دشمن سب ہی حضرت امام حسینؑ کی مدح کرتے ہیں۔ خدا و رسولِ خدا حسین کی مدح کرتے ہیں۔ علی المرتضیٰ حسینؑ کے مداح ہیں اور ان کے بھائی حسنؑ ان کی مدح کرتے ہیں اور معاویہ نے بھی اس مذکورہ موقع پر اور دوسرے موقعوں پر امام حسینؑ کی مدح و ثنا کی۔ حد یہ ہے کہ قاتلانِ امام حسینؑ مثل شمر و سنان عمر سعد اور ابن زیاد نے بھی آپ کی مدح کی ہے اور ابن زیاد نے تو کہا ہے کہ حسینؑ نے ایک مرتبہ رکاب سونے چاندی سے بھر دی تھی۔

معاویہ کا یزید لعین کو ولیعہد مقرر کرنا

سیرت نگار اور باخبر لوگوں نے لکھا ہے کہ جب معاویہ نے یہ مصمم ارادہ کر لیا کہ وہ اپنے بیٹے یزید لعین کو اپنا جانشین بنائے تو اس نے مروان حاکم مدینہ کو خط تحریر کیا کہ تو تمام اشراف و عمائدین مدینہ سے برائے ولیعہدی یزید لعین بیعت لے اور ان سے گفتگو کر اور ان کو ہموار کر۔ اور اس کے ساتھ ساتھ عبداللہ بن عمر بن الخطاب کے لیے صد ہزار درہم بھی بھیجے۔ خط اور وہ درہم لے کر قاصد مدینہ پہنچا اور مروان نے جب خط پڑھا تو عبداللہ بن عمر کو بلایا اور یزید لعین کی ولیعہدی کے بارے میں گفتگو کی اور وہ سو ہزار درہم اس کو دیے۔ عبداللہ بن عمر نے درہم تو لے لیے لیکن کہنے لگا کہ میں یہاں سب سے زیادہ سن رسیدہ ہوں، میری بات دین میں معتبر سمجھی جاتی ہے۔ میں اس قلیل رقم پر تجھ سے یزید لعین کی بیعت کی خرید و فروخت کرنا پسند نہیں کرتا اگر رقم میں اضافہ کیا جائے تو سوچوں گا۔ اس کے بعد مروان نے بیعت یزید لعین کے بارے میں عبدالرحمن پسر ابوبکر سے گفتگو کی۔ یہ بات عبدالرحمن کو ناگوار گزری اور کہا معاویہ اور تو دونوں غلطی پر ہو۔ معاویہ خلافت کی آڑ لے کر بادشاہان قیصر و روم اور شاہان کسریٰ کی سنّت

پر عمل پیرا ہے اور حکومت و سلطنت کو اپنی اولاد در اولاد مستحکم کرنا چاہتا ہے۔ جو کہ اسلام میں بدعت ہے اور بارشاد آنحضرتؐ بدعت جاری کرنے والا گمراہ و ضلال ہے حالانکہ ابوبکر اور عمر دونوں رسولِ خدا کے خلیفہ تھے مگر انھوں نے اپنی اولاد میں سلطنت و حکومت کو قرار نہیں دیا۔ لیکن معویہ میں یہ طریقۂ شیخین اور سنت رسولِ خدا مفقود ہے معاویہ یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے فرزند یزید ایسے شراب خوار و بدخو، منکر و زاہی پر عمل کرنے والے کو خلافت سونپے اور اے مروان تجھے بھی شرم نہیں ہے کہ تو اس کے لیے خواستگاری بیعت کر رہا ہے۔ مختصر یہ کہ مروان، عبدالرحمٰن سے مایوس ہو گیا۔ اور جب بی بی عائشہؓ کو اس امر کی خبر ہوئی تو انھوں نے بھی معاویہ کو سخت و سست کہا۔ اور مروان ان کے جواب سے بھی مایوس ہو گیا۔ عبداللہ ابن زبیر اور ان کے ہمراہیوں نے بھی خموشی اختیار کی پھر مروان نے حضرت خامس آل عبا امام حسین کی طرف رجوع کیا اور یزیدؑ کی ولیعہدی کے بارے میں گفتگو کی۔ تب امام حسین علیہ السلام نے عتاب آمیز لہجہ میں جواب دیا اور یزید کی اکثر بری اور خلاف شرع عادتوں کا ذکر کیا۔ احوال یزید اور اس کی بداعمالیوں پر روشنی ڈالی اور اپنے اولی تر ہونے کا ذکر فرمایا۔ جیسا کہ روز عاشورا محرم بھی ایک لاکھ افواج شام کے سامنے کہ حرامزادہ پسر حرامزادہ عبید اللہ مجھے حیرت میں ڈال دیا ہے کہ میں ان دو کاموں میں سے ایک کو اختیار کروں یا قتل کر دیا جاؤں یا بیعت فاسق کروں مجھ پر حیف ہے کہ میں اس ذلت کو برداشت کروں اور بیعت یزیدؑ کروں۔ اگر لوگ مجھے نہیں پہچانتے تو پہچان لیں انا الحسین بن علی بن ابی طالب یعنی ابن ابی طالب ـــــ کا فرزند ہوں (امام حسین علیہ السلام کا اس طرح فرمانا کہ میں فرزند علی ابن ابیطالب ہوں اسی طرف اشارہ ہے کہ نہ میرے بابا علی المرتضیٰ

نے اپنے زمانہ میں کسی خلیفہ کی بیعت کی تھی اور نہ میں یزید جیسے خلیفہ کی بیعت کر سکتا ہوں مقام حیرت ہے پھر بھی بعض نام نہاد مولوی بیعت علیؑ و ابوبکر کا چکر چلاتے ہیں (ہماری کتاب علیؑ اور بیعت ملاحظہ ہو) امام حسین فرماتے ہیں تعجب بالائے تعجب ہے کہ مجھ سے بیعت طلب کی جاتی ہے، میں بیعت نہیں کر سکتا خواہ میرا سر قلم کر دیا جائے اس پر عبداللہ ملعون نے ناروا الفاظ کہے جن کو حسب موقع ذکر کیا جائے گا۔

اُمورِ حکومت کے لیے شائستگی درکار ہے

علماء نے فرمایا ہے کہ امر خلافت و سلطنت چلانے کے لیے شائستگی کا ہونا ضروری ہے، یعنی عقل و دیانت اسلامیہ اور لیاقت نظم و نسخ کا ہونا یقینی بات ہے بغیر اس کے حکومت استوار نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا بادشاہ و حکمران کو رعایا کے ساتھ جفا کاری اور ظلم و ستم روا نہیں ہے۔ منقولہ ہے کہ بوم شوم آدمی سے کبھی برکت و سعادت کی توقع نہیں ہونی چاہیے۔ اس مقام پر ایک حکایت درج کرتے ہیں کہ پرندگان گوناگوں نے صلاح کی کہ ہمیں ایک پیر و پیشوا بنانا چاہیے۔ اور ہمیں ایک مجلس مشاورت قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ سب پرندے جمع ہوئے کیونکہ اس کے بغیر اجماع عمل میں نہیں آتا اور مسند امارت اپنے اپنے طور پر حاصل کرنے کی کوششیں شروع ہو گئیں آخر کار ایک پرند پر سب کا اجماع ہو گیا کہ اس کو امیر مقرر کیا جائے اور اکثر پرندے اس کی عدم قابلیت کو ظاہر کرتے رہے کہ یہ اس کا اہل نہیں ہے یہاں تک کہ بوم (اُلّو) کے نام پر امارت طے ہو گئی کہ اُلّو کو اپنا امیر مقرر کریں اور زمام اختیار اس کے سپرد کریں۔ اگرچہ بعض پرندوں نے اس کو رد بھی کیا۔ اسی دوران آپس میں آتش اختلاف بھڑک اٹھی۔ فتنہ و فساد برپا ہو گیا۔ اعتدال ختم ہو گیا اور ہوائے فساد چلنے

لگی چنانچہ اسوقت ان پرندوں میں ان کے اکابر پرندوں نے کہا کہ تم سب کا خیال غلط ہے کہ بوم کو امارت سونپی جائے۔ بیوقوف اور منحوس سے امر امارت کا کیا تعلق ہے کسی باز بلند پرواز کو امیر کیوں نہ بنایا جائے کہ وہ اپنی قوم کو بلندی پر لے جائے۔ طاؤس یعنی کہ جو خوبصورتی میں اپنی آپ مثال ہے اور زینت بوستان وگلستان ہے ..... لیکن اس کے مقابلہ میں ہما زیادہ حقدار امارت ہے۔ انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے لہٰذا انسانوں میں بھی جو اشرف ترین ہو علم وحلم، شجاعت وسخاوت، شرافت و طریقت، زہد وتقویٰ، خاندانی شرافت وغیرہ میں سب سے افضل واعلیٰ ہو وہی حقدار امارت ہے آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ علیؑ تم سب میں سابق الاسلام ہے۔ تم پر سبقت لے جانے والا ہے علم میں ہے، تم میں افضل ہے، تم میں سب سے زیادہ شجاع ہے، تمہارا مولیٰ ہے اس کا حکم افضل ہے، کریم وسخی ہے، اس کے احکام ثابت ہیں حق ہیں۔ پرہیزگاری پر مبنی ہیں۔ وہ تم سب پر اولیٰ بالتصرف ہے۔ اس کا حکم رد کرنا میرا حکم نہ ماننا ہے۔ پس علیؑ مستحق امارت ہے۔ اس کی امارت سے انحراف کرنا جائز نہیں ہے اور اسی طرح ان کے بعد حسن ابن علیؑ اور پھر حسین ابن علیؑ بار امامت کے مستحق ہیں۔ لیکن مسلمانوں نے آنحضرتؐ کی فرمائش کو یاد نہ رکھا اور سایہ ہما سے محروم ہو گئے اور اپنے آپ کو بوم وشوم صفت بنا لیا۔ اس حکایت کا حاصل یہ ہے کہ کوفہ و شام کے کچھ بوم صفت لوگ یزید کی بیعت کر سکتے ہیں اور عقاب اوج ولایت و امامت کو گوشہ نشین بنا کر الگ کر دینا بلکہ ان کو قتل کرنا یہ کہاں کی مسلمانی ہے جس کا ثبوت افواج یزیدؔ نے کربلا میں پیش کیا۔ قاسم گلگوں قبا کو پائمال سم اسپاں کیا۔ علی اکبر مہرو شبیہ رسولؐ خدا کے سینہ سے سناں پار کی۔ عباس علمدار تصویر علی ابن ابی طالب کے شانے قلم کیے۔ یہ سب کچھ امام حسینؑ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا

اور صدمے برداشت کیے اور سب کے آخر میں خود جام شہادت نوش کر کے بیعت یزیدؔ کو باطل قرار دیا اور خط تنسیخ پھیر دیا۔

معاویہ کا عمائدین شہر شام سے یزیدؔ کی بیعت لینا

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ سلطان عادل، خلیفہ خدا اور رسول، کو خدا سے زیادہ تقرب حاصل ہوتا ہے اور اسی تقرب کی وجہ سے وہ مسند امارت اسلامیہ کا زیادہ حقدار ہوتا ہے کہ اسے امیر المومنین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ لیکن سفیان زادوں نے اس امارت اسلامیہ کو پائمال کر دیا اور معاویہ نے یزیدؔ جیسے شخص کو کہ جس کا اسلام سے کوئی حقیقی رابطہ نہ تھا تاجدار خلافت بنا دیا۔

ضحاک بن قیس جو کہ حاکم شام تھا اس نے یہ صلاح دی کہ رؤسائے شہر شام جمع کیے جائیں اور یزید کی بیعت ان سے کرائی جائے جو بیعت سے انحراف کرے واجب القتل قرار پائے چنانچہ ایک مجلس بیعت منعقد کی گئی اور تمام اہل شام وعراق جو زیر اثر معاویہ تھے یزیدؔ کی بیعت کی اور وہ مردود مسند خلافت پر متمکن ہوا، اور معاویہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور اپنے بیٹے یزیدؔ کی تعریف ومدح بیان کی حالانکہ یزید میں کوئی اچھی بات نہ تھی کہ جو معاویہ نے اس کے لیے بیان نہ کی ہو ضحاک ناپاک نے بھی تائید معاویہ کی اور بعد ازاں سعید بن العاص اپنی جگہ کھڑا ہوا اور یزیدؔ کی مدح سرائی کی جس پر معاویہ اس کو احسنت یا ابا امیۃ۔ کہا۔ بعدہ حصین بن نمیر نے بھی یزیدؔ کی تعریف بے جا کی۔ اس وقت معاویہ نے احنف بن قیس سے کہا کہ تو بھی کچھ بیان کر، تو خموش بیٹھا ہے۔ احنف نے کہا کہ میں یزیدؔ کے بارے میں کیا کہوں انت اعرف بیزید لعنہ تو یزیدؔ کی معرفت رکھتا ہے جو میرے

مقابلہ میں زیادہ ہے کیونکہ ہر شخص اپنی اولاد کو خوب پہچانتا ہے اور اگر تو یہ سمجھتا ہے کہ یہ جمعیت صحیح کہتی ہے اور تجھ سے تمسخر و استہزا نہیں کیا ہے تو پھر خلافت یزید لعنہ مقرون بر رضا الٰہی ہے یعنی اللہ کی جانب سے ہے اور اسی میں امت و ملت کی بہتری ہے تو پھر مشورہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے اس کام کو انجام دے والا فلا تعط زمام المسلمین و اُمّة خاتم النبیین بید من هو خلاف ما و ضعوه ۔ ورنہ ہرگز زمام کی خلافت نبوی اس شخص کے ہاتھ میں نہ دے کہ جو میری صفات بیان کردہ کے خلاف ہو۔ معاویہ نے کہا اے احنف تو نے صحیح کہا۔ خدا تجھے جزا خیر دے جو کچھ تو نے کہا وہ خوب و بہتر ہے۔ حق سے تجاوز کرنا درست نہیں ہے۔ یزید لعنہ میں تمام صفات حمیدہ و اطوار پسندیدہ ہیں۔ پس اس کی خلافت رضا خدا کے قریب ہے۔ پس معاویہ نے حاضرین کی طرف رُخ کر کے کہا اے لوگو! اٹھو اور میرے بیٹے یزید لعنہ کی بیعت کرو۔ لوگ کھڑے ہوئے اور اس کی بیعت کی۔

اگر بیعت یزید لعنہ پر غور کیا جائے تو محسوس ہوگا کہ اسی دن حضرت امام حسینؑ اور ان کے اہل و عیال اور رفقاء اسیر ظلم و ستم ہو گئے تھے۔ شیطان نے اس بیعت یزید لعنہ کے آغاز میں خوشیاں کیں۔ بنوامیہ میں عیش و عشرت ظاہر ہونے لگا اور اولاد رسولؐ خدا پر عرصہ حیات تنگ ہو گیا

مظالم یزید خود اس کے دور خلافت میں

ثقہ روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ یزید لعنہ کے ہاتھوں خود اس کے دور حکومت میں تین حادثہ ایسے عظیم رونما ہوئے ہیں کہ جن کی مثال اور کہیں نہیں ملتی۔ تبر مذاب نقل کرتے ہیں کہ یزید لعنہ اپنے دور خلافت کے پہلے سال حضرت خامس آل عبا امام حسین

علیہ السلام کو شہید کیا اور ابن زیاد حاکم کوفہ نے امام حسینؑ کا سر بریدہ اور اہل حرم کو شام میں بھیجا۔ اور جب سر امام حسینؑ اور ان کے بستہ اہل حرم داخل دربار یزید لعنہ ہوتے ہیں تو یزید لعنہ شراب پی رہا تھا اور اس نے چوب خیزران لب و دندان امام حسینؑ کے ساتھ بے ادبی کا مظاہرہ کیا اور ان کی حرمت و تکریم کو پامال کیا۔

یزید لعنہ نے اپنی خلافت کے دوسرے سال اہل مدینہ کو قتل و غارت کیا اور تین دن تک شہر مدینہ رسولؐ خدا میں گلیوں کوچوں میں خون بہتا رہا۔ واقدی نے نقل کیا ہے کہ اسی سال ایک جماعت اہل مدینہ کہ جن میں بزرگان مدینہ اور اشراف لوگ شامل تھے جب یہ لوگ شہر شام میں داخل ہوئے تو اہل شام پر اسلامی رنگ کے کوئی خاص نمایاں اثر نہ تھا۔ اور جب یزید لعنہ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ یزید علی الاعلان شراب نوشی کر رہا ہے۔ مطرب اور گلوکار آس پاس جمع تھے۔ جب اہل مدینہ نے اپنے خلیفہ کی یہ حالت دیکھی واپس مدینہ پہنچنے پر یزید لعنہ کی بیعت توڑ دی۔ اور اس وقت کے حاکم مدینہ عثمان ابن محمد بن ابوسفیان کو مدینہ سے نکال دیا اور اس کی جگہ عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ کو حاکم مدینہ بنا لیا۔ عبداللہ ایک معتقد صحابی کا بیٹا تھا اور اسلامی اقدار کا مالک تھا۔ اعمال صالحہ بجا لاتا تھا جب اس کو حاکم مدینہ بنا لیا تو عبداللہ منبر پر آئے اور خطبہ دیتے ہوئے کہا یا قوم ما خرجنا علی یزید لعنہ حتی خفنا ان نری بالحجارة من السماء ۔ یعنی اے مردان مدینہ ہم نے یزید لعنہ بن معاویہ پر خروج نہیں کیا ہے اور اس کی بیعت نہیں توڑی ہے مگر اس خوف سے کہ ایسا نہ ہو کہ ہم شومئ خلافت یزید کی وجہ سے عذاب خدا میں مبتلا ہوں کیونکہ ہم نے دیکھا کہ یزید لعنہ شراب خوار ہے اور اعمال بد کا مرتکب ہوتا ہے۔ زنا عام طور پر کرتا ہے۔ کتوں سے مشغلہ رکھتا ہے تارک الصلاۃ

ہے اور اولادِ پیغمبر خدا کو قتل کرتا ہے اور ان کی عزت و تکریم کو پامال کرتا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ جب اس واقعہ کی خبر کہ اہل مدینہ نے یزید کی خلافت باطلہ سے انحراف کیا ہے اس نے ایک لشکر ترتیب دیا اور مسلم بن عقبہ مُرّی کی سرداری میں مدینہ بھیجا جس وہاں پہنچ کر عامل مدینہ عبداللہ جو حنظلہ غسیل الملائکہ کے بیٹے تھے قتل کر دیا۔ اور پھر عام طور پر لوگوں کو تہ تیغ کیا اور تین روز تک قتل و غارت، لوٹ مار اور آتش زنی ہوتی رہی مدائنی نے اپنی کتاب وقعۃ الحرّۃ میں زہری سے روایت کی ہے کہ اس قتل و غارت و بربادیٔ مدینہ کا یہ نتیجہ ہوا کہ دس ہزار زنا دادہ اس کے واقعہ کے بعد شمار میں آگئے۔ اور قریش و انصار اور مہاجرین میں سے سات سو افراد قتل ہوئے اور دوسرے لوگ جو قتل ہوئے ان کی تعداد دس ہزار کے قریب تھی اور خون کی ایک نہر تھی کہ جاری تھی حتیٰ کہ روضۂ رسولِ خدا میں بھی یہ خونِ ناحق بہہ رہا تھا۔ اور حرمت روضہ رسولِ خدا بھی نہ رہی تھی۔ مجاہد کہتے ہیں کہ لوگ قبر رسولِ خدا پر فریاد کر رہے تھے۔ روحانی طور پر کوئی معجزہ قبر منور رسولؐ سے ظاہر نہیں ہوا۔

اگر بغائر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس واقعہ حرّہ ہی کا اثر تھا کہ بعد شہادت امام حسینؑ کربلا میں روز عاشورا محرم خیام حسینؑ میں آگ لگا دی گئی۔ اور اعدائے دین نے سیدانیوں کے سروں سے چادریں چھین لیکن اہلبیت حسینؑ اور سید سجاد علیہ السلام نے صبر کیا جس طرح کہ اہل مدینہ نے جب قبر رسولِ خداؐ پر جا کر فریاد کی مگر آپ حضرت صبر کیا تھا۔ ورنہ اگر رسولؐ خدا چاہتے تو بیک وقت شامی لوگ فنا ہو جاتے حضرت امام زین العابدین نے بھی ایک جگہ ایک بڑھیا عورت پر نفرین کی تھی اور آپ کی نفرین کرنے پر اس کا حجرہ اور جو اس کے اندر تھے تباہ و برباد ہو گئے۔

یزیدؑ کا اپنے دورِ خلافت میں ظلم و ستم میں حد سے گزر جانا

یزید کا زمانہ حکومت تین سال اور آٹھ ماہ ہے اس مختصر سے زمانہ میں ظلم و ستم اور منافی اسلام امور میں یزید بہت آگے بڑھا ہوا نظر آتا ہے جس کا اجمالاً ذکر سپرد قرطاس کیا جاتا ہے تاکہ اس کی زندگی کا سیاہ باب کردار لوگوں پر کھل جائے چنانچہ سال اوّل حضرت امام حسینؑ کی شہادت اور آپ کے اہل حرم کا قید ہونا۔ اور دربار یزید میں رسن بستہ داخل ہونا۔ یزید کے کارناموں سے ایک ایسا کارنامہ ہے کہ رہتی دنیا تک اہل اسلام اس پر نفرین کرتے رہیں گے۔ سال دوم میں یزید نے مسرف بن عقبہ کو مدینہ کی بربادی کے لیے ایک لشکر عظیم کے ساتھ بھیجا۔ مسرف کو اس لیے مسرف کہتے ہیں کہ اس نے حد درجہ خونریزی کی ہے جو اسراف کی تعریف میں آسکتا ہے مسرف کا اصلی نام مسلم تھا اور یہی مسلم بن عقبہ ایک کثیر لشکر کے ساتھ مدینہ وارد ہوا اور قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا اور یزید نے مسرف کو مدینہ کی بربادی و قتل و غارت پر مامور کرتے وقت ہدایت کی تھی کہ بنی ہاشم اور زین العابدین سے کوئی تعرض نہ کرے کیونکہ مجھے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ان امور سلطنت و خلافت میں دخیل ہونے کا قطعی ارادہ نہیں ہے حالانکہ اہل مدینہ نے انھیں اکسایا مگر وہ سوائے عبادتِ خدا کسی اور طرف متوجہ نہیں ہیں۔ یہ بھی یزید نے کہا کہ تین روز تک مدینہ میں قتل و غارت کرے اور جو سرکشی کرے اس کو قتل کر ڈال۔ یہ لشکر خونخوار مدینہ رسولِ خدا میں داخل ہوا اور بے گناہ اور بے چارے اہل مدینہ پر عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ اور سب سے پہلے عبداللہ پسر حنظلہ جو اس وقت مدینہ کا حاکم تھا اس کے تینوں بیٹوں سمیت قتل کر ڈالا۔ اور اس کے بعد جو شخص سامنے آیا قتل کیا۔ گلی و کوچہ خون سے بھر گئے۔

آہ و فغاں بلند ہوگئی حتیٰ کہ لوگ روضہ رسولِ خدا پر جاکر فریاد کرنے لگے۔ اس ہنگامہ یزیدی میں دس ہزار سے زیادہ افراد یعنی مسلمان قتل کیے گئے اور پسر ام المومنین جناب ام سلمہؓ کو جس کا نام عبداللہ تھا اور ربیعہ کا فرزند تھا، پکڑ لیا اور مسرف نے کہا کہ یزیدؔ کی بیعت کر۔ اس نے کہا کہ اگر سنت رسولِ خدا اور قرآن پر یزید عمل کرے تو بیعت کر سکتا ہوں ورنہ نہیں۔ جب اس نے بیعت نہیں کی تو قتل کر ڈالا۔ اسی طرح ابوالجہم بن حذیفہ معقل بن سنان کو تہ تیغ کیا۔ عمرو بن عثمان کو قتل کرنا چاہا مگر عبدالملک بن مروان نے اس کی سفارش کی اور اس کو قتل نہیں کیا۔ یہ دیکھ کر بہت سے اکابرین مدینہ نے بیعت یزید کر لی۔ پھر مسرف ملعون نے امام زین العابدین علیہ السلام کو برائے بیعت طلب کیا۔ اس وقت آپ کے خاندان میں ایک کہرام برپا ہوگیا۔ اس وقت کربلا کا نقشہ پیش نظر تھا کہ جس طرح امام حسینؑ وقت رخصت آخر اہل حرم میں کھڑے تھے بہنیں، بیٹیاں اور حرم گرد و پیش رو رہے تھے۔ اسی طرح آج سید سجادؑ اپنے اہل حرم میں کھڑے تھے۔ غرضیکہ حضرت سید سجادؑ نے گھر والوں کو روتا ہوا چھوڑا اور روانہ ہوئے اور فرمایا کہ وہ مجھے قتل نہ کر سکے گا۔ اس وقت مسرف یعنی مسلم بن عقبہ سردار لشکر شام اپنے بالاخانہ میں بیٹھا تھا اس نے جھانک کر دیکھا کہ امام زین العابدین تشریف لا رہے ہیں فوراً باہر آیا تعظیم و تکریم کے ساتھ پیش آیا اور امام علیہ السلام کو مسند پر جگہ دی اور مدح سرائی میں بہت مبالغہ کیا۔ اور پھر کہا اے امام عالیمقام! یزیدؔ نے آپ کو سلام کہا ہے اور چونکہ آپ نے اہل مدینہ کی موافقت نہیں کی ہے اس لیے وہ بہت خوش ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ میں نقصانات کی تلافی کرنے کیلئے تیار ہوں۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے صرف اس قدر ہی فرمایا کہ ہم اس کام سے اور اس کام سے کراہت رکھتے ہیں اور آپ اپنی جگہ سے اٹھے اور باہر آئے

اور اپنی سواری کے ذریعہ اپنے گھر واپس آگئے۔ اس وقت آپ کے اہل حرم باحال پریشان تھے اور آہ و زاری کر رہے تھے۔ امام زین العابدین علیہ السلام مسلم کے پاس سے عجلت کے ساتھ اس لیے اُٹھے کہ مبادا اہل حرم ہلاک نہ ہو جائیں۔

خلافت یزیدؔ کا تیسرا سال اور کعبۃ اللہ پر چڑھائی

سال سوم خلافت یزیدؔ میں یہ حادثہ عظیم رونما ہوا کہ اس نے بیت اللہ کو نذرِ آتش کرایا اور سامان خانہ خدا کو اس کے لشکر نے لوٹ لیا۔ حالانکہ خانہ کعبہ بڑی حرمت والا محترم و مقدس گھر ہے اور اہل اسلام کا قبلہ اس وقت بھی تھا اور آج بھی ہے اور روز قیامت تک قبلہ رہے گا۔ اور ایک کلمہ گو پر اس کی حرمت کرنا واجب و فرض ہے اور یہ شرف کعبہ کو حاصل ہے کہ وہ ہر ایک جاندار کے لیے جائے امن ہے۔ یزیدؔ سے پہلے خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کے لیے ابرہہ نے چڑھائی کی تھی اور اس کا لشکر ہاتھیوں پر مشتمل تھا۔ یہ بھی روایات سے ثابت ہے کہ اس کے بڑے ہاتھی کا نام محمود تھا۔ خداوند عالم نے اپنے گھر کی خود حفاظت کی اور ابابیل کا آسمانی لشکر اپنی چونچ میں کنکری ہوئے پیدا ہوا اور آسمان سے کنکریوں کی بارش ہونے لگی۔ کچھ اسقدر کنکریوں میں طاقت تھی کہ ہاتھیوں میں بھاگ دوڑ شروع ہوگئی، فوج کے قدم اُکھڑ گئے۔ خانہ خدا محفوظ رہا۔ معلوم خدا کی کیا مصلحت تھی کہ یزیدؔ کے ہاتھوں خانہ خدا برباد ہوا۔ اور خدا نے ابابیل کا لشکر نہیں بھیجا۔ غالباً اس لیے ایسا نہ ہوا کہ دنیائے اسلام دیکھ لے کہ یزیدؔ کیسا مسلمان ہے کہ مدینہ رسول بھی برباد کیا اور خانہ خدا بھی برباد کیا۔ منجنیق بیت اللہ کی دیوار کے ساتھ نصب کی گئی اور خانہ خدا پر پتھر برسائے گئے۔ مسجد الحرام کو بھی خراب و خستہ کیا۔ رکن و مقام ابراہیمی کو برباد کیا۔ اور حصین نے

بھی یہاں پناہ لی تھی قتل کیا گیا کہ اس اثنار میں مالک دوزخ نے مسرف یعنی مسلم بن عقبہ کو دوزخ کی طرف کھینچ لیا اور وہ فی النار ہوا تو حصین بن نمیر کی سرداری میں لشکر بھیجا گیا اس نے کوہ ابوقبیس پر منجنیق نصب کر کے خانہ کعبہ پر پتھر برسائے اور لوگ کثیر تعداد میں زخمی ہوئے اور مارے گئے۔ اسی دوران یزید بن معاویہ کا انتقال ہوگیا اور جب خبر مرگ یزید پہنچی تو کعبہ کی بربادی ختم ہوئی۔ کعبہ کو یزیدی لشکر نے آگ لگائی اور کربلا میں روز عاشورا محرم یزیدی افواج نے خیام امام حسینؑ کو آگ لگائی اور برباد و تاراج کیا اہلحرم کو لوٹ لیا۔ اس وقت اہلحرم اور چھوٹے چھوٹے بچے فریاد کر رہے تھے۔

یزید بن معاویہ کے امام حسین علیہ السّلام کے ساتھ عداوت کے اسباب

السید نعمت اللہ انوار نعمانیہ میں کلینی علیہ الرحمۃ سے روایت کرتے روایت کرتے ہیں کہ یزید بن معاویہ کی حضرت امام حسین علیہ السلام سے عداوت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ولد لعبد مناف ولدان هاشم وامية ملزقا ظهر كل واحد منهما يظهر الآخر۔ یعنی کہ عبد مناف کے دو بیٹے پیدا ہوئے ایک ہاشم اور دوسرا امیہ، یہ دونوں جڑواں پیدا ہوئے اور اس طرح کہ ایک کی پشت دوسرے کی پشت سے باہم چسپاں تھی ان دونوں کو پیدا ہوتے ہی تلوار سے جدا کر دیا گیا کیونکہ یہ دونوں تلوار سے جدا ہوتے تھے لہٰذا ان کے درمیان کشیدگی و تلوار ہمیشہ رہی۔ چنانچہ حرب بن امیّہ جناب عبدالمطلب بن ہاشم سے ہمیشہ خصومت و دشمنی رکھتا تھا اور ابوسفیان بن حرب حضرت محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب

جنگ و جدال رکھتا تھا۔ معاویہ ابن ابوسفیان حضرت علی سے برسر پیکار رہا۔ اور یزید بن معاویہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے برسر جنگ رہا۔ یہ اس کی جنگ ذہنی و فطری تھی اور اس جنگ کا سبب حسد و بغض تھا کہ جو امیہ والے بنی ہاشم سے بہ سبب ان کی وجاہت ظاہری رکھتے تھے۔ کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ بنی ہاشم اوّل ہی سے بالمقابل بنی امیّہ۔ صاحب خلق و مروّت اور صفات حمیدہ کے حامل رہے ہیں جبکہ بنی امیہ کا دامن صفات حسنہ سے خالی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب معاویہ کو خلافت ظاہری یعنی حکومت شام مل گئی تو اطوار پسندیدہ، اور اسوۂ حسنۂ سرکائنات سے اس کا دامن خالی تھا۔ اور یزید نے تو تخت سلطنت پر قدم رکھنے کے بعد جن امور شقیہ اور مظالم کا مظاہرہ کیا ہے اس کا اندازہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ہو سکتا ہے۔ صاحب کشاف لکھتے ہیں کہ جب معاویہ ابن ابوسفیان کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر پہنچی تو معاویہ نے صدائے تکبیر بلند کی اور خوش ہوا۔ حالانکہ حضرت امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح کر لی تھی پس نزاع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لہٰذا معاویہ کا خوشی کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ معاویہ اموی ہونے کی وجہ سے بنی ہاشم کو پسند نہیں کرتا تھا۔ (از مترجم: اس کا ثبوت یزید نے بھی دیا ہے کہ جب اس کے دربار میں اہل حرم اسیر ہو کر پہنچے ہیں اور سر بریدۂ امام حسینؑ اس کو نذر کیا گیا ہے تو اس وقت وہ ملعون بہت خوش ہوا اور چھڑی سے دندان مبارک کی بے ادبی کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھے۔

لیت اشیاخی ببدر شھدوا وقعۃ الخزرج من وقع الاسل
قد قتلنا القرأن من ساواتھم وعدلنا قتل بدر فاعتدل
لعبت بنی ھاشم بالملك فلا خبر جاء ولا وحی نزل
لست من خندف ان لم انتقم من بنی احمد ما کان فعل

یعنی کاش کہ یزید کے بزرگ جو جنگ بدر میں قتل ہوئے تھے وہ دیکھتے کہ کس طرح یزید ان کے قاتلوں اور اولاد رسولؐ سے بدلہ لے رہا ہے۔ بنی ہاشم نے سلطنت کا ایک کھیل کھیلا تھا ورنہ ان کی طرف نہ خدا نے کوئی وحی بھیجی تھی۔ مجھے بنی خندف میں سے نہ سمجھنا اگر میں آل رسولؐ سے پورا پورا بدلہ نہ لے لوں۔ یہ اشعار یزید کے اسلام کا آئینہ دار ہیں۔

تاریخ کامل ابن اثیر جزری میں ہے کہ جب جنگ احد میں جناب امیر حمزہؓ شہید ہو گئے تو ہندہ زوجہ ابوسفیان نے حضرت امیر حمزہ کو مثلہ کیا۔ اور آپ کے کان، ناک کاٹ کر بطور زیور پہنے اور اپنے بدن کے زیورات وحشی قاتل امیر حمزہ کو دیے اور معاویہ ابن ابوسفیان کا حضرت امیر المومنین حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے آپ کی خلافت ظاہری کے موقعہ پر صفین میں جنگ کرنا۔ خود خلیفۃ المسلمین بن کر شام میں حکومت قائم کر لینا، یہ سب کچھ بنی ہاشم سے دشمنی کے مظاہرے ہیں۔

خاندانی عداوت جو بنی امیہ اور بنی ہاشم میں تھی وہ ایک طرف دوسری طرف یزید جیسے فاسق و فاجر کا حضرت امام حسین علیہ السلام سے بیعت طلب کرنا واقعہ کربلا میں بنیادی جنگی حیثیت رکھتا ہے چونکہ امام حسین علیہ السلام نے بیعت یزید سے انکار کر دیا تھا اور یہ ایک ایسا انکار تھا کہ جو قتل امام حسینؑ پر ختم ہوا۔ پس سبب عداوت یزید با امام حسین علیہ السلام یزید کا خلیفہ باطل ہونا تھا اور خانوادۂ نبوت و رسالت کے لیے ممکن ہی نہیں تھا کہ امام حسینؑ بیعت یزید کریں۔ پس بنیاد واقعہ کربلا مطالبہ بیعت ہے جو یزید بن معاویہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے کے لیے تھا اور اس چیز کا مظاہرہ واقعہ کربلا کو محیط کیے ہوئے ہے۔)

*

کلثوم بنت عبداللہ بن جعفر کی تزویج قاسم بن محمد بن جعفر طیار کے ساتھ

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کی ایک بیٹی بطن جناب زینب خاتون بنت علیؑ و فاطمہؑ سے تھی۔ اس کا نام کلثوم تھا۔ جب یہ دختر نیک اختر سن بلوغ کو پہنچی تو معاویہ نے اپنے بیٹے یزید لعین کے لیے اس کی خواستگاری کی اور مروان کو جو حاکم ملک حجاز تھا اس کام پر مامور کیا کہ وہ عبداللہ بن جعفر سے اس لڑکی کی یزید کے لیے خواستگاری کرے۔ چنانچہ مروان عبداللہ بن جعفر کے پاس آیا۔ اور ان کی دختر کی یزید لعین کے لیے خواستگاری کی۔ عبداللہ جعفر نے فرمایا کہ حضرت خامس آل عبا امام حسین علیہ السلام ہمارے بزرگ ہیں۔ جیسا وہ فرمائیں گے عمل کیا جائے گا۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کو اس خواستگاری کی خبر ہوئی تو آپ نے خدا سے خیر طلب کی اور کہا کہ خداوندا اس دختر نیک اختر کے لیے آل محمدؐ میں سے جسے تو نے پسند کیا ہے میسر فرما چنانچہ ایک روز نماز ظہر کے لیے لوگ مسجد نبویؐ پر جمع ہوئے کہ مروان داخل مسجد ہوا۔ اس وقت اکابرین مدینہ جمع تھے۔ اور شریف بنی ہاشم، نور دیدۂ نبوی امام حسین علیہ السلام بھی عبداللہ بن جعفر کے ساتھ موجود تھے۔ مروان گورنر مدینہ بھی حضرت امام حسینؑ کے پاس بیٹھا اور کہا کہ مجھے معاویہ نے حکم دیا ہے کہ اس کے بیٹے یزید کے لیے خواستگاری کلثوم بنت عبداللہ بن جعفر طیار کے لیے کروں۔ پھر اس نے کہا کہ جس قدر مہر ان کے باپ عبداللہ طلب کریں گے۔ وہ دیا جائے گا اور عبداللہ کا قرض بھی ادا کر دیا جائے گا اور یہ رشتہ دونوں قبیلوں یعنی بنی ہاشم اور بنی امیہ کے درمیان موجب صلح ہو گا اور باعث مفاخرت طرفین ہو گا۔ اس وقت عبداللہ بن جعفر طیار تو خاموش

رہے ہے اور حضرت امام حسین علیہ السلام برگزیدۂ دوعالم کی طرف مروان متوجہ ہوا اور کہا کہ آپ جواب دیجئے حضرت امام حسین نے فرمایا کہ میں حمد کرتا ہوں اس خدا کی کہ جس نے ہم کو اپنے لیے اختیار کیا ہے اور ہمیں امامت و خلافت کے لیے چن لیا ہے پھر فرمایا کہ اے مروان تو کہتا ہے کہ اس لڑکی کا باپ جس قدر مہر چاہے طلب کر سکتا ہے وہ ہم دیں گے۔ ہمیں یہ تعجب ہے کہ یزید کہاں سے مہر ادا کرے گا۔ اور یہ بھی قابل غور امر ہے کہ یزید کو کسی کی بیٹی نہیں ملی۔ آپ نے فرمایا کہ ہم آل رسولؐ میں محافظ سنت رسولخداؐ ہیں اور ہمارے نانا کی سنت دربارہ مہر پانچ سو درہم ہے۔ اس سے زیادہ مہر ہم پسند نہیں کرتے اور تو نے جو کہا کہ میں اس دختر کے باپ کا قرضہ ادا کر دوں گا۔ یہ چیز بنی ہاشم پسند نہیں کرتے کہ ہماری عورتیں ہمارا قرضہ ادا کریں اور یہ جو کہتا ہے کہ دونوں قبیلوں میں اس رشتہ سے مصالحت ہو جائے گی تو واضح رہے کہ ہماری دوستی محض قربۃ الی اللہ ہے۔ اور ہماری دشمنی بھی محض قربۃ الی اللہ ہے اور ہماری لڑکیوں کے کفو ہمارے لڑکے ہیں کیونکہ ہمارے نانا حضرت رسولخداؐ نے فرمایا ہے کہ ہماری بیٹیاں ہمارے بیٹوں کے لیے اور ہمارے بیٹے ہماری لڑکیوں کے کفو ہیں۔ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد اس طرف راجح ہے کہ لڑکی کی شادی اپنے کفو میں کرنی چاہیے۔ یعنی اپنے خاندان میں شادی کرنی چاہیے۔ یہ رواج کہ سیدہ فاطمہ زادی کا عقد غیر سید کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ کس حد تک صحیح و پسندیدہ امر ہے۔ اس سلسلہ میں ہماری کتاب عقیدہ و عمل اور نجات ملاحظہ ہو۔ از مترجم) بعدہٗ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ یزید کے لیے اس کے باپ کی بادشاہی جو بجبر و ستم ہے کب باعث شرف ہو سکتی ہے اور اس کے بعد حضرت امام حسینؑ نے باوآز بلند فرمایا اے حاضرین یا تمکین اور اشراف مدینہ

میں نے اس لڑکی کلثوم بنت عبداللہ بن جعفر طیار کو اس کے چچازاد بھائی قاسم بن محمد بن جعفر طیار سے پانچ سو درہم مہر پر تزویج کیا اور میں اس دختر کو وہ زمین مزروعہ جو مدینہ میں میری ملکیت ہے اور میرے قبضے میں ہے بخش دی اور ہر سال آمدنی زمین ہذا آٹھ ہزار دینار طلاء ہوتی ہے جو کہ کلثوم کے اخراجات کے لیے کافی ہے جب مروان نے یہ کلام حسین سنا تو کہنے لگا کہ بنی ہاشم تم نے میرے ساتھ مکر کیا اور اپنی دیرینہ عداوت سے تم دست بردار نہیں ہوتے۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے مروان ہم نے مکر نہیں کیا۔ بعدہٗ مجلس برخاست ہو گئی اور مروان چلا گیا۔ اور معاویہ کو سارے حالات سے مطلع کیا۔ یزیدؑ کے دل میں اس واقعہ سے حضرت امام حسینؑ کی طرف سے اور بھی عداوت بڑھ گئی۔

ولیعہدی یزیدؑ اور مروان کا اشراف مدینہ سے بیعت لینا

معاویہ نے یزید کو خلیفہ مقرر کرنے کے بعد حاکم مدینہ بن الحکم کو نامہ تحریر کیا جس میں اس کو ہدایت کی کہ اکابرین و اشراف مدینہ سے یزیدؑ کی بیعت لے یزید میری جگہ اب خلیفۃ المسلمین ہے تجھ کو چاہیے کہ انتہائی جدوجہد اور سعی بلیغ کے ساتھ لوگوں کو مجبور کرکے وہ سب کے سب بیعت یزیدؑ کریں۔ چنانچہ یہ نامہ مروان کو ملا۔ نامہ پڑھا اور حکم جاری کیا کہ اصحاب رسولخدا اور ان کے تابعین اور موالیان علی المرتضیٰ سب مسجد نبویؐ میں جمع ہوں۔ جب ابرار و اشرار نیک و بد ہر کس و ناکس مسجد میں جمع ہو گئے مروان بھی مسجد میں پہنچا اور منبر پر جا کر چند لمحے خاموش بیٹھا رہا۔ پھر اس نے ادھر

اُدھر نظر ڈالی اور خطبہ شروع کیا کہ اے ایہا الناس تمہارا امیر یعنی معاویہ نے اپنی ضعیفی کے سبب خلافت سے یزید لعنۃ اللہ کے حق و سب بردار ہو گیا ہے اور یزید کو خلیفۃ المسلمین مقرر کیا ہے کیونکہ یزید لعنۃ اللہ جوان ہے جوانی کا انجام پیری ہے اور پیری کا انجام موت ہے معاویہ کی رائے تمہاری رائے سے وابستہ ہے اور اب تم لوگ کیا کہتے ہو۔ چاروں طرف سے آوازیں آنے لگیں سمعنا و اطعنا یعنی کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی لیکن ہمارا امیر ایسا ہو کہ رضائے خدا اور حسن سیرت و عدالت و سخاوت سے آراستہ ہو۔ مروان نے کہا بس یزید تمہارا خلیفہ ہے اس کی بیعت کرو اور اسے خلیفہ تسلیم کرو۔ اس میں یہ تمام صفات مطلوبہ موجود ہیں یہ کہا اور منبر سے اُتر آیا۔ لوگوں میں شور و غل پیدا ہو گیا عبدالرحمٰن پسر ابوبکر نے کہا واحسرتا یزید لعنۃ اللہ میں کوئی ایسی صفت نہیں ہے کہ جو خلیفہ کے لیے مطلوب ہے۔ اے مروان کیا تجھے معاویہ نے اس امر پر مامور کیا ہے کہ منبر رسولخدا پر تو کذب بیانی سے کام لے، دروغ گوئی اختیار کرے مروان کہنے لگا پھر تو شاید تم لوگ مستحق خلافت ہو اور یزید لعنۃ اللہ اس آیت کی رو سے خلافت کا حقدار ہے اس نے یہ آیت پڑھی کہ وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْکَ اُفٍّ لَّکُمَا۔ یعنی جس نے اپنے ماں باپ سے کہا تمہارا بُرا ہو۔ اس وقت عبدالرحمٰن بن ابوبکر غصہ میں آ گیا اور کہا اسے لعین تو یہاں تک جرأت کرنے لگا کہ آیات قرآنی غلط طور پر بیان کرتا ہے اے مروان تجھے اور تیرے باپ کو رسولخدا نے دو مرتبہ مدینہ بدر کیا ہے مدینہ سے نکال دیا ہے۔ یہ کہہ کر عبدالرحمٰن نے اس کو منبر سے کھینچ لیا اور کہا منبر رسول کہاں اور تو کہاں۔ اس وقت بنو اُمیہ نے ایک شور مچا دیا اور سب لوگ مسجد سے چلے گئے مجمع پراگندہ ہو گیا اور عبدالرحمٰن نے اپنی خواہر ام المومنین بی بی عائشہؓ رضا سے سارا واقعہ بیان کیا۔ بی بی عائشہؓ نے کہا اے مروان میں اللہ کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ

تجھے تیرے باپ کو حضرت رسولخدا نے مدینہ سے لشکر روانہ کیا کہ وہ مدینہ پہنچ کر اہل مدینہ گیا ہے کہ ہم پر جسارت کرتا ہے۔ عبدالرحمٰن میرا بھائی بے دانہ ہو کر مدینہ پہنچا تو امام اور حکم دیا کہ مروان کا سر قلم کر دیا جائے۔ مروان نے یہ سارا واقعہ معاویہ کو لکھا اور لکھا لیکن معاویہ سے فوجی مدد طلب کی اور لکھا اگر تجھے یزید کی بیعت مطلوب ہے تو عبدالرحمٰن اور عائشہ کی ریشہ دیوانیاں کاٹ دیں۔ ان کی موجودگی میں لوگوں سے یزید لعنۃ اللہ کی بیعت کرانا مشکل ہے جب معاویہ نے یزید لعنۃ اللہ کا خط پڑھا تو پیچ و تعجب کھانے لگا۔ اس نے لوگوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے اوّلاً مروان کی تعریف کی کہ وہ یزید لعنۃ اللہ کے حق میں بڑا کام کر رہا ہے اور پھر کہا کہ مروان نے مجھ سے سیاسی مدد طلب کی ہے۔ مروان عجیب بے وقوف شخص ہے اور کہنے لگا عبدالرحمٰن ہو سکتا ہے کہ بیعت یزید کر لے لیکن حسین ابن علیؑ سے مجھے خطرہ ہے۔ یزید لعنۃ اللہ نے معاویہ سے کہا اگر عبدالرحمٰن کی لوگ اسی طرح بات سنتے ہیں اور اطاعت کرتے ہیں جیسی کہ ام المومنین بی بی عائشہ کی بات قابل پذیرائی ہے تو تمہیں یہ سوچنا چاہیے کہ حسین ابن علیؑ کے بارے میں کیا کریں۔ جیسا حسنؑ کے ساتھ ہوا ہے ویسا ہی حسینؑ کے ساتھ ہونا چاہیے جس پر معاویہ نے کہا اے پسر میں قاتل حسین کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ رسولخدا نے بشارت دی ہے۔ اے بیٹا تو حسینؑ سے متصادم نہ ہونا، حسینؑ سے دشمنی نہ رکھنا حسینؑ ایک ایسے شخص ہیں کہ جو دیندار، زاہد و عالم، اور فرزند رسولخدا ہیں۔ میں حسین بن فاطمہ میں سوئی کے روزن کی برابر بھی کوئی عیب نہیں دیکھتا۔ شیخ طبرسی فرماتے ہیں کہ معاویہ تو اس طرح یزید لعنۃ اللہ کو ظاہراً کہہ رہا تھا ورنہ اس کا ارادہ تھا کہ امام حسینؑ کو خط تحریر کرے اور ان کو خوف زدہ کرے لیکن پھر بھی بعض عوارض مانع رہے خط نہ لکھ سکا۔ بلکہ کچھ ہوا یا امام حسینؑ کو ارسال کیے۔ یزید ملعون نے تخت پر قدم رکھتے ہی اپنے باپ معاویہ کی تمام رسمات اور مراعات

اُدھر نظر ڈالی اور خطبہ شروع کیا کہ اے ایہا الناس تمہارا امیر یعنی معاویہ نے اپنی ضعیفی کے سبب خلافت سے یزید لعین کے حق و سب بردار ہو گیا ہے اور یزید کو خلیفۃ المسلمین مقرر کیا ہے کیونکہ یزید لعین جوان ہے جوانی کا انجام پیری ہے اور پیری کا انجام موت ہے معاویہ کی رائے تمہاری رائے سے وابستہ ہے اور اب تم لوگ کیا کہتے ہو۔ چاروں طرف سے آوازیں آنے لگیں سمعنا و اطعنا یعنی کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی لیکن ہمارا امیر ایسا ہو کہ رضائے خدا اور حسن سیرت و عدالت و سخاوت سے آراستہ ہو۔ مروان نے کہا بس یزید تمہارا خلیفہ ہے اس کی بیعت کرو اور اسے خلیفہ تسلیم کرو۔ اس میں یہ تمام صفات مطلوبہ موجود ہیں یہ کہا اور منبر سے اُتر آیا۔ لوگوں میں شور و غل پیدا ہو گیا عبدالرحمٰن پسر ابوبکر نے کہا واحسرتا یزید لعین میں کوئی ایسی صفت نہیں ہے کہ جو خلیفہ کے لیے مطلوب ہے۔ اے مروان کیا تجھے معاویہ نے اس امر پر مامور کیا ہے کہ منبر رسولِ خدا پر تو کذب بیانی سے کام لے، دروغ گوئی اختیار کرے مروان کہنے لگا پھر تو شاید تم لوگ مستحق خلافت ہو اور یزید لعین اس آیت کی رو سے خلافت کا حقدار ہے اس نے یہ آیت پڑھی کہ وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْكَ اُفٍّ لَّكُمَا ۔ یعنی جس نے اپنے ماں باپ سے کہا تمہارا بُرا ہو۔ اس وقت عبدالرحمٰن بن ابوبکر غصہ میں آ گیا اور کہا اے لکع تو یہاں تک جرأت کرنے لگا کہ آیات قرآنی غلط طور پر بیان کرتا ہے اے مروان تجھے اور تیرے باپ کو رسولِ خدا نے دو مرتبہ مدینہ بدر کیا ہے مدینہ سے نکال دیا ہے۔ یہ کہہ کر عبدالرحمٰن نے اس کو منبر سے کھینچ لیا اور کہا منبر رسول کجا اور تو کجا۔ اس وقت بنو اُمیہ نے ایک شور مچا دیا اور سب لوگ مسجد سے چلے گئے مجمع پراگندہ ہو گیا اور عبدالرحمٰن نے اپنی خواہر ام المومنین بی بی عائشہ رضا سے سارا قصہ بیان کیا۔ بی بی عائشہ نے کہا اے مروان میں اللہ کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ

تجھے تیرے باپ کو حضرت رسولِ خدا نے مدینہ سے خارج کر دیا تھا تو اس قدر گستاخ ہو گیا ہے کہ ہم پر جسارت کرتا ہے۔ عبدالرحمٰن میرا بھائی ہے اور برجان برابر ہے۔ اور حکم دیا کہ مروان کا سر قلم کر دیا جائے۔ مروان نے یہ سارا واقعہ معاویہ کو تحریر کیا اور معاویہ سے فوجی مدد طلب کی اور لکھا اگر تجھے یزید کی بیعت مطلوب ہے تو عبدالرحمٰن اور عائشہ کی ریشہ دیوانیاں کاٹ دیں۔ ان کی موجودگی میں لوگوں سے یزید لعین کی بیعت کرانا مشکل ہے جب معاویہ نے یزید لعین کا خط پڑھا تو پیچ و تعجب کھانے لگا۔ اس نے لوگوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے اوّلاً مروان کی تعریف کی کہ وہ یزید لعین کے حق میں بڑا کام کر رہا ہے اور پھر کہا کہ مروان نے مجھ سے سیاسی مدد طلب کی ہے۔ مروان عجیب بے وقوف شخص ہے اور کہنے لگا عبدالرحمٰن ہو سکتا ہے کہ بیعت یزید کرے لیکن حسین ابن علیؑ سے مجھے خطرہ ہے۔ یزید لعین نے معاویہ سے کہا اگر عبدالرحمٰن کی لوگ اسی طرح بات سنتے ہیں اور اطاعت کرتے ہیں جیسی کہ ام المومنین بی بی عائشہ کی بات قابل پذیرائی ہے تو تمہیں یہ سوچنا چاہیے کہ حسین ابن علیؑ کے بارے میں کیا کریں۔ جیسا حسنؑ کے ساتھ ہوا ہے ویسا ہی حسینؑ کے ساتھ ہونا چاہیے جس پر معاویہ نے کہا اے پسر میں قاتل حسین کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ رسولِ خدا نے بشارت دی ہے۔ اے بیٹا تو حسینؑ سے متصادم نہ ہونا، حسینؑ سے دشمنی نہ رکھنا، حسینؑ ایک ایسے شخص ہیں کہ جو دیندار، زاہد و عالم، اور فرزند رسولِ خدا ہیں۔ میں حسین بن فاطمہ میں سوئی کے روزن کی برابر بھی کوئی عیب نہیں دیکھتا۔ شیخ طبرسی فرماتے ہیں کہ معاویہ تو اس طرح یزید لعین کو ظاہراً کہہ رہا تھا ورنہ اس کا ارادہ تھا کہ امام حسینؑ کو خط تحریر کرے اور ان کو خوف زدہ کرے لیکن پھر بھی بعض عوارض مانع رہے خط نہ لکھ سکا۔ بلکہ کچھ ہوا یا امام حسینؑ کو ارسال کیے۔ یزید ملعون نے تخت پر قدم رکھتے ہی اپنے باپ معاویہ کی تمام رسمات اور مراعات

جو امام عالیمقام کے بیے تھیں بالکل ختم کر دیا۔ اور حق از مال بھی دینا بند کر دیا اور حاکم مدینہ کو تحریر کیا کہ حسین بن فاطمہؑ کے اموال وزمین میں تصرف کرے تاکہ وہ تنگ آ کر میری بیعت کر لیں۔ یزید کی حکومت کے شروع سال ہی میں حاکم مدینہ نے آپ کی جائیداد وغیرہ پر قبضہ کرنا شروع کیا اور امام حسینؑ اسی سال اسّی ہزار تومان کے مقروض ہو گئے حتیٰ کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے امام حسینؑ کی شہادت کے بعد وہ قرضہ ادا فرمایا۔ اور حالات زیادہ تنگ ہوئے تو بعض اصحاب باوفا امام حسینؑ کو نصرت و مدد کا یقین دلایا مگر امام حسینؑ نے فرمایا کہ اب عرصۂ حیات گراں گزرتا ہے نہ مدینہ میں حسینؑ کو امان ہے اور نہ مکہ میں حالانکہ کعبہ سب کے لیے جائے امن ہے۔ بلکہ یزیدؔ چاہتا ہے کہ خون امام حسینؑ زمین پہ بہہ جائے۔

یزیدؔ کا سفر مکہ معظمہ و مدینہ منورہ اور عقب یزیدؔ روانگی معاویہ

ثقہ روایات میں ہے کہ جس سال معاویہ نے اپنے فرزند یزید کو اپنا جانشین مقرر کیا اور اشراف شام سے اس کی بیعت لی۔ اسی سال یزیدؔ باشان وشوکت خسروانہ بڑے کروفر سے غلاموں اور مال و دولت لے کر عازم سفر مکہ ہوا اور پہلے مدینہ پہنچا اور راستہ میں جہاں کہیں فروکش ہوا لوگ جو بغرض استقبال جمع ہوتے انھیں انعام و اکرام درم و دینار سے نوازتا تاکہ وہ لوگ اس کی بیعت کرنے میں سبقت کریں لیکن جو دیندار اور خدا و رسولؐ کے مطیع اور آل رسولؐ کے محب تھے وہ لوگ اپنے اپنے مقام پر جمے رہے اور ثابت قدم رہے کیونکہ ان کی نگاہ میں تھا کہ مال و متاع دین کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ سونا چاندی دشمن مذہب ہیں۔ دین فروش مردان حق کلام نہیں ہے۔ یزیدؔ کے شام سے روانگی کے بعد معاویہ خود بھی عازم حج بیت اللہ

ہوا اور اس نے ایک ہزار شجاعان پر مشتمل ایک لشکر روانہ کیا کہ وہ مدینہ پہنچ کر اہل مدینہ کے ہمراہ معاویہ کا استقبال کریں۔ جب معاویہ شام سے روانہ ہو کر مدینہ پہنچا تو امام حسین علیہ السلام بھی اس سے ملنے کیلئے سب سے اوّل تشریف لائے لیکن معاویہ نے ناروا طور پر گفتگو کی اور کہا اے حسینؑ میں تمہیں خوش آمدید نہیں کہتا اس نے خوفزدہ کرنے کے لیے کہا کہ عنقریب تمہارا خون زمین پر بہے گا لیکن امام عالیمقام نے جواباً خموشی اختیار کی۔ اسی اثناء میں عبدالرحمٰن بن ابوبکر آ گئے۔ معاویہ کو سلام کیا لیکن معاویہ ان پہ سخت برہم ہوا اور کہا اے پسر ابوبکر تو پیر ہو گیا ہے اور عقل ضائع ہو گئی ہے۔ اسی لمحہ عبداللہ بن عمر بن الخطاب بھی آ گئے ان سے بھی معاویہ سخت لہجہ میں پیش آیا ان کے بعد عبداللہ ابن زبیر بھی آ گئے اور معاویہ کو سلام کیا۔ معاویہ نے ان سے بھی ناراضگی کا اظہار کیا اور کہا کہ تو نے میرے پسر یزیدؔ کی بیعت کیوں نہیں کی۔ کہنے لگا مجھے تم سب کے افعال و حرکات کا علم ہے اور تم لوگوں کے سینوں میں کس قدر کینہ بھرا ہوا ہے۔ اس وقت امام حسین علیہ السلام نے رئیس شام تاریک انجام سے کہا اے معاویہ صبر کر تندیٔ و تیزیٔ کلام سے باز آ۔ نرمی سے کلام کر ہم اس طرح کے کلام کے مستحق نہیں ہیں۔ معاویہ نے کہا ضرور مستحق ہو کیونکہ تم لوگ نہیں چاہتے کہ یزیدؔ خلیفہ مقرر ہو۔ سب نے مبارک باد دی مگر ان چار حضرات ابوعبداللہ امام حسینؑ، عبداللہ بن عمر، اور عبدالرحمٰن بن ابوبکر، برادر عبداللہ ابن زبیر، ان سب نے امام حسینؑ کی اتباع میں بیعت یزید نہیں کی اور نہ ہی مبارک باد دی اور یہ لوگ معاویہ کے ہمراہ اس وقت تک رہے کہ معاویہ دارالامارہ میں داخل ہوا۔ ان سب نے بھی دارالامارہ میں داخل ہونے کی اجازت مانگی مگر توجہ نہ کی اور درشتگی سے جواب دیا اور اندر داخلہ کے لیے رستہ نہ دیا۔ اور واپس تشریف لے آئے حضرت اباعبداللہ

یعنی امام حسینؑ نے فرمایا کہ ان دنوں میں مدینہ میں ہمارا رہنا مناسب نہیں ہے کہ معاویہ شام واپس چلا جائے اور یہ چاروں حضرات اس خیال سے مکّہ چلے گئے کہ حرم خدا میں پناہ لیں اور بیعت فاسق سے بچ جائیں۔ روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے دو مرتبہ حرم خدا میں پناہ لی ہے۔ جیسا کہ ذکر کیا گیا اوّل معاویہ کے زمانہ میں اور دوسرے یزید بن معاویہ کی خلافت کے شروع میں حرم میں پناہ لی ہے۔ دوسری مرتبہ جب امام حسین نے مدینہ سے ہجرت کی ہے اور مکہ میں پناہ لی تو بنی امیّہ کے سرکش حاجیوں کے لباس میں خنجروں سے لیس کعبہ پہنچ گئے تھے حضرت امام حسینؑ کو اس کا علم ہو گیا تھا لہٰذا امام حسینؑ آٹھویں ذی الحجہ کو کعبہ سے باہر آ گئے اور حج کو عمرہ سے بدل دیا۔ تو عبداللہ بن عمر نے عرض کیا کہ میں آپ پر فدا ہوں خدا آپ کے ساتھ ہے اور پھر قدم بوسی کر کے آپ کو رخصت کیا۔

فقر کے اقسام اور حضرت کمیل کی شہادت

علماء نے بیان کیا ہے کہ فقر بمعنی افلاس و فقیری ہے اس کی دو قسمیں ہیں فقر ظاہری و فقر باطنی، فقر ظاہری اور ظاہری فقیری ممدوح نہیں ہے اس لیے حیاً جو کہ جزو ایمان ہے جاتی رہتی ہے اور انسان نگاہوں سے گر جاتا ہے مثلاً کوئی فقیر مدح و ثنا کرتا ہے تو ممدوح کے نزدیک طمع پر منحصر ہے اگر زیادہ مدح کرے تو اسے زبان دراز کہتے ہیں اگر فقیر کنج خلوت میں جائے تو اسے دیوانگی تصور کرتے ہیں غرضیکہ فقیری باعث عزت نہیں ہے نہ دنیا میں نہ آخرت میں ممدوح ہے۔ فقر باطنی ایک بادشاہت ہے اور الفقر فخری نے اس کا درجہ بلند کر دیا ہے۔ حکماء نے فرمایا ہے کہ فقر کی باطنی کی مذمت کرنا درست نہیں ہے جو لوگ حقیقت میں سالک راہ

فقر باطنیہ ہیں۔ وہ نقد دنیا اور سرمایۂ آخرت کو ہیچ سمجھتے ہیں۔ صاحب فقر اور گداگر ہیں۔ یہ فرق ہے کہ فقیر وہ ہے کہ جو دنیا ترک کر دے اور گداگر وہ ہے کہ جسے خود دنیا ترک کر دے۔ فقر میسّر توحید ہے۔ خلاصۂ تمجید و بزرگی ہے۔ فقر انسانیت کے چہرہ کو گرد و غبار دنیوی سے پاک کرتا ہے، صاف کر دیتا ہے۔ فقر خزانہ انفراد ہے یعنی وہ دنیا سے الگ ہوتا ہے۔ فقر ایک کیمیا ہے جو لفظ کن سے وجود میں آتی ہے۔ فقر سید اولاد آدمؑ ہے لیکن فقر اس پر فخر نہیں کرتا۔ لیکن الفقر فخری اسے زیب دیتا کہ جس نے دنیا کو طلاق بلکہ تین بار طلاق دیدی ہو اور وہ امیر مومنان ہیں کہ جنھوں نے حقیقی اور باطنی فقر کے منازل طے فرمائے ہیں اور حسین ابن علیؑ ہیں کہ جنھوں نے کربلا میں دنیا کی ہر ایک چیز سے کنارہ کشی کر لی تھی اور رضائے الٰہی آپ کے پیش نظر تھی۔

روایات سے ثابت ہے کہ حضرت شاہ ولایت امیر المومنین تاجدار فقر و غنا علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے کمیل بن زیاد نخعی نے روحانی فیض حاصل کیا تھا اور آپ صاحب سرّ امیر المومنین تھے۔ آپ کی یہ منزلت تھی ؎

در حجرۂ فقر پادشاہی | در عالم دل جہاں پناہی
شاہستہ بے سریر و بے تاج | شاہانش بخاک پائی محتاج

ان ہی بزرگوار کو حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابیطالب علیہ نے ایک سریع الاثر دعا تعلیم کی جو دعاء کمیل کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ یہ ایک ایسی دعا ہے کہ اگر اس کو متواتر پڑھا جائے تو بحر علوم و معرفت علیؑ مرتضیٰ سے درہائی نایاب مل سکتے ہیں اور ان ہی دُرہائے معرفت کی وجہ سے کمیل بن زیادہ نخعی کی نگاہ میں دنیا ہیچ تھی۔ ان کے روشن ضمیر ہونے کی بابت اس طرح مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ حضرت

شاہ ولایت امیر المومنین نے ان سے فرمایا کہ اطرف السراج فقد
طلع الصبح - - کہ چراغ گل کردو صبح نمودار ہو رہی ہے مقصد
یہ تھا کہ خودی ترک کردے اور ازمن توی سے درگذر کرنا تاکہ نورِ خدا کو دیکھے۔ کمیل
اپنے اعتبار سے صفار باطنی بر فائز تھے اس وقت عاقبت خراب حجاج بن یوسف بن
ثقفی نے ان کو شہید کیا۔ مجالس المومنین میں ہے کہ حجاج نے کمیل کو طلب کرنے
میں جلدی کی۔ لیکن وہ اس کو نہ مل سکے کیونکہ آپ صحرا میں زندگی بسر کر رہے تھے
حجاج نے ان کے قبیلے کے لوگوں کو قتل کرنا شروع کیا اور ہراسان بھی کرنے
لگا۔ جب یہ خبر کمیل کو پہنچی تو آپ بہت رنجیدہ ہوئے اور حجاج بن یوسف ثقفی
کے پاس آئے۔ حجاج نے دیکھا تو خوش آمدید کہا اور کہنے لگا کہ دیر سے آئے
ہوئے میں تو تمہیں یہاں اس سے پیشتر دیکھنا چاہتا تھا تاکہ تمہاری باتوں سے
اپنا دل خوش کر دل۔ کمیل نے فرمایا کہ میں تو از خود آیا ہوں حالانکہ میں اس عمل کو
پسند نہیں کرتا تھا کہ میری اور تیری بازگشت اللہ کی طرف ہے۔ مجھے میرے مولیٰ
و آقائے نامدار حیدر کرار علی مرتضیٰ علیہ السلام نے خبر دی کہ تو میرا قاتل ہے، کہ
اسی اثناء میں جلاد بھی حاضر ہو گئے۔ اس وقت کمیل تنہا تھے۔ جلادوں نے
آپ کو گرفتار کر لیا اور ایک ایسی ضرب لگائی کہ سر مبارک کمیل جدا ہوا اور آپکی
روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔ امام زمانہ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کمیل کو جلاد
نے گئے اور چمڑے کے بستر پر چہرہ کے بل لٹکا کر گردن کاٹ دی اور عاشورا
محرم امام حسینؑ کو شمر ملعون نے سجدہ کی حالت میں ذبح کیا۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

اب ہم اصل مضمون کی طرف آتے ہیں یہ کہ جب معاویہ داخل دارالامارہ

ہو گیا اور چاروں عبد اللہ حضرات یعنی امام حسین ابو عبد اللہ علیہ السلام، عبد اللہ بن عمر
اور عبد اللہ ابن زبیر اور عبد الرحمٰن بن ابو بکر کو معاویہ نے دار الامارہ میں داخل ہونے
کی اجازت نہیں دی۔ امام حسین علیہ السلام مدینہ سے مکہ کا رخ کیا اور ان تینوں مذکورہ
حضرات نے آپ کی معیت میں مکہ میں پناہ لینے کی خاطر سفر اختیار کیا۔ جب یہ خبر
معاویہ تک پہنچی تو وہ مسجد نبویؐ میں آیا اور اہل مدینہ کو جمع کیا جب سب لوگ جمع ہو گئے
منبر پر گیا اور خطبہ دیا اور یزید کی جانشینی و خلافت کے متعلق کہا کہ میں نے یزید کو
اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے تم سب یزید کی بیعت کرو۔ اور مدح و سرائی یزید علیہ کرتے
ہوئے اس قدر کذب بیانی سے کام لیا کہ کہنے لگا کہ میری نگاہ میں یزید سے
زیادہ حقدار خلافت کوئی نہیں ہے میں دیکھتا ہوں کہ اکثر حاسد لوگ یزید لعنۃ کے
بارے میں غلط خیال رکھتے ہیں اور مزید کہا کہ اگر حسین ابن علیؑ، عبد الرحمٰن بن ابو
بکر، عبد اللہ بن عمر، اور عبد اللہ بن زبیر یزید کی بیعت کر لیں تو بہتر ہے ورنہ وہ
دیکھیں گے کہ ان کا خون زمین پر بہایا جائے گا۔ میں اوّلاً ان کو نصیحت کرتا ہوں
اور ان کو انحراف بیعت کے انجام سے آگاہ کرتا ہوں یہ کہہ کر معاویہ منبر سے اُتر
آیا۔ لوگ متفرق ہو گئے اور ایک شور و غل برپا ہو گیا۔ اور یہ تمام گفتگو ام المومنین
بی بی عائشہؓ کے گوش کی گئی تو عائشہ نے غیظ و غضب کی حالت میں چادر سر پر ڈالی
اور عورتوں کے ایک ہجوم کے ساتھ مسجد نبویؐ میں پہنچیں اور فرمایا کہ اے ابن ابو
سفیان تیرے لیے یہ کافی نہ ہوا کہ تو نے میرے ایک بھائی محمد بن ابی بکر کو قتل
کرایا۔ اس کی جدائی کی آگ میرے سینہ کو جلا رہی ہے۔ اب تیری یہ جرأت ہو
گئی ہے کہ مدینہ خیر الانام جو مسلمانوں کے لیے دار السلام ہے یہاں بھی تو
برادران اسلام کا خون بہانا چاہتا ہے تیری حیاء کیا ہوئی اور تو مجھ سے بھی شرم

نہیں کہ تا آخر کو میں تیرے رسول کی شریک حیات ہوں اور مؤمنین کی ماں کا درجہ مجھے اللہ کی طرف سے حاصل ہے۔ اور تو حسین بن فاطمہؑ فرزند رسول الثقلین کی جان کے درپے کیوں ہو رہا ہے۔ عبداللہ عمر و عبداللہ زبیر کہ یہ لوگ اکابرین کی اولاد ہیں تو ان کو کیوں مجبور کرتا ہے کہ بیعت یزیدؑ کریں جبکہ تو خود لائق خلافت نہیں ہے تو تیرا بیٹا یزیدؑ کیوں کر لائق خلافت ہو سکتا ہے۔ تو نے اپنے باپ کو کیوں بھلا دیا ہے کہ وہ دشمن خدا اور رسول خدا تھا۔ اس نے ہمیشہ آنحضرتؐ کے خلاف سازشیں کی ہیں اور کفار سے مل کر حرب و ضرب میں حصہ لیا ہے۔ کبھی تو کہتا ہے کہ میں کاتب وحی ہوں حالانکہ تو جانتا ہے کہ مدینۂ رسولخدا میں خونریزی کرنا حرام ہے۔ جب معاویہ نے دیکھا کہ عائشہ سخت برہم ہیں۔ نرم لہجہ سے کہا اے ام المؤمنین آپ مجھ پر اس قدر سخت و سست لہجہ سے پیش آ رہی ہیں آپ تو اسلام میں قابل احترام ہستی ہیں۔ ذرا میری باتوں کو گوش دل سے سنیں آپ جو کہتی ہیں کہ محمد بن ابی بکر کو میں نے قتل کیا ہے ایسا نہیں ہے میں نے قتل نہیں کیا۔ مصر میں ان کی اور عمرو بن العاص کی گفتگو ہوئی اور معاویہ بن خدیج نے تمہارے بھائی کو قتل کیا۔ میں بخدا اس کے قتل پر راضی نہیں ہوا۔ جب عائشہؓ نے معاویہ کی فریب آمیز چکنی چپڑی باتیں دیکھیں غصہ کم ہو گیا اور آرام سے گفتگو کرنے لگیں۔ فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ تو نے فرزند رسولخدا حسین علیہ السلام، عبدالرحمٰن برادرم، عبداللہ عمر و اور عبداللہ پسر زبیر کے بارے میں ناروا باتیں کی ہیں یہ سب بلند رتبہ ہیں۔ حد ہے کہ تو نے ان کو دارالامارہ جانے کی راہ نہ دی تو ان لوگوں کی خاطر خواہی کرتا ہے کہ جو فاسق و فاجر ہیں۔ معاویہ نے یہ سن کر ان کو اطمینان دلایا کہ آئندہ ایسی چیزوں کا اعادہ نہیں کروں گا کہ جو تمہاری مرضی کے خلاف ہوں

جن کے تم نے نام لیے ہیں یہ میرے نزدیک آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی روشنی ہیں۔ لیکن اے ام المومنین میں نے اپنے فرزند یزیدؑ کو اپنا ولیعہد قرار دیا ہے اور مملکت اسلامیہ کے یعنی شام و مصر و عراق کے اکابرین نے اس کو خلیفہ تسلیم کر لیا ہے۔ ان چاروں بزرگواروں نے مخالفت کی ہے کیا تم اس کو جائز سمجھتی ہو کہ میں ان چار ہستیوں کی وجہ سے یزید کو خلافت سے دور رکھوں اور رضائے خدا جو یزیدؑ کی موافق ہے اس کو ہاتھ سے دے دوں۔ عائشہؓ یہ سن کر کہنے لگیں کہ مجھے اس سے کیا واسطہ غرض کہ میں یہ فتوی دے دوں خلافت جائز ہے یا نہیں، بیعت یزیدؑ توڑنا جائز ہے یا نہیں، لیکن میں اتنا ضرور کہوں گی کہ اپنے ان آقازادوں کے حق میں لطف و مہربانی سے پیش آؤ۔ اگر تیرا مقصود و مطلب بھی حل نہیں ہوتا ہے تو بھی ازردہ خاطر نہیں ہونا چاہیے۔ اے ابوسفیان کے بیٹے خدا سے ڈرو اور اس قدر بے دین بننا ترک کر دے۔ بہر حال معاویہ قبر و حشر کو نگاہ میں رکھنا ضروری ہے۔ معاویہ نے دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھ کر کہا کہ تمہاری فرمائشات سر آنکھوں پر۔ یہ دیکھ کر عائشہؓ خوش ہو گئیں اور اپنے گھر واپس چلی گئیں۔ عبدالرحمٰن بن ابوبکر کی حمایت میں بی بی عائشہؓ تھیں۔ عبدالرحمٰن خانہ نشین ہو گیا۔ عبداللہ بن عمر مال دنیا کے فریب میں آ گیا اور عبداللہ بن زبیر نے مکہ میں دعوی خلافت کیا۔ لیکن امام حسینؑ تنہا رہ گئے وارد کربلا ہوئے خدیر و اقربا بھائی بھتیجے سب آپ کے ہمراہ وارد کربلا ہوئے اور کربلا میں شہید ہو گئے۔ ہائے افسوس مخدرات عصمت کو بعد شہادت حسین اسیر کیا گیا اور اعدائے دین ان کو شتران بے عماری پر سوار کر کے کوفہ و شام لے گئے۔

معاویہ کا بارادۂ قتل اُمّ المومنین بی بی عائشہؓ کو دعوت پر بلانا

جب اُمّ المومنین بی بی عائشہؓ معاویہ سے سخت درشت لہجہ میں گفتگو کر کے اپنے گھر واپس چلی گئیں تو معاویہ نے دیکھا کہ بی بی عائشہ کا وجود یزیدؔ کی ولیعہدی کے لیے ہرگز موافق و سازگار نہیں ہے ان کو راہ سے ہٹانے کے لیے ان کے قتل کے منصوبہ سوچنے لگا۔ آخر کار ایک بات اس کی سمجھ میں آئی اور اس نے اُمّ المومنین بی بی عائشہ کو اپنے گھر دعوت پر بلانے کا پروگرام تیار کیا۔ اس نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ خاص میرے رہائشی کمرہ میں ایک چاہ عمیق کھودا جائے اور اس چاہ کا منہ عام طور چاہ کے منہ کے مطابق نہ رکھا جائے بلکہ زیادہ کشادہ ہو۔ غرضیکہ چاہ تیار ہوا اور اس کے منہ پر کچھ ریشمیں مخملیں قالین اس طرح بچھائے گئے کہ وہ بالکل ڈھک گیا۔ ان قالینوں پر ایک طاؤسی تختی جو چمک و دمک میں مثل تارہ تھی رکھ دی گئی تھی اور وہ بہت زیادہ سجائی گئی تھی۔ پھر معاویہ نے اُمّ المومنین کو پیغام بھیجا کہ اے مادرِ گرامیقدر آپ اگر میرے غریب کدہ پر تشریف لائیں تو زہے عزّ و شرف، میرا خوابیدہ بخت بیدار ہو جائے گا کہ میں زوجۂ رسولؐ خدا کا میزبان ہوں گا۔ بی بی عائشہؓ نے دعوت معاویہ کو شرف قبولیت بخشا اور کہا امیر معاویہ کو میرا سلام کہنا۔ میرا بلانا اگر ہلاکت پر منتج ہے یا بقا بخشی ہے۔ بہرحال حکم نافذ العمل ہے میں جلد پہنچ رہی ہوں، بعدہٗ اپنے غلام احمر کو حکم دیا کہ حمار مصری لائے، شام کے وقت حمار مصری حاضر کیا اور ام المومنین سوار ہو کر پہنچیں۔ خدا آخر خدا ہی ہے۔ مثل کاروان روانہ ہوا اور مانند اجل پہنچ گیا۔ احمر غلام رسی پکڑے

ہوئے تھا کہ خانہ معاویہ پہنچا۔ معاویہ نے درِ خانہ پر آ کر استقبال کیا۔ اُم المومنین حمار سے اتریں اور پیادہ پا وہاں پہنچیں کہ جو جگہ آراستہ کی گئی تھی۔ اس جگہ دوسرے اشخاص موجود نہیں تھے۔

بروایات صحیحہ وارد ہوا کہ معاویہ نے چند ہودج بھی آراستہ کرائے تھے اور جو لوگ معاویہ کے راز دار تھے وہ اس امر پر مطلع تھے کہ ان میں بی بی عائشہؓ سوار نہ تھیں بلکہ محرمِ راز جو راستوں میں متعین کیے تھے وہ دریافت کرتے کہ زر نگار ہودج میں کون مخدرہ سوار ہے۔ ایک دوسرا راز دار فوراً کہتا کہ اس میں اُم المومنین بی بی عائشہؓ سوار ہیں۔ لوگ اس طرف دوڑتے مگر آثار سواری نہ پاتے تھے۔ نامعلوم ہودج سے سواری بطرف آسمان پرواز کر گئی یا زمین نے اسے اپنے دامن میں چھپا لیا ہے۔ مگر معاویہ آرام و استراحت میں تھا یعنی وہ اصل حال سے مطلع تھا۔ یہ سفر ام المومنین، گویا صلہ تھا کہ جنگ جمل میں حضرت علی ابن ابی طالب سے جنگ و جدال کرنے کے لیے جمل میں موصوفہ آئی تھیں اور اسی طرح جنازہ حسن علیہ السلام کے جلوس میں موجود تھیں اور امام حسینؑ کے جنازہ پر تیر برسائے جس سے لاش امام حسینؑ غربال صفت ہو گئی۔ مجھے اس وقت امام حسین علیہ السلام کی لاش مبارکہ کا پائمال ہونا یاد آتا ہے واحسرتا کوئی نہ تھا کہ جو امام مظلوم کی لاش کو بچاتا۔

اُمّ المومنین عائشہؓ کا معاویہ کے تیار کردہ کنوئیں میں گرنا

عبداللہ ابن عباسؓ کو برائے بیعت طلب کرنا

جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ عائشہؓ معاویہ کے گھر پہنچیں تو معاویہ نے ظاہراً ان کا

استقبال کیا اور وہ اس جگہ پہنچیں کہ جہاں چاہ مخملیں قالینوں سے ڈھکا ہوا تھا معاویہ ان کے ہمراہ زمین سخت پر قدم رکھتا تھا اور ام المؤمنین عائشہؓ کو چونکہ معاویہ کی مکاری اور پرُ دغا ہونے کا علم نہ تھا قدم بر قدم چل رہی تھیں کہ اس چاہ کے منہ پر قدم رکھا جو صرف قالین سے ڈھکا ہوا تھا اور اس کے اندر چونا بھرا ہوا تھا۔ قدم کا رکھنا تھا کہ ام المؤمنین اس چاہ میں گر پڑیں اور معاویہ نے اس کا منہ مستحکم طریقہ سے بند کرا دیا۔ اس طرح معاویہ نے ام المؤمنین بی بی عائشہؓ کا کام تمام کر دیا۔

جب معاویہ کو اس کارِ عظیم سے فرصت ہوئی اور یزیدؔ کی ولیعہدی کے لیے کسی قدر راہ ہموار ہو گئی تو معاویہ اکابرین مدینہ کے قتل کی طرف متوجہ ہوا اور اس کی نظر چاروں عبد اللہ یعنی ابو عبد اللہ حسینؑ۔ عبد الرحمٰن بن ابوبکر، عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن زبیر پر پڑی۔ معاویہ کی نظر میں سب سے زیادہ پُر وقار شخصیت کہ جس نے بیعت یزیدؔ سے قطعی طور پر جواب انکاری دے دیا تھا وہ امام حسینؑ فرزند رسولِ خدا تھے۔ اور مذکورہ تینوں عبد اللہ بھی امام حسینؑ کی اتباع میں بیعت یزیدؔ کے مخالف تھے۔ اور امام حسین اس خیال سے کہ مدینہ میں معاویہ سوال بیعت کرے گا مکہ معظمہ تشریف لے گئے تھے اور معاویہ کو جب اس کی خبر ہوئی تب وہ عبد اللہ بن عباسؓ کی طرف متوجہ ہوا اور ان کو طلب کیا۔ ابن عباسؓ تشریف لائے معاویہ نے اھلاً و سھلاً کہا اور پھر اس طرح گفتگو کا آغاز کیا کہ اے عبد اللہ ہم اور تم ایک ہی شجر کی شاخیں ہیں۔ تم دیکھ رہے ہو کہ حکومت میرے زیر قدم ہے مسند خلافت پر میں متمکن ہوں۔ ہم سے پہلے یہ خلافت ایک مرد تیمی کے پاس تھی وہ عدو بھی تھا کیا تم راضی تھے کہ خلافت ان کے پاس ہے لیکن تم نے کچھ محسوس نہ کیا میں جبکہ خون عثمان کے لیے کھڑا ہوا ہوں اور قاتلوں سے انتقام

چاہتا ہوں تم مجھ سے نزاع کرتے ہو حالانکہ ہم اور تم دونوں بنی عبد مناف کے دیدہ و دل ہیں اور جب سے میں تاجدار سلطنت ہوا ہوں میں نے تمہارے حقوق ادا کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے لیکن تم نے کبھی خوش روئی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اور نہ دوسرے ہاشمیوں نے اپنی روش بدلی ہے۔ اے عبد اللہ تم اپنی روش بدل ڈالو۔ خدا ہی نے مجھے ملک و خلافت عطا کی ہے اور تمہارا یہ گمان غلط ہے کہ خلافت کے مستحق علیؑ اور حسنؑ ہیں۔ جب معاویہ خموش ہو گیا۔ تو ابن عباس نے کہا اے امیر میں نے سنا جو کچھ تم نے کہا اب تم سنو کہ تم جو کہتے ہو کہ ہم سب اولاد عبد مناف ہیں یہ صحیح تو ہے اور ہم سے توقع محبت بھی رکھ سکتے ہو اور آج کل تم حکمران بھی ہو اور احسان بھی کرتے صرف اس لیے ہے کہ تمہاری خلافت تمہارے حق میں استوار ہو اور تمہارا یہ کہنا کہ اب علیؑ اور حسنؑ کی مثل ہم میں نہیں ہے سراسر غلط ہے کیونکہ حسینؑ بن علی بفضلہ تعالیٰ موجود ہیں اور انھی خوبیوں کے وارث ہیں جو علی المرتضیٰ اور حسن مجتبیٰ میں تھیں حسینؑ ہی امیر المومنین ہیں اور حسینؑ ہی امام امت ہیں، امام حق ہیں۔ اے معاویہ حسنؑ و حسینؑ ہر دو باغ نبوت کے دو پھول ہیں۔ چشم و چراغ رسولِ خدا ہیں ان دونوں کی اصل ایک ہے۔ ہر دو قرۃ العین بتول ہیں۔ یہ ایک ہی درِ علم نبوی کے دو باٹ ہیں۔ اور شرع پیغمبر کے دونوں شرف ہیں۔ دونوں قرآن ناطق ہیں۔

؎ عجب مدار کہ کوتاہ نظر ندید جمالش ✺ کہ چشم مرغ شب انوار آفتاب نہ بیند

اے معاویہ دین و دولت رو باصلاح اسی وقت ہیں کہ حسین بن علیؑ کو اس پر اعتراض نہ ہو۔ اور اے معاویہ ان کی رضا خدا کی رضا ہے۔ معاویہ نے بظاہر ابن عباس کا یہ کلام پسند کیا اور کہا اے ابن عباس راست گفتی۔ یعنی تم نے سچ کہا۔ خوب نصیحت کا حق ادا کیا۔ بعدہ دیکھا جائے گا کہ حسینؑ کا میرے ساتھ کیا سلوک ہوگا

ان کو تحریر کرو اور خبر دے دو کہ میرے ساتھ حسین تالیف قلب سے کام لیں کریں وگرنہ معاویہ نہیں ہوں کہ خیال بد تمہارے بارے میں رکھوں۔ دوستی اور خاندانی حالات بجائے خود برقرار ہیں مولف کتاب فرماتے ہیں کہ وہ زمانہ کیسا زمانہ تھا کہ معاویہ نے خیال بد نہیں کیا بلکہ حسین ابن علیؑ کا احترام کیا لیکن زمانۂ یزید کیسا زمانہ تھا کہ ہر طرح کی معصیت امام حسینؑ کے لیے روا رکھی گئی لیکن کسی میں جرأت نہ تھی کہ امام حسینؑ کے حق میں زبان کھولتا۔ جب سر امام حسینؑ عبا کے دامن سے چھپائے ہوئے منبر رسول خدا پر آیا اور پھر عبا کا دامن ہٹایا اور سب کو سر امام حسینؑ دکھایا۔ تعریف یزید پلید کی۔ اس وقت مدینہ میں کہرام بپا تھا۔

عبداللہ ابن عباسؓ کا تقویٰ و پرہیزگاری

تمام امت مسلمہ کے نزدیک یہ متفق علیہ امر ہے کہ جناب عبداللہ ابن عباسؓ تقویٰ و پرہیزگاری، زہد و عبادت، علم قرآن و احادیث میں اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ اور حضرت باب مدینۃ العلم علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے شاگرد رشید اور مولائی تھے۔ اور آپ مخالفین حضرت امیر المؤمنین سے ہمہ وقت مجاہدہ کرتے اور آپ کی تفسیر و حدیث و فقہ مشہور و مسلّم ہے۔ یہ بھی روایات سے ثابت ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے حق میں دعاء خیر فرمائی ہے۔ ارشاد فرمایا ہے اللھم بارك فيه وابشر منه واجعله من عبادك الصالحين۔ یعنی اے اللہ تو ابن عباسؓ کو مبارک قرار دے اور اس کو عباد صالحین میں قرار دے۔ علامہ حلیؒ نے کتاب خلاصۃ الاقوال فی معرفۃ الرجال میں تحریر کیا ہے کہ ابن عباسؓ مولائے کائنات امیر المؤمنین علی

مرتضیٰ علیہ السلام کے خاص دوستداروں میں سے تھے اور آپ کی بزرگی اور اخلاص و محبت خدا و رسولؐ و ائمہؑ شبہات سے بالاتر ہے۔ صاحب مجالس المؤمنین نے تحریر کیا ہے کہ عبداللہ ابن عباسؓ کی ولادت شعب ابوطالبؑ میں ہجرت سے تین سال قبل ہوئی ہے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحلت پائی تو عبداللہ ابن عباسؓ کی عمر تیئیس سال تھی اور ۶۸ھ میں آپ نے وفات پائی۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً ۶۱، یا ۶۲ برس کی تھی، یہ بھی مروی ہے کہ جب عبداللہ ابن عباسؓ غسل و کفن دیا جاچکا تو ایک خوبصورت مرغ سفید کفن کو چیرتا ہوا نکلا اور غائب ہوگیا۔ امام حسن علیہ السلام کے زمانہ میں بھی عبداللہ ابن عباسؓ حقوق اہلبیتؑ کے نگران رہتے تھے اور اسی طرح امام حسینؑ کے زمانہ میں بھی ارادت و اخلاص رکھتے تھے جیسا کہ آپ کی گفتگو سے جو معاویہ کی ہے ظاہر ہوتا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ میرے چچا عباسؓ کے گھر چار چیزیں ایسی تھیں جو کسی دوسرے خانوادہ میں نہیں پائی جاتیں اور وہ یہ ہیں کہ خداوند عالم نے علم کے لیے میرے چچا عباسؓ کو عبداللہ جیسا پسر عطا کیا اور ان کے بیٹے فضل بن عباس میں سخاوت رکھ دی، اور صباحت و وجاہت کو قثم بن العباس میں رکھ دیا اور جود و کرم کو عبیداللہ بن عباسؓ میں رکھ دیا۔ عبادات و اطوار شخصی میں یہی چار صفات کا تذکرہ پایا جاتا ہے۔ مگر خداوند عالم نے یہ چاروں صفات الگ الگ اولاد جناب عباس میں جمع کر دی۔ صاحب استیعاب نے از عبداللہ بن صفوان بن اُمیہ سے نقل کیا ہے کہ ایک روز مکہ میں عبداللہ بن عباس کے دروازہ کے پاس سے گزرا۔ دیکھا کہ گروہ در گروہ لوگ داخلِ خانہ ہو رہے ہیں یعنی ایک اژدحام مردمان ہے۔ دسترخوان پر کھانا چنا ہوا ہے۔ لوگ کھانا کھاتے ہیں انعام ملتا ہے اور چلے جاتے ہیں اور دوسرے

لوگ آجاتے ہیں۔ عبداللہ بن صفوان کہتا ہے کہ میں عبداللہ بن زبیر کی مجلس میں گیا یعنی زبیر کے گھر گیا وہ زمانہ تھا کہ زبیر نے بنی اُمیّہ پر خروج کیا تھا اور اپنی نسبت و قرابت کو جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تھی دعویٰ خلافت کی دلیل بنایا تھا ماحصل کلام یہ ہے کہ جب عبداللہ بن صفوان بن اُمیّہ مجلس عبداللہ زبیر میں گیا اس کو مدعی خلافت پایا۔ تو میں نے اس سے بطور طنز کہا تو دعویٰ خلافت کرتا ہے حالانکہ تجھے پسران عباسؓ نے تیرا دروازہ بند کر دیا ہے اور اپنا در کھول دیا ہے۔ یہ عجیب بات ہے پس تیرے لیے کوئی فضیلت نہیں ہے۔ عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ تو نے کیا دیکھا میں نے کہا کہ یہ دیکھا ہے کہ مکان کے ایک دروازہ کو چھوڑ کر طلباً علوم دینیہ، فضلاء و علماء گروہ در گروہ عبداللہ ابن عباس کے دستر خوان کرم پر جمع ہوتے ہیں اور کھانا تناول کرتے ہیں، علوم دینیہ حاصل کرتے ہیں۔ جب عبداللہ زبیر نے یہ سخن سُنا تو عبداللہ بن مطیع سے جو اس کے پاس بیٹھا تھا کہا کہ پسران عباسؓ کے پاس جا اور ان سے کہو کہ امیر المومنین نے فرمایا ہے کہ تم اور اہل عراق کو جو تمہارے ساتھ ہیں مکّہ سے باہر چلے جائیں ورنہ میں ان کے حق سختی برتوں گا۔ عبداللہ بن مطیع نے زبیر کا یہ پیغام عبداللہ ابن عباسؓ کو پہنچایا۔ عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ جاؤ اور زبیر سے کہو کہ یہ گروہ مردمان بوجہ ادعاء خلافت نہیں ہے ہم نے تو صرف دینی درس گاہ قائم کی ہے ہمیں کسی دوسرے کام سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ مجلسی علیہ الرحمۃ نے مناقب قدیم سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ زبیر نے عبداللہ بن عباسؓ سے کہا کہ یا تو تم میری بیعت کرو یا مکّہ سے باہر چلے جاؤ۔ ابن عباسؓ نے منع کر دیا، اور بیعت نہیں کی۔ اس واقعہ کی خبر یزید ابن معاویہ کو ہوئی تو اس نے ابن عباسؓ کو خط تحریر کیا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے تم کو اپنی بیعت و اطاعت

کی دعوت دی اور تم اس کو شریک کار اور پشت و پناہ ہو۔ اور اس گناہ میں شریک ہو۔ ایک شخص کو یہ سزاوار نہیں ہے کہ وہ امیر تسلیم کرے مجھے دیکھو کر میں نے تمہیں مراعات دی ہیں۔ تمہارے حقوق بحال کر دیئے ہیں۔ تم نہ خود ابن زبیر کی بیعت کرو اور دوسروں کو دعوت بیعت دو۔ میری تعریف و نصرت کرو اور ابن زبیر کی تکذیب کرو۔ جب یہ خط عبداللہ ابن عباس کو ملا تو آپ کو از حد تعجب ہوا کہا کہ میں نے تو ابن زبیر کی بیعت نہیں کی اور یزیدؔ اس قدر کذب بیانی کر رہا ہے۔ چنانچہ ایک خط یزید کو تحریر کیا اور واضح کیا کہ میں نے ابن زبیر کی بیعت نہیں کی ہے نہ کسی شخص کو ابن زبیر کی بیعت کے لیے کہا ہے اور بخدا میں نے تجھ سے قطع دوستی کر لیا ہے اور تو مجھ سے چاہتا ہے کہ میں تجھ سے محبت و دوستی کے ساتھ ملوں اور تو نے جو ہمیں جزی مال بھیجا ہے اس لیے قبول کر لیا ہے کہ تو ہمارا کُل مال کھا رہا ہے اور تُو جو یہ کہتا ہے کہ میں تیری طرف لوگوں کو ترغیب دلاؤں ما سواے ابن زبیر لوگوں سے بیعت کے لیے کہوں۔ تو کس دل سے اور کس خوشحالی کے لیے ایسا کروں جبکہ اے بے حیا، قد قتلت حسینا علیہ السلام یعنی تو نے حسین ابن فاطمہ کو قتل کر دیا اور حسینؑ کے بیٹوں، بھتیجوں، بھانجوں اور انصار کو قتل کر ڈالا۔ حالانکہ یہ سب کے سب درخشندہ ستارہ با عبدالمطلب تھے۔ چراغ ہدایت تھے روشنیٔ دین کا مینارہ تھے اور تُو نے کسی کی فریاد رسی نہ کی۔ اور ان کی صدائے استغاثہ پر لبیک نہ کہا۔ اور افسوس تیری فوج کے سرداروں نے ان کے لاش ہائے پاکیزہ کو دفن بھی نہ کیا اور تو مجھ سے محبت طلب کرتا ہے اور حال یہ ہے کہ تیری تلوار ہمارے خون سے رنگین ہے۔ ہمیں خدا سے امید ہے کہ آلِ محمدؐ تجھ سے انتقام لیں گے کیونکہ خدا مظلوموں کا ناصر اور ظالموں سے انتقام لینے والا ہے۔

اسے بے حیا تو نے عبدالمطلب کی عورتوں کو اور دختران رسولؐ خدا کس گناہ میں اسیر کیا کس گناہ میں انھیں کوچہ بکوچہ تشہیر کیا مجھے امید ہے کہ قتل حسینؑ کے بعد تو خوشی نہ دیکھے گا۔

اے مومنین، اے شیعو آپ کے امام زمانہ نے فرمایا ہے اے جد بزرگوار اے حسینؑ غریب مجھے قسمت نے دور رکھا ہے میں کربلا میں ہوتا تو آپ کی نصرت و یاوری کرتا۔ اب میں صبح و شام آپ پر گریہ کرتا ہوں۔ اگر آنسو خشک ہو جاتے ہیں تو خون دل برساتا ہوں۔ کبھی خیام کے جلنے کا تصور اور کبھی اہلحرم کے اسیری و بے کسی کا تصور ہوتا ہے اور آنکھیں خون کے آنسو برساتی ہیں۔

معاویہ کا مکہ معظمہ میں داخلہ اور استقبال

موثق روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ معاویہ اپنے پسر یزید لعینؒ کی بیعت کے سلسلہ میں مدینہ آیا اور بعد ہلاکت ام المومنین عائشہ رضؓ اور بعد ازاں عازم مکہ معظمہ ہوا کہ وہاں پر بھی اشراف و اکابرین سے بیعت یزید لعینؒ لے۔ معاویہ مکہ میں وارد ہوا اس وقت عبداللہ ابن عباس اتفاقی طور پر موجود تھے۔ اور عبادل اربعہ یعنی امام حسین علیہ السلام اور عبدالرحمٰن ابن ابوبکر۔ عبداللہ بن عمر، عبداللہ ابن زبیر نے معاویہ کا استقبال کیا۔ جب معاویہ نے ان سب کو دیکھا تو اس نے ان کو مخاطب کر کے اھلا و سھلا و مرحبًا کہا۔ اور اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ چار عربی گھوڑے مرصع زین کے لائے جائیں جواہر اور موتیوں سے ان کے زین آراستہ ہوں اور معاویہ ان حضرات سے مشغول گفتگو ہوا۔ معاویہ نے ان کو درہم و دینار دیے۔ سب نے قبول کیے لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام نے ایک درہم بھی

قبول نہ کیا حالانکہ اصلاً یہ مال، مال خدا و رسول تھا اور اپنا ہی مال تھا۔ معاویہ چند روز مکہ معظمہ میں مقیم رہا لیکن اس نے اپنے قیام کے دوران یزید لعینؒ کی ولیعہدی اور بیعت کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ اور ان حضرات نے بھی معاویہ سے ایسا کوئی ذکر نہیں کیا۔ پھر امام حسینؑ تشریف لائے اور معاویہ نے ان کا بہت زیادہ اکرام و احترام ادا کیا۔ اور بعدہٗ اس نے کہا اے ابوعبداللہ آیا اجازت ہے کہ میں کچھ باتیں کروں آپ سنیں اور جواب مرحمت کریں۔ امام عالیمقام نے فرمایا ہاں کہو کہ کہنا چاہتے ہو۔ معاویہ اس طرح گویا ہوا کہ چند دنوں پہلے میں اطراف مدینہ اور شہر مدینہ والوں کو لکھا تھا کہ میرے بیٹے یزید لعینؒ کی بیعت کریں۔ چنانچہ اکثر لوگوں نے سبقت کی اور بیعت کر لی۔ مگر بہت لوگوں نے انحراف کیا اگر میں یہ دیکھتا کہ اہالیان مدینہ میں سے بھی کوئی سزاوار خلافت ہے تو میں اس کو ترجیح دیتا۔ لیکن میں نے دیکھا کہ یزید لعینؒ میں تمام اوصاف موجود ہیں کہ جنکی بناء پر میں نے اُسے ولیعہد قرار دیا ہے آپ کیا فرماتے ہیں میں نے اچھا کام کیا یا بد؟ امام حسینؑ مخاطب ہوئے اور فرمایا اے معاویہ زیادہ چرب زبانی اچھی چیز نہیں ہے۔ ایسی پوچ گفتگو تجھے زیب نہیں دیتی۔ مدینہ میں ایسی ہستیاں موجود ہیں جو بدرجۂ اولیٰ مستحق خلافت ہیں اور وہ ہر ایک اعتبار سے تیرے بیٹے یزید لعینؒ سے برتر و افضل و اعلیٰ ہیں۔ حسب و نسب، علم و فضل دین و شریعت، شان و شوکت میں یزید لعینؒ سے افضل ہیں۔ اور اے معاویہ تو خود یزید لعینؒ سے باخبر ہے اس پر معاویہ نے کہا اے حسینؑ لعلك اردت بذلك نفسك۔ معاویہ نے کہا کہ یہ ساری تعریفیں جو آپ کر رہے اس لیے ہیں کہ آپ خود مستحق خلافت سمجھتے ہیں۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر مجھ میں اور خلافت میں کیا دوری ہے۔ معاویہ لعینؒ کہنے لگا اے حسینؑ لوازم سلطنت و حکومت یزید لعینؒ

بہتر جانتا ہے۔ اور جہانبانی کا تاج یزید کے سر پر موزوں ہے۔ یہ سن کر امام حسینؑ نے فرمایا کہ تعجب ہے کہ تو یزید ایسے بدکردار کو مجھ پر ترجیح دے رہا ہے۔ یہ سن کر معاویہ غصہ میں آگیا اور کہنے لگا اے حسینؑ چپ رہو۔ بخدا ہر گاہ کسی مجلس میں بھی یزید لعین پر نکتہ چینی گوارا نہیں سوائے اس کی تعریف۔ اس پر امام عالیمقام نے فرمایا کہ جو کچھ یزید کے بارے میں میں جانتا ہوں کہتا ہوں اور یزید لعین میرے بارے میں جو جانتا ہے وہ بیان کرے۔ میرے بارے میں میرے نانا رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ حسین

منی وانا من الحسین ؎

منم آنکہ فرمود در شان من ٭ نبی الورع شافع مرد و زن
منم از حسینؑ و حسینؑ از من است ٭ کہ مہر حسینم چو جان در تن است

معاویہ زعم سلطنت میں کہنے لگا اے حسینؑ اہل شام عون آشام کی تلواروں سے ڈرو۔ امام حسینؑ نے اتنا فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ میرا قاتل کون ہے۔ امام حسینؑ اپنے گھر تشریف لے آئے۔ اس تمام گفتگو کو یزید لعین کے کانوں تک پہنچایا گیا اور اس بے حیا نے اس کو اپنے دل میں محفوظ کر لیا اور جب امام حسینؑ کا سر مبارک طشت میں اس کے سامنے لایا گیا تو یزید لعین بدکردار حاضرین دربار کی طرف رخ کر کے کہا کہ لوگو کیا تم پہچانتے ہو کہ یہ کس کا سر ہے اور اس کا صاحب کون ہے۔ اے مومنین جانتے ہو کہ یہ کون ہے جو کہہ رہا ہے کہ میرا باپ یزید لعین کے باپ سے بہتر ہے پھر یزید لعین نے ایک چھڑی یعنی چوب خیزران امام کے لبوں پر لگانے لگا۔

معاویہ کا مکہ معظمہ میں چاروں عبداللہ سے بیعت یزید لعین لینا

جب معاویہ مکہ معظمہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام سے بیعت یزید لینے میں مایوس ہوگیا تو اس نے عبدالرحمن بن ابی بکر کو طلب کیا کیونکہ عبدالرحمن مکہ میں موجود تھا معاویہ نے جب وہ ملنے آیا تو خیال کیا کہ چاپلوسی اور نرمی سے بیعت لی جائے۔ چنانچہ ابھی معاویہ نے گفتگو شروع بھی نہیں کی تھی کہ بطور دخل در معقولات۔ عبدالرحمن نے اپنی گفتگو کا آغاز کیا۔ اور کہا اے معاویہ تجھے چاہیے کہ مجلس شوریٰ قائم کر اور اس میں ولیعہدی کے مسئلہ کو حل کرنا چاہیے کیونکہ دیندار لوگ یزید کی ہرگز بیعت نہیں کریں گے۔ معاویہ یہ سن کر مبہوت ہوگیا۔ کہنے لگا کہ اے عبدالرحمن میں تیری بے عقلی کو پہلے ہی سے جانتا ہوں اور تو جلد دیکھے گا کہ جو میں دیکھ رہا ہوں تیری بلائیں اور تیرا حال کیا ہوگا۔ اس پر عبدالرحمن نے کہا کہ خدا ہمارا انتقام تجھ سے ضرور لے گا کہ تو نے اپنے دل میں ہمارے بارے میں جو خیال قائم کیا ہے۔ معاویہ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور کہا اے خداوندا اس کے شر سے مجھے محفوظ رکھ۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ یہاں سے چلا جا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اہل شام سے تجھے کوئی اذیت پہنچے۔ عبدالرحمن نے کہا اے معاویہ تو ہمیں اہل شام سے اسقدر ڈراتا ہے۔ ہم سوائے خدا کسی اور سے نہیں ڈرتے اور اے بے دین تو میری جان لے کر کیا حاصل کرے تو دست ظلم کو کوتاہ نہیں کرتا تو ہمیں مجبور نہ کر کہ ہم اپنا ہاتھ یزید لعین ایسے بدکار کے ہاتھ میں دیں اور اسے خلیفہ تسلیم کریں اور پھر معاویہ نے عبداللہ بن عمر کو طلب کیا اور جب وہ آیا تو معاویہ اکرام و تعظیم کے ساتھ اس سے ملا۔ اور کہا اے عبداللہ مجھے امید ہے کہ تم ہماری موافقت کرو گے۔ یزید کی خلافت کو سب نے تسلیم کر لیا ہے اور تمام اہل مصر و عراق

متفق ہیں۔ عبداللہ ابن عمر نے کہا کہ میں بیعت یزید لعین اسی صورت میں کر سکتا ہوں کہ اگر جملہ دیندار لوگ اور عام اہل اسلام بیعت کریں۔ بعدہٗ معاویہ نے عبداللہ ابن زبیر کو طلب کیا اور جب وہ دور سے نظر آئے تو معاویہ نے کہا کہ میں اس سے پناہ مانگتا ہوں ابن زبیر اسے معاویہ نے کہا اے ابن زبیر اپنی جان خطرہ میں نہ ڈالو اور دیکھ لو کہ خلافت یزید استوار ہو چکی ہے مخالفت کرنا ترک کر دو۔ ابن زبیر نے کہا کہ اے معاویہ مختصراً یہ ہے کہ تو اس معاملہ کو شوریٰ پر چھوڑ دے۔ مجلس شوریٰ میں جیسا طے ہو ہم بھی ساتھ ہیں۔ اور اگر تو نے امر خلافت یزید کے سپرد کیا تو وہ چونکہ اس کا اہل نہیں ہے۔ اور پھر تو خدا کی بارگاہ میں جواب دِہ ہو گا۔ معاویہ نے کہا اے ابن زبیر اپنا منہ بند رکھو اور اپنی زبان کو اپنے قابو میں رکھو۔ ابن زبیر غصّہ کے عالم میں وہاں سے اٹھے لیکن خوف دہراس کی وجہ سے دل کانپ رہا تھا کہ نامعلوم معاویہ کا دست ظلم کب دراز ہو جائے مولف کہتے ہیں کہ یہ چاروں عبداللہ کہ جنھوں نے بیعت یزید لعین نہیں کی۔ ان کا احوال یہ ہے کہ عبدالرحمٰن خانہ نشین ہو گیا۔ عبداللہ بن عمر مال و متاع کی طمع میں آگیا۔ اور عبداللہ ابن زبیر نے مکّہ میں دعویٰ خلافت کیا۔ اور ان چاروں اشخاص میں صرف حضرت امام حسین علیہ السلام کی ذات اقدس ایسی تھی کہ جو بیعت یزید سے انکار کرنے پر نشانۂ ظلم و ستم اہل شام و کوفہ بنی۔ آپ نے سر دیدیا مگر بیعت یزید نہ کی (حقیقت یہی ہے کہ واقعہ ہائلہ کربلا بیعت یزید لعین سے انکار کرنے کی وجہ سے رونما ہوا کیونکہ یزید لعین کسی طرح بھی خلافت رسولؐ خدا کا سزاوار نہ تھا۔ بس یہ تاثر دینا کہ واقعہ کربلا دو شہزادوں کی جنگ پر مبنی ہے سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ واقعہ کربلا حق و باطل کی جنگ کا آئینہ دار ہے)

جب معاویہ مذکورہ چاروں عبادل (عبدالرحمٰن بن ابی بکر، عبداللہ بن عمر اور

عبداللہ بن زبیر اور حضرت سبط رسول خدا امام حسینؑ) سے بیعت نہ لے سکا تو وہ متوجہ ہوا۔ اکابرین شہر مکہ کی طرف کہ ان سے بیعت یزید لے۔ خانہ کعبہ کے پہلو میں منبر نصب کیا گیا اور اہالیانِ مکّہ کو جمع کیا گیا اور خود منبر پر گیا اور چاروں طرف نگاہ دوڑائی، دیکھا کہ چاروں عبادل بھی موجود ہیں۔ مصلحتاً ان کو خوش آمدید کہا اور باصرار تمام ان کو بالکل منبر کے نزدیک بلا کر جگہ دی۔ امراء شام اور شامی فوج کے جوان منبر کے آس پاس موجود تھے۔ آخر کار معاویہ نے خطبہ پڑھا اور تعریف اولی الامر کی اور اس کی اطاعت کے واجب ہونے پر روشنی ڈالی اور پھر کہا اے گروہ مردم! مجھے معلوم ہوا ہے کہ فلاں جگہ حسین بن علیؑ اور عبدالرحمٰن بن ابی اور عبداللہ بن عمر اور ابن زبیر نے جمع ہو کر یزید کی خلافت اور اس کی عدم لیاقت اور قابلیت کا ذکر کیا ہے اور بیعت یزید سے اعراض کیا ہے۔ مجھے تعجب ہے کہ چاروں اشخاص کل جب میرے حضور موجود تھے اور میں نے جب ان سے علیحدہ علیحدہ گفتگو کی تو ان لوگوں نے رغبت و خوشی کے ساتھ یزید لعین کی بیعت کی اور اب یہ بیعت سے انحراف کی باتیں کر رہے ہیں۔ جب معاویہ کی گفتگو اس مقام پر پہنچی تو حسین بن علیؑ اور ان کے رفقاء نے چاہا کہ معاویہ کی کذب بیانی بند کریں تو ایک مرتبہ اہل شام شمشیر بکف کھڑے ہو گئے اور جنگی حربہ ہاتھوں میں اٹھا لیے۔ چاروں طرف سے آوازیں بلند ہونے لگیں کہ اے معاویہ ہم یہ ہرگز نہیں مانتے کہ ان چاروں حضرات نے سپردہ یعنی پوشیدہ طور پر بیعت کی ہے۔ یا یہ کہ یزید لعین کو ان کی بیعت درکار نہیں ہے۔ اگر واقعات صحیح طور پر بیان کیے جائیں تو جبراً ورنہ اگرچہ بیت اللہ میں کشت و خون کرانا حرام ہے مگر ہم مجبور ہو کر کشت و خون پہ آمادہ ہوں گے۔ معاویہ کہنے لگا اے بے حیا لوگو خاموش ہو جاؤ اور تلواریں غلاف میں کر لو۔ شرارت اور فساد نہ کرو۔ اور

اس مکان محترم میں خونریزی جائز نہیں ہے۔ اس وقت اشراف اربعہ نے کوئی حرف نہیں کہا بلکہ ہمراہی کا ثبوت دیا اور جن لوگوں نے بیعت نہیں کی ہے وہ آئیں اور منبر پر بیعت کریں۔ چنانچہ جان کے خوف سے لوگ اٹھے اور منبر کی طرف گئے اور بیعت یزید کی۔ لیکن یہ چاروں مذکور بزرگوار حیرت زدہ بیٹھے رہے اور آپس میں کہنے لگے کہ اب ہم کیا کریں۔ لیکن انھوں نے خموشی اختیار کی۔ اس لیے کہ اگر اس ہنگامہ میں قتل کر دیے گئے تو قاتل کا پتا نہیں چلے گا کہ کس نے قتل کیا ہے۔ اکثر اکابرین مکہ نے ان پر اعتراض کیا تو فرمایا کہ حاشا و کلا ہم نے خفیہ یا اعلانیہ بیعت یزید لعین ہرگز نے نہیں کی ہے۔ جب معاویہ اس امر سے مایوس ہو گیا کہ لوگ بیعت یزید نہیں کرتے تو اس نے یہ بات دل سے بنالی کہ عبادلہ اربعہ نے بیعت کی ہے۔ حالانکہ امام حسین علیہ السلام نے مدینہ سے لے کر مکہ تک برابر اس بات کا اعلان فرمایا ہے کہ ہم بیعت یزید ہرگز نہیں کر سکتے بلکہ مسلط میں امام کے رفقاء نے کوئی تلوار نہیں اٹھائی لیکن کربلا میں امام حسین علیہ السلام حالت زخمی و بے کسی میں جب شامیوں اور کوفیوں پر حملہ کیا ہے تو ذوالفقار دست مبارک میں تھی اور ایک حملہ میں ایک ہزار نو سو ملعونوں کو واصل جہنم کیا۔ اور جب طاقت و توانائی نے جواب دیا تلوار غلاف میں رکھ لی اس وقت آپ پر تیر برسنے لگے اور آپ گھوڑے پر سنبھل نہ سکے۔ زمین پر تشریف لائے۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

معاویہ کی شام کو واپسی اور ملک الموت کی گرفت

احادیث و روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب معاویہ مکہ میں بعض اکابرین سے بہ جبر بیعت یزید لے چکا تو شام واپس پہنچا تو اس نے منزل ابلاء میں خیمہ

اور شامیانہ نصب کرایا۔ اور شامیانے کے نیچے ایک تخت مرصع بچھایا گیا کہ اس پر بیٹھے۔ ؎

ناؤ کاغذ کی کبھی چلتی نہیں
ظلم کی کشتی کبھی چلتی نہیں!

معاویہ رفع ضرورت کی غرض سے خیمہ سے باہر نکلا اور ایک کنوئیں (چاہ) پر بیٹھ کر فارغ ہوا کہ بوجہ تاریکی و اندھیرا کچھ نہ دیکھ سکتا تھا۔ نگاہ چاہ کی طرف تھی کہ یکایک بادل کی گرج و کڑک پیدا ہوئی جس نے معاویہ کو اپنی گرفت میں لے لیا اور معاویہ کانپنے لگا۔ بدن میں لرزہ تھا اور معاویہ اس قدر بے حس ہو گیا تھا کہ وہاں سے اٹھنے کی قوت و طاقت جواب دے گئی تھی۔ افتاں و خیزاں خیمہ کی طرف چلا اور تحمید پریشان حالی میں بستر پر دراز ہو گیا۔ رفتہ رفتہ حالت بگڑتی چلی گئی۔ صدقہ دیا گیا۔ لوگ اس کے پاس سے ہٹ گئے تو وہ زور زور سے رونے لگا۔ اسی اثناء میں مروان ابن الحکم بھی پہنچ گیا۔ حالت معاویہ خراب دیکھی۔ سوال کیا اے امیر کس لیے روتا ہے کیا شدت مرض کی وجہ سے۔ اس نے کہا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس لیے روتا ہوں کہ غرباء و مساکین کو ان کا حق نہ دے سکا۔ ہم کہتے ہیں کہ علاوہ غرباء و مساکین کی حق تلفی کے اس نے حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کا حق بھی غصب کیا تھا اور اپنے آپ کو امیر المومنین کہلواتا تھا حالانکہ خدا و رسول کی طرف حضرت علی ابن ابی طالب ہی امیر المومنین ہیں۔ معاویہ مروان سے کہنے لگا کہ یہ ایک تازہ گناہ اپنے سر لیا کہ میرا بیٹا یزید لائق مسند خلافت نہیں تھا اور میں نے بہ جبر و اکراہ لوگوں سے اس کی بیعت کرائی۔ کسی نے سچ کہا ہے خود کردہ را علاج نیست۔ پھر اس نے حکم دیا کہ ابلاء سے روانہ ہوں اور دمشق چلیں۔ شام پہنچ کر روز بروز اس کی حالت

غیر ہوتی رہی۔ کبھی خواب میں ہوتا تو ایک دم بیدار ہو جاتا اور کہتا اے حجر بن عدی تو نے میرا کچھ نہ کیا تھا اور میں نے تجھے ناحق قتل کیا۔ اسی طرح جن شیعیان علیؑ کو اس نے قتل کیا تھا سب کو یاد کرتا اور نام بنام پکارتا تھا مگر اس کی موت تو عذاب کا پیغام تھی۔ کبھی آنکھ کھولتا کبھی بند کرتا تو ایسا نظر آتا تھا کہ کچھ مہیب صورتیں حملہ آور ہیں۔ غرض کہ پیغام اجل پہنچا اور ملک الموت نے اس کو اس جگہ پہنچا دیا کہ جہاں اس کے لیے اس کی کردار کی بدولت وہ چاہ تیار تھا۔ کہ جیسا کہ اس نے ام المومنین عائشہؓ کے لیے بنوایا تھا اور اسی چاہ میں گر کر ام المومنین نے رحلت فرمائی تھی۔ جب یزید نے دیکھا کہ حالت سنبھلنے والی نہیں ہے۔ معاویہ سے کہا اے بابا جان تم نے میرے لیے وہ کچھ کیا جو کوئی اور اپنے اولاد کے لیے نہیں کرتا، مجھے مسند خلافت عطا کی آپ ایک مرتبہ اور تمام اکابرین سے بیعت کی تجدید کرا دیں چنانچہ معاویہ نے دنیا سے جاتے ہوئے بھی یزید کی بیعت کے لیے اکابرین شام کو بلایا اور ان لوگوں نے یزید کی بیعت کی گویا یزید نے ہاتھ پر اپنا دین و ایمان فروخت کر ڈالا اسی مرض میں معاویہ کی موت واقع ہوئی اور یزید مسند خلافت پر متمکن ہوا۔

آیات قرآنی و بلندی شہادت اور مرتبۂ امام حسین علیہ السلام

حضرت خامس آل امام حسین علیہ السلام کی جملہ صفات حمیدہ و اطوار پسندیدہ کا خلاصہ یہ ہے کہ خداوند عالم، ملکوت اعلیٰ، انبیاء و اوصیاء حتیٰ کہ آپ کے دشمن بھی آپ کی مدح و توصیف بیان کرتے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ خداوند عالم نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر امام حسینؑ کی مدح فرمائی ہے۔ اوّلاً جیسا کہ خدا نے ذکر فرمایا ہے یَاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ

رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ۝ سورۃ الفجر آیات ۲۸، ۲۷
دوم یہ کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے: کِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ (الحدید ۲۸)
سوم یہ کہ خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ۝ (سورۃ البقرہ آیت ۸۳) اور آپ کی شہادت کو یاد رکھنا ارشاد ہوا ہے کہ مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ سُلْطٰنًا ۝ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳۳) اور ذبح امامؑ کو خدا نے عظیم فرمایا ہے۔ وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ۝ (سورۃ الصّٰفّٰت آیت ۱۰۷)
اور خداوند عالم نے بطور رمز و کنایہ حروف مقطعات کٓھٰیٰعٓصٓ (مریم: ۱) چند المقامات بھی مذکور ہوئے ہیں جیسے وَالْفَجْرِ، وَالزَّیْتُوْنِ (التین: ۱) وَالْمَرْجَانُ (الرحمٰن: ۵۸) اور قلم قدرت نے یمین عرش لکھا ہے کہ ان الحسین مصباح الهدیٰ وسفینة النجاة، یعنی حسینؑ چراغ ہدایت اور کشتی نجات امت ہے۔ احادیث قدسیہ میں ہے کہ جب اس چندے ماہ تاب چند آفتاب نے جلوہ فرمایا تو ایسا کہ بورک من مولود علیه صلوٰتی ورحمتی وبرکاتی۔ مبارک ہے مولود اس پر میری رحمت میری برکت اور صلوات ہے۔ اور ایک دوسری حدیث میں اس مولود کی اس طرح تعریف کی ہے کہ انه نور اولیائی وحجتی علی خلقی والذخیرة للعصاة۔ یعنی بے شک حسینؑ نور اولیاء ہے حجت خدا ہے اور ذخیرۂ شفاعت و نجات گنہگاران ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عجب عجب انداز سے حسینؑ کی مدح کی ہے۔ فرمایا ہے مرحبا بك یا زین السموٰت والارضین یعنی مرحبا نصیب کہ حسینؑ تمام آسمانوں اور زمینوں کے

وجہ زینت ہے۔ ابی بن کعب نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ کے علاوہ بھی کوئی دوسرا شخص
شخص آسمانوں اور زمینوں کی زینت ہے آنحضرتؐ نے فرمایا قسم ہے پروردگار کی کہ جس
نے مجھے نبوت و رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے یہ حسینؑ کہ جسے دیکھتے ہو اس
کا مرتبہ اہل آسمان میں عظیم و اکرم و ارفع ہے بہ نسبت اہل زمین کے خداوند تعالیٰ نے اس
کا نام عرش پر مصباح الہدیٰ اور سفینۃ النجاۃ لکھا ہے۔ پس اے اہل ایمان
دامن حسینؑ ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔ آنحضرتؐ نے حسینؑ ہاتھ پکڑ کر فرمایا یا ایھا
الناس ھٰذا الحسین فاعرفوہ۔ یعنی لوگو یہ حسینؑ ہے اسے پہچانو اور اس کی
مت بھولو اس کی قدر و قیمت کو جانو۔ دل چاہتا ہے کہ رسول خدا سے عرض کروں یا
رسول اللہ کیا یہی حسینؑ کی قدر و قیمت ہے کہ کربلا میں آپ کے لاڈلے کو افواج شام نے
حسینؑ پر مصائب کے پہاڑ توڑے۔ پانی بند کر دیا۔ واحسرتا غرضیکہ تمام انبیاء و مرسلینؑ
اولیاء و اصفیاء نے امام حسینؑ کی مدح کی ہے اور اپنوں کا کیا ذکر کیا ہے غیروں اور
دشمنوں نے بھی مدح کی ہے۔ ذات امام حسینؑ از سر تا پا ستائش و حمد کے لائق ہے
(درود و سلام ہو حسینؑ پر) کتاب امالی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت
کی گئی ہے کہ معاویہ نے اپنی موت کے ہنگام یزید لعین کو اپنے پاس بلایا اور کہا اے بیٹا!
میں نے تجھے مسند خلافت پر بٹھا کر ایک کار عظیم انجام دیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ
افراد تیری مخالفت کریں گے تو میری نصیحت سن اور اس پر عمل کر وہ یہ ہے کہ عبداللہ
بن عمر مال و دولت کو پسند کرتا ہے اس کو مال و دولت سے نوازتا تاکہ اس کی زبان بند رہے
دوسرے عبداللہ ابن زبیر ہے اگر تو اس پر ظفر پائے تو اس کو مہلت نہ دینا کیونکہ وہ بہت
چالاک ہے اور تیری گھات میں لگا رہتا ہے اور اس کو شہر بدر کرنا اور تیسرے واما
الحسین بن علی فقد عرفت حظہ من رسول اللہ یعنی اے بیٹا اپنے آپ

کہ حسینؑ کا ہمسر شمار نہ کرنا بلکہ ان کے ساتھ ملاطفت و مروت کے ساتھ پیش آنا ان کی
ہمراہی اختیار کرنا کیونکہ حسینؑ نے رسولؐ سے حصہ پایا ہے حسینؑ کا خون رسولؐ کا خون
ہے حسینؑ کا گوشت رسولؐ کا گوشت ہے اور تجھے آگاہ ہونا چاہیے کہ اہل عراق حسینؑ
کی خاطر تجھ پر شورش کریں گے کیونکہ وہ اس کا مرتبہ جانتے ہیں اور اس کا زمانہ دیکھا ہے
لیکن اس کو متابعت پر اہل عراق بیابان میں حاصل نہ ہوگی کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اس
صورت میں اہل عراق اس کو تنہا چھوڑ دیں گے لیکن اے بیٹا اگر تو ان پر ظفر پا جائے تو
ان سے مواخذہ نہ کرنا کوئی ایسی بات نہ کرنا کہ جس سے ان کی شان میں فرق آئے۔ بعض
کتب تاریخ و سیر میں یہ بھی درج ہے کہ معاویہ نے تین مرتبہ آہ کی اور کہا اے یزید
حسینؑ زہد و تقویٰ اور عبادت، فقہ و شریعت اور دین میں اپنا نظیر نہیں رکھتے۔ ان
کے درپے نہ ہونا۔ میں نے عبداللہ ابن عباسؓ سے سنا ہے اور انہوں نے رسولؐ خدا
سے سنا ہے کہ جب رسولؐ خدا کا آخری وقت آیا تو آنحضرتؐ نے حسینؑ کو سینہ سے
لگایا اور ایک آہ حسرت کھینچی۔ آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور فرمایا کہ ان
ابنی ھٰذا من ابرار عترتی واخیار اھلی۔ یعنی یہ میرا فرزند
حسینؑ میری عترت میں سب سے زیادہ ابرار و متقی ہے اور میرے اہل بیت میں
سب سے زیادہ نیک و خوب ہے۔ اور رسول خدا نے فرمایا کہ اے خدا تو اپنی برکات اس
پر نازل نہ کر کہ جو حسینؑ کو چھوڑ دے اور پھر غش طاری ہوا اور جب ہوش میں آگئے تو
فرمایا کہ اے حسینؑ میدان حشر میں تیرے قاتل کا گریبان ہوگا اور میرا ہاتھ ہوگا اس کے
بعد معاویہ نے یزید کو چند اور وصیتیں کیں۔ منجملہ ان کے یہ بھی کہا اے فرزند میں ایک
روز خود آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر تھا کہ جبرئیل امین نازل ہوئے اور یہ پیغام خدا
پہنچایا کہ اے رسول اللہ تمہارا فرزند حسینؑ کو تمہاری امت قتل کرے گی اور اسی کا قاتل

ملعون ہے پس رسولؐ خدا نے قاتل حسینؑ کے حق میں لعنت کی۔ (یعنی قاتل امام حسینؑ بزبان حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملعون وجہنمی ہے پس کسی مفتی کا یہ کہنا کہ قاتل امام توبہ کرے تو وہ بخشا جا سکتا ہے سراسر تکذیب رسالت ہے۔ کیونکہ شہادت حسینؑ کی خبر بزبان امین وحی ملی ہے) ایسا نہ ہو کہ تو قاتلان حسینؑ میں سے ہو اور تیرا شمار بزبان رسولؐ خدا ملعونوں میں سے ہو۔ یہ بھی معاویہ نے کہا کہ پھر رسول خدا نے حسینؑ کے گلوے نازنین کو چوما۔ لبوں کے بوسے لیے اور فرماتے تھے کہ میں نے یزید کا کیا کیا ہے ہو سکتا ہے اے بیٹا وہ یزید تو ہی ہو کہ جو قاتل حسینؑ ہے لیکن واحسرتا جب امام حسینؑ سر مبارک شمر نے دربار میں پیش کیا تو یزید تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ سر مبارک طشت میں رکھا گیا اور چوب خیزران یزید امام کے لبوں پر مار رہا تھا یہ بھی وارد ہوا ہے کہ عمر بن سعد ملعون نے بھی کربلا میں امام حسینؑ کی جنگ کی تعریف کی ہے اور دوسرے قاتلان امام حسینؑ نے بھی مدح کی ہے مگر واحسرتا کہ پھر بھی امام حسینؑ کو بھوکا پیاسا شہید کیا۔ اور دربار یزید میں جب اہل حرم داخل ہوئے اور ہندہ دختر عبداللہ زوجہ یزید کو خبر ہوئی کہ زینب وام کلثوم دربار میں رسن بستہ لائی گئی ہیں روتی ہوئی گھر سے نکل آئی اور دربار میں پہنچی یزید نے اس کو سمجھا کر حرم سرا میں بھیج دینا چاہا۔ اس وقت زینب بے کس نے فرمایا اے یزید دختران رسول خدا تو بے پردہ دربار میں ہوں اور اپنے حرم کو پردہ میں بھیج رہا ہے۔ جب ہندہ نے کہا اے یزید تو نے فرزند رسولؐ خدا کو قتل کر ڈالا۔ وہ ملعون کہنے لگا اے ہندہ میں نے قتل نہیں کیا ابن زیاد نے قتل کیا ہے۔ اس وقت دربار یزید میں واحسیناہ کی صدائیں بلند تھیں۔ آہ و بکا ہو رہا تھا۔

الالعنة الله على القوم الظالمين

حاکم مدینہ کا حضرت امام حسینؑ کو بیعت یزید کیلئے بلانا

علامہ قزوینی علیہ الرحمۃ جو کہ ثقہ محدثین میں سے ہیں لکھتے ہیں کہ جب رجب ۶۰ھ میں معاویہ کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ یزید بن معاویہ تخت خلافت پر بیٹھا اور عنان حکومت سنبھالی تو سب سے پہلے ولید حاکم مدینہ کو خط تحریر کیا اعلم یا ولید ان ابی معاویة خليفة الرسول الله قد مضى بسبيله الحق من الدار الفانيه الدنيوية الى الباقية۔ یعنی اے ولید تجھ کو معلوم ہونا چاہیے کہ میرے باپ معاویہ نے اس دار فانی سے بطرف عالم جاودانی انتقال کیا ہے اور سب لوگ واقف وآگاہ ہیں کہ میرے باپ نے مجھ کو اپنی زندگی ہی میں اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا اور وقت مرگ کچھ وصیتیں بھی کی تھیں۔ منجملہ ان کے یہ بھی وصیت کی تھی کہ اولاد ابوتراب پر نگاہ رکھنا ان کا خون بہانے سے دریغ نہ کرنا کیونکہ عثمان بن عفان کے خون کا ان سے انتقام لینا اور اس کام کو اولاد ابوسفیان ہی بدرجہ اولیٰ انجام دے سکتی ہے اور اس خطبہ میں ایک رقعہ خصوصی طور پر اس مضمون کا لکھ کر رکھا کہ اشراف اربعہ مدینہ (یعنی ابو عبداللہ حسین، عبدالرحمن بن ابوبکر، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ ابن زبیر) سے میری بیعت لے اگر وہ کوئی حجت یا بہانہ کریں یا تامل یعنی غور و فکر کریں تو انھیں مہلت نہ دے اور ان کا سر قلم کر کے میرے پاس بھیج دے۔ چنانچہ یہ نامہ یزید جب ولید کو ملا اوّلاً انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور پھر سوچنے لگا کہ ما لی وللحسين بن فاطمة بنت رسول الله مجھے پسر دختر رسولؐ خدا سے کیا کام۔ خدا وہ دن نہ دکھلائے کہ میں فرزند رسولؐ خدا کو قتل کر دوں۔ اگر یزید دنیا یا جو کچھ اس کے قبضہ میں ہے دیدے تب بھی اس کام کو انجام نہ دوں گا لیکن اس

خوف سے کہ مردمان مدینہ بحکم یزید لعین شورش برپا کریں اس نے مروان بے ایمان کو کسی
کے ذریعہ بلوایا اور سارا واقعہ اس سے بیان کیا اور اس سے مشورہ طلب کیا۔ مروان
نے کہا تو امیر وقت کا اطاعت گزار ہے تیری ڈیوٹی یہ ہے کہ ان چاروں عبادل سے
بیعت طلب کرے کہ وہ یزید کو خلیفۂ رسول مان لیں اور اس کی اطاعت کریں۔ اور اگر
یہ چاروں انکار کریں تو پھر ان کے خلاف تلوار اٹھا اور ان کو قتل کر دے بشرطیکہ عبداللہ
بن عمر اور عبدالرحمٰن پسر ابوبکر سے تیری امید قطع ہو گئی ہو ورنہ نہیں۔ لیکن حسینؑ ابن فاطمہؑ
اور عبداللہ ابن زبیر کے بارے میں تاخیر مت کر قبل اس کے کہ مرگ معاویہ ظاہر ہو ان سے
فوراً بیعت لے لے۔ مروان کے بعد ولید حاکم مدینہ نے عمرو بن عثمان کو طلب کیا،
اور اس سے کہا کہ ما بقی شرفاء اور بنو مدینہ کے پاس جا اور ان سے کہو کہ وہ مسجد نبویؐ
میں حاضر ہوں چنانچہ عمرو بن عثمان ان تک پہنچا اور اجیبوا الامیر فانہ
یطلبکم کہ ولید تم کو مسجد نبویؐ میں بلاتا ہے۔ چاہیے کہ تشریف لاؤ ان
لوگوں نے کہا کہ تم چلے جاؤ۔ ابن عثمان پیغام دے کر چلا آیا۔ عبداللہؓ بن زبیر نے
امام حسین علیہ السلام سے عرض کیا اے فرزند رسولؐ خدا نے تم کو علم بلایا اور منایا عطا کیا
ہے۔ آپ اسرار و ضمائر ما کان و ما یکون سے آگاہ ہیں آپ بتلائیں کہ ولید نے ہمیں
کس لیے بلایا ہے۔ حضرت خامس آل عبا امام حسینؑ نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ
معاویہ کا انتقال ہو گیا ہے اور اس کے سوا کوئی اور دوسری چیز نہیں کہ ہمیں بلایا
اور یزید نے ولید کو خبر دی ہے اور ہم سے مطالبۂ بیعت کیا ہے۔ میں نے کل
شب یہ خواب بھی دیکھا ہے کہ منبر معاویہ الٹ گیا ہے اور آگ اس کے ولا الخانہ
میں بھڑک اٹھی ہے۔ عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ اگر ایسا ہی ہے تو پھر ہمیں کیا کرنا
چاہیے۔ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا کہ ابن معاویہ رجل خمر فاجر و

کیف یجوز لنا و نحن بقیتہ رسول اللہ یحمل لنا
متابعۃ و مبایعۃ ــــــ یعنی کہ ہمیں سزاوار نہیں
ہے کہ یزید ایسے فاسق و فاجر کی بیعت کریں۔ اسی اثنا میں ولید کا پھر غلام آیا اور کہا
آپ لوگ کیوں نہیں تشریف لائے امیر آپ کا انتظار کر رہا ہے۔ مظہر عزت کردگار امام
حسینؑ نے صیحہ بلند کیا اور غلام سے فرمایا کہ اس قدر جلدی کیا ہے اور اگر کوئی نہیں آتا
تو میں آتا ہوں۔ غلام واپس گیا اور کہا کہ حسین بن علیؑ خود تشریف لاتے ہیں اور دوسروں
کے بارے میں مجھے کچھ پتہ نہیں۔ مروان ملعون نے کہا اے ولید انہ لا یجیٔ
یعنی حسین نہیں آئیں گے۔ ولید نے کہا کہ تو حسینؑ ابن علی کے بارے میں کیوں
سوئے ظن رکھتا ہے ان الحسین لیس بغدار ابن
حسین۔ ہرگز غدر و مکر نہیں کریں گے وہ ضرور تشریف لائیں گے اور اپنے
وعدہ کو پورا کریں گے۔ ادھر حضرت امام حسینؑ نے اپنے رفقاء سے فرمایا کہ میں اپنے
گھر جاتا ہوں اور پھر وہاں سے ولید کے پاس جاؤں گا کہ دیکھیں کہ ولید کیا کہتا ہے۔
عبداللہ زبیرؓ نے عرض کیا فدیتک بہ نفسی یا ابا عبد اللہ انی
لست آمن علیک کہ اے حسینؑ میری جان تم پر فدا ہو میں آپ کے وہاں جانے
میں امن نہیں دیکھتا ایسا نہ ہو کہ آپ کو کوئی گزند پہنچے ولید تم کو یا قید کر دے گا یا قتل
کر دے گا۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ توکلت علی اللہ امام حسینؑ
اولاً اپنے گھر تشریف لائے۔ ابن طاؤس کہتے ہیں فدعی ثلثین رجلا
من اھل بیتہ و موالیہ۔ حضرت امام حسینؑ نے زرہ پہنی اور آپ کے اعزاء
و رفقاء آپ کے ہمرکاب ہوئے جو تیس افراد تھے جن میں اسد کردگار کے فرزند
حضرت عباس علمدار علیہ السلام اسلحۂ جنگ سجائے ہوئے تھے اور باقی حضرات کی

اسلحۂ جنگ سے آراستہ تھے اور قصر ولید کی طرف چلے۔ شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ نے اپنے عزیز و انصار سے فرمایا کہ میرے ہمراہ چلو۔ ولید نے مجھے بلایا ہے میں اس سے امن و امان نہیں پاتا۔ ممکن ہے کہ وہ کسی کی تکلیف دے اور دیکھو جب میری آواز بلند ہو تو تم سب ورّانہ اندر چلے آنا کیونکہ اس کی بات کو ماننا خلاف شریعت ہے سب نے کہا کہ بسر و چشم ہم آپ کی آواز پر لبیک کہیں گے اور آپ کی اطاعت ہم پر فرض ہے پس فصار الحسین الی الولید، امام حسینؑ داخل خانہ ولید ہوئے وہ فوراً ہی تعظیم بجالایا اور اپنی جگہ بٹھایا۔ اس وقت مروان بن الحکم مردود بھی موجود تھا اور میٹھے میٹھے مکر و دغا کی حرکات اس سے ظاہر ہو رہی تھیں۔ اس وقت ولید نے سب سے پہلے مرگ معاویہ کی آپ کو خبر دی۔ امام عالیمقام نے کلمۂ انا للہ و انا الیہ راجعون اپنی زبان پر جاری کیا۔ بعدہٗ اس نے یزید ملعون کا خط حضرت کو دیا کہ پڑھ لیں۔ اس خط میں مطالبۂ بیعت بھی تھا کہ حسینؑ بن فاطمہ سے میری بیعت لی جائے۔ امام حسینؑ ولید کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ انی لا اراک تقتنع بہ بیعتی لیزید سرا ۔ یعنی اے ولید تم اس امر پر راضی نہ ہو گے کہ مجھ جیسا آدمی در پردہ بیعت کرے بلکہ یہ چاہو گے کہ مجمع عام میں بیعت کروں۔ پس اگر ایسا ہے تو یہ وقت شب ہے صبح نزدیک ہے۔ اس کام کو صبح پر چھوڑ دیں میں غور و فکر بھی کر سکوں۔ ولید نے امام حسینؑ کی رائے مبارکہ سے اتفاق کیا اور کہا بسم اللہ آپ تشریف لے جائیں۔ اس وقت مروان کہنے لگا کہ اے ولید اگر اس وقت ان سے بیعت نہ لی تو پھر ان سے بیعت لینا ممکن نہ ہوگا۔ اور ممکن ہے کہ پھر کشت و خون زیادہ ہو اور اگر اس وقت حسینؑ بیعت نہ کریں تو ان کی گردن کاٹ دے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ امام حسین علیہ السلام غضب ناک

ہوئے اور مروان سے فرمایا کہ اے ابن الزرقا۔ انت تقتلنی او ھو اے ابن کے بیٹے تو یا تیرا امیر مجھے قتل کر سکتا ہے۔ جب حضرت کی آواز بلند ہوئی تو جوانانِ بنی ہاشم شیرانہ وِدّرانہ اندر پہنچ گئے۔ تلواریں سونپ لیں۔ ایک ہنگامہ بلند ہو گیا۔ مروان کے جسم میں لرزہ پیدا ہو گیا۔ اے ایمان والو خوش نصیب ہے وہ شخص کہ جس کے یار و انصار پشت پناہ ہوں جب تک برادر زندہ رہے امام حسینؑ کی کمر مضبوط تھی جب تک زندہ تھا نور نظر برقرار رہا اور جب تک تو امام حسینؑ کے چند احباب و انصار بھی زندہ تھے امام حسینؑ کی قوت برقرار تھی لیکن بعد ظہر روز عاشورا جب امام حسینؑ کے عزیز و اقربا، انصار و یار سب شہید ہو گئے تو امام حسینؑ نے ان کی یاد میں استغاثہ بلند کیا۔ فرمایا یا ابطال الصفا و یا فرسان الہیجا مالی انادیکم فلا تجیبونی وادعوکم فلا تنصرونی۔ اے بہادرو، اے سردارو، اے یارو و انصار میں تمہیں آواز دے رہا ہوں کہ ہے کوئی کہ جو میری مدد کرے مگر تم جواب نہیں دیتے تم نیند سے اٹھو۔ غرضیکہ آمدم برسر مطلب۔ علامہ مجلسی نے ارشاد فرمایا ہے کہ مروان حیات معاویہ میں مدینہ کا گورنر رہ چکا تھا۔ جب معاویہ اپنی اصلی جگہ پہنچ گیا تو یزیدؔ نے اپنے چچا عتبہ بن ابوسفیان کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا جیسے عتبہ مدینہ وارد ہوا تو مروان مدینہ سے بھاگ گیا کسی اور جگہ چلا گیا علامہ قزوینی کے والد ماجد نے بھی ریاض میں لکھا ہے کہ مجلسیؒ کا یہ کہنا بالکل درست ہے۔ الشیخ مفید علیہ الرحمۃ نے اس امر کی توثیق کی ہے کہ ولید بن عتبہ حاکم مدینہ آخر سال عمر معاویہ میں مدینہ کا حاکم تھا اور بعد از ہلاکت معاویہ۔ یزیدؔ نے ولید کو برقرار رکھا اور اس وقت مدینہ کا حاکم ولید بن عتبہ ہی تھا جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ مروان بھاگ گیا تو بعض درباریوں نے کہا کہ امام حسینؑ کو قید کر دے یا قتل کر دے غرضیکہ

امام حسینؑ گھر واپس تشریف لے آئے۔ جب یزید کو یہ خبر پہنچی کہ ولید نے امام حسینؑ کو جانے دیا حالانکہ انھوں نے بیعت سے انکار کر دیا تھا تب یزید نے ولید کو معزول کر دیا اور اس کی جگہ عمرو بن سعید بن العاص کو قائمقام بنایا اور اس نے مدینہ کی گورنری کا کام سنبھال لیا اور حکومت مکہ بھی اس سال مدینہ کی حکومت میں آگئی تو موسم حج میں عمرو بن سعید مکہ میں تھا کہ حضرت سید الشہداء امام حسینؑ نے حالات ناسازگار دیکھ کر مکہ سے عراق کی طرف ہجرت کی اور کربلا پہنچے۔

میثم تمّار کا خبر مرگ معاویہ دینا

ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں لکھا ہے کہ جب معاویہ کا انتقال ہو گیا تو ابھی خبر مرگ مدینہ میں منتشر نہ ہوئی تھی عبداللہ ابن الزبیر کہتے ہیں کہ میں ایک روز بعد نماز عصر گھر سے نکلا اور مدینہ کے ایک بازار میں سے گزر ہوا اس نے دیکھا کہ عبداللہ ابن ابی السرح کو اس صورت میں دیکھا کہ منہ پر اس طرح کپڑا لپیٹا ہوا تھا کہ صرف آنکھیں نظر آتی تھیں۔ میں نے ان کو پہچان کر کہا یا ابن ابی السرح کیف کنت بعدی وکیف ترکت امیر المؤمنین معاویۃ یعنی اے پسر ابی السرح ہمارے شام سے آنے کے بعد وہاں کے کیا حالات ہیں، معاویہ کو دیکھا ہے۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے کہا آخر کیا بات ہے کہ جواب تک نہیں دیتا۔

امات معاویۃ۔ کہا معاویہ مر گیا اس کا بھی اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں اس سے جدا ہو کر واپس آیا اور اس واقعہ کو امام حسینؑ علیہ السلام سے بیان کیا کہ اے عبداللہ کس فکر میں ہو ابھی ولید کا گماشتہ آتا ہے اور وہ تم سے یزید کی بیعت کا سوال کرے گا۔ اپنی فکر کرو میرے پاس شتر اور سواری موجود ہے اگر

مکہ جانا ہو تو فوراً چلے جاؤ مگر کسی کو خبر تک نہ ہو اور کوئی تمہیں جاتے ہوئے نہ دیکھے۔ (ماخوذ از روضۃ الصفا) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت امام حسینؑ کو عبداللہ ابن زبیر نے خبر مرگ معاویہ دی تھی جیسا کہ ابن ابی السرح کے واقعہ میں ہم ذکر کر چکے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے اپنے علم ماکان اور علم مایکون کی بناء پر مرگ معاویہ سے مطلع ہو کر عبداللہ ابن زبیر کو خبر دی تھی۔ علم ماکان اور علم مایکون تو غلامان امیر المومنین علی ابن ابیطالب میں آپ کے خاص اصحاب کو بھی حاصل تھا چنانچہ میثم تمار کے واقعہ میں پایا جاتا ہے کہ انھوں نے کوفہ میں اسی روز خبر مرگ معاویہ دی تھی کہ جس دن وہ فوت ہوا ہے۔ علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں ابو خالد تمار سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ میں ایک روز دریائے فرات کے کنارے کشتی میں بیٹھا ہوا تھا اور میرے ہمراہ میثم تمار بھی تھے وہ روز جمعہ تھا آندھی اٹھی اور میثم ان کشتیوں میں سے جو خرما فروشاں (کھجور بیچنے والے) کی تھی۔ کشتی سے باہر نکلے نظر اٹھائی اور کہا اے ہوا کس لیے سرکشی کر رہی ہے بالکل ٹھہر جا، آندھی فوراً ٹھہر گئی اور اسی وقت معاویہ ہلاک ہوا تھا۔ ابو خالد کہتا ہے کہ جب دوسرا جمعہ آیا اور شام سے قاصد کوفہ پہنچے میں نے دریافت کیا کہ تازہ خبر ہے ایک قاصد نے کہا اے بندۂ خدا یہ خبر ہے کہ معاویہ کا انتقال ہو گیا ہے اور اس نے تخت خلافت پر یزید کو اپنا جانشین بنا دیا ہے اور لوگ اس کی بیعت کر رہے ہیں۔ ابو خالد کہتا ہے کہ میں نے پھر دریافت کیا کہ کس روز معاویہ کا انتقال ہوا تو اس نے کہا کہ جمعہ کا دن تھا، اب اندازہ کیجئے جب امام حسین کے غلاموں کی یہ شان ہے کہ علم مایکون اور علم ماکان رکھتے ہیں تو پھر امام حسینؑ اگر غیب کی خبریں بتا دیں تو کیا تعجب ہے نبی اور امام کو علم غیب ہوتا ہے۔ ہماری کتاب رسول اور علم غیب ملاحظہ ہو) امام منصوص من اللہ کی شان یہ ہے کہ بغیر اذن امام ملائکہ بھی اپنی جگہ سے حرکت

نہیں کرتے، ملک الموت ان کی اجازت کے بغیر روح قبض نہیں کرتا تو اگر امام اوراخبار غیب دے تو کیا تعجب ہے اور پھر ایسے شخص کی خبر موت دینا کہ جو دشمن خدا اور دشمن رسول، دشمن اہلبیت و مومنین ہو یقیناً معاویہ کی خبر موت اہل ایمان کے لیے باعث مسرت تھی کہ ممکن ہے کہ اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرسکیں۔ اور احادیث میں منقول ہوا ہے کہ ہر شب جمعہ تمام عالم کے حوادث جو واقع ہونے والے ہیں امام کے سامنے عمود نور میں پیش ہوتے ہیں۔ اسی لیے اس سلسلۂ امامت کی آخری فرد حضرت امام العصر مہدیؑ زمانہ بقید حیات ہیں ہماری نظروں سے غائب ہیں اور جملہ عالم حضور پرُنور کی نگاہ کے سامنے مستحضر رہتا ہے۔

اور جب ولید نے خبر مرگ معاویہ بیان کی تو حضرت امام حسینؑ نے کلمۂ استرجاع زبان سے ادا کیا کہ ہم اللہ کے لیے ہیں اور ہماری بازگشت خدا ہی کی طرف ہے۔ یہ کلمہ انا للہ وانا الیہ راجعون، امام حسینؑ کی مصائب کے آغاز اور اختتام دونوں کو ظاہر کر رہا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ واقعۂ کربلا آپ کے پیش نظر تھا جو کہ ایک ابتلاء عظیم تھا اور اسی پر درجات کا انحصار ہے

استقلال یزید بعنوان حاکم سلطنت

جب یزید ملعون کی تخت نشینی مستحکم ہوگئی تو اس نے سب سے پہلے حاکم مدینہ ولید کو خط تحریر کیا کہ اشراف مدینہ سے میری بیعت لے اور اشراف مدینہ سے خصوصاً عبادلہ اربعہ مراد ہیں جو کہ یہ ہیں: (۱) ابو عبداللہ الحسین (۲) عبداللہ ابن زبیر۔ (۳) عبدالرحمٰن بن ابوبکر۔ (۴) عبداللہ بن عمر۔ اور یہ بھی یزیدؔ نے تاکید کی کہ حسین بن علیؑ سے ضرور بیعت لے۔ لیکن مطالبہ بیعت پر امام حسین علیہ السلام نے ولید سے

ایک شب کی مہلت مانگی جو کہ ولید نے آپ کو مہلت دی۔ ولید نے عبداللہ بن زبیر کو بھی طلب کیا لیکن ابن زبیر ٹالتے رہے۔ ولید نے کچھ سپاہی بھیجے وہ ابن زبیر کو جبراً لے آئے۔ جب عبداللہ ابن زبیر کے بھائی کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو ولید کی طرف گئے اور کہا تو نے میرے بھائی کو شب میں ہراساں کرکے بلایا ہے اور ان کو اپنے گماشتوں کے ذریعہ گرفتار کیا ہے کیا صبح نزدیک نہیں ہے کیا تو نہیں جانتا کہ خداوند تعالےٰ قرآن میں فرماتا ہے اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ۚ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ۝ (هود : ۸۱) اور ان (کے عذاب کا) وعدہ بس صبح ہے کیا صبح قریب نہیں ہے ولید نے کہا جاؤ آج کی شب بسر کرو۔ جعفر بن زبیر اور عبداللہ دونوں گھر واپس آگئے اور نصف شب کے وقت مدینہ سے مکہ کی راہ اختیار کی اور جلدی جلدی منزلیں طے کرتے ہوئے مکہ پہنچ گئے۔ داخل حرم ہوئے اور بیٹھ گئے شیخ مفید نے ارشاد میں فرمایا ہے کہ جب صبح ہوئی تو ولید نے اسّی سوار عبداللہ بن زبیر کے گھر بھیجے کہ ان کو بلا کر لائیں ہر چند کوشش کی مگر وہ ان کو نہ پاسکے اور انہوں نے ولید کو اس کی خبر دیدی۔ جب ولید اس امر پر مطلع ہوا کہ زبیر مدینہ میں نہیں ہیں تو کہیں چلے گئے ہیں سب کو یہ حکم دیا کہ جہاں کہیں عبداللہ ملیں ان کو گرفتار کیا جائے مگر عبداللہ نہ مل سکے تو ولید نے ان کے ایک قریبی و حقیقی وفادار دوست عبداللہ بن مطیع کو قید کر لیا۔ عبداللہ ابن عمر کو جب اس امر کی خبر ہوئی تو وہ ایک کثیر گروہ لے کر بہمراہ ابوجہیم بن الحذیفہ آیا اور اس کے تمام زندان کو دیکھا مگر اس میں ابن زبیر کو نہیں پایا۔ ولید حاکم مدینہ کو ان کی یہ مداخلت ناگوار گزری اور یزید کو پورے حالات سے مطلع کیا جس پر یزید نے ولید کو سخت اور عتاب آمیز لہجہ میں جواب دیا اور یہ تحریر کیا کہ وہ دوسرے لوگوں سے اور حسین ابن علیؑ سے بیعت لے یا ان کا سر

ظلم کرکے تنگ دے۔

امام حسینؑ کا عزم ترک مدینہ

الثیف نے لہوف میں درج کیا ہے جب صبح ہوئی تو امام حسینؑ اپنے گھر سے برآمد ہوئے اور عبداللہ ابن زبیر کے مدینہ سے مکہ چلے جانے کی خبر سنی اور یہ بھی سنا کہ ولید کے نوکر چاکروں نے ابن زبیر کے گھر والوں کو قید کر لیا ہے اور یہ سنا کہ عبداللہ بن عمر نے ایک جمعیت کے ساتھ جا کر ان کو آزاد کر لیا ہے۔ لوگوں میں ایک ہنگامہ تھا معاویہ کی موت کی خبر پھیل چکی تھی۔ امام حسینؑ دولت سرائے سے برآمد ہوئے مسجد نبوی کا رُخ کیا۔ خود اپنی ذات کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں نے ولید کی رائے سے اختلاف کیا ہے اور یزید بن معاویہ کی بیعت سے انکار کر دیا ہے نجات و رستگاری اسی میں ہے کہ بیعت یزید کر لی جائے کہ امام حسینؑ نے پھر از خود فرمایا کہ انا للہ و انا الیہ راجعون علی الاسلام والسلام ور بریں مسلمانان تاجر کر بھلا حافظ و نگہبان یزید فاسق ہو پھر دل سے مخاطب ہوئے کہ میں حضرت رسول خدا سے سنتا ہے کہ الخلافۃ محرمۃ علی آل ابی سفیان آل ابوسفیان پر خلافت حرام ہے بھلا میں کیونکر فعل حرام پر آمادہ ہو سکتا ہوں۔ یہ گفتگو اس طرف راجع ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے ہر ایک دیندار کو یہ درس دیا ہے کہ عزت کی موت ذلت کی زندگی سے بہتر اور مفید آخرت ہے۔ مقام حیرت ہے کہ پھر بھی بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی تھی۔ ایسی روایات شیعوں کے نزدیک قطعی طور پر مسترد و مردود ہیں۔ کتاب علیؑ اور بیعت ملاحظہ فرمائیں) امام حسینؑ نے یہ بھی مروان سے فرمایا کہ مروان جب تو اپنی ماں کے شکم میں تھا

تجھ پر ہمارے جد امجد رسولخدا نے لعنت کی ہے اور تو ہی وہ شخص ہے کہ دو مرتبہ خارج از مدینہ کیا گیا ہے اس وقت مروان ملعون کو غصہ آگیا اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا کہ میں آپ کو ہرگز نہ چھوڑوں گا جب تک کہ آپ یزیدؑ کی بیعت نہ کریں میں یزید کو خلیفہ برحق سمجھتا ہوں۔ امام حسینؑ بھی اس وقت جلال میں آگئے اور فرمایا کہ تو ہم اہلبیت نبوۃ سے یزیدؑ کی بیعت کا طالب ہے ایسا ہرگز نہ ہوگا کہ میں بیعت یزیدؑ کر دوں۔ فرمایا کہ خدا تجھ سے مواخذہ کرے۔ اس وقت مروان حضرت امام حسینؑ سے جدا ہو گیا اور پھر اس وقت مروان ملا ہے کہ جب سر امام حسین علیہ السلام اور آپ کے اہلحرم رسن بستہ دربار یزیدؑ میں پیش ہوئے ہیں۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظّٰلمین۔

ولید نے امام حسینؑ سے بیعت یزید کے لیے اصرار کیا تو امام حسین علیہ السلام نے اس سے ایک شب کی مہلت مانگی اور امام حسینؑ نے مدینہ والوں کا نظری طور پر جائزہ لیا تو محسوس ہوا کہ اب یہاں کوئی یار و مددگار نہیں ہے۔ ارادہ سفر عراق کیا اور فرمایا اے اہلبیت، اے میرے غلاموں اور اے میرے دوستو حسینؑ عازم سفر عراق ہے لوازمات سفر تیار کر لو۔ جناب ابوالفضل عباس علیہ السلام اسباب سفر تیار کیا۔ غرضیکہ تمام ہمراہیان سفر آمادہ سفر ہو گئے۔ اٹھارہ جوانان بنی ہاشم ہم رکاب ہوئے۔ امام حسینؑ اپنے نانا کی قبر مبارک اور اپنی ماں فاطمہؑ کے مزار پر رخصت آخر کے لیے گئے۔ ذرا تصور کیجئے کیا سماں ہوگا۔ ایک کہرام برپا ہوگا کہ جب اہلبیت نبوۃ رخصت ہوئے ہیں مدینہ سے نکلتے وقت امام حسینؑ نے اس آیہ مجیدہ کی تلاوت کی فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ ۖ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝ (سورۃ القصص آیت ۲۱)

یعنی آپ خوف کی حالت میں نکل کھڑے ہوئے اور بارگاہ خدا میں عرض کیا

پروردگار اب مجھے ظالموں کے ہاتھ سے نجات دے۔

سکینہ خاتون فرماتی ہیں کہ اہلبیت میں سے کوئی بی بی لرزاں نہ تھیں جیسی کہ میں تھی کہ ایسا نہ ہو کہ حکومت کے غلام عقب میں نہ آجائیں۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ جب حضرت مدینہ سے نکلے اور راہ مکہ اختیار کی لزم طریق الاعظم کہ آپ نے شاہراہِ اعظم اختیار کی۔ تو انصار و یاوران نے آپ سے دریافت کیا اے مولیٰ ہم آپ کے قربان کہ آپ غیر معروف راہ سے چلیں۔ عبداللہ ابن زبیر بھی راہ غیر معروف سے گیا ہے ہم خائف ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ ولید کے لوگ آجائیں۔ امام عالیمقام نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں راہ غیر معروف سے نہیں جاؤں گا جادۂ راست ہی پر چلوں گا اور جو کچھ اللہ کا حکم ہے وہ ہو کر رہے گا۔ جناب سکینہ خاتون نے جب زیادہ ہراساں ہوئیں تو عرض کیا رُدَّنا الی حرم جدنا رسول اللہ مدینہ کہ اے بابا ہمیں ہمارے نانا کے روضہ پر پہنچا دیجئے۔ امام حسینؑ علیہ السلام معصومہ کی آنکھوں سے آنسو پونچھے اور فرمایا اے بیٹی اور تسلّی و تشفی دی اور فرمایا موسیٰ پیغمبر فرعونیوں کے خوف سے مدائن سے نکلے۔ عیسیٰ پیغمبر نے یہودیوں کے خوف سے ایک جگہ فرار پکڑی ہمارے نانا رسولؐ خدا نے کفار قریش کے خوف سے مکہ سے مدینہ ہجرت کی۔ اسی طرح اے دختر نیک سیر ہیں۔ یزید ابن معاویہ کے خوف سے ولید کی نگاہوں سے بچ کر نکلا ہوں کہ مکہ معظمہ حرم خدا میں پناہ لوں۔ ادھر یزیدؔ کو معلوم ہوا کہ ولید نے حسینؑ بن علیؑ پر کوئی سختی نہیں کی ہے بلکہ حضرت مدینہ سے نکل گئے ہیں وہ مردود لعین ولید پر غضبناک ہوا۔ اسے حکومت مدینہ سے ہٹا دیا اور اس کی جگہ اپنے چچا عتبہ ابن ابو سفیان کو والئ مدینہ مقرر کیا۔ مختصر یہ ہے کہ وہ حضرت پر قابو نہ پا سکا۔ لیکن واحسرتا کہ امام حسینؑ کو دشمنوں نے چین سے مکہ میں بھی نہ رہنے دیا۔ مکہ سے امام حسینؑ حج

کو عمرہ سے بدل کر کربلا کا رخ کیا۔ کربلا میں دسویں محرم کو شہید ہوئے۔ اہل حرم اسیر ہوئے اور دربار یزیدؔ میں داخل ہوئے اسوقت دربار آراستہ تھا اور اہل حرم رسن بستہ کھڑے تھے۔ مجلسی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ امام حسینؑ مکہ سے مدینہ واپس ہوئے ہیں۔ اور رسولِ خدا کی قبر مبارک سے وداع ہوئے ہیں۔ اور پھر اپنی مادر گرامی کی قبر پر گئے ہیں اور قبر کو وداع کیا ہے۔ بروایتے محمد ابن ابیطالب امام حسینؑ قبر رسولؐ کے نزدیک گئے، اور قبر پر جھکے اور فرمایا السلام علیک یا رسول اللہ انا الحسین۔ اے جد بزرگوار میرا اسلام قبول فرمائیے میں حسین بن فاطمہ ہوں۔ اور میں وہ ہوں کہ جسے تم نے امت میں بطور امانت چھوڑا ہے اور اے رسول اللہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ امّت نے ہماری حرمت بھلا دی ہے اور ہمیں ضائع کرنے پر آمادہ ہے۔ حضرت مجلسی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اسوقت قبر رسولؐ خدا سے ایک نور ساطع ہوا۔ حضرت امام حسینؑ نے چند رکعت نماز ادا کی۔ صبح دم قبر مبارک کو وداع کیا آپ گھر تشریف لائے اور وقت چاشت دولت سرا سے برآمد ہوئے۔ انصار و غلامان اور اعزاء و اقربا حاضر خدمت امام تھے کہ بعد دوپہر ولید کا مقرر کیا ہوا غلام آیا اور بیعت کے بارے میں سوال کیا کہ امیر نے دریافت کیا ہے۔ امام عالی مقام نے فرمایا کہ اب وقت آگیا ہے کل دیکھا جائے گا اور حضرت کا یہ ارادہ تھا کہ شب کو مدینہ سے روانہ ہو جائیں گے۔ علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ جس شب کو مدینہ چھوڑنا تھا امام حسینؑ پھر روضۂ رسولؐ خدا پر دوبارہ گئے اور پھر چند رکعت نماز پڑھی دعائیں مانگ رہے تھے کہ غنودگی غالب ہوئی خواب میں دیکھا کہ حضرت سرور کائنات پیغمبر اسلام تشریف لائے ہیں اور حسینؑ کو اپنے سینہ سے لگا لیا۔ آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے ہیں فرمایا میرے ماں باپ تجھ پر قربان اے حسینؑ کَاَنِّیْ اَرَاکَ مُرَمَّلاً بِدَمَاکَ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ جلد تیرا

[illegible] تنہا جائے گا۔ اے فرزند بہشت میں تیرے مقامات جو شہادت سے تجھے حاصل ہوں گے تیرے مشتاق ہیں۔ محمد ابن ابیطالب لکھتے ہیں کہ آنحضرت نصف شب گزرنے کے بعد قبر فاطمہ زہرؑا پر تشریف لے گئے پھر ماں کی قبر سے رخصت ہو کر حسنؑ مجتبےٰ کی قبر پر گئے۔ آنسو نذر برادر کئے اور بزرگوں کی قبروں پر سورہ فاتحہ ہدیہ کر کے گھر تشریف لائے۔ اور امام حسین علیہ السلام نے سارے عزیز و اقارب اور انصار کے سامنے اپنا خواب بیان کیا اپنی شہادت کی خبر دی۔ اس وقت حرم محترم میں صدائے نالہ و شیون بلند ہو گئی۔ وقت روانگی از مدینہ خود امام حسینؑ نے خواب بیان کر کے اپنی شہادت کی خبر دی تھی اور روز عاشورا محرم جب حسینؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے تو خالی ذوالجناح در خیمہ پر آیا اور صیحہ کیا۔ بیبیاں در خیمہ پر آئیں دیکھا کہ خالی ذوالجناح کے قدموں سے لپٹی ہوئی بین کر رہی تھیں میرے بابا کو کیا کیا۔ کہاں چھوڑ آیا میرے بابا کو پانی پلایا نہیں پلا۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

جناب زینبؑ کا سفر عراق کی خبر سُننا

جب حضرت امام حسینؑ کے مدینہ سے عراق پر جانے کی خبر آپ کے اعزا و اقربا کو معلوم ہوئی تو بنی ہاشم کے گھروں میں کہرام برپا ہو گیا اور واحسیناہ کی صدائیں بلند ہو گئیں اور جب حضرت علیاؑ زینبؑ خاتون کو یہ خبر معلوم ہوئی تو بے ساختہ آہ دلسوز کھینچی اور آپ غش کر گئیں۔ جب ہوش آیا تو حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں افتاں و خیزاں آئیں۔ اہل حرم میں اس وقت ایک شور گریہ و بکا بلند ہوا۔ امام حسینؑ اندر تشریف لائے۔ بہن نے بھائی کے چہرہ پر نظر کی اور بھائی کی بلائیں لیں۔ امام

حسینؑ نے فرمایا کہ اے بہن تمام اہل حرم نے سفر پر کمر باندھ لی ہے۔ کوچ ہونے والا ہے۔ جناب زینبؑ نے فرمایا کہ بھیا دل بے چین ہے۔ مؤمنین کرام ذرا غور کریں کہ مدینہ سے روانگی کے وقت جناب زینبؑ کا یہ حال تھا تو کربلا میں جب امام حسین رخصت آخر کو تشریف لائے ہیں تو آپ کی کیا حالت ہو گی۔

عمر بن علی مرتضیٰ کا امام حسین کی خدمت میں حاضر ہونا

ابن طاؤس علیہ الرحمۃ نے کتاب لہوف میں لکھا ہے کہ محمد بن عمر نسابہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے پدر عمر بن علیؑ سے اور دوسرے قریبی رشتہ داروں سے سُنا ہے وہ کہتے ہیں کہ جس روز امام حسینؑ مدینہ چھوڑنے والے تھے حضرت تنہائی کے عالم میں بیٹھے تھے کہ میں نے عرض کیا جعلت فداك يا ابا عبد الله۔ مجھے میرے برادر ابی محمد حضرت حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار سے سنا ہے۔ ابھی کلام ختم نہ ہوا تھا کہ گریہ گلوگیر ہوا۔ امام حسینؑ نے عمر بن علیؑ کو اپنے سینہ سے لگایا۔ دریافت کیا بھائی حسنؑ نے کہا پھر کہا کاش کوئی صورت نکل آتی کہ آپ اور یزید لعینؑ کے درمیان صلح ہو جاتی۔ ہم سب مارا ہونے سے بچ جاتے۔ امام حسینؑ نے فرمایا اے جان برادر میں نے بابا علیؑ مرتضیٰ سے سُنا ہے کہ ان سے رسولخدا نے فرمایا۔ اے علیؑ تم بھی شہید ہو گے اور حسن بھی شہید ہونگے اور معاویہ و یزید کے ظلم و جور کا دونوں نشانہ بنے گیں۔ چنانچہ بابا تو شہید ہو گئے۔ بھائی حسنؑ بھی شہید ہو گئے اب حسینؑ باقی ہے اور اے برادر جب تم یہ جانتے ہو کہ حسنؑ نے یہ فرمایا ہے کہ حسینؑ عراق میں شہید ہوں گے تو تم پھر مجھے سفر عراق سے کیوں روکتے ہو۔ مؤلف کہتے ہیں کہ میں

یہ نہیں سمجھ سکا کہ حسینؑ کی ماں فاطمہ زہرا میدان حشر میں جب زیر عرش تشریف لائیں گی تو حسینؑ کی شہادت کی شکایت کریں یا زینبؑ وام کلثوم کی اسیری کی شکایت یا بچوں کی پیاس کی شکایت کریں گی کہ اعدائے دین نے پانی بند کر دیا تھا یا زخم ہائے تیر و سنان کی شکایت کریں گی یا پائمالی لاشِ قاسم کی شکایت کریں گی۔ اس وقت میدانِ حشر میں انبیاء و مرسلین اور ایمان والوں میں ایک مجلس عزا برپا ہوگی۔ سیدہ عالم ذاکرہ ہوں گی اور واحسیناہ واہ مظلوماہ کی صدائیں بلند ہوں گی۔

محمد حنفیہ ابن علیؑ کا امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہونا

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے عزیز و اقرباء اور یار و غلاموں کے ساتھ ۲۸ ویں ماہ رجب ۶۰ھ شب یک شنبہ میں مدینہ سے مکہ جانے کا عزم کیا اور آپ کے ساتھیوں نے آپ کا یہ اعجاز دیکھا کہ مدینہ کے رہنے والوں میں سے کسی مخالف اور دشمن کو آپ کے اس سفر کی آگہی حاصل نہ ہوئی۔ امام حسین نے جناب عباس بن علیؑ کو حکم دیا کہ مرکب آراستہ کیے جائیں اور خود اپنے واسطے ایک گھوڑا طلب کیا۔ آپ نے دُلدُل پر زین رکھی اور در دولت پر سے کر حاضر ہوئے۔ اس کی خبر جناب محمد حنفیہؓ کو ہوئی تو بحال تباہ روتے ہوئے امام حسین کی خدمت میں آئے اور عرض کیا اے حسین تم میرے لیے مثلِ محمد ہو اور میں تمہارے لیے علیؑ کی نشانی ہوں۔ میں اور تم ایک ہیں مگر تم بزرگ اہلبیت ہو۔ اے جانِ برادر کس لیے یہ سفر اختیار کر رہے ہو۔ میری یہ نصیحت ہے کہ تم بے شک یزید کی بیعت نہ کرو۔ یزید بن معاویہ کی بیعت کو ٹھوکر مار دو۔ اور دور نکل جاؤ۔ اگر لوگ تم سے متابعت کریں اور تمہاری بیعت کریں تو ہر حال

مقام شکر خدا ہے اور اگر لوگ تمہاری بیعت سے دور رہیں تو تمہارے دین اور آئین پر کوئی حرف نہیں آئے گا۔ نہ عقل و مروت اور نہ ہی بزرگی جو خداوند عالم نے تم کو عطا کی ہے متاثر ہوگی۔ اور ان لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ پھر فرمایا کہ اے برادر من! تم مکہ چلے جاؤ وہ جا امن ہے اور اگر مکہ میں آپ کو سکون حاصل ہو اور دل مطمئن رہے تو خیر ورنہ یمن چلے جاؤ۔ وہاں پر تمہارے بابا علی مرتضیٰ کے یاور و انصار بکثرت ہیں اور شہر یمن بھی دوسرے شہروں سے وسیع تر ہے اور وہاں کے تمام لوگ آپ پر مہربان ہوں گے۔ اور اگر یمن جانا بھی پسند خاطر نہیں ہے تو صحراء کی طرف نکل جائیے وہیں زندگی گزاریئے اور دیکھیے کہ خدا کیا کرتا ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھائی کا کلام سنا اور فرمایا کہ اے برادر بخدا اگر تمام روئے زمین پر پناہ نہ ملے تو بھی میں بیعت یزید بن معاویہ نہیں کروں گا۔ محمد حنفیہ نے جب یہ کلمات حسرت آیات سنے تو بے حد گریہ فرمایا۔ اور امام حسین نے بھی ان کے ساتھ گریہ فرمایا۔ بعدہ امام حسینؑ نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور فرمایا کہ میں سردست تو عازم مکہ ہی ہوں۔ یہ سن کر محمد حنفیہ نے کہا داغ برادر و عزیزان عظیم مصیبت ہے غرضیکہ امام حسینؑ اپنے تمام بھائیوں، بھتیجوں، اپنے موالیوں اور اپنے مخدرات حرم کے ہمراہ مدینہ سے نکلے اور عازم سفر مکہ ہوئے آپ کے تمام بھائیوں میں حضرت قمر بنی ہاشم، حضرت عباس علمدار علیہ السلام خدمت امام حسینؑ میں پیش پیش تھے اور آپ کی مثل کوئی اور شجاع و بہادر نہیں تھا۔ شب و روز خدمت امام میں زندگی گزاری۔ اور کربلا میں جام شہادت نوش فرمایا۔

وصیّت نامۂ امام حسینؑ محمد حنفیہؓ کے نام

قبل اس کے کہ وصیت نامۂ امام حسین سپرد قرطاس کیا جائے مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ اگر انسان ذرا بھی غور کرے تو معلوم ہوگا کہ یہ دنیا ناپائیدار ہے۔ یہ دنیا بے وفا ہے اور خاصانِ خدا نے کبھی دنیا طلب نہیں کی چنانچہ حضرت امام حسین علیہ السلام بھی اپنے جد و پدر کی طرح دنیا کو ناپائیدار اور بے قدر سمجھتے رہے۔ آپ نے مال دنیا کی طرف توجہ نہ کی اگر مال دنیا لالچی تو بس یہی کہ کربلا کی سرزمین کو اپنا مدفن بنانے کے لیے اختیار کیا۔ چنانچہ فتح مکہ سے آپ عراق اسی لیے تشریف لائے اور کربلا کی زمین کو شرف عطا کیا۔ حضرت امام حسینؑ نے اپنے برادر عالیقدر جناب محمد حنفیہ کو وصیت نامہ تحریر کیا اور ان بنی ہاشم کو بھی مخاطب فرمایا کہ جو حکم امام سے مدینہ میں رہ گئے تھے تحریر فرمایا کہ فکان الدنیا لم تکن و الاخرۃ لم تزل و السلام۔ یعنی کہ دنیا کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہے اور نہ ہم دنیا طلبی کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ دنیا عارضی قیام گاہ ہے اور آخرت دائمی قیام گاہ ہے ہمیں دنیا سے کنارہ کشی کرنی چاہیے اور آخرت پیش نظر رہنا چاہیے۔ امام حسینؑ وصیت نامہ پر دستخط کیے اور محمد حنفیہ کو وصیت نامہ عطا کیا۔ اور پھر جب آپ نے در دولت سے قدم باہر رکھا تو کہ مکہ روانہ ہوں تو فرمایا اے برادر آگاہ رہو کہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے اور ہمارے نانا رسولِ خدا ہیں اور موت حق ہے جنت و نار حق ہے الخ۔ بنی امیہ اگر حب دنیا میں مبتلا ہیں اور میرا وطن میں رہنا گوارا نہیں ہے تو زمین خدا بہت وسیع ہے اور اے برادر اس بات کو یاد رکھو اگر میں نے دنیا سے نظر بچا لی ہے لیکن میں نے دین کو ہاتھ سے نہیں دیا ہے۔ پس پھر

آپ دوات و قلم اور بیاض طلب کی اور کتب علیہ السلام ۔ هذه الوصية لاخيه محمد بسم الله الرحمٰن الرحيم هٰذا وما اوصى به الحسين بن علي بن ابي طالب الى اخيه محمد المعروف با بن الحنفية ان الحسين يشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له و ان محمدا عبده و رسوله جاء بالحق من عند الحق و ان الجنة والنار حق و ان الساعة أتية لا ريب فيها و ان الله يبعث من في القبور ــــــــ

یعنی امام حسینؑ نے یہ وصیت اپنے بھائی محمد حنفیہ کے نام تحریر کی سرنامۂ وصیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو قرار دیا ہے اور فرمایا کہ یہ وصیت حسینؑ ابن علی کی طرف سے اپنے بھائی محمد کے نام ہے جو ابن حنفیہ کے نام سے موسوم ہیں کہ اللہ وحدہ لاشریک لہٗ ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول حق ہیں یعنی اللہ کی طرف سے ہیں جنت و نار، قبر سے اٹھنا قیامت کا برپا ہونا یہ سب کچھ برحق ہے۔ بعدہٗ وصیت کے یہ الفاظ ہیں انی لم اخرج اشرا و لا بطرا و لا مفسدا ولا ظالما و انما خرجت لطلب الاصلاح في امة جدي اريد ان امر بالمعروف و انهى عن المنكر و اسير سيرة علي بن ابي طالب ۔ یعنی آگاہ رہو کہ میں اپنے وطن پسندیدہ سے دشمنوں اور ظالموں کی وجہ سے ہجرت نہیں کر رہا ہوں بلکہ امت محمدی کی اصلاح میرے پیش نظر ہے کہ میں لوگوں کو امر بالمعروف کروں یعنی اچھی باتوں کے کرنے کا حکم دوں اور بُرے کاموں سے روکوں

اپنے نانا کی شریعت کو تازگی بخشوں۔ اشریعت پر عمل کرنے سے شریعت تازہ رہتی ہے اور اگر عمل نہ کیا جائے تو شریعت معطل مقصود ہوتی ہے اور میں اپنے بابا علیؑ مرتضیٰ کی سیرت پر عمل کروں۔ فمن قبلنی فالله ولی بالحق ومن رد علی هذا اصبر حتی یقضی الله بینی و بین القوم بالحق وهو خیر الحاکمین ۔ یعنی جس کسی نے میرا حکم قبول کیا تو اس کا حق اللہ پر ہے اور جس نے میرا حکم رد کیا وہ مرتد ہو گیا۔ اے برادر تم صبر کرو خدا بہترین کرنے والا ہے پھر آپ نے وصیت نامہ لپیٹ دیا اور محمد حنفیہ کو دیا۔ اور فرمایا بھائی یہ میرا وصیت نامہ ہے اس کی حفاظت کرو۔ اور رات گئے گھر سے سفر کے لیے نکلے قمر بن ہاشم عباس علمدار نے رکاب تو بن پکڑی اور امام حسینؑ گھوڑے پر سوار ہوئے اور مکہ کا سفر اختیار کیا۔ اس وقت اپنی ماں و نانا کے روضہ کو بار بار دیکھتے تھے اور آنکھوں سے سیل اشک رواں تھا۔ الالعنۃ اللہ علی القوم الظلمین ۔

مکہ معظمہ میں ورود امام حسین علیہ السلام

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ دخل الحسین مکۃ وکان دخولہ ایاها لیلۃ الجمعۃ لثلث مضین من شعبان ۔ یعنی کہ حضرت امام حسینؑ روز جمعہ تیسری شعبان کو وارد مکہ معظمہ ہوئے اور جیسے آثار کعبہ دیکھے اس وقت آپ نے برائے فال نیک یہ آیت قرآنی تلاوت فرمائی کہ فَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّىٓ اَنْ يَّهْدِيَنِىْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۔ یعنی جب موسیٰ نے مدین کی طرف رخ کیا (اور راستہ معلوم نہ تھا) تو آپ ہی آپ بولے مجھے امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھا

راستہ دکھا دے اور دن فاقہ کرتے چلے گئے۔ اس آئیہ مجیدہ کی تلاوت کرنے کا یہ مطلب تھا کہ جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے قبطیوں کے چنگل سے بچنے کے لیے ہجرت کی اور مدین وارد ہوئے تو آپ نے شکر خدا کیا کہ خدا کا شکر ہے کہ ظالموں کے ہاتھوں سے محفوظ ہو گیا۔ امام حسینؑ نے بھی اسی لیے یہ فرمایا کہ میری بھی اسی طرح ہمائی فرمائے گا اور میں ظالموں کے ظلم سے بچ جاؤں گا۔ داخلہ مکہ ہونے پر حرم اقدس کا طواف کیا۔ جب اہل مکہ کو امام حسین علیہ السلام کے مکہ پہنچنے کی اطلاع ملی تو گروہ در گروہ زیارت امام کے لیے آئے۔ اس وقت عبداللہ بن زبیر جو مکہ میں پہلے سے پہنچ چکا تھا علیحدہ نماز میں مصروف تھا۔ امام حسینؑ کی خدمت میں نہیں رہا بلکہ نماز پڑھ کر اپنے گھر چلا گیا۔ اور یہ یقین کر لیا کہ اب امام حسین مکہ میں رہائش کریں گے اس کے دل میں امام عالیمقام کی طرف سے دشمنی پیدا ہو گئی البتہ اہل مکہ امام عالیمقام کے گرد پروانہ وار جمع ہونے لگے۔ اس وقت یحییٰ بن العاص حاکم مکہ تھا اس کے دماغ میں یہ چیز پیدا ہوئی کہ چونکہ حضرت امام حسینؑ پانچ وقت اذان و اقامت کہتے ہیں۔ لوگ ہزاروں کی تعداد میں نماز کے لیے جمع ہو جاتے ہیں اور موسم حج بھی ہے زیادہ سے زیادہ لوگ آئیں گے اور امام حسینؑ کی اقتداء میں نماز ادا کریں گے ایسا نہ ہو کہ لوگ مجھے قتل کر ڈالیں پس وہ مکہ سے مدینہ گیا اور اسی موقع پر یہاں مکہ میں اموی لوگ بھی خنجر وغیرہ چھپائے ہوئے وارد ہوئے کہ حج بیت اللہ کی ادائیگی کے وقت کسی نہ کسی طرح حضرت امام حسینؑ کو شہید کر دیں۔ امام حسینؑ نے حرمت خانہ کعبہ کو محفوظ رکھنے کے لیے حج کو عمرہ سے بدل کر مکہ سے باہر تشریف لے آئے۔ اور حرمت کعبہ کو برقرار رکھا۔

کوفہ والوں کا امام حسین علیہ السلام کو برائے تشریف آوری خطوط تحریر کرنا

جب ولید حاکم مدینہ کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے مدینہ سے مکہ کوچ فرمایا ہے تو وہ کہنے لگا کہ خدا کا شکر ہے کہ میں فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون ناحق میں آلودہ نہ ہوا اور اس نے یزید ملعون کو امام حسین علیہ السلام کے مدینہ سے چلے جانے کا حال تحریر کیا جب یہ خبر یزید لعین کو پہنچی تو وہ ولید پر سخت غضب ناک ہوا اور اس نے ولید کو مدینہ کی حکومت سے معزول کر دیا اور عمرو بن سعید کو مکہ اور مدینہ کا حاکم مقرر کیا۔ یہ شخص دشمنی و عداوت اہلبیت رسول خدا میں بہت مشہور تھا۔ اور اس کو حاکم مدینہ و مکہ مقرر کرتے وقت یزید لعین نے سخت تاکید کی تھی کہ حسین ابن علیؑ سے بیعت لے اور اگر وہ میری بیعت نہ کریں تو سر امام حسینؑ کاٹ کر میرے پاس شام بھیج دے اور جہاں کہیں امام حسینؑ کے یاور و انصار ہوں ان کو بھی قتل کر دے یا ان سب کو قید کر کے شام روانہ کر دے۔ ان احکام کے بعد یزید لعین نے اسے مدینہ روانہ کیا۔ جب عمرو بن سعید بن العاص مدینہ پہنچا اور چند دن مدینہ میں قیام کیا اور حسب حکم یزید مدینہ سے مکہ روانہ ہو گیا۔ جب وہ مکہ وارد ہوا اور اس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی شان و شکوہ انبوہ خلائق دیکھا۔ امام حسینؑ نے بعد نماز خطبہ دیا اور وعظ و نصیحت فرمائی۔ عمرو بن سعید بن العاص چونکہ امام حسینؑ پر فوقیت نہیں لے جا سکتا تھا اس نے دو چار دن قیام کر کے وہاں کے مفصل حالات یزید کو تحریر کیے۔ امام حسین علیہ السلام نے مکہ میں چار ماہ اور کچھ روز قیام فرمایا۔ جب یہ خبر اہل کوفہ کو پہنچی کہ امام حسینؑ مکہ میں رونق افروز ہیں تو انھوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو کوفہ میں تشریف لانے اور

ہدایت کرنے کے لیے خطوط تحریر کیے کہ ہم بغیر امام ہیں آپ تشریف لائیں اور ہماری ہدایت کریں اور تحریر کیا کہ ہم یزید کی بیعت نہیں کریں گے ان خطوط کی تعداد بروایتے چوبیس ہزار بتائی جاتی ہے (ان میں سے چند اکابرین کے یہ نام ہیں۔ سلیمان بن صرد خزاعی، مسیّب بن نجبہ۔ رفاعہ بن شداد بجلی۔ حبیب ابن مظاہرؓ۔ ان لوگوں نے اپنے خطوط مصحوب عبداللہ بن سمع ہمدانی و عبداللہ بن وال کے ہاتھ ارسال کیے۔ یہ دونوں قاصد دسویں رمضان المبارک تھی کہ مکہ معظمہ بخدمت امام حسینؑ میں پہنچے اور خطوط دیے) ان تمام خطوط کا ماحصل یہ ہے کہ تحریر کیا کہ اگر آپ تشریف نہ لائے تو ضلالت میں پڑے رہیں گے۔ اور علاوہ ازیں موسم حج قریب ہے۔ مبادا اہل شام حاجیوں کے لباس میں وارد مکہ ہوں گے اور ان کی تلواریں ان کے خنجر آپ کے خون سے رنگی ہوں گی۔ اس بنا پر امام حسینؑ نے عراق کی طرف رخ کرنے کا عزم کر لیا کہ حرمت خانہ برقرار رہے اور ظاہراً تکالیف اٹھانا برداشت کیں لیکن باطناً مشیئت الٰہیہ یہی تھی کہ امام حسینؑ کربلا میں شہید ہوں اور امت رسول خدا کی نجات کا وسیلہ بن جائے (اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ امام حسینؑ نجات کے لیے فدیہ بن گئے۔ بلکہ یہ مقصد ہے کہ اگر امام حسین علیہ السلام کربلا میں شہید نہ ہوتے تو دین اسلام اپنی حقیقی صورت میں باقی نہ رہتا اور احکام الٰہیہ میں تغیر و تبدل ہو جاتا۔ اس صورت میں جبکہ اسلام ہی نہ رہتا تو نجات تو حقیقی دین سے وابستہ ہے پس امت مسلمہ کی نجات نہ ہوتی۔ امام حسین علیہ السلام کی شہادت نے راہ نجات کھولی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا تھا کہ میرا بیٹا حسینؑ عراق میں شہید ہو گا۔ اور بموجب صحیفہ سماویہ کہ یا حسین اخرج بقوم للشہادۃ۔ امام عالیمقام نے عراق جانا اختیار کیا اور شہادت قبول کی۔

عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ بن عمر کا خدمت امام حسینؑ میں مکہ معظمہ پہنچنا

اہل تاریخ و سیر لکھتے ہیں کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ معظمہ میں تشریف رکھتے تھے۔ عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ ابن عباس مدینہ سے برائے زیارت امام حسینؑ حاضر ہوئے بہ چند چند روز تک وہاں مقیم رہے۔ عبداللہ بن عمر نے امام حسینؑ سے کہا اے فرزند رسول خدا اہل مکہ کو آپ خوب جانتے ہیں یہ پرانی عداوت رکھتے ہیں آپ مکہ میں نہ ٹھہریں بہتر ہو گا کہ آپ مدینہ واپس تشریف لے چلیں۔ تمام اہل مکہ نے یزیدؔ کی بیعت کر لی ہے۔ یہ دغا کریں گے مدینہ میں آپ کے دوست و عقیدت کیش موجود ہیں۔ آپ روضہ رسولخدا پر گوشہ نشینی کی زندگی بسر کریں۔ ہم نے رسولخدا سے یہ بھی سنا ہے کہ عاقبة امر ابنی الحسین الی الشهادة والقتل کہ میرے بیٹے حسینؑ کا انجام کار شہادت ہے اور یہ بھی آنحضرت نے فرمایا ہے کہ جو کوئی میرے حسینؑ کی نصرت نہ کرے گا وہ بروز قیامت روسیاہ ہو گا۔ امام حسینؑ نے یہ باتیں سن کر عبداللہ بن عمر سے فرمایا کہ تمہارا مقصد صلاح یہ ہے کہ میں زبان سے یزیدؔ کی بیعت کر لوں اور صبر سے بیٹھا رہوں جیسا کہ معاویہ کے زمانہ میں صبر کیا۔ اگر تمہارا مقصد یہ نہیں ہے تو آخر کیا چاہتے ہو؟ کیا میں یزیدؔ کی بیعت کر لوں اور دستار پیغمبر اس کے سر پر رکھ دوں حاشا کلا ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں بیعت یزید کر لوں یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ یزیدؔ کا کردار اچھا نہ تھا اس لیے امام حسینؑ نے بیعت کرنا پسند نہیں کیا۔ ایسا نہیں ہے، بیعت اس لیے نہیں کی کہ وہ مستحق خلافت رسولخدا ہرگز نہیں تھا اور بعد آنحضرت آپ کا نامزد خلیفہ ہی دین اسلام کی بقا کا ضامن ہے امام

حسینؑ پوری امت مسلمہ کے بانص رسولؐ امام ہیں۔ پس بیعت یزید کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ امام حسین کی شہادت اس امر کی دلیل ہے کہ خلیفہ برحق اور امام برحق امت میں سے کسی کی بیعت نہیں کرتا) یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ عبداللہ ابن عباس بھی متوجہ بطرف امام حسین علیہ السلام ہوئے اور کہا کہ میں نے رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ مالی و لیزید ولا بارک الله فی یزید انه لیقتل ابنی و اهل بیتی۔ یعنی مجھے یزیدؔ سے کیا سروکار اس سے کیا تعلق کہ وہ میرے بیٹے حسین اور ان کے اہلبیت یعنی اولاد و اعزا کو قتل کرے گا۔ یہ کہہ کر ابن عباسؓ پر گریہ طاری ہو گیا اور امام حسینؑ نے بچشم پرنم فرمایا کہ اے ابن عباس کیا تم مجھے پسر پیغمبر خدا نہیں جانتے ہو۔ کہا واللہ کہ اے حسینؑ آپ پسر رسول خدا ہیں۔ فاطمہ زہراؑ کے فرزند ہیں۔ کیا امت رسول پر میری نصرت یاوری کرنا واجب نہیں ہے اے ابن عباس نماز میں ہم پر ہی درود واجب ہے کسی اور پر نہیں۔ اے ابن عباس کیا تم نہیں دیکھتے کہ مدینہ میں لوگوں نے یاوری نہیں کی اور مجھے مدینہ سے نکلنا پڑا اور اب لوگ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ نہ میں نے سنت رسولؐ کو بدلا ہے اور نہ شریعت رسولؐ میں تحریف کی ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا فرزند رسولخدا میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ جو کچھ آپ نے فرمایا حق و صداقت پر مبنی ہے اور میری سعادت مندی ہو گی کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر رہوں اور نصرت کروں حتیٰ کہ میں بھی قتل کر دیا جاؤں عبداللہ ابن عمر نے کہا اے ابن عباسؓ تم اپنے آپ کو بلا و مصائب میں کیوں ڈالتے ہو۔ لیکن ابن عباس نے کہا کہ فرزند رسول خدا حق پر ہیں اس پر امام حسینؑ عبداللہ ابن عمر کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ اگر تم میری نصرت نہیں کرتے ہو تو اتنا ضرور کرو کہ اگر تیرا پدر زندہ ہوتا اور مجھے اس حالت غربت میں دیکھتا تو کیا وہ میری نصرت و یاوری

نہ کرتا، اس نے کچھ جواب نہ دیا اور پھر یہ دونوں مکہ سے مدینہ واپس آگئے۔ امام حسینؑ نے ہر چند کہ مدد طلب کی۔ مگر ابن عمر نے آواز امام حسینؑ پر لبیک نہ کہا کربلا میں بھی امام حسینؑ استغاثہ فرما رہے تھے: ھل من ناصر ینصرنی ھل من معین یعیننی۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

شیعیان علیؑ کا کوفہ میں اجتماع اور استحقاق خلافت پر گفتگو

شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے بیان کیا ہے کہ جب کوفہ والوں کو شام سے یہ خبر پہنچی کہ معاویہ کی زندگی ختم ہوگئی اور یزید لعنۃ اللہ علیہ اس کی جگہ مسند خلافت پر متمکن ہوگیا ہے اور حضرت خامس آل عبا امام حسینؑ نے یزید لعین کی بیعت کرنے سے انکار فرما دیا ہے اور آپ مدینہ ترک کر کے مکہ وارد ہوگئے ہیں اس وقت شیعیان مرتضیٰ علی موالیان اہلبیت طاہرین اور ان لوگوں نے بھی جو بظاہر دوستی کے دعویدار تھے لیکن باطن میں دشمنی رکھتے تھے نے ایک خصوصی اجلاس کیا اور یہ سب کے سب سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان میں جمع ہوئے۔ اس وقت سلیمان صرد صدر مجلس تھے۔ انھوں نے کہا کہ وہ عمر رسیدہ پیر یعنی معاویہ وہاں پہنچ گیا جہاں کا وہ مستحق تھا اور اس نے یزید لعین کو مسند خلافت پر بٹھا دیا ہے۔ اور ان حسینا علیہ السلام قد تعیص علی القوم وقد خرج الی مکۃ وانتم شیعتہ۔

یعنی کہ امام حسینؑ نے بیعت یزید کو ٹھوکر مار دی ہے اور مدینہ سے مکہ آگئے ہیں تم سب ان کے اور ان کے بابا علیؑ مرتضیٰ کے شیعہ ہو، تم ان کی نصرت کرو اور ان کے دشمنوں سے جہاد کرو۔ پس ہمیں چاہیے کہ ان کو عریضہ لکھیں اور ان سے عرض کریں کہ

کہ آپ کوفہ میں تشریف لے آئیں اور اگر تم لوگ سستی کرو اور ہیان و مودت و محبت کو چھپاتے ہو تو بہتر ہے کہ تم لوگ گھروں میں بیٹھے رہو پس اس مجمع میں سے ستر آدمی جو اکابرین کوفہ سے تھے مثل مسیّب خزاعی، ورقاعہ بن شداد، حبیب ابن مظاہر، محمد بن کثیر، ورقاءؑ بن عازب، محمد بن اشعث و عبدالرحمٰن بن نجیف، عبداللہ بن عفیف، طارق بن المش المش بن طارق، مختار بن ابو عبیدہ اور ایسے ہی اور لوگ کھڑے ہوئے اور حلفاً قسمیں کھائیں کہ ہم نصرت آل نبی و علیؑ میں تقصیر نہیں کریں گے۔ اور امام حسین کو اپنا امام تسلیم کریں گے اس پر سلیمان صرد نے کہا کہ پھر ہمیں امام حسین علیہ السلام کو عریضہ لکھنا چاہیے چنانچہ باتفاق آراءُ طے پایا کہ عریضہ تحریر کیا جائے۔ عریضہ ارسال کیا گیا جس کا ذکر گذشتہ باب میں کیا جا چکا ہے۔ السیّد نے لہوف میں تحریر کیا ہے کہ ابھی امام عالیمقام نے جواب تحریر نہیں کیا کہ پے در پے اور بھی خطوط پہنچے۔ حضرت کے پاس جو خط کوفہ پہنچتا آپ اس کو عقبہ بن سمعان کے سپرد فرما دیتے تھے اور ارشاد فرمایا اے عقبہ ان خطوط کو محفوظ رکھو ایک دن یہ کام آئیں گے۔ امام عالیمقام کا اس سے اشارہ تھا یوم عاشورا محرم کی طرف۔ کیونکہ ان نامہ نگاروں میں سے اکثر لوگ کربلا میں فوج یزیدی میں موجود تھے اور چہروں پر نقاب ڈالے ہوئے تھے حضرت امام حسینؑ ان کو پہچانتے تھے روز عاشورا آپ نے عقبہ بن سمعان سے فرمایا کہ ان خطوط کی دو تھیلیاں لے آؤ۔ آپ نے ان کی نشاندہی کی تھی۔ عقبہ وہ تھیلیاں لے آئے اور امام حسینؑ کی خدمت میں پیش کیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تمام خطوط زمین پر پھیلا دو۔ چنانچہ وہ خطوط زمین پر ڈال دیے گئے۔ امام حسینؑ نے ان میں چند خطوط نکالے اور دکھا کے فرمایا کہ یہ خط فلاں بن فلاں کے ہیں جو اس وقت فوج یزیدی میں تھے۔ آپ نے نام بنام آواز دی اور فرمایا کیا یہ خطوط تمہارے نہیں ہیں۔ مجھے بلایا اور اب تم خود ہی میرے قتل کے درپے

ہو۔ آخر ایسا کس لیے کر رہے ہو میرا کیا کوئی قصور ہے۔ ادھر سے یہ جواب ملا اے حسینؑ ہم کچھ نہیں جانتے سوائے اس کے کہ تم یزید لعین کی بیعت کرو ورنہ تمہارا خون زمین کربلا پر بہے گا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

تفصیل اہل کوفہ

سلیمان بن صرد خزاعی نے جو کہ اکابرین کوفہ سے ایک بااثر شخص تھے بعد انتقال معاویہ اشراف کوفہ کو اپنے گھر جمع کیا تاکہ امام حسین علیہ السلام کو امام امت قرار دیں جیسا کہ گذشتہ اوراق میں ذکر کیا جا چکا کہ اسی لیے امام حسین علیہ السلام کو خطوط ارسال کیے گئے اس میں شک نہیں کہ سلیمان صرد کی یہ کوشش بالکل خلوص و عقیدت پر مبنی تھی۔ وہ دوستدار اہل بیتؑ طاہرین تھے لیکن کوفہ والوں میں اکثریت ایسی تھی کہ جو یزید کی خلافت کو برحق سمجھتی تھی۔ ان لوگوں نے سلیمان کا ساتھ نہیں دیا البتہ معدودے چند اشخاص کے سوا کہ جو اپنے عہد و پیمان پر قائم رہے اور ان کی دلی آرزو یہی تھی کہ امام حسین علیہ السلام کوفہ تشریف لائیں اور ہم ان کو اپنا امام و ہادی مانیں۔ ان لوگوں میں خصوصاً یہ بزرگوار شامل تھے۔ جناب حبیب ابن مظاہر، مسلم بن عوسجہ، عابس بن شبیب وغیرہم اور بھی کچھ افراد تھے کہ جو ہم نوا تھے سب کے سب کربلا میں نصرت امام حسین علیہ السلام میں شہید ہوئے ہیں۔ کوفہ والوں کی کثیر تعداد ابن زیاد کے ساتھ تھی اور ان کے سرکردہ لوگوں میں عمر بن سعد ملعون، محمد اشعث، مسیب بن نجبہ وغیرہم تھے کہ جو لشکر یزیدی کے سالار تھے اور امام حسینؑ کے قاتلوں میں تھے۔ سلیمان بن صرد خزاعی کے دوسرے ساتھی مثل عبداللہ بن حر، مختار، اور سلیمان وغیرہ منتشر ہو گئے تھے کیونکہ کوفہ میں اس زمانہ میں خوف و ہراس پھیل گیا تھا اور ابن زیاد نے سخت رویہ اختیار کر لیا تھا

استیعاب میں مروی ہے کہ سلیمان بن صرد خزاعی اسلام لانے سے قبل ہی فاضل تھے اور امور خیر میں ان کا نام آتا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا نام سلیمان رکھا تھا جنگ صفین میں سلیمان حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے ہمرکاب تھے اوائل فتح کوفہ میں یہ کوفہ ہی میں رہتے تھے کہ انتقال معاویہ کے بعد اپنے ساتھیوں کے ساتھ حضرت خامس آل عبا امام حسینؑ کے موالیوں میں تھے۔ اور ان کی دلی خواہش تھی کہ امام حسینؑ کی خدمت میں اپنی زندگیاں گزاریں۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے مسلم بن عقیل کو اپنی نیابت میں کوفہ بھیجا سلیمان اور ان کے گروہ نے سب سے پہلے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور جب ابن زیاد ملعون کوفہ پہنچا اور اس نے یزید لعین کی طرف سے مسند امارت سنبھالی یہ لوگ اس کے خوف سے منتشر ہو گئے اور مسلم بن عقیل تنہا رہ گئے۔ لیکن بعد شہادت حضرت مسلمؑ ان کو محسوس ہوا کہ ہم نے یہ کام کر کے خدا و رسول کی ناراضگی خرید لی۔ سخت پشیمان ہوئے اور اپنے اس فعل پر لعنت کی۔ بعدہٗ سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان پر پھر پانچ نامور اشخاص جمع ہوئے جن کے یہ نام ہیں۔ سلیمان، مسیب بن نجبہ، عبداللہ بن سعد ازدی، و عبیداللہ ال تیمی، رفاعہ بن شداد اور یہ پانچوں اشخاص معارف حضرت امیر المومنین علیہ السلام تھے۔ ان لوگوں نے گفتگو کا سلسلہ شروع کیا کہ خدا نے ہم کو طول عمر عطا کی اور ہم نوع بنوع فتنوں کو دیکھ رہے ہیں اور ہم سے ناشائستہ امور ظاہر ہو رہے ہیں کہ ہم نے مسلم بن عقیل کو تنہا چھوڑ دیا۔ خداوند تعالیٰ رحمت نازل کرے۔ ان پر جو امام حسینؑ کی رفاقت میں کربلا گئے اور شہید ہو گئے اب ہمارے لیے کوئی چارۂ کار نہیں ہے سوائے اس کے کہ ہم اپنی تلواروں سے اپنا گلا کاٹ لیں کیونکہ بنی اسرائیل نے اس وقت جبکہ گوسالہ پرستی شروع کی اور بعدہٗ ندامت محسوس کی تو خداوند تعالیٰ نے

نے فرمایا کہ تمہاری توبہ اور ندامت صرف یہی ہے کہ تلوار سے اپنا گلا کاٹ لو۔ اِنَّکُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَکُمْ بِاتِّخَاذِکُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْا اِلٰی بَارِئِکُمْ فَاقْتُلُوْا اَنْفُسَکُمْ الخ (سورۃ البقرۃ آیت : ۵۴) یعنی کہ ہم نے فرزند رسولؐ کی نصرت سے ہاتھ کھینچ لیا۔ کنارہ کشی کی اور دوسروں کے وابستہ ہو گئے اس کا علاج یہ نہیں ہے کہ زبانی طور پر استغفار کریں بلکہ علاج یہ ہے کہ ہم اپنی تیغ بُرّان نیام سے نکالیں اور دشمنان آل محمدؐ اور قاتلان امام حسینؑ جہاں بھی ہوں ان کو تہ تیغ کریں۔ اگر ہم ایسا کریں تو ہماری توبہ قبول ہو سکتی ہے اور اس امر کا عہد کریں کہ ہم اس پر قائم رہیں گے۔ سلیمان بن صرد خزاعی اس دن سے امیر التوابین کے لقب سے پکارے جانے لگے یہاں تک کہ سنہ ۶۱ھ کے آخر میں انھوں نے سامان جنگ فراہم کر لیا اور ساتھی بھی جمع کر لیے اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی امامت پر جمع ہو گئے اور اطراف میں جگہ بہ جگہ اپنے قاصد اور خطوط روانہ کیے اسی کام میں سنہ ۶۱ھ ختم ہو گیا لیکن یزید پلید تھا۔ شیعیان علی مرتضیٰ اس کے دست جور و ظلم کا نشانہ بنتے رہے۔ جب سنہ ۶۴ھ میں یزید پلید سفر جہنم پر روانہ ہو گیا تو مختار بن ابو عبیدہؒ ثقفی نے سلیمان صرد سے کہا کہ اب خون امام حسینؑ کا ان کے قاتلوں سے بدلہ لینے کا اچھا موقع ہے کیونکہ یزید کا بیٹا تخت خلافت کا خواستگار نہیں ہے تخت شام بغیر سلطان پڑا ہوا ہے ہمیں خروج کرنا چاہیے اور کوفہ و اطراف کوفہ میں حکومت قائم کرنی چاہیے تاکہ دشمنوں کا صفایا کر سکیں۔ لیکن سلیمان نے مختار کی بات پر کوئی توجہ نہ دی اور کہا کہ ہم اس وقت تک باہر نہیں نکلیں گے جب تک کہ مناسب وقت نہ آ جائے۔ اس پر مختارؒ اس کے پاس چلے آئے اور کہنے لگے کہ یہ مرد پیر دشمن کو قوت دینا چاہتا ہے حالانکہ وہ اب کمزور تر ہے۔ اس

وقت سلیمان صرد کی جماعت منتشر ہو چکی تھی جسے مختارؒ نے دوبارہ جمع کیا——
—— اور مختارؒ نے جناب محمد حنفیہؒ سے اعانت مردماں طلب کی اور سلیمان صرد نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو دعوت دی مختصر یہ کہ سلیمان محرم سنہ ۶۵ھ کی پہلی تاریخ معہ لشکر کے کوفہ سے باہر نکلا اور مقام نخیلہ پر پڑاؤ ڈالا۔ اور چاروں طرف کے لوگوں کو خون امام حسینؑ کا انتقام لینے کے لیے دعوت دی تھی کہ یک دم سو ہزار لوگوں نے اس کے ہاتھ پر اس امر کے لیے بیعت کی اور بارہ ہزار آدمیوں کا لشکر اس کے پاس جمع ہو گیا۔ سلیمان نے اس خیال سے کہ کوئی مبادا وفا نہ کریں اپنے خاص اصحاب سے مشورہ کیا کہ کس طرح اور کس مقام سے ابتدا کی جائے کہ ہم دشمنوں کا صفایا کریں۔ ایک کثیر جماعت نے کہا کہ عمر بن سعد اور اس کے ساتھیوں نے امام حسینؑ علیہ السلام کو قتل کیا ہے جو کہ کوفہ میں موجود ہے بلکہ ابن زیاد کی سرکردگی میں اس کو قتل کرنے کے لیے مہم شروع کی جائے اور اگر آپ لوگ مناسب سمجھیں تو ایک کثیر لشکر شام کی طرف روانہ کیا جائے اور عبید اللہ ابن زیاد کو قتل کیا جائے۔ سلیمان صرد خزاعی نے شام جانا بہتر سمجھا اور نخیلہ کہ جہاں لشکر پڑاؤ ڈالے تھا۔ ایک دن شام کے لیے روانہ ہو گیا جیسے ہی سلیمان بن صرد کربلا کے نزدیک پہنچا خیال کیا کہ پہلے قبر امام حسین علیہ السلام کی زیارت کرے اور مثل حُرؒ بن یزید ریاحی توبہ کرے حسین کریم ابن کریم ہیں توبہ قبول فرمائیں گے آخر امام حسین نے حُرؒ کی توبہ بھی قبول کی ہے چنانچہ سلیمان اپنے مرکب سے اترا اور جب تربت امام حسینؑ کے نزدیک پہنچا گریہ وزاری کرتا ہوا قبر مبارک پر گر ا دیا۔ اور اپنے گناہوں پر نادم ہوا اور مولائے کائنات سے معافی مانگی اور آپ سے مدد طلب کی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ موالیان امام حسین علیہ السلام شروع ہی سے استمداد طلب کیا

کرتے تھے۔ اگر معصومین شہیدوں سے مدد طلب کرنا بدعت ہوتا تو وہ لوگ مدد طلب نہ کرتے) اور وہاں سے سوئے شام پر روانہ ہو گیا۔ شام پہنچ کر لشکر شام کہ جس کا سردار حصین بن نمیر سکونی تھا، مقابل ہوا۔ اس کے لشکر کی تعداد پچاس ہزار بتلائی جاتی ہے۔ عین الوردہ شام میں دونوں لشکروں کا مقام ہوا۔ اور بہت زیادہ لوگ مارے گئے۔ رفاعہ بن شداد اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ میدانِ جنگ سے گیا۔ اس مقام پر یہ بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ ان لوگوں کا محاربہ کرنا مقبول بارگاہ ایزدی نہیں ہو سکتا کیونکہ جب حضرت مسلم بن عقیل کوفہ میں بیکسی کے عالم میں شہید کر دیے گئے تو اس دم کوفہ عذاب الہیٰ کی لپیٹ میں آ گیا تھا پھر انہی کوفیوں نے فرزند رسولؐ خدا سے جنگ کی ان کو ان کے رفقاء اور اعزاء کے ساتھ قتل کیا اہل حرم کو تشہیر کیا۔ ان لوگوں کو اخروی فائدہ نہیں ہے اور اس لیے بھی کہ امام زین العابدین علیہ السلام مدینہ منورہ میں تشریف فرما تھے اگر یہ لوگ ان کی طرف رجوع کرتے اگر امام زین العابدین علیہ السلام ان کے گناہ معاف کر دیتے تو رسولؐ اور خداوند تعالیٰ بھی گناہ معاف کر دیتا۔ اور اگر امام زین العابدینؑ نے ان کا گناہ معاف نہیں کیا تو پھر خدا اور رسول سے معافی کی طلب کیسی؟ امام حسین علیہ السلام نے حُر ریاحی کی تقصیر اور امام زین العابدین نے مختار ثقفی کی تقصیر معاف کر دی تھی۔ سید سجّاد کا مختار کو معافی دینا اس وجہ سے نہیں تھا کہ اس نے خون امام حسین کا بدلہ قاتلوں سے لیا ہے اور ان کو قتل کیا ہے۔ قاتلان امام حسینؑ سے خود خدا قیامت میں انتقام لے گا۔

خون امام حسینؑ کا بدل کوئی شے نہیں ہے۔ امام حسین کا خون تو بڑی شے ہے خون علی اصغر معصوم کے ایک قطرہ کا بدل ممکن نہیں ہے۔ مختار کی تقصیر معاف

کرنا اس وجہ سے ہے کہ وہ اہلبیت طاہرین کو بے حد دوست رکھتا تھا اور ان سے والہانہ محبت رکھتا تھا۔ حضرت سید سجاد نے مختار کی تعریف میں فرمایا کہ۔

لا تسبوا المختار قد قتل قتلتنا و طلب ثارنا و زوج ارا ملنا وقسم فینا المال علی العسرۃ ( )

یعنی امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ مختار وفادار پر سب وطعن نہ کرو اس نے ہمارے قاتلوں کو قتل کیا ہے اور طلب خون کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس نے ہماری بیوہ گان کے رشتہ کرائے ہیں۔ ہماری راہ میں مال اور زر کثیر خرچ کیا ہے اور ہماری پریشان حالی میں اس نے ہمارا ساتھ دیا ہے ہماری تنگی کو دور رکھا ہے۔ اور ایک دوسری حدیث میں شیخ کشیؒ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابی جعفر نے فرمایا کہ تم لوگ مختارؒ کو کس لیے برا کہتے ہو کہ مختار ہمارا اس قدر دوست تھا کہ اور وہ ہم کو اس قدر دوست رکھتا تھا کہ میری والدہ معظمہ کا مہر مختارؒ کے روپے پیسے سے ادا کیا گیا ہے۔ پس جو مقبول امام علیہ السلام ہے وہ مقبول کائنات ہے۔ کتاب شرح صحیفہ سجاد میں مرقوم ہے کہ جب مختارؒ تخت نشین کوفہ تھا اور اس نے قاتلان امام حسینؑ کو تہ تیغ کیا تو ابن زیاد ملعون کا سر خدمت امام زین العابدینؑ میں روانہ کیا اور خط تحریر کیا کہ میں نے سنا ہے کہ مخدرات اہل بیتؑ نے اب تک کوئی خوشی نہیں کی ہے نہ بالوں میں کنگھی اور نہ لباس نو پہنا ہے۔ آپ کو مبارک ہو کہ ملعون ابن زیادہ واصل جہنم ہوا اور اس کا یہ سر نجس بھیج رہا ہوں۔ اہل حرم سے کہتے کہ سوگ ختم کر دیں۔ اور اس نے امام زین العابدین کے لیے خضاب بھی بھیجا۔ جب مختار کے آدمی ابن زیاد کا سر بریدہ لے کر گئے امام علیہ السلام نے خدا کا شکر ادا کیا لیکن جب آپ نے خضاب دیکھا تو بے ساختہ گریہ فرمایا۔ غرضیکہ امام زین العابدینؑ

اندر تشریف لے گئے اور ابن زیاد ملعون کے قتل ہونے کی خبر سنائی آپ کے اہلحرم نے سوگ بڑھا لیا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظّٰلمین۔

کوفہ والوں کے خطوط کا مضمون

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ جب کوفہ والوں نے یہ خبر سنی کہ حضرت خامس آل عبا امام حسین علیہ السلام مدینہ سے مکہ تشریف لے آئے ہیں تو دوست، دشمن سب ہی نے امام عالیمقام کو اس مضمون کے خطوط تحریر کیے کہ آپ کوفہ تشریف لائیے ہمارا اب کوئی امام نہیں ہے ہم اس قسم کے مضمون خط کا سابق اوراق میں ذکر کر چکے ہیں اور ظاہر ہے کہ دوستداران اہلبیتؑ کے دعوت ناموں کا جواب مثبت انداز ہی میں ہو سکتا ہے اور اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کی تکلیف شرعیہ بھی یہی تھی۔ اس اجتماع میں جو سلیمان صرد خزاعی کے دولت کدہ پر ہوا تھا دونوں قسم کے لوگ شریک تھے!۔ منافقین میں سے اکثر یہ لوگ ہیں۔ شبث بن ربعی، حجّار بن ابجبر، یزید بن حارث بن رویم، عروۃ بن قیس، عمرو بن حجّاج زبیدی۔ محمد بن عمر التیمی وغیرہم، ان لوگوں کے دل سیاہ تھے اور یہ مکر و دغا خطوط تحریر کیے تھے۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے ارشاد میں فرمایا ہے کہ ان لوگوں نے بڑھ چڑھ کر نصرت کرنے کا دعویٰ کیا تھا اور پیغام زبانی دیا تھا کہ اے پسر پیغمبر اگر تم نے ہماری طرف توجہ فرمائی تو ہمیں مخلصین میں پائیں گے لیکن ان خطوط کا امام حسین علیہ السلام نے ان کو کوئی جواب نہیں دیا۔ یہ لوگ بھی کوفہ ہی کے رہنے والے تھے۔

اب ہم ان محبان و دوستداران کا ذکر کرتے ہیں جنھوں نے فی الواقعی ایمان و مودت کے جذبہ سے خطوط تحریر کیے تھے ان کا نفس مضمون یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الی الحسین بن علی علیہ السلام من شیعتہ من المؤمنین والمسلمین اما بعد فحیّ ہلا فان الناس ینتظرونک لا رای لہم فی غیرک العجل العجل ثم العجل العجل والسلام۔ یعنی بنام خدائے رحمان ورحیم ہم مومنین ومسلمین شیعہ امام حسین علیہ السلام کی خدمت اقدس میں ملتمس ہیں کہ ہم سب حضور پُر نور کے منتظر ہیں کہ کب قدم رنجہ فرماتے ہیں کب ہمیں مولا کی زیارت نصیب ہوتی ہے۔ خدارا تشریف لائیے اور جلد از جلد تشریف لائیے۔ اور کوفہ کی سرزمین کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے شرف بخشئے۔ مضمون خط تمام کر کے مہر ثبت کی اور دو قاصد منتخب کر کے خط روانہ بخدمت امام حسینؑ کیا۔ ان قاصدوں میں سے ایک ہانی ابن ہانی، اور دوسرا سعید بن عبداللہ تھا جو کہ بعجلت تمام خدمت امام حسینؑ میں پہنچے۔ آپ نے خطوط ملاحظہ فرمائے اور پیغامات زبانی سنے، مگر امام حسینؑ نے اس وقت فرمایا کہ ان اللہ شاء ان یراک قتیلا۔ یعنی خدا اپنی راہ میں مجھے قتل ہونا دیکھنا چاہتا ہے۔ پس امام حسینؑ نے کوفہ کی طرف جانے کی توجہ نہیں فرمائی اور شہادت اختیار کی پس یہ حوصلہ صرف امام حسین علیہ السلام ہی کا تھا کہ عزت کی موت اختیار کی۔

امام حسین علیہ السلام کی جانب سے کوفیوں کے خطوط کا جواب اور مسلم بن عقیل کی کوفہ روانگی

شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے وتلاقت الرسل کلہا عندہ فقرا الکتب وسئل الرسل۔ یعنی کوفہ کے قاصدوں نے امام حسینؑ سے جواب کے لیے اصرار کیا تاکہ وہ اپنے فرض کو ادا کر سکیں اور کوفہ والوں

کو جواب دے سکیں۔ چنانچہ امام حسین علیہ السلام نے یہ جواب تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: من الحسین بن علی الی العلاء من المؤمنین والمسلمین اما بعد: فان ھانیا و سعیدا قدما علی بکتبکم و کانا آخرین من قدم علی من رسلکم و قد فہمت کل الذی قصصتم و ذکرتم و مقالۃ جلکم انہ لیس علینا امام فاقبل لعل اللہ ان یجمعنا بک علی الحق و الہدی ۔۔۔الخ

خدائے رحمن ورحیم کے نام سے یہ خط ہے حسین ابن علی ابن ابیطالبؑ کی جانب سے مومنین ومسلمین مردمان کوفہ کے نام۔ اے ہانی وسعید تمہارے خطوط ملے۔ اور یہ دونوں خط اور قاصد آخری ہے تمہارے خطوط پڑھے۔ مقصود ومضمون دونوں سے آگہی ہوئی۔ تم نے تحریر کیا ہے ہمارا کوئی سوائے آپ کے امام نہیں ہے۔ تمہارا مقصد چونکہ ہدایت ہے پس فانا باعث الیکم اخی وابن عمی وثقتی اعلیتی مسلم بن عقیل یعنی کہ میں اپنے اہلبیت میں سے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو بھیج رہا ہوں جو (دین وشریعت میں) ثقہ ہے جب کہ وہ مجھ کو تحریر کریں گے کہ اہل کوفہ خوش سلوکی سے پیش آئے ہیں اور اچھے برتاؤ کے ساتھ ملے ہیں تو میں یہ سمجھوں گا کہ تمہارا دل اور زبان متحد ہیں اور جو کچھ تم نے خطوط میں اظہار عقیدت ومحبت کیا ہے وہ صحیح ودرست ہے چنانچہ امام حسین علیہ السلام نے مسلم بن عقیل کو بلایا اور حکم دیا کہ تقویٰ وپرہیزگاری کے ساتھ کوفہ جاؤ اور حکم احکام کو پوشیدہ رکھو کسی پر ظاہر نہ ہونے

پھر ان سے فرمایا اے برادر نیک قدر اس راہ میں بلند ہمتی سے کام لینا کیونکہ تم درجۂ شہادت پر فائز ہوگے اور وہاں قتل کیے جاؤ گے۔ میں تمہارے چہرہ بشرے سے آثار شہادت دیکھ رہا ہوں۔ پھر فرمایا: ارجو اللہ ان یوصلنی و ایاك الی ما نرید و یرفعنا الی درجۃ الشہادۃ۔ اے برادر بجان برابر خدائے تعالیٰ ہمیں وہ مقامات نصیب کرے کہ جو ہم چاہتے ہیں یعنی کہ مقام قرب وجوار حق تعالیٰ۔ اور مجھے امید ہے کہ خداوند تعالیٰ از راہ لطف وکرم مجھے اور تمہیں دونوں کو درجات قرب وکرامت یعنی کہ شہادت عطا فرمائیگا۔ پھر آپ مسلم بن عقیل سے بغلگیر ہوئے۔ بھائی نے بھائی کو گلے لگایا۔ اور اہلبیتؑ نے مسلم بن عقیل کو رخصت کیا اور مسلمؑ نے کوفہ کی راہ لی۔ جب حضرت مسلمؑ کوفہ کے لیے روانہ ہوئے تو امام حسین علیہ السلام نے ایسے تین شخص کہ جو کوفہ سے خطوط لے کر خدمت امام عالیمقام میں آئے تھے ساتھ کر دیے۔ ان میں سے ایک شخص کا نام عمارہ اور دوسرے کا نام عبدالرحمٰن اور تیسرے کا نام قیس تھا۔ یہ تینوں شخص کوفہ کے لیے آپ کے ہمراہ روانہ ہوئے اور وہ راستہ اختیار کیا کہ جو مدینہ جاتا تھا۔ شیخ مفید نے ارشاد میں نقل فرمایا ہے کہ فاقبل مسلم حتی اتی المدینۃ فصلی فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی جناب مسلمؑ مدینہ پہنچے تو پہلے مسجد نبوی میں گئے اور نماز ادا کی۔ قبر نبویؐ کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور پھر اپنے گھر پہنچے، اپنے گھر والوں اور دوستوں کو وداع کیا اور پھر گھر سے برآمد ہوئے۔ صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ مسلمؑ کے دو فرزند مدینہ میں تھے وہ ان کو بہت دوست رکھتے تھے۔ ان کی مفارقت برداشت نہ تھی، ان کو اپنے ہمراہ لے لیا۔ (مؤلف کتاب نے اس سے اختلاف کیا ہے)

بہر حال شیخ مفید کا افادہ یہ ہے کہ مسلم کوفہ کو روانہ ہوئے اور وہ جو دو آدمی آپ کے ہمراہ ہوئے تھے اور راستہ بھول کر کسی دوسری راہ چلے اور پانی نہ ہونے کی وجہ سے تشنگی کے عالم میں ہلاک ہو گئے۔ جناب مسلمؑ کو اپنے نور ایمان کے ذریعہ ان کی ہلاکت معلوم ہو گئی آپ نے اظہار افسوس فرمایا اور آپ جب منزل مضیق پر پہنچے تو پانی ملا اور سیراب ہوا، بعدہٗ آپ نے حضرت پادشاہ دین و دنیا۔ ولی الامر امام حسین علیہ السلام کو عریضہ تحریر کیا جو کہ اس مضمون پر مشتمل تھا کہ فانی اقبلت مع دلیلین لی فحادا عن الطریق فضلا و اشتد علیهما العطش فلم یلبثا الا ان ماتا و اقبلنا حتی انتهینا الی الماء فلم ننج الا بحشاشات انفسنا ...... الخ۔

یعنی کہ میں بہمراہی دونوں راہ نما کوفہ سے بھٹک گئے اور ایک بے آب و گیاہ گرم تر ریگستان میں پھنس گئے۔ وہ ریگستان کورۂ آہن گراں کی طرح گرم تھا اور پیاس نے کلیجہ و دل جلا دیا تھا اور وہ دونوں راہبر ہلاک ہو گئے۔ قدرتی طور پر ہم ایک تالاب پر پہنچے۔ اس منزل کا نام مضیق تھا کہ جہاں یہ تالاب واقع ہے، اس تالاب کا پانی مثل چشمۂ حیات ثابت ہوا اور پانی پی کر ہمارے جسم میں جان آئی۔ ہم اسی منزل مضیق میں مقیم ہیں۔ میں ان دونوں اشخاص کی موت کو فال بد سمجھتا ہوں اگر حضرت والا مناسب خیال فرمائیں تو مجھے اس سفر سے معاف رکھیں، والسلام!۔ حضرت امام حسینؑ نے اس کے جواب میں تحریر کیا: فقد خشیت ان لا یکون عملک علی الکتاب الی فی الاستعفاء من التوجه الذی وجهتک الا الجبن فامض لوجهک الذی وجهتک فیه۔

یعنی اے برادر بجان برابر تمہارا خط اور اسسہ قابل استفہام ہے یعنی اس میں کچھ باتیں قابل دریافت ہیں۔ کوفہ جانے سے بد دلی اور خوف تم پر طاری ہو گیا بغیر کسی عذر کے تم وہاں جاؤ۔ تم وہاں جانے پر مامور کیے گئے ہو۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے خط کو تمام کیا اور دستخط فرمائے۔

حضرت مسلم بن عقیل کا کوفہ پہنچنا

جب حضرت مسلم بن عقیل کا مکتوب گرامی جناب مسلمؑ کو ملا خط پڑھ کر فوراً ہی قیام گاہ سے دوبارہ سفر کوفہ اختیار کیا۔ لیکن آپ کا دل حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں مکہ پہنچنے کو بے چین تھا مگر اطاعت امام واجب تھی سیدھے کوفہ کی راہ لی۔ اور جب حضرت مسلم بن عقیل سفیر امام حسینؑ نامزد ہو کر کوفہ وارد ہوئے اس وقت تک کسی کو خبر نہ تھی کہ مسلم کوفہ تشریف لا رہے ہیں بلکہ خموشی کے ساتھ داخل کوفہ ہوئے۔ بروایت ابی مخنف آپ سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر وارد ہوئے۔ اور ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ مختار بن ابی عبیدہ کے گھر وارد ہوئے ہیں ممکن ہے ایسا ہو کہ جناب مختار کی خواہش پر آپ سلیمان صرد کے گھر سے مختار کے گھر منتقل ہو گئے ہوں۔ شیخ مفیدؒ کہتے ہیں کہ جب شیعوں اور محبوں کو یہ خبر ہوئی تو وہ سب کے سب بہت خوش ہوئے اور بغرض زیارت آنجناب آئے اور بہت زیادہ خوشی کا اظہار کیا۔ اہلاً و سہلاً کہا۔ دست بوسی کی قدم مبارک چومے اور جناب مسلمؑ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا مکتوب یعنی خط پڑھ کر سنایا۔ روایت سے پتہ چلتا ہے کہ اسی روز اٹھارہ ہزار کوفی لوگوں نے حضرت مسلم کے دست حق پرست پر بیعت کی اور ان بیعت کرنے والوں کا سردار سلیمان صرد خزاعی تھا جو کہ اصحاب نبیؐ و علیؑ سے تھا اور مسیب بن نجبۃ فزاری جو کہ علیؑ کا محب

تھا عبداللہ بن سعید بن نفیل الازدی، رفاعہ بن شداد بجلی۔ عبداللہ بن وال التیمی عابس بن شبیب شاکری، حبیب ابن مظاہر الاسدی، مسلم بن عوسجہ اور ابو ثمامۃ الصیداوی اور مختار بن ابو عبیدہ ثقفی اور بھی حضرات تھے جو کہ صاحب قبیلہ اور صاحب تلوار تھے اور یہ سب کے سب اکابرین کوفہ سے تھے اور صاحبان جاہ و تمکنت تھے۔

بروایت ابی مخنف جب عابس بن شبیب شاکری حاضر خدمت مسلم ہوئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کا نامہ پڑھا تو اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے حمد و ثناء الٰہی بجا لائے اور رسالت پناہیؐ پر درود و سلام بھیجا اس کے بعد عرض کیا اے آقا میں کوفیوں کے دل اور ان کے پوشیدہ ارادوں سے جو دل میں گزرتے ہیں واقف نہیں ہوں کہ وہ لوگ چھوٹے بڑے ارادت و عقیدت رکھتے ہیں یا نہیں لیکن میرا ضمیر یہ کہتا ہے کہ یہ لوگ منافق نہیں ہیں جو ان کی زبان پر ہے وہی دل میں ہے، بہر حال میں یقین دلاتا ہوں کہ اپنی تیغ تیز سے آپ کے دشمنوں سے قتال کروں گا اور خود قتل ہو جاؤں گا یہاں تک کہ میں خداوند تعالیٰ کے حضور میں پہنچوں۔ آفرین صد آفرین کہ جیسا عابس بن شبیب شاکری نے کہا تھا ویسا ہی کربلا میں امام حسینؑ کی نصرت میں عمل کیا اور دشمنوں سے قتال کیا اور خود شہید ہو گئے۔ اس کے بعد حبیب ابن مظاہر کھڑے ہوئے اور عابس کی طرف رُخ کر کے فرمایا کہ اے برادر تم نے اپنی تقریر میں حق اطاعت و رفاقت ادا کر دیا اللہ آپ پر اپنی رحمت نازل کرے اور میں بھی مثل تمہارے حق امام ادا کروں گا۔ غرضیکہ یکے بعد دیگرے اہل کوفہ خدمت جناب مسلمؑ میں آئے، اور اظہار اطاعت و نصرت کیا اور سب نے اپنی اپنی توفیق کے مطابق تحفہ جات پیش کیے مگر حضرت مسلمؑ نے کسی کا تحفہ نہیں لیا۔ اظہار تشکر کیا اور تحائف واپس کر دیے۔ اور ان کو کھانے پینے کی تکلیف بھی نہیں دی بلکہ از مال خود اخراجات برداشت کیے

بلکہ جس دن حضرت مسلمؑ شہید ہوئے ہیں تو آپ اس دن مقروض تھے عمر بن سعد ملعون جو کہ ابن زیاد کا مقرب تھا آپ نے اس کو وصیت کی کہ میری شہادت کے بعد میری زرہ فروخت کر کے میرا قرض ادا کرے اور فرمایا کہ میں نے اہل کوفہ کا نان و نمک نہیں کھایا ہے۔ واحسرتا اگر جناب مسلمؑ بن عقیل کوفہ والوں کے نان نمک سے بچے رہے اور ان کا پانی تک نہیں پیا لیکن بے یاریٔ سید الشہداء امام حسینؑ دیکھنے کے قابل ہے کہ اہل کوفہ نے مہمان بلایا اور کھانا پانی تک نہ دیا یہ کیسی مہمانی ہے۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

فضائل جناب مسلمؑ بن عقیل

حکماء کہتے ہیں کہ بادشاہوں کے سفیر اپنے اپنے ملک کے بادشاہ کی بمنزلہ زبان ہوتے ہیں، ان کی رفتار گفتار بادشاہ کی رفتار و گفتار ہوتی ہے۔ حضرت مسلم چونکہ امام حسینؑ کے سفیر بن کر گئے تھے اور اقتدار و مملکت امام حسینؑ دین و دنیا دونوں کو محیط کیے ہوئے ہے پس حضرت مسلم علیہ السلام کی رفتار و گفتار، دینی اُمور ہوں یا مملکت ظاہری ہو، امام حسینؑ کی رفتار و گفتار کی آئینہ دار ہے۔ علاوہ ازیں خود حضرت امام حسینؑ نے جب حضرت مسلمؑ کو کوفہ بھیجا ہے تو اپنی تحریر میں ان کو ثقہ فرمایا ہے کہ مسلم میرے اہل بیتؑ میں سب سے زیادہ ثقہ اور عالم ہیں، امین ہیں اور عادل ہیں۔ اور حضرت مسلم کے لیے یہ فخر کافی ہے کہ داماد حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ ہیں اور آپ خود بھی شجاعت میں بے بدل ہیں۔ رشادت یعنی راہِ راستی میں بے مثل ہیں۔ آپ کے قد بالا کا یہ حال تھا کہ اگر کسی شخص کو اٹھا لیا ہے تو اس کو مکان کی چھت پر ڈال دیے تھے۔ اہل کوفہ جب آپ کی جسامت اور قد وغیرہ کو دیکھتے تو کانپ جاتے تھے۔

جب لوگ آپ کو دیکھتے تو بے ساختہ کہتے کہ یہ شخص سفیر آلِ محمدؐ ہونے کے واقعی قابل ہے۔ اور جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ بہ روایتے ابی مخنف اٹھارہ ہزار کوفیوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی: وجعلوا له حجابا و بوابا یعنی کہ آپ کے لیے حاجب اور دربان مقرر کیے گئے تھے جو کسی غیر یا مشتبہ شخص کو اندر داخل ہونے سے روکتے تھے۔ اور مسلم بن عوسجہ اسدی دربان خاص تھے اور ابو ثمامہ صیداوی خزینہ دار مقرر کیے گئے تھے اور لشکر بھی فراہم کیا گیا تھا اور وہ لوگ اسلحہ سے آراستہ تھے۔ اس وقت حضرت مسلمؑ نے حضرت امام حسینؑ کو عریضہ تحریر کیا اور مفصل حالات سے آگاہ فرمایا کہ اٹھارہ ہزار لوگوں نے اس وقت تک بیعت کی ہے اور لکھا کہ ایک ہزار تیغ زن نبرد آزما ہمارے ساتھ ہیں جو ہماری مدد کریں گے۔ واحسرتا یہ تلواریں نصرت امام کی بجائے امام حسینؑ کے خلاف کھنچ گئیں۔

نعمان بن بشیر گورنر کوفہ کی معزولی اور ابن زیاد کا تقرّر

کتاب الارشاد میں مروی ہے کہ جب حضرت مسلمؑ کے کوفہ پہنچنے کی خبر عام ہو گئی تو نعمان بن بشیر کہ جو ان دنوں امیر کوفہ تھا یعنی گورنر کوفہ تھا مسجد کوفہ میں آیا اور لوگوں سے خطاب کیا کہنے لگا اتقوا الله عباد الله ولا تسارعوا الى الفرقة والفتنة یعنی اللہ سے ڈرو اور فتنہ فساد نہ کرو۔ اگر فتنہ و فساد کرو تو لوگوں کی جانیں ضائع ہوں گی، مال و اموال تاراج ہوں گے اور یہ بھی کہا کہ میں امیر کوفہ ہونے کی حیثیت میں کسی سے نزاع نہیں رکھتا اور نہ حرب و جنگ چاہتا ہوں۔ اگر تم نے یزید کی بیعت توڑی اور فساد کیا تو پھر تم سب کا خون بہانا روا ہو گا۔ عبد اللہ بن مسلم بن ربیعہ کہ بنی امیہ کے ہوا خواہوں

میں سے تھا منبر کی ایک سیڑھی پر گیا اور گورنر کوفہ سے کہا کہ تو کمزوری دکھا رہا ہے تجھے کچھ خبر ہے کہ کوفہ میں کیا ہو رہا ہے۔ نعمان بن بشیر نے دریافت کیا کہ کوفہ میں کیا ہو رہا ہے، کہا وہاں پر فساد برپا ہے۔ نعمان نے کہا کہ میں کمزوروں میں سے سمجھا جاؤں گا بہتر یہ ہے کہ مغرور ہو جاؤں تاکہ سزا سے بچ سکوں وہ دار الامارہ واپس پہنچا اور دوسرے تمام لوگ منتشر ہو گئے۔ اس وقت عبد اللہ بن مسلم نے ایک خط یزید ملعون کو تحریر کیا کہ مسلم بن عقیل کوفہ میں آ گئے ہیں اور کئی ہزار کوفیوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے، اس کے ساتھ ساتھ عبد اللہ ابن مسلم نے گورنر کوفہ نعمان بن بشیر کے بارے میں یہ تحریر کیا کہ وہ ضعیف حال اور کم عقل ہے حکمرانی کی قابلیت سے عاری ہے اور تمہیں کوفہ میں بڑی احتیاط اور سختی سے نوٹس لینا چاہیے۔ عمر بن سعد ملعون نے بھی علیحدہ ایک خط یزیدؔ کو تحریر کیا جو کہ عبد اللہ بن مسلم کے مضمون خط کی تائید میں تھا۔ یہ دونوں خط یزید کو ملے متفکر ہوا اور اس نے معاویہ کے مشیر کار سرجون نامی شخص کو جو کہ ایک رومی غلام تھا طلب کیا اور اس سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ اور کہا کہ حسین بن علیؑ نے کوفہ کا قصد کیا ہے اور اپنا سفیر کوفہ بھیجا ہے اور ایک انبوہ کثیر نے اس کی بیعت کر لی ہے اور نعمان بن بشیر جو کہ سر دست عامل کوفہ ہے ایسی قابلیت و قدرت نہیں رکھتا کہ کوفہ میں انتظام کر سکے آخر میں کوفہ کے معاملہ میں متردد ہوں مجھے کیا کرنا چاہیے سرجون چونکہ ابن زیاد کا رفیق تھا لیکن یزیدؔ ابن زیاد کو پسند نہیں کرتا تھا اس واسطے سرجون نے ابن زیاد کا نام تو نہیں لیا مگر اس نے یزیدؔ سے کہا کہ اگر تجھے اپنے باپ کا عہد یاد کر تو مجھے یقین ہے کہ تو ابن زیاد کو عامل کوفہ نامزد کرے گا وہ عہد نامہ نکالا گیا جس میں تحریر تھا کہ چاہیے کہ کوفہ و مصر کا گورنر کرے۔ کوئی دوسرا شخص ایسا نہیں ہے کہ مصر اور کوفہ کا انتظام سنبھال سکے۔ جب یزیدؔ نے اپنے باپ معاویہ کا عہد نامہ دیکھا تو اس نے

مسلم بن باہلی کو بلایا۔ اور فرمان گورنری مصرین (کوفہ ومصر کی گورنری کا فرمان) لکھا گیا کہ ابن زیاد مجھے معلوم ہوا ہے کہ مسلم بن عقیل کوفہ میں ہیں لوگ ان کی بیعت کر رہے ہیں تو کوفہ جاکر ان کو وہاں سے نکال دے یا ان کو قتل کر دے۔ یہ فرمان یزیدی اس کو بصرہ پہنچایا گیا۔ اس وقت ہی اس ملعون نے حتمی ارادہ کر لیا کہ وہ کوفہ جاکر مسلم بن عقیل سے جہاد کرے گا۔ دوسرے روز وہ بصرہ سے کوفہ جانے کے لیے باہر آیا اور کوفہ کی راہ لی۔

یزید لعین کا قرآن مجید سے تفاول نکالنا اور قرآن کو پھاڑ ڈالنا

کتاب زہرۃ الریاض میں ہے کہ یزید لعین نے کوفہ بھیجنے کے لیے ایک لشکر بھی ترتیب دیا لیکن لشکر روانہ کرنے سے قبل اس نے قرآن مجید سے فال دیکھی تو قرآن مجید یہ آیت نکلی: وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ۔ (سورۃ ابراھیم آیت ۱۵!) جب اس آیت پر یزید کی نظر پڑی تو قرآن دیکھ کر غضب ناک ہوا کیونکہ اس آیۂ مجیدہ کا مفہوم یہ ہے کہ ہم سے ان پیغمبروں نے فتح کی دعا مانگی وہ تو پوری ہوئی اور ہر ایک سرکش اور عداوت رکھنے والا ہلاک ہوا۔ اس آیۂ مجیدہ کی رُو سے ہلاکتِ یزید یقینی ہے۔ ؎

قتلِ حسینؑ اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

(از مولانا محمد علی جوہر مرحوم)

ہمیں یہ شعر بہت بموقعہ معلوم ہوا بنا بریں چسپاں کیا گیا ہے۔ بہر حال یزید نے دوسری مرتبہ بھی فال دیکھی تو پھر یہی آیت نکلی۔ اس مرتبہ یزید لعین نے قرآن کو پھاڑ ڈالا

اے گروہ مومنین اے شیعیانِ علیؑ! یزید نے قرآن صامت کے ساتھ یہ بے حرمتی کی اور قرآن ناطق کے ساتھ یہ سلوک کیا کہ جب سر امام حسینؑ یزید کو دربار میں عمر بن سعد لعین نے پیش کیا تو طشت طلائی میں سر امام حسین رکھا تھا۔ تخت پر یزید ملعون بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چوب خیزران تھی اور امام حسین کے لب ہائے مبارکہ پر وہ چوب مار رہا تھا۔ اہل حرم بے کس و بے بس رسن بستہ سامنے کھڑے تھے، واحسرتا، الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

ابن زیاد کے نام یزید کا اور اشراف بصرہ کے نام امام حسینؑ کا خط

یزید لعین نے ابن زیاد کے نام ایک خط تحریر کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ: فانی لا اجد سهما ارمی بها عدوی اجری منك۔ یعنی اے ابن زیاد آگاہ ہو کر تیرے ترکش میں جو ظالم تر تیر ہو وہ تو دشمن کی طرف رہا کر۔ اور جب میرا خط پڑھے تو فوراً کوفہ کے حالات کی طرف توجہ کر اور محبان علیؑ اور اولاد اور مسلم بن عقیل کو قتل کر۔ پس جب یہ نامۂ یزید اس کو ملا۔ اسی روز حضرت خامس آل عبا امام حسینؑ نے اہل بصرہ کے نام خط ارسال کیا تھا جو کہ ابن زیاد ملعون کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ واقعہ یہ ہوا کہ اشراف بصرہ امام حسین علیہ السلام کی تشریف آوری کے خواہش مند تھے چاہتے تھے کہ کسی عنوان امام حسین علیہ السلام بصرہ تشریف لاویں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے بھی اہل بصرہ کو ایک خط ارسال کیا۔ اور اس خط میں آپؑ نے اشراف بصرہ میں سے احنف بن قیس تمیمی، عبداللہ بن معمر سدوسی و منذر ابن جارود حارثی، مسعود بن عمر ازدی اور چند باأثر حضرات کو مخاطب کر کے تحریر کیا تھا آپ کے خط کا مضمون یہ ہے: بسم اللہ الرحمن الرحیم اما بعد فان اللہ اصطفی محمد صلی اللہ علیہ و

آلہ علی جمیع خلقہ و اکرمہ بنبوۃ وحباہ برسالتہ ثم قبضہ الیہ مکرما وقد نصح العباد وبلغ رسالات ربہ و کان اھلہ اصفیائہ احق بمقامہ من بعد و قد تامر علینا قوم فسلمنا و رضینا کراھۃ الفتنہ و الطلب العافیہ وقد بعثت علیکم بکتابی ھٰذا وانا ادعوکم بکتاب اللہ وسنۃ نبیہ فان سمعتم قولی واتبعتم امری اھدیکم الی سبیل الرشاد والسلام علیکم۔

یعنی کہ مخلوق میں درستی وراستی استوار کرنے کے لیے خدائے کون ومکان نے ہمارے جد بزرگوار حضرت محمدؐ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور ان کو نبوت کے ساتھ مکرم کیا۔ مرتبہ رسالت عطا کیا۔ اور آنحضرتؐ نے اللہ کے بندوں کو نصیحت کی پیغام الٰہی ان کو پہنچایا۔ اور بعدہٗ آپ کی روح خدا کی طرف پرواز کر گئی۔ اور یہ چیز متحقق و مسلم ہے کہ آنحضرتؐ کے اہلبیتؑ اور اصفیائے کرام کی خلافت وجانشینی کے حقدار ہیں لیکن اس کا کیا علاج کہ امت نے ہمارا حق لے لیا اور ہم پر امیر ہو گئی اور ہم محض اس خیال سے کہ فتنہ برپا نہ ہو اس سے کراہت کرتے ہوئے خموش رہے۔ اور جبکہ دین ہاتھ سے جا رہا ہے مؤمنین اور شیعیان علیؑ رسوا وذلیل ہو رہے ہیں۔ میں یہ خط تم کو تحریر کر رہا ہوں۔ اور تم کو کتاب خدا اور اپنے جد کی سنت کی متابعت کرنے کی دعوت دے رہا ہوں تاکہ تم راہ راست پر رہو، والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ابن نما علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسین یہ نامہ کہ جو اہل بصرہ کے نام تحریر کیا تھا، ان میں سے بعض حضرات کے یہ نام ہیں: احنف بن قیس، قیس ابن الہیثم، منذر ابن جارود، یزید بن مسعود نہشلی، آپ نے یہ خط توسل سلیمان نامی ارسال کیا تھا

جواب نامۂ اہل بصرہ بنام امام عالیمقام

مروی ہے کہ احنف نے جواباً یہ تحریر کیا کہ: فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ وَلَا یَسْتَخِفَّنَّکَ الَّذِیْنَ لَا یُوْقِنُوْنَ ٭ صبر کرو اللہ کا وعدہ حق ہے بے یقین لوگ تجھے مایوس نہ کریں یعنی تم صبر کرو بیشک خدا کا وعدہ سچا ہے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ جو لوگ (تمہاری) تصدیق نہیں کرتے یہ بھی واضح رہے کہ جس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کا مکتوب گرامی بصرہ پہنچا ہے ابن زیاد کوفہ جانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ وہاں پہنچ کر حضرت مسلم بن عقیل کو قید کرے۔ منذر بن جارود کہ جس نے امام حسینؑ کے خط کا جواب دینے میں احنف بن قیس کی تائید کی تھی ابن زیاد کی زوجہ کا باپ تھا۔ دختر کا نام بحریہ تھا کہ جو ابن زیاد کے گھر میں تھی السید قدس اللہ روحہٗ نے لکھا ہے کہ منذر ابن جارود گورنر کوفہ ابن زیاد سے خائف رہتا تھا کہ اس کے حال کی خبر ابن زیاد کو نہ ہو جائے اور وہ مواخذہ کرے وہ حضرت امام حسینؑ کے قاصد کو ابن زیاد کے پاس لے گیا اس قاصد کا نام سلمان اور کنیت ابورزین تھی۔ اس مقام پر صاحب روضہ لکھتے ہیں کہ ابن زیاد نے قاصد کو ڈرا دھمکا کے کچھ لالچ دے کر یہ معلوم کر لیا کہ یہ خط کس کے نام ہے جب ابن زیاد کو ان کے نام معلوم ہو گئے تو اس دن کے اول وقت اشراف اہل بصرہ کو جمع کیا۔ اور پھر وہ منبر پر گیا خط پڑھا۔ اور کہا کہ اے گروہ مردمان کہ حسین ابن علیؑ کا قاصد بصرہ آیا ہے اور ایک گروہ کے نام ان کے خط لایا ہے۔ اور تم کو اپنی طرف دعوت دی ہے۔ میں نے اس قاصد کو قید کر لیا ہے اور نامہ حسین میرے پاس ہے، میرا نام ابن زیاد ہے میں خون بہانے سے دریغ نہیں کروں گا، یزید نے مجھے کوفہ کا امیر مقرر کیا ہے۔ اور میں کوفہ وارد ہوتے ہی مسلم بن عقیل اور ہوا داران

حسین بن علی کو تہ تیغ کر دوں گا۔ اور میں اپنے برادر عثمان بن زیاد کو بصرہ کا حاکم مقرر کرتا ہوں۔ تم اس کی اطاعت کرو۔ اور میری باتوں کو یاد رکھو۔ اگر میں نے یہ سنا کہ فلاں شخص نے میری مخالفت کی ہے تو اس کا انجام برا ہوگا جب اہل بصرہ نے اس کی تقریر سنی، اس ملعون سے بہت سے زیادہ خائف ہوئے اور پھر اس نے اس قاصد کو سب کے سامنے بلایا اور اس کو قتل کر دیا۔ ابن زیاد انتہائی سفاک اور ظالم تھا۔

السید قدس اللہ روحہٗ نے فرمایا ہے کہ جب سبط رسول الثقلین امام حسین علیہ السلام نے اپنے چچا زاد بھائی مسلمؑ بن عقیل کو کوفہ بھیجا اور ایک خط بھی اکابرین بصرہ کے نام تحریر کیا تھا اور ان کو اپنی طرف دعوت دی تھی جب نامۂ امام حسینؑ اشراف بصرہ کو ملا تو یزید بن مسعود نہشلی نے کہ جو اہل بصرہ میں نمایاں حیثیت رکھتا تھا ایک اہل بصرہ کی نمائندہ جماعت کو بلایا۔ جب اہل قبیلہ جمع ہو گئے اور اشراف بن تمیم و بنی سعد اور بزرگان بنی حنظلہ بھی آ گئے تو اس نے ان لوگوں سے خطاب کیا اور کہا کیا تم لوگ سمجھتے ہو کہ میں نے کس لیے بلایا ہے۔ سب نے کہا کہ آپ ہمارے بزرگ اور قائد، اب فرمائیے، ہزاروں اقبال مندیاں آپ کے زیر قدم ہوں ہم آپ کے ساتھ ہیں پھر اس نے کہا کہ اے گروہ مردم معاویہ ہلاک ہو گیا ہے اور وہاں پہنچ گیا کہ جہاں کا وہ مستحق تھا اور یزید شرابی اس کی جگہ تخت خلافت پر متمکن ہو گیا ہے اس میں کوئی ایک بھی ایسا وصف نہیں ہے کہ جو خلافت کے لیے موزوں ہے۔ اس کے بعد انھوں نے امام حسین علیہ السلام کی تعریف و مدح کا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حسین صدف عصمت و طہارت کا ایک پاکیزہ گوہر ہیں عمل و نطق دونوں ممنون قرآن و سنّت رسول خدا ہیں پس حضرت والا تبار حسین

ذی وقار ہی مستحق خلافت نبویؐ ہیں یہی عروۃ الوثقیٰ ہیں یہی حبل المتین ہیں یہی اُمت کے لیے سفینۂ نجات ہیں یہی شفیع روز جزا ہیں یہی نورِ خدا ہیں یہی سبط رسول خداؐ ہیں رفتار و گفتار میں علیؑ ہیں یہی تاجدار امامت ہیں، جبرئیل ان کے خادم ہیں ان کے قدموں کی مٹی سرمۂ طور ہے۔ اے گروہ مردم تم سب ان کی اطاعت کرو اور ان نصرت کرو ان کی آواز پر لبیک کہو ان کی یاوری کرو۔ اسی میں فلاح ہے اسی میں نجات ہے۔ اور یاد رکھو جس نے آپ کو چھوڑ دیا وہ دنیا میں بھی ذلیل اور آخرت میں رسوا ہے۔ اس تقریر کے جواب میں بنو حنظلہ نے کہا کہ اے ابا خالد خدا تم پر رحمت کرے۔ اے بزرگ ملت جو آپ حکم کریں ہم بجا لائیں گے اس پر عمل کریں گے اور آپ کے حکم پر ہم اپنی جانیں قربان کرنے کو عین سعادت سمجھتے ہیں۔ یزید بن مسعود نے ایک عریضہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو ارسال کیا جو کتاب لہوف میں مسطور ہے۔ اس خط کا خلاصہ یہ ہے کہ اے مولیٰ و آقا امام ابن امام حسین علیہ السلام انتم حجۃ اللہ علی خلقہ و ودیعتہ فی ارضہ تفرعتم من زیتونۃ احمدیۃ ھو اصلھا و انتم فرعھا فاقدم سعدت یا سعد طائر ذللت بک اعناق بنی تمیم و بنی سعد۔ یعنی اے حجت خدا آپ پر میں قربان۔ آپ امانت خدا ہیں، شجرۂ محمدیہ کی شاخ ہیں اور اس شجر کے پتے ہیں وہ شجر مبارکہ محمدؐ ہیں اور آپ اس کی فرع (شاخ) ہیں اور آپ کی نسل مقدس اس کی شاخیں ہیں۔ آپ پر قربان اے تشریف لائیے۔ اہلاً و سہلاً و مرحباً۔ بنی تمیم اور بنی سعد آپ کی زیارت کے مشتاق ہیں۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ امام حسینؑ نے اہل بصرہ کو کہا تھا کہ میں مکہ معظمہ سے کوفہ جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ ہمارے شیعوں کو چاہیے کہ

کوفہ حاضر ہوں، اہل بصرہ ابھی انتظار امام حسینؑ ہی میں تھے کہ ان کو خبر ملی کہ امام حسینؑ کربلا میں محصور ہو گئے ہیں اور تمام راستوں پر ناکہ بندی ہے۔ یزیدی فوج جنگ کرنے پر تلی ہوئی ہے اور جب بصرہ والوں سے اہل بصرہ کو یہ معلوم ہوا کہ دشمن نے محاصرہ کر لیا ہے۔ مرحوم السیدؒ فرماتے ہیں کہ جب یزید بن مسعود کو یہ معلوم ہوا کہ امام حسینؑ کربلا میں کوفیوں کے درمیان محصور ہیں تو انھوں نے تقریباً بارہ ہزار جنگجو آدمیوں پر مشتمل فوج ترتیب دی جو اسلحہ سے لیس تھے۔ مدد و نصرت امام حسینؑ کو جانے والے تھے کہ یکایک یہ سنا کہ حسینؑ کربلا میں قتل کر دیے گئے اور لاش مبارک خاک و خون میں غلطان ریگ گرم پر پڑی ہوئی ہے۔ یزید بن مسعود نے بے ساختہ کہا کہ یہ کیا خبر ہے لوگ یہ کیا کہہ رہے ہیں وہ سر راہ آ کر انتظار کرنے لگے کہ کوئی شخص ادھر سے آئے تو حال معلوم کیا جائے ایک عربی کو دیکھا کہ کربلا کی طرف سے آ رہا تھا اس سے سوال کیا کہ کہاں سے آ رہے ہو۔ اس عربی نے کہا کہ کربلا سے آ رہا ہوں، اے امیر کیا بیان کروں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ سر امام حسینؑ نیزہ پر بلند کیا گیا۔ اور عزیز و اقارب کے لاشے خاک و خون میں غلطان زمین پر پڑے ہوئے ہیں۔

ابن زیاد کی بصرہ سے کوفہ روانگی

جب ابن زیاد ملعون کو کوفہ کی گورنری کا پروانہ یزید سے ملا تو اس نے اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو بصرہ میں اپنا نائب بنا کر چھوڑا۔ اور وہ ایک انبوہ کثیر کے ساتھ کوفہ روانہ ہو گیا۔ اور جب شہر کوفہ کے نزدیک پہنچا تو کوفہ کے باہر قیام کیا اور شب کے وقت غیر معروف راستے سے کوفہ میں داخل ہوا اس وقت

اس نحس ازلی کے سر پر سیاہ عمامہ تھا اور تلوار کمر میں تھی۔ اہل کوفہ نے یہ سنا تھا کہ حضرت امام حسین کوفہ تشریف لانے والے ہیں وہ اسی خیال میں مستغرق اس کے پاس آئے اور سمجھے کہ حسین ابن علیؑ آ گئے ہیں۔ سب سے پہلے جب لوگوں نے دیکھا تو کہنے لگے اے مولیٰ حسین ہماری نگاہیں آپ کی زیارت کے لیے ترس رہی تھیں لیکن جب اس منحوس ازلی نے دارالامارہ کا رخ کیا تو لوگ سمجھے کہ یہ حسین بن علیؑ نہیں ہیں نعمان بن بشیر جو کہ اس وقت عامل کوفہ تھا لب بام کھڑا لوگوں کو دیکھ رہا تھا خود بخود کہنے لگا اے فرزند پیغمبرؐ یزید تمہیں کوفہ میں نہیں رہنے دے گا کسی دوسرے شہر کا رخ کرو اور اس طرف کوفہ کے عوام نعمان بن بشیر کو پکار پکار کے کہہ رہے تھے کہ اے مرد احمق دارالامارہ کا دروازہ کھول۔ اس وقت ایک غلام نے جو ابن زیاد کے غلاموں میں سے تھا کہا کہ اے نعمان یہ ابن زیاد ہے اس کے لیے دروازہ کھولو یہ کوئی اور نہیں ہے یہ ابن زیاد ہے کہ جو علی والوں کو تہ تیغ کرنے عامل کوفہ ہو کر آیا ہے۔ جب مجمع عام نے یہ سنا تو سب منتشر ہو گئے اور اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے غرضیکہ نعمان نے دارالامارہ کا دروازہ کھولا اور ابن زیاد ملعون اندر داخل ہوا اور اس نابکار نے نعمان کو معزول کیا اور امارت کوفہ سنبھال لی اور تخت حکومت کوفہ پر بیٹھتے ہی ایک فتنہ برپا کر دیا جس کا اثر یہ ہوا کہ چند دنوں بعد اس نے حضرت مسلم بن عقیل اور ہانی کو شہید کیا۔ اور آپ کے سر مطہر کو دروازۂ قصر پر آویزاں کیا اور بیمار کربلا طوق و زنجیر میں مقیّد اس کے دربار میں پیش ہوئے اور اہل حرم امام حسین اس کے خوف سے مثل بید کانپ رہے تھے۔

*

ابن زیاد کا کوفہ میں منادی کرانا اور عام اجتماع مردم

جب ابن زیاد ملعون بصرہ سے جناب مسلم بن عقیل کے قتل کے ارادہ سے کوفہ پہنچا اور سر نیچا کیے ہوئے خموشی کے ساتھ دارالامارہ میں داخل ہوا۔ تو اس نے لوگوں کو زیارت امام حسین کے لیے بے قرار دیکھا۔ مشتاق زیارت امام حسینؑ دارالامارہ میں داخل ہوتے دیکھا کہ یہ ابن زیاد ملعون ہے وہ ان سے کہنے لگا کہ اے کوفیو تم نے کیا فتنہ برپا کیا ہے۔ یزیدؒ کی بیعت توڑ دی ہے۔ ابن زیاد کہنے لگا کہ میرا ہاتھ یزیدؒ کا ہاتھ ہے۔ بیعت کرو ورنہ جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا تو بہت سے لوگوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت یزیدؒ کی۔ ابن نما تحریر کرتے ہیں کہ ابن زیاد ملعون مثل پاگل کتے وسور کے رات بھر بے چین رہا اور غضب ناک رہا۔ شیخ نے ارشاد میں تحریر کیا ہے کہ صبح سویرے ہی ابن زیاد لعن نے کوفہ میں منادی کرا دی کہ سب لوگ مسجد کوفہ میں جمع ہوں جب وہ لوگ جمع ہو گئے یہ مردود منبر پر گیا اور اس نے خطبہ دیا اور فرمان گورنری پڑھ کر سنایا اور کہا کہ اے گروہ مردم یزیدؒ نے مجھے کوفہ کا والی مقرر کیا ہے کہ لوگوں میں عدل و انصاف کروں اور مخالفین ہیں انھیں تہ تیغ کروں اور کہا کہ میرے قہر غضب سے لوگوں کو ڈراؤ۔ یہ کہہ کر وہ دارالامارہ چلا گیا۔ ابن اعثم کوفی کہتے ہیں کہ دو دن تک ابن زیاد برابر منبر پر گیا وہ سیاہ عمامہ پہنے ہوئے تھا تلوار حمائل کی تھی۔ اسد بن عبد اللہ نے جو اس بدبخت کا دوست اور ہوا خواہ تھا کہا کہ خداوند تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے: ولا تزر وازرة وزر اخرى

امتحان مرد بقوت بخت و طالع ہوتا ہے۔ امتحان شمشیر بحدت و قطع ہوتا ہے۔

گھوڑے کی آزمائش اس کی چال اور تیزی سے ہوتی ہے اور ہمارا امتحان صرف یہ ہے کہ ہم تجھے اپنا امیر سمجھیں خواہ تو ہمیں کچھ بخشے یا ہمیں مار ڈالے تو ہمارا امیر ہے۔ اسوقت ابن زیاد ملعون منبر سے اتر آیا اور دارالامارہ چلا گیا۔ ابی مخنف کہتے ہیں کہ ابن زیاد نے چار دن تک برابر منادی کرائی اور شام قبائل کو آگاہ کیا کہ لوگو یزیدؒ کی بیعت پر جمع ہو جاؤ قبل اس کے کہ شام سے لشکر آئے اور تمہیں قتل کرے۔ مؤلف کتاب نے عالم تصور میں اہل کوفہ سے اس طرح خطاب کیا وائے ہو تم پر اے اہل کوفہ کہ اولاً تم نے سید ابرار امام حسینؑ کو مدینہ سے بلایا اور اب تم ان سے کنارہ کشی کرتے ہو اور ان کو وطن سے دور کر کے ان کے ساتھ دغا کرتے ہو اور جبکہ سفیر امام حسینؑ آ گئے ہیں ان کے خلاف تلواریں بلند کرتے ہو اور قتل کرنے پر آمادہ ہو۔

شریک بن اعور کی جلالت قدر اور قضا و قدر کا جاری ہونا

عبید اللہ بن زیاد جب بصرہ سے بارادہ گرفتاری جناب مسلم بن عقیل کوفہ پہنچا ہے اور سریر آرائے تخت حکومت ہوا ہے متواتر مسجد کوفہ میں منبر پر جا کر موعظہ بیان کرتا۔ اور اس کی منشا یہ تھی کہ جناب مسلم بن عقیل کے خلاف لوگوں کو آمادہ کیا جائے اور کوفیوں میں دہشت پھیلا دی جائے۔ مصنف کامل السقیفہ فرماتے ہیں کہ منادی میں یہ کہا جاتا تھا کہ جو کوئی یزید بن معاویہ کے دشمن اور مخالف کو اپنے گھر میں پناہ دے گا تو اس گھر کے لوگوں سمیت گھر کو آگ لگا دی جائے گی۔ اور اس کی زمین وغیرہ ضبط کر لی جائے گی۔ صاحب روضۃ الصفاء لکھتے ہیں کہ ان تمام حالات کی جناب مسلمؑ کو خبر پہنچ رہی تھی جس کی وجہ سے آپ خائف تھے۔ آپ مختارؒ کے گھر سے نماز عشاء کے

بعد جناب ہانیؓ کے گھر چلے آئے تھے کیونکہ جناب ہانیؒ اشراف کوفہ میں سے ایک معزز فرد تھے۔ جناب ہانیؓ نے تنہائی میں جناب مسلمؑ سے حالاتِ حاضرہ پر گفتگو کی۔ سوال کیا کہ آپ کس غرض سے تشریف لائے ہیں آپ نے فرمایا کہ تمہارے گھر پناہ لینے کی غرض سے آیا ہوں۔ کیونکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس طرح میں دشمنوں سے محفوظ رہوں گا۔ جناب ہانیؓ سے عرض کیا کہ قبلہ عالم کہ آپ نے مجھے اور خود کو ہلاکت میں ڈال دیا اور جبکہ آپ تشریف لائے ہیں اہلاً وسہلاً میرے آپ مہمان ہیں۔ میں آپ کی حفاظت کرنا واجب سمجھتا ہوں۔ اس مقام پر ہم ایک مقولہ سپرد قرطاس کرتے ہیں۔ حکماء کا قول ہے کہ سخی لوگوں سے گریز کرنا اور بخیل کنجوس لوگوں سے پرہیز کرنا اپنے آپ کو گرداب حوادث میں پھنساتا ہے۔ مصیبت میں صرف وہی انسان کام آسکتا ہے جو کریم النفس ہو۔ پس کریم سے گریز نہیں کرنی چاہیے۔ بہرحال جناب ہانی نے ایک کمرہ حضرت مسلمؑ کے لیے مخصوص کر دیا تاکہ بحفاظت آرام کریں اور اس نے آپ کو پوشیدہ رکھنے میں انتہائی کوشش سے کام لیا۔ روایات بتلاتی ہیں کہ شریک بن اعور ہمدانی جو کہ حضرت امیرالمومنین علی ابن ابیطالبؑ کے خاص محبوں میں سے تھے اور بڑی منزلت و قدر والے بزرگ تھے۔ ارباب رجال ان کو امیرالمومنینؑ کے اصحاب خیر و دوستدار سمجھتے تھے انھوں نے حضرت علیؑ کی شان میں قصائد کہے ہیں اور آپ کی بہت مدح کی ہے۔ یہ بزرگ صاحب تقیّہ بھی تھے اس لیے دوسرے لوگوں پر اپنے تشیّع کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ یہ بصرہ کے رہنے والے تھے اور اہل بصرہ میں بزرگ تر تھے۔ صاحب اثر و رسوخ تھے۔ جب ابن زیاد کوفہ پہنچا ہے تو جناب ہانیؓ سے ملنے آیا۔ لیکن اس وقت جناب ہانی بیمار تھے اور بوجہ بیماری کمزوری بھی غالب تھی۔ ابن شہر آشوب نے لکھا ہے کہ جب شریک بن اعور ہمدانی کو یہ خبر معلوم ہوئی

کہ حضرت مسلم بن عقیل جناب ہانی کے گھر پوشیدہ ہیں زیارت جناب مسلم کے لیے ہانی کے گھر پہنچے۔ اور اپنا اشتیاق زیارت کا اظہار کیا۔ اور دل میں حضرت مسلم کی تنہائی اور بے یاری پر رنجیدہ ہوئے اور ساتھ ہی ساتھ مردمان کوفہ کی بے وفائی پر دل کڑھنے لگا۔ اور کہا اے مسلم میں تیرے قربان ہو جاؤں۔ اور پھر ابن زیاد ملعون کی ہلاکت کے بارے میں سوچنے لگے کہ آج کل میں ابن زیاد عیادت کے لیے ضرور آئے گا۔ کمین گاہ سے اس کو قتل کیا جائے۔ پس کہا اے ہانی جب میں مشغول گفتگو ہوں تو اس اثناء میں پینے کا پانی طلب کروں گا۔ اسی اثناء میں کہ میں پانی مانگوں تم کمین گاہ سے آنا اور اس ملعون کو قتل کر دینا۔ ابی مخنف کہتے ہیں کہ جناب ہانی خود بیمار تھے بایں وجہ اہل خبر میں اس کے بارے میں اختلاف ہے لیکن ابن نما کہتے ہیں کہ جب عبیداللہ ابن زیاد ملعون عیادت کے لیے پہنچا اور شریک بن اعور کے بستر کے نزدیک بیٹھا۔ مزاج پرسی کی اور جب گفتگو طویل ہوئی اگرچہ شریک بن اعور اس امر کے منتظر تھے کہ مسلم کمین گاہ سے تلوار سے کر اس کو قتل کر دیں آپ نے ہر چند پانی طلب کیا لیکن کوئی جواب بصورت اثر نہ ہوا تو خوف ہوا کہ موقعہ ہاتھ سے نکل گیا اور اشعار پڑھنے لگے کہ مسلم بن عقیل تک آواز پہنچ جائے۔ اس وقت ابن زیاد ملعون کو شبہ ہوا پانی کی طرف رُخ کر کے کہا اے میرے چچازاد کیا ہذیان طاری ہے۔ ہانی نے لرزتے ہوئے جواب دیا کہ ہاں ایسا ہی ہے۔ اس وقت ابن زیاد ملعون فوراً اٹھا اور خانۂ ہانی سے باہر ہو گیا۔ اس وقت مسلم تلوار لیے ہوئے باہر نکلے۔ شریک بن اعور کھڑے ہو گئے اور کہا کہ تم نے اس دشمن ازلی کو قتل کیوں نہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ ایک عورت اس مکان کی عورات میں سے نکلی اور مجھے شدید ترین قسمیں دیں کہ اس کو ہرگز قتل نہ کرنا پس میں قتل نہ کر سکا۔ اس وقت ہانی نے دیکھا کہ وہ عورت اس کی زوجہ تھی۔ ابی مخنف نے

یہ بھی لکھا ہے کہ ہانی خود بھی مانع تھے کہ اس مکان میں عورات اور بچے رہتے ہیں جو کہ رقیق القلب ہوتے ہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تلف ہو جائیں پس یہ خوف مانع رہا اور آپ نے جناب مسلمؑ کو قتل کرنے سے روکا۔

☆

ابوالفتوح لکھتے ہیں کہ مسلم نے بوجہ کراہت ہانی ایسا نہیں کیا کہ اس کے گھر میں خونریزی ہو خواہ کافر ہی کو کیوں نہ قتل کیا جائے۔ پس مسلمؑ نے ابن زیاد کو قتل نہیں کیا۔ ابن زیاد کو قتل نہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مومن کسی کی کمین گاہ میں بیٹھ کر کسی کو قتل نہیں کرتا۔ یہ اس کی جوانمردی کے خلاف ہے۔ کتاب الریاض میں اس طرح مرقوم ہے کہ جناب مسلمؑ نے بوجہ اپنی کمزوری یا بزدلی قتل سے گریز نہیں کیا بلکہ ابن زیاد کو اس لیے قتل نہیں کیا کہ قضاء و قدر الٰہیہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بارے میں جاری ہو چکی تھی۔ اور آپ کے ساتھ تمام شہدائے کربلا اور خود جناب مسلم کا نام نامی محضر میں ثبت تھا۔ یہی وجہ بھی ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے روز عاشورا محرم نہ ملائکہ کی نصرت قبول کی اور نہ اجنّہ کی نصرت قبول کی۔ بلکہ امام حسین لقاء الٰہی کے خواستگار تھے تاکہ آپ درجۂ شہادت پہ فائز ہوئے اور درجات جلیلہ حاصل کیے۔ اور خود حضرت مسلم بن عقیل چونکہ سفیر حضرت امام حسینؑ تھے اور شہدائے حسینی میں ہراول کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر ابن زیاد ملعون کو کمین گاہ سے قتل کر دیتے تو خود درجۂ شہادت پر کس طرح فائز ہوتے۔

معقل غلام کا قیام گاہ مسلم بن عقیل کا پتہ لگانا

ابن زیاد ملعون نے کوفہ پہنچ کر جناب مسلم بن عقیل کی گرفتاری کی پوری پوری

کوشش کی۔ منادی کرائی گئی یہاں تک کہ معقل غلام نے آپ کی منزل کا سراغ لگا لیا یہ بدبخت ابن زیاد کا خاص غلام تھا۔ سیاہ فام تھا جس کی وجہ سے لوگ یہ نہیں سمجھتے تھے کہ غلام ابن زیاد ہے۔ صاحب روضۃ الشہداء اور شیخ مفید علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ ابن زیاد نے اس غلام کو طلب کیا اور اس کام پر مامور کیا کہ وہ حضرت مسلمؑ کے قیام کی جگہ کا سراغ لگائے اس کو اس کام پر مامور کرتے وقت سہ ہزار درہم دیے اور کہا تو شیعیان علی کی طرف جا، اور ان میں خلط ملط ہو جائے یعنی گھل مل جا۔ اور اپنے آپ محب امام حسینؑ ظاہر کرنا اور کہنا کہ میں مسلم کے لیے درہم و دینار لایا ہوں تاکہ مسلمؑ گھوڑا اور سامان اسلحہ اپنے واسطے خرید کر سکیں۔ ابن زیاد نے کہا مجھے امید ہے کہ اس طرح تو مسلم کا پتہ لگانے میں کامیاب ہوگا اور جب تو اس جگہ کو دیکھ لے کہ جہاں مسلم پناہ لیے ہوئے ہیں۔ تو فوراً میرے پاس واپس آ اور نشاندہی کر۔ معقل وہ درہم لے کر دارالامارہ سے باہر آیا اور مسجد کوفہ پہنچا۔ اور سوچنے لگا کہ اب کیا کروں۔ ناگاہ اس کی نظر ایک شخص پر پڑی کہ وہ پاک و پاکیزہ لباس پہنے ہوئے تھا۔ اور بڑے خضوع و خشوع اور راز و نیاز سے نماز پڑھ رہا تھا۔ اس ملعون نے دل میں سوچا کہ یہ شخص ہو نہ ہو کوئی محب آل رسولؐ ہے معقل ملعون نے تھوڑی دیر توقف کیا کہ وہ شخص نماز ختم کرے تو بات کروں۔ وہ شخص نماز سے فارغ ہوا معقل آگے بڑھا اور اس کو سلام کیا اور کہا جعلت فداک کہ میں تجھ پہ فدا ہوں۔ میں ایک شخص باشندگان شام سے ہوں۔ اور خداوند تعالیٰ نے میری منّت پوری کی ہے اور میں محب آل رسولؐ ہوں۔ میں نے یہ منّت مانی ہے کہ تین ہزار درہم ان بزرگوار کو پیش کروں کہ جو کوفہ میں برائے ہدایت آئے ہیں مجھے ان کی زیارت کرنے کی تمنا بھی ہے۔ لیکن میں ان کی منزل سے بے خبر ہوں کہ ان کا کس جگہ قیام ہے۔ اس شخص نے کہا کہ تو نے مجھے اس کام کے لیے کیوں منتخب

کیا وہ بولا کہ آپ کے چہرہ بشرہ سے ایسے آثار پائے جاتے ہیں کہ جن پر نیکی و نجات منحصر ہے تو اس خاندان مصطفوی سے لو لگائے ہوئے معلوم ہوتا ہے یہ سن کر اس پاک باطن شخص نے کہا کہ ہاں میں دوست دار اہلبیت اطہار ہوں۔ تیرا گمان صحیح ہے لیکن آنجناب تو پوشیدہ ہیں اور ان کی پوشیدگی سے پردہ اٹھانا صحیح نہیں ہے معقل مردود نے مثل شیطان قسمیں کھائیں اور اس کو یقین دلایا کہ واقعاً وہ شخص دوستدار آل رسولؐ ہے۔ اس نے نام پوچھا تو ان بزرگوار نے اپنا نام بتلایا کہ میں مسلم بن عوسجہ ہوں اور کہا کہ میں اس جناب کا دربان ہوں، اگر تو عہد و پیمان کرے کہ کسی پر راز ظاہر نہ کرے گا تو میں تجھے ان جناب تک پہنچا دوں گا۔ اب تو چلا جا اور کل پھر اسی مقام پر آنا اور مجھ سے ملنا تاکہ میں آنجنابؑ تک پہنچاؤں۔ دوسرے روز معقل مردود پھر اسی جگہ مسجد میں آیا۔ مسلم بن عوسجہ اس کو حضرت مسلمؑ کے پاس لائے۔ اور آپ سے سارا ماجرا معقل بیان کیا۔ اس نے اپنے آپ کو جناب مسلمؑ کے قدموں پر گرا دیا۔ اور وہ درہم پیش کیے۔ جناب مسلم نے فرمایا کہ اگرچہ میں اس شخص کے چہرے پر وہ آثار نہیں دیکھتا کہ جس سے یہ ظاہر ہو کہ یہ ہدایت یافتہ ہے لیکن رضا لقضاء اللہ۔ قرآن منگوایا اور اس بدبخت نے قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائی کہ کسی پر اس راز کو ظاہر نہ کروں گا۔ اس روز تا شب وہ ہانی کا مہمان رہا اور بوقت اوّل شب وہاں سے اجازت لے کر واپس ہوا اور سیدھا ابن زیاد کے گھر پہنچا۔ اور تفصیل کے ساتھ پورا واقعہ بیان کیا اور ابن زیاد مردود مسلمؑ کا حال سن کر خوش ہوا۔ ابوالفتح لکھتے ہیں کہ ابن زیاد ملعون نے غلام معقل کی بہت تعریف کی اور اس کے کام کو سراہا اور کہا کہ تو ہانی کے مکان پر ٹھہرا ایسا نہ کہ مسلمؑ کو شبہ ہو جائے اور وہ مکان تبدیل کر لیں۔ شیخ مفید فرماتے ہیں کہ ہانیؒ ابن زیاد سے خائف تھے۔ اور اس کے سامنے جانے سے

گریز کرتے تھے۔ ایک دن ابن زیاد نے کہا: مالی لا اری هانیا کیا ہوا اور مجھ سے ایسی کون سی بات واقع ہوئی ہے کہ ہانی میری مجلس میں نہیں آتے۔ لوگوں نے کہا اے امیر وہ زیادہ کمزور ہو گئے ہیں۔ جس پر ابن زیاد نے کہا اگر ایسا ہے تو تعجب ہے اگر ہمیں ان کی اطلاع ہوتی تو ہم ان کی عیادت کرتے۔ پھر اس نے عمرو بن حجاج زبیدی کی طرف رخ کیا۔ یہ شخص جناب ہانی کی زوجہ رویحہ نامی کا باپ تھا۔ عمرو بن حجاج سے کہا کہ اے حجاج کیا وجہ ہے کہ ہانی ہماری مجلس میں نہیں آتے اس نے کہا اے امیر میں کچھ نہیں جانتا میں کیا کہہ سکتا کہ ہانی کیوں حاضر مجلس نہیں ہوتے۔ کہتے ہیں کہ ان کی طبیعت ناساز ہے۔ اس پر ابن زیاد نے کہا کہ مجھے ان کی سلامتی کا علم ہے وہ صفہ خانہ جا کر بیٹھتے ہیں اور لوگ ان کے گرد جمع ہوتے ہیں۔ اے حجاج تم اور محمد بن اشعث اور بھی جاؤ قبل اس کے کہ میں ان کی عیادت کے لیے پہنچوں تم یہ جائزہ لو کہ اشراف کوفہ میں سے کون کون لوگ ان کے پاس جمع ہوتے ہیں۔ اسی دوران مالک بن یربوع تمیمی کہ جو ابن زیاد کا قریبی دوست تھا آیا اور کہا کہ اے امیر اصلح اللہ الامیر یعنی اے امیر بہ سلامت باشد ایک تازہ حادثہ رونما ہوا ہے۔ اس نے سوال کیا وہ کیا حادثہ ہے کہنے لگا کہ میرا ایک صحرا کی طرف گذر ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص مدنی کوفہ سے مدینہ کی راہ پہ جا رہا ہے۔ جب وہ میرے سامنے سے گزرا میں نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے اور کہاں جاتا ہے۔ اس نے کہا میں ایک شخص مدنی ہوں مدینہ سے کوفہ کسی کام کے لیے آیا تھا اور اب واپس جا رہا ہوں۔ میں نے اس سے کہا کیا اہل کوفہ کا کوئی نامہ لے کر جا رہا ہے۔ اس نے کہا نہیں ایسا نہیں ہے۔ میں یہ سن کر سواری سے اترا اور اس شخص کی جامہ تلاشی لی تو یہ نامہ اس کے پاس نکلا۔ حجاج نے وہ نامہ اور اس شخص کو باب القصر پر پہرہ داروں کی سپرد کر دیا

تھا۔ ابن زیاد نے حجاج سے سارا واقعہ سن کر اس نامہ بر کو طلب کیا۔ پس نامہ بر آیا اور وہ خط ابن زیاد کو دیا اس نے خط پڑھا اس خط کا مضمون یہ ہے کہ یہ خط ہے بادشاہ حجاز مسلم بن عقیل کی طرف۔ اے سید و سردار ہمیں معلوم ہوا ہے کہ کوفہ میں رہنے والے شیعوں نے آپ کی اطاعت کر لی ہے اور سنا ہے کہ بیس ہزار مردان کوفہ نے آپ کی بیعت کی ہے اور عہد و نصرت و یاوری کیا ہے۔ جب ابن زیاد ملعون نے یہ خط پڑھا کہ لوگوں نے بیعت کر لی ہے وہ غضب ناک ہوا۔ ابن شہر آشوب تحریر کرتے ہیں کہ یہ خط جس شخص کے پاس تھا وہ عبداللہ بن یقطرؓ تھے لیکن نامہ نگار کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ مسلم بن عقیل خود تھے یا خط لکھنے والا کوئی دوسرا شخص تھا ابن زیاد نے یہ خیال کیا کہ اس خط کے لکھنے والے خود حضرت مسلم بن عقیل ہیں۔

ابوالفتوح نے ترجمہ میں لکھا ہے کہ ابن زیاد نے اس شخص سے دریافت کیا کہ کیا تو غلامان بنی ہاشم سے ہے۔ اور تیرا کیا نام ہے۔ تو اس شخص نے اپنا نام عبداللہ بن یقطر تبلایا۔ پھر عبداللہ بن یقطر سے سوال کیا کہ یہ نامہ جو تجھے دیا گیا ہے کس نے دیا ہے کہ عجوزِ شہر نے دیا ہے اور مجھ سے کہا کہ جب مدینہ پہنچو تو یہ عریضہ آقا کو دے دینا۔ ابن زیاد نے سوال کیا کیا تو عجوزِ شہر کو پہچانتا ہے۔ اس نے نفی میں جواب دیا پھر ابن زیاد نے کہا کہ دو کاموں میں سے ایک کام کو اختیار کر تاکہ تو میرے غضب سے بچ سکے۔ وہ یہ ہیں کہ یا تو اس شخص کی نشاندہی کر کہ جس نے یہ خط تحریر کیا ہے یا پھر انتہائی دردناک طریقہ سے اپنی موت اختیار کرنے کے لیے تیار ہو جا۔ عبداللہ ابن یقطرؓ نے کہا کہ خدا شاہد ہے کہ میں اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ یہ خط عجوز شہر نے دیا ہے نام بتانے سے یہ بہتر ہے کہ میں تیرے ہاتھ سے قتل کیا جاؤں۔ اس پر ابن زیاد ملعون برافروختہ ہو گیا۔ جلاد کو طلب کیا اور عبداللہ بن یقطر کو قتل

کرا دیا۔

مؤلف کتاب لکھتے ہیں کہ عبداللہ ابن یقطر کوئی معمولی شخص نہیں تھے ان کی جلالت قدر کے لیے یہی چیز کافی ہے کہ آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کے رضاعی بھائی تھے اور حضرت خامس آل عبا علیہ السلام بھی ان سے بہت محبت فرماتے تھے۔ عبداللہ عابد و زاہد تھے۔ رات عبادت میں اور اکثر و بیشتر دن روزہ سے گزارتے تھے۔ عبداللہ ابن یقطر کی شہادت حضرت مسلم بن عقیل کے شہید ہونے سے دو تین دن قبل واقع ہوئی ہے مروی ہے کہ آپ چھ ذی الحجہ کو شہید ہوئے ہیں۔ یہ درجۂ شہادت پاتے ہیں حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام کے سفیر تھے اللہ کی رحمتیں نازل ہوں عبداللہ ابن یقطر پر۔"

ابن زیاد کے حکم سے جناب ہانیؓ کی گرفتاری

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ غلام معقل نے یہ سراغ لگا لیا تھا کہ حضرت مسلم بن عقیلؑ حضرت ہانی کے مکان میں ہیں۔ اس نے ابن زیاد کو ساری روئیداد سنا دی۔ جس کو سن کر ابن زیاد نے جناب ہانی کو طلب کیا مگر جناب ہانیؓ نے بیماری کا بہانہ کر کے وہاں جانے سے گریز کی۔ اس پر ابن زیاد نے ملعون نے عمرو بن حجاج زبیدی، محمد بن اشعث اور اسماء بن خارجہ کو جناب ہانیؓ کے پاس بھیجا کہ وہ ان کو لے کر آئیں جب حضرت ہانی مجلس ابن زیاد میں پہنچے تو اس نے کہا اے ہانیؓ کس لیے تم آنے سے گریز کر رہے تھے اور تم مجھ سے کس لیے دور رہے۔ الشیخ مفیدؒ نے لکھا ہے کہ وقت عصر تھا کہ ابن زیاد کے بھیجے ہوئے اشخاص خانہ ہانیؓ پہنچے تو اس وقت جناب ہانی خانہ مسقف تشریف لے گئے تھے۔ جب ابن زیاد کے یہ اشخاص

پہنچے تو دیکھا کہ ہانی صفّہ میں بیٹھے ہوئے ہیں ان لوگوں نے دریافت کیا ما یمنعک من لقاء الامیر۔ یعنی کون سی چیز مانع ہوئی کہ تم امیر ابن زیاد سے ملنے نہیں آئے۔ حالانکہ امیر نے تم کو یاد کیا اور وہ روزانہ تمہارا حال پوچھتے رہتے ہیں۔ ان کو آپ کی علالت کی خبر نہیں تھی ورنہ وہ عیادت کے لیے ضرور آتے۔ ہانیؒ نے فرمایا کہ چند دنوں سے طبیعت میں کمزوری کی وجہ سے تساہل پیدا ہو گیا ہے بایں وجہ حاضری سے معذور رہا۔ عمرو بن حجاج نے کہا کہ امیر کو چند باتیں معلوم ہوئی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ نقاہت نہیں ہے بلکہ امیر کے پاس نہ جانے کی وجہ کچھ اور ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ بر سلامت یہاں آتے جاتے ہیں لیکن امیر ابن زیاد کے پاس نہیں آتے، اور اپنے واسطے ایسے اسباب فراہم کر رہے ہو کہ امیر تم پر سختی کرے۔ وہاں پہنچنے کے لیے آمادہ ہو جاؤ۔ سستی و تساہل دور کر دو۔ پس حضرت ہانی نے بحالت مجبوری آمادگی ظاہر کی، خاطر منگوایا اور قصر کا رُخ کیا۔ جب نزدیک پہنچے اور قصر ابن زیاد پر نظر پڑی تو دل میں وسوسہ پیدا ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ ابن زیاد میرے احوال سے آگاہ ہو اور مجھ سے مواخذہ کرے پھر کیا ہو گا۔ آخر کار اسماء خارجہ کی طرف رُخ کیا اور کہا کہ یا ابن الاخ انی و اللّٰہ لھذا الرجل لخائف۔ بخدا میں اس سے خائف ہوں اے حسان مجھ کو بتلا کہ ابن زیاد کی مجلس میں کیا گفتگو ہوئی تھی آیا تو نے کچھ سنا ہے اور سنا ہے تو کیا سنا ہے، حسان نے کہا اے چچا جان ذرا بھی دل میں کوئی خیال نہ لائیں وہاں آپ کو کوئی ضرر نہیں پہنچے گا اس نے ایسا اس لیے کہا کہ اسے یہ خبر نہ تھی کہ معقل غلام نے ابن زیاد کو یہ خبر دے دی ہے کہ مسلم بن عقیلؑ خانہ ہانیؒ میں ٹھہرے ہوئے ہیں جناب ہانیؒ دار الامارہ جانے پر راضی ہو گئے۔

جناب ہانیؒ کا قصر ابن زیاد میں تشریف لے جانا

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ حسان کے کہنے پر جناب ہانی قصر ابن زیاد تشریف لے گئے تو اس نے سلسلہ کلام شروع کیا۔ اور کہا اے ہانی تم نے مسلم بن عقیل کو اپنے گھر میں پناہ دی ہے اور لوگوں کو اس کی بیعت کرنے کی ترغیب دیتے ہو اور تم لوگوں کو آمادہ کرتے ہو کہ حضرت حسین ابن علیؑ کی بیعت کریں۔ اس کے لیے اسلحہ بھی جمع کر رہے ہو۔ جب حضرت ہانی نے یہ باتیں سنیں تو حیران رہ گئے۔ ابن زیاد کہنے لگا تم یہ سمجھتے ہو کہ مجھے اس کی خبر نہیں ہے مجھے سب کچھ معلوم ہو چکا ہے لیکن اس کے باوجود بھی حضرت ہانیؒ نے فرمایا کہ اے امیر نہ مسلم بن عقیل میرے گھر میں ہیں اور نہ یہ میرے کام ہیں کہ میں بیعت کے لیے لوگوں کو دعوت دے رہا ہوں تو نے جو کچھ کہا جھوٹ پر مبنی ہے وہ ملعون غصہ میں بھر گیا اور معقل غلام کو طلب کیا۔ اور وہ نحسِ ازلی سامنے آیا اور حضرت ہانی کی اس پر نظر پڑی تو سمجھ گئے کہ یہ سارا واقعہ اس نے ہی ابن زیاد کو بتلایا ہے۔ ابن زیاد کہنے لگا کہ اس غلام کو پہچانتے ہو؟ حضرت ہانیؒ نے شرمندگی سے سر نیچا کر لیا اور کہا اے امیر خدا وند تعالیٰ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ مسلم کو میں از خود اپنے گھر نہیں لایا ہوں۔ میری خواہش پر وہ میرے گھر نہیں آئے ہیں جب کہ وہ خود ہی میرے گھر آ گئے تو مجھے حیا آئی کہ مہمان کو کیونکر گھر سے نکال دوں۔ اور اس کو کیونکر پناہ نہ دوں۔ اب تمہیں اختیار ہے کہ جو چاہو حکم کرو۔ میں مسلم بن عقیل کو اپنے گھر سے باہر کر دوں گا۔ جہاں چاہیں وہاں چلے جائیں۔ اس پر ابن زیاد نے کہا کہ مسلم بن عقیل کو یہاں حاضر کرو۔ جناب ہانیؒ نے فرمایا ایسا تو ہرگز نہیں ہو سکتا کہ میں اپنے مہمان کو تیرے حوالے کر دوں۔ ابن زیاد نے

سنگی سے کہا کہ اس کو ضرور یہاں لاؤ۔ جناب ہانیؒ نے فرمایا کہ یہ کام ہرگز نہیں کروں گا۔ یہ کام شریعت و طریقت اور دین کے خلاف ہیں۔ اسی اثناء میں عمرو بن حجاج زبیدی نے کہا اے امیر مجھے اجازت دے کہ میں ہانی سے کچھ باتیں کروں شاید کہ کام بن جائے اس نے ہانی کا ہاتھ پکڑا اور علیحدہ لے گیا۔ اور کہا وائے ہو تجھ پر کہ باوجود صاحب عقل سلیم رکھنے کے ایک شخص کی خاطر تو اپنی ذات کو اور گھر والوں کو مصیبت و آفت میں ڈال رہا ہے اور ہلاکت کو دعوت دے رہا ہے۔ اس طرح تیرے ساتھی تیری اولاد سب ہی ضائع ہو جائے گی، مسلم کو ابن زیاد کے حوالے کر دے کہ تو نے اس کو پناہ دی ہے۔ ممکن ہے کہ امیر ابن زیاد اس کو ضرر نہ پہنچائے، جو سلطنت کا مقصر ہو اس کو پناہ دینا کیا معنی؟ ہانیؒ نے فرمایا کہ تو اس قسم کی نازیبا باتیں کس لیے کر رہا ہے کہ جسے میں نے اپنے گھر پناہ دی ہو اسے قاتل کے سپرد کر دوں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ پھر جب ابن زیاد کو اس گفتگو کی خبر ہوئی تو وہ مردود بہت غضب ناک ہوا۔ اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اور ہانی سے کہا یا تو مسلمؑ کو میرے پاس حاضر کر دو، ورنہ میں تمہیں اسی وقت قتل کراتا ہوں۔ جناب ہانیؒ نے کہا کہ اگر تو ایسا کرتا ہے تو پھر کوفہ میں ایک آگ بھڑک اٹھے گی۔ ابن زیاد ملعون نے کہا اے ہانیؒ تم مجھے خائف کرنا چاہتے ہو (جناب شیخ مفید نے ارشاد میں تحریر کیا ہے کہ ابن زیاد نے اس وقت ایک عصا چوب حضرت ہانیؒ کے منہ پر ماری۔ ایسا ہی اس ملعون نے اس وقت بھی کیا تھا کہ جب امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک اس کے دربار میں پیش کیا گیا تو اس ملعون نے عصا چوبی سر امام حسینؑ پر مارا تھا۔ اور بے ادبی کر رہا تھا) ابن زیاد نے کہا اے ہانیؒ تم یہاں سے اس وقت تک نہیں جا سکتے جب تک کہ مسلم بن عقیل کو پیش نہ کرو

گے۔ حضرت ہانیؒ نے فرمایا کہ خدا کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ میں مسلم کو تمہارے حوالے کر دوں۔ وہ میرے مہمان ہیں ان کی حفاظت کرنا میرا دینی و اخلاقی فریضہ ہے ابن زیاد کہنے لگا کہ اے ہانیؒ مسلمؑ کو ضرور حاضر کرنا ہوگا لیکن پھر بھی حضرت ہانیؒ نے جواب نفی میں دیا کہ میں ہرگز ایسا نہیں کر سکتا۔ اس ملعون نے آپ کے سر پر اور منہ پر وہ چوب ماری جو اس کے ہاتھ میں تھی۔ جس سے آپ اپنے خون میں نہا گئے۔ اے مؤمنین کرام، اے موالیان امام عالیمقام۔ ابن زیاد ملعون نے سر امام حسینؑ پر بھی وہی چوب ماری تھی کہ جب آپ کا سر بریدہ ابن زیاد کے دربار میں پیش کیا گیا ہے اس وقت اہل حرم رسن بستہ کھڑے تھے اور آپ کے بیمار امام سید سجاد، ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پاؤں میں بیڑیاں اور گلے میں طوق پہنے کھڑے تھے اور وہ منحوس سر امام حسین علیہ السلام کے ساتھ بے ادبی کر رہا تھا۔ کتاب الارشاد میں ہے کہ

جب ابن زیاد ملعون نے حضرت ہانیؒ کو زخمی کر دیا تو اس وقت حسان بن اسماء خارجہ کھڑے ہوئے اور کہا اے امیر ہم تیرے کہنے پر ہانیؒ کو یہاں لائے۔ ہمیں یہ امید تھی کہ تو ان کے ساتھ یہ اکرام و استحسان پیش آئے گا مگر تو نے ان کو زخمی کر دیا اور قتل کرنے پر آمادہ ہے۔ تیرا یہ فعل بزرگی کے خلاف ہے۔ اس پر ابن زیاد ملعون اور بھی زیادہ غضب ناک ہوا اور اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ حسان کو قید کر دو چنانچہ غلاموں نے انہیں پکڑا اور قید خانہ قصر میں بند کر دیا۔

حضرات جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ ابن زیاد نے سر بریدہ امام حسینؑ پر چوب ماری۔ اس وقت دربار ابن زیاد میں زید بن ارقم موجود تھے۔ ابن زیاد سے کہا تو لبہائے مبارک پر چوب مارتا ہے حالانکہ انہی لب و دندان کا رسول خدا بوسہ لیتے تھے چومتے تھے اے بدبخت چوب سر امام حسین پر نہ مار۔ اجرکم علی اللہ۔

جناب ہانیؒ نے جب زیاد کا یہ ظلم دیکھا تو خیال کیا کہ اب تو میری جان خطرہ میں ہے ایک خادم کی تلوار کے قبضہ میں ہاتھ رکھا اور تلوار کھینچ لی چاہا کہ ابن زیاد پر حملہ کریں۔ ابن زیاد نے کہا اَحَرُورِیٌّ سَائِرَ الْیَوْم تمہاری عمر اب ایسی نہیں ہے کہ تم امیر المومنین کے قائم مقام پر حملہ کرو اس کی اس سے یہ مراد تھی کہ یزید معاذ اللہ امیر المومنین ہے اور میں اس کا قائمقام ہوں۔ کتاب العوالم میں ہے کہ الحروری ای الخارجی یعنی الحروری سے خارجی مراد ہے۔ ابو مخنف لکھتے ہیں کہ ہانیؒ نے غلام کی شمشیر اس لیے کھینچ لی تھی کہ ابن زیاد پر حملہ کریں چنانچہ انھوں نے حملہ کیا مگر آپ کی تلوار اس ملعون کے سر پر پڑی جس سے اس کی پگڑی پھٹ گئی اور ابن زیاد معمولی زخمی ہوا۔ ابن زیاد نے شور مچایا اس کا معقل غلام دوڑا ہوا آیا لیکن حضرت ہانیؒ نے اس پر ایک ایسی ضرب لگائی کہ وہ دو ٹکڑے ہو گیا اور واصل جہنم ہوا۔ اس وقت ابن زیاد کے دوسرے غلام دوڑے اور حضرت ہانیؒ کے گرد ہجوم کر لیا مگر حضرت ہانیؒ نے اپنی قوت ایمانی کے ساتھ ان پر حملہ کیا اور ایک ہی حملہ میں ابن زیاد کے پچیس غلام واصل جہنم کیے اور فرمایا کہ اے اہل ظلم و شقاوت اگر ایک شخص نے جو اولاد رسولؐ خدا سے ہے میرے گھر پناہ لی ہے اور میں نے اس کو پناہ دی ہے اس کی نصرت و حمایت کر رہا ہوں وہ مسلم بن عقیل ہیں کہ حضرت سلطان کائنات فرزند رسول خدا امام حسین علیہ السلام کے نائب خصوصی ہیں تم ان کی مخالفت کر رہے ہو۔ اسی اثناء میں ابن زیاد کے غلاموں نے ان پر غلبہ پایا۔ اور ان کو پکڑ کر قصر کے ایک گوشہ میں مقید کر دیا۔ اس وقت اس ملعون نے غلاموں کو حکم دیا کہ ان کے ہاتھ عقب گردن باندھ دیے جائیں اور ان کو برہنہ جسم کر کے تازیانے لگائے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور حضرت ہانیؒ کی روح نے جنت اعلیٰ کو پرواز کیا اور درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ خدا کی لاکھ لاکھ رحمتیں ہوں حضرت ہانیؒ

پر کہ شہیدان کربلا سے پہلے خدمت نبیؐ و علیؑ میں پہنچے۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ اس وقت عمرو بن حجاج موجود نہ تھا۔ بلکہ وہ اس وقت پہنچا ہے کہ جب حضرت ہانیؒ قتل ہو چکے تھے۔ عمرو بن حجاج جو کہ حضرت ہانی کی زوجہ کا والد تھا قبیلۂ بنی مذحج سے تھا اس کے قبیلہ والوں نے جب خبر قتل حضرت ہانیؒ سنی تو اسلحہ وغیرہ جمع کیا اور ایک اژدہام عظیم کے ساتھ دار الامارہ کا محاصرہ کر لیا اور تلواریں چمکنے لگیں۔ عمرو بن حجاج شور مچانے لگا کہ میں عمرو ہوں لیکن اس وقت بنی مذحج اس قدر جذبات میں ڈوبے ہوئے تھے کہ انھیں کچھ نظر نہ آتا تھا سوائے اس کے کہ ابن زیاد کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ ابن زیاد نے اپنی جان بچانے کے لیے قاضی شریح سے کہا کہ تو جا اور ان لوگوں سے کہو کہ ہانیؒ زندہ ہیں کسی نے ان کو قتل نہیں کیا ہے۔ شریح ہانیؒ کے پاس گیا دیکھا کہ خون جاری ہے۔ شریح نے ہانیؒ کی یہ حالت دیکھی کہ خون جاری ہے اور فریاد کر رہے ہیں کہ اے مسلمانو! اور اے میری قوم کے جوانو، میں قریب بہ ہلاکت ہوں۔ کہاں ہیں دیندار لوگ دیکھیں کہ میرا چہرہ اور میری ریش خون سے تر ہو گئی ہے وہ ہانیؒ کو قصر کی چھت پر نہیں لایا۔ اور ان کی فریاد و آہ کو سن کر اس نے بام قصر پر آ کر یہ کہا کہ اے لوگو فتنہ مت کھڑا کرو، ہانیؒ زندہ ہیں اور امیر ابن زیاد آ رہا ہے وہ تمہاری باتیں سننے کے لیے تیار ہے اور وہ تمہارے غم و اندوہ کو سمجھتا ہے میں اسی کا فرستادہ ہوں میں نے خود دیکھا ہے کہ تمہارا صاحب تمہارا بزرگ ہانی زندہ ہے وہ قتل نہیں کیا گیا ہے جس کسی نے ان کے قتل کی خبر تم کو سنائی ہے وہ دروغ گو ہے کاذب ہے۔ لوگوں نے جب قاضی شریح کا یہ بیان سنا اس کو درست اور صحیح سمجھا۔ اس وقت عمرو بن حجاج زبیدی نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ ہانیؒ زندہ ہیں۔ تم لوگ چلے جاؤ اور قصر سے دور ہو جاؤ۔

اے مومنین حضرت ہانی کے مددگار اور نصرت کرنے والے موجود تھے۔ مگر وا حسرتا کربلا میں جب امام حسین علیہ السلام یکہ و تنہا رہ گئے اور امام حسینؑ استغاثہ بلند کر رہے تھے کہ ہے کوئی مدد کرنے والا۔ مگر کوئی نہ تھا جو امام حسینؑ کی آواز پر لبیک کہتا۔ کیا فوج یزیدی میں مسلمان نہ تھے۔ جب دربار ابن زیاد میں سیدانیاں اسیر ہو کر پہنچیں تو اس وقت بھی کوئی اہل حرم کی فریاد پر لبیک کہنے والا نہ تھا اس وقت بیمار کربلا سید سجادؑ نے ابن زیاد سے فرمایا اے ابن زیاد تو نے اہل حرم کے پردہ کا کوئی خیال نہ کیا۔

مسلم بن عقیل کا کوفہ میں باہر نکلنا

مقتل ابی مخنف میں ہے کہ قاضی شریح بادشاہ ابن زیاد قصر کی چھت پر گیا اور اس نے آل مذحج کو مخاطب کر کے کہا کہ اے لوگو! تم کس لیے دار الامارہ کا گھیراؤ کیے ہو تمہارا امیر زندہ ہے اور بہ سلامت ہے وہ ابن زیاد سے کسی مسئلہ پر گفتگو کر رہا ہے۔ یہ سن کر وہ ہجوم منتشر ہو گیا۔ ابن زیاد منبر پر آیا اور اس نے اس مضمون کا خطبہ دیا کہ اے لوگو! اللہ کی اطاعت کرو اور آئمہ کی اطاعت کرو۔ تفرقہ پردازی سے گریز کرو اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ اور ذلیل و خوار نہ ہو۔ اور ارتکاب جرم سے باز رہو اور لوگوں کو خوف زدہ کیا اور منبر سے اتر آیا اور باب التمارین سے نکل کر دار الامارہ کی راہ لی کہ ناگاہ ایک شور اٹھا کہ لوگو مسلم بن عقیل شمشیر بکف آ گئے۔ شیر بیشہ حیدر کرار بپھرا ہوا ہے۔ مسلم کیا آ گئے دشمنوں کے لیے قضاء محتوم آ گئی۔ یہ دیکھ کر چہرۂ ابن زیاد کا رنگ اڑ گیا۔ رواں دواں قصر میں داخل ہو گیا اور قصر کے دروازے بند کرا دیے۔ اور نگہبان محافظ بٹھا دیے۔ عبداللہ حازم کہتے ہیں کہ جب ابن زیاد کے لوگ حضرت ہانیؒ کو اس کے پاس لے گئے ہیں تو حضرت مسلم

بن عقیل نے مجھ سے فرمایا کہ تو ان کے ساتھ رہ اور جو کچھ جناب ہانیؒ پر گزرے مجھے اس کی خبر دے۔ چنانچہ عبداللہ حازم عقب میں ان کے ساتھ ساتھ رہا یعنی جریدہ صورت میں تاکہ کوئی پہچان نہ سکے اور تمام واقعات کا مشاہدہ کیا اور حضرت مسلمؑ کو اطلاع دی۔ اس وقت خانۂ ہانی میں ایک کہرام برپا ہو گیا۔ اس وقت جیسے ہی زوجۂ ہانی نے سنا تو وہ حضرت مسلمؑ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ وائے ہو تجھ پر کہ میں تیری بدولت بیوہ ہو گئی میرے بچے یتیم ہو گئے تو اچھا مہمان ثابت نہ ہوا وہ کہنے لگی کہ تیری مہمانی کے نتیجہ میں ہانی مارے گئے۔ عبداللہ حازم کہتے ہیں کہ جب ہانی کے گھر میں پیٹنے کی آوازیں بلند ہوئیں تو حضرت مسلمؑ نے مجھ سے فرمایا کہ تم باہر جاؤ اور ان لوگوں کو خبر کر دو کہ جنہوں نے میری بیعت کی ہے۔ اسی دوران تقریباً چار ہزار سے زیادہ نبرد آزما جو اہل عراق سے تھے خانۂ ہانیؒ میں جمع ہو چکے تھے۔ چونکہ تمام راستے گلی کوچے لوگوں سے بھرے ہوئے تھے اس لیے لب بام جا کر منادی کی گئی کہ اے منصور امت، مدد کے لیے پہنچو چونکہ یہ منادی حضرت مسلمؑ کے اشارہ پر کی گئی تھی پس حضرت مسلم بن عقیل بھی خانۂ ہانی سے باہر نکل آئے۔ مسجد کوفہ اور اطراف دار الامارہ لوگوں سے بھر گیا۔ اس وقت ابن زیاد کی یہ حالت تھی کہ قصر کے اندر بیٹھا ہوا تھا چند لوگ اس کے ساتھ تھے اور وہ مثل بید کانپ رہا تھا۔ اور اہل کوفہ دور دور تک قصر ابن زیاد کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اور کوئی شخص قصر سے باہر نہیں آ سکتا تھا۔ ابن زیاد نے اس وقت کثیر بن شہاب کی طرف رخ کیا اور کہا کہ تو باہر جا لوگوں کو خوف زدہ کر تاکہ وہ حمایت مسلم بن عقیل سے باز رہیں اور خصوصاً آل مذحج سے بہ نرمی کلام کر تاکہ ہنگامہ ختم ہو سکے اور یزید کے بارے میں کہا کہ وہ عظیم فوج رکھتا ہے تم کو فنا کر کے رکھ دے گا۔ دوسری طرف ابن زیاد ملعون نے محمد بن اشعث

باہر بھیجا کہ وہ ہنگامہ پر کنٹرول کر سکے۔ محمد بن اشعث باہر نکلا لوگوں کو نصیحت کی اور علم امان نصب کیا۔ مقصد یہ تھا کہ جو اس علم کے نیچے آگیا وہ ابن زیاد کے تشدد سے محفوظ رہے گا۔ بہر حال کثیر بن شہاب مثلِ تیر شہاب باہر نکلا کہ وہ آل مذحج میں تفرقہ ڈالے اور انھیں منتشر پراگندہ کرے۔ اور اس کے بعد کسی دوسری طرف سے محمد بن اشعث بھی دارالامارہ سے باہر نکلا۔ اور لوگوں کو نصیحت کی اور علم امان کے نیچے آنے کی دعوت دی۔ پھر ابن زیاد نے شبث بن ربعی تمیمی کو بھیجا تاکہ وہ بنی تیم کو جانے اور بعدہٗ حجاز ابن الحر سلمی اور پھر شمر بن ذی الجوشن ملعون کو بھیجا کہ یہ سب کے سب مجتمع لوگوں کو ڈرائیں اور منتشر کریں۔ پس ان بے دینوں نے لوگوں کو فریب اور دھوکا دینا شروع کیا۔ ڈرایا دھمکایا۔ اور جب ایک گروہ چلا گیا تو دوسرے گروہ کو چلے جانے پر آمادہ کیا کہ تم کیوں اپنے اہل و عیال کے لیے مصیبت بنتے ہو۔ محمد بن اشعث نے بنی عمارہ کے مکانوں کے نزدیک ایک اور علم امان نصب کیا۔ اور کہا کہ جو شخص اس علم کے نیچے آجائے گا امان پائے گا۔ کوئی لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ شخص درست کہہ رہا ہے۔ اور علم کے نیچے جمع ہونا شروع ہو گئے۔ ادھر کثیر بن شہاب نے یہ خبر اڑا دی کہ لشکر یزید دم بدم آرہا ہے۔ اس سے اور بھی زیادہ انتشار پھیل گیا۔ مؤلف کہتے ہیں کہ اگر اس روز مسلمانوں نے اپنی تلواریں غلاف میں رکھ لیں کہ دشمنانِ علیؑ و اولادِ علیؑ سے جنگ نہ کریں اور روزِ عاشورا محرم ان ہی لوگوں نے حضرت امام حسینؑ کے خلاف تلواریں کھینچ لیں کہ فرزند رسولخدا کو تہ تیغ کر دیں۔

مسلم بن عقیل کا نماز جماعت کرانا اور لوگوں کا منتشر ہو جانا

مروی ہے کہ جب ابن زیاد کے لوگ حضرت مسلم بن عقیل کو گرفتار کرنے

کے لیے خانۂ جناب ہانی پر جمع ہوئے تو حضرت مسلمؑ کو سکون و قرار ہوا اور حکم دیا کہ منادی کرا دی جائے اور ہمارے شیعوں کو خبر کی جائے کہ مسلمؑ خانۂ ہانی سے باہر نکل آئے ہیں اور ابن زیاد پر خروج کیا ہے۔ جب منادی کرائی گئی تو ایک جمعیت کثیر خانۂ ہانی پر آگئی۔ اور اپنی نصرت و یاوری کا یقین دلایا۔ رؤسائے کوفہ باہر نکل آئے اور ان لوگوں کو خوفزدہ کیا اور کہا کہ یزید نے لشکر کثیر بھیجا ہے جو تم سب کو تباہ کر دے گا۔ یہ سن کر سب لوگ منتشر ہونے لگے اور سب نے حضرت مسلمؑ کی یاوری و نصرت سے ہاتھ کھینچ لیا حضرت مسلمؑ نے صبر کیا اسی اثناء میں نماز مغرب کا وقت ہو گیا۔ آپ مسجد کوفہ میں نماز کے لیے تشریف لے گئے۔ اس وقت تک کثیر تعداد میں لوگ نماز میں شریک تھے لیکن جب حضرت مسلمؑ نے نماز تمام کی تو سب لوگ آپ کو چھوڑ کر چلے گئے۔ البتہ تقریباً تیس اشخاص باقی رہ گئے۔ آپ مسجد سے باہر آئے اور جب آپ باب الکندہ پر پہنچے لوگوں پر نظر ڈالی دیکھا کہ دس آدمیوں سے زیادہ موجود نہیں ہیں۔ دل میں کہنے لگے پروردگارا یہ کیا عالم ہے جو میں دیکھ رہا ہوں۔ یہ سارے بیعت کرنے والے کہاں چلے گئے۔ یہاں تک کہ حضرت مسلمؑ تنہا رہ گئے اور آپ اسی عالم میں باب امراقن تک پہنچے اور ایک مکان کے سامنے بیٹھ گئے۔ ابی مخنف کہتے ہیں کہ اس وقت در خانہ پر ایک ضعیفہ کھڑی تھی جو کہ کسی وقت میں اشعث بن قیس کے گھر میں تھی اور اس کے بعد اس عورت نے عقد ثانی کر لیا جس کا نام اُسید حضرمی تھا۔ اس سے ایک لڑکا تھا۔ بعض نے لکھا ہے کہ اس لڑکے کا نام بلال تھا بعض کہتے ہیں کہ اس کا نام اسد تھا۔ یہ لڑکا بغرض تماشا گھر سے باہر گیا تھا اور اسکی مادر یعنی مالکہ مکان دروازے پر کھڑی ہوئی اس کا انتظار کر رہی تھی۔ جناب مسلم بن عقیل کی نظر اس عورت پر پڑی۔ فرمایا اے کنیز خدا ایک جام آب مجھے دے کہ میں پیاسا ہوں خدا وند تعالے

تجھے روز قیامت سیراب کرے گا۔ اس عورت کا نام طوعہ تھا اس نے فوراً ایک کوزۂ آب پیش کیا۔ حضرت مسلمؑ نے پانی پیا اور اسی جگہ دیوار کے سہارے بیٹھ گئے۔ طوعہ نے دریافت کیا اے بندۂ خدا تُو کون ہے کہاں سے آیا ہے کیا تُو مسافر ہے؟ تو نے پانی پی لیا اب اپنی منزل کی طرف چلا جا۔ لیکن حضرت مسلمؑ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس عورت نے پھر کہا کہ یہ جگہ بیٹھنے کی نہیں ہے تو یہاں سے اپنے گھر چلا جا۔ حضرت مسلمؑ کا دل بھر آیا۔ آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔ گریہ گلوگیر ہو گیا اور پھر کچھ جواب نہ دے سکے۔ صاحب روضۃ الشہداء اور شیخ ابن الفارسی نے روضۃ الواعظین میں لکھا ہے کہ اس عورت نے تیسری مرتبہ پھر چلے جانے کے لیے کہا۔ یا عبد اللہ عافاك اللہ قم واذهب الی اهلك اے بندۂ خدا! خدا تجھے عافیت کے ساتھ رکھے اب یہاں تیرا کیا کام اپنے اہل و عیال کے پاس چلا جا۔ حضرت مسلمؑ اُٹھے اور نحیف و کمزور آواز سے فرمایا کہ ای امة اللہ مالی فی هذا المصر منزل ولا عشیرة۔ یعنی اے کنیز خدا! میں ایک برگزیدہ خاندان سے ہوں اور اس شہر میں مسافر ہوں، خانماں خراب ہوں اور اپنی قرابتداروں سے دور ہوں، اگر تُو مجھے ایک شب کے واسطے قیام کرنے کی اجازت دے تو خدا تجھے جنت الفردوس میں گھر عنایت کرے گا۔ وہ کہنے لگی وہ معزز و بزرگ خاندان کونسا ہے کہ جس کی تو ایک فرد ہے، فرمایا میں مسلم بن عقیل ہوں۔ جب اس نے یہ سُنا تو اس بی بی نے حضرت مسلمؑ کو اپنے گھر ٹھہرنے کی اجازت دی اور آپ نے اس کے گھر پناہ لی وہ عورت اہلبیت طاہرین کی دوست دار تھی کہنے لگی میں آپ پہ قربان یہ آپ اپنا گھر تصور کریں۔ پس جناب مسلمؑ داخل مکان طوعہ ہوئے۔ اس مکان کے ایک حجرہ میں قیام کیا۔ وضو کے لیے پانی پیش کیا۔ حضرت مسلمؑ رات بھر عبادت میں مشغول رہے

یہ شب، شب نہم ذی الحجہ تھی جو حضرت مسلمؑ کی زندگی کی آخری شب تھی۔ طوعہ خاتون نے اس خیال سے کہ حضرت مسلمؑ امام حسینؑ کے چچازاد بھائی ہیں بہت زیادہ احترام و اکرام کیا۔ خداوند عالم خولی شقی پر لعنت کرے کہ اس نے امام حسین کے سر بریدہ کو اپنے گھر لانے کے بعد ایک تنور میں رکھا۔ زنان کوفہ جو طوعہ کی طرح مؤمنہ تھیں سر مطہر کا احترام کر رہی تھیں اور المحرم کو زندان میں بھی نہیں جانے دیا اور سر مطہر امام حسین کو تنور سے نکال کر طشت میں رکھا اور ماتم کیا۔

پسر طوعہ کا ابن زیاد کو مسلمؑ کی مخبری کرنا اور محاصرہ

صاحب روضۃ الواعظین لکھتے ہیں کہ جب یہ خبر مشہور ہوگئی کہ حضرت مسلمؑ کو لوگ چھوڑ کر چلے گئے اور اب حضرت مسلم تنہا رہ گئے ہیں ابن زیاد ملعون نے حصین ابن نمیر کو دربارۂ گرفتاری مسلم بن عقیل مامور کیا۔ الشیخ مفید لکھتے ہیں کہ اس نے یہ منادی کرا دی کہ کوئی شخص نماز عشاء سوائے در مسجد کے کسی اور جگہ نہ پڑھے چنانچہ در مسجد کوفہ پر ایک اژدہام جمع ہوگیا۔ اس وقت ابن زیاد ملعون نے ایک خطبہ دیا اور کہا: ایها الناس فان ابن عقیل الرجل الجاهل قد اتی ما قد رایتم من الشقاق والخلاف۔ اے لوگو ابن عقیل (معاذ اللہ) سفیہ و جاہل ہے اور اس نے فتنہ برپا کر رکھا ہے۔ اور کوفہ کے ذلیل لوگوں کو اپنے گرد جمع کر لیا ہے۔ اور اے لوگو اگر کسی نے مسلم کو اپنے گھر میں پناہ دی تو وہ میرے غضب کا نشانہ بنے گا اور جس کسی نے مسلم کی مخبری کی اور اس کو گرفتار کرنے میں ہماری مدد کی تو بہت زیادہ انعام و اکرام ملے گا بعدہ اس نے کہا: عباد اللہ اتقوا اللہ والزموا طاعتکم وبیعتکم ولا تجعلوا

علی انفسکم سبیلاً ۔ اے کوفیو! تم خدا سے ڈرو اپنی ملازمہ اطاعت
و بیعت کو برقرار رکھو۔ اور اپنی جانوں پہ کرو۔ اس کے بعد ابن زیاد حصین بن تمیم کی
طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ اگر تم نے مسلم بن عقیل کو کوفہ سے باہر جانے دیا اور راستوں پر
کڑی نظر نہ رکھی تو اس کا انجام برا ہوگا۔ یہ سن کر اس نے راستوں پہ ناکہ بندی کرادی
تاکہ مسلمؑ کوفہ سے باہر نہ جا سکیں۔ اُدھر جناب مسلمؑ نے طوعہ کے گھر قیام کیا اور عبادت
کرتے رہے کہ کچھ رات گئے بلال پسر طوعہ گھر آگیا۔ اس نے گھر میں ایسی چہل پہل
دیکھی کہ جس سے اس کو یقین ہوگیا کہ آج کی شب کوئی مہمان آیا ہے۔ دریافت کرنے
لگا کہ کون مہمان ہے۔ صاحب روضۃ الواعظین کہتے ہیں کہ طوعہ نے ظاہر کرنے سے
گریز کی۔ آخرکار اس نے بیٹے سے عہد و پیمان لیا کہ کسی پر ظاہر نہ کرے تو میں تجھے
بتائے دیتی ہوں۔ ہمارے گھر مسلم ابن عقیل مہمان ہیں پس جیسے ہی اس ملعون نے
سنا کہ مسلم تو ہمارے گھر مہمان ہیں وہ دشمن خدا اور رسول بہت خوش ہوا۔ ادھر جب
حضرت مسلمؑ عبادت سے قدرے فارغ ہوئے تو خواب پریشان دیکھا کہ حضرت امام حسینؑ
اور اپنے اہل حرم و اولاد کو یاد کرکے گریہ فرمایا۔ صبح صادق نمودار ہوئی تو طوعہ نے جناب
مسلمؑ کو وضو کی خاطر پانی پیش کیا آپ نے وضو فرمایا اور پنجگانہ ادا کیا۔ اس مومنہ نے
عرض کیا کہ اے مسلمؑ رات اکثر تمہارے گریہ کی آواز آتی رہی رونے کا سبب کیا ہے
آپ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں اپنے چچا امیرالمومنین علی ابن ابیطالب کی زیارت
کی۔ وہ تشریف لائے خواب میں فرمایا کہ الوحا الوحا العجل العجل
یعنی اے مسلمؑ تم آنے میں جلدی کرو۔ پس یہ سبب تھا میرے رونے کا۔ اور اس
طرف صبح ہونے کے بعد بلال پسر طوعہ نے حصین کی طرف سے منادی سنی تھی کہ جو کوئی
خبر مسلم دے گا انعام پائے گا۔ بلال طمع دنیا میں اندھا ہوگیا اور اس نے حرمت

جناب مسلمؑ کا مطلقاً خیال نہ کیا اور اس عہد کی پرواہ بھی نہ کی جو اس نے اپنی ماں سے کیا
تھا کہ کسی کو مسلم کی خبر نہیں دوں گا۔ الشیخ مفیدؒ لکھتے ہیں کہ وہ عبدالرحمٰن بن محمد اشعث
کے پاس گیا اور سارا واقعہ بیان کیا۔ اس وقت محمد بن اشعث دربار ابن زیاد میں اس کے
پاس بیٹھا تھا کہ بلال کی زبانی اسے معلوم ہوا کہ مسلم طوعہ کے گھر میں موجود ہے۔ ابن زیاد
نے گفتگو کے انداز سے پہچان لیا کہ یہ خبر مسلم بن عقیل سے متعلق ہے۔ اس نے
خیال سے کہ اگر کسی ایک قبیلہ کے آدمی نے گرفتار کیا تو دوسرے قبیلہ والے خیال
کریں گے کہ ہمارا مہمان گرفتار ہوگیا پس اس نے تمام قبائل کے آدمی مامور کیے اور
آپ کی گرفتاری کے لیے طوعہ کے گھر پہنچے ـــــــ ابن زیاد ملعون نے
پسر طوعہ کے گلے میں سونے کا طوق پہنایا اور سر پر سونے کا تاج رکھا اور انعام و
اکرام دیا۔ جب یہ لوگ طوعہ کے مکان پر پہنچے اور مکان کا محاصرہ کر لیا تو حضرت مسلمؑ
کو خبر ہوئی آپ نے فرمایا اے مادر مومنہ پریشان نہ ہو مجھے امیر ابن زیاد ملعون نے
بلایا ہے اور یہ لوگ مجھے قید کرنے آرہے ہیں کہ اس کے پاس لے جائیں۔ ان
لوگوں کو مجھ سے سروکار ہے اور کوئی دوسری غرض نہیں ہے۔ مسلمؑ اپنی جگہ سے کھڑے
ہوئے اور اسلحہ طلب کیا۔ طوعہ نے کانپتے ہاتھوں سے اسلحہ حاضر کیا اور جناب مسلم
نے اسلحہ پہنا۔ اسلحہ کے علاوہ، توکل کا عمامہ زیب سر، بیعت امام حسینؑ کا نشان،
بصورت تمغہ گلے میں، قدموں میں ثبات، ارادہ میں استواری اور اسلحہ ظاہری کا زیب
تن کیے ہوئے علیؑ علیؑ کہتے ہوئے حجرہ سے باہر نکلے۔ طوعہ نے کہا اے سیدی
اراک تتاهب للموت اے آقا آپ تو موت پر کمر بستہ ہیں۔ اس پر
جناب مسلم نے فرمایا بخدا سوائے موت کوئی اور چارہ کار نہیں ہے۔
اے مومنین کرام حضرت مسلمؑ کی حالت حضرت سیدالشہداء امام حسین علیہ السلام

سے کس قدر مشابہ ہے کہ امام حسینؑ نے روز عاشورا محرم خود اسلحہ زیب تن کیا کہنہ اور بوسیدہ لباس پہنا تاکہ اگر اعدائے دین لباس تن آماریں تو اس بوسیدہ لباس سے جسد مبارک چھپا رہے۔ حضرت علیا زینب خاتون نے فرمایا اے بھائی کیا تم نے بھی مرنے پر کمر باندھ لی ہے۔ عزادارو، طوعہ نے حضرت مسلم سے دریافت کیا تھا آقا کیا مرنے پر کمر بستہ ہو گئے یہاں جناب زینب خاتون نے امام حسین سے یہی سوال کیا آپ نے فرمایا کہ اے بہن میں کیا کروں میرے عزیز و انصار مقتل میں پڑے ہوئے ہیں۔ اے بہن کوئی چارہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ موت اختیار کروں

شیخ صدوق علیہ الرحمۃ نے باسناد خود ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ ایک دن شاہ ولایت حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابیطالبؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ! اتحب عقیلا یا رسول اللہ۔ کیا آپ برادر عقیل کو دوست رکھتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں اس کو دو وجہ سے دوست رکھتا ہوں۔ ایک وجہ مسلم بن عقیل کہ جو تیرے فرزند حسین پر اپنی جان قربان کرے گا۔ اور مومنین مسلم پر گریہ کریں گے۔ (مومنین حضرات جناب رسولخداؐ کا ہر قول و فعل سنت ہوتا ہے پس شہید راہ خدا پہ رونا سنت رسولؐ ہے) اور یہ بھی فرمایا کہ ملائکہ مسلم پہ نماز و صلواۃ بھیجیں گے۔ بعدہ آنحضرتؐ نے گریہ فرمایا حتی جرت دموعہ علی صدرہ پس پیغمبر خدا نے اس قدر گریہ فرمایا کہ آپ کے سینۂ مبارک پر آنسو گرے اور فرمایا کہ الی اللہ اشکوا ما یلقی عترتی من بعدی۔ یعنی خدا سے میں شکایت امت کرتا ہوں کہ میری عترت و اولاد سے کیا سلوک کرے گی۔ پس مومنین کرام بھی حضرت مسلمؑ پر تاسی رسول خدا میں گریاں ہوتے ہیں۔ کامل السقیفہ میں مرقوم ہے کہ حضرت مسلمؑ

سجادہ عبادت پر بیٹھ گئے اور دعاؤں اور اوراد میں مشغول ہو گئے کہ آپ نے اسلحہ کے کھنکنے اور گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنی۔ سجادہ عبادت سے اٹھے، اور بعجلت اسلحہ زیب تن کیے اور طوعہ سے فرمایا کہ خدا حافظ۔ اسی اثناء میں ابن زیاد ملعون کے دستادہ اسلحہ سے لیس خانہ طوعہ میں داخل ہو گئے اور حضرت مسلمؑ نے اس قوم ظلوم و جہول پر حملہ کیا اور اکثر ملعونوں کو واصل جہنم کیا۔ ابی مخنف کہتے ہیں کہ آپ نے طوعہ کی طرف رُخ کر کے فرمایا اے مادر مومنہ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ یہ گروہ اشرار جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے مجھ پر حاوی ہونے کی کوشش کرے گی۔ کشت و خون ہو گا اے مادر مومنہ تم گھر سے باہر چلی جاؤ۔ طوعہ روتی ہوئی باہر نکل گئی۔ اور کہنے لگی اے مسلمؑ اگر تم قتل ہو گئے تو ہم بھی زندہ نہ رہیں گے۔ حضرت مسلمؑ نے با ہمت مردانہ ہاشمی ان نابکاروں پر حملہ کیا اور آپ نے پچاس اشخاص کو واصل جہنم کیا۔ باقی سوار بھاگ گئے۔ محمد بن اشعث ملعون نے جب آپ کی یہ دلیری و شجاعت دیکھی تو ابن زیاد ملعون کو پیغام بھیجا کہ کمک بھیجی جائے کیونکہ ہمارا مقابلہ شیر بیشہ شجاعت اسد اللہ سے ہے نہ کہ کسی بیٹے بقال سے۔ ابن زیاد نے نے پانچ سو اشخاص اور بھیجے۔ حضرت مسلمؑ برابر مقاتلہ کرتے رہے۔ صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ جب حضرت مسلمؑ حرب و ضرب سے تھک گئے تو آپ لب بام تشریف لے گئے جب ان دشمنوں نے دیکھا کہ مسلم مکان کی چھت پر ہیں چاروں طرف سے پتھراؤ کرنا شروع کر دیا۔ سفیر آل محمدؐ پر کوفیوں نے پتھراؤ کیا اور اس قدر آپ زخمی ہو گئے کہ تاب حرب نہ رہی لیکن پھر بھی آپ نے ہاشمی شجاعت و غیرت کا مظاہرہ فرمایا اور ہیبت ناک رجز پڑھا جس سے دشمنوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ حضرت مسلم نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا: مالکم ترمون

بالاحجار کما ترمی الکفار۔ یعنی تم لوگ تو اس طرح پتھر برسا رہے ہو جیسے کوئی کفار پر باران سنگ کرتا ہے۔ کیا میں مسلمان نہیں ہوں، کیا میں اہلبیتؑ رسولؐ خدا سے نہیں ہوں۔ کیا میں فرزند رسولؐ کا سفیر نہیں ہوں۔ بروایتے روضۃ الشہداء حضرت مسلم نے مکہ کی طرف رخ کرکے فرمایا اے فرزند رسول اے حسین مظلوم خبر ہے کہ آپ کے چچازاد بھائی کے ساتھ یہاں کیا ظلم ہو رہا ہے۔ پتھر برسائے جا رہے ہیں۔ واحسرتا یہ مظالم، یہ باران سنگ دراصل امام حسینؑ پر تھی کیونکہ مسلم آپ کے بھائی تھے آپ کے نائب تھے لیکن حضرت امام حسین پر کربلا میں روز عاشوراء تیروں کی بارش بھی ہوئی اور پتھر بھی برسائے گئے یہاں تک کہ امام حسینؑ از سر تا قدم زخمی ہوگئے۔ واویلا ایک تیر سہ شعبہ آپ کی پیشانی مبارک پر لگا خون جاری ہوگیا اگر حضرت مسلمؑ کربلا میں ہوتے تو دیکھتے کہ فرزند رسول خدا، مسلمؑ کے بھائی علیؑ و فاطمہؑ کے نور نظر کس طرح زخمی ہوئے ہیں۔ غرضیکہ جب حضرت مسلمؑ پر پتھروں کی بارش ہو رہی تھی تو آپ نے آسمان کی طرف نگاہ کرکے فرمایا: یا اللہ قتلنی العطش یعنی اے اللہ! مجھے پیاس نے مار ڈالا۔ پھر ان لوگوں کی طرف مخاطب ہوتے فرمایا اے قوم مسلمان اسقونی اے مسلمانوں مجھے ایک گھونٹ پانی پلا دو۔ مگر کسی نے پانی تک نہ دیا۔ طوعہ کے کانوں میں یہ آواز پہنچی تو اس نے پانی پیش کیا۔ لیکن پانی قسمت میں نہ تھا۔ حالانکہ طوعہ نے پانی دیا لیکن کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام ششماہہ علی اصغرؑ ہاتھوں پر لیے ہوئے ہیں بچہ کے لیے پانی طلب کر رہے ہیں مگر اس قوم نابکار نے پانی نہ دیا بلکہ آب تیر سے علی اصغرؑ کی پیاس بجھائی۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

مسلمؑ بن عقیل کی گرفتاری

روز عرفہ یعنی نہم ذی الحجہ کو جب کہ حضرت مسلم بن عقیل حرب و ضرب سے نڈھال ہوگئے اور تو اعدائے دین نے آپ پر ہجوم کر لیا۔ ابن زیاد ملعون فوج پر فوج بھیجتا رہا۔ آخر کار حضرت مسلمؑ طوعہ کے مکان سے نکلے۔ اور مقاتلہ کیا اور کشتوں کے پشتے لگا دیے۔ ابی مخنف کہتے ہیں کہ جب کوفیوں کو یقین ہوگیا کہ اس شیر بیشۂ شجاعت حیدری کو اس طرح گرفتاری نہ کیا جاسکے گا تو ان ملعونوں نے ایک گڑھا کھودا اور اس پر گھاس پھونس ڈال دیا۔ جب حضرت مسلمؑ حملہ کرتے ہوئے اس گڑھے کے نزدیک پہنچے تو اس میں گر پڑے۔ حضرت مسلمؑ کا گڑھے میں گرنا تھا کہ کوفیوں کا اژدھام گڑھے پر جمع ہوگیا اور حضرت مسلم بے بس ہوگئے۔ شیخ مفیدؒ لکھتے ہیں کہ اس وقت محمد بن اشعث ملعون نے حضرت مسلمؑ سے کہا کہ میں تم کو ابن زیاد کی طرف سے امان دے سکتا ہوں بشرطیکہ تم اس کی امان طلب کرو۔ حضرت مسلمؑ خاموش رہے اور لوگوں نے حضرت مسلمؑ کو گڑھے سے نکال کر قصر ابن زیاد لے جانا چاہا۔ لیکن یہ حالت تھی کہ سواری کے لیے نہ قاطر نہ شتر افتاں و خیزاں دارالامارہ پہنچے۔ ان ملعونوں میں سے کسی نے حضرت مسلمؑ کے ہاتھ سے تلوار چھین لی۔ اس وقت حضرت مسلم انتہائی بے کس و مجبور تھے آپ کی آنکھوں سے اشک جاری ہوئے آواز گریہ بلند ہوئی۔ محمد بن اشعث کہنے لگا اے مسلم گریہ کس لیے کرتے ہو۔ کہا ابن زیاد ملعون کا خوف ہے فرمایا کہ میں سوائے خدا کے کسی اور سے نہیں ڈرتا۔ اس وقت عبداللہ سلمی نے کہا آقا جان تم کس واسطے کوفہ آئے تھے، دعویٰ سلطنت کیوں کیا تھا۔ طمع حکومت نہ کرتے نہ اس روز بد کو دیکھتے۔ اس ملعون نے ازراہ طنز کہا تھا۔ حضرت مسلمؑ نے فرمایا اے بدبخت تو مجھ پر طنز کرتا ہے۔ حکومت و سلطنت کا

طعنہ دیتا ہے خدا نے ہمیں کائنات کا مختار و والی بنایا ہے میرے رونے کا یہ سبب ہے کہ میں نے چند روز پیشتر اپنے آقا و مولیٰ بادشاہ دین و دنیا حضرت امام حسینؑ کو عریضہ ارسال کیا تھا کہ آپ کوفہ تشریف لائیں۔ اب مجھے یہ خیال آتا ہے کہ اگر امام حسینؑ یہاں تشریف لے آئے تو تم لوگ حسین ابن علیؑ کے ساتھ بھی دغا کرو گے۔ مختصر یہ ہے کہ حضرت مسلم دارالامارہ پہنچے۔ اشراف کوفہ دربار ابن زیاد میں موجود تھے اس وقت آپ نے عبداللہ سلمی سے فرمایا کہ میرا ایک کام ہے اگر تو اس کو بجا لائے تو میں بیان کروں۔ اس پر محمد ابن اشعث ملعون بولا کہ وہ کیا کام ہے۔ بیان کرو۔ آپ نے فرمایا کہ تم امام حسینؑ کو مطلع کر دو کہ وہ یہاں تشریف نہ لائیں۔ کوفہ والوں کے فریب میں نہ آئیں اور جو قاصد روانہ کرو اس سے کہنا کہ وہ امام حسینؑ سے کہہ دے کہ میں نے دیکھا ہے کہ مسلم قوم کے ہاتھوں اسیر ہو گئے ہیں اور کوئی عجب نہیں کہ ایک شب بھی زندہ رہ سکیں۔ ان سے کہنا کہ آپ واپس مدینہ چلے جائیں۔ محمد ابن اشعث نے کہا: و اللہ لافعلن یعنی بخدا یہ پیغام بھیج دیں گے اور تم دیکھو گے کہ ابن زیاد کے روبرو کس طرح تمہاری شفاعت کروں گا اور تم پر کوئی ضرر نہ پہنچے گا۔ بہر طور حضرت مسلم کو انتہائی ذلت و خواری کے ساتھ دارالامارہ لے گئے۔ اس وقت دربار ابن زیاد بھرا ہوا تھا۔ ہجوم عام تھا یہ سب لوگ دارالامارہ کے صدر دروازہ پر کھڑے رہے کہ اجازت ملے تو اندر داخل ہوں۔ اس وقت عمارۃ بن ابی معیط عمرو بن حریث۔ مسلم بن عمرو باہلی اور کثیر ابن شہاب اور ان کی مثل دوسرے لوگ دیکھ رہے تھے کہ حضرت مسلم مثل شیر زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں۔ مفید علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ حضرت مسلم پیاس کی وجہ سے غش کر گئے۔ حالانکہ وہاں آب خنک موجود تھا مگر کسی نے پانی نہ دیا۔ سب لوگ پانی پی رہے تھے اور مسلم تشنہ لب تھے کہ آپ

کی نگاہ اس جگہ پر پڑی کہ جہاں پانی موجود تھا فرمایا: اسقونی من ھذا الماء یعنی اس پانی میں سے مجھے بھی دو۔ مسلم بن عمرو نے کہا کہ پانی تو بہت خنک ہے لیکن اے مسلمؑ تم زقوم پیو۔ کہ اس پانی کو۔ اس پر جناب مسلمؑ نے فرمایا اے ولدالحرام تو عترت رسولؐ خدا کی شان میں یہ کہتا ہے کیا تو نہیں جانتا کہ میں کون ہوں تو ہمارا حق نہیں پہچانتا میں ولیٔ امت ہوں لیکن وہ ملعون سخت دل، سخت کمینہ اور بے حیا تھا۔ مؤلف کہتے ہیں کہ کربلا میں اس سے بھی زیادہ سنگدل بے حیا لوگ موجود تھے کہ روز عاشور حضرت امام حسینؑ پانی مانگ رہے تھے کسی نے پانی نہیں دیا بلکہ لوگ کہنے لگے: یاحسین لا تذوق الماء حتی ترد الحامیہ وتذوق من حمیمھا (اس کا ترجمہ انتہائی دل خراش ہے لہٰذا گریز کی ہے) صاحب الارشاد لکھتے ہیں کہ جب کسی نے حضرت مسلم کو پانی نہ دیا تو عمرو بن حریث نے اپنے غلام سے پانی لانے کے لیے کہا۔ غلام گیا اور ایک بڑا پیالہ پانی لے آیا۔ حضرت مسلمؑ نے پانی پینا چاہا۔ اپنے منہ کے نزدیک لے گئے کہ وہ قدح آب (پانی کا پیالہ) خون سے بھر گیا پانی پھینک دیا، دو مرتبہ ایسا ہی ہوا، پانی نہ پی سکے۔ اسی طرح کربلا میں جب پیاس نے امام حسینؑ پر غلبہ کیا۔ پیاس کی وجہ سے ہمت جواب دے گئی تھی، خود کو پانی کے کنارے تک پہنچایا۔ چلّو میں پانی لیا دہن تک لے گئے پانی میں خون مل گیا اور پیاسے ہی شہید ہوئے

الالعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

انسانی صفاتِ حمیدہ

حضرت شاہ ولایت، باب مدینۃ العلم علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اصول صفات حمیدہ چار ہیں: (۱) علم (۲) عفت (۳) سخاوت (۴) شجاعت۔ یہ چاروں صفات جس شخص میں ہیں وہ سزاوار ہے اس امر کا کہ بزرگ قرار پائے یعنی یہ صفات بزرگی کی نشانی ہیں۔ آنجناب نے فرمایا ہے: الشجاعۃ من المعانی القائمۃ بالنفوس شجاعت ایک ایسی صفت معنوی ہے کہ جو آغاز فضائل ہے اور جس کسی کا ہاتھ شمشیر شجاعت کے قبضہ پر رہتا ہے تو ہمہ وقت موت اس کی نگاہ کے سامنے رہتی ہے بلکہ مثل خار ہے لیکن وہ موت کو اپنے لیے باعث بزرگی وحشمت جانتا ہے چنانچہ امام منصوص من اللہ کی تمام صفات حمیدہ میں شجاعت سرفہرست ہے شجاعت برائے نام نہیں بلکہ بالفعل ہوتی ہے۔ اسی لیے حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ شجاعت کا اصلی و حقیقی اظہار میدان جنگ میں ہوتا ہے۔ آہنی اسلحہ کی جھنکار میں اگر انسان شجاعت دکھلائے تو وہ بے شک شجاع و بہادر و قوی دل ہے اگر انسان ایسے وقت جزع و فزع دکھلائے یعنی بے صبری اور عورت دکھلائے تو وہ شجاع نہیں ہے۔ جزع و فزع شجاعت کے خلاف ہے۔ شجاع آدمی کا نام لوح انسانی پر ہمیشہ کندہ رہتا ہے جیسا کہ حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام نے شجاعت کا مظاہرہ فرمایا کہ باوجودیکہ آپ تنہا تھے مگر طوعہ خاتون کے گھر سے ایک جم غفیر ملعونوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تیغ بکف باہر نکل آئے اور پانچ سو ملعونوں کو واصل جہنم کیا۔ اور جب ان ملعونوں نے آپ کو گرفتار کیا ہے تو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ایک

شیر جوان ہے کہ جسے زنجیر میں جکڑا ہوا ہے۔ اس حالت میں آپ دربارِ ابن زیاد میں پہنچے وہاں کسی نے آپ کو سلام تک نہیں کیا (اسے انقلاب کہتے ہیں۔ انقلاب کے معنی ہیں الٹا ہونا اور اصلاح کے معنی ہیں درست کرنا لیکن فی زمانہ لفظ انقلاب اپنے حقیقی معنی میں استعمال نہیں ہوتا) صاحب منتخب کہتے ہیں کہ اہل مجلس نے آپ سے کہا کہ اے مسلمؑ۔ سَلِّم الامیر یعنی امیر کو سلام کرو۔ (امیر سے مراد ابن زیاد ملعون ہے) آپ نے فرمایا کہ: السلام من اتبع الھدیٰ وخشی عواقب الردیٰ واطاع الملک الاعلیٰ یعنی سلام اس کے لیے ہے کہ جو راہِ ہدایت پر ثابت قدم ہے اور اعمال بد کے انجام سے ڈرتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو مالک الملک ہے اس سے ڈرتا ہے۔ جب ابن زیاد ملعون نے آپ کے اس طریقۂ سلام کو سنا تو اس بدبخت نے قہقہہ لگایا لیکن حضرت مسلم نے فرمایا کہ میرا امیر سوائے حسین ابن علیؑ اور کوئی نہیں ہے۔ "درود و سلام ہو بے کس و غریب مسلمؑ بن عقیل پر۔" اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس بے کسی و مجبوری کے عالم میں بھی اعلاء کلمۃ الحق حضرت مسلمؑ کی زبان پر جاری رہا اور یہ ظاہر کر دیا کہ یزید بن معاویہ ہرگز امیر نہیں ہے۔ پس آپ شجاع و بہادر ہیں۔ اس وقت ابن زیاد ملعون نے آپ سے کہا اے مسلمؑ تم نے کوفہ آکر امت کو پراگندہ کیا۔ امت میں انتشار پھیلا دیا۔ حضرت مسلمؑ نے فرمایا کہ میں نے ہرگز ایسا نہیں کیا بلکہ اس کا ذمہ دار تُو ہے کہ شریعتِ محمدیہ کو بدل دیا ہے اور فرمایا کیا تو وہ نہیں ہے کہ جس نے مدینۂ رسول خدا میں شراب پی اور آج تو کوفہ میں امامت کا مدعی ہے کہ تجھے امیر مانا جائے۔ اس پر وہ بے حیا و بے دین کہنے لگا اے مسلمؑ تم کوفہ میں سلطنت کرنا چاہتے تھے مگر خدا کو یہ منظور نہ تھا۔ آپ نے فرمایا اے بے حیا ایسے کلام ناشائستہ سے باز رہ۔ اس پر ابن زیاد نے سخت

لب و لہجہ اختیار کیا اور کہا تم دیکھو گے کہ کس طرح بے دردی کے ساتھ تم قتل کیا جاتا ہے۔ یہ دورِ خلافت یزید ہے۔ جب اس ملعون نے خانوادہ رسالت و نبوت کی شان میں گستاخانہ کلمات کہے تو آپ نے فرمایا کہ او بدبخت یہ باتیں تیرے اور تیرے باپ کے لیے ہیں ہم تو خانوادۂ نبوت اور معدن رسالت اور وحیٔ جبرئیل ہیں۔ رحمت الٰہیہ ہمارے ہی گھر نازل ہوتی ہے اور ہمیں سے مستحقین کو پہنچی ہے اسی طرح حضرت علیا زینب خاتون نے بھی دربار یزید میں یزید کو جواب دیا تھا جبکہ اس نے خانوادۂ عصمت و طہارت و نبوت کی شان میں بے ادبی کی ہے۔

اسلام میں وصیّت کا مقام

استاد الاساتید شیخ حر عاملی علیہ الرحمۃ نے کتاب ہدایۃ الامۃ میں لکھا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے وصیت کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ کسی صحابہ نے وصیت کے بارے میں آنحضرتؐ سے سوال کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا: الوصیۃ حق علی کل مسلم کہ وصیت کا ہر مسلمان سے تعلق ہے پھر ارشاد فرمایا کہ: من مات بغیر وصیہ مات میتۃ الجاھلیۃ کہ جو کوئی شخص وصیت کرے بغیر مر جائے وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ ہر ایک مسلمان کو چاہیے کہ وصیت نامہ زیر سر رکھے کہ صبح ہو تو وصیت نامہ موجود ہو اور اگر قضاءِ الٰہی جاری ہو جائے تو بغیر وصیت نہ مرے۔ الشیخ کفعمی طاب ثراہ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے خدمت رسول خدا میں عرض کیا یا رسول اللہ! کس وقت وصیت کرنا ضروری ہے، ارشاد فرمایا کہ جب آثار موت محسوس کرے۔ اپنے گھر والوں کو جمع کرے اور اس طرح کہے: اللّٰھم فاطر السمٰوٰت و

الارض عالم الغیب والشھادۃ الرحمٰن الرحیم اللّٰھم انی اعھد الیک فی الدار دنیا انی شھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لک و اشھد ان محمداً عبدک ورسولک وان الجنۃ حق والنار حق و ان البعث حق والحساب حق والقدر والمیزان حق و ان الذین کما وصفت والاسلام کما شرفت وان القول کما حدثت وان القرآن کما انزلت وانک انت اللہ الحق المبین فجزی اللہ محمداً صلی اللہ علیہ واٰلہ خیر الجزاء وحیا اللہ محمد و آل محمد بالسلام اللھم یا عدتی عند کربتی و یا صاحبی عند شدتی و یا ولی فی نعمتی الھی لا تکلنی الی نفسی طرفۃ عین ابدا فانک ان تکلنی الی نفسی اقرب من الشر و ابعد من الخیر فانس فی القبر وحشتی واجعل لی عہداً یوم القاک منشوراً۔

اس کے پڑھنے کے بعد اپنی وصیتیں ذکر کرے یا تحریر کرے اور جو حاضرین ہیں ان کو گواہ قرار دے، بلکہ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ ہفتہ میں ایک مرتبہ ایسا ضرور کرے بلکہ اس دعا کے بعد اس طرح بھی کہے: اللھم ارزقنی شفاعۃ نبیک وشفاعۃ ابن عمہ واولادہ الطاھرین یوم الورود۔

شیخ حر عاملی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ وصیت کرنے کی از حد تاکید وارد

ہوئی ہے۔ واہ غربتاہ کہ حضرت مسلمؑ کو کوفہ میں کوئی ایسا شخص امین نہ ملا کہ جن سے آپ وصیت کرتے۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ جب حضرت مسلمؑ کو اپنی موت کا یقین ہو گیا تو آپ نے ابن زیاد لعینؒ سے کہا کہ بنی قریش میں سے کسی شخص کو میرے پاس بھیج کہ میں اس سے وصیت کر دوں تاکہ اسلامی فریضہ ادا ہو سکے۔ ابن زیاد لعین نے کہا کہ حاضرین دربار پر نگاہ کرو اور جسے چاہو وصیت کے لیے بلا لو۔ جب آپ نے نگاہ ڈالی تو عمر بن سعد ملعون پر نگاہ پڑی اور فرمایا اے عمر بن سعد میری تجھ سے ایک حاجت ہے اس نے کہا کیا حاجت ہے فرمایا لیکن اس نے اوّلاً ابن زیاد کی طرف دیکھا ابن زیاد نے کہا اے احمق مجھے کیا دیکھتا ہے وصیت سن اور اسے پوری کر تو ان کی طرف سے کیوں روگردانی کرتا ہے حالانکہ مسلمؑ تیرا چچا زاد ہے۔ ابن سعد ملعون نے کہا کہ میری قرابت اور اشنائی کیسی ؟ پروردگارا ابن سعد پر عذاب زیادہ سے زیادہ کر۔ اس نے قرابت کو ٹھکرا دیا۔ اے مومنین کرام! بروز عاشورا محرم اسی عمر بن سعد ملعون سے امام حسین علیہ السلام نے بھی سوال کیا تھا لیکن اس بدبخت نے کوئی جواب نہ دیا جب دو تین مرتبہ ایسا ہی ہوا تو فوج شام کے کچھ سالار کہنے لگے اے عمر بن سعد تو فرزند رسول خدا کو جواب تک نہیں دیتا۔ پھر اس ملعون نے مجبور ہو کر کہا کہ اے فرزند فاطمہؑ کیا کہتے ہو۔ فرمایا میری تجھ سے تین حاجتیں ہیں کیا تو ان کو پورا کرے گا۔ اس نے کہا وہ کیا حاجتیں ہیں۔ فرمایا کہ مجھے راستہ دے دو۔ دوسرے یہ کہ آب خنک پلا دو، تیسرے یہ کہ تم ہزاروں ہو اور میں یکہ و تنہا ہوں، لیکن اے عزادارو! اس بدبخت نے ایک بھی حاجت پر عمل نہ کیا۔ اور شمر ملعون آگے بڑھا کہ امام حسینؑ کا سر مبارک تن سے جدا کرے اس وقت حضرت زینب خاتون نے مضطربانہ حالت میں فرمایا ایقتل ابوعبد اللہ و انت تنظر الیہ اے ظالم میرا بھائی حسین قتل ہو رہا ہے اور تو دیکھ رہا ہے آخر تو

دیکھ رہا ہے آخر تو بھی قریش سے ہے۔ جب اس ملعون نے یہ سنا تو وہاں سے ہٹ لیکن شمر ولد الحرام نے کند خنجر سے سر امام تن سے جدا کیا۔ غرضیکہ حضرت مسلم نے ابن سعد سے اپنی چند وصیتیں بیان کیں۔ فرمایا کہ میں اس شہر میں ایک شخص کا مقروض ہوں۔ سات سو درہم مجھ پر قرض ہیں۔ میری زرہ فروخت کر کے اس شخص کا قرض ادا کیا جائے دوسری وصیت یہ ہے کہ جب میں قتل کر دیا جاؤں تو ابن زیاد سے میرا جسد خاکی لے کر دفن کر دینا۔ تیسری وصیت یہ ہے کہ حسین ابن علی جہاں بھی ہیں ان کے پاس قاصد بھیج دے کہ وہ کوفہ تشریف نہ لائیں۔ اس پر ابن سعد خندہ زن ہوا مسکرا کر کہنے لگا کہ اے ابن زیاد سنتے ہو کہ یہ شخص کیا کہہ رہا ہے کہ ایسا ایسا عمل کرنا۔ ابن زیاد نے کہا اے پسر سعد لعنہ وصیتوں میں خیانت نہ کر۔ تجھے انہوں نے امین سمجھ کر اپنا رازدار بنایا ہے تو وصیتوں پر عمل کرنے سے گریزاں ہے اس کی زرہ فروخت کر کے قرض ادا کر اور اس کے قتل ہونے کے بعد جو ہم چاہیں گے وہ ہوگا

شہادت حضرت مسلم علیہ السلام۔

شیخ مفید نے لکھا ہے کہ پھر حضرت مسلم کو قصر کی چھت پر لے گئے۔ اس وقت حضرت مسلمؑ نے تکبیر بلند کی اور حضرت رسولخدا پر درود و سلام بھیجا اور بارگاہ خدا میں عرض کیا پروردگارا تو احکم الحاکمین ہے میرے اور اس قوم نابکار کے درمیان تو ہی فیصلہ کرنے والا ہے۔ تو ہی منتقم حقیقی ہے ان لوگوں نے مجھے فریب دیا اور میرے ساتھ دغا کی اور اس وقت حضرت مسلمؑ کو لٹکایا گیا۔ تماشائی زیر قصر تماشاء قتل دیکھ رہے تھے۔ حضرت مسلمؑ نے کعبہ کی طرف رخ کیا۔

یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے جلاد سے مہلت مانگی کہ دو رکعت نماز ادا کر لوں

اسی طرح حضرت امام حسینؑ نے بھی نماز ظہر پڑھنے کے لیے فوج اشقیا خصوصاً عمر بن سعد ملعون سے مہلت مانگی تھی۔ اور اصحابؓ امام حسین علیہ السلام کی اقتدا میں نماز ظہر ادا کی کتاب الارشاد میں ہے کہ جب حضرت مسلمؑ شہید ہو گئے تو ابن زیاد نے پوچھا کہ حضرت مسلمؑ کو کس نے قتل کیا۔ اس وقت بکر ابن حمران موجود تھا کہنے لگا کہ اس نے ہی مسلمؑ کو بام پر لے جا کر قتل کیا ہے۔ یہ ملعون حضرت مسلمؑ کو لب بام لے گیا، سر جدا کیا اور ابن زیاد ملعون کو پیش کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بکر ابن حمران ملعون نے بتایا کہ جب میں نے ارادہ کیا کہ مسلمؑ پہ ضرب لگاؤں تو مجھے خوف ہوا۔ کتاب اللہوف میں ہے کہ اس پر ابن زیاد نے دریافت کیا کہ خوف کی کیا وجہ تھی وہ کہنے لگا کہ امیر اس وقت میں نے دیکھا کہ ایک مرد سیاہ پوش غضب ناک صورت میں سامنے کھڑا ہے اور انگشت بدندان ہے۔ چنانچہ مجھے خوف محسوس ہوا۔ اور ایسا خوف اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا۔ ابن زیاد کہنے لگا کہ یہ تیرا خیال ہے اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ تجھ پہ دہشت طاری ہو گئی۔ یہی سوال فوج اشقیاء کے لوگوں نے شمر ولد الحرام سے کیا تھا کہ جب وہ سر امام حسینؑ آپ کے تن مبارک سے جدا کرنے پر آمادہ ہو گیا اور خنجر بکف اس مظلوم کی طرف بڑھا کہ جو ایک نشیب میں پڑا ہوا تھا جسے سیدۂ عالم نے پالا تھا۔ شمر ولد الحرام کہتا ہے کہ میں مثل بید لرزاں تھا کہ میں نے صدائے گریہ وزاری سنی لیکن کسی رونے والے کو نہیں دیکھا۔ پھر آواز گریہ کے ساتھ یہ الفاظ سنے یا غریب الام ویا مظلوم الام۔ اے غریب مادر اور اے مظلوم من ..... مسعودی نے مروج الذہب میں لکھا ہے کہ بکر بن حمران ملعون بالائے بام سے نیچے اترا اور ابن زیاد کے پاس گیا۔ ابن زیاد نے پوچھا؛ واپس آ گیا وہ بولا ہاں۔ پھر ابن زیاد نے سوال کیا کیوں واپس آ گیا۔ کہنے لگا اس وقت

مسلمؑ نے تکبیر بلند کی۔ تسبیح و درود وسلام اور استغفار کیا۔ جب اس کی طرف پائیں گیا تو اس کو ضرب لگاؤں۔ لہٰذا اس کا سر جدا کر دوں۔ تو اس وقت مسلمؑ نے ایک آہ جگر دوز بھری اور خدا کی جناب میں عرض کیا پالنے میرے اور اس قوم کے درمیان حکم جاری کر۔ میں اس سے خائف ہوا۔ کسی نے شمر لعین سے پوچھا کہ جب حسین ابن علیؑ ذبح ہوئے تو اس وقت وہ کیا کہہ رہے تھے۔ شمر بولا کہ امت کے لیے دعا کر رہے تھے اور آب خنک مانگ رہے تھے۔ غرض کہ بکر ابن حمران پھر لب بام آیا۔ دیکھا کہ مسلم مناجات کر رہے ہیں پھر اس نے آپ کی گردن پر ضرب لگائی اور سر مبارک جدا ہو گیا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

شہادت جناب ہانیؒ

جب حضرت مسلمؑ کو شہید کر دیا گیا اور آپ کی لاش مبارکہ دروازۂ قصر پہ لٹکا دی تو پھر ابن زیاد کے سامنے جناب ہانیؒ کے لیے حکم حاصل کیے گئے۔ بروایت شیخ مفیدؒ محمد بن اشعث اپنی جگہ سے اٹھا۔ ابن زیاد کے پاس آیا کہنے لگا اے امیر! ہانیؒ کی شان ومرتبہ سب پر ظاہر وآشکارا ہے اور ان کا قبیلہ بھی بہت زیادہ ہے۔ اور یہ بات سب ہی جانتے ہیں کہ میں ان کو تیرے پاس لایا ہوں اور وہ میری پناہ میں ہیں ان کی تمنا تھی کہ ان کو امان دی جائے اور میں یہ نہیں چاہتا کہ ان کے قبیلہ والے مجھ سے عداوت رکھیں۔ ابن زیاد نے وعدہ کیا کہ میں ان کو امان دوں گا۔ سر دست ان کو حبس (قید خانہ) سے نکالا جائے لیکن اس ملعون نے اپنی رائے بدل لی اور حکم دیا کہ ان کو چوک بازار میں قتل کیا جائے تاکہ کوفہ والے دیکھ لیں کہ مجھے ان کے قبیلہ والوں کا کوئی خوف نہیں ہے۔ جلاد اس بزرگ کو لے گئے اور اس جگہ پہنچے

کہ جہاں گوسفند دنبہ وغیرہ ذبح ہوتے تھے۔ حضرت ہانیؒ دل ہی دل میں فریاد کر رہے تھے کہ اے میرے قبیلہ والو تمہیں کیا ہو گیا تم کہاں ہو۔ آج کوئی میری مدد کو نہیں پہنچا۔ روایت ہے کہ ابن زیاد کا ایک ترکی سیاہ فام غلام تھا جو بدصورت دیو عفریت مزاج تھا اس کو ابن زیاد نے مامور کیا کہ ہانی کو قتل کرنے۔ ان کی گردن قطع کرے۔ اس نے کہا اے ہانیؒ ہوشیار ہو جاؤ میں ضرب لگاتا ہوں۔ جناب ہانیؒ نے کہا کہ افسوس کوئی مددگار نہیں کہ جو میرے کام آئے۔ اس بدنام غلام نے ایک ضرب لگائی اور حضرت ہانیؒ کی روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی اور بزبان حال یہ فرمایا: ؎

خدایا حال زارم را تو دانی	کہ ہانیؒ شد فدائے مہمانی
بجز روح را رحمت خویش	کہ از مردن ندارم ہیچ تشویش
امید بود چندی چشم امید	کشائم بر جمال شکل توحید
کمر بند بجا آرم وفا را	کنم یاری عزیز مصطفےٰ
دریغا ز آرزویش زار مردم	بمردم آرزو در خاک بردم
کہ آہ ہی بخت نافرماں چہ کردی	بدردم میکشی درماں چہ کردی
من راہ عدم کانجام کس سینت	رہ من تا عدم جز یک نفس سینت
دراخا روز عمرم را شب آمد	بہ تلخی جان شیریں برلب آمد

حضرت ہانیؒ کا سر مبارک ابن زیاد کو پیش کیا گیا اور آپ کے لاشے کو حضرت مسلم کی لاش کے ساتھ ملحق کر کے پا بہ رسن پھرایا گیا اور قصابوں کے "قنار" پر لٹکا دیا گیا۔ (قنار اس لکڑی کو کہتے ہیں کہ جس پر قصاب لوگ بکری کو ذبح کر کے لٹکا دیتے ہیں) ابی مخنف لکھتے ہیں کہ جب آل مذحج نے ہانیؒ کی لاش اور سر مبارک کی یہ بے حرمتی دیکھی تو آپس میں ایک دوسرے پر ملامت کرنے لگے کیونکہ ہانیؒ کی نصرت نہ کرنے

پر نادم تھے۔ ایک جم غفیر جمع ہو گیا اور اس نے حضرت مسلمؑ اور جناب ہانی علیہ الرحمہ کے جسد ہائے مبارکہ کو اور غسل و کفن دفن کر دیا لیکن واحسرتا کربلا میں لاشہائے شہدائے کربلا تین دن تک بے گور و کفن پڑی رہیں۔ حضرت ہانیؒ بن عروہ کے شہید ہونے پر فرزدق شاعر نے مرثیہ کہا ہے جو کہ کتاب المنتخب میں مرقوم ہے۔ اس مرثیہ کے بعض اشعار یہ ہیں:

وان كنت لا تدرين الموت فانظری
الی هانی فی السوق وابن عقیل
الی بطل قد هشم السیف وجهه
واخر یهوی من طمار قتیل
اصابهما فرخ البغی فاصبحا
احادیث من یسری بکل سبیل

یعنی اگر تو نہیں جانتا کہ موت کیا چیز ہے تو حضرت ہانی علیہ الرحمۃ کے قتل ہونے کو دیکھ لے اور حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت پر نظر کر (تجھے حق کی راہ میں مرنے کی آرزو ہو گی) یہ دونوں بزرگوار کس بے کسی کے عالم میں شہید کیے گئے۔ کس حالت میں شہید کیے گئے، کس طرح شہید کیے گئے۔ کس قدر آزار برداشت کیے بازاروں میں نعش ہائے مقدسہ کھینچی گئیں۔ الا لعنۃ علی القوم الظالمین۔

تحقیق اولاد مسلمؑ بن عقیل

کتب معتبرہ اور مقاتل سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مسلم بن عقیل کے پانچ فرزند اور ایک دختر تھی۔ ان بیٹوں میں سے آپ کے تین بیٹے جو شجاعان

عرب میں شمار ہوتے تھے کربلا میں شہید ہوئے۔ ان میں سے ایک کا نام عبداللہ ابن مسلمؑ دوسرے کا نام عبیداللہ مسلمؑ اور تیسرے کا نام محمد بن مسلمؑ تھا۔ آپ کے باقی دو بیٹوں کے بارے میں یہ اختلاف ہے کہ آیا وہ دونوں آپ کے ہمراہ کوفہ آئے تھے یا نہیں۔ اور یہ بھی ان کے بارے میں ہے کہ حضرت مسلمؑ کے بعد یہ دونوں شہزادے قید خانہ ابن زیاد میں ایک سال تک رہے اور بعدازاں بدست حارث نہر فرات کے کنارے شہید ہوئے۔ ان دونوں شہزادوں کے مزار اور ان کے قتل ہونے کی جگہ اب تک موجود ہے۔ ان کے مزار زیارت گاہ خاص و عام ہیں اور ان دونوں طفلانِ مسلمؑ کے متعلق صاحب روضۃ الشہداء نے یہی لکھا ہے جو ہم نے درج کیا ہے۔ البتہ بعض دیگر حضرات یہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں بیٹے بھی کربلا میں موجود تھے۔ لیکن ان کو قید کر لیا گیا۔ ابن زیاد کے حکم سے قید خانہ میں قریب قریب ایک سال رہے بعدازاں اس ملعون نے حارث کو حکم دیا کہ ان دونوں کو شہید کر دے جیسا کہ ذکر کیا جا چکا نہر فرات کے کنارے دونوں کو قتل کیا گیا اور ان کے سر اس ملعون کو نذر کئے گئے۔

طفلان مسلم کے متعلق قول مشہور

جب حضرت مسلمؑ قتل کر دیے گئے۔ اور ابن زیادؒ نے ان کے متعلق منادی کرائی کہ مسلمؑ کے بچوں کا پتا لگایا جائے۔ قاضی شریح نے ان بچوں کو اپنے پاس بلایا۔ ازراہ شفقت و مروت ان بچوں کے سروں پر ہاتھ رکھا۔ خانوادۂ عصمت و طہارت کے پرور۔ فوراً سمجھ گئے کہ ہم یتیم ہو گئے ہیں ہمارے بابا کا سایہ ہمارے سر سے اٹھ گیا ہے۔ روتے روتے بے ہوش ہو گئے قاضی شریح

ان کو ہوش میں لایا۔ اور کہا اے یتیمان مسلمؑ یہ گریہ و زاری کا موقع نہیں ہے۔ ابن زیاد تمہارے بارے میں معلوم کر چکا ہے اور اگر ابن زیاد کو یہ معلوم ہو گیا کہ تمہارے گھر میں ہو تو وہ گھر کو آگ لگوا دے گا۔ میں اس شہر کا قاضی ہوں ایسا نہ ہو کہ میں متہم ہو جاؤں پس مجھے اپنی اور تمہاری جان کا خوف ہے کہ ضائع نہ ہو۔ میں اس فکر میں ہوں کہ تمہیں کسی طرح مدینہ پہنچا دوں۔ قاضی کے اس رحم و کرم کو دیکھ کر وہ بچے باپ کا غم بھول گئے۔ قاضی نے ہر ایک کو پچاس پچاس دینار دیے اور اپنے فرزند اسد سے کہا کہ سنا ہے کہ آج ایک قافلہ دروازۂ عراقین سے مدینہ روانہ ہونے والا ہے ان دونوں بچوں کو بچا اور قافلہ والوں سے کہہ اندھیرے میں کسی صبح ان کو اپنے ہمراہ مدینہ لے جائیں۔ اسد ان کو بوقت شب اپنے ہمراہ لے کر روانہ ہوا کہ قافلہ والوں کی سپرد کرے۔ لیکن قافلہ کوچ کر چکا تھا۔ اسد نے بچوں سے کہا اے جوانوں ابھی قافلہ روانہ ہوا ہے تم بھی تیزی کے ساتھ چلو اور ان سے مل جاؤ تاکہ قتل ہونے سے بچ جاؤ وہ دونوں بچے چلے لیکن نشان راہ قدم کارروان نگاہوں سے غائب ہو گئی۔ راہ بھول گئے۔ اور یہ دونوں بچے صحرا و پر حول میں پھنس گئے پاسبان شہر اتفاقاً اس طرف نکلا اسے معلوم ہوا کہ یہ دونوں پسران مسلمؑ ہیں وہ اپنے افسر کے پاس لے گئے اور اس نے ان دونوں کو ابن زیاد ملعون کے سامنے پیش کیا اس نے ان کو قید خانہ میں بند کر دیا۔ پورے ایک سال قید میں رہے۔ صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ زندان بان کا نام مشکور تھا اور وہ خوش اعتقاد تھا۔ پسران مسلم نے خیال کیا کہ دار وغۂ زندان سے اپنا احوال بیان کریں شاید کہ وہ ہم پر رحم کرے ایک روز ان دونوں نے اس سے اپنا احوال بیان کیا اور کہا اے شیخ کیا تو محمد مصطفےٰ کو پہچانتا ہے کیا تو علیؑ مرتضیٰ کو پہچانتا ہے۔ اس نے کہا وہ ہمارے پیغمبر ہیں

اور علیؑ ابن ابیطالب ولی کائنات ہیں۔ پھر ان بچوں نے کہا کیا تو جعفر ابن ابیطالب کو بھی۔ اس نے کہا ہاں ؎

خانہ خدا است و امام در ہبر ما است　　　　پس الطفلان خر د شی بر کشیدند

پسران مسلم یہ سن کر خوش ہوئے اور خیال کیا کہ اب ہماری رہائی نزدیک ہے۔ لیکن یہ خبر نہ تھی کہ عنقریب اپنے بابا مسلمؑ سے ملحق ہو جائیں گے۔ منتخب اور امالی میں ہے کہ جب پسران مسلمؑ نے اپنا حسب و نسب شیخ زندان سے بیان کیا جس کا نام مشکور تھا اور فی الواقعی محب آلِ محمد اور نیک دل ہے...... یعنی وہ نیکوکار تھا اس کی مساعی عند اللہ مشکور تھی نام بھی مشکور تھا۔ پسران مسلمؑ کا حال سن کر بہت زیادہ متاثر ہوا۔ بچوں سے معافی مانگی کہ میں اتنے عرصہ تک تم سے غافل رہا اس نے زندان سے باہر نکالا اور اپنے گھر لے گیا۔ بچوں نے کشادہ مکان، کھلی فضا و ہوا دیکھی۔ خدا کا شکر بجالائے کیونکہ وہ ایک سال تک اس نعمت الہٰی سے محروم رہے تھے پھر مشکور نے انکو آب خنک اور لذیذ طعام پیش کیا اور وقت شب گھر سے رخصت کیا اور کہا اے بیٹو! تم شب کو سفر کرنا اور دن میں لوگوں سے پنہاں رہنا ایسا نہ ہو کہ کسی دشمن کے فریب میں نہ آجاؤ۔ صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ مشکور نے راہ قادسیہ کی نشاندہی کر کے سر راہ پہنچا دیا اور ان کو اپنی انگشتری بھی دی تاکہ قادسیہ میں یہ انگشتری دکھا کر بوقت ضرورت درہم حاصل کر سکیں اور کہا اے بیٹو تم قادسیہ میں یہ انگشتری دکھلانا۔ تم کو زادِ راہ درہم مل جائیں گے۔ دعائے خیر کے ساتھ ان کو قادسیہ کی راہ میں چھوڑ دیا۔ شب بھر سفر کیا جب صبح ہوئی اور دن نمودار ہوا تو دیکھا کہ ہم دونوں تو کوفہ شہر کے دروازے پر ہیں۔ ان میں سے بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی سے کہا کہ جان برادر خدا یہ نہیں چاہتا کہ ہم کوفیوں کے ہاتھ سے اپنی جان بچائیں۔ صبح دم

انھوں نے دوگانہ ادا کیا۔ رات بھر کے جاگے ہوئے، راہ بے راہ ہو کر چلتے چلتے پیروں میں آبلے پڑ گئے تھے۔ اس جگہ ایک نخلستان تھا یعنی خرموں کے درخت وغیرہ تھے۔ وہاں ایک چشمۂ آب بھی جاری تھا، بچے وہاں بھی گئے۔ پانی پیا اور درختوں کے جھنڈ میں بیٹھ کر عبادت کرنے لگے مگر قسمت میں آرام و چین نہ تھا۔ وقت ظہر ایک کنیز حبشیہ پانی لینے کے لیے چشمۂ آب پر آئی۔ آفتابہ پانی میں ڈالا اس نے جیسے ہی پانی پر نظر ڈالی پانی میں عکس صورت نظر آیا۔ کنیز حیران رہ گئی۔ شور مچا دیا کہ ہاں یہ کیسی صورتیں ہیں کس کی صورتیں ہیں اور جن کے یہ عکس ہیں وہ کہاں ہیں کہ اس نے درختوں کی طرف نگاہ ڈالی دیکھا کہ رشک ماہ، دو طفل موجود ہیں۔ دریافت کیا اے بچو تم کون ہو یہاں کیسے بیٹھے ہو۔ تمہارے باپ کا کیا نام ہے، جب ان دونوں نے اس کو دیکھا تو رونے لگے اور گریہ خیز آواز میں کہا اے کنیز خدا! کیا تو دوستدار آلِ رسولؐ ہے یا نہیں۔ اس نے کہا اے بچو! میرا یہ گمان ہے کہ تم پسران مسلمؑ ہو کہا کہ ہاں ہم پسران مسلمؑ ہیں۔ اپنے گھر گئی اور مالکۂ مکان سے کہا کہ چشمۂ آب کے نزدیک درختوں کے درمیان پسران مسلم بیٹھے ہیں۔ جب مالکہ مکان نے یہ سنا تو وہ بہت خوش ہوئی کیونکہ وہ دوستدار اہلبیت تھی۔ اس نے کنیز کو آزاد کر دیا خلعت دیا اور تیزی کے ساتھ چشمۂ آب پر پہنچی تو دیکھا کہ درختوں کے درمیان باغ نبوت کے دو پھول مہک رہے ہیں ان دونوں یتیموں کو وہ بی بی با عزت و احترام اپنے گھر لے آئی اور کہنے لگی کہ خوشا نصیب مجھے یتیمانِ مسلمؑ کا شرف ملا۔ بخت خوابیدہ جاگ اٹھا۔ اور حضرت مسلم کی شہادت کا تصور کر کے زار و قطار گریہ کیا۔ بچوں کو دلاسہ دیا۔ مولف کتاب فرماتے ہیں کہ واحسرتا سکینہ دختر امام حسینؑ قید خانۂ شام میں روتے روتے گزر گئی کون تھا کہ جو الحرم کو سکینہ خاتون کا پرسہ دیتا۔ یہاں اس بی بی نے بچوں کو مسلم کا پرسہ دیا اور لباس

بدلوایا اور خنک حاضر کیا اور کھانا پیش کیا۔ آنحضرت نے یتیم پروری کا تاکیدی حکم دیا ہے فرمایا ہے کہ جو کوئی شخص یتیم اور محزون مصیبت کو تسلی دے تو خداوند عالم اس شخص کو محکم جنت عطا فرمائے گا۔ اس بی بی نے بچوں پر مثل مادر مہربان۔ مہربانی فرمائی تسلی و تشفی دی اور جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ جب مشکور زندان بان نے ان دونوں بچوں کو رہا کیا اور وہ راہ قادسیہ کی نشاندہی کر کے ان کو رخصت کیا تو صبح ہونے پر ابن زیاد کو بھی خبر ہو گئی کہ پسران مسلمؑ کو مشکور نے زندان سے رہا کر دیا ہے۔ ابن زیاد ملعون نے مشکور کو طلب کیا اور نگاہ تند سے اس کو دیکھا اور کہا اے مشکور تو نے پسران مسلمؑ کو زندان سے کیوں نکال دیا مشکور نے فوراً کہا کہ رضاء خدا اور خوشنودیٔ مصطفےٰ کے لیے ان بچوں کو رہا کیا ہے تاکہ میں میدانِ حشر میں رسول خدا کو اپنا منہ دکھا سکوں۔ ابن زیاد ملعون بولا کہ اے مشکور تو مجھ سے نہیں ڈرتا۔ وہ بولا کہ اے ابن زیاد خدا سے تمہارے سے ڈرنا چاہیے تجھ ایسے دشمن آل رسولؐ سے ڈرنا کیا معنی؟ میں حضرت سید الشہداء امام حسین سے محبت کرتا ہوں اور ان دونوں بچوں کو براہِ مدینہ روانہ کر دیا ہے۔ ابن زیاد نے کہا کہ ابھی میں تجھ کو سزا دیتا ہوں۔ اس پر شیخ مذکورہ نے کہا اے ابن زیاد مجھے حضرت رسول خدا جزاء خیر دیں گے اور میرے نصیب میں حلہ ہا بہشت ہیں جو تیرا دل چاہے سزا دے۔ اس ملعون نے جلاد کو بلوایا اور کہا کہ اوّل اس شخص کو پانچ سو کوڑے مارے جائیں اور پھر اس کا سر تن سے جدا کر دیا جائے۔ جلاد بدنہاد نے اس کے حکم پر عمل کیا۔ اور جب جلاد نے پہلا تازیانہ لگایا تو مشکور نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہا۔ دوسرے تازیانہ پر خدا سے اپنی مغفرت چاہی۔ تیسرے تازیانہ پر صبر کے لیے دعا کی۔ چوتھے تازیانہ پر کہا اے خداوند عالم میں تیرے رسولؐ کی اولاد کی محبت میں قتل کیا جا رہا ہوں۔ پانچویں تازیانہ پر کہا خدایا تو مجھے

رسول اور ان کے اہل بیتؑ کی خدمت میں جگہ دے۔ پھر آپ خموش ہو گئے۔ اور اپنی جان بحق سپرد کر دی۔ دار السرور، جنت الفردوس میں جگہ پائی۔ یہ معنی محبت ہیں کہ تازیانے پر تازیانہ پڑ رہا ہے مگر ہر نفس سے محبت اہلبیتؑ طاہرین ظاہر ہو رہی ہے

پسرانِ مسلم کی گرفتاری کیلئے منادی کرانا

شیخ مشکور کے قتل کے بعد ابن زیاد نے اپنے عمال کو حکم دیا کہ پسران مسلمؑ کی منادی کرائی جائے چنانچہ منادی کرائی گئی کہ من یاتینی بولدی المسلم فله الجائزة العظمی یعنی کہ جو شخص پسران مسلم کو گرفتار کر کے میرے پاس لائے گا اسے کثیر انعام دیا جائے گا چنانچہ لوگ گروہ پھیل گئے کہ مسلم کے لڑکوں کا احوال معلوم ہو سکے۔ ایک شب جبکہ پسران مسلم اس ضعیفہ کے گھر سو رہے تھے کہ جس کا ذکر کیا جا چکا ہے ایک شور اٹھا وہ مومنہ ضعیفہ دروازہ پر آئی کہ دیکھے یہ شور کیسا ہے۔ کہ اس کے شوہر نے کہا کہ دروازہ کھول میں تیرا شوہر ہوں۔ بروایت امالی وہ شخص اس مومنہ کا داماد تھا۔ اس مومنہ نے اس سے دریافت کیا کہ اس قدر خستہ ہو رہا ہے کہاں گیا تھا وہ کہنے لگا کہ ابن زیاد نے منادی کرائی ہے کہ جو کوئی پسران مسلم کو گرفتار کر کے میرے پاس لائے گا انعام و اکرام سے نوازا جائے گا۔ میں ان بچوں کی تلاش میں مارا مارا پھرتا رہا حتیٰ کہ میرا گھوڑا بھی مر گیا۔ اس مومنہ نے کہا اے نامراد خوف خدا کر۔ فرزندان رسول خدا سے تیرا کیا واسطہ کہ تو ان کے قتل کے درپے ہے۔ طمع دنیا میں آ کر خون سادات کرنا چاہتا ہے۔ ان دونوں بچوں میں بڑے بھائی کا نام محمدؑ تھا اور چھوٹے کا نام ابراہیمؑ تھا۔ دونوں عمریں سات آٹھ سال کی تھیں۔ چھوٹے بھائی نے بڑے بھائی کو بیدار کیا اور کہا اے برادر فان هلاكنا قد قرب یعنی اے بھائی ہماری موت قریب

ہے۔ بڑے بھائی یعنی محمدؑ نے کہا بھائی کیا واقعہ ہوا۔ چھوٹے بھائی نے جواب دیا کہ میں نے خواب میں حضرت رسولخداؐ، علی مرتضیٰؑ، فاطمہؑ زاہرا، حسن مجتبےٰؑ، حسین شہید کربلا کو دیکھا یہ سب بزرگوار تشریف فرما ہیں۔ ناگاہ میری نگاہ آنحضور پر پڑی جو کچھ فاصلہ سے کھڑے ہوئے تھے۔ آنحضرتؐ نے ہمارے پدر مسلمؑ کی طرف رخ کیا اور فرمایا اے مسلمؑ تم نے اپنے دو طفل درمیان سگ ہا ملعون چھوڑ دیے ہیں۔ ان کو بلالو۔ بابا نے فرمایا کہ دونوں بیٹے کل میرے پاس ہوں گے۔ اس پر محمدؑ نے کہا اے بھیّا میں نے بھی خواب دیکھا ہے۔ یہ دونوں خواب بیان کر رہے تھے کہ اس مومنہ کا داماد حارث نامی بیدار ہوا اور بچوں کی آواز سنی، اس مؤمنہ سے کہا کہ حجرہ میں کون ہے۔ چراغ روشن کر۔ ضعیفہ اُٹھی قدرے اندھیرا تھا چراغ روشن کیا حجرہ کی طرف جانا چاہتی تھی کہ حارث ملعون بھی ساتھ ساتھ گیا جب حجرہ میں پہنچا دیکھا کہ دو طفل بیٹھے ہوئے ہیں مصروف گفتگو ہیں اور رو رہے ہیں۔ اس نے پوچھا کہ تم کون ہو کہا کہ اولاد رسولخدا، پسران مسلم ہیں۔ حارث نے جیسے ہی سُنا خوشی کے مارے مثل خر چیخنے لگا۔ اسی وقت اس ملعون نے دونوں کے گیسو پکڑے اور کھینچتا ہوا باہر لایا اور صبح ہوتے ہی اس نے اپنے غلام فلیح سے کہا کہ دروازہ کھول۔ دروازہ کھولا گیا اور وہ ظالم ان بچّوں کو کھینچتا ہوا نہر فرات کے نزدیک لے گیا۔ وہ مؤمنہ فریاد و زاری کرتی رہی، کہتی رہی اے ظالم یہ آل رسولؐ ہیں۔ اس نے کوئی بات نہ سنی، غلاف سے تلوار نکالی اور اپنے غلام کو حکم دیا کہ یہ تلوار لے اور اس طفل کو قتل کر۔ جب وہ قتل کے ارادے سے نزدیک پہنچا تو ایک بھائی نے اس سے کہا کہ تیری صورت تو بلال سے ملتی ہے تو بالکل بلال مؤذن رسول خُدا کی شبیہ معلوم ہوتا ہے اور فرمایا کہ تو آل رسولؐ کا خون بہاتا ہے، بے گناہ ہمیں قتل کرتا ہے۔ اس غلام نے کہا تم کون لوگ ہو، فرمایا کہ ہم مسلم بن عقیل

کے فرزند ہیں۔ ہم عترت نبیؐ ہیں۔ حارث کے گھر میں ہم مہمان تھے اور اب یہ شخص ہم کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ اس غلام نے تلوار پھینک دی۔ حارث بدبخت کہنے لگا اے غلام! تو نے میرا حکم نہ مانا۔ تُو نے نافرمانی کی اس پر وہ غلام بولا کہ اے سیاہ دل میں خدا اور رسول کی نافرمانی نہیں کرنا چاہتا۔ تو خدا کی نافرمانی کر رہا ہے۔

بروایتے روضۃ الشہداء غلام نے حارث سے کہا کہ میں بروز قیامت رسولؐ خدا کو کیونکر منہ دکھاؤں گا۔ جب آنحضرتؐ مجھ سے فرمائیں گے کہ میری عترت کے ساتھ یہ سلوک کہ بے گناہ قتل کیا۔ اس وقت حارث نے غلام کو قتل کر دیا اور پھر بیٹے سے کہا کہ تلوار لے اور پسران مسلم کو قتل کر دے۔ اس نے بھی قتل کرنا قبول نہ کیا۔ جب اس نے پسران مسلم کو قتل کرنے سے انکار کر دیا تو حارث ملعون نے بیٹے کو قتل کر دیا۔ بعدہٗ اس ملعون نے غصہ میں آکر تلوار اٹھائی کہ پسران مسلم کو قتل کرے ضعیفہ مومنہ حائل ہو گئی اور رونے لگی۔ اس ملعون نے اس مومنہ کو مجروح کیا اور ایک گوشہ میں ڈال دیا۔ پھر اس حرامزادے نے بچّوں کی طرف دیکھا بچوں نے فریاد کی کہ خدایا رحم کر، ہماری ماں ہمارے انتظار میں ہے۔ آخر بچوں نے مہلت مانگی کہ دو رکعت ادا کر لیں پھر قتل کرنا۔ بچوں نے نماز ادا کی اور پھر بچشم گریان کہا کہ خداوند تو ہی ہمارے اور اس کے درمیان حکم کرنے والا ہے۔ صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ جب وہ ایک بھائی کو قتل کرنا چاہتا تو دوسرا بھائی اس کا دامن پکڑ کر کہتا کہ پہلے مجھے قتل کر میں بھائی کو ذبح ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔ غرضیکہ اس نے اوّل محمد کو قتل کیا، سر جدا کیا۔ اور لاش کو نہر فرات میں پھینک دیا۔ بعدہٗ اس ملعون سے ابراہیمؑ نے کہا کہ خدا کا واسطہ دیتا ہوں تو مجھے بھائی کے خون میں غلطاں ہونے دے۔ صاحب کتاب مناقب لکھتے ہیں کہ اس ملعون نے ابراہیمؑ کو اجازت

دی برادر خورد بڑے بھائی کے خون میں غلطاں ہوا اور اس بیکس نے بھائی کے غم میں گریہ کیا اور کہا یا رسول اللہ! آپ دیکھتے ہیں کہ میں نے بھائی کی محبت میں خون برادر سے غسل کیا ہے میں اسی حالت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ ابھی یہ معصوم کہہ رہا تھا کہ اس ملعون نے تلوار اٹھائی اور پس گردن ضرب لگائی۔ سر مبارک جدا ہوا اور اس نے لاش ابراہیمؑ نہر فرات میں ڈال دی۔ اس وقت تک بڑے بھائی کا لاشا پانی پر ہی تھا کہ چھوٹے بھائی کی لاش اس سے ملحق ہوئی اور دونوں لاشے زیرِ آب پنہاں ہو گئے۔ اس وقت زمین و آسمان سے ایک شور پکار گریہ بلند ہوا اور غیبی ندا آئی کہ حارث تو اپنے کیفر کردار کو جلد پہنچے گا۔

ظلم و ستم کا بدلہ

فطرت عالم یہ رہی ہے کہ ظالم کو ظلم کرنے کی سزا ضرور ملتی ہے خواہ وہ جلد یا بدیر ملے۔ از راہِ عدل و انصاف بدی کا بدلہ ضرور ملتا ہے تاکہ دوسرے لوگ مکافات سے غافل نہ ہوں بلکہ عبرت حاصل کریں۔ روایت ہے کہ حارث ملعون نے طفلان مسلمؑ کو بے جرم و خطا جس بیدردی سے قتل کیا۔ زمانہ نے بصورت مکافات اُسے بھی اسی تیغ سے اس جگہ قتل کیا اور حارث ملعون داخل جہنم ہوا۔ اس واقعہ کا اجمالاً تذکرہ اس طرح ہے کہ جب حارث نابکار حضرت مسلمؑ کے دونوں شہزادوں کے سرہائے بریدہ لے کر ابن زیاد ملعون کے پاس پہنچا تاکہ اس کو سر نذر کرے اور انعام و اکرام حاصل کرے۔ جب حارث دروازہ قصر پر پہنچا، ابن زیادؒ کی نظر حارث پر پڑی، دریافت کیا اے حارث کیا تو سرہائے بُزّہ یہاں لایا ہے (یعنی بکری کے بچوں کے سر) یہ کیا ہے اس ملعون نا ہنجار نے کہا اے امیر الوعدہ وفی کہ وعدہ

وفائی کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ پھر کہا کہ یہ مسلم بن عقیل کے بیٹوں کے سر ہیں۔ بُزّہ کے سر نہیں ہیں پھر اس نے دونوں سر طشت میں رکھ دیے اور کہا یہ آپ کی نذر ہیں۔ جب ابن زیاد کی نظر ان چاند سے چہروں پر پڑی۔ ابن زیاد اگرچہ بدترین شقی تھا مگر پھر بھی دونوں بچوں کے سر دیکھ رونے لگا اور اس کا رونا اس امر کی دلیل ہے کہ شہادت آل رسولؐ پر خواہ دوست ہوں یا دشمن، ذرات آسمان و زمین ہوں، یا چرند و پرند سب ہی نے گریہ کیا ہے۔ مومنین اس مضمون پر شیخ جعفر شوستری علیہ الرحمۃ کی کتاب خصائص ملاحظہ فرمائیں۔ اس نے حارث سے سارا واقعہ سنا اور کہنے لگا کہ اے مردود تو ذرا بھی خدا سے نہ ڈرا۔ روزِ جزا کو بھلا دیا۔ ان بچوں کی یتیمی اور بے کسی پر ذرا بھی رحم نہ کیا۔ بروایت امالی۔ ابن زیاد تین مرتبہ غیض و غضب کی حالت میں اپنی جگہ سے اٹھا اور بیٹھ گیا۔ حارث نے کہا اے ابن زیاد ان کو جب میں نہر فرات پر قتل کرنے کے لیے لے گیا تو اوّلاً تو ہر ایک نے یہ کہا کہ پہلے مجھے قتل کر بعدہٗ دوسرے بھائی کو قتل۔ پھر بچوں نے نماز پڑھنے کی مہلت مانگی۔ میں نے نماز پڑھنے کی اجازت دی، بچوں نے نماز ادا کی۔ اس وقت آہ و زاری نالہ و شیون کی آوازیں آنے لگیں۔ ابن زیاد نے پوچھا کہ نماز پڑھنے کے بعد ان بچوں نے کیا کیا تھا وہ کہنے لگا کہ ان دونوں بچوں نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا کہ اے حیّ و قیوم خدائے بزرگ و برتر تو ہی ہمارے اس ظالم کے درمیان فیصلہ کرنے والا ہے۔ پس ابن زیادؒ نے ان بچوں کے سرہائے مبارک کی طرف دیکھا اور کہا اے پسران مسلمؑ تمہاری دعا مستجاب ہوئی۔ یہ کہہ کر اس نے دربار میں کی طرف دیکھا اور ایک شخص سے کہا کہ اس ملعون کو اسی جگہ لے جاؤ جہاں اس نے ان دونوں معصوموں کو قتل کیا ہے اور اس کو قتل کر دو ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔

وہ شخص اٹھا اور حارث ملعون کو ابن زیاد کے حکم سے گرفتار کیا اور نہر فرات پہنچ کر اسی جگہ کہ جہاں دونوں بچے قتل کیے گئے تھے۔ حارث ملعون کو بھی قتل کیا اس کی لاش کو پھینک دیا۔ اس مردِ مومن نے اس کو داصل جہنم کرتے وقت کہا کہ اگر ابن زیاد مجھے پوری سلطنت بھی دے دیتا تو میں اتنا خوش نہ ہوتا جس قدر کہ مجھے اس حرامزادہ حارث ملعون کو قتل کر کے خوشی ہوئی ہے۔ اس وقت تماشائیوں کا ہجوم تھا لیکن دا حسرتا الحرم حسینؑ اس کے دربار میں کھڑے تھے۔ سیدانیاں برہنہ سر تھیں اور سید سجادؑ کے گلے میں طوق ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں تھیں۔

احوال مختار ثقفی رحمۃ اللہ علیہ

مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی جو کہ دوستداران اہل بیت طاہرینؑ تھے اور جناب مختارؒ نے قاتلانِ امام حسینؑ سے خوب انتقام لیا ہے اور ابن زیاد ملعون کو نہر خاذر کے کنارے بشمشیر ابراہیمؒ بن مالک اشترؒ قتل کیا ہے۔ مختارؒ جناب مسلمؑ کے زمانۂ خروج میں کوفہ میں نہ تھے بلکہ ان کو یہ خبر دی گئی کہ حضرت مسلمؑ نے خروج کیا ہے اور شیعیانِ کوفہ ان کے ہمراہ ہیں۔ کوفہ میں ایک شورش برپا ہے۔ پس مختارؒ اسلحۂ حرب پہنے اور جنگی گھوڑے پر سوار ہوئے اور جمعیت کثیر جو کہ ہوا دارانِ مختار تھے ہمراہ ہوئے کہ کوفہ پہنچیں۔ ابن زیاد ملعون نے جب وہ کوفہ پہنچا ہے تو وہ حالات کو جانتا تھا اپنی حفاظت کے لیے شاہراہوں اور سرحدات کوفہ پر زبردست فوجی پہرہ بٹھا دیا تھا کہ باہر سے دوستداران آل محمدؐ حملہ آور نہ ہو سکیں اور خصوصاً اس کی نگاہ مختار پر تھی کہ مبادا وہ حملہ نہ کرے۔ اس نے اپنے سپاہیوں

کو ہدایت کی تھی کہ مختار اور ان کے ساتھیوں کو کوفہ میں داخل ہونے سے روکیں۔ جب مختار اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کوفہ پہنچے تو ابن زیاد کی فوج نے ممانعت کی مگر جناب مختار نے تلوار کھینچ لی۔ کچھ لوگ داصل جہنم کیے اور ما بقی بھاگ گئے۔ جس روز حضرت مختار کوفہ پہنچے ہیں وہ روز قتل حضرت مسلمؑ تھا جب آپ کوفہ کے قریب پہنچے تو کوفہ کے صحرائی لوگوں سے ملاقات کی۔ احوال کوفہ پوچھا تو کسی نے کہا کہ اے مختار میں کوفہ سے باہر نہیں آیا تھا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت مسلمؑ کا سر بام قصر پر کاٹا اور ان کی لاش کو نیچے پھینک دیا اور لاش کے پیروں میں ریسمان باندھ کر تشہیر کیا گیا تھا۔ جب مختار نے یہ خبر وحشت اثر سنی گھوڑے سے زمین پر اترے عمامہ سر سے پھینک دیا۔ گریبان چاک کیا خاک سر میں ڈالی اور پھر گریہ و بکا کے بعد اپنے لشکر والوں سے کہا کہ تم واپس جاؤ اپنے اپنے قبیلہ میں چلے جاؤ اور اسلحہ اپنے بدن سے اتارا اور صلح و سلامتی والا لباس پہنا کوفہ میں داخل ہوئے۔ چاروں طرف آثار دہشت نظر آئے جب کوفہ کے میدان میں پہنچے تو دیکھا کہ ایک خیمہ نصب ہے اور خیمہ میں عمرو بن حریث داروغہ ابن زیاد بیٹھا ہے اور منادی کرنے والے اس کے پاس موجود ہیں ان کے پاس علم ہے کہ جو کوئی شخص اس علم کے نیچے آ جائے وہ امان پائے گا۔ اگر کوئی دوسرے دن آئے گا تو اس کی جان کے لیے خطرہ ہے۔ مختار محوِ حیرت تھے کہ عمرو بن حریث کی نظر مختار پر پڑی۔ اس نے اپنے غلام سے کہا کہ مختار کے پاس جا اور ان کو میرے پاس بلاؤ۔ غلام مختارؒ کے پاس آیا اور عمرو بن حریث کا پیغام دیا۔ مختار گئے۔ اور عمرو بن حریث نے مختار کو خیمہ سرخ میں بلایا اور ملاقات کی۔ جناب مختارؒ نے دریافت کیا اے برادر یہ معاملہ ہے یہ کیسا ہنگامہ ہے۔ عمرو بن حریث نے تمام واقعہ بیان کیا اور کہا اے

مختار بہت اچھا ہوا کہ تم آج یہاں پہنچ گئے ورنہ تمہاری خیریت نہ تھی۔ اب تم علم کے نیچے آ گئے امن امان سے رہو گے۔ چلو اب ہم اور تم ابن زیاد کے پاس چلتے ہیں جناب مختارؒ نے کہا کہ ابن زیاد میری طرف سے بدگمان ہے۔ میں اس شریر کے شر سے محفوظ نہیں ہوں۔ عمرو بن حریث نے کہا کوئی خطرہ کی بات نہیں ہے۔ میں تمہاری شفاعت کے لیے موجود ہوں۔ پس مختار اٹھے اور علم امان کے نیچے آئے اور علمدار جو کہ علم کو لیے ہوئے تھا جناب مختار کو قصر ابن زیاد لے گیا پس جیسے ہی مختار نے قصر کے دروازہ پر پہنچے اور بغیر اجازت ابن زیاد آپ اس کے پاس بیٹھ گئے۔ تو وہ ملعون بحالت غیض وغضب بولا کہ اے عبیدہ کے بیٹے تو تھا کہ جس نے ہمارے دشمن کے ہاتھ پر بیعت کی اور مسلم بن عقیل کو اپنے مکان میں جگہ دی اب کس واسطے یہاں آیا ہے کیا یہاں کوئی عذر ہے تو میرے پاس بغیر میری اجازت کے بیٹھ گیا۔ اتنے میں عمرو بن حریث آ گیا اور کہا اے امیر تیری جان کی قسم مختار کا کوئی قصور نہیں ہے اس شہر میں کسی نے اس کو ہنگامہ میں ملوث نہیں دیکھا۔ یہ درست ہے کہ دو تین دن مسلمؑ اس کے گھر ٹھہرے ہیں۔ بعد ازاں وہ ہانی کے گھر چلے گئے تھے۔ اور اب آئے ہیں تو سب سے پہلے از خود علم امان کے سایہ میں آ کر طالب امان ہیں یہاں تک کہ مختار ابھی گھر بھی نہیں گئے ہیں جب پر ابن زیاد خموش ہو گیا اور مختار کو خلعت سے نوازا اور ان کے ساتھ باحترام واکرام پیش آیا۔ اسی اثناء میں ایک گروہ کہ جو جناب مختار کے ہاتھوں کوفہ میں داخلہ کے وقت زخمی ہوا تھا آ گیا۔ اور اس کے ساتھ وہ لوگ بھی آ گئے کہ جو فرار کر گئے تھے۔ ابن زیاد نے دیکھا تو فوراً ہی غضب ناک لہجہ میں کہا۔ اے مختارؒ تو نے ان مسلمانوں کو کیوں مجروح اور قتل کیا ہے جناب مختار نے فرمایا کہ جب ان لوگوں نے مجھے دیکھا قتل کرنے کے لیے تلواریں کھینچ

لیں۔ میں نے ان کو مجروح و قتل کیا اور یہ لوگ وہاں سے فرار کر گئے۔ ابن زیاد نے جناب مختار پر حملہ کیا جس سے جناب مختار کی یک زیر چشم دریدہ ہو گئی اور عوں جاری ہو گیا۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ ان کی گردن قطع کر دو۔ لیکن اشراف کوفہ نے جو وہاں موجود تھے بیک زبان سفارش کی کہ مختار کو قتل نہ کیا جائے۔ اور کہا اے امیر قتل مختار میں جلدی کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ اس کا باپ ابو عبیدہ، خالد بن ولید کے ساتھ کفار و مشرکین سے جنگوں میں شریک رہا ہے۔ مسلم بن عقیل تو بے کس و غریب تھے کہ جنھیں تو نے قتل کرا دیا۔ مختار کے تو ہوا خواہ اور یار و انصار کثیر تعداد میں ہیں ان کو قتل کرنا ہرگز مناسب نہیں ہے۔ ان کے قتل سے باز رہ۔ قتل کرنے کی بجائے ان کو قید کر دے پس ابن زیاد نے حضرت مختار کو قید کر دیا۔ شیخ ابن نما فرماتے ہیں کہ مختار کو قید کرنے کے بعد اشراف کوفہ میں سے وہ لوگ جو دوستدار علی علیہ السلام یا جن لوگوں نے حضرت مسلمؑ بن عقیل کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی ایک ایک کر کے قید کر دیے گئے۔ ان میں عبداللہ بن حارث بن عبدالمطلب بھی تھے جناب میثم تمار بھی تھے ان کے علاوہ اور بھی دوستداران اہلبیتؑ تھے کہ جو محبوس کیے گئے اور بعض لوگ ابن زیاد کے خوف سے کوفہ سے باہر چلے گئے مگر بیعت نہیں کی۔ مروی ہے کہ عبداللہ حارث تیغ ولا کی نے مختار سے ملاقات کی اور کہا اے برادر ابن زیاد تجھے قتل نہیں کرے گا اور مجھ کو بھی قتل نہ کر سکے گا یہاں تک کہ ہم در تل بصرہ اس کے پاس پہنچیں اور اس کے باپ کو جلائیں۔ بعدہٗ جناب میثم تمار نے فرمایا کہ اے برادر من ابن زیاد ہرگز تجھے قتل نہیں کرے گا بلکہ اے مختار تو ہی اسے قتل کرے گا اور وہ تیرے ہی ہاتھ سے مارا جائے گا۔ حضرت مختار اور بعض شیعیانِ علیؑ زندان میں رہے یہاں تک کہ وہ روز بد آ گیا کہ حضرت امام حسینؑ کا

سر بریدہ اور اہل حرم رسن بستہ دربار ابن زیاد میں پیش کیے گئے۔ اس وقت اس ولد الحرام نے ایک اجتماع کیا اور دربار عام بصورت جشن فتح آراستہ کیا، یعنی لوگوں کو عام اجازت تھی جس کا دل چاہے دربار میں آکر اسیران محمدؐ کا تماشا دیکھے۔ بعدہٗ اس نے زندان سے جناب مختارؒ کو طلب کیا۔ جناب مختار دربار میں تشریف لائے اس طرح پا بزنجیر دربار میں پہنچے۔ جب داخل دربار ہوئے تو تماشائیوں نے ہجوم کر لیا۔ خیال کیا کہ یہ لوگ اس قدر ہجوم کے ساتھ کیوں جمع ہوئے ہیں پھر آپ نے تخت کیطرف نظر ڈالی دیکھا کہ ابن زیاد ملعون بیٹھا ہوا ہے۔ ابن زیاد نے از تمسخر وطنز مختار سے کہا کہ ہاں اے مختار بتاؤ کیا حال ہے زندان میں قریب قریب ایک ماہ گذر چکا ہے کہ تازہ ہوا بھی تجھے میسر نہیں ہے لباس بوسیدہ ہے۔ مختار واقعۂ کربلا سے بے خبر تھے اپنے خیال سے یہ فرما دیا کہ یہ ساری ذلت عزت میں بدل جائے گی۔ میرے امیر امام حسینؑ عراق پہنچ چکے ہیں۔ مفید علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ابن زیاد نے حضرت مسلمؑ اور حضرت ہانیؒ کو قتل کرنے کے بعد یزید پلید کو خط تحریر کیا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا کا شکر ہے کہ میں نے شیعیان علیؑ پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا ہے۔ مسلم و ہانیؒ کو قتل کرا دیا ہے اسی اثناء میں یزید پلید کا جواب نامہ ابن زیاد کو ملا جس میں تحریر تھا کہ شیعیان علیؑ اور ان لوگوں کو جنھوں نے بیعت مسلم بن عقیل کی ہے قتل و غارت کر اسباب و اموال تلف کر دے۔ چنانچہ ابن زیاد ملعون نے ظلم و ستم کرنے میں اور بھی زیادہ شدت اختیار کی۔ شرفاء کوفہ میں سے بعض مثلاً جناب حبیب ابن مظاہر، عابس بن شبیب شاکری، مسلم بن عوسجہ اسدی وغیرہ پہلے ہی خدمت امام حسینؑ میں حاضر ہو گئے تھے اور جام شہادت نوش کر کے راہیٔ خلد بریں ہوئے۔ ابن زیاد لعین نے جناب مختارؒ کو دوبارہ زندان بھیج دیا مگر وا حسرتا مختارؒ نے نبی زادیوں کو اسیری کی حالت میں کھلے سر دیکھا، سیّد سجاد

کو دیکھا کہ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہیں گلے میں طوق خاردار ہے اور پاؤں میں بیڑیاں ہیں۔

جلالتِ قدر جناب میثم تمّار رضوان اللہ علیہ

اگر بغائر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ حضرت علی مرتضیٰؑ کی دوستی میں ثابت قدم رہنا، خوشنودیٔ رسولؐ کا باعث ہے خوشا نصیب کہ جو شیعۂ علیؑ بن کر دوستیٔ آنجنابؑ میں ثابت قدم رہے۔ ؎

ہر کہ را مہر خدا مہر علی است — افتراقِ ایں دو نور از احوالی است
آفتاب دوستیٔ اولیا — کے تواند شد ز مہر حق جدا (کج چشمی)
چوں ہمہ یک نور نور خالقند — ہر یکے مر دیگرے را عاشقند
شیعیانِ چوں در حقیقت پرتوند — لاجرم در دوستی ہم میروند

حضرت میثم تمار فی الواقع دوستدار علی علیہ السلام تھے۔ آپ عاشق و جانثار و صادق مولائے کائنات تھے۔ آپ کو جناب امیر المومنین علیہ السلام نے پرورش کیا تھا اور آزاد کر دیا تھا۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ جناب امیر المومنینؑ نے ان کو اسرار علوم غیب تعلیم کیے تھے جس سے آپ ہونے والی باتوں کی پہلے سے خبر دیا کرتے تھے۔ آن جنابؑ نے ان کو خبر دی تھی کہ ابن ملجم مجھے ضرب لگائے گا اور میری شہادت واقع ہوگی اور اے میثم میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک روز شریر لوگ تمہیں گرفتار کریں گے۔ زدوکوب کریں گے اور دوسرے دن تمہارے ناک و دہن سے خون جاری ہوگا اور تیسرے دن تمہاری داڑھی تمہارے خون سے خضاب ہوگی اور ایک جگہ کی نشاندہی کی کہ یہاں ایک درخت پر تم کو سولی دی جائے گی۔ اس پر حضرت میثم نے دریافت کیا کہ اے آقا یہ باتیں میرے ساتھ کس جرم و خطا میں

کی جائیں گی ارشاد فرمایا کہ میری محبت کی وجہ سے تمہیں قتل کیا جائے گا۔ میثم نے فرمایا کہ پھر مجھے یہ سب کچھ قبول ہے کہ میں آپ کی محبت میں شہید ہوں گا۔ جنت میرا مقام ہوگا۔ کوثر کی موجیں میرا انتظار کر رہی ہوں گی۔ سایۂ لواء الحمد نصیب ہوگا۔ شیخ مفید کتاب ارشاد میں تحریر فرماتے ہیں کہ میثم نے اپنی شہادت کے سال بیت اللہ کی زیارت کی اور واپسی پر مدینہ پہنچے اور حضرت ام المؤمنین بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان پر گئے۔ درخانہ پر سلام بجالائے کہا کہ میں میثم تمّار ہوں مطیع حیدر کرّار ہوں اور ابھی تک زندہ ہوں۔ حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا کہ خوش آمدید خاطر کہ تم آئے ہو۔ میں نے نصف شب گزرنے کے بعد خواب میں دیکھا کہ حضرت رسولِ خدا نے تمہاری سفارش اپنے بھائی علی ابن ابیطالبؑ سے کی ہے۔ میثمؓ نے عرض کیا کہ اے ام المومنین یہ تو فرمائیے کہ حضرت حسین علیہ السلام کہاں ہیں فرمایا کہ وہ اندر موجود ہیں۔ عرض کیا کہ میرا سلام ان کو پہنچا دیجئے میں تو بے حد مشتاق زیارت حسین ہوں اور اب میں اجازت چاہتا ہوں حضرت ام سلمہؓ نے خوشبو وغیرہ پیش کی جسے آپ نے اپنی ریش مبارک پر ملا اور کہا اب عنقریب میری ڈاڑھی میرے خون سے خضاب ہو گی۔ جناب ام سلمہؓ نے دریافت کیا کہ تم کو یہ کیوں خبر ہوئی عرض کیا کہ شاہ ولایت علی ابن ابیطالب نے خبر دی تھی۔ ام سلمہؓ آبدیدہ ہوئیں اور جناب میثم تمار وہاں سے رخصت ہوئے اور کوفہ وارد ہوئے۔ ابن زیاد کے گماشتوں نے ان کو گرفتار کر لیا اور جب اس ملعون کے پاس لے گئے تو بروایتے شیخ ابن الفارسی۔ ابن زیاد نے لوگوں سے کہا کہ اس مرد کے امیر کو پہچانتے ہو۔ لوگوں نے کہا کہ وہ کون ہے۔ ابن زیاد ملعون کہنے لگا کہ یہ کذاب غلام علیؑ ہے اس نے حضرت علیؑ کی طرف بھی یہی نسبت دی، معاذ اللہ، پھر ابن زیاد نے لوگوں کی طرف از راہِ تامّل دیکھا۔ میثم تمار کی طرف بھی

نظر ڈالی فرمایا اے ملعون تو کیا چاہتا ہے میں صادق ہوں اور میرے آقا صادق و صدیق علی ابن ابیطالب ہیں جنھیں رسول خدا نے صدیق فرمایا ہے اور حق یہی ہے کہ علیؑ ہی صدیق ہیں کتاب الارشاد میں ہے کہ اے میثم تمہارا خدا کہاں ہے فرمایا کہ کمین گاہ تو۔ یعنی اے ظالم خدا تیری نافرمانی دیکھ رہا ہے۔ اس پر ابن زیاد ملعون غصہ میں بھر گیا اور کہا اے عجمی تو اس قدر گستاخ ہو گیا ہے۔ اور اس ملعون نے ان کو قید کر دیا اور زندان بھیج دیا۔ چند دنوں بعد ابن زیاد نے حکم دیا کہ مختارؒ اور میثم تمار کو زندان سے یہاں لایا جائے، غلام گئے اور دونوں کو زندان سے دربار میں لائے اوّل مختار کو اس کے سامنے پیش کیا۔ اس ملعون نے حکم دیا کہ مختار کو قتل کر دیا جائے ناگاہ ایک قاصد وارد ہوا اور اس نے ایک نامہ یزید اس کو دیا جس میں یزیدؔ نے لکھا تھا کہ مختار کو رہا کر دیا جائے۔ جب جناب مختار رہا ہو گئے تو میثم تمار کو طلب کیا وہ پیش ہوئے روضۃ الواعظین میں ہے کہ جب میثم اس ملعون کے سامنے پیش ہوئے تو اس نے کہا کہ اے میثم تم کو چاہیے کہ علیؑ پر تبرّیٰ کرو اور مدح عثمان کرو ورنہ تمہیں کو ٹکڑے ٹکڑے کرا دوں گا۔ جناب میثم یہ سن کر گریہ کرنے لگے تو ابن زیاد نے کہا کہ تو گریہ کرتا ہے۔ جناب میثم نے فرمایا کہ میرا گریہ کرنا کسی خاص مطلب کے لیے ہے اپنی موت کو سن کر گریہ نہیں ہے بلکہ اس لیے گریہ کر رہا ہوں کہ مجھے میرے مولیٰ و آقا صدیق اکبر حضرت علیؑ نے خبر دی تھی کہ اے میثم تمہاری ریش تمہارے خون سے تر ہو گی۔ ہاتھ پاؤں قطع نہیں ہوں گے بلکہ زبان کاٹی جائے گی۔ ابن زیاد نے جب یہ کلام سنا تو برافروختہ ہوا اور کہنے لگا کہ بخدا میں تیرے دست و پا قطع کروں گا اور تیری زبان قطع نہیں ہوگی۔ تاکہ تیرا اور تیرے آقا کا کہنا جھوٹ ثابت ہو پس اس ملعون نے حکم دیا کہ میثم تمار کے ہاتھ

پیر کاٹ دیے جائیں۔ اور پھر ایک درخت پر ان کو سولی دی جائے۔ کتاب الارشاد میں ہے کہ جب اس مردِ مومن شیعۂ علی مرتضیٰؑ کو دار پر کھینچا گیا تو لوگ تماشا کے لیے جمع ہو گئے۔ عمرو بن حریث اپنے مکان سے باہر آیا۔ میثم کو دار پر دیکھا۔ بہت متعجب ہوا اور کہا خدا کی قسم اس مرد دیندار مجھ سے کہا تھا کہ میں تیرا ہمسایہ ہوں گا تو حق ہمسائیگی ادا کرنا۔ پس اس نے اپنی کنیز کو حکم دیا کہ اس درخت کے آس پاس جگہ صاف کی جائے زمین پر پانی چھڑکا جائے کنکریاں اور سنگریزے چن لیے جائیں مختصر یہ ہے کہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب میثم نے لوگوں کا اژدھام دیکھا اس درخت پر کہ جسے سولی کا تختہ بنایا گیا تھا، فضائل حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ بیان کرنا شروع کیے اور بنو امیہ کی مدح کی۔ روضۃ الواعظین میں ہے کہ میثمؒ نے فرمایا اے لوگو جس کسی کو پوشیدہ حدیث فضائل علیؑ المرتضیٰ سننی ہو وہ بگوش دل سنے یہ کہہ کر آپ نے فرمایا کہ منجملہ دوسری احادیث کے ایک یہ بھی خبر ہے کہ مجھ سے میرے آقا و مولا امیر المومنین ابن ابیطالبؑ نے فرمایا تھا کہ: واللہ تقتل ھٰذہ الامۃ ابن بنت نبیھا فی المحرم لعشر مضین منہ یعنی قسم بخدا کہ یہ امت پسر دختر رسولِ خداؐ کو محرم میں قتل کرے گی پھر فرمایا کہ: یبکی علیہ کل شیٔ حتی الوحوش فی الفلوات والحیتان فی البحار والطیر فی جو السماء اے لوگو جب یہ امت اپنے امام کو شہید کرے گی تو تمام کائنات اس پر خون کے آنسو بہائے گی۔ یہاں تک کہ جانورانِ صحرائی، دریا کی مچھلیاں، مرغانِ ہوا، آفتاب و ماہتاب سب ہی گریاں کناں ہوں گے۔ اور پھر فضائل آلِ رسولؐ بیان کیے اور کہا میری خاک کا ہر ایک ذرّہ عشق ابوتراب رکھتا ہے کتاب الارشاد میں ہے کہ منافقین نے ابن زیاد ملعون کو اس کی خبر کی کہ میثم دار پہ

فضائل علیؑ المرتضیٰ بیان کر رہے ہیں۔ اس مقام پر ابن فارسی رقم طراز ہیں کہ جب ابن زیاد نے یہ حال سنا تو کہنے لگا کہ اب کوئی دوسرا چارۂ کار نہیں ہے۔ پس میثم کی زبان کاٹ دی جائے جلاد کو حکم دیا کہ زبان کاٹ دے۔ جب جلاد نے زبان قطع کرنے کا ارادہ کیا تو میثم نے فرمایا کہ کیا کرتا ہے اس نے کہا کہ زبان قطع کروں گا۔ آپ نے ابن زیاد کو مخاطب کر کے لوگوں سے کہا کہ کہہ دو اس کنیز زادہ سے کہ میرے مولا و آقا امیر المومنین علی مرتضیٰ نے سچ فرمایا تھا کہ میثم تمہاری زبان ہماری محبت میں کاٹی جائے گی۔ المختصر جلاد نے آپ کی زبان قطع کی۔ پھر اس جلاد نے ابن زیاد کے حکم سے ہاتھ پاؤں بھی قطع کیے مگر میثم کی قوت ایمانی دیکھنے کے قابل ہے۔ آنکھ کے اشارے سے علی ابن ابیطالبؑ کی مدح کرتے رہے۔ دار پر ہی تھے کہ روح پاکیزہ بطرف طوبیٰ روانہ ہوئی۔ اور غلام اپنے آقا کی خدمت میں پہنچ گیا۔ مخزن البکاء میں ہے کہ خرما فروشان کچھ دور جمع ہوئے اور ایک دوسرے کو آپس میں ملامت کرتے رہے کہ ہمارا ہم پیشہ تاجر خرما کی لاش بے گور و کفن پڑی ہے۔ غرضیکہ تیسرے دن بوقت شب وہ لوگ جمع ہوئے اور جناب میثم تمار کو سپرد خاک کیا۔ واحسرتا کربلا میں لاش ہائے شہداء بے غسل و کفن پڑی رہیں کون تھا کہ جو دفن کرتا۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

احوال رشید ہجریؒ

جناب رشید ہجریؒ دوستدار حضرت شاہ اولیاء امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام تھے۔ آپ کی جلالت قدر کے لیے یہی کافی ہے کہ آپ ملکی الصفات تھے۔

حضرت امیر المومنین سے اسقدر فیض روحانی حاصل کیا تھا کہ اس حدیث مبارکہ کا مصداق بن گئے تھے کہ عبدی اطعنی اجعلک مثلی یعنی ارشاد خداوند عالم ہے کہ اے میرے عبد (بندہ) تو میری اطاعت کر میں تجھے اپنا جیسا بنا دوں گا (یہاں اجعلک مثلی فرمایا ہے اس کے یہی معنی ہیں کہ اطاعت خدا کا اثر یہ ہے کہ مطیع خدا میں صفات الٰہیہ کا پرتو پیدا ہو جاتا ہے اور لفظ اجعلک یعنی تجھے بنا دوں گا اس امر کی دلیل ہے کہ خداوند تعالیٰ ہر حال مثل ہونے سے ارفع و اعلیٰ ہے کیونکہ مخلوق پھر بھی مخلوق ہے اور خالق پھر بھی خالق۔ مطیع بندوں میں صفات خدا عطیہ خداوندی ہے اور خداوند عالم بذاتہ ہر صفت و کمال حسنہ کا جامع ہے)۔

بنا بریں خوارق عادات، باتیں ان سے ظاہر ہوتی تھیں یہ بھی مروی ہے۔ شیخ طوسی علیہ الرحمۃ کتاب امالی میں حسان عجلی سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کی دختر سے سوال کیا کہ مجھے یہ بتلائیں کہ تمہارے پدر عالی قدر کو کس طرح شہید کیا گیا تو اس سے بہت کچھ سننے میں آیا ہے۔ شیخ کشی فرماتے ہیں کہ اس دختر کا نام قنوا تھا۔ اس نے کہا کہ میرے والد ماجد نے اپنی زندگی میں مجھ سے فرمایا کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ آقائے من نے مجھ سے ارشاد فرمایا ہے کہ اے رشید اس روز صبر کرنا جب اموی لوگ تم کو پکڑ لیں گے اور ابن زیاد تمہارے ہاتھ پیر قطع کرے گا اور بعدہٗ تیری زبان قطع کرے گا۔ میرے پدر بزرگوار نے امیر المومنین کی خدمت میں عرض کیا مولیٰ یہ تو فرمائیے کیا ان مصائب کے بعد مجھے جنت و رضوان خداوند تعالیٰ نصیب ہوگی آپ نے فرمایا کہ ہاں بے شک نصیب ہوگی اور اے رشید تو دنیا میں بھی مجھ سے ہے اور آخرت میں بھی میرے ساتھ ہوگا۔ قنوا کہتی ہے کچھ عرصہ نہ گزرا تھا کہ دعی ابن دعی (دعی کا لفظ اشارۂ لطیف ہے لفظ ابن زیاد کی طرف بمعنی بہت سوں کا فرزند)۔

عبید اللہ نے کسی کو بھیجا اور اس نے میرے بابا سے کہا اے رشید! حضرت علیؑ کی غلامی چھوڑ دو یعنی ان کو اپنا مولیٰ و آقا نہ سمجھو جس پر رشید نے فرمایا کہ سوائے علی ابن ابی طالب میرا کوئی دوسرا شخص آقا نہیں ہے اور کہا ہائے میں خلاف عقل بات کس طرح کہوں حالانکہ میں جانتا ہوں کہ تو مجھے قتل کرے گا اور میرے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے گا اور میری زبان بھی قطع کرے گا۔ قنوا کہتی ہے کہ لوگ رشید ہجری کو ابن زیاد کے پاس لے گئے۔ اس نے پوچھا کہ رشید تم کو تمہارے مولیٰ علی ابن ابیطالبؑ کو کیونکر خبر دی ہے کہ میں تم کو کس طرح قتل کروں گا۔ رشید نے کہا کہ میرے مولیٰ نے فرمایا ہے کہ تو میرے ہاتھ پاؤں قطع کرے گا اور سولی چڑھا دے گا۔ ابن زیاد ملعون نے کہا بخدا میں تمہارے امام کا کلام جھوٹا کروں گا اور تم کو چھوڑ دوں گا۔ جناب رشید وہاں سے اُٹھے تو ابن زیاد اپنے آدمیوں سے کہنے لگا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالو۔ اور سولی دے دو۔ رشید ہجری نے کہا ایک چیز باقی رہ گئی ہے جس کی میرے مولیٰ نے مجھے خبر دی ہے اور وہ بھی تو ہی انجام دے گا۔ ابن زیاد لعین نے کہا کہ اس کی زبان بھی قطع کر دو۔ اس پر رشید بولے کہ میرے مولیٰ کا کلام کبھی جھوٹ نہیں ہو سکتا۔ پس اس ظالم نے حکم دیا کہ رشیدؒ کے دست و پا قطع کیے جائیں چنانچہ رشید کے ہاتھ پاؤں قطع کر دیے گئے۔ جب اسی حالت میں ان کو گھر لائے تو ہمسایہ لوگ اور دوستدار جمع ہو گئے، اور اسی حالت میں میرے بابا نے فرمایا کہ دوات قلم لاؤ، دوات و قلم حاضر کیا گیا اور انھوں نے آئندہ ہونے والی خبریں اور واقعات تحریر کیے۔ کیونکہ میرے بابا کی حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے علم منایا اور بلایا تعلیم کیا تھا جب ابن زیادؒ کو اس کا علم ہوا تو اس نے حجام کو بلایا اور حکم دیا کہ رشید کی زبان قطع کرے۔ وہ ملعون آیا اور رشید کی زبان کاٹ دی گئی۔

اس وقت میرے بابا نے کہا اے ابن زیاد جو میرے مولا نے فرمایا تھا وہ سچ نکلا۔ دختر رشید یہ حالات دیکھ کر زار زار رو رہی تھی۔ اس وقت اس نے اپنے بابا رشیدؒ سے پوچھا کہ بابا کہ آپ کو درد کی تکلیف بہت زیادہ ہو گی جس پر رشید نے اشارہ سے یہی کہا بلکہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ جلد مجھے رہائی نصیب ہو اور یہی میری بارگاہ خدا میں التجا ہے کہ مجھے جلد رہائی نصیب ہو۔ لقائے خدا کا انھیں اشتیاق تھا کہ برحمت الٰہی ملحق ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

موکب امام حسین کا مکّہ معظمہ سے بطرف کربلا کوچ

شیخ مفیدؒ وسید طاؤس، شیخ ابن الفارسی رضوان اللہ علیہم معمولی سے اختلاف کے ساتھ کتب مقاتل میں بیان کرتے ہیں کہ جناب مسلمؑ نے ۸ ذی الحجہ ۶۰ھ کو کوفہ میں خروج کیا۔ یہ تاریخ یوم الترویہ ہے۔ اور حضرت مسلم کی شہادت ۹ ذی الحجہ کو ہوئی اور روز نہم ذی الحجہ یوم عرفہ کہلاتا ہے۔ اور اسی روز حضرت امام حسینؑ مکہ معظمہ سے کوچ فرمایا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے نویں ذی الحجہ مکہ معظمہ سے اس لیے کوچ فرمایا کہ خدائے تعالیٰ نے کعبہ کو جائے امن قرار دیا ہے۔ ارشاد فرمایا ہے: من دخله كان أمنا (سورۃ آل عمران آیت ۹۷) یعنی جو کعبہ میں داخل ہو گیا وہ امن پا گیا اب اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے آپ کے مکہ معظمہ سے کوچ کرنے کی دو وجوہ تھیں۔ ایک یہ کہ آپ جانتے تھے کہ جب تقدیر الٰہی جاری ہو جائے تو وہ کام ہو کر رہتا ہے۔ حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ انیسویں ماہ رمضان المبارک کو خانہ جناب ام کلثوم سے مسجد تشریف لائے جانتے ہوئے کہ حالت نماز میں سر کے اس مقام پر کہ جو بالوں کے درمیان لکیر ہوتی ہے ضرب پڑے گی اور خود زخمی ہوں گے۔

حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام عارفاً وعالماً گھر سے مسجد تشریف لائے اور زخمی ہوئے کیونکہ تقدیر الٰہی جاری ہو چکی تھی۔ اور مکہ معظمہ سے کوچ کرنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت امام حسینؑ کے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ آپ ان لوگوں سے محفوظ رہ سکیں جو حاجیوں کی صورت میں آپ کے قتل کرنے کے لیے آپ کی گھات میں بیٹھے ہوئے تھے۔ پس حضرت امام حسینؑ کی نظر انجام پر تھی کہ اگر حرم میں ٹھہرتے ہیں اور قتل کر دیے جاتے تو حرمت کعبہ مٹ جاتی۔ بنا بریں امام عالیمقام مکہ سے باہر نکل گئے۔

کتاب کامل الزیارت میں ابی سعید سے مروی ہے کہ میں حضرت خامس آل عبا علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر تھا کہ عبداللہ ابن زبیر آپ کے پاس آئے۔ کچھ دیر تک آپس میں خموشی کے ساتھ محو گفتگو رہے کہ بعد ازاں حضرت امام حسینؑ نے فرمایا کہ عبداللہ جانتے ہو کہ میں نے کیا کہا مقصد یہ تھا کہ عبداللہ زبیر تم نے کعبہ کو جا امن سمجھ لیا ہے مگر تمہیں یہ خبر نہیں ہے کہ مخالفین واعدائے دین میری جان لینے کے ارادہ سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اگر مجھے کعبہ میں قتل کر دیں تو حرمت کعبہ برباد ہو گی مجھے یہ پسند ہے کہ میں کعبہ کی بجائے میدان بے آب وگیاہ میں قتل کیا جاؤں اور میرے خون سے کعبہ کی زمین رنگین نہ ہو۔ اور اگر شط فرات پر کیا جاؤں میرے لیے باعث خوشی ہے کہ حرم الٰہی کی تقدیس باقی رہی۔ آپ نے اپنی شہادت کے لیے زمین کربلا کا انتخاب اس لیے کیا کہ مکہ کی زمین نے کربلا کی زمین پر مفاخرت کی تھی تو منجانب خدا خطاب قہر آمیز ہوا کہ: قرّی فاستقرى۔ آرام سے رہ یعنی فخر مت کر۔ اگر بعد ازاں فخر کیا تو تجھے مسخ کر دوں گا اور اس طبقۂ زمین کو جہنم بنا دوں گا۔ چنانچہ کتاب انیس المجاہدین میں اس حدیث اور اس کے مضمون کو بڑی شرح اور بسط کے ساتھ لکھا گیا ہے پس یہ دو وجوہ ایسی تھیں کہ امام حسین علیہ السلام نے مکّہ سے کوچ فرمایا اور حج کو عمرہ سے بدل دیا

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ ایک وجہ اجبار تقدیر تھی اور دوسری حرمت خانہ کعبہ کو باقی رکھنا تھی۔ شیخ مفیدؒ اور متعدد راویوں نے روایت کیا ہے کہ فرزدق نے غالب بن صعصعہ سے کہا کہ میں سنہ ۶۰ھ میں اپنی والدہ کے ساتھ حج کرنے کی غرض سے گیا اسی ہنگام کہ میں اپنے اونٹ کو چلا رہا تھا کہ مکہ کے بیرون میں نے دیکھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ سے تشریف لائے ہیں اور تمام لوگ آپ کے ساتھ ہیں میں نے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ دنیا تو حج کے لیے مکہ آ رہی ہے اور پادشاہ حجاز مکہ سے واپس تشریف لا رہے ہیں۔ میں حضرت حسین بن علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اعجلک عن الحج۔ کیا وجہ ہے کہ حضرت نے حج نہیں کیا اور مکہ سے باہر آنے میں عجلت فرمائی۔ فرزدق کہتا ہے کہ اس وقت امام حسینؑ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا اے فرزدق تجھے کیا معلوم اگر میں مکہ سے باہر نکلنے میں عجلت نہ کرتا تو گروہ اشرار مجھے گرفتار کر لیتا۔ فرزدق کہتا ہے کہ پھر میں نے زیادہ دریافت نہیں کیا امام حسینؑ نے مجھ سے فرمایا کہ اے فرزدق کہ تو نے میرے عقب میں لوگوں سے کیا سنا اور کیا دیکھا۔ میں نے عرض کیا مولیٰ لوگوں کے دل آپ کی محبت سے لبریز ہیں اور ان کی تلواریں آپ کے دشمنوں کے ساتھ تیار ہیں لیکن قضاء الٰہی جاری ہو چکی ہے بفعل اللہ ما یشاء و یحکم ما یرید۔ خدا جو چاہے کرے۔ حضرت امام حسینؑ نے اس کی تائید کی اور فرمایا کہ ہاں ایسا ہی ہے۔ للہ الامر من قبل و بعد تمام کام اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں پھر حضرت نے چند امور پر روشنی ڈالی۔ میں نے کہا کہ خدا انہیں سلامت رکھے۔

مطابقت حج ظاہری با حج معنوی

فرزدق کہتا ہے کہ میں نے امام حسین علیہ السلام سے مناسک حج کے بارے میں کچھ مسائل دریافت کیے تو عالم علوم ربّانی نے فرمایا یعنی مناسک حج بیان فرمائے اور انجام حقیقی یعنی کربلا کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت جب وارد کربلا ہوئے اور زینت ترک کر دی مثلاً انگشتری اتارنا وغیرہ اور عیال و اطفال میں سے سب نے انگشتریاں اتار دیں۔ مکہ معظمہ میں امام حسینؑ نے ایام تشریق میں بیتوتہ کیا یعنی شب ایک جگہ بسر کی اور کربلا میں تین دن تک اہل حرم سر کے لیے خاک کربلا پر رہے اور راتیں جاگ کر کاٹیں اور لاش امام حسینؑ خاک و خون میں غلطاں پڑی رہی۔ مکہ معظمہ میں امام حسینؑ نے بعد از مناسک حج تعلیم اظفار کیا یعنی مناسک حج کے بعد ناخن کٹوائے اور کربلا میں بعوض ناخن دونوں ہاتھ راہ خدا میں دے دیئے۔ یعنی حضرت عباس علمدار کے شانے قلم ہوئے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ امام حسین نے مکہ میں تین قربانیاں کیں لیکن کربلا میں بہتر قربانیاں راہ خدا میں دیں۔ ان میں ایک قربانی علی اصغر معصوم کی تھی جو صرف چھ ماہ کے تھے۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

مرحوم سیّد نے اپنی کتاب لہوف میں لکھا ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ نے مکہ سے باہر نکلنے کا عزم کیا تو آپ نے ایک مجلس منعقد کی۔ یعنی سب لوگوں کو جمع کیا اور خطبہ پڑھا اور اپنے جد حضرت رسولخداؐ پر درود و سلام بھیجا اور پھر ارشاد فرمایا کہ اے دوستو موت کا قلادہ ہر ایک انسان، ہر ایک ذی روح کے گلے میں پڑا ہوا ہے۔ موت سے کسی کو مفر نہیں ہے۔ پھر چند ایک نصائح فرمائیں۔ پھر فرمایا ایہا الناس اللہ

کی رضا ہماری رضا ہے ہم صبر کرتے ہیں جو بھی بلا ہم پر آئے ہم راضی برضائے الٰہی ہیں جس کسی لقاء الٰہی کی آرزو ہو وہ میرے ساتھ کربلا میں چلے میں کل صبح مکہ سے جا رہا ہوں پس خاص دوستوں اور اقرباء اعزاء نے یہ جب سنا کہ بیت اللہ کا حج، عمرہ سے بدل دیا تو سب کے سب کربلا میں حج حقیقی کی بجاآوری کے لیے آمادہ ہو گئے۔ امام حسین علیہ السّلام نے کربلا پہنچ کر حج معنوی کی بجاآوری کے لیے احرام باندھا اور روز عاشورا محرم حج اکبر بجالائے۔

اعمال حج معنوی اور حضرت زینبؑ علیا

ظاہر ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السّلام مکہ معظمہ سے وارد کربلا ہوئے ہیں تو حضرت زینب علیاؑ اور دوسری مخدرات حرم نے کربلا میں حج معنوی کے اعمال بجا لانے کی طرف توجہ فرمائی۔ اور ہر ایک خاتون معظمہ نے بقدر امکان اس حج معنوی کے اعمال ادا کیے۔ ہم صرف حضرت زینب علیاؑ کے اعمال حج کی نشاندہی کرتے ہیں۔ تاکہ خواتین اہل ایمان دیکھیں کہ کس طرح حضرت زینب خاتون نے کربلا میں اعمال حج سے مطابقت قائم کی ہے تاکہ حج بدل ہو جائے۔

حضرات ..... اعمال حج میں سے ایک عمل ہے احرام باندھنا۔ لباس چاک کرنا، لبیک کہنا۔ سایہ کا سر پر نہ ہونا۔ خضاب و رنگ ترک کرنا و زینت ترک کرنا، سر برہنہ کرنا، طواف کرنا۔ استلام (یعنی خانہ کعبہ اور حجر اسود کو بوسہ دینا) کرنا، وقوف کرنا، ہدیہ (قربانی) لانا۔ بیتوتہ کرنا، یعنی رات کو جاگنا، اور قربانی دینا وغیرہ وغیرہ آئیے ہم دیکھیں کہ حضرت زینبؑ علیا نے چونکہ یہ اعمال حج مکہ میں نہیں ادا کیے تھے۔ آپ کربلا پہنچ کر ادا فرمائی ہیں۔ اس طرح حج معنوی کسی نبی و وصی، ولی

نے ادا نہیں کیا۔ جس شان سے کربلا میں ثانی زہرا حضرت معصومہ بی بی زینب خاتون نے ادا کیا ہے۔ مثلاً اعمال حج میں ہے لباس چاک کرنا۔ جناب زینب بیکس نے لباس اسطرح چاک کیا کہ جب اپنے برادر عالیقدر حسین خود اپنے بھائی کی زبانی سن کر کہ آپ نے فرمایا اے خواھر و لا بدان ترونی قتیلا طریحا علی الارض یعنی کہ اے بہن این شب ہماری زندگی کی شب آخر ہے حضرت زینب خاتون نے اپنا گریبان چاک کیا ہا حسین کہا اور غش کر گئیں۔ اعمال حج میں احرام کے لیے دو لباس سفید ہوتے ہیں جو بی بی زینبؑ نے پہنے آپ نے پہلے سے مہیا کر رکھے تھے البتہ ایک نیلگوں ہو گیا اس وقت کہ جب ضرب تازیانہ آپ پر پڑی ہے اور دوسرا خون آلودہ ہو گیا تھا کہ جب کعب ملعون نے نیزہ مارا ہے۔ اعمال حج میں تلبیہ یعنی لبیک کہنا بھی شامل ہے۔ جب حضرت امام حسینؑ نے آواز استغاثہ بلند کی تو سب نے لبیک کہا حتیٰ کہ بچوں نے لبیک کہا اور خود جناب زینب خاتون نے بھائی کی آواز پر لبیک کہا۔ اعمال حج میں استلام (یعنی حجر اسود کو بوسہ دینا) کرنا بھی ہے۔ اے شیعو! جب امام رخصت آخر کے لیے خیمہ میں تشریف لاتے ہیں۔ تو حضرت زینبؑ نے گلوئے امام حسینؑ چوما اور اس عمل حج کو بجا لائیں۔ اعمال حج میں ہدیہ بھی شامل ہے۔ حضرت زینبؑ نے گوسفند کی بجائے دو چاند سے بیٹے امام حسین پر قربان کر دیئے۔ اعمال حج میں ایک عمل طواف ہے۔ جسے حضرت زینبؑ خاتون نے اس طرح انجام دیا کہ امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر گرے۔ ملاعین نے محاصرہ کر لیا۔ چاروں طرف سے تلواریں پڑنے لگیں۔ حضرت زینبؑ نے مثل پروانہ بھائی کا طواف کیا۔ اس وقت دشمن دشمن بھی دور ہو گئے۔ اعمال حج میں کشف راس بھی شامل ہے۔ زینب خاتون کی چادر چھین لی گئی۔ اس وقت

برہنہ سر ہونا عمل حج معنوی تھا۔ دوڑی ہوئی لاش برادر پر پہنچیں۔ دیکھا کہ تلواریں امام حسینؑ پر پڑ رہی ہیں، فرماتی ہیں کیا تم لوگوں میں کوئی مسلمان نہیں ہے۔ اعمال حج میں وقوف بھی شامل ہے چنانچہ آپ لاش برادر پر ٹھہری رہیں۔ بیتوتہ بھی شامل حج ہے یعنی شب کو قیام کرنا چنانچہ گیارہویں شب کو بعد شام غریباں جب خیمہ جل چکے تو آپ نے ایک قنات چاروں طرف کھڑی کی۔ بیبیوں بچوں کو اس میں بٹھایا اور خاک سیاہ پر شب بھر بیتوتہ کیا اور صبح دم اس جگہ بھی نہ بیٹھ سکیں۔ زینت کرنا بھی ترک کیا لباس بار کہنا تمام المحرم نے پہن لیا اور ترک خضاب بھی کیا کہ بعد واقعہ عاشورا حضرت زینب خاتون نے مہندی لگانا، سایہ میں بیٹھنا، سر سر لگانا ترک کر دیا اب زینب خاتون تھیں اور مسلسل گریہ وزاری تھی۔

عبداللہ ابن عباسؓ کا حضرت امام حسینؑ کو سفر عراق سے روکنا

جب حضرت امام حسین علیہ السلام کا یہ ارادہ ہوا کہ مکہ سے سفر عراق اختیار کریں تو چند اشراف واکابرین نے حضرت امام حسینؑ کو سفر عراق اختیار کرنے سے روکا مگر آپ نے ان کی فرمائش کو قبول نہیں کیا۔ ان ہی لوگوں میں سے عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ ابن عمر بھی تھے۔ عبداللہ ابن عمر نے جب حضرت امام حسین سے سفر عراق کے بارے میں گفتگو کی تو آپ نے ان کی فرمائش کو بھی رد فرما دیا اور جب جناب ابن عباسؓ کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت امام حسینؑ نے سفر عراق کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ خدمت امام عالیمقام میں آئے اور کہا اے حسینؑ تمہارے والد اور تمہارے بھائی حسنؑ کے ساتھ کوفہ والوں نے جو کچھ کیا وہ تم پر آشکار ہے۔ عراق کے لوگوں نے کوئی ساتھ نہیں دیا خصوصاً کوفی لایوفی مشہور ہیں یہ لوگ تمہارے ساتھ بھی دغا کریں

گے بہتر یہی ہے کہ ارادۂ سفر عراق ترک کر دو۔ امام حسینؑ نے فرمایا اے ابن عباسؓ! مجھے مسلم بن عقیل کا نامہ پہنچ چکا ہے کہ میں کوفہ پہنچوں۔ اور خود اہل کوفہ نے بے شمار خطوط بھیجے ہیں اور مجھے بلایا ہے۔ جس پر حضرت ابن عباسؓ نے کہا مولیٰ یہ سب صحیح ہے لیکن کوفہ والوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ یہ کہہ کر ابن عباسؓ رخصت ہو گئے اور امام حسینؑ نے قرآن مجید سے تفاؤل کیا پس جیسے ہی فال دیکھے تو یہ آیہ مجیدہ

كل نفس ذائقة الموت توفون اجوركم يوم القيامة

نکلی۔ امام عالیمقام نے آیت پڑھ کر فرمایا: صدق اللہ وصدق رسولہ اور دل میں کہا کہ یہ ہی بات میرے نانا نے خواب میں مجھے فرمائی تھی۔ پھر دوسری مرتبہ ابن عباسؓ آئے اور سفر عراق سے روکنا چاہا۔ امام حسینؑ نے فرمایا میں راضی برضائے خدا ہوں، قرآن مجید سے فال نکلی ہے جو میرے لیے بمنزلہ حکم ربانی ہے اور اس کی تعمیل کرنا مجھ پر واجب ہے۔ پھر ابن عباسؓ نے کہا اچھا اگر سفر عراق اختیار ہی کرنا ہے تو اہل حرم کو ساتھ نہ لے جائیے۔ جب ابن عباسؓ کی اس گفتگو کو حضرت علیا زینب خاتون نے سنا فرمایا اے فضہ ابن عباسؓ سے کہو کہ میں حسینؑ کو تنہا نہ چھوڑوں گی۔

عمرو بن سعید والیٔ مکہ کا امام حسینؑ کو سفر عراق سے روکنا

بروایت ابن اعثم کوفی ظاہر ہوتا ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ کے سفر عراق اختیار کرنے کی خبر عمرو بن سعید والیٔ مکہ معظمہ کو ہوئی تو اس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو عریضہ ارسال کیا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ عازم سفر عراق ہیں اور بہ سمت کوفہ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں میں یہ بہتر نہیں سمجھتا کہ آپ کوفہ تشریف لے جائیں

بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ آپ اس ارادہ سے باز رہیں وہاں تشریف لے جانا ترک کر دیں، بہتر یہ ہے کہ آپ مدینہ میں اپنے جد کے مزار اقدس کی مجاورت اختیار کریں۔ جب یہ نامہ حضرت امام حسینؑ کو ملا۔ حضرت نے جواباً تحریر فرمایا کہ اے والیٔ مکہ تو نے از راہ خیر خواہی مجھے جو عریضہ تحریر کیا ہے اور میرے لیے بہترین شہر برائے قیام منتخب کیا ہے۔ بیشک مدینۂ رسول خدا بہترین شہر ہے، اے عمرو بن سعید کہ میرے اور تیرے لیے رضائے خدا پر قائم رہنا بہتر ہے کہ وہی دنیا و آخرت میں جزائے خیر دینے والا ہے۔ اس کے بعد آپ اور تمام اصحاب و اعزا مکہ سے باہر نکل آئے۔

شیخ مفیدؒ نے لکھا ہے کہ اس نے اپنے بھائی یحییٰ کو ایک گروہ کے ساتھ سرِ راہ عراق بٹھا دیا کہ حسینؑ کو کوفہ جانے سے روکے، اور کہا اے حسینؑ جدھر چاہو چلے جاؤ مگر کوفہ نہیں جا سکتے۔ اس مقام پر ابن نما نے لکھا ہے کہ یحییٰ نے کہا اے حسینؑ خدا سے نہیں ڈرتے کہ آپ کے ساتھ جو لوگ ہیں انھوں نے حج نہیں کیا اور آپ سفر پر تیار ہیں کتاب الارشاد میں ہے کہ جیسے ہی یحییٰ برادر والیٔ کوفہ نے راہ روکی تو جوانان بنی ہاشم بپھر گئے اور تلواریں سونت لیں اور کہنے لگے کہ کس کی مجال ہے کہ سلطان دین و دنیا کے گھوڑے پر ہاتھ ڈال سکے اور ہمیں روکے، اگر ایسا ہو تو فتنہ و فساد برپا ہوگا۔ جب عمرو بن سعید کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے یحییٰ کو یہ پیغام بھیجا کہ یہ موسم حج ہے فتنہ و فساد نہ کرے۔ وہ مقاتلہ سے باز رہا۔

جابر بن عبداللہ انصاریؓ کا حضرت امام حسینؑ کو سفر عراق سے روکنا

حضرت امام حسین علیہ السلام کو کوفہ جانے سے روکنے والوں میں جابر بن عبداللہ انصاری کا نام لیا جاتا ہے کیونکہ جناب عبداللہ انصاری اصحاب رسولِ خدا میں ایک خاص

درجہ رکھتے ہیں۔ جناب جابر بن عبداللہ انصاری نے پانچ اماموں کی زیارت کی ہے اور فیض علمیہ حاصل کیا ہے۔ آپ جلیل القدر صحابی تھے۔ الشیخ حسین بن عتفور البحرانی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب ثاقب المناقب میں لکھتے ہیں کہ جب آپ کو یہ خبر ہوئی کہ امام حسین علیہ السلام عازم سفر کوفہ ہیں حاضر خدمت امام حسین علیہ السلام ہوئے اور نہایت ادب و احترام کے ساتھ فرمایا کہ اے حسینؑ تم روئے زمین پر اب ایک ہی فرزند رسولِ خداؐ ہو۔ اے حسینؑ! تم بھی دشمنوں سے صلح کر لو، آخرش امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے بھی صلح کی تھی امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے جابر جان لو کہ جو کچھ تیرے بھائی حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے کیا وہ بحکم خدا کیا تھا اور اب جو کچھ میں کر رہا ہوں وہ بھی بامر خدا تعالیٰ ہے اور میں اپنے جد و پدر و برادر اور والدہ ماجدہ کی زیارت کا مشتاق ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ اے جابر آسمان کی طرف نظر کرو۔ جابرؓ نے نظر کی دیکھا کہ دریائے آسمان کھلے ہوتے ہیں اور حضرت رسولِ خداؐ، علی مرتضیٰ، حسنؑ، جعفر و حمزہ، نے آسمان نزول فرمایا۔ جابرؓ نے ان حضرات کی زیارت کے لیے قدم آگے بڑھایا ہی تھا کہ جابرؓ پر نظر پیغمبر اسلامؐ پڑی اور فرمایا کہ اے جابرؓ تو میرے فرزندوں حسنؑ و حسینؑ کے کاموں پر معترض نہ ہو جو کچھ انھوں نے کہا ہے خواہ وہ صلح حسنؑ ہو یا سفر عراق حسینؑ ہو وہ بامر الٰہی ہے اور فرمایا کہ اے جابرؓ تو معاویہ اور یزید ابن معاویہ کی آخرت کی جگہ دیکھنا چاہتا ہے یہ فرما کر حضور پرنورؐ نے زمین پر اپنا پائے مبارک مارا جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ زمین شگافتہ ہوئی اور ایک دریا پیدا ہوا۔ اور بھی سات دریا پیدا ہوئے اور وہ دریا بجہنم میں جا کر گرے۔ اور جہنم میں کچھ لوگوں کو دیکھا کہ بیٹھے ہوئے ہیں، ان میں ولید بن مغیرہ، ابوجہل، معاویہ، یزید پلید اور شیطان مردود ہے کہ یہ سب ایک زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں اور ان پر بدترین عذاب ہو رہا ہے۔ اس کے بعد آنحضرتؐ

نے فرمایا اے جابرؓ سر اٹھاؤ اور قدرت خدا دیکھو۔ جابر کہتے ہیں کہ میں نے سر بلند کیا، نظر ڈالی تو دیکھا کہ دریا، آسمان کھل گئے ہیں اور درجات بہشت و حور و قصور و غلمان نمودار ہوئے۔ آنحضرتؐ نے حضرت امام حسینؑ سے فرمایا کہ اے فرزند جلد تر آؤ۔ پس میں نے دیکھا کہ حضرت امام حسینؑ رسول خداؐ سے ملحق ہوئے اور جنت کی طرف پرواز کر گئے۔ داخل جنت ہوئے اور تھوڑی دیر کے بعد آنحضرتؐ نے امام حسینؑ کا ہاتھ تھام کر مجھ سے فرمایا اے جابر یہ میرا فرزند ہے میرا نور بصر ہے میں اس سے ہوں اور یہ مجھ سے ہے۔ جابر کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ معجزہ دیکھا تو عرض کیا اے حسینؑ میں تم پر قربان آپ سفر عراق پر روانہ ہوں، پس میں نے امام حسینؑ کو وداع کیا۔ اور اس کے بعد آپ کی زیارت نصیب نہ ہوئی اور چالیس دن گذرے ہوں گے کہ میں نے آپ کی شہادت کی خبر سنی کہ کربلا میں مع یاروں و انصار اور عزیز و برادران و فرزندان شہید کر دیے گئے۔ میں زار زار گریہ کرتا تھا کہ ہلاکت کے نزدیک پہنچا، میں نے اپنے غلام سے کہا کہ مجھے جس قدر جلدی ہو سکے تربت حسینؑ پر لے چل۔ تاکہ میں کربلا میں زیارت تربت حسینؑ کروں۔ پس میں متوجہ بہ سفر کربلا ہوا۔ روز اربعین کربلا پہنچا۔ اور افتان و خیزاں قبر حسینؑ پر جا کر گرا دیا اور روح رسول و سیدۂ عالمین کو بوسہ دیا۔

تذکرۂ اشراف اربعہ

اہل مدینہ میں چار اشخاص ایسے تھے کہ جو اشراف مدینہ کے نام سے مشہور و معروف تھے اور ان لوگوں میں حضرت امام حسینؑ بزرگ و سردار اشراف مدینہ تسلیم کیے جاتے تھے، ان چاروں کے نام یہ ہیں، ابو عبداللہ امام حسینؑ، عبداللہ ابن عباسؓ، عبداللہ

بن عمر، عبداللہ ابن زبیرؓ،

ان میں سے عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ ابن زبیر نے جبکہ حضرت خامس آل امام حسینؑ مدینہ سے مکہ تشریف لائے ہیں قولاً و فعلاً اقتدار کی ہے۔ البتہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے کہ جو بیماری کے بہانے خانہ نشین ہو گیا تھا امام حسینؑ کے مدینہ سے ہجرت پر کوئی ممانعت نہیں کی اور جب امام حسینؑ مکہ وارد ہو گئے تو عبداللہ ابن عمرؓ اور عبداللہ ابن زبیر پر ابر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے اور سفر عراق سے روکتے تھے۔ ابن زبیر نے مکہ میں اپنی حکومت و امامت قائم کر لی تھی۔ بایں وجہ ابن زبیر حضرت امام حسینؑ کے مکہ میں قیام کرنے سے خوش نہ تھا کیونکہ وہ دیکھ رہا تھا کہ اہل کوفہ کے متواتر خطوط پہنچ رہے ہیں۔ جن میں ان لوگوں نے امام حسینؑ سے درخواست کی ہے کہ ہم بغیر امام ہیں آپ کوفہ تشریف لائیں اور جب امام حسین نے مصمم ارادۂ سفر عراق کر لیا تو ابن زبیر خوش ہوا۔ ہروی ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ ابن زبیر خدمت امام حسینؑ میں آیا، عرض کیا جعلت فداك اے فرزند میں آپ پر قربان ہوں اور کہا کہ کوفہ میں میرے بیس محب و جاں نثار ایسے ہیں کہ جو حکومت و سلطنت کوفہ آپ کے استوار کر سکتے ہیں۔ یہ سن کر امام حسینؑ اس کو کوئی جواب دیا۔ ابن عباسؓ نے از راہ محبت و شفقت خاندانی آپ کو سفر عراق سے روکا اور یہ بھی کہا کہ یہاں سے آپ کے چلے جانے کے بعد ابن زبیر دعویٰ خلافت کرے گا اور لوگوں سے اپنی بیعت لے گا لیکن امام کو جب سفر عراق پر مصمم دیکھا تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور گریہ گلوگیر ہوا اور فرمایا کہ واسفی علی الحسین ہائے افسوس کہ حسین اب جاتے ہیں نا معلوم عراق میں آپ کا کیا حشر ہو گا۔ عبداللہ بن عمر نے ہر چند کوشش کی کہ حسین علیہ السلام سفر عراق اختیار نہ کریں لیکن جب کوئی سعی کام نہ آئی تو امام حسینؑ

کے دست مبارک چومے اور رخصت ہوئے۔

اسی اثناء میں دو شخص عراقی حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئے کہ جو کوفہ سے وارد ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام محمد الواقدی تھا اور دوسرے کا نام زرارہ بن الصالح تھا۔ یہ دونوں امام عالیمقام کی روانگی سے تین روز قبل پہنچے تھے۔ انھوں نے کوفہ والوں کی کمزوری اور بزدلی کا ذکر کیا اور کہا اے قبلۂ عالم! آپ کا کوفہ جانا مناسب نہیں ہے جب آپ نے ان کا کلام سنا، آپ نے دست مبارک بلند کرکے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ اس وقت آسمان کے دروازے کھل گئے اور آسمانوں سے فرشتوں کا نزول شروع ہوا اور سب کے سب کہ جن کی تعداد خدا اور رسولؐ کے سوا کوئی نہیں جانتا امام حسینؑ کی خدمت میں اس طرح صف بستہ کھڑے ہوئے جیسے کہ فوج سالار کے سامنے کھڑی ہوتی ہے اور امام حسینؑ کے فرمان اور حکم کے منتظر رہے اور دونوں عراقیوں سے فرمایا کہ یہ موج ملائکہ ہمہ وقت موجود ہے مگر میں ان کی نصرت و مدد کا طالب نہیں ہوں۔ امام حسینؑ کی ساری کوششیں یہ تھیں کہ ناموس شریعت محمدیہ کو برقرار رکھا جائے۔ اور امام حسینؑ نے باوجود قلت اصحاب و انصار دین و شریعت کی حفاظت کی اور جب کربلا میں روز عاشورا محرم سب اعزاء و اقربا و یار و انصار جام شہادت پی چکے تو آپ نے استغاثہ بلند کیا۔ ملائکہ بھی مدد کے لیے آئے اور زعفر جن بھی اپنے لشکر کے ہمراہ آیا۔ جب وہ خدمت امام حسینؑ میں پہنچا تو وہ وقت تھا کہ مقتل شہیدوں سے بھر گیا تھا امام حسین زعفر جن کو مقتل میں لے گئے۔ اور علی اکبرؑ کی لاش کے پاس لے گئے اور فرمایا اے زعفر جب ایسے ایسے جوان نہ رہیں تو زندگانی کا کیا لطف ہے۔

کتاب وسائل میں محمد بن یعقوب کلینیؒ سے منقول ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ مکہ سے روانہ ہو رہے تھے تو آپ نے دوات و قلم طلب فرمایا تاکہ اپنے قرابتیوں یعنی بنی ہاشم کو خط تحریر کریں، چنانچہ آپ نے خط تحریر فرمایا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من الحسین بن علی بنی ہاشم اما بعد فانہ من الحق بی منکم استشھد ومن تخلف عنی لم یبلغ الفتح والسلام یعنی بعد از حمد یہ خط حسین ابن علیؑ کی طرف سے بنی ہاشم کے لیے ہے جو کہ بہ تحقیق اس خط میں کوئی ریب و شک نہیں ہے۔ عیب سے پاک اور عذر سے خالی ہے۔ جو شخص وطن چھوڑنے پر مستعد ہے وہ میرے ساتھ رفیق سفر ہو سکتا ہے اور اس کو جاننا چاہیے کہ وہ شہید ہوگا اور تشنہ لب قتل ہوگا اور اس کا سر تن سے جدا ہوگا۔ اجل قریب تر آگئی ہے اس کے بعد المحرم کے لیے ہودج منگوائے گئے۔ سواریاں تیار ہوئیں اور جن کے اسماء گرامی صحف آل محمدؐ میں ثبت تھے آمادۂ سفر عراق ہوئے۔ حمد اللہ مستوفی نے لکھا ہے کہ محامل اور کجاوے حاضر کیے گئے جو کہ اونٹوں پر آراستہ کیے گئے۔ ایک قطار اونٹوں کی ایسی تھی کہ جن پر تلواریں نیز زرہ و سپر اور کھانے پینے کی اشیاء بار کی گئی تھیں۔ تاریخ طبری جو محمد بن جریر کی تاریخ ہے مشہور ہے کہ بہت سے لوگ اس خیال سے کہ سلطنت حسینی میں بسر کریں گے کہ بہت سے لوگ اس خیال سے کہ دیکھیں گے کیا واردات ہوتی ہے۔ ہمرکاب حضرت امام حسین ہوئے۔ حضرت عباس علمدار علیہ السلام اور ان کے چھ یا سات بھائی جعفر بن علیؑ، عثمان بن علیؑ، عمر بن علیؑ، ابوبکر بن علیؑ، عبداللہ بن علیؑ، محمد بن علیؑ، ابراہیم بن علیؑ کمر بستہ حاضر ہوئے۔ اسی طرح امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے پانچ پسر، حسن بن حسنؑ، قاسم بن حسنؑ، احمد بن حسنؑ، عبداللہ بن حسنؑ، ابوبکر بن الحسنؑ، اور اولاد مسلم، اولاد

اولادِ جعفر، اولادِ عبداللہ جعفر یہ، یہ سب کے سب اور پندرہ جوان اور بھی تھے اور اور سب کے سب ہاشمی نسل سے تھے اور امام حسینؑ کے دو فرزند ایک حضرت امام زین العابدینؑ، دوسرے شہزادۂ علی اکبر دونوں باہر آمدے ہوئے۔ اور جب المحرم میں حضرت علیا خاتون بی بی زینب بنت فاطمہؑ نے سوار ہونے کے لیے قدم اٹھایا، تو اس وقت حضرت عباس علیہ السلام نے شمشیر بکف بآواز بلند فرمایا اے لوگو! غضوا ابصارکم و طاءطؤا رؤسکم۔ یعنی اے لوگو! اپنی آنکھیں بند کر لو، جھکا لو، دختر علی و فاطمہ باہر تشریف لا رہی ہیں تاکہ محمل میں سوار ہوں لوگوں نے آنکھیں بند کر لیں اور مثل تصویر دیوار کے سہارے کھڑے ہو گئے۔ حضرت قاسمؑ نے کرسی رکھی، حضرت علی اکبرؑ نے پردۂ کجاوہ اٹھایا حضرت عباس ابن امیر المومنین نے سہارا دے کر سوار کرایا۔ حضرت زینب خاتون محمل میں بیٹھیں بوقت روانگی یہ سواری حضرت زینبؑ کی شان تھی واحسرتا بعد شہادت امام حسینؑ یہ ہی زینب تھیں جو برہنہ سر، رسن بستہ بے کجاوہ محمل اونٹ پر سوار ہوئیں اور قیدی بن کر کوفہ و شام روانہ ہوئیں۔

حضرت امام حسینؑ مکہ معظمہ سے کوچ

جب حاجی لوگوں کو حضرت امام حسینؑ کے مکہ سے روانگی کی خبر ہوئی تو دن ان لوگوں کی نظر میں مثل شب تاریک ہو گیا اور خانہ امام حسینؑ پر ایک اژدھام ہو گیا اور ایک شور و غل برپا ہو گیا، اے زینت کعبہ، اے وارث حرم رسولؐ آپ کہاں جا رہے ہیں۔ اس وقت سب کی زبان پر الوداع الوداع جاری تھا کہ امام حسین علیہ السلام نے مرکب منگوایا اور لوگوں کو تسلی و تشفی دی صبر کی تلقین کی اور یہ حسینی

قافلہ منزل مقصود کی طرف روانہ ہوا، اے مومنین امام عالیمقام اس مرکب پر ہمہ وقت بڑی شان و شوکت کے ساتھ سوار رہے لیکن روز عاشورا بعد نماز ظہر جب آپ خیمہ سے باہر نکلے تو آپ نے خیام اصحاب پر نظر ڈالی، تمام خیام خالی پڑے تھے اصحاب مقتل میں موت کی نیند سو رہے تھے۔ حسینؑ کے جلو میں کوئی نہ تھا کہ جو ہمرکاب ہوتا۔ فرمایا کہ ہے کوئی کہ جو مجھے گھوڑے پر سوار کرے روایت ہے کہ بی بی زینبؑ خیمہ سے نکلیں رکاب تھامی اور حسینؑ ذوالجناح پر سوار ہوئے الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

منزل تنعیم میں پسران عبداللہ جعفر کا پہنچنا

سید ابن طاؤس لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسینؑ کی سواری منزل التنعیم میں پہنچی تو آپ کے اصحاب نے یمن کے تحفہ و ہدایا اونٹوں پر بار کیے گئے تھے کہ یزید بن معاویہ کو دیے جائیں۔ آپ نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے تو اصحاب نے عرض کیا کہ والی یمن بحیر بن بسیار نے یزید بن معاویہ کے لیے یہ تحائف بھیجے ہیں۔ امام عالیمقام یہ سن کر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ یہ تحائف اتار لو۔ کیونکہ میں ہی امام زمانہ اور قطب عالم ہوں ہر چیز ہمارے تصرف میں ہے۔ ابن نما علیہ الرحمۃ اس منزل کے واقعات میں سے ایک یہ واقعہ لکھتے ہیں کہ جب حضرت امام حسینؑ منزل تنعیم میں تھے کہ عبداللہ بن جعفر نے اپنے دونوں فرزندوں عون اور محمد کو بھیجا اور عبداللہ بن جعفر نے ایک عریضہ بھی لکھا تھا کہ مولا آپ عراق نہ جائیں لیکن امام حسینؑ راضی برضائے الٰہی تھے۔ سفر جاری رکھا اور یہ دونوں خواہرزادے ساتھ ساتھ ہمسفر رہے اور کربلا میں روز عاشورا محرم جب میدان کارزار گرم ہوا اور حسینؑ کے اصحاب

و انصار شہید ہونے لگے تو حضرت زینبؑ نے اپنے دونوں بچوں کو لے کر حسینؑ کے سامنے آئیں اور فرمایا میں یہ صدقہ لائی ہوں انہیں قربان کرنا چاہتی ہوں شاید کہ بلا دور ہو جائے امام حسین نے ان بچوں کو دیکھا تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اذن جہاد دیا۔ اور دونوں شہزادے شہید ہوئے۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

جلالت قدر حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ

حضرت عبداللہ ابن جعفر طیار بزرگ ترین مومنین میں سے تھے اور آپ حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ کے داماد تھے۔ جب جعفر طیار ملک حبشہ میں مقیم تھے حضرت عبداللہ پیدا ہوئے تھے۔ حبشہ سے مدینہ آنے پر آپ نے خدمت رسول خداؐ میں حاضری دی۔ اور آنحضرتؐ کے ذی وقار اصحاب میں بھی شمار ہوئے۔ حضرت رسول خداؐ کے بعد آپ حضرت مولائے کائنات امیر المومنین علی ابن ابیطالب کے ہمرکاب رہے اور غزوات و جنگ میں امامین حسنین خوش کردار کی مصاحبت کا شرف حاصل رہا ہے۔ شیخ طبرسی نے احتجاج میں سلیم بن قیس سے روایت کیا ہے کہ ایک روز معاویہ نے حضرت عبداللہ ابن جعفر طیار سے کہا کہ تم اس قدر احترام و اعزاز حسنین کیوں کرتے ہو حالانکہ وہ حسب و نسب کے اعتبار سے تم ان سے کمتر نہیں ہو، ان کے باپ تمہارے باپ سے افضل نہیں۔ اگر حسنین خوش کردار کی ماں فاطمہ زہرا نہ ہوتیں تو فاطمہؑ سے اسماء بنت عمیس افضل ہوتیں جناب عبداللہ ابن جعفر طیار معاویہ کی یہ گفتگو سن کر سخت برہم ہوئے اور خود داری کا بھی خیال نہیں کیا اور معاویہ سے کہا اے معاویہ انك تقليل المعرفة

اے معاویہ تو ان کی معرفت نہیں رکھتا دوسرے تو قوت ممیزہ سے عاری ہے۔ نہ تو ان کے پدر عالیقدر علی مرتضیٰ کی شان پہچانتا ہے اور نہ ہی تو ان کی مادر گرامی قدر کی منزلت کا عارف ہے۔ واللہ واللہ یعنی قسم بخدا، قسم بخدا وہ دونوں (حسنؑ و حسینؑ) مجھ سے بہتر و بلند تر ہیں۔ ان کے باپ میرے باپ سے اور ان کی ماں میری ماں سے افضل ہے۔ آپ نے کہا کہ میں نے اپنے بچپن کے زمانہ میں ارشاد حضرت رسول خداؐ سنا اور اسے یاد رکھا ہے۔ اور وہ قول خلفاء جور کے عیب اور برائیوں پر مبنی ہے اور حقائق و معارف علی مرتضیٰ اور آپ کی آل پاک پر مبنی ہے ابن الحدید معتزلی جو کہ اہلسنت حضرات سے ہے۔ حضرت عبداللہ جعفر کی جلالت و قدر و منزلت کے بارے میں لکھتا ہے کہ ایک روز عبداللہ جعفر معاویہ کی مجلس میں آئے داخل مجلس ہونے کی اجازت مانگی۔ اس وقت عمرو بن العاص بھی جو وہاں موجود تھا کہا اگر عبداللہ ہماری مجلس میں آئیں گے تو ہم ان کے ساتھ عشق یعنی خیانت و دغا بازی کریں گے اس پر معاویہ نے کہا ایسا مت کر۔ تو ان کے عہدہ سے آگاہ نہیں ہے۔ جناب عبداللہ بن جعفر طیار اس کی مجلس میں تشریف لائے۔ معویہ نے ان کو نمایاں جگہ دی اور نمایاں طور پہ پیش آیا اور عزت و احترام کیا۔ عمرو عاص نے حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب کی شان میں ناروا باتیں شروع کیں۔ اس وقت حضرت عبداللہ کا چہرہ غصہ میں سرخ ہو گیا، جسم کانپنے لگا۔ پس آپ تخت سے نیچے اتر آئے اس طرح اور پھر کر عمرو بن العاص کے پاس آئے اس نے کہا اے عبداللہ جعفر اپنی جگہ بیٹھو۔ آپ نے فرمایا کہ کلام کٹ اے عمرو بن العاص، چپ ہو جا۔ تو گمان کرتا ہے کہ ہمیں ذلیل کرے۔ ثُمَّ حسر عن ذراعیہ یعنی عبداللہ جعفر نے آستین چڑھائی اور اولاً معاویہ کی طرف

رخ کر کے کہا کہ کس قدر بے ادب اور بداخلاق ہو گیا ہے کہ اس بدزبان کو اپنی مجلس میں جگہ دی ہے نہ دین کا پاس ہے اور نہ دیندار لوگوں کا احساس ہے۔ جب معاویہ نے حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؒ کی باتیں سنیں کہنے لگا اے عبداللہ بن جعفر تم کو قسم ہے کہ اپنی جگہ صدر مقام پر بیٹھو۔ پھر اس نے عمرو بن العاص سے کہا کہ تو نہیں جانتا کہ عبداللہؒ فرزند ذوالجناحین ہیں اور سردار بنی ہاشم ہیں۔ معاویہ نے ہر چند کوشش کی مگر جناب عبداللہ بن جعفر طیارؒ خوش نہ ہوئے۔ اور معاویہ کے پاس سے اٹھ کر چلے۔ معاویہ نے ان کو درہم و دینار بھیجے مگر عبداللہ نے واپس کر دیے اور قبول نہیں کیے۔

اے مومنین حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کے شرف کے لیے یہی کافی ہے کہ آپ حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالبؑ کے داماد تھے اور آپ کے دو بیٹے عون اور محمد کربلا میں حضرت امام حسینؑ کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے۔ آپ کا غلام کہنے لگا کہ اے میرے سید و سردار اگر ہمارے آقا زادے امام حسینؑ کے کربلا نہ جاتے تو شہید نہ ہوتے۔ اور یہ مصیبت ہم پر نہ پڑتی۔ جناب عبداللہ نے غصہ کی حالت میں اس سے کہا اے سیاہ بدبخت کیا غلط بات کہہ رہا ہے میرے ہزار فرزند ہوتے تو میں سب کو حسینؑ کے قدموں پر نثار کرتا۔ اس وقت یہ کہہ کر آپ نے غلام کو بطور سزا زد و کوب کیا اور حضرت عبداللہ نے گریبان چاک کیا۔ عمامہ سر سے پھینک دیا اور واحسیناہ کہا اس کے بعد جب جناب زینب خاتون قید شام سے رہا ہو کر مدینہ وارد ہوئی ہیں اس وقت خانہ عبداللہ میں ماتم بپا تھا۔

جود و سخاء عبداللہ بن جعفر طیّار

جناب عبداللہ بن جعفر طیارؒ کی ہر زمانہ میں ثابت قدمی کا سب ہی نے اعتراف

کیا ہے۔ آپ کی عمر ۹۲ سال ہوئی ہے۔ کتب احادیث میں وارد ہوا ہے اور خصوصاً قاضی کتاب مجالس میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ از حد کریم، حلیم اور خوش مزاج تھے۔ بلکہ ان کو لوگ بحر سخاوت کہتے تھے۔ اور حضرت عبداللہ خود یہ فرماتے تھے کہ میں نے کسی کو اپنے لطف و انعام سے منع نہیں کیا اس خیال سے کہ مبادا خدا اپنا لطف و عطا مجھ سے قطع نہ کرے۔ شیخ شہاب الدین صاحب مستطرف لکھتے ہیں کہ ایک روز مدینہ میں تین شخص بیٹھے ہوئے صاحبان جود و سخا کی تعریف کر رہے تھے کہ ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے عبداللہ ابن جعفر طیار ہیں یعنی آپ اسخی الناس ہیں۔ دوسرے نے کہا کہ ابن سعد بن عبادہ زیادہ سخی ہیں تیسرے شخص نے کہا کہ اعرابہ اوسی زیادہ سخی ہیں ان کی باتیں کعبۃ اللہ کے عقب میں ہو رہی تھیں۔ یہاں تک کہ ایک آدمی نے جو کہ ان سے چھوٹا تھا کہا کہ کلام کو طول کیوں دیتے ہو۔ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ ہر ایک کا حال تم پر آشکار او واضح ہو جس پر وہ تینوں گفتگو کرنے والے کہنے لگے کہ ہم ایسا ہی چاہتے ہیں اس نے کہا کہ اچھا یہاں سے اٹھو اور ان میں سے ایک شخص کو عبداللہ بن جعفر طیار کے پاس بھیجا۔ جب وہ شخص عبداللہ کے مکان پہ پہنچا اس نے دیکھا کہ دروازہ میں ان کی سواری کا گھوڑا زین کسا ہوا ہے موجود ہے۔ زین زر و جواہر سے آراستہ تھا کہ عبداللہ جعفر گھر میں سے نکلے اور دروازہ پہ پہنچ کر چاہا کہ رکاب میں قدم رکھیں۔ اس شخص نے سوال کیا اے فرزند عم رسول خداؐ میں تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور میں مسافر ہوں۔ مجھے ابھی راہ سفر طے کرنی ہے پس جیسے ہی عبداللہ نے سنا رکاب فرس سے قدم نکال لیا۔ اور کہا اے مرد خدا تو اس گھوڑے پر سوار ہو اور راہ سفر اختیار کر۔ اور فرمایا کہ میرے اس زین کی تھیلی میں چار ہزار درہم ہیں وہ بھی لے لے تاکہ سفر میں کام آئیں۔ آپ سخاوت میں اپنے اباؤ اجداد اور حضرت

امام حسنؑ، و حضرت امام حسینؑ کی طرح مشہور تھے۔ اس قسم کی سخاوت کے اور بھی واقعات ملتے ہیں جن کو بنظرِ طوالت درج نہیں کیا ہے۔

مدّح جود و سخاء

معلم اوّل، صاحب نبوت کبریٰ حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جود و سخا بھی خدا کی صفات ہیں اور یہ افضل ترین صفات ہیں خصوصاً سخاوت کے بارے میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ السخا شجرة فی الجنة یعنی سخاوت جنت کے درختوں میں سے ایک درخت ہے یعنی جس طرح درخت کا سایہ ہوتا ہے اور اس سے سب ہی کو فائدہ پہنچتا ہے اس طرح سخاوت سب ہی کے کام آتی ہے۔ اور جنت کی طرف نسبت اس بات کو ظاہر کر رہی ہے کہ جنتی لوگ سخاوت سے کام لیتے ہیں۔ معین الدین جوینی اپنی کتاب احسن القصص میں لکھتے ہیں کہ حضرت سید الشہداء پر میری نظر پڑی میں بے ساختہ رونے لگا حضرت امام حسینؑ نے فرمایا اے شخص تو کون ہے اور کس کا فرزند ہے اس شخص نے کہا میں فقیر ہوں، اس نے اپنا نام بتایا اور کہا کہ فلاں شخص کا بیٹا ہوں۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے شخص میں تو عرصہ سے تیری راہ تک رہا تھا تیرا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے اپنے والد ماجد کے کاغذات میں دیکھا ہے کہ تیرے باپ کے کچھ دینار و درہم میرے باپ کی طرف نکلتے ہیں بس تجھے اسی لیے یاد کر رہا تھا کہ وہ درہم و دینار تجھ کو دوں۔ یہ کہہ کر آپ نے اس کو درہم و دینار عطا کیے۔ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام منصوص من اللہ وہ ہوتا ہے کہ جو امت رسولؐ کی حاجت روائی کرے، مدد کرے اور اس طرح اس کو کوئی شئے عطا کرے کہ وہ اسے اپنا حق

سمجھ کر حاصل کرے تاکہ سائل شرمندہ نہ ہو۔ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام بھی امامت پر فائز تھے اور آپ کے فرائض میں یہ خبر گیری داخل تھی اس لیے حضرت امام حسینؑ نے اس بہانہ کو اختیار کیا اور اس شخص کو درہم و دینار عطا کیے اور وہ مدح کرتا ہوا واپس چلا گیا۔ اسی قسم کے آپ کی عطا اور سخاوت کے بہت واقعات کتابوں میں پائے جاتے ہیں جن کو بہ نظر طوالت درج نہیں کیا ہے۔

اے مومنین کرام جس امام عالیمقام کی جود و سخا اور عطا و کرم کا یہ حال ہو وہی امامؑ روز عاشورا محرم اپنے ننھے بچہ کے لیے پانی کا سوال کر رہا ہے۔ مگر یزیدی مسلمانوں نے امام کے سوال آب پر پانی نہیں دیا بلکہ حرملہ لعین نے ایک تیر سہ شعبہ امام حسینؑ کی طرف کیا۔ تیر علی اصغرؑ کے گلے نازین پر لگا اور ایک کان سے دوسرے کان کی طرف نکل گیا۔ بچہ حسینؑ کے ہاتھوں پر منقلب ہو گیا۔ الا لعنة اللہ علی القوم الظالمین۔

حضرت امیر المومنین کا سائل کو انگشتری عطا کرنا

کتاب تحفة الابرار میں جناب جابرؓ اور عمارؓ سے روایت ہے کہ ایک روز سید الابرار حضرت پیغمبر خدا موعظہ بیان فرما رہے تھے کہ اسی دوران ایک فقیر آیا جو پریشان حال تھا اور بالوں پر گرد پڑی ہوئی تھی اور در مسجد کے بازو کے سہارے کھڑا ہوا اور رونے لگا اور فقیرانہ صورت میں صدا دینے لگا اور آنحضرتؐ کی مدح کی کہنے لگا کہ میرے گھر میں کچھ نہیں ہے میں فاقہ سے پریشان حال ہوں۔ اس کا حال سن کر آنحضرتؐ پر بھی رقت طاری ہو گئی۔ آنحضرتؐ بہت زیادہ متاثر ہوئے اور حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا یا معاشر الناس قد ساق الیکم ثوابا وقاد الیکم اجرًا۔ یعنی اے میرے صحابیو! ثواب نے تمہاری طرف

درج کیا ہے اور اجرِ عظیم نہیں دیکھ رہا ہے کوئی ہے کہ جو اس فقیر کی مدد کرے اور اس کی طلب کے مطابق اس کو دے۔ اس وقت حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام مصروف نماز تھے کہ سائل کی آواز آپ کے گوش زد ہوئی۔ فرمان رسول خدا سائل کی مدد کے لیے گوش زد ہوا اور آپ نے حالتِ نماز ہی میں اپنی انگلی سے سائل کی طرف اشارہ کیا اس وقت آپ اس انگلی میں انگشتری پہنے ہوئے تھے وہ سائل آپ کے پاس گیا اور آپ کے اشارۂ انگشت کو سمجھ گیا اور انگشتری اتار لی اور واپس ہوا ابھی وہ تک نہیں پہنچا تھا کہ حضرت جبرئیلؑ آیہ مبارکہ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ (سورۃ المائدۃ آیت ۵۵) لے کر نازل ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مَنْ فِيْكُمْ عَمَلًا خَيْرًا ۔ یعنی اے اصحاب تمہارے درمیان جس نے عمل خیر کیا ہے وہ علی ابن ابیطالبؑ ہیں جنھوں کو سائل کو انگشتری عطا کی ہے اور حالتِ رکوع میں انگشتری عطا کی ہے جبکہ تم میں سے کسی دوسرے شخص نے عطا نہیں کی۔ خداوند عالم نے اس فعل خیر کی مدح میں آیۃ انما ولیکم اللہ الخ نازل فرمائی ہے۔ جب اصحاب نے یہ سنا تو رشک کرنے لگے کاش ہم بھی کوئی انگشتری دے دیتے اور آیت میں ہماری بھی مدح ہوتی۔ اس کے باوجود پھر اکثر لوگوں نے سائل کو انگشتریاں دینا شروع کیں مگر آیت کسی کی شان میں نہیں اتری۔ ابن جوزی جو حنبلی مسلک سے ہیں۔ چونکہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ سے خصوصی طور پر عقیدت رکھتے ہیں۔ ایک موعظہ دیتے ہوئے حضرت شاہ ولایت کی اس عطا کا پورا پورا تذکرہ کیا ہے کہ آپ نے حالتِ نماز میں انگشتری عطا کی ہے وما شغلته الصلوٰة عن الصلوٰة ولا الصلوٰة عن الصلوٰة۔

یعنی مقصد یہ ہے کہ نماز سخاوت کو نہ روک سکی اور سخاوت مانع اقامۂ نماز نہ ہوئی۔ اور بارگاہ خدا میں یہ دونوں افعال مقبول ہیں۔

شیخ بھائی فرماتے ہیں کہ وہ انگشتری جو شاہِ ولایت علی ابن ابی طالبؑ نے سائل کو دے دی یاقوت سرخ کی تھی جس کی قیمت چھ اونٹ پر چاندی بار کرنے کی برابر اور چار اونٹ کے طلائی بار کرنے کی برابر تھی اور اتنا ہی خراج ملک شام تھا چہ خوب چہ خوب علیؑ جس کو چاہیں اس قدر عطا کر دیں جتنا کہ خراج ملک شام ہے لیکن مثل مشہور ہے مات الفخاء ومات الجود والکرم - یعنی جب سخی مر جاتا ہے تو سخاوت و عطا ختم ہو جاتی ہے لیکن حضرت علی مرتضیٰ کی سخاوت حضرت امام حسینؑ کی ذات سے زندہ ہے۔ کیوں کہ اگر شاہ ولایت نے انگشتری یاقوت سائل کو عطا کی تو حضرت امام حسینؑ نے انگشتری خونی ہم رنگ یاقوت عطا کی۔ حضرت امیر المومنینؑ نے صرف انگشتری عطا کی مگر امام حسین علیہ السلام نے انگشتری بھی عطا کی اور آپ کی انگشت مبارک بھی کی مگر امام حسین علیہ السلام نے انگشتری بھی عطا کی اور آپ کی انگشت مبارک بھی قطع کی گئی گویا آپ نے انگشتری اور انگشت عطا کی تو۔ حضرت امیر المومنین نے انگشتری حالتِ رکوع میں عطا کی اور امام حسینؑ نے حالت سجدہ میں سر مبارک دیا سجدہ میں تھے کہ سر مبارک جدا کیا گیا۔ اگر حضرت علیؑ نے سایۂ مسجد میں انگشتری عطا کی تو امام حسین نے آفتاب کی حدت اور تپش آفتاب میں سر مبارک دیا۔ حسینؑ نے عمامہ بھی دیا اور دشمنوں نے لباس امامؑ جو بوسیدہ لباس کے اوپر پہنے تھے۔ جسم اطہر سے لیا۔ حضرت امیر المومنین نے حالتِ نماز میں انگشتری عطا کی اور امام حسینؑ نے سجدۂ معبود میں اپنی جان بارگاہِ خداوندی میں پیش کی اور لاش مطہر بے غسل و کفن ریگ گرم پر پڑی رہی۔ السید فرماتے ہیں کہ بجدل بن سلیم لاش امام حسینؑ پر آیا اور انگشتری کی خاطر

آپ کی انگشت مبارک قطع کی۔ ہم حکایت بجدل کو حسب موقع پیش کریں گے۔

جود و عطا امام حسین علیہ السلام

کتاب دُرر المطالب میں تحریر ہے کہ ایک روز امیر بے نظیر اسد اللہ الغالب مسجد میں مشغول نماز تھے۔ لسان اللہ محو حمد و ثنائے الہی تھی۔ نماز ادا ہو رہی تھی کہ ایک سائل دروازۂ مسجد سے داخل ہوا۔ اس کے چہرہ بشرے سے آثار فقر و فاقہ اور مسکینیت ظاہر ہو رہی تھی۔ حضرت امیر المؤمنین نے بعد نماز اس کو وہ حُلّہ عطا کیا جو آپ پہنے ہوئے تھے اور یہ حُلّہ بہت قیمتی تھا۔ اس حُلّہ کی قیمت دو ہزار اشرفی تھی یہ حُلّہ نجاشی بادشاہ نے برائے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بطور تحفہ بھیجا تھا اور آنحضرتؐ نے وہ حُلّہ حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابیطالب کو عطا کیا تھا۔ جب سائل نے در مسجد پر اپنا فقر اور تنگدست ہونا ظاہر کیا تو حضرت امیر المؤمنین نے وہ حُلّہ جسم مبارک سے اُتارا اور اس حاجتمند کو عطا کیا۔ حضرت علی مرتضیٰ نے بحالت سلامتی لباس عطا کیا اور آپ کے فرزند حسین علیہ السلام نے اپنا سارا لباس دے دیا۔ اس وقت کہ جب آپ کا تمام جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا تھا خون میں غلطاں تھے کہ آپ کا عمامہ آپ کی عبا، زرہ اور لباس دشمنوں نے لے لیا۔

مروی ہے کہ حضرت خامس آل عبا امام حسین علیہ السلام ایک مرتبہ نماز میں مشغول تھے۔ خداوند عالم سے راز و نیاز معنوی فرما رہے تھے ایک اعرابی حاجتمند آیا اور اپنی عسرت و پریشانی حالی کا حضرت کے سامنے اظہار کیا۔ اس نے کہا کہ میں فقیر ہوں مفلس و پریشان ہوں۔ پس امام حسین علیہ السلام اس کا حال سن کر داخل خانہ ہوئے اور چار ہزار اشرفیاں اس کو عطا کیں اور اس قدر کثیر رقم عطا کرنے کے باوجود فرمایا کہ اے

بھائی اس قلیل رقم کو قبول کر۔ اس وقت وہ اعرابی رونے لگا۔ حضرت نے دریافت کیا کہ رونے کا کیا سبب ہے۔ اے شیخ اگر بنی امیہ ہمارا حق غصب نہ کرتے تو میں تجھے اس سے بھی زیادہ رقم دیتا۔ پھر آپ نے سوال کیا اے شیخ کیا میں نے کم رقم دی ہے۔ اس نے کہا مولیٰ میں اس لیے نہیں روتا کہ رقم کم ہے۔ رقم تو میری زندگی کے لیے کافی ہے میں اس لیے رو رہا ہوں کہ اگر دست ہائے سخاوت ایک دن مٹی میں مل جائیں گے مگر اس کو یہ خبر نہ تھی کہ یہ دست ہائے مبارک صحیح حالت میں سپرد خاک ہوں گے بلکہ طرح طرح کی مصیبت اور ظلم کا سامنا ہوگا۔ انگشتری کے لیے انگشت مبارک قطع ہوگی۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

حضرت امام حسینؑ کی مناجات

شیخ طوسیؒ امالی میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰؑ کے زمانۂ خلافت ظاہری میں مال کسی جگہ سے آیا آپ نے حکم دیا کہ اس مال کو مسلمانوں میں تقسیم کر دو۔ عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین کہ یہ وقت شب ہے کل صبح تعمیل حکم کی جائے گی حضرت امیر المؤمنین نے فرمایا کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ کل صبح تک زندہ رہو گے کیا موت کا تو وقت نہیں معلوم ہے۔ پس کس لیے تقسیم اموال کو مؤخر کرتے ہو۔ پس حضرت علیؑ نے یہ درس دیا کہ کاموں کو دوسرے دن پر نہیں چھوڑنا چاہیے۔ مبادا کہ پیام اجل آ جائے۔

انسؓ بن مالک کہتے ہیں کہ ایک شب میں مکہ معظمہ میں حاضر ہوا۔ اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ زیارت قبر خدیجۃ الکبریٰ کی۔ میں نے دیکھا کہ امام حسین اپنی نانی صاحبہ کی قبر مبارک کے پاس بیٹھے آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ آہ سرد کھینچی، مجھے یہ محسوس ہوا کہ آنجناب اپنے آپ کو مجھ سے مخفی رکھنا چاہتے ہیں۔ میں نے دور سے دیکھا کہ بعد گریہ آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور نماز تمام کرنے کے بعد آہستہ

آہستہ مناجات پڑھنا شروع کی وہ مناجات یہ ہے کہ:

یارب یارب انت مولاہ	فارحم عبیدا الیک ملجاہ
یا ذا المعالی علیک معتمدا	طوبیٰ لعبد تکون مولاہ
یشکوا الی ذی الجلال بلواہ	ومابہ علۃ وماسقم اکثر من حبۃ لمولاہ
اذا اشتکیٰ بثہ وغصتہ	اجابہ اللہ ثم لباہ
اذا بتلی بالظلام مبتہلا	اکرمہ اللہ ثم ادناہ

اے خداوند تعالیٰ تو ہی میرا مولیٰ ہے۔ اے خدا تو مجھ پر رحم کر کہ میں تیری پناہ میں آیا ہوں۔ خداوندا تو مجھے مایوس نہ کرنا، میرے قدموں کو ثابت رکھنا اور مجھے اپنے در سے دور اور رحمت سے محروم نہ رکھنا۔ تجھ ہی سے میری دنیا اور میرا عقبیٰ قائم ہے اور تو ہی میرے لیے بہشت ہے یعنی تیری رضا حاصل کرنا میری جنت ہے اور تو ہی میری جنت کا آراستہ کرنیوالا ہے۔ جواب خدا دل پر ہویدا ہوا ہے

اے شیعہ اگر تو اس مقام پر فائز ہو جائے تو ایک مرتبہ یا اللہ کہے تو بغیر حجاب دو مرتبہ اللہ کیطرف سے لبیک سنے گا۔ جن لبوں پر اس طرح مناجات جدا ہو واحسرتا اس پر اعدائے دین نے پانی بند کر دیا، لب خشک ہو گئے۔ زبان سوکھ گئی۔

منزل ذاتِ عرق

مروی ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ بہ سبب عداوت بنوامیہ حج بیت اللہ نہ کر سکے اور آپ نے مکہ سے بہ طرف عراق سفر اختیار کیا۔ جس روز آپ نے مکہ سے عزم سفر عراق کیا ۸ ذی الحجہ ۶۰ھ تھی۔ مکہ سے نکلنے کے بعد پہلی منزل وادیٔ التنعیم تھی۔ الشیخ مفید علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ سے بہ سمت عراق متوجہ ہوئے تو دوسری منزل ذات "عرق" تھی۔ منزل ذات عرق سے زمین تہامہ شروع ہوتی ہے اور آخری سرحد وادیٔ عقیق ہے اور یہاں سے زمین مدینہ شمار ہوتی ہے۔ پس جب امام عالیمقام اس سرزمین پر وارد ہوئے تو بعض ہمراہیوں نے آپ سے ملاقات کی اور بعض لوگ آپ کے ہمرکاب ہوتے کے لیے آپ کے حکم کے منتظر ہوئے اور بعض خاموش رہے۔ اس منزل میں بشر بن غالب عراق سے آتے ہوئے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہو۔ سلام بجالایا حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس سے کوفہ کا حال اور وہاں کے لوگوں کی دوستی و دشمنی کے بارے میں دریافت کیا۔ اس نے جواباً عرض کیا کہ اے مولا کوفہ والوں کے دل آپ کی طرف مائل ہیں اور ان کی تلواریں برائے اہل باطل ہیں۔ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا اے برادر اسدی تم سچ کہتے ہو خدا کرے کہ ایسا ہی ہو ولکن ان اللہ یفعل ما یشاء ما یرید۔ میں تو اس کی رضا کے سامنے سر بسجود ہوں۔ شیخ صدوق نے یہ تحریر کیا ہے کہ بشر بن غالب منزل ثعلبیہ پر امام حسینؑ سے ملا ہے۔ بہر حال کسی نہ کسی شخص کا حضرت امام حسینؑ سے ملاقات کرنا ثابت ہے۔ اس بارے میں ریاضی علیہ الرحمۃ نے

باسناد خود روایت کی ہے کہ راوی کہتا ہے کہ میں بارادہ حج کعبۃ اللہ کے لیے گیا تو اپنے ساتھیوں سے پہلے پہنچ گیا کیونکہ میں نے نزدیک تر راستہ اختیار کیا تھا میں چلا جا رہا تھا کہ دور سے کچھ خیام نظر آئے اور کچھ خیمے ایسے تھے کہ پردے پڑے ہوئے تھا جس سے ظاہر ہو رہا تھا۔ کہ خیام کسی بلند مرتبہ خاندان کے ہیں۔ جب میں نزدیک پہنچا میں نے دریافت کیا کہ یہ کس کے خیام ہیں جواباً یہ معلوم ہوا کہ یہ خیمے حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہیں۔ میں نے سوال کیا کہ حضرت امام حسینؑ کہاں تشریف فرما ہیں اس نے تبلایا کہ وہ سامنے والے خیمہ میں ہیں۔ جب میں خدمت امام عالیمقام میں حاضر ہوا۔ اسلام بجا لایا۔ آپ نے احوال دریافت فرمایا۔ میں نے حضرت امام حسین سے سوال کیا مولیٰ اس بے آب و گیاہ زمین پر آپ کیوں تشریف لائے ہیں۔ یہاں مع اہل قیام کس لیے کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اے بھائی میں گروہ بنی امیہ سے خائف ہوں اس قوم نے مجھے خوف زدہ کر دیا ہے اور یہ میرے پاس اہل کوفہ کے خطوط ہیں جو انہوں نے مجھے کوفہ پہنچنے کے لیے لکھے ہیں۔ اور مجھے بلایا ہے کہ کوفہ پہنچوں حالانکہ میں جانتا ہوں کہ وہ لوگ میرے قاتل ہیں اور میرے خون ناحق کا بدلہ خدا لے گا۔"

منزل حاجز سے امام حسینؑ کا خط بطرف کوفہ

حضرت امام حسین علیہ السلام کے سفر عراق میں دوسری منازل کے علاوہ ایک منزل حاجز بھی ہے۔ جو کہ زمین نجد کے بیابان میں واقع ہے۔ اس منزل میں ایک کنواں ہے جس کو بطن الرمہ یا بطن الرو بھی کہتے ہیں بروایت شیخ مفیدؒ اس منزل میں ٹھہرنے کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام نے بہ نفس نفیس ایک نامہ اہل کوفہ کے لیے تحریر کیا۔ اور قیس بن مصہر صیداوی کو یہ دے کر کوفہ روانہ کیا۔ اس منزل میں آپ کو قیام کے دوران حضرت مسلم بن

عقیل کے شہید ہونے کی ظاہری طور پر خبر نہ تھی امام حسینؑ کے اس خط کا مضمون یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ من الحسین ابن علی علیہ السلام الی اخوانہ من المؤمنین والمسلمین سلام علیکم فانی احمد الیکم اللہ الذی لا الٰہ الا ھو۔ اما بعد یعنی یہ خط ہے حسینؑ ابن علی کی طرف سے برادران ایمانی و رسالی کوفہ کے نام۔ اے ایمان والو جاننا چاہیئے کہ مجھے میرے چچازاد بھائی مسلمؑ کا خط ملا تھا جس میں اس نے مجھے خبر دی تھی کہ شیطان کوفہ کی رائے اور ان کا اجتماع اس امر پر [illegible] ہے کہ میں کوفہ پہنچوں اور تمہاری مراد خدا سے متعلق ہے۔ چنانچہ میں نے بروز سہ شنبہ ۸ ذی الحجہ ۶۰ھ (ترویہ کے دن) مکہ معظمہ سے تمہاری طرف توجہ کی ہے اور اپنا قاصد قیس نامی شخص کو تمہاری طرف بھیج رہا ہوں تاکہ ہمارا اور تمہارا معاملہ استوار ہو سکے۔ اور امید ہے کہ انہی ایام میں کوفہ پہنچ سکوں انشاءاللہ والسلام۔ یعنی اگر تم لوگوں کا ہمیں قتل کرنے کا ارادہ ہے اور حب منصب کا خیال ہے تو اپنے آپ کو آمادہ رکھو۔ تیار ہو کیونکہ میں اپنے بھائیوں، بیٹوں اور عزیزوں سمیت پہنچ رہا ہوں۔ امام حسینؑ نے اس لیے ایسا تحریر کیا کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب ۱۹ ویں شب ماہ رمضان المبارک جب نماز کے لیے مسجد تشریف لے گئے ہیں تو جو لوگ سو رہے تھے ان کو بیدار کیا اور خصوصاً اپنے قاتل کو بھی بیدار کیا تھا۔ ابن ملجم اس وقت زہر آلود تلوار لئے ہوئے سو رہا تھا۔ جب آپ نے بیدار کیا تو فرمایا تھا کہ بیدار ہو میں جانتا ہوں کہ تو کس لیے آیا ہے اور تیرے پاس زیر بغل کیا چیز ہے۔ حضرت امام حسینؑ نے بھی ان لوگوں کے ارادہ سے اپنی آگہی کو ظاہر کیا ہے۔

روایت ہے کہ محمد بن ابی طالب تحریر کرتے ہیں کہ ولید بن عتبہ نے مدینہ سے ابن زیاد ملعون کی نامہ لکھا کہ امام حسینؑ کوفہ پہنچ رہے ہیں تم ہوشیار رہو۔ لیکن اس

بات کا خیال رکھنا کہ امام حسینؑ کی شان اقدس میں کوئی ایسا عمل نہ ہو کہ جس کی وجہ سے تو مستحق لعنت آخروی قرار پائے وہ فرزند رسول خدا ہیں وہ فاطمہ زہرا بنت رسول خدا کے نور نظر ہیں۔ کسی قسم کی سوء ادبی جائز نہیں ہے جب نامہ ولید بن عتبہ اس کو ملا تو ابن زیاد نے کچھ پرواہ نہ کی اور حصین بن نمیر کو مقدمہ کے لیے طلب کیا حسب کتاب الارشاد حصین بن نمیر ابن زیاد لعین ہوا خواہ اور لباس شب کی مانند تھا۔ اسے حکم دیا کہ ما بین منزل قادسیہ و منزل قطقطانیہ جا کر ناکہ بندی کرے اس کو جمعیت و سپاہ دی کہ حسینؑ کا قاصد کوفہ میں نہ آسکے حصین بن نمیر گیا اور اس نے ناکہ بندی کر دی۔ اور اسی اوسان قیس بن مسہر منزل قادسیہ پہنچے لوگوں نے اس کو پکڑ لیا اور حصین بن نمیر کے پاس لائے۔ اس نے سوال کیا کہ اس شہر میں کیوں آیا ہے کس نے بھیجا ہے۔ اس نے سوال کیا کہ پھر نامہ کس کے لیے لایا ہے۔ قیس بن مسہر نے نہایت حوصلہ اور اطمینان کے ساتھ جواب دیا کہ نامہ حسینؑ جن لوگوں کے نام ہے میں ان کو نہیں بتلا حصین بن نمیر مردود اس کو ابن زیاد ملعون کے پاس لے گیا قیس اس خوف سے کہیں امام حسینؑ کا نامہ ابن زیاد کے ہاتھ نہ لگ جائے اس کو چاک کر دیا بروایت سیّد اس وقت ابن زیاد غصہ میں بھر گیا اور کہنے لگا کہ تو نے نامہ کس لیے پھاڑ ڈالا۔ غلام کو حکم دیا کہ اس کو مثلہ کیا جائے یعنی اس کے کان ناک کاٹ دی جائے۔ اس وقت ابن زیاد ملعون کہنے لگا کہ اگر تو نے نامہ کا مضمون نہ بتلایا تو میں منبر پر جا کر حسینؑ اور حسینؑ کے والد پر معاذ اللہ تبری کروں گا اور میں تجھے دو ٹکڑے کر دوں گا۔ قیس نے کہا کہ میں ان لوگوں کے نام ہرگز نہیں بتلاؤں گا۔ کہ جن کو حضرت حسینؑ ابن علیؑ نے خط لکھا ہے۔ لیکن میں منبر پہ بیان کروں گا ابن زیاد نے پھر سب لوگوں کو حکم دیا کہ مسجد کوفہ میں جمع ہوں لوگ جمع ہوئے اور قیس منبر پہ گئے۔ اول حمد و ثنائے الٰہی بجا لائے اور پھر آنحضرتؐ پہ درود و سلام بھیجا۔ اس کے

بعد حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام پہ درود و سلام بھیجا۔ اور پھر یزید ابن معاویہ، ابن زیاد اور بنو امیہ پر لعنت بھیجی۔ بعدہٗ فرمایا کہ ایھا الناس انا رسول الحسین الیکم وقد علقتہ بموضع کذا۔ اے گروہ اشخاص میں حسین بن علیؑ کا قاصد ہوں اور تمہاری طرف آیا ہوں اور تمہیں معلوم ہونا چاہیئے میں نے امام حسینؑ کو فلاں منزل میں چھوڑا ہے اور تمہارے پاس آیا ہوں کہ تمہیں حسین کی آمد کی خبر دوں۔ جب یہ خبر ابن زیاد ملعون کو پہنچی تو حکم دیا کہ اس کو رسن بند کیا جائے۔ اور لب بام جا کر نیچے پھینک دیا جائے۔ بروایت ارشاد ابن زیاد کے حکم سے اسے لب بام لے گئے اور پھر اس کے ہاتھ باندھ کر نیچے پھینک دیا اور قیس بن مسہر نے گریہ کرتے ہوئے فریاد کی۔ اس وقت عبدالملک بن عمیر نامی سامنے آیا اور اس کے سر کو کاٹا لوگوں نے کہا کہ ابھی یہ مرد دیندار نہیں مرا ہے سر کیوں کاٹتے ہو۔ قال السید کہ جب قیس کے قتل کی خبر حضرت امام حسینؑ کو پہنچی آپ نے بہت گریہ فرمایا۔ آسمان کی طرف سر بلند کر کے کہا۔ اللھم اجعل لنا لشیعتنا منزلا کریما واجمع بیننا و بینھم فی مستقر من رحمتک انک علی کل شیءٍ قدیر۔ اے عزیز زہرا آپ پر ہم قربان کہ آپ نے ہر ایک شہید پر آنسو بہائے ان ان کی لاشوں میں گریہ فرمایا۔ اور اسی طرح اہل حرم نے بھی ان پر گریہ و ماتم کیا۔ افسوس صد افسوس کہ ایک تیر زہر آلود آپ کے عقب سے آپ پر لگا۔ اس وقت خون جاری ہوا اور آپ نے اس خون کو چلو میں لے کر اپنی ریش مبارک پر ملا گویا خون سے خضاب کیا۔ اور فرمایا ھکذا القی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ جب موکب مسعود امام حسین علیہ السلام منزل حاجز سے بعزم کوفہ روانہ ہوا۔ اور ایک ایسے میدان آب و گیاہ میں پہنچا کہ جہاں عرب لوگ کاشتکاری کرتے تھے وہاں پہنچنے پر عبداللہ بن مطیع از خود خیر آمد امام حسین علیہ السلام

سن کر حاضر ہوا۔ آداب عقیدت اور سلام و تحیّت کے بعد عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں آپ کہاں جا رہے ہیں اور کس واسطے جا رہے ہیں حضرت نے فرمایا اے برادر اس وقت سے کہ جب معاویہ نے اس دنیا سے کوچ کیا ہے۔ مجھے اہل کوفہ نے آرام سے نہیں رہنے دیا متواتر خطوط پر خطوط لکھے کہ میں کوفہ پہنچوں چنانچہ میں عازم کوفہ ہوں۔ ان کی دعوت پر جا رہا ہوں۔ جب عبداللہ بن مطیع نے یہ سنا تو طویل گفتگو کے بعد عرض کیا کہ کوفہ جانے سے حرمت ضائع ہو جائے گی کوفی لوگ دغا کریں گے آپ کوفہ نہ جائیں جیسا کہ اموی لوگوں نے آپ کے بزرگوں کے ساتھ سلوک کیا ہے ویسا ہی آپ کے ساتھ ان کا سلوک ہوگا۔ اس سفر سے آپ درگزر کریں پھر بعد ازاں اس نے عرض کیا اے آقا آپ مکہ تشریف لے جائیں آپ سید العرب ہیں سب ہی احترام کریں گے۔ حضرت نے جواب دیا کہ مجھے شہادت منظور ہے الموت علی الحق اولی من حیوۃ علی الباطل الموت فی العز من الحیوۃ فی الذل۔ یعنی حق پر مرنا جسم کا پامال ہونا بہتر ہے زندگانی باطل سے مجھے خوشی ہوگی کہ میرا سر نیزہ پر بلند ہو قبل اس کے کہ میں بیعت یزید کروں مجھے بیعت یزید کر کے ذلت کی موت۔ مرنا پسند نہیں ہے۔ انا الحسینؑ بن علی ابن ابی طالب کہ میں فرزند علیؑ ابن ابی طالب ہوں۔ مقصد یہ تھا کہ علیؑ نے کسی خلیفہ کی بیعت کی اور نہ ہی میں بیعت یزید کروں گا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

منزل ذرود پر زہیر بن القینؑ کی امام حسینؑ سے ملاقات

از جملہ منازل امام حسین علیہ السلام ایک منزل ذرود بھی ہے۔ لفظ ذرود اگرچہ کتاب ارشاد، اور روضۃ الصفا میں "ز" کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ لیکن لغت میں یہ لفظ ز کے ساتھ نہیں ہے۔ پس یہ لفظ ذال سے ہے جو کہ مکہ کے پہاڑوں کی طرح ایک پہاڑ ہے یہاں حضرت امام حسینؑ کے پہنچنے کے بعد زہیر بن قین بجلی حاضر ہوئے ہیں شیخ مفید ارشاد میں فرماتے ہیں کہ ایک جماعت از طائفہ فزارہ اور قبیلۂ بجیلہ نے زہیر بن قین بجلی کی معیت میں سفر مکہ معظمہ اختیار کیا۔ کہ مناسک حج بجا لائیں اثنائے سفر میں امام حسینؑ علیہ السلام کا جب قافلہ منزل ذرود پر پہنچا اور آپ نے قیام کیا تو زہیر بن قین بجلی اور امام حسینؑ سے ایک ہی جگہ قیام کیا۔ اور زہیر بن قین پردہ داری کا بہت زیادہ اہتمام کیا۔ بعدہ زہیر بن قین بجلی کھانا کھانے بیٹھے کہ اسی اثناء میں امام حسینؑ علیہ السلام کا بھیجا ہوا آدمی آیا اور بعد سلام پیغام دیا کہ تمہیں سبط رسول الثقلین ابی عبداللہ الحسینؑ یاد فرماتے ہیں۔ پس جیسے ہی سنا کہ امام حسینؑ یاد فرماتے ہیں۔ کچھ جواب نہ دیا سر نیچا کیے ہوئے داخل خیمہ ہوئے لقمہ ہاتھ سے چھوٹ گیا کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ بات ہے کہ تم ایک دم متفکر ہو گئے۔ آخر کوئی بات تو بتلاؤ زوجہ موجود تھی اور زہیر بن قین پردہ کی پشت کے سہارے بیٹھے تھے اس مومنہ نے زہیر سے اصرار کیا بعدہ زہیر سے کہا کہ اے زہیرؓ سبحان اللہ آخر کیا مطلب ہے۔ حضرتؐ پیغمبر خدا سے شرم نہیں کرتا فرزند پیغمبر خدا تجھے بلانے کے لیے

آدمی بھیجے تو کیوں نہیں جاتا۔ اٹھ اور حسینؑ کی خدمت جاؤ۔ اگر ان کی کوئی فرمائش ہے تو اس پر عمل کرو۔ خوشگوار لب و لہجہ میں باتیں کرو۔ جوش غیرت میں اٹھا اور خیمہ امام حسینؑ کے پاس پہنچا نظر عقیدت سے سجدۂ شکر ادا کیا کہ خوشا نصیب کہ در فرزند رسولؐ پر رسولؐ پہ رسائی ہوئی۔ اس وقت ایک گیارہ سالہ بچے نے زہیر کا استقبال کیا خوش آمدید کہا۔ زہیر اس کے ہمراہ خیمہ امامؑ میں داخل ہوئے رخ امام علیہ السلام پر نظر پڑی امام حسینؑ اس وقت تکیۂ امامت پر سر رکھے ہوئے بارگاہ خدا میں مشغول راز و نیاز تھے زہیرؒ نے آپ کو سلام کیا امام حسینؑ نے جواب سلام دیا۔ مزاج پرسی کی اور احوال دریافت کیا بروایت روضۃ الشہداء امام حسینؑ نے فرمایا اے زہیر کیا تم راہ خدا میں ہماری نصرت کر کے درجہ شہادت چاہتے ہو۔ پھر آنحضرتؑ بااعجاز ولایت و امامت زہیر کو ان کے مقاماتِ جنت دکھلائے اس وقت زہیر بحر فکر میں غوطہ زن ہوئے۔ عقل و نفس میں باہم جنگ و جدل ہونے لگی۔ عاقبت بخیر تھی شیطانی وسوسے دور ہو گئے اور زہیر جام شہادت پینے پر کمر بستہ ہو گئے عرض کی اے فرزند رسول خدا اور اے نور دیدۂ زہراؑ میں تیری راہ میں اپنے مال و جان اور اہل و عیال کو اس شرط پر چھوڑتا ہوں کہ آخرت میں مجھے آپ اپنے ساتھ رکھیں امام حسینؑ نے فرمایا اے زہیر تم آخرت میں ہمارے ساتھ ہو گے۔ پس یہ سن کر زہیر اپنی جگہ سے اٹھے۔ اور اپنے خیمہ میں پہنچے۔ اس وقت آپ انتہائی خنداں و شاداں تھے۔ اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ خیمہ یہاں سے خیمہ امام حسین علیہ السلام کے نزدیک نصب کرو اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جو تم میں سے بہشت کا آرزو مند ہو۔ دل میں تمنا جنت ہو وہ میرے ساتھ چلے بروایت الشیخ مفیدؒ زہیر بن قین نے اپنی زوجہ کو طلاق دی مگر بروایت متعدد اقوال در روضۃ الشہداء پایا جاتا ہے کہ زہیر بن قین نے اپنی زوجہ سے کہا کہ جس قدر مال و اسباب کی خواہش ہے وہ لے لے اور اپنے بھائیوں کے ہمراہ کوفہ

چلی جاؤ وہاں مکان موجود ہے اس میں رہائش اختیار کر۔ میں حضرت امام حسینؑ کا غلام بن کر ان کے ہمراہ جا رہا ہوں۔ سر امام عالیمقام کے قدموں پر رکھ دیا ہے اور جان ان کی سپرد کر دی ہے۔ عنقریب میں سفر خلد اختیار کرنے والا ہوں اس مومنہ نے جب یہ سنا تو کہنے لگی اے زہیر میں تیری زوجہ ہوں اس قدر بے وفائی کیوں ہے کہ تو حسینؑ کی خدمت میں ان کی خدمت میں رہوں گی۔ آہ وا مصیبتاہ دل بے چین ہے کیونکہ مومنہ تو یہ سمجھتی تھی کہ مسلمانوں میں حضرت زینب خاتون بڑی عزت والی خاتون ہیں اسے یہ خبر نہ تھی کہ عزت و جلال زینت خاتون حسینؑ کی زندگی تک ہے جب حسینؑ گھوڑے سے زمین پر گرے زینبؑ خاتون مدہوش ہوئیں۔ سر و پا برہنہ خانیہ حاسر و اضعۃ یدھا علی راسہا لشکر اعداء کے درمیان آئیں اور سر پیٹ کر فریاد کرنے لگیں۔ ۔۔۔ اما فیکم رجل مسلم۔ کیا تم میں کوئی مسلمان نہیں ہے۔

موکب امام حسینؑ کا منزل خزیمیہ میں ورود

مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ امام حسینؑ کی جملہ منازل میں ایک منزل خزیمیہ بھی ہے یہ ایک ایسی منزل ہے کہ جہاں حجاج مکہ سے آمد و واپس پر قیام کرتے ہیں یہ منزل احفر اور منزل ثعلبیہ کے درمیان واقع ہے اور منزل احفر بین خزیمیہ و فید ہے و فید بر زرود بیع منزل ہے جو کہ مکہ کی راہ میں ہے حضرت امام حسین علیہ السلام نے ایک روز منزل خزیمیہ میں قیام فرمایا ہے۔ فلما اصبح اقبلت اختہ۔ زینب خاتون صبح صادق نمودار ہونے کے وقت خدمت امام حسینؑ میں تشریف لائیں اور فرمایا اے بھائی میں اس شب برائے نماز تہجد اٹھی خیمہ سے باہر صحن قنات آئی تو میں نے ہاتف غیبی کی ندا سنی کہ کہنے والا یہ کہہ رہا ہے۔

الا یا عین فاختفلی بجهد و من یبکی علی الشهداء یعنی اے آنکھ تو آرام سے ہے پس گریہ کر شہداء پر کیونکہ اس کے بعد یہ لوگ شہید ہوں گے۔ علی قوم تسوقهم المنایا بمقدار الی انجاز وعد۔ اور وہ قوم (لوگ) جو اپنے پیروں سے موت کی طرف جا رہے ہیں اور اس جگہ جا رہے ہیں جو کہ ان کی وعدہ گاہ ہے۔ اے بھائی حسینؑ یہ کیسی ندا ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا اختی کل الذی قضی فهو کائن۔ یعنی اے بہن زینبؑ کہ جو مقدر ہو چکا ہے وہ ہوگا ہم رضاء خدا کے سامنے سر بسجود ہیں۔ ایک مرتبہ پھر ایسا ہوا کہ شب عاشوراء محرم یہ مخدرہ معظمہ اکیلی خیمہ میں بیٹھی تھیں۔ اور حسینؑ کی بے کسی و غربت پر آنسو بہا رہی تھیں۔ ناگاہ خیمہ کے باہر سے رونے کی آواز آئی۔ اور وہ آواز ایسی تھی جیسے کوئی ماں اپنے فرزند کے لیے روتی ہے۔ اور نوحہ کرتی ہے ؎

حسینؑ ای نونہال باغ زہرا　　غریب افتادہ اندر کوہ صحرا
حسینؑ ای زینت دوش پیغمبرؐ　　حسینؑ اے زیب آغوش پیغمبرؐ
شہید کوفیاں کردی تو فردا　　میاں خاک و خون غلطی تو فردا
بنت النبی رسول اللہ فاطمہؑ　　بکت الا واحسیناہ آہ وا ولدی
رتبہ و ہجرت الغمر ساہرۃ　　فراح عینی و قلبی النار فی کبدی

زینب خاتون اس آواز گریہ پہ باہر آئیں مگر کسی کو نہ دیکھا۔ لیکن رونے کی آواز آتی رہی۔ آپ گریہ کرتی ہوں امام حسینؑ کے پاس آئیں اور فرمایا صدائے نوحہ آ رہی ہے میں یہ محسوس کرتی ہوں کہ میری ماں گریہ کر رہی ہیں کبھی خیمہ سے باہر اور کبھی خیمہ کے عقب میں رو رہی ہیں۔ جناب زینب اپنی ماں فاطمہؑ کے رونے کی آواز سن کر از حد پریشان ہوئیں۔ جب شام غریباں نمودار ہوئی تو فرمایا ہوگا اے ماں شب عاشوراء محرم

اب موجود نہیں آج کی شب۔ شب بے کسی میں بھی آئی ہوں گی اے اماں اس وقت تشریف لائیں جب ساربان نے حضرت امام حسینؑ کے دست بائے مبارک قلم کیے۔ اے اماں تمہاری بیٹی زینبؑ نے بڑی بڑی مصیبتیں دیکھیں۔ اے مومنین اندازہ فرمائے شب عاشوراء محرم زینبؑ کے تمام بھائی۔ بھتیجے بیٹے۔ حسینؑ کے انصار سب ہی زندہ تھے اور شام غریباں۔ خیموں میں سناٹا تھا اور خیموں میں سونے والے مقتل میں گلا کٹائے پڑے تھے الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

ان امور کی تحقیق جن کا اس کتاب میں ذکر کرنا ضروری ہے

اوّلاً حضرت امام حسین علیہ السلام کی مکہ سے روانگی بسوئے عراق، مولف کتاب ہذا کے والد ماجد علامہ محمد حسن القزوینی اعلی اللہ مقامہ نے کتاب ریاض الاحزان و حدائق الاشجان میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام جب مکہ سے عازم سفر کوفہ ہوئے تو مدینہ تشریف لائے اور روضہ مبارک رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے اور بعد ازاں شہر مدینہ اور اہل مدینہ کو وداع کیا۔ کتاب مقاتل، کتب سیر و تواریخ میں لوگوں نے خواہ وہ مخالف ہو یا موافق سب کچھ درج کر دیا ہے۔ لیکن یہ ہی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے خصوصاً مکہ سے روانگی کے وقت ہی مدینہ کا عزم کیا تھا اور بعدہ از مدینہ بطرف عراق روانہ ہوئے ہیں۔ لیکن چشم بینا سے اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ حضرت خامس آل عبا علیہ السلام مکہ سے مدینہ آئے ہیں اور پھر کوفہ تشریف لے گئے ہیں اور مرحوم والد مولف کتاب

نے اس بارے میں منفرد تحقیق کی ہے اور حق ان ہی کے ساتھ ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے ۲۸ رجب سنہ ۶۰ھ کو مدینہ سے مکہ کی طرف توجہ فرمائی تاکہ خانہ خدا میں پناہ لیں اور آپ نے اپنے اس عزم سفر کو پوشیدہ رکھا کسی کو خبر نہیں کی البتہ اپنے بھائی محمد حنفیہ ابن علی مرتضیٰ کو مدینہ میں چھوڑا اور فرمایا کہ تم یہاں رہو اور مدینہ کے حالات کی مجھے خبر دیتے رہنا کیونکہ میں مکہ میں پناہ لینا چاہتا ہوں۔ سواقعہ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، زنان بنی ہاشم کا رخصت کرنے آنا۔ زیارت روضہ رسول خدا کرنا اور خواب میں آنحضرتؐ کو دیکھنا۔ یہ تمام چیزیں اس وقت سے متعلق ہیں کہ جب آپ مکہ سے مدینہ واپس پہنچے ہیں۔ اور بعدہ، لوگوں کو سوعراق کی خبر ہوئی ہے۔ اگر کوئی شخص اس امر بحث کرنا چاہے اور ایراد پیدا کرے کہ چونکہ حضرت امام عالیمقام نے پہلی ہی مرتبہ مدینہ چھوڑا اور مکہ گئے اور پھر مکہ سے مدینہ آئے اور بعدہ سفر عراق اختیار کیا آخر دوسری بغیر کسی خوف کے مدینہ وارد ہوتا۔ دو روز یا صرف ایک شب و روز مدینہ میں قیام کرنا۔ اس کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ حالت تقیہ اس وقت مقید تھی کہ جب حضرت امام حسینؑ مدینہ سے بحالت خوف نکلے ہیں اور مکہ کا رخ کیا ہے کیونکہ حاکم مدینہ ولید بن عتبہ، حاکم شام یزید کی طرف سے اس امر پر مامور تھا کہ وہ امام حسینؑ کو گرفتار کرے اور وہ یزید لعین کی مخالفت نہیں کر سکتا تھا چنانچہ وہ ایک مرتبہ ایسا ظاہر کر چکا تھا۔ اور جب دوبارہ امام حسین علیہ السلام مکہ سے واپسی پر مدینہ پہنچے ہیں تو اس وقت حاکم مدینہ عمرو بن سعید تھا اور وہ حاجیوں کا سردار بھی تھا اور وہ مکہ چلا گیا تھا۔ اس وقت مدینہ میں کوئی حاکم نہ تھا کہ جو حکم وغیرہ نافذ کرے۔ پس وہاں پر کوئی ایسا حاکم نہ تھا کہ جس سے حضرت خامس آل عبا علیہ السلام تقیہ کی ضرورت محسوس فرماتے لہٰذا امام

حسین باطمینان مدینہ آئے اور ماں اور نانا کی قبر کی زیارت کی۔ اور تمام خویش واقربا کو وداع کیا۔ اور اپنی جدہ یا جدّہ حضرت ام سلمہؓ کو اپنے مقتل کی خاک (مٹی) دی اور سپرد خدا کیا۔ ہم نے ایک ایک واقعہ کو شرح اور تفصیل کے ساتھ پیش کیا ہے تاکہ قارئین کتاب پر واضح ہو جائے کہ امام حسینؑ مکہ سے مدینہ آئے ہیں۔ اور مذکورہ واقعات مکہ سے واپسی پر مدینہ سے نکلتے وقت رونما ہوئے ہیں۔ من اللہ التوفیق وعلیہ التکلان۔

بروایت ابی مخنف یہ ہے کہ لما قتل مسلم انقطع خبرہ عن الحسین فقلق لذلک قلقاً شدیداً وجمع اهل بیتہ وموالیہ وامرهم بالرحیل الی المدینۃ حتی دخلوها۔

فرماتے ہیں کہ جب حضرت مسلم بن عقیل کوفہ میں شہید ہو گئے۔ اور کوفہ سے کوئی دوسری خبر نہیں آئی تو حضرت امام حسینؑ پریشان ہوئے اور سب کو جمع کر کے فرمایا کہ مدینہ چلنا چاہیے پس محملیں وغیرہ سب تیار ہو گئیں اور امام عالیمقام نے اپنے تمام ہمراہیوں سمیت مدینہ کا رخ کیا۔ اور داخل شہر مدینہ ہو گئے۔ چنانچہ ابی مخنف کی تصریح کی رو سے حضرت کا مکہ سے مدینہ پہنچنا ظاہر ہے۔ اور بعدہ وہ لکھتا ہے کہ جب حضرت مدینہ پہنچے تو حضرت رسول خدا کی قبر مبارک پر تشریف لے گئے اور کچھ دیر قبر مبارک کے نزدیک رہے بعد ازاں غمگین حالت میں باہر نکلے تاکہ دوبارہ زیارت قبر منورہ کریں جنت البقیع میں ماں کی قبر پر گئے۔ اس وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے ابی مخنف لکھتا ہے کہ بکا بکاءً شدیداً۔ اور گریہ و بکا کا سبب یہ بھی تھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں یا ولدی العجل العجل الوحا الوحا فبادر الینا فانا مشتاقون الیک۔

اے نور دیدہ، اے حسینؑ من جلدی کرو جلدی پہنچو کہ میں تمہارا بہت مشتاق ہوں حضرت خواب سے بیدار ہوئے اور مسجد سے باہر تشریف لائے۔ اور اپنے بھائی محمد حنفیہ سے ملے اور فرمایا اخی ادید الرحیل الی العراق۔ اے بھائی میں عراق کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اور چاہتا ہوں کہ سمت کوفہ جاؤں۔

مولف کتاب کہتے ہیں کہ تمام مرد وزن مدینہ آئے اور حضرت امام حسینؑ کی زیارت کی۔ اظہار مسرت و خوشی کیا کہ مدینہ حسینؑ سے آباد رہے گا۔ سب لوگ خوش تھے کہ دوبارہ زیارت نصیب ہوئی لیکن جب یہ خبر عام ہوتی کہ حسینؑ عراق کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اور سمت کوفہ جارہے ہیں تو اہل کو دیں شور گریہ و بکا پیدا ہو گیا بنی ہاشم کے مرد وزن نے ہجوم کر لیا ایسا گریہ وزاری ہوا کہ جیسا کہ وفات رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہوا تھا۔ ایک دن یہ گریہ و بکا تھا اور پھر ایک دن ایسا آیا کہ جب زینب بیکس لیئے ہوئے قافلہ کو لے کر مدینہ پہنچیں اور اہل مدینہ کو خبر ہوئی کہ حسینؑ مارے گئے مرد وزن سب ہی گھروں سے باہر نکل آئے شور گریہ و بکا بلند ہوا۔ کسی شاعر نے اس کی منظر کشی اس طرح کی ہے ؎

آج قبر مصطفےٰؐ پر ایک ہجوم عام ہے ۔۔۔ آگئی زینبؑ مدینہ میں بپا کہرام ہے

کتاب ریاض میں فوادح حسینیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ لما عزم الحسین علی المیسر الی الکوفة بعد بحیتہ من مکة الی المدینة خرج ذات لیلة الی قبر جدہ کہ جب عالم علوم ربانی واقف رموز غیب وشہود یعنی حضرت خامس آل عبا حسین علیہ السلام نے مکہ سے کوفہ کا رخ کیا اور آپ مدینہ وارد ہوئے بادل محزوں اپنے جدّ بزرگوار کی قبر مطہر پر تشریف لے گئے قبر مبارک پر نظر کی اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا جداہ اے رسول

خدا اے نانا میرا سلام ہو آپ پر انا فرخک التجات الیک۔ آپ کو مبارک ہو آپ سے ایک التجا ہے بعدہ دو رکعت نماز ادا کی۔ (یہ نماز زیارت ہوگی) پھر سر آسمان کی طرف اٹھا کر قبر رسولؐ کی طرف اشارہ کیا اور عرض کیا۔ اللھم ان ھذا قبونبیک وانا ابن بنتہ وقد حضرنی من الامر ما قد علمتہ فانی اوامر بالمعروف وانھی عن المنکر۔ یعنی اے خدا اے علیم حدانا یہ تیرے پیغمبرؐ کی قبر مبارک ہے۔ اور میں اس کی بیٹی کا فرزند ہوں کہ جس کے سبب مجھے بہت سی بلاؤں نے گھیر لیا ہے اور تو ان سب بلاؤں سے آگاہ ہے۔ اور اب حال یہ ہے کہ بغیر امر بالمعروف و نہی از منکر کے چارہ کار نہیں ہے۔ الٰھی بحق ھذا القبر الا ما اخترت لی من امری ما ھو لک رضاہ۔ یعنی اے خدا اس قبر مطہرہ کے تصدق سے اور اپنے حبیبؐ کے صدقہ میں تو اپنی رضا میرے کام میں شامل کر اے خدا تیری رضا میری رضا ہے۔ وجعل الحسین یبکی و یتوسل و یسال اللہ عند قبر جدہ الی قریب الفجر فنعس فرای فی منامہ قد اقبل الیہ فی کبلبہ من الملائکة وھم عن یمینہ و شمالہ۔

آپ گریہ وزاری میں مشغول تھے خدا کی مشیت کے طالب تھے اور راز و نیاز کی باتیں کر رہے تھے۔ کہ نزدیک طلوع فجر آپ پر غنودگی طاری اور عالم خواب میں حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آنحضرتؐ کے گرد و پیش ملائکہ کا جم غفیر ہے خوشبوئے نبوت سے فضاء عالم خواب معطر ہو رہی ہے۔ آنحضرتؐ نے حسینؑ کے پاس آکر فرمایا۔ اے گرامی قدر فرزند فاطمہؑ کہہ کر امام حسینؑ کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ ملائکہ صف بستہ یہ نظارہ دیکھ رہے تھے فضم الحسین الی صدرہ وقبل ما بین

عینیہ وقال یا حبیبی یا حسینا کانی اراک عن قریب وانت مرمل بدمائک یعنی آپؐ نے امام حسینؑ کو سینہ سے لگایا پیشانی کو چوما۔ اور فرمایا اے میرے فرزند حسینؑ میں بہ تحقیق یہ دیکھ رہا ہوں کہ تو عنقریب میرے پاس آنے والا ہے تو تیر و تلوار و نیزہ کا نشانہ بنے گا تیرا سر جدا کیا جائے گا۔

مذبوح من قفاک مخضوب شیبتک بدمک وانت غریب وحید ا بارض کربلا بین عصابۃ من امتی۔ یعنی اے حسینؑ تیرا سر پس گردن سے کاٹا جائے گا اور تیری ڈاڑھی تیرے خون سے خضاب ہوگی۔ تو غریب و منفرد شہید کربلا ہے تستغیث ولا تغاث وانت مع ذلک عطشان لا تسقی وظمان لا تروی وقد استبنا جوا حریمک وذبحوا فطیمک ۔ یعنی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روضہ خوانی فرماتے ہیں کہ اے حسینؑ میں دیکھ رہا ہوں کہ تو زمین کربلا پر تنہائی کے عالم میں استغاثہ کر رہا ہے اور کوئی تیری آواز پر لبیک نہیں کہتا نہ کوئی تجھے پانی دیتا ہے میں تیرے اوپر ہونے والے سارے مظالم دیکھ رہا ہوں۔ ایلوم کا اسیر ہونا بھی دیکھ رہا ہوں خداوند تعالیٰ اس گروہ اشقیا کو میری شفاعت سے محروم رکھے گا۔ یا حبیبی یا حسین ان اباک وامک واخاک قد قدموا علی وھم مشتاقون اے حسین میں اور تیرے باپ ماں اور بھائی سب مشتاق ہیں کہ تو جلد ہمارے پاس آ۔ وان لک فی الجنات لدرجۃ عالیۃ لا تنالھا الا بالشھادۃ فاسرع الی درجک۔ اے حسینؑ بہشت تیرا اشتاق ہے لیکن بہشت درجات عالیہ اس وقت ملیں گے کہ جب تو شہادت اختیار کرو گا۔ پس جلدی کر کر قتل کیا جائے اور ہمارے پاس پہنچے۔ پس امام حسینؑ آپ دیدہ ہوئے اور عرض کیا کرنا مناسب کچھ

قبول ہے۔ پھر عرض کیا نانا جان اپنی قبر میں مجھے بلا لیجیے۔ کہ مجھے اب زندگانی دنیا درکار نہیں ہے۔

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولا بد لک من الرجوع الی الدنیا حتی ترزق الشھادۃ تسال ما کتب لک من السعادۃ۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے فرزند اس ناچاری دنیا پر صبر کرنا ضروری ہے تو صبر کر یہاں تک کہ روز شہادت آئے اور تو فیروزمند ہو اور جو کچھ خدا تعالےٰ نے تیرے بارے میں مقدر فرمایا ہے اور تو نے عالم ذر میں عہد کیا ہے وہ پورا ہو تو اس پر کمربستہ رہ پس جب آنحضرتؐ یہ سب کچھ فرما چکے تو نظر امامؑ سے غائب ہو گئے اور حضرت امام حسینؑ خواب سے بیدار ہوئے فزعا مرعوبا (یعنی بحالت خوف) دولتسرا میں واپس آئے۔ اہلبیتؑ آپ کا انتظار کر رہے کہ صبح دم آپ گھر تشریف لائے۔ آپ نے خواب بیان کیا جس کو سن کر اہلحرم رونے لگے۔ روایت میں ہے کہ فلم یکن فی ذالک الیوم اشد غما من اھل البیت ولا اکثر باکیا۔ اس وقت اہلحرمؑ نے امام حسینؑ کے قتل ہونے کا تصور کیا امام حسینؑ نے گریہ دیکھا دیکھ کر فرمایا کیا تم خود کو ہلاک کرو گے ۔۔۔۔۔ خداوندان بے کس بی بیوں کا کیا حال ہوگا کہ جب انہوں نے کربلا میں روز عاشورا محرم دیکھا کہ شمر ولد الحرام سینۂ اقدس پر ہے اور کند خنجر سے سر امام جدا کر رہا ہے۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

امام حسینؑ کا ام المومنین ام سلمہؓ کو اپنی شہادت کی خبر دینا

جملہ دلائل میں سے کہ حضرت امام حسینؑ مکہ سے مدینہ تشریف لانا اور بعد ازاں کوفہ جانے کا عزم کرتا چنانچہ کتاب منتخب میں ہے کہ ان الحسین علیہ السلام لما عزم علی الخروج الی العراق من المدینۃ جائت الیہ ام سلمۃ زوجۃ الرسول صلی اللہ علیہ و آلہ۔ یعنی جب حضرت امام حسینؑ نے ارادہ کیا کہ مدینے بطرف عراق جائیں اس وقت حضرت ام المومنینؑ بی بی ام سلمہ زوجہ رسول خدا آپ کے پاس تشریف لائیں۔ شیخ طریحی نجفی فرماتے ہیں کہ جناب ام المومنین بی بی ام سلمہؓ نے امام حسینؑ سے فرمایا اے نور نظر اے سرور دل فاطمہؑ لا بنی لا تحزنی بخروجک الی العراق۔ اے حسینؑ مدینہ چھوڑ کر مجھے محزون نہ کرو۔ فانی سمعت من جدک رسول اللہ یقول یقتل ولدی الحسین بارض العراق فی ارض یقال کربلا۔ اے فرزند میں نے تمہارے نانا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ میرا فرزند حسینؑ زمین عراق میں قتل ہوگا اس زمین کو کربلا کہتے ہیں۔ آپ نے سنا اور فرمایا یا اماہ وانا واللہ اعلم ذلک وانی مقتول لا محالہ ولیس لہ من ھذا بد۔ اے مادر گرامی خدا گواہ ہے کہ میں اپنے نانا سے ایسا ہی سنا ہے میں قتل کیا جاؤں گا اور قتل ہونے سے بچنے کا کوئی

راستہ نہیں ہے۔ وانی واللہ لاعرف الیوم الذی اقتل فیہ واعرف من تقتلنی واعرف بقعۃ التی ادفن فیھا وانی اعرف من یقتل من اھل بیتی و قرابتی و شیعتی۔ میں جانتا ہوں کہ کس دن میں قتل ہوں گا۔ میں اپنے روز قتل کو جانتا ہوں۔ اور میں اپنے جائے دفن کو بھی جانتا ہوں۔ اور یہ بھی جانتا ہوں کہ میرے اہلبیتؑ میں سے کون کون قتل ہو میرے دوست اور محب بھی شہید ہوگئے۔ یا اماہ اراتک حفرتی و[illegible]جعی یعنی اے مادر گرامی میں اپنی قبر اور اپنے ساتھ شہید ہونے والوں کی قبروں کی جگہ جانتا ہوں اگر آپ چاہیں تو ان کی نشاندہی کر دوں۔ اے مادر گرامی میں عالم علوم ما کان و ما یکون ہوں پھر امام حسینؑ نے کربلا کی طرف اشارہ کیا۔

ثم اشار بیدہ الشریفۃ الی جھۃ کربلاء فانخفضت الارض حتی اراھا مضجعہ ومدفنہ وموضع عسکرہ وموقفہ ومشھدہ کما ھو الآن۔ پس اس عالم علوم ربانی نے بسمت کربلا اشارہ کیا بفرمان امام حسینؑ زمین کربلا ابھری اور نگاہ کے سامنے آگئی اور جو کچھ امام حسینؑ نے اپنی نانی صاحبہ سے فرمایا وہ سب کچھ جناب ام المومنین بی بی ام سلمہؓ نے دیکھا۔ ایک آہ سرد کھینچی۔ قریب تھا کہ بے ہوش ہو جائیں۔ امام حسینؑ نے فرمایا اے نانی صاحبہ آپ صبر سے کام لیں۔ جناب ام سلمہؓ نے دیکھا کہ ایک ظالم بدعۃ بن شریک نے تلوار سے حضرت امام حسینؑ کی انگشت قطع کی اور انگشتری اتار لی۔ ام سلمہؓ نے دیکھا کہ ننھے ننھے بچے پانی کے لیے ترس رہے ہیں خالی کوزے ہاتھوں میں لیے صدائے العطش بلند کر رہے ہیں۔ اس وقت حضرت امام حسینؑ نے اپنے

شہید ہونے کی جگہ کی نشاندہی فرمائی میدان جنگ کی صورت بتلائی۔ نہر فرات نگاہ کے سامنے آگئی اور فرمایا اے جدۂ معظمہ نہر فرات جاری ہوگی اور میں اور میرے بچے پانی کے لیے تڑپ رہے ہوں گے اور کوئی قطرہ آب بھی نہ لے گا۔ واویلاہ، صد واویلاہ و امصیبتاہ۔ پس ام سلمہؓ کو تاب ضبط نہ رہی۔ آخر ش فرمایا اے نور دیدہ خدا حافظ پسر خدا، کرتی ہوں۔ اور فرمایا اے زینب و ام کلثوم تمہارا خدا حافظ ہے مومنین کرام اس وقت ام المومنین بی بی ام سلمہؓ کا کیا حال ہوا ہوگا کہ جب حسینی قافلہ کربلا کے لیے اور کوفہ کے لیے مدینہ سے نکلا ہوگا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

امام حسینؑ کا ماں اور بھائیؑ کی قبر کو وداع کرنا

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام جب مکہ سے مراجعت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو سب سے پہلے قبر حضرت رسول خدا کی زیارت کی۔ اور عالم خواب میں آنحضرت نے بشارت شہادت دی اور امام حسینؑ امادۂ سفر عراق ہوئے بعد ازاں آپ اپنی مادر گرامی فاطمہ زہرا علیہا السلام کی قبر پر تشریف لے گئے۔ سلام بجا لائے جیسے امام حسینؑ نے سلام کیا قبر مبارک لرزہ میں آگئی اور جناب سیدہ معصومہ نے اپنے نور نظر کے سلام کا جواب دیا۔ پھر امام حسینؑ نے قبر مبارک کو اپنی آغوش میں لے کر بوسہ دیا۔ بعدہ تلاوت قرآن مجید کی اور قبر مادر کو وداع کیا اس کے بعد آپ امام حسن مجتبےٰؑ کی قبر مبارک پر گئے اور سلام کرنے کے بعد قبر مبارک کو وداع کیا۔ اے مومنین حضرت امام حسینؑ نے خواب میں اپنے نانا رسول خدا، اپنی ماں فاطمہ زہراؑ اور اپنے بھائی حسن مجتبےٰؑ کی زیارت کی۔ کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ

کہ امام حسینؑ کو ان بزرگواروں کی دوبارہ زیارت نہیں کی۔ ایسا نہیں ہے وقت ذبح آنحضرتؐ بھی موجود تھے علی مرتضیٰ بھی تھے فاطمہ زہرا بھی تھیں اور امام حسنؑ مجتبےٰ بھی تھے امام حسینؑ کے گلوئے مبارک پر خنجر رواں تھا اور یہ بزرگوار دیکھ رہے اور امام حسینؑ ان کو دیکھ رہے تھے۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

وقت روانگی امام حسینؑ بنی ہاشم کی گریہ وزاری

کتاب کامل الزیارت میں عمرو بن جابر سے روایت ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقرؑ سے سنا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا لما ہم الحسین بالشخوص من المدینۃ اقبلت نساء بنی عبد المطلب فاجتمعن للنیاحۃ یعنی جب حضرت خامس آل عبا نے ارادۂ سفر عراق کیا۔ اور سواریاں آراستہ ہو کر در دولت پر لائی گئیں اور آواز رحلہ بلند ہوئیں تمام زنان ہاشمیہ جمع ہوئیں اور ان کی نگاہ حضرت علی اکبرؑ پر پڑی تو نوحہ و شیون شروع کیا اور کہنے لگیں اے اکبر جواں، اے شبیہ پیغمبر الوداع الوداع۔ بعدہ ان عورتوں نے حضرت زینب خاتون سے خطاب کیا اے جان فاطمہؑ اے نور نظر علی مرتضیٰ اے خواہر حسینؑ الوداع الوداع، راوی کہتا ہے کہ ایسا شیعہ پکا کبھی پہلے نہ ہوا تھا۔ مدینہ ویران تھا قبر نبویؐ پر اداسی چھائی تھی قبر فاطمہ ویران پڑی تھیں۔ حسنؑ کی قبر پر کبھی شمع جلانے والا نہ تھا۔ حضرت امام حسینؑ سید کو تلقین صبر فرما رہے تھے۔ اس وقت قالت نساء بنی عبد المطلب فلمن نستبقی النیاحۃ والبکا فھو عندنا کیوم مات فیہ رسول اللہ وعلی وفاطمۃ علیہما السلام۔ یعنی زنان بنی ہاشم نے آنسوؤں کے ساتھ عرض کیا اے حسینؑ ہم گریہ و بکا کیوں کر نہ کریں آج کا دن ایسا ہے کہ گویا نبیؐ و فاطمہؑ و علیؑ

ہم سے جدا ہو گئے اے شیعیوں ایسا ہی گریہ و بکا پھر اس دن ہوا کہ جب قید شام سے رہا ہو کر زینب بے کس اہل حرم کے ساتھ وارد مدینہ ہوئیں۔ السلام علیک یا ابا عبد اللہ، صلی اللہ علیک یا بن رسول اللہ و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

جب حضرت امام حسین علیہ السلام قبر مادر بی بی فاطمہ و حسنؑ سے رخصت ہو چکے اور تمام بنی ہاشم اور دوستوں کو وداع کہہ چکے تو حضرت امام حسینؑ نے مواریث نبوی یعنی نبوی تبرکات جناب ام المومنین بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو سپرد کیں۔ اور اس کے بعد سفر اختیار کیا اس وقت زنان ہاشمیہ کہنے لگیں کہ زینب خاتون کہاں ہیں اب اس وقت عماری میں تشریف فرما ہیں اور چونکہ زینب خاتون کو دیکھ رہی تھیں کہ اب مدینہ ہم سے چھوٹ جائے گا رنگ مبارک متغیر ہو رہا تھا چہرہ مبارک فق ہو گیا تھا۔ اور ادھر تمام مخدرات بنی ہاشم حجروں سے باہر نکل آئیں تھیں کہ آخری زیارت زینب کبریٰ کریں۔

جناب فاطمہ صغریٰ اور رخصت اہل حرم

حضرت امام حسینؑ کی بیمار بیٹی فاطمہ صغریٰ اپنے حجرہ سے نکل آئیں پس جیسے ہی اہل حرم نے بیمار دختر کو دیکھا گریہ وزاری شروع ہو گیا۔ ریاض الشہادۃ میں ہے کہ وکان لعلیہ السلام بنت صغیرۃ یقال لہا فاطمۃ و کانت فی ذلک الوقت مریضۃ۔ یعنی وہ مخدرہ معصومہ اس وقت بستر علالت تھیں ناتواں و کمزور تھیں سفر میں جانے کے قابل صحت نہ تھی۔ اس وقت جناب فاطمہ صغریٰ نے اپنی پھوپھی اور بہنوں سے کہا کہ تم سب آمادہ سفر ہو۔ اور سب جا رہے ہو مجھے کس پر چھوڑ رہے ہو مجھے بھی اپنے ہمراہ لے چلو۔ اس پر صدائے گریہ بلند

ہوئی جب یہ آواز گریہ امام حسینؑ کے گوش زد ہوئی حضرت اہل حرم کے ساتھ بیمار بیٹی کے پاس تشریف لائے اور اسے حجرہ میں لے گئے۔ تلقین صبر کی۔ تسلی دی۔ اور اس کی آنکھوں سے آنسو پونچھے۔ عزادارو قافلہ روانہ ہو گیا اور صغریٰ خاتون تکتی رہ گئی۔ کب تک قافلہ کی واپسی کا انتظار کیا کہ جب روز عاشوراء محرم ایک کبوتر خون امام حسینؑ میں غلطاں دیوار حجرۂ فاطمہ صغریٰ پر آ کر بیٹھا۔ اس نے اپنی زبان میں قتل حسینؑ کی سنائی دی۔ خون کے قطرے گرے فاطمہ صغریٰ نے کبوتر کی آواز سنی لرزاں لرزاں حجرہ سے نکلیں دیکھا کہ کبوتر خون میں رنگین ہے۔ تازہ قطرے خون ٹپک رہے آپ نے فرمایا اے کبوتر تو جلد بتلا کہ یہ کس کا خون ہے جو تیرے پروں میں بھرا ہوا ہے اس وقت وہ کبوتر گویا ہوا ذبح الحسین کربلا اے فاطمہ صغریٰ حسینؑ کربلا میں شہید ہو گئے۔ مجھے اپنے باپ بھائی اور عزیزوں کی طرف سے وسواس پیدا ہو رہا ہے۔ جگر کباب ہو رہا ہے۔ غرض کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے کوچ کا حکم دیا۔ مخدرات سوار ہونے لگیں۔ جب حضرت زینب خاتون کے سوار ہونے کا وقت آیا۔ اور دولت سرا پر محمل سے آراستہ اونٹ موجود تھا۔ زینب خاتون صحن خانہ میں کھڑی تھیں۔ چاروں طرف زنان بنی ہاشم کا ہجوم تھا وا فاطمۃ، وا محمداہ وا علیاہ کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں کہ زینبؑ خاتون نے دروازہ کی طرف قدم بڑھایا قمر بنی ہاشمؑ نے دیکھا کہ ثانی زہرا محمل میں بیٹھنے کے لیے آمادہ ہیں باواز بلند فرمایا اے لوگوں اپنی اپنی آنکھیں بند کر لو۔ خانوادۂ عصمت کی پردہ دار زینب علیا سوار ہونا چاہتی ہیں۔ لوگ ادھر ادھر چلے گئے۔ عورات بنی ہاشم کے ہجوم میں زینب خاتون اس طرح سوار ہوئیں کہ قاسم ابن حسنؑ اپنے بابا حسن مجتبےٰ کی نمائندگی کر رہے تھے کہ محمل کا پردہ اٹھایا۔ عون و محمد نے کرسی رکھی۔ اور حضرت عباسؑ کے

سہارے جناب زینبؑ محمل میں بیٹھیں امام حسینؑ نے خصوصی طور پر زینب خاتون کو محمل میں سوار کیا اسی طرح تمام اہل حرم سوار ہوئے اور اٹھارہ جانان بنی ہاشم پردہ کا اہتمام کر رہے تھے وا حسرتا مدینہ سے روانگی اس شان سے ہوئی اور روز عاشورا ۱۰ محرم جب امام حسینؑ شہید ہو گئے اور گیارہویں محرم کو لٹا ہوا قافلہ کوفہ و شام کے لیے روانہ ہوا اس شان سے کہ سیدانیاں اونٹوں پر خود سوار ہوئیں نہ علی اکبرؑ تھے اور نہ عباسؑ نہ قاسمؑ نہ حسینؑ تھے کون تھا کہ جو سیدانیوں کو پردہ کے ساتھ سوار کراتا۔

مکہ سے روانگی کے وقت اور فرشتوں اور جنات کا مدد امامؑ کے لیے آنا

الشیخ مفید علیہ الرحمۃ نے کتاب مولد النبیؐ اور مرحوم سید از لہوف مصحح ذکر کیا ہے کہ لما سار ابو عبداللہ الحسینؑ من مکۃ لیدخل المدینۃ لقتہ افواج من الملائکۃ۔ جیسے ہی حضرت خامس آل عبا امام حسین علیہ السلام نے مکہ سے باہر قدم رکھا اور قافلہ روانہ ہوا ناگاہ ملائکہ کی ایک فوج حضرت کی خدمت میں نازل ہوئی۔ فسلموا علیہ و قالوا یا حجۃ اللہ علی خلقہ۔
یعنی سلام کیا اور کہا کہ اے حجت خدا ہمیں حکم ہو تو

امام حسینؑ نے فرمایا اے فرشتو! میرا اور تمہارا وعدہ تو کربلا سے متعلق ہے وہاں پہنچا۔ فرشتوں نے عرض کیا اے حجت خدا ہمیں تو خدائے تعالیٰ نے آپ کی نصرت کے لیے مامور کیا ہے۔ اور ہمیں خدا نے آپ کا نوکر و چاکر

بنا کر بھیجا ہے جیسا کہ آپ حکم دیں عمل کریں گے اگر آپ حکم دیں تو آپ کے ساتھ چلیں تاکہ راستہ میں دشمن مقابل نہ ہو سکیں امام عالیمقام نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ راستہ میں مجھے کوئی آزار نہیں پہنچائیں گے۔ یہاں تک کہ منزل مقصود (کربلا) نہ پہنچ جاؤں۔ اسی اثناء میں جنات کا لشکر وارد ہوا۔ حدیث امام حسینؑ میں سلام عرض کیا۔
فقالوا یا مولانا نحن من شیعتک و انصارک فمر بامرک۔
یعنی اے مولا ہم تو آپ کے شیعہ ہیں آپ کے ناصر ہیں ہم حکم دیجیے تو دشمنوں کو نیست نابود کر دیں۔ حضرت نے فرمایا کہ جزاکم اللہ خیر الجزاء ما قرأ تم کتاب اللہ المنزل علی جدی۔ یعنی اے جنو! خدا تم کو بہترین جزا دے اور تمہاری نیکیاں زیادہ کرے۔ تم نے قرآن مجید میں کہ جو میرے نانا پر نازل ہوا ہے کیا نہیں پڑھا کہ خدا فرماتا ہے کہ قل لو کنتم فی بیوتکم لبرز الذین کتب علیہم القتل الی مضاجعہم۔ (سورۃ آل عمران آیت ۱۵۴)
یعنی کہہ دو کہ تم اپنے گھروں میں بھی رہتے تو جن کی تقدیر میں لڑ کے مر جانا لکھا تھا وہ اپنے گھروں سے نکل نکل کے اپنے مرنے کی جگہ ضرور آ جاتے پس اے گروہ جن اگر میں کہ فرزند رسول خدا ہوں اپنے مقام پر آرام سے بیٹھوں اور باہر نہ نکلوں تو کس چیز سے آزمائش ہوگی۔ میرا کربلا پہنچنا ضروری ہے۔ خدائے تعالیٰ نے میرا مدفن کربلا قرار دی ہے۔ اور میرے دوستو اور موالیوں کے لیے کربلا کی زمین کو قبولیت اعمال کی جگہ قرار دیا ہے۔ ولکن تحضرون یوم السبت یعنی کہ وہیں روز عاشورا ۱۰ محرم کہ جس دن ہنگام عصر میں شہید ہوں گا تم سب حاضر ہونا۔ یہ سن کر تمام جن و پری روتے ہوئے چلے گئے اور اس وقت پھر جن سب کے سب آ گئے ہیں کہ جب امام حسینؑ نے استغاثہ بلند کیا ہے۔ لیکن آپ نے ان کو اذن جہاد

نہیں دیا الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین ۔

روایت سفر
امام حسینؑ از مکہ بطرف مدینہ

ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی کافی میں درج فرماتے ہیں کہ بسند ہای معتبرہ از ابی بکر حضرمی از حضرت ابا عبداللہ جعفر صادق علیہ السلام روایت ہے کہ ان الحسین علیہ السلام لما سار الی العراق استودع ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما الکتب والوصیۃ فلما رجع علی ابن الحسین دفعتہا ھی الیہ ۔ فرمایا کہ جب ہمارے جد امام حسین متوجہ بسفر عراق ہوئے تو کتب آسمانی و صحف سماوی کہ جو وصیت نامہ حسینؑ تھے اور حضرت ام سلمہؓ کی سپردگی میں تھے ۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے واپس لیے ۔ ثقۃ الاسلام نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ شہر بن حوشب روایت کرتا ہے کہ جب حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب نے مدینہ سے کوفہ ہجرت کی ہے تو ام المومنین بی بی ام سلمہؓ نے وہ تمام چیزیں حضرت علیؑ کو سپرد کی تھیں ۔ بعد یہ تبرکات امام حسین علیہ السلام کو ملے بہرحال اس سے جلالت و قدر و منزلت جناب ام المومنین بی بی ام سلمہؓ ظاہر ہوتی ہے حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت امام حسینؑ مدینہ سے سفر عراق روانہ ہوئے شہر مدینہ ویران ہو گیا ۔ مرد و زن شیون کناں تھے زنان بنی ہاشم ماتم کر رہی تھیں ۔ عقب میں ایک جم غفیر چلا جا رہا تھا غرض کہ آپ مدینہ سے جب دور نکل گئے لوگوں نے روتے روتے گھروں کو واپسی کی آج یہ دن تھا کہ لوگ وقت رخصت

گریہ کر رہے تھے اور ایک دن ایسا آیا کہ جب بشیر ابن حزلم نے مدینہ میں شہادت حسینؑ کی خبر سنائی کہ اے اہل یثرب کہاں چین و آرام سے بیٹھے ہو حسینؑ کربلا میں مارے گئے عباسؑ و علیؑ اکبر و قاسم سب شہید ہو گئے زینبؑ اسیر محن قید سے رہا کر مدینہ آئی ہیں ۔ جب جناب فاطمہ صغریٰ نے یہ سنا اپنی نانی ام سلمہؓ کے پاس آئیں الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین ۔

ائمہ معصومینؑ کا واقعات گذشتہ و آئندہ کی خبر دینا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں علمنا غابر و مزبور ونکت فی القلوب ونقر فی الاسماع وعندنا الجفر الاحمر والجفر الابیض و مصحف فاطمۃ وان عندنا الجامعۃ فیہا جمیع ما یحتاج الناس الیہا ۔ یعنی آئمہ ہدیٰ صلوات اللہ علیہم اجمعین عالم علم ما کان و ما یکون ہیں اور ان کا علم لدنی ہے یعنی ان کا علم رسمی و اکتسابی نہیں ہے ۔ واقعہ حضرت موسیٰؑ اور خضر سے ظاہر ہوتا ہے کہ علم اہل اولین و مخلوق آخرین ایک قطرہ آب کی مثل ہے اور علم محمدؐ و آل محمدؐ مثل دریائے ناپیدا کنار ہے جو کچھ گذر چکا ہے جانتے ہیں اور تفصیل کے ساتھ عالم ہیں اور جو کچھ واقع ہونے والا ہے اس سے بھی باخبر ہیں ۔ اور ان کی خبر بھی دے اور بالہام ربانی خبر دیتے ہیں اور فرشتے کی آواز سنتے ہیں جفر احمر ان کے پاس ہے اور اس طریقہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جملہ نیکیاں اس میں استوار ہیں ۔ اور اس کا ظہور اس وقت ہو گا کہ جب حضرت امام مہدی علیہ السلام پردۂ غیبت سے ظہور فرمائیں گے اس زمانہ غیبت امام جعفر احمر پوشیدہ ہے ۔ جفر ابیض اس طریقہ سے ہے کہ توراۃ موسیٰؑ انجیل عیسیٰؑ، زبور داؤد، صحف ابراہیم

اور باقی تمام کتب سماویہ حضر ابیض میں منضوا ہیں۔ اور صحف فاطمہ ایک ایسا نوشتہ ہے کہ اس میں بادشاہان دنیا کے نام، اور ان کے نام، ہر قسم کی کارگزاریاں اور قیامت تک کے امور چھپے ہوئے ہیں۔

جفر جامعہ۔ ایک ایسی کتاب ہے جس کا طول ستر ذراع ہے اور ذراع کہتے ہیں کہنی سے انگلیوں کے سرے تک کی لمبائی کو، اور جفر جامعہ آنحضرتؐ کا لکھا یا ہوا ہے یعنی باملاء آنحضرتؐ ہے، اور اس کو حضرت باب مدینۃ العلم مولائے مومنین حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام نے لکھا ہے یعنی کتابت کیا ہے۔ اس میں احکام شرعیہ کلی طور پر ہیں حضرت حجۃ الاسلام ابو جامعہ کہتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ایک کتاب ہے کہ جو "جفر جامع الدنیا والآخرۃ" کے نام سے موسوم ہے۔ اور وہ تمام علوم و حقائق اسرار و مغیبات، و خواص اشیاء و اثرات، مافی العلوم و خواص اسماء و حروف کہ بغیر انبیاءؑ اور آپ کی اولاد میں گیارہ ائمہؑ کے بغیر کوئی دوسرا ان علوم پر مطلع نہیں ہے کتب معتبرہ میں یہ بھی تحریر ہوا ہے کہ حضرت صادق آل محمدؑ اس کتاب جفر جامعہ سے (جو حضرت امیرؑ کی کتاب ہے) ظہور حوادث یومیہ (یعنی روزانہ ہونے والی چیزیں) اور کن فیکون سے متعلق خبریں اور نازل ہونے والے امور سب ہی کچھ اس کتاب سے استخراج ہوتا ہے یعنی اس میں تمام علوم موجود ہیں۔ جن میں سے بعض علوم اپنے خادمان خاص کو عطا فرمائے ہیں روایت ہے کہ ایک روز ایک شاعر جو فصحائے عرب سے تھا اس نے آنحضرتؐ کی شان میں ایک منقبت لکھی یعنی قصیدہ انشاء کیا اس نے حضرت صادق آل محمدؑ میں حاضر ہو کر عرض کیا میں نے منقبت انشاء کی ہے میں چاہتا ہوں کہ حضور کو سناؤں۔ حضرت صادق آل محمدؑ نے سننے سے پہلے ہی تحریر شدہ منقبت اس کو دی عرب نے دیکھا

کہ یہ دس اشعار ہیں جو اس نے انشاء کیے ہیں حیران رہ گیا اور عرض کیا کہ مولا میں نے تو ابھی تک کسی کو یہ نظم نہیں سنائی ہے یہ منقبت تو میری طبع زاد ہے کوئی دوسرا شریک انشاء نظم نہیں ہے یہ سن کر حضرت صادق آل محمدؑ مسکرائے اور فرمایا اے شخص تو سچ کہتا ہے ایسا ہی ہے کہ یہ نظم تو نے ہی انشاء کی ہے لیکن کل شب کتاب جفر جامع پر میں نے نظر کی دیکھا کہ ہمارے ایک دوست نے کچھ اشعار ہماری مدح و تعریف میں کہے ہیں اور وہ علی الصباح سنانے آئے گا۔ اور جو کاغذ میں نے تجھے دیا ہے اس پر یہ ہی تیری نظم تحریر ہے۔ (اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام عالم الغیب ہوتا ہے۔ عالم علم کلی و لدنی ہوتا ہے لیکن مقصرین ائمہ معصومین کو اپنا جیسا بشر سمجھتے ہیں اور مومنین کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرتے رہتے ہیں جب اس شاعر نے حضرت کے کاغذ پر لکھی ہوئی منقبت دیکھی تو حیران و ششدر رہ گیا اور امام صادق علیہ السلام کے علم پر تعجب کرنے لگا۔ وہ یہ سمجھتا تھا کہ امام غیب سے متعلق امور جزوی طور پر جانتا ہے نہ کہ امام عالم علم لدنی ہے۔ امام منصوص من اللہ تو ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور ہر چیز پر قادر ہوتا ہے۔ (امام کو چپ مخفی کی طرح بے حس سمجھنا گناہ ہے) امام ہر ایک شخص کی عمر اس کے دفن ہونے کی جگہ اسباب موت وغیرہ کا عالم ہوتا ہے اپنے اوپر گزرنے والے واقعات اس کی نگاہ علمی میں مستحضر رہتے ہیں روایت کہ حضرت امام ضامن ثامن علی ابن الرضا علیہ السلام نے دو سو ایک ہجری میں مامون الرشید کے ساتھ معاہدہ کیا۔ اور وہ ضبط تحریر میں آیا۔ پھر مامون رشید نے امام علیہ السلام سے وہ کاغذ معاہدہ طلب کیا۔ امام رضا علیہ السلام نے وہ کاغذ اسے دیا لیکن اس عہد نامہ کی پشت پر یہ لکھا تھا کہ اے رشید اگرچہ میں نے تیرے ساتھ عہد کیا تھا اور تجھ کو وہ عہد نامہ دے دیا تھا لیکن الجفر الجامعہ

یدلان علی ضد ولک وما ادری بالفعل بہ ولا بکم الحکم ﷲ یقضی الحق و هو خیر الفاصلین ۔ ہماری کتاب جامع جفر میں حقائق اشیا درج ہیں اور واقعات زمانہ مندرج ہیں ۔ لیکن ہر دو ضد سے خلاف گواہی دیتے ہیں یعنی ظاہر کرتے ہیں کہ تو اپنے اس عہد پر قائم نہ رہے گا ۔ تو عہد کو توڑے گا ۔ دل پیغمبر خدا شکستہ کرے گا اور تو مجھے زہر دے گا جس سے میرا جگر پارہ پارہ ہو جائے گا ۔ صاحب کشف الغمہ فرماتے ہیں کہ میں نے ۶۷۰ھ میں یہ عہد نامہ کہ جس کا ذکر کیا گیا ہے ۔ بخط مامون الرشید اور بخط حضرت امام رضا علیہ السلام بچشم خود دیکھا ہے مولف کہتے ہیں کہ اے عزیز سلطنت کلیہ الہیہ کے یہ ہی تاجدار ہیں بایں وجہ تمام کائنات کی واردات اور ہونے والے امور کی اطلاع آئمہ معصومین کو ہوتی ہے آئمہ معصومین بوحی الہی ، اور ملائکہ سماوی کے ذریعہ مطلع رہتے ہیں ۔ ان کو علوم لدنی ربانی اور دوسرے علوم بحر ذخار نبوت محمدیہ سے حاصل ہیں ۔ جیسا کہ جناب عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ علی ابن تفسیر ثعلبی و دیگر رسالہ قشیری میں مذکور ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن مجید میں یہ الفاظ نازل ہوئے ۔ تو آنحضرتؐ کی جبین مبارک پر آثار حزن و ملال ظاہر ہوئے کسی شخص نے سوال کیا یا نبی اللہ یہ آثار کیوں کر ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے خدا وند عالم نے خبر دی ہے ان بلاؤں سے جو میری امت پر آخر زمانہ میں نازل ہوں گی ۔ ان کے صحرا خشک ہو جائیں گے سخت قحط پڑیں گے ۔ بلاء ناگہانی نازل ہوں گی وباء طاعون پھیلے گی ۔ بکثرت فتنے پیدا ہوں گے ۔ دجال ظاہر ہوگا ۔ یاجوج و ماجوج وغیرہ جو کہ علامات قیامت سے ہیں وہ سب ان حروف میں مضمر ہیں ۔ اور یہی علوم حضرت امام حسین علیہ السلام کو وراثتاً بذریعہ علوم وہبی عطا ہوئے ہیں ۔ کسی نے

امام حسینؑ سے بھی سوال کیا کہ حروف کہیعص سے کیا مراد ہے آپؑ نے فرمایا کہ لو اخبرتکم بہ لمشیتم علی الماء ۔ اگر تم کو ان کے بعض معنی معلوم ہو جائیں تو تم یقیناً پانی پر سے گزر سکتے ہو ۔ اور تمہارے قدم پانی سے تر بھی نہ ہوں گے اس بارے میں اکثر اقوال ملتے ہیں ۔ امام علیہ السلام بلکہ تمام آئمہ قرآن پاک کے عالم و وارث ہیں اسی لیے کائنات کی ہر شے ان کی مطیع ہے ۔ الشیخ طریحی نے منتخب میں ابی سلمہ سے روایت کی ہے کہ میں عمر بن الخطاب کے ساتھ ایک مرتبہ حج خانہ خدا کے لیے گیا ۔ ایک وقت کہ جب واپسی میں مقام ابطح میں پہنچے ایک شخص ان کے پاس آیا اور ان سے ایک مسئلہ دریافت کیا ۔ کہا اے عمر انی خرجت من منزلی وانا خارج محرم فاصبت بیض النعام فاجتنیت وشویت واکلت لما یجب علی ۔ یعنی اے خلیفہ میں اپنی منزل سے حج کے لیے باہر آیا ۔ محرم ہو گیا اور تقصیر کی اور وہ اس طرح کہ شتر مرغ کے انڈے حاصل کیے اور ان کو بریاں کیا اور کہا یا مجھ پر کیا واجب ہے کہ میں بطور کفارہ بجا لاؤں ۔ حضرت عمر جواب نہ دے سکے ۔ اسی طرح اثنا میں حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام آ گئے اور حضرت امام حسینؑ بھی اس وقت موجود تھے ۔ اس وقت حضرت عمر نے کہا اے شخص اپنے مسئلہ کو ان سے دریافت کر اور اشارہ کیا علی مرتضیٰ علیہ السلام کی طرف حضرت علیؑ مسکرائے اور فرمایا کہ اے عرب اس جوان سے دریافت کر کہ جو میرے ہمراہ ہے حضرت کی مراد جناب امام حسینؑ تھے ۔ اس وقت اس اعرابی نے کہا عجیب بات ہے ۔ اس سے اس سے دریافت کروں اس پر اس اعرابی سے کہا کہ تلخی مت کر یہ فرزند رسول خدا ہے اور تمام کائنات کا رہبر ہے اس شخص نے امام حسین علیہ السلام سے مسئلہ دریافت کیا کہ حضرت نے

فرمایا اَللّٰہُ اَجَلُّ ۔ یعنی کیا تو شتر مرغ کو کتاب ہے اس نے کہا ہاں فرمایا
کہ کیا تو اس بیضہ شتر مرغ کو کہ ایسے ہی شتر مرغ کو دانہ شتر مرغ پر بیٹھ کر جس قدر بیضہ تھا وہ اس
سے پیدا ہوتا ہے سبب بیت اللہ میں ہے کہ تاکہ تمام حرم سے کافر ہو جائے
پھر اللہ اکبر ختم ہو جائے گے۔ حضرت عمر نے امام حسین پر غصہ ہوا سوال کیا اے حسین الصدق
یو مقتل یعنی اکثر اوقات ایسا ہی ہوتا ہے کہ شتر مرغ غلطی کر جاتا ہے اور بیضہ
بقدر عدد بیضہ مرغ نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا او البیض یزرع یعنی ایسا اتفاق
ایسا ہوتا ہے کہ انڈے سے بچے پیدا نہیں ہوتا اور انڈا گندا فاسد ہوتا ہے۔
حضرت عمر نے کہا احسنت یعنی خوش باش کہا صدقت و بررت یعنی سچ کہا۔ اس
وقت حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کھڑے ہوئے اور فرمایا [illegible] علیہ
السلام ورحمتی منی [illegible] وقال ذریۃ بعضہا من بعض واللہ سمیع علیم
یعنی حضرت علی علیہ السلام کھڑے ہوئے اور حسین کو سینے سے لگا لیا اور فرمایا بے شک
بعض کی ذریت کو بعض پر فضیلت ہے اور خدا سننے والا اور جاننے والا ہے۔
یہ بھی خبر مشہور ہے کہ ان اللّٰہ تعالیٰ انزل الی نبیہ کتابا مختوما باثنی عشر
خاتما وامرہ ان یدفعہ الی امیر المومنین ویامرہ ان یفض اول خاتم فیہ ویعمل بما تحتہ ثم یدفعہ
الی الحسن ویامرہ ان یفض الخاتم الثانی ویعمل بما تحتہ ثم یدفعہ الی الحسین علیہ السلام الخ
یعنی کہ خداوند تعالیٰ نے اپنی کتاب بارہ مہروں پر ختم کی ہے اور پیغمبر پر نازل
کی۔ اور حکم دیا کہ کتاب کو امیر المومنین علیؑ کو دیدو۔ اور وہ اپنی مہر خود توڑے گا
اور جو کچھ اس میں لکھا ہے از قسم افعال و اعمال، آتا جاتا قیام و سکوت تمام پر عمل
کرے۔ اور پھر وہ کتاب حسنؑ کو دیدے اور وہ اسی طرح اس پر عمل کرے۔ بعدہ
علی زین العابدین کی اسی طرح ایک کے بعد دوسرے امام کو تا آنکہ حضرت امام

مہدی علیہ السلام تک یہ کتاب پہنچی جس پر آنجناب عمل کے پابند ہیں۔ اس صحیفہ
آئین خداوندی، و مشیت ایزدی سب کچھ درج ہوتا ہے اور امامؑ کی نگاہ میں ہر
ایک شے مستحضر رہتی ہے۔ اس مقام پر بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جب کہ ہر
بات امام کی نگاہ میں مستحضر ہوتی ہے تو پھر ائمہ معصومین زیر بار مصائب و آلام کیوں رہے
حضرت علیؑ نے اپنے قاتل کو کیوں خواب سے بیدار کیا۔ امام حسنؑ مجتبیٰ نے
کیوں زہر پیا اسی طرح اور سابق ائمہ کے حالات پر ایراد ہوتا ہے۔ اس کا اولاً
جواب یہ ہے کہ یہ حضرات گرامی قدر دنیاوی امور کے مقابلہ میں آخرت کو ترجیح
دیتے تھے اور ہر وقت رضائے الٰہی کے سامنے سر بسجود رہتے تھے۔ نافرمانی کا
ان سے تعلق ہی نہیں تھا۔ اور جو حکم ان کی مشیت الٰہیہ ہے۔ جو خدا چاہتا ہے وہ
یہ بزرگوار بجا لاتے ہیں پس مذکورہ اعتراض کرنا سوائے وسوسہ شیطانی اور کچھ نہیں ہے
یہ ہستیاں رضائے الٰہی سے فرار نہیں کرتی تھیں چنانچہ حضرت امام حسینؑ نے شب
عاشورا و محرم عبادت سے فارغ ہو کر اسلحہ جنگ زیب تن کئے۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا اپنی شہادت کی خبر دینا

مجلسی علیہ الرحمۃ نے ابو الصلت سے روایت کی ہے کہ ایک روز آپ کی
شہادت ہونے میں باقی تھا کہ آنجنابؑ نے مجھے طلب کیا اور فرمایا کہ میری جاؤ
قبر کے بارے میں معلوم کر کہ میں صرف ایک روز اور زندہ ہوں گا۔ اور کل میری
زحمت و تکلیف ختم ہو جائے گی فرمایا تم قبہ ہارون میں جا اور چاروں طرف کی کچھ

مٹی بقدر یکے مشت اٹھا لا۔ ابوالصلت گیا اور ایک مٹھی خاک چاروں طرف کی لایا حضرت نے وہ خاک دیکھی اور فرمایا کہ مامون کی دلی خواہش یہ ہے۔ کہ وہ اپنے باپ کی قبر کو میری قبر کا قبلہ بنائے۔ اور مجھے اس جگہ دفن کرے۔ جب وہ اپنے خیال کے مطابق قبر تیار کرائے گا تو اس جگہ ایک ایسا پتھر ظاہر ہوگا کہ خراسان کے سارے بیلچہ والے بھی جمع ہو کر اس کو توڑیں تو وہ پتھر نہ ٹوٹے گا اور نہ اپنی جگہ سے جنبش کرے گا۔ پھر امام رضا علیہ السلام نے ہارون کی قبر کے سرہانے اور پائنتی کی مٹی سونگھ کر ایسا ہی فرمایا کہ یہاں بھی قبر نہ بن سکے گی۔ اور جب آپ نے قبلہ کی طرف کی خاک سونگھی تو ارشاد فرمایا کہ اس جگہ میری قبر بہت کم وقت میں تیار ہو جائے گی اور یہی میری جائے دفن ہے اسی جگہ میری قبر ہوگی۔ جب لوگ اس جگہ پھر حکم دیا کہ تو قبر کھودنے والوں سے کہنا کہ سات درجہ زمین کھودیں اور لحد کو دو ہاتھ بنائیں تاکہ خداوند عالم جس قدر چاہے اسے کشادہ کر کے ایک باغ باغہائے بہشت سے بنا دے بس اس وقت سرہانے سے ایک رطوبت نکلے گی اس وقت اس دعا کو جو میں تجھے تعلیم کرتا ہوں پڑھنا۔ اس وقت بقدرت خدا پانی جاری ہوگا اور قبر اس پانی سے بھر جائے گی اور کئی چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پانی میں نظر آئیں گی۔ جب وہ مچھلیاں نظر آئیں تو اس روٹی کے ٹکڑے کہ جو روٹی میں تجھے دیتا ہوں پانی میں ڈالنا کہ وہ مچھلیاں کھالیں اس وقت ایک بڑی مچھلی نکلے گی اور وہ ان سب چھوٹی مچھلیوں کو کھا جائے گی۔ اس وقت پانی پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھنا تو وہ سارا پانی زمین پر چلا جائے گا اور قبر خشک ہو جائے گی۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ان اعمال کو مامون رشید کے سامنے بجالانا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ میں کل اس کی مجلس میں جاؤں گا۔ اگر واپس آؤں اور برہنہ سر ہوں تو مجھ سے بات کرنا اور اگر سر پر کپڑا اوڑھے ہوئے ہوں تو بات

نہ کرنا کیونکہ سمجھ لینا کہ مامون نے میرا کام تمام کر دیا ہے ابوالصلت یہ کلام امام رضا علیہ السلام سن کر رونے لگے۔ آپ نے ان کو تسلی دی اور تلقین صبر فرمائی دوسری صبح کو بہت جلد اٹھے دوگانہ ادا کیا۔ ذلیفہ وادراد بجالائے ناگاہ مامون رشید کا غلام آیا اور بعد تعظیم بجالانے کے عرض کیا کہ مامون رشید آپ کا انتظار کر رہا ہے امام عالی مقام اٹھے لباس تبدیل کیا اور باکمال تسلیم و رضا اس کے ہمراہ تشریف لے گئے جب داخل مکان مامون رشید ہوئے تو اس ملعون نے ازراہ مکر و دغا تعظیم دی اور مسند پہ جگہ دی اور بعدہ وہ انگور کا خوشہ منگایا کہ جس کے بعض دانوں میں زہر پیوست کیا تھا۔ انگور لائے گئے امام علیہ السلام کے سامنے پیش ہوئے اس ملعون نے خود صاف دانے کھائے اور امام علیہ السلام نے اس خوشہ سے چند دانہ نوش فرمائے مگران میں زہر پیوست تھا۔ انگوروں کا کھانا تھا کہ زہر نے اثر کیا امام علیہ السلام وہاں سے اٹھے اس نے کہا کہ آپ نے انگوروں کی تعریف نہیں کی تو آپ نے فرمایا اے مامون رشید جنت کے انگور ان سے بہتر و بدتر ہیں۔ حضرت ان انگوروں میں سے تین دانے نوش فرمائے تھے کہ حالت خراب ہونے لگی آپ نے وہ خوشہ انگور پھینک دیا آپ جب اپنی دولت سرا کو واپس ہوئے تو اس ملعون نے کہا کہ کہاں جاتے ہیں آپ نے فرمایا کہ جہاں تو نے بھیجا ہے کہ وہاں جاتا ہوں۔ پس آپ محزون و غمگین گھر تشریف لائے اور آپ کا یہ غمگین ہونا اس وجہ سے تھا کہ آپ کے فرزند امام محمد تقی علیہ السلام اور اب اہلحرم وہاں موجود نہ تھے۔ بلکہ مدینہ میں تھے۔ ان کی جدائی کی وجہ سے آپ غمگین تھے۔ ابوالصلت کہتا ہے کہ جب امامؑ کی حالت بگڑنے لگی تو یکایک صحن خانہ سے آواز آئی کہ این ابی این ابی کہ بابا کہاں ہیں بابا کہاں ہیں۔ ابوصلت کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک

خوبرو جوان ہے سر برہنہ ہے گلے میں عمامہ پڑا ہوا ہے۔ چہرہ سے پریشانی و غم کے آثار نمایاں ہیں میں نے کہا اے جوان آپ کون ہیں کیا نام ہے انہوں نے جواب دیا اے ابوصلت میں محمد ہوں تقی جواد میرا لقب ہے اور میں علی رضا کا فرزند ہوں اور مدینہ سے آیا ہوں۔ اب ایک چشم زدن میں مدینہ سے آ گئے واسرتا امام زین العابدین تو دور سے فاصلہ پر خیمہ میں موجود تھے۔ مگر آپ اپنے پدر سید الشہدا کی لاش پر نہ پہنچ سکے۔ امام محمد تقی علیہ السلام نے امام رضا کو غسل و کفن دیا لیکن امام زین العابدین لاش حسین کو کفن نہ دے سکے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ محمد و آل محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین کے علوم وہبی و لدنی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام حسین چونکہ واقف رموز خفی و جلی تھے ان کا علم علم موہبی تھا اس لیے جب اکابرین مدینہ نے آپ کو سفر عراق سے روکا ہے تو آپ نے کسی کے مشورہ اور گزارش کو قبول نہیں کیا تھا کیونکہ آپ کی نگاہ مشیت الہیہ پر تھی اور خصوصاً آپ نے برادر محمد حنفیہ سے فرمایا تھا کہ اے برادر مشیت خدا میں یہ گزرا ہے کہ زینب و ام کلثوم کا سر کھلا ہو اور قیدی بن کر کوفہ و شام کے دربار میں جائیں۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

دوران سفر عراق طرماح کی امام حسینؑ سے ملاقات

کتاب منتخب میں منقول ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے سفر عراق کے دوران طرماح بن حکیم نے ملاقات کی اور عرض کیا مولا و آقا کس مقام کا ارادہ ہے کیا آپ کوفہ تشریف لے جا رہے ہیں امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں کوفہ جانے کا عزم ہے طرماح نے کہا کہ اگر کوفہ پہنچیں گے تو قتل ہو جائیں

کے اور میں ڈرتا ہوں کہ کوفہ والے دغا سے پیش آئیں گے۔ ابھی کوفہ دور ہے آپ بقدر امکان اپنی حفاظت کریں۔ ما یتنول اجاء آیئے شوق سے تشریف لائیے۔ اور ہماری منزل کہ جس کا نام آجاء ہے رہائش کیجئے۔ میرا گھر آپ کے لیے بالکل جاء امن و امان ہے کیونکہ اس کے ساتھ ایک طرف پہاڑ ہے جو بہت مضبوط ہے۔ اور ہمارا قبیلہ اور ہمارے یار و انصار ہر طرح آپ کے مددگار اور ہوا خواہاں ہیں یہ لوگ آپ کی نصرت و یاوری کریں گے۔ اور آپ ان کو ہمہ وقت نصرت کے لیے تیار پائیں گے رہے قسمت اگر امام عالی مقام فرزند رسول خدا ہمارے گھر قدم رنجہ فرمائیں۔ امام حسین نے جب یہ باتیں سنیں تو فرمایا اے طرماح کیا کہتے ہو۔ بس اس قدر جاننا کافی ہے کہ ان بینی و بین القوم معاہدۃ واکرہ ان اخلفها۔ یعنی اے طرماح میرے اور اہل کوفہ کے درمیان معاہدہ تھا انہوں نے بلایا ہے اور میں اس چیز کو پسند نہیں کرتا کہ عہد شکنی کی جائے۔ میں جاتا ہوں اگر حالات سازگار ہوئے تو خیر ورنہ شہادت قریب ہے۔ شیخ فخرالدین طریحی نے اس واقعہ کے متعلق لکھا ہے کہ یہ مکہ و مدینہ کے درمیان کسی منزل کا واقعہ ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ آجاء اور سلمیٰ دو پہاڑوں کے درمیان کی جگہ ہے۔ وہ مثل قلعہ ہے اور قبیلہ طی یہاں پر آباد ہے۔ کوفہ کے قرب و جوار میں ہے اور ضروریات زندگی کی خبریں کوفہ سے یہاں لائی جاتی ہیں تاریخ طبری اور معانی الاخبار میں ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ شب عاشورا محرم میرے والد ماجد نے اپنے اصحاب کو جمع کیا اور موعظہ فرمایا کہ خیموں کو متصل کر دو۔ اور آپ خود ایک خیمہ میں تنہائی کے عالم میں مشغول عبادت ہوئے کہ ایک سوار آپ کے پاس آیا جس کا نام طرماح

تھا وہ اپنے اونٹ سے اترا۔ اور گھٹنوں کے بل امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور چاہا کہ امام حسینؑ باہر سے جلدی اور محفوظ و مامون جگہ پہنچا دے۔ شیخ طریقت مفید علیہ الرحمۃ کتاب ارشاد میں فرماتے ہیں کہ دو شخص قبیلۂ بنی اسد سے کہ ایک کا نام عبد اللہ بن سلیمان تھا اور دوسرا منذر بن مشمل تھا دونوں اس میں مل کر حج بیت کے لیے روانہ ہوئے حج اور مناسک سے فارغ ہونے کے بعد مکہ سے باہر آئے اور یہ ارادہ کیا کہ حضرت امام حسینؑ کی طرف چلیں تاکہ دیکھیں کہ امام حسینؑ کس طرف جاتے ہیں یہاں تک کہ یہ دونوں شخص منزل ذرود پر حضرت امام حسینؑ کے قافلہ تک پہنچ گئے جب آنحضرتؑ کی دور سے ان دونوں کوفی اشخاص پر نظر پڑی گھوڑے کو قدرے روکا کچھ توقف فرمایا کہ یہ لوگ یہاں تک پہنچیں تو کوفہ کے حالات معلوم کریں مگر ان دونوں نے امام حسینؑ کی طرف توجہ نہیں کی اور سفر جاری رکھا۔ اور راہ سفر تبدیل کر لی اس وقت امام حسینؑ کی طرف توجہ نہیں کی اور سفر جاری رکھا۔ اور اشخاص اپنے گھوڑے تیز چلا کر ان تک پہنچ گئے۔ سلام کے بعد ان سے دریافت کیا کہ تم کس قبیلہ سے ہو انہوں نے بتلایا کہ ہم قبیلہ بنی اسد سے ہیں یہ کہنے لگے کہ نحن اسدیان، ہم بھی اسدی ہیں پھر انہوں نے ان سے نام دریافت کیا انہوں نے نام بتلایا اور پھر انہوں نے دریافت کیا کہ کوفہ کا کچھ حال بتلاؤ کچھ خبر کوفہ ہو تو بیان کرو انہوں نے کہا کہ ہم کوفہ سے ابھی نہ نکلے تھے کہ ہم نے دیکھا کہ مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کو قتل کرنے کے بعد ان کی لاشوں کو گلی کوچہ تشہیر کیا گیا۔ اور کہا کہ کوفہ کی حالت بہت پر آشوب ہے یہ لوگ واپس آکر خدمت امام حسین میں حاضر ہوئے اور جو کچھ سنا تھا بیان کیا۔

واقعہ منزل ثعلبیہ اور خبر شہادت حضرت مسلم بن عقیل

جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ اصحاب امام حسینؑ میں سے دو تین اشخاص نے ان دونوں مسافروں سے مل کر خبر شہادت مسلم بن عقیل و ہانی بن عروہ سنی اور جب یہ لوگ واپس آئے تو اس وقت حضرت امام حسین کا قافلہ منزل ثعلبیہ پہنچ چکا تھا۔ یہ بھی منزل ثعلبیہ اپنے ساتھیوں سے ملے اور حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ امام حسینؑ کو منزل ثعلبیہ پر خبر شہادت مسلمؑ ملی تو حضرت نے کلمۂ استرجاع ادا فرمایا یعنی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ فرمایا آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور جب حاضرین نے دوبارہ یہ کلمات سنے تو آواز گریہ بلند ہوئی۔ پھر آپ کے ساتھیوں میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ اے مولیٰ بہتر یہ ہوگا ہم یہاں سے واپس ہو جائیں اور کوفہ نہ جائیں۔ وہاں ہمارے ناصر و یاور نہیں ہیں اس وقت امام حسین علیہ السلام اولاد عقیل کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کو خبر شہادت مسلمؑ دی اور صبر و تسلی کی تلقین کرنے کے بعد فرمایا کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ انہوں نے کہا بخدا ہم ہرگز واپس نہیں جائیں گے۔ جب تک کہ حضرت مسلمؑ کا عوض نہ لیں یا پھر جام شہادت ہم پیئیں۔ اولاد عقیل سات یا آٹھ نفر پر مشتمل تھی۔ امام حسینؑ کے تصور میں بھی نہ تھا کہ یہ جوان آرزوئے مرگ کریں گے ایسے دوستداران امام حسینؑ اندازہ کیجیے کہ اس وقت امام حسینؑ کا کیا عالم ہوگا۔ کہ جب اہلبیتؑ میں سے ہمیں جوان مقتل میں اپنے اپنے خون میں غلطاں پڑے

ہوئے تھے اور امام حسینؑ ہر ایک کی لاش پر گئے ہیں کسی شاعر نے اس کا نقشہ کھینچا ہے ؎

شل اکبر نوجوانی ماہ رخ !! شل قاسم مہ لقائی شاہ رخ
قطعہ قطعہ از ستم اعضائیشان پارہ پارہ گشتہ سرتاپاشان !

اس وقت حضرت امام حسینؑ نے فرمایا یا مسلم بن عقیل و یا ہانی بن عروہ یا حبیب ابن مظاہر یا سعید یا زہیر الخ نسئلك اللھم و ندعوك یا اللہ یا اللہ یا اللہ۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

منزل ثعلبیہ اور خطبۂ حضرت امام حسینؑ

کتاب الارشاد میں ہے کہ امام حسینؑ کو خبر شہادت مسلم بن عقیل وہانی بن عروہ منزل ثعلبیہ پر ملی گریہ وزاری کی آوازیں بلند ہو گئیں بعدہ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اس منزل میں پانی بآسانی فراہم ہو سکتا ہے زیادہ سے زیادہ پانی ذخیرہ کر لیا جائے۔ مشکیں پانی سے بھرنے کے بعد امام حسینؑ کے قافلہ نے منزل ثعلبیہ سے کوچ کیا اور آپ کی سواری منزل زبالہ پر پہنچی ابھی امام حسین نے آرام بھی نہیں فرمایا تھا کہ خبر شہادت عبداللہ یقطر کہ جو آپ کے رضاعی (دودھ شریک) بھائی تھے۔ ملی امام حسینؑ آب دیدہ ہوئے۔ اور ایک مجلس برپا ہوگی۔ بروایت روضۃ الصفا عمر ابن سعد کی طرف سے ایک نامہ ملا جس میں تمام واقعات کوفہ، اور خصوصاً خبر شہادت حضرت مسلمؑ ہانیؒ درج تھی۔ امام حسینؑ اس نامہ کو پڑھنے کے بعد اپنی جگہ کھڑے ہوئے اور آپ نے خطبہ دیا کہ اے لوگو میں نے تم کو اس لیے جمع کیا ہے کہ تم میرے ساتھ اس امید میں چل رہے ہو کہ اہل عراق ہمارے ساتھ میں ایسا نہیں ہے مسلم

بن عقیل، ہانی بن عروہ قتل کردے گئے کوفہ کی حالت پر آشوب ہے اور ہمارے شیعوں پر مصائب ٹوٹ رہے ہیں ابی مخنف کہتے ہیں کہ اس خطبہ کے بعد حضرتؑ نے فرمایا من کان یصبر علی حر الاسنۃ وحد السیوف والافلینصرف فلیس من امری شیئا وقد جائنی بخبر فظیع من امر مسلم بن عقیل و ھانی بن عروہ وقد خذلنا و شیعتنا۔

یعنی اے گروہ مردم تم نے میرے ساتھ سفر عراق طے کیا۔ اور اس امید میں طے کیا کہ عراق پر آشوب نہیں ہے۔ لیکن میں نے ابھی ابھی یہ خبر وحشت اثر سنی ہے کہ مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ دونوں قتل کردے گئے۔ اور تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ کوفہ میں ہمارے دوست اور شیعہ ذلیل وخوار ہو رہے ہیں۔ کتاب الارشاد میں مرقوم ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے ایک نامہ جس میں خبر قتل مسلم وہانی تھی اپنے اصحاب کو پڑھایا۔ ابی مخنف کہتا ہے کہ بعدہ، آپ نے فرمایا کہ من کان یصبر علی حر الاسنۃ وحد السیوف والافلینصرف فلیس من امری شیئا۔ پس جس کسی شخص میں اتنا حوصلہ ہو کہ وہ تیر و تلوار کے زخم برداشت کرسکے وہ میرے ہمراہ رہے اور جو کوئی حرب وضرب نہیں کرسکتا وہ چلا جائے خبر نہیں کہ میرا کام کس طرح ہو۔ جب حضرت امام عالی مقام نے یہ فرمایا تو بہت سے ایسے لوگ کہ جو طمع دنیاوی کی غرض سے ہمراہ تھے۔ ساتھ چھوڑ کر چلے گئے۔ منزل ثعلبیہ میں خبر قتل مسلم وہانی بن عروہ اگرچہ سن چکے تھے۔ مگر منزل زبالہ پر جب پسر سعد کا نامہ پڑھ لیا تو یقین ہوگیا کہ کوفہ والوں نے دغا کی ہے اس وقت امام حسینؑ کے اکثر ساتھی ادھر ادھر چلے گئے۔ روایت ہے کہ اہلبیت امام حسینؑ اور ان کے علاوہ بہتر ۷۲ تن ہمراہ رہ گئے تھے۔ جو کربلا میں درجہ

شہادت پر فائز ہوئے۔ راوی کہتا ہے کہ جب لوگ چھوڑ کر چلے گئے اور خبر قتل مسلم اہل حرم نے سنی تو شدید گریہ و بکا بلند ہوا روضۃ الشہداءؑ میں ہے کہ ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد امام حسینؑ نے اصحاب کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ جو چلے گئے وہ چلے گئے میری طرف سے تم پر بھی کوئی پابندی نہیں ہے میں اپنی بیعت کو تم پر سے اٹھائے لیتا ہوں جس کا دل چاہتے وہ چلا جائے۔ پس ان وفاداران حق اور جانثاران اہلبیتؑ نے عرض کیا کہ اے مولا ہزار جانیں ہوں تو آپ پر قربان ہیں وہ دن نہ دکھلائے کہ ہم حضور کو چھوڑ کر چلے جائیں۔ یہی وہ اصحاب تھے کہ بروز عاشورا محرم حضرت امام حسین کی نصرت میں اعداء دین سے لڑے اور ان کو قتل کیا اور خود بھی جام شہادت نوش کر کے خدا اور رسول کو خوش کیا۔

امام حسین علیہ السلام کا دختر مسلم بن عقیل کو تلقین صبر کرنا

الشیخ فخر الدین کتاب المنتخب میں فرماتے ہیں کہ منزل سوقہ میں خبر شہادت حضرت مسلم بن عقیل امام حسین کو پہنچی ہے اس وقت آپ نے اپنے اصحاب میں سے کسی کو یہ خبر غم اثر نہیں سنائی لیکن انتہائی غم و اندوہ کے ساتھ خیمہ اہل حرم میں تشریف لے گئے اور فرمایا کہ مسلمؑ کی بیٹی کو لاؤ۔ جب دختر مسلم کہ جس کی عمر گیارہ سال تھی زینب خاتون لائیں اس وقت آپ نے حسن کو پیار کیا وہ سمجھ گئی کہ بابا مسلم کی خیر نہیں ہے رونے لگی آپ نے اس کی آنکھوں سے آنسو پونچھے۔ اس بچی کو اس طرح پیار کیا کہ جیسے کوئی کسی یتیم کو پیار کرتا ہے۔ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو کوئی کسی یتیم کے سر پر دست شفقت پھیرے تو خداوند تعالے کے حکم سے ہزار فرشتے

اس کے لیے طلب مغفرت کرتے ہیں۔ اور روز قیامت تک طلب مغفرت کرتے رہتے ہیں۔ اس بچی نے جب یہ پیار و الفت امام حسینؑ دیکھیں تو آپ سے اپنے بابا مسلم کی خبر معلوم کی۔ آپ نے فرمایا کہ اے بیٹی میں تیرا باپ ہوں۔ مولف کہتے ہیں کہ عزادارو مجھے اس وقت سکینہ خاتون یاد آتی ہیں کہ روز عاشورا محرم جب امام حسینؑ عازم میدان قتال ہوئے ہیں تو سکینہ خاتون پریشان روتی ہوئی بابا کی خدمت میں آئیں۔ اور دامن عبا پکڑ کر کہا اے بابا آپ بھی میدان قتال میں جا رہے ہیں جو بھی جاتا ہے۔ وہ واپس نہیں آتا اے بابا سکینہ کیا کرے گی یہ کہہ کر سکینہؑ صبر کرو میرے غم میں زیادہ پریشان نہ ہو اور جناب زینبؑ سے فرمایا اے بہن اے قافلہ سالار یتیمان من بچی تمہارے حوالہ اور تمہیں سب کو خدا کی سپرد کیا۔ یہ فرما کر امام رخصت ہوئے اس طرح رخصت ہوئے جیسے کسی بھرے گھر سے جنازہ نکلتا ہے۔

ابا ہرہ اسدی کا اثناء سفر عراق امام حسینؑ سے ملنا

السید نے لہوف میں تحریر کیا ہے کہ جب حضرت خامس آل عبا امام حسینؑ نے منزل ثعلبیہ میں قیام فرمایا دوپہر کا وقت تھا کہ امام عالیمقام نے قدرے آرام فرمایا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ اٹھے کتاب امالی میں ہے کہ اس وقت آپ گریہ کی حالت میں بیدار ہوئے۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ جناب سکینہ بنت الحسین نے جب اپنے بابا کو روتے ہوئے دیکھا تو بے ساختہ روتے ہوئے فرمایا بابا جان کس چیز نے آپ کو رلایا حضرت نے فرمایا کہ میں نے اس وقت خواب دیکھا ہے اور اس وقت کا خواب درست و صحیح ہوتا ہے میں نے سوال کیا بابا پھر وہ خواب

کیا ہے فرمایا کہ ہاتف غیبی نے اس خواب میں ندا دی یعنی با آواز بلند کہا کہ۔ انتم تسرعون والمنايا تسرع بكم الى الجنة ۔ یعنی کہ تم لوگ سفر کرنے میں تیزی سے کام لے رہے ہو اور موت تمہارے عقب ساتھ ساتھ بڑھ رہی ہے تاکہ تم لوگ بہشت بریں میں پہنچو۔ اس وقت شہزادہ علی اکبرؑ موجود تھے۔ آپ نے جواب سن کر عرض کیا کہ بابا جان ا فلسنا على الحق کیا ہم حق پر نہیں ہیں فرمایا اے بیٹا ہم حق پر کیوں نہ ہوتے حق ہمارے ساتھ ہے اور ہم حق کے ساتھ ہیں عرض کیا۔ اذن لا نبالی بالموت جب ہم حق پر ہیں تو موت سے کوئی خوف نہیں ہے روضۃ الشہداء میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ فرمایا اے بابا جان جب کہ لباس زندگی مستعار ہے اور عمر ناپائیدار ہے۔ اور یہ بھی ارشاد ہوا ہے اینما تکونوا یدرککم الموت ۔ (سورۃ النساء آیت ۷۸) یعنی تم خواہ کسی جگہ ہو موت تو تم کو لے ہی ڈالے گی۔ علاوہ ازیں کل شئ ھالک ہوتے کے لیے فنا ہے امام حسینؑ یہ کلام پسر سن کر خوش ہوئے عجب ہمت امام حسینؑ ہے اور عجب ہمت شہزادہ علی اکبر علیہ السلام

ابا ہرۃ اسدی کہتے ہیں کہ منزل ثعلبیہ میں جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے منزل کی ہیں خدمت اقدس امام عالی مقام میں حاضر ہوا اور ادائے سلام کی اور پھر عرض کیا یابن رسول اللہ ما الذی اخرجک عن حرم الله جدک رسول الله ـــــــ کہ اے حضرت کیا وجہ ہے کہ آپ حرم خدا سے چلے آئے اور مدینہ میں حرم رسول خدا سے نکلے اور اہل حرم کو اپنے ساتھ لیے ہوئے ہیں حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اے ابا ہرہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو ان بنو امیة اخذوا مالی فصبرت و شتموا عرضی فصبرت

وطلبوا دمی فهربت ۔ یعنی کہ اے ابا ہرہ بنو امیہ نے میرا مال پر قبضہ کر لیا ہے میرے کام معطل کر دیے ہیں وہ لوگ چاہتے ہیں کہ مجھے قتل کریں اور میرا خون بہا دیں۔ لیکن میرا خدا مہربان ہے وہ اس گروہ ملاعین سے انتقام لے گا ان کو ذلیل کرے گا مؤلف بیان کرتے ہیں کہ لوگ گھر کا پلا ہوا پرندہ بھی ذبح نہیں کرتے اور اگر ذبح کرتے ہیں تو کراہت محسوس کرتے ہیں۔ اور خصوصاً سفید مرغ کو سبز او پرند گمان کرتے ہیں مگر افسوس کہ اولاد پیغمبر خدا جو سید و سردار امت ہے ہمارے دین نے کلمہ پڑھنے والوں نے شمر کو سفید ذبح کر ڈالا۔ اور قرار ساما کچھ رحم نہ کیا۔ بلکہ علی اکبرؑ کے سینہ کو چھیدا گیا علی اصغر کو نشانہ تیر بنایا۔ بچہ کے گلے سے تا زمین پر تیر سہ شعبہ لگا اور علی اصغر امام حسینؑ کے ہاتھوں پر منقلب ہو کر رہ گئے
الا لعنة الله على القوم الظالمین

وہب ابن عبداللہ الکلبی رحمہ کا خدمت امام حسینؑ میں مشرف بہ اسلام ہونا

منزل ثعلبیہ میں جب حضرت امام حسین علیہ السلام تشریف فرما تھے کہ وہب بن عبداللہ کلبی آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے مشرف بہ اسلام ہوئے اور شامل لشکر امام ہو گئے میں شامل ہوئے ہیں یہ ایک جوان رعنا تھے آپ کی شادی کچھ دنوں پہلے ہوئے تھے آپ صحرا و ثعلبیہ میں خیمہ زن تھے آپ کی زوجہ اور والدہ ہمراہ تھیں ایک روز یہ صحرا نوردی کر کے واپس پہنچے دیکھا کہ چشمہ نمودار ہوں ہیں کہنے لگے خدایا میں خواب دیکھ رہا ہوں یا یہ بیداری ہے عالم محو نظارہ چشمہ آب ہو اس اسی دوران انہوں نے والدہ سے سوال کیا اے مادر گرامی یہ چشمہ تو پہلے یہاں نہ تھا

وہ ضعیفہ کہنے لگی کہ اے بیٹا ایک شہوار ایک ساعت پہلے ہمارے خیمہ کے نزدیک سے گزرا اس نے اونٹ تو صاحب خیمہ (یعنی تمہارا) نام و نسب دریافت کیا جب میں نے اس کو جواب آگاہ کیا تو اس نے کہا کہ اچھا اس کو ہمارے پاس بھیج دینا اے بیٹا اس سوار نے زمین پر نیزہ مارا تو فوراً چشمہ آب جاری ہوگیا وہب بہت خوش ہوا اور اپنی ماں سے کہا اے مادر گرامی جب کہ خدا نے ہمارے لیے چشمہ جاری کیا تو ہمیں اس شاہ کونین کی سلطنت میں نوکری کرنی چاہیئے اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور لشکر حسینی کا رخ کیا۔ اور غلامی مولا امام حسینؑ اختیار کرنے پر کمربستہ ہوگیا اپنے خیمہ وہاں سے اکھاڑے اور امام حسینؑ کے خیام کے نزدیک نصب کرائے۔ اور اپنے آپ کو قدم ہائے امام پاک پر گرا دیا۔ اور از روئے اخلاص دین اسلام قبول کیا چنانچہ ابی مخنف اور شیخ صدوقؒ نے لکھا ہے کہ جب اس نے اسلام قبول کرلیا تو پھر واپس نہیں گیا بلکہ کربلا تک ساتھ رہا اور جام شہادت نوش کیا۔ تفصیل سے شہادت بعدہ سپرد قرطاس کی جائے گی۔ ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب کلینیؒ نقل فرماتے ہیں کہ منزل ثعلبیہ میں ایک اور شخص حضرت کی خدمت میں آیا اور سلام کیا جواب دیا۔ لوگوں نے سوال کیا کہ کس شہر سے تعلق ہے کہا کہ کوفہ کا رہنے والا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر تو مدینہ میں ہمارے پاس آتا تو ہم تجھ کو وہ تمام آثار دکھلاتے جو وحی سے متعلق ہیں جبرئیل کا آنا اور جانا۔ اور ہمارے جد کو وحی الٰہی پہنچانا اور سب لوگ ان امور سے واقف و آگاہ ہیں اور ایسا نہیں ہے کہ وہ امور ہماری نگاہ میں نہ ہوں ہم نے اپنے دوستوں اور شیعوں کی شفاعت کے اسباب اپنی شہادت سے پیدا کیے اور شہادت ہمارا عہد ہے جو کربلا میں پورا ہوگا۔

امام حسین علیہ السلام کا منزل زبالہ پر پہنچنا اور اصحاب باوفا کی ملاقات

کتاب المنتخب میں ہے کہ جب امام حسینؑ کوفہ کی طرف متوجہ تھے کہ سواروں کی ایک جمعیت کوفہ کی سمت سے آتی ہوئی نظر آئی۔ اور وہ سب کے سب آپؑ کے محب و دوست تھے کہ ان لوگوں نے آپ کے تشریف لانے کی خبر سنی تھی حضرت امام حسینؑ کے راہ میں انتظار کر رہے تھے ان لوگوں میں ہلال بن نافع بجلی، عمرو بن خالد ازدی، نمایاں حیثیت رکھتے ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان میں اس وقت حبیب ابن مظاہر، مسلم بن عوسجہ، ابوثمامہ صائدی عابس بن شبیب شاکری، اور ان ہی کی مثل کچھ اور لوگ بھی تھے۔ جب ان لوگوں نے شرف قدمبوسی امام حسینؑ حاصل کیا تو خود آپ کے ہمراہ چلنے کی خواہش ظاہر کی اور کوفہ کا حال بیان کرتے ہوئے ابن زیاد ملعون کی شکایت کی کہ اس ملعون نے حضرت مسلمؑ بن عقیل اور ہانی بن عروہ اور عبداللہ یقطر کو بڑے کربڑے ظلم و ستم کے ساتھ شہید کیا ہے امام حسینؑ نے حالات سن کر گریہ فرمایا اور ان سب کو اپنے ہمراہ چلنے کی اجازت دی۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ نے منزل زبالہ سے آگے چل کر بطن العقبہ پر قیام فرمایا اس منزل میں ایک شخص عمرو بن لوذان جو بنی عکرمہ سے تھا ملا۔ اور سلام کرنے کے بعد اس نے کہا اے فرزند رسول خدا۔ این ترید، کہ آپ کہاں کا ارادہ رکھتے ہیں حضرت نے فرمایا الکوفۃ

انشدك بالله لما انصرفت

شما ۱۰ | دیتا ہوں کہ آپ واپس چلے جائیں اور

کوفہ میں وارد نہ ہوں اگر آپ وہاں تشریف لے جائیں گے تو تیر و تلوار و سناں کا نشانہ بنیں آپ نے فرمایا اے بندہ خدا یہ درست ہے مگر اہل کوفہ نے ہمیں دعوت دی ہے۔ لا یدعونی یستخرجوا ھذہ العلقۃ من جوفی یعنی حضرت کی مراد یہ تھی کہ میں تیر و ستم و ظلم کا نشانہ ضرور بنایا جاؤں گا حتیٰ کہ جام شہادت نوش کروں

شرافت دلِ عارف

حدیث میں وارد ہوا ہے کہ قلب المؤمن عرش اللہ الاعظم یعنی دل بندہ مومن عرش خداوند عالم ہے اس سے مراد ہے دل مومن کا صفت رحمانیہ سے متصف ہونا۔ یعنی مومن کا رحیم دل ہونا یہ بھی وارد ہوا ہے کہ وفی کل شیء لہ اٰیۃ تدل علی انہ واحد۔ یعنی ایک عرش بعرش عظیم ہے کہ جو ساتوں آسمان سے اوپر ہے اس کے علاوہ ایک دوسرا عرش ہے جو عظیم تر ہے اور اس کے بارے میں خدا فرماتا ہے کہ اس میں میری سلطنت جلوہ فگن ہے اور وہ عرش دل بندہ مومن ہے۔ یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ خدا بندہ مومن دل شکستہ میں رہتا ہے اس کی وسعت بہت زیادہ ہے۔ ساتوں آسمان۔ ساتوں زمین عرش و کرسی جنت و نار سب کی سب اس کی وسعت میں محدود ہیں۔ ارشاد ہوا ہے کہ لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن وسعنی قلب عبدی المومن۔ یعنی کہ خدا فرماتا ہے کہ میں نہ آسمانوں میں سما سکتا ہوں نہ زمینوں میں البتہ میری سمائی قلب مومن میں ہو سکتی ہے۔ جب کسی دل میں خدا ہو تو اس کے کان اس کے نہیں بلکہ وہ خدا کی طرف منسوب ہیں اور اس کی آنکھ میری آنکھ ہے۔ خدا کی صفت ہے۔ کہ خدا ہی سننے اور جاننے والا ہے۔ جیسا کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ وکلم اللہ موسیٰ تکلیما

کہ اللہ نے موسیٰ سے کلام کیا۔ خدا زبان نہیں رکھتا اس کے متکلم ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ جس چیز میں چاہے کلام پیدا کر دے۔ خدا ہر ایک شے پر قادر ہے اور ہر ایک شے کا جاننے والا ہے۔ تمام کائنات اس کی تابع فرمان ہے۔ ھو اللہ فی السمٰوٰت و الارض۔ دل بادشاہ ہے لہٰذا اعضاء و جوارح اس کی رعیت ہیں۔ اگر دل میں خدا ہے تو معصیت کا ارتکاب محل تامل ہے۔ خدا بادشاہ ہے اور تمام خلائق اس کے احکام کی مطیع ہے قل اللھم مالک الملک۔ یعنی اللہ کے سوا کوئی احد و اکیلا نہیں ہے خدا حی و قیوم ہے اگر دل میں خدا نہیں ہے تو دل مردہ ہے۔ خدا کی شان ہے۔ لا تاخذہ سنۃ و لا نوم۔ یعنی خدا پر نہ بیہوشی طاری ہوتی ہے اور نہ نیند۔ اسی طرح دل ہمہ وقت بیدار رہتا ہے لہ ما فی السموت وما فی الارض خدا ہی کے لیے آسمان و زمین ہیں دل کی حکومت تمام اعضاء و جوارح پر ہے۔ جب انسان کوئی گناہ کرتا ہے تو دل اس سے روکتا ہے۔ اسی طرح اگر تمام مخلوق مجرم ہو تو ذات خدا پھر بھی کرم گستر ہے۔ من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ دل اسرار ازل و ابد کی آگاہی رکھتا ہے۔ حق تعالےٰ بھی علیم بالذات ہے۔ اسی لیے ارشاد ہوا ہے یعلم ما بین ایدیھم و ما خلفھم۔ جسم کے لیے دولت علم و سعادت ہے تو دل کے لیے معرفت ہے اور دل ہی کے ذریعہ علوم و معارف حاصل ہوتے ہیں اور مخلوق میں علوم و معارف حق کی طرف سے ہیں ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء اللہ بظاہر جسم دل کو اپنے پہلو میں لیے ہوئے ہے بظاہر مخلوق دلیل خالق ہے۔ اور یہ باطن حق دلیل مخلوق ہے ارشاد ہوا ہے وسع کرسیہ السمٰوٰت والارض۔ برکت دل کی وجہ

سے جسم محفوظ رہتا ہے ذات حق تعالےٰ کی وجہ سے کائنات محفوظ ہے۔ ولا یئودہ حفظھما۔ جسم انسان کمزور و ناتواں ہے دل قوی و دانا ہے مخلوق کمزور و ناتواں ہے اور خداوند عالم ہی کی طرف سے توانائی حاصل ہوتی ہے غلبہ اسی کی طرف سے ہے۔ وھو العلی العظیم۔

مدح و تعریف دل مومن

مولف موصوف نے دل مومن کی مدح اور تعریف حسب ذیل الفاظ میں کی ہے۔ جستہ جستہ نقل کرتے ہیں۔

	معنی الفاظ خط کشیدہ
• دل سلطان است ہمہ جوارح رعیت پاسبان است	پہرہ دار
• اگر سر است خیمہ و سائبان دل است	دھوپ سے بچانیوالا
• اگر سینہ است عشرت گاہ و شادروان دل است	عیش کی جگہ، فرش
• اگر دست است بازگیرائی دل است	کشادگی حاصل کرنا
• اگر پا است جمازہ و بادپیمائی دل است	تیز رفتار، ہوا کو ناپنا
• اگر شکم است انبار دل است	بوجھ، تودہ
• اگر پشت است مطیہ باربردار دل است	بوجھ، اٹھانیوالی سواری
• اگر گوش است جاسوس دل است	جستجو کرنے والا
• اگر [illegible] است [illegible] دل است	[illegible]
• اگر چشم است دیدبان دل است	------
• اگر [illegible] است [illegible] دل است	سرنامہ

	الفاظ معانی اور خط کشیدہ
• اگر دہاں است خزینہ بان دل است	------
• اگر زبان است ترجمان دل است	------
• اگر لبان است خوردہ دان دل است	ریزہ ہر چیز کا
• اگر شوق است آتش دل است	------
• اگر عشق است خلعت دل است،	------
• اگر ذوق است مفرش دل است	جامۂ خواب، صندوق
• اگر صدق است حلیت دل است	صورت، آرائش
• اگر تصدیق است نور دل است	------
• اگر تسلیم است حضور دل است	کسی کی بات ماننا، سامنا
• اگر ایمان است جان دل است	------
• اگر احسان است خان دل است	کاررواں سرائے، گھر
• اگر یقین است چشم دل است	------
• اگر تلقین است گوش دل است	------
• اگر راز گوئی غیب است زبان دل است،	------
• اگر جرعہ نوش لاریب است دہان دل است	ایک گھونٹ
• اگر قائل خاتم معرفت است انگشت دل است	------
• اگر تقویٰ و طاعت است لباس دل است	------
• اگر فطنت و حکمت است حواس دل است	دانائی، عقلمندی
• اگر خوف و رجا است جناح دل است	ڈر، بازو (قوت)

• اگر صدق و ضبط است نجاح دل است	فیروزی
• اگر محنت و بلا است اصلاح دل است	- - - - -
• اگر نعمت و عطا است فلاح دل است	دستکاری
• اگر تفکر است ندیم دل است	دوست، پشیمان
• اگر تذکر است نسیم دل است	یاد، خنک
• اگر علم است طعام دل است	- - - - -
• اگر علم است مدام دل است	- - - - -
• اگر مجاہدت است جلائی دل است	- - - - -
• اگر مشاہدت است صفائی دل است	- - - - -
• اگر طلب است طریق دل است	- - - - -
• اگر طرب است رفیق دل است	- - - - -
• اگر اسلام است آفتاب دل است	- - - - -
• اگر انعام است ارباب دل است	- - - - -
• اگر توحید است حیات دل است	- - - - -
• اگر تمجید است فرات دل است	- - - - -
• اگر استقامت است ثبات دل است	- - - - -
• اگر ندامت است نجات دل است	- - - - -
• اگر انجہاں است منظر دل است	- - - - -
• اگر انجہاں است محضر دل است	- - - - -
• اگر بہشت است مرغزار دل است	- - - - -

• اگر دوزخ است خارزار دل است	
• اگر فرش است آستان دل است	
• اگر عرش است. آشیان دل است	
• اگر لوح است راز دل است	
• اگر قلم است اسرار نگار دل است	
• اگر بیت المعمور است معبد دل است	
• اگر فلک البروج است مسند دل است	
• ملک است صورت دل است	
• اگر ملکوت است سیرت دل است	
اگر چشم است قید دل است	شکنجہ
اگر جان است حید دل است	شکار کرنا
اگر ملک است دل سیاہ است	- - - -
اگر فلک است مشاہدہ دل است	- - - - -
اگر بزم انس است مقر دل است	- - - -
اگر حرم قدس است مقر دل است	آرام کی جگہ
اگر بہشت حور است قرعہ دل است	پانسہ
اگر شراب طہور است جرعہ دل است	ایک گھونٹ
اگر حوض کوثر است رشحہ دل است	پانی کا ٹپکنا
اگر امعان نظر است لمحہ دل است	خوب سوچنا
اگر بہشت باغ جنت است روضہ از ریاض دل است	- - - -

• اگر چہار جوے شربت است قطرہ از حیاض دل است | حوض کی جمع ہے۔

غرض کہ دل منزل گاہ اسرار الہیہ ہے مقام و منزل معرفت خدا دل مومن ہے۔ دل وہ پاک زمین ہے کہ جس میں مودۃ اہلبیت طاہرین جلوہ فگن ہے۔ دل مومن مزار اقدس معصومینؑ ہے یہ تمام تعریفیں دل حضرت امام حسینؑ کے لیے موزوں ہیں کیونکہ آپ کا دل مبارک باوصف ہمہ خوبیاں روز عاشورا و محرم، پیاس میں تڑپ رہا تھا عزیزوں اور اصحاب و انصار کے داغ مفارقت سے چھلنی ہو رہا تھا۔

حر بن یزید ریاحی کا اپنے لشکر کے ساتھ امام حسینؑ کے نزدیک پہنچنا

اب ہم اپنے سابق عنوان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ حضرت شیخ مفیدؒ نے کتاب الارشاد میں فرمایا ہے کہ جب حضرت سبط رسول امام حسین علیہ السلام منزل رہیمیہ پر پہنچے اور خیمہ زن ہوئے تو ابن زیاد ملعون کو اس کے جاسوسوں نے خبر دی کہ آپ حضرت امام کوفہ کے نزدیک پہنچ چکے ہیں۔ اس وقت تک ابن زیاد کو یہ علم تھا کہ آنحضرتؑ مکہ سے سفر عراق اختیار کر چکے ہیں اس نے حصین بن نمیر کو ایک لشکر عظیم کے ساتھ سر راہ مدینہ متعین کیا تھا تاکہ سرحدوں کی حفاظت ہو سکے خصوصاً قادسیہ سے تا حفان واز قطقطانیہ تا قادسیہ اس گروہ کے زیر نگرانی تھے کہ کوئی شخص ان کی اجازت کے بغیر کوفہ میں داخل نہ ہو سکے اور نہ ہی کوئی کوفہ سے باہر نکل سکے روضۃ الشہداء میں ہے کہ ابن زیاد نے مکہ کی طرف بھی اپنے جاسوس بھیجے تھے۔ کہ وہ لوگ حضرت

کے احوال کا جائزہ لیں اور ابن زیاد کو مطلع کریں۔ اور جب کہ امام حسین علیہ السلام منزل رہیمیہ سے روانہ ہونے والے تھے کہ ابن زیاد کو خبر ہو گئی اور اس ملعون نے حر بن یزید ریاحی کی سرکردگی میں ایک ہزار سوار جری کا لشکر روانہ کیا۔ کہ حضرت امام حسینؑ کے لشکر کے ساتھ ساتھ رہے ان سے جدا نہ ہو اس وقت تک کہ جب تک حضرت کوفہ وارد ہوں۔ چنانچہ حُر ریاحی ابن سپاہ کے ساتھ صحرا کے راستہ پر آگیا اور جستجو کر رہا تھا کہ لشکر امام حسینؑ مل جائے۔ ادھر یہ ہوا کہ ایک شخص بنی عکرمہ سے امام حسینؑ کو ملا۔ آپ نے اس سے احوال کوفہ دریافت کیا اس نے کہا کہ ابن زیاد نے راستوں اور صحراؤں میں لشکر بھیج دیئے ہیں جو آپ کی جستجو میں ہیں اس شخص نے بتلایا کہ قادسیہ، عذیب الہجانات، اور اس سے خفان، اور قادسیہ سے قطقطانیہ اور سر راہ واقعہ راہ شام سر راہ بصرہ، تمام جگہ سپاہ یعنی فوج مقرر کر دی گئی ہے اور بغیر اجازت نہ کوئی کوفہ میں داخل ہو سکتا ہے اور نہ کوفہ سے باہر نکل سکتا ہے۔ آپ اہل حرم کو حرم رسول خدا پہنچا دیجئے۔ کوفہ آپ کے قتل پر آمادہ ہیں۔ امام حسینؑ نے اس کی باتیں سن کر فرمایا اے شخص خدا تم کو جزائے خیر دے اور فرمایا کہ حسینؑ جہاں بھی جائے گا تیر و تلوار موجود ہوں گے۔ جو امور مقدر ہو چکے ہیں وہ ہو کر رہیں گے۔

امام حسین علیہ السلام کے ساتھ مکالمہ حُرؑ

جب یہ خبر ابن زیاد ملعون کو معلوم ہوئی کہ حضرت امام حسینؑ کوفہ تشریف لا رہے ہیں تو اس نے حر ریاحی کو ایک ہزار سوار کا سالار بنا کر حضرت کی راہ روکنے کے لیے مامور کیا الشیخ صدوقؒ کہتے ہیں کہ حُرؑ اپنی منزل سے نکلا ہی تھا کہ بقول خبر ابن نما حرؑ نے ایک ندا سنی

یعنی آواز آئی کہ اے حرؒ تجھے خیر کی بشارت دی جاتی ہے۔ یہ آواز تین مرتبہ آئی۔
اس نے ادھر ادھر دیکھا عقب میں دیکھا مگر کوئی ندا دینے والا نظر نہیں آیا۔ از خود
کہنے لگا اے حرؒ تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے تو فرزند حسینؑ کے قتل کے لیے
جا رہا ہے اور یہ بشارت بہشت ہے آخر یہ کیسی بشارت ہے اور کیوں ہے۔؟
بہر حال اپنے لشکر سمیت روانہ ہوا اور منزل قادسیہ سے تین میل آگے بڑھا تھا کہ
اس نے دیکھا کہ سلطان دین حضرت امام حسینؑ معہ اپنے ساتھیوں کے فروکش ہیں
اور آپ کے اہل حرم آپ کے ساتھ ہیں۔ جناب حرؒ مشرف بار زیارت امام حسینؑ ہوئے
اور عرض کیا یابن رسول اللہ این ترید این تذھب یعنی اے فرزند
رسول خدا کہاں کا ارادہ ہے فرمایا کہ "الکوفہ" اس نے کہا کہ میں آپ پر قربان ارجع
ارجع الی مکانک کہ اے امام عالی مقام آپ واپس تشریف لے جائیں کہ جہاں
سے آپ آئے ہیں میری یہی رائے ہے جو صلاح و نیکی پر مبنی ہے۔ کیونکہ عمر بن
سعد کی سرکردگی میں ابن زیاد نے چار ہزار کا لشکر روانہ کر دیا ہے جو آپ کی طرف
آرہا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ سختی کرے۔ آپ کو گرفتار کر دے اور جیسا کہ جناب مسلم بن
عقیل کو قتل کیا ہے۔ آپ کو بھی قتل کرے حضرت امام حسینؑ نے فرمایا کہ میں اپنے
اہل و عیال اور اپنے رفقاء و اعزاء کو لے کر اپنی عملت کہاں جاؤں۔ یہ تو سخت
دشوار بات ہے۔ حرؓ نے کہا اے مولا یہ وسطِ راہ ہے بہتر یہی ہے۔ وہ کہ کوفہ
کا رخ نہ کریں ورنہ مجھے ابن زیاد نے جس کام کے لیے بھیجا ہے۔ میں اس پر عمل کروں
گا۔ اور پھر حضرت کو مزید دشواری ہو گی۔ حضرت امام حسینؑ اس کے اس کلام کو سن
کر خوش ہو گئے اور اس مقام سے آپ نے کوفہ کی راہ کی بجائے صحرا کا رخ اختیار کیا
اس وقت اہل حرم کا یہ حال تھا کہ محملوں میں سہمے جا رہے تھے۔ شیخ مفیدؒ نے اس

مقام پر یہ فرمایا ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے اللہ پر توکل کرتے ہوئے یہ ارادہ اختیار
کی کہ جو منظور رب ہے وہ ہو کر رہے گا۔ اسی دوران عمر بن سعد کا لشکر جو چار ہزار
سواروں و پیادوں پر مشتمل تھا پہنچ گیا۔ کتاب تنزیہ الانبیاء میں مسطور ہے کہ جب
حر ریاحی نے حاکم کوفہ ابن زیاد ملعون کے حکم کے تحت امام حسین علیہ السلام کا راستہ
روکا کہ نہ تو حضرت کوفہ جا سکیں اور نہ ہی مدینہ واپس ہو سکیں۔ اور اگر آپ کوفہ کا ارادہ
کریں تو بیعت یزید کرنا لازم و واجب ہوتا ہے چنانچہ امام حسین علیہ السلام کے پیش
نظر صرف شام کا راستہ کھلا ہوا تھا۔ جیسا کہ روایت ہے۔ فلما راٰی صلوات
اللہ علیہ انہ لا سبیل لہ الی العود ولا الی دخولہ الکوفۃ سلک
الطریق الشام نحو یزید بن معاویۃ لعلمہ علیہ
السلام بانہ علی مابہ ارق بہ من ابن زیاد۔
یعنی کہ جب امام حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ راہ مدینہ و راہ کوفہ دونوں مسدود ہیں تو
آپ کے پیش نظر صرف شام کی راہ تھی کیونکہ آپ جانتے تھے کہ ابن زیاد ملعون
کی بہ نسبت یزید یعنی پھر بھی زیادہ مہربانی سے پیش آسکتا ہے۔ آپ نے اس خیال
میں راہ شام اختیار کرنا چاہتی کہ قدم علیہ عمر بن سعد فی العسکر العظیم کہ عمر بن سعد ملعون
اپنے عظیم لشکر کے ساتھ حضرت امام حسینؑ کے نزدیک پہنچ گیا۔ اور سخت گیری
سے کام لیا۔ اور حضرت امام حسینؑ کی معاذ اللہ خفت اٹھانا پڑی عمر بن سعد ملعون،
اپنے لشکر جرار سمیت پہنچ گیا۔ اور آپ کے ساتھ ذلت و خواری کے ساتھ پیش آیا
اے گروہ مومنین یہ خون کے آنسو بہانے کا مقام ہے کہ امام حسینؑ ناچاری کے
عالم میں شام گئے کہ یزید ملعون سے ملیں۔ لیکن آپ نے ابن زیاد بے حیا کی صورت
دیکھنا پسند نہ کی۔ لیکن اے فلک رفتار۔ امام حسینؑ کا سر بریدہ کجا اور دربار ابن زیاد

یعنی اے امامؑ آپ اسی جگہ سے واپس چلے جائیں۔ اسی جگہ سے آگے جانے میں آپ کے لیے بہتری نہیں ہے کوفہ کے لوگ آپ کے دشمن جان ہیں اور آپ کے بھائی مسلمؑ کو ان لوگوں نے قتل کر ڈالا ہے ان حالات میں کوفہ والوں سے خیر کی کیا امید ہو سکتی ہے!

حضرت امام حسینؑ نے ارشاد فرمایا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر وا وما بدلوا تبدیلاً۔ ہم اللہ کے لیے ہیں اور ہماری بازگشت اللہ کی طرف ہے ہمارے یار و انصار کچھ تو چلے گئے ہیں اور جو باقی ہیں وہ بھی جانے کا انتظار کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم و قضا و قدر میں تبدیلی نہیں ہے

یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ شیر جو امام حسینؑ کی خدمت میں بیان حاضر ہوا ہے دوبارہ محرم کی گیارہویں شب کو اس نے لاش ہائے شہداء کی پاسبانی کی ہے۔ نگرانی کی ہے چنانچہ زارع نہر علقمی کہتا ہے۔ کہ بعد شہادت امام حسینؑ تمام فوج اشقیاء کوفہ روانہ ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ ایک شیر قبلہ کی سمت سے مقتل میں رہا۔ میں نے خیال کیا کہ شاید یہ شیر کھانے کی طمع میں آیا ہے۔ میں نے چھپ کر رات گزاری کہ دیکھوں یہ شیر کیا کرتا ہے۔ مولف فرماتے ہیں کہ تمہ واقعہ بعد از ذکر شہادت ذکر کیا جائے گا لیکن اس قدر تحریر کرنا ضروری ہے کہ حضرت زینبؑ خاتون نے اس شیر کو دیکھا کہ وہ لاش امام حسینؑ کے نزدیک کھڑا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی غم کی حالت اس پر طاری ہے۔ یہ واقعہ روز عاشورا بوقت ہنگام عصر کے وقت بھی رو رہا ہوا ہے کہ جب لشکر اعداء نے یہ چاہا کہ لاش امام حسینؑ پر گھوڑے دوڑا دیئے جائیں اس وقت فضہ کنیز حضرت سیدہؑ سے زینب خاتون نے فرمایا کہ دشت نینوا میں ایک شیر رہتا ہے اس وقت فضہ گئیں اور شیر کو آواز دی کہ اور اس نے آ کر لاش امام حسین

میں کھڑے ہوئے۔

کتاب ریاض میں علامہ مرتاض کتاب مناقب سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص راستہ شناسی کہتا ہے کہ میں مکہ سے ہمرکاب حضرت امام حسینؑ تھا میں نے اثنائے راہ میں کرامات و معجزات امام حسینؑ مشاہدہ کیئے۔ میں نے دیکھا کہ امام حسینؑ منزل قطقطانیہ میں پہنچے تو اس اثنا میں ایک شیر درندہ امام عالی مقام کے سامنے آیا۔ اس کے ساتھ سات اور دوسرے درندے بھی تھے اور اس نے حضرت امام حسینؑ سے کلام کیا اور آپ نے اس سے کلام کیا۔ (اے دوستو امام وہ ہوتا ہے کہ جو تمام زبانوں کا جاننے والا ہو حتی کہ حیوانات مطلق کی زبانیں بھی جانتا ہو) اس وقت امام علیہ السلام نے اس سے سوال کیا کہ ما حال الناس بالکوفۃ یعنی مردم کوفہ کا کیا حال ہے۔ اس نے عرض کیا قلوبھم معک وسیوفھم علیک کہ ان کے دل تو آپ کے ساتھ ہیں مگر ان کی تلواریں آپ کے قتل کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اور اے مولا ان لوگوں نے آپ کے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو قتل کر ڈالا۔

صاحب تبر مذاب نے بھی اسی کی مثل ایک خبر نقل کی ہے کہ جب موکب حسینی (ہراول دستہ لشکر) منزل قادسیہ سے تین میل دور تھا کہ تلقاہ النمر یعنی ایک چیتا سامنے آیا اور وہ بہت زور کے ساتھ بلند آواز میں دھاڑا۔ اور ایسی آواز کے ساتھ بولا جیسے کہ بجلی کی کڑک ہو۔ امام علیہ السلام کو سلام عرض کیا اور کہا اے فرزند رسول خدا آپ کہاں کا ارادہ رکھتے ہیں۔ فرمایا ارید ھذا المصر یعنی اس شہر کا ارادہ رکھتا ہوں یعنی کہ کوفہ جانے کا ارادہ ہے اس چیتے نے امام علیہ السلام سے عرض کیا ارجع فواللہ ما ترکت لک خلقی خیرا ترجوہ۔

کی پائمالی سے حفاظت کی الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

امیرالمومنین کا عمر بن سعد کو قاتل امام حسین ہونے کی خبر دینا

ارباب تاریخ و سیر لکھتے ہیں کہ جب عمر بن سعد نے ابن زیاد ملعون کے دربار میں حضرت مسلمؑ نے جو اس کو وصیتیں کی تھیں سب ظاہر کر دیں اس پر ابن زیاد نے کہا کہ اے عمر بن سعد تو نے مسلمؑ کی وصیتوں کو ظاہر کر کے اس امر کا ثبوت دے دیا کہ تو واقعی دشمن آل رسولؐ ہے۔ میں نے سنا ہے کہ حسین ابن علیؑ کوفہ آ رہے ہیں میں تجھے امام حسینؑ سے جنگ کرنے کے لیے مقرر کرتا ہوں اس کام کو انجام دے گا اس بد بخت نے اس وقت انکار کیا اور کہا اے امیر الرجا ان یعافینی الامیر۔ یعنی اے امیر مجھے اس سے معاف رکھ اور کسی دوسرے شخص کو اس کام پہ مامور کر اس ابن زیاد نے کہا بہت خوب لیکن حکومت رے اور جرجان سے دستبردار ہونا پڑے گا حکومت رے اور جرجان کا علاقہ اس لیے تھے کہ تو حسین ابن علیؑ کو قتل کرے ان دونوں باتوں میں سے ایک بات اختیار کر یا حسینؑ کو قتل کر یا حکومت رے سے دستبردار ہو جا۔ اس نے کہا کہ اچھا مجھے غور کرنے کا موقعہ دے۔ مہلت طلبی کی بیعا پر گفتگو ہوئی اور بالآخر ایک شب کی مہلت ملی اور عمر ابن سعد اپنے گھر چلا گیا۔ سوچتا رہا آخر کار طمع حکومت غالب رہی اور وہ قتل امام حسینؑ پر آمادہ ہو گیا۔

کتاب منتخب اور تہذیب میں ہے کہ یہ بھی روایات میں وارد ہوا ہے کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے ایک روز عمر بن سعد کو اس کی

اوائل عمر میں یہ خبر دی تھی کہ تو میرے فرزند حسینؑ کو قتل کرے گا۔ فرمایا اے عمر بن سعد یا ابن سعد کیف تکون اذا قمت مقاما یخیر فیہ من الجنۃ و النار فتختار لنفسك النار۔ یعنی اے ابن سعد تو دوزخ و بہشت میں سے کون سا مقام اختیار کرے گا۔ اس روز کہ جب ابن زیاد ملعون نے اسے سردار لشکر مقرر کیا اور حکومت رے کا لالچ دیا تو عمر بن سعد نے جنت کی بجائے دوزخ میں اپنے لیے مقام پسند کیا اور حضرت سبط رسول خدا حسین بن فاطمہؑ کے قتل پر آمادہ ہو گیا حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کا خبر دینا سچ نکلا۔ اور اس ناپاک نے غور و فکر کرنے کے لیے جو ایک شب کی مہلت مانگی تھی اس کا نتیجہ یہی ہوا کہ عمر بن سعد قتل امام حسینؑ پر کمربستہ ہو گیا۔

علامہ مجلسیؒ نے بحار الانوار میں لکھا ہے کہ ایک سالم نامی شخص روایت کرتا ہے کہ ایک روز اپنی اوائل عمر میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا اے فرزند رسول خدا لوگ میرے بارے میں کہتے ہیں کہ میں تمہیں قتل کروں گا۔ لوگوں کا یہ کہنا کس قدر کم عقلی کی دلیل ہے کہ میں اور فرزند رسولؐ خدا کو قتل کروں گا یہ کیسے ہو سکتا ہے اس پر حضرت امام حسینؑ نے فرمایا کہ یہ قول ان لوگوں کا ہے جو صاحبان عقل و حکمت ہیں ہاں تو ایسا ہی کرے گا۔ یہ بے عقل لوگوں کا کہنا نہیں ہے۔ تو ضرور ایسا ہی کرے گا لیکن اتنا اور یاد رکھ کہ تجھے عراق کے گندم کھانا نصیب نہ ہو سکے اور امارت رے نصیب نہ ہو گی۔

یہ تمام چیزیں اس نحس و نجس کو یاد تھیں مگر پھر بھی امام حسینؑ علیہ السلام نے اس کو یاد دہانی کرائی اس وقت کہ جب وہ لشکر لے کر آپ کے محاصرہ کے لیے آیا ہے مگر اس ملعون پر کوئی اثر نہ ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ تو یہ سمجھتا ہے کہ تجھے حکومت رے

نصیب ہوگی عراق کی گندم کہانے گا ایسا نہیں ہوگا بلکہ ایک روز لے گا کہ تجھے درخت پر لٹکایا جائے گا اور اطفال تجھ پر پتھر ماریں گے اس وقت اس ملعون نے امام حسینؑ کی طرف سے اپنا منہ پھیر لیا۔ صاحب روضۃ الصفا تحریر کرتے ہیں کہ اکثر لوگوں نے عمر بن سعد کو اس سے روکا کہ وہ قتل امام حسینؑ کا مرتکب ہو۔ ان میں سے ایک حمزہ بن مغیرہ ہے کہ جو عمر بن سعد کا بھانجہ تھا اس نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم قتل حسین ابن علی پر آمادہ ہو یہ تو سخت ترین گناہ ہے اور کہا قاتل حسینؑ کی توبہ بھی قبول نہیں ہے یہ سبب قطع رحم خداوندی ہے۔ دنیا ہاتھ سے چلی جائے یہ بہتر ہے مگر پسر فاطمہؑ زہرا کے خون سے ہاتھ رنگین نہ ہوں نہ لیکن عمر ابن سعد نے اس کو کوئی جواب نہ دیا۔ یہ بھی بحار میں مرقوم ہے کہ اس ملعون نے اور بھی دوسرے اکابرین سے اس معاملہ میں مشورہ کیا۔ اور سب میں نے اس کو ملامت کی۔ علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ اسی اثناء میں کامل نامی شخص جو کہ اس کا رفیق تھا آگیا۔ اور اس کے پاس بیٹھ گیا اس نے ابن سعد کو متفکر دیکھ کر دریافت کیا کہ تجھے کیا ہوگیا ہے کہ اس قدر پریشان ہے اس نے کہا کہ ابن زیاد نے مجھے چار ہزار سپاہ کا سالار مقرر کیا ہے اور اس کام پر مجھے مامور کیا ہے کہ حسین بن فاطمہؑ کو قتل کروں۔ اس کے عوض مجھے دس سال کے لیے حکومت رے عطا کی ہے۔ جب کامل نے یہ سنا تو کہا اف لک و لدینک اتریدان تقتل الحسین ابن بنت رسول اللہ۔ اے ابن سعد تجھ پر تف ہے کہ تو حسین بن فاطمہؑ کے قتل پر آمادہ ہے اور حکومت رے معلوم تجھے ملے یا نہ ملے ابن زیاد اور یزید ملعون زندہ رہے یا نہ رہے اور کہا اے ابن سعد یقین رکھ کہ اگر تو اس [illegible] دنیا تجھ پر نفرین کرے گی۔ تو مان نہ مان میری بھی نصیحت

ہے کہ اس کام سے باز رہے۔ اس پر عمر بن سعد نے کہا کہ مجھے اپنی جان کا خوف ہے مبادا ابن زیاد مجھے قتل نہ کرا دے میں اپنی موت سے ڈرتا ہوں کامل نے اس کو ملامت کی اور خاموش ہوگیا۔

— ابن زیاد کا مردمان کوفہ کو قتل امام حسینؑ پر آمادہ کرنا —

الشیخ طریحی نے منتخب میں تحریر فرمایا ہے کہ ان ابن زیادؑ نادی فی عسکرہ معاشر الناس من یاتینی راس الحسین فلہ الجائزۃ العظمٰی واعط ولایت الری سبع سنین۔ یعنی ابن زیاد نے اعلان کیا کہ جو کوئی شخص حسین بن علیؑ کا سر کاٹ کر لائے گا اس کو اس کام کے بدلے میں حکومت رے ملے گی اور وہ سات سال تک وہاں کا سردار رہے گا اس وقت عمر ابن سعد لعین کھڑا ہوا اور کہا کہ میں اس کام کو انجام دوں گا اور تمہاری مراد بر آئے گی اور کہا اے امیر مجھے ایک ماہ کی مہلت دے کہ سامان حرب و جنگ اکٹھا کروں لیکن ابن زیاد نے اس کو صرف ایک شب کی مہلت دی۔ اس وقت کچھ لوگ مہاجر و انصار کی اولاد سے اس کے مکان کے نزدیک آئے اور با آواز بلند رونا شروع کیا اس نے پوچھا کیا بات ہے تو ان لوگوں نے کہا کہ سنا ہے کہ تو قتل امام حسینؑ پر آمادہ ہوگیا ہے اور لشکر لے کر جانے والا ہے ان لوگوں نے یہ بھی کہا اے عمر تیرا باپ سعد تو اسلام لانے والوں میں چھٹے نمبر پر ہے اسلام لانے والوں میں سرفہرست کے لوگوں میں سے ہے اور تو قتل پسر مصطفٰےؐ پر آمادہ ہے۔ مگر اس لعین نے ان لوگوں کو مغالطہ میں رکھا۔ اور ان کی کوئی بات قبول نہ کی حکومت رے غالب رہی یہ ملعون عجیب بے حیا انسان تھا۔ روز عاشورا محرم جب امام حسین علیہ السلام گھوڑے سے زمین پر تشریف

لائے زخموں سے دور دور تھے۔ اس وقت ابن زیاد ملعون موجود تھا کہ شمر ولد الحرام امام حسینؑ کو ذبح کرنے آگے بڑھا۔ نسخہ یکت جب زینب خاتون نے دیکھا تو اپنی جگہ سے فریاد کی اور ابن سعد کو مخاطب کیا فرمایا یا بن سعد القتل ابو عبداللہ و انت تنظر الیہ۔ اے پسر سعد تو کھڑا ہوا دیکھ رہا ہے اور میرا بھائی فرزند رسول خدا ذبح ہو رہا ہے اس بے حیا نے جب زینبؑ خاتون کا یہ کلام سنا تو منہ پھیر لیا۔ اور شمر نے سر امام جدا کرکے نیزہ پر بلند کیا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

ابن زیاد کا عمر بن سعد سے قتل امام حسینؑ دستخط لینا

کتاب روضۃ الشہداء میں ہے کہ جب عمر ابن سعد نے ابن زیاد کا عطا کردہ، لباس پہنا اور اس کے خاص گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور حکومت رے کا فرمان اپنے پاس رکھا۔ اپنے گھر آیا جب اس کے بیٹوں نے اس کو اس لباس میں دیکھا تو کہا کہ اے بابا یہ گھوڑا اور یہ جامہ کیسا ملا ہے اور یہ دستاویز کیسی ہے۔ تو ابن سعد نے کہا اے بیٹو دولت دنیا اب ہمارے زیر قدم ہے۔ اور یہ دستاویز حکومت رے ہے جو کہ اس وقت ملے گی کہ حسین بن علیؑ کو قتل کردوں یہ سن کر اس کے چھوٹے بیٹے نے کہا اے بابا یہ کیا سودا ہوا ہے کہ تم قتل پسر مصطفےٰ پر آمادہ ہو آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ حسینؑ میرا ٹکڑا ہے میں حسین سے ہوں اور حسین مجھ سے ہے اے بابا خدا کا خوف کرو اور اس کام سے باز رہو لیکن بے سود رہا۔ اس وقت اس نے کچھ اشعار پڑھے جن کا ماحصل یہی ہے کہ قتل حسینؑ سے حکومت رے ملے گی۔ کتاب امالی میں ہے کہ عمر بن سعد جب اپنے گھر ابن زیاد سے واپس پہنچا تو اس مردود نے

قتل حسینؑ کرنے پر آمادگی ظاہر کی اور قتل حسینؑ کے کاغذ پر اپنے دستخط کیے۔ اور ابن زیاد نے اس کو سالار لشکر کے عہدہ پر مامور کیا اور کہا کہ جو عمر بن سعد کی اطاعت نہ کرے گا اسے سخت سزا دی جائے گی۔ اور ابن زیاد نے یہ بھی کہا کہ اے عمر بن سعد تو حسینؑ پر پانی بند کر دینا۔ چرند و پرند و پانی پئیں مگر فرزند ساقی کوثر کو پانی تک نہ ملے۔ اے شیعو۔ امام حسینؑ روز عاشورا محرم اس قدر تشنہ دہن تھے کہ سینہ بغیر آب جل رہا تھا۔ آپ دیکھ رہے تھے کہ فرات سے سب لوگ پانی بھر رہے ہیں۔ مگر امام حسینؑ اور ان کے اہلحرم پیاسے تڑپ رہے تھے۔ خود امام حسینؑ نے فرمایا ہے یا قوم اسقونی۔ اے قوم مجھے پانی دو۔ میں پانی کے بغیر تڑپ رہا ہوں۔ العطش قد قتلنی مجھے پیاس نے قتل کر ڈالا ہے۔ مگر کسی ملعون نے پانی نہ دیا۔

ابن زیاد لعین کا شبث کو امام حسینؑ سے جنگ کے لیے کربلا بھیجا

محمد بن ابی طالب الموسوی نے نقل کیا ہے کہ جب ابن زیاد کو خبر ملی کہ امام حسین علیہ السلام کوفہ کے نزدیک پہنچنے والے ہیں تو اس نے اولاً عمر ابن سعد کی سرکردگی میں چار ہزار اشخاص کا لشکر امام حسینؑ کے قتل کے لیے بھیجا اور بعدہ شبث بن ربعی کو مامور کیا کہ حسینؑ سے محاربہ کرنے کے لیے روانہ ہو یہ بدبخت کوفہ کے بڑے لوگوں میں سے تھا اور اس نے حضرت امام حسینؑ کو کوفہ تشریف لانے کے خطوط بھی اپنے دستخطوں سے لکھے تھے۔ اس کو جب ابن زیاد نے مامور کیا تو اس نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ وہ عمر بن سعد کی ماتحتی میں جائے۔ پس اس نے

بیماری کا بہانہ کر لیا۔ کہ ابن زیاد جنگ کے لیے نہ بھیج سکے جب ابن زیاد نے یہ یہ دیکھا کہ شبث بن ربعی نہیں آیا ہے تو اس نے اس کو ایک رقعہ ارسال کیا۔ بعد ازاں اس کا ایک خاص آدمی اس کے پاس گیا اور ابن زیاد کا پیغام پہنچایا۔ شبث نے کہا کہ تم ناحق آئے ہو میں بیمار ہوں کس طرح جا سکتا ہوں اس نے واپس جا کر ابن زیاد کو مطلع کیا۔ ابن زیاد نے غصہ کی حالت میں اس کو دوبارہ خط تحریر کیا جس کا مضمون یہ ہے کہ اخبرنی بتمارضك واخاف ان تکون من الذین اذا لقوا الذین قالوا اٰمنا واذا خلوا الی شیاطینهم قالوا انا معکم انما نحن مستهزؤن ان کنت فی طاعتنا فاقبل الینا مسرعا۔ یعنی مجھے خبر ملی ہے کہ تم نے محض بیمار کا بہانہ کیا ہے۔ بیمار نہیں ہوا اور مجھ سے خائف ہو۔ تم نے ان لوگوں میں سے ہو کہ جب مومن سے ملاقات کرتا ہے تو کہتا ہے کہ میں بھی مومن ہوں۔ اور تمہارے ساتھ ہوں اور جب تنہائی میں ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اے شبث تیرا کوئی عذر قابل سماعت نہیں ہے تجھ کو چاہیے۔ کہ بعجلت تمام یہاں پہنچو کہ تم سرداری لشکر عطا کروں جب اس کو یہ نامہ ملا تو وارد مجلس ابن زیاد ہوا۔ ابن زیاد نے اس کو امیر لشکر مقرر کیا اور اس نے اطاعت امیر کا حلف اٹھایا۔ محمد ابن ابی طالب الموسوی کہتے ہیں کہ پھر ابن زیاد نے لوگوں کو مسجد کوفہ میں جمع کیا اور کہا اے گروہ مردم یزید بن معاویہ تمہارا امیر ہے جو نیک دل ہے اور تم پر مہربان ہے۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اپنے امیر کی اطاعت کرو۔ میں نے سنا ہے کہ حسینؑ کوفہ آ رہے ہیں تم لوگ گھروں سے نکلو اور حسینؑ سے جنگ کرو میرا حکم مانو اور اس پر عمل کرو۔ پھر وہ منبر سے اترا اور پھر اس نے ابن سعد اور لشکریوں کو امام حسینؑ سے جنگ کرنے کی ترغیب دی اور انعامات عطا کیے

یہ بھی وارد ہوا ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے اس دن کی خبر دی تھی کہ ابن زیاد منبر رسولؐ خدا پر اس طرح آئے گا جیسے شداد و نمرود وغیرہ شایان دینا تھے مداوی کہتا ہے کہ پھر کوفہ کے گلی کوچے چاروں طرف سوار ہی سوار نظر آ رہے تھے جو قتل امام حسین کے لیے نکلے تھے۔ بازاروں میں جگہ تلواروں پہ صیقل ہو رہی تھی تیروں کی انیاں تیز کی جا رہی تھیں۔ گھوڑوں کی نقل بندی ہو رہی اور یہ سب امام حسین غریب کے قتل کرنے کے لیے ہو رہا تھا۔ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے روز عاشورا محرم دیکھا کہ اعدائے دین۔ پتھر مارے تھے تیروں کی بارش ہو رہی تھی تلواریں چمک رہی تھیں اور شمر ولد الحرام خنجر بکف ابا اور ہمارے جد مظلوم کا سر جدا کیا کسی نے لباس اتار لیا۔ کسی نے انگشتری کی خاطر آپ کی انگشت مبارک قطع کی۔

بہر حال جب ابن زیاد سپاہ کی روانگی کر چکا تو اس نے منزل نخیلہ پر لشکر جمع کیا۔

کتاب امالی میں شیخ صدوق علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ فاقبل عبید اللہ بن زیاد لعنہ بعسکرہ حتی عسکر بالنخیلة وبعث الی الحسین ابن علی علیہ السلام رجلا یقال له عمر و بن سعد۔ ابن زیاد کوفہ سے باہر آیا نخیلہ کے مقام پر کہ جہاں اس کا لشکر جمع تھا اوّل اس نے اپنی فوج کا معائنہ کیا پھر سب سے پہلے جسے اس نے امام حسینؑ سے جنگ کے لیے بھیجا وہ عمر بن سعد تھا طبری امامی لکھتے ہیں کہ جب امام حسینؑ کا مختصر سا لشکر یعنی قافلہ منزل قادسیہ سے تین میل دور تھا کہ ابن سعد ملعون کو خبر ملی تو اس نے حر بن یزید ریاحی کو برسر راہ امام حسینؑ روانہ کیا کہ وہ سد راہ ہو۔ شیخ علیہ الرحمۃ کتاب امالی میں فرماتے ہیں کہ ابن زیاد نے حرؑ کو برسر راہ امام حسینؑ روانہ کیا تھا۔ کتاب ارشاد میں فرماتے ہیں کہ جب موکب حسینی نے بطن العقبہ سے قدم بڑھایا اور یہ قافلہ منزل اشراف پر پہنچتا۔ شب یہاں پر گزاری امام

حسین علیہ السلام نے اپنے جوانوں کو حکم دیا کہ تمام مشکیزے پانی سے بھر لیے جائیں زیادہ مقدار میں پانی جمع کر لیا جائے چنانچہ پانی ذخیرہ کیا گیا۔ دوپہر کا وقت ہوا لشکر امام حسینؑ میں سے ایک شخص نے صدائے تکبیر بلند کی یعنی اللہ اکبر کہا جب حضرت امام حسینؑ نے صدائے تکبیر سنی تو خود بھی اللہ اکبر کہا۔ اور اس شخص سے تکبیر کہنے کا سبب دریافت کیا تو اس نے عرض کیا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قریب ترکوئی نخلستان ہے جو کوفہ کے باغوں میں سے ایک ہے خوشحال کہ ہم کوفہ کے نزدیک پہنچنے والے ہیں۔ لیکن جب کس قدر فاصلہ طے کیا تو دیکھا کہ وہ نخلستان نہیں ہے بلکہ کوئی لشکر ہے کہ جس کے وہ آثار تھے جو کہ دیکھتے ہیں آرہے تھے حضرت نے سنا اور فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون اس وقت ایک صحابی نے عرض کیا اے ولی بجانب چپ ایسی جگہ ہے کہ جو محفوظ ہے ہم وہاں پر پناہ لیں حضرت امام حسینؑ نے اپنی سواری کا اس طرف رخ موڑا غرض کہ امام حسینؑ نے وہاں پر خیام برپا کیے اور حضرت کے خیام سے ذرا فاصلہ پر حرؑ بن یزید ریاحی نے اپنا لشکر وہاں پر ڈالا دوپہر کا وقت ہوا۔ گرم ہوائیں چلنے لگیں لوگوں پر پیاس کا غلبہ ہوا۔ اس وقت حرؑ کی زبان بھی خشک ہو چکی تھی۔ اور تمام لشکر پیاسا تھا۔ حرؑ نے لشکر امام حسینؑ کی آواز دی اور کہا اے جوانو ہمیں پانی پلاؤ۔ پس جیسے ہی حضرت امام حسینؑ نے پانی کا نام سنا اور ملاحظہ فرمایا کہ لشکر پیاسا ہے۔ امام حسینؑ نے یہ خیال نہیں کیا کہ حرؑ اور اس کا لشکر ہمارا دشمن ہے راستہ روکنے آیا ہے۔ بلکہ امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب اور اقرباء کو حکم دیا کہ ان کو سیراب کرو۔ چنانچہ مشکیزوں کے دہانے کھول دیئے گئے تمام لشکر اور گھوڑوں کو بھی پانی پلایا۔ اے شیعو امام حسینؑ کے کرم وجود وسخا کی یہ شان ہے کہ دشمن اور دشمن کی فوج کو بھی سیراب کیا۔ لیکن واحسرتا ایسے کریم وسخی پر کربلا میں ملا

ملاعین کوفہ وشام نے تین دن پانی بند رکھا۔ روایت ہے کہ محرم کی ساتویں کو پانی بند ہوا اور تمام کوفی لوگ بچوں کو پیاسا تڑپتے دیکھتے رہے امام حسینؑ کے چھوٹے چھوٹے بچے اور تمام اہل حرم العطش العطش کی آواز بلند کر رہے تھے۔ کتاب الارشاد میں ہے کہ علی بن طعان محاربی کہتا ہے کہ میں حرؑ کے لشکر کے عقب میں تھا کہ اور ایک ایسا وقت آیا کہ بوجہ شدت پیاس میں اور میرا مرکب (سواری) قریب بہ ہلاکت پہنچے ناگاہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی مجھ پر نظر پڑی میری تشنگی کو دیکھ کر امام عالی مقام نے بلایا یعنی یہاں آ۔ میں گیا اور سیراب ہو کر پانی پیا اور اپنے اونٹ کو سیراب کیا۔ اور یہاں تک امام حسینؑ علیہ السلام نے کرم فرما کر حکم دیا کہ سوکھی مشکیں بھی پانی سے بھر لو۔ اور خود بھی بہ نفس نفیس مشک بھروانے میں مشغول رہے اے شیعو ایک دن امام حسینؑ پانی پلا رہے تھے اور عاشورا محرم امام حسین پانی مانگ رہے تھے مگر فوج شام وکوفہ میں کوئی ایسا مسلمان نہ تھا کہ جو امام حسینؑ کو پانی پلاتا امام حسینؑ نے شیر خوار بچہ کو ہاتھوں پر بلند کر کے پانی مانگا مگر ظالموں نے ایک جرعۂ آب نہ دیا اور حرملہ بن کاہل نے بچہ کو تیر سہ شعبہ سے شہید کیا حالانکہ پانی پر امام حسینؑ کے چار حق تھے یعنی امام حسینؑ چار باتوں کی بنا پر پانی کے حق دار تھے۔ اب غور طلب یہ امر ہے کہ آیا بنی امیہ نے اور ان کے دوستوں نے حضرت کے حقوق آب ادا کیے یا نہیں پانی پر حق اول یہ ہے کہ حق اشتراکیت یعنی کہ تمام مخلوق خدا ہر جگہ پانی سے سیراب ہو سکتی ہے۔ ہر ایک نہر سے پانی پی سکتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حق عطا کیا ہے کہ از روئے شریعت نبوی تمام لوگ کسی جگہ بھی نہر جاری ہو پانی پی سکتے ہیں خواہ مالک نہر اذن دے یا نہ دے۔ پانی پینے کی عام اجازت ہے وارد ہوا ہے کہ جاز الشرب من الانہار المملوکہ وان لم

باذن المالک ۔ حق دوم یہ ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات قرار دی ہے کہ ہر ذی روح یعنی کہ جاندار دنیا کے پانی پر حق رکھتا ہے اور انسان ہم بقدر وضو اور غسل پانی استعمال کر سکتا ہے۔ ارشاد فرمایا ہے کہ یلزم التیمم مع الخوف من العطش علی الحیوانات المملوکۃ۔ یعنی کہ اس جگہ نماز کے لیے تیمم جائز ہے کہ اگر حیوان تشنہ یعنی پیاسا ہو یعنی اگر حیوان پیاسا ہے تو اس کو سیراب کرنا ضروری ہے اگرچہ وضو کی بجائے تیمم ہی کرنا پڑے کیونکہ پانی اولاً حیوان تشنہ کام کا حق ہے حق سوئم یہ ہے کہ دوسروں کو سیراب کرنا جیسا کہ امام حسینؑ نے حرؑ کے لشکر کو اور ان کے گھوڑوں اونٹ وغیرہ کو سیراب کیا اور سو کھی مشکیں بھرنے کی اجازت دی۔ اور اس سے قبل بھی صفین کی جنگ میں جب کہ معاویہ نے افواج اسلام پر پانی بند کر دیا تھا۔ مگر جب حضرت امام حسینؑ نے دوبارہ فرات کو معاویہ کے پہرہ دار فوج سے آزاد کرا لیا تو لشکر کو ذکو سیراب کیا اور پانی پر بندش نہیں لگائی اور ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ قحط آب ہو گیا کوفہ والوں نے حضرت امیر المومنین کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے حضرت امام حسینؑ سے فرمایا کہ اے حسین باران رحمت کے لیے دعا کرو ابھی دعا ناتمام تھی ہاتھ بلند کئے ہی تھے کہ باران رحمت نازل ہوئی ام جھوم کر اٹھا برسا اور خوب برسا، اور اہل کوفہ سیراب ہوئے۔ حق چہارم یہ ہے کہ جو تمام حقوق سے افضل ہے وہ یہ کہ نہر فرات خصوصاً اور تمام دنیا کی نہروں کا پانی عموماً حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا حق مہر ہے۔ ان چاروں حق کے پیش نظر امام حسینؑ فوج یزیدی سے پانی مانگ رہے تھے مگر کسی شخص نے ایک قطرہ آب نہ دیا۔ حسینؑ فرما رہے تھے اسقونی شربۃ، اسقونی قطرۃ، مگر کوفیوں نے ایک بوند پانی کی نہ دی، بلکہ بالب تشنہ ذبح کیا۔ مثل گوسفند قربانی سر مبارک جدا کیا۔ امام حسینؑ پر چار جگہ پیاس کا اثر

تھا (۱) لب خشک تھے (۲) تشنگی کی وجہ سے جگر سوختہ تھا (۳) زبان سوکھی ہوئی تھی۔ (۴) گرمی عطش کی وجہ سے آنکھیں میں دھواں معلوم ہوتا تھا اے دوستو اگر کوفیوں نے پانی نہ دیا تو اے محبو آنسو امام حسینؑ کی نذر کرو۔ ابکوا شھیدا بالدعاء مرملا بدام بکتہ العین المدثرہ

لشکر ابن زیاد کا حضرت امام حسینؑ کی راہ روکنا

شیخ مفید علیہ الرحمۃ تحریر کرتے ہیں کہ جب حرؑ ابن یزید ریاحی نے قادسیہ کے علاقہ میں حضرت امام حسینؑ کی راہ روکی اور کسی طرف نہیں جانے دیا تو امام حسینؑ منزل دو جشم پر واپس آ گئے نماز ظہر کا وقت ہو گیا۔ حضرت نے حجاج بن مسروق کو جو آپ کے موذن تھے اذان کا حکم دیا جماعت کھڑی ہوئی کہ نماز ادا کریں۔ امام حسینؑ خیمہ سے برآمد ہوئے۔ اور دونوں لشکروں کے درمیان کھڑے ہوئے اول حمد و ثنائے الٰہی بجالائے اور پھر حرؑ کے لشکر سے مخاطب ہو کر فرمایا ایھا الناس انی لم اٰتکم حتی اتیتنی کتبکم و قدمت الی رسلکم یعنی اے گروہ مردم میں اپنی خواہش سے تمہارے پاس نہیں آیا ہوں تمہارے خطوط بکثرت میرے پاس آئے تمہارے قاصد میرے پاس پہنچے میں نے تمہاری دعوت پر اس طرف کا رخ کیا ہے اگر میں سچ کہتا ہوں تو تم پر لازم ہے کہ اپنا عہد و پیمان پورا کرو اور میرا ساتھ دو۔ امام حسینؑ کا کلام سن کر وہ سب کے سب خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دے سکے۔ پس اس کے بعد آپ نے اشارہ کیا کہ اقامت کہو امامؑ کی جماعت میں اقامت شروع ہوئی۔ آپ نے حرؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آؤ تم اپنے اصحاب کو نماز پڑھا۔ حرؑ نے عرض کیا کہ اے مولا میں آپ پر قربان میں آپ کی اقتداء میں نماز پڑھوں گا اور

میرا لشکر بھی آپ کی اقتداء میں نماز پڑھے گا چنانچہ دونوں لشکر والوں نے نماز جماعت ادا کی شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ نماز پڑھنے کے بعد دونوں لشکر جدا ہو گئے پھر نماز عصر بھی امام حسین کی اقتداء میں ادا ہوئی۔ حضرت امام حسینؑ نے پھر خطبہ ارشاد فرمایا کہ اے لوگوں اگر تم خدا سے ڈرتے ہو اور اہل حق کو پہچانتے ہو تو اس کے نزدیک ہو جاؤ۔ مقابلہ نہ کرو۔ ہم اہلبیتؑ رسولؐ خدا ہیں۔ اور ہم امامت و خلافت کے لحاظ سے سب سے افضل و اعلیٰ ہیں یہاں تمہاری دعوت پر آئے ہیں اس پر حرؑ نے کہا یا بن رسول اللہ ہم نے بخدا آپ کو دعوت نہیں دی ہے۔ اور نہ ہمیں اہل کوفہ کے خطوط ارسال کرنے کی خبر ہے۔ امامؑ نے فرمایا کہ اگر کوفہ والوں میں سے ایک شخص نے بھی خط تحریر کیا تو گویا وہ سارے کوفہ والوں کی طرف سے ہے۔ اس وقت امام حسینؑ نے اپنے اصحاب سے خطوط کی تھیلی منگائی کہ جس میں کوفہ والوں کے خطوط رکھے تھے اور خطوط زمین پر پھیلا دیئے حرؑ نے خطوط ارسال کرنے والوں کے نام پڑھے اور کہنے لگا خدا لعنت کرے ان دغا بازوں پر کہ خود بلایا ہے۔ اور ساتھ نہیں دیتے ہیں تو صرف اس قدر جانتا ہوں کہ مجھے یہاں ابن زیاد نے یہاں بھیجا ہے کہ میں آپ کے ساتھ رہوں یہاں تک کہ آپ ابن زیاد کے پاس کوفہ پہنچیں۔ آپ نے فرمایا کہ الموت ادنی الیک من ذلک۔ اگر مر بھی جاؤں تو ایسا نہ ہوگا کہ میں ابن زیاد لعین کے پاس جاؤں۔ امام حسینؑ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ خیمہ اٹھاؤ اس منزل سے کوچ کریں اور فرمایا کہ مدینہ کا رخ کرو اس پر حرؑ خموش رہا تو اس کے لشکر والوں نے حرؑ کو ملامت کی ابن زیاد کو کیا جواب دے گا کہ فرزند فاطمہ کو بجائے کوفہ، مدینہ جانے دیا محاصرہ نہ کیا۔ اس وقت حرؑ نے اپنے لشکر سمیت امام حسینؑ کو مدینہ جانے سے روکا اور مدینہ کی راہ پر رکاوٹ کھڑی کر دی شور

و غل برپا ہوا۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ ثکلتک امک ما ترید یعنی تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے تو راستہ مسدود کر رہا ہے اس وقت جب شور و غل برپا ہوا تو اہلحرم گھبرا گئے اور گریہ و زاری کی آوازیں بلند ہو گئیں امام حسینؑ نے فرمایا کہ میں ہرگز ہرگز ابن زیاد کے پاس نہیں جاؤں گا۔ بہتر ہے کہ تو ہمیں کسی اور راستہ پر جانے دے حرؑ نے تمام حالات سے ابن زیاد لعین کو مطلع کیا۔ اس وقت حرؑ نے حضرت کے ساتھ ایک ایسے شخص کو کیا کہ جس نے راستہ کی نشاندہی کی اور حضرت امام حسینؑ اپنے اہلحرم کے ساتھ اس بیابان میں راہ طے کرنے لگے۔ مولف کتاب کہتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اس صحرا میں اپنے حرم محترم کو لیے ہوئے اور چاروں حضرت کے اصحاب و انصار محاصرہ کیے ہوئے ساتھ ساتھ منزل طے کر رہے تھے اور آپ کے اس سفر کی آخری منزل کربلا تھی۔

واقعہ منزل عذیب الہجانات اور لشکر ابن زیاد کی امام حسینؑ پر سخت گیری

ارباب کتب سیر و تاریخ لکھتے ہیں کہ جب حرؑ بن یزید ریاحی نے حضرت خامس آل عباؑ کی راہ روکی اور آپ کو مدینہ نہیں جانے دیا تو حضرت ایک بے راہ یعنی بغیر کسی راستہ کے عذیب الہجانات کی طرف چلا یئے۔ محمد بن ابی طالب موسوی فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسینؑ نے ناچار ہو کر اپنے اصحابؓ کی طرف رخ کیا اور فرمایا ھل فیکم احد یعرف الطریق علی غیر الجادہ یعنی تم میں کوئی ایسا شخص ہے کہ جو کسی غیر معروف راستے سے واقف ہو طرماح سامنے حاضر ہوئے اور عرض کیا یا بن رسول اللہ کہ میں اچھی طرح یہاں کے راستوں سے باخبر ہوں، اور اس راستہ کے علاوہ اور بھی راستہ

کے علاوہ اور بھی راستہ ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا تم آگے آگے چلو اور ہم عقب میں چلتے ہیں۔ طرماح نے تازیہ اونٹ پر رکھا اور لحن حجازی کے ساتھ مدح مولائے کائنات کرتے آگے آگے چلے۔ حُر ریاحی بھی امام عالی مقام کے ساتھ ساتھ تھا۔ یہاں تک کہ آپ منزل عذیب الہجانات میں وارد ہوئے۔ ابو مخنف کہتا ہے کہ وسار حتی وصل عذیب الھجانات واذا اربع نفر قد اقبلوا۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی سواری وہاں پہنچی تو چار اشخاص درمیان راہ حضرت سے ملے۔ ان میں سے ایک ہلال بن نافع مرادی، دوسرا عمرو الصیداوی تیسرا سعید بن ابی ذر الغفاری اور چوتھا عبید اللہ مذحجی تھا۔ ان کے علاوہ اور بھی کچھ لوگ حضرت امام حسینؑ کے لشکر سے ملحق ہوئے ہیں۔ حُرؓ نے چاہا کہ ان لوگوں کو ملحق نہ ہونے دے مگر امام حسینؑ نے فرمایا کہ تو نے جو نامہ ابن زیاد کو لکھا ہے اس کے جواب کا انتظار کر۔ اور اگر تو میرے اور ان کے درمیان حائل ہوگا تو پھر تلوار فیصلہ کرے گی۔ غرض کہ مذکورہ چاروں اکابرین کوفہ امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دست بوسی بجالائے۔ امام حسینؑ نے ان کو خوش آمدید کہا اور کوفہ کا احوال معلوم کیا۔ انہوں نے کہا مولیٰ۔ ان لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں مگر تلواریں آپ کے خلاف اٹھانے پر کمربستہ ہیں۔ اور ہماری تلواریں آپ کے دشمن کے لیے تیار ہیں آپ نے ان سے سوال کیا کہ میرا قاصد قیس بن مسہر صیداوی کا کیا حال ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ حصین بن نمیر نے اس کو گرفتار کر لیا اور نامہ ابن زیاد کو پہنچایا اور اس نے ان کو قتل کرا دیا۔ امام حسینؑ یہ حال سن کر آبدیدہ ہوئے اور اس آیۂ مجیدہ کی تلاوت کی وَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ۔ (سورۃ الاحزاب آیت ۲۳) یعنی بعض وہ ہیں کہ جو اپنا وقت پورا کر گئے اور ان میں

سے بعض حکم خدا کے منتظر ہیں۔ کتاب لہوف میں ہے کہ منزل عذیب الہجانات میں ابن زیاد کا نامہ حر بن یزید ریاحی کے نامہ کے جواب میں پہنچا جس میں ابن زیاد ملعون نے حرؓ کو ملامت کی تھی کہ تو حسین ابن علیؑ کے ساتھ بحسن سلوک کیوں پیش آیا سختی کیوں نہیں کی اگر وہ کوفہ نہیں آئے تو ان کا محاصرہ برقرار رکھ جدھر جائیں تو ساتھ ساتھ روانہ ہو۔ حرؓ کو جب یہ خط ملا تو اس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی وہ نامہ پڑھنے کے لیے دیا۔ بعدہ امام حسینؑ نے چاہا کہ اس منزل سے کسی اور طرف کوچ کریں حرؓ نے ممانعت کی تو حضرت نے فرمایا کیا تو نے نہیں کہا تھا کہ غیر معروف راستہ سے جہاں چاہیں چلے جائیں لیکن حرؓ نے ابن زیاد کے تازہ نامہ کی آڑ لی اور کہا کہ میں یہاں سے نہیں جانے دوں گا۔ آپ نے اسی مقام پر اصحاب و اقرباء کو جمع کیا اور کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا اول حمد و ثناء الٰہی بجا لائے اپنے نانا پر درود و سلام بھیجا اور پھر فرمایا کہ قد نزل من الامر ما قد ترون کہ اب ہم یہاں تک پہنچ گئے ہیں میں دیکھ رہا ہوں کہ دنیا ہم سے برگشتہ ہے۔ روایتے ابی مخنف آپ نے حرؓ سے کہا کہ ہم کو اجازت دے کہ ہم غاضریہ چلے جائیں یا بسمت نینوا چلے جائیں حرؓ نے کہا کہ اے حسین ابن علی آپ مجھ سے خطاب فرماتے ہیں ابن زیاد کے جاسوس موجود ہیں۔ آپ مجھ سے یہ گفتگو کیوں کرتے ہیں اس پر اصحاب نے جب اہل کوفہ کی یہ بے رخی دیکھی تو سپاہ حق میں جوش پیدا ہو گیا۔ مجالس و ہلال وغیرہ مخالفین سے قتال پر آمادہ ہو گئے۔ اے حسینؑ ہم آپ پر قربان ہیں اجازت دیجئے کہ ان کو تلوار سے جواب دیں حضرت امام حسینؑ نے فرمایا کہ میں اس چیز کو پسند نہیں کرتا کہ ہماری طرف سے قتال شروع ہو اس وقت الحرم میں شور گریہ بلند ہوا اور حضرت علی اکبرؑ، حضرت قاسمؑ، حضرت عباسؑ خیام الحرم میں گئے اور تسلی و تشفی دی اور

پھر روز عاشورا محرم تک جوانان بنی ہاشم مخدرات عصمت و طہارت کو تسلی و تشفی دیتے رہے۔ لیکن وا حسرتا روز عاشورا جب امام حسینؑ شہید ہو گئے تو اعدائے دین نے سیدانیوں کی چادریں چھین لیں سکینہ خاتون کے گوشوارے چھین لئے اور سکینہ خاتون کو طمانچے مارے۔ الالعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

حضرت امام حسینؑ کا عبداللہ بن جعفر جعفی سے نصرت طلب کرنا

الشیخ مفید نے ارشاد میں لوط بن یحییٰ نے مقتل میں اور معین الدین نے روضۃ الشہداء میں اور شیخ ابن نما نے میں واقعہ کو تحریر کیا ہے کہ جب حر ریاحی نے اپنے لشکر کے ساتھ حضرت امام حسینؑ پر سخت گیری کی۔ اور راستہ روکا اور منزل عذیب الہجانات سے نہ جانے دیا۔ اس وقت حضرت امام حسینؑ کی نظر ایک خیمہ پر پڑی جو ایک بلندی پر نصب کیا گیا تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ خیمہ کس نے نصب کیا ہے۔ کس کا یہ خیمہ ہے لوگوں نے بتلایا کہ یہ خیمہ عبداللہ بن حرؓ جعفی کا ہے جو اکابرین کوفہ سے ہے۔ عبداللہ جعفی نے جب کوفہ کو پر آشوب دیکھا اور ابن زیاد کے مظالم دیکھے تو اس نے صحرا کا رخ کیا اور یہاں پڑاو ڈالا ہے۔ امام حسینؑ نے حجاج بن مسروق جعفی کو اس کے پاس بھیجا کیونکہ وہ ان کا ہم قبیلہ تھا۔ حجاج بن مسروق پہنچے اور اسلام کے بعد کہا کہ تم کو فرزند رسول الثقلین امام حسینؑ یاد فرماتے ہیں۔ حجاج نے کہا میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ اہل کوفہ نے امام حسینؑ کو قتل کر دیا ہوگا۔ اور خدا کا شکر ہے کہ میں حسینؑ ابن فاطمہؑ کے قاتلوں میں شمار نہ ہوا۔ اس خیال سے میں کوفہ سے نکل رہا تھا۔ اور اس نے حاضر خدمت ہونے میں تقصیر کی۔ حجاج بن مسروق نے آکر

واقعہ بیان کیا پس فقام الحسینؑ فجاء حتیٰ دخل علیہ۔ حضرت امام حسین بہ نفس نفیس عبداللہ کے خیمہ کی طرف چل دیئے۔ جب آپ در خیمہ پہ پہنچے سلام کیا اور وسط خیمہ میں رونق افروز ہوئے اس وقت عبداللہ باخلاص پیش آیا روضۃ الشہداء میں ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے ارشاد فرمایا کہ اے عبداللہ تیرے شہر کے معروف لوگوں نے مجھے خطوط ارسال کئے اور میں آپ یہاں آیا ہوں تو کوفہ جانے سے روکا جا رہا ہے۔ کتاب امالی میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اے عبداللہ تو خود بھی واقف و آگاہ ہے اگر تو چاہتا ہے کہ روز قیامت میرے جد امجد محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیری شفاعت کریں۔ تو تجھے چاہتے کہ تو میری نصرت و یاوری کرے تاکہ روز خدا تجھ سے خوش ہو۔ عبداللہ نے کہا کہ میرا یقین ہے کہ آپ کی متابعت کلید جنت ہے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آپ شہید کر دیئے جائیں گے کیونکہ کوفیوں کو آپ سے عداوت ہے روضۃ الشہداء میں یہ بھی مرقوم ہے کہ اس نے ایک گھوڑی پیش کی۔ جو کہ ملحقہ کے نام سے معروف تھی اور خود ہم رکاب ہونے سے گریز کی امام علیہ السلام نے اس وقت ایک آہ سرد کھینچی اور مادیاں قبول نہیں کی۔ اور فرمایا کہ میں اس طمع سے تیرے پاس نہیں آیا تھا۔ بلکہ یہ امید تھی کہ تو میری نصرت یاوری کرے گا دشمنوں کو مجھ سے دور کرے گا۔ اور جب آپ اس کے خیمہ سے باہر تشریف لائے تو اس آیہ مجیدہ کی تلاوت فرمائی۔ وما کنت متخذ المضلین عضد۔ جب آپ اپنے خیام کے نزدیک پہنچے تو خیام اہلبیتؑ سے گریہ و زاری کی آوازیں بلند ہوئیں کہ وائے بیکسی حسینؑ اے مولا کاش کہ ہم آپ کے شیعہ کربلا میں ہوتے تو آپ کی نصرت و یاوری کرتے یالیتنی کنت معک فافوز معک فوزاً عظیماً آج شیعوں کے گھر گھر آپ کی عزا ہو رہی ہے۔ واحسیناہ کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں اور آپ

کی صدائے العطش آج بھی گوش زد ہو رہی ہے لیتکم فی یوم عاشورا جمیعا تنظرونی کیف استقی لطفل فابوا ان یرحمونی ۔ جیسے ہی عبداللہ بن حر جعفی کو امام حسینؑ کی شہادت کی خبر پہنچی اس نے افسوس اور ندامت سے اپنا سر نیچا کر لیا اور کف افسوس ملنے لگا کہا کاش میں حسینؑ کی نصرت سے روگردانی نہ کرتا اور یہ اشعار پڑھنے لگا۔

فیالک حسرۃ مادمت حیا	تردد بین صدری والتراق
حسین حیث یطلب نصر مثلی	علی اھل العداوۃ والنشقاق
مع ابن المصطفی روحی فداہ	فویلی یوم تودیع الفراق
فلو انی اواسیہ بنفسی	لیلت الفوز فی یوم التلاق
لقد فاز الذی نصر واحسینا	وخاب الاٰخرون ذوی النفاق

ترجمہ منظوم بزبان فارسی از ابو المؤید مکی

زہی حسرت کہ چوں شاہ شہیداں	افتی قدم در رہ بیاری
چرا ہمراہ آنحضرتؑ نرفتم	نورزیدم طریق حق گذاری
اگر در کربلا میکشتم آنروز	شہید راہ حق در دو سقداری
بسی بودم بفروائے قیامت	مرا از لطف او امیدوارے
کنوں او رفت ومن از دوری تقصیر	بماندہ در مقام شرمسارے
خوشا آنکہ سکہ در راہ شاہ دین	نمودند اندر رکابش جانثارے

بعض حضرات نے اس واقعہ کو قصر بنی مقاتل، اور بعض نے منزل رہیمیہ اور بعض نے منزل قطقطانیہ سے متعلق ذکر کیا ہے۔ لیکن اقویٰ یہی ہے کہ یہ واقعہ منزل قصر میں پیش آیا ہے۔ اور کتاب ریاض الاحزان میں اسی طرح مرقوم ہے۔

امام حسین علیہ السلام کا سفر عراق میں چند افراد سے نصرت طلب کرنا

جب حضرت امام حسینؑ مکہ سے عازم سفر ہوئے ہیں بعلم امامت جانتے تھے کہ میں کوفہ نہیں پہنچ سکوں گا۔ اور آخر کار شہید کیا جاؤں گا آپ نے اتمام حجت کے لیے بعض سرکردہ لوگوں سے نصرت و یاوری طلب کی اور اس طرح یہ سلسلہ شروع ہوا کہ۔

نصرت اول :- اپنے اصحاب و انصار سے طلب کی تاکہ ان پر واضح ہو جائے کہ حسینؑ کسی دنیاوی جنگ کے لیے نہیں جا رہا ہے بلکہ بقائے دین و شریعت محمدی مد نظر ہے اور یہ اس طرح ممکن ہے کہ ہم جام شہادت نوش کریں چنانچہ آپ نے اپنے اصحابؓ سے ارشاد فرمایا من کان باذلا فینا مھجۃ وموطنا علی لقاء اللہ نفسہ فلیرحل معنا فانی راحل مصبحا انشاء اللہ تعالیٰ ۔ یعنی کہ جو کوئی اس امر کی خواہش رکھتا ہے کہ وہ ہم اہلبیت رسالت کے ساتھ بخشش و عطا کرے اور آرزوئے حصول رضاء خدا کرے وہ دل میں یقین رکھے کہ ہم کل یہاں سے کوچ کرنے والے ہیں ۔ انشاءاللہ تعالیٰ ۔

نصرت دوم :- جب کہ آپ مکہ سے باہر تشریف لائے پہلی ہی منزل میں اشراف اربعہ یعنی عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن جعفرؓ، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر سے نصرت طلب کی۔ لیکن سب نے عذر پیش کیا اور حضرت عبداللہ بن جعفر طیار نے اپنے دو بیٹے آپ کے ہمراہ کر دیئے اور فرمایا کہ انی الحق بکم اور بعد الفراغ مناسک حج میں خود بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔

نصرت سوم :۔ زہیر بن قین بجلی سے طلب کی اور انہوں نے امام حسینؑ کی معیت میں جہاد کر کے جام شہادت نوش کیا۔ اور بھی بعض لوگوں سے مدد طلب کی مگر انہوں نے معذرت کی اور سب سے زیادہ عبداللہ بن حُر الجعفی سے نصرت کا سوال کیا۔ لیکن اس نے نصرت کرنے سے گریز کی۔

نصرت چہارم :۔ علامہ مجلسیؒ نے بحارالانوار میں لکھا ہے کہ عمرو بن قیس نامی مشرقی کہتا ہے کہ میں اپنے چچا کے بیٹے کے ساتھ منزل قصر بنی مقاتل میں تھا۔ کہ حضرت بادشاہ دین و دنیا امام حسینؑ عالیمقام بھی اپنے قافلہ کے ساتھ اس منزل میں پہنچے۔ میں نے حضرتؑ کے چہرہ مبارک پر نظر کی میں نے آپ سے سوال کیا کہ مولا ریش مبارک پر خضاب ہے یا کچھ اور رنگ ہے آپ نے فرمایا کہ رنگ خضاب ہے تمام بنی ہاشم میں مجھ پر پیری کے آثار جلد ہی نمایاں ہو گئے۔ اے شیعو وہ وقت یاد کرو کہ جب ابن زیاد ملعون کے دربار میں عمر ابن سعد لعین نے امام حسین علیہ السلام کا سر بریدہ پیش کیا تو آپ کی ریش مبارک خون سے خضاب ہو رہی تھی۔ غرض کہ پھر عمرو بن قیس کہنے لگا کہ حضرت نے فرمایا جئتما لنصرتی کیا تم دونوں میری نصرت کے لیے آئے ہو۔ باء مظلومیت و غربت امام حسین وہ کہنے لگا کہ ہم آپ کی مدد و یاوری کے لیے نہیں آئے ہیں۔ ہم ضعیف ہیں اور بال بچوں والے ہیں آپ نے فرمایا کہ یہاں سے دور چلے جاؤ ایسا نہ ہو کہ میری مدد لئے استغاثہ سنو اور مدد نہ کرنے پر مغضوب خدا قرار پاؤ۔

نصرت پنجم :۔ ہرثمہ بن مسلم سے مدد مانگنا لکھا ہے اس نے حضرت امام حسینؑ کے جواب میں کہا کہ خلفت صبیۃ اخاف علیہم ابن زیاد لعنہ کہ کوفہ میں میری ایک صغیر سن بیٹی ہے میں اس کے بارے میں ابن زیاد سے

خائف ہوں واحسرتا اسے کیا معلوم نہ تھا کہ حسینؑ کے ساتھ بھی کم سن بیٹی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ دور چلا جا ایسا نہ ہو کہ میری غریبی کی آواز تیرے کان تک پہنچے۔

نصرت ششم :۔ حُر ریاحی کے لشکر سے بھی نصرت طلب کی ہے اس موقعہ پر کہ جب اس کا لشکر حضرت امام حسینؑ کے قریب پہنچا ہے اور اس نے اپنے لشکر کے ساتھ امام عالی مقام کی اقتداء میں نماز ادا کی ہے لیکن حُر نے یہ کہہ کر نصرت سے انکار کیا کہ میں ابن زیاد کی طرف سے اس امر پر مامور ہوں کہ آپ کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس لے جاؤں۔

نصرت ہفتم :۔ کربلا پہنچنے کے بعد محرم کی چھٹی شب آپ نے تنہائی میں عمر بن سعد سے گفتگو کی ہے اپنی قرابت اس کو یاد دلائی۔ اور فرمایا اے عمر بن سعد تجھے خدا کا خوف نہیں ہے کہ میرے قتل پر آمادہ ہے اور میرا اس بیابان میں گھیراؤ کیا ہے لیکن عمر بن سعد بے حیا نے کہا کہ میں ابن زیاد سے ڈرتا ہوں اے مومنو کیا یہ ظلم کم ہے کہ ابن زیاد سے تو خوف ہے مگر خدا اور رسول کا بالکل لحاظ نہیں ہے۔ ہم اس مقام حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ایک روایت پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ مروی ہے کہ سلمان فارسیؓ ایک روز خدمت امام حسینؑ میں آئے کہ اس وقت حضرت امام حسینؑ کی عمر چار سال کی تھی اور ایک گوشہ میں بیٹھے رو رہے تھے۔ سلمانؓ نے عرض کیا رونے کا کیا سبب ہے؟ فرمایا اے سلمانؓ آج جبرئیل امین میرے نانا کے پاس آئے اور ان کو میری شہادت کی خبر دی۔ اور فرمایا کہ میرا سر بھی جدا ہو گا اور عزیز و اقرباء بھی جام شہادت پئیں گے سلمانؓ نے کہا کہ پھر شہید ہونے کی وجہ سے روتے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ اے سلمانؓ میرے رونے کی یہ وجہ ہے کہ میرے بعد میرے اہلبیتؑ کو دشمن رسن بستہ

دربار کوفہ و شام لے جائیں گے۔

نصرت ہشتم:۔ جب جناب حبیب ابن مظاہرؓ کو امام حسینؑ نے اذن جہاد دیا اور آپ فوج اعداء کے مقابل گئے تو آپ نے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا اے میرے قبیلہ والو۔ دیکھ رہے ہو کہ حسین فرزند علی و بنزل نواسہ رسول خدا نرغہ میں ہے اور تم نصرت کرنے کی بجائے اس پر زرغہ کر رہے ہو۔ آپ کے گرد کچھ لوگ جمع ہوئے تھے کہ ارزق شامی نے ان کو پراگندہ کردیا۔

نصرت نہم:۔ جب امام حسینؑ بعد نماز ظہر تنہا رہ گئے تمام یاور و انصار قتل میں موت کی نیند سو گئے تب امام حسینؑ نے استغاثہ بلند کیا۔ هل من ناصر ينصرنى هل من معين يعنى هل من مجير يجيرنى۔ مروی ہے کہ سب سے پہلے آواز استغاثہ پر خداوند عالم نے لبیک کہا۔ بعدہ تمام ملائکہ نے لبیک کہا۔ تیسرے تمام انبیاء و مرسلینؑ کی ارواح طیبہ نے لبیک کہا۔ اور ان کے بعد تمام ذرات عالم سے لبیک کی آواز آئی اور جنات صف بستہ مدد کے لیے آئے۔ اور بیمار امام زین العابدین علیہ السلام نے بھی لبیک کہا۔ شاہزادہ علی اصغرؑ نے زبان بے زبانی سے لبیک کہا۔ عبداللہؑ گیارہ سالہ پسر امام حسن مجتبےٰ نے لبیک کہا اور آپ کے چہار سالہ پسر عبداللہ نے لبیک اور حضرت زینب بے کس نے لبیک کہا حضرت سید سجاد نے نصرت کے لیے اس وقت قدم بڑھایا کہ حضرت امام حسینؑ اہلحرم سے رخصت ہو چکے تھے علی اصغرؑ نے لبیک کہی اور تیر ظلم کا نشانہ بنے عبداللہؑ نے اس وقت لبیک کہی کہ جب آپ گھوڑے سے زمین پر گرے اور یہ چار سالہ بچہ شہید ہوا حضرت زینبؑ نے بھی لبیک کہی کہ جب حضرت امام حسینؑ خاک پر پڑے ہوئے تھے

جبرئیل اس وقت آئے کہ جب سر امام حسینؑ نیزہ پر بلند تھا اور فاطمہؑ زہرا اس وقت کربلا میں پہنچیں کہ جب ساربان ملعون نے آپ کے ہاتھ قطع کئے۔ الا لعنة الله على القوم الظالمين۔

امام حسینؑ کا سفر میں اپنی سواری پر خواب دیکھنا

شیخ مفید علیہ الرحمۃ کتاب ارشاد میں فرماتے ہیں کہ جب امام حسین نے قصر بنی مقاتل سے کوچ کرنا چاہا تو اپنے اصحاب و انصار سے فرمایا کہ اے جوانوں پانی بھر لو۔ فارتحلوا من قصر بنی مقاتل یعنی قصر بنی مقاتل سے کوچ کر دو۔ عقبہ بن سمعان کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت امام حسینؑ کچھ راہ طے کی تھی کہ حضرتؑ نے نہایت غم والم کے ساتھ سر اٹھایا۔ اور اس وقت آپ سواری پر ہی نیند کے عالم میں تھے فخفق الحسين خفقة وهو على ظهر فرسه یعنی ناگاہ فرمایا انا لله وانا اليه راجعون والحمد لله رب العالمين یہ کلمات تین چار مرتبہ دہرائے۔ علی ابن الحسینؑ آگے بڑھے اور عرض کیا بابا جان ابه قد حمدت واسترجعت۔ آخر آپ نے کیا دیکھا کہ کلمۂ استرجاع اور حمد باری تعالےٰ زبان پر جاری کیا۔ فرمایا اے فرزند میں نے ابھی سواری پر خواب دیکھا ہے۔ کہنے والا کہتا ہے۔ القوم یسیرون والمنایا یسر معهم۔ یعنی کہ یہ لوگ سفر کر رہے ہیں اور موت ان کے ساتھ ساتھ سفر کر رہی ہے۔ حضرت علی اکبرؑ نے سوال کیا لا اراك الله سوء السنا على الحق۔ اے بابا جان کہ اللہ نے یہ نشان دہی موت کی ہے کیا ہم حق پر نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا ہم حق پر ہیں اور حق ہمارے ساتھ ہے اس پر حضرت علی اکبرؑ نے عرض کیا بابا پھر ہمیں موت کا کیا اندیشہ، موت کا کیا خوف

جب کہ ہم حق پر ہیں اور حق ہمارے ساتھ ہے حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ واللہ انس بن ابی طالب بالموت من ثدی امہ یعنی میں موت کو دوست رکھتا ہوں اور اس قدر دوست رکھتا ہوں کہ پستان مادر سے زیادہ اور مادر گرامی فاطمہ زہراؑ نے اپنے بابا جان کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں اے بیٹی تم عنقریب میرے پاس پہنچو گی پھر امام حسینؑ نے تمنا موت کی جناب زینبؑ خاتون نے بھی تمنائے موت کی ہے۔ جب علی اکبرؑ نے یہ سب کچھ سنا تو سر جھکا لیا۔

امام حسینؑ کا دوران سفر راہ کربلا اختیار کرنا

روضۃ الشہداء میں ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ کوفہ کے قریب پہنچے حر ریاحی ایک ہزار سواروں کا دستہ لے کر قریب قافلہ امام حسینؑ آگیا اور امام حسینؑ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر ابن زیاد ملعون کا نامہ پیش کیا جو اس نے حر ریاحی کو لکھا تھا کہ اے حر ریاحی جس جگہ بھی تجھے یہ نامہ ملے تو حسین بن علیؑ کو ایسی جگہ ٹھہرا کہ جہاں پانی اور سبزے کا نشان نہ ہو۔ جب امام عالی مقام نے ابن زیاد کا یہ نامہ پڑھا حرؓ نے کہا اے مولا ابن زیاد نے کس قدر مجھے تاکید کی ہے میں کیوں کر اس پر عمل کروں اس وقت حرؓ نے اپنی فوج علیحدہ ہو کر امام حسینؑ سے عرض کیا کہ حرؓ کے ہاتھ قطع ہو جائیں اگر میں آپ پر تیغ کھینچوں۔ میری آنکھوں کی تنہائی زائل ہو جائے اگر میں سخت نگاہ سے آپ کو دیکھوں۔ اے مولا میں نے جب کہ فوج کی سالاری کے لیے اپنی منزل سے قدم نکالا تو مجھے ہاتف غیبی کی ندا آئی تھی کہ اے حرؓ تجھے بہشت کی بشارت ہو آپ شب کے وقت کس طرف نکل جائیے۔ صبح کو جب حرؓ بیدار ہوا تو اس نے دیکھا

کہ آپ کا قافلہ کسی دوسری طرف کوچ کر چکا ہے۔ حضرت امام حسینؑ اس منزل سے روانہ ہوئے اور آخر کار ایک جگہ پہنچ کر آپ نے قدرے قیام فرمایا اور دریافت کیا کہ اس زمین کا کیا نام ہے اصحاب نے بتلایا کہ اس کو ارض الماریہ کہتے ہیں یعنی اس زمین کا نام ماریہ ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کیا کوئی اور نام بھی ہے۔ اصحاب نے عرض کیا کہ اس کو شاطی العرب بھی کہتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کوئی اور نام بھی ہے تو اصحاب نے عرض کیا کہ اس زمین کو کربلا بھی کہتے ہیں۔ پس جیسے ہی آنحضرت نے کربلا کا نام سنا فرمایا بہت خوب ہم اپنی منزل پر پہنچ گئے۔

وجہ تسمیہ کربلا اور امام حسینؑ کا کربلا کو آخری منزل قرار دینا

کتاب اسرار الشہادۃ میں مرحوم السید تحریر کرتے ہیں کہ جب حضرت خامس آل عبا امام حسین علیہ السلام کربلا کی سرزمین پر پہنچے تو جبرئیل آمین نازل ہوئے اور آپ کی رکاب تھام کر عرض کیا اے فرزند رسول خدا اور اے نور نظر علی مرتضیٰ اس زمین سے بلا وابستہ ہے اسے کربلا کہتے ہیں کربلا کی زمین ہی مقام نزول ملائکہ مقربین ہے۔ اس زمین پر فیضان الٰہی ہوتا ہے عالم ذر میں خداوند عالم نے آپ کے لیے شربت شہادت نوش کرنا لکھا ہے آپ اسی زمین پر جام شہادت پئیں گے۔ پس یہی آپ کی آخری منزل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں اے جبرئیل روز دہم یعنی عاشور محرم کو ہم اپنا وعدہ پورا کریں گے۔ اور اے جبرئیل بھی لکھا جا چکا ہے کہ میرے اعزا و اقربا۔ اکبرؑ و عباسؑ قاسمؑ عونؑ و جعفر یہاں شہید ہو گئے اور میرے اہل حرم یہاں رسن بستہ ہو گئے۔ میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں میں عزیزوں برادران اور برادر و

والفساد سب حاضر ہیں۔ اس گفتگو کے بعد حضرت جبرئیل بطرف آسمان پرواز کر گئے محرم کا چاند سفر کے دوران دیکھا دوسرے تاریخ کی آپ وارد کربلا ہوئے اور دسویں محرم کو گھوڑے سے اسی زمین پر نیچے تشریف لائے۔

مجالس المومنین میں ہے کہ لفظ کربلا لفظ کربلا سے مشتق ہے اور کربلا کے معنی ہیں رخاوہ اور رخاوہ، رخاوت سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں سستی ڈھیلا پن چونکہ پہلے زمانہ میں جس قدر انبیاء مرسلین کا بیان گزر ہوا ہے ان کے قدم یہاں پہنچ کر سست ہو گئے۔ اور اس زمین پر بیٹھ کر حضرت امام حسین پر گریہ کیا ہے کیونکہ خداوند عالم نے ان کو بذریعہ وحی واقعہ شہادت کی خبر دی ہے عالم مثال میں واقعہ کربلا دکھایا ہے۔ کربلا کے معنی پاک کرنا بھی وارد ہوئے ہیں یعنی جب سے یہ زمین ہے پاک ہے اور ہر ایک ناپاک کو پاک کرنے والی ہے۔ اسی لیے اس کو کربلا کہتے ہیں چونکہ یہاں گھاس زیادہ اگتی تھی کہ جسے گھوڑے کھاتے ہیں لہٰذا اس زمین کو کربلا کہنے لگے۔ لیکن کربلا کا لفظ دو لفظوں سے مرکب ہے یعنی کرب وبلا سے کثرت استعمال سے کربلا مشہور ہو گیا ایک یہ وجہ بھی ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ کے دریافت کرنے پر یہ نام بتلایا گیا کہ یہ زمین کربلا ہے تو حضرت امام حسینؑ نے فرمایا کہ ھذہ ارض کرب وبلا یعنی کہ یہ زمین غم ورنج وبلا ہے یعنی نام کی جگہ نہیں ہے۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ حضرت کا گھوڑا کہ جس پر آپ سوار تھے۔ زمین کربلا پہ پہنچ کر قدم بمشکل تمام بڑھا سکا۔ امام حسینؑ نے دیکھا کہ گھوڑا اب قدم نہیں اٹھاتا تو آپ نے دوسرا گھوڑا بدلا۔ فلم یزل یرکب فرسا فرسا حتی رکب ستة افراس۔ یعنی حضرت امام حسینؑ نے یکے بعد دیگرے چھ گھوڑے بدلے۔ لیکن گھوڑے

نے قدم نہیں اٹھایا اس وقت حضرت نے اپنے اصحاب کی طرف رخ کر کے فرمایا۔ یہ کون سی زمین ہے۔ اصحاب نے عرض کیا کہ اسے عنا مریہ کہتے ہیں اسے شاطی الفرات بھی کہتے ہیں۔ اور کہا اسے کربلا بھی کہتے ہیں۔ کربلا کا نام سن کر آپ نے ایک آہ سرد بھری۔ اور گریہ فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ واللہ ارض کرب وبلا درست نام ہے۔ فرمایا کہ واقعاً ہم یہاں ہی قتل ہو گئے۔ ہمارے اہلبیت اسی زمین پر رسن بستہ کئے جائیں گے اور ہمارے اہلبیت کی چادریں اسی زمین پر اتاری جائیں گی ہمارے بچے اسی زمین پر قتل ہو گئے فانزلوا نیابا کرام فھیھنا محل قبورنا۔ اے جوانوں گھوڑوں سے اترو کہ ہماری آخری منزل آگئی۔ اسی زمین پر ہمارا خون بہایا جائے گا اور یہی زمین ہے کہ جہاں ہماری قبریں ہوں گی دوستو! خیام اہلبیتؑ نصیب کرو اس وقت چہرے زرد ہو رہے تھے راہ کی گرد پڑی ہوئی ہے چنانچہ حضرت امام حسینؑ نے رکاب سے قدم نکالا۔ گھوڑے سے اترے۔ ایک دن گھوڑے اترے تو رکاب تھامنے والے سب کے سب موجود تھے۔ لیکن روز عاشورا محرم ہنگام عصر جب امام رخصت آخر کے لیے خیمہ میں آئے اور اہلحرم سے رخصت ہوئے تو ذوالجناح در خیمہ پر موجود تھا۔ مگر کوئی رکاب تو سن تھامنے والا نہ تھا بہر حال آپ وارد کربلا ہوتے پر گھوڑے سے اترے۔

ہوا زیاد مخالف چو تیر کون گردید
عزیز فاطمہؑ از اسپ سرنگوں گردید

شفیع روز قیامت بخاک مسکن کرد
زمین مار یہ راز رشک دست این کرد

کسی نبود بہ بالین آن امام زمن!
زمین گرفت سر بیکی اش بر دامن

السید نے لہوف میں لکھا ہے کہ عبیداللہ ابن زیاد ملعون کا خط عمرؑ ریاحی

منزل عذیب الہجانات میں ملا تھا۔ جس میں اس نے لکھا تھا کہ اے حر تو کس لیے حسینؑ ابن علیؑ کے ساتھ خوش سلوکی سے پیش آیا ہے۔ ابن زیاد نے اس کو ملامت بھی کی تھی اس کی سختی کا یہ نتیجہ نکلا کہ امام حسینؑ صحرا بیابان میں چلتے چلتے کربلا کی سرزمین پر پہنچ گئے۔ محرم کی دوسری تاریخ تھی کہ آپ نے کربلا کو اپنی آخری منزل بنایا۔ اور جیسا کہ ذکر کیا جا چکا آپ نے اولاً اس زمین کے نام دریافت کئے اور کربلا کا نام سن کر گھوڑے سے اترے اور خیام نصب کرنے کا اصحاب کو حکم دیا۔ چنانچہ خیام فرات کے کنارے نصب ہوئے

خبر شہادت امام حسینؑ سن کر زینبؑ خاتون کا بیقرار ہونا

• مرحوم السیدؒ کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ حضرت زینبؑ نے دیکھا کہ حسین خاک پر بیٹھے ہیں اس وقت آپ نے اپنے بھائی حسینؑ کی باتیں سنیں تو پریشان ہوا اور فرمایا فقالت یا اخی ھذا کلام من ایقن بالقتل۔ اے بھائی میں تمہاری باتوں سے یہ سمجھ رہی ہوں کہ تم قتل ہو گئے۔ امام حسینؑ نے فرمایا اے بہن ایسا ہی ہوگا ؎

وہ چارہ جز کشتہ شدن ندارم درہمیں خاک شوم کشتہ شمشیر جفا

ایک آہ سرد بھری اور کہا وا حسرتا حسینؑ اپنے قتل کی خبر دے رہے ہیں کاش آج میری فاطمہؑ زندہ ہوتیں۔ کاش آج میرے بابا اور بھائی حسنؑ زندہ ہوتے کاش میرے نانا زندہ ہوتے۔ تو مجھے یہ روز یہ دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ جب اہلحرم نے یہ سنا تو شور و گریہ بلند ہوا۔ ام کلثوم بغش کر گئیں جب ہوش آیا تو کہنے لگی ہائے

اتنی جلدی حسینؑ قتل ہو جائیں گے۔ زینب خاتون اس قدر روئیں کہ روتے روتے غش آگیا امام حسینؑ بہن کی بالیں پر تشریف لائے اور فرمایا اے بہن زینب تم تو صابرہ کی بیٹی ہو۔ زینبؑ ہوش میں آئیں تو پھر آہ و زاری زینب خاتون نے اپنا گریبان چاک کیا۔ روتی تھیں پیٹتی تھیں ایک وہ وقت آیا کہ زینب بے کس نے دیکھا کہ شمر ولدالحرام نے پس گردن سے سر مبارک جدا کیا لیکن زینبؑ کیا کرتیں میرا خیال ہے کہ نجف کو رخ کر کے فریادی ہوگی۔

روضۃ الشہداء میں ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے شہر بانو یہ کو سامنے بلایا۔ اور فرمایا کہ اے بانوے حزیں میری تجھ سے یہ وصیت ہے کہ جب تو مجھے گھوڑے سے زمین پر دیکھے اور شمر میرا سر جدا کرنے آئے اس وقت اے بانو تو اپنا سر برہنہ نہ کرنا چادر سر سے نہ اتارنا اس وقت تمام اہلحرمؑ نے بہ گریہ و زاری کہا اے فرزند خاتم النبین آپ ہمیں اپنی شہادت کی خبر دے رہے ہیں واہ حسیناہ واہ محمداہ کی صدائیں بلند ہوئیں۔ مولف کتاب مرحوم صدرالدین فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ روز ورود کا ہے یعنی یہ دوسری محرم کا واقعہ ہے لیکن مرحوم السید اور شیخ فخرالدین نے اس کو شب عاشوراء محرم کا واقعہ بتلایا ہے۔ اس میں یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ یہ واقعہ دو مرتبہ رونما ہوا ہے۔

علامہ مجلسیؒ نے مناقب میں تحریر فرمایا ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ وارد زمین کربلا ہوئے ہیں آپ نے ایک نامہ سلیمان بن صرد خزاعی کے نام ارسال کیا جس کا مضمون یہ ہے کہ اے سلیمان تم نے مجھے خطوط ارسال کئے اور مجھ سے گزارش کی کہ میں کوفہ پہنچوں۔ اب صورت یہ ہے کہ میں مدینہ سے یہاں پہنچ گیا ہوں اور اعداء دین نرغہ کئے ہوئے ہیں۔ دشمنوں میں گرفتار ہوں اگر تم اپنے عہد کو پورا کرو اور

میری نصرت کرو تو تم نے مروت و محبت کا ثبوت دیا ورنہ نہیں۔ کوفہ والوں نے میرے پسر عم مسلمؑ کو قتل کر ڈالا اگر تم میری یاوری کرو بہتر ہے ورنہ جو میرے حق میں مرضی الٰہی ہو الرضا بقضاء اللہ باب اللہ الاعظم۔ میں اپنے قول پر کھڑا ہوں اور خدا کی رضا و قضا کا منتظر ہوں۔

امام حسینؑ کا اپنے اصحاب کو شہادت کی خبر دینا

کتاب جلاء العیون میں مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے زمین کربلا پر پہنچنے کے بعد اپنے اصحاب کو جمع کیا اور خطبہ ادا کیا اور اپنی شہادت کی خبر دی مرحوم السید لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ یعنی اصحاب کو خبر شہادت دینا کربلا پہنچنے سے پہلے کا ہے۔ مضمون خبر شہادت یہ ہے کہ اے میرے دوستو! میرے اصحاب ہمارا کام یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ ہم کربلا پہنچ گئے ہیں ہم دیکھ رہے ہیں کہ دنیا نے کہ ہم سے منہ پھیر لیا ہے۔ حق کو چھوڑ کر لوگ باطل کا ساتھ دے رہے ہیں بس یہ یقین کر لو کہ ہم مشتاق رضاء خدا ہیں اور شہادت ہماری میراث ہے اس وقت سب سے پہلے زہیر بن قین بجلی اپنی جگہ کھڑے ہوئے اور حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں عرض کیا یا بن رسول اللہ سمعنا مقالتك ولو كانت الدنيا لنا باقية وكنا فيه مخلدين لا ثرن النهوض معك على الاقامة فيها ــــــ اے مولا ہم آپ کے قدم مبارک کی خاک پر قربان ہوں۔ اگرچہ دنیا فانی ہے اور اس میں زندہ رہنا کوئی معنی نہیں رکھتا لیکن بفرض محال اگر دنیا ہمیشہ باقی رہے تب بھی ہم آپ کی خدمت سے علیحدہ نہیں ہوں گے اور آپ ہی خدمت میں رہ کر بقاء الٰہی حاصل کریں گے۔ پھر ہلال بن نافع البجلی کھڑے

ہوئے اور عرض کیا کہ اے مولا ہم ہرگز بھی آپ سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ ہم جام شہادت نوش کریں۔ بریر بن خضیر ہمدانی کھڑے اور اپنی نصرت دیا دری اسی طرح اور اصحابؓ نے بھی جام شہادت پینے کا عزم ظاہر کیا امام حسینؑ نے ان کو دعاء خیر دی۔ اے شیعو۔ کربلا میں جو مصائب امام حسینؑ پر پڑے ہیں ان کا تصور رونے کے لیے کافی ہے کہ فرزند رسول خدا نور نظر علی و فاطمہ کربلا میں عالم غربت میں پھنسا ہوا ہے واحسرتاہ حسین کجا اور یہ عالم غربت کجا۔

بروایت مناقب یہ بھی پایا جاتا ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے اپنی اولاد اقارب اور اپنے برادران کو جمع کیا۔ جن میں سات آٹھ سال کے بچے اور تیس تیس سال کے جوان شامل تھے ایک مرتبہ امام حسینؑ نے ان سب پر نظر ڈالی ثم نظر اليهم فبكى ساعة۔ یعنی ان پر نظر ڈالی اور ایک ساعت تک گریہ فرماتے رہے ابن شہر آشوب تحریر کرتے ہیں کہ حضرت امام حسینؑ ایک ساعت تک ان سب کو بحسرت و یاس دیکھتے رہے اور پھر آپ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور فرمایا اللهم انا عترة نبيك محمد صلى الله عليه و آله وقد اخرجنا و طردنا و ازعجنا عن حرم جدنا و تعدت بنوامية علينا اللهم فخذ لنا بحقنا و انصرنا على القوم الظالمين۔ خداوندا! ہم تیرے نبیؐ کی عترت ہیں۔ ہمیں لوگوں نے وطن سے نکلنے پر مجبور کیا ہے ہم عالم غربت میں لائے گئے ہیں۔ ہمیں نانا رسولؐ خدا کے روضہ سے جدا کر دیا ہے بنوامیہ ہم پر امیر ہو گئے ہیں خداوند تو ہمارا حق اس قوم سے دلا۔ اپنی نصرت سے ہمیں نواز تاکہ ان ظالموں پر فتح پائیں۔ مولف کتاب کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسینؑ نے جوانان بنی ہاشم پر نظر ڈالی۔ دوسری مرتبہ آپ نے ان جوانوں پر اس

وقت نظر ڈالی ہے کہ جب یہ سب کے سب قتل گاہ میں موت کی نیند سو رہے تھے لے دوستو امام حسینؑ کے دل پر کس قدر صدمہ گزرا ہو گا۔ ایک مرتبہ بے ساختہ آواز دی یا ابطال الصفا و یا فرسان الهیجا یا اخی یا ابو الفضل عباس، یا ولدی یا علی اکبر یا ابن اخی یا قاسم۔ کہ میں پکار رہا ہوں میں اور تم جواب نہیں دیتے اس وقت شہیدوں کی لاشیں تڑپنے لگیں اور آواز دی لبیک یابن رسول اللہ۔

امام حسینؑ کا کربلا سے مدینہ نامہ ارسال کرنا

کتاب روضۃ الصفا میں ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے کربلا پہنچنے کے بعد اولاً اپنے خیام نہر فرات کے کنارے نصب کرلئے اور بعدہ ایک خط اپنے بھائی محمد حنفیہؒ کے نام تحریر کیا۔ اس طرح کہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من الحسینؑ ابن علی الی محمد بن علی ومن قبلہ من بنی هاشم اما بعد فکان الدنیا لم تکن والاخرۃ لم تزل والسلام۔ کتاب جلاء العیون میں اس خط کا ترجمہ اس طرح کیا گیا ہے کہ یہ خط حسینؑ ابن علیؑ کی طرف سے محمد بن علی کے نام ہے۔ اور ان سب کے لیے ہے کہ جو بنی ہاشم محمد حنفیہ کے نزدیک ہیں جاننا چاہیے کہ دنیا باقی رہنے والی نہیں ہے آخرت پائیدار ہے۔ ہم نے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی ہے اور دنیا کی طرف سے منہ پھیر لیا ہے۔ تم لوگ جو اپنے گھروں میں ہو ہم مسافروں کا سلام قبول کرو۔ ہم منزل مقصود پر پہنچ گئے ہیں۔ یہاں ہی ہماری قبور ہوں گی جب آپ یہ لکھ چکے تو حضرت علی اکبرؑ نے عرض کیا بابا جان ما هذا الذی تقول وتبعی نفسک الشریفۃ۔ بابا جان آپ تو اپنے مرنے کی خبر دے

رہے ہیں۔ کیا ہم یہاں قتل ہو گئے؟ آپ نے فرمایا کہ اے جان پدر جب تمہارے جد نامدار علی مرتضیٰ جنگ صفین کے ارادے سے اس زمین سے گزرے آپ پر خواب طاری ہوئی۔ اس وقت آپ کا سر امام حسنؑ کی گود میں تھا۔ اور میں بھی پاس بیٹھا تھا آپ خواب سے بیدار ہوئے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے حضرت مجتبےٰ علیہ السلام نے عرض کیا بابا جان آپ نے کیا دیکھا کہ آنکھوں سے اشک جاری ہیں۔ فرمایا اے نور دیدہ من۔ میں نے دیکھا کہ یہ قطعۂ زمین پر خون کا دریا جاری ہے اور حسینؑ اپنے ساتھیوں سمیت اس دریا میں پھنسا ہوا ہے۔ فریاد کر رہا ہے اور کوئی اس کی فریاد کو نہیں پہنچتا۔ پس اے علی اکبر میں نے اپنے بابا کے چہرہ کی طرف دیکھا فرمایا اے ابو عبد اللہ تو اس صحرا میں قتل ہو گا اور تیرے اصحاب و یاور وانصار اور اولاد یہاں قتل کی جائے گی تو صبر کرنا خدا صابروں کو اجر عظیم دیتا ہے۔ مولف کہتے ہیں کہ اے ابن فاطمہؑ تیرے صبر شیعوں کی جانیں قربان ہوں تیرے صبر کو دیکھ ملائکہ مقربین تعجب کرتے ہیں۔ لقد عجبت من صبرک ملائکۃ السمٰوات۔ ملائکہ نے جب صبر امام حسینؑ دیکھا تو تعجب کرنے لگے کہ اللہ اکبر ایسا صبر کسی نے نہ کیا ہو گا جیسا کہ امام حسینؑ نے صبر کیا ہے۔ غور تو کریں کہ امام حسینؑ تشنہ لب ہیں اور ریگ گرم پر بپاس زخم کی حالت میں پڑے ہوئے ہیں۔ تیروں سے تلواروں سے جسد مبارک بے حد زخمی ہے۔ پیشانی پر پتھر سے زخم لگا ہوا ہے۔ دل و جگر بھی زخمی ہے۔ تیر سہ شعبہ سے گلوے مبارک زخمی ہے۔ وہ زبان مبارک جس سے قرآن کی تلاوت فرماتے تھے خشک ہو گئی ہے۔ جسم تپش آفتاب اور پیاس سے جل رہا ہے لبوں پر خشکی کے آثار ہیں۔ اور ذرعہ بن شریک کی تلوار سے ہاتھ اور ہتھیلی زخمی ہے۔ پہلو میں نیزہ کی انی نے زخم کر دیا ہے۔ محاسن مبارک کہ خون سے

رنگین ہو رہی ہے۔ ان تمام مصائب کے علاوہ دل شکر خدا کر رہا ہے ملائکہ نے جب یہ شان صبر دیکھی تو تعجب کیا حق تو یہی ہے کہ حسینؑ جیسا صابر زمانہ میں نہ ہوگا۔ دل شہداء کی مفارقت کے صدمہ سے مجروح تھا عزیز و رفقا کی لاشیں بکھری پڑی تھیں اہلحرم اور بچوں کی گریہ و بکا سے دل پر صدمہ تھا۔

مفاخرۂ زمین مکہ معظمہ با زمین کربلاء معلّٰی

کتاب ریاض الاحزان میں ہے کہ ابی الجارود نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا اتخذ اللہ ارض کربلا حرمًا قبل ان یتخذ ارض مکۃ حرما باربعۃ عشرین الف عام۔ یعنی خداوند عالم نے مکہ معظمہ کے حرم قرار دینے سے بیس ہزار سال پہلے زمین کربلا کو حرام قرار دیا ہے ایک دوسری حدیث وارد ہوا ہے کہ زمین کربلا بہشت بریں میں جنتی لوگوں کے لیے ستارہ درخشان (چمکتا ہوا ستارہ) کی مثل ضوفگن ہو گی۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ زمین مکہ نے مقام فخر میں کہا کہ من یعنی کہ کون سی زمین میری مثل ہے کہ میری پشت پر خانہ خدا بنا ہوا ہے اور مجھ میں زمزم ہے۔ مقام مشعر الحرام ہے حجر اسود ہے عرفات ہے۔ منا ہے میقات ہے مقام سعی ہے صفا ہے رکن ہے مقام مصطفٰے ہے۔ مقام خیف ہے حطیم ہے بوقبیس ہے مقام ابراہیم ہے ناودان ہے بیت ہے۔ حرم ہے۔ پردہ ہے میرے عشاق بھی ہیں کہ دور دور سے لوگ میری زیارت کو آتے ہیں میں ہی حرم خدا ہوں میں ہی عرش خدا ہوں۔ میں ہی اجاء امن و امان۔ ہوں۔ میں ہی بیت العتیق ہوں۔ میں ہی شہر حرام ہوں میں ہی شہر قادسہ ہوں۔ میں مقدس ہوں

میں اُم القریٰ ہوں۔ میں مکہ ہوں میں مکہ ہوں میں ہی قبلہ زمین و زمان ہوں پس فاوحی اللہ الیھا کفی و قری۔ یعنی کہ خداوند عالم نے زمین مکہ پر وحی کی کہ بس خاموش رہ کہ تو زمین کربلا کے مقابلہ میں کوئی شان نہیں رکھتی مگر سوزن سوئی کی برابر۔ یعنی زمین کربلا بہت زیادہ بلند مرتبہ ہے اور تیری شرافت (یعنی زمین مکہ کی شرافت) بواسطہ کربلا ہے کہ اگر زمین کربلا نہ ہوئی اور جو کچھ اس کے بارے میں مجھے علم ہے تو اے زمین مکہ تیری کوئی وقعت نہ ہوتی۔ تو فخر کرتی ہے حالانکہ میں نے تجھے پیدا کیا ہے۔ فقری واستقری وکونی ذنبا متوا ضعا ذلیلا مھنیہ غیر مستنکف و لا مستکبر لارض کربلا والا منحتک وھویتک فی نار جھنم یعنی اے زمین کربلا خوش رہ قرار پکڑ۔ افتخار و مباہات سے باز رہ بلکہ شرم سار لوگوں کی سر نیچا کیے۔ متواضع و خوار و ذلیل ہو یعنی خود ستائی مت کر۔ تکبیر و تمرد نہ کر ساجدین جا یعنی سر جھکا دے زمین کربلا کے سامنے کہ کربلا عرش مرتبہ ہے۔ اگر ایسا نہ کیا تو میں تجھے مسخ کر دوں گا۔ اور تجھے دوزخ میں ڈال دوں گا۔ یعنی کہ تجھے دوزخ کا حصہ قرار دوں گا۔ مقام غور ہے کہ اے شیعو زمین کربلا میں وہ کون سے وڈ ہیں کہ جن کی وجہ سے اس کو زمین مکہ پر فوقیت حاصل ہے وہ یہی چیز ہے کہ حضرت امام حسینؑ کا جد مبارک زمین کربلا میں دفن ہے خون امام حسینؑ اور عترت رسول خدا کا خون اس زمین پر بہایا گیا ہے۔ دُرہاء صدف امامت و عصمت اس زمین پر بکھرے پڑے ہیں۔ کہیں عباس علمدار کے شانے کٹے ہوئے کہیں علی اکبرؑ با دل مجروح، کہیں قاسم گلگوں قبا۔ کی لاش ٹکڑے ٹکڑے۔ نظر آتے ہیں یہ وہ موتی ہیں یہ وہ درہاء آبدار ہیں کہ جن کی آب و تاب قیامت تک رہے گی اے زمین مکہ زمین کربلا میں سر مبارک کے بغیر جسد حسین دفن ہے۔ اے زمین مکہ اگر تیرے

دامن میں مقام منیٰ مشعر و عرفات ہیں تو زمین کربلا میں حسینؑ کی قبر مبارک ہے۔ گنج شہیداں ہے جہاں اولیاء اللہ اور دوستداران محمدؐ وآل محمد جنت نشان آرام کر رہے۔ زمین کربلا میں مقام حبیبؑ ہے۔ خیمہ گاہ اہلبیت حسینؑ ہے۔ تل زینبؑ ہے۔ ملائکہ کے نازل ہونے کی جگہ ہے مشیر امام حسینؑ عرش اللہ ہے زمین ہے کہ جس پر تمام انبیاء و اوصیاء کا گذر ہوا ہے۔ اور سب نے اس زمین پر شہادت امام حسینؑ پر گریہ کیا ہے زمین کربلا بیت الحزن زینبؑ ہے۔ زمین کربلا۔ شاطی الفرات ہے یہی غاضریہ ہے یہی نینوا ہے یہی کربلا ہے۔ اے مومنین کربلا چلو کربلا چلو کربلا چلو۔

مدح تواضع اور فروتنی

یہ دونوں مترادف المعنی ہیں ان کے معنی ہیں عاجزی کرنا۔ اور عاجزی کرنا صفت حمیدہ ہے آراستگی اخلاق فروتنی سے وابستہ ہے۔ اہل خرد پر مخفی نہیں ہے۔ کہ عاجزی اور سر جھکانا موجب سعادت و خوش حالی ہے۔ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تواضع و انکساری سے بلند مرتبہ میں کوئی کمی نہیں ہوتی اور شیوہ فروتنی و خاکساری سے ذلت نہیں ہوتی اور حکماء و عرفا کا یہ مقولہ ہے کہ تمام نیکیاں ایک مکان میں ہیں اور اس کی کنجی تواضع و فروتنی ہے اور اسی طرح تمام برائیاں بھی ایک مکان میں ہیں اور ان کی کنجی خود پرستی ہے یعنی کہ میں اور ہم جنرہ تواضع و فروتنی خداوند عالم کی رضا کے حاصل کرنے کے لیے ہیں ان کو اختیار کرنا چاہیئے۔ تکبر بڑی شے ہے بقولے۔ تکبر عزازیل را خوار کرد۔ بس جس کسی شخص یا قوم نے تکبر و غرور کیا وہ ذلیل خوار ہوا۔

شرف زمین کربلائے معلیٰ

صفوان جمال بیان کرتا ہے کہ حضرت صادق آل محمدؐ نے فرمایا ہے کہ خداوند عالم نے زمین و آسمان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت عطا کی ہے۔ اور اسی طرح بعض نہروں کو بعض پر فضیلت ہے اور ان کی فضیلت کا انحصار اس خیر پر ہے کہ جس نے عاجزی و فروتنی ظاہر کی اس کو فضیلت دی اس پر کہ جس نے غرور تکبر کیا۔ مثلاً زمین مکہ نے فخر و مباہات کیا کہ میرا مثل کون ہے کیونکہ خانہ خدا جو حرم اقدس ہے مجھ پر واقع ہے۔ اور روئے زمین سے مخلوق میری زیارت اور حج کو آتی ہے لوگ مجھ سے امید مغفرت رکھتے ہیں زمین مکہ نے اگرچہ یہ درست کیا تھا مگر استکبار و افتخار ذات احدیت کے لیے زیبا ہے خداوند عالم نے زمین مکہ پر کافر و مشرک مسلط کر دے زمزم نے افتخار کیا کہ میں ایک ایسا چشمہ آب خوشگوار ہوں کہ میری مثل دوسرا چشمہ نہیں ہے۔ خداوند عالم نے آب شور اس پر مسلط کر دیا کہ نمک سے کھانا لذیذ ہوتا ہے لیکن زمین کربلا اور آب فرات پہلی زمین اور پہلا پانی ہے کہ خدائے تعالیٰ نے اس کو مقدس قرار دیا۔ خطاب قدرت ہوا کہ اے زمین کربلا تو اپنے فضائل بیان کر اس پر زمین کربلا نے کہا اے پروردگار جو کچھ تو نے مجھے عطا کیا ہے اس پر میں شکرگزار ہوں میرے دامن میں جو کچھ ہے تیری عطا ہے۔ پھر زمین کربلا نے عرض کیا پروردگارا۔ انا ارض اللہ المقدسۃ المبارکۃ الشفاء فی تربتی - میں خاک پاک ہوں اس وجہ سے کہ تو نے وجود مقدس حسینؑ سے مجھے شرف بخشا ہے اور ان کی تربت میرے دامن میں قرار دی اب میری خاک ان کی وجہ سے دوا

ہر صیبان، اور شفاء مریضان ہے۔ میں اس پر فخر نہیں کرتی یہ تیری عطا ہے حضرت صادق آل محمدؐ نے مفضل سے بیان فرمایا کہ اے مفضل لیصبون کربلا معقلا و مقاماً۔ کہ زمین کربلا ہر حال میں منزل گاہ زائرین، انبیاء و مرسلینؑ کے وارد ہونے کی جگہ اور نزول ملائکہ کا مقام ہے۔ اور جو بندہ مومن بیان دعا کرے یعنی روضہ امام حسین پر دعا کرے وہ استجاب ملی ہے۔ اے مفضل اس زمین بقعہ و مقبرہ امام حسینؑ ہے جو کہ حقیقت میں بقعہ مبارک ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے جب خدا سے کلام کیا تو درخت سے آواز آئی تھی کہ انی انا اللہ حسینؑ کی تربت سے بھی ان الحق کی آواز آتی ہے۔ مگر ان کے لیے جو علی مع الحق والحق مع علی کے قائل ہیں۔ کامل الزیارت میں ہے کہ ملائکہ مقربین بیان زیارت تربت حسینؑ کے لیے آتے ہیں اور شہادت حسین مظلوم سے ایک ہزار سال پہلے سے ہر شب جبرئیل و میکائیل زیارت کربلا کے لیے آتے تھے۔ پس اے شیعو تم بھی زیارت و سلام کے لیے کربلا جاؤ۔ باادب و عقیدت جاؤ۔ پاک و پاکیزہ لباس پہن کر جاؤ۔ اور خوشبو لے کر جاؤ۔ ضریح اقدس کو بوسہ دو۔ طواف کرو اور اس غریب پر آنسو بہاؤ کہ جس کا رونے والا کوئی نہ تھا۔ بہن تھی رونے والی مگر زینبؑ خاتون جی بھر کے رو نہ سکیں۔ اور جب داخل حرم مبارک ہو تو سلام السلام علی البدن السلیب ولخد الترتیب والشیب الخضیب الخ اور ضریح اقدس کو بوسہ دو۔

زمین کربلا پر انبیاءؑ کا گزرنا

محمد بن سنان نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ وہ حضرت فرماتے ہیں کہ ہمارے جد امجد حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ایک مرتبہ

اپنے اصحاب کے ہمراہ کوفہ سے باہر نکلے اور راہ طے کرتے ہوئے اس جگہ پہنچے کہ جہاں سے زمین کربلا ایک یا دو میل کے فاصلہ پر تھی کہ آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ زمین کربلا کا شرف جانتے ہو۔ سب نے عرض کیا مولا آپ خود افضل فرمائیں اسی اثنا میں وہ ایک دو میل کا فاصلہ طے ہو گیا اور حضرت امیر المومنین اپنے اصحاب کے ساتھ وارد کربلا ہوئے حضرت نے اپنے اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس زمین پر ایک سو پیغمبر اور ایک سو اوصیا پیغمبر اور ایک سو سبط پیغمبر شہید ہوئے ہیں اور یہیں دفن کیے گئے ہیں۔ پھر فرمایا کہ سبط رسول آخر الزمان حسین میرا بیٹا بھی یہاں شہید ہو گا اس کے عزیز و رفیق اور اولاد و عیال سب کے سب اسی جگہ شہید ہو گئے اور ان کا مدفن یہی جگہ ہے۔ آپ نے پھر اس جگہ طواف کیا۔ اور فرمایا کہ شہداء آل محمدؐ کا رتبہ شہداء انبیاء و مرسلین سے بلند تر ہے۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ حضرت امام حسینؑ علیہ السلام خود بھی جب وارد زمین کربلا ہوئے ہیں تو آپ نے بیان کی مٹی اٹھا کر سونگھی خاک کربلا پر نظر کی۔ اس وقت ایک آہ سرد بھری۔ اور جوانان بنی ہاشم نے بھی اس زمین کی مٹی سونگھی اور اپنی اپنی قربت کی جگہ پسند کی۔

روایات سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا گزر بھی اس زمین پر ہوا ہے اور یہ حضرات بھی مبتلاء رنج و غم ہوئے ہیں۔ بلاؤں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ انبیاء و مرسلین کا اس سرزمین کربلا پر مصائب و آلام میں مبتلا ہونا اس امر کی نشانی ہے کہ یہ سب کے سب امام حسینؑ کے مصائب کے مقابلے میں مقدمۃ الجیش ہیں ان انبیاء و مرسلین میں سب سے پہلے حضرت آدمؑ صفی اللہ کا اس زمین پر گزر ہوا ہے۔ جب آپ کربلا کی زمین پر چل رہے تھے کہ پیر زخمی ہوا اور خون بہنے لگا۔ اور ہجوم غم و اندوہ نے گھیر لیا پس حضرت آدمؑ نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور کہا

پروردگارا میں تمام زمین پر پھرا۔ مگر مجھے صرف اس زمین پر غم واندوہ نے گھیر لیا۔ خون جاری ہوا آخر یہ کیا بات ہے۔ پس جبرئیل امین نازل ہوئے اور کہا اے آدم اس زمین پر سبط پیغمبر آخرالزمان شہید ہوگا۔ پس جبرئیلؑ نے شہادت امام حسینؑ کا ذکر کیا اور آدم سنتے جاتے تھے اور گریہ فرماتے تھے۔ اور قاتل کا نام سن کر لعنت بھیجی اور زمین کربلا سے باہر نکلے۔ آپ کے بعد حضرت نوحؑ ہیں کہ جن کا گزر زمین کربلا پر ہوا اور جب آپ کی کشتی مقتل شہداء علیہم السلام کے نزدیک پہنچی تو ایک ایسی موج آئی کہ قریب تھا کہ کشتی غرق ہو جائے اور نوحؑ پر رنج وغم طاری ہو گیا۔ جبرئیل امین نازل ہوئے اور فرمایا اے نوح یہ زمین کرب وبلا ہے اس زمین پر فرزند رسول آخرالزمان شہید ہوگا۔ نوحؑ نے سوال کیا آخر اس کو شہید کرنے والا کون ہے۔ تو جبرئیل نے کہا کہ یزید بن معاویہ پس حضرت نوحؑ نے اس پر لعنت کی۔ اور حضرت نوح کا لقب ہی نوح اس وجہ سے ہوا کہ آپ نے شہادت امام حسینؑ کا حال سن کر نوحہ کیا۔ اور نوح کی کشتی سلامتی کے ساتھ کوہ جودی پر پڑی۔

حضرت ابراہیم (خلیل خدا) کا گزر بھی زمین کربلا پر ہوا ہے۔ آپ جب زمین کربلا سے گزرے تو آپ سوار تھے کہ گھوڑے سے زمین پر گر پڑے سر مبارک زخمی ہوا اور خون جاری ہو گیا۔ اور عرض کیا پالنے والے اس کا سبب کیا ہے وحی ہوئی کہ اے ابراہیم یہاں فرزند رسول خدا تین دن کا پیاسا شہید ہوگا آپ نے سوال کیا کہ ان کا قاتل کون ہے جواب ملا یزید بن معاویہ پس حضرت ابراہیمؑ نے اس پر لعنت کی۔ اور خدا نے اسپ ابراہیمؑ کو گویا کیا کہ وہ ہر وقت لعنت کرتے وقت آمین کہتا تھا۔ پھر حضرت ابراہیمؑ وہاں سے کسی اور طرف چلے گئے۔ حضرت اسمٰعیلؑ کا گزر بھی زمین کربلا پر ہوا ہے۔ آپ ایک روز فرات کے کنارے ان کے گوسفند کا چرواہا

آیا اور کہنے لگا اے اسمٰعیل میں ان بھیڑ بکریوں کو چرانے کے بعد فرات کے کنارے لے گیا کہ یہ پانی پی لیں۔ لیکن آج گوسفندوں میں سے کسی نے پانی نہیں پیا حضرت اسمٰعیل کو یہ سن کر تعجب ہوا اور خداوند عالم کی بارگاہ میں عرض کیا اے اللہ یہ کیا سبب ہے کہ گوسفند پانی نہیں پیتے۔ جبرئیل آئے اور کہا تم اپنے گوسفندوں سے دریافت کرو۔ جب آپ نے ان سے سوال کیا تو سب نے کہا کہ حسینؑ فرزند رسولؐ خدا تین دن کا پیاسا فرات کے کنارے شہید کیا جائے گا۔ آپ نے سوال کیا کہ اس کا قاتل کون ہے تو جانوروں نے کہا کہ یزید بن معاویہ۔ اس پر جناب اسمٰعیل نے اس پر لعنت کی حضرت عیسیٰ (روح اللہ) بھی جب اپنے حواریوں کے ساتھ اس زمین پر گزرے ناگاہ ایک شیر ان کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اس سے دریافت کیا کہ تو نے میرا راستہ کس لیے روکا ہے۔ شیر بحکم خدا گویا ہوا اور کہا میں آپ کو اس صحرا سے باہر نہ جانے دوں گا تا وقتیکہ آپ حسین بن علی کے قاتل یزید لعین پر لعنت نہ کریں عیسیٰؑ نے کہا حسین کون ہیں۔ تو شیر نے کہا کہ وہ نبی آخرالزمان کے نواسہ ہیں اور اس زمین پر تین دن کے پیاسے شہید کیے جائیں گے۔ عیسیٰ اور تمام حوارین نے لعنت کی اور پھر شیر ہٹ گیا اور یہ سب واپس ہوئے حضرت موسیٰ (کلیم اللہ) نے بھی کربلا کی زمین پر قدم رکھا ہے۔ ان کے ہمراہ یوشع بن نون بھی تھے۔ جب زمین کربلا پر پہنچے تو آپ کی نعلین کا تسمہ ٹوٹ گیا۔ اور پائے مبارک کانٹوں اور خس وخاشاک سے زخمی ہو گیا۔ خدا کی بارگاہ میں مناجات کی جبرئیل امین نازل ہوئے اور کہا اے موسیٰؑ یہاں خاتم النبیین کا فرزند حسینؑ شہید ہوگا۔ پس آپ نے یہ سن کر گریہ فرمایا اور قاتل کا نام معلوم ہونے پر اس پر لعنت بھیجی۔

حضرت سلیمان (حشمت اللہ) ایک روز اپنی بساط پر سوار تھے۔ اس بساط

کا طول و عرض ایک فرسخ سے ایک فرسخ تھا۔ اور بہت آراستہ سجا ہوا تھا حضرت سلیمان نے فرمایا کہ ایک ایک شہر پر پرواز کرے۔ خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ غدوها شهر و رواحها شهر (۴) السبا آیت ۱۲) ہوا حضرت سلیمانؑ کی تابعدار تھی آپ کا بساط ہوا پر اڑتا تھا اور اس کی رفتار صبح کے وقت ایک ماہ کی مسافت کی تھی اور شام کی رفتار بھی ایک ماہ کی مسافت کی تھی۔ جس پر ایک شہر سے دوسرے شہر جایا کرتے تھے۔ اس بساط پر آپ سوار تھے اور بساط ہوا پر اڑ رہا تھا کہ ناگاہ زمین کربلا کے محاذ میں بساط پہنچا اس وقت ہوا سے نیچے نہ گر پڑے جب بساط زمین پر آیا تو آپ نے ہوا کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ایسا کیوں ہوا۔ اس نے کہا کہ اس کا سبب یہ تھا کہ اس جگہ فرزند رسول آخر الزمان پیاسا قتل کیا جائے اس کو یزید بن معاویہ قتل کرائے گا۔ پس حضرت سلیمان نے گریہ فرمایا اور قاتل پر لعنت کی۔

پس اے مومنین کرام اگر تم اپنی کشتی حیات کو حوادثات دنیاوی سے محفوظ رکھنا چاہتے ہو تو کشتی مودۃ اہلبیتؑ سے تمسک کرو اس میں نجات ہے اور تمسک اہلبیتؑ سے تمسک کرو۔ اس میں نجات ہے۔ اور تمسک اہلبیتؑ کی نشانی یہ بھی ہے کہ غم امام حسینؑ میں گریہ کناں ہو کہ جس طرح سارے انبیاء و مرسلین غم امام حسینؑ میں گریہ کناں رہے ہیں وا حسرتا کشتی اہلبیتؑ کربلا میں دشمنوں کے طوفان بلاء میں پھنس گئی۔ ناخدائے کشتی اہلبیت شہید ہوا اور اہلبیتؑ اس پر محو ہو گئے۔

الا لعنة الله على القوم الظالمين۔

حضرت رسولؐ خدا کا زمین کربلا پر ورود

الشیخ مفید علیہ الرحمۃ نے کتاب الارشاد میں تحریر فرمایا ہے کہ جناب ام المومنینؑ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ میری نگاہوں سے غائب ہو گئے بعدہ کچھ وقت گزرنے پر آپ تشریف لائے تو رخسارہؐ مبارک گرد آلود تھے۔ محاسن شریف پر گرد پڑی ہوئی تھی۔ اور آنحضرت بیٹھے مگر ہاتھ پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کہاں تشریف لے گئے تھے کہ آپ گرد آلودہ معلوم ہوتے ہیں چہرہ سے آثار حزن و ملال ہویدا ہیں۔ فرمایا اے ام سلمہؓ میں اس وقت کربلا گیا تھا کہ جہاں میرا حسینؑ شہید ہو گا۔ مولف کتاب فرماتے ہیں کہ آنحضرت کو دو مرتبہ سیر کا موقعہ ملا۔ شب اول خانہ ام ہانی سے آپ معراج کو تشریف لے گئے ہیں۔ اور عجائبات قدرت ان نظر سے دیکھے۔ اور دوسری وہ شب تھی کہ جس کا ذکر کیا جا چکا۔ آپ کربلا وارد ہوئے گویا زمین کربلا پہ قدم رنجہ فرمایا کہ جو عرش صفت ہے۔ شب معراج عرش خدا پر رونق افروز ہوئے جس کے گرد ملائکہ حصار کیے ہوئے ہیں۔ یہاں مقتل حسینؑ کی زیارت کی کہ جہاں ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور فیوض ایزدی اس زمین سے وابستہ ہیں۔ آنحضرتؐ نے مقتل حسینؑ کی زیارت بھی کی۔ اور آپؐ جب واپس تشریف لائے ہیں تو آپؐ نے ام سلمہؓ کو ایک شیشی دی کہ جس میں خون امام حسینؑ ملا ہوا تھا۔ اور فرمایا کہ اس شیشی کو محافظت رکھو۔ ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جب حسین عازم سفر عراق ہوئے اور محرم کی دس تاریخ نمودار ہوئی میں نے اس شیشی پر نظر کی دیکھا کہ مٹی کا رنگ سرخ ہو رہا ہے۔ یہاں تک روز عاشورا محرم بنگام عصر یہ شیشی خون سے

بھر گئی وہ مصیبتاہ میں سمجھ گئی کہ حسینؑ قتل ہو گئے۔ فریاد کرنے لگی واحسیناہ ہائے حسینؑ ہائے حسینؑ کہہ رہی تھی کہ میں نے دیکھا کہ ایک کبوتر خون آلود خانۂ فاطمہ صغریٰ پر آ کر بیٹھا خون کے قطرے ٹپکنے لگے اس وقت بنی ہاشم میں ایک کہرام مچ گیا۔ ہمیں یقین ہو گیا کہ حسینؑ شہید ہو گئے۔ میں قبر رسول خدا پر گئی۔ در مسجد پر قدم رکھا تھا کہ صیحہ کیا یا رسول اللہ حسینؑ مارے گئے۔ اس وقت قبر رسول خدا کا بننے لگی میں فریاد کر رہی تھی یا رسول اللہ قتل ولدک الحسین بکربلا۔

حضرت علی علیہ السلام اور عیسیٰؑ کا زمین کربلا پر ورود

کتاب الامالی میں عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت امیرالمومنین نے صفین کا ارادہ فرمایا میں ہمرکاب والا رفعت تھا کہ لشکر امیرالمومنین شط الفرات پر پہنچا اس وقت حضرت امیرالمومنینؑ نے مجھے آواز دے کر پکارا۔ میں بعجلت تمام حاضر خدمت عالم پناہ ہوا۔ کہ اے ابن عباسؓ العرف صدالموضع ایا اس جگہ کو پہچانتے ہو میں نے عرض کیا مولا میں تو اس زمین کو نہیں پہچانتا۔ آپ تعارف کرائے حضرت پر گریہ طاری ہو گیا اور پھر فرمایا صبرًا یا اباعبداللہ۔ کہ اے ابو عبداللہ تجھے خدا صبر دے تجھ پر آل ابوسفیان بمقام پیش آئے گی اور تجھے قتل کرے گی پھر حضرت امیرالمومنین گھوڑے سے اترے۔ وضو کیا اور اس جگہ نماز پڑھی پھر امام عالی مقام پر آثار حزن و ملال طاری ہو گئے فرمایا اُوَّہ اُوَّہ مَالِیْ وَلِاٰلِ ابی سفیان صبرا یا ابو عبداللہ۔ بعدہ حضرت پر غنودگی طاری ہو گئی۔ اور جب بیدار ہوئے فرمایا ابن عباس۔ میں نے کہا ہاں حاضر ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اے ابن عباس میں نے ابھی خواب دیکھا ہے کہ چند آدمی آسمان سے زمین

پر آئے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں علم شعبہ ہے تلواریں کھینچی ہوئی ہیں اور میں نے دیکھا کہ انہوں نے درختہائے خرمہ کی شاخوں کو کاٹنا شروع کیا اور تھوڑی دیر میں یہ زمین خون سے بھر گئی ہے۔ وکانی بالحسین نجلی وفرخی و مضغتی دمی قد غرق فیہ۔ یعنی میں نے خواب میں دیکھا کہ حسینؑ میرا پیارا حسینؑ اس دریائے خون میں ہاتھ پیر مار رہا ہے استغاثہ کر رہا ہے۔ کوئی اس کی فریاد کو نہیں آتا۔ ان لوگوں میں سے کہ جو آسمان سے اترے تھے ایک شخص نے کہا صبرًا صبرًا یا آل الرسول اے فرزند فاطمہ صبر کرو تم اہل اشرار کے ہاتھوں قتل ہو گے بہشت تمہارا مشتاق ہے۔ اور اے ابن عباس رسول صادق حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح خبر دی ہے۔

میرا حسینؑ شہید ہو گا۔ اس کے اصحاب و اولاد کی قبریں یہاں بنیں گی۔ اور اے ابن عباسؓ اہل آسمان میں یہ زمین بقعۂ مکہ و مدینہ و بیت المقدس کی طرح معروف و مشہور ہے۔ اور اے ابن عباسؓ حضرت عیسیٰ جب اس زمین پر وارد ہوئے تو کچھ ہرن جمع ہو گئے۔ اور انہوں نے گریہ کیا عیسیٰ ان میں بیٹھ گئے اور گریہ فرمایا۔ حواریوں نے سوال کیا اے روح اللہ یہ گریہ کیسا ہے فرمایا کہ اس زمین پہ فرزند دختر رسول خدا شہید ہو گا چونکہ اس زمین پر آنسو گرے تھے خدا نے اس زمین کے ہرنوں کو مشک۔ نافہ حامل بنا دیا حضرت عیسیٰؑ نے دعا کی کہ پروردگارا اس نافہ کو برقرار رکھ اس وقت تک کہ جب حسینؑ کے پدر عالیقدر علی ابن ابی طالب کا یہاں گزر ہو۔ اور عیسیٰؑ نے یہ بھی کہا اے خدا قاتلان حسینؑ سے برکت اٹھا نے یہ بیان کر کے حضرت علی نے بہت گریہ فرمایا شیخ صدوقؒ امالی میں لکھتے ہیں کہ ہرثمہ بن مسلم روایت کرتا ہے کہ جب حضرت امیرالمومنینؑ نے صفین سے واپسی فرمائی زمین کربلا پہ پہنچے تو صبح کا وقت تھا دوگانہ ادا فرمایا

بعدہٗ آپ نے ایک مٹھی خاک ہاتھ میں لی۔ اور فرمایا واھالك ایتھا الترب لیحشرن منك اقوام یدخلون الجنۃ بغیر حساب۔ یعنی کہ اے خاک کربلا ایک گروہ تجھ سے روز قیامت محشور ہوگا اور بے حساب جنت میں جائے گا۔ ہرثمہ کہتا ہے کہ میں اپنے گھر واپس پہنچا تو اپنی زوجہ سے سارا واقعہ بیان کیا اس نے کہا اے ہرثمہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے جو کچھ کہا ہے یا کہتے ہیں وہ درست اور حق ہے ان کے ارشادات میں شک نہ کر پھر ایک وقت آیا کہ ہم نے سنا کہ امام حسینؑ وارد کربلا ہو چکے ہیں میں اس وقت ابن زیاد کے سپاہیوں میں کام کرتا تھا۔ کہ اس نے مجھے کربلا جانے کا حکم دیا جب میں کربلا پہنچا تو حضرت سید الشہداء امام حسین کی خدمت میں حاضر ہوا اسلام بجا لایا چونکہ میں نے یہ حدیث حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے سنی تھی امام حسینؑ کے سامنے بیان کی حضرت نے مجھ سے سوال کیا اے ہرثمہ ہم تمہاری نصرت کے لیے آئے ہو یا ہم سے جنگ کرنے کے لیے میں نے کہا کہ اے مولیٰ نہ آپ سے جنگ کرنے آیا ہوں اور نہ نصرت و یاوری کے لیے میرے بچے خورد سال ہیں اور میں ابن زیاد سے خائف ہوں امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے ہرثمہ یہاں سے دور نکل جا ایسا نہ ہو کہ میرے استغاثہ کی آواز سنے اور لبیک نہ کہے اور اس وجہ سے جہنم کا مستحق ہو۔ خدا معلوم کہ فوج یزیدی کے لوگ کس قدر بے حیا بے دین تھے کہ امام حسینؑ استغاثہ فرما رہے تھے اور ان میں سے کوئی جواب دینے والا نہ تھا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب ہمارے جد امجد حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام زمین کربلا پر پہنچے اور وہ خاک پاک اور تربت نمناک دیکھی تو توقف فرمایا اور چشم ہائے مبارک سے آنسو ٹپکنے لگے فرمایا ھٰھنا مناخ رکابھم و ھٰھنا ھذا مقتل رجالھم وھٰھنا تراق دماؤھم۔ یعنی

کہ یہ اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے یہ جگہ لشکر والوں کی ملاقات کے لیے ہے۔ اور مقتل کی جگہ ہے۔ اے زمین کربلا خوشا بحال تو کہ ہمارے جوانان اور نور چشم تیری آغوش میں آرام کی نیند سوئیں گے۔

عرض مؤلف

مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ ہر ایک واقعہ میں کہ جو کربلا سے متعلق ہے۔ اہل روایت اور اہل خبر میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن خداوند متعال کا شکر ہے کہ ہماری کتاب ریاض القدس عیب و نقص سے پاک ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنے والد مرحوم کی تالیف الموسوم بہ ریاض الاحزان سے خوشہ چینی کی ہے کیونکہ مرحوم نے بڑی احتیاط سے تالیف کی ہے۔

حر ریاحی کا خط بنام ابن زیاد

اخبار و احادیث معتبرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب شاہ کونین امام حسینؑ علیہ السلام وارد کربلا ہوئے اور حضور نے اپنے خیام نصب کرلئے تو حر ریاحی بھی وارد کربلا ہوا اور اس نے امام عالی مقام کے خیام کے نزدیک پڑاؤ ڈالا اور اپنے خیام نصب کرلئے۔ علامہ مجلسیؒ مناقب میں لکھتے ہیں کہ حُر ریاحی نے ایک خط ابن زیاد ملعون کو تحریر کیا اور اس کو اطلاع دی کہ حضرت امام حسینؑ کربلا پہنچ چکے ہیں اور آپ کے اہلبیت کے خیام اور آپ کے ساتھیوں کے خیام نصب ہو چکے ہیں اور یہ حسینؑ کی آخری منزل ہے۔ جب یہ خط ابن زیاد ملعون کو پہنچا۔ حالات سے مطلع ہوا اور اس نے بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کو نامہ تحریر کیا جس کا مضمون یہ ہے کہ یا حسین قد بلغنی

وصولک کربلا ۔ اے پسر فاطمہ و اے فرزند رسولؐ مجھے خبر ملی ہے کہ آپ کربلا پہنچ چکے ہیں اگر بخیال سلطنت و حکومت آپ کوفہ آئے تو معلوم ہونا چاہیئے کہ حکومت کوفہ میرے ہاتھ میں ہے اور جب یہ خبر یزید والی شام کو پہنچی ہے۔ تو یزید لعین نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو فوراً مطلع کردوں ۔ چنانچہ اس کا قاصد کربلا پہنچا تو اس نے امام حسینؑ کے خیام با احترام کی شان و شوکت دیکھی تو اس کی آنکھیں خیرہ کرنے لگیں امام حسینؑ کو جب یہ خبر ہوئی کہ ابن زیاد کا قاصد آیا ہے خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے۔ تو آپ نے اس کو اجازت دی اس نے خط پیش کیا مضمون خط چونکہ مزاج امام علیہ السلام کے خلاف تھا چہرہ مبارک پر غصہ کے آثار ہویدا ہوگئے کہ ابن زیاد کمینہ نے ایسا خط تحریر کیا ہے آپ نے ابن زیاد پر نفرین کی۔ اور فرمایا لا افلح اللہ قوم اشترو امرضات المخلوق بسخط الخالق ۔ یعنی خدا اس قوم کو نجات نہیں دیتا کہ جو رضاء مخلوق کو خلاف رضاء خالق کے عوض خرید کرے قاصد نے کچھ جواب کا انتظار کیا۔ اور کہا اے فرزند رسولؐ خدا اگر جواب مرحمت ہو تو بہت بہتر ہے لیکن امام حسینؑ نے اس کو سختی سے جواب دیا ما عندی جواب حقت علیہ کلمۃ العذاب ۔ یعنی عاقل لوگ اس طرح کے نامہ کا جواب نہیں دیا کرتے کہ جس نامہ کی نہ ابتداء ہو اور نہ انتہا ہو۔ پس قاصد واپس چلا گیا۔ اور ابن زیاد کو سارا واقعہ سنایا۔ وہ ملعون سننے لگا اور کہنے لگا کہ پسر فاطمہؑ نے اس قدر بے اعتنائی سے کام لیا ہے میں ضرور لشکر بھیجوں گا تاکہ حسینؑ سے جنگ کی جائے یہ بحار میں بھی ہے اور محمد بن ابی طالب موسوی نے مذکورہ واقعہ لکھا ہے۔ پس ابن زیاد ملعون مسجد کوفہ گیا۔ اور منبر پر جا کر اہل کوفہ کو امام حسینؑ سے جنگ کی ترغیب دی اور ان کو حرب و ضرب کے لیے آمادہ کر لیا۔

لشکر ابن زیاد کا کربلا پہنچنا

قال المفید فلما کان من الغد قدم علیھم عمر بن سعد شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ جلو عمر بن ابی وقاص من الکوفۃ فی اربعۃ الاف فارس فنزل بنینوا۔ ابن سعد نے اس روز چار ہزار کا لشکر ترتیب دیا اور عمر بن سعد ملعون کی سرکردگی میں کربلا روانہ کیا تاکہ امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرے اور ان کو شہید کرے۔ روضۃ الشہداؒ میں ہے کہ امام حسینؑ اس روز کہ جب عمر ابن سعد ملعون لشکر لے کر وارد کربلا ہوا ہے۔ تو بہت زیادہ پریشان و اداس تھے جب زینب خاتون نے دیکھا تو فرمایا ما ذا علیک نفسی لک الفداء ۔ فرمایا اے بھائی میں آپ کی عجب حالت محسوس کر رہی ہوں آخر کیا بات ہے۔ حضرت نے فرمایا اے بہن آپ یہ زمین میری اور میرے جوانوں کی قبرستان بننے والی ہے اور اے بہن میں اس وجہ سے پریشان ہوں کہ میرے بعد اہل حرم اسیر ہوں گے اور بہت جلد یہ قوم نابکار مجھے قتل کرے گی۔ یہ سن کر اہل حرم میں شور گریہ و بکا بلند ہوا۔ تھوڑی دیر میں لشکر ابن زیاد عمر بن سعد ملعون کی سرکردگی میں وارد کربلا ہوا۔ اور نقارہ جنگ بجنے لگا۔ ہنگامہ خیز شور برپا ہوا۔ اہل حرم میں اور بھی زیادہ گریہ و بکا ہونے لگا امام حسینؑ نے فرمایا خدایا ان عورتوں اور بچوں کو صبر عطا فرما۔ اے خدائے حسینؑ کہ ان بچوں اور بیکس بی بیوں کو مصائب کی خبریں سننے کی طاقت نہیں ہے تو ان کو صبر عطا فرما واحسرتا اس وقت کیا حال ہوگا بی بی زینبؑ کا کہ جب شمر ولد الحرام نے امام حسینؑ کے سینہ مبارک پر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سر مبارک جدا کیا صلی اللہ علیک یا ابا عبد اللہ السلام علیک یا ابن رسول اللہ و رحمۃ اللہ و برکاتہ ۔

کتاب اللہوف میں ہے کہ وندب عبید اللہ بن زیاد اصحابہ الی قتال الحسین علیہ السلام فاتبعوہ واستخف قومہ واطاعوا واشتری من عمر بن سعد آخرتہ بدنیاہ ودعاہ الی ولایۃ الحرب فلباہ وخرج لقتال الحسین فی الاربعۃ الاف فارس واتبعہ ابن زیاد حتی تکاملت الی ست لیال خلون من المحرم عشرون الفا۔

یعنی کہ ابن زیاد ملعون شقاوت کا ثبوت دیا اور لشکر کو شقاوت پر ابھارا اور اپنی فوج کو فرزند رسول خدا سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا وہ لوگ دنیا پرست تھے لالچ میں اندھے ہو رہے تھے۔ خود محبوب عالمین کو قتل کرنے میں ابن زیاد ملعون کی پیروی اس امر منحوس نے ان کا دین خرید کر لیا۔ عمر بن سعد نے دنیا اختیار کی اور دین کا لحاظ نہ کیا۔ اور عمر بن سعد کی ماتحتی میں چار ہزار سپاہیوں پر مشتمل لشکر قتل حسین کے لیے کوفہ سے کربلا محرم کی چھٹی تاریخ تک بیس ہزار پر مشتمل لشکر کربلا پہنچ چکا تھا۔ کتاب الامالی میں ہے کہ ابن زیاد نے اپنا ایک عظیم لشکر جو منزل نخیلہ میں جمع کر دیا تھا۔ پھر ابن زیاد ملعون خود نخیلہ پہنچا اس کے لشکر میں سرخ و سیاہ علم تھے۔ نقارہ سفر سے فضا گونج رہی تھی لوگ طبل جنگ بجا رہے تھے۔ ننگی تلواریں لیے ہوئے سپاہیوں کا شور و غل اور اس کو سپہ سالار مقرر کیا علم سواری اس کو دیا کتاب الریاض میں ہے کہ اس روز ابن زیاد نے دس سردار لشکر مقرر کیے۔ اور ان سب کو کربلا روانہ کیا۔ تاکہ امام حسینؑ سے جنگ کریں پہلا علم عمر بن سعد کو دیا اور اس کی ماتحتی میں چار ہزار فوج متعین کی جو سب سے پہلے کربلا پہنچا۔ دوسرا علم عروۃ بن قیس کو دیا اور اس کو دو ہزار سپاہیوں پر سالار مقرر کیا۔ تیسرا علم سنان ابن انس کو دیا اور اس ملعون کو چار ہزار سپاہیوں پر سردار بنایا

چوتھا علم قعقاع فہری کو دیا اور اس کی ماتحتی میں چار ہزار سپاہی مقرر کیے پانچواں علم جس کے ساتھ تین ہزار سپاہی تھے علیحدہ مخصوص (ریزرو) رکھا جو بعدہ خولی ملعون کی ماتحتی میں کربلا روانہ کیا۔ چھٹا علم اور تین ہزار سپاہی قشعم کی ناپاک کو سپرد کیے اور کربلا پہنچنے کی تاکید ساتواں علم ابو قدار باہلی کو دیا اور اس کو نو ہزار کی فوج کا سردار مقرر کیا۔ نواں علم عامر بن صریمہ تمیمی کو دیا اور اس کے ساتھ ایک ہزار جنگجو افراد تھے۔ دسواں علم شبث بن ربعی کو دیا اور اس کی ماتحتی میں ستر ہزار فوج روانہ کی اور اس قوم روسیاہ نے حضرت امام حسینؑ کے یاور و انصار، اصحاب بھائی بھتیجے بھانجے قتل کیے۔ اہلحرم کے خیام کو آگ لگائی اور پہلے خیموں کو لوٹا۔ بعد شہادت امام حسینؑ اہلحرم کو اسیر کیا یہ کارنامہ ہے یزیدی مسلمان فوج کا جس کا کمانڈر انچیف ابن زیاد ملعون تھا اور سپہ سالار اعظم عمر بن سعد تھا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ جب افواج یزیدی کربلا پہنچی تو اہلحرم گھبرا کر گریہ وزاری کرتے امام حسین ان سب کو تلقین صبر فرماتے تھے۔

تیسری محرم کو عمر ابن سعد کا مع لشکر کربلا پہنچنا

حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے ہمراہ لشکر حق محرم کی دوسری تاریخ کو وارد کربلا معلی ہوا۔ کہ امام عالی مقام کو خبر ملی کہ ایک کثیر لشکر کوفہ سے بطرف کربلا آرہا ہے۔ جسے ابن زیاد نے بھیجا ہے۔ چنانچہ تیسری تاریخ کی صبح نمودار ہوئی امام حسینؑ اپنے خیمہ سے برآمد ہوئے ملاحظہ فرمایا کہ تمام میدان کربلا افواج یزیدی لعین سے بھرا ہوا ہے سرخ و سیاہ علم کھلے ہوئے ہیں لشکری لوگ جنگی نعرے لگا رہے ہیں۔ امام حسینؑ کے اصحاب آپ کے خیمہ کے سامنے صف بستہ کھڑے ہیں امام حسینؑ نے ایک نظر ان سب پر ڈالی۔ اور ادھر خیمہ میں جب افواج یزیدی کی آمد کی خبر ہوئی تو اہلحرم کے دل سینوں میں دھڑکنے لگے

امام حسینؑ اپنے اصحاب کو دیکھ رہے تھے کہ عمر ابن سعد کا لشکر کفار نہر فرات پر آگیا۔ امام حسین کو اطلاع ملی کہ یہ لشکر جنگ کے لیے ابن زیاد نے بھیجا ہے۔ اس دوران مختلف علم نظر آئے اور مقام نخیلہ سے جو فوج روانہ ہوئی وہ سب کربلا پہنچ گئی اور جدھر نظر جاتی تھی فوج ابن زیاد سے میدان بھرا ہوا تھا۔ اور اس کی سپاہ کے سرخ و سیاہ علم کھلے ہوئے تھے۔ ہم مقام نخیلہ کے سلسلہ میں اگرچہ سالاروں کے نام دے چکے ہیں تاہم جو سالار کربلا میں افواج کوفہ میں تھے ان کے نام یہ ہیں۔ (۱) عمر ابن سعد، (۲) سنان ابن انس (۳) قعقاع (۴) خولی (۵) قشعم، (۶) حصین بن نمیر (۷)، ابو قدار باہلی (۸)، عامر بن صریمہ تمیمی (۹) شبث بن ربعی (۱۰) عروہ بن قیس لشکر اعداء میں جنگی غوغہ شروع ہوا۔ اہلحرمؑ کے دل بیٹھنے لگے۔ اپنے جوانوں سے کہا کہ یہ کیا ہنگامہ ہے۔ یہ لشکر آیا ہم سے قتال کے لیے آیا ہے یا کسی دوسرے مقصد کے لیے جوانان بنی ہاشم کیا جواب دیتے خوش رہے امام حسینؑ خیمہ سے باہر تشریف لائے ہمشکل پیغمبرؐ سے فرمایا اے علی اکبر خیمہ میں جاؤ اور اہلحرم کو خوش کرو۔ حضرت عباسؑ شہزادہ کے ہمراہ خیمہ میں آئے بہنوں کو تسلی دی تلقین صبر کی اے شیعو روز عاشور اتک تو امام حسینؑ اہلحرم کو تسلی دیتے رہے۔ لیکن روز عاشورا ہنگام عصر کون تھا کہ جو تسلی دیتا۔ واہ محمداہ وعلیاہ وافاطمتاہ۔

صلی اللہ علیک یا ابا عبد اللہ السلام علیک یابن رسول اللہ ورحمۃ اللہ و برکاتہ وفی المقتل المنسوب الی ابی مخنف واول رایۃ سارت الی حرب الحسین علیہ السلام رایت عمر بن سعد فی تحتہا ستۃ الاف ۔یعنی ابی مخنف کہتا ہے کہ سب سے پہلے جس نے امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے کے لیے اپنی فوج میں علم کھولا وہ عمر بن سعد ملعون تھا۔ اس وقت اس کے لشکر میں دو ہزار سپاہیوں کا اضافہ ہو چکا تھا گویا چھ ہزار سپاہیوں پر مشتمل لشکر تھا کہ اس نے نہر فرات

کے کنارے اپنا سراپردہ قائم کر دیا یعنی اپنے خیام کی حد بندی کر دی۔ حرؓ ریاحی کہ جو ابن سعد کے پہنچنے سے پہلے وارد کربلا ہوا تھا۔ جب ابن سعد کے لشکر کو دیکھا تو حرؓ دل میں کہنے لگا کہ یہ فوج امام حسینؑ سے جنگ کرنے آئی ہے اس سبب سے اسے بہت دلی صدمہ ہوا۔ اور اپنی جگہ بیٹھا ہوا یہ سوچنے لگا کہ مجھ سے خطا سرزد ہوئی کہ میں حسین ابن علیؑ کے کربلا پہنچنے کا باعث ہوا۔ افسوس ایسا میں نے کام کیوں کیا؟ زبان پر یہ ہی کلمات تھے اور دل ندامت محسوس کر رہا تھا۔ کہ اسی اثناء میں عمر بن سعد لشکر حر میں آیا اور حر سے ملا سلام و مرحباً کہا اور اس کو فرمان سپہ سالاری دیا اور اپنے لشکر میں واپس چلا گیا

عمر ابن سعد کا عبداللہ بن کثیر کو خدمت امام حسینؑ میں بھیجنا

حضرت شیخ مفید علیہ الرحمتہ لکھتے ہیں کہ عمر بن سعد کے کربلا پہنچنے کے بعد عروۃ بن القیس بھی اپنا لشکر لے کر وارد کربلا ہوا۔ اس وقت عروۃ نے پسر سعد سے کہا کہ میری سپرد کر دیں) جا کر معلوم کرتا ہوں۔ عبداللہ بن کثیر کے بارے میں وارد ہوا ہے کہ یہ بدبخت بدمزاج انسان تھا کہنے لگا۔ واللہ لئن شئت لافتکن ۔ بہ یعنی اے ابن سعد اگر تو مجھے اذن دے تو میں خیمہ حسینؑ کی طنابیں کاٹ دوں۔ لیکن پسر سعد کہنے لگا کہ صرف اسی قدر کافی ہے کہ تو جا کر سبب آمد دریافت کرے وہ امام حسینؑ کی خدمت میں آیا اور سوال کیا۔ ما الذی جاء بہ۔ کہ یہاں آنے سے آپ کا کیا مقصد ہے کس لیے آپ یہاں آئے ہیں جب وہ آیا ہے تو وہ شعلہ آتش بن کر آیا تھا۔ لیکن جب آنحضرتؑ کے پاس پہنچا تو فریاد کرنے لگا یا حسینؑ یا حسینؑ۔ جب حضرت امام حسینؑ نے اس کی آواز سنی تو آپ نے اپنے یاور و انصار کی طرف دیکھا۔ فرمایا کہ یہ بے ادب کون سا ہے یہ کون ہے جو فریاد کر رہا ہے۔ ابو ثمامہ صیداوی نے نزدیک جا کر اس کو دیکھا اور شناخت کیا اور

حضرت کی خدمت میں جاکر عرض کیا کہ قد جاءك شر اهل الارض یعنی کہ سربدترین بدخصلت انسان کثیر بن عبداللہ نامی ہے آپ نے فرمایا کہ ان سے دریافت کرو کیا بات ہے یہاں کیوں آیا ہے۔ ابوتمامہ صیداوی اس کے پاس گئے۔ اور اس کے یہاں آنے کا سبب پوچھا اس نے اشارہ کیا خیمہ امام حسین علیہ السلام کہ میں اس خیمہ میں آنا چاہتا ہوں۔ ابوتمامہ نے آپ کو اطلاع دی امام عالی مقام نے فرمایا کہ بہت خوب! ابوتمامہ نے کہا کہ تو اس خیمہ میں جاسکتا ہے مگر یہ تمام اسلحہ اس مقام پر آتار کر رکھدے۔ اس ملعون نے کہا کہ میں اسلحہ نہیں اتاروں گا اس حالت میں ملاقات کروں گا ابوتمامہ نے کہا کہ پھر اپنا مطلب بیان کر تاکہ عالم پناہ حضرت امام حسینؑ کو تیرا پیغام پہنچادوں اور تجھے ان کے جواب سے آگاہ کروں والا لا ادعك تدنوا فانك فاجر۔ تو آقائے نامدار کے خیمہ کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا تو فاسق ہے نا اس پر وہ مردود کہنے لگا کہ ایک آدمی سے اس قدر وہم کیوں کرتے ہو۔ پھر وہ فاسق واپس چلاگیا۔ ہماری جانیں قربان ہوجائیں اصحاب امام حسین پر کہ ان کو اس قدر پاس وفاداری ہے کہ امام حسینؑ کے نزدیک بھی کسی بے دین کو نہیں جانے دیا۔ لیکن بعد ظہر اصحاب دیا وران حسینؑ اپنے گلے کٹائے مقتل میں پڑے تھے۔ اور حسینؑ غریب پر تیر برس رہے تھے۔ تلواروں سے اعدائے دین حملہ کر رہے تھے۔ نیزہ کی انی جگر کو زخمی کر رہی تھی واغربتاہ واقلة ناصراہ کوئی مولا کی فریاد کو نہیں پہنچتا۔ الا لعنة الله علی القوم الظالمین۔

عمر بن سعد کا خزیمہ کو خدمتِ امام حسینؑ میں بھیجنا

صلی الله علیك یا اباعبد الله بابی انت وامی یا مظلوم یالیتنا کنا معك فافوز فوزا عظیما۔

مقتل ابی مخنف میں ہے کہ جب عبداللہ بن کثیر اپنی خباثت کی وجہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر نہ ہوسکا تو عمر ابن سعد نے ایک دوسرا شخص خزیمہ نامی کو امام عالیمقام کی خدمت میں بھیجا کہ وہ امام حسینؑ سے یہاں تشریف آوری کی وجہ دریافت کرے یہ شخص بہت ہوشیار تھا علاوہ ازیں یہ دوستداران آل رسول سے بھی تھا چنانچہ یہ باکمال ادب حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ اور در خیمہ کے نزدیک پہنچ کر اس نے باادب و احترام سلام کیا۔ السلام علیك یابن بنت رسول اللہ امام حسینؑ کے لشکر والوں نے جواب سلام دیا۔ امام حسینؑ نے اپنے اصحاب سے سوال کیا کہ کون شخص ہے۔ عرض کیا انه رجل جید فاضل کہ یہ ایک فاضل ترین آدمی ہے۔ خدا جانے یہ کس لیے آیا ہے۔ زہیر بن قین اس کی طرف متوجہ ہوئے سوال کیا ما ترید کیا ارادہ ہے۔ اس نے کہا کہ فرزند رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہونا مطلوب ہے۔ زہیر بن قین نے کہا اچھا تو پہلے اپنا اسلحہ آتار دو۔ اس نے اسلحہ و تلوار الگ رکھ دیا اور جب سامنے پہنچا تو اول قدم بوسی کی۔ اور کہا اے مولا ابن سعد نے آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ یہ معلوم کروں کہ جناب اقدس و اعلیٰ یہاں کس لیے تشریف لائے ہیں امام حسین

علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہیں لوگوں نے خطوط ارسال کر کے مجھے بلایا ہے اور اب مجھ سے پوچھتے ہو کہ کس لیے آنا ہوا ہے۔ اس نے کہا خدا ان لوگوں پر لعنت کرے کہ جنہوں نے آپ جیسے اقدس و اعلیٰ بزرگ ہستی کو یہاں آنے کی دعوت دی۔ اس نے اپنی غلامی کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی ثابت قدمی کا یقین دلایا کہ اب تو امام حسینؑ کے قدموں پر جان دے کر جام شہادت پیوں گا۔ وہ فنا فی المودت الحسینؑ ہو گیا وہ زبان دل سے کہہ رہا تھا یالیتنی کنت معھم فافوز فوزا عظیما۔ اے شیعو وہ ایسا وقت تھا کہ اگر ایک شخص بھی مولا کی نصرت و یاوری کا یقین دلاتا۔ تو امام حسینؑ خوش ہوتے تھے۔ یہیں سے اندازہ لیجیے روز عاشورا محرم جب اصحاب میں سے ایک سے شخص بھی قتل ہوتا تھا تو امام حسینؑ کو کس قدر صدمہ جانکاہ ہوتا تھا۔ کبھی مقتل سے آواز آتی تھی اے آقا خدا حافظ کبھی کسی کی آواز آتی تھی بابا میری مدد کو پہنچیے۔ میرے سینہ میں برچھی لگی ہے۔ کبھی آواز آتی تھی اے آقا مدد کو آیئے۔ میرے شانے کٹ گئے۔ کبھی سکینہؑ یا ابتاہ کہتی اور غش کر جاتی تھی۔ امام حسینؑ کے ہاتھوں پر علی اصغرؑ ہیں۔ حسینؑ سوال آب کر رہے ہیں لیکن کسی نے ایک گھونٹ پانی تک نہ دیا۔ حرملہ لعین نے تیر سہ شعبہ سے بچے کا گلا اور حسینؑ کا بازو زخمی کیا۔ بچہ حسینؑ کے ہاتھوں پر منقلب ہو کر رہ گیا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

عمر بن سعد کا قرۃ بن قیس کو امام حسینؑ کے پاس بھیجنا

الشیخ مفید علیہ الرحمتہ نے کتاب الارشاد میں تحریر فرمایا ہے کہ خزیمہ کے بعد عمر بن سعد نے قرۃ بن قیس تابی شخص کو امام حسینؑ کی خدمت میں برائے اشعار احوال بھیجا۔ قیس جب خیمہ امام عالی مقام کے نزدیک پہنچا تو کہا کہ میں حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ امام حسینؑ نے حبیب ابن مظاہر سے فرمایا کیا تم اس شخص کو جانتے حبیب ابن مظاہر اسدی نے عرض کیا کہ مولا میں اس سے واقف ہوں یہ قبیلہ حنظلہ بنی تمیم سے ہے آپ اس کو اپنے ہمراہ خدمت امام حسینؑ نے فرمایا کہ عمر بن سعد سے کہو کہ اہل کوفہ نے خطوط لکھ کر مجھے بلایا تو میں یہاں آیا ہوں یہاں بطور مہمان وارد ہوا ہوں۔ اگر مجھے تخت و تاج حاصل کرنا ہوتا تو اپنے اہلحرم کو اپنے ساتھ نہ لاتا۔ میرے ساتھ علیؑ اکبر میں قاسم ہیں علی اصغرؑ ہیں۔ عون اور محمدؑ ہیں۔ عباس اور ان کے یہاں ہیں۔ میری بہنیں میرے ساتھ ہیں مولف کتاب کہتے ہیں کہ اے مولا آپ کی مظلومیت پر تمام کائنات قربان اے شیعو تمہارے مولا روز عاشورا محرم یکہ و تنہا کھڑے ہیں۔ نہ اکبر ہے نہ قاسم نہ عباس کوئی نہیں ہے جب قرۃ بن قیس نے یہ سنا تو واپس جانے لگا تو حبیب ابن مظاہرؓ نے فرمایا کہ اے قرۃ منزل رحمت چھوڑ کر قوم ظالمین کے پاس جاتے ہو۔ اے قرۃ انصر ھذا الرجل اس شخص یعنی امام حسینؑ کی نصرت کرو قرۃ نے کہا کہ اب تو واپس جاتا ہوں اگر توفیق خدا شامل ہوئی تو مدد و یاوری کروں گا۔ یہ شخص

عمر بن سعد کے پاس پہنچا اور تمام واقعہ بیان کیا۔ اور کہا کہ حضرت حسینؑ بن علیؑ جنگ کے لیے نہیں آئے ہیں انہیں حکومت منظور نہیں ہے۔ وائے قوم نابکار پر کہ اس نے کچھ پرواہ نہ کی اور امامؑ کے قتل پر آمادہ ہو گئے اگرچہ امام حسین علیہ السلام روز عاشورا و محرم فرما رہے تھے۔ بای جرم تقتلونی و بای ذنب تستحلون دمی۔ یعنی کہ مجھے کس جرم میں قتل کرتے ہو مجھ سے کون سا گناہ سرزد ہوا ہے کہ میرا خون بہاتے ہو۔

عمر ابن سعد لعین کا خط ابن زیاد کے نام

شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے کتاب الارشاد میں فرمایا ہے کہ کربلا سے عمر ابن سعد نے ابن زیاد گورنر کوفہ کو اس مضمون کا خط لکھا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم فانی نزلت الحسین و بعثت الیہ رسولی فسالتہ عما اقدمہ و ماذا۔

یعنی کہ اے میں تم سے مرخص ہو کر کربلا پہنچا تو سب سے اول میں نے حسین ابن علی کی طرف اپنا قاصد بھیجا کہ وہ معلوم کرے کہ حسینؑ کس غرض سے یہاں وارد ہوئے ہیں۔ جس پر حسینؑ ابن علیؑ نے یہ جواب دیا کہ اہل شہر کوفہ نے مجھے بلایا تو میں یہاں آیا ہوں۔ میرا جنگ کا کوئی ارادہ نہیں ہے نہ سلطنت و حکومت کا طلب گار ہوں چونکہ یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ جنگ کا کوئی شور و غل نہیں ہے اس صورت میں کیا کروں والسلام اس خط کو تمام کر کے اس نے ایک شتر سوار کو خط دیا اور کوفہ روانہ کیا۔ حسان بن قائد العبسی کنت عند عبید اللہ ابن زیاد حین اتاہ ھذا الکتاب۔ یعنی حسان کہتا ہے کہ میں اس وقت ابن زیاد کے پاس تھا کہ عمر بن سعد کا خط پہنچا۔

ابن زیاد نے خط پڑھا اور بطور تمسخر کہنے لگا کہ اب جب حسینؑ ہمارے چنگل میں پھنس گئے ہیں تو اب نجات کے طلب گار ہیں۔ حالانکہ اب نجات کیسی؟ اس نے دوات و قلم طلب کیا کہ جواب تحریر کرے۔

جواب نامہ از طرف ابن زیاد بنام عمر بن سعد

کتاب الارشاد میں ہے کہ اما بعد فقد بلغنی کتابک و فہمت ما ذکرت فاعرض علی الحسین ان یبایع لیزید ھو و اصحابہ فاذا ھو فعل ذلک رایناً رایا

یعنی کہ تیرا نامہ ملا۔ جو کچھ تو نے ہمیں تحریر کیا ہے اس پر غور کیا حسین ابن علیؑ اور ان کے ساتھی سب لوگ یزید بن معاویہ کی بیعت کر لیں تو البتہ اس وقت ہم غور کریں گے۔ یزید کو مطلع کریں گے۔ اگر حسینؑ بیعت کرنے سے انکار کریں تو ان کو قتل کر دے یا ان کا سر برائے بیعت جس کا دے۔ اے شیعو۔ ابن زیاد کی خواہش صرف یہی تھی کہ حسینؑ ابن علی، بیعت یزید بن معاویہ کر لیں تو خیر ورنہ ان سے محاربہ لازمی ہے۔ حالانکہ یہ امر روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ امام حسین علیہ السلام جو شریک عصمت و نبوت ہیں یزید جیسے فاسق و فاجر کی بیعت نہیں کر سکتے اور آپ کی شہادت نے واضح کر دیا کہ خانوادۂ عصمت کبھی کسی فاجر و فاسق و بے دین کی بیعت نہیں کر سکتا یہیں سے ثابت ہوتا ہے کہ حسین کے پدر عالی قدر حضرت امیر المؤمنین بھی غیر از رسولؐ خدا کسی کی بیعت نہیں کر سکتے تھے ہماری تصنیف

علی اور بیعت ملاحظہ ہو تعلم مترجم) عبدالحمید بن ابی الحدید معتزلی کہتا ہے کہ دنیا میں مثل حسین بن علیؑ کون ہے۔ حسینؑ ابن علیؑ کو ابن زیاد۔ بد نہاد امان دے امن و امان ان کو خدا نے عطا کی ہے۔ ابن زیاد کا مقصد یہ تھا کہ اگر حسینؑ طلب امان پر راضی ہو جائیں تو میرے پاس دربار میں آئیں اور لوگوں کی نگاہ میں معاذ اللہ حقیر ہوں۔ امام حسینؑ کی غیرت گوارا نہ کیا کہ وہ دربار ابن زیاد میں بغرض امان جائیں۔ خود آپ نے فرمایا ہے "انا قتیل العبرۃ" کہ میں کشتہ غیرت و حیا ہوں و اسی تا ابن زیاد ملعون نے جب سر بریدہ امام حسینؑ علیہ السلام اس کے دربار میں پہنچا اور آپ کے اہل حرم بھی رسن بستہ تھے۔ تو ابن زیاد نے سر مبارک کے ساتھ کیا۔ بے ادبی کی اور اہل حرم کو دربار میں کھڑا کیا۔ حالانکہ ان کے سروں پر چادریں نہ تھیں

امام حسینؑ اور عمر بن سعد کی چوتھی شب محرم ملاقات

مروی ہے کہ محرم کی چوتھی شب عمر ابن سعد اپنے خیمہ سے نکلا اور حضرت امام حسن علیہ السلام کے لشکر میں پہنچا دیکھا کہ اصحاب خیمہ امام عالی مقام کا پہرہ دے رہے ہیں۔ اور اس طرح خیمہ کے گرد پھر رہے ہیں جیسے لوگ طوائف کعبہ کرتے ہیں۔ لیکن اس ملعون نے ایک قاصد بھیجا۔ امام حسینؑ دو آدمیوں کے ہمراہ اس کی طرف آئے۔ اور کنار نہر فرات پر آپ نے عمر بن سعد سے ملاقات کی اس نے امام حسینؑ سے معانقہ کیا اور قدم چومے پھر گفتگو شروع کی۔

کہ اب سرزمین عراق پر کیوں تشریف لائے ہیں آپ کے نزدیک تو مکہ و مدینہ زیادہ عزیز ہیں۔ اس وقت امام حسینؑ نے اہل کوفہ کے تمام خطوط منگوائے اور عمر ابن سعد کو دکھائے ہے۔ عمر بن سعد نے کہا ما عرفت ما فعل بکم کہ پھر آپ نے کوفہ والوں پر کیوں اعتماد کیا۔ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا کہ تم نے درست کہا اب اس کا جواب یہ ہے کہ من خادعنا فی اللہ انخدعنا لہ یعنی وہ خدا کہ جو خالق کائنات ہے اس کی قسم ہم رسول خدا کی طرف سے آئمہ ھدیٰ ہیں ہم سب راہ خدا میں اپنا سب کچھ قربان کرنا اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔ اور جو خدا کے ساتھ فریب و دھوکا کرے تو ہم اس کی طرف رخ بھی نہیں کرتے۔ عمر بن سعد نے کہا کہ آپ نے درست فرمایا۔ اور اب کوفیوں کی بدولت آپ پر راہ حیات مسدود ہو رہی ہے۔ انہوں نے آپ کے ساتھ خدع کیا ہے اور آپ کو بلا میں ڈال دیا ہے۔ اس حالت میں آپ خود کوئی بہتر صورت اختیار کریں۔ آپ نے فرمایا کہ دعونی اذھب الی المدینۃ او الی مکۃ او بعض الثغور اقیم بہ کبعض اھلھا کہ آپ نے فرمایا کہ تو ہمیں مدینہ یا مکہ یا کسی اور شہر کی طرف نکل جانے دے۔ ہم دوسرے لوگوں کی طرح زندگی بسر کریں گے عمر ابن سعد نے کہا کہ میں کچھ نہیں کر سکتا البتہ ابن زیاد کو خط لکھوں گا۔ ممکن ہے کہ وہ آپ کی ان تینوں خواہشات میں سے کوئی ایک مان لے۔ بعدہ حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے خیمہ کی طرف واپس تشریف لے آئے۔ محمد بن ابی طالب سے بحار میں روایت کی گئی ہے کہ ابن زیاد کا دوسرا خط پھر عمر ابن سعد کو ملا جس کا مضمون یہ ہے انی لم اجعل لک علۃ فی کثرۃ الخیل والرجال فانظر لا اصبح ولا امسی الا وخبرک عندی غدوۃ و عشیۃ۔

یعنی اے پسر سعد کہ میں نے تجھے اس لیے سردار لشکر نہیں بنایا ہے کہ تو صبح و شام مجھے خط لکھتا رہے۔ تیرا کام صرف یہ ہے کہ پسر رسول مختار سے بیعت لے ان پر تنگی کرے اور یا جنگ کرے۔ اس کے سوا اور کوئی تیری بات قابل قبول نہیں ہے۔ عمر ابن سعد نے جب ابن زیاد کا خط پڑھا تو اول اول سخت پریشان ہوا۔ مختصر یہ ہے کہ ادھر امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ میں دونوں لشکروں کے درمیان ابن سعد سے دوبارہ گفتگو کرنا چاہتا ہوں اصحاب نے امام علیہ السلام کا پیغام عمر بن سعد کو پہنچایا۔ ادھر امام حسین علیہ السلام عبا دوش پر ڈالی عمامہ رسول خدا زیب سر کیا اور تشریف لے گئے۔ دونوں نے باہمی گفتگو کی حضرت عباس علیہ السلام اور حضرت علی اکبر آپ کے ہمراہ تھے۔ عمر بن سعد کے ہمراہ بھی اس کے دو سالار آئے تھے۔ فرمایا اے ابن سعد والے ہو تجھ پر کہ تو خدا سے نہیں ڈرتا۔ اور میرے قتل پر کمر بستہ ہے عمر بن سعد نے کہا کہ اے حسینؑ میں تم کو اشرف کائنات مانتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ فرزند رسولؐ خدا ہیں۔ مگر میرے سامنے دو باتیں ہیں اول یہ کہ اگر آپ سے جنگ کروں تو حکومت رے ملتی ہے اور اگر آپ کو جانے دوں تو حکومت رے ہاتھ سے جاتی ہے اور اس صورت میں مجھے اپنی جان کا خطرہ بھی ہے۔ ابن زیاد مجھے زندہ نہ چھوڑے گا۔ اس پر حضرت امام حسینؑ نے فرمایا کہ میرے اور تیرے درمیان یہی صورت صلح ہے کہ تو یا تو مجھے مکہ یا مدینہ یا کسی دوسرے اسلامی شہر میں جانے دے تاکہ میں مسلمانوں کی طرح اپنی زندگی گزار سکوں۔ اس صورت میں تو میرے خون ناحق میں ملوث نہ ہوگا۔ ابن شہر آشوب اور صاحب روضہ لکھتے ہیں کہ عقبہ بن سمعان کہ وہ کہتا ہے کہ میں قسم

بخدا کہتا ہوں کہ میں اس وقت حاضر تھا اور میں نے دونوں کی گفتگو سنی ہے۔ عمر بن سعد نے کہا اے حسین بن علیؑ شاید ان تینوں حاجتوں میں سے کوئی ایک حاجت ابن زیاد کے نزدیک قابل قبول ہو سکے شیعو روز عاشوراء محرم یہی عمر بن سعد تھا کہ جو حضرت کے قتل کے لیے آگے بڑھا ہے حضرت امام حسینؑ نے اس کی طرف دیکھا تو فرمایا ای عمر انت جئت بقتلی یعنی اے بے حیا تو خود ہی مجھے قتل کرنے آیا ہے مجھے میرے قتل کی اس قدر جلدی ہے۔ عمر بن سعد شرمندہ ہوا اور شمر ولد الحرام نے اس کے سامنے سر امام حسین جدا کیا۔ حضرت زینب خاتون فریادی تھیں کہ اے عمر سعد تو دیکھ رہا ہے۔ اور میرا بھائی ذبح ہو رہا ہے۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

نامہ ابن زیاد بنام عمر ابن سعد اور امام حسینؑ پر بندش آب کا حکم

مقتل ابی مخنف میں ہے کہ خولی بن یزید اصبحی ملعون نے جو کہ دشمن آل رسول تھا دیکھا کہ عمر ابن سعد راتوں کو تنہائی کے عالم میں حضرت امام حسینؑ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا ہے اور گفتگو کرتا ہے اس نے ابن زیاد کو خط تحریر کیا اور لکھا کہ عمر ابن سعد امیر لشکر ہونے کے باوجود حضرت امام حسینؑ سے تنہائی میں ملتا ہے اور ان کے ساتھ با مہر و محبت پیش آتا ہے۔ فامرہ ان ینزل عن حکمک و یصیر الحکم لی و انا اکفیک امرہ۔ یعنی اے امیر پسر سعد

کو سالاری سے معزول کر اور مجھے اس کی جگہ سردار بنا تاکہ میں تیرا حکم ایک آن واحد میں جاری کروں۔ اور معاذ اللہ حسین ابن علی سے جنگ کروں۔ اس نے یہ خط ایک سوار کو دیا اور کوفہ کو روانہ کیا جب قاصد خط لے کر کوفہ پہنچا اور خط ابن زیاد نے پڑھا تو وہ بدنہاد جوش میں آگیا اور غصہ میں اس کی آنکھیں مثل نار نمرود سرخ ہو گئیں۔ اور اس نے ابن سعد کو خط تحریر کیا اما بعد

یا ابن سعد قد بلغنی انک تخرج فی کل لیلۃ تبسط بساطا الخ

آخر میں ہے تجھ اے ابن سعد کہ تجھے میں نے سرداری عطا کی اور تو حسین ابن علی کے ساتھ خلوت میں ملتا ہے اور ان کے ساتھ اظہار محبت کرتا ہے۔ اور

اے ابن سعد فاذا قرات کتابی فامرہ ان ینزل علی حکمی فان اطاع والا امنعہ من شرب الماء فانی حللتہ علی الیہود والنصاری وحرمتہ علیہ و علی اہل بیتہ یعنی اے ابن سعد کہ جیسے ہی یہ نامہ تجھے ملے اور اس کے مضمون سے مطلع ہو فوراً بلا تاخیر اور بغیر کسی رکاوٹ کے حسینؑ ابن علیؑ سے میرا حکم تسلیم کرانے کی کوشش کر۔ اگر حسینؑ اطاعت کریں تو بہتر ہے ورنہ آب فرات یہود و نصاریٰ کے لیے جائز ہے اور حسینؑ اور ان کے اہلبیتؑ پر پانی بند کر دے اور اگر میرے اس حکم سے انحراف کیا تو اپنے آپ کو لشکر کی سرداری سے معزول سمجھ۔ والسلام یہ نامہ ابن زیاد نے کربلا روانہ کیا۔ اے شیعہ غور کر کہ اس بدنہاد نے کیا تحریر کیا ہے۔ آب فرات پر چرند پرند پیئیں۔ یہود و نصاریٰ پیئیں تو منع نہ کرنا۔ مگر حسینؑ اور ان کے اہلبیتؑ اور ہمراہیوں پر پانی بند کر دے فرات پر پہرہ لگا دے کہ ان کے خیموں تک پانی نہ جانے پائے۔ معاحسرتا اس نے پانی بند کر دیا اور تشنگی ہی کی حالت میں امام حسینؑ اور ان کے اصحاب نے

دشمن سے دفاعی جنگ کی۔

عمرو بن حجاج کا نہر فرات پر پہرہ لگانا

روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب محرم کی پانچویں تاریخ کو آفتاب برآمد ہوا تو عمر ابن سعد ملعون نے اپنے خادم سے دوات و قلم طلب کیا اور ابن زیاد بدنہاد کو نامہ تحریر کیا۔ الشیخ مفید نے تحریر کیا ہے کہ ابن سعد نے اس مضمون کا خط تحریر کیا تھا۔ اما بعد فان اللہ قد اطفی النائرہ وجمع الکلمۃ واصلح امر الامۃ ۔ یعنی کہ بعد از حمد خدا و نعت مصطفےٰ امیر کو معلوم ہو کہ خداوند کریم کے فضل و کرم سے ہمارا مقصود حاصل ہو گیا۔ اور وہ آگ کہ جس کے شعلے عراق سے بلند ہوتے اور اس سے اکثر گھر سوختہ ہوتے خموش ہو گئی ہے۔ اور امر خلافت کہ جو امت کے درمیان وجہ اختلاف تھا اس کی اصلاح ہو گئی ہے۔ پھر لکھا ہذا الحسینؑ قد اعطانی عہداً ان یرجع الی المکان الذی اتی منہ۔ یعنی حسین ابن علیؑ نے کربلا میں مجھ سے عہد کیا ہے کہ یہاں سے واپس جانے کے بعد میں اپنی جگہ سے حرکت نہیں کروں گا۔ یا یہ کہ مجھے کسی دوسرے اسلامی ملک میں جانے دیا جائے وہاں میں اپنی زندگی بطریق اسلام گزاروں گا۔ کسی اور سے مجھے سروکار نہ ہوگا اور کسی کو میں اپنی بیعت کی دعوت نہیں دوں گا۔ عمر ابن سعد نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان تینوں باتوں میں نیکی بھی نکلی ہے۔ اور صلاح و فلاح امت مضمر

ہے خط تمام کر کے قاصد کو دیا اور کوفہ پہنچ کر قاصد نے وہ خط ابن زیاد ملعون کو دیا۔ اس نے فوراً ہی جواب تحریر کیا۔ یا ابن سعد قد بلغنی تخرج فی کل لیلۃ وتبسط بساطاً و تدعو الحسین و تتحدث الیٰ الخ۔ اے ابن سعد مجھے خبر ملی ہے کہ تو کربلا میں راتوں کو حسین ابن علیؑ سے ملتا ہے۔ اور مدارات پیش آتا ہے۔ اس خط کے ملتے ہی تو ان سے بیعت یزید لے اگر وہ انکار کریں تو پہلے ان پر پانی بند کر دے اور ان کے اصحاب پر بھی پانی بند کر دے اگر وہ اس طرح بیعت پر آمادگی ظاہر کریں تو خیر ورنہ ان سے جنگ کر اور حسین اور اصحاب کے سر قلم کر کے کوفہ بھیج دے۔ قاصد یہ خط لے کر کربلا پہنچا اور عمر ابن سعد نے خط پڑھا تو وہ کانپ گیا۔

بروایت شیخ مفیدؒ فبعث عمر بن سعد فی الوقت

عمرو بن الحجاج فی خمس مائۃ فارس فنزلوا علی الشریعۃ یعنی عمر بن سعد نے عمرو بن حجاج کو حکم دیا کہ پانچ سو سوار تیر افگن نہر فرات پر لگا دے کہ وہ حسینؑ ابن علیؑ یا ان کے اصحاب میں سے کسی کو پانی نہ لینے دیں۔ نہر فرات پر سخت پہرہ لگا دے پانی کی ایک بوند اہل حرم کے خیموں تک نہ جانے پائے۔ اور اس نے حجار بن ابجر کو چار ہزار کے لشکر کے ساتھ عمرو بن حجاج کی نصرت و یاوری کے لیے مقرر کیا۔ اس مرد ناپاک نے نہر فرات پر چاروں طرف محاصرہ کر لیا کہ کوئی شخص از طرف حسینؑ نہر تک نہ آنے پائے۔ جب عمر بن سعد نے نہر فرات پر پہرہ لگا دیا تو شیث ملعون کو بلایا اور کہا کہ تو نے ابن زیاد سے میری شکایت کی ہے۔ وہ

مجھ سے ناراض ہو گیا ہے۔ اور اپنے الزام کو رفع کرنے کی غرض سے عمر ابن سعد نے شیث کی سرکردگی میں تین ہزار کا اور لشکر نہر فرات پر متعین کر دیا اور تاکید کی کہ حسین ابن علی تک پانی نہ جانے پائے۔ جب امام حسینؑ کو خبر بندش آب ملی تو آپ نے فرمایا کہ دشمن نے از خود دشمنی ظاہر کر دی اور آپ پر بندش آب کا بہت زیادہ صدمہ ہوا۔ شیخ مفیدؒ کہتے ہیں کہ پھر عمر بن سعد نے نادی عبد اللہ بن الحصین الازدی باعلی صوتہ یا حسین الا تنظرونہ الی الماء کانہ کبد السماء واللہ لا تذوقون منہ قطرۃ واحدۃ حتی تموتوا عطشاً۔۔۔ یعنی عبد اللہ بن الحصین نامی بدنہاد نے باواز بلند کہا اے حسین اگر تم مر بھی جاؤ تو ہم تم کو پانی کا ایک قطرہ بھی نہ دیں گے۔ جب امام حسین علیہ السلام نے اس سگ ناپاک کی یہ آواز سنی تو فرمایا اللھم اقتلہ عطشاناً ولا تغفر لہ ابداً۔ یعنی اے خداوند تو اس بے حیا کو پیاسا قتل کر اور اس کو نہ بخشنا حمید بن مسلم کہتا ہے کہ وہ ولد الحرام پیاس کی حالت میں مرنے کا پیٹ (شکم) مشک کی مانند ہو گیا تھا جس قدر پانی پیتا تھا اسی قدر پیاس بھڑکتی تھی یہاں تک کہ وہ واصل جہنم ہوا روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ اور ان کے اہلبیت و اصحاب پر پانی بند ہو گیا تو عمرو بن حجاج زبیدی نے آواز بلند کہا اے حسینؑ تم اس پانی کو دیکھتے ہو صحرا کے جانور اور سگ ناپاک بھی پانی پیتے ہیں۔ لیکن ہم تم کو پانی نہیں دیں گے۔ تم جہنم میں آب حمیم (گرم پانی) پیو۔ اس کلام ناز یبا سے امام حسینؑ کے دل پر جو اثر ہوا وہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

حضرت حبیبؑ ابن مظاہر کا قوم بنی اسد سے نصرت طلب کرنا

علامہ مجلسیؒ نے بحار میں محمد ابن ابی طالب سے روایت کی ہے کہ حبیبؓ ابن مظاہر آتی الی الحسین علیہ السلام کہ حبیب ابن مظاہر امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا فرزند رسول خدا کیہاں سے کچھ فاصلہ پر بنی اسد رہتے ہیں اگر اجازت ہو تو میں ان کے پاس جاؤں اور نصرت دیاوری کے لیے ان کو آمادہ کروں۔ امام حسینؑ نے فرمایا اے حبیبؓ تم کو اجازت ہے۔ آپ قبیلۂ بنی اسد کے پاس تشریف لے گئے۔ لوگوں نے ان کا استقبال کیا اور سوال کیا کہ تمہاری کیا حاجت ہے فرمایا کہ میں تمہاری دنیا و آخرت میں فلاح و بہبود چاہتا ہوں وہ یہ کہ کربلا میں حضرت سبط پیغمبر حسین ابن علی ٹھہرے ہوئے ہیں عمر ابن سعد ملعون کا لشکر ان کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔ ان سے یزید لعین کی بیعت لینا چاہتا ہے۔ ان پہ پانی بند کر دیا ہے۔ نہر فرات پر پہرہ لگا دیا ہے تم سب حسین فرزند فاطمہؑ کی نصرت کرو۔ ان میں سے ایک شخص عبداللہ بن بشیر نامی کھڑا ہوا اور کہا کہ سب سے پہلے میں پسر رسولؐ خدا کی نصرت و یاوری اور جان قربان کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اس طرح نوے مرد جنگ آزمودہ تیار ہوئے اور نصرت امام حسینؑ کے لیے حبیب ابن مظاہر کے ہمراہ کربلا کا رخ کیا۔ کہ ابن سعد کو اس کی خبر ہو گئی۔ اس نے سراپردہ سے باہر قدم رکھا اور ایک شخص کو جس کو ازرق کہتے ہیں بلایا اور اس کی ماتحتی میں چار سو نبرد آزما آدمی مقرر کئے اور

حکم دیا کہ برسر راہ قبیلۂ بنی اسد جاکر ان لوگوں کو یہاں پہنچنے سے روکیں۔ ادھر وہ اہل ایمان نصرت امام حسینؑ کے جذبہ میں منزل طے کرتے ہوئے شاطی الفرات پر پہنچے یعنی کہ فرات کے کنارے مگر اس فوجی دستے نے جو ذات پہ پہرہ دار تھے ان کی مزاحمت کی اور ان کو آگے بڑھنے سے روکا۔ ان سے شدید مقابلہ ہوا۔ ان کے ساتھیوں میں سے اکثر نے شہادت پائی۔ حضرت حبیب ابن مظاہر نے بھی اس تاریکی شب میں فوج عمر بن سعد سے مقابلہ کیا۔ لیکن بنی اسد کے باقی لوگوں نے جب لشکر عمر بن سعد کی کثرت دیکھی تو مقابلہ کرنے کی ہمت نہ پڑی اور وہ لوگ اپنے گاؤں کی طرف واپس چلے گئے۔ اور اس خیال سے کہ مبادا فوج یزیدی پورے قبیلہ پر حملہ آور نہ ہو یہ لوگ اپنا بار برداری کا سامان اونٹوں پہ لاد کر گاؤں سے نکل کھڑے ہوئے مگر کسی دوسری جگہ جانے کی بجائے کربلا پہنچ گئے۔۔ اس دن محرم کی بارہویں تاریخ تھی جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین شہید ہو گئے تو سب مرد و زن نوحہ و زاری کرنے لگے ان کی عورتیں پھر کہنے لگیں کہ اب نصرت فرزند رسول اس طرح ہو سکتی ہے کہ تم ان کے لاشوں کو جو بے گور و کفن پڑے ہیں دفن کرو چنانچہ قبیلہ بنی اسد کے لوگوں نے ان شہیدوں کو دفن کیا۔ (تفصیلاً بعدہ ذکر کیا جائے گا)

حضرت امام حسینؑ اور عمر ابن سعد کی دونوں لشکروں کے درمیان ملاقات

جب امام حسینؑ چاروں طرف سے فوج اعداء میں گھر گئے۔ تو بروایت محمد ابن ابی طالب الموسوی حضرت امام حسینؑ نے عمر بن سعد کو پیغام بھیجا۔ انی ارید ان اکلمک فالقینی بین العسکرین عسکری وعسکرک یعنی کہ ہم دونوں لشکروں کے درمیان گفتگو کریں تاکہ تمام لوگ آگاہ ہو جائیں۔ اور یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم آل محمد کو نہیں پہچانتے تھے یا معلوم نہ تھا ورنہ ہم آل رسول کو شہید نہ کرتے۔ امام حسینؑ دلیرانہ و شیرانہ تشریف لے گئے اور وہ پیر بے بصیرت عمر ابن سعد بھی اپنے خیمہ سے نکل کر آیا اس کے ہمراہ ایک سو بیس سوار بھی آئے تھے۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ بعض ایسے لوگ کہ جو عمر ابن سعد کے منہ لگے ہوئے تھے از خود آگئے۔ امیر محمد روضۃ الصفا میں لکھتے ہیں کہ عمر ابن سعد کے ہمراہ ایک سو بیس افراد تھے۔ ادھر حضرت خامس آل عبا امام حسین علیہ السلام بھی اپنے بیس اصحاب و اعزاء کے ساتھ تشریف لائے آگے آگے حضرت عباس ایک طرف حضرت علی اکبر اور دوسری طرف آپ کے باور و انصار تھے۔ جب امام حسین علیہ السلام نے ابن سعد سے ملاقات کی تو گفتگو کے وقت اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ دور دور ہو جاؤ سب دور ہو گئے مگر حضرت عباس علیہ السلام اور حضرت علی اکبرؑ کو آپ نے نزدیک رہنے دیا عمر ابن سعد نے بھی اپنے ہمراہیوں کو دور چلے جانے کا حکم دیا۔ سب چلے گئے۔ مگر درید غلام عمر ابن سعد اور حفص

پاس رہے۔ امام حسینؑ نے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا اے عمر یہ کیا آتش ظلم ہے کہ جو بھڑک رہی ہے۔ کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا تو خدا سے کیوں حیا نہیں کرتا اے ابن سعد تو اہل ستم کا ساتھ چھوڑ دے اور میرا ساتھ دے۔ عمر ابن سعد نے کہا کہ ابن زیاد میرا گھر تباہ کر دے گا۔ میرے بچوں کو قتل کرے گا جب حضرت امام حسینؑ نے یہ سنا تو کچھ لمحہ خاموش رہے جب اس پر حضرتؑ کے موعظہ کا کوئی اثر نہ ہوا تو آپ وہاں سے یہ کہتے ہوئے کھڑے ہوئے کہ مجھے اب اپنے قتل کا یقین ہو گیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تجھے اپنی عمر میں خیر نہ نصیب ہو۔ اور تجھ کو عراق کی گندم نصیب نہ ہو وہ ولد الحرام کہنے لگا کہ اگر گندم نہ سہی جو غنیمت ہیں۔ امام حسینؑ وہاں سے واپس چلے آئے اے شیعیوں یہی وہ سعد کا منحوس پسر ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام روز عاشورا محرم گھوڑے سے زمین پر گرے تو یہی ملعون سر امام کاٹنے کے لیے آگے بڑھا۔ امام حسینؑ نے فرمایا۔ یابن سعد انت حبت لقتلی اے عمر ابن سعد تو خود مجھے قتل کرنا پسند کرتا ہے۔ اس وقت وہ ملعون شرمندہ ہوا۔ واپس چلا گیا اور نصرانی کو قتل حسینؑ کے لیے مامور کیا۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

ابن زیاد کا صلح کے لیے راضی ہونا اور شمر ذی الجوشن کا مانع ہونا

الشیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ نے معتبر روایات کی بنا پر کتاب الارشاد میں تحریر فرمایا ہے کہ جب عمر ابن سعد سے حضرت امام حسینؑ نے یہ فرمایا کہ ان تین شرائط میں سے کوئی ایک شرط منظور کرے کہ یا تو مجھے مکہ مدینہ جانے دیا جائے یا بصورت

دیگر کسی اسلامی شہر جانے دیا جائے یا پھر شام جانے دیا جائے۔ تو ابن سعد نے ابن زیاد کو ان شرائط کے تحت خط لکھا جس کو پڑھ کر ابن زیاد کہنے لگا کہ یہ خط نصیحت ہے اور قوم کے لیے مفید ہے۔ بہتر یہی ہے کہ حسینؑ ابن علی کو شام جانے دیا جائے۔ جس قدر لوگ اس کی مجلس میں تھے سب ہی نے اس تجویز کو پسند کیا مگر شمر ولد الحرام نے سخت مخالفت کی اور کہا اے امیر کوفہ تو ابن زیاد کی سفارش قبول نہ کر۔ اور نہ حسینؑ کا عجز و تمنا کا خیال کر۔ اگر ایسا ہوا تو پھر تیرا طبل و علم خاک میں مل جائے گا۔ اور تیرا کام سخت ہو جائے گا۔ واللہ لئن رجل من ارضك ولم يضع يده في يدك ليكونن اولى بالقوة ولتكونن اولى بالضعف والعجز۔ یعنی چارۂ کار حضرت امام حسینؑ یہ ہے کہ وہ خود اور ان کے اصحاب تیرے حکم پر عمل کریں تیرے امر کو تسلیم کریں اور جب وہ تیرے حکم کے آگے سر تسلیم خم کریں گے تو معاذ اللہ ذلیل و خوار ہوں گے۔ اور اس وقت اگر حسینؑ کے ساتھ سختی کرتا ہے تجھے اختیار ہے اور اگر معاف کرتا بخشتا ہے تو بھی تجھے اختیار ہے۔ ابن زیاد بدنہاد نے شمر ولد الحرام کی رائے کو بہتر سمجھا۔ اور کہا اے شمر تیری رائے درست ہے۔ اس وقت اس نے ابن سعد کو خط تحریر کیا اور شمر ملعون سے کہا کہ تو میرا یہ نامہ عمر بن سعد کو پہنچا دے اس خط کا ماحصل یہ ہے کہ ابن زیاد نے لکھا اگر ممکن ہو سکے تو حسینؑ ابن علیؑ اور ان اصحاب کو میرا مطیع و منقاد بنا۔ اگر ایسا ہو سکے تو بہت بہتر ہے۔ ورنہ والا فاضرب عنقه بـ انت امير الجيش یعنی اگر عمر بن سعد میرا حکم نہ مانے تو اے شمر تو سالار لشکر ہے اور ابن سعد کی گردن مار دے یعنی اسے قتل کر دے یہ پروانہ لے کر شمر ولد الحرام سے جیسا کہ ابن زیاد نے کہا تھا اس نے ویسا ہی کیا بلکہ اس

سے بھی زیادہ۔ اس ولد الزنا نے روز عاشورا ۱۰ محرم امام عالیمقام کی شان میں ناروا الفاظ کہے اور آپ کا تمسخر اڑایا۔ حد کر دی کہ آپ کے سینۂ اقدس پر وقت ذبح اپنا موزۂ نجس رکھا۔ آپ مشغول جنگ و جدال تھے کہ آپ نے فرمایا لاحول ولا قوة الا بالله پھر فرمایا کہ تشنہ کام ہوں۔ جب شمر ملعون نے سنا تو کہنے لگا معاذ اللہ کیا رقوم جہنم کی خواہش ہے۔ آپؑ نے اس پر نفرین کی (جس شخص پر خود بذاتہ امام علیہ السلام نفرین کریں وہ ابد الاباد کے لیے جہنمی ہوتا ہے۔ لیکن پھر بھی مقصر علماء کہتے ہیں کہ اگر قاتل امام توبہ کر لے تو بخشا جا سکتا ہے) جب شمر ولد الحرام نے آپ کے سینۂ اقدس پر موزہ رکھا اور چاہا کہ آپ کا سر جدا کرے آپ نے بحالت ضعف فرمایا۔ من انت کہ تو کون ہے وہ مردود بولا کہ شمر ہوں۔ میں وہی شمر ہوں کہ آپ نے بچپنے میں فرمایا تھا کہ تو مجھے قتل کرے گا حضرت امام حسینؑ نے فرمایا کہ ان انت لقتلی فاسقینی شربة من الماء۔ اس بدبخت نے جواب دیا کہ اے حسینؑ آب خنجر سے پیاس بجھے گی۔

الا لعنة الله على القوم الظالمين

ابن زیاد کا شمر بن ذی الجوشن کی رائے پسند کرنا

جب ابن زیاد کو یقین ہو گیا کہ حسینؑ ابن علیؑ کبھی بیعت یزید نہیں کریں گے۔ اس نے شمر ذی الجوشن بدنہاد کو کربلا بھیجا۔ اور اس سے کہا کہ اگر عمر بن سعد امام حسین سے بیعت لینے یا جنگ کرنے میں کوتاہی کرے تو شمر خود امیر لشکر ہے اور عمر ابن سعد کو معزول کر دے۔ اور شمر ولد الحرام کی تعریف و توصیف

بیان کی۔ الشیخ مفیدؒ کتاب الارشاد میں فرماتے ہیں کہ ابن زیاد نے اس مضمون کا خط بنام عمر ابن سعد لکھا تھا۔ یابن سعد انی لم ابعث بك الی الحسین لتكف عنه ولا التطاوله ولا التمنیه والبقاء ولا لتعتذر له ولا لتكون عندی شافعًا له۔

زآں زادۂ سعد با نام و جاہ — ندام تو با من چیلے دستگاہ
کہ تو از حسینؑ دفع دشمن کنی — دیا پوزش عنذر من کنی
دیا آنکہ ایمن کنیش از ہراس — دیا در بر من کنیش التماس
بگفتم کہ باد در تنگ آوری — بمن ہر زمان ریسنگ آوری
حسینؑ را دہی ہر سلامت نوید — کنی نامہ نزد من بہ بیم و امید

انظر فان نزل الحسین واصحابه علی حکمی واستلموا فابعث الی سلمًا وان ابوا فازحف الیهم حتی تقتلهم وتمثل بهم وهم مستحقون۔ یعنی اے پسر سعد میں بارہا کہہ چکا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ اس بات کو ملحوظ خاطر رکھ کہ اگر حسینؑ اور ان کے اصحاب میرا حکم مانیں اور میری اطاعت کریں (یعنی بیعت یزید کریں) تو ان کو صحیح وسالم میری طرف روانہ کرو ورنہ بصورت انکار بیعت ان کو اور ان کے اصحاب سے مقابلہ کر۔ اور ان پر کسی قسم کا رحم نہ کر۔ واذا قتلت حسینًا فاوطی الخیل صدره وظهره۔ یعنی جب تو حسینؑ کو قتل کر دے تو لاش پر گھوڑے دوڑانا۔ اور اے عمر ابن سعد اگر تو نے میرے حکم سے سرتابی کی تو علم سرداری شمر کو دیدے اور اپنے آپ کو معزول سمجھ شمر ولد الحرام کوفے سے روانہ ہوا اور کربلا پہنچا اور شمر کے عقب میں یزید بن رکاب تین ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہوا اور اس کے فوراً بعد حصین بن تمیم کی ماتحتی میں چار ہزار سپاہیوں پر مشتمل

فوج روانہ ہوں اور بھی فوج روانہ کی جس کی تفصیل یہ ہے کہ تین ہزار سوار نصر شامی کی سرکردگی میں اور دو ہزار سوار قیس بن حنظلہ، اور دو ہزار عمرو بن قیس کی سرکردگی میں روانہ کیے۔ حضرت امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں ولقد قتل جدی بالسیف والسنان والحجارة والعمود واوطئوه الخیول۔ واحسرتا اس وقت امام حسینؑ کے بچے قتل گاہ میں کھڑے تھے جو بھوکے بھی تھے اور پیاسے بھی۔ سر برہنہ تھے۔ اور زخمی بھی تھے۔ اور بیکس و بے یار بھی تھے۔

شمر بن ذی الجوشن کا ابن زیاد سے اولاد جناب ام البنین کے لیے امان طلب کرنا

عمدة الطالب فی نسب آل ابی طالب، مناقب علم الهدی، ترجمہ ابو الفتوح اور ابن شہر آشوب میں قوم ہے کہ ام البنین حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی زوجہ تھیں آپ کے بطن سے تین پسر پیدا ہوئے۔ (۱) حضرت ابو الفضل عباس علیہ السلام۔ (۲) جعفر (۳) عبداللہ (بعض روایات میں ہے کہ آپ کے چار فرزند پیدا ہوئے) جناب ام البنین کے والد ماجد حزام بن عبداللہ بن ربیعہ بن خالد بن عامر بن صعصعۃ الکلابی تھے۔ اور ان معقلہ کے برادر زادہ جریر بن صعصعۃ الکلابی تھے اور آپ کو یہ فخر ہے کہ اب جریر کی بیٹی صاحبہ ہیں۔ شمر ذی الجوشن بھی اسی قبیلہ کلابی سے تھا جس روز کہ شمر سوئے کربلا روانہ ہوا تو اس نے ابن زیاد ملعون سے اولاد ام البنین کے لیے امان طلب کی تھی جب جریر بن عبداللہ کو خبر ہوئی کہ شمر سردار لشکر ہو کر کربلا جا رہا ہے اور جریر کو یہ معلوم تھا کہ

اس کی عمہ محترمہ جناب ام البنین کی اولاد ہمرکاب حضرت امام حسین علیہ السلام ہے جو امام حسینؑ ساتھ اپنے خون میں نہائیں گے اس کو غیرت آئی اور شمر سے کہا کہ میری چچی کے تینوں بیٹوں کو امان دے جو کہ کربلا میں حضرت حسینؑ کے ہمرکاب ہیں۔ شمر ملعون ابن زیاد بدنہاد کے پاس گیا۔ اور کہا اگر اجازت ہو تو کچھ عرض کروں۔ اس نے کہا کہو کیا بات ہے۔ شمر ملعون نے کہا کہ ام البنین کلابیہ کے تین فرزند حسینؑ کے ساتھ ہیں۔ ان تینوں کے لیے امان چاہتا ہوں اس پر ابن زیاد نے باآواز بلند کہا کہ میں جریرہ کے رشتہ داروں کو خواہ بڑے ہوں یا چھوٹے امان دیتا ہوں آج محرم کی آٹھویں تاریخ ہے جلد کوفہ سے کربلا روانہ ہو چنانچہ شمر ولد الحرام روز نہم محرم کربلا پہنچا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ روز نہم محرم۔ افواج کوفہ و شام نے امام حسینؑ علیہ السلام کا محاصرہ کیا ہے حضرت زینبؑ خاتون فرماتی ہیں کہ میں درمیان خیمہ تھی کہ شگاف خیمہ سے میری نظر بھائی حسینؑ پر پڑی۔ ابھی میری نگاہ چہرہ مبارک پر تھی کہ یکایک صدائے طبل و کوس نقارہ بجنے لگا فضاء آسمان پر سیاہ گرد چھاگئی آواز شور و غل گونجنے لگی۔ اور امام حسینؑ کے چہرہ مبارک کا رنگ ازغوانی ہو گیا یعنی زرد ہو گیا۔ میں نے کہا حسین ماں جائے یہ کیا عالم ہے۔ تمہیں کیا ہو گیا۔ آہستہ سے فرمایا اے بہن اب بچوں کے یتیم ہونے کا وقت آپہنچا۔ الم کی بیکسی کا وقت آگیا ہے یعنی اب شمر ولد الحرام کربلا وارد ہو گیا ہے۔ حضرت علیا مرتبت زینبؑ نے کہا وا حسرتا میں بھائی کی زبان سے ان کے شہید ہونے کی خبر سن رہی ہوں خداوندا کوئی خواہر اپنے بھائی کے مرنے کی خبر نہ سنے

الالعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

حضرت عباس علمدار کا نہر فرات پر پہرہ داروں سے جنگ کرنا

کتاب ریاض میں محمد بن ابی طالب الموسوی سے روایت ہے کہ

بگفت اے برادر نگہ کن کہ کار | دگرگونہ شد از بد روزگار
نشاید چنیں در جہاں زیستن | کہ بے آب کی خود توان زیستن
بزن دست بر تیغ شیر خدائے | عنان تنکا در یکے بر گرائے
بزن رخش در آب و برگیر جام | بنوشش و بنوشان یاران تمام
پس ایں مشک ہارا پر از آب کن | از آں جوہر پاک نایاب کن
بیاد در کہ ما ہم لبے تر کنیم | یکی یاد ساقی کوثر کنیم
چوں بشنید عباسؑ با آفریں | نزد بوسہ بر پائے سلطان دین
نشست از بر زین پلنگ ثریاں | بیکدست مشک و بدیگر سناں
سمند سبک پوی آں تاج بخش | بسم خاک میدان ہمی کرد پخش
روان گشت چوں آں یل ارجمند | تناخت بمہر ریخت گرد ول سپند
پیادہ ز پیش و سواران ز پشت | کشف برکیف اژدہائی بہشت
برفتند تا بر لب رود بار | جہاں بود مانند دریای غار

فقال عمرو بن حجاج من انتم فقال رجل من اصحاب الحسینؑ یقال لہ ھلال بن نافع البجلی ابن عم لک جئت اشرب من ھذا الماء ــــــــ یعنی ہلال بن نافع

نے کہا کہ میں تیرا چچا زاد ہوں اس نہر سے پانی چاہتا ہوں۔ فقال العمرو بن الحجاج اشرب هنيئا۔ اس نے کہا کہ شوق سے پانی پیو فقال هلال ويحك یعنی ہلال نے کہا وائے ہو تجھ پر کہ تو مجھے پانی پینے کو کہتا ہے اور حسین ابن علیؑ اور ان کے اہل حرم بچے اور ساتھی پیاسے ہیں۔ اس بدبخت نے کہا کہ تم نے سچ کہا لیکن ابن سعد نے منع کیا ہے۔ جب ہلال اور ان کے ساتھیوں نے اس بدبخت سے یہ سنا تو فوراً تلوار بکف اس کے پاس پہنچ گئے

بزد عمرو حجاج با آنکی دلیر | سپہ دست یودند بہ تیغ و تیر
پلنگ تریان شبیر دشت یلے | بر آورد یک نعرۂ یا علی
بشمشیر گوپال بفراخت یال | سر افکند و تن خست بشکست بال
چنان ریخت خون از بر جویبار | کہ بر رود شد جوئی خونزا گذار

ابی مخنف کہتا ہے کہ جناب عباسؑ اور حسینی دلیروں نے خوب قتال کیا اور جو نگہبان ہو نہر فرات تھے ان کے قدم اکھڑ گئے۔ اور امام حسینؑ کے اصحاب میں سے ایک بھی قتل نہیں ہوا۔ نہر فرات سے پانی بھرا اور اپنے لشکر میں واپس آگئے۔ فشرب الحسینؑ ومن کان معه۔ یعنی امام حسین علیہ السلام اور آپ کے تمام ہمراہیوں نے پانی پیا۔ اور اس لیے حضرت عباس علیہ السلام کو سقا کہتے ہیں ؎

بایں آب دادن ز شاہ جہاں
لقب یافت سقائی لب تشنگان،

صاحب کتاب عمدۃ المطالب لکھتے ہیں کہ حضرت عباس ابن علیؑ کو سقاؔ اس لیے کہتے ہیں کہ پیاسے جانتے تھے کہ عباسؑ کی وجہ سے پانی ملا ہے پانی

لانے کا یہ واقعہ ۹ / ویں شب کا ہے جس قدر پانی تھا وہ سب اسی وقت ختم ہوگیا تھا پھر تشنہ لبی رہی) بعدہ بچے جب پانی مانگتے تو حضرت عباسؑ کے پاس آکر سوال آب کرتے۔ حضرت عباس بچوں سے شرمندہ ہوتے تھے امام حسینؑ خدمت میں تنگی محسوس کرتا ہوں زندگی تلخ معلوم ہو رہی ہے مجھے اجازت دیجئے۔ کہ نہر فرات سے پانی لاؤں تاکہ تشنہ لب بچوں کی پیاس بجھے حضرت عباسؑ کے القاب میں سے ایک لقب ابوالقربہ ہے۔ قربہ پانی سے بھری ہوئی مشک کو کہتے ہیں۔ گویا حضرت عباسؑ سے پیاسوں کی آس بندھی ہوئی تھی کہ جب تک عباسؑ ہیں پانی مل جائے گا۔ اے شیعوں حضرت عباسؑ کو اذان جہاد نہیں ملا تھا بلکہ امام حسینؑ نے پانی لانے کی اجازت عطا کی تھی۔ بچوں نے مشک لا کر دی کہ چچا جان پانی کی سبیل کیجیئے۔ آپ فرات پر تشریف لے گئے لیکن پانی نہ لا سکے کیونکہ پانی سے بھری ہوئی مشک پر تیر لگا اور پانی بہہ گیا۔ الا لعنة الله على القوم الظالمين۔

بریر بن خضیر ہمدانی کا عمر بن سعد کو نصیحت کرنا

مستند و معتبر روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ عمر بن سعد نے تیسری محرم سے ۷ / ویں محرم تک حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ صلح و آشتی اور آنا جانا باقی رکھا اس خیال سے کہ شاید آپ بیعت یزید کرلیں۔ یا ابن زیاد جنگ کرنے سے گریز کرے۔ ساتویں محرم تک ان دونوں باتوں میں سے ایک بھی رونما نہ ہوئی اور بعض لوگوں نے ابن زیاد کو اس کے رویہ کی مخبری کی تو اس نے امام حسینؑ کے ساتھ اپنا رویہ سخت کیا۔ کتاب منتخب میں مرقوم ہے کہ بریر بن خضیر ہمدانی بڑے

عابد و زاہد اور مطیع حضرت امام حسینؑ تھے انہوں نے کمال دلسوزی کے ساتھ ساتھ خدمت امام عالی مقام میں عرض کیا یا ابن رسول اللہ اتاذن لی ان ادخل الی خیمہ ھذا الفاسق فاعظہ لعلہ یرجع عن غیہ۔ یعنی اے مولا و آقا اگر اجازت ہو تو میں اس فاسق کے پاس جاؤں اور اس کو نصیحت کروں تاکہ شرم کرے اور جنگ سے باز رہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا اچھا تم چاہتے ہو تو جاؤ اور نصیحت کرو۔ بریر خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کے خیمہ میں گئے۔ بریر جب خیمہ میں پہنچے تو آپ نے نہ اذن داخلہ طلب کیا نہ سلام کیا اور مسند پر اس کے پاس بیٹھ گئے۔ عمر بن سعد نے آپ کی طرف نگاہ اٹھا کے دیکھا۔ اور غضب کی حالتیں مخاطب ہو کر کہا۔ یا اخا ھمدان ما الذی منعك من السلام علی الست مسلما اعرف اللہ و رسولہ۔ یعنی اے برادر ہمدانی کس لیے آئے ہو نہ تم نے مجھے سلام کیا۔ کیا میں مسلمان نہیں ہوں کیا میں خدا اور رسولؐ کا منکر ہوں اور ان کو نہیں پہچانتا ہوں۔ بریر نے فرمایا کہ اگر تو خدا اور رسولؐ کو پہچانتا اور تو مسلمان ہوتا تو قتل فرزند رسول خدا پر کمربستہ نہ ہوتا۔ اور بعد قتل حسین ابن علیؑ ان کے اہلحرم کی اسیر کرنے کی طرف متوجہ نہ ہوتا اس حالت میں بھی تو اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہے۔ وبعد فھذا ماء الفرات یلوح بصفا بہ و تیلا لا تشرب منہ الکلاب والخنازیر اے پسر سعد یہ ظلم کیا کم ہے کہ نہر فرات سے پانی سور اور کتے ہیں جانور سیراب ہوں مگر حسینؑ فرزند رسول خدا پر پانی بند کیا ہے۔ کیا یہی تیرا اسلام ہے امام امت کے تو قتل پر آمادہ ہے۔ فاطرق عمر بن سعد راسہ الی الارض ساعۃ --- یعنی عمر بن سعد ایک ساعت تک سر نیچا کیے

بیٹھا رہا کہنے لگا کہ یہ سب کچھ صحیح ہے۔ مگر میں حکومت رے نہیں چھوڑ سکتا۔ اتیشر علی ان اترك ملك الری فتصیر لغیری۔ کیا تو مجھے یہ صلاح دیتا ہے کہ میں ملک رے کی حکومت غیر کے لیے چھوڑ دوں اور اس سے دست بردار ہو جاؤں۔ جناب بریر مایوس ہو کر واپس گئے اور خدمت امام حسینؑ میں سارا واقعہ اور گفتگو یہاں کی امام حسینؑ نے فرمایا اے مرد متقی۔ لا یا کل من برھا الا قلیلا۔ کہ آپ کو گندم رے بہت کم کھانا نصیب ہوگا کہ اس کی عمر کا نامہ طے ہونے والا ہے۔ بہت جلد یہ اپنے کیفر کردار کو پہنچے گا اور اس کا سر بستہ پر یہی ظلم کیا جائے گا۔

مولف کتاب تحریر فرماتے ہیں کہ عمر بن سعد پر ہی کیا منحصر ہے کہ وہ اپنی عمر میں خیر و برکت نہ دیکھے گا بلکہ حضرت امام حسینؑ کے ساتھ جس نے بھی ظلم و ستم کیا ہے وہ بھی اپنی عمر میں خیر نہ دیکھے گا چہ جائیکہ عمر بن سعد سے ابن زیاد کا کیا ہوا وعدہ حکومت رے پورا ہوا اس حکومت کے لالچ میں عمر سعد ملعون نے امام حسینؑ پر پانی بند کیا انتہائے ظلم یہ ہے کہ حضرت امام حسینؑ روز عاشورا محرم علی اصغر کو ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے پانی مانگ رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اے قوم نابکار اس معصوم بچہ کو ایک گھونٹ پانی پلا دو۔ مگر پانی نہ دیا۔ اور حرملہ بن کاہل اسدی نے ایک سہ شعبہ تیر سے بچہ کو ذبح کر ڈالا۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

حضرت امام حسین علیہ السلام کا پس خیام باعجاز چشمہ آب ظاہر کرنا

محمد ابن ابی طالب الموسوی فرماتے ہیں۔ لما اضر العطش بالحسین واصحابہ فاخذ الحسین فاسا وجاء الی وراء خیمۃ النساء فخطی فی الارض تسع خطوۃ نحو القبلۃ ثم حفر هناک۔ یعنی جیسے پیاس نے حضرت امام حسینؑ اور اصحاب پر غلبۂ شدید کیا اور ان کی تشنگی بحد ضرر پہنچی، تو امام حسینؑ اہل حرم کے خیمہ کے عقب میں تشریف لائے قبلہ رو کھڑے ہوئے اور زمین کی طرف اشارہ کیا اور ٹھنڈے پانی کا ایک چشمۂ شیریں پیدا ہوا۔ فشرب الحسین وشرب الناس باجمعھم وملئوا سقیتھم امام عالی مقام آپ کے اصحاب و لشکر اور اہل حرم نے پانی پیا۔ جب سب کے سب سیراب ہوگئے چشمہ غائب ہوگیا۔ فبلغ ابن زیاد فارسل عمر بن سعد بلغنی ان الحسین یحفر الابار نیصیب الماء فیشرب ھو واصحابہ یعنی یہ خبر کہ امام حسینؑ نے باعجاز چشمہ پیدا کیا اور آب خنک وشیریں سے خود امام حسینؑ اور ان کے اہلبیت اور اصحاب سیراب ہوئے عمر بن سعد اور ابن زیاد بدنہاد نے پانی بند کرکے اپنی آبرو ختم کردی اور حسینؑ علیہ السلام کے لیے چشمۂ آب پیدا ہوا جو مرتبہ میں زمزم سے زیادہ افضل ہے۔ اے شیعو۔ بنی امیہ کے ظلم کی کوئی حد ہے کہ اولاد رسول خدا کو بے گناہ قتل کیا اعضاء پاک کو ٹکڑے ٹکڑے کیا۔

یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے دوسری مرتبہ بھی چشمہ جاری

کیا ہے لیکن یہ چشمہ آب حضور امام پاک کے دست مبارک میں ہی جاری تھا آپ نے اپنی انگشت مبارک ہتھیلی پر رکھی۔ اس سے پانی جاری ہوا۔ جو نہایت سرد وشیریں تھا۔ سب ہی نے پانی پیا۔ لیکن روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خود بھی آپ نے پانی پیا ہو۔ آپ خود پیاسے رہے۔ آپ نے اپنے اصحابؓ کو اس لیے پانی پلایا کہ حکم شریعت ہے کہ قربانی سے اور ذبح کرنے سے پہلے جانور کو سیراب کرو۔ امام حسینؑ نے سب کو سیراب کیا اور خود پیاسے ہی شہید ہوئے۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

روز نہم یزیدی لشکر کا محاصرۂ خیام امام حسینؑ کرنا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کافی میں روایت ہے کہ آپ نے فرمایا قال تاسوعا یوم حوصر فیہ الحسین علیہ السلام واصحابہ رضی اللہ عنھم بکربلا واجتمع علیہ خیل اھل الشام وانا خوا علیہ وفرح ابن مرجانہ وعمر بن سعد بتوافر الخیل وکثرتھا واستضعفوا فیہ الحسین واصحابہ وایقنوا انہ لا یاتی الحسین ناصر ولا یمدہ اھل العراق بابی المستضعف الغریب الخ ثقۃ الاسلام کلینی علیہ الرحمہ نے حضرت صادق آل محمدؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ روز نہم محرم لشکر شام نے امام حسینؑ کے خیام کا محاصرہ کیا اور چاروں طرف افواج شام تھی اور درمیان میں حضرت امام حسین اور اصحاب تھے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام از روئے حسرت و بکا میں فرمایا کہ اے جد مظلوم میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں کس قدر بیکسی وغربت تھی۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ لشکر عمر ابن سعد نے جب کہ وہ تیسری محرم کو کربلا پہنچا ہے اور امام حسینؑ کی غریبی وبیکسی مشاہدہ کی ہے تو وہ ابن زیاد سے برگشتہ

ہوگئے یعنی منحرف ہوگئے۔ ان میں سے بعض ظاہر اور بعض مخفی طور پر منحرف ہوئے ابن سعد ملعون کو جب یہ خبر پہنچی تو اس نے سعد بن عبدالرحمٰن کو طلب کیا اور مامور کیا کہ جو لوگ کوفہ کے رہنے والے کربلا سے واپس آگئے ہیں ان کو گرفتار کرے اور میرے سامنے پیش کرے۔ اس نے ان لوگوں کو گرفتار کیا اور عمر ابن سعد کے سامنے پیش کیا ان میں بعض وہ لوگ بھی تھے کہ جن کا شام سے تعلق تھا ان سب کو قتل کرا دیا گیا تاکہ کوفہ والوں میں خوف و ہراس پیدا ہو۔ صاحب کتاب ریاض الاحزان فرماتے ہیں کہ ابن سعد کو مزید لشکر بطور کمک بھیجا گیا جس کی تعداد تیس ہزار سے لے کر چار سو ہزار (چار لاکھ) بتلائی جاتی ہے۔ یہ لشکر مختلف شہروں، قریوں اور قبیلوں پر مشتمل تھا۔ اس لشکر میں اسلحہ بنانے والے اور اس پر دھار رکھنے والے اونٹوں کو ہنکانے والے، سقے، جراح وغیرہ بھی کثیر تعداد میں تھے جو کہ ساباط، مدائن، شاکریہ، کندہ، ربیعہ، عبادہ، سکوا، حمیر، طوائف، دارم، غطفان، مذحج، یربوع، خزاعہ، محلب، بنط، بصرہ، تکریت، عسقلان، علاقہ کرد، رؤسائے کوفہ، مسجد بنی زہرہ، بستیوں سے متعلق ہیں۔ ان کے علاوہ خیام بردار، نعال بردار، اور تماشائی بھی تھے۔ اس تمام لشکر کا عمر ابن سعد سردار تھا۔ اس کا فرزند حفص نائب سالار تھا۔ اس کا غلام درید۔ پورے لشکر کا علم دار تھا۔ عقب میں آنے والے لشکر کا سردار ابوالحنوق، اور سردار لشکر ابوالاخرس تھا جاسوسی کا شعبہ ابن ابی جوبہ کے سپرد تھا۔ ابوایوب بیلداروں کا سالار، عمرو بن حجاج میمنہ کا سردار شمر ذی الجوشن ملعون میسرہ کا سردار، حرملہ ملعون تیراندازوں کا سردار۔ اور ابوالحنوق سنگ اندازوں کا سردار تھا اور سنان بن انس، نیزہ والوں کا سردار تھا یہ لشکر کربلا سے تا مدرجوازہ کوفہ صف بستہ کھڑا تھا۔ قسطنطنیہ سے تا قادسیہ اور قادسیہ سے

تا عذیب الہجانات علاقہ میں پھیلا ہوا تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ لشکر ابن زیاد کی صحیح تعداد کو کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ کے یا خود امام حسینؑ بعلم امامت جانتے ہیں ہم تو تصور بھی نہیں کر سکتے کہ آپ نے یہ جنگ کیوں کر لڑی ہے واحسرتا حضرت امام حسینؑ فرزند رسول خدا کجا اور یہ عظیم لشکر کجا۔ اس لشکر یزیدین نے تین مرتبہ حضرت امام حسینؑ پر پورا پورا ہجوم کیا ہے ایک اس وقت کہ جب حضرت ابوالفضل عباس علمدار نہر فرات پر پانی پینے لگے ہیں پانی ایک مشک بھر کر لا رہے تھے کہ لشکر اعداء نے چاروں طرف سے ہجوم کیا اور آپ زخمی ہو کر گھوڑے سے گرے امام حسین پہنچے دیکھا کہ بھائی شانے کٹے ہوئے زمین پر ہے آپ کا سر اپنے زانو پر رکھا کہ روح پرواز کر گئی دوسری مرتبہ اس لشکر تا ہنجار نے اس وقت ہجوم کیا ہے کہ جب روز عاشورا محرم جنگ شروع ہوئی ہے اور عمر ابن سعد ملعون نے سب سے پہلے تیر رہا کیا ہے اور اصحاب امام حسینؑ میں سے کچھ لوگ شہید ہوئے ہیں۔ اور تیسری مرتبہ اس وقت ہجوم کیا ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام تنہا رہ گئے ہیں تو کوئی تیر مارتا تھا کوئی پتھر مار رہا تھا کوئی تلوار چلا رہا تھا کوئی نیزہ سے وار کر رہا تھا۔ امام حسینؑ تنہا تھے اور ہزاروں حملہ کرنے والے تھے۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

ابن زیاد کا خط لے کر شمر بن ذی الجوشن کا کربلا پہنچنا

الشیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ روز نہم محرم کو شمر ولد الحرام ابن زیاد کا فرمان لے کر عمر ابن سعد بد نہاد کے پاس کربلا وارد ہوا۔ اور اس کو ابن زیاد کا فرمان دیا عمر ابن سعد نے جب مضمون خط دیکھا تو مثل شعلہ آتش بھڑک اٹھا۔

عمر چوں زعنوان نشان برگرفت
سراپائی آتش بجان درگرفت
ازاں خواندن نامۂ عمر گاہ
سراسر جہاں شد بچشمش سیاہ
چہ نامہ بلائی کتاب مبین!
پر ندی پراز آیت کفر و کیں!!
درختی ہمہ شاخ و برگش خدنگ
بن و بیخش آویزہ پر خاش جنگ
ستیزندہ مردش شدہ آبیار
بہارش برآوردہ دندان مار
سپہدچناں خیرہ درشر دید
توگفتی کہ جانش بخواہد پرید

فقال لہ عمر مالک ویلک لا قرب اللہ دارک قبح اللہ ما قدمتہ بہ علی

بدو گفت کی ناکس شوم پے	کہ باوے بہ شمشیر بیداد پے
ندارالامان خانہ ات اوریاد	سر خیرہ ات زندہ درگور باد
چہ بود آنکہ مارا بدان داشتی	چہ تخم اینکہ از کینہ ات کاشتی
چہ نامہ است کاوردے ای نابکار	کہ زشتش کند پاک پروردگار
لعانت کہ باین سرشت پلید	خوری در جہاں برز شاخ امید

واللہ انی لاظنک انک نہنیتہ ان یقبل ما کتبتہ بہ الیہ وافسدت علینا امرا قد کنا رجونا ان یصلح لا یستسلم۔

بداندہ راد چرخ بلند	کہ آن پرمہا نامۂ سودمند
کہ من برنوشتم بمیر عراق	بترک نفاق و بمہرد و فاق
گمان بد کہ درقلب او ناگزیر	کند جائی ہمچون درآماج تیر
کہ دامن نیالودہ باشیم	بچون پسر دختر مصطفےٰ
تو گشتردم طبیعت تاریک رائی	بدو جنگ ازہم نکردی جدائی
کشودی یکی نیش کیں ناگہاں	شہ آشفتہ زنبورا آشیاں
تبہ کشت تخمی کہ ماکاشتیم	زبارش امید بہی داشتیم

واللہ الحسین علیہ السلام ان نفس ابیہ لبئین جنبیہ۔

چنیں سرفرازیکہ من دیدہ ام	درا از بزرگان پسندیدہ ام
کجا دست در دست پور زیاد	نہد کرد و جان عالم بباد
دل طبع والائی شیر خدائے	حسینؑ را میان دو پہلوست جائی
حسینؑ کی باین کار تن در دہد	مگر جان شیریں بدشمن دہد
بدو شمر گفتا کہ تندی مکن	سخن راندائی ہمی سر زبن

توبازی کنی با درفش وسپاه   نہ جنگ آزمائی نہ صاحب کلاہ
تومیترسی ازبرق تیر وسنین   بہانہ است صلح عبید وحسینؑ
من اکنوں کہ برسان باد آمدم   بفرمان ابن زیاد آمدم
مرا گفت پرنیو اآر روے   سپہدار نوباش یا جنگجوئی
نوشتہ است فرمان ترا ہم چنین   ہنوزش نخشکیدہ جاء مکین

اخبرنی ما انت صانع اتمضی لامر امیرك وتقاتل عدوك و

الا فخل بینی و بین الجند والعسکر۔

درستی مرا آگہی دہ کنوں!   کہ خواہی چہ کردن بکارا اندرون
بہی سر بفرمان میر عراق   بہ پیکار دشمن کنی اتفاق
سپہ را کشی سوے میدان جنگ   دل خصم دوزی بہ تیر خدنگ
کہ من نیز باتو بہ بندم میاں   بجنگ مخالف چوں شیرژیان
دیا سر بپیچی ز فرمان بری   گذاری بیکسوئے والا سری
سپاری بمن نائی وکوس وسپاہ   درفش وسراپردہ وبارگاہ

فقال لا ولا کرامتہ لك ولکن انا اتولی ذلك فدونك

فکن انت علی الرجالہ۔

سپہید بدو گفت اے بے بہا   کہ خواند تو را در جہاں کدخدا
تورا یاران نیست در روزگار   کہ سالار باشی ومن بندہ وار
نہاں تا نگہ دیدہ رخشندہ ہور   کجا عرصہ ماند بخفاش کور
توا ے کرم شب تاب آں یا فتی   کہ دعوی بخورشید بشتافتی
منم بندۂ فرمان ابن زیاد   توشو از مدخود منہ پا زیاد

کرت طبع سرکش گستہ لگام   دماغ زبون پختہ سودائی خام
پیادہ کہ اندر سپاہ من است   کجا زیر فرمان کلاہ منست
ترا سر برایشان نمودم تمام   برو بر سر طبع خود کن لگام
کہ سرہنگ فوج پیادہ منم   خدا و رسولؐ ورا دشمنم!
بدو شمر گفتا کہ آری رواست   مرا چون وگرہا شمردن خطا است
پیادہ کدام است چنداست مرد   کہ گویم بسنجید کار نبرد
دہم چوب وسنگ وسنان وسنین   فرستم پی قصد جان حسینؑ
بریزند از سر چار سو بر سرش   نمائید چون توتیا پیکر سش
نباشد چو سر خیل مرد گریز   نہ ہر با پیادہ تواں جست نیز
پیادہ کہ باشد بفرمان من   بتیر دوران گرم یک ران من
زمین نان پیادہ زنان زیں سوار   بہ پیچید چہ طومار ہنگامہ کار
بگفت ایں و بدحال آشفتہ سر   بردن آمد از بارگاہ عمر

اے شیعہ۔ اس ولدالزنا نے اپنی پیادوں کو چند مرتبہ حکم دیا تھا کہ حملہ کریں جس کی تفصیل یہ ہے کہ اول مرتبہ جنگ مغلوبہ میں بوقت صبح عاشورا محرم حملہ کیا۔

دوسری مرتبہ کہ جب حر ریاحی رحمۃ اللہ علیہ جنگ کرنے کے لیے لشکر اعداء میں گئے ہیں اور آپ کے پیر پتھر سے زخمی ہوا ہے۔ تیسرے اس موقعہ پر کہ جب حملہ مغلوبہ قبل ظہر کیا ہے۔ چوتھے اس وقت کہ جب مجالس بن شبیب شاکری جنگ کر رہے تھے۔ پانچویں اس وقت کہ جب حضرت قاسم ابن حسنؑ جنگ کر رہے تھے چھٹے اس وقت کہ جب امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر

پر تشریف لائے ہیں۔ ساتویں اس وقت کہ جب اعدائے دین خیام امام حسین کو لوٹ رہے تھے۔ چاروں طرف سے ہجوم فوج اعدا و بتا۔ شمر ذی الجوشن کا کربلا پہنچنا اور حضرت امام حسینؑ کا انکار بیعت یزید کرنا۔

التبر المذاب میں ہے کہ عمر بن سعد نے شمر ولد الحرام کے روز نہم محرم وارد کربلا ہونے کی خبر حضرت امام حسینؑ کو دی۔ شمر ملعون ابن زیاد کی جانب سے مامور تھا کہ جب ابن سعد فرمان ابن زیاد پڑھ لے تو فوراً ہی حضرت امام حسین علیہ السلام سے بیعت طلب کرے اگر حسین ابن علیؑ بیعت کر لیں تو فبہا ورنہ ان کو قتل کرے ان کے اصحاب کو قتل کرے اور سر ہا بریدہ کو فہ بھیج دے اور شمر کو یہ حکم دیا تھا کہ اگر ابن سعد میرے اس فرمان پر عمل نہ کرے تو اس کو معزول کر دے اور اس کی جگہ امیر لشکر قرار پائے۔ جب یہ خط عمر ابن سعد کی نگاہ سے گزرا اور مضمون خط پڑھا تو اس نے حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کو نامہ تحریر کیا کہ شمر ذی الجوشن یہاں پہنچ گیا ہے اور ابن زیاد نے حکم دیا ہے کہ آپ سے مطالبہ بیعت یزید کیا جائے اگر آپ بیعت کر لیں تو بہتر ہے ورنہ پھر جنگ ہے تیر و تلوار ہے اور آپ ہیں اگر آپ جنگ سے گریز کریں تو بہتر ہے ؎

نجوئیؑ گر از راہ بیعت فتوح 　 بطوفان بدہ خانماں را چو نوحؑ
بگوئی کہ من سبط پیغمبرم 　 سرافراز دین را پسر دخترم
کہ ملک از پیغمبر فراموش کرد 　 سدائے تو را پنبہ در گوش کرد

قاصد ابن سعد کا نامہ لے کر خدمت اقدس امام حسینؑ میں حاضر ہوا نامہ امام حسینؑ کو دیا گویا نامہ عمر نے دست حق پرست کو بوسہ دیا ؎

کہ ناگہ فرستادہ آمد ز راہ، 　 بزد بوسہ با نامہ بر دست شاہ

عفہ دین چہ آن بی حیا نامہ خواند 　 ز غیرت برخسار کان خون فشاند

امام حسین علیہ السلام نے نامہ پڑھ کر فرمایا کہ واللہ لا وضعت یدی فی یدی ابن مرجانۃ ابدا فہل ھو الا الموت والقدوم الی رب کریم ؎

ز نا زاد مرجانہ نابکار را 　 کہ او را پدر نیست در روزگار
بدا آنجا کشید آسمان کار او 　 کہ بیعت کند از حسین آرزوے
تفو بر تو اے گنبد کوژ پشت 　 باآل نبی چند باشے درشت
چو ایزد قبائی خلافت برید 　 ببالائی ما راست شد نے یزید
مرا نیم از مرگ بخشد عمر 　 کجا مرگ گو تا در آید ز در
کشائیم پے مرگ آغوش ننگ 　 کہ مردن بہ از زندہ بودن بہ ننگ

امام حسینؑ پر عمر بن سعد بد نہاد کی باتیں گراں گزریں۔ ایک آہ جگر سوز کھینچی اور شہادت کی تمنا کی۔ اصحاب و انصار و اعزاء اس کے خط پر غیض و غضب میں آ گئے امام حسینؑ نے فرمایا اے میں اس دن کو پہلے سے جانتا تھا۔ مجھے میرے جد حضرت رسول خداؐ نے پہلے ہی سے خبر دیدی تھی میں نہیں چاہتا کہ ابن زیاد بد نہاد کا چہرہ دیکھوں۔

اس سے زیادہ بے حیا کوئی اور نہ ہوگا۔ نہ وہ دین رکھتا ہے نہ ایمان نہ عہد و پیمان اس کے نزدیک کوئی چیز ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم اب موت کے سوا کسی دوسری چیز کو پسند نہیں کرتے ہم قتیل راہ خدا ہو کر اپنے خون میں نہانا پسند کرتے ہیں۔ اے وائے بر زمانہ کہ امام حسین علیہ السلام کشتہ ہونا اختیار کیا مگر ابن زیاد ملعون کی صورت دیکھنا پسند نہ کی۔ ہاں آپ کی آنکھیں اس کے چہرہ نحس پر اس وقت پڑیں کہ جب آپ کا سر بریدہ طشت طلاء میں رکھ کر دربار میں اس کو پیش کیا گیا۔

اس ولدالحرام نے سرِ امام حسینؑ طست سے اٹھایا اور اس پر ایک نظرِ تبسم آمیز ڈالی۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

شمر ملعون کا امان نامہ لے کر جناب عباسؑ علمدار کے پاس آنا

قال المفیدؒ و نھض عمر بن سعد الی الحسین علیہ السلام عشیۃ الخمیس لتسع مضنین من المحرم۔ الشیخ مفیدؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ عمر ابن سعد بوقت ہنگام عصر روز پنجشنبہ ۹ محرم کو اپنے لشکر و سپاہ کے ہمراہ حضرت امام حسینؑ کے خیمہ کی طرف آیا اسے یہ یقین ہو گیا تھا کہ اب حضرت حسینؑ ابن علیؑ بیعت یزید ہرگز نہیں کریں گے۔ جب وہ خیام امام عالی مقام کے نزدیک پہنچا تو اصحاب نے آواز دی کہ کون ہے کہ جو خیام شہ لولاک تک آ گیا ہے۔ امام عالی مقام نے ان سپاہ کو حکم دیا کہ اسلحہ سے آراستہ ہو جائے کہ عمر بن سعد لشکر حسینی کے سامنے پیادہ پا آیا۔ اور سواران آہن کلاہ اس کے عقب میں تھے۔ اس وقت میدان کارزار میں ایک غلغلہ ایک شور، ایک ہنگامہ آواز بلند ہوا۔ منظوم واقعہ از صدرالدین مرحوم حسب ذیل ہے ؎

برآمد ز دہلیز پردہ سرائے — بفرمود تا در دمید ندنائے
کہ لشکر بپوشند اسباب جنگ — براسپان بہ بندند زیں خدنگ
پیادہ درآید بہ پیش سپاہ — پس آمد ز سواران آیں کلاہ
خروشیدن آمد چو از گردنائے — بجلبید دریائے آہن زجائے
براسپان سرکش بہ بستند زین — ہوا قیرگون شد زمین آہنین

ز آواز اسپ و ز بانگ سوار — زمانہ گر آمد ز فرسنگ چار
بنالید شیپور بر حال شاہؑ — کہ زار اے روان تشنہ و کم سپاہ
دریغ از تو و جان پژمان تو — ز خورشید بر سرو تابان تو
فروغ روان پیمبر توئی!! — دل جان زہراؑ و حیدرؑ توئی
عزیز جہاں خوار گردید حیف — چراغ حرم تار گردید حیف
ہمیدون بہ بیچارہ شیپور کوس — بسر بر ہمی کوفت دست فسوس
بجوشید چون دشت از مرد کین — بہ اسپ سپہبد نہاد زین!
بیامد میان بستہ کارزار — بدر شمر ذی الجوشن نابکار
سپہدار را گفت لختی بمان — کہ من بہر عباس دارم امان!
شوم بو چہ صیاد صید آورم — سر شیر جنگی بقید آورم!
اگر نیست عباسؑ در آں سپاہ — بکام تو باشد ہمہ رزمگاہ!
کہ آن شیر فرزانہ درشت کار — ز حیدرؑ بود حملہ را یادگار
گران یکسوار اندران لشکراست — بہ تنہا کہ از کوفیان بی سراست

کتاب الارشاد میں مرقوم ہے کہ فجاء شمرؑ لعنہ حتی وقف علی اصحاب الحسین علیہ السلام۔

برآمد ز لشکر پس آں گاہ فرد — بزیرش یکی جنگی ہامون نورد
دلش ہم چوں خارا برش خارہ سائے — تنش غرق آہن ز سر تا بپائے
نمود ذی تن و اسپ آں نابکار — چہ کوہے کہ بر کوہ گردد سوار
درآمد بسان گراز دمان — بدستی عنان و بدستے ستان
جدا شد از لشکر آن تیرہ رائے — بگردوں برآمد غو کرہ نائے

ازان غلغل و جوش اسپ دلاح   خروشی کشید از جگر ذوالجناح (چہ خوب)
قلم کرد گوش و علم کرد دم   ہمیں دم زمین کوفت روئیدٔ سم
ز پردہ سر خسرو تاجور   برآمد چہ خورشید باختر
ہر سو نظر کرد در شمر دید   دل نازک شاہ درد یہ دمید
ز میدان نادر آن کینہ خواہ   بزد اسپ و آمد پیش سپاہ
ز لشکر کہ خسرو تاجدار   بر در راہ بستند مردان کار

فقال این بنوا اختنا ۔ یعنی شمر نے کہا کہ ہماری بہن کی اولاد کہاں ہے ۔

خروشی برآورد کی انجمن،   کجائید خواہر پسر ہائی من
بگوئید ہم خیل مام شما!   بہ نیکی کند یاد نام شما!
کہ عباس شاہ جوانان کجاست   بنی ہاشمی ماہ تابان کجاست
کجا جعفر آن بچہ شیر ژیان   کہ مادر نہ پروردہ چون او جوان
کجا ایست عبداللہ نور سید   نہال جوانی و باغ امید
در آئینہ لحتی بدون از سپاہ   منم مہربان منم نیک خواہ
کہ آرزو ایشان چشم روشن کنم   روان ہر اسندہ ایمن کنم
ز لشکر کہ خسرو کامیاب   ندادن آن کینہ ور سرا جواب
جوانان بر شاہ والا بدند!   چہ شمشاد آزاد بر پا بدند
ہوا ما آزادہ جان سوختہ   کہ جز زد یدار شہ دوختہ
در ایشان نظر کرد سلطان دین   بدل بد و نام جہان آفرین،
نمی گشت مژگان نہم بر نہاد   برآورد از دل یکے سرد باد

ندانست کس راز آن آہ شاہؑ   کلف آمد از غم بر خسار ماہ

فقال الحسین علیہ السلام اجیبوہ وان کان فاسقا یعنی امام حسین علیہ السلام نے اپنے جوانوں سے فرمایا کہ اس کا جواب دو اگرچہ وہ فاسق ہے۔

بگفت ای گزیدہ جوانان من   بہر درد و اندوہ درمان من
شما راست شمر آمدہ خواستار   بہ بینید کان سفلہ دارد چکار
اجابت کنیدش چنان چون بجو   اگرچند باشد زیا بکارو ید

فخرج الیہ العباسؑ وجعفر وعثمان وفی روایۃ السید عبداللہ وھذا ھو الصحیح ۔ یعنی کہ حضرت عباس علمدار، جعفر و عثمان (آپ کے دونوں بھائی) اور بروایت صحیح عبداللہ (آپ کے بھائی) نکلے اور حضرت سلطان دین امام حسین علیہ السلام کے سامنے سر جھکا کر تسلیم بجا لائے اور عرض کیا ؎

خم آورد عباس سر پیش شاہ   گرانمایگاں بر گرفتند راہ!
شہ تشنہ لب دل در اندیشہ بست   بشد بر در خیمہ گاہ و نشست
دو زانوی خود را بہر در گرفت   چو بسمل کجا زیر پہ سر گرفت

مکالمۂ جناب عباس علمدار علیہ السلام با شمر ذی الجوشن

والحسین علیہ السلام جالس امام بیتہ محتب بسیفہ اذا خفق براسہ رکبتیہ ۔ یعنی حضرت امام حسینؑ با دل حسرت اپنے خیمہ کے سامنے رونق افروز تھے اس طرح کہ زانو سینے سے لگے ہوئے تلوار زانو تلے

اور اپنے دائیں ہاتھ سے تلوار بطرف چپ اور اپنے بائیں ہاتھ سے تلوار بطرف راست پکڑے ہوئے تھے یہ حالت اکثر اوقات بوقت غم و رنج و الم ہوتی ہے امام حسینؑ بایں صورت تشریف فرما تھے کثرت غم و ہم ظاہر ہو رہی تھی کہ شمر ذی الجوشن حضرت عباس بن علیؑ کی طرف مخاطب ہوا۔ اور اس نے اولاً آپ کو خوف زدہ کرنے کی کوشش کی اور پھر امان نامہ دیا کہ اے عباس تمہیں اور تمہارے بھائیوں کو از طرف ابن زیاد امان ہے ؎

جوانان تشستند بر پست بور   چو شیران نخچیر در بر پشت کور
نہنگان دریای ژرف یلی   پلنگان کہار پشت علیؑ
ہمیں پیش پیش وہ دیگر پشت   سپر بر کتف تیغ ہندی بمشت
چو گلشن رخ ہر سہ گردن فراز   میان ہمچونی لاغر و سینہ باز!
بدان نامداران حیدر توان   ثریا زرہ داد و جوزا میان!
فرو تافت یکبازان شکری   ہم آفتاب و ہد و مشترے
برآمد چو عباسؑ از قلب گاہ   زمہ تا بماہیش آمد گواہ
کہ این برزو بالای شاخ علی ست   درستی شہر خیبر افگن علیؑ است
دریغت کاین پیکر فرفش   چو شیران تب آرد ہمی از عطش
چو شمر آن بر و یال خنکی بدید   دل اندر برش ہمچو بسمل طپید
بزد بانگ عباس نامجوے   بگو تا چہ داری زما آرزوے
کہ جنگ یلانرا دلیر آمدی   ہمانا کہ از عمر سیر آمدی
بگفتا کہ من جنگ را ساختم   دو اسپہ بمیدان کیں تاختم
خیان خون بریزم درایں دشت کیں   کہ تا روز پس لالہ روید زمین

ولیک ایجوانان آزادگان   مرا خواہر نیک فرزان گان
مرا دل گرفتار مہر شماست   روان پیش دیدار چہر شماست
دریغ آیدم کاین سہ سر بلند   بخاک اندر آید بحال نژند
ازیں داغ تا صبح روز پسین   بسوزد دل و جان ام البنین

پھر شمر نے کہا: انتم ابن اختی امنون۔ یعنی کہ تم میری بہن کی اولاد ہو تمہارے لیے امان ہے ؎

شما ایمنید از گزند و ہراس
درایں دشت خونخوار بی التماس
فروغ دل و دیدگان منید!!!
شما ہر سہ اندر امان منید

فلا تقتلوا انفسکم مع اخیکم الحسینؑ والزموا طاعۃ امیر المؤمنین یزید علیہ اللعنۃ و العذاب۔ یعنی تم اپنے بھائی حسینؑ کے ساتھ اپنی جان نہ دو اور تم پر لازم ہے کہ یزید پلید کی بیعت کرو اور کہا کہ میں سے

ازین لشکر آید یا من برون   نمانید خود را مریزید خون
کہ من چون شوم سوے کوفان سپاہ   پر از مرد جنگ آید این رزمگاہ
زسم ستوران تا ثوی نژادا   ز پولاد پوشان جنگی نہاد
ہوا تار گردد زمین آہنین،   دہ آید سپہر و شش آید زمین
چنان موج بردارد این پہن دشت   کہ باد از میانہ نیارد گذشت
سرافشان شود خنجر تند سر   نماید پدر مر پسر را سپر

بترسم دران بیشہ ہولناک … شمارا تن آید بشمشیر چاک
مباد اگر خود را بکشتن دہید … یکی خوب گفتار من بشنوید
حسینؑ بیگمان کشتہ گردد بتیغ … شمارا بجان خود باید دریغ
ازان پیر یاد ریاد آوریذ … کہ از شیر جان نخل بن پروریذ
میا زید این تیشہ بر پائ خویش … بدانید خود قدر کالائے خویش
یکی دست بیعت برائے یزید … دہید و جنگ در جہان ارمید
مدار ید انطاعت او گزیر … کہ باشد ہمہ مومنان را امیر
ازان بے بہا گفتہ ناصواب … ز چشم جوانان فرو ریخت آب
برائے عدو تشنہ گران شدند … برآن آتش تیز بریان شدند

حضرت عباس علمدار علیہ السلام نے باندا زہاشمی اس طرح جواب دیا کہ ؎

برآشفت عباس ہمچوں پلنگ … ز رویش ز بس خشم بپرید رنگ
سراپای شد است موی تنش … چو پیکان بزد سر ز پیراہنش
چو سیماب لرزید بر پشت زین … بابروئے مردانہ افگند چین
بزد بانگ کے کفر کیش است … کہ ہم از منت آمدی نادرست
چہ شد اثر اسعغل بکاخون … چہ یافہ است کز قالب آری برون
ندانی سراپائے گفت و شنید … زبانت بدین یافہ باید برید
بغیر آں کہ رو یا وہ بازی کنی! … چرا بیم از ترکتازی کنی
کہ شیران نترسند از جوش رزم … نسند و نشیند در آتش بہ بزم
بایں یافہ افسون ندای پلید … ز ما دست خواہی برائے یزید
بگیر دپہ بیم و با فسون و بند … ز ما دست بیعت سپہر بلند

حسینؑ زندہ و فر و جاہ حسینؑ … مہ و مہر گردون گوار حسینؑ
خسی را امام زمان خوانیش … امیر ہمہ مومنان دانیس!
عزیز نہ مانہ کنی خوار را … زنا زادہ ہند جگر خوار را!
برائے دلیران امان آوری … بجارد بر ما زبان آوری

فنادى عباس بن على عليهما السلام تبت يداك ولعن ما جئت به من امانك يا عدو الله اتامرنا ان نترك اخانا وسيد الحسين صلوات الله عليه وتدخل فى طاعة الطغياء و اولاد اللعناء ـــــ

یعنی شیر خدا کے شیر نے آواز دی ؎

کہ لعن خدا بر روان تو باد … بتو ناکس و بر امان تو باد
بتو دی کہ از رخصت شاہیم … میانت بدین تیغ کشتی دو نیم
دریغا دراین گنبد لاجورد … سر دین اسلام آمد بگرد
دریغا کہ شد مردی مردے … دریغا کہ شد جہان خرمے
حسینؑ زندہ بر جانب دنتان … مطیع یزید لعین شد جہان
جہان بندہ شد پیش آن شوم پی … چہ بد راہی جہان جان عباس ہے
چنانست رای تو اے اہرمن … کہ ما از ولی نعمت خویشتن
بگردیم تنگ ابد پروریم … زنا زادہ را سر فرود آوریم
حسینؑ زیب دوش پر مصطفےٰ! … دل فاطمہ جان شیر خدا
ز سر سایہ فرا و کم مباد!! … کہ او نیست سر بعالم مباد
امان رابھانۂ تو کافر کنی … کہ تفریق اولاد حیدر کنی

براد رکہ جسم جہاں راست جان — زانیزہ و بمردم امامؑ زمان
رگ جان ماکردید بہ تیغ — کہ جان از برادر بنا شد دریغ
جہاں جز برادر چہ دارد بیاد — برادر بنا شد جہاں کو مباد
برادر کہ یزدانش دارد عزیز — بود مادرم مادرش را کنیز
غبار درش فرسیمائی ماست — برادر بخوانش کہ مولائے ماست
برادر کہ از نزد رب جلیل — پرستار مہد آمدش جبرئیل
زہی اہلبی وز ہے ابروے — کہ از کف بمانیم فتراک آوے
بردوانہ برمرغ دیگر ختان — بلند سیمرغ را ز آشیان
اگر در جہاں غمگسار منے — چرا ما برادر مرا دشمنے
برو ز غم و شادی اے بیحیا — برادر کہ کرداز برادر جدا
کرم یکنیہ والے ایرو سیاہ — بگو تا برادر چہ دارد گناہ
خرد منیت ذر مغز مرد سخن — تو گوئی کہ جفت است با اہرمن
ز تا زادہ ذی الجوشن دین پشت — بگیتی بدانسان گرانمایہ کشت
کہ عباسؑ را در امان آمد او — تفو بر تو ای چرخ گردوں تفو
چو عباس پاسخ چنان ساز کرد — ز سر شمر را ہوش پرواز کرد
ز ہر حرف آن سرفراز جہاں، — خدنگی بدل خورد دیشی بجان
ز بس ختم خورد و غضبناک شد — جہاں تیرہ بر چشم ناپاک شد
روانش ز بیم دلیران طپید۔ — فرو ماندہ و جاو ستادن ندید

فرجع شمہ ولد الحرا مرالی معسکرہ مغیضاً۔

عنابہ بپچید ہچوں گراز — کہ بر سینہ تیرش خورد لپشت باز

ہمیدون جوانان بحال نژند — برخ خوی شرم شہ ارجمند
سوی خیمہ خویش گشتند باز — نرفتند در پیش شاہ حجاز

حضرت امام حسینؑ کی جناب عباس علمدار سے امان نامہ سے متعلق گفتگو

جب حضرت امام حسینؑ کو حضرت عباس علیہ السلام کے پاس امان نامہ ابن زیاد لے کر آنے کی خبر ہوئی تو آپ نے حضرت عباس علیہ السلام کو بلایا آپ انتہائی غیرت و خجلت تشریف لائے امام حسینؑ نے نگاہ اٹھا کر بھائی کو دیکھا۔ اس وقت زینب خاتون موجود تھیں سوال کیا بھیا عباسؑ پھر کیا خیال ہے۔ کیا حسین کو تنہا چھوڑ کر جاؤں گے۔ اور کیا تمہیں اپنی بہن زینبؑ کے پردہ کا خیال نہیں ہے؟ حضرت عباسؑ نے سر جھکا لیا اور بے ساختہ آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے برادر اگر خواہش تو لشکر ابن سعد میں چلے جاؤ ہمارا اور اس بیکس الحرم کا خدا حافظ و مددگار ہے۔ جب عباس علمدار نے یہ سنا عرض کیا آپ کے سوا غیر کے چہرہ پر نظر پڑے قدم شل ہو جائیں اگر میں در دولت حضور چھوڑ کر جاؤں۔ زبان پر یہ الفاظ وفاداری تھے اور آنکھوں سے سیل رشک بہ رہا تھا دل میں عمر ابن سعد کو قتل کرنے کی امنگیں پیدا ہو رہی تھیں۔ ادھر عباسؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور حسینؑ اور زینب پر گریہ طاری تھا۔ جیسا حضرت عباسؑ نے وفاداری کا یقین دلایا تھا ویسا ہی روز عاشورا ثبوت دیا۔ جب میدان قتال گرم ہوا اکبرؑ و قاسمؑ شہید ہو

گئے۔ حضرت زینبؑ کے بچوں کی لاشیں خیمہ میں آگئیں تو حضرت عباسؑ نے بھی اذن شہادت طلب کیا۔ آپ کے تینوں بھائی پہلے شہید ہوئے۔ بعدہٗ اپنا نور نظر محمد بن العباس حسینؑ پر قربان کیا اس شان سے کہ کفنی اس کی گردن میں ڈالی اور تلوار اس کی کمر میں باندھی اور نور نظر کو مرنے کی اجازت دی خدمت امام حسینؑ میں آئے اور اذن جہاد دلایا اور اس نے شہادت پائی۔ بعدہ خود بھی نہر فرات کے کنارے شہید ہوئے اور آپ کے دونوں ہاتھ قطع ہوئے لاش مبارک بھی نہ اٹھائی جا سکی۔ مولف کتاب فرماتے ہیں کہ میں نے مرحوم شیخ جعفر شوستری سے سنا ہے کہ جب حضرت عباسؑ کے سر مبارک پر عمود (گرز) لگا تو آپ گھوڑے سے زمین پر گرے۔ اور وہ تیر جو آپ کی پشت پر لگے تھے ان کے ساتھ زمین پر گرے۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

لشکر ابن سعد کا خیام امام حسینؑ پر ہجوم

جب شمر ملعون امان نامہ لے کر واپس گیا تو اس سے عمر سعد نے احوال معلوم کرنے کے بعد کہا کہ اب ہمیں چاہیئے کہ خیام حسینؑ کا محاصرہ کریں۔ کتاب الارشاد میں ہے ثم نادی عمر بن سعد یا خیل اللہ ارکبی و بالجنۃ ابشری۔ یعنی اے لشکر خدا سوار ہوا اور تم کو بہشت کی بشارت ہو چنانچہ لوگ گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ فرکب الناس ثم زحف نحوھم بعد العصر۔ ابن سعد کا لشکر ہزاروں کی تعداد میں جنگ کے لیے آمادہ ہو گیا لوگ گھوڑوں پر سوار ہوئے اور بعد نماز عصر روز نہم محرم خیام اہلبیت کا رخ کیا ہے ـــ

عمر چون باسپ اندر اورد پائے
برآمد خروشیدن کرہ نائے!!
سرآن برکشیدند ہر سو درفش!
جہان گشت سرخ و کبود و بنفش
بجوشید دشت بتوقید خاک!
نیستان شد آن پہنہ ہولناک
توگفتی روان گشت دریائے چین
بیک رہ باروئے سلطان دین
پریشان چنان بود اردوے شاہ
کہ گلزار بے آب در چاشتگاہ
نہ آبی نہ دودی بجز اشک و آہ
سرکاروانرا زدہ خوب راہ

قال المفیدؒ والحسینؑ جالس امام بیتہ محتب بسیفہ اذا خفق براسہ علی رکبتیہ۔ شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ جس وقت لشکر اعدا بسوے خیام آ رہا تھا۔ امام حسین علیہ السلام در خیمہ کے سامنے غیر یابانہ حالت میں بیٹھے ہوئے تھے غم و اندوہ کی وجہ سے سر مبارک زانو پر رکھا ہوا تھا۔ کہ اگر اے مومنوں تم دیکھتے تو حالت غربت امام حسینؑ دیکھ کر دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔ شیخ مفید کا یہ فرمانا والحسین جالس امام بیتہ محتب بسیفہ اور از روئے لغت الاحتباء کے معنی ہیں ان یضم الانسان رجلیہ الی بطنہ بثوب یجمعہا بہ و مع ظہرہ و نشدا

علیہا و قد یکون الاحتباء بالیدین عوض الثوب بالسیف عوض الیدین۔
یعنی کہ احتباء اس طرح بیٹھنے کی صورت ہے کہ انسان دو زانو بیٹھے۔ اور اپنے شکم سے گھٹنوں کو لگا لے اور بعدہ اپنے لباس کے دامن اپنے زانو پر جمع کر کے لپیٹ دے اور پھر اپنا سر زانو پر رکھے۔ یہ حالت یا سونے کے لیے بھی ہوتی ہے اور بسا اوقات بحرِ غم میں ڈوبتے ہوئے ہوتی ہے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ اپنے دونوں ہاتھ یا اپنی تلوار اپنے شکم اور زانوں کے درمیان رکھ لے کہ جسم سے گویا چپک جائے حضرت امام حسینؑ اسی حالت میں بیٹھے تھے۔ اور اندیشہ و خیال و ملال آپ کو گھیرے ہوئے تھے کہ اسی دوران لشکر ابن سعد۔ ایک سیل رواں کی طرح خیام امام حسینؑ تک آ گیا۔ اور دیکھتے دیکھتے دامن دشت میں نقارہ جنگ بجنے لگا۔

برآمد خروشیدن کرہ نائے — زمین گشت جنبان بسیہ شد ہوائے
جہاں گشت پر غلغل و دار و گیر — سراسیمہ شد رایض چرخ پیر
جہاں را چنان دل برآمد زجائے — کہ زینبؑ برآمد ز پردہ سرائے

وسمعت اختہ الصیحۃ فدنت من اخیہا یعنی حضرت زینبؑ خاتون لشکر اعداء کا شور و غل اور جنگی نقاروں کی آواز سن کر سراپردہ کے نزدیک آ گئیں۔ دیکھا کہ چاروں طرف خطرہ ہی خطرہ ہے لیکن امام حسینؑ کو محوِ خواب پایا جب اعدائے دین کا شور و غل زیادہ ہوا آپ امام حسینؑ کے پاس آئیں شانہ پکڑ کر فرمایا اے بھائی جان آپ سو رہے ہیں زینبؑ امن و امان کے لیے آئی ہے فرماتی ہیں بھیا کیا آپ فوج اعداء کا شور و غل نہیں سن رہے ہیں کہ یہ بدبخت

ہمارے خیموں تک آ گئے ہیں۔ اے بھیا یہ کیسی خواب ہے دشمن سر پہ آ گیا ہے سارا صحرا تیر و تلوار سے بھرا ہوا ہے۔

چہ خوابیدہ دشمن آمد بسر — ہمہ تیر و شمشیر شد دشت و در
ترا خواب نوشیں چہ خوش میبرد — مرا دشمن کینہ کش میبرد
ز زانو بگیر این سر تاجدار — کہ شد روز چون شام دیجور تار
نگہ کن کہ تاراج غارت رسید — بمرگ عزیزاں بشارت رسید
سر از خواب برگیر اے شاہ من — کہ بے پردہ خواہد شدن آہ تن
گرفت آتش ظلم غارت پرم — کنوں آب خواہد گذشت از سرم
تو در خواب و بر سر ترا آفتاب — تو بخت منے سر برآور ز خواب

فرفع الحسین علیہ السلام راسہ

حضرت امام حسینؑ نے بہن کی آہ و زاری کی آواز سن کر سر اٹھایا۔ دیکھا کہ زینبؑ با حال پریشاں اس انداز سے آہ و زاری کر رہی ہیں۔

بگفتا کہ ای جان خواہر چہ بود
کہ ماہت شد از سیلی غم کبود
برائے چہ خواہر گریباں درے
برائے کہ این نیش بہ جان خورے
بگفتا کہ ای شاہ بے یار و پشت
نگہ کن بر این بین دشت در دشت
ببین روز من چوں شب داج شد
حتو بے تاج و من خیمہ تاراج شد

آیا غیرت کردگاری بجوش

بحفظ حرم تا توانی بگوش

یا غیرۃ اللہ قومی و اطلبی قودی یا رحمۃ اللہ و اقینی ما نجاہ۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے بہن میں نے خواب میں اپنے جد نامدار اپنے بابا اور اپنی جدہ ماجدہ کو دیکھا۔ مجھ سے خواب میں رسول خدا نے فرمایا کہ اے حسین کہ کل تو ہمارے پاس ہوگا ؎

ازاین خواب ایخواہر مہربان	شود کشتہ فردا حسینؑ بیگمان
بگر تشنہ من کشتہ گردم نیزار	تورا معجز از سر کشد روزگار
لب تشنہ غلط بخون شاہ تو	زپردہ برآرد فلک ماہ تو
چوں زینبؑ شنید این زشاہ شہید	بزد دست و معجر ز در کشید

قال المفید فلطمت اختہ وجہھا و نادت بالویل۔

یعنی حضرت زینبؑ خاتون نے اپنے منہ پر طمانچہ مارا۔ فریاد و گریہ کیا۔ آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ کہ ہائے میں یہ روز بد دیکھ رہی ہوں۔ مجھے یہ خبر نہ تھی کہ میں بغیر بھائی کے ہو جاؤں گی اور اسیر ہوں گی۔ جب زینبؑ خاتون نے صدائے نالہ بلند کی تو حضرت امام حسینؑ اپنی جگہ سے اٹھے ؎

شاہ شہداء از جا برخاست	بہ تسلی دل خواہر پرداخت
بگفتا کہ ایجان خواہر خموش	ربودی زمن صبر و ہوشم بجوش
زمانہ ازاینگونہ بسیار دید	گہی گل بہ گلبن گہی خار دید
را تا روانست خواہر تمن	مسوز و مسوزان دل و جان من

لیس لک الویل ما اخیہ اسکتی رحمک اللہ۔ اے میری بہن خوش

ہو جاؤ، واویلا کرنا تمہیں روا نہیں ہے۔ تم خدا کی پناہ میں ہو خدا کی حفاظت میں ہو۔ بہن کو صبر کی تلقین کی۔ سر پر دست مبارک پھیرا کہ بہن کو سکون ہو۔ آج زینب علیا کی یہ عزت و منزلت ہے کہ امام حسینؑ تسلی و صبر فرما رہے ہیں۔ حسینؑ کو بہن کی خاطر داری منظور ہے لیکن وا حسرتا امام حسینؑ کے شہید ہونے کے بعد یہی زینبؑ ہیں اور تازیانے ہیں ؎

شامیاں بستند بازوے زینبؑ کلثومؑ را

اے فلک آن ابتداء و این انتہائے اہلبیت

روز نہم امام حسین علیہ السلام کا عمر ابن سعد سے ایک شب کی مہلت مانگنا

روز نہم محرم بوقت عصر ابن سعد کے لشکر نے خیام امام حسینؑ کا رخ کیا۔ بے پناہ لشکر اور شور و غل دیکھ کر حضرت عباس علیہ السلام اسلحہ لگا کر خیمہ سے باہر نکلے آپ کے بھائی پروانہ وار دائیں بائیں اور عقب میں ساتھ ساتھ ہیں حضرت قمر بنی ہاشم اولاً حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور آپ کی خدمت میں عرض کیا اے آقا یہ بے دین گستاخانہ ہمارے خیام کی طرف آرہے ہیں۔ آپ جو حکم فرمائیں ہم بجا لائیں۔ قال المفید علیہ الرحمۃ و قال لہ العباس بن علی یا اخی اتاک القوم۔ اے عباس یہ گروہ نابکار آ پہنچا ہے حضرت عباسؑ نے عرض کیا اے مولا سرا پردہ تک یہ لوگ آگئے ہیں آپ نے فرمایا کہ بھیا کس قدر سپاہ ہے عرض کیا کہ مولا نگاہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کم و بیش ایک لاکھ

پیادہ و سوار ہیں۔ یہ سن کر امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے برادر اے میرے علمدار۔ قال الامام یا عباس ارکب بنفسك یا اخی انت حتی تلقاهم وتقول لهم مالكم وما بدالكم وتسئلهم عما جاء هم۔ امام تشنہ کام نے فرمایا اے برادر عباسؑ سوار ہو اور ان کے نزدیک جاؤ اور دریافت کرو کہ تم لوگ اس قدر جمعیت سے کس لیے ہماری طرف آرہے ہو اور ہم پر ہجوم کر رہے ہو۔ حضرت عباسؑ لشکر کے نزدیک گئے اور ان کے سردار سے فرمایا کیا ارادہ ہے۔ کس لیے تم لوگ درانہ چلے آرہے ہو ؎

چو دید آن سپاہ سپہدار را | بگو پور سعد دغا کار را
مران بارہ در پیش این سان دلیر | کہ بیشہ تہی نیست از ببر و شیر
ہوائی چہ داری ازین ساختن | ازین جنبش تیز و این تاختن
چو پاسخ شنیدی بیاور جواب | مکن ہیچ در جنگ جستن شتاب
برآمد بدین ماہ یثرب زمین | بدستش یکی نیزہ بد آہنین

فاتاهم العباس فی نحو من عشرین فارسا منهم زهیر بن القین وحبیب ابن مظاهر۔ اس وقت عباسؑ نامدار نے اشجع الناس (یعنی بہادر) بیس سوار لے کر جن میں جناب زہیر قین اور حبیب ابن مظاہر بھی تھے کوفیوں کی طرف روانہ ہوئے مثل شیر نر ان پر حملہ کیا۔ اور فرمایا اے قوم جفا کار تم کیا چاہتے ہو اس ہجوم کا کیا مطلب ہے۔ ان لوگوں نے کہا اے عباسؑ ابن زیاد کا یہ حکم نامہ آیا ہے کہ ہم تم سے اولاً بیعت یزید طلب کریں۔ اگر حسینؑ بیعت یزید کرلیں تو خیر ورنہ ہم ان سے جنگ کریں۔ آپ نے فرمایا کہ عجلت نہ کرو میں جاتا ہوں تا کہ تمہارا مقصود حضرت سلطان دین فرزند رسول

خدا حسین بن فاطمہؑ کی خدمت میں عرض کروں اور آنجنابؑ جیسا مناسب سمجھیں گے جواب عنایت فرمائیں گے اور وہ جواب تم کو پہنچا دوں گا۔ پس جیسے ہی لشکر ابن زیاد نے یہ بات سنی ہاتھ جنگ سے روک لیا اور حضرت عباسؑ تو خدمت امام عالی مقام میں حاضر ہوئے مگر آپ کے ہمراہی وہیں موجود رہے فانصرف العباس راجعا ووقف اصحابه یخاطبونهم و یعظونهم۔ یعنی کہ عباس بن علی علیہ السلام اپنے لشکر میں واپس آئے اور فرمایا کہ اے امام عالیمقام زہیر بن قین اور حبیب ابن مظاہر کوفیوں کو نصیحت کر رہے ہیں۔ اور ہمارے تمام ساتھیوں نے جدا جدا اس قوم نابکار کو پند و نصیحت کی ہے اور آل محمدؐ کی عظمت و تقدیس کی طرف توجہ دلائی ہے۔ امام حسینؑ سے آپ نے وہ ساری گفتگو بیان کی کہ جو بیعت یزید کے بارے میں ان لوگوں نے کی تھی۔ امام حسینؑ کے دل پر وہ گفتگو گراں گزری۔ اور فرمایا کہ اے برادر پھر ان کے پاس جاؤ اور ان سے کہو۔ فان استطعت ان تؤخرهم الی غدوة وتدفعهم عنا العشية لعلنا نصلی لربنا الليلة الخ۔ یعنی اگر ہو سکے تو جنگ کو آج ملتوی رکھو اور ہمیں ایک شب کی مہلت دو کہ ہم اپنے پروردگار کی عبادت کرلیں۔ تلاوت قرآن اور استغفار کرلیں۔ اگر یہ لوگ ایک شب کے لیے جنگ بندی مان لیں تو مجھے خوشی ہوگی ؎

کہ امشب اگر دفع دشمن کنی | مرا در مرا چشم روشن کنی
کہ امشب شب عید قربان ماست | اجل در کمین سر و جان ماست
یک امشب بگردہم آئیم جمع | بسوزیم شب تا سحر کہ چو شمع
زمانی بگریم باہم بدرد | زمانی خدا را بخوانیم فرد

گہی یاد یعقوب و یوسف کنیم | ہمی با جوانان تلطف کنیم
زمانی دیگر یاد یحییٰ کنیم | ذبیحانہ خود را ہیجا کنیم
بطفلان گہی نازشش آریم مہر | کہ با کس نشد رام گردان سپہر
فزون زانکہ گفتم نماز خداست | خداوند داند کہ آنم ہواست

حضرت امام حسینؑ کا کلام سن کر حضرت عباس مثل ابر باران رونے لگے آپ لشکر اعداء کے قریب تشریف لائے اور باواز بلند فرمایا اے گروہ عرب ہمیں پہنچانو کہ ہمارا حسب و نسب کیا ہے۔ فرزند رسولؐ خدا نے ایک شب کی مہلت مانگی ہے کیا تم اپنے رسولؐ کے نواسہ کو عبادت کے لیے ایک شب کی مہلت نہیں دے سکتے آخر تم بھی مسلمان کہلاتے ہو۔ اس مقام پر سید علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ قال الراوی نسئلھم العباس ذلک فتوقف عمر بن سعد اللعنۃ والعذاب یعنی جب حضرت عباس ابن علی علیہ السلام نے امام عالیمقام حضرت حسینؑ السلام کی طرف سے ان لوگوں سے ایک شب کی مہلت طلب کی تو عمر ابن سعد ملعون خموش ہو گیا۔ اور کوئی جواب نہ دیا۔ کتاب المنتخب میں ہے کہ قال بن سعد للشمر لعنہ ما تقول لعنی فی المھلہ۔ یعنی ابن سعد نے شمر ملعون سے کہا کہ حسینؑ ایک شب کی مہلت طلب کر رہے ہیں کیا ان کو مہلت دی جائے۔ اس ولد الحرام نے کہا کہ تو مستقل مزاج کیوں نہیں ہے۔ اگر میں سردار ہوتا تو حسینؑ کو مہلت نہ دیتا اور حسینؑ کا کام تمام کرتا۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ عمر ابن سعد نے دوسرے سالاران سپاہ سے مشورہ کیا تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے کہ حسینؑ کو مہلت یک شب دی جائے یا نہیں سب نے کہا کہ ہم اس ریگ گرم پر سخت تکلیف میں ہیں اور ابن زیاد

کے ظلم و ستم سے خائف ہیں۔ اس وقت شمر ملعون نے باواز بلند حضرت عباس کو مخاطب کر کے کہا کہ اے عباس لیس لکم الامھال ولا فی امرکم اھمال۔ یعنی تمہیں مہلت نہیں ہے۔ اور تمہارے کام میں تاخیر مناسب نہیں ہے جب عمرو بن حجاج نے شمر کی باتیں سنیں تو وہ اپنے گھوڑے پر عمر بن سعد کے نزدیک آیا اور کہا کہ تو شمر بدبخت کے کہنے کو مانتا ہے۔ اور پیغمبر خدا کی روح سے شرم نہیں کرتا۔

قال السید فقال عمر بن الحجاج الزبیدی واللہ لو انھم من الترک و الدیلم وسلونا مثل ذلک لاجبنا ھم فکیف دسم آل محمد۔ اے پسر سعد خدا کی قسم اگر گروہ ترک و دیلم بھی ایک شب کی مہلت مانگتے تو ہم مہلت دیتے چہ جائیکہ فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہلت مانگے اور تو انکار کرتا ہے تو نہیں سوچتا ہے

محمد کہ مولائی امت بود
شفیع امم در قیامت بود

یہ کون سا انصاف ہے کہ اولاد رسول خدا مہلت مانگے اور تو انکار کرتا ہے۔ عمرو بن الحجاج کی اس گفتگو کو سن کر تمام لشکر منتشر ہو گیا۔ اور عمر بن سعد نے کہا کہ عمرو درست کہتا ہے اور کہا اے عباسؑ ہم نے حسینؑ کو ایک شب کی مہلت دی۔ الامالی میں ایک طولانی روایت ہے خلاصہ یہ ہے کہ ان ابن سعد امر منادیہ فنادی انا اجلنا حسینا یومھم و لیلھم — یعنی ابن سعد نے منادی کرائی کہ ہم نے حسینؑ ابن علیؑ کو آج اور آج کی شب کی مہلت دی اس دوران کوئی جنگ نہیں ہوگی ہے

ے فردا چو خورشید خنجر کشد
حسینؑ زیر تیغ یلان سر کشد

ے سرافشان شود خنجر عمر گاہ
نہ سرہنگ، ماند نہ یاور نہ شاہؑ

قال المفیدؒ فرجع العباس من عندھم مع رسول من قبل عمر بن سعد،

پس علمدار لشکر حق آساس جناب ابوالفضل العباس لشکر عمر سعد کے پاس سے واپس ہوئے آپ کے ہمراہ عمر بن سعد کا ایک قاصد بھی تھا آپ کو اس کو ساتھ لے کر حضرت سلطان عالم امام حسینؑ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا کہ ابن سعد نے کہا ہے انا اخرناکم الی غد وۃ ، یعنی ہم شب عاشوراء محرم کی صبح تک کی مہلت دیتے ہیں کہ آپ غور کر سکیں۔ پھر ہم دیکھیں گے کہ آپ کی کیا رائے قائم ہوئی ہے۔ اگر سر تسلیم کرنا مناسب ہے تو بسلامت ابن زیاد کے پاس تشریف لے چلیں ورنہ ہمارے ہاتھوں سے آپ کی اور آپ کے رفقا کی جانیں محفوظ نہیں ہیں۔ مولف فرماتے ہیں کہ یہ سن کر امام حسینؑ کو کس قدر غصہ آیا ہوگا اور آپ نے کس قدر خون دل پیا ہوگا کہ شب ختم ہوتے ہی تیر و تلوار و نیزے اور گرز و بارش سنگ ہے اور نونہالان حسینؑ ہیں خنجر ہے اور حسینؑ کی ذات اقدس ہے۔ واحسرتا۔

روز نہم محرم ہنگام عصر ایک واقعہ جاں گداز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ــــــ بہ نستعین

ارباب خبر اور اصحاب حدیث بیان کرتے ہیں کہ محرم کی تیسری تاریخ سے روز نہم محرم تک کربلا میں متواتر لشکر ابن زیاد پہنچتا رہا ہے۔ چنانچہ عمر بن سعد کی سرکردگی میں لشکر وارد کربلا ہوا اور بعدہ حصین بن تمیم کی سرکردگی میں کوفہ کے تمام نبرد آزما لوگ کربلا پہنچ گئے یہ شخص عبیداللہ ابن زیاد کا کوتوال شہر تھا۔ کوفہ میں اس قدر قحط الرجال تھا کہ سوائے عورات، کوفہ جوان مردوں میں سے کوئی باقی نہ رہا تھا کہ جو ابن زیاد کے لشکر میں نہ گیا ہو۔

فورد فی خلق کثیر لا یعلم عددھم الا اللہ حتی اسودت الوادی و النواحی والربی والقری واطراف الشط والقیعاء۔

یعنی بے شمار لشکر تھا۔ اطراف کوفہ ہر جگہ سے لوگ جوق در جوق لشکر میں موجود ہے۔ معین الدین روضۃ الشہداء میں لکھتے ہیں کہ کوفہ کے تمام مردمان لشکر میں بھرتی کیے گئے تھے اس طرح کامل السقیفہ میں بھی لکھا ہے۔ اور قال السید فی اللھوف فرقد الحسین علیہ السلام۔ کہ امام حسینؑ نے اپنا سر مبارک بستر پر رکھا کہ آپ پر نیند طاری ہو گئی اور عالم خواب میں دیکھا کہ تمام عالم کی فضا نورانی ہو رہی ہے۔ وادی ایمن کی ہوائیں چل رہی ہیں۔ گویا ایک دوسرا عالم ہے۔ امام حسینؑ عالم خواب میں تھے اور سرہانے حضرت زینبؑ خاتون کھڑی

تھیں کہ آپ کو بار بار شہادت برادر کا خیال آرہا تھا کہ حضرت امام حسینؑ کی آنکھ کھل گئی بے اختیار فرمایا کہ اے بہن میری عمر کا آخری دن آنے والا ہے۔ اور تمہاری مصیبت کا آغاز ہو گیا ہے۔ میں نے ابھی خواب میں دیکھا کہ میرے نانا رسول خدا، میری نانی میرے بابا، میری ماں فاطمہؑ زہرا اور بھائی حسن مجتبےٰ سب ہی موجود ہیں۔ وھم یقولون یا حسین انک دائح الینا عنقریب اور فرمایا کہ عنقریب تو ہم سے ملحق ہونے والا ہے۔ حضرت زینبؑ نے یہ سن کر آہ دردناک دل سے کھینچی منہ پر طمانچہ مارے واحسناہ کہا اور عرض کیا اے برادر کیا اس دشت میں تم ہم سے جدا ہو جاؤ گے۔ میں بھائی کے بغیر رہوں گی آپ نے فرمایا کہ بہن میں شہید ہو جاؤں گا۔ تمہاری چادر اتر جائے گی۔ میری سکینہ کے گوشوارے چھین لیکن اے زینبؑ تم بددعا نہ کرنا ؎

برکسی یعنی دعائے بد مکن

باب رحمت را بخلقان سد مکن!

امام حسینؑ نے بہن کے سر پہ ہاتھ رکھا آپ کو تسکین ہو گئی۔ مگر جیسے جیسے مصیبت بڑھتی جاتی تھی حضرت علی زینبؑ کی حالت دگرگوں ہو رہی تھی۔ اور اس وقت جب آپ نے اپنے بھائی کے جسم صد چاک کو دیکھا نزدیک تھا کہ جسم مبارک سے روح نکل جائے چاہا کہ حسینؑ کا ہاتھ سر پہ ہوتا تسلی ہو جاتی مگر دیکھا کہ حسینؑ کے جسم اس قدر زخمی ہے کہ ہاتھوں کا ملنا بھی مشکل ہے۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

واقعات شب عاشوراء محرم

بزبان فارسی شاعر نے اس طرح شب عاشور کی منظر کشی کی ہے۔

شب ماتم خسرو کم سپاہ — چو شد تا سحر سوخت قندیل ماہ
ہمی چشم افلاک انجم گریست — ہیم میلے بچرخ چہارم گریست
ملائک بجاں شمعی افروختند — گرستند ازآں شمع ہم سوختند
کدام ست صاحبدل وہوشیار — کہ سوز دیاں شمع پروانہ وار
چہ باراں نیوز از جفائے یزید — چکہ خون زقندیل شاہ شہید
آزاں روضہ تا صبح آمد حزین — ہمی نالہ حضرو روح الامین

وفی الریاض، لما انقضی الیوم التاسع و دخلت لیلۃ العاشور اتلبس الدھر بسواد۔ کتاب ریاض میں ہے کہ جب روز نہم محرم تمام ہو گیا اور شب عاشورا نمودار ہوئی اور تمام عالم میں سیاہی چھا گئی تو امام حسینؑ کے لیے میدان میں کرسی بچھائی گئی۔ اور آپ کا تمام لشکر اصحاب قرابتدار سب جمع ہوئے۔ اس وقت آپ کے لشکر میں کل ایک ہزار اور سو نفر تھے علماء اور محدثین نے اس تعداد کی تصریح و تصدیق فرمائی ہے۔ علامہ مجلسی بحار میں مسعودی کتاب مروج الذہب میں فرماتے ہیں فعدل الحسین الی کربلا و ھو فی مقدار الف فارس من اھل بیتہ واصحابہ ونحو مائۃ راجل فلم یزل یقاتل حتی قتل۔ یعنی حضرت امام حسینؑ جب کربلا میں پہنچے ہیں تو آپ کے ساتھ ایک ہزار ایک سو پیادہ و سوار تھے۔ جنھوں نے روز عاشورا

قتال کیا اور خود قتل ہو گئے۔ ان سب کو امام عالیمقام نے جمع کیا تا کہ امام حسین کا خطبہ سن سکیں۔ الشیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ فجمع الحسین علیہ السلام اصحابہ عند قرب المرپس بعد غروب آفتاب سب جمع ہوئے امام حسینؑ نے حمد الٰہی اور نعت رسول خدا سے اپنے خطبہ کا آغاز کیا۔ امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں بیمار تھا مگر اپنا بستر اس مجمع کے نزدیک لے گیا تا کہ میں بھی سنوں کہ ہمارے پدر بزرگوار کے کیا ارادہ ہیں ؎

زبستر تن ناتواں راکشید — چو نزدیک شہ شد بشہ ارسید
شنید آنکہ فرمود ماہ حرم — باصحاب کے زمرۂ محترم

حضرت امام حسین علیہ السلام کا اپنے اصحابؓ کو واپس چلے جانیکی اجازت دینا

اثنی علی الیہ احسن الثناء واحمدہ علی السر والضراء اللھما نی احمدك علی ان اکرمتنا بالنبوۃ وعلمتنا القرآن وفھمتنا وفقھتنا فی الدین وجعلت لنا سمعًا وابصارًا وافئدۃ واجعلناك من الشاکرین۔ یعنی میں خداوند تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہوں اور بہترین حمد و ثنا کرتا ہوں اور اے حسین ابن علیؑ کے خدا میں تیری حمد کرتا ہوں یہاں لفظ اے خدا حسینؑ یعنی حسینؑ کے خدا اشارہ اس طرف ہے کہ خداوند عالم کی معرفت حاصل ہے تو وہ بھی علیؑ کو اور اولاد علی ابن ابی طالب کو فرماتے ہیں اے خدا تو نے ہمیں گرامیقدر کیا ہے اور اپنے رسولؐ کو برگزیدگی عطا کی ہے۔ اور قرآن

کو ہمارے لیے ہدایت قرار دیا ہے۔ ہمیں علم عطا کیا ہے۔ دین پر خلق فرمایا ہے سننے والے نصیحت حاصل کرنے والے کان عطا کئے ہیں۔ چشم بینا عطا کی ہے اور جو کچھ تو نے خلائق کو عطا کیا ہے اس سے زیادہ ہمیں عطا کیا ہے۔ اور تو نے ہمیں اپنے شکرگزار بندوں میں قرار دیا ہے۔

وبعدہ فانی لا اعلم اصحابا اوفی ولا خیرا من اصحابی ولا اھل بیت ابر ولا اوصل ولا افضل من اھل بیتی فجزاکم اللہ عنی خیرا۔ یعنی میرے اصحاب سے زیادہ وفادار اور بہتر کسی اور کے اصحاب نہیں ہیں۔ اور نہ میرے اہلبیتؑ سے زیادہ نیکوتر اور زیادہ فاضل و عالم کسی اور کے اہلبیت نہیں ہیں۔ الا ولا اظن یوما لنا من ھئولا الاعداء۔ اے میرے دوستو اے اصحاب مجھے یقین ہے کہ اس قوم نابکار کے ہاتھ سے ہمیں اپنی زندگی میں کوئی دوسرا روز نہیں ملے گا۔ بس آج کی شب اور کل وقت چاشت تک ہم اس دار فانی میں اور ہیں۔ جب کہ ایسا ہی ہے الا وانی قد اذنت لکم فانطلقوا جمیعًا فی حل لیس علیکم منی ذمام۔ اے میرے اصحاب تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں تم کو اجازت دیتا ہوں اور اپنی بیعت تم پر سے اٹھائے لیتا ہوں، پس تم جدھر چاہو چلے جاؤ۔ جو راستہ چاہو اختیار کرو۔ جہاں چاہو چلے جاؤ۔

ھذا اللیل قد غشیکم فاتخذوہ جملا ثم لیاخذ کل رجل منکم بید رجل من اھل بیتی ثم تفرقوا فی سوادکم ومدائنکم حتی نفرج اللہ۔ یعنی یہ رات کا وقت ہے کہ تم لوگوں کی نگاہوں سے چھپے رہ سکتے ہو۔ تم رات کو اپنے لیے سواری قرار دو۔ اور تم میں سے ایک میرے اہلبیت میں سے

ایک ایک کا ہاتھ پکڑے اور چلا جائے۔ خداوند تعالیٰ تمہارے کاموں میں فرج یعنی کشادگی عطا فرمائے تمہیں خدا آرام عطا کرے۔

فان القوم انما یطلبونی ولو قد اصابونی لھوا عن طلب غیری۔ اے میرے دوستو اس قوم کو میرے سوا کسی اور سے کچھ مطلب نہیں ہے۔ یہ لوگ میرے ہی خون کے پیاسے ہیں۔ اگر میں دامن ہوا میں بھی چلا جاؤں تو بھی یہ لوگ ضرور میری خواہش کریں گے۔

جب امام حسینؑ نے اپنا خطبہ تمام کیا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ آپ کے اس کلام حسرت التیام کے بعد اعزہ و اقربا اور اصحاب و انصار سب ہی نے اپنے ثبات قدم کا امام حسینؑ کو یقین دلایا۔

حضرت عباس علمدار علیہ السلام کا اظہار جانثاری میں سبقت کرنا

سب سے پہلے حضرت عباس بن علی علیہ السلام کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ آپ کے بھائی امام حسینؑ کے بھتیجے و بھانجے اور چچا زاد کھڑے ہوئے سب نے بیک زبان کہا کہ اے آقا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں آپ نرغہ اعداء میں رہیں اور ہم اپنی جان بچائیں ہماری آرزو ہے کہ ہم اپنے سر آپ کے قدموں پر نثار کریں۔

چنانچہ شیخ مفید علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ فقال لہ اخوتہ وابناءہ وبنی اخیہ وابنا عبد اللہ جعفر لم تفعل ذٰلک لنبقی بعدک لا ارانا

اللہ ذٰلک ابدا۔ تمام افراد خانوادۂ ہاشم شہادت پر کمربستہ امام حسینؑ کے سامنے آ کر عرض کرنے لگے کہ اے مولا و آقا اگر بار بار زندہ ہوں اور قتل کیے جائیں تب بھی آپ کو چھوڑ کر نہیں جائیں گے اب تو ہمارے سر آپ کے قدموں پر نثار ہو گئے۔ اے مولا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ہم آپ کو دشمن کی سپرد کر جائیں اور خود چلے جائیں پھر امام حسینؑ نے اولاد عقیل کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ یا بنی عقیل حسبکم من القتل بابیکم مسلم فاذھبوا انتم فقد اذنت لکم۔ یعنی اے اولاد عقیل تمہارے لیے مسلمؑ کا شہید ہوتا اور زندگی بھر رونے کے لیے کافی ہے۔ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں تم چلے جاؤ۔ عبداللہ فرزند جناب مسلم بن عقیل جو اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے تھے کھڑے ہوئے اور عرض کیا سبحان اللہ فما یقول الناس یقولون انا ترکنا شیخنا و سیدنا و بنی عمومتنا خیر الاعمام ولم نرم معھم بسھم ولم نطعن معھم برمح ولم نضرب معھم بسیف ولا ندری ما صنعوا۔ اے نور دیدۂ رسولؐ خدا معاذ اللہ کہ ہم ایسا کریں کہ آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں اور آپ یکہ و تنہا رہ جائیں۔ لوگ ہمیں کیا کہیں گے کہ قرابتدار تھی حسین کہ جو بزرگ خاندان میں چھوڑ کر چلے گئے۔ اے آقائے نامدار ہم ہرگز نہیں جائیں گے ہم مسلم کے فرزند ہیں ہم بھی جام شہادت نوش کریں گے۔ لا واللہ ما نفعل ذٰلک ابدا ولیکن نفدیک انفسنا واموالنا واھلونا ونقاتل معک حتی نرد موردک فقبح اللہ العیش بعدک۔ اے فرزند رسول خدا ذات الٰہی کی قسم ہم سے ایسا ہرگز نہیں ہو گا کہ ہم آپ کو نرغہ اعدا میں چھوڑ کر چلے جائیں اور اپنی جان بچالیں۔ ہمارے اہل و عیال۔ ہمارا

مال ومتاع سب آپ کے قدموں پر نثار ہے۔ خدا نہ کرے کہ ہم ایسا قبیح کام کریں کہ آپ تو اعداء کے نرغہ میں رہیں اور ہم اپنی جان بچا کر کسی جگہ چلے جائیں۔

کتاب روضۃ الشہداء میں ہے کہ اولاد مسلمؑ بن عقیل نے اپنی جانثاری کا واضح طور پر ثبوت دیا۔ ان سب کو یہ معلوم ہوگیا تھا کہ یہ شب ان کی زندگی کی آخری شب ہے۔ مگر ان کے چہروں پر اضطراب کی بجائے شوق شہادت آشکارا تھا

اصحاب امام حسین علیہ السلام کا اظہار ثبات قدم

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے دشمن سے ایک شب کی مہلت حاصل کرنے کے بعد اپنے عزیز و انصار سے خطاب فرمایا اور سب کو اجازت دی کہ جدھر دل چاہیئے چلے جائیں چنانچہ سب سے پہلے حضرت عباس علمدار علیہ السلام نے اظہار جانثاری فرمایا اور آپ کے ساتھ تمام اعزا و اقربا نے بھی اپنی جانیں قربان کرنے کا یقین دلایا۔ بعدہ اصحاب میں سے سب سے پہلے مسلم بن عوسجہ کھڑے اور سب کی طرف سے عرض کیا اے امام زمان اے نور دیدہ دختر رسول خدا اے سبط پیغمبرؐ اور اے پسر علی ابن ابی طالب۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم اپنا دامن اعدائے دین سے بچائیں اور آپ کو اکیلا چھوڑ دیں۔ اما واللہ لا نخلی عنک حتی اطعن فی صدورھم برمحی و اضربھم بسیفی ما ثبت قائمہ فی یدی۔ آپ نے عرض کیا اے مولا قسم ہے اس ذات کی کہ جو سب کا پروردگار ہے ہم آپ سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ تیر و تبر اور نیزہ و سنان اور تلوار سے ہم ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جائیں۔ ہم آپ کے دشمنوں کو

قتل کریں گے ان کے اجساد کو ٹکڑے ٹکڑے کریں گے۔ ولو لم یکن معی سلاح اقاتلھم بہ لقذفتھم بالحجارۃ۔ اے مولا اگر ہمارا اسلحۂ جنگ ریزہ ریزہ ہو جائے تو کچھ پرواہ نہیں ہم دشمنوں پر پتھر برسائیں گے۔ واللہ لا نخلیک حتی یعلم اللہ وانا قد حفظنا غیبۃ رسول اللہ فیک۔ خدا کی قسم ہم آپ کی غلامی سے دستبردار نہیں ہوں گے۔ خدا علیم ہے کہ ہمیں حرمت اولاد رسول خدا کا کس قدر لحاظ و پاس ہے۔ اما واللہ لو علمت انی اقتل ثم احی ثم اقتل ثم احرق ثم اذرا یفعل ذلک سبعین مرۃ ما فارقتک حتی القی حمامی دونک۔ عرض کیا اے سلطان دین و دنیا قسم ہے خدائے وحدہ لاشریک لہٗ کی کہ اگر ہم آپ کی نصرت و یاوری میں قتل کیے جائیں پھر زندہ ہو کر پھر قتل کیے جائیں۔ پھر اگر ہم کو آگ میں جلا دیا جائے اور ہماری خاک ہوا میں منتشر ہو جائے اور ایسا ستر مرتبہ بھی ہو تو بھی آپ سے منہ نہ موڑیں گے پھر ان کے بعد سعد بن عبداللہ کھڑے ہوئے اور اپنی جانثاری و وفاداری کا یقین دلایا۔ بعدہ زہیر بن قینؑ کھڑے ہوئے اور عرض کیا۔ فواللہ لوددت انی قتلت ثم نشرت ثم قتلت ثم نشرت حتی اقتل ھکذا الف مرۃ۔ یعنی خدائے پاک کی قسم اگر ہم آپ کی محبت میں قتل ہوں پھر زندہ کیے جائیں اور پھر قتل ہوں حتی کہ ہزار مرتبہ ایسا ہو تب بھی آپ کی غلامی سے انحراف نہیں کریں گے۔ اس کے بعد بشیر بن عمر و حضرمی یا بقولے محمد بن بشیر کہ جو آنحضرتؑ کے خاص اصحاب میں سے تھے اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے۔ جیسا کہ زیارت شہداء امام علیہ السلام میں وارد ہوا ہے۔ السلام علی بشر بن عمر والحضرمی شکر اللہ لک قولک للحسین علیہ السلام وقد اذن لک فی الانصراف

اکلتنی السباع حیا ان فارقتك و اسل عنك و اخذ لك مع قلة الاعوان لا یکون هذا ابدًا۔

یعنی سلام و رحمت خدا ہو بشر بن عمرو حضرمی پر اور خدا اس کو اجر عطا فرمائے اس چیز پر کہ جو اس نے آپ کو اپنی جانثاری کا ثبوت دیا ہے۔ یہ کہہ کر کہ جنگل کے درندے میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں اگر میں آپ کو چھوڑ کر جاؤں اور دشمن آپ کا احاطہ کئے ہوئے ہوں اور اے مولا ہم دین دار ہیں دیندار لوگ وفادار ہوتے ہیں۔ ابھی آپ اپنی جانثاری کا اظہار کر رہے تھے کہ کسی نے بآواز بلند کہا اے بشر بن عمرو تم یہاں جانثاری کا اظہار کر رہے ہو تمہیں کچھ خبر بھی ہے۔ کہ تمہارا پسر شہر رے میں گرفتار ہو گیا ہے اور اس کو قید کر دیا گیا ہے۔ مرحوم السید کتاب الملہوف میں فرماتے ہیں کہ جب اس نے سنا کہ اس کا فرزند شہر رے میں قید خانہ میں ہے۔ پریشان اور افسردہ ہو گیا۔ لیکن اس نے اپنی دلی حالت کا اظہار نہیں کیا۔ دل میں کہا کہ میرا سب کچھ امام حسینؑ پر قربان ہے۔ مال ہو یا اولاد عند اللہ احتسبہ ونفسی ما کنت احب ان یوسر وانا ابقی بعدہ۔

اس نے اپنا سارا کام خدا کے سپرد کر دیا لیکن بیٹے کی اسیری سے اس قدر متاثر ہوا تھا کہ اسے اپنے زندہ رہنے کی آرزو نہ تھی۔ اے شیعو اولاد میوۂ دل ہوا کرتی ہے۔ جب حضرت علی اکبرؑ کے سینے پر برچھی لگی اور آپ نے آواز دی کہ یا ابتاہ ادرکنی اے بابا مدد کو پہنچیے امام حسینؑ مقتل میں علی اکبر کے پاس پہنچے دیکھا کہ جوان بیٹا زخمی ہے۔ سینہ میں برچھی کی انی ہے۔ فرماتے ہیں یا علی علی الدنیا بعدك العفا۔ اے نور نظر کاش میں اس سے پیشتر مر جاتا اور تجھے اس حالت میں نہ دیکھتا۔ تیرے اور آنکھوں کی بصارت جواب دے

گئی۔ دنیا تاریک نظر آتی ہے۔ اے علی اکبرؑ سے

ماندہ پدرت غریب و بیکس
بینگر بمن اے نونہال نورس

بالآخر امام حسینؑ نے محمد بن بشر الحضرمی کی گفتگو سنی اور یہ سنا کہ اس نے اپنے بیٹے کی گرفتاری کو سن کر بھی اپنی جاں نثاری کا ثبوت دیا ہے امام حسینؑ نے فرمایا۔

رحمك الله انت فی حل من بیعتی فاعمل فی فکاك ابنك۔

یعنی اے بشر تجھ پر خدا کی رحمت ہو۔ تو نے فرزند کی رہائی کے لیے جا کر کوشش کر۔ اس پر محمد بن بشر نے عرض کیا اے مولا کیا میرا فرزند جناب علی اکبرؑ سے زیادہ عزیز ہے۔ امام نے یہ سن کر اس کو دعائے خیر دی۔ اور اس کو بہت قیمتی حلّہ عطا کئے۔ آہ وامصیبتاہ امام حسینؑ نے اپنے ساربانوں کو بلایا۔ اور ان کو اونٹوں کا کرایہ عطا کیا۔ اور گرانقدر عطیات دیئے۔ ان لوگوں نے امام علیہ السلام کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ واحسرتا جن ہاتھوں سے امام حسینؑ نے لوگوں کو خلعت اور انعام عطا کیا تھا اعدائے دین نے روز عاشورا محرم آپ کے دونوں ہاتھ قطع کئے الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

شب عاشورا بعض اصحاب کا امام حسینؑ کو چھوڑ کر چلے جانا

کتاب نور العیون میں جناب سکینہ خاتون سے روایت ہے کہ انہا قالت کنت جالسۃ فی الفسطاط وکانت لیلۃ مقمرۃ وانا اسمع من خلفی صوت البکاء۔ جنابؑ سکینہ فرماتی ہیں کہ میں شب عاشورا محرم خیمہ میں

بیٹھی تھی ہجوم غم والم مجھے گھیرے ہوئے تھا کہ ناگاہ خیمہ کے عقب سے رونے کی آواز آئی۔ آواز گریہ نے مجھے بے چین کر دیا۔ میں نے اپنا گریہ وزاری ضبط کیا۔ اور اپنی پھوپھی اور بہنوں سے اس کا ذکر نہیں کیا کہ مبادا وہ سب پریشان نہ ہوں۔ فخرجت نفسی لم تحدثنی و انا اعثر باذیالی۔ میں اسی پریشانی کی حالت میں خیمہ سے باہر آئی میں نے دیکھا کہ واذا ابی جالس ومن حولہ صحبہ وھو یبکی۔ کہ میرے والد ماجد بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کے چاروں طرف اصحاب بیٹھے ہیں اور صدائے گریہ بلند ہے۔ اور خود بابا جان پر گریہ طاری ہے آپ نے اسی حالت میں اصحاب سے فرمایا کہ اعلموا انکم خرجتم معی لعلمکم بانی اقدام علی قوم بایعونی بالسنتھم وقلوبھم وقد غیر والعلم لانہ استحوذ علیھم الشیطان فانساھم ذکر اللہ فرمایا کہ اے میرے صحابیو کہ میں جانتا ہوں کہ تم نے میرے ساتھ یہ سفر اس لیے اختیار کیا ہے کہ تم یہ سمجھتے تھے کہ اس قوم نابکار نے سچے دل سے میری بیعت کی ہے اور یہ مجھ کو چاہتے ہیں۔ لیکن اب ان لوگوں کی اجازت بدل گئی ہے۔ میری بیعت سے انحراف کر لیا ہے۔ ہم دوستی کی بجائے دشمنی رکھتے ہیں اور ان لوگوں کے دلوں میں نفاق بھرا ہوا ہے اور یہ لوگ عہد و پیمان سے پھر گئے ہیں۔ والآن لم یکن قصد ھوی قتلی من یجاھد معی و یسبون حریمی بعد سلبھم اے میرے اصحاب آگاہ ہو کہ اس قوم نابکار کی مجھے قتل کرنے کی خواہش ہے اور میرے قتل کے سوا ان کو کوئی اور کام نہیں ہے۔ جو شخص میری حمایت کرے گا۔ اس کا خون بہایا جائے گا اور یہ لوگ اسے بھی قتل کریں گے۔ اور میرے قتل ہونے کے بعد یہ قوم میرے اہل حرم کی اسیر کرے گی اور سامان لوٹ لے گی۔

واخشی انکم لاتعلمون ویستحیون۔ اے میرے اصحاب میں خیال کرتا ہوں کہ یہ باتیں تم کو معلوم نہیں ہیں۔ اور اگر معلوم ہیں تو بوجہ شرم خموش ہو۔ والخدیعۃ عندنا اھل البیت محرمۃ۔ یعنی کہ ہم اہلبیتؑ نبوۃ کے نزدیک مکر و دھوکا حرام ہے میں اسی لیے تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ دشمن ہماری تاک میں ہے اور تمہارا چلنا پھرنا سب ان کی نگاہ میں ہے۔

ولمن کرہ منکم فلنصرف فی ھذا اللیل السیر والسبیل غیر خطیر والوقت غیر ھجیر۔ غیر خطیر والوقت غیر ہجیر اگر کوئی شخص ہماری دوستی سے خوش نہیں ہے تو اس تاریکی شب میں چلا جائے اپنا وقت ضائع نہ کرے اس وقت کوئی خطرہ درپیش نہیں ہے۔

ومن اسانا بنفسہ کان معتاخذ فی الجنان نجیا من غضب الرحمان۔ اور اگر کوئی شخص ہماری نصرت و یاوری پسند کرتا ہے وہ کل (روز قیامت) قرب خدا میں ہو گا اور جنت الفردوس اس کا مقام ہو گا اور غضب خدا سے محفوظ ہے میرے جد رسولؐ خدا نے مجھے اس کی بشارت دی ہے کہ ولدی الحسین یقتل بطف کربلا غریباً وحیداً عطشاناً فمن نصرہ فقد نصرہ ولد القائم ومن نصرنا بلسانہ فھو فی حزبنا یوم القیامۃ۔ یعنی کہ میرے جد رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ میں (حسینؑ) عالم غربت (مسافرت) میں پیاسا گرم زمین کربلا پر قتل ہو گا جو کوئی اس کی یاوری حمایت کرے گا۔ اس نے میری حمایت و یاوری کی۔ اور اس نے میرے پسر قائمؑ کی یاوری کی۔ اور جس کسی نے امام حسینؑ کی یاوری میں لب کشائی کی وہ بروز قیامت ہمارے ساتھ محشور ہو گا۔

قالت سکینۃ فواللہ ما اتم کلامہ الا وتفرقوا عنہ من نحو عشرۃ وعشرین۔ سکینہ خاتون فرماتی ہیں کہ خدائے پاک کی قسم ابھی میرے بابا جان کا کلام ختم نہ ہوا تھا کہ دس دس، بیس بیس آدمی اٹھ کر جانا شروع ہو گئے۔ حتی لم یبق معہ الا نحو نیف وسبعین رجلا فنظرت الی ابی فوجدتہ منکسا راسہ فخنقتنی العبرۃ۔ یعنی میرے بابا جان کے ساتھ تقریباً ستر آدمی رہ گئے باقی منتشر ہو گئے اس وقت میں نے اپنے پدر بزرگوار پر نظر کی دیکھا کہ بابا جان سر نیچا کیے ہوئے ہیں تاکہ لوگوں کو چلے جانے میں خجالت محسوس نہ ہو پس میں ان لوگوں کی بے وفائی اور بابا کی غربت و بے کسی پر رونے لگی اور میں نے خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ خدایا ان کو ہمارے نانا رسول خدا کی شفاعت نصیب نہ ہو اور مجھے جب میری پھوپی ام کلثوم نے دیکھا تو دریافت کیا اے بیٹی کیا خبر ہے میں نے ان سے عرض کیا کہ بابا کو بہت سے لوگ چھوڑ کر چلے گئے۔

پس جب میری پھوپھی ام کلثوم نے یہ سنا تو بے ساختہ رونے لگیں اور ان کے گریہ کی آواز سن کر تمام اہل حرم میں کہرام آواز گریہ و بکا سن کر امام عالی مقام خیمہ میں تشریف لائے۔ فرمایا اے اہل حرم یہ گریہ و بکا کیوں ہو رہا ہے۔ میری پھوپھی آگے بڑھیں اور دامن تھام کر امام حسینؑ سے یا اخی ردنا الی حرم جدنا رسول اللہ۔ اے برادر برائے خدا تم ہمیں نانا کے روضہ پر پہنچا دو امام حسین نے فرمایا اے بہن دشمن تو چاروں طرف سے گھیرے ہیں میں کس طرح تمہیں حرم رسول خدا پر پہنچاؤں۔ لیس لی الی ذٰلک میرے لیے کوئی راہ ممکن نہیں ہے پھر جناب ام کلثومؑ نے فرمایا کہ اے بھیا یہ لوگ شاید آپ کے نانا آپ کی

ماں اور بابا کو نہیں پہچانتے ان کو اپنا حسب و نسب بتلاؤ۔ شاید کہ یہ لوگ قتل سے باز آئیں آپ نے فرمایا کہ اے بہن میں نے ان پر اپنا حسب و نسب سب کچھ واضح کر دیا ہے لیکن پھر یہ وہ نابکار پھر بھی میرے قتل پر آمادہ ہے۔ اے بہن اب تو یہی ہوگا کہ میں اپنے خون میں غلطیدہ ہوں گا۔ دشمن لباس تن آتارے گا۔ اور میں تیروں تلواروں سے چور چور ہوں گا اور اے بہن میرے نانا رسول خدا اور میرے بابا نے اس دن کی خبر دی ہے۔

اوصیکم بتقوی اللہ رب البریۃ والصبر علی البلیۃ وکظم نزول الرزیۃ اے ہمشیرہ من سوائے صبر و شکر کوئی اور چارہ کار نہیں ہے۔

بروایت دیگر حضرت زینب خاتون نے فرمایا اے یا لیت کنت قبل ھذا الیوم عمیا ویا لیتنی مت قبل ھذا الیوم ووسدت الثری۔ یعنی کاش کہ میں دیکھنے کے قابل نہ ہوتی۔ میں روز عاشورا محرم مردہ ہوتی اور لحد نشین ہوتی اور یہ مظالم و غم نہ دیکھتی آپ نے صبر کی تلقین کی۔

امام حسین علیہ السلام کا دوسرا خطبہ درباره ثابت قدمی اصحاب

تفسیر معصومین میں ہے۔ کہ قال الحسین علیہ السلام لعسکرہ انتم فی حل من بیعتی فالحقوا بعشائرکم وموالیکم یعنی کہ تفسیر آئمہ میں بھی منقول ہے۔ اور اس واقعہ جاں سوز کو روضہ خوان حضرات متواتر پڑھتے ہیں کہ جب شب عاشورا محرم نمایاں ہوئی حضرت امام حسینؑ نے اپنے اصحاب و یاور و انصار اور اولاد کو جمع کیا اور فرمایا کہ اے میرے اصحاب اور اے قرابتدارو میں نے اپنی

بیعت تم سے اٹھالی ہے۔ اور تم سب مختار ہو جہاں چاہو چلے جاؤ۔ اور اس میں شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ بعدہ آپ اپنے اہلبیت کی طرف مخاطب ہوئے۔ وقال علیہ السلام لاھل بیتہ قد جعلتکم فی حل من مفارقتی فانکم لا یطیقونھم ——— فرمایا اے میرے جوانو، اور اے پاکیزہ قرابتدارو۔ تم اپنے آپ کو اس ہلاکت سے بچاؤ۔ اور مجھے اس قوم کے لیے چھوڑ کر چلے جاؤ شاید پھر ایسا وقت نہ ملے گا۔ اس عرصہ کو غنیمت جانو جب یہ کلام امام عالی مقام سنا تمام اصحاب باوفا اور اہلبیتؑ باصدق وصفا سامنے آئے اور عرض کیا واللہ لا نفارقک۔ یعنی قسم ہے خدائے تعالیٰ کی ہم ہرگز آپ سے جدا نہ ہوں گے۔ جو کچھ آپ پر گزرے گی وہی ہم پر گزرے ہم اس کے لیے تیار ہیں۔ آپ کے در کی خاک ہمارے لیے بہشت ہے۔ اور آپ کی محبت ہماری سرشت میں خمیر ہے۔ قطب راوندیؒ کتاب خرائج میں فرماتے ہیں کہ حضرت سید سجاد علیہ السلام نے فرمایا کہ جب میرے بابا نے اصحاب کو جانے کی اجازت دے دی تو سب نے بیک زبان عرض کیا۔ واللہ لا یکون ھذا ابداً۔ یعنی بخدا ہم نے ہرگز ایسا نہ ہوگا کہ آپ نرغہ اعداء میں رہیں اور ہم آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جب کہ ایسا ہی ہے جیسا کہ تم کہہ رہے ہو تو یقین کر لو کہ انکم لتقتلون غداً محلکم لا یفلت منکم احد۔ یعنی کہ تم میں سے خواہ جوان ہو کر پیر، بچہ ہو کہ نوجوان یا یاور و انصار ہو کہ اہلبیتؑ کے مرد ہوں۔ سب ہی اس صحرائے کربلا میں قتل کیے جائیں گے۔ یہ سن کر سب نے کہا الحمد للہ شرفنا بالقتل معک۔ یعنی حمد و شکر خدائے تعالیٰ ہے کہ ہمیں آپ کے ساتھ شرف شہادت ملے گا۔

حضرت امام حسینؑ کا باعجاز امامت اصحاب کو ان کے درجات جنت دکھلانا

ثبات قدم دیکھا تو آپ نے فرمایا ارفعوا رؤسکم وانظروا۔ ارشاد فرمایا کہ اپنا سر بطرف آسمان بلند کرو اور اپنے مقامات ارفع و اعلیٰ دیکھو۔ سب نے جب جانب آسمان نگاہ کی تو اپنے اپنے مقام بہشت بریں میں مشاہدہ کیے۔ فجعلوا ینظرون الی مواضعھم منازلھم الی الجنۃ۔ سب ہی نے جنت میں حور و غلمان۔ قصر و منازل تخت اور تسنیم و کوثر اور ثمر بہشتی ملاحظہ گئے۔ ؎

چو وید یاران ببالای سر ..... بہشت آمدو حور اندر نظر
بایشان شہ تشنہ گفتی کریاں ..... مرا این جا و منزل زتست الفلال

وھو یقول لھم ھذا منزلک یا فلان وھذا قصرک یا فلان وھذہ زوجتک یا فلان۔ چنانچہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان سب کو ان کے مقامات جنت دکھلائے تو سب صبح عاشورائے محرم کا بصد شوق انتظار کرنے لگے رات بھر عبادت اور صبح دم اسلحہ کی آراستگی سے کام رہا اور صبح ہوتے پر دوگانہ ادا کیا

شب عاشورا خیام حضرت امام حسین علیہ السلام بصورت قلعہ نصب کرنا

شب قتل سلطان والا تبار
کہ داغ ست تا حشر از آن روزگار

جب حضرت امام حسین علیہ السلام شب عاشوراء کے اول وقت اپنے اصحابؑ کو موعظہ فرما چکے تو اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہ یقینی امر ہے کہ صبح روز عاشورا سب کو شربت شہادت نوش کرنا ہے پس دلیری و شجاعت کے ساتھ کفار و اشرار سے مقاتلہ کرو۔ اور مقام شہادت میں ثابت قدم رہو۔ اور ہمارے یہ خیام جو اس وقت نصب ہیں ان کو اٹھا کر ایک دوسرے خیمہ کے ساتھ ساتھ نصب کرو۔

علامہ مرحوم ریاض الاحزان میں فرماتے ہیں کہ الشیخ مفیدؒ اور بعض دوسرے علماء کی تحریرات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مما یستفاد من الاخبار و الآثار ان الامام علیہ السلام امر بضرب الفساطیط و الخیام علی ہیئۃ سورۃ القلعۃ المجوفۃ التی لا بنیان فی متنہا و ہی مشتملۃ علی جدر ثلاثۃ و راء و یمینی و شمالی و جانب الامامی مفتوح الی عسکر المخالفین و جیش المعاندین۔

امام عالی مقام نے فرمایا کہ تمام خیموں کو اٹھا لو۔ چنانچہ خیموں کی طنابیں کھول دیں۔ یعنی رسیاں کھول دیں اور ایک قلعہ کی شکل و صورت میں خیام کو از سر نو اصب کیا گیا۔ اس طرح کہ درمیان خیام خالی جگہ چھوڑ دی گئی اور اس کے گرد تین دیواروں کا پردہ

بنایا گیا۔ ایک دیوار خیام کے دائیں جانب ایک دیوار بائیں جانب، اور ایک دیوار عقب خیام بنائی گئی۔ اور خیام کے سامنے کی طرف جو دیوار تھی اس کے بالمقابل مقتل تھا یعنی کہ رزم گاہ تھی۔ امام حسینؑ کے اس فرمان کے مطابق خیام کے تین طرف بیابان (صحراء) کا حصار ہو گیا تھا تاکہ دشمن کو خیام کی طرف آتے ہیں آسانی نہ ہو ان خیام کی پشت پر سراپردہ امام حسینؑ عالیمقام تھا اور حضرت کے خیمہ کے نزدیک خواص اہلبیتؑ یعنی قرابتداروں کے خیام ایک دوسرے سے متصل تھے اور امام حسین علیہ السلام کے خیمہ مبارکہ کے دائیں بائیں جانب اصحاب و انصاران امام عالیمقام کے خیام تھے۔ آپ کے لشکر کی چھاونی کی ترتیب و صورت یہ تھی کہ و کانت ابواب البیوت کلہا داخل الحصار و اطنابہا مدخولہ بعضہا فی بعض مشدودہ مربوطۃ بالاوتاد القویہ۔ یعنی در ہاء خیام۔ اس مرتبہ قلعہ کے درمیان میں یعنی میدانی حصہ کی طرف تھے چنانچہ خیام بصورت مذکورہ نصب کیے گئے اور تمام سامان برداری، اونٹ گھوڑے۔ اور قاطر اسی درمیانی حصّہ میں تھے اور وسط میدان میں علم نصب کیا گیا ہے

در آن دہنہ سمت میدان کین
علمدار شہ زد علم بر زمین!
کہ لشکر بہ ہنگام کار زار
در آنجا بہ بندد رآہن حصار!

امام حسینؑ کی سواری کے گھوڑے جو کہ آپ کو میراث میں ملے تھے جن میں ذوالجناح خاص درجہ رکھتا ہے۔ ذوالجناح کے علاوہ حضرت کے خاص گھوڑوں

میں ایک گھوڑے کا نام مرتجز اور ایک دوسرے مرکب کا نام صہیل تھا خیلم کے کے میدان میں یہ مرکب بندھے ہوئے تھے اور ان کا خروش اور ان کی آوازیں جانبازوں میں جذبہ حرب بیدار کر رہی تھیں۔ وامر علیہ السلام باجتماع من معہ من الرجالہ والفرسان فی خشو تلک القلعۃ الکرباسیہ بحیث یکون الجند فی حصار القلعہ مقابلین لاعداء من وجہ واحد اما ہی مفتوح یصطفود یوم الھیاج صفا بعد صف فی خلال الحصار حتی یکون الحرب من وجہ قبال العدو۔ یعنی تمام پیادہ گان خیمہ کے سامنے لشکر مخالف کی طرف رخ کیئے ہوئے تھے کہ کسی کو اس طرف آنے کی جرأت نہ ہو اور اگر اس طرف آجائے تو محصور نہ مقید ہو جائے وما رات عین السماء علی الارض مثل تلک الحصار علی مر اللیل والنہار۔ چشم آسمان نے روئے زمین پر ایسا حصار نہ دیکھا ہو گا اور نہ کسی نے ایسے حصار کی بابت سنا ہو گا آپ کے یاد و انصار اور بنی ہاشم سب ہی اس قلعہ میں بقوت تمام شیرانہ محصور تھے۔ امام حسینؑ نے خیام سے فارغ ہونے کے بعد حکم دیا کہ خیام کے گرد خندق تیار کر دو چنانچہ خیام کے طرف خندق کھودی گئی۔ اور اس میں لکڑیاں وغیرہ ڈالی گئیں۔ شیخ صدوق طالب ثراہ فرماتے ہیں۔ ثم الحسین علیہ السلام امر بحفیرۃ فحفرت حول عسکرہ شبہ الخندق وامرا فحشیت خطباء۔

بفرمود پس شاہ کیوان غلام	یکی کندہ دور خیام
برید ند خاک از سہ سمت حصار	کہ بر خیمہا کس نیارد گذار
در آن کندہ ہیزم بس ریخت شاہ	کہ دشمن چو تنگ اندر آرد سپاہ
بدو آتش اندر زنند از سہ سوئے	پیادہ نیارد و گذارا ازوئے

غرضکہ بوقت طلوع آفتاب اصحاب بعد تیاری خندق امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور امام حسین علیہ السلام نے ان کو صف بستہ ہونے کا حکم دیا۔ بعدہ فرمایا۔ امر الامام علیہ السلام باضرام النار فی الخندق۔ یعنی آپ نے حکم دیا کہ خندق میں آگ روشن کر دی جائے۔ آگ روشن کی گئی اور خیام کے گردا گرد آگ کے شعلے بھڑکنے لگے۔ جب آگ کے شعلے بلند ہوئے تو تپش آتش اور ادھر سورج کی حدت اور پانی کی بندش، سب کا یہ حال تھا کہ زبانیں خشک ہو گئی تھیں۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

اصحاب امام حسین علیہ السلام کا تیاری جہاد کرنا

کتاب ریاض الاحزان میں ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام اور اصحاب باوفا خیام نصب کرنے اور خندق کھودنے سے فارغ ہو چکے تو بروایتے نور العیون اس وقت اصحاب کی تعداد ۴۸ تھی اور بعدہ تیس ۳۰ افراد لشکر عمر سعد سے نکل کر ملحق لشکر حق ہو گئے تھے۔ کل تقریباً بہتر یا اسی اشخاص ہوتے ہیں لیکن بنا پر مشہور محققین احادیث و اخبار نے ایک سو بیس اشخاص بتلائے ہیں اور ان کے اسمائے مبارک زیارت شہداء میں اور کتب مقاتل میں پائے جاتے ہیں۔ بہر طور جس قدر بھی تعداد ہو پھر بھی دشمن کے لشکر کے مقابلہ میں انتہائی قلیل تھے بلکہ کوئی نسبت ہی نہ تھی۔ اس لیے خوف و دہشت محسوس ہو رہا تھا۔ خصوصاً آل اطہار کی بیکسی کا خیال دامن گیر تھا اور اس وجہ سے ان کے حزن و ملال میں اضافہ ہو رہا تھا۔

اصحاب باوفا سب عاشوراء اول شب ہی اسلحہ وغیرہ آراستہ ہو گئے تھے۔ اور بعدہٗ مابقی ایک ثلث رات عبادت میں بسر کی۔ اور خیام امام حسینؑ اور اصحاب بلند مقام کے خیموں سے دعا و تسبیح و حمد کی آواز اس طرح آ رہی تھی جیسے شہد کی مکھیوں کی گونج میں آواز بلند ہوتی ہے۔ لیکن ہائے افسوس کہ ان میں سب بھوکے پیاسے تھے۔ اور متفکر بھی تھے اور دوسری طرف خیام اہلبیت نالہ و بکا کی آوازیں آ رہی تھیں۔ تصعد من سرادقات النساء اللاتی ھن اصل الحیاء والحنارۃ والحقارۃ والصبر والقرار والسکینۃ والوقار عالی الصیاح مرتفع النیاح۔ یعنی اطفال اہلبیتؑ اور مخدرات کی صدائے شیون وشین بلند ہو رہی تھی۔ اور وہ سب کے سب ورہائے نجابت و شرافت تھے۔ شب عاشوراء محرم مرد ہوں یا عورات۔ جوان ہوں یا اطفال و پیر سب ہی نے جاگ کر کاٹی اور مخدرات میں سے ہر ایک کو اس امر کا یقین تھا کہ صبح عاشورہ تمام عزیز و اقارب اور اصحاب قتل ہو جائیں گے۔ شب عاشوراء گزاری جس طرح بھی ہو سکا۔ اور عاشوراء لاشوں پر گریہ کرتے گزرا۔ گیارہویں شب نمودار ہوئی مگر کھانا تھا نہ پانی۔ اور جب بارہویں محرم کو یہ لٹا ہوا قافلہ کربلا سے کوفہ روانہ ہوا شتران بے کجاوہ پر بیبیاں سوار تھیں رنگ فق ہو گئے تھے۔ تازیانوں کی ضرب سے جسم نیلا ہو رہا تھا۔ ان میں اطفال بھوکے پیاسے رو رہے تھے۔ کوئی بابا بابا کہہ رہا تھا کوئی بھائی بھائی پکار رہا تھا۔ کوئی الجوع الجوع کر رہا تھا کوئی العطش العطش، زنان کوفہ خرمے صدقے کے اہلحرم کی طرف پھینکتی تھیں۔ جناب زینبؑ فرماتی تھیں اے عورات کوفہ ہم نبی زادیاں ہیں ہم آل رسول ہیں ہم پر صدقہ حرام ہے۔ ان الصدقۃ علینا محرمۃ۔ اسی حالت میں اہلحرم ابن زیاد

بدنہاد کے دربار میں پہنچے جب اس کو معلوم ہوا کہ اہلحرم اور ان کے بچے سب ہی بھوکے پیاسے ہیں تو اس ملعون نے غلام کو حکم دیا کہ کھانا پانی لاؤ چنانچہ آب و طعام لایا گیا اور خوشبوئے طعام بچوں کے مشام تک پہنچا۔

بُریر ابن خضیر ہمدانی کا نہر فرات سے پانی لانا

کتاب ریاض الاحزان میں ہے کہ سکینہ خاتون فرماتی ہیں کہ روز نہم محرم ہم ایک گھونٹ پانی کے لیے ترس رہے تھے۔ جب رات ہو گئی اور پیاس نے بہت بے چین کیا۔ تو میں اپنی پھوپھی زینب علیا کے پاس گئی کہ شاید آپ نے بچوں کے لیے پانی ذخیرہ کیا ہو آپ نے اپنی تشنگی کا بھی اسی طرح ذکر کیا جیسی کہ مجھے پیاس تھی ابھی میں پھوپھی کے پاس جا کر کھڑی ہوئی تھی کہ بکایک کہ پھوپھی کی آواز گریہ بلند ہوئی میں نے دیکھا کہ اخی الرضیع فی حضنھا کہ
کو دامن میں لیے ہوئے ہیں وھی تارۃ تقوم و تارۃ تقعد یعنی کہ پھوپھی کبھی بیٹھی ہیں اور کبھی کھڑی ہو جاتی ہیں۔ پھر میں نے بھیا علی اصغر پر نظر کی وھو یضطرب کاضطراب السمکۃ من الماء کہ علی اصغر مثل ماہیٔ بے آب تڑپ رہا ہے۔ پھوپھی اماں اس کو تسلی دیتی ہیں فرماتی ہیں۔ صبراً صبراً یا ابن اخی۔ کہ اے میرے بھائی کی نشانی صبر کرو۔ بی بی سکینہ فرماتی ہیں کہ میں یہ حالت دیکھ کر اپنی پیاس بھول گئی۔ اور زار زار رونے لگی تو پھوپھی نے فرمایا بیٹی سکینہ کیوں روتی ہو۔ آپ فرماتی ہیں کہ اے ثۂ نامہ دار بھیا علی اصغر کی حالت تشنگی دیکھ کر رو رہی ہوں۔ پھر سکینہ خاتون نے کہا لو ارسلتی

الی عیالات بعض الاصحاب فکر بما کان عندھم ماء۔ یعنی اے عمہ اگر اجازت ہو تو میں بابا کے اصحاب سے پانی کے لیے کہوں تاکہ علی اصغر کو پانی مل سکے جناب زینبؑ نے اجازت دی اور میں علی اصغر کو اپنی گود میں لے کر اصحاب کی طرف گئی۔ میں ہر ایک کے خیمہ میں پہنچی اور بچہ کے لیے پانی طلب کیا اصحاب نے جواب عرض کیا اے دختر فرزند ساقی کوثرؑ کہ یہاں پانی کی ایک بوند بھی نہیں ہے۔ ہم خجالت محسوس کر رہے ہیں۔ غرضکہ سکینہ خاتون فرماتی ہیں کہ اس اثناء میں بریر بن خضیر ہمدانی اپنے خیمہ سے باہر نکلے۔ میری اور بچہ کی حالت دیکھیں۔

ورمی بہ نفسہ علی الارض وحث التراب علی راسہ۔

زمین پر گر پڑے سر پر خاک ڈالی اور پھر نعرہ کیا اے دوستو! اے اصحاب باوفا خیموں سے نکلو۔ علی اصغرؑ اور علی اصغرؑ کی تشنہ دہانی دیکھو۔ اصحابؓ خیام سے نکلے اور کہا اے بریر فرمایئے کیا حکم ہے۔ فرمایا لیا خذ کل واحد منکم بید ی ھذہ الفتیات تم میں سے ہر ایک اس بچی کا ہاتھ پکڑے اور چاروں طرف اس کا حصار کیے ہوئے کنار نہر لے چلیں اور اس کو سیراب کریں۔ اور اگر جنگ کی نوبت آ جائے تو ہم مقابلہ کریں حتی کہ قتل ہو جائیں۔ یحییٰ بن سلیم جو جان نثاران امام میں سے تھے۔ کہنے لگے اے بریر یہ رائے مناسب نہیں ہے اعداء دین کی جمعیت زیادہ ہے۔ نہر پر پہرہ داروں کی کثرت ہے ایسا نہ ہو کہ مقاتلہ ہو اور بچی کو گزند پہنچے بہتر یہ ہو گا کہ ہم اپنے دوش پر مشکیزے رکھیں اور پانی لائیں۔ اگر پانی لا سکے تو بہتر ہے اور اگر مقتول ہو گئے تو بہتر ہے۔ نحن نا فداء لبنات فاطمۃ البتول۔ ہم دختران فاطمہؑ زہرا پر اپنی جانیں قربان کرنا سعادت سمجھتے ہیں چنانچہ چار صحابی خیموں سے نکلے اور مشکیزے کاندھوں پر رکھے نہر فرات کا رخ کیا۔ جب پہرہ

داروں نے ان کو نہر کی طرف آتے دیکھا شور مچایا۔ من القوم من القوم تم کون ہو کیوں آ رہے ہو دشمن کے لشکر سے چند لوگ آگے بڑھے تو جناب بریر ہمدانی نے فرمایا کہ میں ایک عربی ہوں میرا نام بریر ہے اور یہ میرے ہمراہی پیاسے ہیں۔ ان کو سیراب کرنا ہے۔ نگہبان فرات نے جب بریر ہمدانی کا نام سنا تو اسحق ہمدانی کہ جو اس گروہ کا سردار تھا اور نہر پہ نگران تھا سے کہا کہ ایک شخص بریر ہمدانی لینے آئے ہیں۔ اسحقؑ نے ان کو پہچان کر کہا کہ اے بریر پانی پیو اور پلاؤ۔ جب ان چاروں صحابیوں کو اجازت مل گئی نہر میں داخل ہوئے۔ فلما احس ا برودۃ الماء۔ یعنی جب پانی کی خنکی محسوس ہوئی بریر تشنہ لب نکل آئے اور اپنے ہمرائی سے مخاطب ہو کر فرمایا یا اخی ھذا الماء یجری واکباد آل النبی لاتبل بقطرۃ اے برادر تم اس پانی کو دیکھتے ہو کہ کیسا جاری ہے۔ مگر واحسرتا آل رسولؐ پانی کے ایک قطرہ کو ترس رہی ہے۔ یا اصحابی اذکروما وراءکم واملئوا قربکم وعجلوا۔ ای دوستو مشکیزے جلدی بھر دو اور خیموں تک پہنچنے کی کوشش کرو بچے پیاسے ہیں۔ تمہیں خود سیراب ہونا کافی نہیں ہے یہ گفتگو نہر کے پہرہ داروں نے سن لی۔ اور اسحقؑ کو جو نہر پر نگران اعلیٰ تھا خبر کر دی۔ اس نے فوراً ایک جمعیت ان کے مقابلہ کے لیے بھیجی کہ پانی خیام حسینؑ تک نہ جائے حسینی مجاہدوں نے تلواریں نیام سے نکال لیں اور ان سے فرمایا کیا چاہتے ہو۔ وہ کہنے لگے کہ مشکیزے خالی کر دو۔ پانی خیام میں نہیں جانے دیں گے۔ جناب بریر نے فرمایا اراقۃ الدماء احب الی من اراقۃ الماء۔ ہمارے نزدیک خون بہانا محبوب ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ پانی بہا دیں فرمایا کچھ تو شرم کرو۔ ان میں سے بعض لوگ کہنے لگے کہ پانی سے منع کرنے کی کیا ضرورت ہے

بعض کہنے لگے کہ امیر کے حکم سے انحراف کرنا درست نہیں ہے۔ اسی دوران دشمن کی طرف سے اور ایک گروہ مقابلہ کے لیے آگیا جب چاروں صحابی گھیر گئے تو مشکیزے زمین پر رکھ دیئے اور اپنی جانوں کو سپر بنا دیا کہ کسی طرح پانی بچ سکے۔ بریر ایک مشکیزے آب اپنے کاندھے پر لیے رہے اور یہ سب کے سب دفاع کرتے ہوئے خیمہ کی طرف چلے۔ کہ ایک تیر مشکیزے کے بند پر لگا۔ مگر پانی محفوظ رہا۔ مشکیزہ خیمہ میں پہنچا دیا۔ شکر خدا بجا لائے لیکن دیکھا کہ آپ کی گردن سے خون جاری ہے۔ اسی حالت میں گروہ نابکار سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ اے آل ابوسفیان کے حامیو۔ ایک مشکیزے آب کے لیے اس قدر مزاحمت اور تیر باراں کر رہے ہو۔ اور ادھر خیمہ میں جب مشکیزہ بچوں نے دیکھا تو جمع ہو گئے۔ فتصارخت الفتیات هذا بریر قد جاءنا بالماء ۔ چھوٹے چھوٹے بچے باآواز بلند کہنے لگے کہ بریر ہمارے لیے پانی لائے ہیں۔ اس وقت بچوں میں ایک عجیب بے چینی تھی۔ مشکیزہ پر گر رہے تھے کہ ودمین بانفسهن علی القربة ومنهن من تلصق فوادها علیها فلما کثرا ثردها مهن وحرکتهن علیه انفلك الوكاء اوتیق الماء ۔ جب بچوں نے مشکیزہ پر ازدحام کیا ہجوم کیا ناگاہ مشکیزے کا دھانا کھل گیا اور پانی زمین پر بہہ گیا واحسرتا سب بچے پیاسے رہ گئے۔ تشنہ دہن بچے فریاد کر رہے تھے۔ اے بریر پانی بہہ گیا۔ ہم پیاسے رہ گئے۔ بریر کو جب معلوم ہوا کہ مشکیزہ کا دہانہ کھل گیا۔ آزردہ ہوئے اپنے منہ پر طمانچہ مارنے لگے۔ بچے العطش العطش کرتے رہے۔ لاحول ولا قوة الا بالله العلی العظیم۔

شب عاشورا محرم اور عبادت امام حسین علیہ السلام اور لشکر عمر ابن سعد سے تیس افراد کا لشکر حق میں آنا

کتاب اللہوف میں ہے کہ بات الحسین علیہ السلام تلك اللیلة لهم دوی کدوی النحل۔ کہ شب عاشورا محرم حضرت امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب و اہلبیتؑ نے اس طرح عبادت کی کہ جس کی نظیر روئے زمین پر نہیں ملتی اس طرح عبادت کی گونج خیموں سے بلند ہو رہی تھی جیسے کہ شہد کی مکھیوں کی گونج ہوتی ہے۔ جب رات بھر عبادت کی آواز بلند رہی اور لشکر اعداء تک آواز پہنچی تو لشکر عمر ابن سعد میں بہت بے چینی پھیل گئی۔ اور اکثر لوگ بحر فکر میں ڈوب گئے سوچنے لگے کہ اولاد رسول کی ایسی عبادت ہے اور ہم ان کے قتل کے درپے ہیں بروایتے تیس افراد لشکر عمر ابن سعد سے نکلے یزید اور ابن زیاد سے بیزاری اختیار کی اور لشکر امام حسینؑ میں آئے جب یہ لوگ نزدیک پہنچے تو اصحاب امام عالیمقام نے ان کو ٹوکا۔ کہ تم کون لوگ ہو کس لیے اس طرف آئے ہو سب نے کہا کہ خدا کا ہم پر فضل و کرم ہوا اور ہم نے راہ حق دیکھ لی۔ ہم حضرت سبط پیغمبر حسین ابن علیؑ کے قدموں پر سر نثار کرنے کی تمنا لے کر آئے ہیں۔ اصحاب ان کو امام عالیمقام کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے امام علیہ السلام نے پذیرائی فرمائی اور ان کو اپنے لشکر میں شامل کیا۔ چنانچہ بروز عاشورا جب ہنگامہ قتال شروع ہوا تو یہ سب کے سب نصرت امام حسین علیہ السلام میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ یا لیتنی

کنت معہم فافوز فوزا عظیما ۔ شب عاشوراء المحرم میں سے خواہ بچے ہی کیوں نہ ہو کسی کی آنکھ نہیں لگی کوئی نہیں سویا بلکہ المحرم میں ایک آہ و زاری بلند تھی۔

علامہ کتاب ریاض میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام حسینؑ نے اپنے اصحاب کو آمادہ جہاد پایا تو اولاً ان کو صبر و ثابت قدم رہنے کی تلقین کی۔ اور تمام اصحاب قربانی کے لیے آمادہ ہو گئے کہ دشمن دین سے قتال کریں گے اور جام شہادت نوش کریں گے اس وقت امام حسین علیہ السلام پھر اپنے خیمہ میں تشریف لائے اور معبود حقیقی سے راز و نیاز کی گفتگو کی ابھی امام حسین علیہ السلام تضرع و زاری میں تھے کہ فاذا برجل مقبل الیہ علی جمازۃ یقال لہ الطرماح۔ یعنی اسی طرح اثنا میں ایک شتر سوار آیا جس کا نام طرماح تھا۔ خدمت امام میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا۔ کہ جب سے ہماری طرف آپ کے شیعوں نے سنا ہے کہ آپ کربلا پہنچ چکے ہیں زیارت کے لیے سب بے چین ہیں۔ ہم سب آپ کے محب اور دوستدار ہیں یہ شتر آپ کی سواری کے لیے لایا ہوں جو بہت تیز رفتار ہے۔ آپ اس پر سوار ہوں اور میرے گھر تشریف لے چلیں وہ جا امن و امان ہے۔ آپ نے فرمایا اے طرماح تمہاری محبت اور دوستی قابل قدر ہے لیکن اے طرماح۔ جہاد سے فرار کرنا بھی تو گناہ ہے۔ اور ایسا کیوں کر ہو سکتا ہے۔ کہ میں المحرم کو اپنی زندگی میں اسیر ہونے کے لیے چھوڑ جاؤں اور اپنی جان بچاؤں طرماح یہ سن کر زار و قطار رونے لگا۔ امام علیہ السلام نے مزید فرمایا کہ اے طرماح شب عاشورا ہمارے لیے شب عید قربان ہے۔ کل ہم سب شہید ہوں گے المحرم اسیر ہوں گے۔

کتاب ریاض میں ہے کہ طرماح نام کا ایک اور شخص بھی تھا کہ جو اثناء سفر عراق میں آپ کے لیے آذوقہ فراہم کیا تھا۔ اور پھر اپنے قبیلہ واپس چلا گیا لیکن پھر شب عاشوراء محرم واپس آیا اور روز عاشوراء محرم جام شہادت نوش کیا۔ درود و سلام ہوں شہدا کربلا پر۔

شب عاشوراء تہجد و شب زندہ داری امام حسین علیہ السلام

کتاب امالی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت ایزد نے جناب موسیٰ علیہ السلام سے خطاب فرمایا۔ یا موسی کذب من ادعی محبتی فاذا جنہ اللیل نام عنّی ۔ یعنی کہ اے موسیٰؑ کہ وہ شخص میری محبت کے دعویٰ میں جھوٹا ہے کہ جو شب کو مجھے یاد نہیں کرتا۔ میں اس کو دوست رکھتا ہوں کہ جو شخص شب زندہ دار ہے۔ اور تمام راتوں میں شب جمعہ فضیلت رکھتی ہے اور روز عاشوراء محرم جمعہ تھا چونکہ شب عاشوراء محرم شب جمعہ تھی بنابریں امام حسینؑ نے پوری رات جاگ کر گزاری شیخ مفید کتاب الارشاد میں فرماتے ہیں کہ ضحاک بن عبداللہ نامی نے جو اصحاب حضرت امام حسین علیہ السلام سے تھا بیان کیا ہے کہ جب شب عاشوراء حضرت امام حسین علیہ السلام عبادت و نماز و تسبیح خداوند عالم میں مشغول تھے تو عبادت کی آوازیں لشکر عمر بن سعد میں سنی جا رہی تھیں عمر بن سعد کے لشکر کی پاسبانی کرنے والوں میں ایک شخص عبداللہ سمیر بھی تھا جو کہ اس دستہ پاسبان کا سالار تھا یہ بدبخت شخص بہت بے باک اور بیہودہ

گو تھا جب اس کے کانوں میں امام حسینؑ کی آواز پہنچی اور اس وقت امام حسینؑ
کی زبان پر یہ آیت جاری تھی ۔ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِأَنْفُسِهِمْ ۚ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۔ کہ آیۂ اول مناسب حال لشکر ابن سعد تھی اور آیت دوم مناسب حال امام حسینؑ اور اصحاب تھی۔ عبداللہ بن سمیر ولدالحرام نے آیات سن کر تمسخر اڑایا اور باواز بلند قہقہہ لگایا۔ اور کہنے لگا کہ و اللہ نحن الطیبون میزنا منکم۔ کہ بخدائے کعبہ پاک اور نیک ہم لوگ ہیں۔ اور خدا نے ہمیں تم سے جدا کر دیا۔ امام حسینؑ نے اس مردود کو جواب دینا پسند نہیں کیا البتہ

خورشید بروئے بریر خضیر
کہ اے حاصل تخم زشت سمیر

اس وقت جناب بریر نے دلیرانہ طور پر اس ولدالحرام کو جواب دیا کہ اے بدتخم تو ہی خبیث بلکہ بد زشت ہے۔ تو اپنے آپ کو پاک و پاکیزہ لوگوں میں شمار کرتا ہے اور فرزند پیغمبر خدا کے ساتھ ایسی بدکلامی کرتا ہے۔ مولف کہتے ہیں کہ اس حدیث کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ معلوم ہو جائے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام ہر طرح سے محزون و مغموم ہو رہے تھے ۔ اسی طرح جناب زینب خاتون محزون و مغموم ہو رہی تھیں کہ حضرت زینبؑ کو کسی بی بی کے رونے کی آواز آئی مگر وہ بی بی نظر نہ آئیں۔ آپ نہ سمجھ سکیں کہ کوئی بی بی رو رہی ہیں خیمہ سے باہر آئیں تو محسوس ہوا کہ رونے کی آواز درمیان خیمہ سے آرہی ہے۔ جب خیمہ میں آئیں تو ایسا محسوس ہوا کہ آواز گریہ باہر سے آرہی ہے۔ آپ آخر ہیں امام حسینؑ کے پاس آئیں

واقعہ بیان کیا۔ امام حسینؑ نے فرمایا بہن تم ماں فاطمہؑ زہرا کی آواز نہیں پہچانتیں۔ اسی طرح جناب سیدہ شام غریباں کے موقعہ پر اپنے فرزند حسینؑ کی لاش پر روئی تھیں ۔

حکایت ہلالؓ بن رافع

ایها المؤمنون مصيبة بنجل الرسول وابن فاطمة البتول مصيبة لا يجبر كسرها وشعلة فى صدور المؤمنين لا يطفى جمرها و رزية لا يتنفس فجرها و قارعة زلزلت الارض برها و بحرها يا اسد الرحمٰن يا شيخة النجف جزاء وصبرا للحسين قتيل ۔

کتاب ریاض المومنین، اور ریاض الاحزان میں ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام نے کربلا میں ورود فرمایا تو اکثر اصحاب حضرت سلطان دین امام حسینؑ علیہ السلام کی ملازمت میں تھے اور ان تمام اصحاب میں ہلال بن رافع سے زیادہ مقرب امام عالیمقام کوئی اور نہ تھا۔ ہلال بن رافع پاسبانی خیام اہلحرم کی خدمت انجام دیتے تھے۔ اور آپ اداب پاسبانی اور حرمت و تقدیس اہلحرمؑ کے طور و طریق سے بخوبی واقف تھے۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ وکان قد رباہ امیر المؤمنین وكان يرمى بالنبلة یعنی ہلال بن رافع کو حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے پرورش کیا تھا۔ ہلال تیر اندازی اور جنگی امور میں بہت زیادہ مشہور تھے۔ یہاں تک کہ ہلال نے اپنا اور اپنے والد کا نام تیر پر نقش کیا تھا اور تیر اندازی میں یہ حال تھا کہ اگر پردہ شب میں۔ یعنی اندھیرے میں سانپ پر تیر ماریں تو نشانہ خطا نہیں کرتا تھا۔ کربلا میں پہنچنے کے بعد شب عاشور لمحرم

تمام اصحاب خیموں میں عبادت میں مشغول تھے۔ اور ہلال اپنی تلوار نیام سے نکالے ہوئے حراست خیام میں مصروف تھے۔ اور کہہ رہے تھے کہ لشکر اعداء کو ہیں۔ اس تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کروں گا اور پاسبانی کرتے ہوئے یہ خیال تھا کہ کہیں دشمن شب خون نہ مارے۔ ہلال درخیمہ امام حسینؑ پر لے تلوار نیام میں رکھے جب درخیمہ پہ پہنچے دیکھا کہ شمع روشن ہے اور امام عالیمقام عبادت فرما رہے ہیں اور بارگاہ خداوندی میں راز و نیاز فرما رہے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ امام حسینؑ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور تلوار کمر میں باندھی اور خیمہ سے باہر آئے لشکر اعداء کی طرف متوجہ ہوئے مجھے اس وقت تعجب ہوا کہ امام حسینؑ لشکر پسر سعد کی طرف کیوں جا رہے ہیں۔ حالانکہ آپ اکیلے ہیں۔ میں عقب امام عالیمقام آہستہ آہستہ چلا اسی اثنا میں آپ کی نگاہ مجھ پر پڑی۔ فرمایا۔ من الرجل هلال۔ کہ اے ہلال تم کیوں آرہے ہو میں نے عرض کیا کہ اے مولا آپ اس لشکر فاسق کی طرف کیوں جا رہے ہیں۔ مجھے وسوسہ ہوا اور میں بہ نظر نگہبانی آپ کے عقب میں چلنے لگا امام عالیمقام نے فرمایا کہ اے ہلال میں اس جگہ اس سبب آیا ہوں کہ مبادا اس تنگ جگہ سے دشمن ہمارے خیموں پر حملہ آور نہ ہو۔ ہلال کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت نے مقتل کے حصہ زمین پر نظر کی اور اپنی محاسن مبارک کو اپنے ہاتھ میں لے کر اس زمین کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا بخدا یہ زمین میرے نونہالوں کی قتل گاہ ہے اور اے ہلال الا تسلك ما بين هذا الجبلين من و تتك هذا۔ یعنی فرمایا کہ اس جگہ سے نہ جانا اور مجھے تنہا نہ چھوڑنا یہ فرما کر آپ پر گریہ طاری ہو گیا۔ ہلال کہتے ہیں کہ میں نے امام عالیمقام کے قدموں پر سر رکھ دیا اور عرض کیا مولیٰ رونے کا کیا سبب ہے اور میں تو آپ

کو ہرگز تنہا نہیں چھوڑوں گا مثل سایہ آپ کے ساتھ ساتھ ہوں گا۔ واحسرتا ہلال اس وقت تو امام حسینؑ کی پاسبانی فرما رہے ہیں کہاں تھے اس وقت کہ جب حسینؑ یکہ و تنہا اعداء میں استغاثہ فرما رہے تھے کہ ہے کوئی جو میری اس غربت میں مدد کرے آور کوئی امامؑ کی فریاد کو نہیں پہنچتا ہے الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

شب عاشوراء ہلال بن رافع کا حضرت زینبؑ اور امام حسینؑ کی گفتگو سننا

ہلال کہتے ہیں کہ مقتل کی نشاندہی کرنے کے بعد اپنے خیام کی طرف واپس ہوئے اور اولاً حضرت زینبؑ خاتون کے خیمہ میں گئے۔ دیکھا کہ زینبؑ با حال پریشان بیٹھی ہوئی ہیں جناب زینبؑ بھائی کو دیکھ کر اپنی جگہ کھڑی ہوئی بھائی کے چہرۂ پر ملال پر نگاہ کی۔ زینبؑ خاتون نے چہرہ سے اندازہ فرمایا کہ حسینؑ بھی پریشان ہیں اس وقت آپ نے امام حسینؑ سے فرمایا۔ یا اخاہ اشاهد مصرعك وابتلی برعاية هذه المزاعير من النساء والقوم كما تعلم۔ یعنی کہ جناب زینبؑ نے فرمایا کہ اے بھائی میں کیوں کر دیکھ سکوں گی کہ تمہارا یہ ناز و نعم پلا ہوا ہے جسم مبارک خاک پر ہو گا۔ اور میں ان بے کس بیبیوں اور بچوں کی نگرانی کس طرح کروں گی۔ جب کہ مجھے معلوم ہے کہ یہ قوم نابکار ہم سے قدیماً نہ کینہ اور دشمنی رکھتی ہے۔ يعز علی مصرع هولاء الفتية الصفوة و اقمار بنی هاشم۔ اور اے بھائی کس قدر مجھ پر گراں ہے کہ ہاشمی جوانوں کی لاشوں کو زمین پہ پڑا دیکھوں گی۔ کاش کہ میں پیدا نہ ہوتی۔ حضرت امام حسینؑ نے بہن

کو تلقین صبر کی۔ بعدہ جناب زینب خاتون نے فرمایا۔ یا اخی هل استعلمت من اصحابك بنا تهم فانی اخشی ان اسلموك عند الو ثبة و الاصطكاك الاسنة۔ اے بھائی کیا تم اپنے اصحاب کی وفاداری کی طرف سے مطمئن ہو کیا تم نے ان کی وفاداری کا امتحان کر لیا ہے ارشاد فرمایا اے بہن میں اپنے اصحابؓ کی طرف سے مطمئن ہوں۔ یہ سب ہماری نصرت و یاوری کریں گے۔ اور ان جوانمردوں سے مجھے امید ہے کہ دشمن سے مقابلہ کریں گے۔ یہاں تک کہ خود قتل ہو جائیں۔ یہ سن کر جناب زینبؑ خوش ہو گئیں۔

یہ ساری گفتگو ہلال بن رافع سن رہے تھے وہ کہتے ہیں کہ مجھ پر بہت زیادہ گریہ طاری ہوا اور میں نے ساری گفتگو اپنے ہمراہیوں سے بیان کی۔

درخیمہ اہل حرم پر اصحاب امام حسینؑ کا اظہار وفاداری

ہلال بن رافع بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت زینب خاتون کی درد آمیز اور بیکسی سے بھری ہوئی گفتگو سن کر حبیب ابن مظاہرؓ کے پاس گیا۔ دیکھا کہ حبیب ابن مظاہر بیٹھے ہیں تلوار سامنے رکھی ہوئی ہے۔ اور تلوار سے خطاب فرما رہے ہیں ؎

ایها الصارم استعد جوابا
لسوال اذا العجاج اثیرا
والمواضی یرقن قد اخذا
الیاسل ظهر المطهمات سیریرا

ہلال کہتے ہیں کہ خیمۂ حبیب کے صدر دروازہ پر پہنچا میں نے سلام کیا حبیبؓ نے جناب سلام دیا اور فرمایا یا حبیبی ما الذی اخرجك یعنی اے میرے دوست خیمہ سے باہر کیوں نکلے ہو۔ ہلال کہتے ہیں کہ میں نے ساری گفتگو جو سنی تھی بیان کی اور جب میں اس مقام پر پہنچا کہ اے حبیبؓ خواہر حسینؑ زینب کو یہ خیال ہو رہا ہے کہ آیا اصحاب باوفا ہیں یا نہیں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اے حسینؑ تم کو چھوڑ کر چلے جائیں۔ اور کہا اے حبیبؓ تمام اہل حرم اس خیال پر قائم ہیں بہتر ہوگا اگر ہم سب مل کر درخیمہ امام پر جائیں اور نور دیدہ فاطمہ و علیؑ کو اپنی وفاداری کا یقین دلائیں۔ تاکہ ان بیکس بیبیوں کو حوصلہ ہو۔ جناب حبیبؓ نے فوراً فرمایا اے ہلال میں تم سے بالکل اتفاق کرتا ہوں ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی وفاداری اور جان نثاری کا اہل حرم کو ثبوت دیں۔ حبیبؓ اپنے خیمہ سے نکلے ہلال ہمراہ میں آواز دی یا لیوث الوغا دیا ابطال الصفا۔ یعنی اے شیران بیشۂ شجاعت اور اے دلیران رزمگاہ، جب یہ آواز اصحاب کے گوش زد ہوئی سب نے لبیک کہا اور جمع ہو کر درخیمہ حسین علیہ السلام پر جبہ سائی کی۔ جوانان بنی ہاشم نے جب اصحاب کی آواز اندر خیمہ پرسی تو اصحاب سے دریافت کیا کس لیے جمع ہوئے حضرت حبیبؓ نے ان سب کی طرف سے کہا اے آقازادو هذا احلال یحزن السلعة بکیت وکیت ۔ کہ

ہم نے رو رو کر ایسا ایسا بیان کیا ہے۔ یعنی جو کچھ ہلال سے سنا تھا بیان کیا اس وقت اصحاب نے عمامے سر سے پھینک دیئے تلواریں نیام سے نکال لیں اور آپس میں کہنے لگے کہ ہم نصرت امام حسینؑ میں جام شہادت پینا عین حیات سمجھتے ہیں حضرت امام حسینؑ کو خبر ملی تو آپ نے حضرت زینبؑ سے فرمایا اے خواہر اصحاب اپنی وفادار

کا یقین دلانے آئے ہیں۔ امام باہر تشریف لائے۔ اصحاب کی یہ آواز بلند ہو رہی تھی۔ اخرجن یا آل اللہ۔ اے اہلبیتؑ طاہرین ہم حاضر ہیں۔ ہماری تلواریں بے نیام ہیں۔ اگر حکم ہو تو ہم ان سے مقاتلہ کریں حتیٰ کہ خود بھی قتل ہو جائیں۔ اگر آپ مخدرات کو ہمارا امتحان وفا منظور ہے تو ہم یہیں پر اپنی گردنیں قطع کرنے کو تیار ہیں۔ ہم جب تک کہ زندہ ہیں فرزند فاطمہؑ اور دختران فاطمہؑ کے خیموں کا طلایہ پھریں گے۔ دشمن کی کیا مجال کہ خیموں کی طرف آ سکے غرض کہ اصحاب نے اپنی وفاداری کا یقین دلایا۔ اے شیعو۔ آج اصحاب امام حسینؑ اہلحرم کو اپنی وفاداری کا یقین دلا رہے تھے اور روز عاشور اپنی وفاداری کا ثبوت دیا۔ اور نصرت امام عالیمقام میں جام شہادت نوش کیا۔ واحسرتا اگر اصحاب حسینؑ زندہ ہوتے اور دیکھتے کہ اہلحرم اسیر ہوئے ہیں۔ اعدائے دین نے ان کے سروں سے چادریں اتار لی ہیں تو کیا حال ہوتا۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

شب عاشورا حضرت امام حسین علیہ السلام کا تنہائی میں مناجات پروردگار کرنا

قال الشیخ مفید فی الارشاد انہ قال علی بن الحسین علیہما السلام انی لجالس فی تلک اللیلۃ قتل ابی فی صبحتھا وعندی عمتی زینبؑ تمرضنی

یعنی کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں شب عاشورائے محرم اپنے بستر پر مرض کی حالت میں پڑا تھا۔ اور میری پھوپھی زینب علیا میری تیمارداری

فرما رہی تھیں ؎

ز آغوش کردہ نہالین من — ہمی سوخت چوں شمع بالین من
من افتادہ از پا و بابا و جنت — چوں من تا سحر چشم پروین بخفت
پریشان بخی لوز چون حال من — سیہ جامہ بخت اقبال من
در آں شب نخفتیم تا صبحگاہ — من و زینبؑ زار و عباس و شاہ
پدرم آں گرفتار بند بلا۔ — ذبیح اللہ وادی کربلا
در آمد بیک خیمہ تنہا تنش — گرفتہ غبار غمان دامنش!

رات بھر نہ میں سویا نہ پھوپھی سوئیں اور نہ چچا عباس و پدر عالی قدر سوئے کہ امام حسین تن تنہا ایک خیمہ میں تشریف فرما تھے اور ادھر ہمارا غلام جون نامی اپنی تلوار صیقل کر رہا تھا کہ صبح عاشورا جب قتال شروع ہو تو غلام بھی اعدائے دین کو قتل کرے اور خود بھی جام شہادت نوش کرے۔

ویقول ابی ؎

یا دہر اف لک من خلیل — کم لک بالاشراق والاصیل
من صاحب وطالب قتیل — والدہر لا یقنع بالبدل
وانما الامر الی الجلیل — وکل حی سالک سبیل

اے زمانہ تجھ پر اف ہے کہ تو نے سرور دو جہاں، امام الانس والجان کے ساتھ بیوفائی میں حد کر دی کہ صبح مسند عزت پر جلوہ افروز تھے اور شام کو لاش مطہر خاک و خون میں غلطاں پڑی ہوئی تھی۔ اے زمانہ تو کسی کو نغمۂ شادمانی سناتا ہے۔ اور کسی کو خبر غم سناتا ہے اور کسی کو خبر غم سناتا ہے۔ واحسرتا اے زمانہ یہ تیری بیداد گری ہے

یزیدی برآری بتاج وکلاہ
حسینی نشانی بخاک سیاہ

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بابا جان نے یہ اشعار دو تین مرتبہ دوہرائے جب میں نے یہ اشعار مکرر سنے تو میں سمجھا کہ بابا جان اپنے قتل کی خبر سنا رہے ہیں مجھ پر گریہ طاری ہو گیا لیکن سب مصیبت میں گرفتار تھے کون میری طرف متوجہ ہوتا۔ کہ اسی اثنا میں فاما عمتی زینب فانہا سمعت ما سمعتہا ومن شان النساء الرقۃ والجزع فلم یتمالک نفسہا ونبت تجر ثوبہا وانہا لحاسرۃ حتی انتہت الیہ۔ یعنی کہ میری پھوپھی اماں۔ میری بالین پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے بابا جان سے جب وہ اشعار سنے تو وہ بھی سمجھ گئیں کہ بھیا حسینؑ اپنے قتل ہونے کی خبر دے رہے ہیں۔ چونکہ آپ بوجہ عورت ہونے کے تاب ضبط برقرار نہ رکھ سکیں۔ بلکہ گریہ گلو گیر ہو گیا۔ اور گریاں حالت میں میرے بابا جان کے پاس گئیں۔ اور جب شاہ زمن کے پاس پہنچیں تو اتنا کہا کہ واحسرتا اور غش کر گئیں پھر ہوش آیا تو فرماتی ہیں کاش کہ زینب آج زندہ نہ ہوتی آج نہ ماں فاطمہؑ زہرا ہیں اور نہ بابا علی مرتضیٰ ہیں زینب دکھ اٹھا رہی ہے امام حسینؑ نے بہن کو روتے دیکھا تو فرمایا صبر کن صبر کن اے بہن میں قتل ہوں گا تو اسیر ہو گی۔ اس وقت زینبؑ تمہیں کہ میں اور اہل حرم اسیر ہوں گے۔

فرمایا: ؎

تو یتیماں مرا غم خوار باش
در بلا در شدائد یار باش

فقالت یا ویلتاہ افتغتصب نفسک اغتصابا فذالک اجرح

بقلبی واشد علی نفسی حضرت زینبؑ نے بھائی سے مصائب سن کر ایک آہ جگر سوز کھینچی۔ اور فرمایا بھیا میں تمہارے مرنے کی خبر سننے کے لیے زندہ ہوں کاش کہ آج میں زندہ نہ ہوتی پھر آپ نے اپنے منہ پر طمانچے مارے منہ پیٹنے لگیں۔ اس وقت زینب کو غش آ گیا امام حسینؑ نے جس طرح بھی ہو سکا غش سے بیدار کیا۔

گریہ و بکاء جناب زینبؑ اور امام حسین علیہ السلام کا وصیت کرنا

امام حسینؑ نے فرمایا: یا اختاہ اتقی اللہ تعزی لعزاء اللہ اعلمی ان اہل الارض یموتون واہل السماء لا یبقون۔ وانا کل شیء ھالک الا وجہ اللہ الذی خلق الخلق بقدرتہ ویبعث الخلق ویعودون وھو فرد وحید۔ اے بہن زینبؑ عزا برپا کرنا کیا معنی خدا کے نزدیک تو پسندیدہ شے یہ ہے کہ انسان یہ خیال رکھے کہ دنیا فانی ہے یہاں کی ہر ایک چیز آنی جانی ہے نہ اہل زمین رہیں گے اور نہ اہل آسمان سوائے نور جاوید یزدان کوئی باقی نہ رہے گا۔ (معصومین نے فرمایا ہے کہ ہم وجہ اللہ ہیں بنا بریں محمدؐ و آل محمدؐ کے لیے فنا نہیں ہے مترجم) وابی خیر منی، وامی خیر منی واخی خیر منی ولی ولکل مسلم برسولہ اسوۃ۔ یعنی اے بہن جد و پدر و مادر و برادر سب مجھ سے بہتر تھے جو دنیا سے چلے گئے۔ علی خیبر شکن جنہیں خدا نے اپنی قوت کا مظہر بنایا تھا۔ اب کہاں ہیں مادر

گرامیقدر جن کا حق عصمت ہے اب کہاں ہیں بھائی حسن کہ جن کا خلق زبان زد خاص و عام ہے اب کہاں ہیں۔ و قال ما امنہ انی اقسمت علیك فابری قسمی الاتشقی علی حبیبا ولا تخمشی علی وجھا ولا تدعی علی بالویل والثبور اذ انا ھلکت۔ اے بہن تمہیں پاک پروردگار کی قسم ہے۔ دل پر قابو رکھو گریہ وزاری نہ کرو میرے لیے گریبان چاک نہ کرو تم صابرہ کی بیٹی ہو۔ اس کے بعد امام حسینؑ نے تمام اہلبیتؑ کو وصیت بالصبر فرمائی۔

مولف کہتے ہیں کہ حضرت زینب خاتون نے اپنے بھائی حسینؑ کی فرمائشات پر پورا پورا عمل کیا۔ سوائے شکر و صبر کوئی بات نہیں کی۔ لیکن ایک وقت ایسا آیا کہ زینبؑ مجبور ہو گئیں اس وقت کہ جب کہ کوفہ کے دروازہ پر اسیروں کا قافلہ پہنچا اور حسینؑ کا سر مبارک نیزہ پر دیکھا اور بھائی کے چہرہ پر زخم دیکھے خون سے ریش مبارک بھری ہوئی دیکھیں۔ تو آپ سے ضبط نہ ہو سکا۔ فنطحت راسہا۔ ان معظمہ نے اپنا سر چوب محمل پر مارا۔ اور آپ کا چہرہ مبارک سے بھی خون جاری ہو گیا۔ لیکن اللہ بہتر جانتا ہے کہ زینب خاتون کا اس وقت کیا حال ہوا ہو گا۔ کہ جب آپ کے لیے سر۔ اسیروں کے ہمراہ دربار یزید ملعون میں گئی ہیں۔ اس وقت آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے۔ وا محمداہ۔

الالعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

آخر شب عاشوراء کے واقعات اور خواب امام حسین علیہ السلام

کتاب ریاض الاحزان میں کتاب المناقب کے حوالے سے درج ہے کہ السحر خفق الحسین علیہ السلام براسہ خفقۃ ثم استیقظ۔ ابن شہر آشوب فرماتے ہیں کہ جب شب مہلت یعنی شب عاشوراء کا تہائی حصہ گزر گیا۔ اور امام حسینؑ مناجات و اذکار خداوندی کرنے سے فارغ ہوئے اور امام حسینؑ پر نیند طاری ہو گئی۔ آپ نے عالم خواب دیکھا۔ اور ایک دم بیدار ہوئے تو دیکھا کہ چند اصحاب باوفا موجود ہیں۔ اور جب ان اصحاب نے امام حسینؑ کے چہرہ پر نظر کی تو آپ کے آنسو جاری تھے۔ اصحاب نے آہ بھری اس وقت امام حسینؑ نے فرمایا اے دوستو میری اور تمہاری شہادت یقینی ہے ؎

کہ مرگ علیؑ و اکبر و قاسم است۔

اے میرے اصحاب میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے جد رسولؐ خدا تشریف لائے ہیں اور مجھ سے فرماتے ہیں۔ یا بنی انت شہید ال محمد وقد استبشر بك اھل السموٰت و اھل الصفح الاعلیٰ فلیکن افطارك عند اللیلہ عجل ولا تؤخر۔ یعنی اے پسر من تو شہید آل محمدؐ ہے۔ اور تجھ کو مژدہ ہو کہ ملائک اعلیٰ آسمانوں پر تیرا انتظار کر رہے ہیں اور کل شب تیری فاقہ شکنی میرے پاس ہو گی۔ اے حسینؑ شہادت میں تاخیر نہ کرو۔

مولف فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ کا یہ فرمانا کہ اے حسینؑ شب گیارہویں محرم تو

تو میرے پاس افطار کرے گا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام حسینؑ نویں محرم سے روزہ دار تھے (از مترجم میں یہ سمجھتا ہوں کہ چونکہ امام حسینؑ پر ساتویں محرم سے پانی بند تھا۔ لہٰذا یہ توجیح قرین واقعہ ہے کہ آنحضرتؐ کا یہ ارشاد فرمانا کہ کل روزہ تو میرے پاس افطار کرے گا۔ یعنی کہ تیری تشنگی اور فاقہ شکنی کل جنت اعلیٰ میں ہوگی)

واحسرتا قتل ابن رسول اللہ جوعانا۔ قتل ابن رسول اللہ عطشانا

غرضکہ امام حسینؑ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ ایک فرشتہ ایک سبز رنگ کا شیشہ لیے ہوئے ہے میں نے اپنے نانا سے سوال کیا کہ یہ فرشتہ کون ہے اور یہ شیشہ کیسا ہے، ارشاد فرمایا کہ ھٰذا ملک قد نزل من السماء لیاخذ دمک فی قارورۃ، یعنی اے فرزند یہ ایک فرشتہ ہے کہ جو تیرا خون زمین پر گرے وہ اس شیشی میں بھرے اور جس طرح عیسیٰ پیغمبر کے خون نے جوش کھایا تھا۔ اسی طرح تیرا خون بھی جوش زن رہے گا (مترجم اس کی توضیح یہ ہو سکتی ہے کہ تسبیح کربلا بروز عاشورا محرم سرخ ہو جاتی ہے اور ایسی تسبیح پاک و ہند میں آج بھی پائی جاتی ہیں اور مومنین مشرف بازیارت ہوتے ہیں مولف فرماتے ہیں کہ خون امام حسینؑ رازہائے خداوندی میں سے ایک راز ہے کہ یہ خون ثار اللہ ہے۔ یعنی خداوند عالم خون کا بدلہ لینے والا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قاتل کیفر کردار کو پہنچیں گے۔ اور خداوند عالم خون بہا مقتول کے وارثوں کو عطا کرے گا۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

امام حسینؑ کا بار دیگر اپنی شہادت کی خبر دینا

روایت ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ کلاباً قد شدت لتنہشنی و فیھا کلب ابقع۔ یعنی کہ چند کتے حملہ کر رہے ہیں اور ان کے درمیان ابقع کتا حملہ کر رہا ہے مقصد یہ ہے کہ قاتل امام حسین اور آپ سے دشمن رکھنے والے کتے کی طرح نجس ہیں اور ہر نجس شے کا مقام دوزخ ہے۔ ابقع سے مراد ہے۔ سگ ابلق ہے یعنی چتکبرا" برص زدہ"۔

واظن الذی یتولی قتلی رجل برص من بین ھٰؤلاء القوم۔ میرا گمان ہے اس لشکر ابن زیاد کے درمیان کوئی مبروص شخص ہے جو مجھے قتل کرے گا۔ چنانچہ شمر ولدالحرام نے امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا اور یہ ملعون مبروص تھا۔ فقال علیہ السلام ھٰذا ما رایت وقد آنف الامر واقترب الرحیل من ھٰذہ الدنیا لاشک ولاریب فی ذٰلک۔ اے میرے اصحاب یہ خواب جو میں نے دیکھا ہے کہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ ہمارا وقت شہادت نزدیک آپہنچا ہے مولف فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسینؑ کا یہ خواب مطابق ارشاد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ آنحضرتؐ نے وقوع شہادت سے ۶۰ سال قبل فرمایا تھا کہ میرے فرزند حسینؑ کا قاتل مبروص ہوگا یعنی اس کا منہ برص سے داغدار ہوگا اور اس کے دانت سور کے دانتوں کی طرح ہوں گی۔

شیخ فخرالدین کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ جب شمر ولدالحرام نے حضرت امام حسینؑ کے سینہ اقدس پر قتل کرنے کے لیے زانو رکھا تو آپ نے فرمایا اے

شمر ذرا اپنا چہرہ کھول کیونکہ میرے نانا نے خبر دی تھی کہ حسینؑ کا قاتل مرض برص میں مبتلا ہوگا۔ اس نے اپنے چہرہ پر سے کپڑا ہٹایا تو واقعاً مبروص تھا شمر ملعون خود کہنے لگا کہ اے حسینؑ تمہارے نانا نے سچ فرمایا تھا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا اے شمر میرے جد نامدار نے یہ بھی خبر دی تھی کہ اس کے دانت اور اس کا سر و سینہ سور کی طرح ہوگا۔ وہ کہنے لگا اے حسینؑ تم کلب و خنزیر سے تشبیہ دیتے ہو اور پھر وہ سینہ اقدس سے ہٹ گیا۔ اور اس نے امام حسینؑ کے گلوئے مبارک پر تلوار سے ضربیں لگائیں۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

اہلحرمؑ کا امام حسینؑ کے پاس جمع ہونا اور مجلس ماتم برپا کرنا

فریضۂ سحر ادا کرنے کے بعد حضرت امام حسینؑ نے اسلحہ طلب کیا اور اس وقت اہلحرم کو یقین ہوگیا کہ اب حسینؑ ضرور شہید ہو جائیں گے تمام اہلحرم آپ کے پاس جمع ہوگئے۔ گریہ و بکا کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں بروایت معین الدین حضرت زینبؑ ایک ایسا درد انگیز صیحہ کیا کہ جس سے سننے والوں کا دل فگار ہو جائے آپ اس وقت غش کر گئیں امام حسینؑ ہوش میں لائے فرماتی ہیں کہ اے بھیا ابھی ابھی میں نے آسمانی آواز سنی جو بڑی دردناک تھی۔ اس وقت حضرت زینبؑ اور تمام اہلحرم آہ و فغاں ماتم و زاری کر رہے تھے۔ حضرت امام حسینؑ نے صبر کی تلقین کی اور پھر امام حسینؑ علیہ السلام کے گوش مبارک میں ایک آواز غیبی آئی کہ یا خیل اللہ ارکبی کہ اے لشکر خدا سوار ہو۔ پس قد قام الحرب علی ساق وحان

ان الفراق ا کارزار کے لیے تیار ہو گئے وحان ان الفراق یعنی وقت رحلت ہے۔ منزل دار القرار نزدیک ہے۔ بروایتے معین الدین حضرت زینب خاتون نے بھی یہ صدائے آسمانی سنی۔ فریاد کرنے لگیں اور امام حسینؑ سے فرمایا کہ اے حسینؑ یہ تو تمہارے قتل ہونے کی خبر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے بہن اس آواز کے سننے سے پہلے میں نے ابھی خواب دیکھا ہے جس میں نانا نے میرے شہید ہونے کی خبر دی ہے۔ حضرت زینبؑ سے ضبط نہ ہو سکا للکار کے فرمایا: بیبیوں آؤ حسینؑ شہید ہو جائیں گے تمام اہلحرم جمع ہو گئے فعلت اصواتہم البکاء وارتفعت صیحتہم الی السماء۔ اہلحرم کے رونے پیٹنے کی آواز آسمان تک گئی۔ آپ نے ہر ایک بی بی کو صبر کی تلقین کی۔

روز عاشورا حضرت سیدالشہداء علیہ السلام کا لباس

شب عاشورا محرم عبادت الٰہی میں گزری وقت سحر امام حسین علیہ السلام لباس بدل کر خوشبو سے معطر خیمہ سے برآمد ہوئے اور اس خیمہ میں تشریف لائے کہ جہاں لشکر حق کے چاند ستارے ضوفگن تھے سرداران لشکر اور جوانان بنی ہاشمی رونق افروز تھے ؎

درآمد در آں خیمہ سر خیل جمع   چہ فانوس خیمہ تن شاہ شمع
اگر جسم بودی جہاں آفرین   تو گفتی جہاں آفرین ست ایں

اور بیرون خیمہ اصحاب خاص منتظر امام عالیمقام تھے۔ بریر بن خضیر پیکر خلوص ہوئے، ابا عبدالرحمٰن انصاری پروانہ شمع امامت بنے ہوئے موجود تھے کہ امام حسینؑ

نے وعدہ مسعود فرمایا۔ دیکھا کہ امام عالیمقام سرخ و سیاہ اور سفید لباس پہنے ہوئے ہیں امام علیہ السلام خیمہ میں تشریف لائے۔ اصحاب نے دست بوسی کی اس وقت بریر بن خضیر ہمدانی نے ابا عبدالرحمٰن انصاری سے مزاح کیا۔ تو عبدالرحمٰن انصاری کہنے لگے کہ اے بریرؓ یہ وقت مزاح نہیں ہے طلوع آفتاب نزدیک ہے اور نسیم سحر سے خون کی بو آرہی ہے۔ اس پر بریر نے کہا کہ مزاح اس لیے ہے کہ سحر ختم ہو اور ہم ہنگام ظہر جنت میں اسکاتے ہوئے جائیں یہ بھی روایت ہے کہ عمر ملعون نے حضرت امام حسینؑ کو جب اس لباس میں دیکھا تو طنزاً کہا اے حسینؑ یہ رنگین لباس پہنا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ سرخ رنگ لباس اس لیے ہے کہ اتصال محبوب حقیقی ذات ذوالجلال سے حاصل ہوگا۔ اور سیاہ رنگ لباس اس لیے ہے کہ عزائے علی اکبر و قاسم و اصغر و عباس مد نظر ہے اور سفید لباس اس لیے ہے کہ میری شہادت کے بعد یہی لباس میرا کفن ہو۔ لیکن وا حسرتا آپ کے جسم مبارک پر بعد شہادت لباس نہ رہا اور بے گور و کفن و لاش الگ گرم پڑی رہی

طلوع سحر، مناجات اور نماز صبح روز عاشورا

شب عاشورا و محرم رخصت ہوئی اور سپیدی سحر افق پر نمودار ہوئی۔ اس وقت بار بار آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے اور کلمۂ استرجاع یعنی کلمہ انا للہ وانا الیہ راجعون اور حوقلہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ ۔ اپنی زبان مبارک سے ادا فرماتے تھے۔ یہ بھی مد نظر تھا کہ آج تمام یاور انصار۔ بھائی بھتیجے بھانجے قتل کر دیئے جائیں گے کبھی خداوند عالم کی بارگاہ میں مناجات کرتے اللھم انت ثقتی فی کل کرب و رجائی فی

کل شدۃ و انت لی فی کل امر نزل بی ثقۃ و عدۃ کم من ھم یضعف عنہ الفواد و یقل فیہ الحیلۃ و یخذل فیہ الصدیق و یشمت فیہ العدو انزلتہ بی و شکوتہ الیک رغبۃ منی الیک عمن سواک ففرجتہ و کشفتہ کفیتہ و انت ولی کل نعمۃ و صاحب کل حسنۃ و منتھی کل رغبۃ۔

تو دانی ہمہ آشکارا و راز !! | جہانسرا لفیض تو باشد نیاز
خدایا ی ہستی از جام تست | کلید مدکار ہا نام تست
در این صبح غمناک اقبال من | عیان ہاست پیش تو احوال من
جگر زار و جان در مقام ہلاک | اگر بار باشی زدشمن چہ باک
وگر گشتہ خواہی مرا بیم نیست | الٰہی مرا غیر تسلیم نیست
روان بہر قربانی ار دیگر است | پسر ہا ویم این اکبر این اصغر است
برائے اسیری اگر در خور ند | زن این دختر این خواہر حاضر ند
چوں این گفت سلطان مالک رقاب | بپوشید انجم رخ آفتاب
دی اتشیں از دل چاک زد | کہ آتش بخرگاہ افلاک زد
ہماندم زخرگاہ درگاہ شاہ | خروش مؤذن درآمد بماہ

امام غریب قاضی الحاجات کر رہے تھے ناگاہ صدائے اذان گوش زد ہوئی حجاج بن مسروق عام طور پر اذان دیتے تھے لیکن امام حسین علیہ السلام نے تمنا اذان صبح عاشورا کیلئے حضرت علی اکبر مشبیہ پیغمبر خدا کو منتخب کیا فرمایا بیٹا علی اکبر آج تم اذان دو ادھر حضرت علی اکبر نے اذان دی۔ اور علی اکبر نے دعا کے لیے ہاتھ بلند کیے زینب خاتون نے دور سے بلائیں لیں

ــــہ اللہ اکبر۔ اکبر غازی کی وہ صدا
تھا جس میں لحن حضرت داؤد کا مزہ
نظروں میں سب کی پھر گیا نقشہ رسول کا
زینبؑ پکاری خیمہ سے احسنت مرحبا
ہے آخری اذان یہ اس نونہال کی
لوگو! اذان سنو میرے کڑیل جوان کی

اذان ختم ہوئی اور امام فلک احتشام خیمہ سے برآمد (از مرزا دبیر مرحوم) ہوئے جوانان ہاشمی، اصحاب باوفا نے اقتداء امام حسینؑ میں نماز ادا کرنے کے لیے صفیں آراستہ کیں حسینی نمازی خاک پر تیمم۔ خاک پر سجدہ جسم فلک نے ایسے نمازی نہ دیکھے ہوں گے۔ جماعت ختم ہوئی ــــہ

ــــہ ندیدہ فلک جز صف پشت شاہ
کہ صف برکشیدا انجم از پشت ماہ!

بعدہ سوار اپنے اپنے مرکب سے کر حاضر ہوئے اور چار فرسنگ تک دشت کربلا میں گھوڑوں کے صیحہ کرنے کی آواز گونج رہی تھی ــــہ

نمازی کہ خاص از پے راز بود | بمعراج روحانی آن باز بود
چنانش شہیدان نکردند سیر | کہ باشد امید نماز دگر
کہ ایاک نعبد و ایاک نستعین | صراطی نبد جز امام مبین
نماز یکہ تکبیر او تا سلام | ہمہ ذکر حق بود دریا دامام

کامل الزیارۃ میں ہے کہ جلی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ ان الحسین صلی باصحابہ صلوٰۃ الغداۃ ثم

التفت الیہم فقال ان اللہ قد اذن فی قتلکم فعلیکم بالصبر۔ یعنی کہ جب سلطان دین امام حسینؑ نماز تمام کر چکے تو پھر آپ نے اصحاب کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ خداوند عالم نے تمہیں قتل ہونے کی اجازت دی ہے اٹھو اور قتال پر کمر باندھو۔ آج کوئی نہ بچے گا سوائے میرے فرزند زین العابدین کے کہ وہ بیمار ہے۔ اس وقت جبرئیل امین نے آسمان سے ندا دی یا خیل اللہ ارکبی، اے لشکر خداوندی اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو۔ اے انصاران حق جہاد کرو۔ اور پھر دوسری مرتبہ جبرئیل امین نے یہ آواز دی الا یا اہل العالم قد قتل الامام، و ابن الامام واخو الامام، وابو الامام الحسین بن علی ابن ابی طالب اے دنیا کے رہنے والو۔ امام حسینؑ قتل ہو گئے۔ امام کے فرزند، امام کے بھائی امام کے بھتیجے و بھانجے سب قتل ہو گئے زینب خاتون فرماتی ہیں کہ میں نے جبرئیل کا یہ نوحہ سنا اور میں نے جبرئیل کو دیکھا کہ خاک سر میں اور غم حسینؑ میں ماتم کناں ہیں۔ اور اس وقت جبرئیل ایک جوان سفید پوش کی صورت میں تھے میں نے سید سجاد امام زمانہ سے سارا ماجرا بیان کیا تو سجاد نے فرمایا کہ پھوپھی اماں مجھے اٹھاؤ کہ میں بھی یہ نظارہ دیکھ لوں۔ ایک بی بی نے ان کو اٹھایا اور آپ در خیمہ سے متصل کھڑے ہو گئے۔ اور مقتل کا نظارہ کرتے رہے۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

مشابہتِ نمازِ جماعت بہ طریقہ ہائے روزِ قیامت

صاحبان بصیرت و معرفت جانتے ہیں کہ نماز جماعت کو احوالِ قیامت سے کئی باتوں میں مماثلت و مشابہت حاصل ہے۔ مثلاً یہ کہ جب آوازِ اذان انسان کے گوش زد ہوتی ہے تو نفخہ اولیٰ (یعنی پیدائش کی غایت) پیشِ نظر ہوتا ہے۔ اور جب اقامت کی آواز گوش زد ہوتی ہے تو بعثت قریب نظر ہوتی ہے۔ اسی طرح جیسے کہ اذان و اقامہ دو آوازیں جو دنیا میں گونجتی ہیں۔ روزِ قیامت بھی اسی طرح دو آوازیں زمین و آسمان کے درمیان گونجیں گی۔ ایک مرتبہ قیامت کے شروع میں جیسا کہ قرآن مجید میں خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے۔ وَاستمع یوم ینادِ المناد من مکان قریب ۝ (سورۂ ق آیت ۴۱) اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس روز اسرافیل صخرۂ بیت المقدس پر اپنے کانوں میں انگلیاں رکھ کر ندا دیں گے۔ اس وقت امرِ ربی ہوگا۔ استخواں یعنی ہڈیاں جو کہ بوسیدہ ہو گئی ہیں، ان کے ذرات مٹی سے نکلیں گے اور استخواں کی شکل میں آئیں گے گوشت و پوست، اعضاء و جوارح معرضِ وجود میں آئیں اور ہر ایک انسان اپنے ہی ذرات خاکی کے ساتھ جسم اختیار کرے گا۔ اور جب انسان نماز کے لیے گھروں سے نکلتے ہیں اور مسجد میں نماز جماعت کے لیے جاتے ہیں تو وہ وقت بھی یاد آتا ہے کہ جب اپنے اصلی گھر یعنی قبر سے نکل کر میدان حشر میں جمع ہوں گے۔ خدا فرماتا ہے وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ۝

(سورۂ یٰسین آیت ۵۱) اور جب نماز میں لوگ شریک و جمع ہوتے ہیں تو اس وقت خیال ہوتا ہے کہ قیامت میں بھی جمع ہوں گے۔ چنانچہ خدا نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ۝ (سورۂ یٰسین آیت ۳۲) اور جب امام (یعنی پیش نماز) آگے ہوتا ہے اور ماموین اس کو عقب سے دیکھتے ہیں تو یاد آتا ہے کہ قیامت میں ہر ایک قوم اپنے امام کے ساتھ بلائی جائے گی۔ جیسا کہ قرآن میں ہے۔ یَوْمَ ندعوا کل اناس بامامھم۔ اور جب نماز سے اٹھتے ہیں اور کھڑے ہوتے ہیں تو یاد آتا ہے کہ روزِ قیامت ایک روز تین سو سال کی برابر ہوگا۔ اور سب کو کھڑا رہنا پڑے گا یَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اور جب انسان تکبیر کہتا ہے تو خیال ہوتا ہے کہ ہر ایک اپنا اپنا اعمال نامہ لیے ہوگا اور پشیمان و شرمندہ ہو رہا ہوگا اور خدا کی طرف سے خطاب ہوگا کہ اِقْرَاْ كِتَابَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا۔ سورۂ بنی اسرائیل آیت ۱۴) اور جب ماموین نماز جماعت میں خموش کھڑے ہوتے ہیں اور امام کی قرائت سنتے ہیں تو خیال ہوتا ہے کہ روزِ محشر فرشتے اور روح خموش کھڑے ہونگے۔ مگر وہ کلام کریں گے جنہیں خدا کی جانب سے اذان حاصل ہے جیسا کہ خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ یوم یقوم الروح والملئکۃ صفا لا یتکلمون الا من اذن لہ الرحمٰن وقال صوابا۔ اور جب نمازی رکوع میں جاتے ہیں تو خیال ہوتا ہے کہ تمام لوگ حضوری خداوند عالم میں روزِ قیامت خضوع و خشوع کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ وعنت الوجوہ للحی القیوم۔

اور جب نمازی سجدہ میں جاتے ہیں تو وہ وقت یاد آتا ہے کہ جب سجدہ

کا حکم ہوگا کہ یَوْمَ یکشف عن ساق و یدعون الی السجود۔

اور جب تشہد و سلام سنتے ہیں تو خیال ہوتا ہے کہ تمام گروہ انسانی بوجہ خوف گھٹنوں کے بل آئیں گے۔ وتری کل امة جاثیة۔

پس انسان کو چاہیئے کہ نماز جماعت کا مذکورہ امور کے تصور و خیالات کے ساتھ پابند ہو۔ تاکہ روز آخرت فراموش نہ ہونے پائے۔

جب دو نمازیں باجماعت ہوتی ہیں تو تصور ہوتا ہے۔ نماز صبح اور نماز ظہر عاشورا محرم کا کہ جب امام حسینؑ نے نماز صبح ادا کی ہے تو خیموں میں آہ و بکا کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں اور جب نماز ظہر ادا کی ہے تو الصداں امام حسین علیہ السلام تو شہادت پیش نظر تھی۔ امام حسینؑ کے لشکر میں صدائے اذان بلند ہو رہی تھی اور عمر بن سعد ملعون کے لشکر میں طبل جنگ بج رہا تھا اور انصاران حسینؑ جانیں قربان کر رہے تھے۔ ہماری جانیں قربان ہوں۔ اے شہیدان کربلا تم پر کہ تم نے حق وفاداری امام حسینؑ ادا کیا۔

نماز مومن کی معراج ہے:

کتاب بحر الدرر اور معارج النبوۃ میں مرقوم ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج میں تشریف لے گئے۔ تو حضورؐ عالی مرتبت نے ارشاد فرمایا اَیْنَ نصیب امتی من ھذا الشرف یعنی اے خدائے من از یں سعادت کیا میری امت کو بھی نصیب ہوگی تو خطاب خداوند عالم ہوا کہ معراج امتك الصلوۃ۔ یعنی اے رسولؐ تمہاری امت کی نماز معراج ہے۔ جب آنحضرتؐ معراج سے واپس تشریف لائے تو حضورؐ نے اپنی امت کو یہ خوشخبری سنائی کہ الصلوۃ معراج المومن

کہ نماز مومن کی معراج ہے۔ علمائے اسلام نے فرمایا ہے کہ نماز معراج روحانی اور جسمانی کو اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے۔ کیونکہ نماز میں چند افعال ہیں کہ جن کا قلب سے ہے اور ذکر و کلام نماز کا اثر روح پر مرتب ہوتا ہے بنابریں نماز بذاتہ معراج ہے اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جبرئیل امین حاضر ہوئے اور آپ کو مژدہ معراج سنایا اور آنحضرتؐ نے عزم صمیم فرمایا تو چونکہ مقام قدس میں قدم رنجہ فرمانا تھا بنابریں وضو فرمانا مقدم تھا۔ یقیناً جبرئیل امین نے رضوان جنت سے فرمایا کہ وضو کے لیے آب کوثر لاؤ۔ بہشتی طشت میں آب کوثر لایا گیا۔ آنحضرتؐ نے وضو فرمایا۔ اسی طرح جب کوئی عبد خداوند عالم بارگاہ خداوندی میں نماز کے لیے حاضر ہوتا ہے تو اول وضو کرتا ہے۔ اور وضو بھی آب مطلق سے ہوتا ہے یعنی پانی میں کوئی دوسری چیز کی ملاوٹ نہ ہو۔ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جب انسان باطنی طہارت کا ارادہ کرتا ہے یعنی نماز کے لیے وضو کرتا ہے تو خداوند عالم کی توفیق اس کے شامل حال ہوتی ہے۔ خدا اس بندہ کا رفیق ہوتا ہے۔ اور پھر خوف و رجا کی دو جہاں کی یعنی دو طشت آب معرفت الہیہ سے بھری ہوئی اس نمازگزار کو عطا ہوتے ہیں۔ اس طشت کے چار گوشے ہوتے ہیں۔ گوشہ اول افعال ہیں یعنی کہ نماز کے ارکان۔ اور یہ گوشہ اول جوہر توحید سے مرصع ہوتا ہے۔ گوشہ دوم علم صفات باری تعالیٰ سے متعلق ہے یہ بھی وحدانیت سے وابستہ ہے۔ گوشہ سوم باری تعالیٰ کا علم اسماء ہے یعنی کہ اس کی صفات ثبوتیہ و سلبیہ کا جانتا ہے۔ گوشہ چہارم متعلق بہ علم غیب خداوند عالم ہے۔ پس جب کہ نمازگزار طہارت ظاہری و باطنی حاصل کر لیتا ہے

کا حکم ہوگا کہ یَوْمَ یکشف عن ساق ویدعون الی السجود۔

اور جب تشہد و سلام سنتے ہیں تو خیال ہوتا ہے کہ تمام گروہ انسانی بوجہ خوف گھٹنوں کے بل آئیں گے۔ وتری کل امۃ جاثیۃ۔

پس انسان کو چاہیئے کہ نماز جماعت کا مذکورہ امور کے تصور و خیالات کے ساتھ پابند ہو۔ تاکہ روز آخرت فراموش نہ ہونے پائے۔

جب دو نمازیں باجماعت ہوتی ہیں تو تصور ہوتا ہے۔ نماز صبح اور نماز ظہر عاشورا محرم کا کہ جب امام حسینؑ نے نماز صبح ادا کی ہے تو خیموں میں آہ و بکا کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں اور جب نماز ظہر ادا کی ہے تو الصداں امام حسین علیہ السلام تو شہادت پیش نظر تھی۔ امام حسینؑ کے لشکر میں صدائے اذان بلند ہو رہی تھی اور عمر بن سعد ملعون کے لشکر میں طبل جنگ بج رہا تھا اور انصاران حسینؑ جانیں قربان کر رہے تھے۔ ہماری جانیں قربان ہوں۔ اے شہیدان کربلا تم پر کہ تم نے حق وفاداری امام حسینؑ ادا کیا۔

نماز مومن کی معراج ہے:

کتاب بحر الدرر اور معارج النبوۃ میں مرقوم ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج میں تشریف لے گئے۔ تو حضورؐ عالی مرتبت نے ارشاد فرمایا اَیْنَ نصیب امتی من ھذا الشرف یعنی اے خدائے من ازیں سعادت کیا میری امت کو بھی نصیب ہوگی تو خطاب خداوند عالم ہوا کہ معراج امتک الصلوٰۃ۔ یعنی اے رسولؐ تمہاری امت کی نماز معراج ہے۔ جب آنحضرتؐ معراج سے واپس تشریف لائے تو حضورؐ نے اپنی امت کو یہ خوشخبری سنائی کہ الصلوٰۃ معراج المومن

کہ نماز مومن کی معراج ہے۔ علمائے اعلام نے فرمایا ہے کہ نماز معراج روحانی اور جسمانی کو اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے۔ کیونکہ نماز میں چند افعال ہیں کہ جن کا قلب سے ہے اور ذکر و کلام نماز کا اثر روح پر مرتب ہوتا ہے بنا بریں نماز بذاتہ معراج ہے اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

جب آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جبرئیل امین حاضر ہوئے اور آپ کو مژدہ معراج سنایا اور آنحضرتؐ نے عزم صمیم فرمایا تو چونکہ مقام قدس میں قدم رنجہ فرمانا تھا بنا بریں وضو فرمانا مقدم تھا۔ یقیناً جبرئیل امین نے رضوان جنت سے فرمایا کہ وضو کے لیے آب کوثر لاؤ۔ بہشتی طشت میں آب کوثر لایا گیا۔ آنحضرتؐ نے وضو فرمایا۔ اسی طرح جب کوئی عبد خداوند عالم بارگاہ خداوندی میں نماز کے لیے حاضر ہوتا ہے تو اول وضو کرتا ہے۔ اور وضو بھی آب مطلق سے ہوتا ہے یعنی پانی میں کوئی دوسری چیز کی ملاوٹ نہ ہو۔ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جب انسان باطنی طہارت کا ارادہ کرتا ہے یعنی نماز کے لیے وضو کرتا ہے تو خداوند عالم کی توفیق اس کے شامل حال ہوتی ہے۔ خدا اس بندہ کا رفیق ہوتا ہے۔ اور پھر خوف و رجا کی دو چھاگل یعنی دو طشت آب معرفت الہیہ سے بھری ہوئی اس نماز گزار کو عطا ہوتے ہیں۔ اس طشت کے چار گوشہ ہوتے ہیں۔ گوشہ اول افعال ہیں یعنی کہ نماز کے ارکان۔ اور یہ گوشہ اول جوہر توحید سے مرصع ہوتا ہے۔ گوشہ دوئم علم صفات باری تعالیٰ سے متعلق ہے یہ بھی وحدانیت سے وابستہ ہے۔ گوشہ سوم باری تعالیٰ کا علم اسماء ہے یعنی کہ اس کی صفات ثبوتیہ و سلبیہ کا جانتا ہے۔ گوشہ چہارم متعلق بہ علم غیب خداوند عالم ہے۔ پس جب کہ نماز گزار طہارت ظاہری و باطنی حاصل کر لیتا ہے

تو اس کے واسطے محبت الٰہیہ کا براق پیش ہوتا ہے اس براق کے عالم معنوی میں گویا دو پر ہوتے ہیں۔ گویا دو پر ہوتے ہیں ایک پر کا نام شوق اور دوسرے کا نام ذوق ہے۔ اشوق کے معنی میں آرزو مند ہونا اور ذوق کے معنی ہیں نشاط و خوشی پس شوق و ذوق کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیئے۔ اور ان دونوں پروں کے ذریعہ براق پرواز کرتا ہے۔ اور پہلی ہی مرتبہ کو زمین کی سیر کرتا ہے اور آنا فانا بیت المقدس سے منزل قدس حضرت احدیت سے قرب حاصل کرتا ہے یہ آواز دل سے آتی ہے۔ (انی وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض (سورۃ الانعام آیت ۷۸) یعنی کہ میں نے تو باطل سے کترا کر اسی کی طرف منہ کرلیا ہے) اور پھر اس کے بعد بمقدار توجہ حضرت رسول خدا مقام فنا فی اللہ شروع ہوتا ہے یعنی کہ اپنے آپ کو انتہائی ضعیف و کمزور اور خدا کو قوی مطلق سمجھنا مراد ہے۔ اور نماز گزار کو چاہیئے کہ وہ تمام کائنات پر غور کرے اور خالق حقیقی کی معرفت حاصل کرے۔ پس اس طرح جب وہ اللہ اکبر کہتا ہے۔ اور ہاتھ بلند کرتا ہے تو اس کے دونوں ہاتھ عالم سفلی و علوی کے درمیان حد قائم کر دیتے ہیں۔ اور وہ مادی چیزوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ غرضکہ حضرت خواجہ عالم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھے اور معراج ملائکہ یہ ہے۔ فسبح بحمد ربك یعنی خدا کی تسبیح و حمد بجا لانا یہ معراج ملائکہ ہے جو کہ یقیناً انتہائی معراج ہے۔

حضرت پیغمبر اسلام نے اپنا قدم مبارک آسمانوں پر رکھا۔ یعنی براق آسمان پر پہنچا۔ تو ملاحظہ فرمایا کہ طبقات آسمانی شیطان کے عمل دخل سے محفوظ ہیں کیونکہ وارد ہوا ہے۔ وحفظا من كل شيطان اسی طرح نمازی

بھی مدح و ثناء الٰہی کرنے سے آسمان معارف کی سیر کرتا ہے۔ کیونکہ معرفت ہی سے دین کی ابتداء ہوتی ہے۔ اور جب انسان کلمۂ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ زبان سے جاری کرتا ہے تو وساوس شیطانی سے پاک ہو جاتا ہے۔ اور پھر نماز میں خدا اس بندہ سے ہمکلام ہوتا ہے۔

یہ بھی وارد ہوا ہے کہ حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج میں بہشت کی سیر بھی فرمائی ہے۔ ہر ایک بہشت کے آٹھ دروازے ہیں اور ان کی کنجیاں یہ ہیں کہ مفتاح دروازہ اول معرفت ہے مفتاح دروازہ دوم یاد الٰہی مفتاح دروازہ سوم شکر خدا کرنا ہے۔ مفتاح دروازہ چہارم رجا ہے۔ یعنی خدا سے امید رکھنا مفتاح دروازہ پنجم خوف ہے۔ یعنی خدا سے ڈرتا تاکہ گناہ کے پاس نہ جائے مفتاح دروازہ ششم اخلاص یعنی ریا کاری نہ ہونا۔ مفتاح دروازہ ہفتم دعا ہے۔ یعنی خدا سے مانگنا مفتاح دروازہ ہشتم اقتدا ہے۔ یعنی خدا کو قادر مطلق ماننا۔ پس جب کہ قلب نماز گزار مذکورہ سات امور از نمبر ۲ تا نمبر ۸ طے کرلیتا ہے تو بہشت اس پر غیبی طور پر آشکارا ہو جاتا ہے اور پھر دروازہ معرفت اس پر کشادہ ہو جاتا ہے۔

اب ان دروازوں کی تفصیل ملاحظہ فرمایئے۔ باب المعرفت۔ ایمان کے پیدا ہونے پر کھلتا ہے۔ اور ایمان توحید و نبوت و قیامت کے اقرار کے ساتھ عدل و امامت کے اقرار کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اور باب ذکر بسم اللہ الرحمن الرحیم پر کہنے سے کھلتا ہے۔ باب خوف۔ مالک یوم الدین کہنے سے کھلتا ہے۔ باب اخلاص۔ ایاك نعبد وایاك نستعين کہنے سے کھلتا ہے۔ باب الدعا۔ اهدنا الصراط المستقيم کہنے سے کھلتا ہے۔ باب اقتدار صراط الذين

انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہنے سے کھلتا ہے غرضکہ سورۂ الحمد پڑھنے سے تمام دروازے بہشتی کھل جاتے ہیں۔ خدا نے فرمایا ہے۔ فاقرء ما تیسر من القرآن ۔ اور پھر اس آیہ مجیدہ کی تفسیر ہو جاتی ہے جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے۔ جنات عدن مفتحۃ لھم الابواب ۔ نماز میں قرآن یعنی کہ جس قدر آسانی سے ہو سکے نماز میں قرآن پڑھ لیا کرو۔ اور ہر ایک نماز گذار تلاوت کلام مجید کرتا ہے اور وہ قرآنی باغ کی سیر کرتا ہے جس میں صبغۃ اللہ کی رنگ آفرینی ہے۔ پھر نماز گذار پر تلاوت کے بعد تجلی یا طیفہ ہوتی ہے اور جب رکوع میں جاتا ہے اور پشت خم کرتا ہے تو اعتراف عظمت الہیہ کرتا ہے کہتا ہے۔ سُبحان ربی الاعلی و بحمدہ ۔ اور جب رکوع سے سیدھا کھڑا ہوتا ہے تو پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہتا ہے۔ پھر اس پر اور تجلی ہوتی ہے اور بادشاہ معصوم اس بندہ پر خدا نظر رحمت کرتا ہے۔ اور جب سجدہ میں سر رکھتا ہے تو سجدۂ اول میں تقرب حاصل ہوتا ہے اور چونکہ قربِ خدا ایک نعمت عظمیٰ ہے۔ پس دوسرا سجدہ اس لیے ہے کہ اس نعمت کے ملنے پر شکر کرے۔ پس دو رکعت نماز میں پہلی رکعت نے جسم کو معراج کا درجہ ملتا ہے اور دوسری رکعت سے روح کو مرتبہ معراج ملتا ہے اور حضور سرور کائنات کو معراج جسمانی ہوتی ہے یعنی مع جسم ظاہری آپ معراج میں تشریف لے گئے ہیں۔ (اسی لیے نماز کو معراج قرار دیا کیونکہ نماز میں جسم اور روح دونوں شامل ہیں تنہا روح نماز نہیں پڑھ سکتی۔ لہذا یہ دلیل ہے کہ آنحضرتؐ کو معراج جسمانی ہوئی ہے ہماری تصنیف معراج النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ملاحظہ ہو۔ مترجم)

جب نمازی حالت تشہد میں شہادتین کا فریضہ ادا کرتا ہے۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ ۔ پڑھتا ہے تو وہ نمازی مقام دنیٰ فتدلی ۔ پر فائز ہوتا ہے۔ اور پھر نمازی جب درود شریف پڑھتا ہے کہ اللھم صل علی محمد و آل محمد تو بصورت عطیۂ پروردگار۔ اس کو رحمت خدا ملتی ہے۔ اور آنحضرتؐ جب معراج سے تشریف لائے اور اس کا ذکر فرمایا تو اپنی امت کو ہدیۂ نماز عطا فرمایا۔ اے شیعو نماز تو سب پڑھتے ہیں۔ انبیاء و مرسلینؑ، اولیاء و متقین مومنین و مسلین سب ہی نے نماز پڑھی ہے اور پڑھتے ہیں۔ لیکن جیسی نماز حضرت امام حسین علیہ السلام نے روز عاشوراء محرم بوقت ظہر پڑھی ہے اس کی نظیر صفحہ عالم پر نہیں ملتی۔ امام حسینؑ اور آپ کے رفقاءؓ نے تیروں کی بارش میں نماز ادا کی ہے ۔

ہے یہ سب فیض نماز تشنہ کامان فرات
آج عالم میں جو یہ آوازۂ تکبیر ہے
(قاصد سرسوی)

روز عاشورا امام حسین علیہ السلام کا اصحاب کو اذن جہاد دینا

حضرت امام حسین علیہ السلام نماز صبح سے فارغ ہوئے سب اصحاب منتظر تھے کہ آپ کیا حکم دیتے ہیں ۔

ادا کرد چوں خسرو ارجمند نماز دوگانہ یگانہ پسند

ہمہ چشم و دل شد ہمہ گوش ہو حال
کہ از مصدر فیض و عزّ و جلال
برائے شہادت چہ فرمان رسد
کہ جانان بجان جان بجانان رسد

کتاب ریاض الاحزان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب ہمارے جد نامدار روز عاشورا محرم نماز صبح سے فارغ ہو گئے۔ تو آپ نے اپنے اصحابؓ کو اذن جہاد دیا۔ قد اذن فی قتلکم یا قوم انقوا اللہ و اصبروا ۔ یعنی اے میرے اصحاب تم کو جہاد کرنے کی اجازت ہے اعدائے دین سے قتال کرو۔ اللہ سے ڈرو اور صبر کرو۔ اصحاب باوفا کے لیے یہ پیغام بہشت کی بشارت تھا سب نے اسلحہ سج لیا۔ اور پروانہ وار شمع امامت کا طواف کرنے لگے اور حفاظت امام حسینؑ سے جہاد کا آغاز ہوا۔ اور لشکر ابن سعد ملعون میں بھی طبل جنگ بجنے لگا۔ امام حسینؑ اصحاب و اولاد جام شہادت پینے پر تیار ہو گئے۔

جوانان ہاشمی تلواریں زیب کمر کئے ہوئے تھے۔ اور اہل حرم خیام میں گریہ کناں تھے اے شیعو روز عاشورا کیسا دن تھا کہ اولاد رسول خدا پر مصائب ٹوٹ رہے تھے۔ امام حسین علیہ السلام دمبدم خیمہ میں تشریف لائے اور اہل حرم کو خموشی کرتے صبر کی تلقین فرماتے۔ کبھی بیمار فرزند سید سجادؑ کے پاس جاتے اور ادھر لشکر عمر سعد ملعون میں صدائے ہا ہو بلند کی جس سے خیموں میں عورتیں اور بچے دہل رہے تھے۔ اور جوانان بنی ہاشم جہاد کے لیے آراستہ ہو رہے تھے اور امام حسین سب یاور و انصار کو شہادت کی خوشخبری دے رہے تھے اور سپاہ حسینی اسلحۂ

جنگ سے آراستہ ہو رہی تھی۔

صف آرائی سپاہ حسینی صبح روز عاشوراؑ

بنال ایدل غرقہ در خون بنال | بپال ای سرشک جگرگوں بپال
کہ عاشور ماہ محرم رسید | شب غم شد و روز ماتم رسید
کنوں دل بماتم بباید نہاد | کہ غم لشکر آورد کشور کشاد

سحر صبح عاشورا محرم نمودار ہوئی تو اعدائے دین نے اپنے لائق و باغی لشکر کو آمادۂ کارزار کیا۔ لشکر کا یہ عالم تھا کہ حد نگاہ تک لشکر بے دین میدان کربلا میں پھیلا ہوا تھا۔ اور ادھر حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کی سپاہ کل بہتر نفر سے کر بروایتے تین سو تک محدود تھی جب کہ عمر ابن سعد کا لشکر بائیس ہزار سے لے کر چار سو ہزار تک بتلایا جاتا ہے۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے واصبح الحسین بن علی علیہما السلام فعبی اصحابہ بعد صلوٰۃ الغداۃ الخ یعنی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے نماز صبح سے فارغ ہونے کے بعد تجہیز الوٰ کارزار فرمایا اور اپنی قلیل سپاہ کو آراستہ کیا۔ اس وقت بتیس سوار اور چالیس پیادہ آپ کی فوج میں تھے۔ حضرت امام حسینؑ نے زہیر ابن قینؑ کو بلایا آپ کے یہ صحابی بڑے بہادر اور حرب و ضرب میں نمایاں تھے۔ زہیر ابن قین آئے امام حسینؑ علیہ السلام نے ان کا میمنہ کا سالار مقرر فرمایا۔ اور جناب حبیب ابن مظاہر کو میسرہ کا سالار مقرر فرمایا۔

یہ دونوں صحابی نبرد آزمودہ تھے۔ زہیر ابن قین کے علم کے سائے میں حبیب ابن مظاہر کے رایت تک اصحاب و انصار و جان نثاروں نے صفیں آراستہ

کیں۔ اور ضروری اسلحہ سے سب آراستہ ہوئے۔

امام حسین علیہ السلام کا عباس ابن علیؑ کو علمدار لشکر مقرر کرنا

جب سپاہ امام حسین علیہ السلام کی ترتیب مکمل ہو چکی تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے نشان اسلام یعنی علم سپرد کرنے کے لیے پسر فاتح خیبر و بدر و حنین حضرت عباس علیہ السلام کو طلب فرمایا۔ اور علم اسلام عطا فرمایا ؎

شہ آنکہ طلب کرد عباس را　　گذارندہ برق الماس را
کہ بد پشت شاہ پناہ سپاہ　　بہر مشورت شاہ را نیکخواہ
بیامد چو دشتشاد یستہ میان　　بدستی عنان و بدستی سنان
سپر بر کتف خود رخشان بسر　　ہمہ زدرد و بازو ہمہ یال و فر
بدان یال و فر شاہ مالک رقاب　　نگہ کرد و سہ دیدہ گردانہ آب
علم خواست پیش و نہادش بدشت　　سپہ کرد بر کوہ پولاد پشت
سنان و درفش و علمدار شاہ　　ندانم چہ میگفت در گوش ماہ
خداوند دین ہادیٔ بحر و بر　　شنید ندا غیرت، داد گر
ز عباسؑ از نجہ حیدرے　　بود شش گرانمایہ تر گوہرے
کہ بودش ندیم و دبیر و مشیر،　　علمدار و میر و طلایہ، وزیر
بگفت ای برادر بیارا سپاہ　　کہ ہامون ز دشمن شد اینک سیاہ
بیارید عباسؑ از دیدۂ نم　　روان شد سوئے قلب گہ با علم

ہمی گفت سلے داور کردگار　　تو تاریک بر ما مکن روزگار
بدین تیرہ روز نلے جہاں دار پاک　　تو گریا ربا نحی ز دشمن چہ باک
خدایا حسینؑ را تو فیروز کن　　مکن نخل باغ امامت زبن
بر این نوجوانان پاکیزہ چہر　　ز آسیب دشمن بہ بخشا بمہر
جو گفت این سختہا باشک و بدم　　بقلب آمد و بر زمین زد علم
پیادہ با ستاد بر و شت کین　　بہ پشت اندرش بادپائی بزین

حضرت عباس علیہ السلام خدمت امام حسین علیہ السلام میں اس شان سے تشریف لائے کہ سپر آپ کے دوش مبارک پر ضوباری کر رہی تھی۔ آج امام حسین علیہ السلام نے اسی شان سے یادگار علی ابن ابی طالب، اپنے قوت بازو عباس علیہ السلام کو طلب فرمایا جس طرح حسینؑ کے نانا رسول خدا نے خیبر میں علی کو بحکم خدا طلب فرمایا تھا۔ وہاں علی ابن ابی طالب مظہر العجائب والغرائب بن کر تشریف لائے اور رسول خدا نے حضرت علیؑ اپنا خاص علم عطا کیا جو پہلے کسی کو نہیں دیا گیا تھا۔ اسی طرح وہی علم رسول جو امام حسین علیہ السلام کو ورثہ میں ملا تھا۔ عباس علیہ السلام کو عطا کیا۔ دستور دنیا ہے کہ جب انسان کسی ارفع و اعلیٰ اور ممتاز عہدہ پر فائز ہوتا ہے۔ تو اس سے حلف۔ وفاداری لیا جاتا ہے۔ یعنی وہ خود حلف اٹھاتا ہے۔ پس جیسے ہی حضرت امام حسینؑ نے حضرت عباس بن علیؑ کو علم سپرد کیا اور عہدہ علمداری پر آپ فائز ہوئے تو حضرت عباسؑ نے حلف وفاداری اٹھایا جسے مولف کتاب نے اس طرح پیش کیا ہے ؎

خدایا حسینؑ تو فیروز کن
مکن نخل باغ امامت زبن

یعنی خداوند اتو سلطان دین و دنیا حسین بن علی کو فیروز مندی عطا کر۔ فتح وکامرانی حسینؑ کے زیر قدم ہو۔ اور نخل باغ امامت کو مست کھود۔ یعنی شجر امامت قائم رہے یعنی حسینؑ زندہ و سلامت رہیں۔ اور جوانان سپاہ حسینی کو دشمن کی نظر بد سے محفوظ رکھے۔ اس وقت آپ کے چھ بھائی شیران دشت وغا جلو میں تھے۔ اور جوانان ہاشمی قمر بنی ہاشم کا ہالہ بنے ہوئے تھے۔ ان سب کے اسماء گرامی یہ ہیں :۔ عبداللہ، جعفر، عثمان، ابوبکر، محمد از اولاد علی علیہ السلام جناب قاسم بن امام حسنؑ، احمد بن الحسنؑ، ابوبکر بن الحسن، عبداللہ بن حسن، احسن بن حسن، عبداللہ بن مسلم بن عقیل، عبیداللہ بن مسلم، جعفر بن عقیل، عبدالرحمان بن عقیل، عبداللہ بن عقیل، محمد بن ابی سعد بن عقیل، موسیٰ بن عقیل، عون بن عقیل محمد بن عقیل اور اولاد جعفر بن ابی طالب میں سے عبداللہ بن جعفر کے دو بیٹے عون بن عبداللہ اور محمد بن عبداللہ ہمرکاب حضرت علمدارؑ تھے اور دوسرے بھی قرابت دار تھے۔ ان سب کی مجموعی تعداد تیس ہوتی ہے۔ ان میں سے اٹھارہ بنی ہاشم جو دشت وغا کے شیر ببر تھے حضرت عباسؑ کے عقب میں ساتھ ساتھ تھے اور میدان کارزار میں سب یادگار حیدر کرار تھے۔ کربلا میں علم عباسؑ کے زیر سایہ تھے اور عصر سے پہلے پہلے باغ ارم میں خراماں ٹہل رہے تھے۔ اور یہاں خیام اہلبیتؑ میں ایک کہرام برپا تھا کبھی حضرت عباس کبھی حضرت علی اکبر بیبیوں کو تسلی دیتے تھے۔ کبھی امام حسینؑ تشریف لاتے تلقین صبر فرماتے تھے۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

حضرت سیّد الشہداء علیہ السلام کے اصحاب کے اسماء مبارکہ

کتاب ریاض الاحزان میں ہے کہ روایات سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امام حسینؑ علیہ السلام نے روز عاشوراء، بعد نماز صبح اپنے اصحاب کو تین گروہ پر تقسیم کیا تھا۔ اصحاب میمنہ اصحاب میسرہ، اور قلب لشکر۔ اصحاب میمنہ تحت رایت (علم) زہیر بن قین اور اصحاب میسرہ تحت علم حبیب ابن مظاہر اور اصحاب قلب لشکر تحت لواء الاعظم کہ جو حضرت عباس علمدار علیہ السلام کے دست مبارک میں تھا اور بحیثیت علمدار کل سپاہ حسینی تمام سپاہ آپ کے تحت تھی۔ اور دس غلام محافظت حضرت امام حسین علیہ السلام پر مامور تھے۔ پھر آپ نے حکم دیا۔ کہ سپاہ معدود اس گروہ نابکار کے بالمقابل صفیں آراستہ کر لے۔ اس دستہ کے حصار کی یہ صورت تھی کھلی ہوئی تھی۔ اور اس طرف لشکر دشمن دین صف بستہ تھا۔ خیام امام حسینؑ عقب میں تھے۔ اور حسینی سپاہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح جمی ہوئی تھی۔

صدر الدین ابن الفاضل العلامہ نے مختلف مقاتل، زیارت شہداء کربلا اور کتب آل محمدؐ سے اصحاب میں سے شہداء کے نام جمع کیے ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں :

نعیم بن العجلان، عمران بن کعب، مالک الضبعی، حنظلۃ بن عمرو الشیبانی قاسط بن زہیر، سوار بن ابی عمر الفہمی، کنانۃ بن عتیق، ضرغامۃ بن مالک مجمع بن

عبداللہ العائذی، جبلۃ بن علی الشیبانی، عبدالرحمٰن بن عبداللہ عمرو بن عبداللہ الجندعی، کرش بن زہیر الثعلبی، عمرو بن کعب الانصاری، عبداللہ الغفاری عبدالرحمٰن بن عروۃ الغفاری، عمار بن حسان الطائی، زاہد مولیٰ عمرو الخزاعی اسلم بن کثیر الازدی، عبداللہ بن شبیب، عبیداللہ بن شبیت العبسی، عمرو بن ضبیعہ قیس بن منبہ، مسعود بن الحجاج، عمار بن ابی سلامۃ الہمدانی، عامر بن مسلم، سیف بن مالک، زہیر بن بشیر الخثعمی، حیان بن الحرث زہیر بن سلیم ضحاک بن عبداللہ، خزیمۃ بن عمرو الکوفی، عقبۃ بن سمعان، عبدالرحمٰن بن الارحبی، حلاس بن عمرو الراسی، بریر بن خضیر الہمدانی، زہیر بن حسان الاسدی، وہب بن عبداللہ الکلبی، وقاص بن عبید شریح بن عبید، عبداللہ بن زید البصری عبیداللہ بن زید البصری، عمرو بن خالد الازدی، سعد بن حنظلہ التمیمی، عمرو بن عبداللہ المذحجی، نافع بن ہلال البجلی، ہلال بن نافع الاسدی، مسلم بن عوسجۃ الاسدی، عمر بن قرظۃ الانصاری، انیس بن معقل الاصبحی، علی بن مظاہر الاسدی حبیب بن مظاہر الاسدی، یحییٰ بن کثیر الانصاری، طرماح بن عدی، مالک بن دوران مندبن ابی مند، ابوثمامہ الصیداوی، سعید بن عبداللہ الحنفی، سعید بن عبداللہ الیزنی، عمرو بن خالد الصیداوی، حنظلۃ بن سعد الشامی، سوید بن عمرو بن ابی المطاع الجعفی، حجاج بن مسروق، یحییٰ بن سلیم المازنی، قرۃ بن ابی قرۃ الغفاری، مالک بن انس المالکی، ابراہیم بن الحصین الاسدی، جنادۃ بن حارث الانصاری، عمرو بن جنادۃ، معلی بن معلی، معلی بن حنظلۃ الغفاری، عبدالرحمٰن بن عروہ، عابس بن شبیب الشاکری، شوذب غلام، یزید بن شعثا ابوعمرو النہشلی، یزید بن مہاجر، احمد بن محمد الہاشمی، زہیر القین البجلی اور

چار دوسرے اشخاص جو روز عاشورا امام حسینؑ کے لشکر میں ملحق ہوئے اور جام شہادت نوش کیا۔ حر بن یزید ریاحی، مصعب بن یزید ریاحی، علی بن حر، اور غلام حر، اور دو اشخاص بعد نماز ظہر ملحق ہوئے اور شہادت پائی، ایک شخص سیاح صاحب کشکول آپ ایک جوان نصرانی۔

- حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کے آزاد کردہ اشخاص جن کے نام یہ ہیں۔
- سعد غلام
- نصر غلام
- عازب غلام
- ہیچ غلام
- محمد بن مقداد غلام
- عبدالرحمٰن بن ابی دجانہ غلام
- قیس بن ربیع غلام
- اشعث بن سعد غلام
- منظر غلام
- غلام ترک
- جون غلام ابی ذرؓ

کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب و انصار اور اقربا کو اپنے نانا رسول خدا کی امت اور اپنے بابا علی مرتضیٰ کے شیعوں کی راہ میں قربان کیا۔ اگر حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ معظمہ میں حج کو عمرے سے بدل کر عازم سفر عراق نہ ہوتے اور بعض اعمال بدرجہ تمام نہ بجا لاتے مثل اس کے کہ دسویں ذی الحجہ

قربانی نہ دے سکے تو آپ نے کربلا میں بہتر ۷۲ قربانیاں دیں۔ از روئے شریعت قربانی کے یہ احکام ہیں کہ اگر کسی شخص کو یہ مطلوب ہے کہ وہ شتر (اونٹ) کی قربانی کرے۔ تو ضروری ہے کہ اونٹ، چھ سال سے کم عمر کا نہ ہو۔ اگر کوئی شخص گائے بکرا قربانی میں دے تو ایک سال سے کمتر نہ ہو۔ اور اگر قربانی کا جانور بھیڑ، (برہ یا میشی) ہو تو وہ چھ ماہ سے کمتر نہ ہو۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے کربلا میں راہ خدا میں پیش کیں ان میں جوان، پیر اور بچے بھی شامل ہیں۔ مثلاً بتیس سالہ حضرت عباس علمدار علیہ السلام اور ان سے کم عمر آپ کے برادران، اٹھارہ سالہ حضرت علی اکبرؑ، تیرہ سالہ حضرت قاسمؑ ابن حسنؑ، گیارہ سالہ اور حضرت علی اصغر شش ماہہ قربان کیا۔ اور اصحاب میں حبیب ابن مظاہر مسلم بن عوسجہ جیسے ضعیف بھی قربان ہوئے۔ رسم شرع یہ بھی ہے کہ اگر اونٹ کی قربانی دی جائے تو ضروری ہے کہ اس کو نحر کیا جائے یعنی اونٹ کے گلے کے نیچے چھری ماری جائے اگر گوسفند وغیرہ ہو تو اس کو ذبح کیا جائے۔ واحسرتا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کو جو راہ خدا میں عظیم ترین قربانی ہیں روز عاشوراء محرم ذبح کیئے گئے۔ نحر بھی کیے گئے سنان بن انس ملعون نے آپ کو نحر کیا اور دعاء قربانی خود حضرت امام حسینؑ نے پڑھی مگر اس وقت کہ جب اس ملعون نے نیزہ آپ کے گلوئے مبارک پر لگایا۔ امام حسینؑ نے دونوں ہاتھوں سے نیزہ نکالا اللہ بہتر جانتا ہے کہ کیوں کر نیزہ نکالا ہو گا۔ اس وقت آپ نے فرمایا بسم اللہ وباللہ وفی سبیل اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ ۔ شمر ولد الحرام ملعون نے حضرت کو ذبح کیا حضرت نے پانی مانگا مگر اس بدبخت نے پانی تک نہ دیا۔ پیاسا ہی ذبح کیا۔ اگر حضرت فرماتے رہے کہ ذبح کرنے سے پہلے پانی پلا دے اے شمر جب

جانور ذبح کرتے ہیں تو اس کا سر ذبح کرتے ہی جدا نہیں کرتے۔ ہاء شمر ملعون نے سر امامؑ وقت ذبح جدا کیا۔

الالعنۃ اللہ علی القوم الظالمین.

روز عاشوراء عمر ابن سعد کے لشکر کی صف آرائی

ے چہ صبح غم افزائی عاشور شد
دم صبح گویا دم صور شد

صبح روز عاشوراء عجب غم خیز صبح تھی۔ اور یہ صبح گویا کہ صور قیامت تھی۔

ے در این صبح در عرصۂ کربلا
ندائی چہ آمد باہل ولا۔

صبح روز عاشورا کربلا کے میدان میں نہ معلوم اہل ولا کس طرح آئی۔ شیخ مفیدؒ کتاب الارشاد میں فرماتے ہیں۔ واصبح عمر بن سعد فی ذلک الیوم وھو یوم الجمعۃ وقیل یوم السبت العاشر من المحرم فعبا اصحابہ وخرج فیمن معہ من الناس نحو الحسین علیہ السلام الخ۔ یعنی کہ صبح روز جمعہ دسویں محرمؑ کو عمر ابن سعد ملعون اپنی جگہ سے اٹھا اور اپنے خیمہ سے باہر آیا۔ اس کے ہمراہ لشکر تھا وہ سب کے سب اسلحہ لگائے ہوئے تھے پھر اس نے حضرت امام حسینؑ کی طرف رخ کر کے کہا کہ صبح نمودار ہو گئی ہے مطلب یہ تھا کہ مہلت صرف ایک شب کی تھی اب مہلت کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ اس کے ساتھ جو لشکر تھا وہ تمام میدان کربلا میں اس طرح پھیلا ہوا ہے۔

جن مقامات، قبیلوں اور طوائف سے لشکر یزیدی آیا تھا ان کے نام یہ ہیں۔

۱	ملک شام	۱۵	اہل عبادہ
۲	حلب	۱۶	طوائف مضر
۳	گروہ خوارج	۱۷	قبائل ربیعہ
۴	تکریت	۱۸	مذحج
۵	ساباط	۱۹	خزاعہ
۶	موصل	۲۰	یربوع
۷	بصرہ	۲۱	تغلب
۸	مدائن	۲۲	بنط
۹	عراق	۲۳	شاکریہ
۱۰	حمیر	۲۴	خزیمہ
۱۱	قبیلۂ کندہ	۲۵	مسجد بنی زہر
۱۲	آل مطعون	۲۶	روساء کوفہ
۱۳	حی جشم	۲۷	شام کے امراء
۱۴	طائف سکون	۲۸	گھوڑوں اور اونٹوں اور سامان اسلحہ کے نگراں وغیرہ

غرضکہ بے شمار لشکر یزیدین جمع ہوا تھا ؎

جزائیز دکہ دانست آنرا شمار
کہ چوں آں ندید انجمن روزگار

اونٹوں کی آوازیں، گھوڑوں کے ہہنے، تلواروں کی جھنکار، نیزوں اور کمانوں کے کھڑکنے کی آواز۔ ہوا گردو غبار، نقارۂ جنگ کی آواز۔ یہ سب کچھ عمر بن سعد کے لشکر ستم شعار میں تھا۔ ان آوازوں اور فوج اعداء کے غل و شور کو سُن کر خیام اہلبیتؑ میں بچے دہل رہے تھے۔ عورات سہمی ہوتی تھیں، عمر بن سعد قتل فرزند رسول خدا میں کوشاں تھا ؎

پی ملک رے مرد بے نام و ننگ
در آں دشت کیں با خدا داشت جنگ

یعنی عمر ابن سعد ملعون نے ملک رے کی حکومت کے لالچ میں تا خدا سے دین سے جنگ اٹھائی ہوئی تھی ؎

بنودے گر آں خونِ پاک خدا
ملقب بثار اللہ آمد چرا

اگر حضرت امام حسین علیہ السلام کا خون نہ بہایا جاتا تو اس خون ناحق کا بدلہ لینے کی صورت میں خدا کی صفت ثار قرار نہ پاتی۔ ثار کے معنی ہیں۔ بدلہ خون کا لینا عمر بن سعد بد نہاد نے اپنے لشکر کو ترتیب اس طرح دیا کہ پیادہ اور سوار جدا جدا کئے اور پیادوں کو شبث بن ربعی کے ماتحت کیا اور سواروں کو عروہ بن قیس کی سرکردگی میں مقرر کیا۔ الشیخ مفیدؒ لکھتے ہیں۔ وکان علی میمنۃ عمرو بن الحجاج وعلی میسرۃ شمر ذی الجوشن وعلی الخیل عروۃ بن قیس، وعلی الرجالۃ شبث بن ربعی واعطی الرایۃ دریداً مولاہ۔ یعنی کہ عمر بن سعد نے عمرو بن الحجاج کو اپنے لشکر کا میمنہ سپرد کیا اور اس کا سالار قرار دیا اور میسرہ پر شمر ملعون کو سردار کیا اور علم خولی کے حوالہ کیا اور خولی کو

جن مقامات، قبیلوں اور طوائف سے لشکر یزیدی آیا تھا ان کے نام یہ ہیں۔

۱	ملک شام	۱۵	اہل عبادہ
۲	حلب	۱۶	طوائف مضر
۳	گروہ خوارج	۱۷	قبائل ربیعہ
۴	تکریت	۱۸	مذحج
۵	ساباط	۱۹	خزاعہ
۶	موصل	۲۰	یربوع
۷	بصرہ	۲۱	محلب
۸	مدائن	۲۲	بنط
۹	عراق	۲۳	شاکریہ
۱۰	حمیر	۲۴	خزیمہ
۱۱	قبیلۂ کندہ	۲۵	مسجد نبی زہر
۱۲	آل مطعون	۲۶	روساء کوفہ
۱۳	حیّ جشم	۲۷	شام کے امراء
۱۴	طائف سکون	۲۸	گھوڑوں اور اونٹوں او سامان اسلحہ کے نگراں وغیرہ

غرضکہ بے شمار لشکر بیدین جمع ہوا تھا۔

جز ایزد کہ دانست آں را شمار
کہ چوں آں ندید انجمن روزگار

اونٹوں کی آوازیں، گھوڑوں کے ہنہنے، تلواروں کی جھنکار، نیزوں اور کمانوں کے کھڑکنے کی آواز۔ ہوا ءگرد وغبار، نقارۂ جنگ کی آواز۔ یہ سب کچھ عمر بن سعد کے لشکر ستم شعار میں تھا۔ ان آوازوں اور فوج اعداء کے غل وشور کو سن کر خیام اہلبیتؑ میں بچے دہل رہے تھے۔ عورات سہمی ہوئی تھیں۔ عمر بن سعد قتل فرزند رسول خدا میں کوشاں تھا۔

پی ملک رے مرد بے نام و ننگ
در آں دشت کین با خدا داشت جنگ

یعنی عمر ابن سعد ملعون نے ملک رے کی حکومت کے لالچ میں تا خدا سے دین سے جنگ اٹھائی ہوئی تھی۔

بنودے گر آں خونِ پاک خدا
ملقب بثار اللہ آمد چرا

اگر حضرت امام حسین علیہ السلام کا خون نہ بہایا جاتا تو اس خون ناحق کا بدلہ لینے کی صورت میں خدا کی صفت ثار قرار نہ پاتی۔ ثار کے معنی ہیں۔ بدلہ خون کا لینا عمر بن سعد بدنہاد نے اپنے لشکر کو ترتیب اس طرح دیا کہ پیادہ اور سوار جدا جدا کئے اور پیادوں کو شبث بن ربعی کے ماتحت کیا اور سواروں کو عروۃ بن قیس کی سرکردگی میں مقرر کیا۔ الشیخ مفیدؒ لکھتے ہیں۔ وکان علی میمنۃ عمرو بن الحجاج وعلی میسرۃ شمر ذی الجوشن وعلی الخیل عروۃ بن قیس، وعلی الرجالۃ شبث بن ربعی واعطی الرایۃ دریدًا مولاہ۔ یعنی کہ عمر بن سعد نے عمرو بن الحجاج کو اپنے لشکر کا میمنہ سپرد کیا اور اس کا سالار قرار دیا اور میسرہ پر شمر ملعون کو سردار کیا اور علم خولی کے حوالہ کیا اور خولی کو

عمرو بن حجاج کی کمک کرنے کے لیے مامور کیا۔ اور ایک دوسرا حرملہ لعین کو سونپا اور اس کو شمر ملعون کی کمک کے لیے مخصوص کیا۔ عمر بن سعد خود قلب لشکر میں رہا اور اس نے اپنا خاص علم اپنے غلام درید کو دیا۔ اور اپنا تیر و کمان اپنے پسر حفص کی سپرد کیا اور اسے بھی قلب لشکر میں بھیجا۔ حصین بن نمیر لعین کو کمان داروں کا سردار مقرر کیا اور ان کی طرف بھیجا۔ محمد اشعث کو لشکر سنگ اندازان کا سالار بنایا (سنگ اندازوہ فوج تھی کہ جو پتھر مارتی تھی) ابو ایوب غنویرا کو بیلداروں پر مقرر کیا۔ مختصر یہ ہے کہ اس نے ہر ایک کمینہ اور ظالم کو سرداری پر فائز کیا، بعدہٗ ابن سعد بد بخت خود اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ لشکر کو امام حسین علیہ السلام پر حملہ کرنے کے لیے حرکت دی۔ اور اس کے دائیں بائیں طرف لشکر جرار ہمراہ تھا۔ جب گرد و غبار اٹھا۔ طبل و ناقوس کی آوازیں بلند ہوئیں۔ اور فوج ناہنجار کی ہاء ھو کی صدائیں گونجنے لگیں تو اس وقت دین اسلام گویا کف افسوس ملنے لگا۔ رخ جبرئیل سے رنگ اڑنے لگا۔ کیونکہ اعدائے دین کشتی دین کو غرق کرنا چاہتے تھے۔ اور یہ لشکر کشی فرزند رسول خدا کے قتل کرنے کے لیے تھی۔

امام حسینؑ کا اہلحرم کو تلقین صبر کرنا

کہ دل برگرفت از جہان نا خدا
ہمی یا علیؑ گفت و یا مصطفےٰ

اس وقت ہنگامہ جنگ دیکھ کر لشکر حق رنجیدہ ہو رہا تھا اس لیے کہ یہ معلوم کیسے کلمہ گو ہیں کہ حسین سبط رسول خدا، امام ہدیٰ۔ نا خدائے سفینۂ اہلبیت و عترت

رسول خدا کے قتل کے درپے ہیں سب ہی نے یک زبان ہو کر یا علیؑ کہا اور یا مصطفےٰ کہا اور اپنے سینے ان ظالموں کے تیروں کا نشانہ بنا دیئے۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس وقت ہمارے بابا خیمہ کے سامنے تشریف فرما تھے۔ اور لشکر ضلالت پیش نظر تھا۔ آپ نے خداوند عالم کی بارگاہ میں مناجات کرتے ہوئے عرض کیا اللھم انت ثقتی فی کل کرب و رجائی فی کل شدۃ ---- الخ یعنی آپ نے فرمایا اے اللہ مجھے تیری ذات کا سہارا ہے۔ مجھے استواری تیری ذات سے ہے ہر کرب و رنج و بلا میں تو ہی میرا سہارا ہے۔ امام حسینؑ مشغول مناجات تھے اور خیام میں اہلحرم گریہ و بکا کر رہے تھے علامہ کتاب ریاض میں لکھتے ہیں کہ آل رسول میں ایک قیامت برپا تھی۔ آنکھوں سے سیل اشک رواں تھا حالت متغیر ہو رہی تھی عورتیں سر و سینہ پیٹ رہی تھیں۔ یہ حالت دیکھ کر امام حسینؑ نے ان سے فرمایا کہ اے اہلحرم یہ کیا حالت ہے۔ صبر کرو صبر کرو۔ ابھی تو ہم سب زندہ ہیں اور بعد عصر جب ہم شہید ہو جائیں گے تو پھر نوحہ و ماتم کرنا۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

روز عاشورا دونوں لشکروں کا بالمقابل صفیں باندھنا

روایت ہے کہ روز عاشورا محرم بوقت اول طلوع آفتاب۔ لشکر حضرت امام حسین علیہ السلام اور عمر بن سعد بد نہاد کے لشکر نے ایک دوسرے کے مقابل صف آرائی کی۔ اس وقت امام حسین علیہ السلام نے بھی اپنا مرکب (گھوڑا) طلب کیا۔ غلام حضرت۔ ذوالجناح کو لے کر حاضر ہوا۔ ذوالجناح نے زبان بے زبانی سے الصباح بالخیر کہا۔ محمد بن ابی طالب الموسوی سے بحار میں منقول ہے فقرب الی الحسین

فرسہ فاستوی علیہ وتقدم نحو القوم فی نفر من اصحابہ وبین یدیہ بریر بن حضیر (مرکب گھوڑا) امام عالی نسب آپ کے سامنے لایا گیا۔ اور حضرت امام حسین گھوڑے پر سوار ہے۔ اور آپ عمر بن سعد کے لشکر کی طرف تشریف لے چلے۔ چند اصحاب امام عالیمقام کے ہمراہ چلے اور ان میں بریر بن خضیر ہمدانی امام حسینؑ کے آگے آگے تھے کہ اگر کوئی گزند پہنچے تو اسے وہ خود برداشت کریں اور امام محفوظ رہیں۔ سپاہ کوفہ وشام کی نظر امام حسینؑ پر پڑی کہ دیکھیں امام حسینؑ کیا فرماتے ہیں۔ امام حسینؑ نے اس وقت بریر سے فرمایا کہ اس قوم سے تم خطاب کرو۔ آپ نے خطاب کیا یعنی کہ اے قوم نابکار خدا سے کیوں نہیں ڈرتے کہ آل رسولؐ کو قتل کرنے کے لیے جمع ہوئے ہو۔ آل رسولؐ یعنی حسینؑ نواسہ رسول خدا نے شب عاشورا بڑے رنج ومحن میں گزاری ہے۔ اگر آنحضرت رسولؐ خدا پر تمہارا اعتقاد ہے۔ اور تم مسلمان ہو تو حسینؑ پر بھی ایمان لاؤ۔ ؎

حسینؑ است ایں جسم وجان نبیؐ
کو خوردہ است شیراز زبان نبیؐ
ہمہ دختران دختران دینید!
ببرج عفاف اختران دنید

تمہارا اس فوج کشی سے کیا مقصد ہے آخر تم کیا چاہتے ہو۔ آخر تم کیوں آل رسولؐ کے قتل کے درپے ہو لیکن اس لشکر بے دین نے کوئی جواب نہ دیا۔ بریرؓ نے فرمایا کہ تم لوگ جواب کیوں نہیں دیتے پھر جواب ملا کہ بیعت یزید کرنا ضروری ہے ورنہ جنگ لازمی ہے۔ بریرؓ نے ہر چند فرمایا کہ فرزند رسول خدا تمہارے مہمان ہیں اور مہمان پر جفا کرنا روا نہیں ہے۔ فجعل القوم یرمونہ بالسھام

فرجع بریر الی ورائہ۔ اس قوم بدکردار نے نصیحت کا کوئی اثر نہیں لیا بلکہ تیرباراں شروع کر دی تو جناب بریرؓ نے بھی جواباً ان پر تیر مارے اور فوج اعدائے سے تیروں کی بارش ہوتی رہی۔ اعدائے دین پتھر برساتے رہے جد مبارک امام حسینؑ زخمی ہو گیا تھا۔ اور حضرت زینبؑ خاتون نے بھائی کے جسم مبارک سے تیر نکالے۔

فلما عبأ عمر بن سعد اصحابہ المحاربۃ الحسین بن علی علیہما السلام ورتبہم مراتبہم واقام الرایات فی مواضعہا وعبأ اصحاب المیمنۃ والمیسرۃ۔ جب صبح روز عاشورا عمر بن سعد نے اپنی فوج کو امام حسینؑ کے لشکر پر حملہ کا حکم دیا تو مکمل طور پر علم لشکر کھل گئے اور ہر طرح کے حملہ شروع ہو گئے۔ ادھر امام حسینؑ کے اصحاب باوفا نے بھی شجاعت کے جوہر دکھلائے عمر بن سعد اپنی فوج سے کہنے لگا کہ خدارا ثابت قدم رہو۔ اور پھر رفتہ رفتہ تیر خیام امام حسینؑ کی طرف آنے لگے۔

خطبہ وموعظہ امام حسین علیہ السلام پیش لشکر عمر بن سعد

محمد بن ابی طالب الموسوی لکھتے ہیں کہ۔ وتقدم الحسین حتی وقف بازاء القوم فجعل ینظر الی صفوفہم کانہم السیل ونظر الی ابن سعد واقفا صنادید الکوفۃ۔ یعنی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام پیش لشکر عمر بن سعد آئے اور لشکر پر نظر ڈال اتفاقاً۔ آپ کی نگاہ عمر ابن سعد ملعون پر پڑی دیکھا کہ وہ ملعون کھڑا ہوا ہنس رہا ہے۔ آپ نے لشکر کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ الحمد للہ الذی

خلق الدنیا فجعلها دار فناء وزوال متصرفة باهلها حالا بعد حال فالمغرور من رکن الیها وتخیب طمع من طمع الیها۔ یعنی حمد و ستائش خدا کے لیے ہے کہ اس نے دنیا پیدا کی اور اس کو زوال پذیر قرار دیا۔ یہ دنیا ہر ایک کو دھوکا دیتی ہے۔ اور جاہل لوگ اس کے دام فریب میں آجاتے ہیں۔ اور وہ شخص شقی ہے کہ جو اس دنیا کے جال میں پھنس جائے۔ اے لوگو میں دیکھتا ہوں کہ تم نے ایک ایسے امر پر اجتماع کیا ہے کہ جس سے خدا خوش نہیں ہے۔ اور خدا کا عقاب و عذاب تم سے قریب ہے۔ تم نے خدا کا اقرار کیا ہے۔ اقررتم بالطاعة وامنتم بالرسول محمد صلی اللہ علیہ والہ ثم انکم زحفتم الی ذریته وعترته تریدون قتلهم۔ یعنی اولاد خدا کی اطاعت ہے جو سب پر واجب ہے۔ تم نے خدا کا اقرار کیا ہے اور میرے جد حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ پر ایمان بھی لائے ہو۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ ذریت رسول خدا اور ان کی عترت اغوا کر لیا ہے۔ پس والے ہے تم پر اور تمہارے ارادوں پر کہ تم آخر کار مرنے کے بعد رسول خدا کے سامنے جاؤ گے ؎

برشما از قتل فرزند رسولؐ
میشود بے شک عذاب حق نزول

یعنی والے ہو تم پر کہ تم فرزند رسول خدا کو قتل کر کے عذاب خدا کو دعوت دے رہے ہو۔ بعدہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس آیہ مجیدہ کی تلاوت فرمائی هؤلاء القوم کفروا بعد ایمانهم اس پر عمر ابن سعد نے کہا کہ حسین کو ایک ہی جواب دو اور ان کو خموش کر دو۔ اور کہنے لگا کہ حسینؑ اس شخص

کے فرزند ہیں کہ جو فصاحت و بلاغت میں اپنا مثل نہیں رکھتا تھا۔ اسی اثناء میں شمر ولد الحرام قلب لشکر سے نکلا اور سامنے آکر کہنے لگا کہ ما هذا الذی نقول افهمنا حتی نفهم۔ یعنی اے حسینؑ تم کیا کہہ رہے ہو ہم اس کا جواب دیں گے امام عالیمقام نے فرمایا۔ اقول اتقوا اللہ ولا تقتلونی فانه لا یحل لکم قتلی ولا انتهاک حرمتی۔ فرمایا کہ خدا سے ڈرو مجھے قتل نہ کرو۔ میرا خون تم پر حلال نہیں ہے۔ حرمت ضائع نہ کرو کیونکہ میں فرزند فاطمہ زہراؑ ہوں میری نانی خدیجۃ الکبریٰ ہیں میرے بھائی حسنؑ مجتبیٰ ہیں کہ ہمارے بارے میں آنحضرت نے فرمایا ہے کہ حسن و حسینؑ جوانان بہشت کے سردار ہیں۔ اور جنتی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ لیکن امام حسینؑ کے موعظہ اور نصیحت کا ان لوگوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔

خطبہ و موعظہ امام حسینؑ بقول شیخ مفیدؒ

شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے کتاب الارشاد میں فرمایا ہے کہ ودعی الحسین علیہ السلام براحلة فرکبها۔ یعنی کہ امام حسینؑ نے اس قوم نابکار کی نصیحت کے لیے خطبہ و موعظہ دینا چاہا تو آپ نے ناقہ طلب فرمایا کہ اس پر سوار ہو کر لشکر اعداء سے خطاب فرمائیں ؎

بفرمود تا ناقۂ راہوار ۔۔۔ کشیدند سلطان دین شد سوار
پی وعظ آنقوم گم کردہ راہ ۔۔۔ برون رفت تنہا ز قلب سپاہ
بیامد بر آن پہنہ ہولناک ۔۔۔ کہ از دی ہمی بوے خون داد خاک
زبانگ ستور و سلیح و حراب ۔۔۔ دل شیر درندہ میگشت آب

بجائے بلندی برآمد چو ماہ | کہ دیدمی دراپاک کوفان سپاہ
یکیستی دو حوز سید بتمو دچہر | یکے از زمین و دگر از سپہر
بلی وعظ خیل ستم ایستاد | لب تشنہ را بر نصیحت کشاد

یعنی کہ وہ فرزند ساقی کوثرؑ اپنے پدر خیبر شکن کی طرح لشکر اعداء کی صفوں کے مقابل پہنچا اور ونادی باعلی صوتہ یا اھل العراق۔ یعنی باواز بلند ان کو مخاطب کیا تمام لشکر نے جب آپ کی آواز سُنی تو حضرت کی طرف متوجہ ہوئے کہ دیکھیں حضرت کیا فرماتے ہیں۔ فقال ایھا الناس اسمعوا قولی ولا تعجلوا حتی اعظکم بما یحق لکم۔ یعنی فرمایا کہ اے گروہ مردم میری بات سنو اور مجھے قتل کرنے میں عجلت نہ کرو۔ مجھ پر فرض ہے کہ تمہیں نصیحت کروں۔ اگر تم لوگوں میں ذرا سا بھی انصاف کا جذبہ ہے تو بہتر ہے۔ فاجمعوا رایکم ثم لا یکن امرکم علیکم غمۃ۔ یعنی میرا موعظہ سننے کے بعد تم آپس میں غور کرو۔ مشورہ کرو، اور سب مجھے قتل کرنے میں تم لوگ اتفاق کرو۔ تاکہ بعدہ تمہیں پچھتانا نہ پڑے۔ شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ پھر امام عالیمقام حمد خدا بجا لائے اور اپنے جد پر درود سلام بھیجا۔ فلم یسمع متکلم قط قبلہ ولا بعدہ ابلغ منہ فی منطق۔ یعنی جیسی کہ آپ حمد و ثنا و نعت رسول خدا بجا لائے اور جیسا کہ آپ نے خطبہ بیان فرمایا۔ اس سے پہلے اور اس کے بعد کسی نے ایسا خطبہ نہیں دیا ہے

نشد یکی خطبہ وعظ استاد
کہ والہ شد این گنبد لاجورد

آنحضرت امام برحق نے جو اتمام حجت کے لیے دلائل دیتے ہیں ان میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اے گروہ مردم فانسبونی فانظرونی من انا ثم راجعوا

الی انفسکم وعاتبوھا فانظروا اھل یصلح لکم قتلی وانتھاک حرمتی۔ یعنی فرمایا کہ اے گروہ کوفہ و شام تم میرے بارے میں سوچو تو یہی کہ عرب میں مجھ جیسا کون ہے۔ حسب و نسب کے اعتبار سے کوئی میری مثل نہیں ہے۔ میرے ماں باپ اور میرے جد اور بھائی تمام کائنات میں افضل ہیں تو پھر تم میرے قتل کو جائز کیوں سمجھتے ہو۔ میں تو تمہارے نبیؐ کی دختر کا بیٹا ہوں۔ میں حمزہؓ کا بھیجا ہوں۔ میں اور میرے بھائی حسنؑ جوانان جنت کے سردار ہیں۔ اگر میری یہ باتیں درست ہیں تو تسلیم کرو۔ زید ابن ارقم، سہیل سعدی سے پوچھو جب حضرت اس مقام پر پہنچے تو شمر ولد الحرام لشکر سے باہر آیا اور بلند آواز سے کہا۔ ھو یعبد اللہ علی حرف ان کان یدری ما یقول یعنی حسین۔ خدا کی عبادت تو ایک حرف کے ساتھ ہوتی ہے یہ معرکہ جنگ و جدل ہے ہم سے زیادہ کہنا بیکار ہے۔ گال کا مترادف ہے امام حسین علیہ السلام کا کلام قطع ہوا۔ اس وقت حبیب ابن مظاہر آگے بڑھے اور فرمایا کہ اے ولد الحرام تجھے دین کا کیا پتہ تو کیا جانے کہ حسین کیا کہہ رہے ہیں۔ خداوند عالم کی عبادت تو بہتر حروف سے کی جاتی ہے۔ اور پھر امام حسینؑ نے لشکر بے دین کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ بلا وجہ اپنے پیغمبرؐ کے نواسے کو قتل کرتے ہو۔ ویلکم اتطلبونی بقتیل منکم قتلتہ او مال لکم استھلکتہ او بقصاص من جراحۃ۔ آخر اے لوگو کیا میں نے تم میں سے کسی کو قتل کیا ہے کہ مجھ سے اس کے خون کا مطالبہ کرتے ہو۔ یا کسی کا مال میرے ذمہ ہے جو مجھ سے چاہتے ہو۔ یا میں نے کسی کو زخمی کیا ہے جو قصاص چاہتے ہو۔ لیکن اس قوم نے کوئی جواب نہ دیا۔ امام حسینؑ نے چند ایک نام لے کر خطاب کیا۔ فرمایا اے حجاز ابن الحرای قیس بن

اشعث! اے زید ابن حرث کیا تم لوگوں نے مجھے خطوط ارسال نہیں کیے۔ کہ جس کی وجہ سے میں یہاں آیا ہوں لیکن لشکر عمر بن سعد میں سے کسی نے کچھ جواب نہیں دیا۔ حر ریاحی لشکر ابن سعد میں التجا کی چنانچہ صاحب تبر مذاب لکھتے ہیں۔

فواللہ کا تبنالک ونحن الذین اقدمناک ۔ یعنی واللہ۔ خدا کی قسم۔ اے اہل کوفہ خطوط لکھنے کے بعد اب انکار کرتے ہو۔ اور یہ کام کر رہے یعنی در پے قتل ہو۔ قیس ابن اشعث کہ جس نے امام عالیمقام کو خط ارسال کیا تھا کہنے لگا کہ لاندری ماتقول کہ اے پسر فاطمہ ہم نہیں سمجھتے کہ تم کیا کہتے ہو۔

ولکن انزل علی حکم بنی عمک فانہم لایرولک الا ما تحب ۔

یعنی ہم تو صرف اسی میں آپ کی بہتری سمجھتے ہیں کہ تم بیعت یزید کر لو۔ چنانچہ یہ سن کر امام حسینؑ نے فرمایا کہ واللہ لا اعطیکم بیدی اعطاء الذلیل ولا اقر لکم اقرارا بعید ۔ یعنی کہ خدا کی قسم میں اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں نہیں دوں گا۔ اور ایسی ذلت ہرگز گوارا نہیں کروں گا۔ اور میں طوق بیعت یزید اپنی گردن میں ہرگز نہیں پہنوں گا ۔

راضیم بر دود ستم ساربان
نیستم راضی بہ ننگ دودمان
جملہ دانند آنکہ حیدر زادہ ام
راہ صحرائے فنا پیمودہ ام

یعنی میں اپنے خاندان کی عزت کی بربادی پر راضی نہیں ہو سکتا دنیا جانتی ہے کہ میں حیدر صفدر کا فرزند ہوں۔ صحرا البصرہ بھرنا گوارا ہے۔ لیکن بیعت یزید نہیں کروں گا۔ (مترجم)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے بھی خلفاء ثلاثہ میں سے کسی کی بیعت نہیں کی یزید بن معاویہ کی بیعت کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چنانچہ امام حسین علیہ السلام بھوکا و پیاسا شہید ہونا قبول کیا مگر بیعت یزید نہیں کی حتیٰ کہ جب امام حسینؑ کا سر بریدہ دربار ابن زیاد میں پہنچا اور سر مبارک اس کی نذر کیا گیا تو امام حسینؑ نے باعجاز آنکھیں بند کر لیں کہ اس کے چہرہ نحس پر نظر نہ پڑے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا ایک خطبہ
بروایت مناقب

کتاب ریاض میں ہے۔ لما اصبحت جند اللہ وحربہ وعبادہ المکرمین فی النشاتین اعنی اصحاب الحسین بن علی علیہما السلام بعد سہر اللیل و فراق النوم و خیال الیوم وتہیۃ اسباب الحرب وادوات الطعن والضرب والتصمیم علی حفظ الحسین لحفظ انسان العین و العزم علی نثار الرؤس و بذل الارواح والنفوس فی نصر آل احمد المختار و الذب عن حریم الاطہار ۔

یعنی جب آفتاب روز عاشورا نمودار ہوا تو اسی وقت سے آل محمدؐ کے لیے قیامت نمودار ہو گئی۔ لشکر ہادی برحق اور لشکر طاغی عمر بن سعد صف بستہ ہو گئے۔ مرکبوں سے میدان بھر گیا۔ نارد الفاظ لشکر باطل میں بلند ہونے لگے طبل جنگ بجنے لگا۔ لشکر عمر بن سعد کا شور و غل سن کر حضرت زینبؑ غم رسیدہ

نے امام حسینؑ کو خیمہ میں بلوایا۔ فضہ گئیں امام حسینؑ کو بلا کر لائیں۔ آپ نے فرمایا اے بہن کس لیے یاد کیا ہے۔ آپ نے فرمایا اے بھائی یہ قوم نابکار تم کو نہیں پہچانتی تم اپنے حسب و نسب کا اظہار کرو۔ امام حسینؑ نے فرمایا اے بہن میں تو پہلے ہی اپنا خاندانی تعارف کرا چکا ہوں۔ پند و نصیحت بھی کی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس قوم جفاکار نے کوئی اثر نہیں لیا۔ حضرت زینبؑ خاتون نے فرمایا اے بھیا تم میری خاطر ایک مرتبہ پھر اپنا خاندانی تعارف کراؤ شاید کہ یہ لوگ قتل سے باز آجائیں۔ پس حضرت زینبؑ خاتون کی فرمائش پر امام حسینؑ خیمہ سے باہر نکلے۔ علامہ مجلسیؒ بحار میں مناقب سے روایت کی ہے کہ صف آرائی ہونے کے بعد امام حسین علیہ السلام نصیحت کرنے کی غرض سے لشکر عمر ابن سعد کے سامنے تنہا تشریف لے گئے کہ ان روسیاہوں نے شور و غل مچانا شروع کر دیا۔ اور لشکر باطل میں ایک ہل چل مچ گئی۔ آپ نے چاہا کہ ان لوگوں سے خطاب فرمائیں آپ نے ان سے خموش رہنے کے لیے فرمایا۔ لیکن وہ خموش نہ ہوئے۔ آپ نے چاہا کہ ان لوگوں سے خطاب فرمائیں۔ آپ نے ان سے خموش رہنے کے لیے فرمایا۔ لیکن وہ خموش نہ ہوئے آپ نے پھر فرمایا اے گروہ مردمان میری بات سنو۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے دل پتھر ہو گئے ہیں آخر کار لشکر میں خموشی چھا گئی تو آپ نے فرمایا تبا لکم ایتھا الجماعۃ وترحا امرحین انتصر حتمونا والھین متحیرین فاصرختکم مودین مستعدین سللتم علینا سیفا فی رقابنا وحششتم علینا نار الفتن خباھا عدوکم وعدونا فاصبحتم الباعلی اولیاءکم وبدا علیھم لاعدائکم بغیر عدل افشوہ فیکم

ولا امل اجلنح لکم فھم الالحرام من الدنیا انالوکم وخسیس عیش طمعتم فیہ من غیر حدث کان منا دلا ادی نفیل لنا مھلا لکم الویلات اذکریتمونا ورکیتمونا تجزتمونا والسیف لم یشھر والجاش طامن والرای لم مستحف ولکن اسرعتم علینا کطیرۃ الذباب و تداعیتم ایھا کتداعی الفراش فقبحا لکم فانما انتم من طواغیت الامہ وشذاذ الاحزاب ونبذہ الکتاب ونفیۃ الشیطان وعصیت الاثام ومحرفی الکتاب مطفی السنن وقتلہ اولاد الانبیاء وبیری عترۃ الاوصیاء ملحقی العھار بالنسب وموذی المؤمنین وصراخ ائمۃ المستھزئین الذین جعلوا القرآن عضنین وانتم ابن حرب واشیاء تعتمد ون ایانا تخاذلون اجل واللہ الخذل فیکم معروف وشبحت علیہ عروقکم وتوارثتہ اصولکم وفروعکم وثبت علیہ قلوبکم وغیشت صدورکم فکنتم اخبث شیٔ سخنا لا ناصب واکلۃ للغاصب الالعنۃ اللہ علی الناکثین الذین ینقضون الایمان بعد توکیدھا وقد جعلتم اللہ علیکم کفیلا فانتم واللہ ھم الاان الدعی ابن الدعی قدرکو بین اثنتین بین القلۃ والذلۃ وھیئات ما اخذ الدنیۃ الی اللہ ذلک ورسولہ وجدود طابت وحجور طھرت وانوف حمیۃ ونفوس ابیہ لا تؤثر مصارع اللئام علی مصارع الکرام الاقد اعذرت الا وانی زاحف بھذہ الاسرۃ علی قلۃ العتاد وخذلۃ الاصحاب۔

برائے اتمام حجت حضرت امام حسینؑ کا لشکر عمر بن سعد سے خطاب

بعدہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے بطور اتمام حجت لشکر بے دین سے خطاب فرمایا:

فان نہزم فہزا مون قدما — فان نہزم فغیر مہز مینا!
وما ان طبنا حین ولکن! — منایا نا و دولہ آخرینا

الا ثم لا تلبثون الا کریث ما یرکب الفرس حتی تدور بکم دور الرحی عهد عهده الی ابی عن جدی۔ اے قوم بیداد گر اے جفا شعار و! اگر تم یہ گمان کرتے ہو کہ میرے قتل ہونے کے بعد ہمیشہ ہمیشہ دنیا میں رہو گے ایسا نہیں ہے۔ جو زندہ ہے وہ موت کا ذائقہ چکھے گا۔ اور اس موت کی چکی تم پیس کر رہ جاؤ گے۔ پس جب کہ موت یقینی ہے اور ضرور آنے والی ہے تو فاجمعوا امرکم وشرکاءکم ثم کیدونی جمیعا فلا تنتظرون۔ میرے خون کے بہانے میں یعنی مجھے قتل کرنے میں جلدی نہ کرو۔ بلکہ اپنے امیروں، اور بڑے لوگوں کو جمع کرو۔ اور ان کے کہنے پر عمل کرو۔ اور اگر میرا قتل روا ہے تو البتہ مجھے مہلت نہ دو۔ انی توکلت علی اللہ ربی و ربکم ما من دابة الا هو اخذ بناصیتها ان ربی علی صراط مستقیم۔ لیکن مقام افسوس و تعجب ہے کہ ان مسلمانوں پر آپ کے مواعظ کا کوئی اثر نہ ہوا۔ تو آپ نے ایک آہ سرد بھری اور ان پر نفرین کی اور دعا کی۔ اللهم احبس عنهم قطر السماء و

ابعث علیهم سنین کسنی یوسف وسلط علیهم غلام ثقیف یسقیهم کاسا مصبرة ولا یدع فیهم احد فانهم غرونا و کذبوا انت ربنا وعلیك توکلنا و الیك انبنا والیك المصیر ——— جب عمر ابن سعد کے لشکر والوں میں سے کسی نے جواب نہ دیا تو حضرت نے فرمایا این عمر بن سعد ادعوا الی یعنی عمر بن سعد کہاں ہے۔ اس کو میرے سامنے لاؤ۔ لوگوں نے پسر سعد کو بلایا لیکن وہ بہر و کراہت آیا اور حضرت امام حسین سے بحالت ملاقات کی۔ امام حسین علیہ السلام اپنے ناقہ سے اترے اور فرمایا اے پسر سعد تو مجھے قتل کرنے پر تیار ہے اس امید میں کہ تجھے حکومت رے ہرگز نہ مل سکے گی۔ میں تجھ سے جو کچھ کہہ رہا ہوں بالکل درست ہے۔ مجھے قتل کر کے تو نہ دنیا میں خوش رہ سکتا ہے اور نہ آخرت میں۔ اور میں بحیثیت امام زمانہ دیکھ رہا ہوں کہ تیرا سر بریدہ کوفہ میں لٹکایا گیا ہے۔ اور لوگ تیرے سر پر پتھر مار رہے ہیں۔ لیکن عمر بن سعد ملعون یہ سن کر غصہ میں آ گیا۔ اور حضرت امام حسینؑ کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اور اپنے لشکر میں چلا گیا۔ اور اس بد نہاد نے نداوی۔ نادی باصحابه ما تنتظرون به احملوا باجمعكم انما هي اكلة واحدة۔ یعنی اس نے کہا کہ اے لشکر والو! تم کیا دیکھ رہے ہو کس بات کے منتظر ہو کس لیے خوش کھڑے ہو حملہ کر دو یہ تو اکیلا ہے۔ صاحب تبر مذاب لکھتے ہیں کہ لما راهم صلوات اللہ علیہ مصرین علی قتله۔ یعنی جب حضرت امام حسینؑ نے دیکھا کہ یہ لوگ قتل پر آمادہ ہیں۔ آپ نے قرآن مجید جو حمائل تھا اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا کہ میرے اور تمہارے درمیان یہ کتاب اللہ کافی ہے اور یہی حکم کرنے

والی ہے اس کے بعد آپ اپنے خیمہ کی طرف واپس آ گئے اور حضرت زینب علیہا سے فرمایا جو کچھ کہتا و سنتا تھا وہ پورا ہو چکا یہ قوم جفا کار میرے قتل پر آمادہ ہے۔ سوائے قتل اور کچھ ان لوگوں کو منظور نہیں ہے۔ ولا بد ان تروني قتيلا طريحا مرملا بدمائي۔ اے بہن اب سوائے اس کے کہ تم مجھے خاک و خون میں غلطان دیکھو اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

لشکر عمر بن سعد کی حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب پر طعنہ زنی

جب کہ وقت چاشت روز عاشورا لشکر عمر ابن سعد ملعون حضرت امام حسینؑ سے جنگ کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ بعض لشکریوں نے اپنے چہرہ پر نقاب ڈال لی کہ حضرت حسینؑ ابن علیؑ سے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ لعن الله امة تنقبت و تسرجت وتهيات على قتل الحسين۔ اس وقت اکثر بے شرم و بے حیا اپنے لشکر کی صف اول میں کھڑے تھے کہ قتل حسین ابن علی میں سبقت کریں امام علیہ السلام پھر میدان میں آئے اور ان کو نصیحت کی۔ خدا و رسول کی یاد دلائی اپنا حسب و نسب ظاہر کیا۔ مگر بے سود۔ ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ امام حسینؑ اس وقت اس گروہ نابکار میں اس طرح تھے۔ جیسے گروہ یہود میں حضرت عیسیٰ اکیلے تھے۔ لما اتم احتجاج الامام وانتهى موعظة الامام ولم ينجع لهؤلاء اللئام ولم يفد هم الا طغيانا وعنودا بل لم يزد هم الا استكبارا ونفورا تبا المال وضاق المجال۔

امام حسینؑ علیہ السلام کا موعظہ اور احتجاج ختم ہوا۔ مگر اس قوم نابکار پر کوئی اثر نہ ہوا بلکہ ان کی سرکشی حد سے زیادہ بڑھ گئی۔ ولا يزيد الظالمين الا خسارا۔ چاروں طرف آپ اور آپ کے اصحاب پر طعن و طنز اور بدکلامی ہونے لگی۔ تو آپ وہاں سے واپس آ گئے۔ اور بروایت شیخ مفیدؒ امام حسینؑ اپنی سواری سے اتر آئے۔ اور آپ نے پھر اپنا گھوڑا طلب فرمایا۔ اور اس پر سوار ہوئے۔ اور زین پر بیٹھنے کے بعد نیزہ طلب کیا۔ اور آپ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ خندق میں آگ روشن کی جائے۔ چنانچہ اصحاب نے خندق میں خس و خاشاک اور لکڑیاں وغیرہ ڈال کر آگ روشن کی۔ اور خندق خیام امام علیہ السلام کے تین طرف تھی۔ آگ کے شعلے بلند ہوئے جس سے پیاس کی شدت اور بڑھ گئی۔ کتاب الریاض میں ہے۔ فاضطرم النار من الجوانب الثلثة حتى ثار الخندق بجوانبها شعلة واحدة والنيران من منتها الى السماء۔ آگ کے شعلے تین جانب سے خیموں کو گھیرے ہوئے تھے۔ اور آسمان تک بلند ہو رہے تھے۔ اور بچے العطش العطش پکار رہے تھے۔ اور ادھر فوج عمر بن سعد میں طبل جنگ بج رہے تھے جنگ کا شور و غل ہو رہا تھا۔ معرکہ کی جنگ ہونے کو تھی۔ ؎

ندیدو نہ بیند دگر روزگار
شبیہ صف کربلا کارزار

یعنی زمانہ نے نہ ایسی جنگ پہلے دیکھی ہے اور نہ آئندہ دیکھے گا جیسی کہ جنگ کربلا ہے۔ عمر ولد الحرام نے جب آگ بھڑکتی دیکھی تو ہنسنے لگا۔ اور اپنے گھوڑے کو تیزی کے ساتھ امام حسینؑ کے لشکر کی طرف لایا کہنے لگا اے حسین اتعجلت بالنار في الدنيا قبل يوم القيامة۔ یعنی اے حسینؑ تم نے بڑی عجلت

العالمین میں آپ نے یہ فرمایا کہ آج کے دن ہی یہ پیاسا قتل ہو۔ ابھی امام عالی مقام کا یہ فرمانا ختم نہ ہونے پایا تھا کہ اس شقی کو پیاس محسوس ہوئی۔ دیکھتے دیکھتے پیاس نے اس پر غلبہ کیا۔ اور وہ گھوڑے سے گر پڑا۔ اور وہ اپنے لشکر میں صف بہ صف پانی مانگتا رہا۔ کہ اسی اثنا میں کسی چوپایہ نے اس کے لات ماری اور وہ فی النار ہوا۔

بسم ستوران کوفان سیاہ
لگد کوب شد آن تن پر گناہ

اسی کی مثل ایک اور شخص محمد بن اشعث ابن قیس کندی نے بھی استہزاء کیا یعنی معاذ اللہ مذاق اڑایا اور کہا اے فرزند فاطمہ تجھے کیا حرمت خاندانی حاصل ہے کہ جو دوسروں کو نہیں ہے۔ تو حضرت امام حسینؑ نے یہ آیۂ مبارکہ تلاوت فرمائی۔

ان اللہ اصطفیٰ آدم و نوحا و آل ابراھیم و آل عمران علی العالمین ذریۃ الخ اور فرمایا کہ میرے نانا ذریت ... سے ہیں اور ہم ان کی عترت طاہرہ میں اور میں یقیناً آل محمد ہوں۔ پھر آپ نے سر آسمان کی طرف بلند کیا اور فرمایا خداوندا تو سنتا ہے کہ ملعون کیا کہہ رہا ہے۔ ہمیں از روئے حسب ذلیل سمجھ رہا ہے۔ اور پھر آپ نے ایک آہ سرد بھری پس آہ سرد کا بھرنا تھا کہ اس شقی ازلی کے پیٹ میں درد اٹھا اور وہ گرم جلتی ہوئی ریت پر گرا اور اس کی کھال پھٹنے لگی اور فی النار ہو گیا۔

مقتل ابی مخنف میں ہے کہ ایک اور شقی لشکر بن سعد سے نکلا اور اس نے امام حسین علیہ السلام کی طرف رخ کر کے کہا کہ تم نے (معاذ اللہ) جہنم میں جانے سے پہلے ہی آتش کا مزہ چکھ لیا۔ آپ نے اصحابؓ سے دریافت کیا کہ یہ کون شخص

روز قیامت سے پہلے ہی (معاذ اللہ) آگ کا مزہ چکھ لیا۔ حضرت امام حسینؑ نے فوراً ہی جواب دیا کہ یابن راعیۃ المعزی انت اولی بھا۔ اے پسر زن چرواہہ تو جہنم میں جانے کا سزاوار ہے اور آتش جہنم تجھے جلائے گی۔ مسلم بن عوسجہ جو عاشق اہلبیت طاہرین تھے۔ اور حضرت کے اصحاب خاص سے تھے۔ امام حسین علیہ السلام سے اجازت چاہی کہ اس مردود کو تیر ماریں۔ لیکن امام حسینؑ نے اجازت نہیں دی کتاب امالی میں ہے کہ شیخ صدوق فرماتے ہیں کہ لشکر عمر بن سعد کا ایک شخص ابن ابی جویریہ خندق میں آگ دیکھ کر طعنہ زنی کی کہ اے حسینؑ اور اے اصحاب حسینؑ تمہیں آتش جہنم مبارک ہو۔ جب امام حسینؑ نے اس مردود کی آواز سنی اور استہزا کرتے ہوئے دیکھا تو ایک آہ سرد کھینچی اور فرمایا کہ خدایا تو اس بے دین کو آگ کا مزہ چکھا۔ اللھم اذقہ عذاب النار فی الدنیا۔ یعنی اے خدا تو اس کو عذاب آتش کا مزہ چکھا۔ ابھی امام حسینؑ کا یہ فرمانا ختم نہ ہوا تھا کہ وہ پلید اپنے گھوڑے سے زمین پر گرا۔ کہ اس کا پیر رکاب میں پھنس گیا۔ اور گھوڑا خندق کی طرف بھاگا کہ ناگہاں وہ مردود آگ میں گرا اور جل کر سیاہ ہو گیا۔ عذاب آتش دنیا میں ملا۔ بروایت روضۃ الشہداء یہ مردود اسی طرح آگ میں جل کر فی النار ہوا ہے۔ اور روضۃ الشہداء میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ ایک اور شخص جس کا نام تمیم بن حصین فزاری تھا۔ اس نے بھی حضرت سید الشہداء علیہ السلام اور آپ کے اصحاب پہ آوازہ کسا کہ نہر فرات سامنے بہہ رہا ہے۔ حیوانات عراق سیراب ہوتے ہیں۔ مگر اے حسینؑ تم کو ایک قطرہ پانی بھی نہیں دیا جائے گا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر فرمایا پروردگارا۔ اللھم اقتل ھذا عطشانا فی ھذا الیوم یعنی اے خداوندا تو اس کو آج کے دن پیاسا قتل کر اور اس

ہے بتلایا گیا کہ یہ جبیرہ کلبی ہے آپ نے خداوند قہار کی بارگاہ میں فرمایا پروردگار اس کو آگ کا مزہ چکھا کہ ناگاہ اس کا گھوڑا بھڑک گیا اور جب وہ خندق کے نزدیک پہنچا تو کلبی ملعون آگ میں گر پڑا اور فی النار ہو گیا۔ اس وقت اصحاب امام حسین نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ اور کہا یا لہا من دعوۃ ما اسرع اجابتہا۔ کہ شکستہ دل کی دعا جلد مقبول ہوئی ہے اسی اثناء میں منادی آسمانی کی آواز آئی کہ اے حسینؑ اے پسر فاطمہؑ تم کو بشارت ہو کہ تمہاری دعا مستجاب ہے اور خدا سے جو مانگو خدا فوراً عطا کرے گا۔ واحسرتا اعدائے دین نے امام عالیمقام کا زنبہ نہ جانا اور آپ پر پانی بھی بند کر دیا۔ استہزاء بھی بند کر دیا۔ استہزاء بھی کہا امام حسینؑ کی شہادت کے بعد خیام میں آگ بھی لگا دی۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

استغاثہ امام حسینؑ اور قوم اجنہ کا مدد کے لیے آنا

کتاب الریاض میں ہے کہ لما تقاہل العسکران وضاقت ساحت المیدان وامتلات الرجالہ من الفرسان واخذ الشجعان من المتقدمین فی الجوللن۔ جب صبح روز عاشورا و محرم لشکر حق و باطل آراستہ ہو گئے۔ اور صفیں مقابل میں باندھ لیں اور تمام میدان سوار اور پیادہ سے بھر گیا اور مواعظ کا کوئی اثر نہ ہوا اور جنگ شروع ہونے کو تھی لشکر اعداء سیراب ہو رہا تھا اور لشکر امام حسینؑ پر پانی بند تھا۔ بلغ العطش علی الحسین علیہ السلام۔ چنانچہ جب عباس نے حضرت امام حسینؑ اور آپ کے بچوں، عزیزوں، اہل حرم اور اصحاب پر پیاس نے غلبہ کیا۔ تو اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے ایک آہ

جگر سوز کھینچی اور بروایت ابی مخنف فرمایا: ھل من ناصر ینصرنا اما من مغیث یغیثنا اما من مجیر یجیرنا۔ اما من طالب الجنۃ فیذب عنا اما من خائف من عذاب اللہ فیرحمنا۔ اما من معین فیکشف الکرب عنا۔ آیا ہے کوئی جو نصرت و یاوری آل محمد کرے۔ کوئی ہے جو ہمیں پناہ دے یہ آواز استغاثہ بروایت دربندی علیہ الرحمۃ فلک و ملک اور تمام گروہ ملائکہ اور اجنہ اور انبیاء و مرسلین نے سنی۔ سب نے لبیک کہا یہاں تک کہ خداوند عالم نے بھی لبیک کہا۔ اور جنات مدد و یاوری کے لیے خدمت امام حسین میں آئے۔ الشیخ اپنی کتاب المنتخب میں فرماتے ہیں۔ لما وقف الحسین علیہ السلام فی موقف کربلا اتتہ افواج من الجن الطیارۃ۔ کہ کربلا میں جب امام حسینؑ نے استغاثہ بلند کیا ہے تو جنات کی فوج نے لبیک کہا اور جنات کربلا پہنچے اور خدمت امام حسینؑ میں عرض کیا اے سبط پیغمبرؐ ہم تمہاری نصرت و یاوری کے لیے آئے ہیں۔ ہمیں حکم دیجئے۔ یاحسینؑ نحن انصارک فمرنا بما تشاء فلو امرتنا بقتل کل عدو لکم لفعلنا۔ اے سلطان دین و دنیا ہم تو آپ کے یاور و انصار اور محب ہیں ہمیں حکم دیجئے۔ کہ ان ملاعین کو قتل و غارت کریں۔ حضرت نے ان کو دعا دی آپ کی آواز استغاثہ قوم اجنہ نے سنی سب بے چین ہو گئے۔ مولا ہمیں حکم دیجئے کہ آپ کی نصرت کریں۔ امام عالیمقام نے ان سے فرمایا کہ میرا استغاثہ ان لوگوں سے اتمام حجت کے لیے ہے۔ وانی اخالف قول جدی حیث امرنی بالقدوم علیہ عاجلاً ولا۔ یعنی میں اپنے جد رسول خدا کے فرمان واجب الاذعان کی مخالفت نہیں کروں گا۔ مجھے میرے نانا نے بہت جلد اپنے پاس بلایا ہے۔ اور میں نے بوقت سحر خواب دیکھا ہے۔ کہ

قد مضی الی صدرہ وقبل ما بین عینی و قال یا حسینؑ ان اللہ شاء ان یراک مقتولا ملطخا بدمک مخضبا بدمائک منبوحا من قفاک۔
یعنی میرے جدنامدار نے مجھے سینے سے لگایا اور میری دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ اور فرمایا اے حسینؑ خدا تمہیں مقتول دیکھنا چاہتا ہے۔ خون میں آلودہ دیکھنا چاہتا ہے۔ اور تمہاری ریش (داڑھی) خون سے خضاب شدہ دیکھنا چاہتا ہے۔ اور تمہارا سر پس گردن کٹا ہوا دیکھنا چاہتا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ
قد شاء اللہ ان یری حرمک سبایا علی الاقتاب المطایا۔
کہ خدا تمہارے الحرم کو قیدی۔ رسن بستہ رکھنا چاہتا ہے۔ اور شہر بشہر دیار بشتران بے کجاوہ پر تشہیر ہونے دیکھنا چاہتا ہے۔ وانی ساصبر حتی یحکم اللہ بامرہ وھو خیر الحاکمین۔ اور میں خدا ور رسول کے فرمان پر صابر ہوں اور اس کا شکر ادا کرتا ہوں یہ سن کر تمام جن و پری روتے ہوئے واپس چلے گئے۔ اور شاہ زمن فوج اعداء میں رہ گئے۔ کبھی آسمان پر نظر کرتے تھے اور کبھی آپ زمین کربلا پر نظر کرتے تھے۔ یہ بھی معتبر روایت ہے کہ جس قدر وقت شہادت قریب ہوتا جاتا تھا۔ امام حسینؑ کے چہرہ مبارک شگفتہ ہوتا تھا۔ جناب زینب خاتون فرماتی ہیں کہ میں نے وقت رخصت آخر حسین کے چہرہ پر نظر ڈالی تو حسینؑ نے کوئی خاص توجہ نہ کی۔ میں نے عرض کیا۔ اے میرے بابا کی یادگار اے بھائی حسینؑ کہاں جاتے ہو کہ کیا ارادہ ہے۔ ہمیں کس کی سپرد کرتے ہو تو فرمایا حسبی اللہ نعم الوکیل۔ کہ میں تمہیں اللہ کی سپرد کرتا ہوں وہی تمہارا محافظ ہے اور اچھا محافظ ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت کے لیے فرشتوں کا نازل ہونا

ابو طاہر محمد بن الحسین کتاب معالم الدین میں جعفر بن الصادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ لما التقی الحسینؑ وعمر بن سعد لعنہ اللہ وقامت الحرب انزل اللہ تعالیٰ النصر حتی رفرف علی راس الحسین ثم خیر بین النصر علی اعدائہ وبین لقاء اللہ فاختار لقاء اللہ۔
یعنی صبح روز عاشورا جب لشکر عمر بن سعد لشکر امام حسینؑ سے جنگ کرنے پر آمادہ ہو گیا اور صلح کے دروازے بند ہو گئے۔ تو اس وقت ملائکہ کی فوج نازل ہوئی کہ خدائے ذوالجلال والاکرام نے آپ کو دو کاموں میں اختیار دیا ہے ان دونوں کاموں میں سے ایک یہ بات ہے کہ فوج ملائکہ دشمن کی فوج کو تہ تیغ کر دے۔ اور آپ منصور و مظفر ہوں اور دوسرے یہ کہ آپ جام شہادت نوش کریں اور بہ طرف عالم جاودانی تشریف لے جائیں۔ آپ کو اختیار ہے کہ ان دونوں باتوں میں سے کوئی ایک بات تسلیم کریں اور آپ کے مدارج میں کسی صورت کمی نہ ہوگی۔ یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تیری راہ میں قربان ہونے کو پسند کرتا ہوں۔ ملائکہ کو امام حسینؑ نے اذن جہاد نہیں دیا۔ جنات پہلے ہی واپس چلے گئے تھے۔ اب جن و ملک کے بعد انبیاء و مرسلین کی ارواح نے بھی نصرت کرنے کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا۔ تمام عالم کی ہر ایک شے نے نصرت پیش کی۔ ما حصل

یہ ہے کہ امام حسینؑ نے کسی کی نصرت و مدد قبول نہ کی مگر دو چیزوں کی نصرت قبول کی ایک خاک کربلا اور دوسرے ہوائے کربلا۔ امام حسینؑ نے خاک کربلا سے خطاب فرمایا کہ میری شہادت کے بعد مجھے اپنی آغوش میں لے لینا۔ اور ہوائے کربلا سے خطاب فرمایا کہ اے ہوا تو اپنے دامن میں خس و خاشاک اور گرد میری لاش پر ڈال دینا۔ تاکہ لاش چھپ جائے ۔ ایسا ہی ہوا کہ امام حسینؑ کی لاش مطہر آغوش زمین کربلا میں دفن ہوئی پہلو میں دوسرے شہیدوں کی قبریں ہیں ۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

حر بن یزید ریاحیؒ کا لشکر عمر بن سعد سے نکل کر لشکر امام حسینؑ میں شامل ہونا

ابی مخنف لکھتے ہیں کہ جب حر بن یزید الریاحیؒ کے کانوں میں آواز استغاثہ امام حسین علیہ السلام پہنچی کہ ہے کوئی مجھ سے غریب کی مدد کرے۔ مجھ سے دشمنوں کو دور کرے۔ تو حضرت حرؒ پر بڑا اثر ہوا۔ ابنہ الحر من التحیر وغرق فی بحر التفکر واخذت صنوادبہ فی ضربان التور ۶ د علی عروقہ واود اجہ دم تشیع ۔ اس وقت حر دلاور بحر حیرت میں ڈوب گیا اور سوچنے لگا کہ یہ کیا ہو گیا کہ میں حسینؑ کو یہاں سے کر آیا اور یہاں حسینؑ بے کسی کے عالم میں ہیں محبت حسینؑ نے جوش کھایا۔ اور اس باوفا نے نصرت و یاوری حسین کرنے کا عزم کیا۔ خداوند عالم کی توفیق شامل حال ہوئی۔ اور حرؒ وسوسہ شیطانی سے محفوظ رہا۔ پس حرؒ ملاور تازیانہ لیے ہوئے گھوڑے پر سوار ہوا اور عمر بن سعد بدنہاد کے

پاس گیا۔ اور فرمایا اے عمر امقاتل انت مع ھذا الرجل یعنی اے عمر کیا واقعاً اس غریب و بیکس سے مقاتلہ اور جنگ کا ارادہ رکھتا ہے یا محض بیعت لینے کے لیے یہ لشکر کشی کی ہے۔ وہ ولد الحرام بولا کہ صلح کی بات جنت ختم ہو گئی۔ اب صرف حسینؑ کو بیعت یزید نہ کرنے پر قتل کرنا باقی ہے اور ہمارے امیر ابن زیاد نے ہمیں یہی حکم دیا کہ حسین سے بیعت لو یا ان کا سر یزید کے دربار میں پیش کرو۔ یہ سن کر حرؒ کے چہرہ مبارک کا رنگ زرد ہو گیا پھر عمر سعد سے کہا کہ تو پسر فاطمہؑ کو قتل کرے گا تو روز محشر رسول خدا کو کیوں کر منہ دکھائے گا۔ کیا رسول خدا نے ان کے لیے یہ نہیں فرمایا کہ حسنؑ اور دونوں امام ہیں تو امام منصوص من الرسول کی اطاعت سے انحراف کرتا ہے اور یزید شوم کو امیر مانتا ہے یہ بھی کہا کہ حسینؑ ابن فاطمہؑ نے چند باتیں پیش کی تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ مجھے کسی دوسری طرف جانے دو میں کسی دوسرے اسلامی شہر میں زندگی گزاروں گا۔ مگر تم نے کوئی بات نہیں مانی۔ عمر بن سعد نے کہا کہ میں مجبور ہوں یہ سن کر حرؒ نے عقب کی طرف دیکھا اس کا بیٹا سپر و سنان لیے موجود تھا۔ دوسری طرف دیکھا تو اس کا چچا زاد بھائی قرۃ بن قیس ریاحی کھڑا تھا۔ حرؒ نے اس سے کہا کہ ھل سقیت فرسک۔ کیا تم نے اپنے گھوڑے کو سیراب کر لیا ہے۔ اس کو پانی پلایا ہے یا نہیں قرۃ حرؒ کی یہ باتیں سن کر سوچنے لگا کہ حرؒ مرد بہادر جنگ میں فاصلہ چاہتا ہے کہ پسر فاطمہؑ کے سامنے نہ جائے۔ حرؒ نے فرمایا کہ اچھا گھوڑے کو پانی پلاؤ۔ میں نے چاہا کہ گھوڑے کو سیراب کروں کہ دو مرتبہ امام حسینؑ کے استغاثہ کی آواز کانوں تک پہنچی۔ کہ امام حسین علیہ السلام فرما رہے ہیں۔ اما من مجیر یجیرنا، اما من معین یعیننا، اما من ناصر ینصرنا آیا کوئی ہے کہ جو میری مدد و نصرت کرے آل محمد کی فریاد کو پہنچے ہے

کسی نیست کز شر این رزمگاه — رہد عترت مصطفیٰ پناہ

کسی نیست کامروز مردے — بدرساند کان رحمت آوردے

چو آن زاری شنیدش آمد بگوش — دل حر از درد آمد بجوش

چیست بر او انچنان کارکرد — که گلنار او گشت چون کاه زرد

دلش در بہار غم بدو نیمه شد — زبان در گذشت و سراسیمه شد

یعنی جب حر باوفا نے آواز استغاثہ امام حسین علیہ السلام سنی دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اہل مخنف کہتے ہیں کہ حر دلاور نے حضرت امام حسینؑ کی آواز جانگداز سن کر اپنے بھائی قرہ سے کہا کیا سن رہے ہو کہ حسینؑ استغاثہ کر رہے ہیں۔ اما تنظر الی الحسین علیہ السلام کیف یستغیث ولا یغاث ویستجیر ولا یجار۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حسینؑ فریاد کر رہے ہیں۔ مگر کوئی مدد نہیں کرتا فھل لک ان تسیر بنا الیہ ونقاتل بین یدیہ۔ بہتر ہوگا کہ اگر ہم اس لشکر ضلالت شعار سے نکل کر لشکر حق میں چلے جائیں اور جگر گوشہ مصطفیٰ کی نصرت کریں اور لشکر یزید کو پارہ پارہ کریں۔ فان الناس عن ہذہ الدنیا راحلہ وکرامات الدنیا زائلہ فعلنا نفوز بالشہادۃ ونکون من اہل السعادۃ۔

اے برادر دنیا میں ہمیشہ نہیں رہنا آخر فنا ہونا ہے آیئے ہم مل کر شہادت حاصل کریں اور دشمن سے امام حسینؑ کی حفاظت کریں تاکہ روز محشر حضرت رسول خدا کے سامنے سرخرو ہوں۔ اور فرزند پیغمبر خدا کے ساتھ محشور ہوں قرہ بے سعادت کہنے لگا مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں اس کے حر باوفا نے اپنے بیٹے کی طرف دیکھا اور کہا اے پسر تمہاری کیا رائے ہے۔ یا بنی لا صبر لی علی النار ولا علی غضب الجبار ولا ان یکون غدا خصمی احمد المختار

مرا طاقت دوزخ و نار نیست — بجان طاقت خشم قہار نیست

نباید که چون روز محشر شود — بمن خصم روح پیمبر شود

یعنی حرؑ نے فرمایا اے بیٹا نار جہنم مجھے منظور نہیں ہے اور اتنی طاقت ہے کہ خدائے قہار کا عذاب برداشت کروں، اور روح پیغمبرؐ سے دشمنی رکھوں۔ یا بنی سر بنا الیہ۔ چلو حسینؑ کی طرف اور دیکھیں ان کی یاوری کریں۔ حر کے بیٹے نے کہا بابا جان میں حسینؑ پر اپنی جان قربان کرنے کے لیے تیار ہوں مجھے آپ اپنا مطیع پائیں گے۔ فجعل یدنوا من الحسینؑ قلیلا قلیلا۔ پس یہ دونوں پیکر شجاعت آہستہ آہستہ خراماں خراماں فوج اشقیا سے نکلے اسی وقت اوس مہاجر نے دریافت کیا اے سردار کہاں جاتے ہو کیا خیال ہے۔ لیکن حرؑ نے اس کو کوئی جواب نہ دیا واخذہ مثل الافکل۔ اس وقت حرؑ کے بدن میں کپکپی تھی اپنی حالت پہ رو رہا تھا۔ اس نے پھر سوال کیا کہ اے حرؑ تمہاری حالت پریشان دیکھ رہا ہوں آخر کیا بات ہے۔ جناب حرؑ نے کہا کہ واللہ اخیر نفسی بین الجنۃ والنار۔ اے اوس مہاجر قسم خدائے عز و جلال کی میں اپنے آپ کو دوزخ اور جنت کے درمیان دیکھ رہا ہوں۔ لیکن میں راہ جنت اختیار کرتا ہوں یہ کہہ کر گھوڑے پر تازیانہ مارا۔ اور مثل باد صرصر گھوڑا اڑا اور لشکر باطل سے جدا ہو کر لشکر حق میں پہنچ گیا۔ کتاب لہوف میں لکھا ہے فرماتے ہیں۔ و یدہ علی راسہ وھو یقول اللھم الیک انبت فتب علی فقد ارعبت قلوب اولیائک واولاد بنت نبیک۔ یعنی حرؑ اپنے سر پر ہاتھ رکھے ہوئے صمیم قلب اور نادم لہجے سے پروردگار سے یہ عرض کرتا نکلا کہ پالنے والے میرا گناہ بخش دے میں نے تیرے نبی کی بیٹی کی اولاد کو مضطرب کیا میرا یہ گناہ بخش دے میں اس

پر متر صار ہوں اور روتا ہوا جب اصحاب حسین کے نزدیک پہنچا۔ انہوں نے اس امام حسین تک پہنچنے کی اجازت دی اور جب حرؒ امام عالیمقام نواسہ شفیع امت کی خدمت میں پہنچا اور حسین علیہ السلام کے روئے مبارک پر نظر پڑی۔ گھوڑے اترا اور قدم امام حسینؑ پر آنکھیں ملیں۔ اور کہا یابن رسول اللہ التوبۃ التوبۃ۔ آپ کو میں آپ کے جد نامدار کے سر کی قسم دیتا ہوں میری خطا معاف کردیجیئے۔ امام حسین علیہ السلام نے اس کا سر اپنے قدموں سے ہٹایا اور حرؒ پر گریہ طاری ہو گیا۔ اس وقت امام حسین نے فرمایا کہ اے حرؒ تو خدا و رسول کے سامنے سرخرو ہے روایت میں ہے کہ امام حسینؑ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور اس کو چند دقیقے اذن جہاد نہ تا کہ تازہ مہمان ہے کچھ تو سکون ملے۔ واحسرتا امام حسینؑ کا یہ عالم کہ حرؒ کے سر پر اپنا در مبارک رکھا مگر خولی ملعون نے امام حسینؑ کے سر بریدہ کو ایک شب اپنے گھر رکھا اور سر مبارک کو تنور میں رکھا۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

عمر ابن سعد کا امام حسین علیہ السلام کی طرف تیر رہا کر کے جنگ کا آغاز کرنا

روایت ہے کہ روز عاشورا محرم حضرت حر بن یزید ریاحی اور ان کا پسر علی بن حرؒ اور غلام عروہ نامی لشکر باطل سے جدا ہو کر لشکر حق میں ملحق ہوگئے اور جب ابن سعد کو خبر دی تو اس ملعون نے بہت زیادہ غیض و غضب کا اظہار کیا۔ الشیخ مفید علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ اس وقت اس ملعون نے اپنے غلام درید سے علم مانگا۔ ونادی عمر بن سعد لعنہ اللہ یا درید ادن رایتک فادناھا۔

یعنی ابن سعد بدنہاد نے اپنے غلام درید سے کہا کہ علم لائے وہ مردود ضلالت آمیز جھنڈا لے کر سامنے آیا۔ اور صف اول کے سامنے کھڑا ہوا۔ اور اس جھنڈے کے ساتھ ساتھ عمر ابن سعد ملعون بھی اس جگہ کھڑا ہوا۔ اس کا فرزند حفص تیر و کمان لیے سامنے موجود تھا۔ اور عمر ابن سعد نے تیر و کمان لے کر۔ کمان میں تیر رکھا تاکہ وہ لشکر امام حسینؑ پر رہا کرے۔ چنانچہ سب سے پہلے عمر ابن سعد نے تیر رہا کیا اور پکار کے کہنے لگا کہ اے گروہ شام و کوفہ گواہ رہنا کہ سب سے پہلے امام حسینؑ پر تیر بن سعد ہی نے رہا کیا ہے۔ جنگ کا آغاز عمر بن سعد کے تیر سے ہوا۔ اور پھر باران تیر ہونے لگا۔ "روضۃ الصفا" میں ہے کہ امام حسینؑ کے ایک شیعہ نے اس سے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ جس شخص سب سے پہلے جہنم کا رخ اختیار کیا وہ تو ہی بدنہاد ہے۔ جب ابن زیاد ملعون نے اس سے یہ سنا تو عام باران تیر کرنے کا حکم دے دیا۔ امام حسینؑ نے اپنے اصحابؓ سے خطاب فرمایا قوموا رحمکم اللہ الی الموت الذی لابد منہ۔ اے اصحاب باوفا اور اے میرے ناصر و مرد انہ وار جہاد کرو۔ کہ اب دشمن تیروں کی بارش کر رہا ہے۔ پس جیسے ہی اصحابؓ نے اذن جہاد پایا۔ مبارز طلبی کرتے ہوئے۔ دشمن کی طرف بڑھے۔ محمد بن ابی طالب سے مروی ہے کہ دشمن کی فوج میں آٹھ ہزار تیر انداز تھے۔ اور اس طرف لشکر امام حسینؑ میں بمشکل تمام پچاس تیر انداز تھے۔ کتاب الریاض میں ہے کہ تیر اندازی کے ہنگامہ میں اکثر اصحاب امام حسینؑ زخمی ہوئے تو حضرت عباس علمدار علیہ السلام قلب لشکر سے نکل کر آگے بڑھے اور مثل شیر درندہ لشکر اعداء پر حملہ کیا۔ کتاب بحار میں ہے۔ فقد تمت رایتہ العباس و معہ الجماد الناس و تحرکت میمنۃ الزبیر فی خوج کانھم الصفوۃ من الطیر و تحرکت میسرۃ حبیب

ابن مظاہر علی میمنۃ ذلک الفرعون الکافر۔
پس بیک وقت حضرت عباس علمدار نے قلب لشکر سے نکل کر فوج اعداء کا رخ کیا۔ جناب زہیر ابن قین نے میمنہ سے اور حضرت حبیب ابن مظاہر نے میسرہ سے فوج اعداء کا رخ کیا اور حملہ کر دیا۔ اور گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی۔ اور سپاہ حسینی نے ابن سعد کے سپاہ ضلالت شعار کو اس طرح شکست دی کہ پہلی صف دوسری صف پر اور دوسری صف تیسری صف پر جا گری اسی طرح صفوں کی صفیں برہم ہو کر ان کی پشت تک پہنچیں اور اس میدان کربلا میں گرد و غبار اڑ کر آسمان تک جا رہا تھا گھوڑوں کی ٹاپوں سے فضا گونج رہی تھی۔ سپاہ امام حسین علیہ السلام نے بہادرانہ ہزاروں لشکر عمر ابن سعد کے قتل کئے۔ مقتل میں لاشوں پر لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ حضرت عباس علمدار، حضرت قاسم ابن حسن، حضرت علی اکبر نے اصحاب کو داد شجاعت دی۔ اور غازیوں کی ہمت بڑھاتے رہے۔ قال السید فی اللہوف میں تحریر کیا ہے فاقتتلوا ساعۃ من النہار حملۃ وحملۃ، کہ معرکہ گذشتہ میں ایک گھڑی جنگ مغلوبہ ہو رہی تھی۔ اور دونوں لشکروں کے درمیان جھڑپیں ہوتی رہیں۔ اور سپاہ عمر ابن سعد کے بہت زیادہ لوگ داخل جہنم ہوئے اور بقول صاحب روضۃ الشہداء تقریباً ۲۵ اصحاب حسین بھی شہید ہوئے۔ اور زخمی ہوئے۔ اسی جنگ مغلوبہ میں حضرت علی اکبر علیہ السلام بھی سپاہ حق کو داد شجاعت دیتے رہے مگر آپ زخمی نہیں ہوئے کیونکہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے آزاد کردہ دس غلام جو لشکر امام حسین علیہ السلام میں مصروف جہاد تھے وہ حضرت علی اکبر کی حفاظت کرتے رہے جو تیر دشمن کی طرف سے آتا اسے اپنے سینہ پر روک لیتے تھے یہ خیال ہی تھا کہ اگر شہزادہ علی اکبر زخمی

ہو گئے تو ہم مولا و آقا حسینؑ کو کیونکر منہ دکھائیں گے۔ لیکن وا حسرتا ان غلاموں کو یہ خبر نہ تھی کہ ہنگام ظہر شہزادہ علی اکبر زخمی ہوں گے اور آپ کے سینہ پر برچھی لگے گی۔ اے شیعو جب شہزادہ علی اکبر علیہ السلام زخمی ہوئے۔ اور آپ نے دونوں ہاتھ گھوڑے کی گردن میں ڈال دیئے۔ پھر جب گھوڑے پر نہ سنبھلا گیا تو آواز دی بابا مدد کو آیئے۔ بابا جلدی تشریف لائیے۔ امام حسین علیہ السلام مقتل میں پہنچے دیکھا کہ اٹھارہ برس کا جوان بیٹا۔ ہم شبیہ رسول خدا زمین پر پڑا ہے۔ ہاتھ سینہ پر ہے امام حسینؑ نے سینہ سے ہاتھ اٹھایا دیکھا کہ سینہ علی اکبر میں برچھی کی انی موجود ہے۔ امام حسینؑ نے نہ معلوم۔ خدا جانے برچھی کی انی کس طرح نکالی۔ میری بستی کے ایک نامور شاعر مولانا محمد ہادی صاحب تقوی السرسوی مرحوم نے اس کی عکاسی کی ہے ؎

کسے معلوم اپنی یا پسر کی بند کی آنکھیں
سناں شبیرؑ نے کیسے نکالی قلب اکبرؑ سے

اب ہم بقیہ حملۂ اول اور روز عاشوراء محرم جنگ عظیم سپرد قرطاس کرتے ہیں۔

جنگ مغلوبہ حملۂ اول بوقت چاشت صبح روز عاشوراء

صبح روز عاشوراء وقت چاشت جب عمر بن سعد لعین نے سب سے پہلے تیر لشکر امام حسینؑ کی طرف چلایا اور جنگ کا آغاز کیا۔ جنگ روز عاشوراء ایک عظیم جنگ تھی جو اس سے پہلے نہ کسی نے سنی اور نہ دیکھی تھی۔ عجیب جنگ تھی ایک طرف لشکر عمر بن سعد ہزاروں کی تعداد میں بلکہ بروایتے چار لاکھ کے قریب

لشکری مجمع تھا۔ اور ادھر امام حسینؑ کے لشکر میں قلیل ترین اصحاب تھے حضرت امام حسینؑ نے ہر ہر قدم پر نصیحت و موعظہ بیان کیا کہ نانا کی امت راہ ہدایت پر آجائے۔ مگر لشکر عمر بن سعد میں سے کسی نے اثر نہیں لیا۔ دونوں طرف صفیں آراستہ ہوگئیں حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو اذن جہاد دیا۔ اور آپ کے لشکر سے زہیر ابن قین سردار میمنہ آگے بڑھے۔ اور میسرہ سے حضرت حبیب ابن مظاہر آگے بڑھے یہ دیکھ کر حضرت عباس علمدار لشکر حق قلب لشکر سے حملہ آور ہوئے ان شیران بیشہ وغا نے باطل کی فوج کی صفوں کو درہم برہم کردیا۔ اور لشکر عمر ابن سعد کی یہ حالت ہوتی کہ اس کی ایک صف دوسری صف پہ گر رہی تھی۔ اور تمام لشکر عمر بن سعد تھوڑی دیر کے اندر اندر پراگندہ منتشر ہوگئے تنور جنگ بھڑکنے لگا۔ تلواروں کی جھنکار کی آواز بلند ہونے لگی لشکر بے دین کے نیزہ داروں کے قدم اکھڑ گئے۔ قال السید فی اللهوف فاقتلوا ساعة من النهار حتی قتل جماعة من اصحاب الحسین علیه السلام۔ کہ حضرت امام حسینؑ کے اصحاب روز گذشتہ ایک ساعت پہلے سے مبارزت یعنی جنگ میں مصروف تھے۔ چونکہ سپاہ عمر بن سعد ٹڈی دل کی طرح میدان کربلا میں پھیلی ہوئی تھی۔ اور ادھر سپاہ حق بہت مختصر بلکہ معدودے چند اشخاص پر مشتمل تھی۔ اس گروہ باطل نے سپاہ حق کے درمیان پہنچ کر تفرقہ ڈال دیا تھا۔ یعنی سپاہ حق کے جانباز اعدائے دین کے نرغہ میں الگ الگ پھنس گئے تھے اسی ہنگامہ کے دوران دو جوانمرد ایک نعیم بن العجلان اور دوسرا عمران بن کعب زخمی حالت میں پہنچے تو اور دوسری طرف ہنگامہ کارزار جاری تھا کہ سپاہ حق میں سے دو بھائی شانہ بشانہ مخالفوں سے قتال کر رہے تھے ایک کا نام عبداللہ

اور دوسرے کا نام عبیداللہ تھا اور یہ دونوں یزید بن ثبیت کے فرزند تھے۔ اور یہ دونوں پیادہ تھے کہ جان بحق ہوگئے۔ اور حنظلہ بن عمرو الشیبانی حمایت حضرت امام حسینؑ میں دشمنوں سے مقاتلہ کر رہے تھے کہ اتفاقاً گر پڑے۔ زہیر بن بشر خثعمی اور زہیر بن سلیم مصروف کارزار تھے کہ جام شہادت نوش کیا۔ ضرغامہ بن مالک بھی زخموں کی تاب نہ لا سکے اور جام شہادت پیا۔

مسعود بن حجاج اور عمرو الجندعی نے جہاد میں بڑا حق ادا کیا اور راہ جنت اختیار کی۔ مذکورہ مددگاروں میں ایک سوار ابی عمیر الفہمی بھی تھے ان کا نام زیارت شہداء میں پایا جاتا ہے۔ اس جوانمرد سوار نے ستر اعدائے دین کو قتل کیا اور داصل جہنم کیا کتاب امالی میں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان شہداء راہ حق کی یاد میں آہ سرد بھری اور خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا یا رب لا تترکنی وحیداً فقد تری الکفار و اعجونا۔ امام حسین علیہ السلام کو جب کسی صحابی کے شہید ہونے کی خبر ملتی تو کلمہ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ زبان مبارک سے جاری فرماتے اور خیام امام حسینؑ میں شور گریہ و عالم بپا ہوتا۔ میدان قتال میں ایک دوسری طرف ہنگامہ بپا تھا کہ مسلم بن کثیر کو لشکر اعداء نے اپنے محاصرہ میں لے لیا۔ اور ان کا جسم مبارک ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ جبلۃ بن علی مردانہ وار حملہ کر رہے تھے ایک سمت سے شور و غل کی آواز آئی۔ غلاسی بن عمرو الراسی نے بادل بے خوف و ہراس اعدائے دین پر حملہ کردیا۔ لیکن پھر کوفیوں کا ایک گروہ نے ان کو محاصرہ میں لے لیا۔ اور یہ نڈھال ہو کر زمین پر گرے اور جام شہادت نوش کیا۔ سیف بن مالک نمیری، احباب بن حرث، کنایۃ بن عتیق عبداللہ الاحبی خزاعی یہ سب کے سب نصرت امام حسینؑ کافروں کو داصل جہنم کرتے ہوئے شہید ہوئے

اسی حملہ عظیم میں عبداللہ بن عروہ غفاری شہید ہوئے اور عمرو بن ضبیعہ بھی جانب خلد بریں سدھارے نعمان بن عمرو بھی جانب فردوس روانہ ہوگئے۔ اس جنگ کو جنگ مغلوبہ کہتے ہیں۔ یالیتنی کنت معہم فافوز فوزاً عظیما۔

محمد ابن ابی طالب الموسوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ اس حملہ اول میں لشکر امام حسینؑ کے پچاس صحابی شہید ہوئے ہیں معین الدین لکھتے ہیں کہ ترپن ۵۳ شہید ہوئے ہیں اور محمد بن شہر آشوب، صاحب المناقب فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ کے لشکر کے چالیس جوانمرد جنگ آزما شہید ہوئے ہیں اور اسی ہنگامہ میں حضرت امام حسینؑ کے لشکر کے چالیس جوانمرد جنگ آزما شہید ہوئے ہیں اور اسی ہنگامہ میں حضرت امام حسینؑ کے دس غلام اور حضرت امیرالمومنین کے دو غلام شہید ہوئے اس طرح ان شہیدوں کی تعداد مجموعی باون ۵۲ ہو جاتی ہے اور اکثر اصحاب امام امام حسینؑ زخمی ہوئے ہیں۔ زیارت شہداء اور بعض دوسرے مقاتل میں اسمائے غلامان امام حسین علیہ السلام مسطور ہیں ان میں سے بعض یہ نام ہیں السلام علی سلیمان مولی الحسینؑ، (یعنی سلام ہو سلیمان غلام امام حسینؑ پر) السلام علی قارب مولی الحسینؑ، السلام علی منجح مولی الحسین، اور کتاب روضۃ الشہداء میں یہ نام پائے جاتے ہیں۔ محمد بن مقداد، عبداللہ ابن دجانہ، مسعد، قیس بن ربیع، اشعث بن سعد، عمرو بن قرظہ، عنظمہ، کماد، اور دوسرے چند حضرات ہیں کہ جن کا ذکر دوسرے حملوں کے بیان ملاحظہ فرمائیں۔ غرضیکہ اس ہنگامہ عظیم میں امام حسینؑ کے بارہ غلام شہید ہوئے ہیں۔ ان کے لاشوں سے خود مظلوم کربلا نے خطاب فرماتے ہوئے کہا اے میرے بہادرو میری بہن میرے دم تمہارے لیے نوحہ کناں ہیں تم پر گریہ ہو رہا ہے خوشا نصیب شہید و کہ نبی زادیاں زینب و ام کلثوم شہیدوں

پر رو رہی تھیں۔ وامحمداہ وعلیاہ واحسیناہ واغربتاہ کی صدائیں بلند تھیں۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

روز عاشورا حملہ اول کے بعد دوبارہ صف آرائی

لشکر حق و باطل

کتاب الریاض میں ہے لما انقضت الحملۃ الاولی علی مدھا و سکنت الفورۃ والسورۃ بعد کدہا وشدھا وانجلی العجاج واسکن الوھاج واطفی حرارۃ الیوم وبرزخمنی الحوم فتراجع القوم وثاب اصحاب الحسین علیہ السلام الی الصف وبقی القتلی من الجانبین علی الطف متلطخین بالدماء ومرملین مطروحین بالعراء .... الخ

واقعہ ہائلہ جنگ مغلوبہ کے بعد میدان قتال میں مقتول اپنے خون میں غلطاں تھے گرد و غبار کم ہو گیا تھا۔ کہ دونوں لشکر جدا جدا ہو گئے اور علم برائے جنگ بلند ہوئے تو حضرت عباس علمدار علیہ السلام اپنی صف میں چلے آئے لشکر کفار کے مقتولین کی تعداد سوائے پروردگار کوئی نہیں جانتا میدان میں لاشوں پر لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ اور ادھر سپاہ شاہ نشہ دین کے باون ۵۲ افراد راہی جنت الفردوس ہو چکے تھے۔ باقی چوتھے زخمی تھے۔ محمد ابن ابی طالب الموسوی کہتے ہیں فما بقی من اصحاب الحسین علیہ السلام احد الا اصابہ من سہامھم۔ یعنی کہ فوج امام حسینؑ کے وہ افراد جو جام شہادت نوش کر چکے تھے نمایاں تھے۔

اور جو لوگ زخمی تھے انہوں نے دوسری مرتبہ صف آرائی کی خیموں کے سامنے میمنہ و میسرہ پر پھر سے دستے قائم کیے۔ یہاں تک لشکر عمر ابن سعد ملعون پھر دوبارہ سمٹ کر جمع ہو گیا جو کہ پانی سے سیراب تھے اور ان کے گھوڑے بھی پانی پیئے ہوئے اور تازہ دم تھے۔ پھر اسی اثنا میں اعداء دین میں طبل جنگ بجنے لگا اور بے دین لشکر حق کو قتل کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ اور تیر پھینکنے شروع کیے خیام امام حسین علیہ السلام کا سن مبارک ستاون ۵۷ برس کا تھا۔ اپنی ریش مبارک پر ہاتھ رکھے ہوئے فرمایا کہ غضب اللہ علی الیہود حین قالوا عزیر ابن اللہ وغضب اللہ علی النصاری حین قالوا مسیح بن اللہ وغضب اللہ علی ھذہ العصابۃ الذین یریدون قتل ابن نبیھم۔ یعنی یہود و نصاریٰ پر خدا کا غضب ہو کیونکہ وہ کہتے تھے کہ عزیرؑ اور عیسیٰ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں اور اس گروہ نابکار پر بھی خدا کا غضب ہو کہ اپنے نبیؐ کی اولاد قتل کر رہے ہیں۔ اس سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ خداوند عالم قوم نصاریٰ و یہود پر غضبناک ہو چکا ہے اور اب خدا اس قوم ستم شعار پر اپنا غضب نازل کرے۔ غرضکہ فوج عمر ابن سعد ملعون نے دوبارہ جنگ کے لیے صفیں باندھ لیں۔ بروایت "ارشاد" ایک شخص قبیلۂ بنی تمیم کہ جس کا نام عبداللہ بن حوزہ تھا۔ اور رشد و ہدایت کرنے میں مشہور تھا۔ اپنی شجاعت کے زعم میں لشکر کے عقب کی طرف سے لشکر ابن سعد سے الگ ہوا اور اپنے لشکر کے عقب سے بطرف لشکر امام حسینؑ رخ کیا۔ ابن سعد نے پکار کے کہا اے بدبخت کہاں جاتا ہے کہنے لگا کہ انی اقدم علی رب رحیم وشفیع مطاع۔ یعنی کہ میں

رب رحیم یعنی خدا سے جنگ کرنے جا رہا ہوں حالانکہ یہ شخص رشد و ہدایت کی تبلیغ کرنے میں مشہور تھا۔ جب یہ شخص لشکر امام حسینؑ کے نزدیک پہنچا تو آپ نے اصحاب سے سوال کیا کہ یہ کون شخص ہے کسی نے جواب دیا کہ یہ عبداللہ بن حوزہ ہے آپ نے پھر سوال کیا۔ کہ یہ ہماری نصرت کے لیے آیا ہے ہم سے قتال کرنے۔ جب آپ کو یہ معلوم ہوا کہ دشمنی کی بنا پر آیا ہے آپ نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور بارگاہ خدا میں مناجات کی پروردگار" حزہ الی النار۔ یعنی اس کو آتش (جہنم) کی طرف کھینچ لے۔ ابھی حضرت امام حسینؑ کی بات تمام نہ ہوئی تھی کہ اس کا گھوڑا بدک گیا۔ اس کے قدم اکھڑ گئے۔ اور اس مردود کا پاؤں رکاب میں بری طرح الجھ گیا اور گھوڑے نے اس کو ایک سوکھی نہر میں گرا دیا۔ اور خود اس گھوڑے نے اس پر اس قدر لات ماری کہ اس کا سر اور صورت بگاڑ دی مسلم بن عوسجہ آگے بڑھے اور تلوار سے اس کو دو ٹکڑے کر دیا۔ اور وہ واصل جہنم ہوا کوفہ کے لوگ یہ واقعہ دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے کہ کہیں ایسا نہ ہو امام حسین علیہ السلام ان پر نفرین کریں اور عذاب نازل ہو۔ اس وقت عمر بن سعد ملعون نے دوبارہ ان بے حیاؤں کو آمادہ قتال کیا۔ الشیخ مفیدؒ کتاب الارشاد میں فرماتے ہیں کہ وحمل عمرو بن الحجاج علی میمنۃ اصحاب الحسین فی من کان معہ من اھل الکوفۃ عمرو بن الحجاج کہ جو لشکر عمر ابن سعد میں سردار میمنہ پر حملہ کر دیا۔ جب زہیر قین نے دیکھا کہ لشکر کثیر بڑھتا چلا آ رہا ہے آپ گھوڑے سے اترے اور پیادہ ہو گئے۔ اور آپ کے ساتھ ساتھ دوسرے جانبازبھی اپنی اپنی سواریوں سے اتر پڑے اور نیزوں سے دشمن پر حملہ کرنا شروع کیا یہاں تک کہ میدان کارزار تنگ ہو گیا تو اصحاب امام حسین

علیہ السلام دو زانو ہو کر دشمن پر تیروں سے حملہ کیا۔ الشیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ گھوڑوں کی آنکھوں میں تیروں کی انی کی چمک سے خیرگی پیدا ہو رہی تھی۔ چنانچہ فوج عمر بن سعد کے قدم اکھڑ گئے۔ لوگ حیران تھے کہ حسینی سپاہ نے کس تدبر کے ساتھ یہ جنگ لڑی ہے۔ روز عاشوراء محرم یہ حملہ عظیم ترین سمجھا جاتا ہے۔ شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں جیسے ہی عمرو بن الحجاج کی سپاہ نے پشت پھیری تو سپاہ امام حسین علیہ السلام نے اپنے نیزے زمین پر گاڑھ دیئے اور تیر و کمان سنبھال لیے۔ اور فوج اعداء پر تیروں کی بارش کر دی بہت کثیر مجمع ایسا تھا کہ جو سخت زخمی ہوا تھا۔ اور پھر اصحاب امامؑ اپنے لشکر میں آگئے اور حق رفاقت اور حق مودۃ و نصرت اس شان سے ادا کیا کہ واقعہ کربلا میں آب زر سے ان کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ اور امام حسینؑ نے بھی ایسے اصحاب کو اس وقت پھر مدد کے لیے پکارا ہے کہ تمام عزیز و اقارب اور اصحاب خون میں غلطاں مقتل میں سو رہے تھے۔ اور امام حسینؑ فرما رہے تھے۔ یا یا ابطال الصفا و یا فرسان الھیجا قوموا عن نومتکم ایھا الکرام اے میرے شیرو نیند سے بیدار ہو میری مدد کرو۔

حُر ریاحی کا لشکر عمر بن سعد کو نصیحت کرنا اور برادر حُرؓ کا شامل لشکر امام ہونا

دل از خون لبالب چو پیمانہ است ... بہار غم حُرّ فرزانہ است
بیا تا ز کر دار حُر مجلسی ... بنظم و بہ نثر آورد اقدسی

جب حضرت حُرؓ نے شب عاشوراء سے صبح عاشور تک حالات کا جائزہ

لے لیا اور ان کو یقین ہو گیا۔ کہ یہ فوج ستم شعار ضرور مقاتلہ کرے گی۔ تو آپ کو احساس ہوا کہ میں ہی تو حضرت حسین ابن علیؑ کو یہاں لایا ہوں۔ انتہائی شرمندگی محسوس ہوئی اور خدمت امام حسین علیہ السلام میں اس نیت سے آئے کہ میری توبہ بارگاہ خدا و رسول میں قبول ہو سکتی ہے کچھ دیر خدمت امام حسینؑ رہے۔ امام حسینؑ نے سینہ سے لگایا اب حُر سپاہی عمر ابن سعد نہ تھے۔ بلکہ لشکر حق کے ایک ناصر و مددگار تھے۔ سعادت زیر قدم تھی۔ دعاء اہلبیتؑ ساتھ تھی۔ آپ نے حضرت امام حسینؑ سے اذن جہاد مانگا۔ امام عالی مقام نے فرمایا اے جوان تو تازہ مہمان ہے کس طرح اجازت دوں۔ حُرؓ نے قدم بوسی کی اور پھر اجازت مانگی۔ اور میدان کارزار کا رخ کیا۔ سر پہ خود، بر میں زرہ ہاتھ میں نیزہ میدان رزم میں نعرۂ شیرانہ بلند کیا۔ اور فرمایا یا اھل الکوفۃ لامکم الھبل۔ اے کوفیوں کیوں نفاق پہ آمادہ ہو۔ اور اے اہل عراق بیوفائی پر کیوں کمر بستہ ہو دعوتم ھذا العبد الصالح حتی اذا اتاکم اسلمتموہ۔ تم نے خود ہی اس عبد صالح و پاکیزہ سرشت کو بلایا ہے اب وہ جب کہ تمہاری طرف آگئے تو تم ان کی اطاعت کرو۔ تم نے تو ان پر پانی بھی بند کر دیا ہے۔ بئس ما خلفتم محمدا صلی اللہ علیہ وآلہ فی ذریتہ لاسقاکم اللہ یوم الظماء۔ اے لوگو گمراہی اختیار کر لی ہے۔ ذریت رسول خدا پر پانی بند کر دیا ہے۔ اور فرزند رسول کے قتل پر کمر باندھے ہو۔ یہ سن کر فیوں نے کوئی اثر نہیں لیا اور جناب حُرؓ پر تیر برسانے شروع کر دیئے جب آپ زخمی ہوئے اور ہاتھ نیز مے کر ان پر حملہ کیا۔ ناگاہ حُرؓ کا بھائی مصعب بن یزید ریاحی لشکر عمر سعد ملعون سے جدا ہوا۔ اور اپنے گھوڑے کو تیزی کے ساتھ لا کر حُرؓ کی برابر آیا اور اس نے

حُر کے ساتھ ساتھ لشکر عمر بن سعد پر تیزی سے حملے کرتے شروع کیے اب یہ دونوں حقیقی بھائی دشمنوں کو قتل کر رہے تھے حر نے کہا خوب کیا جو تم آگے اس نے کہا کہ ایک تمنا ہے کہ میں بھی چہرہ امام حسینؑ کی زیارت کر لوں چنانچہ برادر حُر لشکر حسینی میں آیا اور حضرت امام حسینؑ کی قدمبوسی کی۔ زیارت سے مشرف ہوا اور پھر مصروف کارزار ہو گیا۔ امام حسینؑ نے اس کو عفو و بخشش سے نوازا۔ اس وقت امام حسینؑ کا دل قوی ہو رہا تھا کہ دو مددگار مل گئے۔ لیکن واحسرتا امام حسین علیہ السلام نے عصر عاشورا تک بہتر داغ مفارقت برداشت کیے۔ مقتل سے لاشوں کو لائے اور پھر مقتل میں جا کر رکھ آتے۔

حُر ریاحی کا اپنے فرزند کو لشکر ابن سعد سے جنگ کے لیے بھیجنا

خلاصہ روایات یہ ہے کہ روز عاشورا محرم پہلے حملہ میں لشکر امام حسین کے باون [۵۲] افراد شہید ہوئے بعدہ قدرے جنگ سے ہاتھ کھینچ لیا مگر پھر دو مرتبہ صف قتال و جدال آراستہ ہوئی جب کہ دشمن کی فوج پانی سے سیر تھی اور حضرت امام حسینؑ کے لشکر میں بندش آب تھی۔ ابن نما علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب حُر نصرت دیاوری حضرت امام حسین میں لشکر کفار سے نکل کر لشکر حق میں آ گیا اس وقت حرؑ نے امام عالیمقام سے عرض کیا کہ اے مولی جب مجھے ابن زیاد نے قصر دارالامارہ سے کربلا بھیجا تو میں نے ہاتف غیبی کی یہ آواز سنی یا حُر البشر بالجنۃ یعنی کہ اے حر تمہیں جنت کی بشارت ہو۔ میں نے اپنے چاروں طرف نگاہ کی تو کوئی شخص نظر نہیں آیا۔ میں اپنے دل میں کہنے لگا کہ یہ کیسی بشارت ہے کہ

میں تو فرزند رسول خدا کے محصور کرنے کے لیے جا رہا ہوں اور مجھے ہاتف غیبی، جنت کی بشارت دے رہا ہے۔ لیکن الحمد اللہ اس بشارت کو اب عملی طور پر دیکھ لیا کہ میں نصرت فرزند رسول خدا میں جام شہادت پیوں گا اور میری خطا حضور نے معاف فرما دی ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا اے حرؑ الخیر خیر اور فرمایا کہ وہ آواز دینے والے حضرت خضر پیغمبر تھے۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ حرؑ کہتا ہے کہ اے مولی میں آپ پر قربان میں نے آج شب خواب میں اپنے پدر بزرگوار کو دیکھا جب ان کی نگاہ مجھ پر پڑی تو بڑی حیرت کے ساتھ مجھ سے کہا کہ اے پسر اس روز تو کہاں تھا۔ اور کس کام میں مشغول تھا۔ میں نے جواباً کہا کہ ابن زیاد نے مجھے اس کام پر مامور کیا ہے کہ حسینؑ ابن علی کو اثناء راہ گرفتار کروں اور ان کو کسی طرف نہ جانے دوں۔ میرے بابا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا کہ اے بیٹا تمہارا پسر پیغمبر خدا سے کیا کام کہ تم حسینؑ ابن فاطمہؑ کے ساتھ دست بازی کرو جو کہ اسلام کے آئین کے خلاف ہے۔ تمہیں تو یہ چاہیئے کہ حسین بن فاطمہؑ پر ترس کرو تاکہ میدان حشر میں رسول خدا کا ہاتھ اور تیرا گریبان ہو۔ تم اس کے دشمن سے جنگ کرو۔ پس اے مولیٰ اب مجھے اذن جہاد دیجیے۔ تاکہ میں جام شہادت پی کر رضا خدا حاصل کروں۔ اور فائز المرام ہوں ؎

شہ دین زگفتار حُر زار شد
دو چشمش چو ابر گہر بار شد

یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام نے جب حرؑ کی باتیں سنیں اور دیکھا کہ حرؑ اذن جہاد مانگ رہا ہے۔ اب ہر گریہ طاری ہو گیا، اور مثل ابر نو بہار آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ اور حرؑ کو اذن جہاد دیا۔

مقتل ابی مخنف میں ہے کہ ثُمَّ اَتَیَ الحر قال لولدہ احمل یا بنی علی القوم الظالمین۔ کیا کہنا حُر کا کہ جیسے ہی امام عالی مقام سے اذن جہاد ملا پہلے اپنے نور نظر اپنے بیٹے کو نثار شاہ ہونے کے لیے میدان کارزار میں بھیجا۔ حُر کے فرزند کا نام علی تھا یہ نیزہ لے کر شیرانہ طور پر دشمن کے لشکر کی طرف بڑھا اور حملہ کیا۔ حُر بیٹے کا حوصلہ بڑھاتے رہے۔ ابی مخنف کہتے ہیں کہ اس جوانمرد نے ستر آدمی لشکر عمر بن سعد کے قتل کئے۔ بروایت فوادح الحسینیہ اس وقت پسر حر حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کیا۔ آقائے نامدار آپ مجھ سے راضی ہیں آپ نے فرمایا۔ میں راضی ہوں میرے نانا رسول خدا راضی ہیں۔ میری ماں فاطمہ زہرا راضی ہیں اور خدا تجھ سے راضی ہے۔ حضرت امام حسینؑ نے پھر اس کو دعا دی اور فرمایا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اَنْ تَرْضٰی عنھما فانی راض عنھما خدایا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ علی بن حرؓ اور حرؓ سے راضی و خوشنود ہو۔ کیونکہ میں ان دونوں سے راضی ہوں بعدہ دونوں باپ بیٹے قلب لشکر بن سعد پہ جھپٹے اور مقاتلہ شروع کیا اور دو سو دشمنوں کو قتل کیا۔ حُر کے بیٹے کلے یہ رجز تھا ؎

انا علی و انا ابن الحر   افدی حسینا من جمیع الضر

یعنی میں علی بن حر ہوں اور امام حسینؑ کا فدائی ہوں۔ انہیں ہر ضرر سے بچاؤں گا۔ اور جام شہادت پی کر فوز عظیم حاصل کروں گا۔ اور روز نبی و آل نبیؐ کے ساتھ ہوں گا۔ اس رجز کے بعد پچاس ملعونوں کو واصل جہنم کیا وہ وقت آیا کہ طاقت جواب دینے لگی کہ ایک ملعون نے علی بن حرؓ پر نیزہ کا وار کیا گھوڑے پر سنبھل نہ سکے۔ تو حرؓ کو آواز دی یا ابہ اور کہا اے شیعو مجھے اس وقت شہزادہ علیؑ اکبر یاد آتے ہیں

کہ نرغہ اعدا میں گھیرے ہوئے ہیں جب آپ پر چاروں طرف سے اعدائے دین حملہ کرنے لگے تو آپ نے اپنے گھوڑے کی گردن میں باہیں ڈال دیں کہ اے گھوڑے مجھے میرے بابا غریب و مظلوم کے پاس پہنچا دے۔ غرضکہ حرؓ نے اپنے بیٹے کی آواز سنی حرؓ اور اصحاب امام حسینؑ تین سے چند لوگ گئے۔ مگر گرد و غبار کی وجہ سے علی بن الحر کو نہ پہچان سکے۔ عمر بن سعد کی فوج کے کچھ لوگوں نے فرزند حرؓ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور اس کو زخمی حالت میں ملاعین نے نیزہ پر بلند کیا اس وقت وہ کلمہ طیبہ پڑھ رہے تھے توحید و بدرت کی گواہی دے رہے تھے۔ اے شیعو دو لاشوں کو روز عاشورا اعدائے دین نے نیزہ پر بلند کیا ہے۔ ایک علی ابن الحر کی لاش کو جیسا کہ ذکر کیا جا چکا دوسرے قمر بنی ہاشم محمد بن مقداد کہتے ہیں کہ میں امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ نہر علقمہ پر گیا دیکھا کہ چار سو نیزہ دار حضرت عباس علیہ السلام کے لاشہ کا حصار کئے ہوئے ہیں جسم ٹکڑے ٹکڑے ہے اور آپ کے لاشہ کو نیزہ پر بلند کیا ہے۔ واویلا عباس علمدار کا لاشہ نیزہ پہ معلق رہا۔ اور امام حسین علیہ السلام کی لاش مبارک پائمال سم اسپاں ہوئی۔ بہر حال حُر بن یزید ریاحی نے اپنے بیٹے کا لاشہ نیزہ پر بلند دیکھا غور کیجئے کہ اس وقت حرؓ کی کیا حالت ہوگی۔ لیکن حرؓ نے کہا خداوندا تیرا شکر ہے کہ میرا بیٹا فرزند رسول خدا کی نصرت و یاوری میں شہید ہوا۔ لم تمت جاھلا جاہلیت کی موت نہیں مرا۔ حرؓ جانتے تھے کہ جو امام زمانہ کو نہیں پہنچانتا وہ جاہلیت کی موت مرا ہے۔ مومنین کرام ذرا امام حسین علیہ السلام کی بے کسی کو یاد کرو۔ کہ جب ہمشبیہ پیغمبر علی اکبر کے سینہ پر برچھی لگی اور شہزادہ علی اکبر گھوڑے سے زمین پر گرے آواز دی یا ابتاہ اور کہا اے بابا مدد کو پہنچے۔ امام حسینؑ نے مقتل کا رُخ کیا گرتے پڑتے لاش پسر پہ پہنچے

فرماتے ہیں۔ بیٹا علی اکبرؑ تم آواز نہیں دیتے۔ دیکھا کہ علی اکبر کا ایک ہاتھ سینہ پر ہے امام حسینؑ نے ہاتھ ہٹا یا دیکھا کہ برچھی کی انی سینہ میں ہے نہ معلوم امام حسینؑ نے کیوں کر برچھی نکالی ہے

کسے معلوم اپنی یا پسر کی بند کی آنکھیں
سناں شبیرؑ کیسے نکالی قلب اکبرؑ سے

حر بن یزید ریاحی کا لشکر اعدائے سے جنگ کرنا

کنوں نوبت کارزار من است
خزاں پسر شد بہار من است
بکیں پسر کار زاری کنم　　　که اندر جہاں یادگاری کنم

حضرت حُرؑ اپنے فرزند کے شہید ہونے کے بعد خدمت حضرت امام حسین علیہ السلام میں آئے۔ دل بھرا ہوا تھا۔ اول قدم بوسی امام عالیمقام بجالائے۔ پھر اذن جہاد طلب کیا امام حسین علیہ السلام نے اجازت جہاد دی۔ حر میدان کارزار میں آئے اور رجز پڑھا ہے

منم شیر دل حُرؑ مردم رباے　　　کمربستہ پیش ولی خدائے
منم شیر و شمشیر بُران بدست　　　که دارد برابر این شیر و شمشیر دست

یعنی کہ میں شیر دل حُرؑ ہوں اور لوگوں کو لیجانے والا ہوں یعنی قتل کرنے والا ہوں اور میں ولی حق حضرت امام حسینؑ کی نصرت دیاوری پر کمربستہ ہوں۔ میں شیر ہوں اور شمشیر بُران میرے ہاتھ میں ہے پس آپ نے مانند شیر حملہ کیا۔ لشکر عمر سعد سے ایک شخص نکل کر مگر حضرت حُرؑ نے قتل کر دیا۔ پھر یزید بن سفیان تمیمی نے

کہ جو لوگوں کے حوصلہ بڑھانے میں مشہور و معروف تھا کہنے لگا کہ اے لشکر والو تم نہیں دیکھتے کہ حرؑ غلام کی طرح فرار ہو گیا۔ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ حر لشکر حسین ابن علی کی طرف جا رہا ہے تو میں اسے وہاں جاتے ہوئے قتل کر دیتا مگر افسوس کہ وہ میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ اور پھر اس نے کہا کہ تم سب مل کر حُرؑ پر حملہ کرو۔ ادھر حضرت حر نے لشکر اعداء پر نیزہ سے حملہ کرنا شروع کیا۔ لشکر میں ہل چل مچ گئی۔ لیکن اسی اثناء میں آپ زخمی ہوئے اور سپاہ دشمن سے باہر آئے اس وقت حصین بن نمیر ملعون نے یزید بن سفیان کی طرف رخ کر کے کہا کہ اے برادر میں چاہتا ہوں کہ اس حُرؑ کی گردن قطع کرو۔ یعنی میری آرزو ہے کہ حُرؑ کو قتل کردں۔ پھر اس ملعون نے چیخ کر کہا اے حر کہاں جاتا ہے۔ تو اپنی جان شیریں مجھ سے نہ بچا سکے گا۔ حضرت حرؑ نے اس کی طرف دیکھا اور غضب آلود نگاہ اس پر ڈالی اور اس پر مثل شیر درندہ حملہ کیا۔ اور نیزہ سے اس کی آنکھیں نکال لیں۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ۔ ثم

حمل علی القوم وقتل رجالا ومسکن ابطالا وقد امتلاء غیظا وحنقا۔

یعنی کہ حضرت حُرؑ نے ایسا سخت قتال کیا کہ الحذر الحذر کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ اس وقت عمر ابن سعد نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ سب مل کر حر پر حملہ کریں۔ وہ بے شرم لوگ چاروں طرف سے حُرؑ پر ٹوٹ پڑے۔ اور تیر برسانے لگے۔ آپ کے گھوڑے پر تیروں کی بارش ہوئی۔ آخر کار حُرؑ گھوڑے پر نہ سنبھل سکے اور زمین پر تشریف لائے اور آواز دی یا اقاہ ادرکنی حضرت امام حسین بھی بعد از ظہر جب گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے ہیں تو آپ کا جسد مبارک تیروں پر معلق رہا۔ کوئی نہ تھا کہ جو امام حسینؑ کے سرہانے موجود ہوتا۔ ہاں فاطمہ زہرا موجود ہوں گی۔ فرماتی ہوں گی بیٹا حسینؑ ماں حاضر ہے۔

حُرِ ریاحی کا ہاتفِ غیبی کی بشارت سُننا

کتب اربابِ مقاتل سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ روزِ عاشوراء محرم حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں جنابِ حُر سے زیادہ باوفا، شجاع، دلیر کوئی اور نہ تھا۔ حضرت حُرؒ نے جو میدان کارزار میں جوہرِ شجاعت دکھلائے ہیں وہ رہتی دنیا تک تابندہ رہیں گے۔ ہر چند کہ حضرت حُرؒ نے دشمنوں کو قتل و زخمی کیا۔ اور کسی کو اپنے نزدیک نہیں آنے دیا۔ لیکن حضرت حُرؒ پیادہ تھے۔ بایں وجہ سواروں سے جنگ کرنا مشکل تھا۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کو حُر کے پیادہ ہونے کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ گھوڑے پر زین رکھو اور حُر تک گھوڑا پہنچاؤ۔ جب زین سے آراستہ گھوڑا حُر تک پہنچا تو حُر نے رکابِ توسن کو بوسہ دیا۔ اور حُرؒ امام عالیمقام کی اس غلام نوازی اور مہربانی پر رونے لگے۔ اور حُرؒ نے اسی زخمی حالت میں پھر جہاد و قتال کیا۔ اور لشکر عمر بن سعد کی صفوں کو درہم برہم کر دیا اور اسی ولدے آدمیوں کو تہ تیغ کیا۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ لشکر عمر ابن سعد یکجا جمع تھا۔ مگر حُر کے حملوں کی تاب نہ لا کر پراگندہ و منتشر ہو گیا اس وقت ہاتفِ غیبی نے ندا دی کو اے حُرؒ دیکھو تم کدھر جا رہے ہو۔ اب وقتِ شہادت آن پہنچا ہے اے حُر دلاور حور و قصور تیرے انتظار میں ہیں۔ جب حُر نے یہ آواز سُنی تو شوقِ شہادت میں جھومنے لگے خود اپنے سر سے اُتار دیا زرہ کھول دی۔ اور دریائے جنگ میں تیرنے لگے۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اشتراک فی قتلہ ایوب بن مسرح و رجل آخر من فرسان

اہل الکوفۃ۔ یعنی کہ دو شخص ایک ایوب بن مسرح اور دوسرا ایک اور شخص (بعض کتب میں اس کا نام قسورۃ بن کنانہ لکھا ہے) نے مل کر یہ طے کیا کہ حُر کو قتل کریں۔ یہ دونوں قتلِ حُر پر متفق ہو گئے۔ اور قسورۃ نے حُرؒ کے سامنے سے حملہ کیا اور ایوب بن مسرح نے عقب سے حملہ کیا۔ اور زہر آلود سنان آپ کے سینہ پر ماری سنان سینہ میں در آئی۔ اس وقت حضرت حُر نے اس ملعون کو نگاہِ قہر آلود سے دیکھا تو اس پر خوف طاری ہوا اور وہ ملعون سنان چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اور ایوب بن مسرح نے عقب سے آ کر تلوار زہر آلود آپ کے سرِ مبارک پر لگائی۔ آپ گھوڑے سے زمین پر گرے۔ اور اس وقت حضرت حُر رحمۃ اللہ علیہ کے کان میں یہ آواز دی۔ یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی اس وقت حضرت حُر کی روح نے جنتِ اعلیٰ کو پرواز کی کتاب روضۃ الشہداء میں ہے کہ امام حسین علیہ السلام حُرؒ کے پاس پہنچے تو حُرؒ نے عرض کیا۔ السلام علیک یا ابن رسول اللہ ادرکنی امام حسین نے حُرؒ کے چہرہ سے خون صاف کیا اور فرمایا اے حُرؒ خدا تم سے راضی ہے رسولِ خدا راضی ہیں میرے بابا علی تم سے خوش ہیں اور اے حُرؒ میری ماں فاطمہ تم سے خوش ہیں میں تم سے راضی ہوں۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

شہادت مصعب برادر حُرِ ریاحی علیہ الرحمۃ

جب حضرت حُرؒ شہید ہو گئے تو جناب مصعب جو کہ حُر کے حقیقی بھائی تھے کمر شکستہ ہو گئے تاب صبر و ضبط نہ رہی۔ خدمت امام حسین علیہ السلام میں حاضر ہوئے سلام بجا لائے قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔ اور عرض کیا کہ اب زندگی شاق گزرتی ہے جب بھائی نہ رہا تو جینے کا کیا مزہ اجازتِ جہاد عطا کیجئے تاکہ

زہیر بن حسان اسدی کی شہادت

کتاب روضۃ الشہداء میں ہے کہ صبح روز عاشورا حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے لشکر سے جدا ہوئے اور دونوں لشکروں کے درمیان کھڑے ہو کر پھر ایک مرتبہ وعظ و نصیحت فرمائی کہ اے لشکروں کوفہ و شام۔ خافوا اللہ واستحیوا من رسول اللہ ولا تخاطروا انفسکم بالظلم فی سفک دمی و دماء اهلبیتی و بقیۃ اصحابی۔ یعنی کہ اے قوم خدا کا خوف کرو۔ خدا سے ڈرو۔ رسول خدا سے حیا کرو۔ میرے اور میرے اہلبیتؑ اور میرے باقی ماندہ اصحاب کے خون سے ہاتھ نہ بھرو۔ میرے قتل سے باز آؤ۔ تمہارے ہی لشکر سے حرؑ اپنے پسر اور بھائی اور غلام کے ساتھ میری نصرت کے لیے نکلا اور جام شہادت نوش کیا۔ دیکھو تم خون ناحق میں ہاتھ نہ رنگو۔ ورنہ قیامت میں سوائے پشیمانی کچھ اور نہ ہوگا۔ میں نے اپنی حجت تم پر تمام کر دی ہے کہ میدان قیامت میں تم مجھ پر حجت نہ کر سکو۔ اے گروہ نابکار میں نے عمر بن سعد کے روبرو تین شرطیں پیش کی تھیں ایک یہ مجھے شام جانے دیا جائے تاکہ میں یزید بن معاویہ سے خود گفتگو کروں اور فتنہ و فساد ختم ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ مجھے مدینہ جانے دیا جائے تاکہ اپنے نانا کے روضہ پر زندگی بسر کروں۔ لیکن تم نے یہ دونوں باتیں نہیں مانیں۔ اور مجھے یہاں محصور کر لیا۔ تیسرے یہ کہ پانی بند نہ کیا جائے مجھ سے مطالبہ بیعت یزید کیا گیا۔ میں ہرگز بیعت یزید نہیں کروں گا اب جنگ و مقاتلہ کی صورت پیدا ہو گی۔ جو تمہاری نگاہ کے سامنے ہے۔ پھر آپ نے

میں آپ کے دشمنوں کو قتل کروں۔ اور جام شہادت نوش کروں امام حسینؑ نے اذن جہاد دیا۔ مصعب میدان کارزار میں گئے۔ دشمنوں کی صفوں کو درہم برہم کیا اور آخر کار اعدائے دین نے مل کر حملہ کیا۔ اور برادر حرؒ حق مودت امام حسین علیہ السلام ادا کر کے جان بحق ہوئے۔

شہادت عروہ غلام حُر ریاحی علیہ الرحمۃ

حضرت حرؒ کی شہادت اور بیٹے اور بھائی کی شہادت کے بعد عروہ غلام وفادار امام حسین خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا اذن جہاد مانگا۔ میدان کارزار میں آئے قتال کیا روایت ہے کہ چالیس اعدائے دین کو قتل کیا۔ عمر بن سعد نے حکم دیا کہ سب مل کر حملہ کریں۔ چاروں طرف سے لشکر ٹوٹ پڑا۔ عروہ گھوڑے سے گرے اور دشمنوں نے تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا مصنف کامل السقیفہ لکھتے ہیں کہ حضرت حُرؒ کے رشتہ دار واقربا عمر بن سعد کے پاس آئے اور کہا کہ ہمیں تو اس بات کی اجازت دے کہ حُرؒ اور ان کے بیٹے بھائی اور غلام کی لاشوں کو لے جائیں اور سپرد خاک کر دیں۔ ابن سعد ملعون نے ان کو اجازت دی اور مقتل سے لاشیں اٹھا کر لے گئے۔ واحسرتا ان مسلمانوں میں کوئی اتنا بھی نہ تھا کہ جو عمر بن سعد سے شہیدان کربلا اور امام حسینؑ کے لاش مبارک کو دفن کرنے کے لیے کہتا شہیدوں کے لاشے بے گور و کفن آگ گرم پر پڑے رہے۔ اور پھر بارھویں محرم کو قبیلہ بنی اسد نے دفن کیے۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

فرمایا کہ اب میری یہ خواہش ہے کہ ایک ایک آدمی مقابلہ کے لیے تاکہ قوت کا مظاہرہ ہو سکے۔ لوگوں نے کہا یابن فاطمہ بہت خوب ہے ہم اس کے لیے آمادہ ہیں۔ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام اپنے لشکر کی طرف واپس تشریف لے آئے۔ عمر بن سعد نے جنگ کے لیے ایک شخص کو بھیجا کہ جس کا نام سامر تھا۔ کتاب ریاض میں مولف کتاب ہذا کے والد مرحوم نے نقل کیا ہے کہ سامر نامی شخص ایک گھوڑے پر سوار اور اسلحہ سے لیس مقابل میں آیا۔ اور ادھر لشکر حق سے زہیر بن حسان اسدی مقابلہ میں نکلے جو عرب کے نامور بہادروں میں سے ایک جوانمرد تھے۔ چنانچہ اول زہیر بن حسان اسدی خدمت امام حسینؑ میں آئے سلام کیا قدم بوسی کا شرف حاصل کیا! اذن جہاد طلب کیا۔ اور مقابلہ میں پہنچ کر ایک شیرانہ، دلیرانہ نعرہ بلند کیا۔ اور کہا۔ خبرز نا هير کالاسد الضائر وقطع السبل على السامر۔ جنگ شروع ہوئی اور آپ نے کچھ دیر اور بعد ایک ایسا نیزہ مارا کہ وہ شقی گھوڑے سے نیچے گرا۔ اور گھٹنوں کے بل داخل جہنم ہوا۔ پھر زہیر بن حسان نے ایک نعرہ بلند کیا اے کوفیوں میں زہیر بن حسان اسدی ہوں۔ اسی اثناء میں ایک شخص جو رؤساء کوفہ سے تھا جس کا نام بن کعب تھا مقابلہ کے لیے نکلا۔ زہیر بن حسان اسدی نے موقعہ پا کر ایک ایسا وار کیا کہ وہ واصل جہنم ہوا۔ پھر صالح بن کعب مقابلہ کے لیے نکلا زہیر نے اسے بھی نیزہ کی انی کا مزہ چکھایا اور اس کو گھوڑے سے زمین پر کھینچ لیا۔ اس کے بعد صالح کا بیٹا مقابلہ کے لیے نکلا تاکہ باپ اور چچا کا بدلہ لے۔ لیکن انہوں نے اس کو بھی آتش جہنم کی سپرد کر دیا۔ اس وقت عمر بن سعد ملعون نے بحیر بن احجار کی طرف رخ کیا اور کہا کیا تو نہیں دیکھتا کہ یہ مرد میدان یگانہ روزگار جنگ کر رہا ہے۔ اس

پر بن احجار نے کہا کہ تین ہزار سوار میرے ساتھ کیے جائیں۔ تاکہ میں اس کا مقابلہ کر سکوں۔ چنانچہ ۳۰۰ سو سواروں کے ہمراہ وہ بد نہاد آپ کے مقابلہ میں آیا۔ اور کہنے لگا۔ اے زہیر میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو واپس چلا جا کہ ہمارا امیر ابن زیاد تیری بہت زیادہ قدر و منزلت کرے گا۔ زہیر بن حسان اسدی نے مثل شیر نعرہ لگایا اور کہا کہ اے بدبخت مجھے خداوند عالم نے دین کی دولت عطا کی ہے۔ جنت میری دولت ہے تو مجھے فقر و فاقہ کا طعنہ دیتا ہے یہ کہہ کر آپ نے اس شقی پر حملہ کر دیا۔ ابن حجار کے قدم میدان سے اکھڑ گئے۔ آپ اس کے عقب میں گئے۔ کمین گاہ سے آپ پر اس کے ہزاروں ساتھیوں نے حملہ کر دیا تیر برسنے شروع ہو گئے۔ جناب زہیر بن حسان اسدی تیروں سے زخمی ہونے کے بعد گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے۔ اصحاب حسینؑ آگے بڑھے حملہ کرتے ہوئے ان تک پہنچے ان کو زخمی حالت میں پایا ابھی رمق جان باقی تھی۔ امام حسینؑ بھی اس کے سرہانے تشریف لے گئے اور زہیر کا سر اپنی آغوش میں لیا۔ اصحاب حلقہ بنائے ہوئے تھے۔ مولف کتاب فرماتے ہیں کہ جب کوئی شہید گھوڑے سے زمین پر گرا۔ تو ساقی کوثر علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے اس کو جام کوثر عطا کیا لیکن کسی شہید نے یہ نہیں بتلایا کہ مجھے ساقی کوثر نے جام کوثر پلایا ہے۔ لیکن شہداء کربلا میں زہیر بن حسان اسدی اور شہزادہ علی اکبر علیہ السلام ایسے ہیں کہ جب حضرت امام حسینؑ نے ان سے دریافت کیا کہ پانی ملا یا نہیں تو دونوں نے جواب دیا کہ ساقی کوثر علی مرتضیٰ نے آپ کوثر سے سیراب کیا ہے۔ اور خصوصاً حضرت علی اکبر علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے کہ یا ابہ هذا جدی قد سقانی بابا یہ میرے جد علی مرتضیٰ موجود ہیں جنہوں نے مجھے آب کوثر سے سیراب

کیا ہے۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

مبارزت عبداللہ بن عمیر اور آپ کی شہادت

جب روز عاشورا محرم انفرادی مقابلہ کی صورت میں جنگ کا آغاز ہوا تو طرفین کے لشکر سے مبارز طلبی کرتے ہوئے ایک ایک دو شخص نکلے۔ بروایت شیخ مفید علیہ الرحمۃ لشکر اعداء سے جو شخص نکلا وہ یسار غلام زیاد بن سفیان تھا۔ لیکن تاریخ طبری میں ہے کہ دو شخص نکلے ہیں جن کے نام یہ ہیں۔ یسار غلام زیاد بن سفیان اور سالم یعنی طبری نے سالم نامی شخص کا اضافہ کیا ہے۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ یہ دونوں ملعون گھوڑوں پر سوار تھے۔ ان کے مقابلہ کے لیے لشکر امام حسین علیہ السلام سے دو شخص نکلے جن کے نام یہ ہیں بریر بن خضیر ہمدانی، اور حبیب ابن مظاہر اسدی۔ یہ اصحاب امام عالیمقام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اذن جہاد مانگا۔ حضرت امام حسینؑ نے کچھ توقف فرمایا یعنی خموشی اختیار کی کہ اسی اثناء میں عبداللہ بن عمیر سامنے حاضر ہوئے سلام عرض کیا اور اذن جہاد طلب کیا۔ اور کہا کہ مجھے اجازت دیجئے میں ان کافروں کو جہنم رسید کرتا ہوں حضرتؑ نے ان کے چہرہ پر نظر کی عبداللہ بن عمیر دراز قد۔ قوی ہیکل جوانمرد تھے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ عبداللہ ان دونوں کے مقابلہ کے لیے زیادہ موزوں ہیں۔ پس امام حسین علیہ السلام نے ان کو اجازت دی تلوار بے نیام لیے ہوئے لشکر حق سے نکلے میدان کارزار میں پہنچے۔ اور رجز پڑھا انفرادی مقابلہ میں یہ ضروری تھا کہ ہر دو مقابل اپنا اپنا تعارف کرائیں۔ (قابل فخر کارنامے

بیان کریں) اپنا حسب ونسب بیان کیا۔ اور مقابل کو للکارا وہ دونوں بدبخت کہنے لگا کہ ہم نے نا حق بیان تک آنے کی زحمت گوارا کی کہنے لگے کہ یا تو بریر بن خضیر ہمدانی کو ہمارے مقابلہ کے لیے آنا چاہیئے تھے۔ یا زہیر بن قین بجلی کو آنا چاہیئے تھا۔ ہم تجھ سے جنگ کرنا اپنے لیے باعث ننگ و عار سمجھتے ہیں۔ اس پر عبداللہ بن عمیر نے کہا کہ اے غلامان روسیاہ میں تمہارا کام تمام کروں گا جہنم تمہارا مشتاق ہے اور یہ کہہ کر آپ نے ان پر حملہ کیا۔ اور یسار نامی شخص کے پیرول پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ گھوڑے سے زمین پر گرا۔ اور چیخنے لگا۔ اسی اثناء میں سالم ملعون عقب سے نکلا اور اس نے عبداللہ بن عمیر پر تلوار کی ضرب لگانے کی کوشش کی۔ اصحاب امام حسینؑ نے باواز بلند عبداللہ کو اس کے حملہ کرنے سے آگاہ کیا۔ کہ عبداللہ بن عمیر نے ایک ایسی ضرب لگائی کہ سالم ملعون کے ہاتھ کی چار انگلیاں کٹ گئیں اور پھر اس سے گھوڑے پر نہ سنبھلا گیا۔ زمین پر گرا۔ ادھر ابن زیاد ملعون کے غلام جو کثیر در کثیر کھڑے ہوئے تھے سب نے آپ پر حملہ کر دیا۔ اور آپ زخمی ہو کر گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اور روح مبارک جنت کو پرواز کر گی۔ امام حسینؑ علیہ السلام کو جب خبر ہوئی تو آپ نے اشک بہائے۔ اور فرمایا کہ عبداللہ احتسبہ وحماۃ اصحابی یعنی خداوند عالم کے نزدیک میں اپنا حساب اور اپنے اصحاب کا حساب خود کروں گا کہ کربلا میں ہم پر کیا گذر گئی۔ ہماری جانیں قربان ہوں آقا و مولیٰ مظلوم کربلا پر۔ زیارت ناحیہ میں امام العصرؑ اپنے جد سے خطاب کر کے فرماتے ہیں یعنی اے جد نامدار اے حسینؑ مظلوم کربلا آپ کے صبر پر ملائکہ تعجب کرتے ہیں کتاب ریاض میں ہے جیسے جیسے آفتاب کی حدت زیادہ ہو جاتی تھی۔

امام حسینؑ کے خیموں سے العطش العطش کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ اور آواز العطش حسینؑ کے اصحاب کے کانوں تک پہنچ رہی تھیں۔ جناب سکینہ خاتون کے پاس تمام بچے خالی کوزے لیے ہوئے جمع ہو رہے تھے اور ادھر لشکر حق میں اصحاب حسین علیہ السلام کا یہ عالم تھا کہ ایک صحابی دوسرے صحابی سے پہلے جام شہادت پینے کے لیے بے چین تھا ہر ایک صحابی امام حسین علیہ السلام سے اجازت میدان کارزار مانگتا سلام آخر کرتا امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں۔ وعلیک السلام و نحن خلفک ۔ تم پر بھی میرا سلام ہو۔ اور میں تمہارے پاس پہنچنے والا ہوں۔

بُریر بن خضیر ہمدانیؒ کی شہادت

جان نثاران امام حسینؑ علیہ السلام میں سے بریر بن خضیر ہمدانی بھی ایک خاص درجہ رکھتے ہیں۔ آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئے بعد سلام عرض کیا اے فرزند رسول خدا اب زندگی بے کیف معلوم ہوتی ہے اذن جہاد دیجئے۔ آپ نے اذن جہاد دیا اور فرمایا میرے نانا رسول خدا اور میرے بابا علیؑ کو میرا اسلام کہنا۔ آپ میدان کارزار میں آئے۔ لیکن کتب مقاتل میں یہ نہیں پایا جاتا کہ آپ پیادہ تھے یا گھوڑے پر سوار تھے۔ فرمایا انا بریر ابن خضیر۔ کہ میں بریر ہوں اور میرے والد خضیر ہیں۔ میں ہنگام جنگ شیر ہوں۔ اور دشمن میرے ہاتھ سے بچ کر نہیں جا سکتا۔ آپ نے حملہ شروع کیا اور جنگ میں ہمہ تن مشغول ہو گئے۔ جب فوج اعداء نے بھاگنا شروع

کیا تو فرمایا اے قوم بے حیا۔ اے مومنوں کے قاتلو کیوں بھاگتے ہو۔ اس اثناء میں ایک جس کا نام یزید بن معقل تھا لشکر اعداء سے آپ کے مقابلہ کے لیے نکلا۔ اس نے بریر سے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم گمراہوں میں سے ہو آپ نے فرمایا کہ تو فاسق و فاجر ہے اور فاسق کی گواہی قابل قبول نہیں ہے۔ اور آپ نے فرمایا کہ اگر تو فاسق نہیں ہے تو مجھ سے مباہلہ کرنا کہ اسی میدان کارزار میں دنیا حق و باطل کو پہچان لے اور باطل کے لیے فنا لازمی ہے۔ وہ بدعقل راضی ہو گیا اور اس نے اپنی تلوار جناب بریر بن خضیر ہمدانی کے حوالہ کر دی اور خود وہ کافر بے تلوار ہو گیا۔ یہاں تک کہ جنگ کی نوبت آگئی۔ بریرؓ نے تلوار بلند کی اور آپ نے اس ملعون پر ایک ایسی ضرب لگائی کہ تلوار خود کو قطع کرتی ہوئی اس کے دماغ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور اس کے بعد بریر خدمت امام عالیمقام میں آئے۔ اور عرض کیا کہ میں صرف زیارت آخر کے لیے آیا ہوں حضرت امام حسینؑ نے ان کو بہشت بریں کی خوشخبری دی۔ پھر وہ میدان کارزار میں گئے۔ کافروں کو قتل کیا مگر پیاسے تھے۔ زخمی بھی ہو گئے تھے قوت جواب دے چکی تھی کہ جام شہادت نوش کیا۔ آپ کے قاتل کا نام بحیر بن اوس تھا۔

حالات وہب بن عبداللہ بن حباب کلبیؓ

حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب و انصار میں ایک شخص وہب بن عبداللہ بن حباب قلبی ہیں۔ آپ کے حالات میں ہے کہ وہب جوان رعنا، نیک خو، صورت و سیرت میں بے مثال تھے ان کو دیکھ کر یہ محسوس ہوتا تھا کہ نقاش قدرت نے ان کو احسن تقویم میں جب بنایا تو اوصاف حمیدہ

انسانی کے نقوش نمایاں کردے ۔ ان کا چہرہ مثل قمر مدوّر تھا یعنی گول تھا۔ بال گھونگروالے شبیر کی طرح تھے ۔طبیعت سخت تھی جس سے دشمن ہراسان رہتا تھا۔ ان کے جمالیات نمایاں اور ان کے چہرہ سے کمال مصور فطرت ظاہر ہوتا تھا۔ ہم سابق میں تحریر کر چکے ہیں کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے کربلا کی طرف آتے ہوئے منزل ثعلبیہ وہب بن عبداللہ کلبی کے خیموں کو عبور کیا۔ تو اس وقت وہاں پانی کا نام ونشان نہ تھا۔ آپ چونکہ با علم امامت آگہی تھی کہ رئیس خیمہ وہب نامی میرے ناصروں میں سے ہے اور اس کا نام محضر شہداء میں درج ہے پس امام عالیمقام نے وہاں باعجاز امامت ایک چشمۂ آب جاری کیا اس وقت وہب صحرا میں کسی طرف گئے تھے ۔ ان کی والدہ ماجدہ موجود تھیں ۔ امام حسینؑ چشمہ آب جاری کرکے تشریف لے گئے ۔ حسینی قافلہ کربلا کی طرف روانہ ہو گیا ۔ وہ وقت آیا کہ وہب صحرا سے اپنے خیمہ میں واپس آئے تو دیکھا کہ چشمہ آب جاری ہے۔ حیران ہو گئے ماں سے کہا اے مادر گرامی یہ چشمہ کہاں سے آیا ۔ اس ماں نے کہا وہب ایک بزرگ ہستی یعنی امام عالم کائنات کا قافلہ گزرا جب امام عالیمقام کا ادھر ہمارے خیموں کے نزدیک سے گزر ہوا تو فرمایا کہ اس خیمہ کا رہنے والا وہب ہمارا ناصر ومددگار ہے ۔ اور لوح محفوظ ہیں ۔ اس کا نام ہمارے ان ناصروں میں درج ہے کہ جو جام شہادت نوش کریں ہماری اور وہب کی ملاقات کربلا میں ہوگی یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔ اور چشمۂ آب جاری فرما گئے ماں کی یہ باتیں سن کر وہب کے دل میں نور ایمان پیدا ہوا اور محبت فرزند رسول خدا موجزن ہوں ماں کی یہ باتیں سن کر وہب کے دل میں نور ایمان پیدا ہوا اور خیمہ اکھاڑو ۔خیمہ اکھاڑ گیا اور وہب نے بھی کربلا

کا سفر اختیار کیا۔ وارد کربلا ہوا خیمہ نصب کیا اور خدمت امام حسین علیہ السلام میں حاضر ہوا کہ چشمہ آب نے اس کو پہلے ہی سے پاک کر دیا تھا۔ یہاں پہنچ کر مومن ہوا ۔

روایت ہے کہ وہب بن عبداللہ بن جناب کلبی کی شادی کچھ دنوں پہلے ہوئی تھی اور وہ صحرا کی سیر وسیاحت اور شکار وغیرہ کے لیے خیمہ زن تھے اور ان کی ماں کہ جس کا نام قمر تھا ہمراہ تھیں اور اس کی زوجہ بھی ہمراہ تھی۔ وارد کربلا ہونے کے بعد جب امام حسینؑ اور ان کے اہل حرم اور رفقاء پہ پانی بند ہو گیا تو وہب دشمنان آل محمد کے اس رویہ کا خموشی سے مشاہدہ کر رہے تھے کہ روز عاشور گذشتہ شب سے صبح تک بچوں کی آواز العطش العطش ان کے کانوں میں پہنچ رہی تھی اور اس کے علاوہ امام حسین علیہ السلام کی آواز استغاثہ بھی وہ سن رہا تھا اور بار بار سوچ رہا تھا۔ کہ یہی وہ خیر نصرت ہے کہ جو چشمہ آب جاری کرتے ہوئے دی تھی ۔ پریشان ہو گیا۔ خیمہ میں جا کر مادر گرامی اور اپنی زوجہ دونوں سے خطاب کیا تم حسین ابن علیؑ کو آواز استغاثہ نہیں سن رہی ہو ماں کہنے لگی کہ بیٹا آواز بھی ہم سن رہے ہیں اور بچوں کی آواز العطش دل وجگر کے پار ہو رہی ہے امام حسین پر عجب مصیبت کا وقت ہے ۔ وہب کہنے لگے کہ اے مادر گرامی میں تو نصرت حسینؑ کے لیے تیار ہوں ۔ لیکن مجھے تمہارا حسینؑ کے لیے تیار ہوں لیکن مجھے تمہارا اور اس رفیقہ حیات کا خیال آتا ہے کہ میرے بعد نہ صرف کوئی مددگار ہوگا اور نہ تمہاری خبر لینے والا ہوگا۔ مادر وہب سمجھ گئی کہ ایسا نہ ہو کہ ہماری محبت اسے شرف شہادت سے محروم رکھے دونوں نے کہا اے وہب تم جاؤ اور حسینؑ کے دشمنوں کو قتل کرو شوق سے

جام شہادت پیئو۔ زوجہ کہنے لگی کہ اے میرے تاجدار اے وہب میں ایک شرط کے ساتھ تمہیں اجازت دیتی ہوں کہ تم شہید ہو اور میرا سہاگ لٹ جائے لیکن وہ شرط یہ ہے کہ امام حسینؑ کی خدمت میں پہنچو میرا ان کو سلام کہنا اور عرض کرنا کہ جب وہب روز قیامت محشور ہوں تو ان کا بازو میرے ہاتھ میں ہو اور وہ میرے بغیر داخل بہشت نہ ہوں میں ان کی کنیز ہوں۔ وہب یہ سن کر خوش ہوئے اور زوجہ کے ساتھ خدمت امام حسینؑ میں آئے۔ زوجہ نے جو کچھ کہا تھا وہ عرض کیا امام علیہ السلام نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہوگا کہ تمہاری زوجہ تمہارے بہشت میں داخل ہوگی۔ اس نے یہ بھی خدمت امام حسین میں عرض کیا کہ مجھے اپنی بہن زینب خاتون کی خدمت پر مامور کر دیجئے۔ تاکہ دشمنوں کے شر سے بچ سکوں وا حسرتا زوجہ وہب کو یہ معلوم نہ تھا کہ زینبؑ کی قدر و منزلت زینبؑ کے بھائی بچوں تک ہے۔ لیکن جب زینبؑ کے سب بھائی مارے گئے۔ حسینؑ کا سر نیزہ پر بلند ہوگیا۔ تو یہی زینب تھیں۔ سر کھلا ہوا تھا اعدائے دین خیمے لوٹ رہے تھے۔ اہلحرم کے سروں سے چادریں چھین لی گئی تھیں۔ کون تھا کہ جو زینبؑ کی فریاد کو پہنچا۔

وہب بن عبداللہ کلبی اور آپ کی زوجہ کی شہادت

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ جناب وہب نے اپنی زوجہ کو اپنے ساتھ لے کر داخل بہشت ہونے کا یا اذن امام حسین علیہ اقرار کر لیا تو وہ مطمئن خوش ہوئی۔ وہب کی ماں اور آپ کے زوجہ دونوں نے اجازت دی کہ نصرت امام

حسینؑ کرو۔ وہب اپنے خیمہ میں گئے اور اسلحۂ جنگ زیب تن کئے میدان کارزار میں پہنچنے سے پہلے خدمت امام حسینؑ میں حاضر ہوئے اور سلام بجا لائے شرف قدم بوسی حاصل کیا اور اذن جہاد لے کر لشکر اعدائے روانہ ہوئے اور بمطابق دستور رجز پڑھا۔ ان تنکرونی فابن الکلب، عبد الزراعین شدید الضرب انا غلام واثق بالرب، لاریب الموت بذات الحرب، افوز بالجنۃ یوم الکرب کہ میں امام حسینؑ کے دشمنوں کو کاٹنے والوں کی خاک پا ہوں۔ اور میں وہب ہوں عبد اللہ نزار کا شیر ہوں اور رائے میں آہن سخت ہوں یعنی دشمن دین کے لیے تلوار ہوں۔ دشمن کی کثرت کی مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ میں جنگ کے انجام کار یعنی موت سے نہیں ڈرتا۔ دشمن کے لیے کی مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ میں جنگ کے انجام کار یعنی موت سے نہیں ڈرتا۔ دشمن کے لیے میری حرب و ضرب سخت ہے یہ کہہ کر آپ نے حملہ شروع اور لشکر عمر بن سعد میں جس جس جگہ گروہ در گروہ لوگ موجود تھے۔ ان پر حملہ کر کے پسپا کر دیا سب منتشر ہوگئے۔ اور سب سپاہ اعدا سے چالیس ملعون داخل جہنم کئے۔ بعدہ ماں کی خدمت میں حاضر ہوئے زوجہ کو بھی دیکھا کہ وہ خیمہ میں ایک طرف بیٹھی ہوئی ہے پریشان حال ہے مادر گرامی سے عرض کیا کہ آپ مجھ سے راضی ہیں ماں نے کہا بیٹا تم خوب حق نصرت امام حسین علیہ السلام ادا کیا۔ ابھی ماں سے باتیں ہو رہی تھیں کہ زوجہ کی ہمراہی کی آواز گوش زد ہوئی اس نے کہا وہب مجھے اپنی مادر گرامی کی سپرد کرتے جاؤ۔ تمہارے بعد میرا کون ہے میں بیکسی کی حالت میں آپ کی مادر گرامی کے ساتھ زندگی گزار دوں گی تم نصرت امام علیہ السلام کے لیے جاؤ دیر مت کرو وہب

نے زوجہ کو اپنی ماں کی سپرد کیا اور پھر میدان قتال میں گئے۔ پھر آپ نے رجز پڑھا کہ حسینؑ میرے امیر ہیں اور سب سے اچھے امیر ہیں۔ رجز سن کر فوج مخالف سے محکم بن طفیل ملعون نکلا۔ گھوڑے پر سوار تن و توش میں منفرد ابھی وہ آپ تک پہنچا بھی نہ تھا۔ کہ وہب نے جھپٹ کر اس پر نیزہ سے حملہ کیا اور وہ اس نیزہ کا شکار ہو کر داصل جہنم ہوا آپ کی شجاعت کی دھاک بیٹھ گئی اور آپ نے اس مختصر سے وقت میں لشکر عمر ابن سعد کے چھتیس آدمی قتل کیے۔ عمر بن سعد بدکردار نے جب یہ عالت دیکھی تو اپنی فوج لعنت ملامت کی۔ اور ہزاروں کوفی و شامی ان کے مقابلہ میں حملے کے لیے بھیج دیئے۔ ادھر ہزاروں کوفی اور ادھر تنہا وہب کلبی، ابومخنف کہتے ہیں کہ آپ پہ چاروں طرف سے تیر برسنے لگے۔ کوئی تلوار مار رہا تھا کوئی نیزہ سے وار کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ آپ کے جسم پر ستر زخم لگے۔ آپ کے گھوڑے پر اس قدر تیر پیوست تھے جیسے ساہی کے جسم پر کانٹے ہوں۔ ایک ملعون نے کمین گاہ سے آپ کے گھوڑے کے چاروں ہاتھ پیر کاٹ ڈالے وہب زمین پر گرے کتاب بحار اور کتاب اللہوف میں ہے کہ واخذت مراۃ عموداً واقبلت نحوہ۔ یعنی جب وہب کو ان کی زوجہ نے اس حال میں دیکھا تو اس نے خیمہ سے نکل کر گرز اٹھایا۔ اور وہب کی طرف گئی جب اس حالت میں دیکھا تو اس کی نگاہ میں دنیا تاریک ہو گئی۔ گرز سے دشمنوں کو ہٹانے لگی کسی طرح وہب کے پاس سے جدا ہونا پسند نہ کرتی تھی۔ امام حسینؑ نے فرمایا۔ ارجعی رحمک اللہ۔ اے زوجہ وہب واپس آجا خدا تجھ پر رحمت نازل کرے۔ وہ خیمہ میں مادر وہب کے پاس آگئی۔ اس کے واپس ہونے پر وہب

کو سکون آیا۔

بروایت شیخ صدوق علیہ الرحمۃ (کتاب امالی) کہ اس نے کسی جگہ سے عمود اٹھایا۔ اور لشکر اعداء پر حملہ کیا۔ بہت اسپ اور آدمی گرز مار مار کر گرائے اور ادھر وہب زخمی حالت میں پڑے ہوئے تھے کہ ایک ملعون نے آپ کا دست راست قلم کیا اور دوسرے ملعون نے دست چپ کاٹ دیا۔ اس وقت کوفیوں نے خوشی میں ایک نعرہ لگایا۔ اور وہب پر فقرے چست کئے کہا اے وہب تو نیا نیا شادی شدہ جوان تھا تیری عروس کیا ہوئی۔ عزادارو حضرت ابوالفضل العباسؑ کے شانے بھی قلم ہوئے تھے جب وہب کے ہاتھ قلم ہو گئے۔ عمر بن سعد ملعون نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ وہب کا سر قلم کرو۔ کوفی لوگ وہب کا سر کاٹنے آگے بڑھے۔ خیمہ سے اس کی ماں اور اس کی زوجہ دونوں دیکھ رہے تھے۔ وہب کی زوجہ سے نہ رہا گیا۔ شوہر کا سر قلم ہونے ہوئے دیکھ کر وہ خیمہ سے پا سراسیمہ نکلی وہب کے نزدیک پہنچی سر جدا ہو چکا تھا۔ سینہ پہ گئی۔ جب شمر ملعون نے یہ دیکھا کہ وہب کی زوجہ وہب کی لاش پہ گریہ کر رہی ہے اس ملعون نے اپنے ایک غلام کو حکم دیا کہ گرز سے اس عروس کو ہلاک کر دے۔ اس ظالم نے اس مخدرہ کے سر پر گرز مارا۔ وہ تڑپنے لگی اور روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔ بعدہ مادر وہب لاشہ پر آئی اور وہب کا سر بریدہ اٹھا کر اپنے سینہ سے لگایا۔ اور پھر لشکر عمر بن سعد کی طرف مخاطب ہوئیں اور کہا میں گواہی دیتی ہوں۔ تم سے گروہ یہود و نصاریٰ بہتر ہیں کہ انہوں نے اپنے پیغمبر کی اولاد کو قتل نہیں کیا اور تم اپنے رسولؐ کی اولاد کو تہ تیغ کر رہے ہو۔ وائے ہو تم پر۔ ابی مخنف لکھتے ہیں کہ

یہ کہہ کر وہ ضعیفہ اپنے خیمہ میں واپس آئی۔ مگر کون تھا کہ جو خیمہ میں رہتا وہب تو مقتل میں سو رہے تھے۔ عروس نو۔ لاش وہب پر خون آلودہ ہاتھ مانگ میں خاک بھری ہوئی۔ روز محشر ملاقات کے انتظار میں موت کی نیند سو رہی تھی۔ جب مادر وہب خیمہ میں واپس آئیں خیمہ گرا دیا۔ طناب خیمہ کاٹ دیں امام حسین علیہ السلام نے اس کو تلقین صبر کی اور اس کو حضرت زینب خاتون کی سپرد کر دیا۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

حضرت امام حسین علیہ السلام کے چند اصحاب کی شہادت

روضۃ الشہداء میں ہے کہ جب وہب بن عبداللہ کلبی شہید ہو گئے تو ان کے بعد سب سے پہلے اصحاب امام حسین علیہ السلام میں سے عمرو بن خالد آگے بڑھے اور حضرت امام حسینؑ سے عرض کیا کہ کوئی مولا اب زندگی بے کیف ہے۔ ساتھی قتل ہو رہے ہیں اذن جہاد طلب کیا امام عالیمقام نے اجازت جہاد دی۔ یہ مرد بلند و بالا۔ زاہد و متقی تھے اور عبادت میں شہرہ آفاق تھے۔ اہلبیت طاہرین کے خاص غلاموں میں سے تھے تلوار ہاتھ میں لیے ہوئے میدان کارزار میں آئے رجز پڑھا۔ الیوم یا نفس الی الرحمٰن۔ یعنی اے جان عزیز رحمان کی طرف چل۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ صحابیؓ حسینؑ موت سے نہیں ڈرتا تھا۔ معرکہ میں شیر شجاعت تھا بجماعت لشکر پہ حملہ شروع کیا۔ لوگ بھاگنے لگے۔ اکثر ملعونوں کو واصل جہنم کیا اور گروہ عمر بن

سعد نے اپنے گھیرے میں لے لیا زخمی ہوئے گھوڑے گرے اور راہی جنت الفردوس ہوئے۔ پھر ان کے بعد ان کا فرزند خالد بن عمر بن خالد معرکۂ قتال میں آیا کر نصرت امام حسین میں جہاد کرے بڑے ہمہمہ کے ساتھ رجز پڑھا۔ مقاتلہ کیا اور زمین مقتل منافقوں کے خون سے بھر دی۔ آخر کار خود بھی زخمی ہوئے اور اور شہادت پائی۔ اس شہید راہ خدا کے بعد ابن حنظلہ تمیمی نے امام عالیمقام سے اذن جہاد طلب کیا۔ اور میدان جنگ میں آئے شمشیر صاعقہ وار ہاتھ میں۔ زبان پر رجز اور دل میں جذبہ شہادت کے ساتھ مقاتلہ کیا۔ رجز پڑھتے جلتے تھے اور حملہ کرتے جاتے تھے کہ ایک دشمن دین نے کمین گاہ سے آپ پر حملہ کیا گھوڑے سے زمین پر گرے ملعون نے تیر و تلوار برسانے شروع کر دیے اور آپ کی روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔ بعدہ عمیر بن عبداللہ المذحجی امام عالیمقام کی خدمت میں حاضر ہوئے امام کی رکاب کو بوسہ دیا اور اذن جہاد حاصل کیا میدان میں پہنچے اور شیرانہ ارجز پڑھا۔ مصروف جہاد ہوئے کہ لشکر عمر بن سعد نے دو شخص سے نکلے ایک کا نام مسلم دوسرے کا نام عبداللہ تھا۔ گویا مسلم نامسلمان اور عبداللہ، عبدالشیطان تھا۔ یہ دونوں ملعون کسی جگہ چھپے کھڑے تھے کہ انہوں نے عمیر بن عبداللہ پر حملہ کیا۔ آپ زخمی ہوئے اور گھوڑے سے گر کر راہی جنت ہوئے یا ور و انصار کی موت دل پر سخت گزرتی ہے۔ جب امام حسین علیہ السلام کو یہ خبر پہنچی کہ مولا اب فلاں مددگار قتل ہو گیا اصحاب فلاں مددگار مارا گیا تو آپ آہ سرد بھرتے جگر پسر فاطمہؑ دوستوں کی جدائی میں کباب ہو گیا تھا۔

امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام جب جنگ صفین میں تھے اور آپ کی جب کسی صحابی اور ناصر کے قتل ہونے کی خبر ملتی۔ تو رنجیدہ ہوتا تھا جب چند

اصحاب کے شہید ہونے کی پے در پے خبر ملی تو آپ زیادہ غمگین ہوئے اور فرمایا کہ یہ

ایھا الموت الذی ھو قاصدی

ارحنی فقد افنیت کل خلیلی

یعنی کہ اے موت تو میرے اصحاب کو کیوں چاہتی ہے۔ اور ان کے داغ مفارقت سے پیدا سینہ جلاتی ہے۔ اے موت آ اور میری جان قبض کر تا کہ مجھے داغ مفارقت سے چھٹکارا نصیب ہو۔ لیکن میں عرض کروں گا کہ جنگ صفین میں علیؑ کے پاس بڑا لشکر موجود تھا۔ شہید ہونے والے جب میدان جنگ میں آتے تو سیراب ہوتے تھے۔ لیکن کربلا میں حسین کم سپاہ کے لشکر میں بروایتے روز عاشورا بہت تھوڑے اصحاب تھے۔ کچھ عزیز و اقارب تھے۔ جن میں بوڑھے جوان اور بچے بھی شامل ہیں۔ سب ہی بھوکے پیاسے تھے۔ وائے حسرتا امام حسینؑ کے دل پر اصحاب کی جدائی کا کتنا اثر ہوگا۔ اس کے علاوہ خیموں میں سے بچوں کی آواز العطش العطش بلند ہو رہی تھی۔ اہل حرم کی گریہ و زاری کی آوازیں بچوں بلند ہو رہی تھیں۔ حسینؑ تنہا اور اس قدر مصائب۔ کائنات میں امام حسین علیہ السلام جیسا صابر نہیں ہے۔

حالات ہلال بن نافع جنگ اور شہادت

شہداء کربلا میں ہلال بن نافع بھی ایک شہید ہیں۔ صاحب روضۃ الشہدا لکھتے ہیں کہ ہلال بن نافع مرد میدان۔ نیکخو۔ پسندیدہ علتیں اور خوبرو انسان تھے

آپ کا جمال شجاعت درجۂ کمال پر فائز تھی۔ ابی مخنف لکھتے ہیں کہ وکان قد رباہ امیر المؤمنین وکان یرمی بالنبلۃ وکان یکتب اسمہ علی النبلہ و یرمی بھا۔ یعنی ہلال بن نافع یگانہ روزگار بہادر تھے۔ عقل و دانائی کے ساتھ شجاعت سے آراستہ تھے۔ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے ان کو تربیت دی تھی۔ گھوڑ اسواری اور تیر اندازی میں بے مثل تھے۔ وکان یرمی بالنبلۃ۔ (نبل کے معنی ہیں تیر، تیر انداز، تیر پھینکنے والا اور نبالت کے معنی ہیں تیر تراشنا) فنون جنگ کے اعتبار سے تیر اندازی بھی ایک مخصوص فن ہے۔ روایت ہے کہ ہلال بن نافع تیر بھی بناتے تھے اور اپنا اور اپنے باپ کا نام تیر پر لکھتے تھے۔ انہوں نے یہ فن بدرجہ کمال حاصل کیا تھا۔ ان کا پھینکا ہوا تیر خواہ شب کی تاریکی ہو یا دن کی روشنی ہو کبھی خطا نہیں کرتا تھا۔ نہ تیر خطا کرتا تھا اور نہ تیر اندازی میں خطا تھی۔

جب اکثر یا ور و انصار جناب سید الشہداء علیہ السلام جام شہادت پی چکے ہلال بن نافع حضرت امام حسین علیہ السلام میں حاضر ہوئے اور اذن جہاد طلب کیا اور گھوڑے پر سوار ہوئے دوش پر کمان ایک ہاتھ میں لگام فرس نعرہ زن میدان کارزار میں پہنچے رجز پڑھا۔ لشکر عمر ابن سعد میں ان کی آمد کی خبر سن کر خوف پیدا ہو گیا۔ آخر کار ہلال بن نافع نے دوش پر سے کمان اتاری اور چلے میں تیر جوڑا عقاب صفت۔ تیر کمان سے نکلا دشمن کو نشانہ بنایا۔ بروایت محمد ابن ابی طالب الموسوی آپ نے سرداران لشکر کو زیادہ تر نشانہ بنایا۔ آپ اس وقت یہ رجز پڑھ رہے تھے۔ انا الغلام الیمنی البجلی کہ میں جوان نہیں ہوں۔ میں ہلال بن نافع بجلی ہوں۔ میرا دین دین علی ابن ابی طالب ہے میرا دین دین

حسین فرزند رسول خدا ہے۔ آپ نے تیرہ سرداران لشکر عمر ابن سعد کو نشانہ بنایا بروایتے ابی مخنف ستر افراد سپاہ عمر بن سعد سے نشانہ بنائے اور داخل جہنم کیا بروایت محمد ابن ابی طالب ہلال بن نافع پروردہ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام تھے کتاب ریاض میں ہے کہ جب آپ کے پاس کوئی تیر نہ رہا تو آپ نے تلوار اٹھائی اور قلب لشکر باطل پر حملہ کیا۔ کثیر تعداد میں کشتوں کے پشتے لگا دیے۔ مگر کہاں تک جنگ کرتے تین دن کی بھوک و پیاس تھی ادھر لشکر عمر بن سعد نے آپ کو گھیرے میں لے لیا چاروں طرف سے حملہ شروع ہو گیا۔ ایک ظالم نے کمین گاہ سے آپ پر ایسا حملہ کیا کہ آپ کے دونوں ہاتھ قطع ہو گئے۔ پھر آپ گھوڑے پر سنبھل سکے۔ اور یہ ناصر امام ہلال نامی جو آسمان حرب و ضرب پر چمک رہا تھا۔ گہن میں آگیا اور آپ زمین پر گرے لشکر عمر ابن سعد ملعون کے آدمی ان کو پکڑ پکڑ کھینچتے ہوئے سردار کے پاس لے گئے۔ اس ملعون نے حکم دیا کہ ان کو قتل کر دو۔ شمر ولد الحرام موجود تھا۔ اس نے عقب کی طرف سے گردن پر تلوار ماری اور سر مبارک جدا ہو گیا آپ کی شہادت کی روح مبارکہ سے خطاب کروں کہ اے ہلال آپ پس گردن سے ذبح ہوئے آپ کے مولا و آقا حسینؑ کا سر مبارک بھی پس گردن سے جدا ہوا آپ کے دونوں ہاتھ قلم ہوئے۔ تو عباسؑ بن علیؑ علمدار حسینؑ کے شانے قلم ہوئے۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

نافع بن ہلال بن نافع البجلی المرادی کی شہادت

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ ہلال بن نافع البجلی شہدائے کربلا میں سے ایک شہید ہیں جو کہ ہمرکاب حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام ہیں۔ ان کا ایک بیٹا تھا جس کا نام "نافع" یعنی نافع بن ہلال۔ اور یہ بھی نصرت امام حسینؑ علیہ السلام میں شہید ہوئے ہیں۔ زیارت شہداء میں مذکور ہے کہ السلام علی نافع بن ہلال بن نافع البجلی المرادی ان کی شہادت کا تذکرہ ارباب کتب تاریخ و سیر نے کیا ہے۔ مولف فرماتے ہیں کہ نافع بن ہلال اپنے پدر بزرگوار کی شہادت کے بعد خود بھی عازم قتال ہوئے حالانکہ ان کی شادی چند دنوں پہلے ہوئی تھی اور ان کی زوجہ ان کے ساتھ تھی۔

جب نافع بن ہلال نے امام حسین علیہ السلام سے اذن جہاد طلب تو زوجہ نافع مانع ہوئی لیکن نافع نے اس سے کہا کہ کیا تو نہیں دیکھتی کہ امام حسینؑ اور ان کے اہلحرم پر کس قدر مصائب پڑ رہے ہیں۔ امام حسینؑ نے بھی اس سے فرمایا کہ اے نافع تمہاری ابھی شادی ہوئی ہے۔ نافع نے عرض کیا مولا میں میدان حشر میں حضرت رسولؐ خدا کی کیوں کر منہ دکھاؤں گا۔ بہر حال ان کو اذن جہاد ملا کتاب ریاض میں ہے کہ نافع میدان میں آئے۔ اسلحہ زیب تن کئے ہوئے تلوار بکف میدان میں پہنچے۔ اور رجز پڑھا کہ میرا دین۔ دین علیؑ ہے رجز کو سن کر لشکر باطل سے مزاحم بن حریث مقابلہ کے لیے نکلا۔ اس نے بھی رجز پڑھا۔ انا علی دین عثمان اور ادھر نافع نے اس پر تلوار کا وار کیا وہ دو ہو کر

گھوڑے سے زمین پر گرا۔ اسی اثناء میں عمر ابن سعد ملعون نے لشکر کو حکم دیا کہ نافع بن ہلال پر حملہ کرے۔ چاروں طرف سے تیر و تلوار سے اس پر وار ہونے لگے۔ آپ سخت زخمی ہوئے اور گھوڑے سے زمین پر گرے۔ اور روح نافع جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔ آپ کے شہید ہونے کی خبر حضرت امام حسین علیہ السلام کو پہنچی تو آپ آبدیدہ ہوئے اہل حرم نے اس کی بیوی کو صف ماتم میں شریک کر کے گریہ و زاری کیا۔ خوشا نصیب کہ نافع بنی زادیاں پر ماتم کر رہی تھیں۔ اصحاب حسینؑ گریہ کر رہے تھے۔ امام حسین علیہ السلام ہر ایک شہید کو یاد کرتے اور گریہ فرماتے روز عاشورا ۱۰ محرم جب امام حسین علیہ السلام اکیلے رہ گئے اور کوئی مددگار و ناصر امام نہ رہا تو آپ کو اصحاب یاد آئے فرماتے ہیں۔ و یا ابطال الصفا و یا فرسان الھیجا۔ میرے شیرو تمہیں کیا ہو گیا جواب نہیں دیتے۔ حسینؑ تمہیں مدد کو پکار رہا ہے اور تم مدد نہیں کرتے۔

الالعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

عمرو بن الحجاج کا اپنے لشکر کو جنگ کی ترغیب دینا

الشیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ روز عاشورا ۱۰ محرم نافع بن ہلال کی شہادت کے بعد عمرو بن الحجاج زبیدی نے اپنے لشکر کو بہت برا بھلا کہا۔ اور ان کو مل کر جنگ کرنے کی ترغیب دی۔ چنانچہ کتاب الارشاد مفیدؒ میں ہے کہ فصاح عمرو بن الحجاج بالناس یا حمقی اتدرون من تقاتلون۔ یعنی کہا اے نادانو کیا تم ایک ایک اصحاب حسینؑ سے ڈر کر جنگ جیت سکتے

ہو تم دیکھ رہے ہو کہ ان کا ایک صحابی تمہاری فوج کی صفوں کے پرے الٹ دیتا ہے۔ سینکڑوں کو زخمی کرتا ہے اور موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے بعدہ عمرو بن الحجاج۔ عمر بن سعد ملعون کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ مبارزت ختم کر دی جائے اور پھر پوری فوج مل کر حملہ کرے اس نے عمرو کی اس تجویز کو پسند کیا۔ اور بقول طبری ادھر امام حسینؑ کے اصحاب بھی جو جام شہادت کے پیاسے تھے آب دنیا ان پر بند ہو چکا تھا۔ خدمت امام حسین علیہ السلام میں مل کر حملہ کرنے کی اجازت طلب کی جس پہ امام حسین علیہ السلام نے ان کو دعا خیر دی۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ عمر ابن سعد نے عمرو بن الحجاج کی رائے سے اتفاق کیا اور جنگ کو جنگ مغلوبہ کی صورت میں بدل دیا۔ عمرو بن الحجاج اپنے لشکر سے جدا ہوا اور قریب لشکر امام حسینؑ پہنچ کر کہنے لگا۔ کہ اے فوج والو تمہارا امام یزید بن معاویہ ہے۔ اس کی اطاعت تم پر واجب ہے وہ امام المسلمین ہے۔ تم سب مل کر اس گروہ خارجیہ سے قتال کرو۔ یہاں گروہ خارجیہ سے اس کی مراد معاذ اللہ امام حسینؑ کی ذات اقدس تھی۔ جب حضرت امام حسینؑ نے اس کا یہ کلام سنا تو فرمایا اے عمرو بن الحجاج اعلی تحرض الناس انحن مرقنا من الدین و انتم ثبتم علیہ۔ یعنی اے پسر حجاج تو لوگوں کو ہمارے قتل پر آمادہ کر رہا ہے۔ ہمیں دین سے خارج سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ یزید کی امامت باطلہ حق ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ (ظاہر ہے کہ جب تک امام حسین بیعت نہ کریں یزید کے امام حق ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ امام حسینؑ نے سر دیدیا مگر بیعت یزید نہیں کی لہذا یزید دین حق سے نکل گیا اور خارجی ہے۔ تو ہمارا خون بہانا چاہتا ہے۔ امام عالیمقام کا جواب سن کر عمرو بن الحجاج ملعون

نے اپنے لشکر کے ساتھ سپاہ حسینی پر حملہ کر دیا۔ تاریخ طبری میں ہے کہ لشکر عمر ابن سعد نے تیروں کی بارش کر دی۔ اس وقت اکثر اصحاب امام حسینؑ شہید ہوئے حماد بن انس صحابی امام علیہ السلام بھی اسی موقعہ پر شہید ہوئے ہیں۔

حماد بن انسؓ کی شہادت

جب لشکر عمر بن سعد نے مل کر حملہ کیا اور تیروں کی بوچھار ہونے لگی تو اس وقت اصحاب امام حسین علیہ السلام میں سے مسلم بن عوسجہ اسدی خدمت امام حسینؑ میں آئے سلام عرض کیا رکاب امام حسینؑ کو بوسہ دیا اور اذن جہاد طلب کیا آپ کے ساتھ چند اور بھی اصحاب تھے۔ آپ نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ میدان کارزار میں پہنچے آپ خود پیش پیش تھے۔ آپ نے رجز پڑھا کہ میں مسلم ہوں اور میں اسدی ہوں۔ پھر ان مجاہدوں نے اس طرح لشکر عمر بن سعد پر حملہ کرنا شروع کیا کہ لشکر عمرو بن الحجاج پر سامنے کی طرف سے مسلم بن عوسجہ اسدی نے حملہ کیا۔ اور پھر مردمیدان ساتھیوں نے یکے بعد دیگرے عمرو بن الحجاج اور اس کی سپاہ کے اوپر کی طرف حملہ شروع کیا اسی حملہ میں مسلم بن عوسجہ کے چند مجاہد زمین پر گرے اور جام شہادت نوش کیا۔ ان میں حماد بن انس رحمۃ اللہ، وقاص بن عبید بہمراہ برادر شریح بن عبید بھی ہیں۔ جب مسلم بن عوسجہ نے اپنے دوستوں اور ناصران امام حسینؑ کو زمین پہ خون میں غلطاں دیکھا تو ایک نعرہ بلند کیا اور لشکر باطل پر پھر دلیرانہ حملہ کیا۔

مسلم بن عوسجہؓ اسدی کی شہادت

کتاب ریاض میں ہے کہ جناب مسلم بن عوسجہؓ اسدی جب میدان کارزار میں پہنچے تو آپ پر سپاہ کوفہ نے ہجوم کر لیا۔ آپ اسلحہ سے آراستہ تھے۔ آہنی جوشن زرہ زیب تن تھی۔ تلوار و سنان ہاتھ میں۔ گھوڑے پر سوار مثل شیر غضبناک حملہ کیا۔ چاروں طرف نرغہ اعدا ہو تھا۔ لیکن آپ کے ثبات قدم میں فرق نہیں آیا۔ مقاتلہ کرتے رہے۔ روایات میں ہے کہ آپ پچاس ملعونوں کو واصل جہنم کیا۔ بعض روایات میں ساٹھ کی تعداد ملتی ہے۔ بہرحال آپ تنہا لڑ رہے تھے۔ اور ادھر لشکر کثیر تھا۔ آپ کے جسم مبارک پر کاری زخم لگے۔ لشکر عمر ابن سعد نے گھیرے میں لے کر تیر برسانا شروع کیے۔ آپ کے جسم مبارک پر تیر اس طرح پیوست تھے جیسے ساہی کے جسم پر کانٹے ہوں۔ جب گھوڑے پر نہ سنبھلا گیا تو آپ زمین پر گرے ایک ملعون نے تلوار کا وار کیا اور ہاتھ قطع ہو گئے۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کو خبر ہوئی کہ مسلم بن عوسجہ تصدق ہو گئے۔ چشم امامؑ اشکوں سے پُر ہو گی۔ پس جاء الحسین علیہ السلام ومعہ حبیب ابن مظاہر الاسدی آپ کے لاشہ پر پہنچے کہتے ہیں کہ ابھی کچھ رمق جان باقی تھی کہ مسلم نے آنکھ کھولی۔ امام حسین علیہ السلام کے چہرہ پر نظر کی مقصد یہ تھا کہ اے فرزند رسول فدا کیا میں نے حق رفاقت ادا کیا؟ امام حسینؑ نے فرمایا کہ ومنہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر یعنی ہمارے اصحاب میں سے آغوش اجل میں چلے گئے اور جو باقی ہیں وہ مشتاق اجل ہیں اے مسلم اب ہم بھی تمہارے بعد آنے والے ہیں۔ مسلم نے جب آواز حضرت امام

حسین سنی پھر ایک مرتبہ آنکھ کھولی امامؑ اور حبیب ابن مظاہر پر بحسرت نظر کی امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے برادر میں تمہیں اس حال میں دیکھ رہا ہوں مجھ پر بڑا گران گذر رہا ہے۔ لیکن اے امام مسلم میں جنت کی بشارت دیتا ہوں حبیب نے کہا اے برادر اگر کوئی وصیت ہو تو کرو مسلم بن عوسجہ نے فرمایا کہ وصیتی علیك ان لا تدع هذا الغریب واشارا الی الحسین علیہ السلام۔ فرمایا کہ میری وصیت یہ ہے کہ اس غریب کا ساتھ نہ چھوڑنا اور پھر امام حسین کی طرف اشارہ کیا کہ حسینؑ کا ساتھ نہ چھوڑنا۔ حبیب نے فرمایا کہ اے برادر خدا نے مجھے پیدا ہی اس لیے کیا ہے کہ میں حسینؑ کی نصرت کروں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ آپ کی روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔

دل چاہتا ہے کہ مسلم بن عوسجہ کی روح سے خطاب کروں اے مسلم تمہارے پاس وقت آخر حسینؑ موجود تھے۔ حبیب ابن مظاہر موجود تھے۔ لیکن روز عاشورا ہنگام عصر جب آپ کے آقا و مولیٰ امام حسین زخموں سے چور چور گھوڑے سے زمین پر گرے ہیں تو شمر آگے بڑھا اور سینہ امام حسینؑ پر اس نے قدم رکھا اور کوئی نہ تھا کہ جو شمر ولد الحرام کو منع کرتا۔

الا لعنة الله علی القوم الظالمین۔

جلالت قدرِ مسلم بن عوسجہ پسر اور زوجہ مسلم کی شہادت

حضرت امام حسینؑ کے انصار میں الشیخ المشکور، البارع الاسدی مسلم بن عوسجہ الاسدی ایک ایسے جلیل القدر صحابی تھے کہ جب آپ حضرت امیر المومنین علی ابن

ابی طالب علیہ السلام کی خدمت میں جاتے تو مولائے کائنات ان سے برادر کہہ کر خطاب فرماتے تھے۔ امیر المومنینؑ علیہ السلام کی بارگاہ میں یہ مرتبہ مسلم تقویٰ و پرہیزگاری اور محبت و اطاعت کی بنا پر تھا۔ آپ نے قرآن مجید بھی حضرت امیر المومنینؑ سے پڑھا تھا۔ اور آپ کے ساتھ جہاد میں شامل رہے تھے اور جس وقت کہ حضرت مسلم بن عقیلؑ کوفہ وارد ہوئے ہیں۔ تو جناب مسلم بن عوسجہ دربان خانہ مسلم بن عقیل تھے۔ پھر اس انتظار میں رہے کہ امام حسینؑ علیہ السلام کوفہ تشریف لائیں تو شرف زیارت حاصل کریں۔ یہاں تک کہ ان کو خبر ملی کہ امام حسین سے کوفی لوگ جنگ کی تیاری کر رہے ہیں۔ کوفہ کی فضا سازگار نہیں ہے۔ اور امام حسینؑ ابھی سفر ہی میں تھے کہ ایک منزل پر جناب مسلم بن عوسجہ آکر شامل لشکر حسینیؑ ہوئے جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے شب عاشورا محرم اپنے اصحاب سے خطاب فرماتے ہوئے اجازت دی ہے کہ جس کا دل چاہے وہ چلا جائے تو سب سے پہلے اصحاب میں مسلم بن عوسجہ نے اظہار وفاداری و ثبات قدم کیا تھا۔ کہ مولا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم اپنی جان بچا کے چلے جائیں۔ اور نرغہ اعداء میں آپ کو چھوڑ جائیں۔ مولا اگر آپ کی نصرت میں شہید ہوں اور پھر زندہ کیے جائیں اور پھر شہید ہوں تب بھی ہم آپ ان کوفیوں اور شامیوں کی سپرد نہیں کر سکتے اور آپ کا حق اسی صورت میں ادا ہو سکتا ہے کہ ہم آپ کی نصرت میں قتل ہوں۔ جب آپ میدان کارزار میں پہنچے ہیں اور لشکر عمر بن سعد میں قتال شروع کیا کشتوں کے پشتے لگا دیئے ہیں تو ان کو قتل کرنے کی خاطر تین آدمی لشکر عمر بن سعد سے نکلے جن کے نام یہ ہیں۔ (۱) عبداللہ ضبابی (۲) عبداللہ خشکاری اسدی مسلم بن عبداللہ ضبابی، اور جب ان تینوں ملعون

حسین سنی پھر ایک مرتبہ آنکھ کھولی امامؑ اور حبیب ابن مظاہر پر بحسرت نظر کی امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے برادر میں تمہیں اس حال میں دیکھ رہا ہوں مجھ پر بڑا گران گزر رہا ہے۔ لیکن اے امام مسلم میں جنت کی بشارت دیتا ہوں حبیب نے کہا اے برادر اگر کوئی وصیت ہو تو کرو مسلم بن عوسجہ نے فرمایا کہ وصیتی علیک ان لا تدع هذا الغريب واشارا الى الحسين عليه السلام۔ فرمایا کہ میری وصیت یہ ہے کہ اس غریب کا ساتھ نہ چھوڑنا اور پھر امام حسین کی طرف اشارہ کیا کہ حسینؑ کا ساتھ نہ چھوڑنا۔ حبیب نے فرمایا کہ اے برادر خدا نے مجھے پیدا ہی اس لیے کیا ہے کہ میں حسینؑ کی نصرت کروں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ آپ کی روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔

دل چاہتا ہے کہ مسلم بن عوسجہ کی روح سے خطاب کروں اے مسلم تمہارے پاس بوقت آخر حسینؑ موجود تھے۔ حبیب ابن مظاہر موجود تھے۔ لیکن روز عاشورا ہنگام عصر جب آپ کے آقا و مولا امام حسین زخموں سے چور چور گھوڑے سے زمین پر گرے ہیں تو شمر آگے بڑھا اور سینہ امام حسینؑ پر اس نے قدم رکھا اور کوئی نہ تھا کہ جو شمر ولد الحرام کو منع کرتا۔

الا لعنة الله على القوم الظالمين۔

جلالت قدر مسلم بن عوسجہ پسر اور زوجہ مسلم کی شہادت

حضرت امام حسینؑ کے انصار میں الشیخ المشکور، البارع الاعدی مسلم بن عوسجہ الاسدی ایک ایسے جلیل القدر صحابی تھے کہ جب آپ حضرت امیر المومنین علی ابن

ابی طالب علیہ السلام کی خدمت میں جاتے تو مولائے کائنات ان سے برادر کہہ کر خطاب فرماتے تھے۔ امیر المومنینؑ علیہ السلام کی بارگاہ میں یہ مرتبہ مسلم تقویٰ و پرہیزگاری اور محبت و اطاعت کی بنا پر تھا۔ آپ نے قرآن مجید بھی حضرت امیر المومنینؑ سے پڑھا تھا۔ اور آپ کے ساتھ جہاد میں شامل رہے تھے اور جس وقت کہ حضرت مسلم بن عقیلؑ کوفہ وارد ہوئے ہیں۔ تو جناب مسلم بن عوسجہ دربان خانہ مسلم بن عقیل تھے۔ پھر اس انتظار میں رہے کہ امام حسینؑ علیہ السلام کوفہ تشریف لائیں تو شرف زیارت حاصل کریں۔ یہاں تک کہ ان کو خبر ملی کہ امام حسین سے کوفی لوگ جنگ کی تیاری کر رہے ہیں۔ کوفہ کی فضا سازگار نہیں ہے۔ اور امام حسینؑ ابھی سفر ہی میں تھے کہ ایک منزل پر جناب مسلم بن عوسجہ اگر شامل لشکر حسینیؑ ہوئے جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے شب عاشور اِر محرم اپنے اصحاب سے خطاب فرماتے ہوئے اجازت دی ہے کہ جس کا دل چاہے وہ چلا جائے تو سب سے پہلے اصحاب میں مسلم بن عوسجہ نے اظہار وفاداری و ثبات قدم کیا تھا۔ کہ مولا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم اپنی جان بچا کے چلے جائیں۔ اور نرغہ اعداء میں آپ کو چھوڑ جائیں۔ مولا اگر آپ کی نصرت میں شہید ہوں اور پھر زندہ کئے جائیں اور پھر شہید ہوں تب بھی ہم آپ ان کوفیوں اور شامیوں کی سپرد نہیں کر سکتے اور آپ کا حق اسی صورت میں ادا ہو سکتا ہے کہ ہم آپ کی نصرت میں قتل ہوں۔ جب آپ میدان کارزار میں پہنچے ہیں اور لشکر عمر بن سعد میں قتال شروع کیا کشتوں کے پشتے لگا دیئے ہیں تو ان کو قتل کرنے کی خاطر تین آدمی لشکر عمر بن سعد سے نکلے جن کے نام یہ ہیں۔ (۱) عبداللہ ضبابی (۲) عبداللہ خشکاری اسدی مسلم بن عبداللہ ضبابی، اور جب ان تینوں ملعون

نے مسلم بن عوسجہ زخمی حالت میں قتل کیا ہے۔ تو اپنے لشکر میں فخر و معایات کر رہے تھے۔ اس وقت شبث بن ربعی نے اگرچہ وہ دشمن تھا کہنے لگا کہ تم لوگ مسلم بن عوسجہ کو قتل کرنے پر فخر کرتے ہو۔ حالانکہ مسلم بن عوسجہ ایک مرد متقی و پرہیزگار تھا تم نے مسلم بن عوسجہ کو ناحق قتل کیا۔ محمد ابن ابی طالب الموسوی لکھتے ہیں کہ جب مسلم بن عوسجہ کو شہید کر دیا۔ اور آپ کے قتل کی خبر آپ کی زوجہ کو ہوئی تو وہ گریبان چاک کیے ہوئے۔ فریاد کی کرتی ہوئی۔ خیمہ سے نکلی اور اہل حرم کے خیمہ میں آئی۔ وہ فریاد کر رہی تھی۔ واسداہ وا عوسجاہ، اہل حرم میں اس وقت ایک شور ماتم برپا تھا۔ روضۃ الشہداء اور نور الائمہ خوارزمی میں ہے کہ مسلم بن عوسجہ کا ایک بیٹا تھا جو خورد سال تھا۔ جب اس نے سنا کہ مسلم قتل ہو گئے تو اس نے ایک تلوار اٹھائی اور خیمہ سے نکلا۔ میدان کارزار کا رخ کیا۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے بیٹا تم کہاں جاتے ہو۔ فرمایا کہ اگر تو بھی شہید ہو گیا۔ تو تیری ماں اس عالم غربت میں کیا کرے گی۔ امام حسین علیہ السلام نے اس کا بازو تھام لیا وہ نونہال مسلم بن عوسجہ کہنے لگا کہ اے آقا۔ فاذا امہ اسرعت الیہ۔ کہ مجھے میری ماں نے کہا ہے کہ اے بیٹا اگر تو نشان پدر بننا چاہتا ہے۔ تو اپنے باپ کی طرح قتال کر۔ نصرت امام حسینؑ میں جام شہادت نوش کر۔ محمد ابن ابی طالب الموسوی لکھتے ہیں کہ خرج شاب قتل ابوہ فی المعرکۃ وامہ معہ۔ غرضکہ زوجہ مسلم نے اپنے بیٹے کو ترغیب دی اور خود میدان قتال میں بھیجا۔ فرزند مسلم بن عوسجہ میدان قتال میں پہنچا۔ اور مثل اپنے پدر عالیقدر کے حوصلہ کے ساتھ پہنچا آگے آگے وہ طفل جا رہا تھا۔ تلوار ہاتھ میں تھی اور ساتھ ساتھ زوجہ مسلم جا رہی تھی۔ ماں کی محبت مشہور ہے اور وہ ماں کہ جس نے حسین علیہ السلام پر بیٹے

کو قربان کیا ہو۔ فرزند مسلم نے رجز پڑھا ماں سنتی رہی کہ ایک ظالم نے اس کو تلوار ماری اور وہ زمین پر گرا اس کا سر جدا کیا اور امام حسینؑ کے لشکر کی طرف پھینک دیا اس کی ماں نے سر اٹھایا۔ اپنی چھاتی سے لگایا اور کہا اے بیٹا واللہ کار کردی اے فرزند تم نے بڑا کام کیا۔ تم نے مجھے سیدہ کے سامنے سرخرو کیا۔ محمد ابن ابی طالب الموسوی لکھتے ہیں کہ ثم دمت راس ابنہا رجلا فقتلہ وہ زن غم رسیدہ، شوہر اور بیٹے کا داغ دل پر لیے ہوئے آ رہی تھی۔ دل میں کہہ رہی تھی کہ جب نہ شوہر رہا اور نہ فرزند تو کس لیے جینا ہے۔ اس نے ایک عمود خیمہ اٹھایا اور لشکر عمر بن سعد کے ایک پہرہ دار کوفی شخص پر ضرب لگائی اور دل میں کہتی تھی۔ کہ میں ایک ضعیفہ ہوں عورت زاد ہوں حمایت اولاد فاطمہؑ کرنا میرا فریضہ ہے۔ روایت ہے کہ اس مومنہ نے بھی دو کوفی فی النار کیے۔ ابن شہر آشوب میں ہے کہ لشکر عمر ابن سعد کے سپاہ نے اس مومنہ کا محاصرہ کر لیا اور اسے قتل کر دیا۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

روز عاشورا قبل از ظہر قیامت خیز معرکہ جنگ

ہم گذشتہ اوراق میں ذکر کر چکے ہیں کہ جب عمرو بن الحجاج نے یہ دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں سے ایک ایک شخص مقاتلہ کے لیے آتا رہا تو اس صورت میں سپاہ عمر بن سعد کے قدم اکھڑ جائیں گے حوصلے پست ہو جائیں گے۔ اور پھر میدان کربلا لاشوں سے بھر جائے گا۔ اس نے عمر بن سعد کو یہ مشورہ دیا کہ مبارزطلبی ختم کر دی جائے اور ساری فوج مل کر لشکر

حسین ابن علیؑ پر حملہ کرے چنانچہ عمر ابن سعد بدنہاد نے اس کی رائے سے اتفاق کیا اور اپنے لشکر میں منادی کرادی کہ ایک ایک شخص مقابلہ کے لیے نہ نکلے بلکہ سب مل کر حملہ کریں۔ عمر بن سعد نے اس قسم کے احکام میمنہ و میسرہ کے سرداروں کو پہنچا دے۔ اب جس قدر بھی گرز مارنے والے سب حرکت میں آگئے۔ لشکر عمر بن سعد میں شمر بن ذی الجوشن میسرہ پہ پیادہ سپاہ کا سالار تھا۔ اور عمرو بن حجاج میمنہ کا سواروں کا سردار تھا چنانچہ شمر ولدالحرام نے اپنے لشکر میں یعنی میسرہ میں جنگی شور و غل شروع کیا۔ اول شمر ولدالحرام نے اپنے میسرہ سے امام حسین علیہ السلام کے لشکر میمنہ پر حملہ کیا اور عمرو بن حجاج نے اپنے میمنہ سے امام عالیمقام کے لشکر میسرہ پر حملہ کیا اور ایک کثیر فوج کے ساتھ اصحاب امام حسینؑ کے نزدیک آگیا حضرت کے اصحاب باوفا نے حملہ کو روکا اور لشکر باطل کے قدم اکھڑ گئے جب عمرو بن الحجاج کا حملہ پسپا ہو گیا تو شمر ولدالحرام نے عمرو بن الحجاج کو گالیاں دیں اور بزدلی کا الزام لگایا جیسا کہ الشیخ مفید فرماتے ہیں کہ فحمل شمر بن ذی الجوشن فی المیسرہ علی اھل المیسرہ فثبتوا لہ وطاعنوہ۔ شمر ولدالحرام نے پیادہ دستہ فوج سے کہا اور سواروں کو پیادہ فوج کی مدد کے لیے طلب کیا اور پھر شمر ملعون نے دونوں دستہ افواج کے ساتھ اصحاب امام حسین علیہ السلام پر حملہ کیا۔ ادھر حضرت حبیب ابن مظاہر جو لشکر امام حسین علیہ السلام میں سالار میسرہ تھے جب شمر ملعون کے لشکر عظیم کو اپنی طرف آتے دیکھا تو آپ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ حملہ کو روکا۔ قتال شدید ہوا شیخ مفیدؒ لکھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کے نامردوں میں اس وقت بتیس سوار تھے اور چاروں طرف سے کوفیوں نے گھیرے میں لے لیا تھا۔ معرکہ کا قتال ہوا اور شمر ولدالحرام کی فوج کو شکست

ہوئی کتاب الارشاد میں یہ بھی مرقوم ہے کہ جب عروہ بن قیس ناپاک کہ جو سالار سپاہ سواران تھا دیکھا کہ حضرت امام حسینؑ کی تشنہ کام مختصر سی فوج نے افواج ضلالت شعار کو منتشر کر دیا ہے تو اس کے خون نجس نے آتش جہنم سے گرم ہو کر جوش کھایا اور قلب لشکر عمر بن سعد سے نکل کر شمر ملعون کی مدد کے لیے پہنچا۔ پھر مقاتلہ گرم ہوا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے اکثر اصحاب اس حملہ میں شہید ہوئے۔ اس وقت حضرت عباس علمدار علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ شمر ولدالحرام کو کمک پہنچ گئی ہے۔ اور عروۃ بن قیس مردود اپنے لشکر کے ساتھ مدد کو آگیا ہے آپ نے اپنے اصحاب کو جوش دلایا ؎

چہ آن دید عباس از قلبگاہ

خروشید کی جان نثاران شاہ

جب عروۃ بن قیس نے اصحاب امام حسینؑ کی دلیری دیکھی اور حضرت عباس علمدار علیہ السلام کو دیکھا کہ مدد کے لیے آئے ہیں۔ تو لشکر کوفہ میں ہلچل مچ گئی اور ان کے قدم اکھڑ گئے۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ عمر بن سعد بدنہاد نے تیر اندازوں کے دستہ کو مدد کے لیے بھیجا اور اس کا سالار حصین بن تمیم ملعون تھا اور ابن سعد نے یہ حکم دیا کہ اصحاب امام حسینؑ پر تیر باران کی جائے۔ اب تیر تلوار اور سنان سے دشمن کی فوج حملہ آور ہوئی۔ اور اصحاب امامؑ کے خون سے زمین مقتل رنگین ہو گئی۔ اصحاب شہید ہوئے۔ اس کے بعد لشکر عمر ابن سعد نے حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کے خیموں کا رخ کیا۔ لیکن اصحاب و انصاران امام حسین نے انتہائی قوت کے ساتھ ان کو خیام تک آنے سے روک دیا۔ جب کبھی کوئی امام حسینؑ کی طرف آتا تو آپ کے ایک صحابی عمر بن قرظہ انصاری اس تیر کو بڑھ کر

اپنے ہاتھ پر لے لیتے۔ اور اگر کوئی تلوار کا وار کرتا تو یہ صحابی اس سے بھی امام عالیمقام کو محفوظ رکھے۔ واحسرتا اصحاب حسینؑ شہید ہوئے۔ مگر آخر دم تک یہ حفاظت امامؑ کرتے رہے مگر اس وقت اصحاب نہ تھے کہ جب امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر گرے اور فریاد کر رہے تھے۔

الالعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

شمر بن ذی الجوشن کا خیام اہلبیت کو تاراج کرنا

کتب معتبرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ روز عاشورا اول طلوع آفتاب سے لشکر عمر ابن سعد ملعون اور لشکر امام حسینؑ میں صف آرائی ہوئی اور جب ظہر کا اول وقت آیا تو اس وقت تک چار حملہ ہوئے۔ اور ایک حملہ دوسری سے شدید تر تھا۔ مولف کتاب کے والد ماجد مرحوم کتاب ریاض میں فرماتے ہیں کہ اس حملہ چہارم میں زہیر بن قین، اور حبیب ابن مظاہر، ہلال بن نافع اور دوسرے اصحاب امام حسینؑ نے جس شان سے افواج باطلہ سے مقاتلہ کیا ہے۔ چشم فلک نے کبھی ایسی جنگ نہ دیکھی ہو گی کہ ایک طرف بہتر یا اس سے بھی کم افراد ہوں۔ اور دوسری طرف جب کہ افواج باطلہ ہزاروں کی تعداد میں تھی۔ سپاہ حق کے یہ چند افراد سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنے ہوئے تھے۔ شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں وقاتل اصحاب الحسین علیہ السلام القوم اشد القتال حتی انتصف النہار۔ کہ اس گروہ باطل کے ساتھ حسینی مجاہدوں کی جنگ روز عاشورا ہنگام ظہر تک جاری رہی ہے۔ آفتاب کی تیزی کے ساتھ ساتھ جنگ

میں بھی شدت پیدا ہو رہی تھی۔ یہ حالت تھی کہ لشکر عمر بن سعد ملعون سے حصین کا فوجی دستہ تیر اندازی کر رہا تھا۔ لشکر حق پر تیر پھینک رہا تھا۔ عمرو بن صبیح اور اس کا دستہ سنگ اندازی کر رہا تھا۔ شمر ولد الحرام پیادہ سواروں کے ہمراہ حملہ کر رہا تھا۔ اور ہر ایک دستہ فوج ہزاروں افراد پر مشتمل تھا اور ادھر مختصر سی جماعت، تشنہ لب، بھوکے حملوں کا مقابلہ کر رہے تھے اور ایک ایک صحابی حسینؑ نے لشکر باطل کے کثیر گروہوں کو منتشر کیا اور اکثر کو قتل کیا۔ عمر ابن سعد ملعون نے دوران جنگ امام حسینؑ کے کچھ خیام خالی دیکھے تو اپنی فوج کو حکم دیا کہ خیام حسینؑ پر حملہ کرے۔ ادھر حملہ شروع ہوا عورات مخدرات نے گریہ و زاری شروع کی۔ جب ایک خیمہ پر حملہ ہوتا تھا۔ تو عورتوں اور بچوں میں شور گریہ بلند ہوتا تھا۔ مولف کتاب فرماتے ہیں کہ لشکر عمر ابن سعد دو حصوں میں فوج بٹ گئی ایک حصہ فوج اصحاب اور امام حسینؑ کو محاصرہ میں لئے تھا۔ اور دوسرا گروہ مشغول جنگ و جدل تھا چنانچہ لشکر عمر ابن سعد نے خیام کا رُخ کیا اور طناب خیمہ کاٹ دیں۔ اور خیام زمین پر گر گئے۔ عورتیں اور اطفال ایک خیمہ سے نکل کر دوسرے خیمہ میں چلے جاتے۔ خیموں کو تاراج کرتے ہوئے شمر ولد الحرام اس خیمہ کی طرف گیا کہ جو حضرت سید الشہداء علیہ السلام کا خاص خیمہ تھا اور اس میں اس وقت مخدرات عصمت و طہارت بیبیاں بچوں کو لیے بیٹھی تھیں۔ شمر آیا جب اس نے خیمہ میں قدم رکھا تو شور برپا ہو گیا؎

خروشاں شدند اختران سپہر
گریباں دریدند ناہید و مہر

اہلحرم نے خیمہ کے باہر کی طرف دیکھا۔ یا درو انصاران حسینؑ میں سے کوئی

نظر نہ آیا۔ سوائے لشکر دشمن وہاں کوئی نہ تھا۔ نہ علی اکبرؑ۔ نہ قاسم، نہ عون و محمد، نہ عباس و حسینؑ واحمداہ واعلیاہ کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ کوئی بی بی۔ یا فاطمہ کہہ کر فریاد کر رہی تھی کوئی بی بی واحسینا کہہ رہی تھی کوئی واعلیاہ کہہ رہی تھی۔ کوئی بی بی شہزادہ علی اصغر کو یاد کر رہی تھی جب اہل حرم کے رونے کی اور فریاد کرنے کی صدائیں، اصحاب امام حسینؑ کے گوش زد ہوئیں تو خیال ہوا کہ لشکر عمر بن سعد نے خیام کا رخ کیا ہے۔ خیام اہلبیتؑ پر ہجوم کیا ہے۔ امام حسین کے لشکر سے دو چار اصحاب نے چاہا کہ خیمہ کی طرف جائیں۔ مگر ہجوم اس قدر تھا کہ خیمہ تک پہنچنا دشوار تھا۔ انہوں نے تیر کمان میں جوڑے اور دشمن پر رہا کیے کہ راستہ قدرے صاف ہو جائے لیکن واحسرتا یہ چاروں صحابی نرغہ اعداء میں گھر گئے اور ان غریبوں کو درندہ صفت انسانوں نے تیروں تلواروں کا نشانہ بنا لیا اور شہید ہو گئے۔ جب امام حسین نے دوران معرکہ صدائے شیون سنی اور ملاحظہ فرمایا کہ اصحاب کے لیے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ خیام تک پہنچ سکیں تو امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو میدان کارزار میں کسی جگہ جمع کیا اور آپ نے خیام کی طرف توجہ دلائی۔ اصحاب نے برائے حفاظت خیام کا رخ کیا۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ شمر ولدالحرام نے خیام میں آگ لگانے کے لیے امام حسینؑ کے خیمہ میں اس وقت ہند ابن ابی ہند کہ جو امام حسینؑ کے رشتہ کے خالو تھے اور بہت زیادہ سن رسیدہ تھے کہا اے قوم بے حیا کیا تم حرم خدا اور رسول کو آگ لگاؤ گے وہ بدبخت کہنے لگے کہ ہاں جب ان ملعونوں نے ایک خیمہ کو آگ لگا دی۔ اور خیمہ میں ہند ابن ابی ہند کو شہید کر دیا۔ اور فخریہ کہہ رہے تھے کہ ہم نے خیام کو آگ لگائی اور حسین کے قریبی کو قتل کیا ہے۔ پس جب اس شور و غل کی

آوازیں شیران حق کے کانوں میں پہنچیں۔ تو زہیر بن قین بجلی اور حبیب ابن مظاہر نے دائیں بائیں جانب سے لشکر باطل پر سخت حملہ کیا۔ کتاب بحار میں ہے کہ اس وقت کہ اس وقت شمر ملعون نے باواز بلند کہا کہ اے زہیر ہم نے خیام حسینؑ غارت کر دئے۔ ہم نے خیام میں آگ لگا دی۔ اس وقت زہیر نے اپنے رفقا کے ساتھ سخت حملہ کیا اور اکثر ملعونوں کو واصل جہنم کیا اسی اثناء میں علم حضرت عباس برآمد ہوا۔ علی اکبر و قاسمؑ، جعفر و عبداللہ، اور دوسرے جوانان بنی ہاشم کسی راہ سے خیمہ کی طرف لگ گئے۔ اور شیران حق غصہ میں بھرے ہوئے تھے اس وقت شبث بن ربعی نے شمر ولدالحرام کی لعنت ملامت کی۔ اور کہا کہ تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے۔ کہ ان عورات کی آہ و زاری اور گریہ و بکا کی آواز نے ہمارے دل سوختہ کر دیئے ہیں اور تو نے کیا یہ مردانہ کام کیا ہے کہ عورتوں کے خیموں کو آگ لگا دی۔ شمر ولدالحرام کو اس کے کہنے پر کس قدر شرمندگی ہوئی۔ امام حسینؑ نے باوآز بلند فرمایا کہ اے آل ابوسفیان کیا تم میں حمیت عرب بھی نہیں رہی عورتوں اور بچوں نے کیا بگاڑا ہے کہ تم نے خیموں کو تاراج کیا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

واقعۂ طاقت فرسائی اول ظہر روز عاشوراء

یہ ایک حقیقت ہے کہ واقعہ کربلا عجیب و غریب ہے۔ از اول خلقت آدمؑ تا ایندم ایسا واقعہ نہ رونما ہوا ہے اور نہ ہو گا نہ زبان میں طاقت ہے

کہ واقعہ کربلا پوری طرح بیان کر سکے اور نہ قلم میں طاقت نگارش ہے کہ واقعہ کربلا کو کما حقہ سپرد قرطاس کر سکے۔ کتاب عوام میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ روز عاشورا ہم اہلبیتؑ پہ بہت سخت گزرا ہے ایک دن گویا بہتر ساعت کا دن ہو گیا تھا۔ واقعات عاشورا ایک روز نہیں ہیں کتاب ریاض میں ہے کہ واشتدت حرارۃ المضمار وتضاعفت بحرالشمس و حرالسیف وحرالحرکۃ الغم والاسف وحرسموم الطف وحرارۃ نار الخندق یعنی کہ ایک طرف حرارت آفتاب ایک طرف حرارت اسلحہ تھی ایک طرف حرارت شمشیر ایک طرف حرارت حرکت حرارت غصہ ہوائے گرم کی حرارت، حرارت آتش خندق۔ آہ، آہ شہیدان کربلا ان تمام حرارتوں میں پھنسے ہوئے تھے۔ آغاز جنگ کے وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہمرکاب ایک سو ستر، یا ایک سو اسی انصار تھے اور جب روز عاشور نصف النہار پر پہنچا تو حضرت کے ایک سو اصحاب شہید ہو چکے تھے۔ باقی اصحاب میں کچھ زخمی تھے۔ شیخ مفیدؒ کتاب الارشاد میں فرماتے ہیں کہ فحطت علیہم شمر ذی الجوشن وقتل من القوم جماعۃ کہ کوفیوں نے اصحاب حسینؑ پر اژدھام کر لیا۔ لیکن باوجودیکہ اصحاب امام حسین علیہ السلام تشنہ کام تھے صدموں پر صدمے اٹھائے ہوئے تھے۔ بعض اصحاب زخمی بھی تھے مگر پھر بھی جس قدر ہو سکا مقاتلہ کیا اکثر دشمنوں کو واصل جہنم کیا۔ کتاب الارشاد میں ہے کہ واشتد القتال والتحم وکثر القتل والجراح فی اصحاب الحسین علیہ السلام الی ان زالت الشمس خون آلودہ بدن آفتاب کی تیز دھوپ میں زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ کوئی پاس نہ تھا کہ جسموں سے خاک صاف کرتا۔ نہ مادر، نہ خواہر نہ احباب، اے شیعو سرائے

حضرت امام حسینؑ پر گریہ کرنے کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ ہمارے مرد و زن پر واجب ہے کہ مصائب شہیدان کربلا پر گریہ کریں امام حسین علیہ السلام نے اصحاب کی شہادت پر گریہ فرمایا ہے تو دوسری طرف جب خیموں سے عورتوں اور بچوں کے رونے کی آوازیں امام مظلوم کے کانوں تک پہنچتیں تو آپ کا دل بے چین ہو جاتا تھا جب تشنہ دہانی کا تصور ہوتا تھا اور بچوں کی صدائے العطش گوش گزار ہوتی تھی تو آپ گریہ وزاری فرماتے۔ اے زمین و آسمان تو حسین مظلوم پر گریہ کر

نماز ظہر روز عاشورا محرم اور حبیب ابن مظاہرؓ کی شہادت

ے

چو خورشید تابندہ بر چرخ چار — کند ز گرد بر خط نصف النہار
خروش فلک زا ایشان بر کشید — بزد طبل واللہ اکبر کشید
بر آمد بہ ہنجار بانگ خروس — بچرخ از زمین نالہ نای وکوس
ناگہ چو زینبؑ سراسیمہ گشت — کہ روز حیات حسینؑ تیرہ گشت
بر آمد ز دہلیز پردہ سرا ہے — ہمی شیون نالہ وائی وائی
برائے جوانان آہ و فسوس — پسر بر ہمی گفت زینبؑ چو کوس
ز آہ درون دختر بود جرد — ذروی ہزار روشنائی ببرد
دل سنگ در آکوہ گشتی کباب — شنیدی اگر نالہائے رباب
یکی یافت ہوش و یکی کردغش — یکی گفت بریاں شدم العطش

چو از پردہ آن نالہ زار آمدے
زغیرت بسی جان کہ خوار آمدے

اس وقت کہ جب آفتاب منزلیں طے کرتا ہوا النصف النہار پر پہنچا۔ فوج اعداء میں بانگ خروس بلند ہو رہی تھی۔ حرب و ضرب کے نقارے بج رہے تھے۔ لیکن خیام امام حسین علیہ السلام سے گریہ وزاری کی آوازیں اٹھ رہی تھیں۔ نہ کوئی بی بی بیہوش ہو رہی تھی تو کسی بی بی کو ہوش میں لایا جا رہا تھا۔ ام رباب علی اصغرؑ کے جھولے کے پاس کھڑی تھیں بچہ پانی کے لیے ترس رہا تھا۔ اور لشکر عمر بن سعد میں جنگ کے نقارے بج رہے تھے۔ لشکر امام حسین علیہ السلام پر تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ میدان قتال میں کشتوں کے پشتے لگے ہوئے تھے۔ کہ آسمان پر وقت نماز ظہر کے آثار پیدا ہوئے۔ ابو ثمامہ صیداوی یا ابو ثمامہ صیداوی کہ جن کا اصلی نام عمرو بن عبداللہ تھا۔ خدمت امام حسینؑ علیہ السلام میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے فرزند رسول خدا میں اور میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کہ یہ ملعون تو ہماری اور آپ کی جان لینے کے خواہاں ہیں بروایت ابی مخنف یہ کہہ کر یا مولا یا انا مقتولون لا محالۃ۔ کہ اے آقا چند لمحوں میں ہم شہید کر دیئے جائیں گے ہم چاہتے ہیں کہ شربت شہادت نوش کرنے سے قبل فریضہ نماز ظہر بھی ادا کر لیں۔ نماز ظہر کا اول وقت آن پہنچا ہے بہماریں ہے کہ یہ سن کر حضرت امام حسینؑ نے آسمان کی طرف نگاہ کی۔ فرفع الحسین راسہ الی السماء وقال ذکرت الصلوٰۃ جعلک اللہ من المصلین۔ پس حضرت امام حسین علیہ السلام نے سر اٹھا کر آسمان کی طرف نگاہ کی۔ دیکھا کہ آفتاب منزل زوال میں ہے اور نماز ظہر کا اول وقت آ پہنچا ہے۔ فرمایا اے ابو ثمامہ تم نے نماز کو یاد رکھا خدائے تعالیٰ تمہیں نماز گزاروں میں محسوب کرے

پھر آپ نے فرمایا کہ سلوھم ان یکفوا عنا حتی نصلی پس حضرت امام مظلوم نے فرمایا کہ اے اصحاب اللہ۔ اس قوم نابکار سے نماز پڑھنے کی مہلت مانگو کہ ہم نماز ظہر ادا کریں۔ ابی مخنف لکھتے ہیں کہ جب مہلت ملے گی تو امام حسینؑ نے فرمایا اے دوستو! اذان کہو۔ بعض مقاتل میں ہے کہ روز عاشورا محرم خود امام حسین علیہ السلام نے اذان دی۔ یہ آواز اذان تمام کائنات نے سنی۔ (قرآن مجید میں وارد ہوا ہے۔ کہ اذان سے حضرت علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام مراد ہیں۔ میری تصنیف کلمہ اور معرفت کلمہ ملاحظہ ہو) (از مترجم) لیکن واحسرتا اس قوم ملاعین پر کوئی اثر نہ ہوا۔ امام حسینؑ نے قوم جفاکار سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ہمیں نماز تو پڑھ لینے دو پھر جنگ کرنا۔ اس پر حصین بن نمیر نے کہا کہ اے حسینؑ صل فان صلوٰتک لا تقبل۔ یعنی تم نماز پڑھ لو مگر تمہاری نماز قبول نہیں ہے۔ اس بدنہاد کا یہ کلام سن کر تمام اصحاب امام حسینؑ کو صدمہ ہوا اور خصوصاً حضرت حبیب ابن مظاہر نے فرمایا کہ اے حمار زادہ تیری نماز تو قبول ہو اور فرزند رسول خدا، پسر فاطمہؑ کی نماز قبول نہ ہو۔ حصین بن نمیر آپ کا یہ جواب سن کر غصہ میں آ گیا اور بڑے غیض و غضب میں حضرت حبیب ابن مظاہر کو دیکھا اور کہا کہ میں آتا ہوں اور تجھ کو تمام کرتا ہوں۔ اور اس نے یہ اشعار پڑھے ؎

دونک ضرب السیف یا حبیب
وافاک لیث بطل نجیب

فی کفہ مھند قضیب
کانہ من لمعۃ حلیب

یعنی کہ شیراز بہر جنگ آن پہنچا ہے جب شیر بیشۂ مودت حبیب ابن مظاہر نے اس کو اپنی طرف آتے دیکھا تو آپ اس کی طرف بڑھے اس طرح کہ اول

شاہ دین و دنیا کی رکاب کو بوسہ دیا محمد و آل محمد پر درود بھیجا۔ اور امام حسین علیہ السلام سے اذن طلب کیا کہ اس کافر و مرتد کو قتل کریں اور فرمایا کہ اب میں نماز آپ کے نانا اور آپ کے بابا کی اقتدا میں پڑھوں گا۔ علامہ مجلسیؒ بحار میں لکھتے ہیں۔ کہ جناب نے جیبؓ نے بعد نماز ظہر شہادت پائی ہے۔ غرض کہ ثم حمل علی الحصین وضائقہ فی جالہ۔ کہ حضرت جیبؓ نے اس ملعون پر حملہ کیا۔ اس نے بھی آپ پر تلوار سے حملہ کیا لیکن حضرت جیبؓ نے اس کے وار کو رد کر کے اس پر ایک ایسا حملہ کیا کہ وہ ولد الحرام گھوڑے سے زمین پر گرا اور حضرت جیب نے اس کو واصل جہنم کیا۔ ابی مخنف لکھتے ہیں کہ جیب ابن مظاہر صف نے باموشکر کو درہم برہم کرتے ہوئے پینتیس[۳۵] آدمیوں کو قتل کیا۔ محمد بن ابی طالب الموسوی لکھتے ہیں کہ جیب ابن مظاہر اسدی نے بہت زیادہ اعدائے دین قتل کئے ہیں۔ ابن شہر آشوب کے بقول باسٹھ[۶۲] ناریوں کو سپرد حوالات جہنم کیا۔ محمد ابن ابی طالب الموسوی کہتے ہیں کہ ثم حمل علیہ رجل من بنی تمیم قطعنہ ——— کہ حضرت جیب ابن مظاہرؓ مقاتلہ میں مشغول تھے کہ ناگاہ ایک شخص نے جو بنی تمیم سے تھا آپ پر حملہ کیا اس ملعون نے آپ پر نیزہ سے حملہ کیا تھا اور وہ نیزہ خاردار تھا۔ آپ کے نیزہ لگنے سے خون بہنے لگا۔ اور آپ کے بائیں طرف سے ایک تمیمی سوار نے نیزہ مارا حضرت جیب نے فریاد بلند کی۔ فذھب القوم فضربہ حصین بن نمیر علی راسہ بالسیف۔ کہ حصین بن نمیر نے آپ کے سر مبارک پر تلوار ماری جو کہ زہر آلود تھی۔ اور جناب جیبؓ کا دم اکھڑنے لگا۔ روضۃ الشہداء میں ہے۔ کہ جس وقت جیب دم توڑ رہے تھے کہ اس وقت آپ نے امام

امام حسین علیہ السلام کو یاد السلام علیک یا اباعبداللہ امام حسینؑ آپ کے سرہانے تشریف لائے۔ جیب کا سر اٹھا کر اپنے زانو پر رکھا فرمایا اے جیب ذرا آنکھ تو کھول۔ جیب نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا کہ اے مولا آپ مجھ سے راضی ہیں۔ امام حسینؑ نے فرمایا اے جیب تم میرے جیب ہو۔ اور اے جیب جب تم جنت اعلیٰ تو پہلے میرے نانا کو میرا اسلام کہنا پھر بابا علیؑ کو سلام کہنا پھر میرے بھائی حسنؑ کو میرا اسلام کہنا۔ امام حسین علیہ السلام یہ فرما رہے تھے کہ جیبؓ کی روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔ امام حسینؑ جیب کی بالین سے اٹھے۔ اسی اثناء میں حصین بن نمیر ملعون آگے بڑھا اور اس نے سر جیب قلم کیا سر گردن سے جدا کیا۔ اور اس ملعون نے جیب کا سر اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا۔ اور ایک دوسرا سر مبارک بھی گھوڑے کی گردن میں لٹکایا گیا۔ وہ سر حضرت عباس علمدار علیہ السلام تھا۔ روایت ہے کہ جب کوفہ میں لٹا ہوا قافلہ پہنچا ہے تو حرملہ بن کاہل اسدی نے حضرت عباس علمدار کا سر مبارک گھوڑے کی گردن میں آویزاں کیا تھا۔

الالعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

زہیر بن قین بجلی کی جنگ

یہ ایک مسلم امر ہے کہ رزمگاہ میں جب صف آرائی سپاہ ہوتی ہے تو اس کی یہ صورت ہوا کرتی ہے۔ میمنہ، میسرہ اور قلب لشکر۔ چنانچہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی سپاہ میں بھی میمنہ و میسرہ اور قلب لشکر فوج بندی تھی۔ سردار میمنہ جناب زہیر بن قین بجلی تھے اور سردار میسرہ جناب جیب ابن مظاہر تھے کہ جس کا ذکر آپ کی شہادت کے عنوان میں کہا جا چکا ہے۔

زہیر بن قین بجلی سردار میمنہ لشکر امام حسین علیہ السلام تھے چونکہ جناب حبیب ہنگامہ نماز ظہر کے وقت شہید ہو چکے تھے۔ جب زہیر ابن قین نے حضرت امام حسینؑ کے چہرہ مبارک پر آثار شکستگی دیکھے تو حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا۔ کہ ماھذا الانکسار الذی اراہ فی وجھک۔ اے مولیٰ و آقا اس قدر حزن و ملال کیوں ہے کہ جس کے آثار آپ کے چہرہ سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ الست تعلم انا علی الحق۔ کیا ہم شہیدان کربلا کو گیا آپ حق پر نہیں سمجھتے۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ کیوں نہیں۔ امامت ہمارا حق ہے ہم حق پر ہیں اور شہید اور ہمارے اصحاب سب ہی حق پر ہیں۔ زہیر نے کہا کہ پھر جب کہ ایسا ہے تو ہمیں موت سے کیا ڈر؟ ہم جام شہادت پی کو بہشت بریں میں جائیں گے اے مولیٰ کیا مجھے اجازت ہے کہ میں میدان کارزار میں جاؤں اور آپ کے دشمنوں سے قتال کروں۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں اجازت ہے جاؤ مبارزت کرو زہیر مقتل میں پہنچے مبارز طلبی کی اور رجز بڑھا کہ انا زہیر انا ابن القین بجلی اور میں سبط رسولؐ خدا سے دشمن کو دور کرنے والا ہوں اور کسی کو مجھ پر پیش دستی نہیں ہو سکتی۔

آپ نے فوج اعداء پر حملہ کیا اور پچاس ملعونوں کو واصل جہنم کیا۔ فوج مخالف کے قدم اکھڑ گئے۔ زہیر نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ خیال ہوا کہ امام عالیمقام نے نماز ظہر ادا کرلی ہوگی۔ آپ لشکر اعداء سے نکلے خدمت امام عالیمقام میں حاضر ہوئے عرض کیا

اے مولا میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ نماز باجماعت ادا کر سکوں۔ آپ نے اصحاب کے ساتھ نماز ظہر پڑھی۔ ابن شہر آشوب کہتے ہیں کہ یہ نماز خوف تھی جو

بعد شہادت حضرت حبیب ابن مظاہر امام حسین علیہ السلام نے اصحاب کے ساتھ پڑھی ہے غرضکہ نماز ظہر ہو یا نماز خوف ہو امام حسین علیہ السلام نے ابھی نماز شروع نہیں کی تھی کہ عمر بن سعد پلید نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ امام حسینؑ اور اصحاب کی طرف باران تیر کیا جائے۔ چنانچہ فوج مخالف نے ان نمازیوں پر تیروں کی بارش شروع کر دی۔ اس وقت امام حسین علیہ السلام کے دو صحابی ایک سعد بن عبد اللہ الحنفی اور دوسرے زہیر بن قین بجلی آگے بڑھے اور بغرض حفاظت امام حسینؑ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ اور جو تیر ادھر سے آتا اپنے سینہ پر روک لیتے اور امام حسینؑ نے نماز ادا کی۔ یہ نماز اصحاب امام حسینؑ کی قوت ایمانی کا وہ اعلیٰ ترین نمونہ ہے جس کی نظیر روئے زمین پر نہیں ہے۔ سعد بن عبد اللہؓ حفاظت امام کرتے ہوئے تیر لگنے سے زمین پر گرے یہاں تک کہ آپ کے جسم مبارک پر تیرہ تیر لگے تھے۔ اور آپ اس وقت یہ مناجات کر رہے تھے کہ پروردگارا اس قوم جفا کار پر اپنی لعنت بھیج۔ اور میرا سلام اپنے پیغمبرؐ کی خدمت میں پہنچا دے کہ میں نے حضور کے نواسہ کی حفاظت اس طرح کی ہے اسی اثنا میں نماز ختم ہونے کے بعد امام حسینؑ علیہ السلام تشریف لائے۔ حال ملاحظہ کیا اور ان کا سر اٹھا کر اپنے زانو پر رکھا۔ کچھ لمحہ باتیں کیں اور پھر آپ کی روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔ اے شیعو جب سعد بن عبد اللہ تیروں سے زخمی ہو کر زمین پر گرے تو امام حسینؑ نے ان کا سر اٹھا کر اپنے زانوں پر رکھا لیکن واحسرتا جب امام حسینؑ تیروں سے زخمی ہو کر گھوڑے سے زمین پر گرے کون تھا کہ جو امام حسینؑ کا سر پاک اپنے زانو پر رکھتا۔ ہاں ان کی ماں فاطمہؑ موجود تھیں آپ نے اپنے فرزند کا سر مبارک اپنی آغوش میں لیا۔

حالات بعد از ظہر روز عاشوراء اور درجات شہداء کی نشاندھی

کتاب مقتل منسوب شدہ ابی مخنف میں ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کے ساتھ نماز ظہر پڑھی۔ وصلی علیہ السلام باصحابہ صلوٰۃ الظہر فلما فرغ من صلوٰتہ حرصھم علی القتال جب حضرت خامس آل امام حسین علیہ السلام نماز ظہر سے فارغ ہو گئے۔ تو امام حسینؑ کا دل درجہ شہادت حاصل کرنے کے لیے بے چین تھا۔ یہ خیال بھی دامن گیر تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بداوا تع ہو جائے۔ لیکن جیسے جیسے وقت شہادت نزدیک آتا تھا۔ تو آپ کے چہرہ مبارک پر تازگی نمودار ہوتی تھی۔ شیخ صدوق کتاب امالی میں تحریر کرتے ہیں کہ شب عاشوراء محرم سے لے کر تا وقت نماز ظہر امام حسینؑ نے صدموں پر صدمے اٹھائے تھے بھوک و پیاس سا اہلحرم کے اسیر ہونے کا خیال۔ یہ سب کچھ بھی مگر پھر بھی امام حسینؑ نے اعدائے دین کے خلاف تلوار اٹھائی اور اپنے اصحاب کو ترغیب جہاد دلائی۔ فرمایا یا اصحابی ان ھذہ الجنۃ قد فتحت ابوابھا واتصلت انھارا وانیعت اثمادھا وزینت قصورھا وتولفت ولدانھا وحورھا کہ اے پاسداران دین خدا، اے محافظان شریعت اور اے میرے انصار و ذلت کی زندگی سے عزت کی موت مرجانا بہتر ہے۔ خدا کی راہ میں جہاد کرو اگر تم نے کار شہادت انجام دیا تو راہ خلد طے کر لی۔ دیکھو یہ بہشت ہے اور یہ حور و غلمان ہیں جو ستارے استقبال کے لیے تیار ہیں و ھذا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم والشھداء الذین قتلوا معہ وابی وامی یتوقعون قدومکم و ھم مشتاقون الیکم۔ یہ رسول خدا ہیں جو اپنی امت کے شہیدوں کے ہمراہ ہیں۔ یہ میرے ماں و باپ ہیں کہ جو تمہارے مشتاق دے دیں۔ پس تم حمایت دین خدا کرو اور ذریت رسول خدا کی حفاظت کرو پھر امام حسینؑ نے اپنے خیام کی طرف رخ کیا اور فرمایا کہ اے مخدرات اب تم ان اصحاب کو جوش و غا دلاؤ۔ پس اہلحرم میں رونے کی آواز پیدا ہوئی اور جب یہ آواز گریہ و بکا زیادہ بلند ہوئی اصحاب امام حسینؑ پر جوش و غا طاری ہوا۔ اور اصحاب میں یہ آواز بلند ہوئی۔ یا معاشر المسلمین و یا عصبۃ الموحدین اللہ اللہ فی ذریۃ نبیکم حاموا عن دینہ و عن امامکم ابن بنت نبیکم۔ اے گروہ مسلمین المدد المدد۔ تمہارے نبی کی ذریت دشمنان دین میں پھنسی ہوئی ہے تم اس کی حمایت کرو۔ دشمنوں کو ان سے دفع کرو۔ اے امت رسول خدا، اے حافظان قرآن اس صحرا میں دشمنوں نے آل رسولؐ کو اسیر کر رکھا ہے پانی بند کر دیا ہے تم مدد کرو۔ خدائے تعالیٰ تمہیں جزاء خیر عطا کرے گا۔ بعدہ اصحاب امام حسینؑ نے اذن جہاد لیا اور میدان کارزار پہنچ کر ہزاروں کافروں اور بے دینوں کو تہ تیغ کیا اسی اثناء میں آپ کے دو بھائی ایک عبداللہ دوسرا عبدالرحمان امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے مرحوم السیّد کتاب اللھوف میں فرماتے ہیں کہ جب امام حسینؑ کی نظر ان کے چہرہ پر پڑی دیکھا کہ اشک بار ہیں حضرت نے فرمایا اے بھائیوں کس چیز نے تمہیں رلا دیا۔ پھر فرمایا کہ ایک ساعت کے بعد تم خوش اور مسرور ہو گے۔ دونوں کہ جب تم دیدار رسول خدا کرو گے۔ رضائے خدا و رضائے بتول عذرا حاصل کرو گے اور

جنت مقام ہوگے۔ دونوں بھائیوں نے عرض کیا فرزند رسول خدا آپ ہیں۔ ہم نثار ہونے کی اجازت دیجئے۔ اور عرض کیا مولا ہمارا رونا اس لیے ہے کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ اور اہلبیت نرغہ اعداء میں ہیں اور یہ ملاعین آپ کی جان لینا چاہتے ہیں۔ اس غربت پر ہم نہ روئیں تو کیا کریں۔ وامصیبتاہ کہ ایک وہ وقت آگیا کہ امام حسین علیہ السلام نے انتہائی بے کسی کے عالم میں فرمایا۔ ھل من ناصر ینصرنا آیا ہے کوئی جو میری اس حالت میں مدد کرے۔ غرضکہ امام حسین علیہ السلام نے اپنے دونوں بھائیوں کو اذن جہاد دیا اور فرمایا کہ ہم بھی تمہارے بعد تم سے ملحق ہونے والے ہیں۔ دونوں بھائیوں نے شانہ بشانہ مل کر جہاد کیا چند دشمنوں کو تہ تیغ کیا۔ جب طاقت جواب دے گی۔ گھوڑے سے زمین پر گرے۔ اور ان کی روحیں جنت اعلیٰ کو پرواز کرگئی۔ امام حسینؑ کو خبر شہادت ملی بھائیوں کی لاش پر پہنچے۔

شجاعت زہیر بن قین اور آپ کی شہادت

روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ روز عاشورا ۱۰ محرم نماز ظہر کے بعد اصحاب امام حسین علیہ السلام میں سے زہیر بن قین بجلی دوبارہ عازم میدان کارزار ہوئے ہیں۔ آپ خدمت امام علیہ السلام آئے رکاب امام حسین کو بوسہ دیا۔ سلام بجا لائے۔ اور فرمایا۔ اقدم حسینا ھادیا مھدیا الیوم نلقی جدك النبیا محمدا والمرتضیٰ علیا۔ وذا الجنا حین الفتا الکمیا و الفاطم والطاھر الذکیا الخ بعد از اجازت جہاد، معرکہ جنگ میں کود پڑے

خداوند عالم نے شجاعت سے خوب آراستہ کیا تھا۔ خوب خوب قتال کیا۔ بروایت ابی مخنف ستر ناصبیوں کو واصل جہنم کیا۔ اور جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ پہلے حملہ میں نماز ظہر سے قبل پچاس دشمنوں کو تہ تیغ کر چکے تھے۔ تیغ زنی کے ساتھ ساتھ وعظ و نصیحت بھی کرتے جاتے تھے کہ اے قوم نابکار حسین ذریت رسول خدا ہیں ان کی موت اجر رسالت ہے ان کی حفاظت و حمایت کرو۔ محمد ابن ابی طالب الموسوی سے یہ روایت ہے انه قتل ماءۃ و عشرین رجلا۔ یعنی کہ آپ نے ایک سو بیس دشمنوں کو قتل کیا۔ کہ اسی دوران فوج عمر بن سعد نے چاروں طرف سے اپنے گھیرے میں لے لیا اور حملہ کرنا شروع کیا۔ آخر کار قوت کب تک ساتھ دیتی۔ گھوڑے پر نہ سنبھل سکے زمین پر تشریف لائے۔ کثیر بن عبداللہ شعبی اور مہاجر بن اوس تمیمی نے مل کر شمشیر و سنان سے حملہ کیا اور آپ کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اسی عالم میں امام حسین علیہ السلام کو خبر شہادت ملی۔ آپ لاش زہیر بن قین پر پہنچے اور فرمایا اے زہیر خداوند عالم تیرے قاتلوں پر لعنت کرے۔ اور ان کو عذاب دردناک کرے۔ ایک آہ سوزاں کھینچی۔ اندازہ فرمائے کہ امام حسینؑ کی اس وقت کیا حالت ہوگی جب زہیر کی لاش پر پہنچے ہوں گے اور اس وقت کیا گزری ہوگی کہ جب امام حسینؑ اپنے نور دیدہ ہمشبیہ پیغمبر علی اکبر کے لاشہ پر پہنچے اور پھر فرات کے کنارے حضرت عباس علمدار کے لاشہ پر پہنچے ہیں حضرت امام حسینؑ کے لشکر کے دست راست زہیر بن قین تھے اور حبیبؒ دست چپ لشکر امام حسینؑ تھے اور قلب لشکر حضرت عباس علمدار تھے۔ اب نہ زہیرؒ رہے نہ حبیبؒ رہے اور نہ عباس علمدارؑ رہے۔ لشکر ہوگیا حسینؑ کم سپاہ۔ بغیر

سیاہ رہ گئے۔

طرماح کی جنگ اور شہادت

کتاب ریاض میں علامہ قزوینی فرماتے ہیں کہ حبیب ابن مظاہر اور زہیر ابن قین بجلی دونوں امام حسین علیہ السلام کے بمنزلہ بازو تھے۔ مقدمہ لشکر امام حسین علیہ السلام تھے۔ ان کے شہید ہونے سے امام حسین علیہ السلام گویا شکستہ بازو ہو گئے تھے۔ اور لشکر ابن سعد میں خوشیاں ہو رہی تھیں۔ لیکن امام حسین علیہ السلام کو قلت انصار کا شدید احساس تھا اسی اثناء میں طرماح بن عدی جو کہ نامور سعید و رشید تھے یعنی راہ ہدایت دکھلانے والے تھے اور یہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کے زمانہ خلافت ظاہری میں حکومت اسلامیہ کی طرف سے شام میں سفیر بھی رہ چکے تھے۔ معاویہ بن ابو سفیان نے ان کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔ وکان رجلا طویلا جسیما فصیحا بلیغًا جری اللسان قوی الجنان۔ تھے بہرحال طرماح کو جب خبر ملی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کربلا پہنچ چکے ہیں۔ یہ اپنے جمازہ یعنی تیز رفتار اونٹ پر سوار ہوئے اور وارد کربلا ہوئے اور امام حسین علیہ السلام کو بحفاظت تمام اپنے قریہ (گاؤں) میں لے جانا چاہا تاکہ وہاں پر اعدا لعین کے ہر ایک شر سے محفوظ ومامون رہیں۔ لیکن امام حسین علیہ السلام نے ان کی اس فرمائش کو قبول نہیں کیا۔ لیکن جب طرماح نے دیکھا کہ انصاران امام حسینؑ ہوں یا اعزاء و اقرباء ہوں سب ہی مشتاق شہادت ہیں اور ہنگام ظہر تک بہت اصحاب شہید ہو چکے ہیں تو طرماح بن عدی خدمت امام حسین علیہ السلام میں حاضر ہوئے اسلحہ پہنے ہوئے

سلام عرض کیا پھر اذن جہاد طلب کیا امام حسینؑ علیہ السلام نے اجازت دی۔ میدان میں آئے بروایتے ابی مخنف یہ رجز پڑھا انا طرماح شدید الضرب وقد وثقت باللہ الرب۔ کہ میں طرماح بن عدی ہوں۔ بوقت جنگ شدید ضرب لگانے والا ہوں اور میرا بھروسہ اللہ پہ ہے جو کہ میں طرماح بن عدی ہوں بوقت جنگ شدید ضرب لگانے والا ہوں اور میرا جب دیکھا کہ طرماح میدان جنگ میں آئے ہیں لشکر عمر ابن سعد میں ہل چل مچ گئی۔ لوگوں نے بھاگنا شروع کیا۔ آپ نے تیغ نکالی اور حملہ شروع کیا جو تلوار کی زد میں آگیا اس نے دوسرے آپ کی جنگ کی گواہی دی۔ اور جان دے کر واصل جہنم ہوا۔ ثم حمل علی القوم ولم یزل یقاتل حتی قتل سبعین فارسا۔ مشہور و معروف ستر آدمی لشکر عمر ابن سعد کے سواروں میں سے قتل کئے۔ عمر ابن سعد ملعون نے حکم دیا کہ سب لشکر مل کر حملہ کرے چنانچہ پورے لشکر نے آپ پر حملہ کیا اور چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا۔ آپ سخت زخمی ہوئے جب طاقت جواب دے گئی تو گھوڑے سے زمین پر گرے دشمنان دین چاروں سے ٹوٹ پڑے، اور تیروں تلواروں کا وار کیا ایک ملعون نے آپ کا سر جسم مبارک سے جدا کیا اور سر بریدہ عمر ابن سعد ملعون کو نذر کیا۔ بروایتے دیگر طرماح زخمی حالت میں میدان قتل میں ایک گڑھے میں پڑے رہے یہاں تک کہ گیارہویں شب محرم ہوش میں آئے تو آپ ساربان کے اس ظلم پر مطلع ہوئے کہ جس نے بند شلوار کی خاطر حضرت امام حسین علیہ السلام کے دونوں ہاتھ قطع کئے تھے۔ مفصل ذکر آئندہ کیا جائے۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

قیس کی جنگ اور شہادت

قیس بن منبہ شہیدان کربلا میں سے ایک شہید ہیں۔ ان کے حالات میں ہے کہ یہ گھوڑا سواری میں مشہور تھے۔ نامور بہادروں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ جب ان کو اذن جہاد ملا۔ میدان معرکہ میں آئے تو آپ نے رجز پڑھا کہ میں قیس بن منبہ ہوں اگر مریخ فلک مجھے حکم دے تو میں ستاروں پر کمند ڈال سکتا ہوں۔ آج میں یہاں ہوں جام شہادت پی کر خلد بریں میں ہوں گا لشکر عمر ابن سعد آپ کی مبارزطلبی پر آمادہ مقاتلہ ہوا۔ لیکن قیس کی شجاعت دیکھ کر سب کے حوصلہ پست ہو گئے۔ عمر ابن سعد ملعون نے ان کے مقابلہ کے لیے اپنے لشکر میں مزید اضافہ کیا۔ آپ نے حملہ کیا لیکن یہ تنہا۔ بھوکے پیاسے اور ادھر لشکر کثیر تھا۔ چاروں طرف سے حملہ ہو رہا تھا۔ تیروں کی بارش ہو رہی تھی تلواریں پڑ رہی تھیں کہ ایک ظالم نے ایسی سنان لگائی کہ آپ گھوڑے پر سنبھل نہ سکے زمین پر گرے۔ اور آپ کی روح جنت کو پرواز کر گئی۔ اہل کوفہ نے اصحاب امام حسینؑ کے ساتھ جو کچھ جور و جفا کی وہ سپرد قرطاس نہیں کی جا سکتی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جب کوفہ والوں نے اصحاب امام حسین کے ساتھ ظلم و جفا سے کام لیا تو خود حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کس قدر ظلم و جفا کی ہوگی۔ حد ہو گئی کہ امام حسین علیہ السلام کے جسم مبارک پر چار ہزار زخم تیر و شمشیر و سنان تھے۔ اس پر بھی ملاعین پتھر مار رہے تھے۔

روز عاشوراء اول ظہر کے بعد چند اصحاب کی شہادت

جنہوں نے واقعات کربلا کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ روز عاشوراء زوال ظہر کے بعد اصحاب امام حسینؑ پر قیامت گزر گئی۔ کچھ اصحاب تو پہلے ہی جام شہادت پی چکے تھے۔ زوال ظہر کے بعد جو اصحاب زخمی اور مجروح بیچے تھے وہ سب جمع ہوتے کہ اذن امام ملے تو شہادت سے بہرہ ور ہوں بروایت بحار عبدالرحمٰن بن عبداللہ الیزنی ہیں کہ جو ہتھیلی پہ جان لیئے ہوئے خدمت امام حسین علیہ السلام میں آئے اذن جہاد طلب کیا۔ بعدہ معرکہ جہاد میں آئے اور رجز پڑھا کہ

انا ابن عبداللہ من یزن، دینی علی دین حسینؑ و حسنؑ

اضربکم ضرب فتی من الیمن، ارجوا بذاک الفوز عند المؤمن

اس کے بعد آپ نے حملہ کیا اور میمنہ و میسرۂ لشکر عمر ابن سعد کو الٹ پلٹ کر دیا۔ اور ایک گروہ کو قتل کیا۔ لیکن پھر کوفی و شامی لوگوں نے مل کر حملہ کیا اور آپ کو شہید کیا۔

دوسرے صحابی امام حسینؑ علیہ السلام عمرو بن خالد ہیں کہ جو میدان قتال میں گئے کافروں کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گئے۔ ان کے بعد عمرو بن قرظہ انصاری میدان میں گئے۔ اعدائے دین کے اکثر لوگوں کو قتل کیا۔ حق حمایت و نصرت امام حسینؑ ادا کرتے ہوئے جام شہادت پیا اور راہی جنت ہوئے حضرت امام حسین علیہ السلام پر ایک صحابی کی آواز پر اس کے پاس تشریف لے گئے

ہیں لیکن داحسرتا امام حسینؑ جب گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے کوئی آپ کے پاس نہ تھا۔

الالعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

جون غلام ابوذر غفاری کی شہادت

آپ بھی شہدائے کربلا میں سے ایک شہید ہیں۔ آپ کے حالات میں ہے کہ جناب ابوذر غفاری کے غلام تھے۔ جب تیسری خلافت ظاہریہ ہیں ابوذرؓ غفاری کو جلاوطن کر کے مدینہ سے ربذہ بھیجا گیا تو آپ نے اپنے غلام کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت کے لیے وقف کر دیا اور آپ کو بخش دیا۔ چنانچہ جون اس وقت سے خدمت امام حسین علیہ السلام میں تھے۔ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کان عبداً اسود کہ آپ حبشی غلام تھے اگرچہ سیاہ رنگ تھا مگر دل نور ایمان سے منور تھا۔ ان کا نام زیارت شہداء علیہم السلام اور اسماء شہداء میں مذکور ہے کہ السلام علی جون مولی ابی ذر سلام ہو جون پر جو غلام ابوذر غفاری تھے اور خدمت امام حسینؑ کے شرف کے حامل تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اصحاب شہید ہو رہے ہیں۔ اور لشکر عمر بن سعد بدنہاد میں لشکر حق کی شان میں گستاخی کی جا رہی ہے۔ تو انہیں انتہائی غیرت ہوئی کہ ان کو اس گستاخانہ رویہ کی سزا دی جائے۔ خدمت امام حسین علیہ السلام میں آئے۔ قدم بوسی کے بعد عرض کیا مولا مجھے بھی مرنے کی اجازت دیجیے۔ آپ نے فرمایا کہ اے جون تمہیں اجازت میدان رزم دنیا میرے اختیار میں نہیں ہے۔ فرمایا کہ تم ہمارے ساتھ اس لیے ہوئے تھے کہ عافیت

و سلامتی کے ساتھ رہو گے۔ لیکن یہاں مصائب و بلا کا سامنا ہے۔ جون نے عرض کیا مولا میں نے تو اپنی زندگی آپ کی رفاقت اور خدمت میں گزاری ہے۔ اس پُر آشوب وقت میں کیوں کر آپ کو چھوڑ کر جا سکتا ہوں۔ کیا مولا آپ مجھے اس لیے اجازت نہیں دیتے کہ میرا رنگ کالا ہے۔ میرے پسینہ سے بو آتی ہے۔ مولا کیا مجھے آپ خوشبوئے بہشت سے محروم رکھیں گے۔ اے آقا میں ہرگز تمہارے دامن کو نہیں چھوڑوں گا۔ آپ دنیا و دین دونوں جگہ میرے آقا و سردار و امام ہیں۔ لیکن جب اجازت جہاد ملنے میں دیر ہوئی تو جون زار زار رونے لگے امام حسینؑ نے اجازت دی اور فرمایا اے جون جاؤ ہم بھی عقب میں جلد پہنچنے والے ہیں۔ جون خوش ہو گئے اور اہلحرم سے رخصت ہونے کے لیے در خیمہ حرم پہنچے سلام کیا اور کہا اے اہلحرم میرا سلام آخر قبول ہو۔ میں تمہیں خدا حافظ کہنے آیا ہوں اور اب میں عازم سفر خلد ہوں اہلحرم سے رخصت ہونے کے بعد میدان کارزار میں آئے۔ رجز پڑھا کہ میرے میدان رزم میں آنے سے دشمن بے جان ہو جاتا ہے۔ میں اگرچہ غلام ہوں لیکن شاہان دنیا سے افضل ہوں۔ چنانچہ تیغ زنی شروع ہوئی اور جون نے اکثر دشمنان دین کو داصل جہنم کیا۔ خود بھی زخمی ہوئے جب زخموں کی وجہ سے گھوڑے پر نہ سنبھل سکے تو زمین پر گرے۔ خیام اہلبیتؑ کی طرف رخ کر کے سلام کیا السلام علیک یا مولای یا ابا عبد اللہ ادرکنی۔ اے مولا حسینؑ سلام قبول کیجئے اور میری مدد کو آیئے۔ امام حسین علیہ السلام باچشم گریاں، جون کے پاس پہنچے۔ حضرت علی اکبر علیہ السلام آپ کے ہمراہ تھے امام حسینؑ نے ان کے چہرہ پر دست مبارک رکھا اور بارگاہ خداوند عالم میں

عرض کیا۔ اللھم بیض وجھہ وطیب ریحہ واحشرہ مع الابرار
یعنی اے خداوندا اس کے چہرہ کو نورانی بنا دے۔ اس کے جسم کو خوشبودار بنا دے اور اس کا حشر ابرار و متقی لوگوں کے ساتھ ہو۔ پس امام حسین کی دعا کی برکت سے جون کا چہرہ مثل بدر کامل چمکنے لگا۔ جسم سے خوشبو آنے لگی۔
حضرت امام حسینؑ کی دعا کی برکت سے جون کا چہرہ کہ بعدہ شہادت حضرت امام حسینؑ علیہ السلام غازیہ کے کچھ لوگ آئے اور شہداء کے جسم ہائے مبارکہ کو دفن کیا۔ دس دن کے بعد جون کی لاش دستیاب ہوئی کہ ان کا چہرہ منور تھا اور لاش مبارک سے خوشبو اٹھ رہی تھی۔ کیا کہنا واللہ جون کا کہ خدمت امام حسین میں رہ کر یہ درجہ پایا۔ کہ شہید راہ خدا ہوئے چہرہ نورانی ہوا اور خوشبوئے جنت سے لاش مبارک بس گئی۔ شہید ہوئے تو سرہانے حسینؑ موجود تھے اور شہزادہ علی اکبر ہمشیہ پیغمبر موجود تھے۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

حنظلہ بن سعید الشیبانی کی شہادت

روز عاشوراء بعد نماز ظہر حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس بہت ہی قلیل تعداد میں اصحاب رہ گئے تھے زیادہ تر شہید ہو چکے تھے۔ امام حسین علیہ السلام نے جب ان کی بھوک و پیاس اور زخمی حالت دیکھی تو فرمایا۔
صبرا بنی الکرام فما الموت الا قنطرۃ یعبر کم من البؤس والضراء الی الجنان الواسعۃ والنعیم الدائمہ۔ یعنی اے مکرم بندوں دنیاوی راحت و آرام و اولاد چند روزہ ہے۔ دائمی راحت و آرام کی جگہ جنت ہے۔

کیا تم لوگ قید خانہ دنیا سے قصر جنت طرف منتقل ہونا نہیں چاہتے۔ اصحاب اصحاب میں جوش جہاد پیدا ہوا۔ اور ادھر لشکر عمر ابن سعد نے یورش کی تو وجاء حنظلۃ بن سعد الشیبانی "فوقف بین یدی الحسین علیہ السلام۔
یعنی کہ حنظلہ بن سعد نے جب دیکھا کہ لشکر عمر سعد باران تیر کر رہا ہے۔ پتھراؤ رہا ہے تو آپ امام حسینؑ علیہ السلام کے سامنے کھڑے ہو گئے کہ جو تیر اور پتھر اس طرف سے آئے سے اپنے سینہ پر روک لیں۔ حنظلہ بن سعد خود تیروں کا نشانہ بن گئے۔ لیکن آپ نے حضرت امام حسین علیہ السلام پر اپنی زندگی میں آنچ نہ آنے دی۔ لیکن واحسرتا جب امام حسینؑ یکہ و تنہا رہ گئے۔ آپ کے پاس عبداللہ بن الحسنؑ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ظالم نے امام حسین علیہ السلام پر اپنے دونوں ہاتھ بلند کر دیئے۔ اور فرمایا کہ اے خبیث تو چاہتا ہے کہ میرے عم نامدار کو قتل کرے۔ اس ملعون نے عبداللہ کے دونوں ہاتھ قلم کر دیئے۔ اسی وقت اس معصوم نے فریاد کی یا اماہ ادرکنی۔ حضرت نے فرمایا کہ اے قوم نابکار میں ذریت رسول خدا ہوں تم روز آخرت سے نہیں ڈرتے
کتاب مناقب میں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے جب حنظلۃ بن سعد زخمی ہو کر گرے تو فرمایا کہ خدا تم پر اپنی رحمت کرے کہ تم نے حق مودت ادا کیا۔ حنظلہ نے کہا اے مولا میں کیوں کر نہ چاہتا کہ برادران جو مجھ سے پہلے داخل بہشت ہو چکے ہیں ان کی خدمت میں حاضر ہوں اور ان سے ملحق ہو جاؤں حنظلۃ جب زخمی ہو کر گرے تو آپ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے۔ زبان پر آیات قرآن تھیں کہ لشکر ظلم کی طرف سے ایک تیر آیا جس نے کلام خدا قطع کیا اور حنظلہ نے جام شہادت نوش فرمایا؛

حجاج بن مسروق کی شہادت

روایات میں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے روز عاشورا محرم بعد ظہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث باقی اصحاب کے سامنے بیان فرمائی۔ ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے نانا رسول خدا سے سنا کہ آپ نے فرمایا الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر۔ والموت جسر ھئولاء الی جناتھم وجسر ھئولاء الی جھیمھم۔ یعنی کہ دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے اور موت، مومن وکافر کے لیے پل کی حیثیت رکھتی ہے۔ کہ اس کے ذریعہ مومن بہشت بریں میں پہنچتا ہے اور کافر جہنم رسید ہوتا ہے۔ اصحاب نے عرض کیا مولا ہمارا ایمان ہے کہ آپ عروۃ الوثقٰی ہیں اور آپ کی محبت وولا ایمان ہے۔ مودت فرض ہے اس وقت حجاج بن مسروق امام حسین علیہ السلام کے سامنے آئے۔ قدم بوسی کے بعد اذن جہاد طلب کیا۔ اس قدر اور واضح کرنا ضروری ہے کہ حجاج بن مسروق بڑے عابد وزاہد تھے ان کی عبادت گزاری کے لیے یہی کافی ہے کہ حضرت امام حسینؑ کے مؤذن تھے اذان سحگانہ دیا کرتے تھے۔ حجاج بن مسروق میدان قتال میں پہنچے بروایت محمد ابن ابی طالب الموسوی یہ رجز پڑھا۔ اقدم حسینا ھادیا مھدیا، الیوم نلقی جدك ابنیا، ثم اباك ذاالندا علیا ذاك الذی تعرفہ وصیا والحسن الخیر الرضی الولیا۔ یعنی کہ حسینؑ میرے امام، ہادی اور مہدی ہیں ان کے جد رسول خدا، ان کے بابا علی مرتضیٰ وصی رسول خدا اور ان کے

بھائی حسن مجتبیٰ ولی خدا ہیں۔ حجاج نے اذان کی گواہی کو رجز بنا دیا۔ اور پھر حملہ شروع کیا۔ اور پندرہ اعدائے دین کو قتل کیا۔ لشکر عمر بن سعد نے آپ پر چاروں طرف سے حملہ شروع کیا۔ کثیر سپاہ اور آپ تنہا اور روزہ بھی ہو کے پیاسے آخر تک جنگ جاری رکھتے۔ جب آپ زخمی ہوگئے اور گھوڑے پر نہ سنبھلا گیا تو زمین پر گرے اس وقت لشکر عمر بن سعد کے لوگ ٹوٹ پڑے روایت میں ہے کہ آپ کو اس قدر تیر وتلواریں ماریں کہ آپ کا جسم ریزہ ریزہ ہو گیا۔

مولف بیان کرتے ہیں کہ اے مومنو! امام حسینؑ کے دو موذن تھے ایک موذن عمومی دوسرے موذن خصوصی، مؤذن عمومی تو حجاج بن مسروق تھے جو کربلا میں روزانہ اذان پنجگانہ دیتے تھے اور موذن خصوصی ہمیشہ ہمشکل پیغمبر حضرت علی اکبر کے سینہ پر جب برچھی لگی۔ تو آپ نے جنگ کر گھوڑے کی گردن میں باہیں ڈال دیں۔ روایت کہ فقطعوہ بسیوفھم اربا اربا۔ یعنی علی اکبر کو تیغوں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

حالات بعد ظہر روز عاشورا

یہ ایک حقیقت ہے کہ عالم امکان میں حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کے اصحاب سے زیادہ باوفا کسی اور شخصیت کے اصحاب نہ تھے۔ امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کی شان میں فرمایا ہے۔ کہ انی لا اعلم اصحابا ابروا وفی من اصحابی ——— یہ سب اصحاب، عابد وزاہد،

متقی و پرہیزگار، اولیاء اللہ، انصار اللہ مرد میدان اور عارف حقوق آل محمد تھے۔

- ساونت بُرد بار، فلک مرتبت دلیر
عالی منش، صبا میں سلیمان وغا میں شیر
- گردان دہر جن کی زبردستیوں سے زیر
فاقوں میں دل بھی چشم بھی اور نیتوں میں سیر
- طاقت نہ چلنے پھرنے کی تھی ہاتھ پاؤں میں
گر گر کے سجدے کر گئے تیغوں کی چھاؤں میں

(انیس مرحوم)

اصحاب امام حسین علیہ السلام نے اپنی طاقت سے زیادہ نصرت امام حسین کی اور کافروں کو قتل کیا۔ اپنے سینوں پر تیر کھلائے مگر امام حسین علیہ السلام کو تیروں سے بچایا۔ شوق شہادت کا یہ عالم تھا کہ ایک صحابی دوسرے پر سبقت کرتا تھا۔ کتاب اللہوف میں ہے کہ سوید بن عمرو بن ابی مطاع جعفی جو کہ شریف ترین شخص تھے۔ اور اکثر اوقات عبادت اور وظائف میں وقت گزارتے تھے۔ میدان کارزار میں بھی وہ فنا فی اللہ رہتے تھے۔ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے سلام بجا لائے اور آپ سے اذن جہاد طلب کیا۔ امام حسین علیہ السلام نے اجازت دی اور رجز پڑھا (از یں شہر آشوب) انا بن عمرو ابی مطاع کہ میں عمرو بن ابی مطاع ہوں۔ سخت قتال کرنے والا ہوں۔ ثم حمل علی القوم کہ پھر آپ نے قوم نابکار پر حملہ کیا۔ جو بھی اس شیر بہادر کے سامنے آیا۔ تیغ اجل نے دو ٹکڑے کر دیا۔ آپ کی تلوار چمکدار سے

جو ملا تلوار نے اسے نہ چھوڑا۔ اکثر کافروں کو قتل کیا۔ آخر کب تک قتال کرتے تشنہ کام، زخموں سے نڈھال۔ السیّد کہتے ہیں حتی سقط بین القتلی وقد اثخن بالجراح۔ کہ زخموں کی زیادتی اور کمزوری کی وجہ سے بے ہوشی کی حالت میں گھوڑے سے زمین پر گرے۔ اور زمین پر گرنے کے بعد بوجہ غشی آنکھ بھی نہ کھول سکے۔ لیکن اس وقت ہوش میں آئے جب آپ کے کان میں یہ آواز پہنچی الا قد قتل الحسین علیہ السلام کہ حسینؑ قتل ہو گئے آپ نے اس زخمی حالت میں اٹھنے کی کوشش کی جسم زخمی حرکت میں آیا ہی تھا کہ آپ نے موزہ سے خنجر نکلا اور جوش ولا میں اشقیاء پر حملہ کیا۔ اور اکثر کو واصل جہنم کیا اور آپ نے ثابت کر دیا۔ کہ ہزار بار بھی زندہ ہوں تو نصرت امام کریں گے۔ آخرکار طاقت نہ رہی کہ جہاد کرتے ایک ظالم نے آپ کو قتل کیا۔

------ یالیتنی کنت معھم فافوز فوزاً عظیما۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کے چند اصحاب کی شہادت

حضرت امام حسین علیہ السلام کے فدائیوں میں سے یحیٰی بن سلیم مازنی بھی ایک فدائی ہیں۔ شجاعت اور جنگ میں آپ کو یدطولیٰ حاصل تھا۔ موعظہ و حکمت کرنے میں مشہور و معروف تھے۔ آپ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور اذن جہاد طلب کیا امام حسین علیہ السلام نے اجازت جہاد دی بروایت مناقب جب میدان کارزار میں پہنچے تو آپ نے دلیرانہ رجز پڑھا۔

لاضربن القوم ضربا فیصلا - ضربا شدیدا فی العداة معجلا

لاعاجزا فیھا لا مولو لا　　ولا اخاف الیوم مقبلا

لکنی کا للیث احمی اشیلا

——— یعنی کہ میں شیر درندہ ہوں اور شیر کا فرزند ہوں میں جنگ اور قتل ہونے سے نہیں ڈرتا۔ ثم حمل فقاتل ۔ پس رجز کے بعد لشکر عمر بن سعد پر دلیرانہ حملہ کیا۔ اور متعدد کافروں کو تہ تیغ کیا۔ لیکن آپ کے بازو مبارک میں تیر لگا جس کی وجہ سے طاقت خون ہو کر بہنے لگی۔ اور اسی حالت میں سوئے جنت سفر اختیار کیا۔ ان کے بعد قرۃ بن ابی قرۃ آگے بڑھے اور پھر رجز پڑھا اور شیر شکاری کی طرح فوج اعداء پر جھپٹے تلوار ہاتھ میں تھی زبان پر یہ رجز جاری تھا کہ

قد علمت حقا و غفاری　　وخندف بعد بنی نزاری

ضربا وجیعا عن بنی الاخیار　　رھط النبی السادۃ الابرار

یعنی کہ میں غفاری ہوں تنہا ہی شیر درندہ ہوں کافروں کو قتل کرنے والا ہوں۔ اور تمہارے خون سے زمین لالہ زار کرنے والا ہوں۔ دردناک ضربیں لگانے والا ہوں۔ اور میں بنی سید الابرار اور گروہ اخیار سے ہوں یعنی حی علی خیر العمل والوں میں سے ہوں جنگ میں جوہر روانگی دکھلائے کافروں کو قتل کیا اور شہید ہو گئے۔ بعدہ مالک بن انس المالکی اذن جہاد لے کر میدان میں آئے اور پسر سعد ملعون کے مقابل میں کھڑے ہوئے اور باآواز بلند کہا اے ابن سعد۔ اگر تیرا باپ سعد یہ جانتا کہ تجھ سے یہ حرکت صادر ہوگی اور تو فرزند رسول خدا کو قتل کرے گا تو سعد تیرا سر کاٹ دیتے

اور زمانہ تجھ ایسے ناپاک انسان سے پاک ہو جاتا۔ عمر بن سعد نے غضبناک حالت میں لشکر کو اشارہ کیا کہ حملہ کریں۔ جب مالک بن انس نے دیکھا کہ لشکر عمر بن سعد حملہ کرنے آ گیا آپ نے بھی تلوار کھینچی اور یہ رجز پڑھا۔ قد علمت مالک والد وان والخندفیون وقس غیلان ۔ میں مالک ہوں اور میں اس وقت بڑا جھگڑالو ہوں۔ آل علی شیعۃ الرحمٰن یعنی ال علی اور شیعہ رحمٰن ۔ ہوں بعدہ آپ نے حملہ کیا آخر الامر اس گروہ نابکار نے مل کر تیر برسائے اور تیروں اور نیزوں سے آپ کا جسم مبارک چھلنی کر کے ریزہ ریزہ کر دیا اور روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔ ان کے بعد ابراہیم بن الحصین الاسدی میدان کارزار میں آئے اور رجز پڑھنے کے بعد قوم جفاکار پر تلوار سے حملہ کیا۔ اور چور اسی کافروں کو تہ تیغ کیا۔ ابی مخنف لکھتے ہیں کہ اس جوانمرد نے کوفیوں اور شامیوں کی نگاہ میں روز روشن کو تاریک کر دیا۔ اور اس جوانمرد کی زبان پر یہ رجز جاری تھا۔ اقدم حسین الیوم نلقی احمدا ثم اباک الطاھر المسدد والحسن السموم ذاک الاسد، فی جنۃ الفردوس فازوا سعدا ۔ آج کے دن سب سے پہلے حسین علیہ السلام اور پھر ان کے نانا رسول خدا سے ملاقی ہوں گا پھر میں پاک و پاکیزہ امام حسینؑ کی مدد کروں گا۔ اور حسن مسموم جو سعید ترین ہیں اور میں جنت میں فائز ہونے والا ہوں۔ رجز کے بعد آپ نے لشکر اعداء پر حملہ کیا یہاں تک کہ آپ نے ستر کافروں کو قتل کیا۔ پھر جفا پیشہ لوگ چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے اور آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

شہادت اولیاء اللہ

حضرت خامس آل امام حسین علیہ السلام پر جانیں نثار کرنے والوں میں ایک جنادۃ بن الحارث الانصاری بھی ہیں۔ یہ بزرگوار گروہ انصاری سے تھے یعنی مہاجر نہیں تھے۔ اور آل رسول کے عارف وجاں نثار تھے امام حسین علیہ السلام سے اذن جہاد طلب کیا اور میدان میں پہنچ کر دلیرانہ طور پر رجز پڑھا۔ کہ انا جنادہ و انا ابن الحارث۔ کہ میں جنادہ ہوں اور حارث انصاری کا بیٹا ہوں۔ اکثر کافروں کو قتل کیا خود بھی زخمی ہوئے۔ زخموں کی تاب نہ لا کر گھوڑے سے زمین پر گرے اور جام شہادت نوش فرمایا۔ آپ کے ایک فرزند تھا جس کا نام عمرو تھا جو اپنے باپ کے غم میں اشکبار تھا۔ امام حسینؑ کی خدمت میں آکر اذن جہاد طلب کیا۔ اپنے باپ کی تلوار اٹھائی اور میدان قتال میں پہنچا۔ رجز پڑھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انصار میں سے ایک شہسوار ہوں اور کہا کہ ہم نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کی ہے۔ کافروں کو تہ تیغ کیا جنگ کر رہے تھے کہ زخمی ہو کر گھوڑے سے گرے اور ایک ظالم نے آپ کو قتال کیا اور روح عالم بالا کی طرف پرواز کر گئی۔ بعدہ خبیر معلی بن المعلی جو کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے خصوصی خادم تھے۔ میدان کارزار میں گئے اور چوبیس دشمنوں کو واصل جہنم کیا۔ آپ برسرپیکار تھے کہ آپ کے سر مبارک پر ایک ظالم نے گرز مارا۔ گھوڑے سے گرتے ہوئے پیر رکاب میں الجھ گیا۔ ایک کوفی آگے بڑھا اور خنجر سے وار کر کے آپ کو شہید کیا۔ آپ کے

بعد معلی بن حنظلہ الانصاری میدان جنگ میں گئے۔ لشکر اعداء میں سے اکثر لوگوں کو قتل کیا اور پھر ان ملعونوں نے آپ پر شدید حملہ کیا اور وقتلوہ ضرباً وطعناً اور آپ کو تلواروں اور نیزوں سے قتل کیا۔ ان کے بعد عبدالرحمٰن بن عروۃ الانصاری نے باذن امام عالیمقام میدان کارزار کا رخ کیا۔ رجز پڑھا کہ لوگ جانتے ہیں کہ میں انصاری ہوں اور نزار کی اولاد سے ہوں۔ بجز تیغ زنی اور فاجروں کو قتل کرنے کے میرا کوئی دوسرا کام نہیں ہے۔ اچھے خاصے گروہ کفار کو قتل و زخمی کیا۔ بروایت روضۃ الشہداء ایک ظالم نے آپ کو تیر مارا جو کہ آپ کی پیشانی پر لگا۔ گھوڑے سے زمیں پر گرے۔ بڑی قوت سے تیر کھینچا۔ خون کا فوارہ جاری ہو گیا۔ اور جام شہادت نوش کیا آپ کا ایک بھائی بھی تھا جس کا نام جابر بن عروۃ الغفاری تھا۔ بھائی کی جدائی میں درد و غم میں مبتلا تھا۔ کہ خدمت امام حسینؑ میں آیا اذن جہاد طلب کیا۔ ارباب احادیث لکھتے ہیں کہ جابر بن عروۃ الغفاری سن رسیدہ تھے، روشن ضمیر زاہد و نیک خو تھے۔ اور زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضور کے ساتھ غزوات میں شریک رہے تھے۔ امام حسینؑ نے ان کے چہرہ پر نظر کی دیکھا یہ ضعیف اسلحہ سے آراستہ ہے فرمایا اے شیخ تم پر اللہ اپنی رحمت نازل کرے۔ کیا تم بھی اپنی ریش کو مجنون خضاب کرنا چاہتے ہو تمہارے لیے یہی کافی ہے کہ تم ناصران رسول خدا سے ہو اور غزوات میں شریک رہے ہو۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اب تم پر جہاد واجب نہیں ہے تو عرض کیا آقا میں نے اپنی زندگی حرب و ضرب میں گزاری ہے۔ میں حرب و ضرب سے بخوبی واقف و آگاہ ہوں۔ دل چاہتا ہے کہ زمرۂ شہدائے آل محمدؐ میں شامل ہوں میں چاہتا ہوں کہ حضور سرور کائنات کی خدمت میں

حاضر ہوں تو شہداء کربلا میں شامل ہو کر پہنچوں امام حسین علیہ السلام نے اذن جہاد دیا۔ میدان قتال میں پہنچے اس ضعفی وکمزوری کے باوجود آپ نے ساٹھ کافروں کو واصل جہنم کیا۔ آخر کار زخمی ہوتے اور گھوڑے سے زمین پر گرے اس وقت آپ کی زبان پر یا اللہ یا محمد جاری تھا۔ روایت ہے کہ امام حسین آپ کی پاس پہنچے ہیں۔ ابھی کچھ رمق جاں تھی کہ جابر نے امام حسین کے چہرہ مبارک پر نظر کی۔ تیر و شمشیر دور کیے۔ وقت جان کندن آپ کی زبان پر یا اللہ یا محمد جاری تھا کہ آپ کی روح نے جنت الفردوس کی طرف پرواز کی۔ بابی انتم و امی۔

انیس بن معقل۔ آپ امام عالی مقام سے اذن جہاد لے کر میدان کارزار میں گئے رجز پڑھا انا انیس و انا ابن المعقل۔ کہ میں انیس ہوں اور معقل کا فرزند ہوں حسینؑ عالیجناب کی طرف سے دشمنوں سے جنگ کرنے آیا ہوں۔ پس آپ نے تلوار کھینچی۔ اور چوبیس کافروں کو جہنم سینہ کیا نہ اسی اثناء میں ایک ظالم نے آپ پر تلوار سے وار کیا۔ اور آپ کا سینہ تک چاک ہو گیا اور روح پرواز کر گئی۔

علی بن مظاہرؒ۔ انیس بن معقل کی شہادت کے بعد علی بن مظاہر نے اذن جہاد حاصل کیا میدان میں پہنچے رجز پڑھنے کے بعد حملہ شروع کیا بروایت ابی مخنف ساٹھ کافروں کو قتل کیا۔ اسی دوران ایک ظالم نے ایک ایسی تلوار لگائی کہ روح مبارک مقام قدس کی طرف پرواز کر گئی۔

داؤد بن مالک میدان قتال میں آئے رجز پڑھا کہ میں دلیر اور بہادر ہوں اور زخمی ہو کر گھوڑے سے زمین پر گرے۔ اور جام شہادت نوش فرمایا

وقاص بن عبید۔ مولف کتاب ہذا اپنی کتاب میں اور معین الدین کتاب روضۃ الشہداء میں لکھتے ہیں۔ کہ وقاص بن عبید حضرت امام حسینؑ سے والہانہ عقیدت ومحبت اور اخلاص رکھتے تھے۔ جب آپ نے دیکھا کہ اکابرین صحابہ جام شہادت نوش کر چکے ہیں تو آپ سے نہ رہا گیا۔ خدمت امام حسینؑ میں آئے سلام عرض کیا۔ رکاب امام کو بوسہ دیا اور اذن جہاد طلب کیا۔ میدان میں پہنچ کر قتال کیا اور خود جام شہادت نوش فرمایا۔

شریح بن عبید۔ یہ وقاص بن عبید کے بھائی تھے۔ اذن جہاد لے کر میدان جنگ میں پہنچے کافروں کو قتل کیا لیکن آپ کا مرکب (گھوڑا) شدت تشنگی کی وجہ سے زیادہ دیر تک کام نہ آسکا گھوڑا زمین پر گرا۔ اور ساتھ ہی ساتھ شریح بن عبید گھوڑے سے زمین پر گرے۔ اور ان پر ہجوم اعدا ہو گیا اور ان کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور روح عالم بقا کو پرواز کر گئی۔

یزید بن الشعشاء میدان میں پہنچے اور رجز پڑھا کہ یارب انی للحسین ناصر ولا بن سعد تارک وہاجر یعنی کہ خدا سے خطاب کرتے ہیں کہ اے اللہ میں حسینؑ کا ناصر بن کر میدان قتال میں آیا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نے فوج عمر بن سعد کی طرف تیر رہا کیا۔ تیروں سے آپ نے پانچ کافر ہلاک کیے اور تین چار زخمی کیے ان کی تیر اندازی پر امام حسین علیہ السلام نے کلمہ تحسین فرمایا ہے۔ ایک ظالم نے تلوار سے آپ کو شہید کیا۔

ابو عمر والنہشلی۔ زاہد شب زندہ دار تہجد گزار تھے۔ اکثر اپنے احباب میں فرمایا کرتے تھے کہ نصرت امام حسین علیہ السلام کرنا بہترین عبادت ہے اس سے بڑھ کر کوئی دوسری عبادت نہیں ہے۔ رجز کے بعد آپ نے تلوار سے

دشمن کی فوج پر حملہ کیا۔ ابن نما روایت کرتے ہیں کہ حمران نامی غلام نبی کاہل بیان کرتا ہے کہ میں اس وقت حد موجود تھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ سخت ترین حملہ کر رہے تھے۔ اور فوج کی صفوں کو درہم برہم کر دیا۔ کہ دوران جنگ ملاعین کا ایک گروہ ان پر ٹوٹ پڑا۔ اور آپ زخمی ہو کر گرے امام حسین کو سلام آخر کیا۔ اور جس طرح ہو سکا امامؑ کی خدمت میں پہنچے زیارت امام کر کے پھر مقتل کا رخ کیا۔ اور پھر رجز کا اعادہ کیا۔ عمران غلام کہتا ہے کہ میں نے پوچھا کہ یہ شملع روز گار کون ہے کہ جس نے لشکر عمر ابن سعد میں ہل چل مچا دی ہے تو بتلایا گیا کہ یہ ابو عمرو النہشلی ہے۔ آپ کو ایک ظالم نے تلوار سے زخمی کیا اور آپ نے شہادت پائی۔ اور روز عاشورا ہی ان کا سر گردن سے جدا کیا گیا۔ اور کوفہ روانہ کیا۔ بابی انتم و امی۔

عابس بن شبیب شاکری کی خدمت امام حسینؑ میں رسائی اور غلام شوذب کی شہادت

جب روز عاشورا حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب شہید ہو چکے اور آپ بغیر سپاہ رہ گئے تو عابس اپنے غلام کے ساتھ خدمت امام علیہ السلام میں آئے۔ محمد بن ابی طالب الموسوی سے روایت ہے کہ انہ جاء عابس بن شبیب الشاکری و معہ شوذب مولی شاکر۔ کہ عابس اپنے غلام کے ساتھ خدمت امام حسین علیہ السلام میں آئے عابس شاکری اخلاص و خدمت گزاری تمام دوسرے لوگوں پر گوئے سبقت لے گئے

انہوں نے اصحاب کی شہادت اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی اور خود بھی حملوں کے موقعہ پر زخم کیا ہے علاوہ ازیں اشقیاء سے ناروا کلمات آل رسول کی شان میں سن کر ان کا خون جوش کھا رہا تھا۔ کہ انہوں نے اپنے غلام کی طرف دیکھا کہ وہ سر جھکائے بیٹھا ہے اور تیغ بندی اس کے ہاتھ میں ہے پس فقال لہ یاشوذب فی نفسک۔ عابس نے اس سے کہا کہ اے شوذب کیا سوچ رہا ہے اس نے کہا ما اصنع اقاتل حتی اقتل میں یہ سوچ رہا ہوں کہ میں دشمنان امام حسینؑ سے جنگ کروں انہیں قتل کروں اور خواہ خود قتل ہو جاؤں یہ سن کر عابس نے اپنے غلام شوذب کو شاباش کہا آفرین کہا اور کہا فتقدم بین یدی الی عبد اللہ حتی یحتسبک کما یحتسب غیرک اے غلام حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس جا۔ اذن کارزار حاصل کرتا کہ وہ مظہر الٰہی یعنی کہ حضرت خامس آل عبا امام حسین علیہ السلام تیرا حساب و شمار شہدائ میں کریں۔ فرمایا کہ اے غلام آج کا دن وہ دن ہے کہ بیاری بخت خدا سے اجر طلب کر۔ مقصد یہ تھا کہ آج جو بھی حضرت امام حسینؑ کی نصرت کرے گا قتل ہوگا اس کا اجر خدائے تعالے پر ہے۔ اس عمل سے بڑھ کر کوئی عمل خیر نہیں ہے جو بھی شہید ہوگا۔ اس کے لیے نہ محشر میں سوال، نہ گرمی و تپش آفتاب، نہ برزخ۔ ادھر جام شہادت پیا ادھر جنت میں پہنچا۔ پس عابس اور غلام دونوں خدمت امام حسین میں حاضر ہوئے آقائے دو جہاں کو سلام کیا۔ اور کہا اے سلطان دین، اے وارث امین، اے سبط رسول خدا آپ سے زیادہ برگزیدہ کوئی نہیں ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ کے دشمنوں کو آپ سے دور کریں اور انہیں قتل و غارت کریں۔ ہم دونوں آپ کے دین برحق پر ہیں۔ جب حضرت

امام حسین علیہ السلام نے عابس سے یہ باتیں سنیں۔ فرد شہداء میں نام درج ہوئے اور شہادت کے بعد زیارت میں بھی نام آتا ہے۔ السلام علی شوذب مولیٰ شاکر چنانچہ امام عالیمقام نے شرف بخشا۔ غلام شوذب کو اذن جہاد دیا۔ وہ تیغ ہندی کے میدان قتال میں پہنچا۔ میدان رزم میں کشتوں کے ڈھیر لگا دیئے۔ لیکن سپاہ ابن سعد نے اپنے ہجوم میں گھیر لیا۔ شوذب گھوڑے سے زمین پر گرے اور دشمنوں نے ان کو تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور آپ کی روح شہداء کربلا سے مقام قدس میں ملحق ہو گئی۔ کون تھا کہ جو اس غریب پر آنسو بہاتا۔ یہ غلام نوازی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے شوذب کے لیے گریہ فرمایا اور دعا دی کہ خداوند عالم رحمت نازل کرے۔

شجاعت اور شہادت مجالس بن شبیب شاکریؒ

سبحان اللہ۔ محبت ایک ایسا مقام ہے کہ طائران وہم اس کے کنگرہ کی انتہا کو نہیں پا سکتے۔ اور اگر محبت خاصان خدا ہو، حق سے محبت ہو۔ تو اس وادی ابتلاء سے وہی گزر سکتا ہے کہ جس کے دل کا امتحان خداوند عالم نے لے لیا ہو۔ شہداء کربلا محبت آل محمدؐ کے اس درجہ پر فائز تھے کہ روز عاشوراء محرم ایک ایک فدائی دوسرے پر سبقت کرنا چاہتا تھا۔ لفظ حب میں دو حرف ہیں "حا" اور "با" یعنی (ح + ب) ان کا جمل کبیر ح ۸ + ب ۲ = ۱۰ ہے اور جمل صغیر ایک ہے پس حقیقی محبت وہی ہے کہ محبوب یکتا ہو۔ آل محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین سے محبت خدا سے محبت ہے خدا کے حکم سے محبت ہے۔ سنت رسولؐ خدا

ہے اور ان سے محبت کرنا فرض ہے۔ عابس بن شبیب شاکری کے دل میں حضرت امام حسینؑ سے جو محبت تھی وہ مثالی حیثیت رکھتی ہے۔ اور جیسا کہ ذکر کیا جا چکا آپ کے غلام شوذب نے آقا سے پہلے آقا و دین و دنیا کی نصرت میں دشمنوں سے جنگ کر کے یہ ثابت کر دیا کہ محبت وہی محبت ہے کہ محبوب کے دشمنوں سے نفرت ہو۔ اسی لیے مذہب کی بنیاد محبت اور نفرت پر ہے اللہ و نبیؐ سے محبت اور ان کے دشمنوں سے نفرت روح مذہب ہے مجالس بھی اپنے دل میں محبت خدا اور رسول رکھتے تھے اور اسی محبت نے ان کو حضرت امام حسین علیہ السلام تک پہنچا دیا کیونکہ بفرمان رسول خدا حسینؑ رسول سے رسولؐ نے ہیں اور رسولؐ خدا حسینؑ سے ہیں۔ چنانچہ جب عابس نے دیکھا کہ ان کا غلام شوذب حضرت امام حسینؑ پر اپنی جان فدا کرنے میں اپنے آقا (شوذب) سے سبقت لے گیا۔ آپ نے آہنی لباس پہنا یعنی زرہ وغیرہ پہنی۔ اسلحہ سے آراستہ ہوئے۔ عابس بن شبیب شاکری اشجع الناس یعنی بڑے دلیر اور بہادر تھے۔ ربیع بن تمیم جو لشکر عمر ابن سعد میں تھا کہتا ہے کہ میں کھڑا ہوا عابس کو دیکھ رہا تھا کہ عابس مثل شیر گرسنہ لشکر والوں سے کہا کہ ہشیار باش اب شیر نر میدان میں آ رہا ہے۔ یہ شیر بیشۂ شجاعت مجالس ہے۔ یہ صفوں کو درہم برہم کرنے والا ہے۔ مجالس نے بھی مبارز طلبی کی مگر لشکر عمر ابن سعد کوئی اس کے مقابلے کو نہ نکلا۔ اس وقت عمر ابن سعد ملعون نے اپنے لشکر کو غیرت دلائی اور کہا۔ یاقوم ارضخوہ بالحجارۃ من کل جانب یعنی اے لشکر والو چاروں طرف سے سنگباری کرو پتھر مارو۔ چنانچہ سپاہ شر نے چاروں طرف سے پتھر مارنا شروع کیے۔ جب مجالس نے دیکھا کہ پتھروں کی بارش ہو رہی ہے۔

فلما رای ذلک القی ذرعه و مغفره ۔ اور تیرو پتھروں کی بارش میں بے خوف کھڑے رہے ۔ اور اس قوم جفا کار پر حملہ آور ہوئے کبھی گرز کبھی تلوار، کبھی نیزے سے حملہ کیا ۔ ایک تنہا مرد میدان نے ہزاروں کو فرار کرنے پر مجبور کر دیا جو سامنے آیا اس نے دنیا سے فرار کر کے ہمیشہ کے لیے جہنم میں پناہ لی اس وقت ربیع بن تمیم کہتا ہے کہ قسم ہے ۔ خدائے پاک کی میں نے دیکھا کہ عابس دو سو سے زیادہ نبرد آزما لوگوں کو بھیڑ بکری کے گلہ کی طرح ہنکار رہے ہیں ۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ ربیع کہتا ہے کہ چونکہ مجھے وہ جانتا تھا میں اس کے پاس گیا ۔ تو میں نے کہا اے عابس یہ کیا حالت ہے کہ سر برہنہ اور بے زرہ جنگ کر رہے ہو ۔ اور تمہیں موت کا خطرہ نہیں ہے ۔ تو عابس نے جواب دیا کہ میں موت سے نہیں ڈرتا ۔ پھر عابس نے مثل شیر گرسنہ حملہ کیا ۔ اور لشکر دشمن ملعون کی الٹ دیا ۔ تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا کہ عابس سر سے پیروں تک خون میں نہائے ہوئے ہیں آپ کا سر بھی زخمی ہے ۔ لہو بہہ رہا ہے ۔ اور جسم چھلنی ہو رہا ہے ۔ تیر پر تیر برس رہے ہیں ، رفتہ رفتہ ضعف طاری ہوا اور طائر روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گیا ۔ الحاصل ربیع بن تمیم کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ چند ظالموں نے عابس کا سر جدا کیا ۔ لیکن وہ آپس میں جھگڑنے لگے ان میں سے ہر ایک کوئی یہ کہتا تھا کہ میں نے عابس کو قتل کیا ہے ۔ جب عمر بن سعد بدنہاد کو یہ خبر نزاع پہنچی تو کہنے لگا کہ تم لوگ ناحق جھگڑا کرتے ہو ۔ تمہارا اس بارے میں افتخار کرنا خود وجہ تفرقہ ہے ۔ آہ ، وا مصیبتاہ حضرت امام حسینؑ کے قتل ہو جانے کے بعد بھی چند لوگوں نے اس بات پر فخر کیا تھا کہ وہ قاتل حسینؑ بن علی ہے ۔ شمر کہتا تھا کہ اس نے امام حسینؑ کو قتل کیا

ہے ۔ سنان کہتا ہے کہ وہ قاتل امام حسینؑ ہے ۔ خولی ملعون کہتا تھا ۔ کہ وہ قاتل حسینؑ ابن علیؑ ہے ۔ عمر ابن سعد نے ان تینوں ملعونوں کو اپنے خیمہ میں بلایا اور ان سے پوچھا کہ تم کیا کام انجام دیا ہے ۔ خولی ملعون نے کہا کہ اس نے حسین ابن علیؑ کو تیر مارا جو دل پر لگا ۔ سنان ملعون نے کہا کہ اس نے آپ کے گلوئے مبارک پر نیزہ مارا اور شمر ولد الحرام بولا کہ اس نے سر امام حسینؑ جدا کیا ۔ لعنۃ اللہ علیہم اجمعین ۔

احمد بن محمد ہاشمی اور چند جان نثاروں کی شہادت

جنہوں نے واقعات کربلا کا گہرا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں ۔ کہ ترتیب مقاتل اصحاب حضرت سید الشہداء علیہ السلام میں راویوں کے درمیان اختلاف کثیر پایا جاتا ہے ۔ اگر کسی کو ان اختلافات کا مطالعہ کرنا مقصود ہے اور حقیقت تک پہنچنا مدنظر ہے تو وہ کتاب ریاض الاحزان کا مطالعہ کرے ۔

ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے شہداء اور جانثاروں میں سب سے آخری جانثار احمد محمد الہاشمی ہیں ۔ جنہوں نے سب سے آخر میں حضرت امام حسینؑ سے اذن جہاد حاصل کیا ۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو جزاء خیر دے ۔ احمد بن محمد ہاشمی میدان جنگ میں پہنچے ابی مخنف کہتے ہیں کہ جب یہ ہاشمی جوان میدان میں پہنچا رجز پڑھا اور مقاتلہ شروع کیا ۔ ہاشمی افراد دشمن تہ تیغ کیے ۔ لشکر عمر بن سعد ملعون میں الحذر الحذر کی آوازیں بلند ہو گئیں ۔ اسی اثناء میں بے حد اعدائے دین ان پر ٹوٹ پڑے

اور ادھر آپ کی قوت بازو بھی کمزور پڑ گئی۔ تین دن کی بھوک و پیاس غالب آئی۔ تیغ زنی دشوار ہوگی۔ دشمنوں نے تیروں۔ تلواروں اور پتھروں کا نشانہ بنایا گھوڑے سے زمین پر گرے۔ اور روح پرواز کر گئی۔ کتاب روضۃ الشہداء میں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے تین اور غلام بھی مبارز طلبی کے لیے نکلے ہیں ایک محمد بن مقداد۔ دوسرے عبداللہ تیسرے ابودجانہ۔ یہ تینوں لشکر کفار کے مقابلہ میں آئے۔ سخت جنگ کی۔ انہوں نے چاہا کہ پھر امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ خیمہ کی طرف آ رہے تھے کہ دشمنوں چاروں طرف سے گھیر لیا حضرت امام حسین علیہ السلام کے پانچ اور غلام ان کی کمک و مدد کو پہنچے جن کے نام یہ ہیں (۱) قیس بن ربیع (۲) اشعث بن سعد (۳) عمر بن قرظیہ (۴) عنظمہ (۵) کماد اور ان کے ساتھ حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ کا ایک غلام سعد نامی بھی تھا۔ اس طرح کل چھ نفر آخر میں میدان رزم میں آئے ہیں جنہوں نے مقاتلہ کیا اور شدید زخمی ہو کر گھوڑوں سے زمین پر گرے اور بہشت بریں کو روانہ ہوئے۔ اے شیعو اب کون تھا کہ جو امام حسین علیہ السلام کو وقت آخر ذوالجناح پر سوار کرتا۔ در خیمہ پر ذوالجناح موجود تھا۔ مگر کوئی رکاب تھامنے والا نہ تھا۔ امام حسین علیہ السلام نے چاروں طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا۔ مگر سب ہی عزیز و انصار مقتل میں سو رہے تھے۔ دل سے آہ سوزاں نکلی۔ پکارا ہے کوئی مجھے سوار کرنے والا ہے کوئی رکاب توسن کو تھامنے والا اس وقت زینب خاتون در خیمہ پہ آئیں اور فرمایا اے برادر اگر اجازت ہو تو میں رکاب توسن تھام لوں۔ ام کلثوم آگے بڑھیں اور عرض کیا کہ عباس علمدارؑ کی جگہ میں آپ کو سوار کروں سکینہ خاتون نے عرض کیا بابا جان میں سوار

کراؤں۔ الخ المصیبۃ۔

غلام تُرک کی جنگ اور شہادت

باسمہ تعالیٰ اوّلاً و آخرًا

جب میدان کربلا میں حضرت امام حسینؑ کے تمام یاور و انصار شہید ہو گئے۔ اس وقت صرف آپ کا ایک غلام باقی تھا جس کا نام غلام تُرک ہے۔ غلام تُرک حافظ قرآن اور قاری قرآن تھے۔ اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے اطفال کی نگہداشت ان کے سپرد تھی۔ کتب مقاتل میں ہے۔ ثم خرج غلام ترکی کان للحسین وکان قاریا للقران۔ یعنی کہ پھر غلام ترک نکلے جو کہ قاری قرآن مجید تھے۔ معین الدین روضۃ الشہداء میں لکھتے ہیں۔ کہ غلام ترک نے جب غربت و بیکسئ امام حسین علیہ السلام دیکھی تو خدمت امام عالیمقام میں آئے اور رکاب کو بوسہ دے کر عرض کیا نفسی لنفسک الفداء۔ کہ میری جان آپ پر فدا ہو اب ہمارے لشکر میں کوئی باقی نہیں رہا۔ اور میں دیکھ رہا ہوں کہ اب آقازادے میدان کارزار میں جائیں گے اے آقا میں نہیں دیکھ سکتا کہ میری زندگی میں شہزادہ علی اکبر و قاسم جائیں عباس علمدار قتل ہوں مجھے اجازت دیجیے۔ کہ آپ پر نثار ہوں امام حسینؑ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ میں نے تو تجھے اپنے بیمار فرزند زین العابدین کی خدمت کے لیے ہے۔ میں نے تجھے بیمار کربلا کو بخش دیا ہے۔ مطلب یہ تھا کہ اب تجھے اجازت میدان کارزار دینا سید سجادؑ کا کام ہے وہ غلام ترک حضرت علی ابن الحسین کی خدمت میں گیا اور

قدم بوسی کے بعد عرض کیا کہ مجھے آپ اپنے پدر بزرگوار قربان کر دیجیے۔ جب اس غلام نے بیمار کربلا سے اذن جہاد طلب کیا تو آپ یہ سمجھے کہ اب پدر بزرگوار کے تمام یاور و انصار مارے گئے اب کوئی اور باقی نہیں ہے۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور غلام کو حسرت و یاس دیکھا۔ اور فرمایا کہ میں نے تجھے آزاد کیا۔ اب تو مختار ہے کہ میدان کارزار میں جائے اور جام شہادت پیئے یا اس سرزمین سے کسی دوسری طرف نکل جائے۔ وہ غلام آپ کے پاس سے باہر آیا اور در خیمہ امام حسینؑ پر بصورت ملول و غمگین فریاد کرنے لگا۔ جب اس کی آواز گریہ اہل حرم نے سنی تو اطفال خیمہ سے باہر نکل آئے۔ غلام نے سب کو خدا حافظ کہا اور میدان کا رخ کیا۔ اس کے پاس شمشیر و سنان اور تیر و کمان تھی اس نے میدان میں پہنچ کر رجز پڑھا۔ صاحب روضۃ الشہداء کہتے ہیں کہ وہ غلام میدان رزم میں کبھی عربی میں رجز پڑھتا اور کبھی ترکی زبان میں رجز پڑھتا تھا۔ جب وہ میدان رزم میں گیا تو حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ پردہ در خیمہ کا اٹھا دو تاکہ میں بھی اپنے غلام کی جنگ دیکھ سکوں۔ میدان رزم میں رجز پڑھنے کے بعد حملہ کیا اور اکثر کافروں کو واصل جہنم کیا۔ انجام کار طاقت جسمانی جواب دینے لگی۔ امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بگوش ہوش میں نے ندائے غیبی سنی کہ یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی یعنی کہ اے نفس مطمئنہ (غلام ترک) عالم بقا کی طرف آ فضائے قدس و رحمت میں بسیرا لے۔ کہ اسی وقت غلام گھوڑے سے زمین پر گرا اور گوشۂ چشم سے خیام امام حسین کی طرف دیکھا۔ وجاء الامام حسین علیہ السلام و احتملہ الی فسطاط سید الشہداء یعنی کہ حضرت امام حسینؑ اس غلام کے پاس پہنچے اور آپ اس کی دل خواہش کو سمجھ گئے کہ وہ چاہتا ہے کہ اس کو خیمہ میں

لے جائیں۔ پس امام حسین علیہ السلام نے اس کو اٹھایا اور حضرت امام زین العابدین کے در خیمہ کے پاس زمین پر لٹا دیا۔ امام زین العابدین اسی ناتوانی کی حالت میں اس کے پاس پہنچے اور اس کی دلی مراد بر آئی اور اس نے اپنے آقا کی زیارت کی۔ روایت میں ہے کہ فوضع الحسین خدہ علی خدہ یعنی کہ امام حسینؑ نے اس کو سید سجاد کے بالکل سامنے کر دیا اور اس نے آنکھیں کھولیں آخری وقت امام زین العابدین کی زیارت کی۔ لبوں پر مسکراہٹ آئی اور اس جاں نثار کی روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

مترجم:

خطیب آل محمد مولانا سید ظل حسنین صاحب قبلہ زیدی سرسوی

۲۰/ جمادی الاول مطابق ۳۰/ دسمبر ۱۹۸۸ء

فہرست کتب

ولی العصر ٹرسٹ رتہ متہ ضلع جھنگ

برائے ۱۰-۹-۱۸۰۹ ام بمطابق ۹۰-۱۹۸۹ء

فارسی وعربی کتب کا ترجمہ	درحالات امام زمانہ علیہ السلام	نایاب ہندوستانی کتب کے جدید ایڈیشن
مفتاح الجنۃ (چار چار کے اعداد پر مجالس کا مجموعہ) از آقائی مقدس زنجانی ۔ ہدیہ : روپے	امام المہدی من المہدی الظہور از : آقائی سید کاظم قزوینی ہدیہ : روپے	تہذیب المتین فی تاریخ امیر المؤمنین از : مظفر حسن سہارنپوری اعلی اللہ مقامہ ہدیہ : روپے
انوار الخمسہ (پانچ پانچ کے اعداد پر مجالس کا مجموعہ) از آقائی مقدس زنجانی ۔ ہدیہ : روپے	جزیرۂ خضراء از : ناجی نجار ہدیہ : روپے	الشہید المسموم فی تاریخ المعصوم از : سید مظفر حسن سہارنپوری اعلی اللہ مقامہ ہدیہ : روپے
انوار الزہرا علیہا السلام از آقائی سید حسن ابطحی ۔ (زیر طبع)	طول عمر امام زمانہ از علی اکبر مہدی پور ہدیہ : روپے	ذبح عظیم از : سید اولاد حیدر فوق بلگرامی ہدیہ : روپے
علیؑ فی القرآن از : سید صادق حسینی شیرازی ہدیہ : روپے	مصلح غیبی از آقائی سید حسن ابطحی ہدیہ : روپے	صحیفۃ العابدین از سید اولاد حیدر بلگرامی ہدیہ : روپے
پروازِ روح از : آقائی سید حسن ابطحی ہدیہ : روپے	ملاقات بہ امام زمانؑ از : آقائی حسن ابطحی (زیر طبع)	علوم کاظمیہ از : سید اولاد حیدر فوق بلگرامی ہدیہ : ۱۸ روپے
رجعت یا حکومت اہل بیت رسول از : آقائی خادمی شیرازی (زیر طبع)	المہدی الموعود المنتظر از : جعفر بن محمد عسکری (زیر طبع)	تحفہ رضویہ از : سید اولاد حیدر فوق بلگرامی (زیر طبع)
عزاداری از دیدگاہ مرجعیت از : علی خلخالی ۔ ہدیہ : روپے	مہدیؑ موعود از : علامہ مجلسی علیہ رحمہ (زیر طبع)	درِ مقصود از : سید اولاد حیدر فوق بلگرامی (زیر طبع)
تاریخچہ عزاداری حسینی از : آقائی شیر آستانی (زیر طبع)	مہدی فی القرآن (ہدیہ : روپے	تذکرۃ المعصومین از : سید علی نقی جانپوری (زیر طبع)
معالی السبطین (زیر طبع)	دعائے ندبہ و زیارت ناحیہ (زیر طبع)	فارسی عربی کتب کے ترجمے
نفس المہموم از : آقائی شیخ عباس قمی (زیر طبع)	صحیفۃ المہدیہ (زیر طبع)	ولایت و علم امام از : آقائی سید حسن حجت (زیر طبع)
ریاض القدس (زیر طبع)	تحفہ وظائف ابرارِ کامل (زیر طبع)	حضرت فاطمۃ الزہراء ولادت سے شہادت تک از : آقائی محمد کاظم القزوینی (زیر طبع)
مہیج الحزآن (زیر طبع)	عالم ارواح عجیب (زیر طبع)	مہج الدعوات / العدد القویۃ از : آقائی سید محمد اعشی (زیر طبع)

مجموعہ زندگانی چہاردہ معصوم علیہ السلام از : آقائی سید حسین عمادہ زادہ (زیر طبع)

۱۔ اسرار الشہادت جلد اول و دوم، آقائے دربندی ۔ ریاض الاحزان جلد اول و دوم آقائے قذدینی ۔ مقتل مکرم عبد الرزاق مکرم

اسٹاکسٹ : ۹ شیر شاہ بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن ۔ لاہور

ولی العصر ٹرسٹ کا

مجالس سید الشہداء پر بہترین کتب برائے مؤمنین، ذاکرین و واعظین

۱ مفتاح الجنۃ ـــــــ چار چار کے اعداد پہ مجالس کی نایاب کتاب

۲ انوارِ خمسہ ـــــــ پانچ پانچ کے اعداد پہ مجالس کی مقبول کتاب

۳ معالی السبطین فی احوال الحسن والحسین (جلد اول) ـ ولادت امام حسنؑ سے شہادت حضرت عباسؑ و اولاد امام حسن مجتبیٰ مشہور و معروف کتاب

۴ 〃 〃 〃 (جلد دوم) ـ شہادت امام حسینؑ تا شام غریباں سفر کوفہ و شام واپسی مدینہ و خروج مختار تک کے حالات

۵ ریاض القدس (جلد اول) ـ حضرت امام حسینؑ کے مفصل حالاتِ زندگی تا شہادت انصار امام حسینؑ

۶ 〃 〃 (جلد دوم) ہاشمی خاندان کے فرد اول شہزادہ علی اکبر کی شہادت سے لیکر واپسی مدینہ تک کے حالات۔

۷ نفس المہموم (جلد اول) آقائے شیخ عباس قمی کی مقتل حسینؑ پر نایاب کتاب

۸ 〃 〃 (جلد دوم) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

۹ تاریخچہ عزاداری حسینی ـ اقوام عالم میں امام حسینؑ کی عزاداری کی پوری تاریخ

۱۰ سید الشہداء ـ سید الشہداء کی ذات گرامی پر مجالس کا مجموعہ

۱۱ اسرار الشہادت آقائے دربندی کی مجالس سید الشہداء پر نایاب کتاب (جلد اول و دوم)

۱۲ ریاض الاحزان (جلد اول و دوم) آقائے قذدینی کی مقتل پہ نایاب کتاب

۱۳ مہیج الاحزان ـ مقتل کی قدیم ترین کتابوں میں سے ایک

۱۴ مقتل مکرم ـــــ عبد الرزاق مکرم کا مقتل حسینؑ پر انمول تحفہ

سٹاکسٹ

۹ شیر شاہ بلاک نیو گارڈن ٹاؤن ۔ لاہور

ولی العصرؑ ٹرسٹ

رتہ متہ ضلع جھنگ

کی آئندہ فخریہ پیش کش

۱۔ سید الشہداأ مجالس مجموعہ از شہید محراب آیۃ اللہ دستغیب

۲۔ زندگانیِ حضرت زینبؑ مجالس از شہید محراب آیۃ اللہ دستغیبؒ

۳۔ زندگانیِ حضرت فاطمہ زہراؑ مجالس از شہیدِ محراب آیۃ اللہ دستغیبؒ

۴۔ اِمامت : مؤلف شہید محراب آیۃ اللہ دستغیبؒ

۵۔ علی اکبرؑ : مؤلف آقائے عبدالرزاق مقرم

۶۔ حضرت عباسؑ : مؤلف آقائے عبدالرزاق مقرم

۷۔ الشیعہ و رجعت : مؤلف محمد رضا طبسیؒ

۸۔ تظلم الزہراءؑ : آقائے قزوینی

۹۔ ریاضُ الاحزان (جلد اول و جلد دوم) علامہ سید محمد حسن قزوینی

مجالسِ سید الشہداؑ پر نایاب کتابوں کا اُردو ترجمہ

۶۔ ریاضُ القدس (جلد دوم) مؤلف آقائے صدرالدین قزوینی

شہادت اولین بنی ہاشم ہمشکل پیمبرؐ شہزادہ علی اکبرؑ تا واپسیِ مدینہ۔

۷۔ نفس المہموم جلد اول۔ مؤلف آقائے شیخ عباس قمی۔ شہادت امام حسینؑ پر نایاب کتاب

۸۔ نفس المہموم، جلد دوم۔ مؤلف آقائے شیخ عباس قمی

بعد از شہادت امام حسینؑ واقعاتِ کوفہ و شام و واپسی مدینہ۔

۹۔ تاریخچۂ عزاداریِ حسینی : مؤلف آقائے شہرستانی

عزاداری سید الشہداؑ پر ایک نایاب کتاب

۱۰۔ سید الشہداؑ : مؤلف شہید محراب آیۃ اللہ دستغیب اعلی اللہ مقامہ

۱۱۔ مُہیج الاحزان — مجالس سید الشہداؑ پر مشہور و معروف کتاب

۱۲۔ اسرار شہادت (جلد اول، جلد دوم) — مؤلف آقائے دربندی، مجالس کی نایاب کتاب

۱۳ ریاضُ الاحزان جلد اول و دوم۔ مؤلف آقائے قزوینی

حالاتِ سید الشہداؑ و سفر کوفہ و شام پر صاحب ریاض القدس کے والد کی نایاب ترین کتاب

۱۴۔ مقتلِ مُقرم مؤلف عبدالرزاق مقرم

ملنے کا پتہ : ۹۔ بشیر شاہ بلاک ، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

مجالسِ سید الشہدا پر نایاب کتابوں کا اُردو ترجمہ

۱- مفتاحُ الجنّۃ مؤلف آقائے مقدس زنجانی
چار چار کے اعداد پر ۵۰ مجالس کا مشہور مجموعہ۔ ہدیہ ۰/ روپے

۲- انوارِ خمسہ المعروف مفتاحُ الجنّۃ حصہ دوم
مؤلف آقائے مقدس زنجانی - پانچ پانچ کے اعداد پر تیس معرکہ آرا مجالس ہدیہ ۰/ روپے

۳- معالی السبطین فی احوال الحسنؑ والحسینؑ جلد اوّل
مؤلف آقائے محمد مہدی مازندرانی - ولادت تا شہادت امام حسنؑ، ولادتِ امام حسینؑ تا شامِ عاشور، شہادت اولادِ امام حسنؑ

۴- معالی السبطین فی احوال الحسنؑ والحسینؑ جلد دوم
مؤلف آقائے محمد مہدی مازندرانی - شہادت امام حسینؑ، شام غریباں، سفر کوفہ و شام، واپسیٔ مدینہ تا خروج مختارؒ۔

۵- ریاضُ القدس (جلد اوّل) مؤلف آقائے صدرالدین قزوینی
ولادت امام حسینؑ تا شہادتِ انصارِ حسینؑ بروز عاشور

ملنے کا پتہ

۹- شیر شاہ بلاک - نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

ریاض القدس

جلد دوم

مؤلف

آقائی صدر الدین واعظ القزوینی

مترجم

مولانا سید ظل حسنین زیدی سرسوی مرحوم

پیش کش

سید محمد شبر عباس بخاری مرحوم

ناشر

ولی العصر ٹرسٹ رتہ متہ ضلع جھنگ

جملہ حقوق دائمی طور پر بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ——— ریاض القدس جلد دوم
طابع ——— سیّد محمد شبّر عبّاس بخاری
سال طبع ——— جولائی ۱۹۸۹ء
بار اوّل ——— ایک ہزار
بار سوم ——— جون ۱۹۹۷ء
ناشر ——— ولی العصر ٹرسٹ رتہ متہ ضلع جھنگ
مطبع ——— حیدری پریس لاہور
تعداد ——— ۲۵۰
قیمت ———

اسٹاکسٹ

۱۔ ۹/۷ شیر شاہ بلاک۔ نیو گارڈن ٹاؤن۔ لاہور
۲۔ افتخار بک ڈپو۔ اسلام پورہ۔ لاہور
۳۔ مکتبہ ولی العصر۔ ایچ بلاک۔ ماڈل ٹاؤن لاہور

عرضِ ناشر

میرے محترم قارئین۔ اس ذات کبریا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ادارہ ولی العصر نے شہرہ آفاق کتاب مقاتل ریاض القدس کو آپ کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ معالی السبطین کے بعد یہ مقاتل کی مشہور کتابوں میں دوسری کتاب ہے۔ انشاء اللہ چہاردہ معصومین علیہ السلام کی مہربانی سے جلد ہی نفس المحموم، مہیج الاحزان، ریاض الاحزان اور اسرار شہادت بھی آپ کی خدمت میں پیش کریں گے۔ ہمیں امید ہے کہ نہ صرف مومنین حضرات بلکہ واعظین حضرات و ذاکرین صاحبان بھی ان کتابوں سے فائدہ اٹھائیں گے۔ میں خطیب آل محمدؐ جناب ظل حسنین زیدی کا ممنون ہوں کہ انہوں نے اس بیماری میں یہ کتاب مکمل کی۔ خدا ان کو اس کا اجر دے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ میری اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر بوسیلہ چہاردہ معصومینؑ میرے مرحومین کے درجات بلند کرے۔

خاکِ پائے اہلِ بیتؑ
محمد شبّر عبّاس

انتساب

میں اپنی اس محنت کو اس ام السادات کے نام سے منسوب کرتا ہوں جن کے تسبیح گزار ہاتھ چکی پیستے پیستے رنگین ہوجاتے تھے اور جس کی خاموش آہوں سے آج بھی عرشِ الہیٰ لرزلرز جاتا ہے۔

مجھے امید ہے کہ رسول اعظم کی اکلوتی بیٹی میری اس پیشکش کو دامن قبولیت میں جگہ عنایت فرمائیں گے۔

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	دیباچہ از مؤلف۔	۲۱
۲	مجلس در مقدمہ شہادت جوانان محمدی و مرتضوی اور خود امام حسینؑ کا برائے کارزار تیار ہونا لیکن جوانوں کا سبقت کرنا۔	۲۳
۳	روزِ عاشورا از جوانان ہاشمی میں اوّل شہید کا اذن جہاد طلب کرنا۔	۲۶
۴	شہدا کربلا میں اوّل شہید علی اکبرؑ اور زیارت حضرت امام جعفر صادقؑ علیہ السّلام۔	۳۰
۵	حضرت علی اکبرؑ کا اذن جہاد طلب کرنا اور امام حسینؑ کا لباس جنگ پہنانا اور رخصت کرنا	۳۴
۶	اس بارے میں کہ حضرت علی اکبرؑ پہلے شہید ہیں۔	۳۷
۷	حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ حضرت علی اکبرؑ کی صوری و معنوی مشابہت۔	۴۱
۸	حضرت علی اکبرؑ کی جنگ اور شجاعت۔	۴۲
۹	محمد حنفیہ جنگ صفّین میں اور معرکۂ کربلا میں علی اکبرؑ۔	۴۵
۱۰	دنیا میں نعمت ہائے بہشتی کے نمونے اور توصیف شمائل و خصائل پیغمبر خدا۔	۴۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۱	مجلس دربارۂ معرفت علی اکبرؑ اور تعریف شکل و شمائل۔	۵۰	۱۹	عقاب نامی گھوڑے کا نسب اور آنحضرتؑ کا اس پر سوار ہونا۔	۶۹
۱۲	برشان حیدری لشکرِ باطل پر حضرت علی اکبرؑ کے حملے۔	۵۱	۲۰	شہادت برادر خورد زیر لاش حضرت علی اکبرؑ علیہ السلام۔	۷۳
۱۳	بروایت شیخ طریحی حضرت علی اکبرؑ کا میدان کارزار میں جانا۔	۵۴	۲۱	اولاد حضرت امام حسین علیہ السلام۔	۷۵
۱۴	نسب حضرت علی اکبرؑ علیہ السلام اور آپ کے زخموں کی کیفیت۔	۵۶	۲۲	شہادت عبداللہ بن مسلمؑ بن عقیلؓ۔	۷۷
۱۵	ثواب عیادت۔	۵۹	۲۳	روز عاشورا محرم شہادت اولادِ جناب عقیلؓ۔	۸۰
۱۶	حضرت علی اکبرؑ کا مرکب عقاب سے زمین پر گرنا اور امام حسینؑ کا پہنچنا۔	۶۰	۲۴	روز عاشورا، محرم شہادت اولاد جناب جعفر بن ابی طالبؑ	۸۳
۱۷	حضرت یعقوب کا اپنے فرزند یوسف سے ملنا اور امام حسینؑ کا لاش پسر پر پہنچنا۔	۶۳	۲۵	عروسی اور شہادت حضرت قاسم ابن امام حسن علیہ السلام۔	۸۶
۱۸	لاش علی اکبرؑ پر امام حسینؑ کی پریشانی کی حالت۔	۶۶	۲۶	حضرت امیرالمومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کا قصر الذہب میں	۸۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	جنات سے جنگ کرنا۔		۳۳	حضرت امام حسینؑ علیہ السلام اور محبت قاسم ابن حسنؑ۔	۱۱۵
۲۷	تحقیقات ضروری برائے رفع بعض شبہات اور حکایت داؤد علیہ السلام۔	۹۸	۳۴	حضرت قاسمؑ کی شہادت کے بارے میں اختلاف اور پائمالی قاسمؑ کی تحقیق۔	۱۱۷
۲۸	حضرت قاسمؑ کا میدان جنگ میں جانا اور مکالمۂ عروس و قاسم نوشاہ۔	۱۰۲	۳۵	شہادت عبداللہ اکبر بن الحسن علیہ السلام۔	۱۲۲
۲۹	میدان قتال میں جمال قاسمؑ نوشاہ کے نظارے۔	۱۰۵	۳۶	شہادت احمد بن الحسنؑ ابوبکر بن الحسنؑ۔	۱۲۴
۳۰	حضرت قاسمؑ کا لشکر کوفہ و شام کو موعظہ و نصیحت کرنا۔	۱۰۷	۳۷	احوال حسن مثنیٰؑ بن الحسن علیہ السلام۔	۱۲۵
۳۱	حضرت قاسمؑ کی ازرق شامی کے چار بیٹوں سے جنگ اور ان کو قتل کرنا۔	۱۰۹	۳۸	فرزندان حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کی جنگ اور علیہ السلام۔	۱۳۱
۳۲	حضرت قاسمؑ کی ازرق شامی کے ساتھ جنگ اور اس کو قتل کرنا۔	۱۱۱	۳۹	حضرت عباس علمدار علیہ السلام کا اپنے بھائیوں کو شوق شہادت دلانا۔	۱۳۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۰	آغاز داستان شیر بیشہ حیدر کرار عباس علمدار علیہ السلام۔	۱۳۵
۴۱	شہادت عون بن علی علیہ السلام	۱۳۸
۴۲	شہادت محمد بن عباس بن علی علیہ السلام۔	۱۳۹
۴۳	بزبان جناب عقیلؑ توصیف امّ البنین مادر حضرت عباسؑ۔	۱۴۲
۴۴	فضائل ومناقب حضرت عباس علمدار علیہ السلام۔	۱۴۸
۴۵	بروایت مرحوم دربندیؒ حضرت عباسؑ کی جنگ اور شہادت۔	۱۵۱
۴۶	مناصب امیر المومنین بعطاء رسول خدا اور مناصب عباسؑ بعطائے سید الشہداء علیہ السلام	۱۶۰
۴۷	قیامت میں حضرت علی علیہ السلام اور حضرت عباسؑ کے منصب۔	۱۶۳
۴۸	تعریف لواء الحمد وحامل علم اور علمداری عباس علیہ السلام بروز قیامت۔	۱۶۶
۴۹	حضرت عباس علمدار علیہ السلام کی شجاعت ارشادات اور شہادت۔	۱۷۰
۵۰	بروایت بحار وابن شہر آشوب شہادت حضرت عباس علیہ السلام۔	۱۷۵
۵۱	حضرت عباس علیہ السلام کا لشکر کوفہ کو وعظ ونصیحت کرنا بروایت شیخ طریحی۔	۱۸۱
۵۲	حضرت عباس علیہ السلام کی شہادت بروایت شیخ طریحی۔	۱۸۷
۵۳	حضرت عباسؑ کی شہادت بروایتے ابی مخنف۔	۱۹۰
۵۴	ہاشم بن عتبہ علمدار حضرت امیر المومنین کی جنگ صفین میں شہادت۔	۱۹۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۵۵	علمداری حصین بن منذر رقاشی اور شہادت ابو العرفاذ ملی۔	۱۹۹
۵۶	عبداللہ بن بدیل بن رقا خزاعی کا جنگ صفین میں علمدار ہونا اور شہادت۔	۲٦
۵۷	جنگ جمل میں مسلم مجاشعی کی شہادت۔	۲۰٦
۵۸	حکایت غلام امیر المومنین علیہ السلام۔	۲۰۹
۵۹	واقعۂ صفین اور گفتگوئے امیر المومنین علیہ السلام با معاویہ اور غلام حریث کا قتل ہونا۔	۲۱۱
۶۰	دربار حجاج بن یوسف ثقفی میں قنبرؑ کا حضرت علی کی مدح کرنا اور شہادت قنبرؑ۔	۲۱۵
۶۱	روز عاشورا حضرت امام حسینؑ کا تنہا رہ جانا اور عازم میدان قتال ہونا۔	۲۲۰
۶۲	حضرت امام حسینؑ کا حضرت سید سجادؑ سے رخصت ہونا	۲۲۲
۶۳	احوال شہادت حضرت علی اصغر علیہ السلام۔	۲۲۶
۶۴	مجلس شہادت حضرت علی اصغر علیہ السلام۔	۲۳۱
۶۵	محبت اولاد۔	۲۳۷
۶۶	قوم جن ملائکہ اور ارواح انبیاء کا نصرت امام حسینؑ کے لیے آنا۔	۲۴۰
۶۷	واقعۂ بیر ذات العلم۔	۲۴۴
۶۸	روز عاشورا زعفر جن کا نصرت امام حسین علیہ السلام کے لیے پہنچنا۔	۲۵۶
۶۹	ثواب گریہ اور عزاداریؑ	۲۵۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	امام حسین علیہ السلام۔	
٧٠	روز عاشورا ایک سیاح درویش کا وارد کربلا ہونا۔	٢٦١
٧١	جناب فاطمہ صغریٰ کا مدینہ سے اپنے پدر بزرگوار امام حسینؑ کو نامہ بھیجنا۔	٢٦٦
٧٢	حضرت امام حسین علیہ السلام کا اہلحرم سے دو مرتبہ رخصت ہونا۔	٢٧٠
٧٣	احوال جناب شہربانو دختر یزدجرد بادشاہ عجم۔	٢٧٧
٧٤	روز عاشورا محترم حضرت امام حسین علیہ السلام کا جناب زینب خاتون کو وصیتیں کرنا۔	٢٧٩
٧٥	حضرت امام حسین علیہ السلام کا عازم میدان کارزار ہونا اور حضرت زینب خاتون کا مکالمہ۔	٢٨٤
٧٦	شکوہ و جلال امیرالمومنین بوقت سواری اور روز عاشورا غربت حضرت امام حسینؑ بموقع سواری۔	٢٨٥
٧٧	حضرت امام حسینؑ کا جنگ صفین میں زبرقان کے مقابلہ کے لیے جانا۔	٢٨٧
٧٨	روز عاشورا حضرت امام حسین علیہ السلام کا اشتیاق جہاد اور اتمام حجت کرنا۔	٢٩١
٧٩	حضرت امام حسین علیہ السلام کا میدان اعداء میں جانا اور اتمام حجت کرنا۔	٢٩٧
٨٠	میدان کارزار میں حضرت امام حسینؑ کا اتمام حجت فرمانا۔	٣٠٠
٨١	روز عاشورا حضرت امام حسینؑ کی مبارزطلبی و رجز خوانی۔	٣٠٣

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
٨٢	روز عاشورا جنگ و قتال امام حسینؑ اور شجاعت کا مظاہرہ بروایت حمید بن مسلم۔	٣١١
٨٣	تحقیق شجاعت و شجاع۔	٣٢٠
٨٤	زخموں کی وجہ سے ضعف اور امام حسین علیہ السلام کا جہاد سے ہاتھ روکنا۔	٣٢٦
٨٥	حضرت امام حسین علیہ السلام کی اہلحرم سے رخصت آخر۔	٣٢٧
٨٦	حضرت امام حسین علیہ السلام کا امام زین العابدینؑ سے رخصت ہونا۔	٣٣٠
٨٧	معرکہ قتال میں حضرت امام حسینؑ کا دوبارہ آنا۔	٣٣٥
٨٨	بموقع جنگ صفین امام حسینؑ کا نہر فرات پر تصرف۔	٣٤٤
٨٩	کسی ضربت سے امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر گرے۔	٣٥٠
٩٠	روز عاشورا حضرت امام حسین علیہ السلام کس رخ سے گھوڑے سے زمین پر گرے۔	٢٥٥
٩١	روز عاشورا ہنگام عصر ذوالجناح کا امام حسین علیہ السلام کی حمایت کرنا۔	٣٦٠
٩٢	مقتل سے ذوالجناح کا در خیمہ اہلبیتؑ پر پہنچنا۔	٣٦٢
٩٣	حضرت سید الشہداء علیہ السلام خاک پر گرنا اور زخموں سے چور چور ہونا۔	٣٦٨
٩٤	روز عاشورا شہادت عبداللہ بن الحسین علیہ السلام۔	٣٧٢
٩٥	حضرت امام حسینؑ کا گھوڑے سے زمین پر گرنا اور لشکر اعداء کا بصورت تماشائی جمع ہونا۔	٣٧٥

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۹۶	شرح احوال جوانِ نصرانی۔	۳۷۷
۹۷	قتل گاہ میں امام حسین علیہ السّلام پر لشکر اعداء کا ہجوم۔	۳۸۵
۹۸	جنگ خندق میں خوات بن جبیرؓ کی بیہوشی اور قتل گاہ میں حضرت امام حسین علیہ السّلام کی بیہوشی۔	۳۸۷
۹۹	اختلافِ اقوال دربارۂ قتل حضرت سید الشہداء علیہ السّلام۔	۳۹۱
۱۰۰	روایات دربارۂ قتل امام حسین علیہ السّلام باجماع۔	۳۹۳
۱۰۱	بروایت اہلبیتؑ کی موجودگی میں سر امام حسینؑ کا قطع ہونا۔	۳۹۵
۱۰۲	تحقیقات دربارۂ قطع سر مطہر امام حسین علیہ السّلام۔	۴۰۰
۱۰۳	قتل امام حسین علیہ السّلام کی خبر کا منتشر ہونا اور کائنات پر اثر۔	۴۰۳
۱۰۴	روح حضرت سید الشہداء علیہ السّلام کا عرش خدا کی طرف عروج۔	۴۰۵
۱۰۵	لشکر عمر بن سعد کا لباس حضرت امام حسین علیہ السّلام غارت کرنا اور احوال ذوالجناح	۴۰۶
۱۰۶	تاراجیٔ خیام اہلبیتؑ۔	۴۰۹
۱۰۷	خطبۂ حضرت امیر المومنین علیہ السّلام دربارۂ فضیلت جہاد اور حالت سید سجادؑ وقت تاراجیٔ خیام۔	۴۱۲
۱۰۸	سرہائے شہداء کے ساتھ ساتھ اہلحرم کا مقتل سے گزرنا۔	۴۱۶
۱۰۹	حضرت امام حسینؑ کی لاش مطہر کی نگہبانی کے لیے شیر کا آنا۔	۴۲۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۱۰	تحقیقات اہل تواریخ و شعرا دربارہ پائمالی لاش ہائے شہداء۔	۴۲۲
۱۱۱	کبوتروں کا خبر شہادت امام حسین علیہ السّلام منتشر کرنا۔	۴۲۸
۱۱۲	خون امام حسینؑ کے قطرے سے یہودی لڑکی کا بینا ہونا۔	۴۲۹
۱۱۳	محرم کی گیارہویں شب کے حالات۔	۴۳۱
۱۱۴	حکایت جمال ملعون۔	۴۳۲
۱۱۵	آنحضرتؐ اور انبیاء و مرسلینؑ کا قتل گاہ میں وارد ہونا۔	۴۳۶
۱۱۶	خواب جناب ام المومنین ام سلمہؓ	۴۳۸
۱۱۷	فرزندان جعفر طیارؓ کا لشکر عمر ابن سعد سے فرار کر جانا۔	۴۴۰
۱۱۸	شمر ولد الحرام یا خولی ملعون کا سر امام حسینؑ کوفہ لیجانا۔	۴۴۱
۱۱۹	خولی اصبحی ملعون کا سر امام حسینؑ ابن زیاد کو پیش کرنا۔	۴۴۶
۱۲۰	لشکر عمر ابن سعد کی کربلا سے کوفہ روانگی اور تقسیم سرہائے شہداء۔	۴۴۹
۱۲۱	عمر ابن سعد ملعون اور لشکر یزیدین کی کربلا سے روانگی اور اسیری اہلحرم۔	۴۵۱
۱۲۲	اسیر ہو کر اہلحرم کا مقتل شہداء سے گزرتے ہوئے گریہ وزاری کرنا۔	۴۵۴
۱۲۳	جبرئیل امین کا صحیفۂ سماویہ لے کر خدمت رسول خدا میں حاضر ہونا۔	۴۵۷
۱۲۵	عزلت نشینی امر مستحسن ہے۔	۴۵۹
۱۲۶	اہلبیتؑ کا کربلا سے کوچ کرتے ہوئے مقتل شہداء سے گزرنا۔	۴۶۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۲۷	کیفیت دفن اجساد شہداء کربلا۔	۴۶۴	۱۳۵	عمر ابن سعد ملعون کو قتل امام حسین کا ابن زیاد سے صلہ نہ ملنا۔	۴۸۵
۱۲۸	تحقیقات دربارۂ دفن حضرت سید الشہداء علیہ السلام۔	۴۶۵	۱۳۶	قید خانہ سے اہلبیتؑ اطہار کی دربار ابن زیاد میں طلبی۔	۴۸۷
۱۲۹	اہلبیتؑ اطہار کا کوفہ میں داخلہ پریشان حالی اور تماشائیوں کا ہجوم	۴۷۰	۱۳۷	سر بریدۂ امام حسینؑ کی کوفہ میں تشہیر۔	۴۹۲
۱۳۰	امام حسین علیہ السلام کے سر بریدہ کا نیزہ پر قرآن پڑھنا۔	۴۷۳	۱۳۸	سر بریدۂ امام حسین علیہ السلام کا متعدد مقامات پر کلام کرنا۔	۴۹۴
۱۳۱	کوفہ میں اہلبیتؑ اطہار کی پریشانی کے بقیہ حالات۔	۴۷۵	۱۳۹	بعد قتل امام حسین علیہ السلام ابن زیاد کا مسجد کوفہ میں خطبہ اور عبداللہ ابن عفیف کی شہادت۔	۴۹۷
۱۳۲	شہر کوفہ میں حضرت زینب خاتون کا خطبہ۔	۴۷۸			
۱۳۳	روایت مسلم گچکارا اور اسیر کا دروازۂ کوفہ پر پہنچنا۔	۴۸۲	۱۴۰	ابن زیاد کا یزید ابن معاویہ کو خبر قتل امام حسین دینا۔	۵۰۰
۱۳۴	اسیران اہلبیتؑ اطہار اور زندان کوفہ۔	۴۸۳	۱۴۱	تحقیق اس بارے میں کہ خبر قتل امام حسینؑ مدینہ میں یزید نے بھیجی	۵۰۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	یا ابن زیاد۔			زندان کوفہ سے باہر آنا۔	
۱۴۲	عبداللہ بن جعفر طیار کو فرزندوں کی شہادت کی خبر ملنا۔	۵۰۹	۱۴۹	دختران علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا کوفہ سے دو مرتبہ با خفت نکلنا۔	۵۴۰
۱۴۳	بحکم یزید مدینہ میں اہلبیتؑ طاہرین کے مکانات کی بربادی	۵۱۰	۱۵۰	اسیران اہلبیت اطہار کی کوفہ سے شام کو روانگی۔	۵۴۱
۱۴۴	جناب ام المومنین ام سلمہؓ کو قتل امام حسین علیہ السلام کی خبر ملنا۔	۵۱۱	۱۵۱	حکایت جناب فضہؓ اور غذائے بہشتی۔	۵۴۴
۱۴۵	حدیث شریف کساء اور فضیلت پنجتن پاک۔	۵۱۳	۱۵۲	واقعات منازل راہ شام اور مصائب اہلبیتؑ اطہار۔	۵۴۹
۱۴۶	واقعہ مباہلہ اور حقانیت پنجتن پاک۔	۵۲۲	۱۵۳	غم امام حسین علیہ السلام میں جمادات و حیوانات کا آنسو بہانا۔	۵۵۳
۱۴۷	پنجتنؑ پاک کی شیعوں اور محبوں کے حق میں دعاء مغفرت اور وصیت و مصائب جناب فاطمۂ زہرا۔	۵۲۷	۱۵۴	منزل نصیبین میں ملعونوں کا آل رسولؐ کی بے احترامی کرنا۔	۵۵۹
۱۴۹	شام بھیجنے کے لیے اسیروں کا	۵۳۶	۱۵۵	واقعہ شیرین درراہ شام اور سر امام حسینؑ کا اعجاز۔	۵۶۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۵۶	جناب شہر بانو کا اسیر ہو کر زمانہ خلافت حضرت عمر میں مدینہ آنا۔	۵۶۵	۱۶۲	یحییٰ حرّانی کی حمایت اسیران آل محمدؐ میں شہادت اور بعض منازل راہ شام کے واقعات۔	۵۸۷
۱۵۷	حضرت شہر بانو کے حالات اور نام کی تحقیق۔	۵۶۹	۱۶۳	روضہ خوانی مجالس عزا۔	۵۹۶
۱۵۸	شاہ زنان بنت یزدجرد کا عالم خواب میں حضرت فاطمہ زہرا کے ہاتھ پر اسلام لانا۔	۵۷۱	۱۶۴	منزل عسقلان اور ضریر خزاعی کا حمایت اہلبیت اطہار میں خروج۔	۶۰۱
۱۵۹	دیر راہب میں سرہائے شہداء کربلا کا رکھا جانا۔ جنت سے سیدہ عالمین کا آنا اور راہب نصرانی کا مسلمان ہونا۔	۵۷۵	۱۶۵	یزید ملعون کو اسیران کربلا کے شام پہنچنے کی قبل از داخلۂ دمشق ملنا۔	۶۰۵
۱۶۰	منزل قنسرین میں سر بریدۂ امام حسینؑ کا راہب کو دعوت اسلام دینا۔	۵۸۱	۱۶۶	اسیران اہلبیتؑ کا شام میں داخلہ اور ہجوم عام شام میں	۶۰۷
				ورود اہلبیتؑ اطہار اور صدر دروازۂ مسجد پر حضرت امام زینؑ العابدین کا ایک شامی بزرگ کے ساتھ احتجاج۔	۶۱۲
۱۶۱	شہر سرمدین میں ورود اسیران اہلبیتؑ اور وہاں کے حالات۔	۵۸۶	۱۶۷	مقدمہ ورود اہلبیتؑ اطہار	۶۱۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	باخرابۂ شام اور شکوہ مؤلف۔		۱۷۴	جاثلیق نصاریٰ کا یزید کے ہاتھوں قتل ہونا۔	۶۴۱
۱۶۸	دربار یزید ملعون کا آراستہ ہونا اسیران کربلا اور سرہائے شہداء کا داخل دربار ہونا۔	۶۲۰	۱۷۵	عبدالوہاب سفیر شاہ روم اور دربار یزید۔	۶۴۴
۱۶۹	قصر یزید کا آراستہ ہونا اور سرہائے شہداء کی طلبی۔	۶۲۲	۱۷۶	حضرت امام زین العابدین کے ساتھ یزید کا مکالمہ۔	۶۴۷
۱۷۰	یزید کا اپنی سلطنت و خلافت پر فخر کرنا اور سر مطہر سید الشہداء کے ساتھ جسارت کرنا۔	۶۲۵	۱۷۷	یزید ملعون کی مے نوشی اور سر امام حسینؑ کے ساتھ جسارت	۶۵۴
۱۷۱	یزید کے اہل حرم میں سے ایک عورت کا دربار میں خواب بیان کرنا اور اس کا شہادت پانا۔	۶۳۱	۱۷۸	کیفیت ورود اہلبیتؑ اطہار با دربار یزید اور جناب فاطمہؑ جناب ام کلثوم کو کنیزی میں طلب کرنا۔	۶۵۶
۱۷۲	راس الجالوت کا یزید کے ہاتھوں قتل ہونا۔	۶۳۵	۱۷۹	دربار یزید میں حضرت زینبؑ خاتون کا خطبہ۔	۶۶۴
۱۷۳	شہر واسط میں ایک دوشدا اہلا کی موت۔	۶۳۷	۱۸۰	بروایت منتخب حضرت زینبؑ خاتون کا دربار یزید میں احتجاج	۶۷۲
			۱۸۱	محاجہ یزید با امام زین العابدینؑ	۶۷۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۸۲	دربار یزید میں اموی کا خطبہ اور حضرت امام زین العابدینؑ کا احتجاج۔	۶۸۰
۱۸۳	حضرت سکینہؑ خاتون کا اپنی خواب یزید کے سامنے بیان کرنا۔	۶۸۲
۱۸۴	دربار یزید سے اسیران اہلبیتؑ اطہار کا زندان شام میں داخلہ	۶۸۶
۱۸۵	زندان شام میں اسیران اہلبیتؑ اطہار کی پریشانی اور نوحہ خوانی۔	۶۹۰
۱۸۶	امام حسینؑ واصحابہ کے سرہائے مبارک کا مسجد جامع دمشق میں لٹکایا جانا۔	۶۹۵
۱۸۷	سفیر روم کا دربار یزید میں حکایت کنیسہ حافر بیان کرنا اور شہید ہونا۔	۶۹۸
۱۸۸	بروایت لہوف زندان شام میں سکینہؑ خاتون کا خواب دیکھنا۔	۷۰۱
۱۸۹	حضرت امام حسینؑ کی ایک کمسن بیٹی کی زندان شام میں وفات۔	۷۰۴
۱۹۰	حضرت امام زین العابدینؑ کا شام میں منبر پر تشریف لے جانا اور خطبہ دینا۔	۷۱۰
۱۹۱	حضرت امام زین العابدینؑ کے ساتھ منہال کوفی کی گفتگو۔	۷۱۷
۱۹۲	واقعہ ہندہ زوجہ یزید۔	۷۱۹
۱۹۳	شام میں تعین مکان برائے اقامۂ عزاء امام حسین علیہ السلام	۷۲۲
۱۹۴	یزید کا ستمگاران کوفہ وشام سے قتل امام حسینؑ کے بارے میں استفسار کرنا۔	۷۲۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۹۵	یزید کا اہلبیتؑ اطہار کو بلانا اور معذرت خواہ ہونا۔	۷۲۷
۱۹۶	یزید کا اہلبیت اطہار کو مدینہ جانے کی اجازت دینا۔	۷۳۱
۱۹۷	اہلبیت اطہار کی شام سے مدینہ منورہ واپسی۔	۷۳۲
۱۹۸	اہلبیت اطہار کا دوسری مرتبہ کوفہ وارد ہونا۔	۷۳۷
۱۹۹	حضرت زینب خاتون سلام اللہ علیہا کا کوفہ میں خطبہ احتجاج۔	۷۳۸
۲۰۰	جناب فاطمۂ صغریٰ سلام اللہ علیہا کا اہل کوفہ سے خطاب کرنا	۷۴۳
۲۰۱	حضرت ام کلثوم سلام اللہ علیہا کا شام سے واپسی پر کوفہ میں خطبہ دینا۔	۷۴۹
۲۰۲	حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا شام سے واپسی پر کوفہ میں خطبہ دینا۔	۷۵۲
۲۰۳	تحقیقات اس بارے میں کیا جابر ابن عبداللہ انصاری روز اربعین وارد کربلا ہوئے ہیں اور امام زین العابدین سے ملاقات کی ہے۔	۷۵۶
۲۰۴	جابر ابن عبداللہ انصاری کا دوسری مرتبہ روز اربعین وارد کربلا ہونا اور اہلبیت اطہار کا ملنا۔	۷۶۰
۲۰۵	جابر ابن عبداللہ انصاری اور زیارت اربعین۔	۷۶۳
۲۰۶	روایت دیگر روز اربعین جابر بن عبداللہ انصاری کے وارد کربلا ہونے پر۔	۷۶۵
۲۰۷	ثواب زیارت اربعین۔	۷۶۷
۲۰۸	حکایت ابراہیم دیرج۔	۷۷۰
۲۰۹	زید مجنون اور بہلول کا برائے زیارت قبر امام حسینؑ کربلا جانا۔	۷۷۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۱۰	اہلبیتؑ اطہار کی وطن کو بازگشت۔	۷۷۸	۲۱۴	حضرت سید سجادؑ سے محمد حنفیہ ابن علیؑ مرتضیٰ کی ملاقات۔	۷۹۲
۲۱۱	بساط سخن در فتح مکہ	۷۸۱	۲۱۵	حضرت امام زین العابدینؑ کا نعمان قافلہ سالار کو رخصت کرنا	۷۹۴
۲۱۲	آنحضرتؐ کی مدینہ منورہ سے وطن مالوف (مکہ) تشریف کو رکنا		۲۱۶	مدینہ میں صف عزا امام حسینؑ علیہ السلام	۷۹۵
۲۱۳	اسیران اہلبیتؑ اطہار کا شام سے رہائی کے بعد مدینہ پہنچنا۔	۷۸۷	۲۱۷	تحقیق دربارۂ دفن سر بریدۂ امام حسین علیہ السلام۔	۷۹۷

دیباچہ ازمؤلفؒ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَوْلَادِہِ الْمَعْصُوْمِیْنَ اُمَنَآءِ اللّٰہِ وَخُلَفَآءِ اللّٰہِ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ وَبَعْدُ:۔

اس طرح کہتا ہے کہ بادیہ پیمائے وادیٔ مودّت اہلبیتؑ طاہرین، کلب آستان ابوعبداللہ الحسین "محمد" المشتہر بہ صدرالواعظین المتخلص باقدس ابن الفاضل العلامۃ القزدینی محمد حسن اکرم اللہ درمۂ ۔ مؤلف ریاض الاحزان وحدائق الاشبھان اوائل عمر ہی سے مداحیٔ وثنا خوانی آل محمدؐ صلوات اللہ علیہم اجمعین کی نعمت لازوال سے مالامال تھے۔ اور اپنی زندگی کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت گزاری کے لیے وقف کر دیا تھا۔ اور امام حسین علیہ السلام کے فضائل و مصائب بیان کرنا اپنا شعار قرار دیا تھا حضرت امام حسینؑ کے عشق میں سرشار تھے۔ وادیٔ عشق مظلوم کربلا پُرخار وادی ہے ؎

ابجد عشقش چہ بیا آموختم ۔۔۔ پیرہن محنت و غم دوختم
خوش دلی ہرچہ مرا بود پاک ۔۔۔ در رہ اندوہش بفروختم
حاصل عمرم سہ سخن بیش نیست ۔۔۔ سوختم، سوختم، سوختم

حضرت مظلوم کربلا سے عشق رکھنے والے کا لباس محنت و غم و اندوہ ہے۔ میں

خوش نصیب ہوں کہ امام حسینؑ کا غم میرا سرمایۂ دل ہے اور میں نے اس راہ محبت حسین سید الشہداء کو اختیار کیا ہے میری عمر کا حاصل یہ ہے کہ پروانہ وار شمع محبت مظلوم کربلا میں سوختہ ہوں۔

اسی محبت خامس آل عبا علیہ السلام نے منتخب فرمالیا اور اب تک چالیس کتب دینیہ و علمیہ ہدیۂ قوم کی ہیں چند کتب متواتر طبع ہوتی رہیں۔ مقبول خاص و عام ہوئیں۔ یہاں تک کہ پیش نظر کتاب ریاض القدس جو کہ حدائق الانس کے نام سے بھی موسوم ہے۔ بکمال وقت طبع ہوئی۔ عیوب سے پاک بعض الحاقات ضروریہ سے آراستہ ہے۔ مؤلفین کا طریقہ ہے کہ کتاب کو کسی معزز و مکرم شخصیت کے نام سے معنون کیا جاتا ہے لیکن بحمد اللہ اس ناپسندیدہ روش کو ترک کر دیا۔ البتہ اس کتاب کی طباعت و اشاعت میں حاجی آتابک اعظم میرزا علی اصغر خان صاحب کی توجہات کو دخل عظیم حاصل ہے ورنہ یہ کتاب طبع نہ ہو سکتی۔

بہر حال نام نکوکار ہمیشہ زندہ رہتا ہے ؎

سعدیا مردِ نکونام نمیرد ہرگز!
مُردہ آنست کہ نامش بنکوئی نبرند

اب ہم اس کتاب میں حضرت خامس آل عبا امام حسین علیہ السلام کے حالات میں سے تین امور و مطالب کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ امور روز عاشوراء ظہر کے بعد رونما ہوئے ہیں جو کہ خصوصاً اصحاب حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد کے حالات پر مبنی ہیں۔ ان امور میں حضرت علیؑ و فاطمہ سلام اللہ علیہما کے جوانوں کی شہادت کا تذکرہ ہے۔ اور ان میں اول قتیل شہزادہ حضرت علی اکبر علیہ السلام ہیں۔

مجلس در مقدمۂ شہادت جوانان محمدیؐ و مرتضوی اور خود امام حسین کا برائے کارزار تیار ہونا لیکن جوانوں کا سبقت کرنا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ لما ہبت الریاح خریف الحتوف من مہب الرماح والنبال والسیوف علی حدائق الاصحاب والانصار وذہبت بما فیہا من الخضارۃ والنضارۃ والماء والاوراق والازہار۔

جب کہ زمین کربلا پر دشمنوں کی طرف سے ظلم و ستم شروع ہوا۔ اور کوفہ و شام کے بدنہاد مسلمانوں نے چمن فاطمیہؑ کو برباد کر دیا۔ بوستان دین نبوی مرجھا گیا۔ اور اوراق کتاب ناطق پارہ پارہ ہو گئے۔ اور اکثر اشجار چمن نبیؐ و فاطمہؑ قطع کر دیے گئے چمن کی حفاظت کرنے والی باڑھ ریختہ ریختہ کر دی گئی۔ اس وقت یہ عالم ہوا کہ ؎

برآمد یکی صرصر از دشت کین — بسی نخل تن ریخت از باغ دین
خزاں آمد و بوستاں از و شد — دل از آتش تشنگی سرد شد

یعنی دشت کربلا میں ایک تند و تیز آندھی چلی جس سے بہت نخل (اشجار) باغ مصطفویؐ مرجھا مرجھا کر گر پڑے۔ چمن فاطمیؑ میں خزاں چھا گئی۔ بوستان مرتضوی زرد پڑ گیا۔ اور دل آتش تشنگی سے ٹھنڈا پڑ گیا ؎

وما قنعت بنثر اوراق موارد ات الخدود
بل قمعت اصول نخیل موزونات القدود

بے رحم کوفیوں نے دین نبوی اور گلستان مرتضوی کو خراب و برباد کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اشجار دینیہ اور ایمانی شگوفوں کو قطع کر دیا ؎

ے در آمد شہادت چو خرم بہار گلستان شد آن پہنۂ کارزار
گلستان کہ بودش درختاں سناں سر سبزہ اش خنجر جاں ستاں

یعنی کہ چمن میں تازہ تازہ شہادت بصد خوشی و شادمانی پھر آئی ہے۔ اور گلستان حسینیؑ میدان کارزار ہو گیا ہے اور گلستاں کہ اس کے درخت سنان ہیں اور سبزۂ چمن خنجر جان ستان ہے ؎

دم غنچہ پیکاں زہر آبدار غو بلبلاں نالۂ زخم دار
رخ کشتہ خیری و گلنار خون بنفشہ خط و داغ و لالۂ دروں
مگر بوستاں بود دشت نبرد کہ بشگفت گلہا در او سرخ و زرد
ندانم گلشن را کہ بود آبیار مگر ز آب شمشیر جنگی سوار

یعنی کہ چمن میں بغیر کھلے ہوئے پھولوں کا لہو زہر آلود تیر اور برچھی کی بھال بنا ہوا تھا بلبلوں کا شور و غل نالہ بسمل بن کر بلند ہو رہا تھا۔ تازہ تازہ اُگی ہوئی چیزیں خون گلنار بنی ہوئی تھیں۔ بنفشہ خط یعنی نیلگوں و صحاریان جن میں سرخی اُبھر رہی تھی۔ اور چمن دشت پر نبرد کا نقشہ کھینچا ہوا تھا۔ اس میں سرخ و زرد شگفتہ کھلے ہوئے تھے۔ لیکن نامعلوم اس چمن میں آبیاری کی گئی یا نہیں آتنا جانتا ہوں کہ اس چمن کی آبیاری آب شمشیر سے کی گئی۔

طارت عنادل ارواح الفتوة والحمية من الاغصان وحارت انهار والحماية والصيام بلا جريان۔

یعنی جوان و غیرت دار بلبلیں اشجار کی شاخوں سے شکوہ و عظمت آدمی لے اُڑی تھیں اور نہر حمایت و نصرت کے پانی سے خشک ہو گئی تھیں۔ صغیر و کبیر۔ برنا و پیر، سالار و سردار، غلام خدمت گذار سب ہی شہید ہو چکے تھے۔ نہ سپاہ تھی نہ

اصحاب و انصار،

ونضرب نفوس اهل الايمان والسلاد والاجساد واقشعرت وتزعزعت قواعد ابنية الصلاح والرشاد۔

اصحاب و انصار و یاوران امام مظلوم۔ سر کٹائے ہوئے۔ بے گور و کفن ریگ گرم پر پڑے ہوئے تھے۔ جسم ہا مبارکہ زخموں سے چور چور تھے۔ جگر تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تھے واحسرتا جو عارفان امام حسین علیہ السلام تھے وہ تشنہ لب شہید ہو گئے تھے۔ اور یہ وہ ہستیاں تھیں کہ اُمت مسلمہ میں تقویٰ و پرہیزگاری میں مشہور تھیں مگر کوفیوں نے ان کی قدر کو بھلا دیا ؎

صادوا ولولا قضاء الله يمسكهم
لم يتركوا لبنى سفيان من اثر

صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ جب امام حسین علیہ السلام بے یار و انصار رہ گئے اور سوائے شہزادگان خانوادۂ نبوت و امامت کوئی دوسرا باقی نہ رہا۔ اس وقت امام مظلوم نے ان کو بحسرت و یاس دیکھا۔ آہ سوزاں جگر سے کھینچی۔ رخ مبارک پر ایک ایسی حالت طاری ہوئی کہ سوائے ذات باری کسی کو اس پر آگاہی نہ تھی۔ جل الالہ و ليس الحزن بالغة۔ جوانان بنی ہاشم نے اس صورت حال کا مشاہدہ کیا۔ اور حضرت امام عالی مقام کے گرد جمع ہوئے اور عرض کیا اے نور دیدۂ مصطفوی اے ماہ آسمان ہدایت، اے رہبر وادی شہادت۔ اور اے قاسم جنان۔ ہم آپ کے بعد زندگی نہیں چاہتے۔ امام غریب نے جب ان کا یہ سخن سنا۔ آبدیدہ ہوئے، ان کے حق میں دعاء خیر کی۔ اور پھر یکے بعد دیگرے سب کو رخصت کیا اذان جہاد دی۔ اور اصحاب کی شہادت کے بعد جوانان علیؑ و فاطمہؑ نے رکاب امام حسینؑ کو بوسہ دیا۔

میدانِ قتال میں گئے اور تھوڑی ہی دیر میں بھرے ہوئے خیمہ خالی ہو گئے۔ امام حسینؑ نے اس وقت آہ جگر سوز کھینچی اور فرمایا۔ هل من يقدم الی جوادی آیا ہے کوئی جو میرے لیے اسپ مرگ لائے وا حسرتا میرے جوان کہاں چلے گئے۔ علیؑ اکبر کہاں ہیں۔ قاسمؑ کہاں ہیں۔ عون و محمدؑ کہاں ہیں جب کوئی جواب نہ ملا۔ تو زینب خاتون درِ خیمہ پر آئیں اور فرمایا بھیا حسینؑ اب بیکسی نہیں دیکھی جاتی اے میرے ماں جائے بہن سواری لانے کے لیے تیار ہے۔ اس وقت تمام اہلِ حرم میں ایک کہرام بپا ہو گیا واحسیناہ کی صدائیں بلند ہوئیں۔ فعند ذلك عجنا النساء الهاشميات و الحرائر الفاطميات لمشاهد تكم على هذا الحال و معانية الحال۔ آہ وا ویلا اس وقت عورات ہاشمیہ میں کوئی گیسو پریشان کئے ہوئے تھی کوئی سینہ کوبی کر رہی تھی۔ کوئی منہ پر طمانچہ مار رہی تھی کسی بی بی کو غش آ رہا تھا۔ سکینہ خاتون سکتہ کی حالت میں کھڑی تھی۔ اس وقت بیبیاں علیؑ و فاطمہؑ کو پکار رہی تھیں اے شاہ نجف مدد کو آئیے۔ اے بی بی فاطمہ مزار سے نکلئے اور اپنے حسینؑ کی بیکسی دیکھیے۔ فجعلت تندبهم و تنوح عليهم بزفرات و اعوال۔ دل چاہتا ہے کہ مومنین سے ایک سوال کروں اہلِ حرم کی نگاہ کبھی مقتل کی طرف اٹھتی ہے تو اصحاب امام حسینؑ کے لاشے نظر آتے ہیں جو خاک و خون میں غلطاں ہیں۔ ریگ کربلا لاشوں پر کفن بنی ہوئی ہے۔ جوانان ہاشمیہ کی شہادت کا ذکر تفصیلاً کیا جائے گا۔

روز عاشوراء جوانان ہاشمی میں اوّل شہید کا اذان جہاد طلب کرنا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احادیث و روایات سے مستفاد ہوتا ہے کہ جب تک اصحاب و انصار امام حسینؑ

علیہ السلام میں سے ایک تن بھی باقی رہا۔ اس وقت امام حسینؑ تک کے عزیزوں اور اولاد میں سے کوئی شہید نہیں ہوا۔ لیکن بعد شہادت انصاران امام حسینؑ عزیزوں اور بچوں کی شہادت کی نوبت آگئی۔ البتہ اس مقام پر یہ تعین کرنا کہ امام حسینؑ کے عزیزوں میں سے پہلا شہید کون ہے محلِ اختلاف ہے اہلبیت امام حسینؑ میں سے علی اکبر پہلے شہید ہیں یا عبداللہ ابن مسلمؑ بن عقیل۔ اس بات پر مورخین اور مقاتل کا اجماع ہے کہ پہلے شہید جناب عبداللہ بن مسلم بن عقیلؑ ہیں۔ لیکن مصنف کامل السقیفہ اور محمد بن ادریس علیہ الرحمۃ صاحب کتاب سرائر فرماتے ہیں اوّل قتيل في الوقعة يوم الطف من آل ابی طالب علی ابن الحسين، صاحب مقاتل بھی اس امر کے قائل ہیں اوّل قتيل مع الحسينؑ ابنه علیؑ الاكبرؑ۔ کہ امام حسینؑ کے فرزند علی اکبرؑ پہلے شہید ہیں۔ مرحوم سید علیہ الرحمۃ۔ کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ فلما لم يبق مع الحسين سوى اهلبيته خرج على ابن الحسين شیخ مفید علیہ الرحمۃ کتاب الارشاد فرماتے ہیں کہ اصحاب امام حسینؑ میں سے ہر ایک امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوتا اذانِ جہاد طلب کرتا۔ اور میدان قتال میں جاتا یہاں تک کہ تمام اصحاب روز عاشورا قبل از اعزاء و اقرباء حسین علیہ السلام شہید ہو گئے۔ اس وقت فتقدم على ابن الحسين یعنی اس وقت علی اکبرؑ نے میدان قتال میں جانے کی پیش قدمی کی۔ اہل تاریخ و سیر اور اکثر صاحبان مقاتل نے لکھا ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ کے سامنے اصحاب و انصار میں سے کوئی باقی نہ رہا تو آپ نے فرمایا الان وصل النوبة الی اے میرے جوانوں اب میرے جان و سر دینے کی نوبت آ پہنچی ہے۔ جوانان ہاشمی نسب و حسب سب کے سب نے امام حسین علیہ السلام کے قدم مبارک پر سر رکھ دیا اور عرض کیا اے مولیٰ اے سید و سردار ایسا کس طرح ہو سکتا ہے کہ آپ شہید ہوں اور

ہم زندہ ہیں لا ینبغی ممار بتك ونحن احیاء۔ آپ کی نوبت شہادت ابھی نہیں پہنچی ہے جب تک کہ ہم زندہ ہیں پہلے ہم شہید ہوں گے۔ چنانچہ سب سے پہلے عزیز و اقارب میں حضرت علی اکبر ابن الحسینؑ نے اذانِ جہاد طلب کیا۔ امیر محمد خواند شاہ صاحب کتاب روضۃ الصفا میں لکھتے ہیں کہ قائلان بر تقدم علی اکبرؑ لکھتے ہیں کہ جب حضرت امام حسینؑ نے خود میدان قتال جانے کا عزم کیا تو اہلِ بیت میں سے آپ کے فرزند علی اکبر نے پیش قدمی کی ہے اور بعض بزرگ و اجلیٰ ہستیاں اس امر کی بھی قائل ہیں کہ عبداللہ بن مسلم بن عقیل پہلے شہید ہیں چنانچہ محمد ابن شہر آشوب کتاب مناقب میں فرماتے ہیں کہ اوّل من برز من بنی ہاشم عبداللہ بن مسلم علامہ مجلسیؒ نے کتاب بحار جلد ۱۰ میں ایسا ہی فرمایا ہے۔ جلاء العیون (فارسی) میں بھی اسی طرح مرقوم ہے کتاب حبیب السیر کہ امام جب حسین علیہ السلام نے میدان جہاد میں جانا چاہا تو اہل بیت جمع ہو گئے اور عبداللہ پسر مسلم بن عقیل نے سبقت کی۔ میدان قتال میں گئے اور جام شہادت نوش کیا ابی مخنف اور لوط ابن یحییٰ نے اپنے مقاتل میں لکھا ہے کہ اوّل شہید کے بارے میں یہ اقوال مذکورہ پائے جاتے ہیں یعنی کہ بعض کے نزدیک یہ ہے کہ حضرت علی اکبر ابن الحسینؑ اوّل شہید ہیں اور بعض کے نزدیک عبداللہ ابن مسلم بن عقیل پہلے شہید ہیں۔ لیکن مقابلتاً کثیر اقوال یہی ہیں کہ حضرت علی اکبرؑ ہی پہلے شہید ہیں۔ لیکن علامہ شیریں گفتار کتاب ریاض الاحزان میں فرماتے ہیں کہ ترا جح عندی تقدم علی بن الحسین علیہما السلام لورود الخبر وتکاثر اھل السیر۔ یعنی کہ میرے نزدیک یہ ہی اقویٰ ہے کہ حضرت علی اکبرؑ پہلے شہید۔ اور زیارت ناحیۂ مقدسہ میں کہ جس میں شہدائے کربلا کے اسماء گرامی درج ہیں امام علیہ السلام سے منقول و ماثور ہے کہ جب حضرت علی اکبرؑ کی

قبر مبارک کی زیارت کا ارادہ کرے فقف عند رجلی الحسین وھو قبر علی ابن الحسین فاستقبل القبلہ بوجھك فان ھناك حومۃ الشھداء — یعنی رو بقبلہ کھڑا ہو کہ جہاں گنج شہداء علیہم السلام ہے انگشت شہادت سے اشارہ کرے اور کہے السلام علیك یا اول قتیل من نسل خیر سلیل من سلالۃ ابراھیم الخلیل صلی اللہ علیك وعلیٰ ابیك۔ یعنی کہ سلام ہو اوّل شہید پر کہ جس نے تمام عزیز و اقارب میں اپنی جان امام حسینؑ پر قربان کی اور جو خلاصۂ نسل خلیل خدا ہے۔ پس اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جناب علی اکبر علیہ السلام اقرباء میں سب سے پہلے شہید ہیں اور خون آلودہ لاش علی اکبر سے امام حسینؑ نے برچھی کا پھل نکالا۔ اور فرمایا اے بیٹا اس قوم نابکار کو خدا قتل کرے کہ اس نے تمہیں قتل کیا اور تم پر رحم نہ کیا اور حرمت رسولؐ خدا کو ضائع کیا۔ اے میرے فرزند تو شبیہ رسولؐ خدا تھا اے نور نظر تمام کائنات کا درود و سلام ہو تجھ پر۔ علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ منقذ بن مرۃ نے کمین گاہ سے آپ کے سر مبارک پر گرز مارا اور شہزادہ علی اکبرؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے۔ اور کوفی بیرحم نے تلوار سے جسم مبارک ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ حضرت علی اکبرؑ نے بحسرت خیمہ کی طرف نگاہ کی۔ رافعاً صوتہ یا ابتاہُ۔ پدر را باس آواز دی کہ اے بابا دادا جان آپ کوثر لائے ہیں۔ امام حسینؑ مقتل میں پہنچے دیکھا کہ اٹھارہ سالہ جوان خون میں غلطاں پڑا ہوا ہے۔ سر شگافتہ ہے۔ بدن زخموں سے چور چور ہے فرماتے ہیں یا ولدی علی الدنیا بعدك العفا۔ اے نور نظر تیرے بعد زندگی بے کیف ہو گئی۔ اے فلک تو نے فرزند کو مجھ سے جدا کر دیا اور غم علی اکبرؑ میں مجھے سوختہ کر دیا۔

الشیخ فخر الدین لکھتے ہیں کہ جب اہلِ حرم نے خبر شہادت حضرت علی اکبرؑ سن

فقصار حن النساء۔ عورتوں میں شور و غوغا برپا ہو گیا۔ واعلی اکبراہ کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ امام حسین علیہ السلام نے جب اہل حرم کے گریہ وزاری کو دیکھا تو آپ کو شدید صدمہ ہوا۔ تلقین صبر کی۔ اور فرمایا اے بہن زینبؑ وام کلثوم اور اے بیٹیوں تمہیں تو ابھی بہت زیادہ گریہ و بکا کرنا ہے ابھی تو ایک ہی جوان کا ماتم کیا ہے اور بھی جوان شہید ہو گئے جس قدر صدمہ علیؑ اکبر تھا کسی کو کیا خبر ہے

داغی کہ حسینؑ از غم اکبرؑ بجگر داشت — جز خالق اکبر ز دل او کہ خبر داشت

تا آندم آخر کہ برید ند سرش را — او دیدۂ حسرت بسوئے نعش پسر داشت

میسوخت خود از تشنگی و در دم آخر — از سوز لب خشک پسر دیدۂ تر داشت

یعنی کہ حضرت علیؑ اکبر کے شہید ہونے پر جو صدمہ امام حسین علیہ السلام کو ہوا اور جو داغ قلب امام حسینؑ نے برداشت کیا اس کی سوائے خداوند عالم کسی اور کو کیا خبر۔ امام حسینؑ نے سر کو کٹتے ہوئے دیکھا تو حسرت کے ساتھ لاش پسر پر نظر کی دیکھا کہ علی اکبر تشنگی سے سوختہ ہیں، دم آخر سوکھے ہوئے لب ہیں مگر آنکھوں میں آنسو ہیں۔ مؤلف کتاب صدر بیقدر ملتمس دعا ہیں مومنین کرام ان کو سورۂ فاتحہ سے نوازیں۔

شہدائے کربلا میں اوّل شہید علی اکبرؑ اور زیارت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

کتاب مستطاب تحفۃ الزائرین جو کہ حضرت علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ کی تالیفات میں سے ایک تالیف (کتاب) ہے اور یہ کتاب زائرین مشاہدہ مقدسہ کے لیے ایک دستور العمل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب میں ابو حمزہ ثمالی سے ایک زیارت منقول ہے جس میں حضرت صادق آل محمدؑ علیہ السلام نے ابو حمزہ الثمالی کو اس طرح زیارت حضرت

علی اکبرؑ تعلیم کی ہے کہ جب تم زیارت قبر حضرت علی اکبر علیہ السلام کرنے کا ارادہ کرو تو ہمارے جد حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر مبارک کے نزدیک جاؤ۔ اور پائیں مزار امام حسین علیہ السلام قبر حضرت علی ابن الحسین ہے یعنی حضرت علی اکبرؑ کی قبر ہے۔ اس جگہ سلام کرو اور زیارت قبر علی اکبر علیہ السلام کرو۔ اگر مومنین کرام اس زیارت ماثورہ میں حضرت امام جعفر صادق آل محمدؑ کے فقرات پر غور کریں تو معلوم ہو گا کہ شہزادہ علی اکبرؑ قتیل اول ہیں زیارت میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں السلام علیک یا بن رسول اللہ وابن خلیفۃ رسول اللہ و رحمۃ اللہ و برکاتہ طَلَعَتْ شمس او غربت۔ یعنی کہ قبر حضرت علی اکبر علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے اس طرح سلام کرے کہ فرزند رسولؐ خدا، اے خلیفہ رسول خدا کے نور نظر، اے بنت رسول اللہ کے نور دیدہ میرا سلام ہو آپ پر اور خدا کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں آپ پر آفتاب نکلا اور غروب کر گیا اب ہم زیارت کے بعض فقرات کا ترجمہ کرتے ہیں اے آقازادے اے شہزادہ السلام علیک وعلی روحک و بدنک۔ یعنی آپ کی روح اور بدن پر سلام ہو مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ اگر یہ بندۂ ناچیز ابو ثمالی کی جگہ ہوتا تو حضرت صادق آل محمدؑ سے سوال کرتا۔ کہ اے مولیٰ یہ سلام کہ اے علی اکبرؑ آپ کی روح پر سلام ہو۔ روح علی اکبرؑ تو اعلیٰ علیین میں ہے۔ اپنے آبا و اجداد کی خدمت میں ہے یا روح مجروحی کہ روز عاشورا شدت پیاس اور تپش آفتاب سے افسردہ تھی۔ اور ایسی پژمردگی کے عالم میں دنیا سے رخصت ہوئی اور جب شہزادہ علی اکبرؑ شہید ہوئے اور حضرت امام حسینؑ لاش پسر پر پہنچے تو فرمایا۔ اے نور نظر، اے علی اکبرؑ ما انت فقد استرحت من هم الدنیا وغمها وصرت الی روح و راحة وبقی ابوك فریداً وحیداً وما اسرع بك۔ یعنی اے علی اکبرؑ تو دنیا سے

رخصت ہوگیا۔ اور غمہائے دنیا سے نجات پاگیا۔ اور میری روح راحت کو پہنچی۔ لیکن تیرا بابا یکہ و تنہا رہ گیا میری دوسری گزارش حضرت صادق آل محمدؑ سے یہ ہے کہ اسے مولیٰ ہم جو سلام کرتے ہیں یہ تو بدن علی اکبرؑ کو ہے جیسا کہ کہتے ہیں و علی بدنك۔ یعنی کہ وہ بدن خون آلودہ جو پائیں قبر حضرت امام حسین علیہ السلام دفن ہے یا آپ کے اس بدن کو جو بعد ظہر روز عاشورا زخموں سے چور چور کہ جس کے بارے میں روایت میں یہ الفاظ ہیں فقطعوہ بسیوفھم اربارباً۔ پھر حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا اے ابوحمزہ ثمالی یہ کہو کہ اسے آواز دے۔ بابی انت وامی من مذبوح ومقتول من غیر جرم۔ یعنی پدر مادر (ماں باپ) اسے علی اکبرؑ آپ پر فدا ہوں کہ آپ بے جرم و بے خطا قتل کئے گئے۔ علامہ مجلسی بحار میں فرماتے ہیں کہ فضنہ بہ الناس باسیافھم کہ دشمنوں نے حضرت علی اکبرؑ کو اپنے گھیرے میں لے لیا اور تلواریں مارنا شروع کیں۔ اور جسم مبارک ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا۔ اور جب آپ کی روح جنجرو سے بہ کنگرۂ اقدس پہنچی اور اس وقت آپ کو ذبح کیا گیا کہ جب عمر سعد ملعون نے حکم دیا کہ شہیدوں کے سر ان کے بدن سے جدا کئے جائیں۔ تو حضرت علی اکبرؑ کا سر مبارک تن سے جدا کیا گیا صادق آل محمدؑ فرماتے ہیں۔ بابی انت وامی یا من دمك المرتقیٰ الی حبیب اللہ بابی انت وامی من مقدم بین یدی ابیك یحسبك ویبکی علیك محترقا علیك قلبه یرفع دمك بکفه الی عنان السماء ولا یرجع منه قطرة ولا تسکن علیك من ابیك ذفرة ودعك للفراق۔ یعنی کہ میرے ماں باپ فدا ہوں اے علی ابن الحسین تم پر۔ یہ تصور کرتے ہوئے کہ آپ زخمی حالت میں میدان قتال سے واپس آئے

اور اپنے بابا حسینؑ کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا ہے کہ اے بابا پیاس بے چین کر رہی ہے۔ شدت کی تشنگی ہے اس وقت امام حسینؑ نے بیٹے کو دیکھا اور فرمایا اے علی اکبرؑ اب تم شہداء میں شامل ہونے والے ہو۔ اے بیٹا اب تمہیں تمہارے دادا آپ کوثر پلائیں گے۔ اے فرزند تم بہت زخمی ہو۔ میرا دل بے چین ہو رہا ہے۔ اور اے بیٹا تمہارا خون میرے نانا کی خدمت میں ہدیہ کیا جا رہا ہے اے نانا یہ خون آپ کی شبیہ کا ہے۔ علی اکبرؑ شبیہ پیغمبرؐ خدا تھے مرحوم السید لہوف میں فرماتے ہیں کہ حضرت علی اکبرؑ کے گلوے مبارک پر ایک تیر لگا تھا جس سے خون جاری تھا زیارت میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ ورمی بسھم فوقع فی حلقه فخرقه واقبل یتقلب بدمه۔ یعنی تیر حضرت علی اکبرؑ کے گلوے مبارک پر لگا جس سے گلوے مبارک پھٹ گیا۔ اس وقت کی حالت زار کا نقشہ مؤلف نے نظم میں پیش کیا ہے ؎

بابا بیا کہ تیغ جفا ساخت کار من — برگ پژمردہ گشت خزاں نوبہار من
بابا بیا فتادم و جانم بلب رسید — دست اجل گرفت زکف اختیار من
قاتل تنم ز خنجر کین پارہ پارہ کرد — رحمی نکرد و بر مرہ اشکبار من
تا بر تنم بود رمقی بر سرم بیا — بنگر بوقت مرگ بر احوال زار من
این ضربت عمود کہ فرقم شگافتہ — بُردہ ز جان تحمل از کف قرار من
از تیغ ظلم رشتۂ عمرم گسیختہ — بلبلا بگو دگر نگشتہ انتظار من
بابا بیا کہ کار من از دین و آن گزشت — تعجیل کن کہ وقت وداع از میاں گزشت

یعنی اے بابا تیغ جفا نے میرا کام تمام کردیا۔ اور خزاں نے میرے غنچۂ نوشگفتہ کو پژمردہ کردیا ہے۔ اور قاتلوں نے میرے جسم کو پارہ پارہ کردیا ہے۔ اور نتیجۂ موت

نے میرا اختیار سلب کر لیا ہے۔ یعنی کہ میں بے بس ہو گیا ہوں۔ مجھ پر، میرے گریہ پر قاتل نے رحم نہیں کیا ہے۔ ابھی رمق جان باقی ہے میرے سرہانے تشریف لائیے۔ اور اپنی آنکھوں سے میرا دم آخر نکلتے دیکھئے اور یہ گرز کی ضربت جو میرے سر پر لگی ہے ملاحظہ فرمائیے۔ اس ضرب سے میرا قرار رخصت ہو گیا ہے۔ اور تیغ ظلم نے میری عمر کو ختم کر دیا ہے۔ اور میری ماں ام لیلیٰؑ سے کہنا کہ میرا انتظار نہ کرے۔ اے بابا جان اب کوئی دم میں میرا کام تمام ہونے والا ہے۔ جلد آئیے جلد آئیے ایسا نہ ہو کہ وقت وداع گزر جائے۔

حضرت علی اکبرؑ کا اذان جہاد طلب کرنا اور امام حسینؑ کا لباس جنگ پہنانا اور رخصت کرنا

اصحاب و انصار کی شہادت کے بعد اہل بیتؑ طاہرین میں تقریباً تیس افراد (تن) تھے امام حسین علیہ السلام خود بہ نفس نفیس آمادہ کارزار ہوئے لیکن جوانان ہاشمی نے کسی طور پہ نہیں چاہا کہ ان سے پہلے امام حسین علیہ السلام میدان قتال میں جائیں۔ بلکہ عرض کیا اے آقا، اے سید سردار ایسا کیوں کر ہو سکتا ہے کہ ہم زندہ رہیں اور آپ ہماری آنکھوں کے سامنے قتل ہوں خدا یہ وقت نحس ہمیں نہ دکھائے۔ اس وقت حضرت شہزادۂ علی اکبر علیہ السلام نے اپنے بابا کی خدمت میں عرض کیا۔ کما فی الریاض عن الروضۃ فقال یا ابتاہ لا ابقانی اللہ بعدك طرفۃ عین ——— اے پدر عالیقدر اے بابا جان آپ کے بعد زندہ رہنے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ اب اذان جہاد عطا کیجئے یہ سن کر امام حسینؑ کے چہرہ کا

رنگ زرد ہو گیا فرمایا اے بیٹا یہ کیا کہتے ہو تم شبیہ رسولؐ خدا ہو تمہیں میرے بعد زندہ رہنا چاہئے۔ حضرت علی اکبرؑ نے عرض کیا کہ آپ کے بعد زندہ رہنا حرام ہے۔ ایسی زندگی کہ آپ نہ ہوں علی اکبر کو پسند نہیں ہے۔ اس وقت اہل حرم میں گریہ و بکا کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ فاخذ فی الالحاح علیہ والبکاء والزمہ و الجزع والادہ۔ اہل حرم کا گریہ و بکا دیکھ کر حضرت علی اکبرؑ نے اپنے جد بزرگوار پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ دے کر امام حسینؑ سے اذان جہاد طلب کیا۔ اپنے حلقہ میں لیے ہوئے تھے بیبیاں دامن سے لپٹی ہوئی تھیں۔ فلما کثرت مبالغۃ فی الاستیذان واشد جزعہ وھو عطشان اذن لہ الحسین وھو ظمآن۔ آخرکار شہزادہ نے انتہائی گریہ و زاری اور بیقراری کا مظاہرہ کیا کہ اذن جہاد۔ جہاد مل جائے۔ امام حسینؑ نے فرمایا ؎

گرز خون آغشتہ گردد کاکلت
غم مخور مشکیں شود آن سنبلت

یعنی کہ اے فرزند اگر یہ ہی خواہش ہے کہ میدان قتال میں جاؤ اور عروس مرگ سے ہمکنار ہو تو بخوشی اجازت ہے۔ اپنے خون میں اپنی زلفیں رنگین کرو۔ غم مت کرو۔ یہ سن کر شہزادہ علی اکبرؑ کا چہرہ شوق شہادت میں چمکنے لگا۔ امام حسین علیہ السلام نے بیٹے کو لباس جنگ سے آراستہ کیا۔ آلات حرب جسم علی اکبرؑ پر سجائے ماں بہنیں، پھوپھیاں سمجھیں کہ علی اکبرؑ دولہا بن رہے ہیں۔ روایت میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ و رتب علی قامتہ اسلحۃ الحرب والبستہ الدرع وشد فی وسطہ منطقۃ لہ من الادیم فوضع علی مفرقۃ مغفراً فولادیاً و قلدہ سیفا مصریا و ارکبہ العقاب براقا بانویا یعنی جسم علی اکبر پر لباس جنگ پہنایا، مغفر فولادی سر پر رکھا۔ اور کمر بند کر جو تبرکات

پیغمبرؐ سے تھا زیب کمر کیا۔ تلوار مصری میان میں رکھی۔ اور زیب کمر کی۔ اور اپنے مرکب براق مثال پر سوار ہوئے مؤلف نے اس وقت کی منظر کشی اس طرح کی ہے۔

یگفتا بحال غمگیں سر بسر   جدا گشتی از من تو جان پسر
تو رفتی و غم محفل ما شکست   چہ محفل دگر چوں دل ما شکست

یعنی امام حسینؑ نے وقت وداع علی اکبرؑ زبان حال سے بحال غم فرمایا کہ نور نظر تم مجھ سے جدا ہو رہے ہو۔ میری محفل سونی ہو گئی۔ اور محفل پر کیا منحصر ہے تیری جدائی سے شکستہ ہو گیا اس وقت اہلحرم، پھوپھیاں۔ بہنیں، ماں علی اکبرؑ کو حلقہ میں لیے ہوئے تھیں در خیمہ سے جب علی اکبرؑ نکلے ہیں تو ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے بھرے گھر سے جنازہ نکلتا ہے خدا حافظ کی صدائیں بلند تھیں۔ پھر ایک مرتبہ اہلحرم میں شور و شیون بلند ہوا۔ اور پھر بچوں نے شہزادۂ علی اکبرؑ کے گھوڑے کو اپنے حلقہ میں لے لیا رکاب سے لپٹ گئے۔ علی اکبرؑ میدان قتال میں نہ جاؤ جو بھی میدان کارزار میں جاتا ہے زندہ واپس نہیں آتا۔ ام لیلیٰ حسرت سے بیٹے کو دیکھ رہی تھیں۔ زینبؑ خاتونؑ سوچ رہی تھیں کہ جسے اٹھارہ سال پالا ہے۔ وہ اب خاک و خون میں مل جائے گا۔ میرا دل چاہتا ہے کہ خطاب کروں اے ہاجرہ مادر اسمٰعیلؑ ذرا عالم بالا سے شہزادہ کی رخصت کا منظر دیکھیے کہ کس شان سے ام لیلیٰ نے اپنے جوان بیٹے کو قربان کیا ہے۔

کتب مقاتل میں ہے کہ حضرت زینبؑ خاتون۔ جناب ام لیلیٰ سے زیادہ بیقرار تھیں مادر علی اکبرؑ جناب ام لیلیٰ یہ سمجھتی تھیں کہ علی اکبر جناب زینب خاتون کے لیے ان کے بیٹے کی جگہ ہیں۔ اسی احترام زینبؑ خاتون کی وجہ سے ام لیلیٰ نے زیادہ

بے چینی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ البتہ اتنا اپنی زبان سے فرمایا اے علی اکبر تم نے مجھے اپنی دادی فاطمہؑ کے سامنے سرخرو کر دیا۔ جاؤ بیٹا خدا حافظ و ناصر۔ پھر خداوند عالم سے مناجات کی۔ اور کہا یا رادّ یوسف علی یعقوب و یا رادّ اسمٰعیل علی هاجرہ ردّ علیّ ولدی۔ یعنی اے خداوند عالم کہ یوسف کو چالیس سال بعد ان کے پدر عالیقدر یعقوب سے ملایا۔ اسمٰعیل کو دوبارہ ہاجرہ سے ملنا نصیب ہوا۔ تو میرے علی اکبرؑ کو مجھ سے دوبارہ ملا دے۔ اے مومنین ام لیلیٰ کی یہ دعا پوری ہوتی اور شہزادہ علی اکبرؑ زخمی حالت میں جب مقتل سے واپس آئے ہیں سر مبارک شگافتہ، زخموں سے تن چور چور ہو رہا تھا۔ باپ کی خدمت میں آئے۔ ماں نے بھی بیٹے کو دیکھا اور زینب خاتون نے بھی دیکھا۔ میں سوال کروں جب بیبیوں نے زخمی حالت میں جوان بیٹے کو دیکھا ہو گا تو ان کے دل پر کیا گزری ہو گی۔ اس وقت تمام اہلحرم فریاد کر رہے تھے۔ اے شیعو۔ دوبارہ جب علی اکبرؑ آئے ہیں تو خود نہیں آسکے۔ بلکہ امام حسینؑ بیٹے کی لاش خیمہ میں لے کر آئے ہیں۔ در خیمہ پر پہنچے پکار کے فرمایا اے بچو، علی اکبرؑ کی لاش خیمہ میں لے جاؤ۔ عزادارو۔ بچے نکلے اور لاش علی اکبر خیمہ میں لے گئے۔ مسند پر لاش رکھ دی۔ بہنوں نے بین کئے۔ زینب خاتون نے ماتم کیا۔ ام لیلیٰ بیٹے کی لاش پر آئیں اس طرح کہ فضہ سہارا دے رہی تھیں جب لاش علی اکبرؑ کے پاس پہنچیں فرماتی ہیں بیٹا علی اکبرؑ یہ ماں تم پر فدا ہو سینہ پہ ہاتھ کیوں رکھا ہے۔

اس بارے میں کہ حضرت علی اکبرؑ پہلے شہید ہیں

کتاب دربندی، کتاب روضۃ الشہداء اور کتاب ریاض الاحزان میں ہے۔

کہ حضرت علی ابن الحسینؑ جو علی اکبر کہلاتے ہیں۔ روز عاشورا شہید ہوئے وامہ لیلی بنت ابی قرۃ بن ابی عروۃ بن مسعود الثقفی۔ یعنی کہ آپ کی والدۂ ماجدہ جناب لیلیٰ دختر ابی قرۃ بن ابی عروۃ بن مسعود ثقفی تھیں۔ اور مسعود بن عروۃ جناب مختار بن ابی عبید ثقفی کے دادا تھے۔ اور جناب مختار علیہ الرحمہ ایسے بزرگ ہیں کہ جنہوں نے قاتلان امام حسینؑ کو واصل جہنم کیا ہے۔ اور قاتلان امام حسینؑ سے انتقام لیا ہے۔ عروۃ وابی عبید اور سعد یہ تینوں بھائی تھے اور فرزندان مسعود ثقفی تھے۔ لیکن مادر حضرت علی اکبرؑ یعنی لیلیٰ۔ جناب مختارؒ کے چچازاد بھائی کی دختر تھیں۔ اور جناب لیلیٰ کی ماں کہ جن کا نام میمونہ تھا ابوسفیان کی دختر تھیں اور یزید بن معاویہ کی پھوپھی ہوتی تھیں۔ ابوالفرج لکھتے ہیں کہ علی اکبر شہید کے کوئی اولاد نہ تھی۔ لیکن آپ کی کنیت ابی الحسن تھی۔ اور ماں لیلیٰ بنت ابی قرۃ بن عروۃ بن مسعود ثقفی تھیں۔ وھو اول من قتل فی الواقعۃ۔ یعنی کہ شہزادہ علی اکبرؑ امام حسینؑ کے قرابتداروں میں پہلے شہید ہیں۔ محمد بن سلیمان نے یوسف بن موسیٰ کے حوالہ سے خبر دی ہے کہ مغیرہ بن شعبہ کہتا ہے کہ ایک روز میں دربار معاویہ میں موجود تھا اور تمام اراکین شام حاضر تھے۔ اس وقت معاویہ نے کہا کہ مَنْ اَحَق النَّاس ھذا الامر کہ اس زمانہ میں روئے زمین پر کوئی شخص ایسا ہے کہ جو مستحق خلافت ہو۔ تمام حاضرین دربار نے جواب دیا کہ آپ خود مستحق خلافت ہیں لیکن اس پر معاویہ نے جواب دیا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ مستحق خلافت۔ علی ابن الحسینؑ یعنی علی اکبرؑ ہیں۔ کیونکہ ان کے جد حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اس وجہ سے ان کو حسب میں بزرگی حاصل ہے وباعتبار نسب۔ وفیہ شجاعۃ بنی ھاشم وسخاء بنی امیۃ وذھو بنی ثقیف۔ یعنی کہ علی اکبر علیہ السلام صفات حمیدہ

اور شجاعت جلیلہ رکھتے ہیں اس طرح کہ آپ شجاعت میں وارث آل ثقیف ہیں آپ اپنے ہمعصر جوانوں میں مثل بدر کامل تھے۔ عالم جلیل محمد بن ادریس صاحب سرائر نے تحریر کیا ہے کہ ابی عبیدہ خلف الاحمر نے حضرت علیؑ اکبر کی مدح میں ایک نظم لکھی ہے۔

جس میں آپ کے حسب ونسب وشرافت پر روشنی ڈالی ہے۔ اس شہزادہ کے مرتبہ وجلال پر تمام عالم فدا ہوں آپ اس صورت زیبا اور جلالت ومنزلت ہاشمی کے ساتھ میدان کارزار میں پہنچے۔ اور قتال فرمایا معین الدین روضۃ الشہداء میں لکھتے ہیں کہ شہزادۂ علی اکبرؑ قد وقامت میں مثل سرو رواں تھے روشن چہرہ تھے۔ ابوالمویّد خوارزمی لکھتے ہیں کہ علی اکبرؑ مانند شاخۂ صنوبر میدان رزم میں پہنچے گیسو چہرے پر بکھرے ہوئے تھے۔ آپ کے چار گیسو تھے۔ مؤلف کے والد مرحوم کتاب ریاض الاحزان میں فرماتے ہیں۔ فلما تجلی وجھہ لعرصۃ الھیجاء جعلھا غیرہ صفح السیناء فی سورۃ الھزبر السالب کانہ اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب لا بل کانہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ صاحب التاج علی البراق لیلۃ المعراج قد بدا منجلیا نور علی من حجاب احدی ازلی ابدی۔ یعنی کہ جب آپ میدان کارزار میں پہنچے تمام سپاہ شام نے بیساختہ آپ کی طرف دیکھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آفتاب فلک زمین کربلا پر اتر آیا ہے۔ قد بالا پر نظر کی تو معلوم ہوا کہ چمن بہشت کا ایک سرو چل رہا ہے۔ لوگ آپ کو دیکھ کر حیرت میں رہ گئے۔ محسوس ہونے لگا کہ علی ابن ابی طالبؑ میدان رزم میں آگئے ہیں۔ علی اکبرؑ اپنے مرکب براق مثال پر

اس طرح سوار تھے جیسے صاحب المعراج شب معراج براق پر سوار تھے۔ عمر سعد نے جب دیکھا تو کہنے لگا من ھٰذا الذی خرج و تدلی و برز و تجلی نعرفہ نقابلۃ نفسہ و نقاتلہ۔ یعنی عمر بن سعد بد نہاد کہنے لگا کہ یہ کون جوانمرد ہے۔ جاہ جلال اور طلعت و نورانیت کو دیکھ کر پھر خود ہی کہنے لگا کہ ان ھٰذا علی بن الحسین۔ یہ علی اکبرؑ ہے اس مقابلہ میں تنہا جانا ٹھیک نہیں ہے اس سب مل کر حملہ کرو جب لشکر عمر بن سعد نے امام علی اکبرؑ سنا۔ تو بعض لوگ از خود جنگ سے کنارہ کشی کر گئے کیونکہ اکثر بیشتر حضرت علی اکبرؑ کی تعریف سن چکے تھے۔ بعض لوگوں کی جرأت نہ پڑی کہ وہ مقابلہ میں آسکیں پھر لشکر عمر ابن سعد نے گھیرے میں لے کر چاروں طرف سے حملہ شروع کیا۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ واھل الکوفۃ یتقون قتلہ کہ اہل کوفہ نے آپ پر تیغ زنی کرنے سے اجتناب کیا اور آپ کے قتل سے باز رہے۔ یہاں تک کہ حضرت علی اکبرؑ نے ایک شیرانہ حملہ کیا۔ یصول علیھم حملۃ اللیث الغضوب ویکشفھم عن الیمین والشمال والجنوب۔ یعنی کہ آپ نے ان پر ہر طرف حملہ کیا۔ کتاب کنز المواہب میں ہے کہ شہزادہ علی اکبر حملہ کرتے ہوئے اپنے چہرہ پر نقاب ڈالے ہوئے تھے۔ عمر بن سعد کی فوج میں ایک یحییٰ نامی شخص بطور تماشائی تھا کہتا ہے کہ میں نے علی اکبرؑ کو دیکھا کہ اپنے چہرہ پر نقاب کی مثل کوئی کپڑا ڈالے ہوئے تھے۔ عمامہ سحاب آپ کے سر پر تھا تحت الحنک گردن میں تھا۔ آپ کے حملہ سے افواج عمر بن سعد میں الحذر الحذر کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں کہ ناگاہ ایک بے رحم ظالم نے کمین گاہ سے آپ پر حملہ کیا۔ آپ کا عمامہ سر مبارک سے گر پڑا۔ اور سر مبارک زخمی ہو گیا۔ خون کا فوارہ جاری ہو گیا اور

سپر ہاتھ سے گر پڑی۔ اپنے مرکب کی گردن میں ہاتھ ڈال دیئے۔ اور آواز دی یا ابتاہ ادرکنی اے بابا خبر لیجئے کہ علی اکبر دنیا سے رخصت ہو رہا ہے۔ ایک بد نہاد کوفی نے آپ کے نیزہ مارا۔ آپ خون میں نہا گئے۔ الخ

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت علی اکبرؑ کی صوری و معنوی مشابہت

یہ ایک مسلم امر ہے کہ انسان کو فضائل و کمالات اور تہذیب و اخلاق کا حاصل کرنا ضروری ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بعثت لاتمم مکارم الاخلاق یعنی میں اس لیے نبوت پر مبعوث ہوا ہوں کہ لوگوں میں مکارم اخلاق پہنچاؤں یعنی لوگوں کو اخلاقیات سے آراستہ کروں پس اخلاق حمید اور صفاتِ پسندیدہ یعنی اچھی باتوں کا حاصل کرنا ہر انسان کے لیے لازم و واجب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جس وقت خداوند عالم نے مبعوث فرمایا تو آپ تمامی عادات و اطوار حسنہ سے آراستہ تھے بلکہ جس قدر کمالات آپ سے پہلے انبیاء میں الگ الگ تھے وہ سب کے سب آنحضرت کی ذات والا میں جمع تھے وقد ورد فی الروایۃ ان اللہ تعالیٰ قد خص رسلہ باثنی عشر خصلۃ۔ یعنی کہ خداوند علی الاعلیٰ نے اپنے مرسلینؑ کو بارہ صفات محمودہ و پسندیدہ عطا کی ہیں۔ ان میں سے ایک صفت یہ ہے کہ راضی بقضائے الٰہی رہے۔ یعنی قسمت پر حرف گیری نہ کرے اور سخاوت ہے قناعت ہے۔ صبر ہے۔ نیکیٔ اخلاق ہے، علم ہے یہ تمام چیزیں سرمایۂ نبوت ہیں۔ اور ان سب میں علم ممتاز ہے۔ اور خصوصاً بدرجۂ اتم واکمل یہ تمام

صفات آنحضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں موجود تھیں۔ ہر ایک پیغمبر کے لیے ضروری ہے کہ اس میں چالیس آدمیوں کی قوت کی برابر قوت موجود ہو یعنی وہ اپنے زمانہ میں اشجع الناس ہو۔ اور یہی تمام صفات امام منصوص من اللہ میں ہوتی ہیں۔ وہ مختار کائنات ہوتا ہے وہ مثل چوب خشک نہیں ہوتا۔ اور امام علیہ السلام کی تصدیق سے یہ تمام صفات ہم شبیہ پیغمبر خدا علی ابن الحسین المعروف علی اکبرؑ میں جمع تھیں فاتفق المخالف والموالف علی انہ کان فی عصرہ اشبہ الناس برسول اللہ خلقا وخلقا ومنطقا۔ یعنی اس امر پر سب ہی کا خواہ مخالف ہوں یا موافق اتفاق ہے کہ حضرت علی اکبرؑ رفتار و گرفتار و اخلاق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شبیہ تھے گویا قدرت نے حضرت علی اکبرؑ کو اپنے رسولؐ کا مثنیٰ قرار دیا تھا۔ پس حضرت علی اکبرؑ شبیہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے فرق صرف اسقدر تھا کہ علی اکبرؑ کے لیے نبوت نہیں ہے۔

حضرت علی اکبر کی جنگ اور شجاعت

حضرت علی اکبر علیہ السلام نے اگرچہ جنگ مغلوبہ میں بھی اپنی شجاعت اور حرب و ضرب کا مظاہرہ کیا ہے آپ کی شجاعت کا اندازہ اس چیز سے ہو سکتا ہے کہ تین دن کی بھوک و پیاس اور بیکسی کے عالم میں اس شان سے قتال کیا ہے کہ لشکر عمر ابن سعد میں الامان الامان، الحذر الحذر کی صدائیں ہو گئی تھیں۔ روایت ہے کہ جب شہزادہ علی اکبرؑ میدان جنگ میں آئے ہیں اس وقت عمر ابن سعد ملعون نے طارق ابن شبیت سے کہا کہ جا اور اس جوان کو تمام کر یعنی قتل کر تاکہ مجھے ابن زیاد سے حکومت موصل تیرے واسطے حاصل ہو۔ طارق نے کہا میں ڈرتا ہوں کہ اس جوان کو قتل کروں یہ

جوان حسین علیہ السلام شبیہ رسولؐ خدا ہے۔ اور تو اپنا وعدہ خطا نہیں کرے گا۔ جس پر عمر بن سعد نے اس کو یہ قسم یقین دلایا فاکد اللعین ما وعدہ بالیمین و اعطاہ خاتمہ۔ یعنی عمر ابن سعد نے طارق کو اپنی انگشتری دی جو کہ وعدہ کی نشانی تھی چنانچہ طارق ملعون حکومت موصل کے لالچ میں حضرت علی اکبرؑ کے مقابلہ کے لیے نکلا۔ اسلحہ سے اس کا تمام جسم نجس ڈھکا ہوا تھا۔ حضرت علی اکبرؑ کے مقابل آیا اور چاہا کہ نیزہ سے آپ پر حملہ کرے۔ حضرت علی اکبرؑ نے پیش دستی کی اور اس کے نیزہ کا وار روک دیا اور آپ نے اپنے نیزہ سے اس پر حملہ کیا۔ جو اُس کے سینہ میں دھس آیا اور نیزہ اس کی پشت سے باہر نکل آیا۔ اور وہ جہنم رسید ہوا۔

جب طارق واصل جہنم ہو چکا تو اس کا فرزند آپ کے مقابل آیا۔ لیکن حضرت علی اکبرؑ نے اُسے بھی ایک ہی وار میں واصل جہنم کیا۔ اس کے بعد طلحہ بن طارق نکلا یہ طارق کا دوسرا پسر تھا۔ طلحہ بن طارق لشکر عمر ابن سعد سے نکلا باپ اور بھائی کے غم میں سگ پاگل بنا ہوا تھا حضرت علی اکبر علیہ السلام کے مقابل ہوا اور اس بدنہاد نے آپ کے نزدیک پہنچ کر آپ کے گریبان کو پکڑ لیا اور اپنی طرف کھینچا اور چاہا کہ آپ کو مرکب سے نیچے گرا دے۔ ادھر دست یداللہ نے اس ملعون کی گردن کو اپنی گرفت میں لیا اور ایسا جھٹکا دیا کہ وہ ملعون نہ سنبھل سکا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ اس وقت اس جنگی حربہ کو دیکھ کر لشکر والے حیران رہ گئے اور مرحبا کہنے لگے۔

اس کے بعد عمر ابن سعد نے مصراع ابن غالب نابکار کو بھیجا۔ وہ ملعون جب مقابلہ میں آیا فاراد ان یسل سیفہ کہ اس مردود نے تلوار کا وار کیا۔ اس وقت حضرت علی اکبرؑ نے صیحہ مثل رعد کیا جس سے مصراع ابن غالب پر ہیبت علی اکبرؑ طاری ہو گئی۔ اور وہ نیم مردہ ہو گیا آپ نے اس کے سر پر تلوار ماری۔ سر شگافتہ

ہوگیا اور پھر آپ نے اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ جب ابن سعد ملعون نے یہ شجاعت دیکھیں تو کہا کہ تم سب مل کر حملہ کرو۔ اس وقت لشکر باطل میں شور برپا ہو گیا۔ اور محکم بن طفیل بارہ ہزار سوار لے کر مقابلہ کے لیے نکلا۔ اور دوسری طرف سے ابن نوفل بارہ ہزار سوار لے کر میدان قتال میں پہنچا اور بھی سردار دو ہزار سواروں کے ساتھ نکلے اور سب نے آپ پر حملہ کرنا شروع کیا۔ امام حسینؑ جو در خیمہ سے بیٹے کی جنگ دیکھ رہے تھے پریشان ہو گئے۔ رخ مبارک کا رنگ زرد ہو گیا خدا حافظ زبان سے نکلا اس وقت میدان رزم میں صدائے علی اکبرؑ بلند ہوئی گوش امام تک پہنچی تو حضرت نے فرمایا کہ میں تیری قوت بازو کے نثار۔ لیکن اس لشکر بے پیر نے چاروں طرف سے حملہ کیا کبھی وہ لوگ مثل روباہ حضرت علی اکبرؑ کے آگے سے بھاگ جاتے تھے اور کبھی حملہ کرتے تھے۔ بروایت مناقب حضرت علی اکبر علیہ السلام نے اس لشکر باطل کے ایک سو اسّی نفر واصل جہنم کیے۔ فاصابۃ جراحات کثیرہ چونکہ آپ جسم اقدس پر کثیر زخم تھے۔ جس کی وجہ سے طاقت و توانائی جواب دے چکی تھی آپ میدان رزم سے خیمہ کی طرف آئے اور جب امام حسینؑ کے پاس پہنچے تو فرمایا العطش قد قتلنی اے بابا تشنگی نے مجھے قتل کر ڈالا۔ فھل الی شربۃ من الماء سبیل۔ بابا کیا کوئی پانی کی صورت ہے کہ تشنگی بجھا سکوں۔ امام حسینؑ نے صبر کی تلقین کی رحمۃ۔ علی اکبرؑ نے گاہے مدینہ گاہے نجف کی طرف رخ کر کے فرمایا بنیّ اے بیٹا نزدیک آؤ اور اپنی زبان میرے منہ میں دو۔ جب حضرت علی اکبرؑ نے اپنی زبان آپ کے دہن میں دی تو فوراً کھینچ لی اور عرض کیا بابا جان آپ کی زبان تو میری زبان سے بھی زیادہ خشک ہے پھر امام حسینؑ نے انگشتری دہن علی اکبرؑ میں دی فرمایا کہ شاید تشنگی رفع ہو جائے۔ آخر کار فرمایا کہ اے بیٹا عنقریب

تم شہداء سے ملحق ہونے والے ہو۔ تمہارے دادا علیؑ آب کوثر سے سیراب کریں گے حضرت علی اکبرؑ میدان رزم میں واپس آئے قتال کیا لیکن جب سر مبارک پر گرز لگا تو آپ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے۔ امام حسینؑ کو آواز دی امام پہنچے دیکھا کہ علی اکبر دم توڑ رہے ہیں آپ کی روح نے جنت کو پرواز کی۔ اور امام حسینؑ لاش پسر اٹھا کر خیمہ میں لائے۔

محمد حنفیہؓ جنگِ صفین میں اور معرکہ کربلا میں علی اکبرؑ

جنگ صفین میں حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا معاویہ ابن ابو سفیان کے ساتھ مقاتلہ تھا۔ جناب امیر المومنین نے ایک روز اپنے فرزند محمد حنفیہ کو قاسطین سے جنگ کے لیے بھیجا وہ شیر بیشۂ شجاعت حیدر کرّار جب میدان کارزار میں پہنچا تو لشکر باطل کے لوگوں کے کشتوں کے ڈھیر لگا دیئے۔ کبھی محمد حنفیہ میمنۂ لشکر حملہ کرتے اور کبھی میسرۂ لشکر پر۔ آپ اسی اثناء میں خدمت امیر المومنین میں آئے چونکہ بے شمار لوگوں سے مقاتلہ کیا تھا۔ آپ پر تشنگی غالب ہوئی اور اپنے پدر عالیقدر امیر المومنین علیہ السلام سے سوال آب کیا۔ چنانچہ آپ نے اصحاب کو حکم دیا کہ محمدؐ کے لیے پانی لایا گیا اور حضرت امیر المومنین نے بہ نفس نفیس اپنے فرزند کو سیراب کیا۔ محمدؐ فاتحانہ انداز میں واپس آئے تھے۔ امیر المومنین نے ان کو سیراب بھی کیا اور آپ کی زرہ پر بھی پانی چھڑکا، اور ان کے سر پر بھی پانی ڈالا تاکہ ٹھنڈک محسوس کریں۔ لیکن وا حسرتا۔ کربلا میں آفتاب کی حدت سوا نیزہ پر تھی۔ علی اکبرؑ تین دن کے بھوکے پیاسے بھی تھے۔ زخمی بھی تھے اور زخمی کو پیاس زیادہ محسوس ہوتی ہے جب آپ میدان قتال سے واپس ہوئے اور امام حسینؑ کی

خدمت میں پہنچے تو آپ نے سوال آب کیا حالانکہ علی اکبر اس وقت فاتحانہ انداز میں آئے تھے۔ مگر امام حسینؑ فرزند کو ایک گھونٹ پانی نہ پلا سکے۔ امام حسینؑ نے بیٹے کا سوال آب سنا اور سن کر سر جھکا لیا۔ فرماتے ہیں بیٹا علی اکبرؑ آب دنیا ہماری قسمت میں نہیں ہے۔ بیٹا علی اکبر عنقریب تم کو تمہارے دادا آب کوثر پلائیں گے۔

ابوالفرج۔ سعید ابن ثابت سے روایت کرتے ہیں کہ شہزادہ علی اکبر شدت پیاس کی وجہ سے میدان سے واپس آگئے ہیں۔ اور اپنے پدر عالیقدر امام حسینؑ سے سوال آب کیا ہے آپ کی تشنگی کے بارے میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں

انہ رجع مرادا الی ابیہ واستغاث من العطش۔

کہ آپ میدان سے پلٹے اور بابا کی خدمت میں پیاس کی شکایت کی۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں حبیبی اصبر قلیلاً حتی تسقیک رسول اللہ۔

اے آرام دل کچھ دیر صبر کرو۔ رسول اللہ تمہیں سیراب کریں گے۔ امام حسین علیہ السلام نے حضرت علی اکبرؑ کے منہ میں انگشتری بھی رکھی شاید کہ غلبۂ پیاس کم ہو جائے۔ طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ جب امام حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ پانی میسر نہیں ہے فبکی الحسین بکاءً عالیاً وقال واغوثاہ اس وقت امام حسین علیہ السلام نے باواز بلند گریہ فرمایا اور استغاثہ بلند کیا۔ اور حضرت علی اکبرؑ اسی حالت میں میدان کارزار کو واپس چلے گئے چنانچہ علامہ مرتاض کتاب ریاض میں فرماتے ہیں کہ حضرت علی اکبرؑ اسی حالت عطش میں میدان کارزار میں آگئے۔ اور اسی حالت میں پھر معرکہ آرائی کی۔ لشکر باطل میں الحذر الحذر کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ حضرت علی اکبرؑ نے اپنے گھوڑے کی عنان یعنی

باگ ذرا سست کی۔ اور رکاب مرکب میں قدم جمائے اور قلب لشکر پر حملہ آور ہوئے فرمایا ؎

ہمی گفت نامم علی اکبر است
مرا شوق دیدار پیغمبر است

کہ میرا نام علیؑ اکبر ہے۔ میں ہی شبیہ پیغمبر خدا ہوں۔ جسے شوق زیارت رسولؐ خدا ہو وہ مجھے دیکھے حملہ کیا اور آپ نے اکثر شجاعان لشکر بن سعد کو قتل کیا۔ روایت ہے کہ حملۂ اول میں اسی افراد کئے اور حملہ دوم میں بھی اسیقدر افراد قتل کئے۔ رفتہ رفتہ قوت ساتھ چھوڑنے لگی امام حسینؑ دور سے اپنے فرزند کی جنگ دیکھ رہے تھے فرماتے ہیں کہ اے علی اکبرؑ میں تیرے قوت بازو کے قربان۔ زینب خاتون فرماتی ہیں کہ لیلیٰ مادر علی اکبر میرے سامنے موجود تھیں۔ میں نے اور لیلیٰ نے امام حسینؑ کے چہرہ کی طرف دیکھا کہ یکایک امام حسینؑ کے چہرہ کا رنگ زرد ہو گیا۔ میں نے دریافت کیا برادرم کیا بات ہے کہ تمہارے چہرہ کا رنگ فق ہو گیا رخساروں پر زردی چھا گئی۔ فرمایا اے بہن علی اکبر قتل ہو گئے۔

دنیا میں نعمت ہائے بہشتی کے نمونے اور توصیف شمائل وخصائل پیغمبرؐ خدا

جاننا چاہیئے کہ خداوند عالم نے جو نعمتیں بہشت بریں میں دائمی طور پر خلق فرمائی ہیں ان کے نمونے دنیا میں بھی پیدا کئے ہیں تاکہ صاحبان نظر قدرت خدا میں غور و فکر کر سکیں اور اس کی معرفت حاصل کریں۔ اور ان نمونہ ہائے بہشتی کی تصدیق

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمائی ہے کیونکہ آپ خداوند کی طرف سے ان چیزوں پر مطلع ہیں۔ مثلاً نعمت ہائے بہشت میں سے چار نہریں ہیں جو کہ پانی، دودھ، شہد اور خمر کی ہیں۔ اور ہر ایک نہر جدا جدا ہے۔ پانی کے ساتھ ممزوج نہیں ہے بعض نافہم لوگ اس پر یقین نہیں رکھتے لیکن ہر ایک نہر جداگانہ حیثیت رکھتی ہے خداوند عالم نے یہ چاروں نہریں بطور نمونہ صفحۂ صورت بشری میں خلق فرمائی ہیں۔ آب شیریں۔ در دہن ہے یعنی شیریں گفتار ہونا دہن انسانی سے متعلق ہے آب بے مزہ ناک سے متعلق ہے۔ آب شور آنکھوں سے متعلق ہے۔ آب تلخ کانوں سے متعلق ہے جو کہ ایک دوسرے سے جداگانہ ہیں۔ آپس میں ممزوج نہیں ہیں۔ اور نعمت ہائے بہشتی میں سے بعض دوسری نعمتیں لباس فاخرہ ہے جو رنگ برنگ کا ہوتا ہے۔ اور جو کہ بہشتی لوگوں کو عطا ہوتا ہے اور ہر ایک کو ستّر ہزار پوشاکیں رنگ برنگ کی عطا ہوتی ہیں۔ اور رنگا رنگی فصل بہار میں چمن میں نظر آتی ہے کہ طرح بہ طرح رنگ برنگ پھول اور غنچوں سے چمن آراستہ ہوتا ہے اور خوشبوؤں سے تختہ زار چمن مہکتا ہے۔ تاکہ دنیا دیکھے کہ خداوند عالم قادر مطلق ہے۔ بہشت بریں میں ایک درخت بھی ہے جسے طوبیٰ کہتے ہیں جو کہ وسط بہشت میں ہے وہ درخت زمین بہشت میں اُگا ہوا ہے اور اس کی شاخیں بہشت کے ہر ایک قصر اور غرفوں میں ہیں اور ان سے طرح بہ طرح کے میوے حاصل ہوتے ہیں۔ اس کا نمونہ دنیا میں بھی موجود ہے چنانچہ آفتاب عالمتاب ایک ہے مگر اس کی شعاعیں اس کا نور اس کی دھوپ ہر ایک گھر ہر ایک در اور ایک جگہ پڑتی ہے۔ اور اس سے مختلف پھل پھول پختہ ہوتے ہیں۔ بعض روایات و اخبار سے ظاہر ہوتا ہے کہ حسن و جمال بہشتی کمال ہے۔ خداوند عالم

نے جب دنیائے بشریت آباد کی تو قد و قامت آدمؑ، بحد قامت اہل بہشت قرار دی۔ سن و سال عیسیٰؑ نمونہ ہے سن و سال اہل بہشت کا۔ زمزمۂ دلحن داؤدؑ، نمونۂ سرود اہل بہشت ہے۔ حسن یوسفؑ۔ مشابہت یہ حسن اہل جنت ہے۔ اور اسی طرح حسن خلق جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت ذاتیہ ہے اور یہ انسانی خصلتوں میں سب سے اعلیٰ صفت اور نمونۂ اخلاق اہل بہشت ہے یوں تو ہر ایک رسولؑ و نبیؑ کو خداوند عالم نے بہشتی صفات سے آراستہ کیا ہے لیکن آنحضرتؐ میں تمام صفات جمع کردی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ من اراد ان ینظر الی اٰدم و صفوتہ و الی شیث فی نسبتہ والی ادریس فی رفعتہ والی نوح فی دعوتہ والی ابراھیم فی خلتہ و الی اسمٰعیل فی فدیتہ والی یعقوب فی محنتہ والی یوسف فی صباحتہ و الی سلیمان فی حشمتہ و الی لقمان فی حکمتہ و الی اسکندر فی حکومتہ والی ذکریا فی خدمتہ و الی یحییٰ فی عصمتہ و الی عیسیٰ فی طہارتہ۔ یعنی کہ جو شخص اس امر کی خواہش رکھتا ہے کہ وہ آدمؑ کو ان کی صفوت اور نسبت شیثؑ رفعت ادریسؑ، دعوت نوحؑ خلت ابراہیمؑ، فدیت اسمٰعیلؑ، محنت یعقوبؑ، صباحت یوسفؑ، حشمت سلیمانؑ، حکمت لقمانؑ، حکومت سکندرؑ، خدمت زکریاؑ، عصمت یحییٰؑ۔ طہارت عیسیٰؑ وغیرہ دیکھے تو میرے چہرہ پر نظر کرے خداوند عالم نے یہ تمام کمالات مجھ میں جمع فرما دیئے ہیں اور یہی کمالات رسولان و علیؑ مرتضیٰ، حسن مجتبیٰؑ، حضرت علی ابن الحسین یعنی علی اکبرؑ میں جمع ہیں یہ اٹھارہ سالہ جوان۔ بہشت بریں

کے جوانوں میں سے ایک نمونہ ہے۔ اسی طرح حضرت ابو الفضل عباسؑ ہیں جو ماہ بنی ہاشم کہلاتے ہیں۔ قاسم ابن حسنؑ کہ صورت و نورانیت میں اخلاق میں تصویر حسنؑ ہیں۔ عبداللہ بن مسلم بن عقیل کہ جو سردار آل عقیل ہیں۔ محمد بن عباس کہ جو صبیح الناس ہیں یعنی انسانوں میں مانند نور صبح ہیں اور ان سب میں کمالات و صفات حمیدہ جمع ہیں۔ یہ صفات پسندیدہ تمام جوانان محمدی و مرتضوی میں تھیں اور بالخصوص شہزادۂ علی اکبر علیہ السّلام میں جمع تھیں اور آپ ظاہراً بھی شبیہ رسولِ خدا روایت ہے کہ جب حضرت علی اکبرؑ عازم میدان قتال ہوئے ہیں تو اہلحرم میں شور و غوغا برپا ہو گیا۔ اور جب امام حسین علیہ السلام لاش پسر خیمہ میں لائے ہیں تو اہلحرم ماتم کناں در خیمہ تک آ گئے۔ مسند پر لاش علی اکبرؑ کو رکھ دیا۔ پھوپی بہنوں اور ماں نے لاش علی اکبرؑ پر ماتم و گریہ کیا۔

مجلس دربارۂ معرفت علی اکبرؑ اور تعریف شکل و شمائل

جب حضرت علی اکبرؑ کو اذان جہاد ملا اور آپ مثل اسمٰعیل ذبیحہ بن کر عازم میدان قتال ہوئے تو حضرت امام حسین علیہ السّلام نے بہ ہزار حسرت علی اکبرؑ کے سر پر خاک ڈالی۔ مؤلف کے والد ماجد مرحوم اپنی کتاب ریاض میں تحریر کرتے ہیں کہ فلما تجلی شمس طلعت من افق ظهر العقاب واستولی یده وقدمه علی اللعنان والرکاب خرجت عمامة واخوته واحدقن به و من العزیمة یعنی کہ جب شہزادہ عالم پشت فرس پر سوار ہوئے اور اہلحرم کو خبر ہوئی کہ علی اکبرؑ عازم میدان قتال ہیں۔ تو ایک مرتبہ۔ پھوپھیاں۔ بہنیں۔ اور مخدرات خیمہ سے باہر نکل آئیں۔ اور آپ کے گھوڑے کے گرد حلقہ بنا لیا۔ نالہ و فریاد کرنے لگیں اور

چاہتی تھیں کہ علیؑ اکبر میدان قتال کو نہ جائیں۔ امام حسینؑ نے سب سے فرمایا کہ اتٔے دعینہ فانه ممسوس فی الله مقتول فی سبیل الله۔ کہ اے اہلحرم علی اکبرؑ قتیل راہ خدا ہوں گے انہیں جانے دو۔ فرجعن حاسرات باکیات ایسات منه نادیات علیه۔ تمام مخدرات روتی پیٹتی منتشر ہو گئیں۔ اور وہ شبیہؑ عازم میدان قتال ہوئے۔

چوں سراج معرفت وہاج شد
مصطفائی جانب معراج شد
جبرئیل عقل تا میدان عشق
در رکاب آں مہ کنعان عشق

یعنی کہ جب وہ چراغ تابندہ معرفت زیادہ روشن ہوا تو گویا بعنوان رسولؐ خدا یہ عالم ہوا کہ خود مصطفیٰ صلواۃ علیہ وآلہ معراج میں جا رہے ہیں۔ عقل کل یعنی جبرئیل تا میدان عشقِ شہادت ماہ کنعان حسینیؑ کے ساتھ رہے۔

بہ شان حیدری لشکر باطل پر حضرت علی اکبر علیہ السّلام کے حملے

جب حضرت علی اکبر علیہ السّلام میدان قتال میں پہنچے آپ نے رجز پڑھا۔ لما برز علی بن الحسین تحیر عسکر عمر بن سعد وخیل اهل الکوفة فی جماله وابنهروا من نور غرة وجهه و جلاله۔ یعنی کہ شہزادہ علی اکبرؑ جب میدان قتال میں پہنچے تو لشکر عمر بن سعد آپ کو دیکھ کر حیرت

میں رہ گیا۔ آپ نے رجز پڑھا۔

انا علی بن الحسین بن علی نحن و بیت اللہ اولی بالنبی

اضربکم بالسیف احمی عن ابی ضرب غلام ہاشمی عربی

یعنی کہ میں علی ابن الحسین بن علیؑ ہوں۔ ہم بیت اللہ میں اور نبی کے نزدیک ہم سب سے اولیٰ ہیں۔ میں اپنے بابا حسینؑ کی نصرت میں تم پر تلواریں لگاؤں گا تم کو قتل کروں گا۔ میں ہاشمی و عربی ہوں پس آپ لشکر باطل کے بالمقابل پہنچ گئے۔ تیغ آبدار کھینچی اور حملہ آور ہوئے۔ میدان میں گرد و غبار اٹھا۔ تلواریں چمکنے لگیں۔ سیکڑوں دشمنوں کو تہہ تیغ کیا۔ فاصابتہ منھم جراحات کثیرۃ جسم مبارک پر بیشمار زخم تھے۔ وعطش و رجع الی ابیہ پیاس کی شدت نے مجبور کیا آپ واپس آئے اور امام حسینؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ بابا پیاس نے مجھے قتل کر دیا ہے وثقل الحدید اجھدنی اور اسلحہ آہنی کے بوجھ نے کمر ہمت توڑ دی ہے۔ شہزادۂ علی اکبر جانتے تھے کہ بابا کے پاس آب دنیا نہیں ہے۔ اسی لیے اہل معرفت کہتے ہیں کہ آپ دراصل آب جاودانی چاہتے تھے کہ درجۂ شہادت پر فائز ہوں اب جاودانی ملے۔ شراب طہورا سے سیراب ہوں امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ نور دیدہ اب راحت و آرام کی گھڑی آنے والی ہے۔ آپ دوبارہ مقتل کی طرف گئے ؎

سوئے میدان شد روان بہر ستیز
چشم خود را وقف تیر تیز

یعنی کہ آپ تیزی کے ساتھ میدان کارزار گئے کہ قتال کریں اور آپ نے اپنی آنکھوں کو تیروں کے لیے وقف کر دیا۔

ہر زبان شبیہ رسول ذوالجلال
این سخن میگفت با اہل جدال

یعنی کہ ہر آن شبیہ رسول خدا حضرت علی اکبرؑ کی زبان مبارک پر اہل باطل و جنگ سے یہ کلمہ جاری رہا ؎

اے سپاہ کوفہ من شہزادہ ام
اندرایں وادیٔ غریب افتادہ ام

یعنی کہ اے سپاہ کوفہ میں شہزادۂ کونین ہوں فرزند سبط رسول الثقلین ہوں اِس وادیٔ غربت میں پھنسا ہوا ہوں ؎

من نمی خواہم عراق و شام را
دیدن ایں خلق خون آشام را

یعنی کہ میں نہیں چاہتا کہ عراق و شام کی حکومت ملے۔ مجھے عراق و شام کی ضرورت نہیں ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ کوفی و شامی ہمارے خون کے پیاسے ہیں ؎

جائے من در بارگاہِ شہ بود
دیدہ ام ناظر بنور اللہ بود

یعنی کہ میری جگہ بارگاہ سلطان دین و دنیا یعنی کہ امام حسین علیہ السلام ہیں اور میں اپنی آنکھوں سے اللہ کے نور کو دیکھ رہا ہوں۔

اے شیعو اسی اثنا میں منقذ ملعون نے کلام علی اکبرؑ قطع کیا۔

بروایت شیخ طریحی حضرت علی اکبر علیہ السّلام کا میدان کارزار میں جانا

شیخ طریحی نے کتاب منتخب میں شہادت حضرت علی اکبر علیہ السّلام کا عجیب و غریب طور پر ذکر کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ روز عاشوراء محرّم جب اہلحرم اور بچوں پر پیاس نے غلبہ کیا۔ اور چھوٹے چھوٹے بچے خالی کوزے ہاتھوں میں لیے ہوئے پانی پانی کی آوازیں بلند کر رہے تھے حضرت زینب خاتون حضرت علی اصغرؑ کو لیے ہوئے خدمت امام حسینؑ میں آئیں اور فرمایا کہ اس بچے کا تشنگی کی وجہ سے یہ حال ہو گیا ہے کہ چہرہ پر مُردنی چھا گئی ہے فلما نظر الحسین ذٰلک نادی یاقوم اما من مجیر یجیرنا امامن مغیث یغیثنا۔ یعنی امام حسینؑ نے فرمایا اے قوم کیا تم میں کوئی مسلمان نہیں ہے کہ جو آل محمدؐ کی فریاد کو پہنچے اور بچہ کو پانی پلائے۔ بعدہٗ آپ نے اپنے اصحاب و انصار کی طرف رخ کر کے فرمایا امامن احد فیاتینا بشربۃ من ماء لھٰذا الطفل فانہ لا یطیق الظماء۔ اے میرے اصحاب و انصار کوئی ہے کہ جو تم میں سے کمر ہمت باندھے اور اس شیر خوار بچہ کے لیے پانی لائے چنانچہ حضرت علی اکبرؑ آگے بڑھے اور خدمت امام حسینؑ میں عرض کیا بابا جان میں پانی لاؤں گا۔ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا امض بارک اللہ فیک۔ کہ خدا تمہارے ارادے میں برکت عطا کرے۔ پس شہزادہ علی اکبرؑ عازم کارزار ہوئے۔ فاخذ الرکوۃ ثم اقتحم الشریعۃ۔ یعنی آپ نہر فرات کی طرف روانہ ہوئے۔

اور انتہائی دلیری اور قہر و غلبہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہر فرات میں داخل ہوئے مشک کو پانی سے بھرا اور خود تشنہ لب نہر سے نکلے۔ اور پانی کی مشک لے کر خدمت امام حسینؑ میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا یا ابتہ الماء لمن طلب اسق اخی وان بقی فصبۃ علی فانی واللہ عطشان۔ بابا جان پانی حاضر ہے۔ بھیا علی اصغرؑ کو سیراب کیجئے اور آپ پانی پئیں خواہر و مادر پئیں اور اگر پانی بچ جائے تو ایک گھونٹ مجھے بھی عنایت کیجئے خدا شاہد ہے کہ میں نہر فرات سے پیاسا نکل آیا ہوں۔ امام حسینؑ اپنے فرزند کی اس جوانمردی کو دیکھ کر خوش ہوئے مگر آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ امام حسینؑ نے کوزہ آب لیا کہ علی اصغرؑ کو سیراب کریں۔ کہ ناگاہ لشکر کوفہ سے ایک تیر زہر آلودہ آیا اور گلوے علی اصغرؑ پر لگا بچہ منقلب ہو گیا اور آب دنیا سے پیاس نہ بجھی امام حسینؑ نے باکمال صبر انا للہ وانا الیہ راجعون۔ فرمایا اور اہلحرم میں صدائے گریہ بلند ہوئی اس وقت حضرت علی اکبرؑ نے عرض کیا اے بابا یہ کیا زندگی ہے آپ کو روح رسولؐ خدا کا واسطہ مجھے اذن جہاد دیجئے تاکہ مجھے اس غم والم سے نجات ملے۔ امام حسینؑ نے حضرت علی اکبرؑ کو اجازت میدان کارزار دی۔ حضرت علی اکبرؑ نے میدان کارزار میں رجز پڑھا کہ میں علی بن الحسین بن علیؑ ہوں اور جب میں نبرد آزما ہوتا ہوں تو میرے سامنے شیر کے قدم بھی نہیں جم سکتے۔

میں حیدر ثانی ہوں۔ دنیا جانتی ہے کہ علیؑ شیر پروردگار ہیں جنہوں نے دشت حنین میں ذوالفقار سے کو قتل کیا ہے۔ پھر آپ نے لشکر باطل پر حملہ کیا۔ حملہ کی تاب نہ لا کر فوج مخالف نے چاروں طرف سے اپنے گھیرے میں لے لیا۔ اور ان بے رحموں نے تلواروں سے حملہ شروع کیا۔ منقذ ملعون نے کمین گاہ

سے آپ پر حملہ کیا۔

نسب حضرت علی اکبر علیہ السّلام اور آپ کے زخموں کی کیفیت

الشیخ مفید علیہ الرحمۃ اپنی کتاب الارشاد میں تحریر فرماتے ہیں کان للحسین ستۃ اولاد۔ یعنی کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کے دو دختر اور چار فرزند تھے۔ اولھم الامام الربانی والھیکل الصمدانی غواص یم الرحمانیۃ طور تجلی الالھیۃ قرالامامۃ و شمس الولایۃ عین النور ونور العین علی بن الحسین الملقب بزین العابدین۔ یعنی امام حسین علیہ السّلام کے فرزند اکبر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ شاہ زنان بنت کسریٰ یزدجرد بن شہریار سلطان العجم ہیں۔ آپ کو حسب ونسب دونوں طرف سے بزرگی و شرافت حاصل ہے۔ امام حسین علیہ السّلام کے دوسرے فرزند جو نسیم شمیم ولایت، بہار امامت، پھل گلزار نبوت، بہار شرافت۔ نہال چمن رسالت، نور عظمت، نور ثمر شہادت، ثمر شاداب شفاعت محیط بحر کامگاری، بحر صدف بختیاری، صدف گوہر تاجداری، گوہر افسر شہریاری۔ رواں پیکر خلیفۃ اللہ پیکر مشخص قدرت اللہ، ظل اللہ، نورچشم اباعبداللہ، صاحب خلق احمدیؐ، داری صورت محمدیؐ وارث صولت حیدری۔ شہزادۂ علی اصغرؑ ہیں اور ان کی ماں لیلیٰ ہیں اور یہی فرزند امام حسین علیہ السّلام حضرت امام زین العابدین کے بعد علی اصغرؑ ہیں لیکن مشہور یا علی اکبرؑ ہیں۔ حضرت امام حسینؑ

کے باقی اور فرزندوں کے نام یہ ہیں شہزادہ عبداللہؑ کہ جو روز عاشورا در دامن شاہ شہیدان میں نشانۂ تیر حرملہ بنے اور شہید ہوئے ان کو علی اصغر کہتے ہیں امام حسینؑ کے ایک فرزند جعفر نامی تھے۔ جو آپ کی حیات ہی میں واقعہ کربلا سے پہلے ذائقہ موت چکھ چکے تھے اس طرح آپ کے چار فرزند ہوئے۔

(۱) امام زین العابدین۔
(۲) علی اکبر علیہ السّلام۔
(۳) جعفر علیہ السّلام۔
(۴) شہزادہ علی اصغر علیہ السّلام۔

جن کی ماں کا نام رباب تھا۔ انہیں کے بطن سے ایک دختر سکینہ نامی تھیں۔ امام حسینؑ کی ایک بیٹی فاطمہ نامی تھیں اور ان کی ماں کا نام اُمّ اسحٰق بنت طلحہ بن عبداللہ تیمیہ تھا۔ بعض نسّاب کے ماہرین نے لکھا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کی اولاد مذکورہ چھ افراد کے علاوہ اور بھی تھی یہاں تک کہ سات سے پندرہ تک تعداد بتلائی گئی ہے۔ حقیقت میں تعداد اولاد ذکور واناث کو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ سردست یہاں پر حضرت علی اکبر علیہ السّلام کی کیفیت قتال کا ذکر کرنا مقصود ہے پس اجازت جہاد ملنے پر حضرت علی اکبرؑ میدان کارزار میں گئے اور رجز پڑھنے کے بعد آپ نے لشکر باطل پر حملہ کیا۔ پہلے ہی حملہ میں آپ نے ایک سو بیس افراد کو قتل کیا۔ بعدہٗ آپ واپس آئے اور شدت تشنگی کا اظہار کیا جس پر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے بیٹا عنقریب تم کو تمہارے جد آب کوثر سے سیراب کریں گے۔ آپ پھر میدان قتال میں گئے اور اکثر مسافران راہ جہنم کو جہنم رسید کیا آپ کے جسم مبارک پر بہت زیادہ زخم لگے تھے۔ الشیخ مفید علیہ الرحمۃ نے کتاب الارشاد میں فرمایا ہے کہ

منقذ بن مرہ العبدی نے اس وقت کہ جب آپ مصروف بیکار تھے۔ مقابلہ میں آ کر غصہ کی حالت میں حضرت علی اکبرؑ کی گردن میں ہاتھ ڈالا اور چاہا کہ آپ کو گھوڑے سے نیچے گرا دے۔ گردن پر گرفت کے بعد کہنے لگا کہ علی اثام العرب ان مر بی یفعل بہ مثل ما فعل ان لم اسکلہ۔ یعنی اس نابکار نے حضرت علی اکبر علیہ السّلام کی گردن اپنی گرفت میں لی یعنی گردن پکڑی اور کہنے لگا اے جوان اب میری گرفت سے نہیں نکل سکتا ہے۔ اس پر حضرت علی اکبرؑ نے بقاعدۂ حرب یعنی دستورِ جنگ کے مطابق مانند رعد آسمانی ایک کڑکدار چیخ ماری۔ اور اسی اثناءِ جنگ میں شہزادہ نے اس جگہ سے کہ جہاں منقذ ملعون کھڑا تھا عبور کیا۔ بروایت مجلسی علیہ الرحمہ۔ اس ملعون نے کمین گاہ شہزادہ علی اکبرؑ پر زہر آلود تلوار سے حملہ کیا۔ تلوار آپ کے سرِ مبارک پر پڑی اور آپ کی ابرو تک سر شگافتہ ہو گیا۔ اسی کے ساتھ ساتھ مُرّۃ ملعون یعنی منقذ کے باپ نے بروایت شیخ مفیدؒ نیزے سے حملہ کیا۔ اس وقت حضرت علی اکبرؑ گھوڑے سے زمین پر گرے۔ فصرعۃ فاحتوا القوم فقطعوہ باسیافھم۔ شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ لشکر باطل نے آپ کو اپنے گھیرے میں لے لیا اور تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ مرحوم السید کتاب لھوف میں ہے اور ابوالفرج لکھتے ہیں کہ ایک تیر زہر آلود گلوے علی اکبرؑ پر لگا اور خون کا فوارہ جاری ہو گیا۔ اس وقت آپ کی طاقت و توانائی جواب دے گئی۔ مجلسی علیہ الرحمۃ نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت علی اکبرؑ نے زخمی ہونے کے بعد گھوڑے کی گردن میں باہیں ڈال دیں کہ وہ آپ کو خیمہ تک پہنچا دے۔ لیکن کثرتِ لشکر کی وجہ سے گھوڑا راہِ خیام سے ہٹ گیا۔ جس طرف گھوڑا جاتا دشمن تیر و تلوار برساتے۔ فقطعوہ بسیوفھم اربا اربا۔ واحسرتا دل قابو میں نہیں

ہے۔ قلم شکستہ ہو رہا ہے۔ اس عبارت کا ترجمہ کس طرح تحریر کروں۔ بس اسقدر کافی ہے کہ علیؑ اکبر گھوڑے سے زمین پر گرے خود نہ اٹھ سکے بلکہ امام حسینؑ نے لاشِ پسر اٹھائی ہے۔

ثوابِ عیادت

حدیث میں وارد ہوا ہے عیادۃ المؤمن عیادۃ اللہ حضرت رسولِ عربی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مومن کی عیادت کرنا اللہ کی عیادت کرنا ہے مقصد و مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی مومن کی مرض کی حالت میں دیکھتا ہے اور اس کی عیادت کرتا ہے اور اس کا دل عیادت کرنے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے تو گویا ایسا ہے کہ وہ شخص خدا کی زیارت کرتا ہے۔ چنانچہ وارد ہوا ہے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ مناجات کرنے کے لیے طور پر نہیں گئے تھے کہ خطاب خداوند عالم ہوا اے موسیٰؑ تم میری عیادت کے لیے کیوں نہیں آئے حضرت موسیٰ علیہ السّلام یہ وحی الٰہی سن کر حیران رہ گئے کہ اللہ جو مرض و شفا کا خالق ہے اس کی عیادت کیسی؟ خداوند عالم تو مخلوق کی صفات سے مبرّہ و منزا ہے خداوند عالم موسیٰ کے احوال سے مطلع تھا۔ پھر وحی کی اے موسیٰؑ ہے تو ایسا ہی کہ میں مخلوق کی صفات سے مبرّا ہوں۔ لیکن اے موسیٰؑ میری جگہ قلبِ مومن ہے میری سمائی قلبِ مومن میں ہوتی ہے۔ اے موسیٰؑ فلاں بندۂ اسرائیلی کہ جو میرا اطاعت گزار ہے چند دنوں سے بیمار ہے۔ تنہائی کی وجہ سے ملول و افسردہ ہے جاؤ اس کا حال پوچھو۔ اس کو تسلّی دو اس کی عیادت کرو۔ بیمار کی عیادت کرنا میری عیادت کرنا ہے۔ چنانچہ جناب موسیٰ علیہ السّلام حکم خدا ملنے پر اس شخص کی عیادت کو تشریف لے گئے غرضیکہ

یہ عمل نہایت مبارک اور مستحب قرار دیا گیا ہے کہ ایک مومن دوسرے مومن مریض کی عیادت کرے اور ثواب دارین حاصل کرے اِس حضرت امام حسینؑ نے روز عاشوراء ایک دو دفعہ نہیں بلکہ بہتر مرتبہ عمل کیا ہے جب کوئی صحابی، کوئی ناصر، کوئی قرابتدار، کوئی بیٹا بھتیجہ زخمی ہوکر گھوڑے سے زمین پر گرا اور آواز دی کہ یا آقا ادرکنی تو امام حسین علیہ السلام اس کی عیادت کو تشریف لے گئے ہیں۔ اور اس وقت امام حسین علیہ السّلام کا اس کے پاس جانا اس کے لیے باعث تسلّی و تشفی ہوتا تھا یہ عالم تھا کہ ایک شہید کی عیادت کی ہے ابھی لاشہ سے اٹھے نہیں کہ پھر کسی صحابی کی آواز آئی کہ مولا مدد کیجئے گھوڑے سے زمین پر گرتے ہوئے پکارا اور امام حسینؑ تشریف لے گئے ہیں اور لاش اٹھا ہی ہے۔

ع دن کٹ گیا حسینؑ کو لاشے اٹھانے میں

حضرت علی اکبرؑ کا مرکب عقاب سے زمین پر گرنا اور امام حسین کا پہنچنا

جب حضرت علی اکبر علیہ السلام اپنے مرکب عقاب نامی سے زمین پر گرے۔ و افرش المضمار وارتفع الغبار رمق بطرفه الی الخیام وصاح الی الامام یا ابتہ علیک منی السلام جب کہ شہزادہ علی اکبرؑ زین فرس سے زمین پر گرے۔ اور میدان کارزار سے گرد و غبار کم ہوا تو آپ نے خیام کی طرف نگاہ کی کافی فاصلہ پر خیام تھے نہ روئے پدر نظر آیا اور نہ کوئی دوسرا آدمی نظر آیا حسرت کے ساتھ ایک آہ سوزاں کھینچی اور صیحہ کیا۔ یعنی زور سے پکارا بلند آواز کے ساتھ پکارا کہ۔

اے بابا میرا سلام ہو آپ پر۔ خدا حافظ اب علی اکبرؑ کا دم آخر ہے۔ امام حسین علیہ السّلام نے خیام کے صدر دروازہ پر آواز سلام علی اکبرؑ سنی فرمایا و علیک السلام ولدی قتل الله قتلوك اے نور نظر تم پر بھی میرا سلام ہو جنہوں نے تجھے قتل کیا ہے خدا ان کو قتل کرے۔ پس آپ بہ عجلت تمام مقتل میں پہنچے۔ بروایت روضۃ الشہداء حضرت امام حسین نے ہر طرف علی اکبرؑ کو دیکھا۔ ناگاہ عقاب علی اکبرؑ پر نظر پڑی۔ فرماتے ہیں اے عقاب میرا فرزند کہاں ہے تو مجھے میرے بیٹے تک پہنچا دے۔ ایک مرتبہ حضرات حسینؑ خوشش کردار زمانہ رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گم ہو گئے تھے تو ہرن نے آکر خبر دی تھی اور آنحضرتؐ جا کر خبر آہو پر امام حسنؑ و حسینؑ کو لائے ہیں اسی طرح عقاب نے بھی حضرت علی اکبرؑ کی نشاندہی کی امام حسینؑ بھی جوان فرزند تک پہنچے دیکھا کہ ہر طرف سے لشکر کوفہ کے لوگ گھیرے ہوئے ہیں۔ آپ نے صیحہ کیا اور وہ ملعون لاش علی اکبر سے ہٹ گئے اور دُور دُور چلے گئے۔

اس مقام پر مؤلف کتاب ایک روایت لکھتے ہیں کہ غزوات رسولؐ خدا میں سے کسی غزوہ میں کفار و مشرکین سے مقابلہ ہو رہا تھا کہ رفتہ رفتہ جنگ و حرب میں شدّت پیدا ہوئی اور اسی اثناء حرب و ضرب میں ناصر دین حق جناب جابرؓ بن عبداللہ انصاری کو آنحضرتؐ نے اپنے نزدیک طلب فرمایا جابر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے لیے کیا حکم ہے کہ بجا لاؤں آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری خواہش ہے کہ پانی کی مشک دوش پر رکھو اور جس قدر مسلمان زخمی حالت میں پڑے ہوئے ہیں ان سب کو پانی پلاؤ کیونکہ زخمی کو پیاس زیادہ لگتی ہے۔ اور حالت نزع میں پانی پلانا بھی ضروری ہے۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے بفرمان رسولؐ خدا

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پانی سے بھری ہوئی مشک اپنے کاندھے پر رکھی اور رزم گاہ میں کہ جہاں شہید اور زخمی مسلمان پڑے ہوئے تھے پہنچا۔ اور سب کو پانی پلایا۔ اور جب کوئی آواز العطش آتی تو فوراً اس پر لبیک کہتا اور اُس تک پہنچ کر زخمی کو پانی پلاتا۔ جابرؓ لکھتے ہیں کہ بعدہ میں خدمت آنحضرتؐ میں حاضر ہوا۔ آنحضرتؐ سے سارا حال بیان کیا تو آپ آبدیدہ ہوئے اور آنحضرتؐ نے ان شہید کے بارے میں کہ جنہوں نے تشنگی کی حالت میں جان دی ہے فرمایا کہ وہ وقت جان کندن آب کوثر سیراب ہوتے ہیں۔ چنانچہ شہدائے کربلا بھی وقت آخر آب کوثر سے سیراب ہوتے ہیں۔ اور شہدائے کربلا میں سے بعض نے اس کا اظہار بھی کیا ہے جیسا کہ روایت ہے کہ ظہیر بن حسان الاسدی جب گھوڑے سے زمین پر گرے اور حضرت امام حسین علیہ السلام ان کے سرہانے پہنچے تو امام حسینؑ نے ملاحظہ فرمایا کہ ظہیر بن حسان الاسدی اپنے ہونٹوں کو چوس رہے ہیں امام حسینؑ نے فرمایا کہ یہ کیا بات ہے تو جواب دیا مولا ابھی ابھی پانی پیا ہے۔ اسی طرح حضرت علی اکبر علیہ السلام نے بھی وقت آخر آب کوثر پینے کا اظہار کیا ہے۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ فاستوی جالسا یعنی علی اکبرؑ زخمی حالت میں اٹھے اور بیٹھ گئے۔ اور پھر در خیمہ کی طرف رخ کر کے فرمایا۔ یا ابتاہ ھذا جدی قد سقانی بکاسہ الاوفی لا اظما بعدھا ابداً۔ یعنی بابا جان میرے جد حضرت رسولؐ خدا نے مجھے سیراب فرما دیا ہے۔ اب میں تشنہ کام نہیں ہوں علماء نے لکھا ہے کہ جب علی اکبرؑ نے اپنے بابا امام حسینؑ سے پانی مانگا تھا تو پانی نہ تھا کہ جو امام حسینؑ فرزند کا سوال پورا کرتے بایں حضرت علی اکبرؑ کو حسینؑ کے نانا رسولؐ خدا آب کوثر لے کر گئے اور سیراب کیا۔

الفرج سعید بن ثابت سے روایت کرتے ہیں کہ جب علی اکبرؑ نے سلام آخر کیا ہے

تو اپنا سر جھکا لیا اور خاک پر رکھ دیا و جعل یتقلب فی دمہ کہ آپ کو موہنہ کے ذریعہ خون آنا شروع ہوا۔ اور اسی بیکسی کے عالم میں آپ کی روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔ حضرت علی اکبرؑ اس اعتبار سے اپنے پدر عالیقدر سے زیادہ بیکس ہیں کیونکہ جب امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اور شمر ملعون نے آپ کا سر جدا کیا تو اس وقت حضرت زینبؑ ایک ٹیلہ پر کھڑی فریاد کر رہی تھیں کہ اے ابن سعد تو دیکھ رہا ہے اور میرا بھائی ذبح ہو رہا ہے۔

حضرت یعقوبؑ کا اپنے فرزند یوسفؑ سے ملنا اور امام حسینؑ کا لاشِ پسر پر پہنچنا

کتاب احسن القصص میں مرقوم ہے کہ جب حضرت یعقوبؑ کے یوسفؑ سے ملنے کا زمانہ قریب پہنچا تو جناب یوسف نے اپنے والد جناب یعقوبؑ کو خط تحریر کیا جس میں اپنے شوق زیارت کا ذکر کیا اور تحریر کیا کہ آپ جلد از جلد اپنی زیارت سے مجھے مشرف فرمائیں۔ جناب یوسفؑ نے اپنے بھائی بن یامین کے ہاتھ ایک خط اور دو سو ساٹھ جامے جس میں عمامہ وغیرہ شامل تھے اور کچھ چیزیں بطور تحفہ ارسال کیں۔ اور اپنا کرتہ بھی بھیجا تاکہ جناب یعقوب کو یقین یوسف ہو جائے۔ بن یامین خط اور تمام سامان تحائف لے کر حضرت یعقوب کی خدمت میں پہنچے آپ کو پہلے وہ کرتہ دیا جناب یعقوب نے جب اس کرتہ کو سونگھا تو یوسفؑ کی خوشبو محسوس کی فارتد بصیرا کہ آپ کی بینائی واپس آگئی وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ وہ کرتہ لباس ہائے بہشتی سے تھا اور اس وقت جبرئیل امین نازل ہوئے اور فرمایا کہ تم تین دن تک

سامان سفر تیار کرو۔ چنانچہ حضرت یعقوبؑ اپنی زوجہ نامی لیّا خاتون کو جو کہ یوسف کی خالہ بھی تھیں ساتھ لیا۔ اور شان و شوکت کے ساتھ عازم سفر مصر ہوئے۔ اور تمام برادران یوسف بھی لباس فاخرہ پہنے ہوئے ساتھ ساتھ تھے لیکن حضرت یعقوب نے شاہانہ لباس پہنا تھا بلکہ پشمینہ کا لباس پہنے ہوئے تھے منازل سفر طے کرتے ہوئے وارد بیرون شہر مصر ہوئے۔ اور اس طرف جناب یوسفؑ اپنے پدر عالیقدر کو خیر مقدم کہنے کے لیے اپنی فوج کے ساتھ شہر مصر سے نکلے آپ کی فوج اسّی دستے تھے اور ہر ایک دستہ میں دو ہزار سپاہی تھے۔ اعلیٰ درجہ کا لباس پہنے ہوئے ہر ایک دستہ میں ایک علم تھا اور اس کا پرچم کھلا ہوا تھا جب کوئی دستہ گزرتا تو حضرت یعقوب دریافت فرماتے کیا اس دستہ میں یوسفؑ ہیں۔ اور آپ اپنے بیٹوں سے دریافت کرتے کیا یہ یوسف ہے جواباً وہ کہتے کہ ابھی یوسفؑ نہیں آئے ہیں۔ بہر حال جناب یوسفؑ شاہانہ شوکت و دبدبہ کے ساتھ فوجی دستہ کے ہمراہ تشریف لائے اس وقت پورا شہر مصر سمٹ آیا تھا۔ علم خسروانہ آپ کے سر پر سایہ فگن تھا۔ جناب یوسفؑ اور ارالین دولت، مصری عوام سب ہی حضرت یعقوب کا دیدار کرنے کے لیے بے چین تھے اور اس طرف حضرت یعقوب اپنے نور دیدہ یوسفؑ کے جمال سے اپنی آنکھیں روشن کرنے کے لیے محو انتظار تھے۔ حضرت یعقوب اور ان کے فرزندان سب کے سب سواریوں سے اترے اور پیادہ ہو گئے۔ خادمان یوسفؑ نے آپ کو خبر دی کہ حضرت یعقوب پیادہ پا آرہے ہیں کیونکہ انہوں نے آپ کو دور سے دیکھ لیا ہے۔ شوق زیارت بہت زیادہ ہے جناب یوسفؑ بھی اپنی شاہانہ سواری سے اُترے اور جناب یعقوب کی طرف روانہ ہوئے جب آپ کی نظر اپنے پدر عالیقدر کے چہرہ مبارک پر پڑی تو آپ سے ضبط نہ ہو سکا اور

خاک پر گر پڑے تاکہ زانو بزانو باپ تک پہنچیں۔ اس وقت تمام ارالین سلطنت پیادہ ہو گئے۔ اور جناب یوسفؑ اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں پہنچ کر قدم بوس ہوئے اس وقت نہ یوسف کی خوشی کا اندازہ ہو سکتا تھا۔ یعقوب کی خوشی کی کوئی حد تھی۔ برسوں بعد یعقوبؑ اپنے بیٹے سے ملے ہیں۔ محبت پدر جو بیٹے سے ہوتی ہے اس کا اندازہ صاحب دل کر سکتا ہے لیکن واحسرتا۔ یعقوب کربلا امام حسین علیہ السلام جب یوسفؑ کربلا کے پاس پہنچے ہیں تو علی اکبرؑ کی یہ حالت تھی کہ زخموں سے چور چور تھے خدا کسی باپ کو بیٹے کی یہ حالت نہ دکھلائے۔ اس وقت حضرت امام حسینؑ نے فرمایا آہ وا ولدا وقرۃ عیناہ یہ حالت دیکھی کہ شبیہ پیغمبر کے سر سے عمامہ گرا ہوا ہے زمین پر عمامہ پڑا ہے اور صاحب عمامہ ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔ شیخ حرّ عاملی اپنے مقتل میں لکھتے ہیں کہ امام حسین لاش علی اکبرؑ پہ پہنچنے سے چند قدم پہلے ذوالجناح سے اتر پڑے تھے شیعو۔ امام حسینؑ زانو بزانو لاش پسر تک پہنچے دیکھا کہ علی اکبرؑ کی لاش ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی ہے کچھ لمحوں کے بعد امام حسینؑ نے فصاح الامام سبع مرات آہ وا ولداہ آہ واعلیاہ آہ واثمرۃ فواداہ ولدی قتلوک۔ اے جان پدر، اے نور دیدہ، اے علی اکبرؑ تم اس حال میں پڑے ہو اور بیکس باپ دیکھ رہا ہے۔ اے شیعو۔ یعقوبؑ جب یوسفؑ کے پاس پہنچے ہیں تو آپ نے بصد شوق یوسف کو گلے سے لگایا۔ باپ اور بیٹا بغل گیر ہوئے۔ اس وقت ملائکہ آسمان سے یہ منظر دیکھ رہے تھے جبرئیل امین نے ستر ہزار ملائکہ کے ہمراہ طبق ہائے جواہر نثار کیے۔ حوریں یہ منظر دیکھ رہی تھیں۔ رضوان جنت در جنت پر حیران کھڑا تھا۔ انتہائی مسرت اور خوشی کا یہ عالم تھا کہ جذبہ مسرت میں یعقوب اور یوسف دونوں بیہوش ہو گئے تھے۔ لیکن یہ

بیہوشی پھر بھی مسرت خیز تھی وا حسرتا جب امام حسینؑ نے لاش پسر دیکھی تو کیا حال ہوا ہوگا۔ جوان بیٹے کا سر اپنے زانو پر رکھا۔ یہ بھی روایت میں ہے کہ علی اکبرؑ میں ابھی کچھ رمق جان باقی تھی۔ امام حسینؑ نے چاہا کہ علی اکبر کچھ کلام کریں۔ فرماتے ہیں یا بنی علی الدنیا بعدك العفا۔ اے علی اکبر اے نور چشم تیرے بعد زندگانی پر خاک ہے۔ اے میرے جوان تو زندہ تھا میری زندگی آسودہ تھی۔ اے علی اکبر اب تو میری بینائی بھی جواب دے رہی ہے جناب یعقوبؑ نے جب اپنے بیٹے کو دیکھا تو شکر خدا بجا لائے۔ اور جب امام حسینؑ نے اپنے فرزند کی لاش کو دیکھا تو زبان حال سے فرمایا ؎

بحجلہ ات نزدم تخت آبنوسی تو — بہ لذت نہ نشستم شب عروسی تو
یک آرزو بہ دلم ماند تا صف محشر — بحجلہ رفتن و دامادئ علی اکبرؑ

یعنی اے بیٹا علی اکبرؑ تو شب عروسی تخت آبنوسی پر ہوتا اور میں تیرے پاس بیٹھتا تجھے دولہا بنا ہوا دیکھا۔ یہ میری آرزو، یہ میری تمنا حشر تک میرے دل میں گڑی رہے گی۔ کہ میں نے تجھے حجلۂ عروسی میں نہ دیکھا۔

لاش علی اکبرؑ پر امام حسینؑ کی پریشانی کی حالت

حضرت امام علی بن موسیٰ الرضاؑ نے ریان بن شبیب سے ارشاد فرمایا ہے کہ یا بن شبیب ان کنت باکیا لشئ فابك علی الحسین علیہ السلام۔ یعنی اے ابن شبیب کہ جب تم کسی پر گریہ کرو تو امام حسینؑ پر گریہ کرنا زیادہ بہتر ہے تم تمہارے جد حسینؑ غریب پر گریہ کرو کہ کوئی مصیبت ایسی نہیں تھی کہ جو حسین مظلوم پر نہ پڑی ہو۔ ہمارے جد مظلوم کے مصائب میں یہ مصیبت عظیم تر ہے کہ آپ کو

مثل گوسفند قربانی ذبح کیا گیا۔ اور ان پر ظالموں نے قطعاً رحم نہیں کیا۔ غربت امام حسینؑ، شہادت امام حسینؑ اور اسیری اہلبیت ایسے مصائب ہیں کہ مومن بغیر گریہ نہیں رہ سکتا۔ امام حسینؑ علیہ السلام نے اکثر جوانان ہاشمی پر گریہ فرمایا ہے کہ ان کا دنیا میں کوئی ہمسر و نظیر نہ تھا۔ اور خصوصاً شہزادہ علی اکبرؑ کا کوئی مثل نظیر نہ تھا کیونکہ آپ شبیہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے آپ رفتار، گفتار اور خلق میں مثل رسولؐ تھے علی اکبرؑ حسن مجتبیٰ تھے اس لیے کہ امام حسنؑ از سر تا بہ سینہ شبیہ رسولؐ خدا تھے۔ اور علی اکبرؑ خود حسینؑ تھے کیونکہ از سینہ تا القدم امام حسینؑ شبیہ رسولؐ خدا تھے۔ علی اکبرؑ اپنی دادی کی شبیہ بھی تھے کیونکہ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی رفتار یعنی چلنا پھرنا مثل رسولؐ خدا تھا بہر حال اگر کوئی سر سے قدم تک شبیہ رسولؐ خدا تھا تو وہ علی اکبر علیہ السلام تھے۔ مخالف و دوست سب کے سب جب کبھی زیارت رسولؐ خدا کے مشتاق ہوئے تو حضرت علی اکبرؑ کی زیارت کرتے تھے اور حضرت علی اکبرؑ سے کلام کرتے تھے کیونکہ آپ کے کلام میں گفتار رسولؐ خدا کی چاشنی تھی۔ تمام اخلاق حسنہ، عادات پسندیدہ ذات علی اکبرؑ میں جمع تھیں۔ تقویٰ و پرہیزگاری آپ کے معصوم ہونے کی نشاندہی کرتی ہے آپ کے پدر عالیقدر اور آپ کی مادر گرامی قدر آپ کو بہت دوست رکھتے تھے الشیخ مفید علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں واھل الکوفۃ یتقون قتلہ۔ یعنی کہ اہل کوفہ نے آپ کے ابتدائی مقابلہ میں۔ آپ سے جنگ کرنے سے گریز کی۔ لیکن مرۃ بن منقذ نے آپ سے جنگ کرنے میں سبقت کی اور اس ملعون و حرام زادہ نے آپ پر قطعاً رحم نہیں کیا۔ بلکہ اس نے اہل کوفہ سے کہا کہ اے اہل کوفہ تم اپنی قسم کو یاد کرو اور اس جوان سے جنگ کرو۔ اس بدبخت ملعون نے آپ کے سر مبارک پر گرز مارا ہے جس سے آپ کا سر مبارک شگافتہ ہوگیا

اور حضرت علی اکبرؑ نے اس وقت اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھوڑے کی گردن میں ڈال دیئے۔ اور فرمایا کہ اے اسپ وفادار مجھے خیمہ تک پہنچا دے مگر دشمنوں کے گروہ در گروہ ہجوم نے اسے خیمہ تک نہ پہنچنے دیا۔ اور علی اکبر پر چاروں طرف سے تلواریں پڑنے لگیں۔

آپ کے جسم مبارک پر اسقدر زخم تھے کہ آپ گھوڑے پر نہ ٹھہر سکے صاحب بحر المصائب لکھتے ہیں کہ آپ گھوڑے سے زمین پر گرے۔ ایک ملعون نے دیکھا کہ آپ گھوڑے سے زمین پر گر پڑے اور سر مبارک بھی شگافتہ ہے۔ اس ملعون نے خنجر آپ کے بائیں جانب مارا اور آپ خون میں نہا گئے۔ فریاد کی کہ بابا جان خبر لیجیے علامہ مجلسیؒ نے لکھا ہے کہ جب علی اکبرؑ کی آواز زینب خاتون نے سنی تو آپ بیتابانہ خیمہ سے نکلیں۔ چادر سر مبارک پر تھی اور گوشہ چادر زمین پر خط دے رہا تھا امام حسینؑ علیہ السّلام کے پہنچنے سے پہلے آپ علی اکبرؑ کے لاش پر پہنچ گئیں۔ حمید ابن مسلم لکھتا ہے کہ جب یا اباہ ادرکنی کی آواز علی اکبر خیمہ میں پہنچی میں نے دیکھا کہ ایک خاتون چادر سر پہ خیمہ سے نکلیں۔ فریاد کرتی ہوئی لاش علی اکبرؑ پر پہنچیں یا نور عیناہُ کہہ رہی تھیں میں نے کسی سے دریافت کیا کہ یہ مخدومہ کون ہیں معلوم ہوا کہ بہ دختر علی ابن ابی طالبؑ ہیں ان کا نام زینبؑ ہے وجاءت وانکبت علیہ روتی ہوئی لاش پسر پر آ رہی ہیں لیکن یہ نہیں معلوم کہ آپ نے جب لاش علی اکبر دیکھی تو بے ہوش ہو گئیں یا ہوش میں رہیں۔ مرحوم مجلسی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں فجاء الحسین فاخذ بیدھا فردھا الی الفسطاط۔ یعنی کہ جب امام حسینؑ لاش علی اکبرؑ پر پہنچے دیکھا کہ زینبؑ موجود ہیں۔ بہن کا ہاتھ پکڑا اور صبر کی تلقین کرتے ہوئے خیمہ میں لائے اور پھر جوان فرزند کی لاش پر پہنچے۔ لاش علی اکبر اٹھائی کہ خیمہ میں لے

جائیں جب خیمہ کے نزدیک پہنچے۔ ثم انہ اقبل الحسین بفتیانہ وقال احملوا اخاکم فحملوہ من مصرعہ فجاؤا بہ حتی وضعوہ عند الفسطاط الذی کانوا یقاتلون۔ یعنی کہ جب امام حسینؑ لاش پسر لے کر در خیمہ تک پہنچے تو آپ نے پکار کے فرمایا اے بچو اپنے بھائی کی لاش خیمہ میں لیجاؤ۔ بچے خیمہ سے نکلے اور لاش علی اکبرؑ خیمہ میں لے گئے مسند پر لاش رکھ دی۔ اہلحرم ماتم کیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت زینبؑ خاتون امام حسینؑ کے لاش پسر پر پہنچنے سے پہلے۔ لاش علی اکبرؑ پر پہنچ گئی تھیں۔ امام حسینؑ نے جب دیکھا کہ زینب خاتون لاش علی اکبرؑ پر موجود ہیں تو آپ کی یہ پریشانی تمام پریشانیوں میں زیادہ تھی۔

عقاب نامی گھوڑے کا نسب اور آنحضرتؐ کا اس پر سوار ہونا

شاذان جبرئیل قمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السّلام کا یہ گھوڑا عقاب نامی منفرد تھا۔ اس گھوڑے کو سیف بن ذی یزن نے حضرت رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے بھیجا تھا۔ (اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ گھوڑا بہت عالی نسب تھا کہ بادشاہِ دین دنیا کی نذر کیا گیا ہے) کتاب انیس العہد میں اس کے بارے میں یہ تشریح وضاحت تحریر کیا جا چکا ہے سردست اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ سیف نے یہ گھوڑا آنحضرتؐ کو بھیجا اس وقت آنحضرت کا سن مبارک پانچ سال کا تھا اور عقاب کی عمر زیادہ تھی اس کا نسب یہ ہے کہ عقاب بن ابزدب بن قابل بن زاد الکفاح بن

مورخ بن خنیج بن میمون بن طریح جب آنحضرتؐ اپنی پانچ سالہ عمر میں اس پر سوار ہوئے اور آپ نے حلقہ رکاب میں قدم رکھا۔ تو اس گھوڑے نے ازراہ فخر و مباہات اظہار مسرت کیا اور گھوڑے نے اس طرح دونوں ہاتھ بلند کئے۔ علامہ مجلسیؒ لکھتے ہیں کہ فانتشط نشاطا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کہ گھوڑے کا دونوں ہاتھ بلند کرنا اس کے انبساط و خوشی کی نشانی تھا کیونکہ جانور آنحضرت کو پہچانتا تھا۔ لیکن جب گھوڑے نے اس طرح ہاتھ بلند کئے تو آنحضرتؐ کے چچا وغیرہ پریشان ہوئے اور یہ خیال ہوا کہ مبادا آنحضرتؐ کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ سب کے سب گھوڑے کے نزدیک پہنچے کہ اسے سرکشی سے روکیں تو آنحضرت نے فرمایا کہ تم لوگ پریشان و مضطرب نہ ہو یہ گھوڑا وجد و سرور کے عالم میں ہے اس لیے کہ میں اس پر سوار ہوں۔ کسی قسم کا خوف نہ کرو۔ یہ واقعہ روز عاشورا حضرت علی اکبرؑ کے عقاب پر سوار ہونے سے ملتا جلتا ہے۔ جب شہزادہ علی اکبر علیہ السلام روز عاشورا عقاب پر سوار ہوئے تو گھوڑے نے بظاہر سرکشی دکھلائی۔ اور علی اکبرؑ نے ایک رکاب میں قدم رکھا تو دوسری رکاب گھوڑے کے سموں سے ملی ہوئی تھی۔ اس وقت مخدرات اور تمام لوگوں نے خوف کیا کہ مبادا حضرت علی اکبرؑ کو گھوڑا نہ گرا دے۔ وہی گھوڑا تھا کہ جو سیف بن ذی یزن نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدیہ کیا تھا۔ اور واقعہ کربلا تک اس گھوڑے کی عمر کم از کم ایک سو دس سال ہوتی ہے۔ سوال ہو سکتا ہے کیا گھوڑے کی عمر اتنی ہو سکتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خصوصیات خصوصی نبوت و ولایت کا اثر ہے کیونکہ جب صاحب نبوت و ولایت عمر رسیدہ گھوڑے پر سوار ہو تو وہ جوان ہو جاتا ہے۔ آنحضرتؐ کے بعد عقاب نامی گھوڑا حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی سواری میں رہا جو شاہ ولایت ہیں

بعدہٗ حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی سواری میں رہا جو سردار جوانان جنان ہیں اور آپ کے بعد یہی گھوڑا حضرت امام حسین علیہ السلام کی سواری میں رہا جب کہ حسینؑ بھی جوانان جنان کے سردار ہیں۔ اور روز عاشورا محرم امام حسین علیہ السلام نے اس گھوڑے کو حضرت علی اکبر علیہ السلام کی سواری کے لیے مخصوص فرمایا یہ گھوڑا ہر ایک بات بوجہ فراست سمجھتا تھا مثلاً یہ کہ جب حضرت علی اکبرؑ کے فرق مبارک پر تلوار لگی اور سر شگافتہ ہو گیا۔ تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ گھوڑے کی گردن میں ڈال دیئے تھے گھوڑا بالفراست سمجھ گیا کہ اس وقت حضرت علی اکبرؑ کی یہ خواہش ہے کہ کسی عنوان خیمہ تک پہنچ جائیں چنانچہ گھوڑے نے خیمہ کا رخ کیا لیکن کثرت لشکر کی وجہ سے اُسے راستہ نہ مل سکا فاحملۃ الی العسکر کہ وہ لشکر کی طرف لے گیا اور لشکر عمر بن سعد نے حضرت علی اکبرؑ کو تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اور گھوڑے کو بھی دشمنوں نے تیروں سے زخمی کر دیا تھا لیکن اس کے باوجود گھوڑے نے اس وقت جنبش نہیں کی جب تک کہ شہزادہ علی اکبرؑ زمین پر نہ گرے اور گھوڑا دشمنوں کو برابر ہٹاتا رہا۔ اور جب امام حسینؑ مقتل میں پہنچے ہیں تو لاش علی اکبرؑ پر علی آپ فرماتے ہے تھے کہ اے علی اکبرؑ پہ پہنچنے کو تمام ارباب مقاتل نے لکھا ہے مگر کسی نے یہ نہیں لکھا کہ امام حسینؑ اس وقت گھوڑے پر سوار تھے یا پیادہ پا تھے۔ لیکن مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ والد مرحوم نے تحریر کیا ہے کہ امام حسینؑ پیادہ پا تھے اور علی اکبرؑ علی اکبرؑ کہہ رہے تھے ہر طرف دیکھتے تھے مگر علی اکبرؑ نظر نہیں آتے تھے روضۃ الشہداء میں ہے کہ ناگاہ آپ کی نظر عقاب پر پڑی یعنی آپ نے حضرت علی اکبرؑ کے گھوڑے کو دیکھا کہ زین خالی ہے حضرت امام حسینؑ نے عقاب سے سوال کیا کہ میرا علی اکبرؑ کہاں ہے۔ میرے علی اکبر کو کہاں چھوڑا ہے

گھوڑے نے نشاندہی کی اور آپ لاش علی اکبرؑ پر پہنچے۔ چند لحہ علی اکبرؑ جسم پر لگے ہوئے زخموں کو دیکھا پھر علی اکبرؑ کا سر اٹھایا اور اپنے زانو پر رکھا مؤلف کتاب کے والد ماجد نے اس حالت کی اس طرح منظر کشی فرمائی ہے کہ امام حسین علیہ السلام لاش علی اکبر پر سرہانے کی طرف کھڑے ہوئے اور پھر بیٹھ گئے۔

اب امام حسینؑ کی نگاہوں کے سامنے جوان فرزند کی لاشں تھی۔ سینۂ امام حسینؑ غم سے بھرا ہوا تھا۔ آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا تھا۔ آپ نے علی اکبرؑ کو پکارا مگر کوئی جواب نہ ملا۔ کبھی آپ علی اکبر علی اکبر کہتے اور کبھی قاتلانِ علی اکبر پر نفرین کرتے تھے۔ اور کبھی خاک عزا سر پر ڈالتے تھے کبھی حضرت علی اکبرؑ کے چہرہ کو خون سے پاک کرتے۔ مؤلف کے والد ماجد تحریر کرتے ہیں کہ چونکہ حضرت علی اکبرؑ پہلے شہید ہیں آپ کی لاش پر جوانانِ ہاشمی جن کی تعداد تقریبًا سترہ تھی نوحہ کناں تھے۔ لاش پر ماتم کر رہے تھے۔ چشم روزگار نے پہلے کبھی ایسا ماتم نہ دیکھا ہوگا امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے جوانو لاش کو خیمہ میں لے چلو۔ تاکہ زینب و ام کلثوم اور ام لیلیٰ علی اکبر کو دیکھ لیں۔ واحسرتا خیمہ امامؑ میں گریہ و بکا بلند تھا اور لشکر عمر ابن سعد ملعون میں طبل بج رہے تھے۔ جب علی اکبرؑ کی لاشں خیمہ میں لاتے ہیں تو ایک طرف عباس علمدار تھے دوسری طرف قاسم بن حسنؑ اور بائیں لاش خود امام حسینؑ چل رہے تھے۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ حضرت علی اکبرؑ علیہ السلام کے صدر دروازہ خیمے تک نیم جان تھے۔ رمق جان باقی تھی۔ لیکن جیسے ہی در خیمہ کے نزدیک پہنچے اور مخدرات روتی پیٹتی در خیمہ پر آگئیں علی اکبرؑ کی نظر پڑی اور روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔

شہادت برادر خورد بر سر لاشں حضرت علی اکبر علیہ السلام

کتب اخبار و احادیث سے یہ ثابت ہے کہ تمام اصحاب کے شہید ہونے کے بعد امام حسینؑ کے قرابتداروں میں سب سے پہلے شہید حضرت علی اکبر علیہ السلام ہیں۔ اور باقی جوانانِ ہاشمی نے آپ کی لاش کو اٹھایا ہے اور خیمہ میں لائے ہیں۔ کتاب الریاض میں ہے کہ لاش علی اکبر در خیمہ پر زمین پر رکھ دی گئی۔ اب ان کے میدان کارزار میں کھڑے ہونے کی جگہ خالی ہو گئی۔ اور وہ چاند سی صورت جمال محمدی کے ساتھ خون میں غلطاں تھی زلفیں خاک آلودہ تھیں۔ اے شیعیو۔ ذرا غور کرو جب ام لیلیٰ نے اٹھارہ سالہ جوان کو اس حال میں دیکھا ہوگا تو ام لیلیٰ کے دل پر کیا ہوگی۔ جناب زینب خاتون جنہوں نے علی اکبرؑ کو پالا تھا۔ جب خون میں نہایا ہوا دیکھا ہوگا تو کیا حالت ہوگی گریہ و بکا۔ شور شیون و ماتم برپا تھا۔ شہزادہ کی لاش پر ایک ایک بی بی آتی۔ زیارت کرتی دل شکستہ گریاں کناں واپس چلی جاتی۔ مجلسی علیہ الرحمۃ نے بحار میں لکھا ہے۔ خرج غلام من تلك الابنية و فی اذنیه درتان وهو مذعور۔ یعنی پسر خورد خیمہ سے باہر آیا۔ دو گوشوارے اس کے کانوں میں تھے۔ خوف کی وجہ سے بدن کانپ رہا تھا گوشوارے بھی لرزاں تھے۔ فجعل یلتفت یمینا و شمالا و قرطاه یتذبذبان وہ حیرت زدہ دائیں بائیں دیکھتا ہوا۔ لاش علی اکبرؑ پر پہنچا۔ بھائی کی لاش کو ٹکڑے ٹکڑے دیکھا نالہ و فریاد کیا فحمل علیه هانی بن ثبیت لعنه الله۔ کہ

ہانی بن بعیث ملعون نے آکر ایک گرز اس معصوم کے سر پہ مارا اور وہ طفل شہید ہوگیا۔ علامہ مجلسیؒ لکھتے ہیں کہ اس بچہ کی ماں شہربانو یہ کھڑی ہوئی اپنے پسر کی شہادت کا منظر دیکھ رہی تھیں جب اس بچہ کی شہادت کی خبر امام مظلوم کو ہوئی تو آپ نے کلمۂ استرجاع زبان سے ادا کیا۔ اور فرمایا خدایا تو میرے اس ہدیہ کو قبول فرما۔ اس بچہ کی ماں شہربانو کو امام حسینؑ نے بلایا۔ تلقین صبر کی۔ اور فرمایا کہ تم اور سب عورتیں اس پر صبر کریں۔ کیونکہ خداوند عالم صابروں کو دوست رکھتا ہے پس شہربانو اور ام لیلیٰ دونوں نے باہم نوحہ و ماتم کیا۔ اور امام حسینؑ اس وقت اس خیمہ میں تشریف لائے جو علی اکبر کے لیے مخصوص تھا۔ خیمہ خالی دیکھا اور رسم عرب کے مطابق آپ نے اس خیمہ کی خاک اٹھا کر اپنے سر پہ ڈالی۔ اور خیمہ علی اکبرؑ میں ماتم برپا ہوا۔ چنانچہ شیخ مفید علیہ الرحمۃ تحریر کرتے ہیں عند خل الحسین الی الفسطاط باکیا مایوسًا عن نفسہ۔ امام حسین علیہ السلام بادلِ سوزاں، گریہ کناں اشک آنکھوں میں بھرے ہوئے خیمہ کے ایک گوشہ میں سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ اور بزبان حال یہ فرما رہے تھے کہ اے بیٹا علی اکبرؑ تم کہاں چلے گئے۔ اس وقت فقالت سکینۃ ما بی اراک تنعی نفسک و تدیر طرفک۔ یعنی سکینہ خاتون نے جب اپنے بابا کی یہ حالت دیکھی تو کہنے لگیں بابا جان یہ کیا حالت ہے کہ آپ کی آنکھیں گردش کر رہی ہیں اور روح ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پرواز کرنے والی ہے بابا جان این اخی علی اکبرؑ علامہ محقق کتاب ریاض الاحزان میں لکھتے ہیں کیا سکینہ خاتون علی اکبر علی شہادت سے بے خبر تھیں۔ کیا آپ امام حسینؑ سے علی اکبرؑ کی سلامتی کو دریافت کر رہی تھیں۔ حالانکہ علی اکبرؑ کی شہادت کی خبر عام طور پہ پھیل چکی تھی۔ اور حرم لاشِ علی اکبرؑ پر نوحہ ماتم کر رہے تھے۔ لیکن سکینہ خاتون سوال کرتی ہیں بابا این اخی علی اکبرؑ کہ میرے بھائی علی اکبرؑ

کہاں ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سوال دو حال سے خالی نہیں ہے کہ یا تو سکینہ خاتون پر بہ سبب تشنگی بیہوشی طاری ہوگئی تھی اور آپ کو قتل علی اکبر کی خبر نہ ہوئی تھی۔ یہ معلوم نہ تھا کہ لاش علی اکبرؑ خیمہ کے دروازہ ہوئی ہے۔ اور جب آپ کو ہوش آیا تو اپنے بابا سے سوال کیا ہے کہ علی اکبر کہاں ہیں۔ یا یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو حضرت علی اکبرؑ کے میدان کارزار میں جانے کی خبر تو تھی مگر آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ علی اکبر شہید ہو گئے ہیں پس یہ سبب آہ و زاری و گریہ و بکا آپ کے ہوش جاتے رہے تھے۔ امام مظلوم سے سوال کیا ہے کہ بھیا علی اکبر کہاں ہیں تو آپ نے فرمایا قتلوہ قتل ہو گئے۔ پس جیسے ہی جواب سکینہؑ نے خبر قتل برادر سنی ایک چیخ ماری اور رونے لگیں چاہا کہ خیمہ سے باہر نکلیں حضرت نے اس کو اپنی گود میں لے لیا پیار کیا۔ صبر کی تلقین کی۔ اور فرمایا اے بیٹی سکینہ تمہارے بھائی کی لاش در خیمہ کے نزدیک رکھی ہے۔ سکینہ خاتون نے جب لاش علی اکبرؑ دیکھی چاہا کہ خود کو ہلاک کر لیں امامؑ نے منع فرمایا سکینہ کہنے لگیں یا ابہ کیف تصبر من قتل اخوھا و نر دا بوھا۔ یعنی اے بابا جان میں کیوں کر صبر کروں بھائی مقتول پڑے ہیں اور بابا غریب و بیکس ہو گئے ہیں۔ سکینہ روتے روتے بے ہوش ہو گئیں۔ اور امام حسینؑ نے دوسرے جوانوں کو اذن جہاد دیا۔

اولادِ حضرت امام حسین علیہ السلام

جو کچھ کتب معتبرہ سے ثابت ہوتا ہے اس کی رُو سے حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی اولاد طاہرہ کی تعداد چھ ہے جس کی تفصیل یہ ہے :-

---

فرزندان۔

امام زین العابدین علیہ السلام[۱] (آپ امام حسینؑ کے فرزند اکبر ہیں اور آپ کا نام علیؑ ہے) آپ کی والدۂ ماجدہ دختر یزدجرد بادشاہ عجم ہیں (بعض علماء نے ان کا نام شہر بانو لکھا ہے)

علی اکبرؑ[۲]۔ آپ کی والدۂ ماجدہ کا نام اُم لیلیٰ ہے جو دختر ابی مُرۃ ابن ابی قرۃ ابن مسعود الثقفی ہیں۔ آپ کربلا میں شہید ہوئے ہیں۔

جعفرؑ[۳]۔ آپ کی والدۂ ماجدہ قبیلۂ قضاعیہ سے تھیں جعفرؑ کا مدینہ ہی میں انتقال ہوگیا تھا۔

عبداللہؑ[۴]۔ آپ کی والدۂ ماجدہ رباب تھیں (علماء انساب نے لکھا ہے کہ عبداللہ ہی کو اصغر کہتے ہیں جو کربلا میں تیر حرملہ سے شہید ہوئے۔

دختران۔

فاطمہ[۵]۔ ان کی ماں ام اسحاق تھیں جو طلحہ بن عبداللہ تمیمی کی دختر ہیں۔

سکینہ[۶]۔ ان کی ماں رباب تھیں جو امراء القیس کی دختر ہیں (علماء انساب نے لکھا ہے کہ جناب علی اصغرؑ اور سکینہؑ دونوں کی ماں رباب ہیں)

بعض علماء انساب نے فرمایا ہے کہ حضرت امام حسینؑ کی اولاد کی تعداد پندرہ ہے مذکورہ چھ ناموں کے علاوہ باقی اسماء گرامی تفصیلہ ہیں۔

فرزندان۔

زیدؑ[۷]، ابراہیمؑ[۸]، محمدؑ[۹]، حمزہؑ[۱۰]، قاسمؑ[۱۱]، ابوبکرؑ[۱۲]، عمرؑ[۱۳]۔

دختران۔

رقیہؑ[۱۴]۔ بعض کتابوں میں ان کا نام زینب لکھا ہے۔

فاطمہ صغریٰ[۱۵] (بنابر مشہور انہی فاطمہ صغریٰ کو سفر عراق کے وقت امام حسین علیہ السلام نے مدینہ چھوڑا تھا)

شہادت عبداللہ بن مسلمؑ بن عقیل رضؓ

علامہ مجلسی بحار الانوار میں فرماتے ہیں کہ جب اصحاب باوفا شہید ہو گئے اور ان میں سے امام حسینؑ کا کوئی یار و ناصر نہ رہا تو عزیزوں کی شہادت کی باری آئی۔ بس فاول من برز من اھل بیتہ عبد اللہ بن مسلم بن عقیل یعنی کہ عزیزوں میں سے عبداللہ بن مسلم بن عقیل اول شہید ہیں۔ آپ سب سے پہلے میدان قتال میں جنگ کے لیے گئے ہیں ابوالفرج کہتے ہیں کہ وھو غرۃ ناصیۃ اٰل عقیل۔ یعنی کہ عبداللہ اولاد عقیل میں ناصیۂ آل عقیل مشہور تھے یعنی آل عقیل کی پیشانی مشہور تھے جو کہ آپ کی عظمت خاندانی کی دلیل ہے۔ شکل و شمائل میں جاذب نظر اور عادات میں نیک خو تھے نقاش قدرت نے یہ عجیب خوشنما نقش بنایا تھا۔ خصائل ہاشمی جمع کر دیے تھے۔ آپ کی مادر گرامی قدر جناب رقیہ بنت علی مرتضیٰ علیہ السلام تھیں عبداللہ بن مسلمؑ حضرت امام حسینؑ کے عمزادہ اور ہمشیر زادہ تھے۔

روضۃ الشہداء میں ہے کہ اس جوان ہاشمی نے اپنے آپ کو حضرت امام حسینؑ کی خدمت کے لیے وقف کر دیا تھا یہ خدمت امام علیہ السلام میں آئے قدم امامؑ کو بوسہ دیا۔ اور عرض کیا۔ اے مسند نشین امامت اور اے تاجدار ولایت مرتضوی ائذن لی حتی اجول حرمان الھمۃ الی عرصۃ الاخرۃ۔ یعنی اے مولا مجھے اذان جہاد مرحمت فرمائیے تاکہ میں آپ کا سلام مسلم بن عقیل کو پہنچاؤں۔ امام حسینؑ نے عبداللہ کو دیکھا کہ آمادۂ میدان قتال ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ نور دیدہ ابھی تو میں مسلم بن عقیل کا داغ بھی

نہیں بھولا کہ تم آمادۂ شہادت ہو۔ تمہارے باپ کی شہادت تمہارے لیے کافی ہے۔ اپنی ماں رقیہ کو ساتھ لے کر اس دشت ہولناک سے نکل جاؤ۔ اس لشکر بے دین کو صرف میرا سر چاہیے۔ فاقسم عبداللہ عند ذلك باللہ۔ یعنی کہ جناب عبداللہ نے امام حسینؑ کو خدا اور رسولؐ کی قسم دی اور عرض کیا کہ اے مولا میرے ہی بابا مسلمؑ نے سب سے پہلے جام شہادت نوش کیا ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ آج کے دن عزیزوں میں سے سب سے پہلے میں ہی جام شہادت نوش کروں اور بابا کے اسوۂ مبارکہ پر عمل کروں۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے عبداللہ خدا حافظ میری طرف سے اجازت ہے۔ مگر اپنی ماں اور بہن سے رخصت حاصل کرو۔ اور پھر میدان کارزار میں جاؤ۔ ابو مخنف کہتا ہے کہ لما برز الغلام شمر عن ذراعیه کہ جب یہ جوان میدان قتال میں پہنچا مانند شیر رجز پڑھا اور قتال شروع کیا۔ لشکر عمر بن سعد کو زیر و زبر کیا اور فقتل رجالاً وجدل ابطالاً۔ بڑے بڑے لوگوں کو قتل کیا۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ عبداللہ کے رجز پر قدامۃ بن اسد فزاری مقابلہ کے لیے نکلا جسے پسر سعد نے بھیجا تھا۔ یہ ملعون فن جنگ میں ماہر تھا۔ آداب حرب اور رسوم طعن و ضرب جانتا تھا۔ اس نے میدان میں پہنچ کر حضرت عبداللہ پر حملہ کیا۔ کبھی یہ شخص عبداللہ کے سامنے سے بھاگ جاتا تھا کبھی شور مچاتا تھا۔ کبھی جنگ سے گریز کرتا تھا اس کا اصل میں یہ مقصد تھا کہ کس طرح عبداللہ تھک جائیں اور پھر ان کو قتل کرنا اس کے لیے آسان ہو جائے۔ لیکن حضرت عبداللہ نے کوئی عجلت نہیں کی بلکہ صبر سے مقابل رہے۔ قدامۃ پھر مقابل آیا۔ اور اس ہاشمی جوان فرزند مسلمؑ نے اپنے زین پر بلند ہو کر تلوار قدامۃ کے منہ پر ماری جس سے اس کا آدھا کلہ صاف ہو گیا اور اس کا خون بہنے لگا۔ اسی اثنا میں اس ملعون نے آپ کو گھوڑے سے زمین پر اتار لیا لیکن آپ لے

سنبھل کر پھر سوار ہوئے۔ اور پھر ایک رجز تازہ پڑھا کہ۔

اليوم القى مسلمًا وهو ابى — وفتية بادوا على دين النبى
ليسوا بقوم عرفوا بالكذب — لكن كرام مخيار النسب
من هاشم السادات اهل الحسب

یعنی کہ میں عبداللہ بن مسلم ہوں بہترین حسب و نسب والا ہوں ہاشمی سید ہوں دین نبویؐ پر ہوں۔ محمد بن ابی طالب لکھتے ہیں کہ عبداللہ نے تین حملے کئے اور ان میں ۹۸۔ افراد واصل جہنم کیے۔ لیکن پیاس کی شدت کی وجہ سے بے طاقت ہو گئے صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں آپ نے میمنہ و میسرہ دونوں پر حملہ کیا۔ بہت سے ملعونوں کو قتل کیا۔ اور کئیوں کو زخمی کیا۔ اور خاص طور پر حمیر بن عمیر کہ جو نہروان کے خارجی لوگوں میں سے ایک تھا واصل جہنم کیا۔ واراد الرجوع الى مركز فحاسوا عليه من كل جانب۔ اور عبداللہ نے اپنے مرکز حرب کی جگہ واپس ہونے کا ارادہ کیا لیکن سوار و پیادہ لشکر نے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور راستہ مسدود کر دیا۔ اسی دوران خداع دمشقی جو ایک جگہ چھپا ہوا تھا اپنی فوج سے نکلا اور سواروں کی مدد سے آپ پر حملہ کیا۔ فحمل عليه من القفا فعرقب حرمان الفتى اس ملعون نے یعنی تلوار سے آپ کے مرکب کے ہاتھ پاؤں قطع کر دیئے۔ اور عبداللہ زمین پر گرے۔ شیخ مفیدؒ لکھتے ہیں۔ ورماه عمرو بن صبيح بسهم فوضع عبد الله يده على جبهته يتقيه۔ یعنی کہ جب عبداللہ یکہ و تنہا رہ گئے تو عمرو بن صبیح ملعون نے آپ کی پیشانی پر تیر مارا۔ پھر آپ پر تیر برسنے لگے۔ عبداللہ نے ہر چند کوشش کی کہ تیر نکال لیں مگر تیر نہ نکلا۔ اور ایک ملعون نے آپ کے شکم مبارک پر نیزہ سے وار کیا۔ اور عبداللہ نے اس وقت امام حسینؑ کو آواز دی کہ آقا جلدی تشریف لائیے۔

بروایت ابی مخنف جب عبداللہ نے کسی کو اپنی بالیں پر نہیں دیکھا تو آہ جگر خراش کھینچی۔ جب امام مظلوم نے آواز سنی تو بعجلت تمام آپ اس کے پاس پہنچے۔ حالت عبداللہؑ دیکھی۔ قاتلوں پر نفریں کی اور خدا کی بارگاہ میں عرض کیا۔ پروردگار آل عقیل کے قاتلوں کو قتل کر۔ پھر آپ نے انا للہ و انا الیہ راجعون فرمایا۔ صاحب ریاض الاحزان فرماتے ہیں کہ آپ لاش عبداللہ کو خیمہ بیت الحرب میں لے آئے (بیت الحرب خیمہ سے وہ خیمہ مراد ہے کہ جہاں عزیزوں کی لاش رکھی تھیں) اہلحرم نے ان کی لاش پر ماتم کیا۔

روز عاشوراء محرّم شہادت اولاد جناب عقیلؓ

قال العلامہ فی ریاض الاحزان انہ لما مضی عبد اللہ بن مسلم بن عقیلؓ بسبیلہ الی الحق وھو غرۃ ناصیۃ آل عقیل بان الانکسار فی وجوہ من کان ذلک الاصل الاصیل۔

جب کربلا میں نسیم خزاں بوستان محمدی پر چھاگئی۔ اور حضرت علی اکبر و جناب عبداللہ راہی جنان ہو چکے تو دوسرے جوانان ہاشمی کف افسوس ملتے ہوئے خدمت امام حسین علیہ السلام میں آئے اور ہر ایک۔ دوسرے پر شہید ہونے میں سبقت کرنا چاہتا تھا۔

جعفر بن عقیل آپ خدمت امام حسینؑ میں حاضر ہوئے اور اذان جہاد طلب کیا اور تمام عزیز و اقارب کو سلام آخر کر کے تلوار بکف میدان قتال میں پہنچے اور رجز پڑھا۔

انا الغلام الابطحی الطالبی من معشر و ہاشم و غالب

ونحن حقًا سادۃ الذوائب ھذا الحسین اطیب الاطائب

میں فرزند ہوں بطحی و طالبی کا ہیں خاندان ہاشم و غالب سے ہوں اور ہم ہی سید و سردار ہیں اور ہمارے سردار حضرت امام حسینؑ ہیں جو طیب و طاہر ہیں پس آپ نے تلوار کھینچی اور ایک نعرہ بلند کیا اور قتال شروع کیا۔ اور پندرہ کافروں کو تہ تیغ کیا۔

بروایت ابی مخنف جعفر نیک خو، اور یاوری نصرت امام حسینؑ سے سرشار تھے لشکر عمر بن سعد کے چالیس پنتالیس آدمی جہنم کے حوالہ کیئے۔ ایک ملعون کہ جس کا نام بشر بن سوط الہمدانی تھا جو پوشیدہ بیٹھا ہوا تھا نکلا اور آپ پر تلوار کا وار کیا جس سے آپ کا ایک ہاتھ قطع ہوگیا۔ اور پھر اس ملعون نے ایک گرز آپ کے سر مبارک پر مارا جس کے بعد آپ گھوڑے سے زمین پر گرے اور آپ کی روح اقدس ساحت قدس کو روانہ ہوگئی۔

عبدالرحمٰن بن عقیل۔ جب جعفر بن عقیل شہید ہوگئے تو عبدالرحمٰن بن عقیل امام حسین علیہ السلام سے اذان جہاد لے کر میدان کارزار میں پہنچے آپ نے رجز پڑھا۔

ابی عقیل فاعرفوا مکانی من ہاشم و ہاشم اخوانی

کہول صدق سادۃ الاقران ھذا حسین شامخ البنیان

وسید الشیب مع الشبان

یعنی کہ میرے پدر عالیقدر عقیل ہیں اے لوگو ہمارا مقام پہچانو۔ میں ہاشمی ہوں اور ہاشمیوں کا بھائی ہوں۔ اور ہمیشہ سے سید و سردار ہوں اور یہ حسینؑ ظاہر ہے کہ صاحب عظمت ہیں اور تمام ضعیفوں اور جوانوں کے سردار ہیں۔ رجز کے بعد آپ نے حملہ کیا اور سترہ ملعونوں کو واصل جہنم کیا۔

بروایت ابی مخنف جب عبداللہ نے کسی کو اپنی بالیں پر نہیں دیکھا تو آہ جگر خراش کھینچی۔ جب امام مظلوم نے آواز سنی تو بعجلت تمام آپ اس کے پاس پہنچے۔ حالت عبداللہ دیکھی۔ قاتلوں پر نفرین کی اور خدا کی بارگاہ میں عرض کیا۔ پروردگار آل عقیل کے قاتلوں کو قتل کر۔ پھر آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون فرمایا۔ صاحب ریاض الاحزان فرماتے ہیں کہ آپ لاش عبداللہ کو خیمۂ بیت الحرب میں لے آئے (بیت الحرب خیمہ سے وہ خیمہ مراد ہے کہ جہاں عزیزوں کی لاش رکھی تھیں) الحرم نے ان کی لاش پر ماتم کیا۔

روز عاشورا محرم شہادت اولاد جناب عقیل رض

قال العلامہ فی ریاض الاحزان انہ لما مضی عبد اللہ بن مسلم بن عقیلؑ بسبیلہ الی الحق وھو غرۃ ناصیۃ آل عقیل بان الانکسار فی وجوہ من کان ذلک الاصل الاصیل۔

جب کربلا میں نسیم خزاں بوستان محمدی پر چھا گئی۔ اور حضرت علی اکبر و جناب عبداللہ راہی جناں ہو چکے تو دوسرے جوانان ہاشمی کف افسوس ملتے ہوئے خدمت امام حسین علیہ السلام میں آئے اور ہر ایک۔ دوسرے پر شہید ہونے میں سبقت کرنا چاہتا تھا۔

جعفر بن عقیل آپ خدمت امام حسینؑ میں حاضر ہوئے اور اذان جہاد طلب کیا اور تمام عزیز و اقارب کو سلام آخر کر کے تلوار بکف میدان قتال میں پہنچے اور رجز پڑھا۔

انا الغلام الابطحی الطالبی — من معشر و ھاشم و غالب

ونحن حقاً سادۃ الذوائب — ھذا الحسین اطیب الاطایب

میں فرزند ہوں بطحی و طالبی کا ہیں خاندان ہاشم و غالب سے ہوں اور ہم ہی سید و سردار ہیں اور ہمارے سردار حضرت امام حسینؑ ہیں جو طیب و طاہر ہیں پس آپ نے تلوار کھینچی اور ایک نعرہ بلند کیا اور قتال شروع کیا۔ اور چندہ کافروں کو تہ تیغ کیا۔

بروایت ابی مخنف جعفر نیک خو، اور یاوریٔ نصرت امام حسینؑ سے سرشار تھے لشکر عمر بن سعد کے چالیس پنتالیس آدمی جہنم کے حوالہ کیئے۔ ایک ملعون کہ جس کا نام بشر بن سوط الہمانی تھا جو پوشیدہ بیٹھا ہوا تھا نکلا اور آپ پر تلوار کا وار کیا جس سے آپ کا ایک ہاتھ قطع ہو گیا۔ اور پھر اس ملعون نے ایک گرز آپ کے سر مبارک پر مارا جس کے بعد آپ گھوڑے سے زمین پر گرے اور آپ کی روح اقدس ساحت قدس کو روانہ ہو گئی۔

عبدالرحمٰن بن عقیل۔ جب جعفر بن عقیل شہید ہو گئے تو عبدالرحمٰن بن عقیل امام حسین علیہ السلام سے اذانِ جہاد لے کر میدان کارزار میں پہنچے آپ نے رجز پڑھا۔

ابی عقیل فاعرفوا مکانی — من ھاشم و ھاشم اخوانی

کھول صدق سادۃ الاقران — ھذا حسین شامخ البیان

وسید الشیب مع الشبان

یعنی کہ میرے پدر عالیقدر عقیل ہیں اے لوگو ہمارا مقام پہچانو۔ میں ہاشمی ہوں اور ہاشمیوں کا بھائی ہوں۔ اور ہمیشہ سے سید و سردار ہوں اور یہ حسینؑ ظاہر ہے کہ صاحب عظمت ہیں اور تمام ضعیفوں اور جوانوں کے سردار ہیں۔ رجز کے بعد آپ نے حملہ کیا اور سترہ ملعونوں کو واصل جہنم کیا۔

عبداللہ بن عقیل۔

جس وقت عبدالرحمٰن بن عقیل معروف کارزار تھے۔ عبداللہ بن عقیل بھائی کی نصرت ومدد کے لیے میدان قتال میں پہنچے۔ اور دونوں نے مل کر لشکر عمر بن سعد پر حملے شروع کئے اسی دوران کثرت لشکر عمر بن سعد کی وجہ سے دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ اور عبدالرحمٰن بن عقیل گھوڑے سے گرا۔ اور ملعون نے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ عبداللہ بن عقیل کا قاتل عبداللہ بن عثمان تھا اس ملعون نے آپ کے سر پر گرز مارا آپ اس وقت گھوڑے سے گرے اور روح پرواز کر گئی۔

محمد بن ابی سعید ابن عقیل۔

جب عبدالرحمٰن اور عبداللہ پسران عقیل شہید ہو گئے تو محمد بن ابی سعید اپنے دونوں چچا یعنی عبدالرحمٰن، اور عبداللہ کا انتقام لینے کے لیے باذن امام مظلومؑ میدان کارزار میں آئے۔ سخت قتال کیا اور اکثر ملعونوں کو تہ تیغ کیا بروایت مدائنی۔ لقیط بن ناشر جہنی نے آپ کو شہید کیا۔

موسیٰ بن عقیل۔

جناب عقیل کے بیٹوں میں آپ محمد بن ابی سعید کے قتل ہونے کے بعد امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اذان طلب کیا۔ آپ کفن گردن میں ڈالے ہوئے تھے اس وقت جوانانِ ہاشمی میں ایک شور گریہ بپا تھا۔ امام حسینؑ نے خدا حافظ کہا اور آپ میدان جنگ میں آئے۔ رجز پڑھا۔ خاندانی تعارف کرایا۔ آپ نے ستر ملعونوں کو قتل کیا اور آخر میں خود بھی شہید ہو گئے۔ اولاد عقیل اخلاق، عبادت، تواضع میں بے مثل تھے۔

ابن شہر آشوب اپنی کتاب مناقب میں عون اور محمدؑ کو اولاد عقیل کو شمار کیا

ہے واللہ اعلم بالصواب (بنا بر مشہور عون، اور محمدؑ پسران جناب عبداللہ بن جعفر طیار از بطن جناب سیدہ زینب خاتون تھے)

خلاصۂ اولاد جناب عقیل رضؓ

اولاد مسلمؑ بن عقیل میں سے عبداللہ بن مسلمؑ بن عقیل تھے کہ جو شہید ہوئے جن کا ذکر تفصیلاً کہا گیا ہے اور عبیداللہ بن مسلمؑ کہ ان کا نام زیارت شہداء میں مذکور ہے اور محمد بن مسلمؑ چنانچہ کتاب مناقب میں ہے کہ دو فرزندان مسلمؑ کوفہ میں شہید ہوئے ہیں اس طرح جناب مسلمؑ کے پانچ فرزند تھے۔

اولاد عقیل۔ ایک جعفر اور دوسرے بروایت ابوالفرج و مناقب عبدالرحمٰن بن عقیل تھے۔ بروایت بحار عبداللہ بن عقیل، بروایت ابوالفرج موسیٰ بن عقیل۔ بروایت ابی مخنف محمد بن ابی سعید بن عقیل۔ بروایت مدائنی عون و محمدؑ بروایت مناقب اولاد حضرت عقیل سے چودہ افراد کربلا میں شہید ہوئے ہیں

روز عاشوراء محرم شہادت اولاد جناب جعفرؑ بن ابی طالبؑ

جب تمام اولاد جناب عقیل شہید ہو گئی تو جناب جعفر طیارؑ کی اولاد کا نمبر آیا کہ نصرت امام حسین علیہ السلام میں جام شہادت نوش کریں۔ اہل خبر و سیر نے لکھا ہے کہ جعفر بن ابی طالبؑ کے دو فرزند تھے ایک محمد بن جعفر دوسرے عون بن جعفر تھے۔ اور یہ دونوں امام حسین علیہ السلام کی معیت میں روز عاشوراء محرم شہید ہوئے

ہیں۔ ابوالعباس احمد بن علی ابن الحسینؑ صاحب کتاب عمدۃ الطالب لکھتے ہیں کہ اولاد جعفر طیارؑ میں آٹھ نفر تھے۔ جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) عبداللہ بن جعفر۔

(۲) عون بن جعفر۔

(۳) محمد بن الاکبر بن جعفر۔

(۴) محمد بن الاصغر ابن جعفر۔

(۵) حمید بن جعفر۔

(۶) حسینؑ بن جعفر۔

(۷) عبداللہ الاصغر بن جعفر۔

(۸) عبیداللہ بن جعفر۔

اور ان سب کی والدہ ماجدہ اسماء بنت عمیس تھیں ان آٹھوں اولاد میں سے دو افراد کربلا میں ہمرکاب امام حسینؑ تھے جو کہ شہید ہوئے یعنی کہ محمد اور دوسرے عون جو کہ جعفر ابی طالب کی اولاد ہیں اور شہید ہوئے ہیں۔

عون اور محمد پسران جناب زینب خاتون۔

شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ دو نفر اولاد عبداللہ بن جعفر سے تھے ایک کا نام محمد اور دوسرے کا نام عون تھا اور یہ دونوں کو جب کہ امام حسینؑ نے مکہ سے بطرف کربلا روانگی فرمائی ہے ہم رکاب امام حسین علیہ السلام ہوئے ہیں اور یہ بھی جناب عبداللہ نے فرمایا تھا کہ مناسک حج کے بعد ہم بھی ملحق ہوں گے۔ عبداللہ بن جعفر موسم حج میں مکہ میں تشریف فرما تھے آپ ہی نے اپنے دونوں بیٹوں کو امام حسینؑ کے ساتھ روانہ کیا تھا روضۃ الشہداء میں ہے کہ یہ دونوں فرزندان عبداللہ حضرت زینب خاتون

کے بطن سے تھے اور دوسری کتابوں میں بھی ان دونوں کی ماں کا نام زینب بنت علیؑ مذکور ہوا ہے۔ اور خواص و عام میں یہی مشہور ہے کہ عون اور محمد دونوں فرزندان عبداللہ و زینبؑ خاتون ہیں جب کہ حضرت علی اکبرؑ اور عبداللہ بن مسلم اور باقی اولاد عقیل شہید ہو گئے تو حضرت زینب خاتون ان دونوں بیٹوں کو لے کر خدمت امام حسینؑ میں آئیں اور فرمایا بھیا خواہر کا ہدیہ قبول فرمائیے امام حسینؑ نے سنا اور بچوں کو بحسرت دیکھا دونوں جوان کفن گلے میں ڈالے ہوئے تھے۔ بچوں نے امام حسینؑ کے قدموں پر سر رکھا۔ زینبؑ خاتون نے سفارش کی امام حسین علیہ السلام نے اجازت میدان جہاد دی۔ دونوں میدان جہاد میں آئے۔ رجز پڑھا کہ آج روز جہاد ہے ہم اپنی کارزار کے جوہر دکھائیں گے اور ہم لشکر بے دین سے جنگ کریں گے۔ اور ہماری جنگ حسینؑ ابن علیؑ کی نصرت و یاوری کے لیے ہے اور ہم اپنے ماموں جان پر اپنی جانیں قربان کریں گے رجز کے بعد دونوں نے مقاتلہ کیا۔ اور ان دونوں نے دس ملعونوں کو قتل کیا۔ عامر نہشل تمیمی نے چھوٹے بھائی محمد کو مقتول دیکھا۔ تو لاش برادر کے پاس آئے تلوار ہاتھ میں تھی اور نگاہ بھائی کے قاتل پر تھی آپ نے قاتل ملعون پر ایک ایسی ضرب کاری لگائی کہ وہ اپنے گھوڑے سے دو ہو کر گرا اور اس کی روح نے جہنم میں پناہ لی۔ اور دوسرے جوانوں کے ہمراہ لاش محمد خیمہ میں لائے۔ دوبارہ پھر میدان کارزار میں گئے اور پھر شیرانہ رجز پڑھا اور مقاتلہ شروع کیا اور لشکر باطل کے کئی افراد قتل کئے۔ اور بہت سے لشکریوں کو فرار کرنے پر مجبور کر دیا۔ علامہ مجلسی بحار میں لکھتے ہیں کہ حتی قتل من القوم ثلثۃ فارس وثمانیۃ عشر ۱۸ رجل یعنی تین سواروں نے اٹھارہ پیادہ کے ساتھ آپ پر حملہ کیا۔ لیکن عون نے بعون پروردگار ان سب کو تہ تیغ کیا۔ عبداللہ بطہ طائی جو لشکر عمر بن سعد کا ایک نامور شجاع تھا

ایک جگہ پوشیدہ بیٹھا ہوا تھا کہ اُس ملعون نے حملہ کیا۔ اور حضرت عونؑ کی پشت پر گرز آہنی مارا۔ جس کی ضرب سے آپ گھوڑے پر نہ سنبھل سکے اور زمین پر گرے۔ اور روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی اس کی لاش خیمہ میں لاکر چھوٹے بھائی محمدؑ کی لاش کے پاس رکھدی۔ اہلحرم نے ماتم کیا۔ روایات سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت زینب خاتون نے بیٹوں کی لاش پہ ماتم کیا۔ مؤلف کہتے ہیں کہ میرا عقیدہ یہ ہے کہ اگر حضرت زینبؑ کے اور بیٹے ہوتے تو ان کو بھی امام حسینؑ پر نثار کرتیں۔ لیکن انہی جناب زینبؑ نے جب خبر قتل علی اکبرؑ سُنی ہے تو بے تابانہ خیمہ سے نکل کر لاش علی اکبرؑ پر پہنچ گئی تھیں۔ شیخ مفیدؒ اپنی کتاب الارشاد میں لکھتے ہیں کہ زینب خاتون خیمہ سے نکل آئی تھیں اور فریاد کر رہی تھیں۔ واولداہ واقتیلاہ واقلۃ ناصراہ۔ کہ ہائے اے علی اکبرؑ تم قتل ہو گئے کاش میں زندہ نہ ہوتی اور تمہاری لاش نہ دیکھتی۔ واحسرتاہ واکبراہ۔

عروسی اور شہادت حضرت قاسم ابن امام حسن علیہ السلام

جب اولاد جعفر و عقیل شہید ہو چکے اور امام حسینؑ ان پر آنسو بہا چکے۔ ان کی لاشوں پر اہلحرم نوحہ و ماتم کر چکے اس وقت امام حسینؑ فرما رہے تھے اما من معینا یعیننا اما من مجیر یجیرنا اما من ناصر ینصرنا۔ آیا ہے کوئی جو اس عالم بیکسی میں فرزند نبویؐ کی مدد کرے ہمیں پناہ دے ہماری نصرت و یاوری کرے۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ اس وقت فخرج الیہ من

الخیمۃ غلامان کانہما قمران احدہما اسمہ احمد والآخر اسمہ قاسم۔ یعنی خیمہ سے دو چاند برآمد ہوئے ایک کا نام احمد اور دوسرے کا نام قاسم تھا اور وہ دونوں فرزندان امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام تھے۔ لبیک لبیک یا سیدنا نحن بین یدیک مرنا بامرک صلوات اللہ علیک۔ یعنی اے عم نامدار ہم حاضر ہیں۔ جو حکم فرمائیں ہم اطاعت کریں گے اور بجالائیں گے ہماری ایک جان پر کیا منحصر ہے ہزار جانیں ہوں تو آپ پر فدا ہیں ان دونوں کو دیکھ کر امام حسنؑ کی تصویر نگاہ کے سامنے آگئی۔ امام حسنؑ کی یاد تازہ ہو گئی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور اسقدر آنسو جاری ہوئے کہ آپ کی ریش مبارک تر ہو گئی۔ اور ایسی حالت ہو گئی تھی کہ قریب تھا کہ آپ غش کر جائیں۔

کتاب منتخب میں ہے کہ وجاء القاسم وقال یا عم الاجازۃ لامضی الی قتال ہولاء الکفرۃ۔ اے عم نامدار میں دیکھ رہا ہوں کہ اصحاب و انصار عزیز و پیارے سب شہید ہو گئے اب زندگی بے کیف ہو رہی ہے مجھے بھی اذان جہاد عطا ہو۔ امام حسینؑ نے قاسمؑ کے چہرہ پر نظر کی حسنؑ کی یاد تازہ ہو گئی۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ اے قاسمؑ میں تمہیں کیونکر میدان کارزار میں جانے کی اجازت دوں تم میرے بھائیؑ کی نشانی ہو۔ فعند ذلک خرجت امہ من الفسطاط وبکت ورنت واخذت بذیلہ ومنعتہ مما ضمنہ۔ اس اثنا میں کہ قاسم بالحاح وزاری اذان جہاد طلب کر رہے تھے۔ کہ آپ کی مادر گرامی خیمہ سے سراسیمہ حالت میں نکلیں اور فرزند کا دامن تھام لیا اور منع کیا۔ اس وقت آپ کی مادر گرامی آپ کے دامن پکڑے ہوئے تھیں اور قاسمؑ دامن امام حسینؑ پکڑے ہوئے اور ان سب کی آنکھوں میں

آنسو بھرے ہوئے تھے۔ جب حضرت قاسمؑ کو اجازت نہ ملی تو آپ ایک خیمہ میں جا کر بیٹھ گئے کبھی عالم تصور اپنے پدر عالیقدر امام حسنؑ کو یاد کرتے کبھی بیکس امام حسینؑ کا خیال آتا بیٹھے ہوئے روتے رہے کتاب منتخب میں ہے کہ فجلس مغموما حزینین القلب متالما ووقع راسه علی رکبتیه۔ شیخ طریحی فرماتے ہیں کہ قاسم بحالت محزول اپنا سر زانو پر رکھے ہوئے رو رہے تھے۔ کہ یکایک آپ کو اپنے بابا امام حسن علیہ السّلام کا ایک خط جو بطور تعویذ بازو پر بندھا ہوا تھا یاد آیا۔ اس خط میں حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے اپنے آخری وقت یہ وصیت کی تھی کہ اے قاسمؑ کہ جب تجھ پر غم واندوہ بہت زیادہ ہو تو اس تعویذ کو پڑھنا اور اس پر عمل کرنا۔ حضرت قاسم گلگوں قبا نے حسنؑ سبز قبا کا تعویذ کھولا اور پڑھا۔ اس کی عبارت یہ تھی یاولدی یاقاسم اذا رایت عمك الحسين بكربلا وقد احاط الاعداء فلا تترك البراز والجهاد لاعداء الله و اعداء رسول الله ولا يبخل عليه بروحك وكلما نهاك عن البراز عاوده ليأذن لك۔ یعنی اے نور دیدۂ من اے قاسمؑ میں یہ وصیت کرتا ہوں کہ جب تمہارے عمو جان حسینؑ سے دشمنانِ دین کربلا میں مقابلہ کریں۔ تو تم اعداء دین سے نصرت امام حسینؑ میں جہاد کرنا۔ اور اس تعویذ وصیت کے ذریعہ اذن جہاد حاصل کرنا۔ جناب قاسمؑ نے اس تعویذ پڑھا اور شوق شہادت میں چہرہ پر مسرت کے آثار ظاہر ہوئے نوشتۂ امام حسن علیہ السّلام لے کر امام حسین علیہ السّلام کی خدمت میں آئے اور وہ نوشتہ امام حسینؑ کو پیش کیا امام حسینؑ نے وہ نوشتہ پڑھا اور شدید گریہ و بکا کیا۔ تقریباً گیارہ سال کے بعد امام حسینؑ علیہ السّلام نے خط برادر دیکھا تھا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ امام حسینؑ

نے فرمایا کہ میں بھائی کی وصیت پر عمل کروں گا۔

کتاب منتخب میں مرقوم ہے فاخذ بيد القاسم و دخل الخيمة و طلب عونا و عباسا۔ یعنی امام حسین علیہ السّلام نے قاسمؑ کا ہاتھ پکڑا اور خیمہ تشریف لائے عون اور جناب عباس علمدار کی بلایا۔ اور محضر امام حسنؑ دکھایا مادر قاسمؑ کو بھی بلایا اور بعدہٗ حضرت زینب خاتون سے فرمایا کہ اے ابن حسن مجتبےٰ کے پیراہن والا صندوق لاؤ۔ جناب زینبؑ نے وہ صندوق حاضر کیا اور امام حسینؑ نے قباء اور عمامۂ امام حسنؑ نکالا۔ اور دونوں چیزیں قاسم کو پہنائیں۔ اور فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہ کو لاؤ کہ وہ قاسمؑ کے نامزد ہے۔ اہلحرم باچشم گریاں فاطمہؑ کو اس خیمہ میں لائے اور امام حسینؑ نے عون و عباس کی موجودگی میں خطبۂ عقد پڑھا۔ فعقد عليهما یعنی کہ فاطمہؑ کا عقد قاسمؑ ابن حسن کے ساتھ کیا۔ اور فرمایا اے نور دیدہ اے قاسمؑ یہ تمہاری امانت ہے۔ اس غم آگیز ماحول میں عقد کی رسم ادائیگی فرض سمجھ کر ادا کی گئی۔ اور امام حسینؑ اپنے بھائیوں کے ہمراہ خیمہ سے باہر آگئے۔ ابھی رسم عقد ختم ہوئی تھی کہ لشکر عمر ابن سعد میں طبل جنگ بجنے لگا اور خیموں کو گریہ وزاری کی صدائیں بلند ہونے لگیں طبل جنگ کی صدا آسمان تک جارہی تھی اور اہلحرم کے گریہ د شیون اور نالوں کی صدا فلک ہفتم جارہی تھی واحسرتا قاسم ناشاد اس لیے دولہا بنے تھے کہ عروس شہادت سے ہمکنار ہوں۔

حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام قصر الذہب میں جنات سے جنگ کرنا

مؤلف فرماتے ہیں کہ ہم اس مقام پر باصرار احباب حدیث قصر الذہب نقل کرتے

آنسو بھرے ہوئے تھے۔ جب حضرت قاسمؑ کو اجازت نہ ملی تو آپ ایک خیمہ میں جا کر بیٹھ گئے کبھی عالم تصور اپنے پدر عالیقدر امام حسنؑ کو یاد کرتے کبھی بیکسی امام حسینؑ کا خیال آتا بیٹھے ہوئے روتے رہے کتاب منتخب میں ہے کہ فجلس مغموما حزین القلب متالما ووقع راسہ علی رکبتیہ۔ شیخ طریحی فرماتے ہیں کہ قاسم بحالت محزون اپنا سر زانو پر رکھے ہوئے رو رہے تھے۔ کہ یکایک آپ کو اپنے بابا امام حسن علیہ السلام کا ایک خط جو بطور تعویذ بازو پر بندھا ہوا تھا یاد آیا۔ اس خط میں حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے اپنے آخری وقت یہ وصیت کی تھی کہ اے قاسمؑ کہ جب تجھ پر غم و اندوہ بہت زیادہ ہو تو اس تعویذ کو پڑھنا اور اس پر عمل کرنا۔ حضرت قاسم گلگوں قبا نے حسنؑ سبز قبا کا تعویذ کھولا اور پڑھا۔ اس کی عبارت یہ تھی یا ولدی یا قاسم اذا رایت عمك الحسین بکربلا وقد احاط الاعداء فلا تترك البراز والجهاد لاعداء الله و اعداء رسول الله ولا یبخل علیه بروحك و کلما نهاك عن البراز عاوده لیاذن لك۔ یعنی اے نور دیدۂ من اے قاسمؑ میں یہ وصیت کرتا ہوں کہ جب تمہارے عمو جان حسینؑ سے دشمنانِ دین کربلا میں مقابلہ کریں۔ تو تم اعداء دین سے نصرت امام حسینؑ میں جہاد کرنا۔ اور اس تعویذ وصیت کے ذریعہ اذن جہاد حاصل کرنا۔ جناب قاسمؑ نے اس تعویذ پڑھا اور شوق شہادت میں چہرہ پر مسرت کے آثار ظاہر ہوئے نوشتہ امام حسن علیہ السلام لے کر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور وہ نوشتہ امام حسینؑ کو پیش کیا امام حسینؑ نے وہ نوشتہ پڑھا اور شدید گریہ و بکا کیا۔ تقریباً گیارہ سال کے بعد امام حسینؑ علیہ السلام نے خط برادر دیکھا تھا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ امام حسینؑ

نے فرمایا کہ میں بھائی کی وصیت پر عمل کروں گا۔

کتاب منتخب میں مرقوم ہے فأخذ بید القاسم و ادخل الخیمة و طلب عونا و عباسا۔ یعنی امام حسین علیہ السلام نے قاسمؑ کا ہاتھ پکڑا اور خیمہ تشریف لائے عون اور جناب عباس علمدار کو بلایا۔ اور مخدرہ امام حسنؑ دکھایا مادر قاسمؑ کو بھی بلایا اور بعدہٗ حضرت زینب خاتون سے فرمایا کہ اے ابن حسن مجتبیٰ کے پیراہن والا صندوق لاؤ۔ جناب زینبؑ نے وہ صندوق حاضر کیا اور امام حسینؑ نے قباء اور عمامۂ امام حسنؑ نکالا۔ اور دونوں چیزیں قاسم کو پہنائیں۔ اور فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہ کو لاؤ کہ وہ قاسمؑ کے نامزد ہے۔ اہلحرم با چشم گریاں فاطمہؑ کو اس خیمہ میں لائے اور امام حسینؑ نے عون و عباس کی موجودگی میں خطبۂ عقد پڑھا۔ فعقد علیهما یعنی کہ فاطمہؑ کا عقد قاسمؑ ابن حسن کے ساتھ کیا۔ اور فرمایا اے نور دیدہ اے قاسمؑ یہ تمہاری امانت ہے۔ اس غم انگیز ماحول میں عقد کی رسم ادائیگی فرض سمجھ کر ادا کی گئی۔ اور امام حسینؑ اپنے بھائیوں کے ہمراہ خیمہ سے باہر آگئے۔ ابھی رسم عقد ختم ہوئی تھی کہ لشکر عمر ابن سعد میں طبل جنگ بجنے لگا اور خیموں کو گریہ و زاری کی صدائیں بلند ہونے لگیں طبل جنگ کی صدا آسمان تک جا رہی تھی اور اہلحرم کے گریہ و شیون اور نالوں کی صدا فلک ہفتم جا رہی تھی واحسرتا قاسم ناشاد اس لیے دولہا بنے تھے کہ عروس شہادت سے ہمکنار ہوں۔

حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام قصر الذہب میں جنات سے جنگ کرنا

مؤلف فرماتے ہیں کہ ہم اس مقام پر باصرار احباب حدیث قصر الذہب نقل کرتے

رہیں جو کہ عجیب و غریب حکایت ہے چنانچہ کتاب کنز الواعظین میں ہے کہ ہشام بن عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام غزوۂ نخلہ سے بفتح و کامرانی واپس مدینہ تشریف لارہے تھے کہ آپ نے سفر کے دوران ایک جگہ استراحت فرمائی۔ اس وقت فوفد الیہ جماعة من العرب۔ کہ اہل عرب کی ایک جماعت یعنی کچھ لوگ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کا احوال دریافت کیا۔ تو انہوں نے کہا کہ اس قطعۂ زمین پر ہمارا قصر (محل) ہے کہ جو سونے کا بنا ہوا ہے اسی لیے اس قصر کو قصر الذہب کہتے ہیں اس قصر میں ایک اژدھا ہے جو بہت قوی ہیکل اور جسیم ہے اس کے منہ سے آگ کے شعلے نکلتے رہتے ہیں۔ اور اس سے مخلوق خدا کو اذیت پہنچتی رہتی ہے۔ ہماری حضرت والا سے یہ گزارش ہے کہ آپ ہمیں اس مصیبت سے نجات دلائیں۔

فلما سمع الامام قال یا قوم ان رسول الله عهد الی ان لا اجذب سیفنا الا باذنه۔ یعنی کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور میرے درمیان عہد ہے کہ میں بغیر اذن رسول خدا تلوار نہ کھینچوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اپنا ایک آدمی بطور نمائندہ خدمت آنحضرتؐ میں بھیجو وہ تمہاری طرف سے اپنی اس تکلیف کا اظہار کرے پھر میں باجازت سرور کائنات تمہاری راحت کا سامان کردوں گا۔ اس وقت ایک شخص کہ جس کا نام عبداللہ بن حباب تھا اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ میں حضور کا خادم ہوں۔ لیکن میری ایک خواہش ہے کہ ارید ان تدعوا الی بقرب الطریق یعنی میں چاہتا ہوں کہ زمین کے فاصلے ختم ہو جائیں اور میں جلد تر خدمت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچ جاؤں۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے سنا اور عبداللہ کو اپنے خیمہ میں لے کر

آئے اپنا پاتابہ اس کو باندھا۔ اور سفید صوف کا کپڑا اس کے پہلو پر ڈالا عمامۂ سرخ اس کے سر پر رکھا۔ اور ترکۂ چوبی خیزراں اس کو دیا کہ اپنے ہاتھ میں لیے رہے اور امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے ایک عریضہ بخدمت آنحضرتؐ تحریر کر کے اس کو دیا تاکہ حسب الحکم نبویؐ عمل کر سکیں۔ عبداللہ نے وہ نامہ اپنے عمامہ میں رکھا اور عازم مدینہ ہوا اور تھوڑی ہی دیر میں مسافت ختم ہو گئی اور وہ مدینہ وارد ہوا اور در دولتکدۂ نبویؐ پر حاضر ہوا۔ دستک دی۔ اس وقت آنحضرتؐ خانۂ جناب امیر المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں تھے آپ نے فرمایا کہ اے ام سلمہ دروازہ کھول دو کیونکہ یہ شخص قاصد علی ابن ابی طالب ہے۔ عبداللہ داخل خانۂ رسول خدا ہوا۔ درود سلام کے بعد اس نے وہ عریضہ آنحضرتؐ کو پیش کیا آنحضرتؐ نے اس وقت فرمایا کہ حسنؑ کو بلاؤ کہ وہ اس نامہ کو پڑھے۔ امام حسنؑ تشریف لائے نامہ پڑھا مضمون نامہ اس طرح شروع کیا گیا تھا بسم الله الرحمن الرحیم اما بعد فانی اشرفت علی قبیلة عامر بن الحجاج ودعوت الی طاعة الله وطاعة رسوله فابی عن ذلک۔ یعنی میں بفرمان خداوند خود قبیلہ عامر بن الحجاج کو دعوت اسلام دینے کے لیے لشکر ہمراہ لے کر گیا۔ اور وہاں پہنچ کر دعوت حق دی۔ اور ان پر سختی کے ساتھ گرفت کی۔ کفار کو پراگندہ کیا۔ جو فرار کر گئے تھے ان کا تعاقب نہیں کیا پیر اور بچوں کو کسی قسم کی اذیت نہیں دی۔ میں فتح و ظفر کے بعد جب واپس آرہا تھا کہ عرب کے کچھ لوگ میرے پاس پہنچے جن کا اسی سرزمین پر ایک قصر ہے کہ جسے "قصر الذہب" کہتے ہیں وہاں ایک عظیم اژدھا رہتا ہے جو وہاں کے لوگوں کے لیے عظیم خطرہ کا باعث ہے وہ سب لوگ اس کے خوف سے ہراساں ہیں ان کے کاروبار معطل ہیں وہ لوگ چاہتے رہیں کہ میں ان کو اس اژدہے

سے نجات دلاؤں۔ آپ کے حکم کا منتظر ہوں۔ فامرونی بامرك صلی الله علیك تجدنی سامعًا مطیعا و السلام۔ یعنی مجھے آپ اپنے حکم سے مطلع فرمائیں۔ جب امام حسنؑ نامہ پڑھ چکے تو رسولؐ خدا نے فرمایا اے نوردیدہ قلم و دوات لاؤ۔ میں بولتا جاؤں گا اور تم لکھو۔ پس امام حسن مجتبیٰ نے دوات و قلم پیش کیا۔ آنحضرتؐ نے جواب تحریر کرایا جو کہ یہ ہے۔ بسم الله الرحمٰن الرحیم اما بعد فقد وصلنی کتابك و فهمت خطابك وقد اخبرنی الله و هو لا یخفیٰ علیه خافیة بما صنعت باعداء الله و قد اثنیٰ علیك اے برادر خط کا مضمون حسنؑ مجتبیٰ سے پڑھوایا گیا۔ مجھے خداوند تعالیٰ نے پہلے ہی سارے واقعہ سے خبر دیدی تھی۔ اور خداوند عالم نے مدح و ثنا بھی فرمائی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ تم قصر الذہب جاؤ وہاں پر جنات جو کہ مسلمان نہیں ہوئے ہیں رہتے ہیں اور وہ اژدھا بھی ایک جن ہے یہ لوگ طرح طرح کی شکلیں بدل کر وہاں کے لوگوں کو خوف زدہ کرتے ہیں اور وہ لوگ پچاس ہزار ہیں تم ان سے مقابلہ کرو۔ فان ربی قد وکل بك الملائکة المقربین یکونون معك و الله مطلع علیك و السلام۔ آخر جواب نامہ امام حسینؑ کی طرف سے چند جملے تحریر کئے کہ جس میں آپ نے اپنے پدر عالیقدر کو سلام اور شوق زیارت کا اظہار تھا۔ آنحضرتؐ نے وہ خط عبداللہ کو دیا اور بسوئے امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ روانہ ہوا اور آناً فاناً وہ آپ کی خدمت میں پہنچ گیا اس کے پہنچنے سے پہلے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ عبداللہ آ گیا اس کا استقبال کرو کیونکہ اب وہ قاصد پیغمبرؐ خدا ہے اس نے پہنچ کر وہ خط مبارک اپنے عمامہ سے نکالا اور حضرت علیؑ مرتضیٰ کو پیش کیا آپ نے وہ نامہ پڑھا دیکھا کہ یہ خط

فرزند اکبر حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے لکھا تھا اور امام حسینؑ نے اپنے شوق زیارت کا اظہار کیا تھا۔ پس بعد ملاحظۂ مضمون نامہ بامر رسولؐ خدا حضرت علیؑ مشکل کشا نے قصر الذہب کا رخ کیا۔ اس وقت پچاس ہزار جنات جمع ہو گئے۔ ثم ان الامام امران ینادی باجتماع العسکر فنادا هم فاجتمعوا له۔ پس امام الانس والجنہؑ نے منادی جاری کی اور آپ کے سب لوگوں کو خبر ہوئی کہ امیرالمومنین قصر الذہب تشریف لے جا رہے ہیں۔ اس وقت قنبر عنبر سرشت نے اسپ اشقر رسولؐ خدا حاضر کیا۔ اس پر زین کسا گیا۔ اور اپنے لشکر سے دس منتخب لوگ اپنے ہمراہ لیے اور بقیہ لشکر کو حکم دیا کہ وہ اسی جگہ ٹھہرا رہے ان دس حضرات میں اصحاب رسولؐ خدا مثل عمار یاسرؓ، خالد بن ولید، زبیر بن عوام، قیس بن سعد بن عبادہؓ اور سعد بن عبادہ، خالد بن ولید شامل تھے۔ فرمایا ارکبوا خیولکم و تقلدوا سیوفکم پیغمبرؐ خدا حکم دیا کہ سوار ہو اور تلواریں ہمراہ لو۔ اور خود امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ۔ درع ذات الفضول پہنی۔ عمامۂ سحاب نبویؐ سر پر رکھا۔ ذوالفقار زیب کمر کی۔ سپر جعفر طیار دوش پر۔ علم نصر من اللہ و فتح قریب سر پر سایہ فگن، نیزۂ حمزہ حلقہ رکاب میں رکھا۔ اور آپ ساتھیوں کو لے کر قصر الذہب پہنچے۔ آپ نے قصر پہنچنے سے پہلے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ گھوڑوں سے اتر پڑیں بساط حضرت امیرالمومنین بچھائی گئی اور اس پر یہ سب لوگ بیٹھ گئے۔ عمارؓ کہتے ہیں کہ اس اثنا میں قصر الذہب سے آگ کے شعلے نکلے۔ اور دیکھتے دیکھتے اس قصر کا سارا میدان آتشیں شعلوں سے بھر گیا۔ اور آگ کی حرارت نے ان لوگوں پر بھی اثر کیا۔ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے حضرت رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا فرمان واجب الاطاعت پڑھا کہ ایتها الخیل ارجی باذن الله

واطیعی ابن عم رسول اللہ۔ کہ اے گروہ اجنہ تم واپس ہو جاؤ اور
اطاعت رسولؐ خدا کرو اس حکم کو سن کر ہمیں حکم دیا کہ اٹھو اپنے گھوڑوں پر سوار
ہو۔ ہم اپنی جگہ سے اٹھے۔ ہمارے جسموں اعشر تھا۔ حالانکہ آپ نے ہماری
دلداری کی اور فرمایا۔ لا هو لنكم من الرضحة الجنى فو الله ماترون
منى و منهم هذا اليوم ما تشيب الولدان و تتعجب منه
ملائكة السموات۔ فرمایا کہ کوئی خوف نہ کرو۔ یہ جنات تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے
اور بخدا آج قدرت کہ جو خدا نے مجھے مرحمت کی ہے ملاحظہ کرو۔ میری قدرت کو
دیکھ کر طفل۔ پیر ہو گئے۔ اور ان کے بال سفید ہو گئے اور ملائکہ تعجب کرتے ہیں۔
عمار کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ قصر کے دروازہ سے دھواں اٹھا اور بدبو پھیل گئی۔
دن مثل شب تاریک ہو گیا۔ اور آتشیں صورتیں نظر آنے لگیں۔ اس قصر کے بارہ
دروازے تھے ہر ایک دروازہ سے افواج جنات نکل رہی تھی۔ اور ادھر امیر المومنین
علیہ السلام غضبناک حالت میں کھڑے ہوئے ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ناگاہ آپ
نے زبیر بن العوام کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ تم سب اپنی جگہ بیٹھے رہو۔ اور آپ نے ان
کے گرد ایک حلقہ کھینچ دیا۔ اور وہ سب کے سب تلاوت قرآن کرتے رہے۔ اور فرمایا
اے مقداد تم دائیں طرف، اور اے عمار تم بائیں طرف اور قیس تم میرے عقب میں
آجاؤ۔ یہ تینوں اصحاب جو حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے گرد آ گئے یہ اپنی جگہ
سے چند قدم پڑھے تھے کہ قصر الذہب سے ایک عظیم اژدھا نکلا۔ فجعل یرمی
بشرر النیران و صاح صیحة کالرعد القاصف و ان تقع اصناف
الاصوات من کل جانب۔ عمار کہتے ہیں کہ اژدھا نکلا اور اس نے
آگ برسانی شروع کر دی۔ اور چیخنا شروع کر دیا اس طرح چیخا کہ جیسے بادلوں میں بجلی

کڑکتی ہے۔ اور مہیب و ڈراؤنی شکلوں میں ظاہر ہو کر چاروں طرف سے گھیر لیا۔
حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ نے تلاوت قرآن شروع کی بسم اللہ الرحمٰن
الرحیم و بطٰہٰ و یٰس و باسم المکنون علی النور و زجرتکم بالصافات
صفا و الزٰجرٰتِ زَجْرًا الخ فاتبعه شهاب ثاقب و عزمت
علیکم به تبارك و بالاعراف و بالله الذی لا اله الا الله
هو خالق اللیل و النهار و الظلم و الانوار۔
عمار کہتے ہیں کہ واللہ کہ جب امیر المومنین علی ابن ابی طالب مشغول تلاوت آیاتِ قرآنی
ہوئے تو اس وقت پتھر، آگ مثل بارش برسنے لگی۔ اور آگ کے شعلے ہمارے
سروں پر سے گر رہے تھے۔ امام عالی مقام سپر جعفر طیار سے
ان پتھروں اور آگ کے لوگوں کو روک رہے تھے۔ اور خود ذکر خدا میں مشغول تھے
فرمایا بحقی علیکم ان اثبتوا مواضعکم یعنی میرے اس حق کی قسم جو
تم پر ہے اپنی جگہ ٹھہرو۔ اپنی جگہ رکے رہو اور فرمایا کہ اس گروہ آتشی کو میرے سوا
کوئی دوسرا دور نہیں کر سکتا۔ جب آپ نے اپنے اصحاب میں اضطراب دیکھا تو فرمایا
کہ تم سب کے سب تلاوت قرآن مجید میں مشغول رہو تمہیں اجنہ کا لشکر کوئی گزند نہیں
پہنچائے گا یہ فرما کر امام عالی مقام قصر ذہب کی طرف متوجہ ہوئے جب در قصر پر
پہنچے تو فرمایا اے گروہ جن اللہ و رسول پر ایمان لاؤ ورنہ میں تمہیں تمہاری ہی آگ
سے جلا دوں گا۔ پھر یہ آیات تلاوت کیں یا معشر الجن و الانس ان
استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموت و الارض فانفذوا
لا تنفذون الا بسلطان فبای الاء ربکما تکذبان یرسل علیکما شواظ
من نار و نحاس فلا تنتصران فبای الاء ربکما تکذبان۔

عمارؓ کہتے ہیں کہ حضرت امیرالمومنینؑ یہ آیات تلاوت فرما رہے تھے اور آگے بڑھتے جاتے تھے۔ اور عمارؓ کہتے ہیں کہ میرا یہ حال تھا گویا اب روح بدن سے نکلنے والی ہے۔ اس وقت آپ نے عمارؓ کو اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا دیا اور وہ وہاں پہنچتے ہی غش کر گئے۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ اے دوستو غروب آفتاب تک میرا انتظار کرنا اگر مجھے فتح حاصل ہو گئی تو بہت خوب، ورنہ میرے مرنے کی خبر رسولؐ خدا کو پہنچا دینا یہ فرما کر ذوالفقار لیے ہوئے قوم جنات کی طرف روانہ ہوئے۔ اور پھر صدائے تکبیر بلند کر کے ان پر ذوالفقار سے حملہ کیا۔ دو جانب سے جنوں نے آپ پر حملہ کیا۔ قیس کہتے ہیں کہ واللہ لقد سمعنا ضرب ذوالفقار یعنی ذوالفقارؑ کے چلنے کی آواز سنی۔ حضرت امیرالمومنینؑ ہر ایک ضرب پر نعرۂ تکبیر بلند کرتے تھے۔ ذوالفقار جنوں کو قتل کر رہی تھی۔ اور ہم حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے حق میں دعا کر رہے تھے وعدك وعدك يامن لا يخلف الميعاد اللهم لا تفجع به قلب فاطمة الزهراء۔ خدایا دل فاطمہؑ اور قلب حسینؑ کو علیؑ ابن ابی طالب کے مرگ سے نہ جلا یعنی علیؑ کی حیاتی ہو۔ عمارؓ کہتے ہیں کہ جنگ نعرۂ تکبیر کی آواز آتی رہی ہمیں تسکین رہی۔ اسی اثناء میں ابلیس ملعون (شیطان) نے بالائے کوہ فریاد کی ادرکوا صاحبکم فخذوا الیثار یعنی اے گروہ مردم تم بیٹھے ہوئے ہو اور تمہارا صاحب یعنی علی ابن طالب، قتل ہو گئے۔ لیکن اصحاب نے کہا کہ اے ملعون تجھے ہم پہچانتے ہیں تو شیطان ہے انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ اسی حالت میں کہ ولی ربّ العالمین قوم اجنہ کے ساتھ مصروف پیکار تھے کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے مدینہ میں عالم خواب میں دیکھا کہ حضرت علیؑ پچاس ہزار جن و عفریت کے حلقہ میں گھر گئے ہیں۔ اور امیرالمومنینؑ حالتِ جنگ میں فرماتے

ہیں اے رسول خدا کی بیٹی میرا سلام رسولؐ خدا کو پہنچا دو۔ اسئلی اباك ان يلحقني بك في جهد جهيد و كد اكيد۔ اور رسولؐ خدا سے سوال کرو کہ میرے لیے دعا فرمائیں کہ میں صحیح و سالم واپس پہنچوں۔ اس خواب کو دیکھ کر سیدۂ عالم کے چہرہ مبارکہ کا رنگ متغیر ہو گیا۔ ام سلمہؓ نے دیکھا تو سبب دریافت کیا۔ لیکن سوائے گریہ و زاری فاطمہ زہرا کچھ جواب نہ دے سکیں۔ جب آنحضرتؐ کو خبر ہوئی تشریف لائے اور فرمایا کہ اے نور دیدۂ اسقدر رونے کا کیا سبب ہے۔ آپ نے خواب بیان کیا اور آنحضرتؐ سے دعا کرنے کے لیے عرض کیا کہ اے بابا آپ دعا فرمائیں کہ ابوالحسن کو فتح نصیب ہو۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے خدا چاہتا ہے کہ قصر الذہب میں علیؑ کو فتح و کامرانی عطا کرے اسی اثناء میں جبرئیل امین نازل ہوئے اور عرض کیا۔ العلي الاعلى يقرءك السلام۔ کہ حق تعالیٰ تم کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ علیؑ کے ہاتھ پر قصر الذہب فتح ہوگا اور علیؑ صحیح و سالم مراجعت کریں گے۔ آنحضرتؐ جناب سیدۂ عالم اور امام حسنؑ و حسینؑ سعد بن عبادہ انصاری کے گھر لے گئے اور بالائے بام کہ جو مدینہ میں سب سے زیادہ اونچا مکان تھا پہنچے اور حکم دیا کہ اے زمین پست و نزدیک ہو جا۔ آنحضرتؐ اور سیدۂ فاطمہ زہرا اور حسنؑ و حسینؑ نے نظر کی تو دیکھا کہ سارا میدان جن اور عفریت سے بھرا ہوا ہے گویا آتشیں علاقہ بنا ہوا ہے اور حضرت امیرالمومنینؑ تنہا جنگ کر رہے ہیں اور جنات کو قتل کر رہے ہیں۔

الشیعہ۔ جناب زہرا خاتون نے علیؑ کو زخمی نہیں دیکھا تھا۔ علیؑ کو پیاسا نہیں دیکھا تھا۔ چار ہزار زخم جسم مبارک پر نہیں تھے مگر پھر بھی جناب زہراؑ دیکھنے کی تاب نہ لا سکیں۔ خدایا فریاد ہے کہ انہی فاطمہؑ کی بیٹیاں زینب و ام کلثوم کربلا میں

امام حسینؑ کو دیکھ رہی ہیں ایک ہزار نو سو پچاس زخم لگے ہوئے ہیں گھوڑے سے آپ زمین پر تشریف لائے زینب خاتون ایک ٹیلہ پر کھڑی تھیں اور دیکھ رہی تھیں کہ شمر ولد الحرام حسینؑ کو ذبح کر دیا ہے۔ "واحسرتا"

بہر حال آنحضرتؐ نے اس جگہ کھڑے کھڑے فرمایا کہ اے پسر عم۔ ثعبان یعنی اژدھا تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تم اس کو قتل کرو۔ عمار کہتے ہیں کہ ہم نے آواز پیغمبر خدا سنی اور ہم خوش ہوئے۔ حضرت امیر المومنین نے جب دست راست کی طرف دیکھا تو اژدھا آپ پر حملہ کرنے والا تھا یہ ثعبان پچاس ہزار جنوں کا سردار تھا۔ پس حضرت امیر المؤمنین نے ذوالفقار بلند کی اور ثعبان کے دو ٹکڑے کر دیئے اور خداوند عالم نے جناب امیر المُومنین علیہ السلام کو فتح عطا کی۔

دل چاہتا ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے عرض کروں مولیٰ اس وقت آپ کہاں تھے کہ جب حضرت علی اکبرؑ کے سینہ پر حصین بن نمیر نے برچھی ماری۔ مولیٰ آپ اس وقت کہاں تھے کہ جب حضرت عباسؑ کے شانے قلم ہوئے مولیٰ آپ اس وقت کہاں تھے کہ جب امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اور لاش مبارک تیروں پر معلق رہی۔ مولا اس وقت آپ کہاں تھے کہ جب زینبؑ بیکس فریاد کر رہی تھیں اور خیموں میں آگ لگ رہی تھی سیدانیوں کی چادریں چھینی جا رہی تھیں۔

تحقیقات ضروری برائے رفع بعض شہادت اور حکایت داؤد علیہ السلام

محققین اور علماء انساب نے اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ جناب قاسم ابن حسنؑ

کی ماں کا نام ام ولد تھا۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ نجمہ خاتون نام تھا۔ اور جناب قاسم کا سن مبارک واقعہ کربلا میں دس اور پندرہ سال کے اندر اندر تھا۔ طبری میں ہے کہ آپ کا سن دس سال کا تھا۔ جناب مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ آپ کا سن مبارک نو سال کا تھا۔ لیکن ایسا نہیں ہے کیونکہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت ۲۸ صفر ۵۰ھ کو ہوئی ہے پس روز عاشورا محرم ۶۱ھ تک گیارہ سال ہوتے ہیں لہٰذا حضرت قاسمؑ کی عمر نوؑ سال نہیں ہو سکتی۔ یقینی امر یہی ہے کہ آپ کی عمر دس اور پندرہ ۱۵ سال کے درمیان تھی اور واقعہ عروسیٔ قاسم علیہ السلام کا بھی علامہ مجلسیؒ نے روایات معتبرہ کی روشنی میں تجزیہ نہیں کیا ہے لہٰذا اس سے گریز کی ہے۔ مؤلف کہتے ہیں کہ واقعہ عروسیٔ حضرت قاسمؑ منتخب المراثی میں مرقوم ہے جو علامہ نجفی الشیخ فخر الدین طریحی کی تالیف ہے۔ منتخب المراثی تالیفات میں بہترین و معتبر تالیف ہے جو کہ عرب میں تالیف ہوئی ہے۔ علاوہ ازیں کتاب روضۃ الشہداء میں بھی ہے کہ جو فارسی زبان میں ہے اور یہ کتاب ملا حسین کاشفی صاحب انوار سہیلی کی تالیفات سے ہے۔ اور یہ کتاب واقعات مقتل کربلا پر پہلی کتاب ہے جو عجم میں بزبان فارسی لکھی گئی ہے۔ اور تمام روضہ خوان و ذاکرین واقعہ عروسی قاسم ابن حسنؑ کو انہی دونوں کتابوں سے ماخوذ سمجھ کر پڑھتے ہیں اور میں نے بھی انہی دونوں کتابوں کو ماخذ قرار دیا ہے۔ عقد قاسمؑ کے بعد جو حکایات بیان کرنے والے بیان کرتے ہیں وہ سب بے بنیاد ہیں کیونکہ روز عاشوراء محرم عقد واقع ہونے کے بعد بعجلت تمام جناب قاسمؑ میدان کارزار روانہ ہو گئے ہیں۔

ہم اس مقام پر ایک حدیث بطور تمثیل ذکر کرتے ہیں۔ منقول ہے کہ حضرت داؤدؑ نے ایک طفل کو دیکھا کہ وہ اپنے بچپنے کو شروع ہی سے اٹھا رہا تھا۔ اور اس کی

ہمت و تربیت سے نشو و نمائے جسمانی میں اضافہ ہو رہا تھا یہاں تک کہ وہ سن رشد و بلوغ کو پہنچ گیا۔ اور اس وقت میں اُس کی عمر تیرہ چودہ برس کی تھی جب آپ مسند خلافت پر متمکن ہوئے جیسا کہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے کہ انا جعلناک فی الارض خلیفۃ کہ میں تمہیں زمین پر خلیفہ بناؤں گا یا بناتا ہوں۔ آپ تخت خلافت پر تھے کہ حضرت عزرائیل (ملک الموت) زیارت داؤدؑ کے لیے حاضر ہوئے اور اسی ضمن میں عرض کیا کہ اے نبی اللہ اس جوان یتیم نے اسقدر اپنے آپ کو روکا، اور خون دل پیا اب اُس کی زیادہ زندگی نہیں ہے اس کی عمر تمام ہو گئی ہے۔ یہ کہہ کر ملک الموت چلے گئے جناب داؤد نے اس جوان کو بلایا اور فرمایا کہ فلاں تاجر کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ مجھے داؤدؑ نے بھیجا ہے اپنی دختر کا عقد اپنے مال سے میرے ساتھ کر دو۔ جب وہ تاجر کے پاس گیا اور تاجر نے کہا سمعاً و طاعۃً یعنی بسر و چشم قبول ہے۔ اُس نے اپنی دختر کا عقد اس کے ساتھ کر دیا۔ لیکن حضرت داؤدؑ نے اس لڑکے سے فرمایا کہ اپنی زوجہ کے پاس نہ جائے جب تک کہ مجھے وحی الٰہی ہو۔ وہ روزانہ جناب داؤدؑ کے پاس حاضری دیتا یہاں تک کہ جس دن ملک الموت نے آنے کا وعدہ کیا تھا وہ دن آیا مگر ملک الموت حاضر خدمت داؤدؑ پیغمبر نہ ہوئے ایک ماہ گزر گیا مگر پھر بھی حاضر نہ ہوئے۔ بعد ازاں کسی روز حاضر ہوئے تو حضرت داؤدؑ نے ان سے دریافت کیا کہ تم نے اس جوان کی روح کیوں قبض نہ کی۔ ملک الموت نے عرض کیا کہ اے نبی اللہ۔ جب تم انبیاء اللہ کسی پر رحم و کرم کرتے ہو تو خداوند عالم بھی اس بندہ پر رحم و کرم کرتا ہے۔ اس وقت کہ جب میں نے تم سے اس جوان کی روح قبض کرنے کی بابت کہا تھا تو اُس وقت مقررہ پر اس کی عمر ختم ہو

گئی تھی۔ لیکن تم نے اس جوان پر رحم کیا۔ تو خداوند عالم نے اس کی عمر بڑھا دی اور تم نے اس کا عقد کیا اور چونکہ وہ وصل نہ کر سکا تھا خداوند عالم نے اس کی عمر از راہ رحم و کرم چالیس سال بڑھا دی۔

مؤلف کہتے ہیں کہ اسی طرح امام حسینؑ نے قاسمؑ ابن حسنؑ کے ساتھ کیا۔ کہ اولاً قاسمؑ کی اپنے سایۂ عاطفت میں تربیت کی۔ اور روز عاشورائے محرم اپنی دختر کا اس سے عقد کیا۔ اور بعدہٗ کفن گردن قاسمؑ میں پہنا کر میدان قتال بھیجا۔ اور فرمایا کہ لشکر عمر بن سعد کے سامنے کہو کہ میں یتیم امام حسنؑ ہوں اور داماد امام حسین ہوں۔ تشنہ بھی ہوں۔ قابل رحم بھی ہوں۔ قاسم گلعذار میدان کارزار میں پہنچے راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ چاند سی صورت ہے عمامہ سر پر ہے اور پیراہن عربی میں ہے پاء مبارک میں نعلین ہیں اور تلوار بدست ہے۔ اس کو دیکھ کر میرے دل پر صدمہ ہوا کہ یہ ظالم لوگ اس کو قتل کر دیں گے۔ جناب قاسمؑ نے اپنا تعارف کرایا۔ کہ میں یتیم حسنؑ ہوں داماد حسینؑ ہوں، نواسۂ پیغمبر کا فرزند ہوں۔ میرے چچا حسینؑ ہیں کہ جو اس وقت تمہارے درمیان سیر ہیں۔ تشنگی سے ہلاکت کے قریب ہیں۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ یہ سن کر بعض لشکری رونے لگے۔ اور عمر بن سعد کو ملامت کرنے لگے۔ یہیں سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے قاسم بن حسنؑ کو دامادی کا شرف اس لیے دیا تھا کہ شاید اہل کوفہ ترحم سے کام لیں۔ لیکن عمر بن سعد ملعون نے حکم دیا کہ اس کو سنگسار کرو چنانچہ یتیم حسنؑ پر پتھر برسنے لگے یہاں تک کہ آپ گھوڑے پر نہ سنبھل سکے اور زمین پر گرے اور زبان حال سے فرمایا ؎

اے عمو حجلہ گاہم کن گزر — دخترت رادہ زمرگ من خبر

یعنی اے عم نامدار و غمگسار آپ ہمارے حجلۂ عروسی میں جائیں اور اپنی دختر کو میرے مرنے کی خبر دیں۔ ؎

مادرم گو کہ اے بانوی عشق!
با تو ہمراہم زسر تا در دمشق

اور میری مادر گرامیقدر سے فرمائیں کہ اے اماں جان اے تاجدار موقت حسینؑ تمہارے ہمراہ دروازہ دمشق تک میرا سر ہمراہ رہے گا۔ ؎

با عروسم مہربانی کن بسے
از غمم محزوں نباشد یک نفس

یعنی اے مادر گرامی دولہن کے ساتھ با مہربانی و کرم پیش آنا تاکہ وہ میرے غم میں غمگین نہ ہو سکے۔ ؎

حضرت قاسمؑ کا میدان جنگ میں جانا اور مکالمۂ عروس و قاسمؑ نوشاہ

شیخ طریحیؒ فرماتے ہیں کہ۔ فعقد علیہ السلام علیہا وافرد لہ خیمہ امام علیہ السلام تمام مخدرات کی موجودگی میں اور بگواہیٔ عون و عباس اپنی دختر فاطمہ کی تزویج قاسم بن حسنؑ سے کی اور فرمایا کہ ان کے لیے علیحدہ ایک خیمہ نصب کیا جائے۔ ابھی خیمہ نصب ہوا ہی تھا کہ لشکر عمر بن سعد میں جنگ کا شور و غل برپا ہوا۔ اور اہل حرم میں نالہ شیون کی صدائیں بلند ہوئیں مادر قاسمؑ کف افسوس ملنے لگیں عروس شرم و حیا کے ساتھ محزوں و مغموم ہو گئی۔ اور ادھر لشکر شوم سے یہ آوازیں

آنے لگیں اے سبط رسولؐ خدا میدان جنگ کی طرف کیوں نہیں آتے۔ اگر کوئی اور میدان میں آنے والا نہیں ہے تم خود ہی میدان میں آؤ ورنہ ہم خیموں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔

ادھر خیمہ میں جناب قاسمؑ نے جب یہ آواز لشکر باطل سنی۔ تو آپ نے عروس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ عروس نے کہا یا ابن العم این ترید، اے قاسم کیا ارادہ ہے۔ قاسمؑ نے کہا کہ اب سر پائے عم محترم پر نثار کرنا ہے فجذبت ذیلہ و مانعتہ عن الخروج۔ یہ سن کر عروس مایوس ہو گئی۔ اور کہا اے قاسمؑ میدان کارزار میں نہ جاؤ۔ قاسمؑ نے کہا اے دختر عم مظلوم میرا دامن چھوڑ دو اب عروسی قیامت پر منحصر ہے۔ عروس نے با دل محزوں فرمایا ؎

کہ اے تازہ برسر مرا شاہ من	تو اے بخت من اے برخ ماہ من
کسی زیر ایں پردہ ابنوس	بگیتی ندیدہ چو من نو عروس
دریغا کہ بنیم بسے ماہ سال	شب ہجر نادیدہ روز وصال

یعنی اے میرے شاہ، اے تازہ نوشاہ اے میرے مقسوم اور اے میرے ماہ رخ۔ کسی نے اس نیلگوں آسمان کے تلے مجھ ایسی عروس نو نہ دیکھی ہو گی۔ وا حسرتا معلوم کسقدر ماہ و سال گزاروں گی جو میرے لیے شب ہجر ہوں گے میں نے روز وصال نہیں دیکھا۔

حضرت قاسمؑ نے فرمایا (بزبان حال شاعر کہتا ہے) ؎

چوں داماد گفتار او را شنید	بگریید داو را ببر درکشید
بگفتا کہ یزدان دہد کام تو	بہ نیکی در آید سر انجام تو
ترا سازم اکنوں ازیں مژدہ شاد	کہ ما را عروسی بعقبیٰ فتاد

بنزدیک جان آفرین جائی تست — جہان آفرین حجلہ آرائی تست

کند دست خیر النساء زیورت — نہد تاج عزت ہمی بر سرت

یعنی جب حضرت قاسمؑ نے دُلہن کو گفتگو سنی تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور آپ اس کو در خیمہ تک لائے۔ اور فرمایا کہ خدا تجھے نیکی کی توفیق عطا کرے کہ تیرا قدم اور تیرا انجام نیکی کے ساتھ ہو۔ اور اے عروس میں تم کو یہ مژدۂ جانفزا سناتا ہوں کہ ہماری عروسی عقبیٰ پر منحصر ہے۔ جب تک کہ تمہاری جان۔ جان آفرین کو سپرد ہو۔ یہ جہاں تمہارے لیے حجلہ ہے۔ حضرت خیر النساء کا ہاتھ پکڑے رہنا۔ اور وہی تاج عزت ہمیشہ اپنے سر پر رکھنا۔ ہم و تم عقبیٰ میں داماد و عروسی کی صورت میں ملیں گے حضرت قاسمؑ نے تسلی و تشفی کے کلمات فرمائے۔ اور خود خیمہ سے باہر نکلے۔ اور میدان قتال کا رخ کیا۔ عروس خیمہ میں زانوئے غم پر سر رکھے بیٹھ گئی کہ کچھ وقت گزرنے کے بعد عروس کے کانوں میں یہ آواز آئی اے عمو العطش العطش عروس نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو قاسم گلگوں قبا خون میں رنگے ہوئے کھڑے ہیں اور پانی مانگ رہے ہیں واحسرتا عروس کو قاسم نوشاہ بصورت پُرخون نظر آئے۔

کتاب ریاض میں ہے کہ روز عاشورا جب اولاد امام حسن کے سر دینے کی نوبت آئی ہے تو اس وقت حضرت علی اکبرؑ و علی اصغر سمیت چھ نفر موجود تھے۔ پس حضرت قاسم ابن حسنؑ عازم میدان جنگ ہوئے۔ علامہ مجلسیؒ تحریر فرماتے ہیں۔ فلما نظر الحسین علیہ السلام قد برز اعتنقہ۔ امام حسینؑ نے قاسم کی طرف دیکھا کہ عازم رزمگاہ میں فرماتے ہیں اے قاسمؑ میدان کارزار جاتے ہو۔ امام حسینؑ نے گریہ فرمایا اور قاسمؑ کی آبدیدہ ہوئے۔ قریب تھا کہ دونوں غش کر جائیں۔ کتاب منتخب میں شیخ فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ

نے فرمایا اے نور دیدہ تم اپنے قدموں سے موت کی طرف جا رہے ہو۔ جناب قاسمؑ نے عرض کیا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ دشمن کے لوگ مبارز طلبی کر رہے ہیں۔ اگر میں نہ جاؤں تو کیا کروں۔ آخرکار فلم یزل الغلام یقبل یدیہ و رجلیہ۔ کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے گود میں لے کر حضرت قاسمؑ کو گھوڑے پر سوار کیا۔ اور پھر امام حسینؑ نے آپ کا گریبان اور آستین کو چاک کر دیا۔ اور عمامہ کے دو ٹکڑے کر کے نصف کو عمامہ کے بطور سر پہ باندھا اور دوسرے نصف کو بطور کفنی گلے میں ڈال دیا خدا حافظ کہہ کر قاسمؑ کو رخصت کیا جب سب نے قاسم ابن حسنؑ کو اس صورت میں دیکھا تو گریہ کرنے لگے آپ خیمۂ عروس میں گئے اور اس سے بھی اذن جہاد طلب کیا اور فرمایا خدا حافظ میں میدان قتال میں جا رہا ہوں۔ اور پھر اپنی آستین جو پھٹی ہوئی تھی دکھلائی اور فرمایا کہ میدان حشر میں جدّ محترم رسول خدا کے پاس مجھے یہ دیکھ کر پہچان لینا۔ مؤلف کہتے ہیں کہ قاسمؑ کا اپنی آستین دکھلانا تاکہ عروس حشر میں پہچان سکے یہ معاد جسمانی کی دلیل ہے۔ ادھر یہ گفتگو ہو رہی تھی اور ادھر قوم نابکار میں طبل جنگ بج رہا تھا۔ مبارز طلبی کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں کہ قاسمؑ عازم میدان کارزار ہوئے

میدان قتال میں جمال قاسمؑ نوشاہ کے نظارے

لما طلع نور طلعتہ من افق المصاف ولمع فرید صارمہ من جفن الغلاف۔ جب قاسم گلگوں قبا نے عنان اسپ میدان کارزار کی طرف موڑی اور میدان میں پہنچے لشکر اعداء حسن و جمال قاسم دیکھ کر حیران رہ گئے۔ تلوار کی چمک سے دشمنوں کی نگاہیں خیرہ ہو گئیں کوفی و شامی

قاسم بن الحسن کی جوانی و ناکامی پر کف افسوس ملنے لگے کہ یہ نوشاہ خاک و خون میں غلطاں ہو جائے گا۔ علامہ مجلسیؒ بحار میں فرماتے ہیں کہ چہرہ قاسمؑ مثل چاند کے صونگن تھا۔ جلاء العیون میں ہے کہ آپ کا چہرہ آفتاب کی شعاع کی مانند چمک رہا تھا۔ حمید ابن مسلم کی روایت میں ہے کہ میں لشکر عمر ابن سعد میں تھا کہ

اذا خرج غلام وجہہ شاقۃ قمر و فی یدہ سیف و علیہ قمیص و اذا و نعلان قد انقطع شسع احدھما

کہ میں نے ایک جوان خوبرو۔ مثل ماہ تابندہ، شمشیر بکف، پیراہن میں ملبوس۔ نعلین پہنے ہوئے خیمہ سے برآمد ہوا۔ اور میدان میں پہنچا۔ اہل کوفہ اس کی مولت و رعنائی دیکھ کر اس سے قتال پر آمادہ نہ ہوئے مگر ایک ظالم بدنہاد آمادۂ قتال ہوا۔ شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ عمر بن سعد ملعون نے اس سے کہا کہ اس جوان پر تو حملہ کر اور اس یتیم حسنؑ کو قتل کر۔ حمید بن مسلم نے اس سے کہا کہ تو اس نوجوان کو کیوں قتل کرتا ہے۔

اسے کوئی اور قتل کرے گا تو بات ہے لیکن اس بے رحم نے کمین گاہ سے آپ کے سر مبارک پر تلوار سے حملہ کیا۔ سر مبارک شگافتہ ہو گیا۔ اور گھوڑے سے زمین پر گرے۔ اور آواز دی یا عماہ۔ اور کہی اسے چچا جان مدد کو آیئے۔

امام حسین علیہ السلام بڑی تیزی کے ساتھ قاسمؑ تک پہنچے دیکھا کہ قاتل آپ کے سینہ پر بیٹھا ہے اور آپ کا سر مبارک کاٹ رہا ہے امام حسینؑ نے اس ملعون پر تلوار کھینچی کہ اس کی کہنی کٹ گئی اس حرام زادے نے اپنے لشکر والوں سے فریاد کی کہ مدد کو پہنچو۔ تمام لشکری اس کی حمایت کے لیے امنڈ پڑے۔ اور عمر بن سعد نے اس کو امام حسینؑ کی تلوار سے بچایا خدا کی شان دیکھنے

کے قابل ہے۔ اس وقت گرد و غبار اڑا اور عمر ابن سعد ہی گے گھوڑے کے پیروں تلے آکر وہ ملعون واصل جہنم ہوا۔ امام حسینؑ نے لاش قاسمؑ کو دیکھا آہ سرد کھینچی اور فرمایا کہ خدا تیرے قاتلوں کو اپنی رحمت سے دور رکھے بیٹا قاسمؑ میں اس وقت پہنچا کہ جب تیرا کام تمام ہو چکا تھا۔ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ امام حسینؑ نے لاش قاسمؑ کو اٹھایا۔ زمین سے بلند کیا اور اپنے سینہ سے لگا کر تا خیام الحرم لائے قاسمؑ کے پاؤں زمین پر خط دے رہے تھے۔ امام خیمہ میں لاش لے کر گئے اور پہلوئے علی اکبرؑ میں لاش کو رکھ دیا۔ الخ

حضرت قاسمؑ کا لشکر کوفہ و شام کو موعظۂ و نصیحت کرنا

حضرت قاسم ابن حسنؑ ابھی حجلۂ عروسی میں تھے کہ لشکر عمر بن سعد کے ھل من مبارز کی صدائیں خیام میں پہنچیں عروس سے رخصت ہو کر اہل حرم سے اجازت حاصل کی۔ اور باذن عالی مقام میدان کارزار میں آ گئے۔ بحار الانوار میں مجلسیؒ لکھتے ہیں کہ قاسمؑ نے یہ رجز پڑھا۔

ان تنکرونی فانا ابن الحسن سبط النبی المصطفیٰ المؤتمن
ھذا حسین کا لاسیر المرتھن بین اناس لا سقوا صوب المزن

کہ میں نور دیدہ حسنؑ ہوں اور حسنؑ سبط مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ہمارے جد ملقب بہ امین ہیں اور یہ حسینؑ جو تم میں اسیر ہیں اور گویا تم نے انہیں گرو رکھا ہوا ہے وہ حسینؑ جس کے بغیر ہدایت سے سیراب نہیں ہو سکتے وہ حسینؑ جو

دستگیر عالم میں اسیر کیا ہوا ہے۔ پھر حضرت قاسمؑ اپنے رجز کے بعد عمر بن سعد ملعون کی طرف رخ کیا اور فرمایا یا عمر بن سعد اما تخاف الله اما تراقب الله یا اعمی القلب اما تراع رسول الله۔ اے ستمگار زمانہ اے عمر بن سعد بد نہاد تو خدا سے نہیں ڈرتا اور بے بصیرت انسان۔ اے کور چشم حرمت رسول خدا کا لحاظ نہیں ہے کیا تو نے رسول خداؐ کو نہیں دیکھا؟

روضۃ الشہداء میں ہے کہ ویلك قتلت الشبان وافنیت الكهول و قطعت الفروع واجتثت اصول وهذه بقیة الله شرذمة قلیلة مستاصلة اے بے حیا تو نے ہمارے جوانوں کو قتل کیا اصول و فرع کو ختم کیا اب چند افراد ذریت پیغمبرؐ باقی ہیں افلا تکف عن الجفا و سفك الدماء۔ کیا وہ وقت نہیں آیا کہ تو جفا سے ہاتھ روکے۔ بقیۃ الرسولؐ کا خون نہ کرے مالك للرحم رعایة و بالقرابة عنایة آیا قرابت طائفہ قریش کا کچھ خیال نہیں افلا تدعهم ان ترجعوا الی الاوطان مع ما بهم من الاحزان والاشجان۔ اے عمر بن سعد چند بچے رہ گئے ہیں کہ کسی کا باپ مارا گیا ہے کسی کا بھائی مقتول ہوا ہے تو ذرا بھی شرم و حیا نہیں کرتا۔ عمر ابن سعد ملعون نے کچھ جواب نہیں دیا۔ پھر حضرت قاسمؑ نے کہا کہ تو پانی پیتا ہے اور الحرم حسینؑ پیاسے تڑپ رہے ہیں پیاس کی وجہ سے موت کی تمنا کر رہے ہیں۔ قد اسودت الدنیا باعینهم اے پسر سعد اولاد پیغمبرؐ اسقدر پیاسی ہے کہ ان کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا نظر آتا ہے۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ حضرت قاسم کے اس کلام سے پسر سعد کی آنکھوں سے بھی آنسو ٹپک پڑے۔ اور

لشکر والے رونے لگے۔ لیکن اس ملعون نے پیادہ فوج کو آواز دی کہ قاسمؑ ابن حسنؑ پر پتھر ماریں۔ اے شیعو۔ حضرت قاسمؑ پر چاروں طرف سے پتھر برسنے لگے۔ روز عاشوراء محرم حُرِّ ریاحیؒ پر بھی پتھر برسائے گئے تھے۔ مجالس بن شبیب شاکری پر بھی پتھر برسائے گئے اور حضرت قاسمؑ پر بھی اسقدر پتھر برسائے کہ آپ گھوڑے پر سنبھل نہ سکے۔ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہمارے جد امام حسینؑ پر بھی لشکر عمر بن سعد نے پتھر برسائے تھے اور سارا بدن مبارک زخموں سے چور چور تھا

حضرت قاسمؑ کی ازرق شامی کے چار بیٹوں سے جنگ اور ان کو قتل کرنا

کتاب منتخب اور روضۃ الشہداء میں ہے کہ جب حضرت قاسمؑ میدان کارزار میں پہنچے تو عمر ابن سعد ملعون نے اپنے لشکر کے یمین و یسار پر نظر ڈالی یعنی میمنہ و میسرہ کو دیکھا۔ اور اس نے لشکر میں سے ازرق کو حضرت قاسم کے مقابلہ کے لیے منتخب کیا۔ اور اُس سے مخاطب ہو کر کہا کہ تجھے حکومت یزید سے ہر سال کثیر رقم ملتی ہے اور تیری شجاعت کا بھی چرچہ ہے۔ اس جوان کو جو مبارز طلبی کر رہا ہے اور کوئی اس کے مقابلہ میں جانے کے لیے تیار نہیں ہے تو جا کر قتل کر۔ جب ازرق نے یہ سنا تو کہنے لگا کہ اے ابن سعد مجھے بہادران شام ایک ہزار سواروں کے برابر شجاع سمجھتے ہیں تو مجھے اس نوجوان کے مقابلے میں بھیج کر میری شہرت خراب کرنا چاہتا ہے اور میرا سر نیچا کرتا ہے کسی

اور کو اس بچے سے جنگ کے لیے روانہ کر۔ عمر بن سعد بد نہاد نے کہا اے ازرق یہ اس قوم سے تعلق رکھتا ہے کہ جس کی ایک ایک فرد ہزار سواروں پر بھاری ہے اور خصوصًا یہ جوان۔ پسر حسن مجتبےٰ ہے۔ بنیرۂ حیدر کرار ہے اس کو شجاعت پیغمبر خدا سے ورثہ میں ملی ہے۔ یہ میدان جنگ میں مثل شیر ہے۔ جب عمر بن سعد ملعون نے اس کو مقابلہ کے لیے مجبور کیا تو وہ کہنے لگا کہ میرے چار فرزند ہیں اور ہر ایک دلیری و شجاعت میں منفرد ہے۔ آداب جنگ سے واقف ہے۔ میں اپنے بڑے بیٹے کو اس کے قتل کے لیے بھیجتا ہوں چنانچہ فرزند ازرق اسلحہ جنگ پہنے ہوئے، تلوار بدست حضرت قاسم بن حسنؑ کے سامنے آیا۔ اور اس نے آپ پر حملہ کیا۔ کتاب ریاض میں ہے فحمل علی القاسم یعنی کہ اس نے حضرت قاسمؑ پر تلوار سے حملہ کیا۔ جب حضرت قاسمؑ نے دیکھا کہ ایک سوار تلوار لیے مقابلہ کے لیے آ گیا اور اس نے تلوار کا وار کیا جس سے حضرت قاسمؑ کی سپر دو نیم ہو گئی اور آپ کا دست چپ بھی زخمی ہوا۔ اور حضرت قاسمؑ کے بھائی محمد نے دوسری سپر آپ کو دی آپ نے سپر لے کر ازرق شامی کے بیٹے پر تلوار سے حملہ کیا۔ اس ملعون نے دوبارہ چاہا کہ تلوار سے حملہ کرے لیکن حضرت قاسمؑ کے باطنی و روحانی اثرات کی وجہ سے اس ظالم کا گھوڑا زمین پر گر پڑا۔ اور اس ملعون کے پیر رکابوں میں پھنس گئے۔ فسقطت لامته وانکشفت هامة۔ کہ وہ ملعون سر کے بھل گرا۔ اس کے سر کے بال لمبے تھے حضرت قاسمؑ نے اپنے گھوڑے سے جھک کر اس کے بالوں کو پکڑا اور اس ظالم کو جکڑ دیا اور اُسے قتل کر دیا۔ اور اس کے بعد نعش کو ازرق کی طرف پھینک دیا۔ بعدہٗ اس کا

دوسرا بیٹا مقابلہ کے لیے نکلا۔ اُسے بھی آپ نے قتل کیا پھر اُس کا تیسرا بیٹا مقابلہ کی غرض سے میدان میں آیا آپ نے اسے بھی فی النار کیا۔ آخر میں ازرق کا چوتھا فرزند میدان میں آیا آپ نے اُسے بھی قتل کیا۔ اس وقت لشکر عمر ابن سعد آپ کی قوت و شجاعت بازو دیکھ کر محو حیرت ہو گیا۔

حضرت قاسمؑ کی ازرق شامی کے ساتھ جنگ اور اس کو قتل کرنا

جب ازرق کے چاروں فرزند قتل ہو چکے تو حضرت قاسم علیہ السلام نے یہ کر و فر رجز پڑھا۔

انی انا القاسم من نسل علی
نحن و بیت الله اولیٰ بالنبی

کہ میں قاسم ہوں اور نسل علی ابن ابی طالب سے ہوں خانہ خدا کی قسم ہم ہی سب سے اولیٰ ہیں۔ جب ازرق کے چاروں پسر تہہ تیغ ہو چکے تو وہ ناہنجار خیمہ میں گیا اور جنگی اسلحہ پہنا۔ تلوار کمر میں لگائی۔ گھوڑے پر سوار ہوا اور میدان قتال میں آیا۔ شیخ طریحی کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ حضرت قاسمؑ کے بازوؤں میں قدرے سستی و ناتوانی ہو گئی کیونکہ آپ نے پے در پے ازرق کے چاروں بیٹوں کو قتل کیا تھا۔ آپ تشنہ کام بھی تھے جس سے ناطاقتی اور بڑھ گئی تھی۔ چاہا کہ اپنے خیمہ کی طرف واپس ہوں کہ ازرق ملعون نے سر راہ آ کر مبارز طلبی کی۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ حضرت سید الشہداء علیہ السلام

نے جب دیکھا کہ ازرق شامی نے جناب قاسمؑ کو سرِ راہ روک لیا ہے اور مبارز طلب ہے تو آپ نے بارگاہ قاضی الحاجات میں دعا کے لیے ہاتھ بلند کیے اور عرض کیا کہ پروردگار قاسم کو فتح عطا کر۔ اس کی نصرت فرما۔ دعاءِ امام حسین علیہ السلام سے ملائکہ عظام میں ہلچل مچ گئی۔ اور ادھر خیمہ میں نو عروس فتح کامرانی قاسمؑ کے لیے دعاءِ امامؑ کے ساتھ ساتھ آمین کہہ رہی تھی۔ اُدھر ازرق شامی نے حضرت قاسمؑ پر نیزہ سے حملہ کیا۔ جس پر حضرت قاسمؑ نے آداب شجاعت کے ماتحت اپنے آپ کو نیزہ سے دور رکھا۔ جس پر ازرق بہت شرمندہ اور خشم گیں ہوا۔ لیکن اس کا نیزہ حضرت قاسمؑ کے گھوڑے کو لگا اور آپ پیادہ ہو گئے اور حضرت عباس علمدار نے ایک تازہ دم گھوڑا قاسمؑ کو پہنچایا۔ آپ گھوڑے پر سوار ہوئے۔ ازرق سے مقابلہ ہوا وہ کہنے لگا اے بچہ تو نے میرے چار فرزند تہہ تیغ کیے ہیں۔ اور اے قاسم یہ تلوار میرے بیٹے کی ہے جو تیرے ہاتھ میں ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے اس تلوار کو ہزار دینار میں خرید کیا تھا۔ حضرت قاسمؑ نے فرمایا کہ اب اس تلوار کا مزہ تو بھی چکھ لے گا۔ حضرت قاسمؑ نے اس سے کہا کہ اے ازرق تو نامی گرامی شجاع ترین شخص ہے آداب جنگ سے واقف ہے لیکن تو نے خیال نہ کیا کہ تیرے گھوڑے کا تنگ کسا ہوا نہیں ہے۔ یہ سن کر ازرق جھکا کہ تنگ کو دیکھے حضرت قاسمؑ نے اس کی کمر پر تلوار کا وار کیا اور وہ شق دو ہو کے اپنے مرکب سے گرا۔ اس طرح اس کے ٹکڑے ہوئے کہ برابر کے دو ٹکڑے پس جب کہ ازرق بدنہاد بھی قتل ہو چکا تو لشکر عمر ابن سعد نے شور و غل مچایا ہے۔

برآمد خروش از درونِ حرم ہم توأم آن گشت شادی و غم

اور ادھر فتح قاسمؑ سے خیام اہلحرم میں بھی شور و غل باندازِ مسرت ہوا۔ گویا شادی و غم باہم توام ہو گئے جناب قاسمؑ نے ازرق شامی کے گھوڑے کو دیکھا کہ اب زین خالی ہو گیا ہے اس کے مرکب پر سوار ہوئے اور اپنے مرکب کی لگام ایک ہاتھ سے تھامے ہوئے خیمہ میں واپس آئے اور پیاس کی شدت کا اظہار کیا۔ مگر پانی نہ تھا کہ جو امام حسینؑ قاسم کو پلاتے۔ کتاب منتخب میں ہے کہ قاسمؑ خیمۂ عروس میں گئے اور فرمایا الحمد للہ الذی ارانی وجھک قبل الموت۔ کہ شکر خدا ہے کہ میں نے مرنے سے پہلے پھر تمہارا چہرہ دیکھا۔ اور فرمایا کہ میں جو کچھ وصیت کر چکا ہوں اس پر نگاہ رکھنا۔

وصیتِ قاسمؑ با عروس۔

تو در حجلہ کہ باشں در انتظار زمیدان کنوں آمدت در کنار
زہر گم گریبانِ دل چاک کن زرخارہ خون از رُخم پاک کن
پس از مرگِ من اے مہ خاوری بسوئے تو عمم بپرسش گری
حضورش مکن بانگِ ماتم بلند دل و دیدہ زاشک دمادم مفید
پریشانِ مکن موی و مخراش روئی پیامم بعمّ گرامی بگوئے

یعنی کہ اے عروس تم حجلۂ عروسی میں میرا انتظار میں ہوں گی لیکن میں میدان سے کیوں کر آسکتا ہوں میری موت میں گریبان دل چاک کرنا اور اپنے رُخ سے رخساروں کا خون پاک کرنا اور میرے مرنے کے بعد سے اے مہ خاوری تم میرے چچا جان کی مزاج پرسی کرتی رہنا اور دیکھو ان کے سامنے ماتم میں آواز بلند نہ کرنا۔ دل اور آنکھوں سے اشک نہ برسانا۔ اپنے بال میرے غم میں پریشان نہ کرنا اور نہ رخساروں پہ طمانچہ لگانا۔ اور میرا پیام میرے عمّ محترم کو

پہنچا دینا۔

پیام قاسمؑ اپنے عمّ نامدار کے نام

کہ اے جان و دل از تو امیدوار — بپای تو جان کردم اینک نثار
تو بنگر کہ ایں کشتہ داماد تو است — تنش غرق خون دلش شاد تو است
بجز روی تو بسوی نداشت — بجز نزد تو رنگ و بوئے نداشت
کنوں آرزو آمدش در کنار — ہمہ کام او دادہ پروردگار
چہ گوئی پیامم بتیم گزیں — پر از اشک سازد عذار و جبیں
بمن چوں شود دیدہ اش خوں گراں — خدایا تو او را تسلّی نمائی
تبسّم کناں سوئے شہ کن نگاہ — بگو شوہرم کشت قربان شاہ

بزبان شاعر حضرت قاسمؑ اپنے عمّ نامدار سے فرماتے ہیں کہ جان و دل مجھے آپ سے امید ہے کیونکہ میں نے آپ کے قدموں پر اپنی جان قربان کی ہے۔ دیکھئے تو سہی اس مقتول کو کہ جو آپ کا داماد ہے اس کا بدن خون آلود ہے اور اس کا دل آپ سے خوش ہے۔ میں سوائے آپ کے کسی اور کی طرف رخ کرنے والا نہیں ہوں میرا مرکز امید آپ کی ذات اقدس ہے۔ اور بجز آپ کی نزدیکی میرا کوئی دوسرا آسرا نہیں ہے۔ جب میرے لیے وہ خون کے آنسو بہا رہی ہو تو خدایا اے عمو آپ اس کو تسلّی دیں عروس سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ مسکراتے ہوئے شاہ دین کی طرف نگاہ کر اور ان سے کہنا کہ میرا شوہر آپ پر قربان ہوگیا۔ وہ یتیم تھا اس کا باپ سر پر نہیں تھا بس اس کا تن خاک پر پڑا ہوا ہے۔

فَوَدَّعَهَا وخرج ورکب جوادہ وصمد معادہ۔ جب حضرت قاسمؑ وصیت تمام کر چکے تو عروس کا ہاتھ چھوڑ دیا با چشم گریاں خدا حافظ کہا۔ اور خیمہ سے باہر نکلے مرکب پر سوار ہوئے تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ مقتل میں شہیدوں سے ملحق ہو گئے اور قلب امام حسینؑ، مادر گرامیقدر اور عروس کے دل پر غم و اندوہ کا کوہ گراں گر پڑا۔ یالیتنی کنت معهم فنفوز فوزا عظیما۔

حضرت امام حسین علیہ السّلام اور محبتِ قاسمؑ ابن حسنؑ

قال العلامة فی الریاض نص جماعة من المهرة فی فن السیر والخبران قاسم بن حسن کان احب اولاد الحسن علیہ السلام الی عمه الحسین کما یستفاد من المنقولات۔

یعنی ارباب کتب سیر و خبر لکھتے ہیں کہ تمام منقولات سے یہ ہی واضح ہوتا ہے کہ اولاد امام حسن علیہ السّلام میں سے جناب قاسمؑ سے حضرت امام حسین علیہ السّلام زیادہ محبت فرماتے تھے۔ چنانچہ وقت رخصت حضرت قاسمؑ امام حسینؑ غش فرما گئے تھے۔ کسی اور عزیز کی رخصت کے وقت آپ کو غش نہیں آیا تھا۔ علامہ مجلسیؒ بحار میں فرماتے ہیں کہ فجعلا یبکیان حتی غشی علیهما کہ آپ اور قاسمؑ روتے روتے غش کر گئے۔ حضرت قاسمؑ سے امام حسینؑ کو زیادہ محبت اس لیے بھی تھی کہ آپ نے اپنی بیٹی فاطمہؑ کو حضرت قاسمؑ کی تزویج کے لیے مخصوص فرمایا تھا۔ جس کا مظاہرہ روز عاشوراء محرّم ہوا جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے

آپ کی محبت و لطف کا اندازہ اس چیز سے بھی ہوتا ہے کہ میدان قتال میں جب حضرت قاسمؑ کی سپر (ڈھال) ٹوٹ گئی تو امام حسینؑ نے بعجلت تمام ایک دوسری سپر قاسمؑ کو بھیج دی۔ اسی طرح جب حضرت قاسمؑ کا گھوڑا ازرق شامی کے نیزے سے زخمی ہو کر گر پڑا تو امام عالی مقام نے دوسرا مرکب قاسمؑ کے لیے بھیج دیا۔ اور جب حضرت قاسمؑ زخمی ہو کر گھوڑے سے گرے اور آپ نے امام عالی مقام کو مدد کے لیے پکارا۔ امام حسینؑ مقتل میں پہنچے اور جناب قاسمؑ کو اسی حالت میں اٹھا کر خیمہ میں لائے ہیں اور حضرت امام حسینؑ نے ان کو انگشتر (یعنی انگوٹھی) سے سیراب کیا ہے یہ تمام باتیں اس لیے تھیں کہ جناب قاسمؑ یتیم ہیں اور یتیم کے ساتھ ملاطفت کرنا۔ مہربانی کرنا خوشنودیٔ خدا کا موجب ہے جس وقت کہ آپ نے حضرت قاسمؑ کو انگشتری کے ذریعہ سیراب کیا ہے تو فرمایا اے نور دیدۂ قاسمؑ آب کوثر تمہارے قسمت میں ہے اور اب چند لمحوں بعد تمہارے بابا حسنؑ تم کو آب کوثر سے سیراب کریں گے۔ کتاب روضۃ الشہداء میں ہے کہ جب جناب قاسمؑ سیراب ہو چکے اور امام حسینؑ ان کو تسلی دے چکے تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ ادرك امك بنظرة ولقاء فانها كالمحترق فى فراقك۔ یعنی اے قاسمؑ اپنی والدہ گرامی ایک مرتبہ پھر ملو۔ ان کو دیکھو کہ تمہارے فراق و جدائی میں احتضار کی حالت تک پہنچ گئی ہیں۔ قاسمؑ ماں کی خدمت میں حاضر ہوئے سلام بجالائے اور مادر کو تسلی دی۔ عروس کو حوصلہ دیا۔ اور پھر مرکب پر سوار ہوئے اور دوبارہ مقتل میں پہنچے جب لشکریوں نے آپ کو دیکھا تو شور مچا کر کہنے لگے کہ قاتل ازرق آگیا ہے۔ طبل جنگ بجنے لگا۔ آپ نے اس حالت میں بھی ہمت کی کہ علم لشکر عمر ابن سعد کو خاک میں ملا دیں۔

اور قتال کرتے ہوئے سواروں اور پیادوں کی صفوں کو درہم برہم کیا۔ لیکن اسی حرب و ضرب میں جناب قاسم چار سو ہزار لشکریوں میں گھر گئے۔

حضرت قاسمؑ کی شہادت کے بارے میں اختلاف اور پائمالی قاسمؑ کی تحقیق

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ حضرت قاسمؑ لشکر عمر ابن سعد ملعون میں گھر گئے اور عمر ابن سعد لعین تک نہ پہنچ سکے کہ اس کو قتل کریں اور اس کے علم کو خاک میں ملائیں اس وقت کوفی و شامی لوگوں نے آپ کو قید کر لیا کیونکہ آپ میں طاقت جنگ نہ رہی تھی نہ اس گروہ سے باہر نکلنے کی کوئی راہ تھی صدائے قاسمؑ خیام امام حسینؑ تک پہنچی کہ یا عمّاہُ ادرکنی، اے چچا جان مدد کو آئیے۔ حضرت امام حسینؑ نے آواز سنی اور مرکب پر سوار ہو کر ذوالفقار بدست میدان کا رُخ کیا۔ آپ جناب قاسمؑ کی بالین پہنچے۔ ایک ظالم آپ کے سینہ پر سوار تھا کہ قاسمؑ کا سر جدا کرے آپ نے اس سے التماس کیا کہ اے ظالم میرے چچا آرہے ہیں میں ذرا اپنے چچا کو دیکھ لوں۔

محمد ابن شہر آشوب علیہ الرحمۃ مناقب میں لکھتے ہیں کہ جناب قاسم بن حسنؑ اپنے بھائی عبداللہ کی شہادت کے بعد میدان قتال تشریف لے گئے ہیں اور آپ نے یہ رجز پڑھا ہے کہ میں اولاد علی ابن ابی طالب سے ہوں میں سبط رسول خدا کا فرزند ہوں۔ جب مقابلہ شروع ہوا تو آپ عمر ابن سعد ملعون کی ضرب سے گھوڑے سے نیچے گرے۔ آپ نے آواز دی کہ عمّاہُ ادرکنی۔ امام حسینؑ

پہنچے۔ اور فرمایا کہ کسقدر گران ہے حسینؑ پر کہ تو زخمی پڑا ہے اور میں تیری آواز پر جلد نہ پہنچ سکا۔

شیخ صدوق علیہ الرحمۃ کتاب امالی میں تحریر فرماتے ہیں کہ لشکر عمر ابن سعد کے تین سوار حضرت قاسمؑ نے قتل کئے عالم ربانی، محقق صمدانی محمد بن محمد بن نعمان شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے کتاب ارشاد میں فرماتے ہیں کہ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں لشکر عمر بن سعد میں تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان مثل ماہ تاب طلوع کیا تلوار اس کے ہاتھ میں تھی۔ پیراہن زیب بدن کئے ہوئے اور ازار بند باندھے ہوئے نعلین پاء مبارک میں پہنے ہوئے تھا عمر ابن سعد ملعون نے نفیل ازدی سے یہ کہا کہ اس نوجوان پر حملہ کر۔ میں نے اس سے کہا کہ تو اس نوجوان کو قتل کرنا۔ کیوں چاہتا ہے اسے مت قتل کر۔ اسے چھوڑ دے یہ قوم بد شعار خدا سے نہیں ڈرتی ہے۔ حمید کہتا ہے کہ اس ظالم نے میری نصیحت کی کچھ پرواہ نہ کی اور بہ قسم کہا کہ میں اس کو ضرور قتل کروں گا۔ پھر اس ملعون نے حضرت قاسم علیہ السلام پر تلوار سے حملہ کیا اور تلوار آپ کے فرق مبارک پر پڑی۔ آپ گھوڑے پر سنبھل نہ سکے اور آواز دی کہ یا عماہ اور کہا اے چچا جان مدد کو آئیے۔ امام حسینؑ بڑی تیزی سے جناب قاسمؑ کے پاس پہنچے اور آپ نے عمر ابن سعد پر ذوالفقار سے وار کیا۔ اس نے ہاتھ سے روکنا چاہا کہ حضرت امام حسینؑ نے اس کا ہاتھ کہنی سے ہتھیلی تک قطع کر دیا اس بدنہاد نے شور و غل مچایا اور اس کے لشکری حمایت کے لیے جمع ہو گئے۔ اور عمر بن سعد کو لے گئے جب گرد و غبار ختم ہوا تو حضرت امام حسینؑ کو قاسم کے سرہانے کھڑا دیکھا اور حضرت قاسم خاک و خون میں غلطاں پڑے تھے پس حضرت امام حسینؑ نے لاش قاسم کو اٹھایا اور اپنے سینہ

سے لگا کر خیمہ میں لائے۔ اس وقت جناب قاسم کے پیر زمین پر خط دے رہے تھے اور امام حسینؑ نے قاسمؑ کی لاش حضرت علی اکبر کی لاش کے نزدیک رکھ دی واضح رہے کہ کلام مفید خلاصہ روایت علامہ مجلسیؒ ہے جو بحار میں مذکور ہے اور راوی بھی حمید بن مسلم ہے اور یہ طے شدہ امر ہے کہ مرحوم مجلسیؒ نے اس روایت کو کتاب الارشاد مفید علیہ الرحمۃ سے نقل کیا ہے۔ البتہ بعض عبارت روایت کے بارے تصرف کیا ہے وہ یہ کہ حضرت قاسمؑ کی لاش کا گھوڑوں کے سموں تلے پائمال ہونے کو سمجھا ہے نہ کہ یہ کہ عمر بن سعد حضرت قاسمؑ کا قاتل ہے۔ اور آپ کے اس تصرف پر علامہ قزوینی صاحب کتاب الریاض نے اعتراض کرتے ہوئے فرمایا ہے اور حق و انصاف یہی ہے کہ قاسم گھوڑے کے سموں سے پائمال ہوا ہے نہ کہ جناب قاتل ہذا تھہ۔ اور یہ تینوں ضمیریں بحالت مفعولی قاتل کی طرف راجع نہیں ہیں جو کہ ہیں کہ لیستنفد وہ فاستقبلہ وطانہ چنانچہ علامہ مجلسیؒ نے یہ ضمائر ثلاثہ مفعولیہ غلام (لڑکا) یعنی جناب قاسمؑ کی طرف راجع ہیں نہ کہ عمر بن سعد کی طرف اور ان ضمیروں کا قاتل کی طرف راجع ہونا صاف صریح نہیں ہے۔ علاوہ ازیں عبارت شیخ مفیدؒ تنہا لفظ مات ہے جب کہ علامہ مجلسیؒ نے مات الغلام لکھا ہے۔ اور لفظ غلام بعد از مات زائد ہے اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ شاید کاتب نے اضافہ کیا ہے تو اس کے بارے میں یہ عرض ہے کہ ایسا نہیں ہے یعنی کاتب نے اضافہ نہیں کیا ہے علامہ مجلسیؒ نے عمداً اس لفظ کا اضافہ کیا ہے جیسا کہ جلاء العیون فارسی میں اس کی صراحت موجود ہے۔ علامہ فرماتے ہیں کہ اہل نفاق (لشکر عمر ابن سعد کے سوار وغیرہ) جمع ہوئے کہ حضرت قاسمؑ کے قاتل ملعون کو امام حسینؑ کے ہاتھ سے چھڑایا جائے

پس ان لوگوں نے جنگ شروع کر دی ۔ اور وہ ملعون قتل ہو گیا ۔ اور حضرت قاسمؑ کا جسد مبارک ۔ دشمنوں کے گھوڑوں کے سم تلے آکر پائمال ہو گیا ۔ اور جب حضرت امام حسینؑ مجمع منتشر ہو جانے کے بعد لاش قاسمؑ پر پہنچے ہیں تو آپ نے دیکھا کہ وَهُوَ يفحص برجليه ۔ دست و پاء پائمال ہو گئے ہیں اور روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی ہے ۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے قاسمؑ تیرا غم بہت زیادہ ہے اس لیے کہ تو نے مجھے اپنی بالیں پر بلایا اور میں بوقت نہ پہنچ سکا ۔ الخ جو کچھ کہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

مؤلف کہتے ہیں کہ اگر حتّٰی مات الغلام صحیح مان لیا جائے تو یفحص برجلیہ کا کیا مطلب ہے معنیٰ کہ اگر جسد غلام سے مراد ۔ جسد قاسمؑ جو پائمال قاسم اسپاں ہوا ہے اور قاسمؑ قتل ہوئے ہیں علاوہ ازیں فرماتے ہیں کہ جیسے گرد و غبار چھٹ گیا تو امام حسینؑ جناب قاسمؑ کی لاش پر پہنچے دیکھا کہ دست و پاء قاسمؑ ناشاد پائمال ہو چکے ہیں اور ان کی روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر چکی ہے اس کے کیا معنیٰ ہیں ، پھر مات الغلام بعد یفحص برجلیہ کے کوئی معنیٰ نہیں نکلتے حاصل کلام یہ ہے کہ اس عبارت میں غور و خوض کی ضرورت ہے اور لہوف میں عبارت روایت مرحوم سید ۔ شیخ مفید کی روایت سے مطابقت رکھتی ہے ۔ مرحوم سید نے بعوض حتّٰی مات حتّٰی ہلک فرمایا ہے ۔ اور یہ لفظ ہلک ظاہر کرتا ہے کہ قاتل ہلاکت کو پہنچ گیا تھا ۔ اور اہل دین و ایمان میں لفظ ہلاک اس معنی میں استعمال نہیں کرتے ہیں تمام صاحبان مقاتل نے علامہ مجلسی کی ہی روایت کے پیش نظر لکھا ہے کہ حضرت قاسم کا بدن پائمال ہو گیا تھا ۔ پس جب امام حسین علیہ السلام نے آپ

کی لاش کو زمین سے اٹھایا تو نہ سالم اٹھا سکے اور نہ ہی لاشہ کو سینہ سے لگا سکے تو لاش قاسمؑ پائمال تھی ۔ بعض اہل روایت یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت قاسمؑ خیمہ تک اس حالت میں پہنچے ہیں کہ آپ میں رمق جان باقی تھی چنانچہ شیخ فخر الدین کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام حسینؑ قاسمؑ کو خیمہ میں لائے ہیں تو وبہ رمق ففتح عينيه فجعل يكلمه ۔ آپ کی خیمہ میں پہنچنے پر دونوں آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور جناب قاسمؑ نے چچا، چچی صاحبہ اور مادر گرامیقدر کی طرف نگاہ کی ۔ سب اہلحرم کھڑے تھے ۔ بعض بیٹھے ہوئے تھے اور بعض رو رہے تھے شاعر بزبان حال تاثرات غم امام حسینؑ پیش کرتا ہے ۔ ؎

چو قاسمؑ عمو را ببالیں بدید — بروئیش نظر کرد و آھی کشید
بگفت عمو جان فدا رست — کنم جان بقربانی مقدمست
مرا آنچہ بُد آرزو یافتم — چہ گویم کہ سوئے کہ بشتافتم
بگفت این و آن دم ہمی جان سپرد — بجانان ہمہ دل گفت و مُرد
ز درگاہ دارندہ نشاتین — ندائی کہ صبراً لک یا حسینؑ
میانہ دو کشتہ امام امم — نشستہ ہمی بعد باررد و غم
یکی کشتۂ قاسمؑ نا امید — یکی نعش اکبرؑ جوان رشید

جب قاسمؑ نے اپنی بالیں پر اپنے نامدار حسین مظلوم کو دیکھا ۔ تو آپ کے چہرہ پر نظر کی اور آہ کھینچی ۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے قاسم میں تم پر قربان تم نے اپنی جان قربان کرنے میں سبقت کی میری اس آرزو کا کیا علاج ہو سکتا ہے سوائے اس کے کہ میں جلد اپنی جگہ پہنچ جاؤں یعنی میں بھی شہید ہو جاؤں ۔ آپ نے یہ

فرمایا ہی تھا کہ حضرت قاسمؑ اپنی جان جان آفریں کو سپرد کریں کہ اپنی عروس سے رازِ دل کہا اور روح نے جنت کو پرواز کی اس وقت ندائے غیبی آئی کہ اے حسینؑ صبر کرو۔ اب امام حسین علیہ السّلام دو کشتوں یعنی لاشوں کے درمیان کھڑے ہوئے تھے۔ غم و اندوہ چھایا ہوا تھا۔ ایک لاشِ قاسم گلگوں قبا کی تھی اور دوسری لاش اکبرؑ جوان کی تھی۔ امام حسین کبھی لاشِ اکبر پر روتے اور کبھی لاش قاسمؑ پر روتے تھے جناب زینبؑ خاتون نے فرمایا کہ اے بھائی تمہاری بیٹی فاطمہؑ اپنے شوہر کے لیے پسِ خیمہ بیٹھی رو رہی ہے امام حسینؑ بادلِ حسرت بیٹی کے پاس گئے دیکھا کہ وہ بیٹھی ہوئی رو رہی ہے۔ ؎

بغلطید بر خاک گریان عروس
خروشید بر پائی اُدو او بوس

عروس پسرِ گرد و خاک پڑی ہوئی گریاں کناں۔ امام حسینؑ کے پاؤں مبارک سے لپٹ کر بین کرنے لگی۔ امام حسینؑ نے اس بیکس بیٹی کو اپنی آغوش میں لیا اور تلقین صبر کی خدایا۔ خدایا بحرمتِ محمدؐ و آلِ محمدؐ صلوات اللہ علیہم اجمعین تمام مومنین یا ممکین کی حاجات اور میری حاجات بر لا۔ تو ہی قاضی الحاجات ہے اور تیرے مقرب بندے محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السّلام قبولیت دعا کے لیے وسیلہ ہیں۔

شہادت عبداللہ اکبر بن الحسن مجتبےٰ علیہ السّلام

جب بساطِ عیش عروسیٔ قاسم الٹ گئی اور جناب قاسمؑ شہید ہو گئے تو عبداللہ ابن الحسن علیہ السّلام کفن پہنے ہوئے۔ شمشیر کھینچے ہوئے خیمہ سے برآمد ہوئے۔ اور خدمت امام حسین علیہ السّلام میں آئے آپ خوبرو جوان تھے۔

آپ کی والدۂ ماجدہ رباب خاتون تھیں۔ رباب خاتون پہلے امراء القیس بن عدی اوس شاعر زوجیت میں تھیں پھر انہیں امام حسنؑ کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا اور حضرت امام حسین علیہ السّلام کی زوجہ محترمہ امراء القیس کی دختر تھیں ان کا نام رباب تھا اور یہ سکینہ خاتون کی مادر گرامی بھی تھیں عبداللہ بن الحسن، عبداللہ اکبر کے نام سے مشہور تھے وقت وفات امام حسن علیہ السّلام نے آپ کی تیرہ اولاد تھی اور ان میں دو بیٹوں کے نام عبداللہ تھے اسی لیے اس عبداللہ کو جو بطن رباب سے تھے عبداللہ اکبر کہتے ہیں ان کی عمر روز عاشوراء ستّرہ سال کی تھی۔ اور عبداللہ اصغر کی عمر گیارہ سال کی تھی کہ جو کربلا میں شہید ہوئے عبداللہ اکبر میدانِ کارزار میں گئے۔ علامہ مجلسیؒ بحار میں اور ابوالفرج اپنے مقتل میں اور ابن شہر آشوب مناقب میں اور مرحوم سید اپنی کتاب لہوف میں اور ابوالفتوح۔ ترجمہ معین الدین و روضۃ الشہداء میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ جوان تھے اور حسن و جمال میں ان کا کوئی نظیر نہ تھا۔ جب آپ نے حضرت امام حسینؑ سے اذان جہاد مانگا تو امام مظلوم نے فرمایا کہ اے عبداللہ تم میرے بھائی حسنؑ مجتبےٰ کی نشانی ہو اور تم مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہو۔ لیکن جب عبداللہ اکبر نے امام مظلوم کو ان کے جد نامدار کی قسم دلائی تو امام حسینؑ نے اذان جہاد دیا۔ میدان میں تشریف لائے اور رجز پڑھا جس کا مفہوم یہ ہے کہ میرے جد نامدار خواجۂ ہر دو سرا ہیں یعنی کائنات میں افضل اعلیٰ و بزرگ ہیں اور میرے دادا علی مرتضیٰ ہیں جو ولی کردگار ہیں اور میرے پدر عالیقدر حسنؑ مجتبےٰ ہیں جو گلشن زہرا کا سدا بہار پھول ہیں اپنے عم محترم کے دشمن پر تیغ کھینچوں گا جب تک کہ میرا دم باقی ہے رجز کے بعد آپ نے تلوار کھینچی اور مبارز طلبی کی۔ علامہ مجلسیؒ بحار میں فرماتے ہیں کہ آپ نے ملاعین میں سے چار نفر واصل

جہنم کئے روضۃ الشہداء میں ہے کہ اس وقت پانچ ہزار لشکریوں نے آپ کو اپنے گھیرے میں لے لیا جب حضرت عباس علیہ السّلام نے ان کو نرغۂ اعداء میں محصور دیکھا تو اپنا علم عون بن علیؑ کو دے کر عبداللہ کی مدد کے لیے پہنچے۔ عبداللہ اکبر زخمی حالت میں خیمہ کی طرف چلے اور آپ کی حفاظت آپ کے چچا صاحبان کر رہے تھے۔ آپ اپنے گھوڑے پر زخمی حالت میں سوار تھے کہ ایک ملعون نے جو چھپا ہوا بیٹھا تھا۔ اور تلوار سے حملہ کیا۔ آپ گھوڑے سے زمین پر گرے۔ حضرت عباسؑ کو آواز دی کہ چچا جان سلام آخر قبول ہو۔ حضرت عباسؑ نے اوّلاً ان کے قاتل پر ضرب لگائی اور وہ ملعون فی النّار ہو گیا لاش جناب عبداللہ اکبر کو خیمہ میں لائے مخدرات نے ماتم کیا۔ امام حسینؑ نے سب کو صبر کی تلقین کی

شہادت احمد بن الحسن علیہ السّلام

جناب عبداللہ اکبر کی شہادت کے بعد آپ کے بھائی احمد بن الحسن عازم میدان جہاد ہوئے آپ امام حسین علیہ السّلام کی خدمت میں آئے اور اذن طلب کیا۔ امام حسینؑ اور اہل حرم نے اجازت دی۔ اور رخصت کیا میدان جہاد میں آئے اور رجز پڑھا۔ اور مقابلہ شروع کیا یہاں تک کہ اسّی ملاعین کو جہنم رسید کیا ابو مخنف کہتے ہیں کہ قد غارت عیناہ فی ام راسہ من شدۃ العطش۔ یعنی کہ آپ کی بینائی شدت پیاس کی وجہ سے جاتی رہی تھی اور جنگ کرنے کی طاقت و توانائی بھی نہیں رہی تھی۔ فنادی یا عماہ ھل من شربۃ من الماء ابرد بھا کبدی۔ یعنی اے چچا جان یا ممکن ہے کہ ایک گھونٹ پانی پینے کو ملجائے۔ جگر جل رہا ہے۔ امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے

فرزند صبر کرو تم عنقریب اپنے جد سے ملو گے تو وہ تم کو سیراب کریں گے جناب احمد بن حسنؑ نے پھر تلوار کھینچی اور لشکر دشمن کے پچاس آدمی تہہ تیغ کئے۔ آپ جوش وغا میں رجز پڑھتے جاتے تھے اور دشمنوں کو قتل کرتے تھے۔ ابو مخنف کہتے ہیں کہ فقتل منھم ستون رجلاً کہ آپ نے لشکر عمر بن سعد کے ساٹھ آدمی قتل کئے۔ آپ نے تین حملے کئے اور آپ کے کشتوں کی تعداد نوّے تک ہے لیکن کب تک حملہ کرتے۔ پیاس کی شدت نے ناتواں کر دیا۔ تاب و توانائی نہ رہی۔ جب کوفیوں نے یہ حالت دیکھی مل کر حملہ کیا اور آپ زخمی حالت میں گھوڑے سے زمین پر گرے دشمنوں نے آپ کے جسم مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور روح عالم قدس کو پرواز کر گئی۔

ابو بکر بن الحسنؑ جب احمد بن الحسنؑ نرغۂ اعداء میں گھر گئے اور آپ نے امام حسینؑ کو پکار رہے تو اس وقت ابو بکر بن الحسنؑ ان حمایت کے لیے میدان جنگ میں پہنچے مگر اس وقت احمد بن الحسنؑ زخمی ہو کر گھوڑے سے زمین پر تشریف لا چکے تھے اور ظالموں نے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ مقابلہ کیا اور آپ بھی شہید ہو گئے۔ علامہ مجلسیؒ کتاب بحار میں فرماتے ہیں کہ جس ملعون نے آپ کو شہید کیا اس کا نام عبداللہ غنوی تھا۔ اس ملعون نے ان کو بڑی بیدردی سے شہید کیا۔ ملاعین نے ستائیس جوانوں کو جو اولاد علیؑ و فاطمہؑ سے تھے شہید کیا ہے۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

احوال حسن مثنّٰی بن الحسن علیہ السّلام

آپ حضرت امام حسن علیہ السّلام کے فرزند ہیں۔ آپ کی ماں کا نام خولہ تھا۔

آپ واقعۂ کربلا سے پہلے والیٔ صدقاتِ حضرت امیرالمؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام تھے آپ حسنؑ خصال، محمدؐ شعار، حیدرؑ وقار تھے۔ خداوند عالم نے پسندیدہ خصلتوں سے آپ کو نوازا تھا۔ امین و صادق تھے۔ عمدۃ المطالب میں ہے کہ مادر جناب حسن مثنیٰ دختر منظور بن ریان بن سیار بن عمر بن جابر بن عقیل بن سبی بن مازن بن فزار بن ربان تھیں یہ معظمہ امام حسنؑ کے عقد میں آنے سے قبل محمد بن طلحہ بن عبیداللہ کے عقد میں تھیں چنانچہ محمد بن طلحہ جنگ جمل میں شہید ہو گئے۔ خولہ دختر منظور بیوہ ہو گئیں۔ تو پھر آپ کا عقد امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے ہو گیا۔ آپ عفت و حیا و شرم میں یکتائے روزگار تھیں۔

صاحب عمدۃ البیان فرماتے ہیں کہ جب خولہ کا عقد امام حسنؑ سے ہوا تو ان کے والد کو خبر نہیں ہوتی تھی بعد ازاں منظور پدر خولہ ناراض ہوا اور اس نے طائفہ عرب کو جمع کیا اور ان کے ہمراہ مدینہ پہنچا۔ اور مسجد نبویؐ کے صدر دروازے پر پہنچ کر علم مخاصمت نصب کر دیا۔ اور اس نے لوگوں کے سامنے شور مچا کر اپنی بیٹی کے عقد کا ذکر کیا جب اس شور و غل کی آواز حضرت امام حسن علیہ السلام نے سنی تو آپ نے فتنہ و فساد کو روکنے کے لیے اپنے خادموں کو حکم دیا کہ خولہ کو ہودج میں بٹھا کر اس کے والد کی خدمت میں آداب و تسلیم بجا لانے کے لیے لے جاؤ۔ منظور والد خولہ اس سے خوش ہوا اور اپنی بیٹی کو اپنے ہمراہ لے گیا۔ مگر خولہ حضرت امام حسنؑ کے پاس سے نہیں جانا چاہتی تھی وہ پریشان رہی۔ اس نے اپنے والد کو اپنی محمل کے نزدیک بلایا اور کہا اے پدر عالیقدر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم پسر حضرت رسول خداؐ، نور دیدۂ علیؑ و فاطمہؑ یعنی امام حسنؑ کو دامادی کے لیے پسند نہیں کرتے۔ سوچا کیا اس سے بلند و بالا کوئی اور ہے۔ ہر حیثیت سے یہ خاندان تمام عالم میں برگزیدہ ہے۔ اس نے کہا کہ

بے شک تو حسنؑ مجتبیٰ کو پسند کرتی ہے کیا وہ بھی تجھے دوست رکھتے ہیں اگر ایسا ہے تو وہ کسی عزیز کو بھیجیں یا خود تشریف لائیں۔ چنانچہ جب خولہ کا ہودج نخلستان مدینہ سے گزرا تو اسی وقت امام حسنؑ و امام حسینؑ اور عبداللہ بن جعفر بھی وہاں پہنچ گئے۔ امام حسن علیہ السلام بعلم امامت جانتے تھے کہ خولہ کا والد اپنے فعل پر نادم ہو گیا ہے لہٰذا آپ نے اس کے پاس حضرت امام حسینؑ اور عبداللہ جعفر کو بھیجا جو کہ خولہ کے عقب میں روانہ ہوئے اور جب خولہ کے باپ کو ان کی آمد کی خبر ہوئی اور اس نے یہ دیکھا کہ حضرت حسنؑ مجتبیٰ نے صبر و تحمل سے کام لیا ہے اسی اثناء میں حضرت امام حسنؑ بھی پہنچ گئے۔ تو منظور والد خولہ نے آپ سے معذرت کی۔ اور کہا کہ میں آپ پر قربان۔ میری دختر آپ کی کنیز ہے اور خانوادۂ عصمت و طہارت میں کنیزی کا شرف بڑی چیز ہے۔ بروایت ابن شہر آشوب منظور نے عرض کیا کہ میں نے اس خیال سے کہ آپ طلاق نہ دیں ایسا کیا تھا ورنہ آپ اکرم النّاس بیتًا و اشرف العرب نفسًا ہیں۔ اور مجھے فخر ہے کہ آپ ایسا کریم النفس انسان میرا داماد ہے فاعطاہ ایاھا فرد بھا الی المدینہ پس خولہ کے والد منظور نے کجاوہ ملازمان حضرت حسن مجتبیٰ علیہ السّلام کی سپرد کی۔ خولہ دو مرتبہ امام حسن علیہ السّلام کے گھر منتقل ہوئی۔ فولد منھا الحسن بن الحسن یعنی کہ خولہ سے حسن مثنیٰ پیدا ہوئے اور جب آپ سن رُشد کو پہنچے تو امام حسن علیہ السّلام نے ان کو تقویٰ و پرہیزگاری، دیانتداری اور کفایت شعاری کی تعلیم و تربیت دی۔ حضرت امام حسینؑ نے فاطمہ نامی لڑکی کا عقد حسن مثنیٰ کے ساتھ کیا اور آپ امام حسینؑ کے ساتھ کربلا آئے۔ اور اپنے بھائیوں کی شہادت کے بعد خود بھی جان نثاری کے لیے عازم میدان قتال ہوئے۔ آپ کی جنگ کے حالات کتب مقاتل میں نہیں ملتے۔ علامہ مجلسیؒ، ابن شہر آشوب اور صاحب عمدۃ المطالب

اور سید مرحوم لکھتے ہیں کہ حسن مثنیٰؑ واقعہ کربلا میں اپنی ذات سے یاوری کی ہے اور اپنے عم محترم امام حسینؑ کے ساتھ جہاد میں شریک رہے ہیں۔ مؤلف کے والد مرحوم اپنی کتاب ریاض الاحزان میں فرماتے ہیں کہ حسن مثنیٰؑ نے سترہ نجیث لوگوں کو جو لشکر عمر بن سعد میں سے تھے قتل کیا اور اٹھارہ کو زخمی کیا، اور سید اپنی کتاب لہوف میں لکھتے ہیں کہ حسن مثنیٰؑ زخموں کی وجہ سے ضعف محسوس کرنے لگے اور توانائی جواب دے گئی تو آپ پہلو کے بل زمین پر گرے اور لاشوں کے درمیان مدہوش ہو گئے صاحب عمدۃ المطالب لکھتے ہیں کہ لشکر عمر بن سعد نے جب شہیدوں کے سر کاٹنے چاہے تو حسن مثنیٰؑ کے نزدیک پہنچے دیکھا کہ ابھی رمق جان باقی ہے۔ لوگوں نے عمر ابن سعد کو خبر کی کہ حسن علیہ السلام کے بڑے فرزند حسن مثنیٰؑ زخمی حالت میں لاشوں کے درمیان پڑے ہیں اور ابھی زندہ ہیں۔ ہم ان کے ساتھ کیا سلوک کریں۔ اسماء بن خارجہ بن عقبہ بن عصیرہ بن حذیفہ بن بدر الفزاری جو کہ بلقب ابی حسان مشہور تھا۔ اس وقت عمر ابن سعد کے پاس موجود تھا اس نے کہا اے امیر یعنی اے عمر ابن سعد حسن بن حسنؑ میری بہن کا فرزند ہے۔ اس کی ماں میرے قبیلہ کی ہے حسن مثنیٰؑ کو بخش دے۔ عمر ابن سعد نے قبول کیا اور جان بخشی کر دی بحار میں ہے جب کہ اسماء حسن مثنیٰؑ کے لیے واسطہ بنا اور عمر بن سعد نے اس کی سفارش پہ جان بخشی کر دی۔ تو اس نے کہا کہ خدا کی پناہ پسر خولہ کہ جو میرا ہمشیر زادہ ہے اس کی طرف کوئی شخص دست ظلم نہ بڑھا سکا واحسرتا کسی نے یہ نہ کہا کہ علی اکبرؑ میرا ہم قبیلہ ہے اس کا سر جدا نہ کر حاصل کلام یہ ہے کہ صاحب عمدہ المطالب لکھتے ہیں کہ ابی حسان نے عمر بن سعد سے کہا کہ تو حسن مثنیٰؑ کو میری سپرد کر دے میں اس کو کوفہ لیجاؤں گا اور ابن زیاد سے اس کی جان بخشی کراؤں گا چنانچہ حسان ان کو زخمی حالت میں اپنے خیمہ

میں لے آیا۔ علامہ مجلسیؒ لکھتے ہیں کہ آپ بہت زیادہ زخمی ہو گئے تھے۔ جس وقت حسن مثنیٰؑ میدان جنگ میں گئے ہیں تو آپ کے تمام چچا زندہ تھے لیکن جب ابی حسان ان کو کوفہ لے گیا اور آپ ہوش میں آئے اور آنکھ کھولی تو دیکھا کہ نہ عم محترم حسینؑ ہیں اور نہ کوئی دوسرے چچا موجود ہیں۔ لوگوں سے دریافت کیا تو ان کو معلوم ہوا کہ سب شہید ہو گئے۔ اور ان کے سرہاء مبارکہ کوفہ میں لائے گئے ہیں۔ جب ابی حسان نے ابن زیاد سے ان کی جان بخشی کی درخواست کی تو وہ بدنہاد کہنے لگا کہ ہمیں تو قتل حسینؑ ابن علیؑ سے غرض تھی وہ قتل کر دیئے گئے۔ حسن مثنیٰؑ تیری سپرد ہیں البتہ سر حسینؑ لایا جائے چنانچہ امام حسین کا سر مبارک طشت میں رکھ کر اس ملعون کو پیش کیا گیا اور اس ملعون نے آپ کے لبوں پر چھڑی ماری تتمہ احوال حسن مثنیٰؑ یہ ہے کہ حملہ اسیروں کے ساتھ شام گئے مدینہ واپس پہنچے تو مدینہ میں آپ کا انتقال ہوا ہے۔

بحار میں ہے کہ فاطمہ قبر حسن مثنیٰؑ پر رہنے لگیں اور قبر پر چادر ڈالی جو ہر سال بدلی جاتی تھی اسی اثناء میں فاطمہؑ کو آواز آئی کہ کہنے والا کہتا ہے کہ هل وجدوا ما فقدوا کیا گم شدہ کبھی ملا کرتا ہے۔ پھر ہاتف غیبی نے خود جواب دیا کہ بل آیسوا فانقلبوا پیدا نہیں کر سکتا بلکہ مایوس ہو جاتا ہے فاطمہ نے یہ آواز سنی تو اپنے خادموں کو حکم کوچ دیا اور مزار اقدس سے گھر چلی آئیں یہ فاطمہ وہی فاطمہؑ ہیں کہ جو کربلا میں نوعروس مشہور ہیں۔

خلاصہ و نتیجہ

شیخ محقق محمد بن شہر آشوب اپنی کتاب مناقب میں لکھتے ہیں کہ اولاد جناب امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی تعداد سولہ تھی۔ جس میں پندرہ فرزند اور ایک دختر ہے

فرزندان کی تفصیل یہ ہے کہ۔

(۱) عبداللہ، عمرو، قاسم، ان کی ماں اُم ولد تھیں۔ حسین الاثرم، حسن مثنیٰ وامہما خولہ بنت منظور تھی۔ عقیل، حسن، ان کی ماں بشریٰ بنت ابی مسعود الخزرجیہ تھیں۔ زید، عمرو۔ ان کی ماں ثقفیہ تھیں۔ عبدالرحمٰن ام ولد سے تھے۔ طلحہ ابوبکر ان کی ماں ام اسحٰق بنت طلحۃ التیمی تھیں۔ احمد، اسمٰعیل الحسن الاصغر اور ایک دختر اور ان کا نام ام الحسن تھا۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے اولاد امام حسنؑ کی تعداد، احمد بن الحسن کے علاوہ پندرہ تحریر کی ہے اور ابوالعباس عمدۃ المطالب میں لکھتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام کی اولاد سولہ تھی جن میں پانچ دختر اور گیارہ فرزند تھے جن کی تفصیل یہ ہے کہ۔

(۱) زید۔	(۲) حسن مثنیٰ۔
(۳) حسینؑ۔	(۴) طلحہ۔
(۵) اسمٰعیل۔	(۶) عبداللہ۔
(۷) حمزہ۔	(۸) یعقوب۔
(۹) عبدالرحمٰن۔	(۱۰) ابوبکر۔
(۱۱) عمرو۔	

دختران۔

(۱) ام الحسین (۲) رملہ (۳) ام الحسن (۴) فاطمہ (۵) ام سلمہ جاراللہ الکبیر ملخص کشف الغمہ کی رُو سے بھی امام حسنؑ کی اولاد کی تعداد پندرہ ہے حسن وزید۔ عمر، حسین، عبداللہ، اسمٰعیل و عبداللہ محمد و یعقوب، و جعفر طلحہ، حمزہ، ابوبکر، قاسم،

ان سب کے اولاد نہیں تھی البتہ حسن مثنیٰ اور زید سے آپ کی نسل چلی ہے۔

دختر۔ ام الحسن، فاطمہ، (جو حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی والدہ تھیں) واُم الحسینؑ، اُم عبداللہ، فاطمہ، ام سلمہ، رقیہ۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

فرزندان حضرت امیر المومنین علی علیہ السّلام کی جنگ اور شہادت

جب روز عاشوراء سب یاور وانصار شہید ہو گئے اور امام حسینؑ کے بھائیوں کے سوا کوئی اور باقی نہ رہا تو بعد شہادت فرزندان امام حسن علیہ السلام برادران امام حسینؑ کی نوبت آئی اور اولاد علی مرتضیٰ نے میدان قتال جانا شروع کیا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ ابوبکر بن علیؑ علامہ مجلسیؒ بحار میں تحریر فرماتے ہیں کہ

ثم تقدم اخوۃ الحسین عازمون علی ان یموتوا دونہ۔

یعنی پھر فرزندان علی ولی عازم میدان قتال ہوئے۔ فاوّل من خرج منھم ابوبکر بن علی علیہ السلام یعنی کہ فرزندان امیر المومنین میں سب سے پہلے آپ کے بیٹے ابوبکر میدان قتال میں گئے ان کا نام عبیداللہ تھا۔ شیخ ابوعلی رجال میں فرماتے ہیں کہ ان کی ماں لیلیٰ دختر مسعود بن خالد دارمیہ تھیں اور آپ کے خالو ابوالاسود دوئلی تھے۔ مختصر یہ ہے کہ اس شیر شبیہ حیدر کرار نے امام حسین علیہ السلام سے اذان جہاد طلب کیا روضۃ الشہداء میں ہے کہ اے بھائیو تم ایک ایک کر کے رخصت ہو رہے ہو اور مجھے تنہا چھوڑے جاتے ہو۔ ابوبکر بن علیؑ نے عرض کیا اے بھائی جان ہم پر یہ شاق ہے کہ ہم آپ کو اس بیکسی کے عالم میں دیکھیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا اے بھائی جاؤ اور ہم بھی عنقریب پہنچنے والے ہیں۔ آپ میدان قتال میں آئے اور رجز پڑھا کہ۔

شیخی علی ذوالفخار الاطول   من هاشم الصدق الکریم المفضل
هذا حسین بن النبی المرسل   عنه نحامی بالحسام المصقل
نفدیه من اخ مبجل

یعنی کہ ہمارے پدر عالیقدر علیؑ ہیں جو صاحب عزّ و افتخار ہیں اور ہم آل ہاشم ہیں جو صاحب صدق و صفا ہیں فضل و کرم والے ہیں۔ اور یہ حسینؑ نبی مرسلؐ کے نواسہ ہیں اور ہم ان کے حامی و مددگار ہیں۔ اور صیقل شدہ تلوار سے ہم ان کی نصرت و یاوری کریں گے دشمنوں کو تہہ تیغ کریں گے۔ حسینؑ ہمارے بھائی ہیں۔ اختر آسمان دین ہیں۔ قبلۂ عالم ہیں۔ گلبن باغ مصطفےٰ ہیں۔ چشم و چراغ زہراؑ ہیں، صادقوں کے امام ہیں متقیوں کے رہبر ہیں۔ ہم تو ان کے خادم ہیں اور کفن پوش میدان قتال میں آئے ہیں اے بیدینو، اے سنگ دلو تم حسینؑ کو کیوں قتل کرنا چاہتے ہو۔ رجز پڑھنے کے بعد تلوار غلاف سے نکالی کالليث القسور بل کانه الحیدر۔ اور مثل حیدر کرار حملہ کیا۔ اور قلب لشکر میں پہنچے فلم یزل یقاتل اور لشکر کے لوگوں کو مثل برگ خزان زمین قتل پر ڈھیر لگا دیئے آخر کار دشمنوں نے ہجوم کیا اور آپ پر تلواریں پڑنے لگیں۔ بروایتے حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام کے ابوالفرج نقل کرتے ہیں کہ اہل ہمدان میں سے ایک ملعون نے آپ کو ایک ضرب کاری لگائی اور آپ گھوڑے سے زمین پر گرے علامہ مجلسیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اس ملعون کا نام عبداللہ بن عقبہ غنوی تھا۔ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ کا قاتل زجر بن البحر تھا۔ مدائنی نقل کرتے ہیں کہ آپ

کا جسم مبارک گھوڑوں کی ٹاپوں سے چور چور ہو گیا تھا حضرت عباس علمدار نے بھائی کی شہادت پر گریہ فرمایا۔

مجلسی علیہ الرحمۃ بحار میں فرماتے ہیں کہ نام ابوبکر بن علی۔ عبیداللہ تھا۔ شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں ابوبکر اور عبیداللہ دونوں فرزندان علی ابن ابی طالبؑ تھے۔ اور دونوں کی ماں لیلیٰ بنت مسعود الثقفیہ تھیں لیکن مؤلف کتاب کے والد بزرگوار فرماتے ہیں کہ تحقیق یہ ہے کہ ابوبکر اور عبیداللہ دو نوں بھائی تھے دونوں فرزندان علی علیہ السّلام ہیں ابوبکر روز عاشورا کربلا میں شہید ہوئے اور عبیداللہ بزمانہ مختار علیہ الرحمۃ قتل ہوئے ہیں۔

عمر بن علی علیہ السلام

علامہ مجلسیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ بعد از شہادت عبیداللہ بن علیؑ عمر بن علیؑ نے امام حسینؑ سے اذان جہاد حاصل کیا۔ اور اپنے بھائیؑ کے قاتل کو طلب کرنے کے لیے میدان قتال میں پہنچے۔ رجز پڑھا ہے

اضربکم ولا اری فیکم زجر   ذاک الشقی بالنبی قد کفر
یا زجر تدانی من عمر   لعلک الیوم تبوء من سقر
شر مکان فی حریق وسعر   لانک الجاحد یا شر البشر

زجر جو کہ آپ کے بھائیؑ کا قاتل تھا لشکر عمر بن سعد میں موجود تھا۔ اگر آپ اس کو دیکھ کر اس کے قتل کرنے کے لیے نہ جاتے تو لوگ بزدلی سمجھتے۔ لہٰذا آپ نے گھوڑے کو اس کی طرف جولان کیا نزدیک پہنچ کر فرمایا کہ تو ہی میرے بھائیؑ کا قاتل ہے۔ پھر آپ نے نعرہ علی لگایا اور اس بیدین پر حملہ کیا۔ اس کے گلہ پر تلوار لگائی اور وہ اس دم جہنم کو روانہ کیا۔ یہ دیکھ کر ہجوم لشکر نے آپ پر

حملہ کیا۔ لیکن آپ نے شیرانہ قتال کیا۔ آخر کار تشنگی غالب ہوئی قوت جواب دینے لگی۔ ہجوم لشکر نے ایسی ضرب کاری لگائی کہ آپ گھوڑے پر نہ سنبھل سکے اور زمین پر گر سے اور شہید ہوئے۔ آپ کے بعد امام حسینؑ نے اور دوسرے بھائیوں کو وداع کیا جو میدان قتال میں گئے۔ قتال کیا اور خود شہید ہو گئے۔

حضرت عباس علمدار علیہ السّلام کا اپنے بھائیوں کو شوق شہادت دلانا

عالم جلیل و فاضل نبیل صاحب المناقب محمد بن شہر آشوب فرماتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کی اولاد میں سے آٹھ فرزند کربلا میں شہید ہوئے ہیں۔ محمد بن عباسؑ کو شمار نہ کرتے ہوئے شہید فرزندان امیر المومنین علیہ السّلام کی تفصیل یہ ہے کہ۔

(۱) امام حسین علیہ السّلام۔
(۲) ابو الفضل عباسؑ۔
(۳) عمر بن علیؑ۔
(۴) عثمان بن علیؑ۔
(۵) ابوبکر بن علیؑ۔
(۶) جعفر بن علیؑ۔
(۷) ابراہیم بن علیؑ۔
(۸) عبداللہ الاصغر۔

یہ متفقہ امر ہے کہ حضرت عباس علمدار اپنے بھائیوں میں آخری شہید ہیں چنانچہ والعباس ابن علی تحرصهم علی القتال والشهادة ويحثهم على الفوز بالشهادة۔ یعنی کہ حضرت قمر بنی ہاشم عباس علیہ السّلام اپنے بھائیوں کو جہاد اور شہادت کی ترغیب دلاتے رہے اور ان کی حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔ اور فرماتے تھے تقدموا حتی اریکم قتیلاً فقد نصحتم للہ ولرسولہ پیش قدمی کرو۔ جان نثاری دکھلاؤ۔ جام شہادت پیو۔ اور فرماتے جو کچھ میں تمہیں نصیحت کر رہا ہوں وہ محض قربۃً الی اللہ ہے اور خوشنودیٔ رسولِ خدا کے لیے ہے اور اے برادران میں بھی تمہارے عقب میں آنے والا ہوں۔ اور ہماری آخری وعدہ گاہ حضور رسول خدا بابا علی مرتضیٰ، اور بھائی حسن مجتبےٰ ہیں چنانچہ

عثمان بن علیؑ کہ جن کی ماں جناب اُم البنینؑ تھیں نے امام حسینؑ اور آپ سے اذان جہاد طلب کیا میدان قتال میں پہنچ کر رجز پڑھا کہ میں عثمان بن علی ہوں۔ میں صاحب فخر ہوں کہ میرے بھائی حسینؑ ہیں جو صاحبان خیر ہیں اور نبیؐ و علیؑ کے بعد سب سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ رجز پڑھنے کے بعد فوج اعداء پر جا پڑے اور ایک کثیر تعداد میں ملاعین کو واصل جہنم کیا۔ بروایت بحار خولی اصبحی ملعون نے ایک تیر زہر آلود آپ کی طرف رہا گیا جو کہ آپ کی پیشانی پر لگا اور آپ گھوڑے سے زمین پر گرے اور عالم غربت میں جان جان آفرین کو سپرد کی۔

آغاز داستان شیر بیشۂ حیدر کرّار عباس علمدار علیہ السّلام

ابو الفرج سے بحار میں منقول ہے۔ کان العباس بن علی یکتنی

اباالفضل و امه ام البنین و هو اکبر ولدها و هو آخر من قتل من اخوته لابیه و امه فحاز مواریثهم ، مجلسیؒ بحار میں ابوالفرج سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عباس ابن علیؑ کہ جن کی کنیت ابوالفضل ہے اولاد جناب ام البنین میں سب بھائیوں سے بڑے تھے۔ اور اپنے بھائیوں میں سب کے بعد شہید ہوئے ہیں۔ اور ان بھائیوں کی میراث کہ جن کے اولاد نہ تھی آنحضرت تصرف میں لاتے تھے۔ حضرت عباس سے پہلے عبیداللہ بن علیؑ وارثِ میراث تھے عمر بن علیؑ کہ جو حضرت علیؑ کی دوسری اولاد سے تھے میراث کے بارے میں عبیداللہ بن علیؑ سے جھگڑا کیا۔ لیکن ارث کی متبادل چیز پر مصالحت ہو گئی اور عمر بن علیؑ راضی ہو گئے۔

حضرت ابوالفضل عباس علیہ السّلام نے اپنے بھائیوں کو اپنی شہادت سے پہلے بھیجا ہے اور بعدہٗ متوجہ شہادت ہوئے ہیں آپ کے بھائیوں میں سے عبداللہ بن علیؑ بھی ہیں جن کی ماں جناب اُم البنین ہیں۔ ابوالفرج لکھتے ہیں روز عاشوراء عبداللہ کی عمر پچیس سال تھی ابھی آپ کی شادی بھی نہیں ہوئی تھی حضرت عباسؑ نے ان سے کہا کہ اے برادر جاؤ نصرت حسین کرو۔ جناب عبداللہ۔ حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں آئے اور اذان طلب کیا میدان قتال میں پہنچے اور رجز پڑھا جو کہ بحار میں درج ہے حملہ شروع کیا۔ اور لشکر عمر بن سعد کے اکثر لوگوں کو مالک دوزخ کی سپرد کیا۔ بروایت روضۃ الشہداء آپ نے ایک سو ستر ملاعین کو قتل کیا ہے کچھ دیر گزری تھی کہ فوج نے گھیرے میں لے کر حملہ کیا اور آپ نے آواز دی کہ برادران خدا حافظ۔ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ آپ کو ہانی بن ثبیت حضرمی نے ضرب کاری لگائی تھی جس سے آپ شہید ہوئے۔

محمد الاصغر۔ جب آپ نے دیکھا کہ عبداللہ شہید ہو گئے تو آپ نے ان کے غم میں اپنا گریبان چاک کیا اور حضرت امام حسینؑ سے اذان جہاد لے کر میدان جنگ میں پہنچے۔ بھائی کے قاتل کے پاس پہنچے اور اس کو ایک ہی وار میں دو ٹکڑے کر دیا۔ اور اپنے بھائی کی لاش کے برابر ڈال دیا۔ مدائنی لکھتے ہیں کہ قبیلہ ابان بن دارم سے ایک شخص آپ کے مقابل ہوا مگر آپ نے اسے بھی قتل کر دیا۔ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ ابراہیم بن علیؑ اپنے بھائی محمد الاصغر کی حمایت کے لیے میدان قتال پہنچے اور اپنے بھائی کے قاتل دارمی کو قتل کیا۔ لشکر عمر ابن سعد کے لوگوں نے آپ کو اپنی گرفت میں لے لیا آپ مردانہ وار جنگ کرتے رہے آخر کار شہید ہوئے۔ آپ کے جسد مبارک ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور آپ کا سر جدا کیا گیا۔

عون بن علیؑ۔

کتب معتبرہ میں اولاد حضرت علی مرتضیٰ علیہ السّلام میں عون بن علیؑ کا نام نہیں پایا جاتا۔ لیکن یہ نام زبان زد خاص و عام ہے۔ اور عون کا مزار مقدس کربلا میں روضہ حسینیہ سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر ہے جو کہ مشہور و معروف ہے۔ زائرین اس مزار کی زیارت کرتے ہیں شیخ فخرالدین طریحی نجفی نے جناب قاسمؑ کے عقد کے سلسلہ میں عون کا نام لکھا ہے اور فرمایا ہے کہ طلب عونًا و عباسًا، معین الدین صاحب روضۃ الشہداء نے بڑی وضاحت کے ساتھ عون بن علیؑ کے بارے میں لکھا ہے اور انہوں نے کتاب رجال شیخ شرف الدین عبیدلی النسابہ سے نقل کیا ہے کسی چیز کا حاصل نہ ہونا اس کے عدم وجود کی دلیل نہیں ہوتا۔ پس میں نے مذکورہ دونوں کتابوں کے مطالعہ کے بعد عون بن علیؑ کا نام شہداء کے ناموں میں شامل کیا ہے کیونکہ عون بن علی کی شہادت بھی ایک مصیبت ہے۔

شہادت عون بن علی علیہ السّلام

بنا بر روایت روضۃ الشہداء عون بن علیؑ شہداء کربلا میں سے ہیں آپ پاکیزہ سیرت، خوبرو اور صاحب غور و فکر تھے آپ نے جب حضرت امام حسین علیہ السّلام سے اذن طلب کیا ہے تو فرمایا اے بھائی جان اب میرے لیے توقف اور تاخیر مناسب نہیں ہے مجھے اجازت دیجئے کہ اپنی جان آپ پر قربان کروں۔

جب آپ میدان قتال میں پہنچے تو جحر بن اجحار نے دو ہزار سواروں کے ساتھ آپ پر حملہ کیا۔ آپ نے اکثر سوار قتل کئے جب طاقت و قوت نے ساتھ چھوڑ دیا خدمت امام حسین علیہ السّلام میں حاضر ہوئے امام مظلوم نے جب بھائی کو زخمی دیکھا تو گریہ فرمایا عون بن علیؑ نے پھر اذن طلب کیا اور میدان جنگ میں آئے صالح بن سیّار جو پہلے سے آپ سے ذاتی دشمنی رکھتا تھا۔ اور اس عداوت کی وجہ یہ تھی کہ حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کی خلافت ظاہری کے زمانہ میں صالح سے امر غیر شرعی واقع ہوا اور اس کو اسّی تازیانوں کی سزا مقرر کی گئی۔

عون بن علیؑ نے آپ کے حکم سے اس تازیانے لگائے اور صالح بدنہاد کے دل میں عون بن علیؑ کی طرف سے عداوت پیدا ہو گئی۔ اس ملعون روز عاشوراء لشکر عمر بن سعد سے نکل کر بدلہ لینا چاہا۔ جب یہ مقابل میں آیا تو اس نے آپ کی شان میں ناروا الفاظ کہے۔ آپ نے اس کے کلّہ پر ایک ایسی ضرب لگائی کہ اس کا سر دور جا کر گرا۔ پھر عمر بن سعد نے ہزار سوار مقابلہ کے لیے بھیجے اور ان ملعونوں نے آپ پر سنگ باری شروع کر دی اور خالد بن طلحہ نے آپ پر نیزہ سے حملہ کیا جو عون پر لگا۔ گھوڑے پر نہ سنبھل سکے اور زمین پر گرے۔ اور آواز دی

کہ اے ابن رسول اللہ میں راہ خدا میں قتل ہو گیا۔

حضرت علی علیہ السّلام کے دو پسر نیزے سے زخمی ہوئے ایک عون دوسرے شاہ تشنہ کام حسین علیہ السّلام ہیں کہ جب آپ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے ہیں اور رکاب خالی کرنا چاہتے ہیں کہ صالح بن وہب ملعون نے نیزہ امامؑ مظلوم کے پہلو پر مارا۔

شہادت محمّد بن عباس بن علی علیہ السّلام

حضرت عباس علمدار علیہ السّلام کے تین فرزند تھے ان میں سے ایک کربلا میں موجود تھے ان کا نام محمد ہے یعنی محمد بن العباس، آپ حضرت عباسؑ کو بہت زیادہ پیارے تھے اور جناب عباسؑ ان کو اپنی نگاہوں سے دور رکھنا بھی گوارا نہیں فرماتے تھے۔ قمر بنی ہاشم کا یہ فرزند خود چاند تھا اور آپ کے دونوں آنکھوں کے درمیان علامت سجدہ ظاہر تھی۔ حضرت عباسؑ نے اوّلاً اپنے بھائیوں کو امام حسینؑ پر قربان کیا اور بعدہٗ اپنے فرزند محمد کو کفن پہنایا اور میدان قتال روانہ کیا آپ کی جنگ کے متعلق کوئی خاص واقعات نہیں ملتے۔ ابن شہر آشوب اور دوسرے علماء نے صرف اسقدر لکھا ہے کہ آپ شہید ہوئے ہیں۔ اور جب حرملہ بن کاہل ملعون کوفہ پہنچا ہے تو محمد ابن العباسؑ کا سر اس کے گھوڑے کی گردن میں آویزاں تھا۔ مجلسیؒ اور صاحب تبر مذاب نے روایت کیا ہے اور خصوصاً صاحب تبر مذاب نے ہشام بن محمد اور قاسم ابن اصبغ سے نقل کیا ہے کہ جس روز اہلبیت رسالتؐ وارد کوفہ ہوئے ہیں تو ہشام بن محمدؒ تماشائیوں میں موجود تھا۔ اذا بفارس من احسن الناس وجھا وہ سوار تمام سواروں میں نیک صورت نظر آ رہا تھا۔ اور

ایک ایسے گھوڑے پر سوار تھا کہ جو بہت کمزور تھا۔ قد علق فی بعد فرسہ راس غلام امرد کانہ القمر لیلۃ تمامہ اور وہ سوار ایک جوان کا سر اپنے گھوڑے کی گردن میں ڈالے ہوئے تھا اور اس کا چہرہ مثل قمر متعد ہو رہا تھا اور جب وہ گھوڑا حرکت کرتا تو سر مبارک زمین سے لگ جاتا تھا میں نے دریافت کیا کہ یہ سر کس کا ہے تو جواب ملا کہ محمد بن العباس بن علیؑ کا سر ہے داستہ تا کہ کوفہ والوں نے شہیدوں کے سر کے ساتھ بھی ظلم کرنے سے گریز نہیں کی مؤلف فرماتے ہیں کہ اس واقعہ جانسوز کو سب واعظ اور ذاکرین بیان کرتے وقت عباس علمدار کا سر بتلاتے ہیں بہر حال سہو کاتب ہو یا غفلت ہو نقل کرنے والوں نے بجائے محمدؑ عباس لکھ دیا ہے اور نام محمدؐ کو نظر انداز کر دیا ہے اور شبہ پیدا ہو گیا ہے حالانکہ حضرت ابوالفضل العباسؑ کے دو بیٹے یا بقولے تین بیٹے اور ایک دختر تھی اور آپ کا سن مبارک پینتیس سال سے متجاوز تھا۔ کیونکہ آپ کو جوان امرد کہا جا سکتا ہے یہ نقل کرنے والوں کی غفلت ہے کہ محمد بن عباس کو عباسؑ لکھ دیا یا پڑھنے والے بجائے محمدؐ، عباسؑ پڑھتے ہیں۔ اس غفلت پر حضرت علامہ (والد مؤلف) نے اپنی کتاب ریاض الاحزان میں روشنی ڈالی ہے کہ ذھل الناقل عن ذکر اسم محمدا وغفل السامع او سقط سھوا من قلم الناس۔ حاصل کلام یہ ہے کہ قاسمؑ بن اصبغ کہتا ہے کہ میں سر کو پہچانتا ہوں لیکن سوار کہ جس نے اس سر کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا تھا نہیں پہچانتا تھا۔ میں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ ملعون حرملہ بن کاہل اسدی ہے قاسم کہتا ہے کہ زیادہ زمانہ نہ گزرا تھا کہ میں نے حرملہ ملعون کو دیکھا کہ اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا ہے حالت تباہ ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ اے بدنہاد کہ اس روز کہ جب اہلبیت حسینؑ وارد کوفہ

ہوئے ہیں تو بڑی شان و شوکت کے ساتھ گھوڑے پر سوار تھا اور ایک سر تیرے گھوڑے کی گردن میں اویزان تھا چاند کی طرح روشن تھا۔ اب تجھے کیا ہو گیا کہ قبیح تر معلوم ہوتا ہے قاسمؑ کہتا ہے کہ یہ سن کر اول ملعون رونے لگا۔ اور کہا کہ اے قاسمؑ جس روز مجھ سے یہ فعل صادر ہوا ہے میں نے شب کو خواب میں دیکھا کہ دو شخص انتہائی غضب کی حالت میں آئے اور میرا گریبان پکڑا اور مجھے آگ میں ڈال دیا۔ اور اس رات سے برابر ہر ایک رات یہی عمل کرتے ہیں کہ ہر شب آگ میں ڈال دیتے ہیں یہ حرملہ کے لیے عذاب کی بشارت تھی۔ لیکن بحار میں روایت مجلسی علیہ الرحمۃ، اور ابو الفرج اور ملائی قاسم ابن اصبغ سے روایت کرتے ہیں کہ حرملہ نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ نبیؐ موجود ہیں اور سخت قہر آلود نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے ہیں۔ کنت اعرفہ جمیلاً شدید البیاض یعنی کہ میں ان کے سامنے ہوں اور پہچانتا ہوں اور وہ بہت ہی نیکو صورت اور نورانی تھے مجھ سے سوال کیا کہ اس روز یہ افتاد کیوں کی۔ حرملہ کہتا ہے کہ میں نے جواب دیا کہ۔ انی قتلت شابا امرد مع الحسین بن عینیۃ اثر السجود۔ یعنی کہ میں نے کربلا میں ایک نوجوان کو جس کے ماتھے پر سجدہ کا نشان تھا و امام حسینؑ کے ساتھ تھا قتل کیا۔ اب ہر روز شب کے وقت جب میں سوتا ہوں تو وہ جوان آتا ہے اور میرا گریبان پکڑ کر آتش جہنم میں ڈال دیتا ہے اور جو لوگ گھر میں بیدار ہوتے ہیں وہ میری آواز دردناک سنتے ہیں مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ لفظ شاب امرد کہ جو روایت مجلسی علیہ الرحمۃ میں ہے ظاہر کرتا ہے کہ یہ حضرت عباس علمدار نہیں ہیں بلکہ آپ کے فرزند محمدؑ مراد ہیں خدا نہ کرے کہ حضرت عباسؑ مراد ہوں ورنہ آپ کے لیے کب سزاوار ہے کہ آپ علمدار لشکر حسینی ہوں اور آپ کا سر مبارک

گھوڑے کی گردن میں لٹکایا جائے علاوہ ازیں حضرت عباسؑ کا سر مبارک اسقدر زخمی تھا کہ اس پر اثر نشان سجدہ کا پایا جانا محال تھا۔ اور ہر ایک ہر اہل معرفت پر یہ امر ظاہر ہے کہ حضرت عباس علمدار علیہ السّلام شہیدان کربلا میں بعد از امام حسینؑ عظیم شہید ہیں۔ منزلت و رفعت اور مقام کے اعتبار سے کوئی ہمسر نہیں ہے چنانچہ ابو ثمالی نے حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ ایک روز میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اسی اثناء میں عبید اللہ فرزند حضرت عباس علیہ السّلام آگئے۔ جب امام علیہ السّلام کی نظر ان کے چہرہ پر پڑی تو بیساختہ آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور آپ نے فرمایا کہ اے ابو حمزہ ثمالی لا یوم کیوم الحسین یعنی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر روز عاشوراء محرّم سے سخت تر دن کوئی نہیں گزرا۔ جس دن جعفر طیّار موتہ میں شہید ہوئے یا جس دن جنگ اُحد میں جناب امیر حمزہ شہید ہوئے کوئی دن روز عاشوراء محرّم سے رسول خدا سخت نہ تھا۔ کیونکہ بروز عاشورا امت رسول کے تیس ہزار بدنہاد لوگوں نے امام حسینؑ کو بے گناہ قتل کیا۔ اور حرمت رسولؐ خدا کا پاس و لحاظ نہیں کیا۔ اور خدا رحمت کرے ہمارے عم نامدار عباس بن علیؑ پر کہ آپ کو ملعونوں نے فرات کے کنارے قتل کیا۔ خداوند عالم نے ان کو دو پَر عطا فرمائے ہیں۔ جن سے وہ پرواز کرتے ہیں وان للعباس منزلة عند الله یغبطه جمیع الشهداء یوم القیامة یعنی خدا کے نزدیک قیامت تک کے شہداء سے حضرت عباسؑ کا مرتبہ زیادہ ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے تمام امورات جناب قمر بنی ہاشم عباس علیہ السّلام کو سونپ دیتے تھے۔ حسینؑ شاہ تھے اور عباسؑ وزیر امام حسینؑ تھے۔ عباس حاجب آستانہ تھے، معتمد حرم خانہ تھے۔ مشیر و معاون

تھے صاحب اسرار تھے۔ دبیر و امیر، سفیر، سردار و سپہ دار، سالار و سپہ سالار، علمدار، طلایہ دار اور سقائے اہلبیتؑ تھے مختصر یہ ہے کہ جب حضرت عباس علمدار شہید ہوگئے۔ تو امام شبیرؑ سے ہر چیز جدا ہوگئی۔ امام حسینؑ کا سہارا نہ رہا آپ کی شہادت سے کمر امام مظلوم ٹوٹ گئی۔ عباس ایسا بھائی نہ رہا قوت بازو شکستہ ہوگئی جب امام حسینؑ لاش عباسؑ پہ پہنچے دیکھا کہ برابر کا بھائی زمین پر پڑا ہے۔ جسم مبارک ٹکڑے ٹکڑے ہے۔ حضرت عباس نے اس وقت عرض کیا مولی میرا لاشہ خیمہ میں نہ پہنچانا۔ کیونکہ جب آپ میرا لاشہ اٹھائیں گے تو لشکر باطل کے لوگ یہ سمجھیں گے کہ حسینؑ اب بے یار و انصار ہوگئے۔ امام حسین علیہ السّلام علم لے کر خیمہ میں واپس آئے۔

بزبان جناب عقیلؓ توصیف اُمّ البنین اور تزویج با حضرت امیر المومنین علیہ السّلام

حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کے تین بھائی تھے۔

(۱) طالب۔ (۲) جعفرؓ۔

(۳) عقیلؓ۔

اور تینوں بھائیوں دو۔ دو سال کی چھوٹائی بڑائی تھی۔ جناب عقیلؓ کہ جن کے فرزند حضرت مسلمؑ تھے جو کوفہ میں شہید ہوئے اپنے زمانہ میں عالم نسب و حسب قبائل عرب تھے۔ اور لوگوں میں ان کی نیکوکاری کی وجہ سے بہت عزت تھی۔ ایک روز جناب عقیلؓ معاویہ کے پاس تشریف لے گئے۔ معاویہ نے کہا اسے

عقیل میں نے سُنا ہے کہ تم حالات قبائل عرب پر عبور رکھتے ہو اور سب کو پہچانتے ہو۔ پھر کیا اچھا یہ شخص جو میرے پہلو میں کھڑا ہے کون ہے؟ عقیل نے فرمایا کہ یہ عمرو عاص ہے کہ قریش میں سے چھ آدمیوں نے اس امر کا دعویٰ کیا ہے کہ یہ ہمارا فرزند ہے۔ اور آخر کار ان میں سے قصاب اپنے دعویٰ میں درست ثابت ہوا۔ اس وقت معاویہ نے ابوموسیٰ سے کہا کہ عقیل کے متعلق کہہ دیتے ہیں کہ فلاں حرام زادہ ہے اور فلاں حرام زادہ ہے معاویہ نے عقیلؓ سے کہا کہ تم میرے بارے میں کیا کہتے ہو جناب عقیلؓ نے کچھ جواب نہ دیا جب معاویہ نے اصرار کیا تو عقیلؓ نے فرمایا کیا تم حمامہ کو پہچانتے ہو۔ معاویہ نے انکار کیا کہ میں نہیں جانتا۔ اس پر عقیلؓ نے کہا کہ حاضرین سے سوال کرو۔ معاویہ نے حاضرین میں سے چند لوگوں سے سوال کیا۔ لیکن بوجہ خوف ان لوگوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ صرف ایک شخص نے کہا اے امیر میں اسے پہچانتا ہوں لیکن میری گزارش ہے کہ مجھے بتلانے پر مجبور نہ کیا جائے مجھے معاف رکھیں۔ معاویہ نے اجازت دی تو اس شخص نے کہا کہ حمامہ تمہاری دادی تھی اور وہ بہت زیادہ زانیہ تھی۔ اس نے اپنے مکان کی بالائی منزل میں علم لگا رکھا تھا جس کو دیکھ کر لوگ اس کے پاس پہنچتے تھے۔ اور مطلب برآری ہوتی تھی یہ سن کر معاویہ شرمندہ ہو گیا۔ مختصر یہ ہے کہ ایک روز حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو اپنے پاس بلایا۔ اور فرمایا اے برادر تم چونکہ قبائل عرب کے حسب و نسب کو اچھی طرح جانتے ہو کسی اچھے اور نیک قبیلہ کی دختر سے میں نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ ایسا اس لیے چاہتا ہوں کہ خداوند عالم اس سے مجھے شجاع و سخی و نجیب اولاد عطا کرے۔ اور آپ نے فرمایا کہ وہ دختر ان صفات کی مالک ہو۔ یعنی کہ بلند و بالا بازو، کشادہ پیشانی،

پیوستہ ابرو، درشت چشم، قوی، بلند آواز، یہ صفات اس میں پائی جاتی ہوں۔ جناب عقیل یہ سن کر مسکرائے اور کہنے لگے کہ ان صفات کی لڑکی، کوئی قابل تعریف نہیں ہے بلکہ اس میں یہ خوبیاں ہونی چاہیں۔ کہ خوبصورت ہو۔ مشکیں بال ہوں۔ سرو قد ہو۔ ماہ خد ہو یاقوت لب ہو۔ خوش رفتار ہو۔ خوش گفتار ہو۔ صاحب مال ہو صاحب جمال ہو۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر عورت صاحب مال اور صاحب جمال ہو تو رہے قسمت۔ ورنہ اگر یہ دونوں چیزیں نہیں ہیں تو اس کو عفّت و پارسائی سے متصف ہونا ضروری ہے نہج البلاغۃ میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خصال الرّجال خیار خصال النّساء یعنی کہ مرد کی بدترین خصائل عورت کے لیے وہ خوش ترین صفات ہیں۔ ان میں جبن و ترس ہے کہ جو مرد کے لیے پسندیدہ نہیں ہے بشرطیکہ اس کا موقع و محل نہ ہو لیکن عورت کے لیے جبن یعنی بزدلی حُسن ہے کہ رات اور خصوصًا نصف شب اپنے گھر سے باہر قدم نہ رکھے یہ بھی عورت کے لیے صفت پسندیدہ ہے کہ وہ متکبّرہ ہو کیونکہ ایسی عورت کہ جو متکبّرہ ہو اپنے شوہر کے علاوہ دوسرے کو نہیں دیکھے گی جب کہ مرد کے لیے تکبر پسندیدہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کو متواضع ہونا چاہیئے تیسرے عورت کے لیے بخیل ہونا اس کی بہترین صفت ہے کیونکہ ایسی عورت مال و دولت کی حفاظت کر سکتی ہے بہرحال آپ نے عقیل سے فرمایا کہ جلدی ایسے خاندان دختر تلاش کرو چنانچہ جناب عقیلؓ نے عرض کیا اے بھائی کہ ایسی صفات کی دختر نگاہ میں ہے اور وہ ام البنین دختر حزام بن خالد ابن ربیعہ ابن الوحید بن کعب بن خالد بن کلاب بن ربیعہ بن عامر ابن صعصعہ بن بکر بن ہوازن ہے اور ام البنین کی والدہ ماجدہ لیلیٰ دختر شہید ابن ابی ہرّۃ بن عامر ملاعب الاسنۃ بن مالک بن جعفر بن کلاب ہیں۔ اور اُم البنین کی نانی صاحبہ لیلیٰ

ہیں جو کبشہ دختر عروۃ الرّجال بن عتبہ بن جعفر الکلاب ہیں اور مادر کبشہ فاطمہ دختر عبد الشمس بن عبد مناف ہیں۔ الحاصل یہ دختر یعنی ام البنین بہر طور نیک اور سعادت مند ہیں اور ان کا خاندان شجاعت میں مشہور و معروف ہے اگر آپ اجازت دیں تو آپ کے لیے ان کی خواستگاری کروں۔ امیر المومنین علیہ السلام نے ان کو اجازت دی۔ ام البنین کو ان کے گھر بلایا گیا اور وہ پس پردہ بیٹھیں حضرت عقیل وکیل ناکح قرار پائے اور جو مہر مقرر ہوا تھا ادا کیا گیا۔ جناب عقیل نجانہ حزام پہنچے اس نے دریافت کیا کہ کس لیے تشریف لائے ہو تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنے بھائی علی ولی کا، جو وصی رسول خدا ہیں وکیل بن کر آیا ہوں کہ تمہاری دختر ام البنین کی خواستگاری کروں اس وقت ام البنین سے جو پس پردہ موجود تھیں سوال کیا گیا کہ آیا تم اس مناکحت وزوجیت کے لیے راضی ہو کہ تمہارا عقد علی ابن ابی طالب سے مقررہ مہر پر کیا جائے جب آپ نے اظہار رضامندی کر دیا تو حضرت عقیل نے ان کے والد سے فرمایا کہ دختر کا وارث اس کا پدر ہوا کرتا ہے تم بھی اپنی رضامندی کا اظہار کرو۔ اس نے اظہار پسندیدگی و رضامندی کیا۔ اور جناب ام البنین حرم حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب میں داخل ہوئیں۔

جب ام البنین رضؓ نے حضرت امیر المومنین کے گھر میں قدم رکھا۔ تو عتبۂ عالیہ کو بوسہ دیا۔ اور داخل حجرہ ہوئیں ان دنوں میں امام حسنؑ اور امام حسینؑ بیمار تھے۔ آپ ہر ایک کے گرد پھریں اور تین مرتبہ گرد پھریں اور دونوں کے ہاتھوں کو چوم کر کہا کہ میں کنیز زہرا بنت رسول خدا ہوں۔ میں تمہاری خدمت کروں گی۔ اور آپ نے خدمت اہلبیت کرنے میں کوئی کمی نہیں کی۔ علامہ مجلسیؒ نے نقل کیا ہے کہ آپ نے جب خبر شہادت امام حسین علیہ السلام سنی تو آپ روزانہ جنت البقیع جاتیں

اور قبرستان میں چار قبروں کے نشان بناتیں ایک قبر کو قبر عباس، دوسری قبر کو قبر جعفر، تیسری قبر کو قبر کو عبداللہ اور ایک قبر کو قبر امام حسینؑ تصور کرتیں۔ اور پھر نوحہ و ماتم شروع کرتیں اور کہتی تھیں کہ میں اپنے بیٹوں کو نہیں روتی بلکہ میں زہرا کے لال حسین ابن علیؑ کہتے روتی ہوں پھر آپ گھر واپس آجاتیں اس طرح عرصہ تک آپ روتی رہیں یہ حضرت ام البنین کا حال تھا کہ زندگی بھر حسین کو روئیں۔ امام حسینؑ کو مثل اپنی اولاد کے سمجھا۔ بلکہ اس سے بھی زائد۔ اور ایسا ہی حضرت عباس نے ثبوت دیا کہ ہمیشہ امام حسینؑ کو آقا تصور کیا۔ بھائی کہتے ہوئے حفظ مراتب مدنظر ہوتا۔ امام حسینؑ نے آخر وقت حضرت عباسؑ سے سوال کیا کہ بھیا عباس تم مجھے بھائی کیوں نہیں کہتے تو آپ نے عرض کیا کہ میں اور آپ پدر عالیقدر کی طرف سے بھائی بھائی ہیں مگر میری ماں تو کنیز فاطمہ زہراؑ ہیں۔ میں کس طرح برابری کروں۔ اے شیعو ام البنین کو خداوند عالم نے فرزند عطا کیا۔ یعنی عباسؑ پیدا ہوئے۔ جب حضرت امیر المومنین کو خبر ہوئی تو آپ شکر خدا بجالائے۔ اب تشریف لائے اور فرمایا لاؤ میرے فرزند کو مجھے دیدو۔ ایک سفید صوف میں بچہ کو امیر المومنین کی گود میں دیا کہ اس کپڑے سے حضرت عباس کے بازو باہر نکل آئے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے دیکھا تو آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ ام البنین نے عرض کیا مولیٰ گریہ وزاری کا کیا سبب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے ام البنین تم اس سبب کو نہ دریافت کرو تم سن کر برداشت نہ کر سکو گی۔ اے ام البنین عباس کے شانے کربلا میں روز عاشورا محرم قلم ہو گئے۔ سر عباسؑ پر گرز پڑے گا۔ لاشؑ نہر فرات کے کنارے پڑی رہے گی۔ حسینؑ اس وقت بھائی کی لاش پر ہوں گے مگر عباس کے غم میں نہ حسینؑ کی کمر میں طاقت ہوگی نہ بازوؤں میں زور ہوگا۔

فضائل و مناقب حضرت عباس علمدار لشکر حسینی

شیخ ابو نصر بخاری علیہ الرحمۃ اپنی کتاب رجال میں مفضل بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ اکثر اوقات حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ذکر حضرت قمر بنی ہاشم عباس علیہ السلام کیا کرتے تھے چنانچہ آپ نے فرمایا ہے۔ کان عمنا العباس بن علی بن ابی طالب ناقد البصیرۃ صلب الایمان جاھد مع ابی عبد اللہ الحسین وابلاءً حسنا و مضی شھیدا۔ یعنی کہ خدا رحمت کرے ہمارے عمو عباس بن علیؑ پر کہ وہ بصیرت تامہ رکھتے تھے بصیرت دینی امور میں اور بینائی تمام آئین میں تھی۔ مددگاری و نصرت میں آپ مثل کوہ تھے مطلب یہ ہے کہ کبھی آپ نے مدد و نصرت سے گریز نہیں کی۔ آپ نے رکاب امام حسین علیہ السلام میں جہاد کیا اور راہ دین حق میں طرح طرح کی مصیبتیں برداشت کیں۔ حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہمارے جد امیر المومنین نے عقیل سے فرمائش کی تھی کہ وہ انساب قبائل عرب سے بخوبی آگاہ تھے ایک ایسے خاندان کی دختر نیک اختر تلاش کرو کہ جو شجاعت میں مشہور و معروف ہو تاکہ خدا مجھے اس کے بطن سے ایک شجاع اور بہادر فرزند عطا کرے کہ شدائد میں وہ فرزند ہمارے کام آئے آپ کا اشارہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف تھا کہ ایسا فرزند جو ابتلاء میں حسینؑ کے کام آئے پس جناب عقیلؓ نے ام البنین کلابیہ کو منتخب کیا کیونکہ یہ قبیلہ تمام عرب میں شجاع ترین تھا۔ حضرت عقیل نے بوکالت رسم نکاح انجام دی روز عاشوراء محرم شمر بن ذی الجوشن کلابی کہ وہ اسی قبیلہ سے تھا کہ جس سے ام البنین تھیں۔ نزدیک خیام امام حسین آیا اور اس نے پکار کے کہا کہ عباس،

جعفر، عبداللہ کہاں ہیں میں ان کے لیے امان نامہ لایا ہوں مگر اس ملعون کو خیام امام مظلوم سے کوئی جواب نہ ملا۔ اور اولاد جناب ام البنین نے اس کے امان نامہ کو ٹھکرایا۔ جناب عَلَمُ الہُدیٰ مناقب میں مجملاً اور ابو الفرج بروی مفصلاً ترجمہ میں نقل فرماتے ہیں کہ جس دن شمر ولد الحرام کوفہ سے کربلا پہنچنے کے لیے عازم سفر ہوا ہے تو جریر بن عبداللہ بن مخلدؔ الکلابی نے کہ جناب ام البنین اُس کی چچی تھیں سنا کہ اس کی چچی کے فرزندان حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا میں سو ہزار لشکر کے نرغہ میں گھرے ہوئے ہیں جریر کو اس خبر سے صدمہ پہنچا اور اس نے ابن زیاد بد نہاد سے کہا کہ میری ایک درخواست ہے اگر قبول ہو تو عرض کروں۔ اس نے کہا کہ شوق سے بیان کرو۔ انہوں نے کہا کہ جب علیؑ ابن ابی طالبؑ کو کوفہ میں سلطنت و حکومت ملی۔ تو ہمارے چچا کی دختر سے آپ نے عقد کیا اور اس سے خداوند عالم نے تین پسر عطا کئے جو کہ حضرت حسین ابن علیؑ کے ساتھ کربلا میں ہیں۔ اور تیرے لشکر میں گھرے ہوئے ہیں میں تجھ سے منت و سماجت کرتا ہوں کہ ان کے لیے امان نامہ دیدے جس پر ابن زیاد لعین نے کہا کہ تیری خاطر مجھے منظور ہے میں نے ان کو امان دی۔ امان نامہ لکھا گیا ابن زیاد ملعون نے مہر لگائی۔ اور عرفان نامی غلام کو امان نامہ دے کر کربلا بھیجا۔ وہ بڑی تیزی بہ تعجیل جواب لائے۔ فسار عرفان حتی ورد عسکر الحسین ونادی عباس عرفان تیزی کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر میں پہنچا۔ امام مظلوم کا لشکر بہت مختصر، جمعیت محدود پر مشتمل تھا عرفان حضرت عباسؑ بن علیؑ کی خدمت میں پہنچا۔ اور جریر کا خط آپ کو دیا اور اس کی طرف سے التماس بھی کیا کہ امان نامہ قبول فرمالیں۔ جیسے ہی حضرت عباس علمدار نے امان نامۂ ابن زیاد۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ لا حاجۃ لنا بامانک

وامان بن مرجانته الدعیة و امان الله خیر لنا۔
ہمیں ابن زیاد کی امان سے کوئی غرض نہیں۔ ابن زیاد کے امان نامہ سے خداوند تعالیٰ کی امان خوب تر و خوش تر ہے ؎

زبادستِ بیعت سپہر بلند نخواہد گرفتن دہانرا بہ بند
برادر کہ از نزد رب جلیل پرستار مہد آمدش جبرئیل
غبار درش فر سیمائی ماست برادر مخوانش کہ مولائی ماست

شاعر نے بزبان حال حضرت عباس علمدار علیہ السلام کے تاثرات پیش کیے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ہم سے بیعت لینا آسمان بلند کو پست کرنا ہے کیونکہ کوئی نہیں چاہے گا کہ موہنہ پر بند لگایا جائے۔ اور ہمارے برادر عالیقدر یعنی امام حسینؑ خدائے تعالیٰ کے نزدیک اس قدر محبوب ہیں کہ جبرئیل امین ان کی گھوارہ جنبانی پر مامور تھے۔ اور امام حسینؑ کے در کا غبار ہمارے لیے ایسی شان دار نشانی ہے کہ جس سے دنیا نیک و بد میں فرق محسوس کرتی ہے یعنی کہ ہم نشانِ سعادت و حسنات ہیں اور حسینؑ صرف ہمارے بھائی ہی نہیں بلکہ وہ تو ہمارے مولیٰ و آقا ہیں۔ غرض کہ عرفان مایوس ہو کر کوفہ واپس گیا اور جریرہ کو خبر دی کہ حضرت عباس نے امان نامہ کو ٹھکرا دیا ہے۔ جریر شب و روز غصہ میں رہتا تھا کہ اہلحرم امام حسینؑ اسیر ہو کر وارد کوفہ ہوئے قاسم ابن اصبغ کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ حرملہ لعین اپنے گھوڑے کی گردن میں سر لٹکائے ہوئے تھے۔ صاحب دمعۃ العیون لکھتے ہیں کہ حضرت علی اکبر علیہ السلام گریاں کناں امام حسینؑ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا بابا جان ابن زیاد کا امان نامہ لے کر چچا عباسؑ کی خدمت قاصد آیا ہے۔ حضرت امام حسینؑ نے قمر بنی ہاشم عباس علمدار کو بلایا۔ عباسؑ تشریف لائے اور بصد ادب سلام بجا لائے۔ اس

وقت جناب زینبؑ موجود تھیں فرمایا سنا ہے کہ تم ہمیں دشمنوں کے حوالہ کر کے ابن زیاد کی امان میں جا رہے ہو کیا یہ طریقہ کسی بھائی کو اختیار کرنا روا ہے۔ حضرت عباسؑ نے سنا اور آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ اے ثانی زہرا اے مخدومۂ کونین یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ ولی نعمت حسین فلک احتشام کے در کو چھوڑ کر کسی اور جگہ جاؤں امام حسینؑ نے فرمایا بھیا اگر تم لشکر عمر ابن سعد میں جانا چاہیے ہو تو بخوشی جاؤ اہلحرم کا پردہ رہ جائے گا۔ حضرت عباسؑ نے یہ سن کر گریہ فرماتے ہوئے عرض کیا مولیٰ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ہم آپ کو چھوڑ کر جائیں۔ پھر امام حسینؑ نے فرمایا کہ اس قوم جفا کار سے ایک شب کی مہلت مانگو تاکہ ہم جی بھر کے خدا کی عبادت کر لیں۔

بروایت مرحوم دربندی حضرت ابوالفضل عباسؑ علمدار کی جنگ اور شہادت

جب کہ روز عاشورا محرم کربلا میں حضرت عباس علیہ السلام کے تمام بھائی شہید ہو گئے تو آپ کی جانبازی کی نوبت آئی حضرت عباسؑ کو اپنے بھائیوں کے قتل ہونے کا بہت زیادہ صدمہ تھا۔ غم مرگ برادران اور امام حسین علیہ السلام کی بیکسی کے غم نے حضرت عباس کی زندگی کو بے کیف بنا دیا تھا۔ آپ بہت زیادہ دلگیر تھے ؎

بلے قدر چمن را بلبل افسردہ میداند
غم مرگ برادر را برادر مردہ میداند

یعنی کہ چمن کی قدر بلبل افسردہ ہی جانتی ہے اسی طرح بھائی کی موت کے صدمہ اور جدائی کو مرنے والے کا بھائی ہی جانتا ہے حضرت عباسؑ پر بھائیوں کی موت کا جسقدر صدمہ ہوگا وہ جان دل ہی محسوس کر سکتے ہیں۔ شہادت اور جنگ حضرت عباسؑ کے بارے میں اربابِ مقاتل میں اختلاف پایا جاتا ہے اور ہر ایک صاحب مقتل نے بانداز و طریقۂ خاص آپ کی شہادت اور مبارزت کو نقل کیا ہے۔
البتہ ملاّ دربندی علیہ الرحمۃ والغفران نے اپنی کتاب اسرار الشہادۃ میں ایک ایسی خبر نقل کی ہے جو کسی ناقل معتبر سے سنی ہے اور نہ ہی کسی معتبر کتاب میں پڑھی ہے۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ میں نے ہر چند مطالعہ کیا لیکن کتب متداولہ میں کسی جگہ زیرِ گفتگو خبر نہیں پائی۔ بہر حال میں قارئین کتاب کے مطالعہ کے لیے درج کرتے ہیں۔ جب کہ روزِ عاشورا میدان کارزار گرم ہوا۔ تو حضرت امام حسینؑ کے قریب ترین صحابی زہیر بن قین عبداللہ بن جعفر بن عقیل کے پاس آگئے زہیر بن قین نے ان سے کہا کہ یا اخی ناولنی الرٰیۃ اے برادر علم مجھے دیدو۔ عبداللہ نے جواب دیا کہ اوفی قصور عن حملھا یعنی کیا آپ نے میرے علم اٹھانے میں کوئی کمی دیکھی ہے۔ زہیر نے نفی میں جواب دیا۔ لیکن میں ایک خاص غرض سے علم مانگ رہا ہوں۔ عبداللہ نے علم زہیر بن قین کو دے دیا۔ زہیر وہ علم لے کر حضرت عباس علیہ السّلام کے پاس آئے۔ اور علم کے سایہ میں کھڑے ہو کر کہا اے فرزند امیر المؤمنین میں چاہتا ہوں کہ آپ کو حضرت امیر المؤمنین علیہ السّلام کی ایک حدیث یاد دلاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ اے بھائی یہ حدیث بیان کرنے کا کونسا وقت ہے۔ زہیر نے عرض کیا کہ حدیث سنئے گا تو آپ کو خود اندازہ ہو جائے گا کہ اس حدیث کی یاددہانی کس لیے مطلوب ہے۔ زہیر کہتے ہیں کہ اے عباسؑ تمہارے پدر بزرگوار اس وقت کہ جب

ام البنین کی خواستگاری کی ہے تو حضرت عقیل سے یہ فرمایا تھا کہ کسی ایسے خاندان کو بتلاؤ کہ جو شجاعت میں مشہور و معروف ہو اور میں اس خاندان کی دختر سے عقد کروں اور خداوند عالم مجھے ایک ایسا فرزند عطا کرے جو شجاع ترین ہو اور میرے حسینؑ کا ناصر قرار پائے۔ اے فرزند امیر المومنین تمہاری مادر گرامیقدر ام البنین ایسے ہی گھرانے کی دختر ہیں کہ جو تمام قبائل عرب میں شجاعت و مبارزت میں یکتا ہے۔ اے برادر اس وقت سے زیادہ کونسا وقت ہوگا کہ تم اپنی شجاعت و نصرت کا مظاہرہ کرو۔ حضرت عباسؑ نے سنا اور فرمایا۔ یا زھیر انشجعنی فی مثلہ ھٰذا الیوم فواللہ لارینك ما رایتہ قط۔ یعنی کہ اے زہیر تم مجھے شجاعت دلاتے ہو۔ تم آج کے دن میری شجاعت دیکھنا چاہتے ہو خدا کی قسم آج تم کو ایسی شجاعت دکھلاؤں گا کہ کبھی ایسی شجاعت نہیں دیکھی ہوگی پس فھمز العباس جودہ نحو القوم حتی توسط المیدان۔ پس حضرت عباسؑ مرکب پر سوار ہوئے اور تیزی کے ساتھ لشکر کفر شعار میں پہنچے اور قلب لشکر میں در آئے۔ اور نعرۂ حیدری بلند کیا۔ اور عمر بن سعد ملعون کو نصیحت کرنا شروع کی۔ فرمایا۔ یا عمر بن سعد ھٰذا الحسین بن بنت رسول اللہ یقول انکم قتلتم اصحابہ واخوتہ وبنی عمہ وبقی فریدا مع عیالہ واولادہ وھم عطاش قد احرق الظماء قلوبھم، اے سعد کے منحوس پسر تو نے بنت رسول اللہ کے فرزند کے اصحاب و انصار، عزیز و برادران سب شہید کر دیئے۔ پانی بند کر دیا اب جو باقی ہیں ان کی تشنگی کی وجہ سے حالت خراب ہے۔ ان کے دل و جگر پانی نہ ملنے سے جل رہے ہیں۔ بعدہٗ آپ نے فرمایا۔ دعونی ان اخرج

الی طرف الروم او الھند و اخلی لکم الحجاز والعراق واشرط لکم ان فی القیامۃ لا اخاصمکم عند اللہ۔ یعنی کہ فرمایا کہ ہمیں بطرف روم یا ہندوستان نکل جانے دو۔ ہم تمہارے لیے حجاز و عراق خالی کیے دیتے ہیں۔ اور ہمارا تمہارا مخاصمہ روزِ قیامت طے ہوگا جب آپ کی یہ نصیحت آمیز گفتگو لشکریوں نے سنی تو بعض نے اس کو پسند کیا لیکن اس وقت شمر ولد الحرام نے شیث بن ربعی ملعون سے تنہائی میں گفتگو کی اور حضرت عباسؑ کے نزدیک پہنچ کر اے فرزند علیؑ اپنے بھائی سے کہو کہ اگر کل روئے زمین بھی پانی ہو جائے تب بھی آپ کو ایک قطرہ آب نہیں دیں گے۔ تمہیں چاہیئے کہ اطاعت یزید بن معاویہ کرو۔ حضرت عباسؑ نے سن کر فرمایا کہ ہم یزید ایسے شرابخوار، معصیت شعار کی بیعت ہرگز نہیں کریں گے۔ (حقیقت یہ ہے کہ جس نے تخت خلافت غصب کیا ہو اسی کی بیعت دیندار لوگ نہیں کیا کرتے) کہ حضرت عباسؑ کے کانوں میں اہلحرم کی صدائے العطش پہنچی۔

حضرت عباسؑ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا خدایا مدد فرما۔ فرکب فرسہ واخذ رمحہ والقربۃ فی کتفہ وقصد نحو الفرات۔ پس حضرت عباس مرکب پر سوار ہوئے اور نیزہ ساتھ لیا۔ اور عرض کیا پروردگار! میں تنہا جا رہا ہوں کہ تشنہ کام بچوں کے لیے پانی لاؤں تو ہی میرا مددگار ہے۔ دربندی کہتے ہیں کہ بعض از مولفات اصحاب یعنی کہ جمہور احسائی کہتے ہیں کہ حضرت عباسؑ امام حسینؑ کے پاس [illegible] اور خدا حافظ کہہ کر نہر فرات کا رخ کیا۔ نہر پر دس ہزار پہرہ دار مقرر تھے جنہوں نے حضرت عباسؑ کو جب نہر کی طرف آتے دیکھا تو کہا اے جوان تو اس طرف کیوں آتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تمہارا خواہر زادہ ہوں کیونکہ تمہاری ماں اُم عاصم کلابیہ ہے اور میں ام البنین کلابیہ کا فرزند ہوں

عمرو بن حجاج جو نہر پہ پاسبانوں کا سالار تھا کہنے لگا۔ یعز علی یابن الاخت ما نزل بك من العطش۔ یعنی کہ اے میری بہن کے فرزند مجھ پر سخت گران و دشوار ہے کہ تو اسقدر پیاسا ہے کہ تیر و تلوار میں پانی لینے آئے گا۔ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ اس قدر تشنگی کا عالم ہے تو میں ضرور پانی بھیجتا۔ جاؤ اور نہر سے پانی پیو۔ آپ نے نہر سے مشک بھری مگر خود پانی نہیں پیا۔ اس کی خبر عمر بن سعد ملعون کو ہوئی کہ عمر بن حجاج دشمن کو تقویت پہنچاتا ہے اور اجازت دی ہے کہ پانی لے جائے عمر بن سعد ملعون نے کہا کہ علیٰ براہیں عمرو بن الحجاج، یعنی عمرو بن الحجاج کا سر لایا جائے عمرو بن الحجاج نے کہا کہ میں نے تو پانی لیجانے کی اجازت از راہ محبت باولاد علیؑ نہیں دی ہے بلکہ عباس کو قتل کرنے کی یہ ایک سازش مہیا کی ہے۔ پس اس ملعون نے اپنی فوج کے دس ہزار سپاہیوں کو حکم دیا کہ عباس بن علیؑ کا سر قلم کر دیں۔ جب فوج نے مداخلت کی تو حضرت عباس علمدار علیہ السلام نے تلوار سے حملہ کیا اور فرمایا اے قوم نابکار مجھے جانتے ہو کہ میں کون ہوں۔ میں علیؑ فرزند ہوں وہ علیؑ کہ جو حیدر کے نام سے بھی موسوم ہیں اور پھر آپ نے اس حملہ میں ایک سو سے زیادہ شجاعان نامی گرامی قتل کیے۔ اور مشک کو دوش پر رکھے ہوئے خیام کی طرف چلے اور فرمایا کاش کہ یہ فوج غور کرتی کہ اولاد زنا کار مجھے قید کرنا چاہتی ہے یہ کہکر پھر حملہ کیا خیام تک پہنچنے کا راستہ صاف ہو گیا۔ لشکر عمر بن سعد میں ایک شخص بہت بہادر تھا جس کا نام مارد بن صدیف تغلبی تھا آپ کے نزدیک آیا اور آپ کے گریبان پر ہاتھ ڈالدیا۔ اور اپنے لشکر والوں سے کہنے لگا کہ اے بے حیا لوگو اگر تم ایک ایک مٹھی خاک بھی ڈالتے تو یہ جوان اس میں دب کر مر جاتا۔ میں تنہا اس جوان کو قتل کروں گا۔ اور اس کے بعد اس کے بھائی حسینؑ ابن علیؑ

کو قتل کروں گا۔ شمر ولد الحرام کہنے لگا کہ اگر تو تنہا اس کو اور حسینؑ کو قتل کر سکتا ہے تو عمر بن سعد سے معاہدہ کر۔ تاکہ ہم دُور سے تماشا دیکھیں صدیف بد بخت مسلح پوش آپ کے مقابل ہوا۔ اور کہنے لگا اے جوان تو اپنے آپ پر رحم نہیں کرتا کہ میرے مقابلہ میں آ گیا ہوا ہے۔ اس نے کہا کہ اس وقت تک کوئی میرا مقابل نہیں ہوا ہے میں بہت سخت دل ہوں اگر تو میری نصیحت سنے اور اس پر عمل کرے تو خیر ورنہ میرے چُنگل سے نجات ملنا مشکل ہے۔ حضرت عباسؑ نے جو فرزند مشکل کشا تھے فرمایا کہ اے ملعون میں پسر حیدر کرار ہوں میں اس کا فرزند ہوں جو مشرکین کا قاتل ہے جس نے مرحب وعنتر کو قتل کیا ہے غرض کہ اس ملعون نے حضرت عباسؑ پر نیزہ سے وار کیا۔ مگر آپ نے قدرے صبر سے کام لیا اور پھر آپ سر پنجۂ حجالت محسوس کی۔ پھر مار دے تیغ کھینچی اور آپ پر حملہ کیا۔ لیکن حضرت عباسؑ نے اسی کے نیزہ کو لے کر اس گھوڑے کے پیٹ ملدا۔ گھوڑا زمین پر گرا اور مادر صدیف ملعون بغیر مرکب ہو گیا شمر ملعون نے ازراہ طنز کہا کہ تیرا گھوڑا ہلاک ہو گیا یہ کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔ شمر نے دوسرا مرکب غلام کے ہاتھ بھیجا۔ غلام مرکب لایا جس کا نام طاویہ تھا جیسے غلام مرکب لے کر لشکر سے باہر آیا اور مارد صدیف کی نظر پڑی کہنے لگا کہ مجھے جلدی اسپ پہنچا دے۔ غلام نے جلدی کی کہ اسپ پہنچا سکے لیکن حضرت عباسؑ نے اس غلام کو اس تک نہیں پہنچنے دیا بلکہ اس پر حملہ کیا نیزہ اس غلام کے سینہ پر مارا غلام گھوڑے سے زمین پر گرا۔ حضرت عباسؑ نے فوراً ہی اس کے گھوڑے طاویہ نامی کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ شمر نے کہا اے عباس حق حق دار کو پہنچا کیونکہ طاویہ گھوڑا تمہارے بھائی حسنؑ مجتبےٰ کا تھا کہ جو حضرت عباسؑ کو ملا۔ پس حضرت عباس علیہ السّلام اس کے سامنے آئے جب اس نے عباسؑ علمدار کو

سامنے دیکھا تو شور مچانے لگا کہ اے لشکر والو مجھے اِس کے ہاتھ سے بچاؤ لشکر کے تمام سواروں پیادوں نے مل کر حملہ کیا حضرت عباسؑ نے اس وقت خیام کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ اے آقا حسینؑ آئیے آخر کار اس ملعون نے بطور حیلہ کہا کہ اے عباسؑ مجھ پر رحم کرو میں آپ کا نوکر ہوں آپ نے فرمایا کہ اے حرامزادہ تو غلط کہتا ہے دھوکا دیتا ہے یہ کہہ کر آپ نے اس کے شکم نجس پر نیزہ کا وار کیا اور اس کو داخل جہنم کیا۔
اور عمر ابن سعد نے تازہ دم فوج بھیجی اور ادھر حضرت امام حسین علیہ السلام ذوالفقار بکف آپ کی نصرت کے لیے پہنچے۔ دونوں نے حملے شروع کئے فوج عمر ابن سعد ملعون پراگندہ ہو گئی اور امام حسینؑ نے جب مرکب طاویہ کو دیکھا تو پہچان لیا اور فرمایا کہ اچھا عباسؑ پانی کی مشک خیمہ میں لیجاؤ حضرت عباسؑ پانی سے بھری ہوئی مشک خیمہ میں لائے پانی بچوں میں تقسیم کیا۔ مشک میں پانی بقدر رقیہ ہو گا کہ ایک تیر فوج مخالف کی طرف سے آیا اور مشک پر لگا۔ اور مشک خالی ہو گئی اور اس دم لشکر اعداء میں طبل جنگ بجنے لگا۔ اور دشمنوں نے خیمہ کی طرف پیش قدمی کی جب حضرت عباسؑ کے کانوں میں صدائے طبل پہنچی تو آپ خیمہ سے باہر تشریف لائے اور بڑی تیزی سے امام حسینؑ کی خدمت میں پہنچے دیکھا کہ دشمن کے لشکر نے احاطہ کیا ہوا ہے اور امام مظلوم تنہا ہیں۔ حضرت عباسؑ ایک طرف لشکر اعداء پر حملہ کر رہے تھے اور دوسری طرف حضرت امام حسینؑ حملہ کر رہے تھے۔ حضرت عباس حملہ کرنے میں مشغول تھے کہ ایک نامرد، بزدل دشمن نے حضرت عباس پر کہ جس کا نام محارب بن جبیر تھا ایک جگہ چھپا ہوا بیٹھا تھا کہ حملہ کیا کہ جس سے آپ کا دست راست قطع ہو گیا آپ نے تلوار اپنے بائیں ہاتھ میں لے لی اور حملہ کرتے رہے۔ آپ نے حضرت امام حسینؑ سے باواز بلند عرض کیا کہ اے برادر اب اجل قریب آ گئی ہے۔ میر آپ

پر سلام آخر ہو۔ اسی اثناء میں ایک ملعون نے آپ کا دست چپ بھی قطع کیا اس دم آپ نے علم کو اپنے سینہ سے لگالیا اور کسی ملعون نے ایک تیر آپ کی طرف رہا کیا جو آپ کے سینہ مبارکہ پر لگا۔ اور اسحٰق ملعون نے آپ کے سر مبارک پر گرز مارا اور آپ کے سر مبارک سے مغز اور خون جاری ہوگیا۔ علم سرنگوں ہوگیا آپ نے ایک آہ دل خراش کھینچی اور ادھر حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ الآن انکسر ظهري و قلت حيلتي ثم انحنيني عليه تحملتي یعنی کہ اے بھیا عباسؑ میری کمر ٹوٹ گئی امام حسینؑ جھکے کہ عباسؑ کی لاش خیمہ میں لے جائیں۔ ابھی کچھ رمق جان باقی تھی آپ نے آنکھ کھولی عرض کیا۔ کیا ارادہ ہے فرمایا کہ چاہتا ہوں کہ لاش خیمہ میں لیجاؤں یہ سن کر حضرت عباسؑ نے عرض کیا۔ عليك ان لا تحملني وعني في ماني هذا۔ یعنی آپ میری لاش اسی مقام پر رہنے دیں خیمہ میں نہ لے جائیں حضرت امام حسینؑ نے فرمایا اے بھیا عباسؑ آخر خیمہ میں لاش کیوں نہ لیجاؤں عرض کیا اے آقا میں سکینہ خاتون کو پانی نہ پہنچا سکا میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ پانی پلاؤں گا۔ اب سکینہ خاتون پیاسی ہے مجھے شرمندہ ہونا پڑے گا۔ علاوہ ازیں چاروں طرف فوج ہی فوج ہے۔ جب آپ میرا لاشہ اٹھائیں گے تو لوگ یہ سمجھیں گے کہ اب حسینؑ بغیر علمدار ہوگیا۔ علمدار لشکر مارا گیا۔ امام حسین علیہ السلام نے لاشہ عباسؑ کو اسی جگہ رہنے دیا جہاں آپ گھوڑے سے زمین پر گرے تھے اور آپ کی روح نے جنت اعلیٰ کو پرواز کی تھی آپ علم لیے ہوئے در خیمہ پہنچے سکینہ خاتون انتظار میں تھیں لیکن جب خالی علم آتے دیکھا فریاد واعباساہ، واعماہ، ہائے چچا عباسؑ، ہائے عباسؑ، وقد وعدني بالماء چچا جان آپ نے تو پانی کا وعدہ کیا تھا۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے بیٹی سکینہؑ تمہارے چچا جان قتل ہو

گئے یہ سن کر اہل حرم میں صدائے گریہ بلند ہوئی ماتم عباسؑ ہونے لگا۔ عورتیں سر و سینہ پیٹنے لگیں۔ امام حسینؑ نے سب کو صبر کی تلقین کی۔ اور امام حسینؑ نے فرمایا ہائے عباسؑ، ہائے برادر قال الفاضل الدربندي قيل انه حملة الى الخيمة۔ فاضل دربندیؒ کہتے ہیں کہ ایک دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عباس علیہ السلام خیمہ میں تشریف لائے ہیں۔ ولا يخفى انه في تمام المنقول نظر فتامل فتدبر فتذكر وخذ والله العالم۔ یعنی کہ اے اہل معرفت اگر کوئی دیدۂ حق بیں، حق و انصاف کے ساتھ دیکھے اور کتب مقاتل کا مطالعہ کرے تو وہ یہ شہادت دے گا کہ کتاب والد مرحوم (یعنی مؤلف کے والد ماجد مرحوم) ملا محمد حسن۔ صاحب ریاض الاحزان و حدائق الاشجان میں نہ لکھا ہوگا بلکہ اس زمانہ سے کہ جب حضرت شہید ہوئے ہیں اس کتاب کی تدوین تک کوئی دوسری کتاب اسقدر تحقیق و تدقیق کے ساتھ نہیں لکھی گئی اور اس کتاب کے بعد لوگوں نے خوشہ چینی کی ہے ہم مؤلف کتاب کے ان دو اشعار پر یہ عنوان ختم کرتے ہیں ؎

اے شہ بے یار و شہید خدا — چاکر خود را مکن از خود جدا
از نعم فانیہ ایں جہاں — آنچہ ندادی بدہ اندر جناں

یعنی کہ اے شاہ شہیداں حسینؑ بن علیؑ آپ نے شہید ہو کر خدا کے وجود کی دلیل قائم کی ہے مجھ غلام کو آپ اپنے پاس سے جدا نہ فرمائیں اور اس دنیائے فانی میں جو نعمات عطا نہیں ہوئی ہیں وہ سب کی سب جنت میں عطا فرمائیں۔

مناصب امیر المومنینؑ بعطاء رسولؐ خدا اور مناصب عباسؑ بعطائے سید الشہداء علیہ السلام

یہ واضح سی حیثیت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہے کہ علاوہ اس کے کہ نہ صرف آپ خلیفہ، وزیر، مددگار، چچازاد بھائی اور داماد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں بلکہ چند اور مناصب بھی آپ کے دامن مبارک میں ہیں اور وہ سب کے سب از پیغمبرؐ خدا ہیں۔ منجملہ ان کے حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام حکومت اسلامیہ محمدیہؐ کے سفیر بھی ہیں۔ اس وقت جب کہ سورۂ برات مدینہ منورہ میں نازل ہوئی تو آپ نے اس سورۃ کی تبلیغ کے لیے کہ بموقعہ حج کعبہ میں جاکر مشرکین کو سنائیں اوّلاً ابوبکرؓ کو بھیجا۔ ابھی وہ مدینہ سے منزل تک پہنچے تھے کہ امین وحی نازل ہوئے اور فرمایا کہ اے رسولؐ خدا اس کار رسالت کو آپ خود انجام دیں یا کسی ایسے شخص کو مامور کریں کہ جو تم سے ہو۔ (یعنی کہ شریک کار رسالت ہو) پس آپ نے حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کو بلایا اور تبلیغ سورۂ برأت پر مامور کیا آپ گئے اور اثنائے راہ منزل روحا پر پہنچ کر ابوبکرؓ سے آیات واپس لیں اور خود مکہ پہنچ کر حج کے موقعہ پر سورۂ برأت کی تبلیغ کی (کیا کہنا واللہ علی ابن ابی طالبؑ کہ رسولؐ کے رسول، اور امام کے امامؑ ہیں) جس دن کہ آپ نے سورۂ برات کی تلاوت کی ہے اور احکام خدا مشرکین مکہ کو سنائے ہیں وہ روز قربانی تھا ابوبکرؓ جب آنحضرتؐ کی خدمت میں واپس ہوئے تو عرض کیا یا رسول اللہ۔ آپ نے علیؑ کو مامور بہ تبلیغ کیا۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے حکم خدا سے علیؑ کو مامور کیا ہے

پس یہ وہ منصب ہے کہ جو علیؑ کو رسولؐ خدا نے عطا کیا ہے دیگر یہ کہ حضرت امیر المومنینؑ علی ابن ابی طالبؑ کاتب وحی ہیں کیونکہ آپ نے قرآن مجید جمع کیا ہے آپ منشئ رسولؐ خدا بھی ہیں۔ کیونکہ جو تحریری فرمان آنحضرتؐ کی طرف سے سلاطین کو بھیجے جاتے تھے ان کی کتابت کا کام علی علیہ السلام انجام دیتے تھے۔ کلام نبیؐ کا اور کتابت علیؑ کی۔ سبحان اللہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام مشیر رسولؐ خدا بھی تھے۔ امین ومعتبر بہ نزد رسولؐ خدا تھے۔ سردار وسالار لشکر اسلام تھے تمام غزوات میں شریک رہے۔ تمام جنگوں میں غالب وفاتح رہے آپ علمدار پیغمبر خدا تھے۔ اور حضرت امیر المومنینؑ علیہ السلام کا یہ منصب دنیا سے آخرت تک کے لیے ہے چنانچہ احادیث سے ثابت ہے کہ آپ اور قیامت حامل لواء الحمد ہوں گے یہ بھی آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ دنیا میں تو میرا علمدار ہے اور آخرت میں بھی حامل علم ہے آپ ساقی کوثر اور سقائے لشکر اسلام بھی ہیں چنانچہ مشکواۃ الانوار میں وارد ہوا ہے کہ غزوات اور زمانۂ رسولؐ خدا کی جنگوں میں دوران سفر وقیام جب کبھی پانی کی قلت، یا پانی کا نہ ہونے کا موقعہ ہوا تو حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب نے بعلم امامت پانی کی نشاندہی کی ہے اور پھر اس جگہ چشمہ برآمد ہوا ہے ایک جنگ کے موقعہ پر پانی کی قلت ہوئی اصحاب نے خدمت آنحضرتؐ میں پانی کے بارے میں عرض کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہاں سے قریب ایک درخت ہے وہاں ایک کنواں ہے جاکر پانی لے آؤ۔ آپ کے لشکر سے کچھ لوگ گئے پانی کے لیے ڈول کنوئیں میں ڈالا۔ لیکن پانی کی بجائے ڈول میں آگ بھری ہوئی تھی یہ سب لوگ خوف زدہ حالت میں واپس آئے اور واقعہ گوش گزار رسولؐ خدا کیا۔ پھر آپ نے حضرت علیؑ کو روانہ کیا۔ جنات سے آپ نے جنگ کی۔ فتح وکامرانی کے بعد ان کو حلقہ بگوش

اسلام کیا پانی لائے اور لشکر اسلام کو سیراب کیا۔ اور اس طرح سقایت کا فریضہ انجام دیا۔ ان چیزوں کے بیان کرنے کی غرض و غایت یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے فضائل و مناقب اور مناصب از طرف رسولؐ خدا ہیں اسی طرح حضرت عباس علیہ السلام کے فضائل و مناصب از طرف حضرت امام حسینؑ علیہ السلام ہیں۔ چنانچہ حضرت عباسؑ کے مناصب یہ ہیں کہ۔ حضرت عباس نظر امام حسینؑ میں امین تھے۔ مطیع امام حسینؑ تھے۔ وزیر امام حسینؑ تھے۔ مشیر و سفیر امام حسینؑ تھے۔ مدبر و جلودار تھے۔ سد بان و پاسبان امام حسینؑ تھے۔

معتمد الحرم تھے۔ سقائے سکینہؑ تھے، سردار برادران حسین تھے۔ سپہ سالار تھے۔ علمدار لشکر تھے۔ طلایہ دار خیام حسینؑ تھے۔ ؎

شاہ دین ہمچون پیغمبرؐ وآن امیر
مثل ہارون بود موسیٰ را وزیر

یعنی کہ امام حسینؑ آپ کے لیے مثل پیغمبر تھے حسین منی وانا من الحسین تو حضرت عباس علیہ السلام مثل جناب امیرؑ تھے جیسے ہارون جناب موسیٰ کیلئے وزیر تھے۔ اسی طرح حضرت عباسؑ وزیر امام حسینؑ تھے۔ گویا حسینؑ بمنزلہ موسیٰؑ علیہ السّلام اور جناب عباسؑ بمنزلہ ہارون علیہ السّلام (یہ واضح رہے کہ ان کے پدر عالیقدر کے بارے میں آنحضرتؐ نے فرمایا ہے یا علی انت بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی کہ اے تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے کہ جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھی۔ مگر میرے بعد نبوت نہیں ہے۔ واحسرتا یہی عباسؑ زخمی حالت میں نہر فرات کے کنارے زمین پر پڑے ہیں امام حسینؑ تشریف لے گئے فرماتے ہیں ؎

یعز علی ان اراک علی الثری
طریحا ومنک الوجہ اضحیٰ مرملا

اے برادر مجھ پر کسقدر گران ہے کہ تجھے میں خاک وخون میں غلطان پڑا ہوا دیکھ رہا ہوں واحسرتا ماہ بنی ہاشم کجا اور خاک کربلا کجا۔ آہ اس چاند کو گہن لگ گیا۔

قیامت میں حضرت علی علیہ السّلام اور حضرت عباسؑ کے منصب

جنہوں نے اسلامیات کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ روز محشر چند منصب حضرت علی علیہ السّلام کے لیے مخصوص ہیں۔ مثلاً حامل لواء الحمد ہونا۔ لواء حمد کے متعلق حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اس کے تین گوشہ ہوں گے ہر ایک پر بخط نور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، علی ولی اللہ تحریر ہوگا اس کی تفصیل آئندہ کی جائے گی۔

یہ بھی احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السّلام تمام لوگوں کے اعمال ناموں کی جانچ پڑتال کریں گے اور آپ ایک کلمہ ادا فرمائیں گے اور حساب ہو جائے گا۔ اس طرح ایک لفظ کے ساتھ حضور پیغمبرؐ اسلام حساب انجام دیتے تھے۔ لوگ خدمت حضور پُر نور میں حاضر ہوتے مختلف سوالات کرتے مگر آنحضرت کی طرف سے سب کا جواب ایک ہی لفظ میں ہوتا تھا اور سب لوگ اپنے اپنے مطلب کے مطابق اس سے اخذ کرتے تھے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السّلام ساقی کوثر ہیں۔ جس کو جسقدر چاہیں گے آب کوثر عطا کریں گے۔ حضرت علی علیہ السّلام دنیا

ہیں کاتب وحی ہیں تو آخرت میں بھی نجات نامہ عطا کریں گے۔ ابن حجر عسقلانی کتاب مواعق محرقہ میں نقل کرتے ہیں کہ پل صراط اسقدر باریک اور تلوار کی دھار سے تیز تر ہوگا کوئی اس پر نہ گزر سکے گا مگر وہ کہ جس کے پاس پروانۂ راہداری حضرت امیرالمؤمنین علی ابن ابی طالب ہوگا بآسانی گزر جائے گا۔ علیؑ میزان اعمال بھی ہیں زیارت الجنابؑ میں یہ الفاظ گزرے ہیں السلام علی میزان الاعمال۔ کہ سلام ہو میرا میزان اعمال پر۔ جناب سلمان فارسیؓ، مقدادؓ، ابوذرؓ اور عمارؓ سے منقول ہے کہ ہم نے حضرت علی علیہ السلام سے سوال کیا کہ مولیٰ ہمیں اپنے ثواب سے اسقدر عطا کر دیجئے کہ ہم بخشے جائیں اس وقت خطاب رب العزت مرکز رسالت کو ہوا کہ اے رسول تم کہدو کہ حرمت امیرالمؤمنین علی ابن ابی طالب کی بدولت مؤمنین کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے ایک روایت میں ہے کہ اے علیؑ اپنے ایک نفس کی آمد و رفت کے بقدر ثواب عطا فرما دیئے دوسری روایت میں ہے کہ اے علیؑ ایک مرتبہ اللہ اکبر کہنے کا ثواب عطا فرما دیجئے تو حضرت نے فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ اللہ اکبر کہنے کا ثواب تم کو بخشا۔

یہ بھی حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جنت و دوزخ کی کُنجیاں علیؑ کے پاس ہوں گی۔

کتاب بحارالانوار میں منقول ہے کہ روز قیامت میدان محشر میں ایک علم نور گزارا جائے گا کہ اس کے ہزار پلّے ہوں گے۔ اور ایک پلّہ سے دوسرے پلّہ تک ایک سال کی مسافت کا فاصلہ ہوگا جو کہ ایک تیز رفتار گھوڑے کی مسافت ہوتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس علم نور کے عرشۂ منبر پر رونق افروز ہوں گے۔ اور آنحضرتؐ کے بائیں جانب ایک پلّہ پر حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام رونق افروز

ہوں گے۔ اور دوسرے مختلف پلّوں پر تمام انبیاء و مرسلینؑ دائیں بائیں جانب رونق افروز ہوں گے۔ اسی دوران خازن بہشت حاضر ہوگا اور جنت کی کنجیاں آنحضرتؐ کو پیش کرے گا اور پھر مالک دوزخ آئے گا اور دوزخ کی کنجیاں آپ کو پیش کرے گا۔ اور آنحضرتؐ کلید ہاء جنت و دوزخ اپنے بھائی حضرت امیرالمؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کو پیش کریں گے۔ اور اس وقت حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام بہشت و دوزخ کے درمیان کھڑے ہوں گے اور آپ اپنے نور ولایت سے اہل محشر ان کو دیکھ کر پہچان لیں گے اور اہل ایمان و ولا کو داخل بہشت کریں گے اور جن کی پیشانی پر داغ نفاق ہوگا داخل جہنم کریں گے اللھم ارزقنی حبہ وحب اولادہ اے دوستو۔ جو مناصب امیرالمومنین روز محشر ہیں وہی مناصب روز عاشوراء محرم فرزند امیرالمومنین عباس علمدار علیہ السلام کو حاصل ہیں مثلاً علمداری جلوداری، سقّائی وزارت حسینی، ندیم، مُبَلّغ۔ مُبَشِّر۔ سرکشیک ( ) حافظ، ظہیر، محرّر، دربان، پاسبان معتمد حرم۔ غرض کہ حضرت امام حسینؑ نے تمام امور خانہ آپ کی سپرد فرما دیتے تھے۔ جب امام حسینؑ آپ کی لاش پر پہنچے ہیں آپ نے ان تمام مناصب کے ساتھ آپ کو آواز دی ہے اول فرمایا عضدی یعنی اے میرے قوت بازو، فرمایا اے سقائی سکینہؑ، فرمایا اے علمدار لشکر مگر کوئی جواب نہیں ملا پھر فرمایا اے برادر اے اخی۔ حضرت عباسؑ نے جواب دیا لبیک یا ابن رسول اللہ امام حسین لاشہ کے پاس بیٹھ گئے اور حضرت عباسؑ کی آنکھوں سے خون پونچھا۔ آپ نے چہرہ امام حسینؑ پر نظر کی۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ بھیا عباسؑ تم نے خدا رسول کو خوش کیا خداوند عالم تم کو جزائے خیر دے۔

تعریف لواء الحمد وحامل علم اور علمداری عباسؑ بروز قیامت

قال النبی انا سید ولد آدم ولا فخر۔ یعنی کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ میں اولاد کا سردار ہوں مگر میں فخر نہیں کرتا۔ آدم و بنی آدم تمام زیر علم حمد ہوں گے آدم ومن دونہ تحت لوائی یعنی کہ آدمؑ و تمام بنی آدمؑ میرے علم کے سایہ میں ہوں گے یہ بھی فرمایا ہے کہ ولواء الحمد بیدی یوم القیامۃ یعنی کہ روز قیامت لواء حمد میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اور ہم ذکر کر چکے ہیں کہ اس پر کلمہ مبارکہ لا الٰہ الا اللہ، محمد رسول اللہ علی ولی اللہ لکھا ہوگا۔ اس وقت منادی۔ ندا دے گا این النبی الامی العربی المکی القرشی المدنی محمد بن عبداللہ خاتم النبیین وسید المرسلین صاحب القرآن وہ فرشتہ جو ندا دے رہا تھا حاضر خدمت رسولؐ خدا ہوگا اور لوا الحمد آپ کے دست مبارک میں دے گا۔ اس کے بعد تمام انبیا، و مرسلینؑ از آدمؑ عیسٰیؑ بن مریم تمام صدیقین، تمام شہداء اور مومنین اس علم محشر کے سایہ میں جمع ہوں گے اور مرسلین کو حلہ ہائے بہشت پہنائے جائیں گے۔ اور پیغمبرؐ خدا لوا حمد علی علیہ السلام عطا فرمائیں گے خوش نصیب شیعان حیدر کرار کہ سب کے سب ولایت علیؑ کے اقرار کے سبب زیر علم محشر ہوں گے۔ چنانچہ میدان حشر میں حیدر صفدر علمدار ہیں اسی طرح عباس علیہ السلام علمدار حسینؑ میدان حشر میں ہوں گے۔ نجانے شیعہ مرد و زن کونسے علم کے سایہ میں ہونے کی آرزو کریں گے۔ زیر سایۂ علم علیؑ یا زیر سایۂ علم عباس بن علیؑ۔ اس وقت

میدان حشر میں ایک مجلس عزا برپا ہوگی۔ شہیدان کربلا موجود ہوں گے۔ علی اکبرؑ و قاسم گلگوں قبا موجود ہوں گے۔ زینب بیکس کے لال موجود ہوں گے۔ اور جب عباس علمدار کے کٹے ہوئے بازوؤں پر نظر پڑے گی تو گریہ و بکا کی آوازیں بلند ہوں گی۔ جناب سیدۂ زہراؑ بھی میدان حشر میں آئیں گی۔ زینب و ام کلثوم۔ رقیہ و سکینہ ساتھ ہوں گی۔ جناب فاطمہ حسینؑ کا خون سے بھرا ہوا پیراہن ہاتھوں پر لیے ہوں گی۔

کتاب مجالس اور منتخب میں شیخ طریحی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ عالم واقعہ میں سید اسمٰعیل الحمیری نے اپنا درج ذیل قصیدہ حضور پیغمبرؐ اسلام پڑھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس قصیدہ کو حفظ کرو۔ اور شیعوں کو تعلیم کرو کہ وہ اس قصیدہ کو یاد کریں اور پڑھیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جو کوئی اس قصیدہ کو پڑھے گا ضمنت لہ الجنۃ یعنی کہ میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں۔

قصیدہ

لام عمرو باللوا مربع
طامۃ اعلامھا بلقع

جب شاعر اس جگہ پہنچا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ روز محشر لوگوں کے پانچ علم ہوں گے کہ چار علم۔ علم ہلاکت ہوں گے اور ایک علم۔ علم نجات ہوگا۔

والناس یوم الحشر رایاتھم
خمس فمنھا ھالک اربع

ایک علم، دوسرا علم، تیسرا علم، چوتھا علم، ان کے سایہ میں ہونے والے ہلاک ہوں گے۔ علم لواء الحمد ہے اس کے سایہ میں ہونے والے داخل بہشت ہوں گے وروایۃ یقدمہا حیدر و وجہہ کالشمس تطلع یعنی علم در دست حیدر کرار مانند خورشید تاباں منور ہوگا اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ علم حمد کے بالائی حصہ پر ایک نورانی قبہ ہوگا۔ جس کی نورانیت محشر میں پھیلی ہوگی سا اور وہ علم حمد اگرچہ نہایت وزنی اور طولانی ہوگا لیکن دست حیدر کرار میں مثل پھول سبک معلوم ہوگا اور بہشت بریں سے نسیم کے جھونکے زیر علم محسوس ہوں گے۔ یہ جلال و شان امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا ذکر ہے آپ کے فرزند رشید حضرت ابوالفضل عباس علیہ السلام بیرق (علم کا پھریرہ) خون آلود جو کہ روز عاشوراء محرم جب آپ زخمی ہو کر گھوڑے سے گرے ہیں سرنگوں ہو چکا تھا۔ حشر میں موجود ہوں گے۔ اور شہداء کربلا بھی موجود ہوں گی۔ (از مترجم۔ چونکہ قیامت کو روز معاد کہتے ہیں لہٰذا جو شہید جس حالت میں شہید ہوا ہے اسی طرح حشر میں موجود ہوگا۔ جلوس علم دیدنی ہوگا۔ جبرئیل امین اس وقت نیابت حضرت عباسؑ اس علم کو اٹھائیں گے اس وقت میدان محشر میں صدائے گریہ و بکا بلند ہوگی ؎

شورشی برخیزد از صحرائی حشر آن زمان گردد فزون غوغائے حشر
رو نہند یکصد شہید محترم در قیامت میزنند صفہا بہم
فرقہ تن غرقہ خون دل دردناک پائی تا سر پارہ پارہ چاک چاک
پیش پیش القوم باصد شور و شین سبط احمد شاہ مظلومان حسینؑ

سر بکف قید محبت پائی بست
دست شمر کافر ظالم بدست

غرق خاک و خون کفن بر دوش او اصغر بے شیر در آغوش او
قاسم و عباسؑ و اکبر ایک طرف عون و عبداللہ و جعفر ایک طرف
ہر شہیدی خون روان از دل کند ہر قتیلی شکوہ از قاتل کند

از شرار شعلہ ہائے آن خروش
دیگ قہر کردگار آید بجوش

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ جب شہیدان کربلا میدان محشر میں آئیں گے اور ان کے تن ہائے مبارک زخمی حالت میں اہل محشر دیکھیں گے۔ کہ سب کے سب زخموں سے چور چور ہیں اس وقت لوگ ڈھاریں مار مار کر روئیں گے واحسیناہ وامظلوماہ کی آوازیں بلند ہوں گی۔ اسی اثناء میں شمر ملعون کا ہاتھ ایک ظالم پکڑے ہوگا اور وہ میدان حشر میں اس طرح لایا جائے گا۔ شمر اور اس ظالم (یعنی عمر ابن سعد، ابن زیاد وغیرہم) اور شاہ مظلوم سب جمع ہوگئے تو اس وقت عرش الٰہی تک آواز گریہ پہنچے گی اور غضب و قہر الٰہی جوش میں آئے گا اور ظالموں سے انتقام لیا جائے گا۔ اس وقت بعدل الٰہی حضرت سید الشہداء سے خطاب قدرت ہوگا ؎

باکمال التفات از کبریا گردد الہامی بشاہ کربلا
کائی ضیاء چشم پیغمبرؐ حسینؑ جاں نثار حضرت داور حسینؑ
الشہید تیغ و تیر اہل ظلم ای زنانت شد اسیر اہل ظلم
چوں تو کردی در رہ ما جاں نثار ہر چہ میخواہی بخواہ از کردگار
شاہ مظلوماں شہید راہ دوست عرض خواہد کرد بر درگاہ دوست

گرچہ ایں سر لائق درگاہ نیست
خون بہا جز وصل حق دلخواہ نیست

لیک امت عاصیند و عذرخواہ
جرم از بندہ است عفو از بادشاہ

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ بعدل خداوندی حضرت امام حسین علیہ السلام سے اس وقت خطاب ہوگا کہ اے نور دیدۂ پیغمبرؐ اور اے جان نثار خدا، اے وہ حسینؑ کہ جو شہید ظلم ہے وہ حسینؑ کہ جس کے اہل حرم اسیر ہوئے ہیں۔ اے حسینؑ تونے میری راہ میں سب کچھ نثار کر دیا۔ اب جو تو چاہے خدا سے طلب کر۔ اس وقت (بزبان حال) شاہ مظلوم نے پروردگار کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اے پروردگار عالم اگرچہ میرا سر تیری بارگاہ میں نذر کے قابل نہیں اور خون بہا صرف یہی ہے کہ وصل حق ہو جائے۔

اللّٰھم ارزقنی شفاعۃ الحسین علیہ السلام یوم الورود۔

حضرت عباس علمدار علیہ السّلام کی شجاعت، ارشادات اور شہادت

صاحبان علم و نظر اور محققین واقعات کربلا کی روایات سے شہادت حضرت عباس علمدار علیہ السّلام روز عاشورا محرّم بعد از ظہر واقع ہوئی ہے جس کا ہم نے معتبر کتب سے مختلف طور پر نظم و نثر ذکر کیا ہے تاکہ ذاکرین استفادہ کر سکیں۔ چنانچہ روایت اوّل بر بنائے قول شیخ علیہ الرحمۃ حسب ذیل ہے ؎

از خزان کین چہ از سرو سہی گلشن آل پیغمبرؐ شد تہی
نوجوانان ہر یکی بار وئے ماہ
تشنہ لب خفتند در خاک سیاہ

یافتند از ضربت تیغ دستین لذّتِ قربانی کوئی حسینؑ
پارہ پارہ اکبرؑ یوسف جمال قاسمؑ از سُمّ ستوران پائمال
چون زِ اخوان وفادار حسینؑ ماند عباسؑ علمدار حسینؑ

ہر دو در راہ وفا پابست ہم
ہر دو راہ در کردن ہم دست غم

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ جب بادِ خزانِ ظلم سے گلشن نبوی مرجھا گیا۔ پھول اور غنچوں سے چمن خالی ہو گیا اور جوانان ماہ رو خاک و خون میں غلطان ہو گئے اور تیغ و تبر و تیر نشانہ بن گئے۔ اور محبت امام حسینؑ میں قربانی کی لذّت چکھ چکے۔ اکبرؑ جوان سینہ پر برچھی کھا چکے اور قاسم گلگون قبا پائمال سم اسپاں ہو چکے اور برادران امام حسینؑ بھی شہید ہو چکے تو عباس علمدار اور حسینؑ باقی رہ گئے۔ چنانچہ جب روز عاشور اصحابؓ حسینؑ قتل ہو چکے اور آپ کے عزیز و اقربا اور اولاد تک شہید ہو چکی۔ تو اس وقت سوائے حضرت عباس بن علیؑ کوئی دوسرا ناصر و یاور باقی نہ تھا۔ ایک حضرت امام حسینؑ باقی تھے اور دوسرے حضرت عباس علمدار باقی تھے علیؑ و فاطمہؑ کا بھرا گھر اُجڑ گیا تھا اور کوفہ و شام کے بد نہاد لوگ امام حسینؑ پر طعنہ زنی کر رہے تھے۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ فوج عمر بن سعد نے امام حسینؑ پر خونریز حملہ کیا۔ اس وقت امام حسینؑ فوج ظلم شعار کی حرکت دیکھ کر ذوالفقار نیام سے نکالی اور مثل رعد بلند آواز کے ساتھ حملہ کا آغاز کیا۔ فی الریاض فحمل علیھم الامام بالبارق الحسام حملۃ الضرغام من اجام الخیام۔ کتاب ریاض میں ہے کہ امام حسینؑ نے ذوالفقار کھینچی اور شیرانہ حملہ کیا اور حضرت عباس علمدار علیہ السّلام نے بھی لشکر عمر ابن سعد پر آپ کے ساتھ ساتھ حملہ کیا یہ دونوں فرزندان حیدر کرّار نے

حملہ کیا اور لشکر اعدا کو اپنے خیموں سے دُور بھگا دیا۔ کتاب الارشاد میں ہے واشتد بہ العطش کہ پیاس نے غلبہ کیا۔ جنگ کرتے ہوئے چونکہ درمیان لشکر پہنچ گئے تھے لہٰذا اس بات کا عزم مصمّم کیا کہ فرات تک پہنچیں گے چنانچہ حضرت امام حسینؑ اور حضرت عباسؑ دونوں نے نہر فرات کا رخ کیا۔

ہر یکے لب تشنہ مانند نہنگ غوطہ در گشتند در دریائی جنگ
آن برادر ہمچو شیر کردگار ایں برادر قابض ارواح وار

یعنی دو بھائی امام حسینؑ اور عباس علمدار دریائے جنگ میں غوطہ زن ہوئے ایک مثل شیر کردگار تو دوسرا بھائی قابض ارواح کفار۔ ان کے حملوں کی تاب نہ لاکر لشکر عمر ابن سعد کے لوگ اس طرح میدان چھوڑ کر بھاگ رہے تھے کہ ایک کو ایک کی خبر نہ تھی ؎

ہر طرف چو دو شیر درندہ رو کردند
در روز حشر بیاد مخالف آوردند

امام حسین علیہ السّلام تلوار کھینچتے اور فرماتے انا ابن رسول اللہ اور حملہ کرتے ؎

بہ چنان درید صف از حملہ ہاء پیوست
کہ جبرئیل امین بوسہ داد بر دستش

یعنی کہ جب اس طرح مسلسل حملہ کرکے دشمن کی صفوں کو منتشر کر دیا تو جبرئیل امیں نے دست مبارک کو چوما حضرت عباس بن علیؑ تلوار کھینچتے اور حملہ کرتے تو فرماتے کہ میں فرزند شیر خدا ہوں ؎

برزم خصم پدر وار انچناں کوشید
کہ پردہ بر رخ احزاب نہرواں پوشید

یعنی کہ حضرت عباسؑ نے دشمن کی فوج پر مثل پدر عالیقدر شیر خدا علی مرتضیٰ حملہ کیا کہ آپ کی جنگ کے مقابل جنگ احزاب و نہروان سبک ہوگئی یہاں تک کہ آپ نہر فرات پہنچ گئے کہ مُسنّاۃ تک پہنچ گئے یعنی کہ بند آب تک پہنچ گئے۔

کتاب الارشاد میں ہے ثم رکب المسناۃ یزید الفرات و بین یدیہ اخوہ العباس علیہ السلام۔ (بعض عوام لوگ مُسنّاۃ کو شتر راویہ کش کہتے ہیں اگرچہ یہ لفظ اسی معنیٰ میں لغت میں پایا جاتا ہے مگر مناسب ترجمہ بند آب فرات کیا گیا ہے کہ وہ جگہ کہ جہاں نہر فرات پہ پانی روکنے کے لیے بند لگایا گیا ہے) غرض کہ حضرت امام حسینؑ اور آپ کے برادر عالیقدر حضرت عباس بن علیؑ دونوں نہر فرات کے بند پہ پہنچ گئے۔ حضرت نے چاہا کہ نہر فرات میں داخل ہوں فاعترضہ خیل ابن سعد۔ اس وقت تمام لشکر عمر ابن سعد سمٹ کر جمع ہوگیا۔ اور لشکر میں سے ایک شخص جو قبیلہ بنی دارم سے تھا کہنے لگا کہ ویلکم حولوا بینہ و بین الفرات و لا تمکنوہ من الماء۔ اے بے حیا لوگو والے ہو تم پر کہ حسینؑ نہر پر آگئے ہیں اور تم پانی اور حسینؑ کے درمیان حائل نہیں ہوتے جب امام حسین علیہ السّلام نے اس ملعون کا یہ کلام سنا تو آپ نے اس پر نفرین کی فرمایا اللّٰھم اعطشہ خدایا اس مردود پر پیاس کو غالب کر کہ یہ شخص فرزند ساقیٔ کوثر کو تشنہ لب رکھنا چاہتا ہے فغضب الدارمی لعنۃ اللہ۔ پس ابن دارمی امام حسینؑ کی اس نفرین کو سن کر غضب آلود ہوگیا۔ اور اس ملعون نے ایک تیر زہر آلودہ کا نشانہ امام حسینؑ کے گلوے مبارک کو بنایا۔ و رماہ بسھم اثبتہ فی حنکہ۔ کہ اس ملعون کا تیر گلوے امام حسینؑ پر پڑا۔ اے شیعو اس وقت امام حسینؑ کی کیا حالت ہوتی ہوگی

امام حسینؑ نے تیر نکالا اور خون کا فوارہ جاری ہوگیا آپ نے وہ خون چلّو میں لیا اور فرمایا۔ اللّٰھم انی اشکوا الیک مایفعل بابن بنت نبیک یعنی اے خدا میں تجھ سے اس ظالم کی شکایت کرتا ہوں حضرت عباسؑ نے جب امام حسینؑ کو اس حالت میں دیکھا تو دل بے چین ہوگیا۔ اور لشکر بے دین پر حملہ کیا۔ لشکر کے سواروں پیادوں کے سر اس طرح قلم کئے جیسے کوئی گیند سے کھیلتا ہے۔ ؎

فتاد حضرت عباس درمیان سپاہ بسانِ شیر کہ افتد بگلّہ روباہ

ز بیم سطوتِ او رفت زآں سپاہ شریر خروشِ الحذر و الحذر بچرخ اثیر

یعنی کہ حضرت عباسؑ نے لشکر عمر ابن سعد پر حملہ کرکے لوگوں کو بھیڑ بکری کی طرح منتشر کردیا اور سیکڑوں کو تہ تیغ اور زخمی کیا۔ اس وقت اس لشکر بے دین نے جمع ہو کر آپ پر حملہ کیا اور آپ کو اپنے گھیرے میں لے لیا واحاط القوم بالعباس یعنی حضرت عباسؑ محاصرہ کرلیا۔ پس آپ نے ناچار ہو کر علم کو سرنگوں کیا۔ اور جب تک قوت و طاقت ساتھ دیتی رہی آپ نصیحت و وعظ فرماتے رہے جہاد باللسان کرتے رہے۔ اس اثناء میں دو شخص جفا کار باہم ہو کر نکلے اور حضرت عباسؑ پر حملہ کرنے کے لیے کسی جگہ چھپ کر بیٹھ گئے۔ ان میں سے ایک آپ کے دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب چھپ کر بیٹھا کہ حملہ کرے۔ چنانچہ ان ملعونوں نے حملہ کیا اور آپ کے دونوں ہاتھ شانے سے جدا ہوگئے جب امام حسینؑ نے یہ حالت دیکھی تو آپ کی کمر ٹوٹ گئی۔ امید ختم ہوگئی۔ اور آپ کی قوت و حرکت طاقت جواب دے گئی رحمۃ اللہ علیہ و رضوانہٗ۔

بروایتِ بحار شہادت حضرت عباس علیہ السّلام

روایت دوم :-

علاّمہ مجلسیؒ نے بحار میں اور ابن شہر آشوب نے مناقب میں لکھا ہے کہ وکان العباس السقاء۔ قمر بنی ہاشم صاحب لواء الحسینؑ وھو اکبر الاخوان یعنی حضرت عباس علیہ السلام سقاء الحرم، قمر بنی ہاشم، علمدار حسینؑ تھے اور آپ اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے تھے مؤلف کتاب ریاض مرحوم صدر الدّین قزوینی فرماتے ہیں کہ یہ کہنا کہ حضرت عباس اپنے بھائیوں میں سے سب سے بڑے تھے مطلقاً معلوم ہے اور کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ حضرت امام حسینؑ سے عمر میں بڑے تھے بلکہ آپ اپنے حقیقی بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ اختلاف عمر۔ جناب عباسؑ اور آپ کے بھائی عمر بن علیؑ کے درمیان ہے کہ ان میں سے کون برادر اکبر ہے۔ حضرت امیر المومنین کے دو فرزند ایک عمر الاصغر ہیں جو کربلا میں شہید ہوئے دوسرے عمر الاکبر ہیں جو مدینہ میں تھے عاش طویلا۔ ابو العباس کتاب عمدہ میں کہتے ہیں واختلف فی العباس واخیہ عمر ایھما الاکبر کہ علماء رجال و نساب نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے کہ جناب عباسؑ اور عمر الاکبر میں سے کون بڑا تھا جن لوگوں نے اختلاف کیا ہے وہ یہ ہیں ابن شہاب عکبری ابو الحسن آشتیانی، ابن خداع کہتے ہیں کہ عمر ابن علیؑ۔ حضرت عباسؑ سے بڑے تھے۔ اور ایک دوسری جماعت کے لوگ مثلاً شرف الدین عبیدلی و بغدادیوں، ابو الغنائم العمری کہتے ہیں کہ حضرت عباسؑ۔ عمر الاکبر بن علیؑ سے بڑے تھے اسی لیے وہ حضرت عباسؑ کی اولاد کو عمر الاکبر کی اولاد کو مقدم سمجھتے ہیں وایضاً علاّمہ فرماتے ہیں وھو صاحب لواء

اخیہ الحسین علیہ السلام یعنی عباس بن علیؑ علمدار لشکر امام حسینؑ تھے۔ اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ روز عاشورا امام حسینؑ نے صرف حضرت عباسؑ ہی کو علمدار نہیں بنایا تھا بلکہ میمنہ پر حضرت زہیر بن قین بجلیؒ علمدار و سالار لشکر حسینی تھے۔ اور میسرہ پر حضرت حبیب ابن مظاہرؒ علمدار و سالار لشکر حسینی تھے اور قلب لشکر میں حضرت عباس بن علیؑ علمدار لشکر امام حسینؑ تھے اور یہی علم جو حضرت عباسؑ کو عطا ہوا تھا لوائے اعظم تھا اور پورا لشکر حسینی اس علم کے تحت تھا۔ اور علموں کا کثیر ہونا آج بھی رائج ہے۔ علمدار کل لشکر حضرت عباسؑ تھے۔ اور یہ علم بزرگ کسی دوسرے کے ہاتھ میں نہیں رہا۔ جس طرح کہ امیر المومنینؑ علی ابن ابی طالب علیہ السلام آنحضرتؐ کے علمبردار مخصوص تھے اور تریسٹھ ۶۳ جنگ اور غزوات میں حامل لوائے حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام رہے ہیں۔ اگرچہ اس دور میں بڑے بڑے شجاع لوگ موجود تھے مثلاً محمد حنفیہؓ، ہاشم بن عقبہ، حصین بن منظر قائی کہ جن کا تفصیلی طور پر ذکر علیحدہ علیحدہ مجلس میں کیا جائے گا۔ حضرت قمر بنی ہاشم اشجع النّاس اور تمام بہادران عرب میں زیادہ بہادر تھے۔ لہٰذا حضرت امام حسینؑ نے علم بزرگ آپ کو عطا کیا۔ کیونکہ حضرت امام حسینؑ نے تمام نشانیاں جو علمدار کے لیے ضروری ہیں آپ میں موجود پائیں۔ منجملہ ان کے قوت قلب بھی ہے یعنی کہ شیر دل ہونا ضروری ہے چنانچہ حضرت عباس بوقت شب جب خیام کا پہرہ دے رہے تھے تو آپ جب تکبیر بلند کرتے تو لشکر کفار پر ہیبت طاری ہو جاتی تھی آپ کی آواز بہت بلند تھی۔ اسی طرح قوت بازو تھی اسی طرح آپ بلند قامت بھی تھے۔ اور جب کسی بلند سے بلند گھوڑے پر سوار ہوتے تھے تو پائے مبارک رکاب سے جدا ہو کر زمین پر خط دیتے تھے۔ آپ کرّار و غیر فرّار تھے تمام علامات علمداری آپ میں قدرت نے جمع کر دی تھیں۔

حضرت عباسؑ کامد صدق — بر یداللہ فوق ایدیہم ز حقّ
از حسینؑ ایشان علمدار حسینؑ — شد فنا تا یافت اسرار حسینؑ
کرد سر سودا ء بباز ار حسینؑ — در دو عالم گشت سردار حسینؑ
در راہ حق داد دست حق پرست — دستہا شد جملہ او را زیر دست

چوں یداللہ دست عباسؑ علی است
پس یقین دست خدا دست ولی است

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ حضرت صاحب صدق و صفا ہیں یداللہ کو سب ہاتھوں پر فوقیت ہے حسین علیہ السلام کی طرف سے ایسا علمدار کہ جس نے اسرار امام حسینؑ پلنے میں اپنی زندگی گزار دی اور بازار اطاعت و محبت حسینؑ اپنے سر کا سودا کیا۔ اور صدائے سردار حسینؑ دونوں عالم میں گونج گئی۔ اور حضرت عباسؑ نے اپنے دونوں حق پرست ہاتھ راہ حق میں دیدیئے فوق حاصل ہوا اور سب لوگ زبر دست ہے حضرت عباسؑ یداللہ ہیں کیونکہ آپ یداللہ کے فرزند ہیں۔ بس یقین ہے کہ ولی کا ہاتھ دست خدا ہے۔ یہ تمام تعریفیں علمدار لشکر کے لیے ضروری ہیں جب کہ تمام لشکر ختم ہو گیا اور صرف علمدار باقی رہ گئے اور شاہؑ مظلوم باقی رہ گئے۔ اب ان دونوں بھائیوں میں کون میدان جنگ میں جائے۔ حسینؑ جائیں یا عباس علمدار جائیں لہٰذا حضرت عباسؑ نے خدمت امام حسینؑ میں آکر اذن جہاد طلب کیا۔

شاعر نے بزبان حال اس کی منظر کشی کی ہے ؎

ای شہ بی مثل و بی نیاز و یار — کشتہ ام در راہ عشقت دست باز
زابر عشقت بر سرم بارش گرفت
لشت راز ہستیم آتش گرفت

زالعطش برپا است بانگ کودکان ۔۔۔ بانگ طفلاں میزند آتش بجان
برتن من دست وبرد ستم علم ۔۔۔ العطش آنکہ میباید بھر حرم
گر بیفتد از بدن در عشق یار ۔۔۔ دست باشد در بدل بھر چہ کار
سرکہ در عشقت نگردد پیش جنگ ۔۔۔ سرمخوانش ہست برتن بار ننگ

این بگفت وبحر جانش کرد جوش
شد بمیدان مشک بے آبی بدوش

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ اے شاہ لے یار و مددگار میں آپ کی محبت میں مقتول ہوں اور اپنے ہاتھ نثار کر دیئے۔ آپ کے ابر محبت میرے سر پر بارش کی ہے۔ اور میری ہستی کی کھیتی آگ کی لپیٹ میں ہے خیام سے بچوں کی العطش کی آوازیں آرہی ہیں اور ان کی آوازیں دل وجگر کو جلا رہی ہیں میرے جسم پر ہاتھ اور ہاتھ میں علم اور خیمہ سے العطش کی آوازیں آرہی ہیں اگر مجھ علمدار کے ہاتھ قطع بھی تو کیا غم کی بات ہے شاید اس صورت میں اہلحرم کے لیے پانی لا سکوں۔ اگر محبت آقائے نامدار میں بدن سے ہاتھ جدا نہ ہوں تو ہاتھ کس کام کے ہیں۔ اگر جنگ میں محبت آقا میں سر کام نہ آئے تو ایسا سر بار ہے یہ کہا اور جسم میں جوش پیدا ہوا اور ایک سوکھی مشک لے کر میدان جنگ کا رخ کیا۔ قال العلامۃ فی البحار من المناقب مضی فیطلب الماء فحملوا علیه وحمل علیهم ابن شہر آشوب کی روایت کا تتمہ یہ ہے کہ حضرت عباس علمدار پانی لینے کی خاطر روانہ نہر فرات ہوئے اور جب نہر کے پہرہ داروں کو یہ خبر ہوں کہ ابو الفضل عباسؑ پانی لینے آرہے ہیں تو ان ملاعین نے آپ پر ہجوم کر لیا ے

پس ہمچو سیل خیل روان شد زہر طرف ۔۔۔ طوفان تیر و سنگ عیان شد زہر کنار

کردند حملہ حملہ برآن شبل مرتضیٰ
یک شیر درمیان گرگان بے شمار

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عباسؑ کو نہر کی طرف آتے ہوئے دیکھ کر لشکر عمر ابن سعد کے غول کے غول چاروں طرف سے آنے لگے۔ اور تیر، و پتھر برسانے شروع کر دیئے، سب نے مل کر شیر بیشۂ حیدر کرار حملہ کیا۔ ایک شیر تنہا اور بے شمار اعدائے دین میں جو مثل گرگ تھے پھنس گیا۔ گرگ بھیڑیئے کو کہتے ہیں اور یہ درندہ مکاری میں مشہور و معروف ہے اعداء دین سخت مکار و چالاک تھے حضرت عباس علمدار علیہ السلام ان بزدلوں پر حملہ کیا اور رجز پڑھا ے

لا ارھب الموت اذ لموت رقا ۔۔۔ حتی اوارى فی المصالیت لقا
نفسی لنفسی المصطفیٰ الطہر وقا ۔۔۔ انی انا العباس اغدوا بالسقا
ولا یخاف الشر یوم الملتقا

اس رجز کا خلاصہ یہ ہے کہ موت کی چکی میں ہر ذی روح پس جائے گا موت سے ہر ایک کا چہرہ مرجھا جائے گا۔ اور میری جان نفس پیغمبرؐ غدکے لیے جو طاہر و مطہر ہیں۔ اور میں عباس ہوں اور کل لوگ مجھے سقہ کہہ کر پکاریں گے۔ اس رجز کے بعد آپ نے شمشیر شعلہ بار بلند کی اور ملعونوں کو واصل جہنم کرنا شروع۔ اور مثل حیدر کرار لشکر عمر ابن سعد پہ حملہ کیا ے

درافتاد در جیش کوفاں نہیب ۔۔۔ ز دلہا رواں گشت صبر وشکیب
یکی گفت این زادہ حیدر است ۔۔۔ چو حیدر بہ پیکار جنگ آوراست

کرا تاب نیروی بازوی اوست
دو گیتی سبک در ترازوی اوست

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ لشکر کوفی میں آپ کے حملہ سے خوف پیدا ہو گیا۔ اور ان کے دلوں سے صبر و ضبط جاتا رہا۔ کسی نے کہ یہ فرزند حیدر کرار ہے اسی لیے مثل حیدر صفدر جنگ کر رہا ہے اس کے بازوؤں کی طاقت کے مقابل کون آسکتا ہے۔ دونوں جہان اس کے سامنے سبک ہیں ہر ایک انسان کے دو بازو ہوتے ہیں اور طاقت کا مرکز بازو ہے انسان میں ترازو کے بھی دو پلڑے ہوتے ہیں اس لیے شاعر نے بازوؤں کو ترازو سے مثال دی ہے۔ مجلسیؒ نقل کرتے ہیں کہ زید بن ورقا ایک درخت خرمہ کی آڑ میں بیٹھا تھا۔ اور حکیم بن طفیل اس کی مدد کے لیے چھپا ہوا تھا کہ اس ملعون نے زہر آلود تلوار سے حضرت عباس علمدار علیہ السّلام پر حملہ کیا۔ اور اس حملہ میں آپ کا دست راست قطع ہو گیا چنانچہ آپ نے تلوار بائیں ہاتھ میں لے لی اور مقابلہ شروع کیا۔ لیکن رفتہ رفتہ طاقت و توانائی جواب دینے لگی اور حکیم بن طفیل ملعون نے آپ کے بائیں ہاتھ پر تلوار کا وار کیا جس سے دست چپ کٹ گیا اور آپ کی امیدیں منقطع ہو گئیں آپ انتظار شہادت فرمانے لگے۔ حضرت قمر بنی ہاشم۔ لشکر کفار کے گھن میں آ گئے۔ اسی اثنا میں ایک ملعون آگے بڑھا اور اس نے گرز سے آپ سر مبارک پر وار کیا۔ اور سر مبارک شگافتہ ہو گیا۔ فلما راٰی الحسین علیہ السلام صریعا علی شاطی الفرات بکیٰ۔ جب امام حسین علیہ السّلام نے دیکھا کہ عباسؑ نہر فرات کے قریب پہنچ چکے ہیں مگر دونوں ہاتھ قطع ہو گئے ہیں۔ سر مبارک بھی شگافتہ ہے تو آپ نے ایک آہ سرد بھری آبدیدہ ہوئے اور لشکر کوفہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے قوم بد کردار اولاد پیغمبر پر ظلم کی انتہا کر دی عنقریب اپنے کئے کا بدلہ پاؤ گے۔ آپ نے لاش عباسؑ پر بریان حال یہ نوحہ پڑھا۔

بخون غلطان چرائی العلمدار سپاہ من   زجا خیز آنکہ در ہر دم بدی پشت و پناہ من

زپشت زین چہ افتادی شکست از بار غم پشتم

نظر بکشا و بنگر یکزمان بر سوز و آہ من

خلاصہ یہ ہے کہ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے میرے لشکر کے علمدار خون و خاک میں غلطان ہو گئے تم تو میرے لیے ہر دم پشت و پناہ تھے۔ تم زین سے کیا گرے بار غم سے میری کمر شکستہ ہو گئی۔ نظر اٹھا کر دیکھو تو سہی میرے دل و جگر سے آہ سوزاں نکل رہی ہے۔ وا حسرتا عباسؑ علمدار کی روح نے پرواز کی اور حسینؑ بھائی کی لاش پر روتے رہے۔

حضرت عباس علیہ السّلام کا لشکر کوفہ کو وعظ و نصیحت کرنا

روایت سوم بقول شیخ طریحی۔

کتاب منتخب میں مرقوم ہے کہ شیخ طریحی کہتے ہیں کہ جب حضرت عباسؑ نے دیکھا کہ سب برادران و اقربا درجۂ شہادت پر فائز ہو چکے تو آہ سرد کھینچی اور اپنے لقاء پروردگار کی تمنا میں میدان جنگ میں جانے کا ارادہ کیا۔ فحمل الرایۃ وجاء نحو اخیہ الحسین وقال ھل رخصتہ۔ با چشم گریاں علم اٹھا کر حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا اے برادر عالیقدر والے آقائے من مجھے بھی اجازت میدان دیجئے تاکہ میں اپنی جان آپ پر نثار کروں۔ اے دوستو حضرت عباسؑ جب تک موجود تھے حسینؑ سمجھتے تھے کہ لشکر موجود ہے۔ جب آپ نے اذن طلب کیا فبکی الحسین بکاءً شدیدًا حتی بل ازیافہ سخت گریہ طاری ہوا۔ اور فرمایا کہ اے بھائی۔ ؎

شاہ فرمود اے علمدار رشید　　اذن جنگ از من مدار کنون امید
ترک جان بایار جانی مشکل است　　بے تو یکدم زندگانی مشکل است
گر بسرداری ہوائے وصل خور　　شاہ را باشد علمداری ضرور

یعنی کہ امام حسین علیہ السّلام نے حضرت عباسؑ سے فرمایا کہ اے میرے لشکر کے علمدار، مجھ سے تم اذن جنگ مانگ رہے ہو۔ یہ امید کہ میں تمہیں اذن جنگ دوں کیوں کر ایسا ہو سکتا ہے ایک بھائی دوسرے بھائی کو مرنے کی اجازت کس طرح دے سکتا ہے اور اے بھائی تمہارے بغیر میرے لیے زندگی مشکل ہے۔ سرداری کے ساتھ میرے پاس رہنا چاہیئے کیونکہ شاہ کے لیے علمداری ضروری ہے حضرت عباسؑ نے عرض کیا اے مولیٰ اب زندگی بے کیف معلوم ہوتی ہے، سارے بھائی مارے گئے خدا آپ کو زندہ و سلامت رکھے آپ قبلۂ عالم ہیں لیکن مولیٰ اب اجازت عطا کیجئے بچوں کی پیاس کی آوازیں دل بے چین کر رہی ہیں بچوں کے لیے پانی لانا ضروری ہے امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر یہ ارادہ ہے تو جاؤ اجازت ہے اور اے عباسؑ پہلے تم ان ملاعین کو وعظ و نصیحت کرنا اور بعد کو آغاز حرب کرنا۔ جب حضرت عباسؑ کو اذن میدان مل گیا تو آپ جوشِ وغا میں انگڑائی لینے لگے۔ بازوؤں میں قوت و توانائی پیدا ہو گئی۔ قدموں میں مثل کوہ ثبات پیدا ہو گیا۔ اور میدان جنگ کا رخ کیا۔ وکان فارسًا هماما وبطلا ضرغاما وكان جسورا على الطعن والضرب فی میدان الکفاح والحرب۔ یعنی کہ جب آپ نے گھوڑے کو جولان کیا اور مثل حیدر کرار میدان جنگ کو روانہ ہوئے تو اس وقت گھوڑے کی ٹاپوں سے جو گرد اڑی فضا کربلا میں چھا گئی۔ لشکر دشمن میں سرکشان دلاور، اور سواران بہادر ہزاروں کی تعداد میں تھے اور اے عباسؑ آپ کی شجاعت کی داستانیں

لوگ سنائیں گے مگر کبھی داستان شجاعت علمدار ختم نہ ہو گی اس کا عشر عشیر بھی بیان نہ ہو سکے گا غرض کہ حضرت عباسؑ میدان جنگ میں پہنچے اور آپ نے وسط میدان میں گھوڑے کو روکا۔ اور ایک آہ سرد بھر کر اس قوم جفا کار کو مخاطب کیا اور فرمایا کہ یا قوم انتم کفرۃ ام مسلمون یعنی کہ اے قوم جفا کار کہا تم کافر ہو یا مسلمان ہو اگر تم مسلمان ہو تو کیا یہی طریقہ اسلام ہے کہ اولاد پیغمبرؐ خدا کو قتل کر رہے ہو۔ ذریت رسول خدا اور ان کے چھوٹے چھوٹے بچے پیاسے مر رہے ہیں کیا انہیں اس نہر فرات کا پانی پینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ شاعر بے مثل صفی الوفی نے بزبان حال یہ نقشہ کھینچا ہے۔ ؎

گو فتیاں را پس بآواز جلی　　بس نصیحت کرد عباسؑ علیؑ
کاین حسینؑ القوم مرآت خدا است　　در حقیقت جنگ با حق کی رواست
یک زمانم گوش بر حجت کنید　　ز انبیاء و قوم شان عبرت کنید
گر شما را رہنما قرآن بود　　فرض حق اکرام بر مہمان بود
خاصہ مہمانی کہ ذوی القربیٰ است او　　بر تمام ماسوا مولا است او
جنگ با مولائے عالم از چہ زد　　می نشاید با خدا شد جنگجو
توبہ سوی وی کنید از کار خویش　　معذرت خواہید از رفتار خویش

مظہر حق عفو حق را آیت است
خاصہ این مظہر کہ بحر رحمت است

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ حضرت عباسؑ نے باآواز بلند مخاطب کر کے اس طرح نصیحت کی کہ حسینؑ آئینہ خداوندی ہیں یعنی حسین علیہ السّلام کے خدا شناسی ہوتی ہے حسینؑ سے جنگ کیونکر جائز ہو سکتی ہے حسینؑ حق ہیں اور حق سے جنگ کرنا کفر کی نشانی ہے

اس وقت میری اس حجت کو بگوشِ دل سنو۔ اور انبیاء ماسلف کی قوموں کے حالات سے عبرت حاصل کرو کہ ان پر کس طرح عذاب خدا نازل ہوا ہے اگر قرآن مجید کو تم اپنا راہ نما مانتے ہو تو حق اکرام مہمان ادا کرو۔ اور خصوصًا وہ مہمان کہ جن کی مودّت اجرِ رسالت ہے اور جو تمام مخلوق پر مولیٰ ہے اس کو مہمان سمجھو۔ پناہ بخدا اس کی طرف یہ کام یعنی کہ اس سے جنگ اپنی روش کو بدلو اور معذرت کرو۔ حسینؑ مظہر حق ہیں اور حق دار کو معاف کرنا ان کا شیوہ ہے اور ان کا یہ خاصہ اس لیے ہے کہ وہ بحر شرم و حیا میں یعنی کہ اگر کوئی ان سے معافی مانگے تو ان کو شرم و حیا آئی ہے اور معاف کر دیتے ہیں۔

هذا الحسين بن فاطمة يقول انكم قتلتم اصحابه واخوته وبني عمه وبقي فريدا مع عياله واطفاله ووصلوا الى هلاك۔

یعنی کہ یہ حسین علیہ السلام فاطمہ زہرا بنت رسولِ خدا کے فرزند ہیں تم نے ان کے اصحاب، بھائی۔ بھتیجے اور ان کے چچازادوں کو قتل کر دیا۔ حسینؑ اکیلے رہ گئے اور ان کے اہل و عیال قریب بہ ہلاکت ہیں یعنی ان کو پانی بھی میسّر نہیں ہے۔ مجھے حسین علیہ السلام نے مامور کیا ہے کہ تم کو نصیحت کروں اور امامؑ مظلوم کا پیغام سناؤں ۔

گرچہ بستید آب را۔ بر روئ اُو — تا ختید از چار سو بر سوئ اُو
غرق خون کردید از پیر و جوان — یا ور انش راز کیں ای دشمنان
با ہمہ این کفر و جہل و خیرگی — وین ہمہ طغیان و ظلم و تیرہ گی
توبہ گر آرید زیں عصیان ہمہ — رو کنید از کفر بر ایمان ہمہ

من یعفوا دشمارا ضامنم
زانکہ باب رحمت و عفوش منم

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ اگرچہ اے قوم جفا کار تم نے ان پر پانی بند کر دیا اور چاروں طرف سے ان سے جنگ کر رہے ہو تم نے ان کے پیر و جوان سب ہی قتل کر دیئے۔ جو خون آلودہ ریگ گرم پر پڑے ہیں اور اے دشمنوں تم نے ان کے یاور و انصار تہ تیغ کر دیئے اور وہ بھی انتہا ظلم و ستم اور بے رحمی کے ساتھ۔ تم تو حد سے بڑھ گئے کہ آل رسولؐ پر ظلم و ستم کر رہے ہو۔ اگر تم نے ان گناہوں سے توبہ نہیں کی تو ایمان سے کفر کی طرف چلے جاؤ گے۔ اگر جو کوئی معافی مانگے تو اس کے لیے حسینؑ عالی جناب کی طرف سے باب رحمت و عفو میں ہوں۔ میں اس کو معافی دینے کا ضامن ہوں (حضرت علی ابن ابی طالب باب مدینۃ العلم ہیں اور حضرت عباس علیہ السّلام امام حسین عالیقدر کی طرف سے باب رحمت و عفو ہیں)

وهو مع ذلك يقول لكم دعوني اذا خرج الى طرف الروم او الهند واخلي لكم الحجاز والعراق۔ اور حضرت امام حسین علیہ السّلام یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر تم چاہو اور مجھے اجازت دو یعنی راستہ دیدو تو بطرف ملک روم یا بطرف ہندوستان چلا جاؤں اور ملک حجاز و عراق تمہارے لیے خالی کر دوں۔ تم ان کی اس بات پر غور کرو۔ واشرط لكم غدا في يوم القيامة لا اخاصمكم عند الله حتى يفعل الله بكم ما يريد۔ میں تم کو اس شرط پر یقین دلاتا ہوں کہ ہم بروز قیامت تم سے کوئی مخاصمہ نہیں کریں گے۔ اور طلب خون عزیزان و انصار نہیں مانگیں گے لیکن خدا جو کچھ چاہے گا تم پر ظاہر ہو جائے گا۔ اے قوم حسینؑ عالیقدر کی اس بات کی طرف آؤ اور میری نصیحت پر عمل کرو ۔

زاں ہمی گفتم بآواز بلند
بر شما از راہ لطف این وعظ و پند

ورنہ من از جنگ رو گردان نیم — بہر حق از بدل جان محکم پیم
جملہ دانیدم کہ حیدر زادہ ام — راہ صحرائے فنا پیمودہ ام
گر مرا افتد ز دوشش امروز دست — دادہ آید از کین بدست حق شکست
چوں برآمد صاحب دست بلند — کرد حجّت را تمام از وعظ و پند

خلاصہ اشعار یہ ہے۔ کہ حضرت عباس علیہ السّلام نے لشکر والوں کو بہ لطف و کرم وعظ و نصیحت کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ نہ سمجھو کہ میں جنگ سے گریز کر رہا ہوں ہم تو ہمیشہ ہی سے راہ حق میں قتل ہونا حیات ابدی سمجھتے ہیں سب لوگ جانتے ہیں کہ میں فرزند علی ابن ابی طالبؑ ہوں جن کا لقب حیدرؔ ہے اور ہم صحرائے فنا کی پیمائش سے واقف ہیں حضرت عباسؑ علیہ السّلام نے ان ملاعین کو نصیحت تمام کی اتمام حجت کے لیے راہ حق دکھلائی مگر ان ملاعین نے کوئی نصیحت قبول نہیں کی۔ آپ اس وقت گھوڑے سے اترے اور فرمایا کہ اے قوم نابکار پانی امام حسینؑ کی مادر گرامیقدر فاطمہ زہرا بنت رسول اللہ کا مہر میں دیا گیا ہے ان کی اولاد اور بچے پیاس سے تڑپ رہے ہیں تم ایک گھونٹ پانی نہیں دیتے۔ جب فوج مخالف نے یہ سنا تو اکثر لوگ رونے لگے۔ اس وقت شمر ولد الحرام اور شیث بن ربعی۔ لشکر سے جدا ہو کر حضرت عباسؑ کے نزدیک آئے۔ اور کہا اے پسر ابوتراب اگر ساری دنیا پانی ہو جائے تب بھی ایک گھونٹ پانی خیام حسینؑ میں نہیں دیں گے یہ سن کر حضرت عباس علیہ السّلام مایوس ہو گئے اور خدمت امام حسین علیہ السّلام میں واپس پہنچے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ امام حسین علیہ السّلام سن کر آبدیدہ ہوئے۔ یہاں تک کہ حضرت کا دامن اشکوں سے تر ہو گیا۔ وا حسرتا قوم جفا کار ایک قطرہ آب دینے پر راضی نہ ہوئی۔ اور اس وقت کہ جب امام مظلوم کا سر شمر ولد الحرام قطع کر دیا تھا آپ نے اس سے پانی مانگا۔

اس ملعون نے پانی نہیں دیا اور خشک گلا خنجر سے کاٹا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

حضرت عباس علیہ السّلام کی شہادت بروایت شیخ فخر الدین طریحی

روایت سوم :-

کتاب منتخب اور روضۃ الشہداء میں بروایت شیخ فخر الدین مرقوم ہے کہ جب حضرت عباس علیہ السّلام کر وعظ و نصیحت کرنے کے لیے میدان جنگ تشریف لے گئے اور اہل حرم کے لیے پانی طلب کیا تو اُس قوم نابکار نے کوئی اثر نہیں لیا آپ واپس تشریف لائے اور سارا واقعہ حضرت امام حسین علیہ السّلام گوش مبارک تک پہنچایا اور اس طرف لشکر بد شعار میں جنگ کا شور و غل برپا ہوا۔ مبارز طلبی ہونے لگی۔ خیام امام حسینؑ میں العطش کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں اور لشکر اعداء میں طبل جنگ کا شور بلند تھا۔ حضرت عباسؑ نے امام علیہ السّلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اے بھائی جان بزور شمشیر پانی لانے کی اجازت عطا فرمائیں۔ امام حسینؑ نے اجازت دی اور شور الوداع عباسؑ خیموں میں بلند ہوا بیبیاں آپ کے پاس جمع ہو گئیں عجب بیکسی و یاس کا عالم تھا۔ حضرت عباسؑ نے فرمایا کہ اے مخدومہ بہن زینب میں بچوں کے لیے پانی لینے جا رہا ہوں خدا حافظ و ناصر۔ پھر آپ نے آسمان کی طرف سر بلند کیا اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا الٰہی و سیدی ارید اعید بعدتی و املئی ھؤلاء الاطفال قربۃ من الماء اے خدا مجھے ناامید کرنا شاید میں

بچوں کے لیے پانی لاسکوں۔ میں نے پانی لانے کا قصد کیا ہے۔ فرکب فرسه واخذ رمحة والقربة فی کتفه۔ حضرت عباسؑ علیہ السّلام گھوڑے پر سوار ہوئے۔ نیزہ خطیؑ آبدار ہاتھ میں لیا اور مشک دوش پر رکھی اور اس عنوان سفر منزل شہادت پر روانہ ہوئے۔ عمر ابن سعد ملعون نے نہر فرات پر چار ہزار سواروں اور پیادوں کا لشکر مقرر کیا تھا کہ خیام حسینؑ میں پانی نہ جانے پائے۔ جب ان پاسبانوں نے حضرت عباسؑ کو نہر کی طرف آتے دیکھا۔ تو چاروں طرف سے احاطہ کر لیا۔ اس وقت آپ نے نعرۂ حیدری بلند کیا۔ اور فرمایا اے قوم کیا تم مسلمان نہیں ہو۔ یہ کیا مذہب ہے کہ جو تم نے اختیار کیا ہے آپ نہر پر پہنچے کہ تیر اندازوں نے تیر چلانے شروع کیے جب چاروں طرف سے تیر آنے لگے تو حضرت عباس علیہ السّلام کو جلال آگیا۔ اور شیر بیشہ حیدر کرار غصہ میں بھر گیا۔ اور تلوار بکف آپ مجمع کو بھگاتے ہوئے نہر فرات میں داخل ہوئے۔ ؎

آمد بیادا ز لب خشک برادرش — شد غیرت فرات دو چشم ز خون ترش

گفتا نخوردہ آب گلستان حیدری — داری تو میل آب کجا شد برادری

تشنہ است آنکہ تو گلِ باغ فتوتست

لب تر مکن ز آب کہ دُور از مروتست

خلاصہ یہ اشعار یہ ہے کہ آپ کو حضرت امام حسین علیہ السّلام کی پیاس یاد آئی۔ غیرت آئی اور آپ کی دونو آنکھوں سے خون آنسو بن کر ٹپکنے لگا۔ دل میں فرمایا گلستان حیدر کرار کے نونہالوں نے پانی نہیں پیا ہے۔ انہیں پانی نہیں ملا ہے۔ اگر میں نے پانی پی لیا تو برادری کہاں رہی تو شگفتہ کلیاں یعنی کم سن بچے بغیر آب ہیں اپنے لبوں کو پانی سے تر کرنا مروت کے خلاف ہے آپ نے پانی نہیں پیا اور چلّو سے پانی

پھینک دیا۔ نہر فرات سے نکلے تو لشکر عمر ابن سعد جمع ہو گیا۔ اور پانی لیجانے سے روکا۔ اس وقت حضرت عباسؑ کا دل بے چین ہو گیا سوچا کہ کسی طرح پانی خیمہ تک پہنچ جائے۔ نہ معلوم کیا مشیئت خدا تھی کہ لشکر اعداء کا ایک شخص جس کا نام نوفل بن ازرق تھا۔ چھپا ہوا بیٹھا تھا کہ اس نے کمین گاہ سے آپ پر حملہ کیا اور آپ کے دست مبارک کٹ گیا۔ اے شیعو اگر تمہارے نزدیک حضرت عباسؑ کے ہاتھ زیادہ عزیز ہیں تو ہائے عباس علمدار کہہ کر اپنے سینے پر ہاتھ مارو۔ یعنی امام حسین ماتم عباسؑ کرو۔ آپ نے مشکیزہ بائیں شانے پر رکھا۔ کہ آپ کا دست چپ بھی قطع ہو گیا۔ پھر آپ نے بمشکل تمام مشک کو دانتوں سے پکڑا اور چاہا کہ کس طرح پانی خیمہ تک پہنچ جائے آپ نے اپنے گھوڑے کو خیمہ کا اشارہ کیا۔ گھوڑے نے حسب بھری اور خیمہ کا رخ کیا مگر وا حسرتا دو تیر دشمن کی طرف سے آئے ایک تیر مشک پر لگا اور سارا پانی بہہ گیا دوسرا تیر حضرت عباسؑ کے سینۂ مبارک پر لگا۔ ہاتھ پہلے ہی قطع ہو چکے تھے نہ معلوم آپ نے کس طرح تیر سینے سے نکالا۔ آپ گھوڑے سے زمین پر گرے فصاح الی اخیہ الحسین ادرکنی اور با آواز بلند فرمایا اے اخی حسینؑ، اے آقا حسینؑ ادرکنی۔ جیسے ہی امامؑ مظلوم نے بھائی کی آواز سنی۔ آپ تشریف لے گئے راہ طے کیا۔ دیکھا کہ عباسؑ خون میں غلطان پڑے ہیں۔

حاصل اعتقاد شیخ فخر الدین طریحی یہ بھی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام لاش حضرت عباسؑ خیمہ میں لائے ہیں چنانچہ شیخ فرماتے ہیں ثم حمل العباس الی خیمتہ فجدد و الاحزان و قاموا العزا اس میں روایت میں ابی مخنف و شیخ طریحی متفق ہیں لیکن جمہور علماء لکھتے ہیں کہ ہر چند امام حسینؑ نے چاہا کہ لاش عباس علمدار علیہ السّلام خیمہ میں لے جائیں لیکن امامؑ مظلوم لاش نہ اٹھا سکے۔

شہادت ابوالفضل العباس علیہ السّلام بروایت ابی مخنف

روایت چہارم بنا بر قول ابی مخنف :۔
ابی مخنف نے تفصیلی طور پر اس روایت کو نقل کیا ہے اور شیخ طریحی نے بطور خلاصہ روایت نقل کی ہے۔ ابی مخنف نے نویں محرم کے واقعات میں اور شیخ طریحی نے روز عاشوراء کے واقعات میں اِس روایت کا ذکر کیا ہے حالانکہ اصل واقعہ ایک ہے مؤلف فرماتے ہیں کہ ہم ہر دو واقعات پر روشنی ڈالتے ہیں۔ قال الشیخ فی المنتخب لما التقی العسکرات وامتاذ الرجالة من الفرسان واشتد الجلاد بین العسکرین الی ان علا النہار۔ فرماتے ہیں کہ جب روز عاشوراء لشکر حق و باطل برابر مقابل میں ڈٹ گئے سادہ لشکروں میں صف آرائی ہو چکی اور ہر ایک چستی و جوانمردی کا مظاہرہ کرنے لگا وقت چاشت جنگ سخت ہو گئی اور رزم شدید رخ اختیار کر گئی۔ امام حسینؑ نے عباس علیہ السّلام کو بلایا اور تمام جوانان بنی ہاشم کو جمع کیا اور فرمایا کہ کنواں کھودا جائے شاید کہ پانی نکل آئے۔ حضرت عباسؑ نے تعمیل حکم امام علیہ السّلام میں کنواں کھودا مگر پانی نہ نکلا۔ پھر دوسرا کنواں کھودا مگر پھر بھی پانی نہ نکلا اور ہر دو کنوئیں بند کر دیئے جب بچوں پر پیاس نے غلبہ کیا تو امام حسینؑ نے آپ سے فرمایا کہ بھیا کوشش کرو اور نہر فرات سے پانی لاؤ۔ جناب قمر بنی ہاشمؑ اور آپ کے ساتھی اور انصار منتظم ہو کر فرات کی طرف بڑھے۔ اور جب نہر فرات کے نزدیک پہنچے پاسبان نہر فرات نے

شور و غل مچانا شروع کیا۔ اور نہر فرات پر پہنچنے سے پہلے ہی راستہ روک دیا۔ حضرت عباسؑ کے ساتھیوں نے ان لوگوں سے کہا کہ بچوں پر تشنگی زیادہ غالب ہے قدرے پانی اہلحرم کے لیے لیجانا چاہتے ہیں لیکن لشکر ابن زیاد نے ناروا الفاظ کہے اور حضرت عباس اور ان کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا۔ جب آپ نے کوفیوں کی بے حیائی دیکھی تو شمشیر آتشبار کھینچ لی۔ اور نعرۂ حیدری بلند کیا۔ اور ان پر حملہ کیا اور یہ رجز پڑھا :۔

اقاتل القوم بقلب مہتد   اذب عن سبط النبی احمد
اضربکم بالصارم المہند   حتی تحید وا عن قتال سیدی
انی انا العباس ذو التودد   نجل علی المرتضی المؤید

ثم حمل علی القوم وفرقہم یمینا و شمالا وقتل رجالا ونکس ابطالا۔ بعد از رجز حملہ کیا اور لشکر ابن زیاد کے لوگ اس طرح منتشر ہو گئے جیسے درخت کے خشک پتے ہوا سے منتشر ہو جاتے ہیں۔

چنان گرم گشت آتش کارزار   کہ از نعل اسپان برآمد شرار
بہر جا کہ بازو برافراختی   سر خصم در پایش انداختی
نشد در تنی تا نیر داغتش   نزد بہ سری تا نیذاختش
گریزندگان را در آن رستخیز   نہ روئے رہائی نہ روئے گریز
شراری کہ شمشیر عباس وار   لیش در دل سنگ خارش دلو

خلاصہ یہ کہ جب آتش کارزار بھڑک اٹھی اور گھوڑوں کے نعلوں سے شرار پھوٹ نکلے اگر کسی نے ہاتھ بلند کیا تو دشمن کا سر اس کے پیروں میں آگیا۔ یعنی قتل ہو گیا۔ اس وقت نہ کسی کو راہ قرار ملتی تھی نہ راہ گریز نظر آتی تھی۔ اور عباس علمدار

علیہ السلام کی تلوار سے جو شرارے نکلتے تھے وہ اسقدر تپش خیز تھے کہ پتھر کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کردیں۔ مقصد یہ ہے کہ آپ کی تلوار کے سامنے سے دشمن بچ کر نہیں جاسکتا تھا۔ آپ نے پاسبانوں کے لشکر کو کنار نہر سے دور کردیا۔ اور آپ نہر میں داخل ہوئے۔ وفا حضرت عباسؑ دیکھنے کے قابل ہے خود پیاسے تھے پانی بہہ رہا تھا۔ چلو میں پانی لیا مگر لب تر نہیں کئے کہ حسینؑ اور اہلحرم سب پیاسے ہیں پھر آپ مشک بھر کر نہر سے نکلے۔ نہر کے پہرہ داروں کی نظریں جناب عباسؑ اور مشک پر تھیں۔ ان ملاعین نے تیراندازی شروع کی فاخذ النبل من کل مکان یعنی کہ ہر طرف سے تیر آنے شروع ہوگئے۔

زبس تیر باران کہ آمد بجوشش — فگندابر بارانی خود بدوشش

کران تیر باران کنوں آمدی — بجائے نم ازابر خون آمدی

یعنی کہ تیروں کی بارش میں شدت پیدا ہوئی لیکن حضرت عباس علمدار علیہ السّلام نے مشک کی بمشکل تمام حفاظت کی اور تیروں کو اپنے اوپر سہتے رہے۔ اور چاہا کہ مشک خیمہ میں پہنچ جائے۔ اسقدر تیر لگے کہ زرہ تیروں سے بھر گئی تھی اس وقت ایک ملعون نے کہ جس کا نام بر(ص) بن شیبان تھا آپ کے عقب سے دست مبارک پر تلوار کا وار کیا اور نمعلوم کسقدر تلواریں دست مبارک پر پڑیں کہ دست راست قطع ہوگیا۔ پھر آپنے اپنے بائیں ہاتھ میں تلوار لے کر حملہ کیا ابی مختف اور صاحب کتاب المنتخب کہتے ہیں کہ۔ فقتل منھم رجالاً ونکس ابطالاً۔ کہ شیر بیشہ شجاعت عباس علیہ السّلام ان کے بڑے بڑے بہادروں اور جنگجو مردوں کو قتل کیا اور مشک دوش پہ لیے ہوئے خیام اہلحرم کا رخ کیا اس وقت عمر ابن سعد ملعون نے شور مچایا کہ ویلکم ارشقوا القربۃ بالنبل یعنی کہ

والے ہو تم پر کہ عباسؑ پانی لے کر خیمہ میں جارہے ہیں۔ ان پر تیروں کی بارش کرو چنانچہ تیر برسنے شروع ہوگئے اور لشکر عمر ابن سعد ملعون نے ہجوم کرلیا حضرت عباسؑ نے دست چپ سے حملہ شروع کیا اور ان کے ایک سو اسی لوگوں کو واصل جہنم کیا۔ عبداللہ یزید شیبانی نے آپ پر تلوار کا وار کیا جس سے آپ کا دست چپ کٹ گیا۔

یا نفس لا تخشی من الکفار — وابشری برحمۃ الجبار

مع النبی سید الابرار — مع جملۃ السادات والاطھار

قد قطعوا ببغیھم یساری — فاصلھم یارب حر النار

یعنی کہ میں کفار سے نہیں ڈرتا خدائے جبّار کی رحمت کا مجھے آسرا ہے اور حضرت احمد مختار نبی الابرار اور سادات اطہار کی معیت حاصل ہے۔ تم نے بغاوت سے میرا دست چپ قطع کردیا۔ اے پروردگار ان لوگوں کے خاندان کو آگ کا مزا چکھا۔ آپ بہرحال جس طرح ہوا جنگ کرتے رہے اور بازوؤں سے خون بہتا رہا جب فوج مخالف نے یہ دیکھا کہ اب عباسؑ جنگ کرنے کے قابل نہیں رہے آپ پر سب نے مل کر حملہ کیا کہ ایک ملعون نے آپ کے سر مبارک پر گرز مارا اور آپ گھوڑے سے زمین پر گر پڑے۔ اور باآواز بلند فرمایا، یا ابا عبد اللہ علیک منی السلام۔ اے برادر خدا تمہیں سلامت رکھے میں رخصت ہو رہا ہوں جب آواز حضرت عباسؑ امام مظلوم کے گوش گزار ہوئی تو آپ فریاد کناں خیمہ سے نکلے۔ فرات کا رخ کیا اور فحمل علی القوم وکشفھم حملہ کیا اور ان لوگوں کو پراگندہ کردیا۔ اور لاش عباس علمدار علیہ السّلام کو گھوڑے کی پشت پر رکھ کر خیمہ کا رخ کیا۔ لاش عباسؑ گھوڑے پر تھی اور امام مظلوم لاش کے جلو میں چل

رہے تھے خیمہ میں لاش لے کر داخل ہوئے اور زمین پر لاشہ رکھ دیا۔ الحرم نے ماتم کیا۔ امام حسینؑ نے فرمایا اے بھائی جزاك الله خيرا من اخ لقد جاهدت في الله حق جهاده۔ مؤلف کے والد مرحوم فرماتے ہیں کہ یہ بات کہ حضرت امام حسین علیہ السلام لاش عباس خیمہ میں لائے ہیں بعید از یقین ہے کیونکہ ہمارے علماء کرام اور مخالفین علماء دونوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ حضرت عباسؑ کی لاش خیمہ میں نہیں لائی گئی ہے علمائے اعلام نے اس کی تصریح کی ہے کہ حضرت عباس علیہ السلام کا جسم مبارک ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا۔ لاش اس قابل نہ تھی کہ اٹھائی جا سکے اور جب لاش ہائے شہداء کو دفن کیا گیا ہے تو حضرت عباس علیہ السلام کی لاش کے ٹکڑوں کو جمع کر کے دفن کیا ہے اور یہ چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے کہ آپ نے ہمراہ امام حسین علیہ السلام جہاد کیا ہے۔ اور شہید ہوئے ہیں۔ اور انقضائے عالم تک آپ کی وفاداری، آپ کی علمداری قائم رہے گی۔ دنیا میں کوئی علمدار لشکر اس طرح زخمی ہو کر شہید نہیں ہوا جیسا کہ حضرت عباسؑ شہید ہوئے ہیں بلکہ جسقدر علمداران حضرت امیر المومنین جنگ صفین میں قتل ہوئے ہیں ان میں سے ایک بھی حضرت عباسؑ کی طرح ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہوا ہے۔

ہاشم بن عتبہ علمدار حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی جنگ صفین میں شہادت

ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص زہری عمر بن سعد کے چچا کا فرزند تھا یعنی چچا زاد بھائی تھا ہاشم جنگ صفین ہمرکاب حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام رہ کر شہید

ہوا جب کہ عمر بن سعد ملعون قاتل امام حسینؑ ہے۔ کتاب ریاض میں ہے کہ ہاشم مرد جلیل القدر تھے۔ دیندار تھے۔ دوستدار علی مرتضیٰ تھے اور دشمن علیؑ کی گھات میں رہتے تھے جنگ جمل میں بھی آپ نے شرکت کی ہے اور دشمنوں کو تہہ تیغ کیا ہے۔ کتاب استیعاب میں ہے کہ غزوہ یرموک میں ایک تیر آپ کی آنکھ پر لگا جس کی وجہ سے آپ کی ایک آنکھ جاتی رہی۔ وكان هاشم من الفضلاء الخيار وكان من الابطال وفقات عينه يوم اليرموك قاطه۔ علماء رجال نامدار نے ان کی مدح و ثنا کی ہے وكان راية علي يوم الصفين بيده ويومئذ قتل۔ یعنی کہ آپ جنگ صفین میں علمدار لشکر حیدر کرار تھے۔ بعض حضرات نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ہاشم بن عتبہ روز عاشورا لشکر عمر بن سعد سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے ہیں۔ چنانچہ جوہری نے اپنی کتاب میں روضۃ الشہداء سے نقل کرتے ہوئے اس کا ذکر کیا ہے کہ ہاشم بن عتبہ نصرت امام حسینؑ میں لشکر عمر ابن سعد سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ ہاشم جنگ صفین شہید ہوئے ہیں چنانچہ ابن ابی الحدید و نصر بن مزاحم وغیرہم اور علامہ مجلسیؒ نے جلد بحار ہشتم میں لکھا ہے کہ ہاشم بن عتبہ جنگ صفین شہید ہوئے ہیں۔ اور في المجمع هاشم بن عتبة بن ابي وقاص الزهري المرقال وكان لقب هاشم لانه يرقل في المحراب او قالا۔ شیخ فخر الدین مجمع البحرین مادہ رقل کے بارے میں فرماتے ہیں کہ مرقال لقب ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص زہری ہے کہ جنگ صفین میں علم حضرت علی علیہ السلام اس کے ہاتھ میں تھا اور اسی جنگ میں درجہ شہادت پر فائز ہوا عبد الحمید بن ابی الحدید و مجلسیؒ نے نقل فرمایا ہے کہ جنگ صفین میں کسی روز حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام

نے معاویہ سے مقابلہ کیا ہے کیونکہ معاویہ اپنے لشکر کو ترغیب جنگ کے لیے صفین میں موجود تھا۔ معاویہ آہنی اسلحہ سے لیس تھا۔ دو ہزار سپاہی اس کی حفاظت کے لیے گرداگرد موجود تھے۔ جب حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی نظر معاویہ پر پڑی تو آپ نے مالک اشترؒ کو طلب فرمایا اور ارشاد کیا کہ لشکر کو آمادہ کرو چنانچہ مالک اشترؒ نے صفین آراستہ کیں اور آپ نے اپنے سر پر خود آہنی رکھا۔ اور فوج سے فرمایا کہ اے لشکریو خدا تم پر رحمت نازل کرے دشمن سے جنگ کے لیے صفیں درست کر لو۔ مالک اشتر کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے ہاشم بن عتبہ بن ابی عتبہ بن ابی وقاص زہری کو بلایا۔ اور اپنی ساری فوج کا علم اس کو عطا کیا اور علمدار لشکر بنایا۔ اور اس نے لوگوں کو قتال کرنے پر آمادہ کیا۔ اس دم جناب عمار یاسر نے جو اصحاب رسول خدا میں جو خاص درجہ رکھتے ہیں بطریق مزاح کہا اے ہاشم اقدم یا اعور، یعنی اے یک چشم علم کو آگے کشادہ کرو وبر ولاخیر فی الاعور لا یاتی الفزع یک چشم کے لیے خیر نہیں ہے خوف و خطر سے انکار یقینی ہے اس کے لیے خوشی و مسرت نہیں ہے۔ عمار یاسر کا مقصد یہ تھا کہ ہاشم کو غیرت و حمیت دلائے لیکن ہاشم کو عمار یاسر کی طرف سے خجالت محسوس ہوئی اور اس نے کوئی نامناسب جواب نہیں دیا۔ لیکن یہ کہا آج کے دن میں کس طرح اپنے لشکر کو آمادہ قتال کرتا ہوں چنانچہ ہاشم نے علم کو آگے رکھا اور عقب میں سارے لشکر نے میدان کارزار میں مارچ کیا۔ تکبیر و تہلیل کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ عمرو بن العاص نے کہ جو وزیر معاویہ تھا علم ہاشم پر نظر ڈالی دیکھا کہ لشکر ہمراہ ہے ؎

علمه يه نصر الهدى فكانه　　　علم النبى وحوله الانصار

اس نے شور مچایا اور کہا کہ صاحب علم، یعنی علمدار لشکر علی مرتضیٰؑ ایک سپاہی ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ سیل بے پناہ اس کے ساتھ ساتھ رواں ہے۔ اے لشکر تم بھی آگے بڑھو چنانچہ لشکر شام نے بھی حرکت کی دونوں طرف کے لشکر میں جنگ کا شور و غل بلند ہوا۔ لشکر معاویہ میں یہ صدائیں بلند ہو رہی تھیں کہ یالثارات عثمان اے خون عثمان طلب کرنے والو۔ بڑھو آگے بڑھو، یہ شور لشکر معاویہ میں بلند تھا۔ اور ادھر لشکر حق میں یا اللہ، یا احد یا صمد کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ آپ کا تمام لشکر معرکہ جنگ میں پیش پیش تھا سوائے قبیلۂ ربیعہ، امیرالمومنین علیہ السلام نے ان کے بااثر افراد کی طرف ابا ثروان کو بھیجا کہ ان سے سبب دریافت کرے کہ وہ جنگ میں پیش قدمی کیوں نہیں کرتے۔ کیونکہ خموش کھڑے ہوئے تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ مالکم لا تعدون الی عدوکم۔ کہ دشمن کے مقابل کیوں نہیں جلتے۔

ابا ثروان نے ان لوگوں کے پاس جا کر حضرت امیرالمومنین کا پیغام پہنچایا۔ اور واپس آکر آپ کو اس کی وجہ بتلائی کہ معاویہ نے چار ہزار تیس سو آدمی علم اور لباس سبز میں یہاں بھیج دیتے ہیں کہ وہ فرصت و ملاقات کے وقت ہم پر حملہ آور ہوں۔ حضرت امیرالمومنین نے یہ سن کر مالک اشتر سے فرمایا کہ ان شرارت پسند لوگوں کا احاطہ کرو مالک اشتر فوراً لشکر قبیلہ ربیعہ کی طرف گئے اور فرمایا کہ ؎

غلام علی مالک شیر مست　　　یکی حربۂ پہلوانی بدست
چگونہ بود پیل پولاد پوش　　　ز شیر ژیان چوں بر آمد خروش
بدان گونہ اشتر در آں رزمگاہ　　　ہمی تاخت تا ساخت دشمن تباہ

ہزیمت در افتادہ بدخواہ را
ظفر داد حق لشکر شاہ را

خلاصہ یہ ہے کہ مالک اشتر ان لوگوں کے پاس گئے۔ اور فرمایا کہ میں علیؑ کا غلام ہوں۔ مالک اشتر ہوں اور علیؑ کے لشکر کا شیر ہوں۔ اور پہلوانی حربے جانتا ہوں۔ تم نے یہ اسلحہ کس لیے پہنا ہے جب یہ شیر ژیان گونجا تو دشمن گھبرا گیا۔ مالک اشتر نے دشمنوں کو پراگندہ کیا۔ اور ان کو شکست دی اور لشکر حقؑ کو اس طرح ظفر نصیب ہوئی اور مالک اشتر اپنے لشکر میں واپس تشریف لائے۔ اور شعلۂ سوزاں کی مانند لشکر معاویہ پر جھپٹے۔ اور ہاشم علمدار لشکر کی نگاہ معاویہ کے پورے لشکر پر تھی اور بار بار کہتے تھے کہ اے لوگو آؤ اور آنحضرتؐ کے چچازاد بھائی علیؑ کو خوش کرو چنانچہ طلوع آفتاب سے لے کر زوال کے بعد تک جنگ زوروں پر رہی لیکن چند ساعت کے بعد حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام نے دیکھا کہ علم ہاشم متحرک نہیں ہے۔ آپ نے کسی کو اس کے پاس بھیجا کہ کس طرح کھڑے ہو۔ جب ہاشم نے حضرت امیر علیہ السّلام کا یہ پیغام سنا تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور کہا کہ میرا سلام ہو اے مولیٰ آپ پر میں کس طرح جنگ کروں۔ میرے دونوں ہاتھ قطع ہو گئے ہیں لشکر معاویہ نے نہ صرف ہاتھ قطع کئے بلکہ آپ کے شکم مبارک کو بھی چاک کر ڈالا حضرت امیرالمُومنین بڑی تیزی کے ساتھ ہاشم کے پاس پہنچے اور آپ نے ایک نعرۂ حیدری بلند کیا لشکر شام پراگندہ ہو گیا اور آپ ہاشم کے پاس پہنچے دیکھا کہ ہاشم زمین پر پڑے ہیں آپ نے ان کو اٹھایا اور ان کا سر اپنے زانو پر رکھا۔ نوید بہشت دی۔ یہ علمدار لشکر امیرالمُومنین تھے اور عباس علیہ السّلام علمدار لشکر امام حسینؑ تھے جب حضرت عباسؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اور آواز دی کہ یا آقا ادرکنی تو امام حسین لاش برادر پر پہنچے دیکھا کہ آپ خاک و خون میں غلطاں ہیں۔

علمداری حصین بن منذر رقّاشی اور شہادت

ابوالعُرفاءِ ذہلی

حصین بن منذر جنگ صفیّن میں حضرت امیرالمُومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کے لشکر کے علمدار تھے بروایتے جنگ صفیّن چودہ[۱۴] یا اکیس[۲۱] ماہ تک جاری رہی ہے حضرت امیر علیہ السّلام نے صف آرائی سے پہلے پہلے علم اپنے ہاتھ میں رکھا۔ کیونکہ یہ ہی علم آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی یادگار تھا۔ آنحضرت کے زمانہ میں جناب امیر علیہ السّلام ہی علمدار لشکر اسلام رہے ہیں۔ یہاں تک آپ نے پھر یہ علم جنگ صفیّن میں بلند کیا۔ اور جب جنگ میں شدت پیدا ہو گئی تو چونکہ علم قدیمی خستہ و کہنہ ہو گیا تھا اُسے ایک نیزہ کے ساتھ بلند کیا گیا۔ اور حضرت امیرالمُومنین علیہ السّلام نے اپنے لشکر والوں سے مخاطب ہو کر فرمایا ھٰذا رایۃ رسول اللہ کہ یہ رسولؐ خدا کا علم ہے جب لشکر والوں نے یہ سنا کہ یہ آنحضرتؐ کا علم مبارک ہے تو لوگوں نے اسے بوسہ دیا۔ اور اس کی زیارت کی۔ بعدہٗ آپ نے فرمایا کہ آج کے روز کون اس علم کو اٹھائے گا کون علمدار ہو گا چنانچہ لشکر حق میں ایک شخص جن کا نام حصین بن منذر رقّاشی تھا نکلا اور اس نے علمدار ہونے پر سبقت کی۔ آپ نے اس کو علم عطا کیا۔ گویا سرفرازی عطا کی پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے اس کو علمدار اس لیے بنایا ہے کہ یہ مرد بلند و بالا ہے۔ قوی ہیکل ہے۔ حرب و ضرب سے واقف ہے۔ دوسرے لوگ اس پر غبطہ کرتے تھے۔ چنانچہ انہی غبطہ کرنے والوں میں سے یعنی علمداری کی آرزو رکھنے والوں میں سے ایک ابوالعرفاء

خلاصہ یہ ہے کہ مالک اشتر ان لوگوں کے پاس گئے۔ اور فرمایا کہ میں علیؑ کا غلام ہوں۔ مالک اشتر ہوں اور علیؑ کے لشکر کا شیر ہوں۔ اور پہلوانی جیسے جانتا ہوں۔ تم نے یہ اسلحہ کس لیے پہنا ہے جب یہ شیر ژیان گونجا تو دشمن گھبرا گیا۔ مالک اشتر نے دشمنوں کو پراگندہ کیا۔ اور ان کو شکست دی اور لشکر حق کو اس طرح ظفر نصیب ہوئی اور مالک اشتر اپنے لشکر میں واپس تشریف لائے۔ اور شعلۂ سوزاں کی مانند لشکر معاویہ پر جھپٹے۔ اور ہاشم علمدار لشکر کی نگاہ معاویہ کے پورے لشکر پر تھی اور بار بار کہتے تھے کہ اے لوگو آؤ اور آنحضرتؐ کے چچازاد بھائی علیؑ کو خوش کرو چنانچہ طلوع آفتاب سے لے کر زوال کے بعد تک جنگ زوروں پر رہی لیکن چند ساعت کے بعد حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے دیکھا کہ علم ہاسم متحرک نہیں ہے۔ آپ نے کسی کو اس کے پاس بھیجا کہ کس طرح کھڑے ہو۔ جب ہاشم نے حضرت امیر علیہ السلام کا یہ پیغام سنا تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور کہا کہ میرا سلام ہو اے مولا آپ پر میں کس طرح جنگ کروں۔ میرے دونوں ہاتھ قطع ہو گئے ہیں لشکر معاویہ نے نہ صرف ہاتھ قطع کئے بلکہ آپ کے شکم مبارک کو بھی چاک کر ڈالا حضرت امیرالمومنین بڑی تیزی کے ساتھ ہاشم کے پاس پہنچے اور آپ نے ایک نعرۂ حیدری بلند کیا لشکر شام پراگندہ ہو گیا اور آپ ہاشم کے پاس پہنچے دیکھا کہ ہاشم زمین پر پڑے ہیں آپ نے ان کو اٹھایا اور ان کا سر اپنے زانو پر رکھا۔ نوید بہشت دی۔ یہ علمدار لشکر امیرالمومنین تھے اور عباس علیہ السلام علمدار لشکر امام حسینؑ تھے جب حضرت عباسؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اور آواز دی کہ یا آقاہ ادرکنی تو امام حسین لاش برادر پر پہنچے دیکھا کہ آپ خاک و خون میں غلطاں ہیں۔

علمداری حصین بن منذر رقاشی اور شہادت

ابوالعرفاء ذہلی

حصین بن منذر جنگ صفین میں حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے لشکر کے علمدار تھے بروایتے جنگ صفین چودہ[۱۴] یا اکیس[۲۱] ماہ تک جاری رہی ہے حضرت امیر علیہ السلام نے صف آرائی سے پہلے پہلے علم اپنے ہاتھ میں رکھا۔ کیونکہ یہ ہی علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یادگار تھا۔ آنحضرتؐ کے زمانہ میں جناب امیر علیہ السلام ہی علمدار لشکر اسلام رہے ہیں۔ یہاں تک آپ نے پھر یہ علم جنگ صفین میں بلند کیا۔ اور جب جنگ میں شدت پیدا ہو گئی تو چونکہ علم قدرے خستہ و کہنہ ہو گیا تھا اُسے ایک نیزہ کے ساتھ بلند کیا گیا۔ اور حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنے لشکر والوں سے مخاطب ہو کر فرمایا ھٰذا رایۃ رسول اللہ کہ یہ رسولؐ خدا کا علم ہے جب لشکر والوں نے یہ سنا کہ یہ آنحضرتؐ کا علم مبارک ہے تو لوگوں نے اسے بوسہ دیا۔ اور اس کی زیارت کی۔ بعدہٗ آپ نے فرمایا کہ آج کے روز کون اس علم کو اٹھائے گا کون علمدار ہو گا چنانچہ لشکر حق میں ایک شخص جن کا نام حصین بن منذر رقاشی تھا نکلا اور اس نے علمدار ہونے پر سبقت کی۔ آپ نے اس کو علم عطا کیا۔ گویا سرفرازی عطا کی پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے اس کو علمدار اس لیے بنایا ہے کہ یہ مرد بلند و بالا ہے۔ قوی ہیکل ہے۔ حرب و ضرب سے واقف ہے۔ دوسرے لوگ اس پر غبطہ کرتے تھے۔ چنانچہ انہی غبطہ کرنے والوں میں سے یعنی علمداری کی آرزو رکھنے والوں میں سے ایک ابوالعرفاء

ذہلی تھی تھے جو کہ شجاعت میں بے نظیر تھے اور رشد و ہدایت کی تبلیغ کرنا ان کا کام تھا یہ بکمال آرزو حصین کے پاس آئے اور کہا یا عمّاہ اعرھا ساعۃ کہ ایک ساعت کے لیے علم اسلام مجھے دے دیں شاید کہ علمداری کا ثواب مجھے بھی میسر ہو حصین نے کہا اے چچا تم ثواب کے طالب ہو۔ اس پر ابوالعرفاء نے کہا کہ اے حصین میں تم کو حضرت علیؑ کی قسم دیتا ہوں یہ علم ایک ساعت کے لیے عاریتاً مجھے دیدو۔ حصین کہتے ہیں کہ اس وقت ابوالعرفاء کی یہ حالت تھی کہ اگر ان کو علم نہ دیا تو ممکن ہے کہ ہلاک نہ ہو جائیں۔ حصین خدمت حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام میں لے واقعہ بیان کیا۔ اور آپ سے اجازت طلب کی ایک ساعت کے لیے ان کو علم دیدوں باجازت علم ان کو دے دیا یہ عاشق علم رسولؐ خدا بعزو ناز ساتھیوں سے کہنے لگا کہ اے بھائیوں جنت میں وہی جائے گا جو صابر ہے اور اللہ و رسولؐ کے احکام مانتے ہوئے صبر کا مظاہرہ کرے اور اللہؑ کی طرف سے عظیم فرض جہاد کرنا ہے دشمنوں سے فی سبیل اللہ جہاد کرنا ہے۔ اور اس طرف لشکر شام نے جب علم ان کے ہاتھ میں دیکھا تو تیروں کی بارش کر دی یہاں تک کہ آپ پر اسقدر تیر پڑے کہ آپ کی پشت اور زرہ ایسی معلوم ہو رہی تھی جیسے کہ کانٹے پیوست ہوں۔ ابوالعرفاء نے اس وقت علم حصین کو دے دیا اور خود الگ ہو گئے گھوڑے سے زمین پر گرے حضرت امیرالمومنین اس کی لاش پر پہنچے جنت کی بشارت دی اس نے شاہ ولایت کی زیارت کی اور روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔

اے شیعو۔ کربلا میں ذرا علمدار حسینؑ کو دیکھو کہ جب آپ گھوڑے سے زمین پر گرے ہیں اور امام حسینؑ کو آواز دی ہے کہ یا آقا ادرکنی۔ امام حسینؑ بالین عباس علمدار پر پہنچے۔ امام حسینؑ نے آپ کی آنکھوں سے خون پونچھا کہ عباسؑ کی روح نے جنت اعلیٰ

کو پرواز کی۔

عبداللہ بن بدیل بن ورقاء خزاعی کا جنگ صفین میں علمدار لشکر حق ہونا اور شہادت

علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ بحار ج ۸ میں، صاحب شرح نہج، اور نصر بن مزاحم لکھتے ہیں کہ ماہ صفر کی ساتویں تاریخ کو جنگ صفین میں لشکر معاویہ اور لشکر حضرت امیرالمومنین علیہ السلام صف بستہ ہوئے اس روز حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے لشکر میں قیس بن سعد بن عبادہ سردار جمیع سواران لشکر مقرر ہوئے۔ اشعث بن قیس تمام پیادوں کے سالار مقرر ہوئے میمنہ پر عبداللہ بن بدیل ورقاء خزاعی علمدار ہوئے اور میسرہ پر عبداللہ ابن عباسؓ پیادوں کے علمدار مقرر ہوئے اور قلب لشکر میں حصین ابن منذر علمدار تھے اور حضرت امیرالمومنین علیہ السلام بھی قلب لشکر میں موجود رہے۔ اور دوسری طرف معاویہ نے بھی اپنے لشکر کی صفیں باندھیں عبداللہ ابن عمرو عاص سواروں پر سالار مقرر ہوا اور مسلم بن عقبہ فہری پیادوں پر سالار مقرر ہوا۔ میمنہ پر عبداللہ علمدار اور میسرہ پر حبیب بن مسلم علمدار مقرر ہوا اور معاویہ بھی خود اپنے قلب لشکر میں موجود رہا۔ اسی اثناء میں دونوں لشکر میں شور جنگ پیدا ہوا ؎

برآمد ز قلب دو لشکر خروش   رسید آسمان را قیامت بگوش
ز شوریدن نالہ کرنائی   بیفتاد تب لرزہ بر دست و پائی

زرخ غریدن کوس خالی دماغ
زمین لرزہ افتاد در کوہ و راغ

زبس بانگ شیپور زہرہ شگاف
بدرید زہرہ بہ پیچید ناف

خلاصان اشعار کا یہ ہے کہ دونوں لشکروں میں شورِ جنگ اسقدر بلند ہوا کہ قیامت آسمان کے گوشش زد ہو گئی یعنی بے پناہ شور ہوا۔ اور جب جنگ کی نفیری بجنے لگی تو ہاتھ پاؤں میں لرزہ پیدا ہو گیا۔ جنگ کے نقاروں کی ڈراؤنی آواز دماغ پر گران گزر رہی تھی۔ زمین کوہسار و سبزہ زار سب ہی لرزے میں تھے۔ اور جنگی نفریوں کی آواز پتہ پھاڑ رہی تھی۔ اسی دوران حضرت امیر المومنین علی السّلام نے فرمایا کہ اے دوستو تم میں کیا۔ قرآن مجھ سے لو اور دونوں صفوں کے درمیان جاؤ اور اس گروہ معاویہ کے سامنے تلاوت کرو۔ اور کہو کہ اے معاویہ متابعت شیطان نہ کرو بلکہ اطاعت خدا و رسول اور امیر المومنین علیؑ کی اطاعت و پیروی کرو ؎

پیغمبر حق مرا برادر میگفت   باجان و دل خویش برابر گفت
من نصرت او در ہمہ جا میکردم   آندم کہ سخن زشرع انور میگفت

یعنی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بھائی کہا ہے اور مجھے اپنا نفس یعنی اپنی جان، اپنا دل اور اپنا کہا ہے اور میں نے آنحضرتؐ کی ہر جگہ مدد کی ہے اور اس وقت بھی میری باتیں از شرع پیغمبریؐ ہیں اس دم ایک جوان صالح کہ اس کا نام سعید تھا خدمت امیر علیہ السّلام میں آیا۔ آپ نے فرمایا کہ اے جوان اپنی جگہ واپس جا۔ آپ نے اس سے دو مرتبہ کہا۔ پھر وہ جوان سامنے آیا۔ تو آپ نے اس کو قرآن مجید دیا اور فرمایا کہ مردانہ وار میدان رزم میں جاؤ اور اس نے میدان جنگ میں دو صفوں کے درمیان کھڑے ہو کر کہا اے اہل شام کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے جدا ہو گئے ہیں لیکن حضورؐ نے دو گرانقدر چیزیں ہمارے لیے چھوڑی ہیں ایک

کتاب خدا ہے دوسرے عترت رسول خدا ہے۔ تم ان دونوں کی طرف سے بے اعتنائی نہ کرو۔ راوی کہتا ہے کہ ابھی وہ جوان یہ کہہ رہا تھا کہ لشکر معاویہ نے اس کو تیروں کا نشانہ بنایا جناب امیر المومنین نے یہ دیکھ کر عبداللہ بن بدیل سے کہا کہ حملہ کرو۔ عبداللہ نے علم اسلام آگے کیا اور پرچم کھولا۔ اور عبداللہ کے عقب میں فوج حق نے پیش قدمی کی۔ عبداللہ رجز پڑھتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ معاویہ نے دیکھا کہ عبداللہ پیش قدمی کر رہا ہے تو اس نے حبیب ابن مسلم کو جو اس کے میسرہ کا سالار تھا حکم دیا کہ حملہ کا جواب دے۔ ؎

در آمد بغریدن آواز کوس   فلک بر دہان دہل بوس
رواز در آمد بجائی نبرد   بتواہز بر آمد بردان مرد
زمین گفتی از یکدیگر بردرید   سرافیل صور قیامت کشید
غبار زمین بر ہوا راہ گشت   عنان سلامت برون شد ز دست
زبس ترک بر تارک اہل کین   زمین آسمان آسمان شد زمین
صف میمنہ چون روان شد زجائی   فغان کرد شیپور دنالید نائی
دلیران دین رایت افراختند   بقصد سر یکدگر تاختند

چنان ریخت خون تیغ خارا شگاف
کہ شد لالہ گون خاک دشت مصاف

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ طبل جنگ کی ڈراؤنی آوازیں جب فلک پر پہنچیں تو فلک دہن دہل (نقارہ) کے بوسے لینے لگا یعنی طبل جنگ کا شور بہ نسبت آسمانی ڈھول کی آواز سے زیادہ تھا بے پناہ شور تھا۔ آواز سن کر لوگ میدان جنگ میں آگئے زمین گویا پھٹ گئی اور ایسا محسوس ہوا کہ شور طبل جنگ کیا ہے بلکہ اسرافیل نے صور قیامت

چھونکا ہے زمین سے غبار اڑ کر دوش ہوا پر گھوم رہا تھا۔ اور عنان سلامتی ہاتھوں سے چھوٹی ہوتی تھی یعنی کہ جنگ کا خوف لاحق تھا۔ میمنہ والے حرکت میں آ چکے تھے۔ جنگی نفریاں بج رہی تھیں۔ اور دینی بہادر جوانوں نے رایت دین کھولا ہوا تھا اس لیے کہ وہ ایک سر کاٹنا چاہتے تھے۔ انہوں نے تیغ آبدار کھینچی کہ میدان جنگ لالہ زار ہو جائے یعنی کشتوں کے خون سے رنگین ہو جائے۔ آخر کار لشکر حق لشکر باطل پر غالب آیا۔ معاویہ کا اضطراب بڑھ گیا اور کہنے لگا یا لثارات عثمان۔ کہ خون عثمان کا بدلہ لینے والو۔ جنگ میں کوشش کرو۔ کچھ لوگوں کو اس نے لالچ بھی دلایا کہ ؎

دگر با خون از زمین جوشش زدہ — تفضا را قدر بر بنا گوشش زدہ
زبس کلہ و سر کہ افتادہ بود — یکی کوہ از کلہ آگندہ بود

عبداللہ بدیل علمدار لشکر حضرت امیرالمومنین کو شکست ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ شامیوں کا ایک گروہ جو چار ہزار ایک سو افراد پر مشتمل تھا اور وہ سب کے سب حافظ قرآن بھی تھے لشکر امیرالمومنین میں داخل ہو گئے تھے وہ سب کے سب امیر معاویہ کی پناہ میں چلے گئے۔ علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ والیح ابن بدیل وصمم علی قتل معاویہ یعنی کہ عبداللہ بن بدیل کا یہ مصمم ارادہ تھا کہ وہ معاویہ کو قتل کرے بنا بریں ابن بدیل از خود معاویہ تک پہنچا کہ اسے قتل کرے اس نے علم اور شمشیر لے کر اپنے گھوڑے کو جولان کیا۔ اور صف سے گزرتا ہوا آگے بڑھا۔ اس وقت عبداللہ بن بدیل کا بھائی محمد اس کی حمایت کے لیے اس کے عقب میں پہنچا چنانچہ یہ دونوں بھائی ساتھ ساتھ لڑتے لڑتے معاویہ کے نزدیک پہنچ گئے۔ معاویہ نے دیکھا کہ یہ قتل کرنے کے ارادہ سے آئے ہیں انہوں نے چاہا کہ اس پر وار کریں اس نے شور مچایا کہ ان

کو مجھ سے دور کرو۔ مجھے یہ قتل کرنا چاہتے ہیں اس کے حامی چاروں طرف سے آ گئے۔ اور ان لوگوں نے عبداللہ اور اس کے بھائی پر پتھروں۔ تیروں اور عمودں سے حملہ کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ معاویہ کے لوگ دونوں بھائیوں کے درمیان حائل ہو گئے اور ان میں جدائی ہو گئی محمد بن بدیل اس وقت ایسا صیحہ بلند کیا کہ دور تک اس کی آواز گئی اور وہ قتال و جدال میں مشغول ہو گیا محمد کو نہ اپنے بھائی کی کوئی آواز آئی اور نہ وہ اس کو نظر آئے اس نے کہا این انت اخی کہ اے بھائی کہاں ہیں۔ لیکن عبداللہ زخموں کی تاب نہ لا سکے اور گھوڑے سے زمین پر آ چکے تھے۔ اے شیعو۔ عبداللہ اور اس کا بھائی محمدؒ، اور کربلا میں حسینؑ اور عباسؑ علمدار دونوں کے حالات میں مشابہت ہے حضرت امام حسینؑ اور حضرت عباسؑ کے درمیان بھی فوج مخالف نے جدائی کر دی تھی، حضرت امام حسینؑ نے اپنے بھائی عباس کی آواز سنی، صرف ایک ہی آواز گوش فرد ہوئی تھی امام حسینؑ نے دیکھا کہ اب دوبارہ آواز عباسؑ نہیں آتی۔ علم کو دیکھا تو اسے سرنگوں پایا۔ غرض کہ عبداللہ بن بدیل کے قتل ہونے کی خبر معاویہ کو ملی تو اس نے الحمد للہ کہا۔ بعدہٗ کہنے لگا کہ میں نے علیؑ کی ایک چشم (معاذ اللہ) کور کر دی خدایا تو علیؑ کی دوسری آنکھ بھی کور کر دے دوسری آنکھ سے معاویہ کے نزدیک مالک اشترؒ مراد تھے مطلب یہ تھا کہ خدایا مالک اشترؒ بھی قتل ہو جائیں قاضی علیہ الرحمۃ مجالس المومنین میں لکھتے ہیں کہ معاویہ اپنے وزیر عبداللہ عامر۔ مقتول عبداللہ بن بدیل کی لاش پر آیا معاویہ کی نظر عبداللہ کے قد و قامت پر پڑی دیکھا کہ وہ شیر کی طرح کشتہ پڑا ہے معاویہ نے چاہا کہ خنجر سے اس کے کان اور دماغ قطع کرے اس وقت عبداللہ عامر نے اس سے کہا کہ عبداللہ بن بدیل گزشتہ زمانہ میں میرا رفیق تھا۔ اور اس کی دوستی کی وجہ سے میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کو مثلہ نہ کیا جائے۔

دشمن جب تک کہ زندہ ہے جیسا برتاؤ کرنا ہو کیا جاسکتا ہے لیکن جب وہ مرگیا تو اس کی میت کے ساتھ ایسا برتاؤ مناسب نہیں ہے۔ وامصیبتاہ۔ کربلا میں روز عاشوراء بنی امیہ نے حضرت عباس ابن علیؑ کے ہاتھ قطع کئے اور امام حسین علیہ السّلام کی انگشت مبارک ایک انگشتری کی خاطر قطع کی جسم مبارک ٹکڑے ٹکڑے کیا سر جدا کیا۔ الالعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

جنگ جمل میں مسلم مجاشعی کی شہادت

ان دنوں میں جب حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کو ام المومنین بی بی عائشہؓ اور طلحہ وزبیر سے مقابلہ درپیش تھا کہ ایک روز جمل کے مقام پر دونوں طرف کے لشکر کی صفیں آراستہ ہوگئیں اور طبل جنگ بجنے لگا کہ ام المومنین بی بی عائشہؓ ایک ہودج میں سوار ہو کر لشکر طلحہ وزبیر میں آئیں ان کے اونٹ کے گرد بصرہ کے لوگوں کا احاطہ تھا جو بطور محافظ دستہ ساتھ تھے۔ اہل بصرہ اور خصوصاً بنو ضبہ زیادہ احترام کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ شتر ام المومنین کا نام "عسکر" تھا اور اس کی مہار تھامنے کے لیے آپس میں تنازع ہو رہا تھا کیونکہ اس سعادت کو حاصل کرنے کا ہر ایک قبیلہ متمنی تھا۔ قاضی نور اللہ مجالس المومنین میں لکھتے ہیں کہ اسی اثنا میں حضرت امیرالمومنین علی علیہ السّلام نے قرآن مجید منگایا۔ اور اسے دکھا کر طلحہ وزبیر کے لشکریوں سے دریافت کیا کہ کونسی کتاب ہے اور فرمایا کہ میرے پاس سے قرآن لے جاؤ اور اس کو بغور پڑھو اور دیکھو کہ قرآن گروہ باغی کے لیے کیا کہا ہے اور آپ نے اور بھی نصیحت کی۔ آپ کے لشکر میں ایک مسلم نامی تھا وہ شجاعت وبہادری میں مشہور ومعروف تھا امیرالمومنینؑ کے سامنے آیا اور آپ سے قرآن لے لیا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ اے

جوانمرد بے عیب مجھے خداوند عالم الغیب نے خبر دی ہے کہ جو شخص بھی قرآن کو ان لوگوں کے پاس لے جائے گا اس کے دونوں ہاتھ قطع ہو جائیں گے۔ لہٰذا بوقت جنگ قرآن پر نگاہ رہے۔ اور جب اس کے دونوں ہاتھ کٹ جائیں گے تو اس کا سر کاٹا جائے گا اور روح رضوان الٰہی کی طرف پرواز کر جائے گی جب مسلم مجاشعی نے حضرت امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب سے یہ کلام سنا تو اپنی جان کے خوف سے قرآن کو لینا ترک کر دیا اور کہا کہ یہ کام میری طاقت سے باہر ہے حضرت امیرالمومنین نے پھر اپنا کلام دہرایا۔ لیکن کسی شخص کو جرأت نہ ہوئی کہ وہ پیش قدمی کرے۔ بس پھر مسلم نے قرآن مجید آپ سے لیا اور میدان کارزار میں آئے۔ اس طرح آئے جیسے روز عاشوراء حضرت عباس بن علیؑ لشکر اعداء میں آئے ہیں حالانکہ جانتے تھے کہ ایک مشک آب کے لیے ہاتھ قطع ہو گئے سر شگافتہ ہوگا غرضکہ مسلم مجاشعی میدان کارزار میں پہنچے۔ دو صفوں کے درمیان قرآن مجید کو کھولا لشکر طلحہ وزبیر معترض ہوا۔ مگر مسلم مجاشعی نے دلیرانہ طور پر بآواز بلند کہا کہ اے کذاب تو نے غلط کہا اور تو کذب بیانی سے کام لیتا ہے اور پھر طلحہ پر دغا اور مسلم مجاشعی میں مباحثہ ہوا اور جنگ وجدل شروع ہوگئی۔ اور طلحہ نے ایک آدمی کو مامور کیا کہ مسلمؒ کا جس کے پاس قرآن ہے ہاتھ قطع کر دے چنانچہ وہ ملعون حملہ آور ہوا اور مسلمؒ کا دست راست کہ جس میں قرآن تھا قطع کر دیا مسلمؒ نے قرآن مجید بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ کوفیوں نے روز عاشوراء حضرت عباس ابن علیؑ کے دونوں ہاتھ قطع کئے تھے کہ جب آپ نہر فرات سے مشک آب لے کر واپس آرہے تھے لشکر عمر بن سعد کے کسی ملعون نے تیر مارا جس سے مشک کا پانی بہہ گیا۔ اور حضرت عباسؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے آواز دی یا اخاہ ادرکنی۔ اے آقا اے بھائی جلد مدد کو

آئیے۔ بہر حال مسلمؑ کا دست چپ بھی قلم ہوگیا تو مسلمؑ نے قرآن کو اپنے سینہ سے لگا لیا۔ لیکن ان ملعونوں نے آپ پر پے در پے حملے کئے اور آپ کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا مادر مسلمؑ بھی وہاں موجود تھی جب اس نے اپنے بیٹے کو ٹکڑے ٹکڑے دیکھا تو گریہ وزاری کرنے لگی اس وقت حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا ؎

یارب ان مسلما اتاهم   بمحکم التنزیل اذ دھاھم
یتلوا کتاب الله لایختاهم   فخصبوا من دمه لحاهم
وامه واطمة تراهم   فغادروه قطعا تراهم

خلاصہ یہ ہے کہ وہ قرآن مجید کو جس کی تنزیل محکم ہے مسلمانوں نے تیزی کے ساتھ اس کو ختم کردیا، اور حامل قرآن کا خون بہا دیا۔ گویا قرآن خون سے رنگین کردیا اس کی ماں (مسلم کی والدہ) اس کا خون بہتا ہوا دیکھتی اور ان عہد شکن لوگوں نے مسلم اور قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ پس حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنے لشکر کی طرف رخ کرکے فرمایا کہ اس جوان کے خون کا بدلہ لو کہ اس دین کی خاطر اپنی جان قربان کی ہے پس لشکر حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے اصحاب جمل پر حملہ کیا۔ اور لشکر کے تمام سرداروں کو بھگا دیا۔ یہاں تک کہ امیرالمومنین کے تمام سرداران لشکر نے حملہ کیا سب سے پہلے حجاج بن خزیمہ انصاری نے اصحاب جمل پر حملہ کیا۔ پھر خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین آگے بڑھے اور حملہ کیا۔ شریح بن ہانی حارثیؓ، ہانی بن عروہ مذحجی، زیاد بن کعب ہمدانی حملہ آور ہوئے اور پھر ان کے بعد جناب عمار یاسر نے حملہ کیا۔ ان کے ساتھ مالک اشتر نخعی رومی بھی تھے اور ساتھ ہی ساتھ سعید بن قیس ہمدانی پر حملہ آور ہوئے مختصراً یہ ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ

کے لشکر نے میمنہ و میسرہ، اور قلب لشکر میں گھس کر حملے کئے اور اصحاب جمل کو منتشر کردیا۔ اور جنگ جمل میں حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام نے حملے کئے اور قتال کیا۔ اے شیعیو۔ حضرت امیرالمومنین نے مسلم مجاشعی کے دونوں ہاتھ قطع ہونے کے عوض حملہ و مقاتلہ کا حکم دیدیا اور آپ اس وقت تک راضی نہ ہوئے کہ بدلہ نہ لے لیا جائے۔ آپ کس طرح راضی ہوسکتے ہیں ان ملعونوں سے کہ جنہوں سے کہ جنہوں نے روز عاشورا حضرت عباسؑ کے دونوں ہاتھ قطع کئے اور سقائے سکینہ کو پانی لیجانے سے روکا اور آپ کے جسم مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ کاش کہ حمزہؓ کربلا میں ہوتے کاش جعفر طیار کربلا میں ہوتے اور دیکھتے کہ عباسؑ نے کس شان سے نصرت امام حسین کی ہے۔ واحسرتا امام حسینؑ لاش عباسؑ فرات سے اٹھا نہ سکے اور جلتی ہوئی ریت پر لاش مبارک پڑی رہی

حکایت غلام حضرت امیرالمومنین علیہ السلام

علامہ مجلسیؒ نے بحار میں اصبغ بن نباتہ سے روایت کی ہے کہ حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کی خلافت ظاہری میں ایک جماعت نے آکر آپ سے یہ شکایت کی کہ آپ کے غلام نے چوری کی ہے آپ نے اپنے غلام پر ایک نظر ڈالی لیکن اس کے چہرہ پر نور محبت دیکھا۔ تاہم فرمایا یا غلام اسرقت کیا تو نے چوری کی ہے۔ غلام نے عرض کیا کہ ہاں اے آقا، مولیٰ میں نے چوری کی ہے۔ حضرت امیرالمومنین نے فرمایا کہ ثکلتک امک تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے۔ آپ نے پھر فرمایا کہ اگر دوسری مرتبہ اقرار کیا تو میں تیرا ہاتھ قطع کرنے کا حکم دے دوں گا۔ یہ فرما کر آپ نے اس سے دوبارہ دریافت کیا کہ سچ بتلا کیا تو نے چوری کی ہے وہ بولا

خلاصہ یہ ہے کہ مالک اشتران لوگوں کے پاس گئے۔ اور فرمایا کہ میں علیؑ کا غلام ہوں۔ مالک اشتر ہوں اور علیؑ کے لشکر کا شیر ہوں۔ اور یہ پہلوانی حربے جانتا ہوں۔ تم نے یہ اسلحہ کس لیے پہنا ہے جب یہ شیر ژیان گونجا تو دشمن گھبرا گیا۔ مالک اشتر نے دشمنوں کو پراگندہ کیا۔ اور ان کو شکست دی اور لشکر حق کو اس طرح ظفر نصیب ہوئی اور مالک اشتر اپنے لشکر میں واپس تشریف لائے۔ اور شعلۂ سوزاں کی مانند لشکر معاویہ پر جھپٹے۔ اور ہاشم علمدار لشکر کی نگاہ معاویہ کے پورے لشکر پر تھی اور بار بار کہتے تھے کہ اے لوگو آؤ اور آنحضرتؐ کے چچازاد بھائی علیؑ کو خوش کرو چنانچہ طلوع آفتاب سے لے کر زوال کے بعد تک جنگ زوروں پر رہی لیکن چند ساعت کے بعد حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے دیکھا کہ علم ہاشم متحرک نہیں ہے۔ آپ نے کسی کو اس کے پاس بھیجا کہ کس طرح کھڑے ہو۔ جب ہاشم نے حضرت امیر علیہ السلام کا یہ پیغام سنا تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور کہا کہ میرا سلام ہو اے مولیٰ آپ پر میں کس طرح جنگ کروں۔ میرے دونوں ہاتھ قطع ہو گئے ہیں لشکر معاویہ نے نہ صرف ہاتھ قطع کئے بلکہ آپ کے شکم مبارک کو بھی چاک کر ڈالا حضرت امیرالمومنین بڑی تیزی کے ساتھ ہاشم کے پاس پہنچے اور آپ نے ایک نعرۂ حیدری بلند کیا لشکر شام پراگندہ ہو گیا اور آپ ہاشم کے پاس پہنچے دیکھا کہ ہاشم زمین پر پڑے ہیں آپ نے ان کو اٹھایا اور ان کا سر اپنے زانو پر رکھا۔ نوید بہشت دی۔ یہ علمدار لشکر امیرالمومنین تھے اور عباس علیہ السلام علمدار لشکر امام حسینؑ تھے جب حضرت عباسؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اور آواز دی کہ یا آقاہ ادرکنی تو امام حسین لاش برادر پر پہنچے دیکھا کہ آپ خاک و خون میں غلطاں ہیں۔

علمداریٔ حصین بن منذر رقاشی اور شہادت ابوالعرفاء ذہلی

حصین بن منذر جنگ صفین میں حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے لشکر کے علمدار تھے بروایتے جنگ صفین چودہ۱۴ یا اکیس۲۱ ماہ تک جاری رہی ہے حضرت امیر علیہ السلام نے صف آرائی سے پہلے پہلے علم اپنے ہاتھ میں رکھا۔ کیونکہ یہ ہی علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یادگار تھا۔ آنحضرت کے زمانہ میں جناب امیر علیہ السلام ہی علمدار لشکر اسلام رہے ہیں۔ یہاں تک آپ نے پھر یہ علم جنگ صفین میں بلند کیا۔ اور جب جنگ میں شدت پیدا ہو گئی تو چونکہ علم قدیمی خستہ و کہنہ ہو گیا تھا اُسے ایک نیزہ کے ساتھ بلند کیا گیا۔ اور حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنے لشکر والوں سے مخاطب ہو کر فرمایا ھٰذا رایۃ رسول اللہ کہ یہ رسول خدا کا علم ہے جب لشکر والوں نے یہ سنا کہ یہ آنحضرتؐ کا علم مبارک ہے تو لوگوں نے اسے بوسہ دیا۔ اور اس کی زیارت کی۔ بعدہٗ آپ نے فرمایا کہ آج کے روز کون اس علم کو اٹھائے گا کون علمدار ہوگا چنانچہ لشکر حق میں ایک شخص جن کا نام حصین بن منذر رقاشی تھا نکلا اور اس نے علمدار ہونے پر سبقت کی۔ آپ نے اس کو علم عطا کیا۔ گویا سرفرازی عطا کی پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے اس کو علمدار اس لیے بنایا ہے کہ یہ مرد بلند و بالا ہے۔ قوی ہیکل ہے۔ حرب و ضرب سے واقف ہے۔ دوسرے لوگ اس پر غبطہ کرتے تھے۔ چنانچہ انہی غبطہ کرنے والوں میں سے یعنی علمداری کی آرزو رکھنے والوں میں سے ایک ابوالعرفاء

ذہلی تھے جو کہ شجاعت میں بے نظیر تھے اور رشد و ہدایت کی تبلیغ کرنا ان کا کام تھا یہ بکمال آرزو حصین کے پاس آئے اور کہا یا عمّ اعرھا ساعۃ کہ ایک ساعت کے لیے علم اسلام مجھے دے دیں شاید کہ علمداری کا ثواب مجھے بھی میسر ہو حصین نے کہا اے چچا تم ثواب کے طالب ہو اس پر ابو العرفا نے کہا کہ اے حصین میں تم کو حضرت علیؑ کی قسم دیتا ہوں یہ علم ایک ساعت کے لیے عاریتاً مجھے دیدو۔ حصین کہتے ہیں کہ اس وقت ابو العرفا کی یہ حالت تھی کہ اگر ان کو علم نہ دیا تو ممکن ہے کہ ہلاک نہ ہو جائیں۔ حصین خدمت حضرت امیر المومنین علیہ السّلام میں آئے واقعہ بیان کیا اور آپ سے اجازت طلب کی ایک ساعت کے لیے ان کو علم دیدوں باجازت علم ان کو دے دیا یہ عاشق علم رسولؐ خدا بعجز و نیاز ساتھیوں سے کہنے لگا کہ اے بھائیوں جنت میں وہی جائے گا جو صابر ہے اور اللہ و رسولؐ کے احکام مانتے ہوئے صبر کا مظاہرہ کرے اور اللہ کی طرف سے عظیم فرض جہاد کرتا ہے دشمنوں سے فی سبیل اللہ جہاد کرتا ہے۔ اور اس طرف لشکر شام نے جب علم ان کے ہاتھ میں دیکھا تو تیروں کی بارش کر دی یہاں تک کہ آپ پر اسقدر تیر پڑے کہ آپ کی پشت اور زرہ ایسی معلوم ہو رہی تھی جیسے کہ کانٹے پیوست ہوں۔ ابو العرفا نے اس وقت علم حصین کو دے دیا اور خود الگ ہو گئے گھوڑے سے زمین پر گرے حضرت امیر المومنین اس کی لاش پر پہنچے جنت کی بشارت دی اس نے شاہ ولایت کی زیارت کی اور روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔

اے شیعو۔ کربلا میں ذرا علمدار حسینؑ کو دیکھو کہ جب آپ گھوڑے سے زمین پر گرے ہیں اور امام حسینؑ کو آواز دی ہے کہ یا آقا و ادرکنی۔ امام حسینؑ بالین عباس علمدار پر پہنچے۔ امام حسینؑ نے آپ کی آنکھوں سے خون پونچھا کہ عباسؑ کی روح نے جنت اعلیٰ

کو پرواز کی۔

عبداللہ بن بدیل بن ورقاء خزاعی کا جنگ صفین میں علمدار لشکر حق ہونا اور شہادت

علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ بحار ج ۸ میں، صاحب شرح نہج، اور نصر بن مزاحم لکھتے ہیں کہ ماہ صفر کی ساتویں تاریخ کو جنگ صفین میں لشکر معاویہ اور لشکر حضرت امیر المومنین علیہ السلام صف بستہ ہوئے اس روز حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے لشکر میں قیس بن سعد بن عبادہ سردار جمیع سواران لشکر مقرر ہوئے۔ اشعث بن قیس تمام پیادوں کے سالار مقرر ہوئے میمنہ پر عبداللہ بن بدیل ورقا خزاعی علمدار ہوئے اور میسرہ پر عبداللہ ابن عباسؓ پیادوں کے علمدار مقرر ہوئے اور قلب لشکر میں حصین ابن منذر علمدار تھے اور حضرت امیر المومنین علیہ السّلام بھی قلب لشکر میں موجود رہے۔ اور دوسری طرف معاویہ نے بھی اپنے لشکر کی صفیں باندھیں عبداللہ ابن عمرو عاص سواروں پر سالار مقرر ہوا اور مسلم بن عقبہ فہری پیادوں پر سالار مقرر ہوا۔ میمنہ پر عبداللہ علمدار اور میسرہ پر حبیب بن مسلم علمدار مقرر ہوا اور معاویہ بھی خود اپنے قلب لشکر میں موجود رہا۔ اسی اثنا میں دونوں لشکر میں شور جنگ پیدا ہوا ؎

برآمد ز قلب دو لشکر خروش رسید آسمان را قیامت بگوش
ز شوریدن نالۂ کرنائے بیفتاد شب لرزہ بر دست و پائے
ز رخ غریدن کوس خالی دماغ
زمین لرزہ افتاد در کوہ و راغ

زبس بانگ شیپور زہرہ شگاف
بدرید زہرہ بپیچید ناف

خلاصہ اشعار کا یہ ہے کہ دونوں لشکروں میں شور جنگ اسقدر بلند ہوا کہ قیامت آسمان کے گوش زد ہو گئی یعنی بے پناہ شور ہوا۔ اور جب جنگ کی نفیری بجنے لگی تو پہاڑ تھر پاؤں میں لرزہ پیدا ہو گیا۔ جنگ کے نقاروں کی ڈراؤنی آواز دماغ پر گران گزر رہی تھی۔ زمین کوہسار و سبزہ زار سب ہی لرزے میں تھے۔ اور جنگی نفیریوں کی آواز پتہ پھاڑ رہی تھی۔ اسی دوران حضرت امیر المومنین علی السلام نے فرمایا کہ اے دوستو تم میں کیا۔ قرآن مجھ سے لو اور دونوں صفوں کے درمیان جاؤ اور اس گروہ معاویہ کے سامنے تلاوت کرو۔ اور کہو کہ اے معاویہ متابعت شیطان نہ کرو بلکہ اطاعت خدا و رسول اور امیر المومنین علیؑ کی اطاعت و پیروی کرو۔ ؎

پیغمبر حق مرا برادر میگفت   باجان و دل خویش برابر گفت
من نصرت او درہمہ جا میکردم   آندم کہ سخن ز شرع انور میگفت

یعنی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بھائی کہا ہے اور مجھے اپنا نفس یعنی اپنی جان، اپنا دل اور اپنا کہا ہے اور میں نے آنحضرتؐ کی ہر جگہ مدد کی ہے اور اس وقت بھی میری باتیں از شرع پیغمبریؐ ہیں اس دم ایک جوان صالح کہ اس کا نام سعید تھا خدمت امیر علیہ السلام میں آیا۔ آپ نے فرمایا کہ اے جوان اپنی جگہ واپس جا۔ آپ نے اس سے دو مرتبہ کہا پھر وہ جوان سامنے آیا۔ تو آپ نے اس کو قرآن مجید دیا اور فرمایا کہ مردانہ وار میدان رزم میں جاؤ اور اُس نے میدان جنگ میں دو صفوں کے درمیان کھڑے ہو کر کہا اے اہل شام کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے جدا ہو گئے ہیں لیکن حضورؐ نے دو گرانقدر چیزیں ہمارے لیے چھوڑی ہیں ایک

کتاب خدا ہے دوسرے عترت رسول خدا ہے۔ تم ان دونوں کی طرف سے بے اعتنائی نہ کرو۔ راوی کہتا ہے کہ ابھی وہ جوان یہ کہہ رہا تھا کہ لشکر معاویہ نے اس کو تیروں کا نشانہ بنایا جناب امیر المومنین نے یہ دیکھ کر عبداللہ بن بدیل سے کہا کہ حملہ کرو۔ عبداللہ نے علم اسلام آگے کیا اور پرچم کھولا۔ اور عبداللہ کے عقب میں فوج حق نے پیش قدمی کی۔ عبداللہ رجز پڑھتا ہوا آگے بڑھتا چل گیا۔ معاویہ نے دیکھا کہ عبداللہ پیش قدمی کر رہا ہے تو اس نے حبیب ابن مسلم کو جو اُس کے میسرہ کا سالار تھا حکم دیا کہ حملہ کا جواب دے۔ ؎

درآمد بغریدن آواز کوس   فلک بردہان دہل بوس
رو از در آمد بجائی نبرد   بتواہر برآمد بردان مرد
زمین گفتی از یکدیگر بردرید   سرافیل صور قیامت کشید
غبار زمین برہوا راہ گشت   عنان سلامت برو نشد ز دست
زبس ترک بر تارک اہل کین   زمین آسمان آسمان شُد زمین
صف میمنہ چوں روان شُد زجائی   فغان کرد شیپور و نالید نائی
دلیران دین رایت افراختند   بقصد سر یکدگر تاختند

چنان ریخت خون تیغ خارا شگاف
کہ شُد لالہ گون خاک دشت مصاف

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ طبل جنگ کی ڈراؤنی آوازیں جب فلک پر پہنچیں تو فلک دہن دہل (نقارہ) کے بوسے لینے لگا یعنی طبل جنگ کا شور بہ نسبت آسمانی ڈھول کی آواز سے زیادہ تھا بے پناہ شور تھا۔ آواز سن کر لوگ میدان جنگ میں آگئے۔ زمین گویا پھٹ گئی اور ایسا محسوس ہوا کہ شور طبل جنگ کیا ہے بلکہ اسرافیل نے صور قیامت

پھونکا ہے زمین سے غبار اڑ کر دوش ہوا پر گھوم رہا تھا۔ اور عنان سلامتی ہاتھوں سے چھوٹی ہوتی تھی یعنی کہ جنگ کا خوف لاحق تھا۔ میمنہ والے حرکت میں آچکے تھے۔ جنگی نفریاں بج رہی تھیں۔ اور دینی بہادر جوانوں نے رایت دین کھولا ہوا تھا اس لیے کہ وہ ایک سر کاٹنا چاہتے تھے۔ انہوں نے تیغ آبدار کھینچی کہ میدان جنگ لالہ زار ہو جائے یعنی کشتوں کے خون سے رنگین ہو جائے۔ آخر کار لشکر حق۔ لشکر باطل پر غالب آیا۔ معاویہ کا اضطراب بڑھ گیا اور کہنے لگا یا ثارات عثمان۔ کہ خون عثمان کا بدلہ لینے والو۔ جنگ میں کوشش کرو۔ کچھ لوگوں کو اس نے لالچ بھی دلایا کہ ؎

دگر با خون از زمین جوشش زد — قضا را قدر بر بنا گوشش زد

زبس کلہ و سر کہ آفتادہ بود — یکی کوہ از کلہ آکندہ بود

عبداللہ بدیل علمدار لشکر حضرت امیر المومنین کو شکست ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ شامیوں کا ایک گروہ جو چار ہزار ایک سو افراد پر مشتمل تھا اور وہ سب کے سب حافظ قرآن بھی تھے لشکر امیر المومنین میں داخل ہو گئے تھے وہ سب کے سب امیر معاویہ کی پناہ میں چلے گئے۔ علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ والحج ابن بدیل وصمم علی قتل معاویہ یعنی کہ عبداللہ بن بدیل کا یہ مصمم ارادہ تھا کہ وہ معاویہ کو قتل کرے بنا بریں ابن بدیل از خود معاویہ تک پہنچا کہ اسے قتل کرے اس نے علم اور شمشیر لے کر اپنے گھوڑے کو جولان کیا۔ اور صف سے گزرتا ہوا آگے بڑھا۔ اس وقت عبداللہ بن بدیل کا بھائی محمد اس کی حمایت کے لیے اس کے عقب میں پہنچا چنانچہ یہ دونوں بھائی ساتھ ساتھ لڑتے لڑتے معاویہ کے نزدیک پہنچ گئے۔ معاویہ نے دیکھا کہ یہ قتل کرنے کے ارادہ سے آئے ہیں انہوں نے چاہا کہ اس پر وار کریں اس نے شور مچایا کہ ان

کو مجھ سے دور کرو۔ مجھے یہ قتل کرنا چاہتے ہیں اس کے حمایتی چاروں طرف سے آگئے۔ اور ان لوگوں نے عبداللہ اور اس کے بھائی پر پتھروں۔ تیروں اور عمودوں سے حملہ کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ معاویہ کے لوگ دونوں بھائیوں کے درمیان حائل ہو گئے اور ان میں جدائی ہو گئی محمد بن بدیل اس وقت ایسا صیحہ بلند کیا کہ دور تک اس کی آواز گئی اور وہ قتال و جدال میں مشغول ہو گیا محمدؐ کو نہ اپنے بھائی کی کوئی آواز آئی اور نہ وہ اس کو نظر آئے اس نے کہا این انت اخی کہ اے بھائی کہاں ہیں۔ لیکن عبداللہ زخموں کی تاب نہ لا سکے اور گھوڑے سے زمین پر آ چکے تھے۔ اے شیعو۔ عبداللہ اور اس کا بھائی محمدؐ اور کربلا میں حسینؑ اور عباسؑ علمدار دونوں کے حالات میں مشابہت ہے حضرت امام حسینؑ اور حضرت عباس کے درمیان بھی فوج مخالف نے جدائی کر دی تھی۔ حضرت امام حسینؑ نے اپنے بھائی عباس کی آواز سنی، صرف ایک ہی آواز گوش فرد ہوئی تھی امام حسینؑ نے دیکھا کہ اب دوبارہ آواز عباسؑ نہیں آتی۔ علم کو دیکھا تو اسے سرنگوں پایا۔ غرض کہ عبداللہ بن بدیل کے قتل ہونے کی خبر معاویہ کو ملی تو اس نے الحمد للہ کہا۔ بعدہٗ کہنے لگا کہ میں نے علیؑ کی ایک چشم (معاذ اللہ) کور کر دی خدایا تو علیؑ کی دوسری آنکھ بھی کور کر دے دوسری آنکھ سے معاویہ کے نزدیک مالک اشتر مراد تھے مطلب یہ تھا کہ خدایا مالک اشتر بھی قتل ہو جائیں قاضی علیہ الرحمۃ مجالس المومنین میں لکھتے ہیں کہ معاویہ اپنے وزیر عبداللہ عامر۔ مقتول عبداللہ بن بدیل کی لاش پر آیا معاویہ کی نظر عبداللہ کے قد و قامت پر پڑی دیکھا کہ وہ شیر کی طرح کشتہ پڑا ہے معاویہ نے چاہا کہ خنجر سے اس کے کان اور دماغ قطع کرے اس وقت عبداللہ عامر نے اس سے کہا کہ عبداللہ بن بدیل گزشتہ زمانہ میں میرا رفیق تھا۔ اور اس کی دوستی کی وجہ سے میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کو مثلہ نہ کیا جائے۔

دشمن جب تک کہ زندہ ہے جیسا برتاؤ کرنا ہو کیا جاسکتا ہے لیکن جب وہ مرگیا تو اس کی میت کے ساتھ ایسا برتاؤ مناسب نہیں ہے۔ وامصیبتاہ۔ کربلا میں روز عاشوراء بنی امیہ نے حضرت عباس ابن علیؑ کے ہاتھ قطع کئے اور امام حسین علیہ السلام کی انگشت مبارک ایک انگشتری کی خاطر قطع کی جسم مبارک ٹکڑے ٹکڑے کیا سر جدا کیا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

جنگ جمل میں مسلم مجاشعی کی شہادت

ان دنوں میں جب حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو ام المومنین بی بی عائشہؓ اور طلحہ وزبیر سے مقابلہ درپیش تھا کہ ایک روز جمل کے مقام پر دونوں طرف کے لشکر کی صفیں آراستہ ہوگئیں اور طبل جنگ بجنے لگا کہ ام المومنین بی بی عائشہؓ ایک ہودج میں سوار ہوکر لشکر طلحہ وزبیر میں آئیں ان کے اونٹ کے گرد بصرہ کے لوگوں کا احاطہ تھا جو بطور محافظ دستہ ساتھ تھے۔ اہل بصرہ اور خصوصاً بنو ضبہ زیادہ احترام کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ شتر ام المومنین کا نام "عسکر" تھا اور اس کی مہار تھامنے کے لیے آپس میں تنازع ہو رہا تھا کیونکہ اس سعادت کو حاصل کرنے کا ہر ایک قبیلہ متمنی تھا۔ قاضی نور اللہ مجالس المومنین میں لکھتے ہیں کہ اسی اثنا میں حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام نے قرآن مجید منگایا۔ اور اسے دکھا کر طلحہ وزبیر کے لشکریوں سے دریافت کیا کہ کونسی کتاب ہے اور فرمایا کہ میرے پاس سے قرآن لے جاؤ اور اس کو بغور پڑھو اور دیکھو کہ قرآن گروہ باغی کے لیے کیا کہتا ہے اور آپ نے اور بھی نصیحت کی۔ آپ کے لشکر میں ایک مسلم نامی تھا وہ شجاعت و بہادری میں مشہور و معروف تھا امیرالمومنینؑ کے سامنے آیا اور آپ سے قرآن لے لیا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ اے

جوانمرد بے عیب مجھے خداوند عالم الغیب نے خبر دی ہے کہ جو شخص بھی قرآن کو ان لوگوں کے پاس لے جائے گا اس کے دونوں ہاتھ قطع ہو جائیں گے۔ لہٰذا بوقت جنگ قرآن پر نگاہ رہے۔ اور جب اس کے دونوں ہاتھ کٹ جائیں گے تو اس کا سر کاٹا جائے گا اور روح رضوان الٰہی کی طرف پرواز کر جائے گی جب مسلم مجاشعی نے حضرت امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب سے یہ کلام سنا تو اپنی جان کے خوف سے قرآن کو لینا ترک کر دیا اور کہا کہ یہ کام میری طاقت سے باہر ہے حضرت امیرالمومنینؑ نے پھر اپنا کلام دہرایا۔ لیکن کسی شخص کو جرأت نہ ہوئی کہ وہ پیش قدمی کرے۔ بس پھر مسلم نے قرآن مجید آپ سے لیا اور میدان کارزار میں آ گئے۔ اس طرح آ گئے جیسے روز عاشوراء حضرت عباس بن علیؑ لشکر اعداء میں آ گئے ہیں حالانکہ جانتے تھے کہ ایک مشک آب کے لیے ہاتھ قطع ہو گئے سر شگافتہ ہوگا غرضکہ مسلم مجاشعی میدان کارزار میں پہنچے۔ دو صفوں کے درمیان قرآن مجید کو کھولا لشکر طلحہ وزبیر معترض ہوا۔ مگر مسلم مجاشعی نے دلیرانہ طور پر بآواز بلند کہا کہ اے کذاب تو نے غلط کہا اور تو کذب بیانی سے کام لیتا ہے اور پھر طلحہ پُر دغا اور مسلم مجاشعی میں مباحثہ ہوا اور جنگ وجدل شروع ہو گئی۔ اور طلحہ نے ایک آدمی کو مامور کیا کہ مسلمؒ کا جس کے پاس قرآن ہے ہاتھ قطع کر دے چنانچہ وہ ملعون حملہ آور ہوا اور مسلمؒ کا دست راست کہ جس میں قرآن تھا قطع کر دیا مسلمؒ نے قرآن مجید بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ کوفیوں نے روز عاشوراء حضرت عباس ابن علیؑ کے دونوں ہاتھ قطع کئے تھے کہ جب آپ نہر فرات سے مشک آب لے کر واپس آ رہے تھے لشکر عمر بن سعد کے کسی ملعون نے تیر مارا جس سے مشک کا پانی بہہ گیا۔ اور حضرت عباسؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے آواز دی یا اخاہ ادرکنی۔ اے آقا اے بھائی جلد مدد کو

آئیے۔ بہر حال مسلمؒ کا دست چپ بھی قلم ہوگیا تو مسلمؒ نے قرآن کو اپنے سینہ سے لگا لیا۔ لیکن ان ملعونوں نے آپ پر پے در پے حملے کئے اور آپ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا مادر مسلمؒ بھی وہاں موجود تھی جب اُس نے اپنے بیٹے کو ٹکڑے ٹکڑے دیکھا تو گریہ وزاری کرنے لگی اس وقت حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا ۔

یارب ان مسلما اتاهم	بمحكم التنزيل اذ دعاهم
يتلوا كتاب الله لا يختاهم	فخضبوا من دمه لحاهم
وامه واطمة تراهم	فغادروه قطعا تراهم

خلاصہ یہ ہے کہ وہ قرآن مجید کو جس کی تنزیل محکم ہے مسلمانوں نے تیزی کے ساتھ اس کو ختم کر دیا، اور حامل قرآن کا خون بہا دیا۔ گویا قرآن خون سے رنگین کر دیا اس کی ماں (مسلم کی والدہ) اس کا خون بہتا ہوا دیکھتی اور ان عہد شکن لوگوں نے مسلم اور قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ پس حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام نے اپنے لشکر کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ اس جوان کے خون کا بدلہ لو کہ اس دین کی خاطر اپنی جان قربان کی ہے پس لشکر حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے اصحاب جمل پر حملہ کیا۔ اور لشکر کے تمام سرداروں کو بھگا دیا۔ یہاں تک کہ امیرالمومنین کے تمام سرداران لشکر نے حملہ کیا سب سے پہلے حجاج بن خزیمہ انصاری نے اصحاب جمل پر حملہ کیا۔ پھر خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین آگے بڑھے اور حملہ کیا۔ شریح بن ہانی حارثیؒ، ہانی بن عروہ مذحجی، زیاد بن کعب ہمدانی حملہ آور ہوئے اور پھر ان کے بعد جناب عمار یاسر نے حملہ کیا۔ ان کے ساتھ مالک اشتر نخعی رومی بھی تھے اور ساتھ ہی ساتھ سعید بن قیس ہمدانی پر حملہ آور ہوئے مختصراً یہ ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ

کے لشکر نے میمنہ و میسرہ، اور قلب لشکر میں گھس کر حملے کئے اور اصحاب جمل کو منتشر کر دیا۔ اور جنگ جمل میں حضرت امیرالمومنین علی علیہ السّلام نے حملے کئے اور قتال کیا۔ اے شیعو۔ حضرت امیرالمومنین نے مسلم مجاشی کے دونوں ہاتھ قطع ہونے کے عوض حملہ و مقاتلہ کا حکم دیدیا اور آپ اس وقت تک راضی نہ ہوئے کہ بدلہ نہ لے لیا جائے ۔آپ کس طرح راضی ہو سکتے ہیں ان ملعونوں سے کہ جنہوں سے کہ جنہوں نے روز عاشورا، حضرت عباسؑ کے دونوں ہاتھ قطع کئے اور سقائے سکینہ کو پانی لیجانے سے روکا اور آپ کے جسم مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ کاش کہ حمزہؓ کربلا میں ہوتے کاش جعفر طیار کربلا میں ہوتے اور دیکھتے کہ عباسؑ نے کس شان سے نصرت امام حسین کی ہے ۔ واحسرتا امام حسینؑ لاش عباسؑ فرات سے اٹھا نہ سکے اور جلتی ہوئی ریت پر لاش مبارک پڑی رہی

حکایت غلام حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام

علامہ مجلسیؒ نے بحار میں اصبغ بن نباتہ سے روایت کی ہے کہ حضرت امیرالمومنین علی علیہ السّلام کی خلافت ظاہری میں ایک جماعت نے آکر آپ سے یہ شکایت کی کہ آپ کے غلام نے چوری کی ہے آپ نے اپنے غلام پر ایک نظر ڈالی لیکن اس کے چہرہ پر نور محبت دیکھا۔ تاہم فرمایا یا غلام اسرقت کیا تو نے چوری کی ہے۔ غلام نے عرض کیا کہ ہاں اے آقا، مولا میں نے چوری کی ہے ۔حضرت امیرالمومنین نے فرمایا کہ ثکلتک امک تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے ۔آپ نے پھر فرمایا کہ اگر دوسری مرتبہ اقرار کیا تو میں تیرا ہاتھ قطع کرنے کا حکم دے دوں گا ۔یہ فرما کر آپ نے اس سے دوبارہ دریافت کیا کہ سچ بتلا کیا تو نے چوری کی ہے وہ بولا

کہ ہاں میں نے چوری کی ہے۔ امام عالیمقام نے اس کا ہاتھ قطع کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ اور تین مرتبہ کے اقرار پر اس کا دست راست قطع کیا گیا۔ اس وقت عبداللہ کوّا شارع اور اس غلام کے درمیان موجود تھا اس نے دست بریدہ اٹھا کر غلام سے سوال کیا۔ یا اسود من قطع یمینک کہ اے غلام تیرا دست راست قطع کر دیا گیا۔ غلام جو کہ حضرت شاہ ولایت کی محبت میں سرشار تھا اس نے حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کی مدح وثنا کرتے ہوئے کہا کہ ہاں میرا ہاتھ قطع کیا گیا۔ اور امیرالمومنینؑ نے عدل سے کام لیا ہے اور اس طرح آپ نے مجھے روز حشر عذاب الٰہی سے نجات دیدی ہے وہ کہنے لگا کہ مجھے فخر ہے کہ میرا ہاتھ شاہ ولایت کے حکم سے قطع ہوا ہے۔ میرا ہاتھ استاد جبرئیل نے قطع کیا ہے۔ میرا ہاتھ قرآن ناطق نے قرآن صامت کے حکم سے جدا کیا ہے۔ میرا ہاتھ پشت وپناہ خلافت نے قطع کیا ہے یہ مدح وثنا سن کر ابن کوّا حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ اے غلام امیرالمومنین نے تیرا ہاتھ قطع کیا اور تو ان کی مدح وثنا میں رطب اللسان ہے غلام نے کہا کہ میں کس طرح مدح وثناء جناب امیرؑ نہ کروں کہ ان کی محبت اور اطاعت میرے گوشت اور خون میں پیوست ہے۔ بخدا علی مرتضیٰ میرا ہاتھ قطع نہ کرتے اگر خدا کا حکم واجب نہ ہوتا یعنی کہ حضرت امیرالمومنین نے حکم خدا پر عمل کیا ہے اور یہی شان مومنین کے سردار وآقا ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ مطیع خدا اور رسولؐ خدا ہو۔ ابن کوّا حضرت امیرالمومنین کی خدمت میں آئے اور عرض کیا آج میں نے عجیب بات دیکھی ہے۔ فرمایا وہ کیا بات ہے اس نے کہا کہ جس غلام کا آپ نے ہاتھ قطع کیا ہے وہ ہاتھ قطع ہونے کے بعد آپ کی مدح وثنا کرتا رہا۔ آپ نے اس غلام کو طلب کیا۔ اور پھر آپ نے کے دست بریدہ پر چادر ڈال کر دو رکعت نماز ادا کی اور اس

کا دست بریدہ اس کے بازو سے ملایا۔ اور فرمایا اصبطی ایھا العروق واتصلی کما کنت۔ یعنی کہ اے رگ وریشہ بہم ہو جا اور اصلی حالت پر آجا۔ پس یہ فرمانا تھا کہ اس کا کٹا ہوا ہاتھ اپنے جوڑ سے ملا اور صحیح وسالم ہو گیا واحسرتا کربلا میں بھی امام عالی مقام تشریف لاتے اور اپنے پسر عباسؑ کے قطع بریدہ دیکھتے تو کسقدر صدمہ ہوتا

واقعہ صفین اور گفتگوئے امیرالمومنین علیہ السلام بامعویہ اور غلام حریت کا قتل ہونا

علامہ مجلسیؒ نے فتن میں، ابن الحدید نے شرح نہج البلاغۃ میں غزوۂ صفین کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ جنگ صفین جو معاویہ اور امیر بحق علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کے درمیان ہوئی ہے جو کہ تقریباً اکیس ماہ جاری رہی ہے اسی جنگ میں کسی روز دونوں لشکر آمنے سامنے صف بستہ تھے کہ حضرت امیرالمؤمنین نے اتمام حجت کے لیے معرکہ کارزار میں قدم رکھا قنادی یامعاویۃ یامعاویۃ یکررہا بلند آواز سے دو مرتبہ معاویہ کو پکارا اور فرمایا کہ آخر یہ کیا کر رہا ہے عمرو عاص نزدیک آیا اور عرض کیا۔ آپ کیا چاہتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ معاویہ سامنے آئے۔ تاکہ میں اس سے دو باتیں کر سکوں۔ عمرو عاص گیا اور معاویہ کو حضرت علی علیہ السلام کا پیغام پہنچایا۔ اور معاویہ معرکۂ کارزار میں آیا۔ جناب امیر علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے معاویہ علام یقتل بینی و بینک۔ کہ میرے اور تیرے درمیان کب تک مقاتلہ ہوتا رہے گا جنگ ختم ہونا ضروری ہے۔ معاویہ نے

یہ سن کر عمرو العاص کی طرف دیکھا۔ کہ علیؑ مرتضیٰ کیا کہتے ہیں عمرو عاص نے کہا۔ قد انصفک الرجل و اللہ۔ کہ علی مرتضیٰ انصاف کی بات کہہ رہے ہیں ہمیں کارِ جنگ ختم کرنا چاہیئے۔ معاویہ نے اس سے کہا کہ اے نمک حرام تو علیؑ کی حمایت کر رہا ہے۔ اس کا مطلب تو یہی ہے کہ تو چاہتا ہے کہ ما بارز ابن ابی طالب مع شجاع قط الا وقد سقی الارض بدمہ۔ یعنی اس وقت تک علی ابن ابی طالبؑ کے مقابل کوئی شجاع نہیں نکلا کہ وہ زمین کو خون سے رنگین کرنا میں علیؑ کا مقابلہ کس طرح کر سکتا ہوں پس اسیقدر بات کی اور بھاگ گیا۔ اور عمرو عاص بھی اس کے عقب میں واپس چلا گیا۔ اور معاویہ کا ایک غلام حریث نامی تھا۔ و کان یلبس صلاح معاویۃ کان متشابھا یہ غلام سیاہ فام اکثر بیشتر معاویہ کو چھپا دیتا تھا اور خود چونکہ معاویہ کی تصویر تھا ظاہر ہوتا تھا لہٰذا معاویہ نے حریث سے کہا کہ اے غلام تو سب سے جنگ کرنا لیکن علی ابن ابی طالبؑ سے جنگ نہ کرنا ورنہ مارا جائے گا۔ عمرو عاص نے چونکہ حریث سے کہا کہ اگر تو اپنا نام بلند کرنا چاہتا ہے تو علی ابن ابی طالبؑ کو قتل کر۔ وہ احمق اس کے کہنے میں آگیا اور اسلحہ سے آراستہ ہو کر میدان کارزار میں آگیا ہے

درآمد چو سیل دمان در مصاف   کشید اژدھا از شگاف غلاف
چو معرکہ برکشم تیغ تیز   بکوبہ کنم سنگ را ریزریز
نخواہم کسی رو بجنگ آوردہ   سرم جہان زیر ننگ آوردہ
مگر ابن عم رسول خدا   بمیدان آیم والاً فلاً
علی ولی شاہ لشکر شکن   چو بشنید از آن سیر این سخن

روان کرد رخشِ جہانتاب را   برانگیخت آن آتشین آب را
عنان تکاور بدولت سپرد   بہ شمشیر عنبر کُشی دست بُرد
بزد بانگ حیدر کہ اے زاغ پیر   چو افتادہ از عمر کشتی تو سیز
برو تا نجوں سرخ رویت کنم   مسلسل تراز جعد مویت کنم
فتد زنگ بر تیغ آئینہ رنگ   من آئینہ ام بر من افتاد زنگ
چو گفت ایں سخن برکاب الستاد   برآورد بازو عنان برکشاد
بسختی کہ زد بر سرش تیغ را   فرو زندہ برقی بزد تیغ را
بیک زخم شمشیر پولاد سخت   نگوں شد شجاک آبنوس درخت

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ جب غصہ میں بھرا ہوا حریث میدان کارزار میں پہنچا اور اس نے غلاف سے تلوار نکالی کہنے لگا کہ جب میں معرکہ میں تلوار کھینچتا ہوں تو میری تلوار پتھر کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے اور میں کسی سے جنگ کرنے کی آرزو نہیں رکھتا اس لیے کہ کوئی میرا ہمسر نہیں ہے اگر کسی سے جنگ کروں تو جنگ کرنا میرے لیے باعث ننگ و عار ہے۔ لیکن علی ولی جو رسول خداؐ کے چچازاد ہیں ان سے جنگ کروں گا اگر وہ میدان میں آئیں ورنہ نہیں۔ جب حضرت علی ولی حیدر کرار غیر فرار نے اس بدنہاد کی یہ باتیں سنیں تو آپ نے اس کی طرف رخ کیا تو حضرت امیر المومنینؑ نے سختی کے ساتھ اس پر تلوار کا وار کیا۔ اور ایک ہی ضرب میں وہ ملعون روسیاہ مثل درخت آبنوس زمین پر گرا انقدہ نصفین۔ اس کے برابر کے دو ٹکڑے کر دیتے۔ اور حضرت امیر علیہ السلام میدان کارزار سے اپنی جگہ واپس آگئے جب معاویہ کو حریث سے قتل ہونے کی خبر ملی کہ حضرت علیؑ نے اسے دو ٹکڑے کر دیا تو وہ بہت غمگین ہوا اور اپنے سواروں کے ساتھ

حریث کے سرہانے پہنچا اور کہنے لگا ؎

حریث المر تعلم وجہلک ظاہر ❊ بان علیا للفوارس قاہر
وان علیا لم یبارزہ فارس ❊ من الناس الا اقصرتہ الاظافر
ارتک امرا حازما فعصیتنی ❊ فخذلک المرسع النصح قاصر

یعنی کہ معاویہ نے حریث کی لاش کو دیکھ کر کہا کہ اے حریث تیری جہالت ظاہر ہے کیا تو نہیں جانتا تھا کہ امیر المومنین علیؑ بڑے شجاع و بہادر ہیں رمرد میدان کارزار ہیں۔ ان سے کوئی بہادر نہیں جنگ کر سکتا تو نے میری نصیحت کو فراموش کر دیا میں نے نہ کہا تھا کہ علی ابن ابی طالبؑ سے جنگ نہ کرنا۔ تو نے علیؑ سے جنگ کر کے اپنی جان گنوا دی۔ تیرے لیے یہی سزا کافی ہے معاویہ وہاں سے اٹھا اور اپنی جگہ آگیا۔ حریث کے ساتھیوں میں شور وغل برپا ہوا۔ علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ معاویہ کا ایک دوسرا غلام جس کا نام احمر تھا شجاعت میں مشہور تھا اور وعظ و نصیحت کرنے میں بھی مشہور تھا وہ بھی حریث کے نقش قدم پہ چلا اور میدان معرکہ میں حضرت علیؑ کے مدمقابل ہوا ؎

چو احمر بیامد میان مصاف ❊ زبان برکشادہ بمشتی گزاف
کہ ابر سیاہ آمد از کوہ زنگ ❊ نترسم من از اژدہا و نہنگ
قوی پنجہ و سخت بازو منم ❊ گران کوہ راہم ترازو منم

یعنی کہ احمر میدان کارزار میں آیا تو اس نے گزاف زنی کی یعنی بیہودہ باتیں کیں اور شیخی کرنے لگا کہ میں احمر کیا ہوں بلکہ ایک ابر سیاہ کوہ زنگ سے اٹھا ہے اور میں اژدہا اور نہنگ (ناکہ) سے نہیں ڈرتا ہوں۔ میں قوی پنجہ اور سخت بازو والا ہوں اور میں ایک پہاڑ کو شل ترازو سمجھتا ہوں غرض کہ احمر میدان میں پہنچا تو حضرت

امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ نے اپنے غلام کیلسیان کو اسی کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ ردّ و بدل شروع ہوئی اور کیلسیان نے احمر کو قتل کر دیا۔

حجّاج بن یوسف ثقفی میں قنبرؓ کا علیؑ کی مدح کرنا اور شہادت قنبرؓ

حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کے غلاموں میں قنبر سر فہرست ہیں ان کا نام فتّاح ہے انجنابؑ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے پہلے آپ زردشت کی تعلیمات کے پیرو تھے۔ تقریباً تیس سال کی عمر میں آپ حضرت امیر علیہ السّلام کی خدمت میں آئے ہیں اور آپ ہی دست حق پرست پر دین اسلام قبول کیا ہے بروایتِ ذریعۃ النجات آپ کا رنگ چہرہ سبزی و سیاہی مائل تھا۔ آپ کی اصل از حبشہ تھی اور آپ اس شہر حبشہ کے سلطان کی اولاد میں سے تھے۔ بنابریں مزاج شاہانہ تھا مگر اس کے باوجود آپ غلامی شاہ نجف پر فخر کرتے تھے۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے کتاب الارشاد میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک روز حجّاج بن یوسف ثقفی کے دل میں یہ خیال آیا کہ حضرت امیر المومنین علیہ السّلام کے کسی غلام کو بلا کر دیکھوں اور اس سے گفتگو کروں۔ چنانچہ حجاج بن یوسف ثقفی نے اپنے درباریوں سے کہا کہ میں کسی غلام علیؑ مرتضیٰ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں اس کو دیکھوں اور اس کو تہ تیغ کروں تاکہ بارگاہ خدا میں تقرب حاصل ہو۔ اس کے دوستوں نے کہا کہ اس زمانہ میں قنبر سے زیادہ قریبی غلام علی مرتضیٰ کوئی اور نہیں ہے کیونکہ قنبر نے بہت عرصہ تک امیر المومنین کی خدمت انجام دی ہے حجاج نے فرمان

جاری کیا کہ قنبر کو ہمارے دربار میں پیش کیا جائے قنبر کو بلایا گیا جب قنبر اس کے دربار میں پہنچے اور اس کی نظر قنبر پہ پڑی کہنے لگا کہ تو قنبر غلام علی مرتضیٰ ہے کیا تیرا مولیٰ علیؑ ہے قنبر نے کہا کہ اگر تو حضرت رسول خدا کے فرمان کا معتقد ہے تو سن۔ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ جس کا میں مولیٰ اس کا یہ علیؑ مولا ہے۔ کتاب مجالس المومنین میں ہے کہ حجاج نے سوال کیا اے قنبر تیرا آقا کون ہے تو کس کا غلام ہے قنبر جانتے تھے کہ حجاج کو مدح علیؑ پسند نہیں ہے۔ لہٰذا انہوں نے وہاں اس کے سامنے مدح علیؑ شروع کی تاکہ اس ملعون کو زیادہ خجالت و تکلیف پہنچے جناب قنبر نے حضرت مولائے کائنات امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی مدح میں کہا۔ انا عبد لعلی المرتضیٰ و لی الموالی کلما ازدت میکا فیہ قالوا الا تعالیٰ ایہا الناس انا مولیٰ امیرالمؤمنین وبایع البیعین و ماجر الھجرتین ولم یکفر باللہ طرفۃ العین انا مولیٰ صاحب المؤمنین ونور المجاھدین و وارث النبیین وخیر الوصیین واکبر المسلمین و یعسوب الدین و رئیس البکامین وزین العابدین وسراج المھتدین وضوء القائمین وافضل القانتین واول المؤمنین من آل یٰسین المؤید بجبرئیل الامین والمنصور بمیکائیل و المحمود عند اھل السمواۃ اجمعین سید المرسلین والسابقین و قاتل الناکثین والقاسطین ولمحامی عن حرم المسلمین و وصی نبیہ فی العالمین و امینہ علی المخلوقین ؎

آں عالم کشور ولایت

فتویٰ دہ دولت ہدایت

دارندۂ تخت بادشاہی — دارئ سفیدی و سیاہی

رزاق ز آسمان ارزاق — سردار سرپر دار آفاق

فیاضِ چشمۂ معانی — کیوانِ امور آسمانی

کان از کف او خراب گشتہ — بحر از کرمش پُر آب گشتہ

آن بدر کہ نام او منیر است — در غاشیہ دارِ لیش حقیر است

آنجا کہ سمند او زدی سم — شیراز از نمط زمین شدی کم

مولف کتاب نے مدح امیرالمومنین علیہ السلام بصورت نظم کی ہے جس کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ تمام خدائی کے بادشاہ ہیں، ہر سفید سیاہ پر حقوق بادشاہی رکھتے ہیں۔ آسمانی رزق عطا کرنے والے ہیں آسمانی کناروں کے سردار و بادشاہ ہیں معنی مطالب اور علم کا فیض پہنچانے والے ہیں۔ امورات آسمانی کے لیے فلک ہفتم ہیں۔

بقیہ مدح علیؑ بزبان قنبر۔ ولی اللہ، ناصر دین اللہ، وکلمۃ اللہ، وعیبۃ علمہ وکھف دینہ سمح منجی باذل جری ھمام صابر صوام مھدی مقدام، قاطع الاصلاب مفرق الاحزاب علی الرقاب اربطھم عنانا واثبتھم جنانا واشدھم شکیمۃ۔ باذل باسل صندید، ضرغام، حازم، عزام، خطیب، محجاج، کریم الاصل شریف الفضل فاضل القبیلۃ نقی العشیرۃ زکی الزکاء، مودی الامانت، امام العباد، مھدی الرشاد الاشعث الحاطم، والبطل الجماجم، واللیث المزاحم، بدری، مکی، روحانی شعشانی من الجبل شواھقھا، ومن ذری

الهصاب ر وشهما، ومن العرب سيدها ومن الوغا ليثها البطل الهمام والليث المقدام والبدر التمام محك المؤمنين ووارث المشعرين ابو السبطين ابن عم النبی واللہ امیر المؤمنین حقاحقا علی ابن ابی طالب علیه من الصلوة المزكية اذ كاها ومن البركات السنية اسناها۔ ؎

علیؑ کے رتبۂ اعلیٰ کو کوئی کیا جانے
خدا کے بعد رسالتمابؐ سمجھے ہیں

حجاج بن یوسف ثقفی نے جب یہ مدح سُنی تو وہ بہت پراگندہ ہوا۔ اور قنبر پر غضبناک ہوا سچ ہے کہ منافق مدح امیر المومنین علی علیہ السّلام نہیں سن سکتا۔ البتہ آواز راگ سن سکتا ہے اس وقت حجاج نے کہا کہ قنبر علیؑ سے بیزاری کرو ورنہ میں تمہاری گردن قطع کر دوں گا۔ قنبرؓ نے کہا کہ اگر علیؑ سے بیزاری چاہتے ہو تو مجھے علیؑ سے بہتر اُمتِ رسولؐ میں کوئی دوسرا شخص بتلاؤ کہ جسے ہم اپنا مولا سمجھیں ؎

ای خجالت ہمہ شبہائی تو ۔ رو سیہ از روز طرب ہائی تو
این ہمہ مدحی زعلیؑ کردہ ام ۔ مدح کریم ازلی کردہ ام
ای زخدا غافل و از خویشتن ۔ چند کنی ظلم چہ خواہی زمن
زور جہان بیش ز بازوی تست ۔ سنگ وی افزون ز ترازوی تست
نیست مبارک ستم انگیختن ۔ آب خود و خون کسان ریختن

تیر ستم دور کن از راہ ما
تا نخوری تیر سحر گاہ ما

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ قنبرؓ نے کہا اے حجاج تیری ساری راتیں اور سارے دن عیش و طرب و غنا میں گزرتے ہیں مگر تو شرمندہ نہیں ہوتا۔ خجالت محسوس نہیں کرتا۔ یہ مدح علیؑ جو میں نے کی ہے یہ میری زبان کے نکلے ہوئے الفاظ نہیں بلکہ خدائے کریم نے مدح علیؑ کی ہے۔ اے بدبخت تو خدا سے غافل ہے اور اپنی ذات سے غافل نہیں۔ جو تو مجھ پہ ظلم کرنا چاہتا ہے کر لے۔ تیرے بازو ؤں کی طاقت سے دنیا کا زور زیادہ ہے اس کا ایک سنگریزہ تیری ترازو سے افزون ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں تجھ سے زیادہ بھی صاحبان اقتدار موجود ہیں تو ان کے مقابلہ میں کمتر ہے۔ تجھے ظلم و ستم کرنا مبارک نہیں ہے اپنی آبرو کھوتا ہے اور لوگوں کا خون بہاتا ہے۔ اور اے حجاج ہم سے اپنا تیر ستم و ظلم دور رکھ ایسا نہ ہو کہ تجھ کو ہمارا تیر صبح دم کھانا پڑے یعنی ہمارے مولا کے نور کے سامنے تیری سیاہی ختم ہو جائے۔

اس پر حجاج نے کہا کہ میں تجھ کو قتل کر دوں گا۔ بتلاؤ تم علیؑ کی محبت میں قتل ہونا پسند کرتے ہو۔ قنبر نے کہا کہ میں اس چیز کو تجھ پہ چھوڑتا ہوں۔ حجاج نے کہا کہ تو مجھ پر کیوں چھوڑتا ہے۔ قنبرؓ نے کہا اس لیے کہ بہرحال تو مجھے قتل کرے گا اور تو ایسا ہی چاہتا ہے کیونکہ میرے مولا امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ تو میری محبت میں قتل کیا جائے گا۔ بس حجاج ملعون نے جلّاد کو حکم دیا کہ تلوار لائے اور چمڑے کی کھال کہ جس پر قتل کیا جاتا ہے حاضر کرے۔ جلّاد شمشیر و کھال لایا۔ اور جلّاد نے قنبر رحمۃ اللہ علیہ کو اس وقت قتل کر ڈالا۔ اس موقعہ پر۔ دیک الجن، ایک شاعر دربار میں موجود تھا اس نے حجاج سے دریافت کیا اے امیر کیا سب دوستداران علیؑ کو قتل کرے گا۔ اس

کے اس کلام پر حجاجؔ ملعون بہت برہم ہوا۔ اور عیک الجنؔ اس جگہ سے اٹھا عمامہ زمین پر پھینکا۔ اور کہنے لگا کہ الامان از ظلم امیۃ کہ بنی امیہؔ کے مظالم سے پناہ مانگتا ہوں کہ انھوں نے سردار جوانان جناں کو قتل کیا۔ اور بعدہ گھوڑوں کی نعل بندی کرکے ان کی لاشوں کو پائمال کیا۔ دن گزرنے کے بعد دوستداران علی مرتضیٰ بوقت شب لے اور قنبر علیہ الرحمۃ کی لاش کو سپرد خاک کیا۔

روز عاشوراء حضرت امام حسینؑ کا تنہا رہ جانا اور عازم میدان قتال ہونا

علامہ مجلسیؒ علیہ الرحمۃ نے بحار میں تحریر فرمایا ہے ثم التفت الحسین عن یمینه فلم یرا احدا من الرجال و التفت عن یسار فلم یرا احدا۔ یعنی روز عاشوراء پھر حضرت امام حسین علیہ السّلام نے دائیں جانب نظر ڈالی تو عزیز و انصار میں سے کوئی نظر نہ آیا بائیں جانب نظر ڈالی تو کوئی نظر نہ آیا۔ کیونکہ سب مقتل میں گلے کٹائے ہوئے سو رہے تھے۔ آپ نے اس وقت سوے آسمان نظر اٹھائی اور آہ سرد کھینچی۔ صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ حضرت سید سجادؑ نے اپنے بابا حسینؑ پر نظر کی دیکھا کہ حسینؑ حیران و ششدر کھڑے ہیں اور نظر اٹھائے ہوئے آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ پھر آپ نے خیمہ سے تلوار نکالی۔ صاحب کتاب الریاضؔ لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ کی یہ حالت دیکھ کر سید سجادؑ کا بدن کانپ رہا تھا اور ضعف و نقاہت غالب تھی۔ اور آپ قریب بہ ہلاکت پہنچ گئے تھے۔ حرکت کی بالکل طاقت نہ تھی۔ امام حسینؑ کی نظر

سید سجادؑ پر پڑی سرہانے تشریف لائے۔ اور فرمایا الله الله، اے نور دیدہ تو میرے بعد حجت خدا ہے تو امام اُمت ہے۔ تو ہی میرا خلیفہ ہے کیا تو بھی ختم ہو جائے گا۔ کتاب ریاض میں ہے کہ امام حسین علیہ السّلام بیمار کے پاس بیٹھ گئے اور جو کچھ وصیتیں کرنا تھیں تلقین کیں اور خدا حافظ فرمایا۔ شیخ طریحی کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ حضرت سید سجاد علیہ السلام سے روایت ہے کہ میرے پدر بزرگوار شہادت سے قبل میرے خیمہ میں آئے مجھے تسلّی دی اور فرمایا کہ اے فرزند ایک روز جبرئیل امین دحیۂ کلبی کی صورت میں ہمارے جدّ نامدار کی خدمت میں آئے۔ میں اور بھائی حسن مجتبےٰ دونوں نانا کے دوش پر بیٹھے تھے کہ اس حال میں جبرئیل نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیا۔ اور پھر ایک انار ایک بہی اور ایک سیب ان کے ہاتھ آیا اور وہ دے دیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے بچوں اب تم اپنے گھر چلے جاؤ۔ ہم دونوں اپنے گھر روانہ ہو گئے۔ اور امیرالمومنین علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے بچو آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ جب تک میں نہ آ جاؤں نہ کھانا۔ آنحضرتؐ خانۂ زہرا سلام اللہ علیہا میں تشریف لائے اور پنجتن پاک جمع ہو گئے تو ان میوجات کو سامنے رکھا گیا۔ سب نے سیر ہو کر کھایا مگر پھر بھی وہ میوے اپنی پوری حالت میں تھے۔ یعنی ہر سہ میوہ جات سالم تھے۔ اور جب آنحضرتؐ نے رحلت فرمائی تو انار غائب ہو گیا بہی اور سیب باقی رہا۔ اور جب ہمارے پدر بزرگوار علی مرتضیٰ شہید ہوئے تو بہی غائب ہو گئی اور سیب باقی رہا۔ اور آج کے دن تک سیب ہمارے پاس ہے جب پیاس کا غلبہ ہوتا ہے میں اس سیب کو سونگھتا ہوں اور تشنگی رفع ہو جاتی ہے اے بیٹا سید سجادؑ اب میں نے اس سیب کو دیکھا تو اس میں تغیر پیدا ہو گیا ہے اور سیب کی وہ طراوٹ ختم ہو گئی ہے۔

یعنی اب مجھے اپنی شہادت کا یقین ہے پھر وہ سیب چلا گیا۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا کہ جب میں قتل گاہ میں گیا۔ مجھے اس سیب کی تلاش تھی لیکن مجھے سیب نہ ملا البتہ میں نے اس کی خوشبو محسوس کی۔ اور اب میں اپنے پدر بزرگوار کی زیارت کرتا ہوں تو خوشبوے سیب محسوس ہوتی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ جو کوئی شخص کربلا جا کر زیارت قبر امام حسینؑ کرے تو خصوصاً وقت سحر اس سیب کی خوشبو قبر مطہر سے محسوس کرے گا۔ سیب کی خوشبو سونگھے گا اللھم ارزقنا خدایا ہر ایک زائر کو یہ خوشبو سونگھنا نصیب کرے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ امام حسینؑ نے بیمار فرزند کو تلقین صبر کی۔ اور فرمایا کہ اے بیٹا تم حجّت خدا، میرے خلیفہ اور امام امّت ہو۔ تم قتل نہیں ہوگے بلکہ اسیر ہو کر سوئے شام جاؤ گے دربار یزید پلید میں داخلہ ہوگا اہلحرم اس لبستہ تمہارے ساتھ ہوں گے۔ اور اے فرزند جب تم شام کی قید سے رہا ہو کر مدینہ پہنچو تو ہمارے دوستو۔ ہمارے محبّو اور ہمارے شیعو کو ہمارا سلام کہنا۔ اور یہ پیغام دینا کہ اے شیعو جب تم ٹھنڈا پانی پیو تو ہماری پیاس یاد رکھنا۔ سکینہ کی پیاس یاد رکھنا۔ عباسؑ کے کٹے ہوئے شانے یاد رکھنا۔ اور علی اصغر کی پیاس یاد رکھنا کہ جسے سوال آب کرنے پر پانی نہ ملا۔ بلکہ آب تیر سے اس کی پیاس بجھی۔ الالعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

حضرت امام حسین علیہ السّلام کا حضرت سید سجادؑ سے رخصت ہونا

قال العلامۃ فی البحار لما فجع الحسین علیہ السلام باھل بیتہ و ولدہ

ولم یبق غیرہ وغیر النساء والذراری فنادی ھل من ذاب یذب عن حرم رسول اللہ ۔ یعنی کہ جب امام حسینؑ کے یاوران و انصاران اور عزیز اقربا سب شہید ہو گئے اور صرف سید سجادؑ اور اہلحرم باقی رہ گئے تو امام حسینؑ نے استغاثہ فرمایا کہ ہے کوئی جو اہلحرم سے دشمن کو دور رکھے میری اس بیکسی کے عالم میں مدد کرے ؎

عترت حق بے معین و مونستد
اندر ایں صحرا غریب و بیکسند

فخرج علی بن الحسین بن زین العابدین وکان مریضا لا یقدر ان یقل سیفہ وام کلثوم تنادی خلفہ یا بنی ارجعی۔ یعنی کہ امام حسینؑ کے استغاثہ پر حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام اپنی جگہ سے اٹھے کہ اپنے پدر بزرگوار کی نصرت کو جائیں کہ جناب ام کلثومؑ نے ان کو روکا کہ اے بیٹا واپس آجاؤ۔

صفی شاعر نے اس حالت کو منظوم کیا ہے ؎

بود بیماری اسیر و بستری　　حق نژادی بیکسی بے یاوری
رفتہ بود از ضعف بیماری زہوش　　صیحۂ مرورا آمد بگوش
جست از جاء گفت ای روح رواں　　ہست اندر تن ہنوزم نیم جان
آمدم ای دوست با حال خراب　　گردنم راشند غم عشقت طناب
آمدم اے دوست از جان بیدریغ
باردم کر بر سر آتش جائی تیغ

یعنی کہ حضرت سید سجادؑ باوجودیکہ بیمار و ناتوان تھے۔ مگر اپنے بستر علالت سے اٹھے۔

میدان کا رخ کیا کہ حسینؑ کے استغاثہ پر مدد کریں۔ کہ جناب ام کلثومؑ اور حضرت زینب خاتون نے فرمایا کہ اے فرزند کہاں جاتے ہو تمہارے جسم میں طاقت حرب کہاں ہے تم ضعیف وناتوان ہو۔ فقال یا عمتاہ ذرینی اقاتل بین یدی ابن رسول اللہ ۔ اے پھوپھی جان خدارا مجھے جانے دو تاکہ میں اپنی جان فرزند رسولؐ خدا پر قربان کروں فقال الحسین یا ام کلثوم خذیہ لئلا تبقی الارض خالیا من نسل آل محمد ۔ یعنی کہ امام حسین علیہ السّلام نے اپنی بہن ام کلثوم سے فرمایا کہ اے بہن سجّاد کو روکو ایسا نہ ہو کہ یہ شہید ہو جائیں اور زمین نسل آل محمدؐ سے خالی ہو جائے۔ آوانا امام حسین علیہ السّلام خیمہ میں پہنچی حضرت زینب خاتونؑ نے سیّد سجادؑ کا بازو تھاما اور دوسرا بازو جناب ام کلثومؑ نے تھاما اور ان کو بستر پر لاکر لٹا دیا۔ حضرت سید سجادؑ گر گئے۔ ہوش میں آئے تو دیکھا کہ زینب خاتون باسر برہنہ آپ کے پاس آگئیں اور فرماتی ہیں کہ سیّد سجادؑ اٹھو تو سہی آسمان سے خون برس رہا ہے حسینؑ مارے گئے آپ نے فرمایا کہ پھوپھی اماں پردہ درخیمہ کا اٹھا دو پردہ اٹھایا آپ نے میدان قتال کی طرف نظر کی فرمایا پھوپھی اماں اب اسیری کا وقت آگیا حسینؑ قتل ہو گئے ؎

اى عمہ زار دل کبابم   وی مادر طفلگان باہم
برخیز کہ موسم اسیریست   بنشین کہ زمان دستگیریست
الوای کہ کشتہ شد حسینم   غلطیدہ بخون ضیاء عینم
برجانب قتلگہ نظر کن   روی معجر نیلگون بسر کن
آنراس کہ بر سر سنین است   باللہ سر باب من حسین است
کشتیم ز جور شمر کافر   من بے پدر و تو بی برادر

درکون ومکاں خروش وغوغاست   فریاد و فغان واحسیناست
کن جمیع تمام طفلان را   دور م بنشان تو کودکانرا
ریزند ہمیں زمان سواران   برخیمہ چو سیل کوہساران
بگذار طفلگان محزون   از خوف کنند رو بہامون
از کثرت اژدہام مردم   یکبار شوند ہزمیان گم
یا آنکہ بزیر سم اسپاں   پامال شوند آن غریبان
درخیمہ چوں افگنند آتش   گردند چو کو دکاں مشوش
ناگاہ زگوشہ و کنارہ   افتد میاں شان شرارہ
جہدی کن و چادری بسر کن   اندیشۂ رفتن سفر کن
برگوی بدختران کہ یکجائی   خلخال برآورند از پائی
ریزند بخاک زیب و زیور   آویزہ و پارہ گوہر و زر
دربردل زیور آن غریبان   بینند اذیت فراوان
از خود فگنند چونکہ زیور
بینند جفا و جور کمتر

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ حضرت سیّد سجادؑ نے اپنی پھوپھی سے فرمایا کہ اے پھوپھی اماں بیکس و دل کباب، اور اے مادر اطفال بے آب اے پھوپھی اماں اٹھو کہ آپ سردار اہلبیت ہیں اور دستگیری کا زمانہ آگیا ہے۔ افسوس کہ ہمارے حسینؑ قتل ہو گئے ان کی آنکھیں خون میں غلطاں ہیں۔ اے پھوپھی اماں ذرا مقتل کی طرف دیکھئے اور سر سے چادر کا گوشہ ہٹا دیجئے دیکھئے کہ نیزہ پر کس کا سر مبارک ہے واللہ یہ تو میرے بابا حسینؑ کا سر ہے جنہیں شمر ملعون و کافر نے قتل کیا ہے۔ اور اے

پھوپھی اماں میں بے پدر اور آپ بے برادر ہو گئیں۔ زمین و آسمان کے واحسیناہ کی صدائیں بلند ہیں شور فغاں برپا ہے۔ آپ ذرا بچوں کو جمع کریں اور اے پھوپھی ابھی سواروں نے غریبوں کی لاشوں کو پائمال کیا ہے۔ اور خیموں کی طرف سیل دشمناں آرہا ہے غم زدہ بچے صحرا کی طرف جا رہے ہیں۔ شور و غل رزمگاہ میں زیادہ ہے اگرچہ اب حرب و ضرب بند ہو گئی ہے اور اے پھوپھی اماں جب لوگ در خیمہ پر آگ لگائیں گے تو بچے زیادہ پریشان ہو گئے کہ اس اثنا میں ملعونوں نے خیام اہل بیتؑ میں آگ لگا دی۔ شرارے بلند ہونے لگے۔ اب مشقت اٹھائیے اور سفر شام کی فکر کیجئے عورتوں کے زیورات اتار دیجئے۔ گوشوارے اور کنگن، گوہر زر، زیب و زیور سب خاک میں ملا دیجئے کیونکہ ان چیزوں کی موجودگی میں اہلحرم کو اور بھی زیادہ اذیت ہو گی اور اگر از خود زیورات اتار دیئے تو اذیت کم ہو گی جور و جفائے ملاعین کم ہو گا۔

احوال شہادت حضرت علی اصغر علیہ السّلام

بروایت روضۃ الشہداء اور ابن شہر آشوب شہزادۂ علی اصغرؑ کی والدۂ ماجدہ شہر بانو دختر یزدجرد بادشاہ عجم تھیں۔ آپ کی عمر چھ ماہ سوائے ابی مخنف کے کسی اور نے نہیں لکھی۔ امیر صاحب روضۃ الصفا نے ایک سال کی عمر لکھی ہے۔ حضرت علی اصغرؑ کی شہادت کے متعلق ارباب مقاتل کے درمیان اختلاف ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ کی شہادت خیام کے صدر دروازہ پر تیر لگنے سے ہوئی ہے مرحوم السیّد کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ۔ فتقدم الی باب الخیمۃ وقال الزینب ناولینی ولدی الصغیر حتی اودعہ فاخذوہ اولی الیہ

لقبہ فرماہ حرملۃ بن کاھل لعنۃ اللہ بسھمہم فوقع نحرہ وذبحہ اکثر محدثین و ارباب مقاتل نے حضرت علی اصغرؑ کی شہادت کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ حضرت امام حسینؑ اس شش ماہہ کو پانی پلانے کی غرض سے میدان رزمگاہ لے گئے تھے کہ شاید یہ قوم جفا کار سیراب کر دے اور واپس لوٹا لائے تھے۔ ہم نے دونوں روایتوں کو جمع کر کے بحث کی ہے تاکہ قارئین کتاب افادہ کر سکیں۔

روایت اوّل:۔

جب حضرت امام حسینؑ نے میدان کارزار کا ارادہ کیا کہ تشریف لے جائیں آپ در خیمہ پر آئے اور پکار کے فرمایا کہ اے اہلحرم خدا حافظ و ناصر۔ امام حسینؑ کی اس آواز پر تمام اہلحرم۔ آپ کی بہنیں بیٹیاں۔ ازواج، اور سب باقی عورات جمع ہو گئیں کہ امام حسینؑ نے حضرت علی اصغرؑ کے رونے کی آواز سن السیّد کتاب لہوف میں لکھتے ہیں کہ آپ نے اپنی بہن زینبؑ سے فرمایا کہ اس صغیر کو مجھے لا دو جناب زینب خاتون اس بچہ کو لائیں۔ شیخ حسن دہستانی بھی کہتے ہیں۔ اخت اتینی بطفلی اراہ قبل الفراق فاتت بالطفل لایھذ روا الدمع مراق یتلظی ظماء و القلب منہ فی احتراق غابری العینین من طاری البطن داری الشفتین۔ یعنی اے خواہر میرے اس طفل کو لاؤ تاکہ میں اس کو اپنے قتل ہونے سے پہلے دیکھ لوں جناب زینب خاتون اس کو لائیں اس حالت میں کہ بچہ رو رہا تھا اور تشنگی سے اس کے لب خشک ہو رہے تھے۔ امام حسینؑ نے بچہ کو ہاتھ پر لے لیا۔ السیّد لہوف میں لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ نے اس کو بوسہ دیا کہ اسی اثنا میں حرملہ لعین کا رہا کیا ہوا تیر علی اصغرؑ کے گلوے نازنین پر لگا۔ اور علی اصغرؑ ذبح ہو گئے۔ امام حسینؑ نے پھر جناب زینبؑ کو

آواز دی کہ بچہ کو لے جاؤ اور حضرت زینبؑ نے بسوز جگر بچہ کو لے لیا۔ اور امام حسینؑ نے خون علی اصغرؑ اپنے چلو میں لیا۔ فلما امتلاتا رمی بالدم نحو السماء۔ یعنی کہ جب آپ کا چلو خون علی اصغرؑ سے بھر گیا تو آپ نے وہ خون آسمان کی طرف پھینکا۔ اور فرمایا اے خواہر ھون علی ما نزل بی انہ بعین اللہ یعنی یہ مصیبت اس بزرگی کے ساتھ میرے نزدیک محترم تھے کہ خدا اس کو دیکھ رہا ہے۔ اور اس کی نظر کبریائی اس پر ہے۔ قال الباقر علیہ السلام فلم یسقط من ذلک الدم قطرۃ علی الارض ...... الخ روایت اللہوف کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ خون علی اصغرؑ جو امام حسینؑ نے آسمان کی طرف پھینکا تھا اس کا کوئی قطرہ زمین پر نہیں گرا نمعلوم اس خون کو ملائکہ لے گئے یا امام حسینؑ کا یہ ہدیہ دست قدرت الٰہی میں پہنچا۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ رسولؐ خدا یا آپ کی بیٹی فاطمہؑ زہرا۔ بلکہ دونوں نے اس خون کو لے لیا مجھے یقین ہے کہ حضرت رسولؐ خدا یا آپ کی بیٹی فاطمہ زہراؑ، یا دونوں نے اس خون کو خود لے لیا اور اس کو رسولؐ خدا نے اپنی ریش مبارک پر خضاب کیا اور سیدہ عالم نے اپنے بالوں پر لگا لیا۔ اے شیعو دو خون آسمان کی طرف پھینکے گئے ہیں ایک خون علی اصغرؑ دوسرے جب امام حسینؑ کی پیشانی پر کسی ملعون نے پتھر مارا اور خون نکلا تو وہ خون آپ نے آسمان کی طرف پھینکا ہے۔

روایت دوم :۔

از قول مجلسیؒ و صاحب روضۃ الشہداء۔ فی البحار نقلا عن الجماعۃ انہ لما فجع الحسین باھل بیتہ وولدہ ولم یبق معہ غیرہ وغیر النساء والذرو ـــــ فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام یکہ و تنہا رہ گئے نادی من ذاب یذب عن حرم رسول اللہ

ھل من موحد یخاف اللہ فینا وھل من مغیث یرجو اللہ فی اغاثتنا حضرت نے استغاثہ بلند کیا اس صحرا میں ہے کوئی کہ حرم رسولؐ خدا سے اعداء دین کے شر کو دور کرے کوئی موحد ہے کہ جو خوف خدا کرے اور ہماری نصرت کرے۔ کوئی ہے کہ جو آل محمدؐ کی فریاد کو پہنچے۔ مجلسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ کی صدائے استغاثہ مخدرات حرم نے سنی گریہ و زاری کی آواز بلند ہوئی امام حسینؑ خیمہ میں تشریف لائے فتقدم الی باب الخیمۃ فقال ناولونی علیا ابنی الطفل حتی اودعہ۔ حضرت امام حسینؑ نے عورات سے فرمایا کہ گریہ نہ کریں مگر حضرت علی اصغرؑ نے رونا بند نہیں کیا۔ فرمایا اے بہن اس شیرخوار کو مجھے دیدو تاکہ میں اسے وداع کر لوں۔ علی اصغرؑ کو آپ کے ہاتھوں پر دے دیا۔ حضرت نے بچہ کی تشنگی کی وجہ سے حالت خراب دیکھی شیخ دہستانی لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ نے اس طفل شیرخوار کو اسقدر بے طاقت دیکھا کہ تشنگی کی وجہ سے ہونٹ خشک ہیں۔ آپ نے یہ خیال فرمایا کہ شاید لشکر عمر بن سعد ملعون بچہ کی یہ حالت دیکھ کر ایک گھونٹ پانی پلا دے چنانچہ امام مظلوم گھوڑے پر سوار ہوئے بچہ کو قربوس زین پر رکھ لیا۔ اور لشکر کی صفوں کے نزدیک پہنچے فرفع بیدیہ

فدعی للقوم باللہ والخطب قطیع نبشونی ھل انا المذنب ام ھذا الرضیع لاخطوتی صبیہ شبہ الماء الشفیع لم یکن شافعکم خصمالکم فی النشاتین امام مظلوم نے باواز بلند فرمایا کہ۔ یا قوم اذ لکن انا اثما علی زعمکم یعنی اگر میں تمہارے نزدیک (معاذ اللہ) گنہگار ہوں تو ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو یہ طفل شیر تو گنہگار نہیں ہے یہ پیاسا ہے اس کے ہونٹ خشک ہو گئے ہیں اس کو تھوڑا سا پانی پلا دو۔ اور اے قوم اس کو بعجلت تمام پانی پلا دو تاکہ میں بچہ کو اس کی

ماں کی سپرد کردوں۔ ان ملاعین نے کہا اے حسینؑ کہ بغیر اجازت ابن زیاد ایک قطرہ آب نہیں دیں گے نہ تمہیں پانی ملے گا اور نہ تمہاری اولاد و اہلحرم کو پانی ملے گا۔ لیکن شیخ حسن دہستانی فرماتے ہیں کہ لشکر والے حضرت کو قولاً کوئی جواب نہ دے سکے۔ آخر وہ کیا جواب دیتے امام حسینؑ نے حجت تمام کی تھی۔ الاخر حرملہ لعین فریاد کرتا ہوا نزدیک آیا اور کہا کہ اس بچہ کو میں سیراب کروں گا۔ اس ملعون نے تیر گلوے علی اصغر کی طرف رہا کیا۔ تیر گلوے علی اصغرؑ پر لگا۔

فاستهدف حلق الرضيع وعبرتا النشابة من حلقه الى عضد الحسين عليه السلام یعنی کہ تیر حرملہ علی اصغرؑ کے گلے کو توڑتا ہوا امام حسینؑ کے بازو میں در آیا۔ ایک تیر دو نشان بلکہ تین نشانے، گلوئے علی اصغرؑ، بازوے حسینؑ اور دلِ اُمّ رباب واحسرتا امام حسینؑ نے خون گلوے علی اصغرؑ چلّو میں لیا اور آسمان کی طرف پھینک دیا۔ اور خداوند عالم کی بارگاہ میں مناجات کی کہ اے خدا تو بہتر حکم کرنے والا ہے۔ اس قوم جفا کار نے اِس طفل موصومؑ کو تیر سہ شعبہ کا نشانہ بنایا بچہ کو قتل کردیا امام حسینؑ بچہ لے کر علی اصغرؑ کی ماں شہر بانوؑ کے خیمہ کے نزدیک آئے اور فرمایا اے مادر علی اصغرؑ اپنے شہید بیٹے کو لے جاؤ اب اسے ساقی کوثر سیراب کریں گے یہ مناجات خداوند عالم سے تھی اور اپنے شیعو تمہیں بھی امام حسین علیہ السّلام نے ایک پیغام دیا ہے کہ شيعتي مهما شربتم ماء عذب فاذكروني - سمعتم بغريب او قتيل فاندبوني - ليتكم في يوم عاشوراء جميعا تنظروني - كيف استقي يطفل فابوا ان يرحموني یعنی اے شیعو جب تم ٹھنڈا پانی پیو تو میری پیاس یاد کرنا۔ اور جب تم سنو کہ کوئی غریب و پردیسی یا کسی قتیل کا نام تو مجھے پر نوحہ کرنا۔ کاش کہ تم یوم عاشوراء

ہوتے تو دیکھتے کہ میرے شیر خوار علی اصغرؑ کی پیاس کس طرح بجھائی گئی

مجلس شہادت حضرت علی اصغر علیہ السّلام

جب روز عاشوراء حضرت امام حسینؑ کی شہادت کی نوبت آئی تو امام مظلومؑ اہلحرم سے رخصت ہونے کے لیے خیمہ میں آئے۔ مخدرات نے حلقہ بنالیا۔ واسیتاہ کی صدائیں بلند ہوئیں۔ امام حسین علیہ السّلام نے سب کو تلقین صبر کی آپ نے فرمایا کہ میری جدائی میں صبر کرنا۔ قال ابو مخنف في المقتل انه عليه السلام اقبل الى ام كلثوم وقال لها يا اختاه اوصيك بولدي الاصغر فانه طفل صغير وله من العمر ستة اشهر۔ یعنی امام حسینؑ نے اپنی بہن جناب ام کلثوم سے فرمایا کہ اے میں تمہیں علی اصغرؑ کے بارے میں وصیت کرتا ہوں میرا یہ پسر شیر خوار ہے اور ابھی اس کی عمر چھ ماہ ہے۔ جناب ام کلثوم نے عرض کیا يا اخي ان هذا الطفل له ثلثة ما شرب الماء۔ اے برادر تین دن سے اس بچہ نے نہ ماں کا دودھ دیکھا ہے اور نہ اس کو پانی ملا ہے پس خوب ہوگا اگر تم اس قوم جفا کار سے اِس بچہ کو امام حسینؑ کے ہاتھوں پر رکھ دیا۔ بروایتے نوادج آپ گھوڑے پر سوار ہوئے اور بچہ پر عبا کا دامن ڈالدیا۔ اور میدان کارزار میں پہنچے راوی کہتا ہے کہ روز عاشوراء امام حسینؑ اکثر مرتبہ خیمہ میں آئے اور گئے اور ایک مرتبہ قرآن مجید خیمہ سے لے گئے اور فوج اشقیاء کا سامنے پیش کیا۔ فرمایا کیا یہ قرآن میرے نانا پر نازل نہیں ہوا ہے؟ کیا یہ عباء رسولؐ نہیں ہے کیا یہ عمامہ رسولؐ خدا نہیں ہے جو میرے سر پر ہے۔ بعدہ فرمایا کہ یہ میرا شیر خوار بچہ تین دن سے پیاسا ہے نہ اس نے ماں کا دودھ دیکھا ہے اور نہ اس کو پانی

ملا ہے۔ تھوڑا سا پانی اس کو پلا دو۔ کتاب منبع الدموع میں ہے کہ لشکر عمر ابن سعد کے بعض سرداروں نے عمر ابن سعد کو ملامت کی کہ ایک قطرہ آب اس شیر خوار کو دے دیا جائے بچہ پیاسا سا تڑپ رہا ہے عمر بن سعد ملعون نے جب دیکھا کہ لشکر میں شور برپا ہے۔ لشکر کا رنگ بدلا ہوا ہے حرملہ بن کاہل اسدی کو اشارہ کیا اور کہ حسینؑ کا کلام قطع کر دے۔ اس ملعون نے ایک تیر سہ شعبہ کمان میں جوڑا اور علی اصغر کو نشانہ بنایا۔ ابی مخنف کہتا ہے کہ فذبح الطفل من الاذن الی الاذن کہ علی اصغر کے ایک کان سے تیر دوسرے کان کو توڑتا ہوا نکل گیا۔ امام حسین علیہ السلام نے خون آلودہ لاش پسر سینہ سے لگائی۔ ثم رجع بالطفل مذبوحا و دمہ یجری علی صدر الحسین کہ حضرت امام حسین اس طفل شیر خوار کی ننھی سی لاش کو لیے ہوئے واپس آئے اور در خیمہ اُم کلثوم پر آئے اور بچہ کو خیمہ میں لے گئے۔ اہل حرم میں ایک شور برپا ہو گیا امام حسین علیہ السلام نے بارگاہ خدا میں عرض کیا ؂

یا رب لا تترکنی وحیدا فقد تری الکفار والجحودا
قد اکثروا العضیان والجحودا قد صیرونا بینہم عبیداً
یرضون فی فعالہم یزیداً اما اخی فقد مضی شہیدا
معفرا بدمہ خضیباً فی وسط قاع مفردا بعیداً

؂

ہر دم ہزار شکر تو اے داورِ حسینؑ کردید کشتہ اکبرؑ و ہم اصغرِ حسینؑ
کردید کشتہ اکبرؑ و ہم اصغرِ حسینؑ این فرق غرق خون شدہ این خنجرِ حسینؑ
گفتی کہ بس عزیز بود طفل شیر خوار این نوک تیر و این گلوئے اصغرِ حسینؑ

گفتی براہ ما بتما ترک از عیال این راہ شام و کوفہ و این خواہرِ حسینؑ
گفتی مخواہ دختر خود این چنیں عزیز
این خواہش کنیزی و این دخترِ حسینؑ

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے پروردگار حسین۔ تیرا ہزار ہزار شکر ہے کہ میں نے اپنا اکبرؑ و اصغرؑ تیری راہ میں قربان کر دیتے۔ میں نے تیری راہ میں اکبرؑ و اصغرؑ کو کیا قربان کیا ہے بلکہ خنجر نے حسینؑ کے دل و جگر کو زخمی کر دیا۔ فرمایا کہ میرا یہ شیر خوار بچہ کہاں اور تیر ظلم کہاں۔ گلوے علی اصغر کہاں اور تیر حرملہ کہاں۔ اور اے پروردگار میری بہنیں کہاں اور راہ کوفہ و شام کہاں۔ اور پروردگارا میری دختر کس قدر عزیز تھی لیکن دربار یزید ملعون میں اس کو کنیز بنانے کی خواہش کی گئی۔ پروردگار میں نے تیری راہ میں سب کچھ لٹا دیا ہے۔

حضرت علی اصغرؑ کی عمر میں اختلاف ہے امیر محمد خاوند شاہ نے علی اصغر علیہ السلام کا سن مبارک ایک سال قیاس کیا ہے۔ یہاں تک کہ بچہ امام حسینؑ کے ہاتھوں پر نشانہ تیر ظلم بنا امام حسینؑ اس وقت فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قال الدربندی لما یتمع ھذا النور والنیر والقمر المنیر استغاثۃ ابیہ قطع القماط والقی نفسہ۔ یعنی کہ دربندی فرماتے ہیں کہ قماط اور قنداقہ (قماط کہتے ہیں اس کپڑے کو کہ جس میں سنئے پیدا ہوئے لڑکے کو لپیٹ کر باندھ دیتے ہیں اور قنداقہ وہ لکڑی کہ جس میں بندوق کی نال چسپاں کرتے ہیں۔ مجازاً کندہ مراد ہے) کو پھاڑ ڈالا۔ اور فاضل عالم الحاج ملا محمد رضائی استرآبادی اپنے مقتل میں لکھتے ہیں کہ جب امام حسینؑ کی آواز استغاثہ برائے نصرت و یاوری شہزادہ علی اصغرؑ کے گوش زد ہوئی تو علی اصغرؑ نے ہمک کر

اپنا بندھا ہوا کپڑا پھاڑ ڈالا۔ ایسی انگڑائی لی کہ قماط پھٹ گیا اور علی اصغرؑ نے رونا شروع کیا۔ آخر کو علی اصغرؑ حیدر کرّار کے پوتے ہیں شجاعت گھٹی میں پڑی ہوئی ہے۔ ؎

دست از قنداق جان بیرون کشید — بندہائے بستہ را برہم درید
آری آری شیر حق است اے وَلد
آنکہ در گہوارہ اژدرہا درد

یعنی کہ حضرت علی اصغرؑ نے اپنے بندھے ہوئے کپڑے کو چاک کر ڈالا اور اس سے باہر آ گئے۔ کیوں نہ ایسا کرتے آخر کو علی اصغرؑ بھی حیدر کرّار کے پوتے ہیں جنہوں نے گہوارہ میں اژدر کے دو ٹکڑے کئے تھے۔ وبکی وفج حسیناً بذلك روحي وارواح العالمين فداه الى اجابة دعوة ابيه بلبة الغيبيه والمكاشفات النحتانية۔ یعنی جب علی اصغرؑ نے اپنے بندھے ہوئے کپڑے کو پھاڑ ڈالا تو پھر رونا شروع کیا۔ اس پر اہل حرم بھی رونے لگے رونے کی آواز حضرت امام حسینؑ کے گوش زد ہوئی۔ امام حسینؑ خیمہ میں تشریف لائے اور ملاحظہ فرمایا کہ علی اصغرؑ جھولے میں چل رہے ہاتھ پیر مارتے ہیں کسی عنوان چین نہیں ہے۔ فرجع الامام الى نحو الخيام وسئل الصديقة الصغرى اعنى زينب عن سبب تلك الحالة فاخبرته بما صنع الطفل بعد استغاثة واستنصاره۔ امام حسین علیہ السّلام نے جناب زینب خاتون سے علی اصغرؑ کے رونے کا سبب دریافت تو آپ نے فرمایا کہ اے بھائی جب سے علی اصغرؑ نے تمہارے استغاثۂ نصرت کی آواز سن ہے بے چین ہے اور برابر رو رہا ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے بہن زینب

چمن امامت کے اس پژمردہ شگوفہ کو ہمیں دیدو۔ ووضعه فی مقدم السراج واقبل الصفوف فرفعه بيده حتى يروه۔ ؎

چوں بمیدان بردست پدر
آیت کُبریٰ حق شُد جلوہ گر

یعنی کہ جب شہزادہ علی اصغرؑ اپنے پدر بزرگوار حسینؑ کے ہاتھوں پر میدان کارزار میں پہنچے تو خدائے ذوالجلال واکرام کی ایک آیت بن کر جلوہ فگن ہوئے اور حضرت امام حسین علیہ السّلام نے اس قوم بے حیا سے سوال آب کیا علی اصغرؑ نے ایک گھونٹ پانی مانگا۔ آپ نے فوج اشقیاء سے خطاب کیا۔ اما ترونه كيف يتلظى عطشاً ابن من يرحم الصغير ويطفى حر صدره ببرد ماء زلال طلب الماء منهم وسقوه من كئوس المنون ماء و يال۔ یعنی ہے کوئی جو اس طفل شیر خوار پر رحم کرے اور اس کو ایک گھونٹ آب سرد پلا دے اس کا سینہ بے آب جل رہا ہے۔ آپ نے اس قوم جفا کار سے پانی مانگا لیکن امام حسینؑ کے اس سوال آب کا جواب تیر سے دیا گیا۔ حرملہ نے تیر رہا کیا اور بچہ امام حسینؑ کے ہاتھوں پر ذبح ہو گیا اور امام حسینؑ نے بچہ کا خون چلّو میں لے کر آسمان کی طرف پھینکا اور قاتلوں پر لعنت کی۔ شیخ طبرسیؒ اپنی کتاب احتجاج میں فرماتے ہیں کہ انه عليه السلام نزل حينئذ عن فرسه وحفر للصبى بجفن سيفه ورمّله بدمه ودفنه ثم وصب قائماً۔ جب علی اصغرؑ نشانۂ تیر حرملہ ہو گئے امام حسینؑ گھوڑے سے اترے ذوالفقار سے ننھی سی قبر کھودی اور اس شیر خوار کو دفن کیا۔ پھر کھڑے ہوئے اور فرمایا رب انتقم لنا من هولاء الظالمين کہ بار الہا تو اس قوم ظالمین سے انتقام

لے۔ چنانچہ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ امام حسین علیہ السّلام نے حضرت علی اصغرؑ کو دفن کرنے کے بعد قبر علی اصغرؑ پر نماز پڑھی ہے ایسا ہی صاحب ترجمۂ ابو الفتوح وکمال الدین طلحہ۔ الشافعی نے بھی نقل کیا ہے کہ امام حسینؑ نے علی اصغرؑ پر بعد دفن نماز پڑھی ہے۔ مرحوم شیخ جعفر رضا خصائص دفن علی اصغرؑ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ نے دوسرے شہداء کو دفن نہیں کیا بلکہ صرف شہزادہ علی اصغرؑ کو دفن کیا ہے اس لیے کہ یہ ظالم لوگ جب سرہائے شہداء ان کے جسموں سے قطع کریں گے تو اس شیر خوار کا سر نہ کاٹ سکیں۔ اور اس لیے شہزادہ کو دفن کیا کہ گھوڑوں کی ٹاپوں سے جسم علی اصغرؑ پائمال نہ ہو۔ اور اس لیے بھی دفن کیا کہ آپ کا پُر خون تماطا اہلحرم کی نگاہ سے نہ گزرے۔ مؤلف کے والد مرحوم کتاب الریّاض میں لکھتے ہیں اس لیے خون بھرے شلوکے میں دفن کیا تھا کہ جب حشر قائم ہو تو علی اصغرؑ کا پُر خون شلوکا زیر عرش پیش کر سکیں۔ اور امام حسینؑ بعجلت تمام قبر علی اصغرؑ سے اٹھے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت علی اصغرؑ کا آپ کو سخت صدمہ ہوا تھا۔ طاقت جواب دے گئی تھی شیخ جعفر اور بعض دوسرے اہل مقاتل لکھتے ہیں کہ ظالموں نے جب شہیدوں کے سر کاٹے۔ جگہ جگہ ظالم زمین نیزہ گاڑھتے تھے اور نکال لیتے تھے اس طرح ایک جگہ نیزہ زمین گاڑھا اور پھر باہر نکالا تو علی اصغرؑ کا لاشہ باہر نکل آیا اور ظالم نے سر علی اصغر جدا کیا جب اہلحرم نے اس ظلم کو دیکھا تو خیام امام مظلوم میں کہرام برپا ہو گیا۔

محبت اولاد

خلاق عالم اور مصوّر بنی آدم نے جب تخلیق بشر کی اور تصویر بنائی تو ماں اور باپ کے دل میں اولاد کی محبت ودیعت کر دی حتیٰ کہ حیوانوں میں بھی یہ جذبۂ محبت پایا جاتا ہے۔ اہل تاریخ لکھتے ہیں کہ سلطان منجر بن ملک شاہ سلجوقی کہ جو بہت زیادہ رعیّت پرور اور عادل تھا۔ ایک روز بقصد شکار صحرا کی طرف گیا۔ بادشاہ سیر و سیاحت میں مصروف تھا کہ اس کی نگاہ پہاڑ کے بائیں کسی شے پر ٹھہری وہ ایک بچہ تھا کہ دُور سے بادشاہ کو مرغ نظر آیا۔ اس بچہ کی ماں (مرغی) اپنے بچہ کے لیے دانا تلاش کرنے گئی تھی۔ بادشاہ نے اس خیالی مرغ کو شکار کرنے کے لیے تیر و کمان سنبھالا۔ کہ تیر رہا کرے اور مرغ شکار ہو جائے کہ جیسے ہی بادشاہ نے اس بچۂ مرغ کی طرف تیر رہا کیا اور بادشاہ کا تیر اس تک پہنچا تو اس بچہ کی روح نکل گئی اور بچہ نشانۂ تیر شکار ہو گیا بادشاہ اس کے نزدیک پہنچا تو وہ بچہ مردہ پایا۔ اسی وقت وہ مرغ کہ جو دانہ کی تلاش میں سرگردان تھا آ گیا اور اس حسرت ویاس بادشاہ کی طرف دیکھا اور اس نے بزبان حال کہا کہ اے بادشاہ تو نے میرا گھر برباد کر دیا خدا تجھے بھی برباد کرے ؎

شاہ چو دید آں شغف دردناک — کرم فروجست ز توسن نحاک
طشت طلب کرد یکی تیغ تیز — طشت دگر کرد پُر از گنج ریز
تیغ سیاست بسر خویش برد — در نظر بیوہ درویشی برد
گفت بکش ماتم خود سور کن
دام خود از گردن من دور کن

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ جب بادشاہ نے جب یہ فتنہ و فساد دیکھا تو وہ اپنے گھوڑے سے اتر کر زمین پر بیٹھ گیا اس نے دو طشت منگائے ایک میں تلوار تیز دھار رکھی اور دوسرے میں زر و جواہر رکھے تیغ سیام اپنے سر پر بلند کی۔ اور درویش (فقیر و محتاج) کی طرف نظر کی اور کہا کہ تو اپنے سوز و ماتم کو خوشی سے بدل لے میرا سر حاضر ہے اور اپنے خود ہمیشہ کے لیے مجھ سے دور کرلے۔ یعنی مقصد یہ ہے کہ بادشاہ نے کہا کہ اے مادر مرغ کہ اگر مجھ سے اپنے بچہ کا قصاص لینا ہے تو میں حاضر ہوں تلوار و خنجر موجود ہے اگر تو مجھے معاف کردے اور خون بہا لے تو یہ زر و جواہر حاضر ہیں۔ اس کو بادشاہ پر رحم آیا اور کہا اے بادشاہ تیرا فعل خدا کے نزدیک تو ناچیز ہے مگر میں تجھ سے راضی ہوں۔

مولف کتاب فرماتے ہیں کہ اولاد کے ساتھ ماں باپ کی محبت سب ہی کو ہوتی ہے (یہ محبت فطری ہے از مترجم) نمعلوم کربلا میں مخدرات کی کیا حالت ہوئی ہوگی جب انہوں نے اپنے عزیزوں اور بیٹوں بھتیجوں بھانجوں کی شہادت دیکھی ہوگی مادر علی اصغرؑ شہر بانو کا کیا حال ہوا ہوگا (حضرت علی اصغر اور جناب سکینہ خاتون کی ماں ایک تھیں جن کا نام اُمّ رباب تھا۔ یہاں پر شہر بانو لکھا ہوا ہے ہوسکتا ہے کہ امام حسین علیہ السّلام بادشاہ دین و دنیا تھے لہٰذا آپ کی زوجہ محترمہ اعزازاً شہر بانو کہلاتی ہوں ورنہ یہ تو مسلّم امر ہے کہ حضرت زین العابدین کی ماں کا نام شہر بانو تھا جو یزدجرد بادشاہ عجم کی بیٹی تھیں اور ان کا انتقال امام زین العابدین کی پیدائش کے زمانہ قریب میں ہوگیا تھا۔ از مترجم) مولف مرحوم نے بھی اس چیز کو تسلیم کیا ہے کہ امام حسینؑ علی اصغرؑ کو دفن کیا ہے اور نماز پڑھی ہے۔ اور جب اہل حرم کوفہ پہنچے ہیں اور دربار ابن زیاد ملعون میں شہدائے کربلا کے

سرہائے مبارک پیش کیے گئے ہیں تو ان میں شہزادہ علی اصغرؑ کا سر مبارک بھی تھا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لکل شئ ثمرۃ و ثمرۃ الفؤاد الولد۔ یعنی کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ ہر چیز میوہ ہے اور میوۂ دل انسان اولاد ہے چونکہ اولاد باعث تسکین روح و دل ہے لہٰذا اس کو دیکھ کر انسان خوش ہوتا ہے۔ غرض کہ محبت و رحم ایک نیک صفات ہیں اور حیوانات میں بھی محبت پائی جاتی ہے۔ اسرائیلیات میں مسطور ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک جوان تھا اس کے پاس ایک گائے اور بچھڑا تھا گائے کا بچہ اور گائے اس پر اس کی معیشت منحصر تھی۔ ایک روز اس نے گوشت کھانے کی خاطر گائے کے بچھڑے کو اس گائے کے سامنے ذبح کیا۔ پس جیسے ہی گائے کی نظر اس بچھڑے کے سر پر پڑی اس نے چیخنا شروع کیا۔ اور اسقدر درد سے وہ چیخی کہ در و دیوار ہل گئے پھر اس گائے نے اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا اور اپنی آواز میں اس ذات اقدس سے فریاد کی کہ جو علیم بالذات ہے۔ اس اسرائیلی کے ہاتھ فوراً خشک ہوگئے۔ وہ اسرائیلی حضرت موسیٰ کلیم اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا سارا واقعہ بیان کیا اور موسیٰ علیہ السّلام سے درخواست کی کہ اس کا خشک ہاتھ صحیح ہو جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام اس پر غضبناک ہوئے اور فرمایا کہ اے اعرابی دور ہو جا میں تیرے لیے خداوند عالم کی بارگاہ میں شفاعت نہیں کرسکتا تو اس قدر بے رحم ہے کہ تو نے اس کو بچھڑے کی ماں کے سامنے ذبح کیا۔ تجھے خیال نہ ہوا کہ حیوانوں میں جذبہ محبت کارفرما ہے۔ تو نے اس کی ماں کا دل دکھا دیا۔ واحسرتا کربلا میں روز عاشورا محرم امام حسینؑ کا سر مبارک جدا کیا گیا اور سیدہ عالم فاطمہ زہرا کا دل دکھایا گیا۔ امام حسینؑ کے سامنے بہتر شہیدوں کے

لاشہ پڑے ہوئے تھے اور امام حسینؑ کے دل پر کوہِ الم گرا ہوا تھا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

قوم جن ملائکہ اور ارواح انبیاء کا روز عاشوراء نصرت امام حسین علیہ السلام کے لیے آنا

روز عاشوراء بعض واقعات ایسے رونما ہوئے ہیں کہ جن کا ذکر کرنا ضروری ہے تاکہ اقتدار امام منصوص من اللہ ظاہر ہو سکے۔ انہی واقعات میں سے زعفر جن کا امام حسین علیہ السلام کی مدد کے لیے حاضر ہونا ہے اس واقعہ کو اکثر کتابوں میں تفصیلاً اور مجملاً بیان کیا گیا ہے۔ شیخ فخر الدین اپنی کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کے جملہ یاور و انصار۔ بھائی بھتیجے بھانجے سب شہید ہو گئے اور امام حسینؑ یکہ و تنہا رہ گئے۔ تو اس وقت اتت افواج من الجن الطیارہ۔ یعنی کہ جنوں کی فوج ہوا پر پرواز کرتی ہوئی کربلا پہنچی امام حسینؑ کی خدمت اقدس زعفر جن حاضر ہوا۔ قدمبوسی کا شرف حاصل کیا اور عرض کیا۔ یا حسین نحن انصارک فمرنا بامرک ما تشاء فلو امرتنا یقتل کل عدو لکم لفعلنا یعنی عرض کیا اے مولیٰ ہم آپ کے انصار میں مدد کرنے والے ہیں یہ وہی فوج اجنہ ہے کہ جو مکہ معظمہ سے بسمت کربلا سفر کرتے ہوئے امام حسینؑ کی نصرت کے لیے آئی تھی جس پر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اب تم چلے جاؤ روز جمعہ دہم محرّم کو کربلا میں آنا چنانچہ قوم جن چلی گئی اور جیسا کہ ذکر کیا جا چکا بروز عاشورہ محرم کربلا میں وارد ہوئی مگر

امام حسین علیہ السلام نے ان کو نصرت کرنے سے روک دیا صدر عالیقدر یعنی مولف کتاب نے نظم میں اس واقعہ کو پیش کیا ہے ؎

بزرگ جنیاں چوں شاہ را دید
بصد تعظیم خاک را بوسید

بخاک افگند آب از دیدہ گانش — چہ سبز بوسہ زد برپائے سرورش
بگفتا جن و انس اندر پناہت — ستارہ نماکردیے بارگاہت
غمین باد آنکہ او شاداب نخواہد — خراب آنکس کہ آبادت نخواہد
اگر اے شاہؑ شاہان دو عالم — شدی بیکس دراین صحرا مخور غم
کہ ما یار حسینؑ بن امیریم — ہمہ در خدمت فرمان پذیریم
اگر فرمان دہد شاہ ولایت — کنند کار عدو برما حوالت

بیکدم خون این خوانخوارہ کا نرا
بریزم پاک سازم این جہاں را

خلاصۂ اشعار یہ ہے کہ فوج اجنہ کے سردار نے جب شاہ مظلوم کو کربلا میں دیکھا تو بصد تعظیم و تکریم خاک قدم شاہ کو بوسہ دیا۔ آنکھوں سے آنسو بہائے۔ اور عرض کیا اے شاہ مظلوم جن و انس سب آپ کی پناہ میں ہیں آپ سب کے سلطان و شاہ ہیں اور آسمان کے ستارے آپ کی بارگاہ کے خاکروب ہیں۔ اور اگر اے شاہ دو عالم آپ اس صحرائے کربلا میں بیکس ہیں تو اس کا غم نہ کریں اس لیے کہ ہم آپ کے جان نثار، مددگار، یاور و ناصر ہیں آپ ہمارے امیر حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کے فرزند ہیں جو آپ حکم دیں ہم اس پر عمل کریں گے۔ اگر آپ کا حکم ہوا اور ان دشمنان دین کو ہمارے حوالہ کر دیں تو ہم ان خونخوار دل

کو ابھی ابھی ختم کر دیں گے اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے ان کو دعاء خیر دی۔ اور فرمایا۔ جزاکم اللہ خیرا انی اخالف قول جدی۔ اے گروہ جن جاننا چاہتے کہ میں اپنے جد رسولؐ خدا کے قول کی مخالف نہیں کر سکتا شہادت مقدر ہو چکی ہے مجھ سے میرے نانا نے فرمایا ہے کہ ان اللہ شاء ان یراك مقتولا مدطخا بدمائك مخضبا شیبك بدمائك مذبوحا من قفاك۔ یعنی اے نور دیدہ حسینؑ اللہ کی مشیت یہی ہے جو کہ جاری ہو چکی ہے کہ میں اپنے خون میں غلطاں ہوں خدا کی راہ میں قتل کیا جاؤں پس گردن سے میرا سر جدا کیا جائے میرے نانا نے یہ بھی فرمایا ہے کہ قد شاء اللہ ان یری حرمك سبایا علی اقطاب المطیا۔ یعنی کہ خدا چاہتا ہے کہ تیرے اہلحرم اسیر ہوں۔ شتران بے کجاوہ پر سوار لیے جائیں اور شہر بشہر تشہیر کئے جائیں وانی و اللہ ساصبر اور میں صبر کرنے والا ہوں۔ اور میں مقتول ہونے کے تیار ہوں ابھی گروہ جناں مصروف گفتگو تھا کہ آسمان کے دریچے کھل گئے۔ اور ملائکہ صف در صف نازل ہونا شروع ہوئے اور خدمت امام حسین علیہ السّلام میں نصرت کے لیے حاضر ہوئے۔ ؎

پس ملائک محو بیخویش آمدند — بہر عرض حال خود پیش آمدند
کای وجودت موجد امکان ما — درگہ عزت پناہ جان یا
گرچہ از عشق تو مانی بہرہ ایم — لیک در مہرت بعالم شہرہ ایم
گشت سرخیل ملائک جبرئیل
چوں بذات بے مثالت شد دلیل

نصر منصور ملک را تو شہی — زامرت ہستند تا فرماندہی
جملگی در عہد و پیمان تو ایم — غرقہ دریای احسان تو ایم
یاری جدت رسولؐ تاجدار — کردہ ایم ای تو مرا او را یادگار
بہر امداد تو اے جان آفرین — آمدیم اینک ور گردون بر زمین
شاہ لب بکشود کای افلاکیان — ذی مجرد از مزاج خاکیان
گیرم ایں لشکر ہمہ بے جان شدند — خلق عالم بندہ فرمان شدند
زندہ خواہد گشت یا اکبرم
یا شود زندہ علیؑ اصغرم

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ آسمان کے دریچے کھل گئے اور ملائکہ صف بستہ نصرت کے لیے آئے جبرئیل سردار ملائکہ نے امام حسین علیہ السّلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اے شاہ دو عالم ہمیں حکم عطا ہو تا کہ ہم آپ کے حکم پر عمل کریں مقصد یہ تھا کہ ہم اگر آپ حکم دیں تو اس قوم جفار کو تباہ و برباد کر دیں۔ تمام ملائک آپ کے زیر فرمان ہیں۔ ہم آپ کے جد نامدار رسولؐ مختار کے دوست ہیں ہم تو آپ کی نصرت و مدد کے لیے آئے ہیں ورنہ کہاں آسمانی مخلوق اور کہاں زمین ہمیں حکم ہو تو اس لشکر بے دین کو ختم کر دیں۔ اس پر حضرت امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے جبرئیل میرا علیؑ اکبر اور علی اصغر جو شہید ہو چکے کیا زندہ ہو جائیں گے جب اکبر و اصغر ہی دنیا سے رخصت ہو گئے تو اب حسینؑ کس طرح تمہیں اذن جہاد دے بعدہٗ انبیاء و مرسلین کی ارواح مقدسہ حاضر ہوتیں۔ زمین و آسمان نے اپنی اپنی زبان میں مولائے کائنات کی خدمت میں عرض کیا کہ اے مولیٰ ہم نصرت کے لیے حاضر ہیں۔ اگر حکم ہو تو زمین شق ہو اور لشکر عمر ابن سعد

زمین پر دھنس جائے لیکن امام حسین علیہ السلام نے نہ جنات کو اذن جہاد دیا نہ ملائکہ کی نصرت قبول کی اور نہ ارواح انبیاء کی نصرت قبول کی اور نہ زمین و آسمان کی نصرت قبول کی کیونکہ امام حسینؑ علیہ السلام کا استغاثہ برائے اتمام حجّت تھا۔

شکوہ مؤلف از روزگار و اہل زمانہ

مؤلف کتاب ہذا مرحوم صدرالدین واعظ قزوینی نے اہل ایمان سے اس امر کا اظہار فرمایا ہے کہ اس کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے مجھے یاد رکھا جائے اور سورۃ فاتحہ ہدیہ کر کے خوش کیا جائے اس میں شک نہیں کہ مرحوم صدر نے اس کتاب کی تدوین میں جس عرق ریزی سے کام لیا ہے اس کا اندازہ ہر ایک صاحب نظر کو ہو سکتا ہے مومنین ، تمکین اور مطالعہ کرنے والے حضرات مرحوم کو سورۂ فاتحہ ہدیہ کریں۔

واقعۂ بیر ذات العلم

کتاب کنز الواعظین اور ریاض المومنین اور بعض دوسری کتابوں میں وارد ہوا ہے کہ ابوالحسن البکری نے ابوسعید خدریؓ اور حذیفہؓ الیمانی سے جو کہ اصحاب رسولؐ مختار ہیں روایت کیا ہے کہ لما رجع النبی صلی اللہ علیہ و آلہ من غزاۃ السکاسک و السکون مویداً منصوراً متوجها مخبوراً قد فتح اللہ علی یدہ و اقر بالنصر عینیہ۔ یعنی کہ جب لشکر ہمایوں رسول مختار احمد مجتبےٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ

سکاسک سے مظفر و منصور باحال خوشش مراجعت فرما رہے تھے کہ ایک ایسے صحرا میں پہنچے کہ جہاں پانی کا نشان تک نہ تھا۔ زمین خشک پڑی تھی۔ درخت سوکھ گئے تھے۔ اس صحرا کا ذرہ ذرہ آگ کی طرح تپ رہا تھا گرم ہوائیں چل رہی تھیں ؎

بیابان وسیعی پُر مخافت | بہر گامے در آن صد گونہ آفت
ہوایش آتش و آبش ہوا بود | زمینش سنگ و سنگ آہن ربا بود

یعنی کہ اس وسیع تر میدان میں جو خوف و ہراس سے بھرا ہوا تھا اور جس میں ہر قدم سو سو آفتیں تھیں وہاں کی ہوا آگ بنی ہوئی تھی پانی ہوا ہو گیا تھا یعنی پانی بالکل نہ تھا نہ وہاں کوئی پرندہ تھا نہ آدمی۔ اس وقت آنحضرتؐ کے لشکریوں پر پیاس نے غلبہ کیا اور آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر پانی کا سوال کیا۔ آنحضرتؐ نے اپنے اصحاب سے سوال کیا۔ من فیکم یعرف ھمزہ الارض۔ کیا تم لوگوں میں کوئی ایسا شخص ہے کہ جو اس زمین کے بارے میں کچھ جانتا ہو۔ کسی صحابی نے عرض کیا اے آقا میں اس جگہ سے واقف ہوں۔ اس زمین کا نام وادی کثیب ارزق ہے۔ یضل فیہ الدلیل و لا یوجد فیما ظل و لا ظلیل لا ید خلھا رکب الابرك ولاجیش الاھلك۔ یعنی میں آپ پر قربان اس زمین پر قدم قدم پر خطرہ ہے۔ اس زمین پر نہ اونٹ گزر سکتے ہیں اور نہ لشکر سلامت رہ سکتا ہے۔ اور اکثر دبیشتر راستہ دکھلانے والے خود بھٹک گئے ہیں۔ فلما سمع النبیؐ والمسلمون ایقنوا بالھلاك ولاذوبرسول اللہ مستجیرین جب مسلمانوں نے یہ سخن سُنا تو سب کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ اور ادھر حرارت آفتاب بڑھنے لگی اور حرارت کے ساتھ اضطراب بڑھنے لگا۔ آنحضرتؐ

نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کو اس بیابان میں پانی کی جگہ کی خبر ہو تو بتلائے میں اس کے لیے بہشت کا ضامن ہوں چنانچہ ایک مسلمان نے آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہاں پر ایک کنواں ہے جسے عرب بئر ذات العلم کہتے ہیں اس میں آب سرد و شیریں ہے۔ لیکن اس کنوئیں میں جنات و شیطان رہتے ہیں ان کا قبضہ ہے اور وہ کسی کو پانی نہیں لینے دیتے۔ جو شخص پانی لینے جاتا ہے اسے ہلاک کر دیتے ہیں اور کسی لشکر نے اس کنوئیں سے پانی نہیں لیا ہے۔ تبع یمانی اپنے لشکر سمیت اس کنوئیں پر آیا اس کا لشکر دس ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ پانی لینا چاہا مگر جنات نے سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بہرام فارس اپنے لشکر کے ساتھ ادھر گزرا مگر پانی نہ لے سکا۔ سعد بن برزق بے شمار لشکر کے ساتھ اس کنوئیں پر آیا لیکن اس کا لشکر تباہ ہو گیا اور پانی نہ لے سکا۔ آنحضرتؐ نے سنا تو فرمایا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس کنوئیں پر مشک لے کر جائے اور پانی لائے میں اس کے لیے بہشت کا ضامن ہوں پس ابوالعاص بن ربیع کہ جو آنحضرتؐ کے برادر رضاعی تھے حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسولؐ اللہ میں اسلام لانے سے قبل اس کنوئیں پر ایک گروہ کے ساتھ پہنچے کہ دیو اور جن اس کنوئیں سے نمودار ہوئے اور ہم ناکام واپس آگئے کچھ ہمارے ساتھی ہلاک بھی ہو گئے یا رسول اللہ اب میں مشرف باسلام ہو گیا ہوں۔ میں اس کام کو انجام دوں گا۔ آنحضرتؐ نے ابوالعاص کو اجازت دی اور ابودجانہ انصاری، قیس بن سعد بن عبادہ، سعد بن معاذ سعد بن بشر، ثابت بن اخنس، عمرو بن امیہ ضمری کو ہمراہ کیا اور بھی چند جوان ساتھ ساتھ گئے۔ اور جب ابوالعاص اور ان کے ساتھی بئر ذات العلم

پر پہنچے تو کنوئیں سے ایک شور پیدا ہوا۔ اور سیاہ ہوائیں چلنے لگیں اندھیرا چھا گیا۔ اور اُس میں سے دیو، اور جن نکلے۔ ان کے سر آسمان سے ملے ہوئے اور آنکھیں انگاروں کی طرح چمکتی ہوئی تھیں ناگاہ ایک دیو کنوئیں سے نکلا۔ اور اس نے ایک ہیبت ناک چیخ بلند کیا۔ مسلمانوں نے چاہا کہ واپس چلے آئیں مگر ابوالعاص بن ربیعہ نے کہا کہ یا اخوانی من الموت تھربون اے بھائیوں کیا موت سے بھاگتے ہو موت سے بھاگ کر کہاں جاؤ گے۔ تم لوگ اپنے مقام پر ثابت قدم رہو اور مجھے اس عفریت سے نمٹنے دو۔ اگر میں اس پر قابو پا گیا تو بہتر ہے اور اگر میں مارا گیا تو میرا اسلام حضور رسولؐ خدا پیش کر دینا۔ پس ابوالعاص نے تلوار کھینچی اور جرأت مندی کا ثبوت یا وہ عفریت کہنے لگا کہ تم کون ہو یہاں کیوں آئے ہو کیا چاہتے ہو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ یہ جنوں کا مسکن ہے اور ہمارا بادشاہ یہاں رہتا ہے۔ اور وہ کہنے لگا۔ ؎

نحن سلالات المعالی والکرم ... واولیاء الرحمٰن سکان الحرم
ارسلنا محمد تاج الامم ... المصطفی المختار مصباح الظلم
ونستقی من بئرکم ذات العلم ... ونقتل الجان عباد الصنم

؎ ما بزرگاں مکہ و حسیم ... معدن جود صاحب کریم
دوستان خدائے رحمانیم ... اُمتانِ رسولؐ سبحانیم
سرور انبیاء تاج امم ... روشنی بخش جملہ عالم
گفتہ ما را محمدؐ عربی ... سفتہ دُرّی ز لعل آتشنبی

آب از چاہ جنیاں آریم
جان جنّی ز تن بروں آریم

خلاصہ عربی و فارسی اشعار کا یہ ہے کہ ابوالعاص نے کہا ہم بزرگان مکہ و کعبہ ہیں۔ ہم معدن سخا اور صاحب کرم ہیں۔ خدائے رحمان کے ہم دوست ہیں اور محمدؐ عربی ہیں۔ کون محمدؐ۔ وہ کہ جو تمام انبیا مرسلین کے سرور و بادشاہ ہیں۔ تمام امتوں کا تاج ہیں تمام عالم کو روشنی بخشنے والے ہیں اور ہمیں حضور نے حکم دیا ہے کہ ہم تمہارے کنوئیں سے پانی لیجائیں اور تشنہ لب مسلمانوں کو سیراب کریں پس اگر تم نے کوئی رکاوٹ ڈالی تو ہم تمہیں تہ تیغ کریں گے۔ ابھی ابوالعاص کا کلام ختم نہیں ہوا تھا کہ عفریت (دیو) نے جگر خراش چیخ ماری اور خود کو ابوالعاص کے سامنے اس چڑیا کی مانند ڈال دیا کہ جو چڑیا کسی کی مٹھی میں ہو اس وقت ابوالعاص نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میرا سلام رسول اللہ کو پہنچا دینا۔ ابوالعاص کے ساتھی اپنی جگہ سے بھاگنے لگے۔ انہوں نے دیکھا کہ عفریت نے ابوالعاص کو اس کنوئیں پر لیجا کر قتل کر دیا۔ اور ابوالعاص سیاہ ہو گیا ہے۔ اسدم کنوئیں سے ایک شور و غوغا پیدا ہوا اور طرح طرح کی ڈراؤنی صورتیں کنوئیں سے نمودار ہونے لگیں۔ ابوالعاص کے ہمراہی آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا۔ آنحضرتؐ نے جب سنا کہ ابوالعاص قتل ہو گیا تو آپؐ آبدیدہ ہوئے لیکن جبرئیل اس نازل ہوئے اور آپ کو خبر دی۔ عمرو بن امیہ ضمری نے عرض کیا عظم اللہ اجرك فی ابی العاص خدا حضور کو ابوالعاص کی جدائی پر صبر کرامت کرے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ والذی روحی بیدہ ان روح ابی العاص فی حوصلة طیر اخضر یرتع فی ریاض الجنة۔ یعنی کہ ابوالعاص کی روح ریاض بہشت میں ہے تمام اصحاب نے ان کے لیے طلب رحمت کی۔ اسی اثنا میں امام الجنّ والانس حضرت شاہ

ولایت علی ابن ابی طالب علیہ السّلام تشریف لے آئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے مسلمانوں اب علیؑ آگئے ہیں وہ تمہیں سیراب کریں گے یہ کام بجز علیؑ کوئی دوسرا انجام نہیں دے سکتا ہر جگہ علیؑ مرتضیٰ ہی نے مشکل کشائی فرمائی ہے۔ احد و بدر و حنین۔ خندق و خیبر علیؑ ہر جگہ کام آئے ہیں حضرت علیؑ کو ابوالعاص کے قتل ہونے کی خبر ملی تو آپ بھی ملول و رنجیدہ ہوئے۔ آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ اے علیؑ بیر ذات العلم سے جاکر پانی لاؤ اور سب کو سیراب کرو۔ پھر آنحضرتؐ نے علیؑ کو اجازت دی اور فرمایا ان اللہ حافظك و ناصرك۔ یعنی کہ اے علیؑ تمہارا خدا حافظ و ناصر ہے۔ پھر آنحضرتؐ نے حضرت علی علیہ السّلام کی گردن پر اپنا دست مبارک ڈالا اور گریہ فرمایا۔ اور آسمان کی طرف رخ کرکے عرض کیا خدایا علیؑ کو فتح نصیب کر۔

(ہم بیر ذات العلم کے بقیہ واقعہ کو آئندہ سپرد قرطاس کریں گے۔ یہ واقعہ سقایت روز عاشورا کربلا میں حضرت عباسؑ کے سقائے اہل بیت ہونے سے کس قدر مشابہ ہے۔ علی ابن ابی طالبؑ رسولؐ خدا کے حکم پر جنات کے کنوئیں سے پانی لینے گئے اور کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے حکم سے عباس علمدار علیہ السّلام نہر فرات پر پانی لینے گئے حضرت علیؑ پانی لے کر واپس آئے ہیں۔ پیاسوں کو سیراب کیا ہے لیکن واحسرتا حضرت عباس مشک آب لے کر آ رہے تھے کہ مشک پر تیر پڑا اور پانی بہہ گیا۔ سقائے سکینہ کے شانے قلم ہوئے حضرت عباسؑ کی لاش فرات کے کنارے پڑی رہی)

بقیہ واقعہ بیر ذات العلم۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت علیؑ مرتضیٰ علیہ السّلام کو کنوئیں پر جانے کی اجازت دی اور آپ تشریف لے

گئے۔ جب کنوئیں کے نزدیک پہنچے تو آپ نے فرمایا ؎

حبانی رسول اللہ منہ برایہ　　وامرنی اسعی الی کل کافر
اقاتلہم حتی یقروا بربہم　　الٰہہم المعبود سر وجاہر

؎ منم حجت حق منم شیر اوٗ　　منم دست یزدان و شمشیر اوٗ
منم آنکہ پیغمبرؐ تاجدار　　علمدار خود کردہ در روزگار
امیر سپاہ پیغمبر منم
درایں روز ساقی لشکر منم

خلاصۂ اشعار یہ ہے کہ حضرت اسد کردگار نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ نے علمداری لشکر عطا کی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں کل کافروں کو قتل کروں یہاں تک وہ معبود حقیقی خدا ہے واحد و قہار کا اقرار کریں پس جو اقرار توحید خدا کرے گا اس کے لیے امان ہے۔ حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام کے ارشاد کا ترجمہ بصورت نظم درج کیا جا چکا جس کی وضاحت یہ ہے گویا حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں حجت حق ہوں میں شیر خدا ہوں میں ید اللہ ہوں اور میں اس کی تلوار ہوں اور مجھے رسولؐ خدا نے علم عطا کیا۔ میں امیر سپاہ نبویؐ ہوں اور آج کے روز میں آنحضرتؐ کے لشکر کا ساقی ہوں جاء الحق، اب حق آگیا۔ پس جب کی دلیرانہ و شیرانہ صدا بلند ہوئی تو وہی عفریت کہ جس نے ابو العاص کو قتل کیا تھا۔ کنوئیں سے باہر نکلا اور اس نے روز دار صیحہ کیا۔ چیخنے لگا۔ من انت ایہا النازل علینا والقادم الینا اما علمت ان لا یطمع فیا طامع ولا یرتع حولنا مرتع۔ اس عفریت نے کہا اے شخص تو کون ہے کیا تجھے معلوم نہیں کہ کوئی شخص یہاں قدم نہیں رکھ سکتا۔ یہاں تک کہ وہ قتل کر دیا جائے۔ اس پر

حضرت امیرالمومنین نے فرمایا اے شیطان مردود اور اے سرکش عفریت تو نہیں جانتا۔ انا النور کہ ہم نور خدا ہیں اور ایسا نور ہیں کہ جو بجھایا نہیں جا سکتا۔ میں علیؑ ہوں اور حضرت رسولؐ خدا کا چچازاد بھائی ہوں بعدہٗ آپ نے تلوار کھینچی اور اس کی کمر پر ضرب لگائی۔ فجعلہ شطرین آپ نے اس عفریت کو دو ٹکڑے کر کے کنوئیں میں ڈال دیا۔ اور اپنے اصحاب کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ پانی بھرنے کے لیے مشکیں لاؤ۔ اسی دوران کنوئیں سے مہیب صورتیں نکلنے لگیں بڑے بڑے دیوار ور جن برآمد ہوئے حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام نے باآواز بلند فرمایا کہ اے غوں اور اے شیطانو۔ یہ سمجھ لو کہ میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ اس کے بعد آپ نے اس دعاء مبارکہ کی تلاوت شروع کی۔ بسم اللہ عزمت بالصافات صفًّا والزاجرات زجرا والتالیات ذکرا ان الٰہکم لواحد رب السمٰوات والارض ورب المشارق والمغارب انا زینا السماء الدنیا بزینۃ الکواکب وحفظًا من کل شیطان مارد ولا یسمعون الی الملاء الاعلی ویقذفون من کل جانب دحورًا ولہم عذاب واصب الا من خطف الخطفۃ فاتبعہ شہاب ثاقب یا معاشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السمٰوات فانفذوا لا تنفذون الا بسلطان یا معاشر الجن والانس ان استطعتم الی تنصران عزمت علیکم بالطور وکتاب مسطور فی رق منشور والبیت المعمور والسقف المرفوع والبحر المسجور ان عذاب ربک لواقع ما لہ من دافع عزمت

علیکم یا معاشر الجن والشیطان باسماء اللہ العظام و بقل ھو اللہ احد ، اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احدًا عزمت علیکم بقل اعوذ برب الفلق ، عزمت علیکم بقل اعوذ برب الناس الخ عزمت علیکم بقل یا ایھا الکفرون۔

قیس بن سعد کہتے ہیں کہ جب حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی زبان مبارک سے کلمات قرآنیہ ادا ہو رہے تھے اس وقت بئرِ ذات العلم (کنوئیں) میں خموشی طاری تھی کسی قسم کا شور و غوغا نہ تھا۔ اور تمام ڈراؤنی سورتیں معدوم ہو گئی تھیں پھر حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے ڈول اور رسی میں باندھ کر کنوئیں میں ڈالا۔ لیکن عفریت نے رسی کاٹ دی اور ڈول خالی باہر پھینک دیا۔ جب امیرالمومنین نے دیکھا تو آپ نے کنوئیں کے اندر کی طرف موہنہ کر کے فرمایا کہ اے جنوں تم نے ولی خدا کے ڈول کی رسی کاٹ دی۔ ڈول باہر پھینک دیا۔ اب تم باہر آؤ کہ میں تمہیں اس کی سزا دوں ناگاہ ایک اور عفریت چاہ سے باہر نکلا۔ ابھی وہ رجز پڑھ ہی رہا تھا کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے اس کو مہلت نہ دی اور ذوالفقار سے اس پر حملہ کیا۔ اور اس کو دو ٹکڑے کر دیا۔ امام عالی مقام۔ حیدر کرار فرزند ابو طالب نے یہ رجز پڑھا۔ ؎

انا علی انزع البطین اضرب ھامات العدیٰ بالسیف
ان تقطع الدلونا ثانیًا اضربکم ضربا بغیر حیف

؎ منم شیر یزداں علیؑ ولی منم شیر خونخوار دشت یلی

اگر بار دیگر شما جنیاں بریدید دلو مرا ریسمان
برآیم زجان ہمہ جنیاں ، دماری کہ یکتن نداتم زجان

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت شیر خدا نے فرمایا کہ میں علیؑ ہوں اور دشمنوں پر تلوار مارنے والا ہوں تم نے میرے ڈول کی رسی کاٹ کر اس کو باہر پھینک دیا۔ اب میں تمہیں بغیر کسی افسوس کے قتل کردوں گا۔ کیا تم مجھے نہیں جانتے کہ میں شیر خدا ہوں اور میدان کارزار میں شیر خونخوار ہوں اگر تم نے دوسری مرتبہ میرے ڈول کی رسی کاٹی تو میں تم میں سے کسی جن کو زندہ نہ چھوڑوں گا اور جنات میں سے کسی جن کو ہلاک کئے بغیر نہ چھوڑوں گا۔ یہ رجز سننے کے بعد ایک اور دیو کنوئیں سے باہر آیا۔ اور کہنے لگا کہ اے جوان ہم تم کو پانی ہرگز نہ دیں گے۔ اس پر حضرت امیرالمومنین با آواز بلند فرمایا اے ملعون میں تجھے ابھی قتل کرتا ہوں ؎

منم علیؑ ولی آنکہ در تمام حروب
شکستہ است بدستم بسی کتاب کفر

یعنی کہ میں علیؑ ولی ہوں اور ہاتھ سے اکثر کتاب کفر پارہ پارہ ہو گئی۔ اگر تم نے دوبارہ سرکشی کی تو میں اس ذوالفقار سے تمہیں قتل کردوں گا۔ یہ فرما کر آپ نے ڈول کنوئیں میں ڈالا۔ ابھی ڈول کنوئیں کے درمیان ہی تھا کہ عفریت نے اس کی رسی کاٹ دی اور ڈول باہر پھینک دیا۔ اور اس نے چیخ کر یہ کہا ؎

یاصاحب الدلو العظیم الشان والرجل المذکور من عدنان
ان قلت اولیت دلوک ثانیا رمیت فی البئر بلا توان

یعنی اے ڈول ڈالنے والے تو اپنے آپ کو آلِ عدنان کہتا ہے اگر تو اپنے اس قول میں سچا ہے اور یہ کہ ہم نے تمہارا ڈول باہر پھینک دیا تو تم خود کنوئیں میں اتر و پس

یہ سنتا تھا کہ شیر کردگار کو جلال آگیا۔ اور فرمایا اے گروہ جن و شیطان آیا تم مجھے ہراساں کرنا چاہتے ہو کہ میں کنوئیں میں داخل ہوں فاستعدوا القتالی و تھیوا لـتـن الی ۔ پس تم قتل ہونے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ میں ذوالفقار دو پیکر لے کر کنوئیں میں آتا ہوں آپ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ مجھے کنوئیں پر لے چلو۔ مسلمان از راہ ہلاکت ہراساں ہوئے۔ لیکن حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام آنحضرتؐ کے حکم کی تعمیل بجالانے کے لیے کنوئیں میں اترے اور آپ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔ اللّٰھم لا تفجع قلب نبیک وقلوبنا خداوندا تو اپنے نبیؐ کے دل اور ہمارے مسلمانوں کے دل کو مرگ علیؑ کے ساتھ رنجیدہ نہ کرنا۔ اسی اثنا میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی صدائے مبارک کنوئیں سے بلند ہوتی جسے سب مسلمانوں نے سنا آپ نے فرمایا۔ اللہ اکبر جاء الحق و زھق الباطل۔ کہ حق آگیا اور باطل فنا ہو گیا۔

مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ شیعو کربلا چلو اور دیکھو کہ کربلا میں روز عاشورا محرم جب امام حسینؑ رخصت آخر کے بعد میدان قتال تشریف لے گئے تو اہلحرم کو یہ یقین تھا کہ حسینؑ قتل ہو جائیں گے۔ پس اہلحرم در خیمہ پر جمع تھے کہ جب تک حسینؑ کی آواز مقتل سے آتی رہے گی۔ حسینؑ زندہ ہیں۔ امام حسینؑ نے اہلحرم کی تسکین و تسلیؑ کے لیے رخ خیام کی طرف کر کے فرمایا۔ اللہ اکبر انا بن رسول اللہ جناب زینبؑ نے بھائی کی آواز سن سمجھیں کہ ابھی حسینؑ زندہ ہیں۔ اہلحرمؑ نے سمجھ لیا کہ حسینؑ زندہ ہیں۔ سکینہ خاتون کو یقین ہو گیا کہ بابا زندہ ہیں۔ اور جب امام حسین علیہ السلام زخمی ہو کر گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اور زہراؑ کا چاند گہن میں آگیا امام حسین علیہ السلام نے پھر اپنی آواز اہلحرمؑ تک پہنچانا چاہی مگر نقاہت زیادہ تھی۔ آواز خیام تک نہ پہنچ سکی

کہ ہنگام عصر۔ منادی نے زمین و آسمان کے درمیان ندا دی قتل الحسین بکربلا، ذبح الحسین بکربلا۔

بہر حال جب حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام معروف کارزار تھے حضرت جبرئیل امین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں نازل ہوئے اور فرمایا کہ آپ مطمئن رہیں کہ کئی ہزار ملائکہ نصرت علی علیہ السلام کے لیے نازل ہوئے ہیں امیر المومنین علیہ السلام کنوئیں میں ہیں آنحضرتؐ بھی کنوئیں پر تشریف لائے اور علیؑ کو آواز دی چنانچہ آپ نے بصوت جلی لبیک لبیک یا رسول اللہ کہا۔ اور آپ نے کنوئیں سے نکل کر قدم نبویؐ کو بوسہ دیا اور آنحضرتؐ نے پیشانی امامت کو چوما۔ اور فرمایا کہ اے علیؑ کنوئیں میں کیا گزری تم بتلاتے ہو یا میں خبر دوں امیر المومنین علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی نگاہ نبوت سے کونسی چیز مخفی ہے آپ خود ارشاد فرمائیں چنانچہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ کہ تم نے بیس ہزار عفریت و جن کو ذوالفقار سے قتل کیا ہے اور باقی قوم اجنہ کے افراد کو امان دی کیونکہ وہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے تھے اور تم نے ان سے عہد لیا کہ کسی مسلمان کو اس کنوئیں سے پانی لینے سے نہیں روکو گے قوم اجنہ کے چوبیس ہزار قبیلے اسلام لائے اور ان کا رئیس جب قتل ہو گیا تو اس کی جگہ اس کے بیٹے زعفر نامی جن کے سر پر تاج شاہی رکھا گیا بعد و حدود شرع اسلامیہ اس کو تعلیم کیے گئے پس آنحضرتؐ نے اپنی ساری فوج کو کنوئیں پر بلایا اور سب نے پانی پیا اور سیراب ہوئے اور ایک شب و روز اس جگہ قیام فرمایا اور بعدہ مدینہ منورہ مراجعت فرمائی اور حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام فاتح بیر العلم قرار پائے اور تم نے قوم اجنہ سے کہا کہ امان ہے اس کے لیے جو ایمان لائے اور بہ صدق دل یہ کلمہ پڑھے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ، محمدٌ رسولُ اللّٰہ علیٌّ ولیُّ اللّٰہ پس آنحضرتؐ نے اپنی ساری فوج کو کنوئیں پر بلایا سب نے پانی پیا اور سیراب ہوئے اور ایک شب و روز اس جگہ قیام فرمایا اور مدینہ منورہ مراجعت فرمائی اور حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب فاتح قرار پائے۔

روز عاشورا زعفر جنؑ کا نصرت امام حسین علیہ السلام کے لیے کربلا پہنچنا

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ بیئر العلم فتح ہونے کے بعد حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے جنوں کے بادشاہ کے قتل ہو جانے کے بعد زعفر جن کو جو مشرف باسلام ہو چکا تھا۔ اس کی جگہ بادشاہ اجنہ مقرر فرمایا اور اس کی رسم تاجپوشی عمل میں آئی۔ اور اس کی تاجپوشی کے تیس۳۰ سال بعد جب کہ زعفر اپنی رسم تاجپوشی منا رہا تھا جشن آراستہ تھا کہ دو جنؑ روتے ہوئے زعفر کے پاس آئے زعفر نے رونے کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ ہمارا گذر زمین کربلا پر ہوا۔ ہم نے دیکھا کہ حسین ابن علیؑ یکہ و تنہا رہ گئے ہیں یار و انصار، عزیز و اقارب بھائی بھتیجے سب قتل ہو چکے ہیں اور امام مظلوم استغاثہ بلند کر رہے ہیں آیا ہے کوئی ایسا کہ جو اس بیکسی میں ہماری مدد کرے۔ آیا ہے کوئی ایسا کہ جو ذریت فاطمہؑ کی حمایت کرے۔ اور دوسری طرف امام حسینؑ کے خیموں میں العطش العطش کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں۔ ہم نے یہ واقعہ دیکھ کر تم کو بعجلت تمام خبر دی جیسے ہی زعفر جن نے یہ باتیں سنیں جشن ختم کر دیا سوگوارانہ لباس پہنا اور اپنے لشکر کے ساتھ کربلا کی طرف روانہ ہوا۔ علامہ دربندی نے اس واقعہ کو تفصیلاً نقل کیا ہے اور ہم زعفر جن کی زبانی درج کرتے ہیں زعفر جن کہتا ہے کہ جب میں وارد کربلا ہوا کہ چار فرسخ سے چار فرسخ کے رقبہ میں دشمن کا لشکر پھیلا ہوا ہے۔

اور امام حسین کی مدد یاوری کے لیے منصور فرشتہ اپنے گروہ کے ساتھ حاضر ہے

اس کے گروہ کی تعداد تقریباً کئی ہزار ہے۔ نصر فرشتہ بھی اپنے گروہ کے ساتھ موجود تھا۔ جبرئیل، میکائیل، اسرافیل بھی دوسرے فرشتوں کو اپنے ہمراہ لیے ہوئے موجود تھے اور منتظر اذن امام مظلوم تھے۔ انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی ارواح بھی موجود تھیں اور خود آنحضرتؐ موجود تھے۔ فرما رہے تھے ولدی العجل العجل انا مشتاقون لیکن امام حسینؑ یک ہزار نو سو پچاس زخم کھائے ہوئے لشکر اعداء کے سامنے کھڑے ہیں۔ اور ملائکہ، ارواح انبیاءؑ سامنے موجود ہیں مگر سب خموش ہیں۔ زعفر جن کہتا ہے کہ ناگاہ امام حسین علیہ السلام نے میری طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا۔ میری طرف اشارہ کیا فرمایا۔ نزدیک آؤ۔ میں نزدیک گیا رکاب توسن کر بوسہ دیا۔ میں نے اپنا لشکر پیچھے چھوڑا تھا۔ اور خود امام مظلوم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔

روضۃ الشہداء نے زعفر جن کے آنے کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ اس کا نام ارغوان زاہد تھا۔ اور عظیم الجثہ تھا۔ نور الائمہ کتاب میں ہے کہ وہ آنے والا عجیب مہیب شکل تھا اور ایک عجیب طرح کے گھوڑے پر سوار تھا۔ زعفر نے امام علیہ السلام کو سلام کیا اور آپ نے جواب دینے کے بعد فرمایا کہ اے زعفر زاہد تو کہاں رہا۔ اس نے کہا کہ مولی میں اپنی رسم تاجپوشی کا جشن منا رہا تھا کہ مجھے خبر ملی کہ آپ کربلا میں اس حالت میں ہیں مولی مجھے اجازت عطا کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ اے زعفر تمہاری یاوری و نادلری سے خدا اور رسولؐ خوش ہیں لیکن اے زعفر میں تمہیں کس طرح اجازت دوں نہ اب میرا علی اکبر زندہ ہے نہ قاسمؑ نہ عون محمدؑ اور نہ علی اصغرؑ باقی ہے اے زعفر زمین مقتل لاشوں سے بھری ہوئی ہے پھر آپ نے حکم دیا کہ اے زعفر واپس جاؤ اور میری مصیبتیں یاد کر کے گریہ کرنا۔ زعفر حکم امام مظلوم سن کر نصرت کرنے سے مایوس ہو گیا اور بیئر العلم واپس آگیا۔ اس نے وہاں پہنچ کر مجلس عزا

قائم کی اس کی ماں نے دریافت کیا اے بیٹا یہ مجلس عزا کیسی ہے۔ اس کا فرزند بھی آگیا اور کہنے لگا کہ اے بابا آپ کی یہ کیا حالت ہے اس نے واقعہ کربلا بیان کیا اور کہنے لگا کہ حکم امام واجب ہے اس کی ماں نے کہا کہ اے بیٹا میں قیامت میں فاطمہ زہراؑ کے سامنے سرخرو ہونا چاہتی ہوں تو میرے ساتھ کربلا چل میں امام حسینؑ کی خدمت میں التماس کروں گی شاید کہ مولیٰ تجھے اذن جہاد دیدیں۔ زعفر جن اور اس کی ماں دونوں کربلا پہنچے مگر اے شیعو وہ وقت تھا کہ حسینؑ کا سر نیزہ پر بلند ہو چکا تھا۔ سیاہ آندھیاں چل رہی تھیں قتل الحسین بکربلا ذبح الحسین بکربلا کی آوازیں بلند تھیں خیام اہل بیتؑ میں آگ لگ رہی تھی۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

ثواب گریہ و بکا اور عزاداریٔ امام حسین علیہ السّلام

کتاب عیون الرضاؑ میں ریان بن شبیب سے روایت ہے کہ حضرت امام علی الرّضا علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے شبیب اگر تو چاہتا ہے کہ جنت ملے تو ہمارے غم میں شریک ہو اور ہمارے جدّ مظلوم حسین علیہ السّلام کے غم میں گریہ و بکا کر۔ اہلبیت النبوّۃ کی دوستی وجوب جنت کی نشانی ہے المرء مع من احب اے پسر شبیب اگر کوئی شخص ہمارے جدّ حسین مظلوم پر بقدر ایک قطرہ اشک گریہ کرے تو خداوند عالم اس رونے والے کے گناہان صغیرہ و کبیرہ بخش دیتا ہے اور اگر اسی حالت میں مر جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں رہتا ہمارے جد حسینؑ مظلوم کی زیارت کر۔ (اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قبر مبارک اور روضۃ الحسینؑ کی زیارت کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ خود امام مظلوم کی زیارت کی خوشا نصیب کہ جو

زائر مظلوم کربلا ہو) یہ بھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے پسر شبیب تو قاتلان امام حسینؑ پر لعنت کر کہ خداوند عالم تجھے ہمرکاب سید الشہداء ہونے کا ثواب عطا فرمائے۔ اور اگر کوئی شخص واقعہ کربلا کو یاد کرے یا آرزو کرے کاش میں بھی اس وقت ہوتا تو نصرت امام مظلوم کرتا تو اس شخص تو شہیدان کربلا کا ثواب ملتا ہے۔

کتاب مجالس المؤمنین اور روضۃ الشہداء میں ہے کہ عمرو بن لیث بادشاہ خراسان کا یہ دستور تھا کہ اپنے امیروں میں سے ہر ایک امیر کو ہزار سوار مکمل و مسلّح دیا کرتا تھا تاکہ اس امیر کا درجہ بلند متصوّر ہو۔ ایک روز اس نے اپنے لشکر کا معائنہ کیا لشکر در لشکر کے سپاہی اس کے سامنے پیش ہوئے اور عرض کیا کہ ایک سو بیس گرز زرّین ایک سو بیس امیروں کے ہاتھ میں ہیں اور ہر ایک امیر ہزار افراد پر مشتمل لشکر رکھتا ہے عمرو بن لیث نے جب یہ واقعہ دیکھا تو بہت زیادہ گریان کیا۔ اپنے مرکب سے اترا اور زمین پر بیٹھ گیا۔ اور پھر اسقدر اشک ریزی کی کہ زمین اس کے آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اور پھر ہوش میں آنے کے بعد اس کے ایک وزیر نے جو اس کی جناب میں گستاخ تھا کہا ؎

ای ملک این نہ وقت فریاد است
بلکہ ہنگام عیش و عشرت تست

تجھے خدا نے ملک عطا کیا ہے۔ رعایا تیری مطیع ہے۔ ایک سو بیس ہزار لشکر زیر نگین ہے آخر اس کرّ و فر کے حاصل ہونے کے بعد بھی تو گریاں کناں ہے اور تو اسقدر رویا ہے کہ زمین تیرے اشکوں سے تر ہو گئی۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ جب میں نے اپنے لشکر اور افواج کو دیکھا تو مجھے واقعہ کربلا یاد آگیا۔ اور

حضرت امام حسینؑ کی بیکسی و مظلومی پیش نظر ہو گئی۔ میں نے آرزو کی کاش میں اپنے اس لشکر کے ساتھ کربلا میں ہوتا تو امام حسینؑ کی نصرت کرتا۔ دشمنوں کو قتل کرتا۔ رکاب ذوالجناح امام حسین علیہ السّلام کو آنکھوں سے لگاتا۔ اور اپنی جان قربان کرتا۔ وقت آیا کہ عمرو بن لیث بادشاہ خراسان کا انتقال ہو گیا تو اُس وزیر نے اس کو خواب میں دیکھا کہ ایک مرصع بجواہر تاج اس کے زیب سر ہے اور پیراہن اطلس و دیبا پہنے ہوئے ہے۔ حور و غلمان اس کی خدمت میں حاضر ہیں اُس وزیر نے اس سے خواب میں سوال کیا کہ اے بادشاہ آپ پر مرنے کے بعد کیا حالت گزری۔ اور آپ کا کونسا عمل ایسا تھا کہ جس نے بہشت بریں میں مقام عطا کیا بادشاہ نے جواب دیا کہ اے وزیر جس روز لشکر کی فراوانی کی گفتگو ہو رہی تھی اور مجھے اس وقت یہ آرزو ہوئی کاش میں اپنے لشکر سمیت کربلا میں ہوتا تو نواسہ رسولؐ خدا حضرت امام حسین علیہ السّلام کی نصرت کرتا۔ ان کے دشمنوں کو دفع کرتا اور میں جام شہادت نوش کرتا۔ یالیتنی کنت معہ فافوز فوزاً عظیمًا۔ علاوہ اس عمل کے میرا کوئی اور عمل ایسا نہیں تھا کہ میں اس درجہ پر فائز ہوتا۔ اے شیعیان حیدر کرار نصرت امام حسین علیہ السّلام کرنا بڑی شے ہے اور اب مصائب امام حسینؑ کو یاد کر کے ان پر گریہ کرنا بمنزلہ نصرت حسین علیہ السّلام ہے۔ آئیے ہم مل کر عزیز فاطمہ زہراؑ کی نصرت کریں۔ امام حسینؑ اور اہلحرمؑ کی پیاس کو یاد کریں۔ امامؑ مظلوم کے استغاثہ کو یاد کریں۔ امام حسینؑ نے فرمایا ہے انا قتیل العبرہ کہ میں کشتہ گریہ و بکا ہوں۔ تیر و تلوار و نیزہ، گرز کے زخموں کے علاوہ امام حسینؑ کے دل پر عزیزوں۔ بھائیوں۔ بھتیجوں اور بیٹوں کی جدائی کے زخم بھی تھے۔

ے داغی کہ حسینؑ از غم اکبرؑ بجگر داشت
زان داغ بجز خالق اکبر کہ خبر داشت

یعنی کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کے جگر پر جو حضرت علیؑ اکبر کی جدائیؑ کا داغ تھا اس کا تو سوائے خداوند عالم کے کوئی دوسرا اندازہ نہیں کر سکتا۔

روز عاشورا ایک سیّاح درویش کا وارد کربلا ہونا

کتاب انساب النّواصب اور کتاب فتوحات القدس میں ہے کہ ان الحسین علیہ السلام فی کربلا لما ابتلی بالعطش جاء رجل من السیاحین ومعہ انا من الخشب وقد ملاء من الماء الی الحسین ---الخ یعنی کہ جب روز عاشورا کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام اور تمام اہلحرم پیاسے تھے کہ ایک شخص سیاح درویش منش نے دیکھا کہ حسینؑ زخموں سے نڈھال ہیں اور پانی مانگ رہے وہ درویش پانی کا کشکول لے کر امام مظلوم کی خدمت میں حاضر ہوا علاّمہ اپنی کتاب الریاض میں فرماتے ہیں کہ یہ مرد درویش اہل کمال سے تھا اور ارباب وجد و حال سے تھا اس طرح خدمت امام حسینؑ میں پانی لے کر پہنچا کہ لشکر اعداء میں سے کوئی اُسے نہ دیکھ سکا۔ از صفی صافی۔

بود درویشی بحق پیوستہ ۔ وز قیودات طبیعت رستہ
داشت آمد زدل بتر من عرف ۔ عزم طوف مرقد شاہ نجف
کردہ بود از اتفاقات زمان ۔ روز عاشورا در آن صحرا مکان
آمدش ناگا آوازی بگوش ۔ والعمدا از سر ربودش عقل و ہوش

گوش ہش راچون فراداداندکی
زالعطش پنید بانگ کودکی

آنصدا درویش رامجذوب کرد — روی جانش راسوی محبوب کرد
جست از جاآن خراباتی نسب — کرد پُر کشکول راز آب طلب
از خراب آباد جان برداشت آب — پس روان شُد در خرابات خراب
بے خبرکآن جاحساب دیگراست — تشنہ رفتن زآب بُردن بہتر است
تاکہ بی سرمایہ او سُودت دہد — آب از سر چشمۂ جودت دہد
آب کم جو تشنگی آور بدست — تا بجوشد آبت از بالا و پست
چون بسوئے آن صدا باصد شتاب — رفت آن سیاح با حال خراب
دید صحرائی پُراز تشویش ناک — جسم ہائی کشتہ گان غلطان نجاک
جسم ہائی پاک اللّٰہی ہمہ — غرقۂ خون باکسوت شاہی ہمہ
دید یکسو چون فگند او چشم دل — ذات حق را درمیان آب و گل
ہمچول ذات پاک خود یکتا وفرد — ایستادہ درمیان خاکُ دگرد
از جمال آن ظہور بے مثال — ہستیش شُد آب یکجا ز انفعال
چشم رحمت شاہ سوی دی کشود — زا بناطش کرد لاہوتی وجود
آن مرد سیاح آدمی دید مستغرقِ غم
نوحی دید غرق طوفان الم

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ ایک درویش کامل ۔ قلندر خالص ، حق رسیدہ اپنی طبعی قیود سے آزاد دل میں طواف مزار مرتضوی کی آرزو، اتفاقاتِ زمانہ ، یا اس کی قسمت کی یاوری ، یا اس کے کشف کی برکت کہ وہ نجف اشرف پہنچنے سے پہلے وارد

صحرائے کربلا ہوا ۔ کہ ناگاہ اس کے کانوں میں ایک ایسی ایک آواز دردناک آتی کہ اس کے ہوش جاتے رہے یا اللہ یہ کون بے کس ہے کہ صدائے العطش بلند کر رہا ہے اس آواز العطش اس کو مجذوب بنادیا اس نے فورًا اپنے کشکول میں آب سرد بھرا اور سوچنے لگا کہ خود پیاسا رہنا بہتر ہے مگر اس تشنہ کام سیراب کرنا ضروری ہے وہ سیاح آواز کی سمت چلا ۔ مقتل میں قدم رکھا کچھ لاشیں نظر آئیں کہ جو باشوکت ایمانی غرق خون تھیں ۔ اور جب اس نے چشم بصیرت سے دیکھا تو نظر آیا کہ ذوات حق خاک وخون میں غلطاں ہیں ۔ اور ایک شخص یکہ و تنہا ۔ خاک وخون میں بھرا ہوا کھڑا ہے اور سوال آب کر رہا ہے ۔ اور اس کے جمال بے مثال سے پانی خود پانی ہو رہا ہے یعنی اس کی آب وتاب ، مثل آب رحمت ہے ۔ جب درویش نزدیک پہنچا تو امام حسین علیہ السلام نے اس کی طرف نگاہ رحمت سے دیکھا ۔ درویش کے باطنی پردے اٹھ گئے ۔ جب اس نے امام مظلوم غم والم میں ڈوبا ہوا دیکھا تو محسوس کیا کہ نوح غرق طوفان الم ہیں ۔ خلیل خدا آتش نمرود میں گھرے ہوئے ہیں اسمٰعیل ذبیح اللہ فدائے داور ہیں ۔ یوسفؑ زندان محبت میں یعقوب داغ مفارقت پسر میں موسیٰ قبطیوں کے جنگل میں گرفتار ، عیسیٰ ابن مریمؑ یہودیوں کے نرغہ میں گرفتار ، محمد عربی عازم معراج اور حیدر کرار تیر بلا کا نشانہ بنے ہوئے ، حسن مجتبیٰؑ زہر ستم پیتے ہوئے نظر آئے اور حسینؑ کو دیکھا کہ دنیا سے موہنہ پھیرے ہوئے کھڑے ہیں ۔

امام حق کی نظر ذات حق پر ہے رضا حق کی طلب ہے ۔ پھر اس درویش نے آپ کو جام آب پیش کرنے کی طرف توجہ کی ۔ اور عرض کیا مولیٰ یہ پانی حاضر ہے آپ نوش فرمائیے ۔ امام حسینؑ نے پانی اس کے ہاتھ سے لیا ۔ اور زمین پر پھینک دیا ، اور فرمایا اس پانی کے چند قطروں کو میں کیا کروں خیام میں میرے اسی بچے اور بیالیس مستورات العطش العطش کر رہی تھیں ۔

بہرمن آب روان نایاب نیست — قحط احباب ست قحط آب نیست
خواہم ازین آتش آب خوش شود — در نخواہم آب ہم آتش شود
اینکہ بآن کش زالعطش ہردم بپاست — زآب فیفش زندہ جان ماسواست
بنت شاہ لم یلد ولم یولد است — در دو عالم ذاتِ پاکش واحد است
نالۂ اوئی زسوز تشنگی است — گوش ہش دار این صدائے تشنہ منیت
غلغلۂ عشق است این در کربلا — کہ زند بر تشنگان حق صِلا
آب ہستی را بریز و بندہ شو — نوش کن جام فنا و زندہ شو

آب عاشق خون ناب ست ای فقیر
آب در چشمش سرابست اسے فقیر

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ امامؑ عالی مقام نے فرمایا اے درویش میرے لیے دنیا کا آب روان نایاب نہیں ہے۔ صرف یار و انصار کی کمی ہے نہ قحط آب ہے۔ اور یہ غلغلہ جو دشت کربلا میں برپا ہو رہا ہے کہ العطش العطش، پانی پانی۔ تو پیاسوں کا صلہ ذات حق مطلق پر ہے۔ اور اے درویش آب ہستی کو گرا دے مقام فنا حاصل کر کہ اس کے بعد زندگی ہے فقال الحسین علیہ السلام انظر ظمتا نظر السیاح فراہ انہارا جاریۃ یعنی امام حسینؑ نے فرمایا اے سیاح نظر اٹھا کر دیکھ۔ اب جو اس درویش نے نظر اٹھائی دیکھا کہ نہریں جاری ہیں آب شیریں رواں ہے اور دائیں بائیں صاف و شفاف پانی گویا آب حیات کے چشمے جاری ہیں۔ فقیر حیران رہ گیا۔

منبع سر چشمۂ ہائی جناح
ہست در زیر قدوم ذوالجناح

اس نے دیکھا کہ جسقدر چشمہ ہائے آب رواں ہیں وہ سب کے سب ذوالجناح امام حسینؑ کے سُموں کے نیچے سے پھوٹ رہے ہیں۔ فبلاء الحسین السلام بالحصی واعطی ایاہ فاذا الحطی انقلب المجواھر الفریدۃ۔ امام حسینؑ نے اس درویش کے کشکول کو سنگریزوں سے بھرا اور پھر آپ نے اس پر دست مبارک پھیرا کہ وہ سنگریزے جواہر آبدار بن گئے آپ نے وہ اس کو عطا کیے۔ ؎

چون فقیر از سرّ کار آگاہ شُد — وز نگاہ مطلق حق شاہ شُد
از دم سلطان جود منبط — گشت سرتاپا وجودش منبط
صوفیانہ شد بُرون از تاج و دلق — بردم شمشیر بُرّان داد حلق
واد سر جانش بحق معراج یافت — وز شہادت فرق جانش تاج یافت
گشت اندر نقطۂ وحدت فنا — زآن فنا کردید درویش خدا

ای حسینؑ ای تشنۂ بحر وصال
وی کریم ذوالکمال و ذوالجلال

خلاصہ نظم یہ ہے کہ جب اس درویش اس راز پر مطلع ہوا تو پہلے فقیر تھا اب نگاہ حق سے شاہ ہو گیا۔ اور وہ امام عالی مقام سلطان دین و دنیا کی بدولت خوشحال ہو گیا اور منزل تصوّف میں قدم رکھ کر تاج سے بے نیاز ہو گیا اور گدڑی سے بھی بے نیاز ہو گیا۔ اور اس نے اپنا گلا تیغ تیز کے تلے رکھ دیا۔ اور جب اس نے امام مظلومؑ کی خاطر سر دے دیا تو اس کی روح کو معراج مل گئی اور تاج شہادت پہننا نصیب ہوا۔ اور وہ فنا فی اللہ ہو گیا۔ اے حسینؑ۔ اے لقاء الہٰی کے طلبگار حسینؑ، بحر وصال الہٰی سے تشنگی بجھانے والے حسینؑ۔ اے صاحب کمال و جمال

حسینؑ۔ تو یکتائے روزگار ہے جو کام آپ نے انجام دیا کوئی نبی اس کو انجام نہ دے سکا۔ ؎

این تمنا از تو دارد اقدسی
وقت جاندادن بفریادم برس

یعنی اے حسینؑ میری یہ تمنا ہے کہ وہ وقت احتضار میری فریاد کو پہنچنا اور میری مدد کرنا۔

جناب فاطمہؑ صغریٰ کا مدینہ سے اپنے پدر بزرگوار امام حسینؑ کو نامہ بھیجنا

کتاب مفتاح البکاء میں مرقوم ہے کہ کان لمولانا الحسین بنت تسمی فاطمۃ الخ یعنی امام حسین علیہ السّلام کی ایک بیٹی فاطمہ صغریٰ ابھی تھیں۔ امام حسینؑ نے جب سفر عراق اختیار کیا ہے اور مدینہ سے ہجرت کی ہے تو فاطمہ صغریٰ بیمار تھیں جس کی وجہ سے امام حسینؑ ان کو اپنے ہمراہ نہیں لے گئے تھے۔ اور آپ نے اپنی اس دختر کو جناب ام المومنین بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سپرد کیا تھا وہی اس کی تیمار داری کرتی تھیں۔ امام حسینؑ نے یہ وعدہ کیا تھا کہ اے فاطمہؑ اگر کوفیوں نے بے وفائی نہ کی اور حالات سازگار رہے تو میں تیرے برادر علی اکبرؑ کو مدینہ بھیجوں گا اور تجھ کو اپنے پاس بلاؤں گا چونکہ یہ بیمار دختر رات دن اپنے پیارے بھائی علی اکبرؑ کا انتظار کرتی تھی اور بھائی بہنوں۔ پھوپھی کے فراق میں رویا کرتی تھی۔ کہتی تھی کہ خدا جانے کب بابا علی اکبرؑ کو میرے لینے کے واسطے بھیجیں گے۔

جب کبھی کوئی قافلہ عراق سے مدینہ آتا تو خیال کرتی کہ شاید ان لوگوں سے بابا کا حال معلوم ہو جائے۔ لیکن سوائے مایوسی کوئی دوسری صورت نظر نہیں آتی تھی۔ از زبان حال فرماتی ہیں۔ ؎

اندر وطن غریبم و بیمارم اے پدر	بنود بغیر جدہ پرستارم ای پدر
رفتی بکربلا و نگفتی کہ در وطن	من یک علیلہ دختر کی دارم ای پدر

یعنی کہ اے بابا جان میں وطن میں بھی غریب ہوں۔ بیمار ہوں اور سوائے نانا صاحبہ کوئی دوسرا میری خبر لینے والا نہیں ہے۔ آپ نے کربلا جاتے ہوئے نہ کہا تھا کہ وطن میں اپنی ایک دختر کو چھوڑے جاتا ہوں بنا بریں میں آپ کو عریضہ ارسال کر رہی ہوں ؎

بابا تاکی بسر راہِ فراق تو نشینم
تا چند بگویم کہ نیا آمد پدر من

یعنی اے بابا میں کب تک آپ کی جدائی میں بیٹھی رہوں کب تک یہ کہتی رہوں کہ میرے بابا نہیں آئے۔ آپ خط لکھ رہی تھیں کہ گریہ طاری ہو گیا یہ عالم تھا کہ در و دیوار سے رونے کی آواز آ رہی تھی۔ کہ اسی اثناء میں آپ کے گھر کے پاس ایک شتر سوار کا گزر ہوا جب اس نے فاطمہؑ صغریٰ کے رونے کی آواز سنی کہ وہ فراق پدر میں رو رہی ہے۔ اپنے اونٹ سے اترا۔ اور دروازے پر دستک دی اور پکار کے کہا السلام علیکم یا اھل بیت النبوۃ ومعدن الرسالۃ میں مرد مسافر ہوں اور ارید الرواح الی کربلا ارادۂ سفر کربلا رکھتا ہوں آیا کوئی پیغام دینا ہے میں اسے حسین علیہ السّلام کو پہنچا دوں گا فاطمہؑ صغریٰ نے جب نام کربلا سنا دروازہ پر آ کر فرمایا کہ انا فاطمۃ بنت الحسین فلما عزم ابی الی کربلا کنت مریضا۔

اے عرب میں فاطمہ دختر حسینؑ ہوں جب سے میرے بابا نے سفر کربلا اختیار کیا ہے میں بیمار ہوں اور رات دن عزیزوں کی جدائی میں روتی رہتی ہوں یہ فرما کر آپ نے اس کو عریضہ دیا اور دعاء خیر دی۔ صاحب مفتاح لکھتے ہیں کہ خدا جانے وہ شتر سوار فرشتہ تھا یا بشر تھا۔ مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ وہ یقیناً فرشتہ تھا کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ امام حسینؑ کربلا میں ہیں دوسرے کوئی انسان اتنی جلدی مدینہ سے کربلا کی مسافت طے نہیں کر سکتا جسقدر کہ جلد اس شتر سوار نے طے سفر کیا۔ مختصر یہ ہے کہ وہ شتر سوار اس وقت کربلا میں وارد ہوا کہ جب امام حسینؑ مصروف کارزار تھے۔ ایک روایت میں یہ وارد ہوا ہے کہ امام حسینؑ استغاثہ بلند کر رہے تھے فرما رہے تھے هل من ناصر ینصرنی آیا ہے کوئی کہ جو میری نصرت کرے لیکن کسی شخص نے امامؑ کے استغاثہ پر جواب نہیں دیا فالتفت نحو البر فرای رکبا مقبلا من طرف المدینۃ۔ امام مظلومؑ نے صحرا کی طرف نگاہ اٹھائی تو دیکھا کہ ایک شتر سوار آرہا ہے۔ جب وہ نزدیک پہنچا تو اس نے امام حسینؑ پر سلام کیا۔ اور فاطمہ صغریٰ کا خط امام حسینؑ کو دیا جس میں تحریر تھا کہ بابا کب تک آپ کے تشریف لانے کا انتظار کروں اس میں تحریر کیا تھا زینبؑ وام کلثوم، رباب اور ام لیلیٰ کو سلام پہنچے اور سکینہ خاتون کو دعا پیار اور علی اصغرؑ کو دعا پیار ہو۔ امام حسینؑ نے خط پڑھا اور خیمہ میں تشریف لائے فرمایا کہ اے بہن زینبؑ۔ فاطمہ صغریٰ کا نامہ آیا ہے۔ اہلحرم جمع ہو گئے۔

ے

ای پدر رفتی و من تنہا ہمی ماندہ ام غریب

نا قربا دور از تو ہجر از عزیزان بی نصیب

کرد ہم جان از غم ہجران کہ خواہد آورد

بر سر بالین بیمارم دم مردن طبیب

این نہ گفتی من کنیزی داشتم اندر وطن

ماندہ بیمار و علیل و بیکس و مونس غریب

یعنی اے پدر عالیقدر آپ چلے گئے اور میں تنہا رہ گئی۔ عزیزوں سے دور بھائیوں بہنوں سے جدا میں بے نصیب رہ گئی۔ آپ اور کینہ کی جدائی میں سانس لے رہی ہوں آپ کب تک آئیں گے۔ میں بیمار ہوں کیا دم مردن طبیب آئے گا۔ آپ مجھے اپنی بیٹی نہ سمجھیں بیمار و علیل و بیکس و ہجران نصیب تو سمجھیں۔ اہلحرم نے جب خط سنا تو کہرام برپا ہو گیا۔ یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ امام حسینؑ نے اس خط کا جواب تحریر کیا ہو۔ لیکن اتنا ظاہر ہوتا ہے کہ دوسرے روز یعنی گیارہویں محرم کو ایک کبوتر خانہ امام حسینؑ کے ایک گوشۂ بام پر پہنچا۔ اس نے اس گوشہ پر بیٹھ کر اپنا سر نیچا کیا۔ اور اس کے پروں سے تازہ خون کے قطرے گرے۔ اور وہ خون امام حسین علیہ السلام تھا اور اس کبوتر نے باآواز بلند نالہ کیا فاطمہ صغریٰ نے جب اس کبوتر کی آواز سنی۔ کشاں کشاں بستر سے اٹھیں اس حجرہ تک پہنچیں کہ جہاں وہ کبوتر بیٹھا تھا اور خون کے قطرے گرے تھے۔ فرماتی ہیں کہ اے کبوتر یہ کیا فال بد ہے میرے کینہ والے سفر میں ہیں بھیا علی اکبر سفر میں ہیں۔ چچا عباس سفر میں ہیں بزبان حال اس کبوتر سے مخاطب ہوئیں۔

ے

اے ہدہد بی بال و پر این چشم ترت چیست

ای مرغ سلیمان ز غریبان خبرت چیست

ازہر پروبال تو خون میچکد از چہ
این خون کہ میباشد بربال وپرت چیست
رنگین یکجا گشتہ پروبال تو ای مرغ
سوی من دلخستہ ہردم نظرت چیست
بوے علی اکبرؑ زتو آید بمسامم
آہی اگر از کرب بلا کو خبرت چیست

یعنی کہ اے ہدہد (بعض روایات کی بناپر کبوتر وارد ہوا ہے) یہ بال وپر تیری آنکھیں ترکیوں ہیں ، اے مرغ سلیمان کیا کربلا کے مسافروں کی کچھ خبر ہے۔ تیرے ہر ایک بال وپر سے خون ٹپک رہا ہے۔ آخر یہ کس کا خون ہے اور تیرے تمام بال وپر خون سے رنگین ہیں اور تو ہر لمحہ میری طرف دیکھتا ہے آخر کیوں ؟ مجھے تو اے کبوتر بھتیا علی اکبرؑ کی بو آرہی ہے اگر تو کربلا سے آیا ہے تو جلد بتلا کہ مسافران کربلا کا کیا حال ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا اہلحرمؑ سے دو مرتبہ رخصت ہونا

کتاب الریاض میں ہے کہ انہ علیہ السلام لما صمم العزم الجہاد جاء الی الفسطاط لیودع اہلہ ویوصیہم بہا اوصی الیہم بہ ۔ یعنی کہ جب حضرت امام حسینؑ نے بعد شہادت عزیز و انصار میدان رزم میں جانے کا مصمّم ارادہ کر لیا تو آپ وارد خیمہ ہوئے اور

تمام اہلحرمؑ پکارا کہ خدا حافظ و ناصر ہیں اب تم کو وداع کرنے آیا ہوں یہ سنتا تھا کہ تمام مخدرات ، بہنیں ، بیٹیاں ، کنیزیں اور بہاوجیں جمع ہوگئیں اور امام حسینؑ کے گرد حلقہ بنالیا۔ امام حسینؑ نے فرمایا ؎

ام کلثوم یا سکینۃ یا زینب — یابنت فاطمہ جا و بینی
انت فی عترتی و اہل بیتی — وعیالی وصبیتی تخلفینی

اے بہن زینبؑ ، اے دختر فاطمہؑ تم میرے بعد بزرگ اہلبیتؑ ہو میں تمام دختروں ، اور تمام عورتوں اور بچوں کو تمہاری سپرد کرتا ہوں ؎

ثم قومی اذا اردت وداعا
ودعینی قبل ان تفقدینی

پس اے بہن آؤ اور مجھے رخصت کرو پھر تم مجھے نہ دیکھ سکوگی ؎

ان ہذا الا وآن انتقالی — وارتحالی وحان یا اخت حینی

میں اس زمانہ سے دوسرے زمانہ میں منتقل ہونے والا ہوں اور دنیا سے رخصت ہورہا ہوں مجھے لوگ قتل کریں گے ؎

اخت ابنی علی بعدی ولی — واقام بہا لدنیا و دین

یعنی اے بہن میرے بعد میرا نور دیدہ ۔ بیمار کربلا سید سجادؑ تمہارا ولی ہے اور میرا وصی ہے اور وہی اب امام دنیا و دین ہے ۔ یعنی وہ ہر حال میں امام برحق ہے

اخت صبرا فلیس یضیع اللہ — اجر الصبور والمسکین
لا تشقی علی جیبا بل ابکی — کل حین بفیض دمع ہتونی

اے بہن زینبؑ صبر کرنا۔ خداوند عالم صابروں کا اجر کبھی ضائع نہیں کرتا ۔ اے بہن میری یہ خواہش ہے کہ تم میرے غم میں اپنا گریبان چاک نہ کرنا ۔ ہمہ وقت میری

مظلومیت پر گریہ و بکا کرنا۔ آنکھوں میں آنسو ہوں اور دل میں میرا غم ہو ے

واذا امررت بالجسد الملقی

علی الارض شاحیا فاندبینی

اور اے بہن زینبؑ جب تم گزرتے ہوئے میری لاش کو دیکھو کہ خاک و خون میں غلطاں پڑی ہے نہ لاش پر سایہ ہے اور نہ کفن ہے۔ تو اے بہن گریہ نالہ کرنا واذا قمت الی نافلۃ اللیل وصلیت اذکرینی۔ اے میری بہن جب تم شب کو نماز نافلہ کے لیے اٹھو تو مجھے یاد رکھنا۔ اور جب آب سرد پیو تو میری پیاس یاد رکھنا۔ اے شیعیان علیؑ۔ ذرا اندازہ کرو کہ اس بیکسی کے عالم میں جب جناب زینبؑ نے امام حسینؑ سے یہ الفاظ سنے اور آپ کو امام حسینؑ کی شہادت کا یقین ہو گیا تو اس وقت اس بیکس بی بی کی کیا حالت ہوئی ہو گی اہلحرم نے کس طرح امام حسینؑ کو رخصت کیا ہو گا نہ قلم میں طاقت ہے کہ اس کی منظر کشی کر سکے اور زبان کو یارا ہے کہ بیان کر سکے جناب زینبؑ نے سوال کیا اے بھائی کیا یہ لشکر اعداء اس بات پر رضامند ہو گا کہ آپ کو شہید نہ کرے اور ہم بیکسوں کے سر قلم کر لے۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے بہن اس قوم جفا شعار کو میرا سر درکار ہے۔ حضرت زینبؑ نے فرمایا اے کاش میں مر جاتی اور اے بھیا تمہارا شہید ہونا نہ دیکھتی۔ اے شیعو۔ اس وقت اہلحرم میں ایک کہرام برپا تھا۔ حسینؑ رخصت ہوئے اور اس طرح خیمہ سے برآمد ہوئے جیسے کسی بھرے گھر سے کوئی جنازہ نکلتا ہے۔

بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام حسینؑ دو مرتبہ اپنے اہلحرم سے وداع ہوئے ہیں علامہ قزوینی صاحب کتاب الریاض لکھتے ہیں کہ۔

والتحقیق انہ علیہ السلام ودع وذاعان۔ یعنی کہ حق یہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام دو مرتبہ اہلحرم سے وداع ہوئے ہیں۔

مقتل ابی مخنف میں ہے۔ ثم نادصلوات اللہ علیہ یاام کلثوم ویازینب ویاسکینۃ ویارقیۃ ویاعاتکۃ ویاصفۃ علیکن منی السلام ——— یعنی اے میری بہن زینبؑ ام کلثومؑ اے بیٹی سکینہ رقیہؑ، عاتکہ، صفیہؑ تم سب پر میرا سلام ہو کہ میں جا رہا ہوں اور پھر تم مجھے نہ دیکھ سکو گی۔ ھذا اٰخر الاجتماع وقد قرب منکم الاصیحان۔ یہ میری اور اہلحرمؑ کی آخری رخصت ہے۔ اور اہلحرمؑ کی پہلی مصیبت دربدری ہے یہ سن کر اہلحرم میں ایک کہرام برپا ہو گیا۔ جناب ام کلثومؑ نے عرض کیا بھیا کیا مرنے پر کمر باندھ لی ہے۔ فرمایا ہاں اے بہن اب عنقریب شہید ہو جاؤں گا جناب ام کلثومؑ نے عرض کیا بھیا پھر ہمیں اس دشت پُرخطر میں کس پر چھوڑ رہے ہیں۔

ردنا الی حرم جدنا رسول اللہ۔ اے حسینؑ ہمیں ہمارے نانا کے روضہ پر پہنچا دو۔ آپ نے فرمایا کہ بہن ایسا ممکن ہوتا تو مدینہ سے یہاں نہ آتا۔ اے بہن ام کلثومؑ اب کوئی سبیل حیات نہیں ہے سوائے اس کے کہ شہادت پر فائز ہوں اور اے بہن اب تم صبر کرو۔ اللہ صابروں کو دوست رکھتا ہے جناب ام کلثومؑ یہ سن کر کبھی روتی تھیں۔ کبھی بھائیؑ کے چہرے کی بلائیں لیتی تھیں۔ اور کبھی غش کر جاتی تھیں۔

حضرت امام حسین نے علیہ السّلام نے فرمایا اے بہن ے

فاستھیا الی علی ابن الحسین علیہ السلام وھو یبسط علی

ھوالقائم من بعدی بعلم دین   وان اشتد علیکن مصابی فاندبینی
فاذا قمت فنوحی بسجون وسکوہ   واتقی اللہ وکونی خیر اسلاف القرون
واذا قمت الی نافلۃ اللیل اذکرینی   واذا استندت مولاک صدقۃ فصلینی

خلاصہ وصیت امام حسین علیہ السلام یہ ہے کہ آپ نے اپنی بہن جناب زینبؑ سے فرمایا کہ تم میرے بعد میرے اہلحرم کو اکٹھا کرنا تم ان پر خلیفہ ہو میری بجائے ان پر نگران ہو۔ اور سید سجادؑ کی حفاظت کرنا وہ میرے بعد حجت قائم ہے اور علم دین کا وارث ہے۔ اور جب مصائب و آلام کا ہجوم ہو تو مجھ پر گریہ کرنا نوحہ کرنا اور جب غم والم سے سکون ملے تو اسلاف کی طرف خدا کی طرف برائے خیر متوجہ رہنا۔ اور جب شب کو نماز نافلہ کے لیے اٹھو تو مجھے یاد کرنا۔ اور اللہ سے مدد طلب کرنا نماز ادا کرنا۔ اے بہن زینبؑ تم میری ماں فاطمہ زہراؑ کی یادگار ہو۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ حمید بن مسلم سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتا ہے کہ لشکر عمر بن سعد میں سے کچھ بدنہاد لوگ سید سجادؑ کی طرف آئے فاستھبا الی علی ابن الحسین علیہ السلام و ھو یبسط علی فراش و ھو شدید المرض و مع الشمر جماعۃ من الرجال۔ یعنی کہ شمر کے ساتھ ایک گروہ سید سجادؑ کی طرف آیا۔ وہ شدید طور پر بیمار تھے۔ کبھی ہوش کبھی بے ہوشی ضعف حد سے زیادہ تھا اس گروہ نے شمر کی طرف متوجہ ہو کر کہا کیا اس بیمار کو بھی قتل کر دیں صاحب کتاب اخبار الدول لکھتے ہیں کہ وھم شمرؑ بقتل علی بن الحسین وھو مریض یعنی کہ شمر ولد الحرام خنجر بکف سید سجادؑ کے قتل کے ارادے سے آیا۔ فخرجت زینب بنت علی ابن ابی طالب علیہ السلام فوقعت علیہ و قالت واللہ لا یقتل حتی قتلی۔ جناب زینبؑ نے فرمایا اے شمر تو سید سجادؑ تو

قتل مت کر پہلے مجھے قتل کر۔ اور تقسیم فرمایا کہ سید سجادؑ اس وقت قتل نہیں ہو سکتے جب تک کہ میں قتل نہ ہو جاؤں۔ یہ اشارہ تھا اس طرف کہ بھائی حسینؑ نے وقت آخر وصیت کرتے ہوئے سید سجادؑ کو میری حفاظت میں دیا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ میں زندہ رہوں اور علی ابن الحسینؑ قتل ہو جائیں۔ اور جناب زینبؑ نے ہر جگہ سید سجادؑ کی حمایت کی ہے دربار ابن زیاد ہو کہ دربار یزید ملعون آپ نے اپنے بھائی حسینؑ کی وصیت کو پورا کیا ہے۔

بہر حال امام حسین علیہ السلام نے اہلحرم کو وداع کیا۔
حضرت زینب خاتون نے فرمایا اے بھائی ہمیں دشمنوں کے نرغہ میں چھوڑے جاتے ہو

فی یدمن یا حسین ترکتنا۔ بمثل ھذا الکلام تزعجنا۔
اراک یا بن الرسول منکسرًا۔

اے بھائی تم مجھے کس کی سپرد کرتے ہو حالانکہ تم خود بسوئے روضۂ رضوان عازم سفر ہو۔ بہنوں، بیٹیوں اور اہلحرم کو دشمنوں میں چھوڑ رہے ہو۔ امام مظلوم نے فرمایا اے بہن میری قسمت میں شہادت ہے اور تمہاری نصیب میں اسیری ہے۔ جسے میں نے عالم ذر میں قبول کیا ہے۔ اب میں اپنے عہد الست پر قائم ہوں ۔

نحن بنو المصطفیٰ وعترتہ   واللہ قد عزنا و شرفنا
فاستعملی الصبر دائما ابدًا   فالصبر فی النائبات شیمتنا

اے بہن ذریت نبی ہیں اور ان کی عترت ہیں خدا نے ہمیں عزو شرف عطا کیا ہے۔ تم دائمی طور پر صبر اختیار کرنا صبر کرنا ہماری عادت ہے

ہاں بروز نیست کہ خواہی شد اسیر   ہست جانش زین اسیری ناگزیر

حق ترا بہر اسیری فرد کرد گرچہ گردونی اسیر گرد کرد
حق ترا اسیر سلسلہ! از رضاء حق مکن خواہر گلہ
موکہ ہمچنیں جعد ویراں میکنی شاہباز دست شاہ ذوالمنن
گر شوی بے منزل و ماوا سزاست تو حق گو ذات را جا کجاست
گنج توحیدی تو از ویراں مرنج زانکہ در ویرانہ باشد جای گنج

قالت عزیزۃ علیّ یا املی
صبری علی حزننا دھر بیتنا

یعنی کہ اے بہن زینب جاؤ تمہیں اسیر ہوگی کیونکہ اسیری ناگزیر ہے۔ حق تعالیٰ نے تمہیں اسیری میں منفرد قرار دیا ہے (مقصد یہ ہے کہ خانوادۂ نبوت میں جناب زینب خاتون پہلی اسیر ہیں پس آپ اسیری میں فرد فرید ہیں) اور اے بہن چرخ گردوں نے تمہیں اسیر کیا ہے اور اے بہن رضاء حق جب کہ یہ ہی ہے کہ تم اسیر ہو تو راضی برضائے الٰہی رہنا ضروری ہے اور اے بہن اگر تم بے منزل و ماوا ہو تو کیا ہے تم حق گو ہو، اور حق ہر جگہ ہے۔ توحید تیری اسیری سے مربوط ہے اور ویرانہ ہی میں خزانہ ہوا کرتا ہے اور اے بہن زینبؑ حزن و ملال پر صبر کرنا۔ اور یہ فرما کر امام حسین دیر تک گریہ فرماتے رہے اور جناب زینبؑ گریہ فرماتی رہیں اہل حرم پر سکتہ کا عالم طاری تھا کبھی گریہ و بکا اور کبھی غش اور کبھی خموشی کے ساتھ ایک دوسرے کی صورت دیکھنا۔ کوئی بی بی رسولؐ خدا سے فریاد کر رہی تھی۔ کوئی بی بی مدد کے لیے علی مرتضیٰ کو بلا رہی تھی۔ واحسیناہ کی صدائیں بلند تھیں۔

رو یتیمان مرا غمخوار باش
در بلا و در شدائد یار باش

رو کہ ہستم من بہر جا ہمرہت آگہم از حال قلب آگہت
چون شوی بر ناقۂ عریان سوار در بدر گردی بہر شہر و دیار
نیستم غافل دمی از حال تو آیم از سر می ہمی دنبال تو

یعنی اے بہن زینبؑ میرے یتیموں کے ساتھ غمخواری کرنا۔ بلا اور سختی میں ان کی دلجوئی کرنا۔ اور اے بہن جہاں کہیں تم جاؤ گی میں ساتھ رہوں گا۔ اور جب شتر بے کجاوہ پر سوار کی جاؤ گی۔ اور شہر بشہر کوچہ بکوچہ پھرائی جاؤ گی تو میں تمہارے حال سے غافل نہ ہوں گا۔ ایک لمحہ بھر کے لیے بھی غافل نہیں ہوں۔ میرے اور تم میرے بچوں کی نگہداشت کرنے والی ہو۔ پس امام حسین علیہ السّلام نے اہل حرم کو وداع کیا۔

احوال جناب شہربانو دختر یزدجرد بادشاہ عجم

مؤلف کتاب ریاض القدس مرحوم صدر الدین واعظ القزوینی نے احوال جناب شہربانو زوجۂ حضرت امام حسین علیہ السّلام بصورت نظم پیش کیا ہے ؎

شہربانو آن دختِ شاہ عجم فروغ شبستان ماہ حرم
ہمی ریخت بر جادۂ بر نو بہار ہمی پہلوی نوحہ میکرد زار
ازیں پیشتر کشتہ شد شاہ من زتاراج بی پردہ شد ماہ من
ز کشور بکشور شدم بے نقاب برہنہ تنم را بدید آفتاب
زایران بیثرب چو ماہم افتاد بسر سایۂ چتر شاہم افتاد
دریغا کہ دیگر شود کشتہ شاہ دریغا شود باز بی پردۂ ما
کسم کو کہ تا ہمزبانی کند بکی پہلوی نوحہ خوانی کند

من آنم کہ بلبل بنالند بمن — بگلشن درون گل بنالند بمن
من آنم کہ تا دامن روزگار — بگرید بمن چشم ابر بہار
من آنم کہ بامن چو یاری کند — عرب تا عجم بہر دوزاری کند
من اے کاش مادر نمیزادیم — چو میزاد بر آب میدادیم
کہ چشم نہ بنید چنیں تیرہ روز — بسوزاے سینہ روز زیں پس بسوز

از آن پہلوی نوحہ دردمند
خروش از زنان حرم شد بلند

اس پر درد مرثیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ شہربانو دختر یزدجرد بادشاہ عجم جو شمع حرم امام حسین علیہ السّلام تھیں نے اس طرح اپنا حال زار بیان فرمایا ہے جو اہل دل کے لیے ایک نوحہ ہے۔ اس سے پہلے کہ شاہ امم شہید ہوں اور خیام تاج و برباد ہوں اور میں شہر بشہر اسیر ہو کر بغیر چادر پھروں اور آفتاب مجھے کھلے سر دیکھے۔ میں نے ایران سے یثرب تک جو سفر اختیار کیا۔ اس میں میرے سر پہ چتر شاہی تھا یعنی کہ میں شہزادی تھی آہ اب حسین شہید ہو جائیں گے اور میں بے پردہ ہو جاؤں گی میں کس کو اپنے نوحہ میں شریک کروں میں جانتی ہوں کہ بلبل میرے ساتھ نوحہ کرے گی۔ اور تا دامن روزگار چشم ابر بہار آنسو بہائے گی میں جانتی ہوں کہ عرب و عجم دونوں گریہ وزاری کر کے میری یاوری کریں گے۔ واویلا۔ اگر میری ماں مجھے نہ پیدا کرتی کہ میں اپنی آنکھوں سے یہ روز سیاہ دیکھوں اور اگر پیدا ہی کیا تھا تو مجھے دریا کی نذر کر دیتی۔ جب حضرت شہربانو نے اس طرح نوحہ کیا تو اہلحرم میں ایک کہرام برپا ہو گیا امام حسینؑ اس حال کو دیکھ کر پریشان ہوئے فرمایا اے خواتین حرم نالہ و فریاد نہ کرو۔ صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ شہربانو

دختر بادشاہ عجم نے امام حسینؑ کا دامن پکڑ کر۔ بزبان فارسی عرض کیا اے شاہ من اے مولی حسینؑ۔ اے میرے تاجدار میں بیکس و غریب الوطن ہوں اور یہ مخدرات، ذرّیت رسول خدا اور عرب ہیں اور لشکر اعداء بھی عربی ہے۔ میری حالت پر کوئی رحم نہ کرے گا۔ کیونکہ میں عجم ہوں۔ اے حسینؑ نزدیک ہے کہ میری روح میرے جسم سے نکل جائے امام حسینؑ نے جناب شہربانو سے فرمایا کہ خیمہ میں بیٹھو جب میں زخمی ہو کر گھوڑے سے زمین پر پہنچوں گا تو ذوالجناح در خیمہ پہ آئے اور تم اس پر سوار ہونا۔ اور جہاں تم چاہو گی وہاں لے جائے گا۔

غرض کہ امام حسین علیہ السّلام بعد از وصیت و نصیحت خیمہ سے باہر نکلے۔ اس وقت خیام امام علیہ السّلام میں شور و غوغا پیدا ہوا۔ نوحہ و شیون کی آواز بلند ہو رہی تھی خدا حافظ کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے جو مصائب بے پناہ برداشت کیے ہیں وہ اسلام کی بقاء کے لیے تھے امام حسینؑ میدان کارزار میں برائے جہاد تشریف لائے۔

روز عاشوراء حضرت امام حسین علیہ السّلام کا جناب زینبؑ خاتون کو وصیتیں کرنا

روز عاشوراء جب حضرت امام حسین علیہ السّلام آمادۂ جہاد ہوئے اور اپنے اہلحرم کو وداع کیا تو آپ نے مخدرات سے فرمایا۔ ؎

اینک آمد نوبت من الوداع
الوداع ای عترت من الوداع

زود دلہائی شما خواہد شدن سوزناک از فرقت من الوداع
دمبدم خواہید چون ابر بہار گریہ کرد از حسرت من الوداع

یعنی کہ اب میری شہادت کی نوبت آگئی ہے اے اہلحرم الوداع۔ اے میری عترت الوداع۔ اور میری فرقت کے سوز میں جلنے والو الوداع۔ اور مثل ابر بہار۔ آنسوؤں برسانے والو الوداع میرا خیال ہے کہ اس وقت فضائے کربلا میں یہ آواز گونج رہی ہوگی الوداع ہیں الوداع شاہ شہیداں الوداع۔ اے دو جگ کے سلطان الوداع (اے شیعو تم بھی روز عاشورا محرم امام حسینؑ کی خدمت عرض کیا کرو اے بیند مظلوم۔ ہم اس طرح نہ رو سکے جیسا کہ حق رونے کا ہے مولی الوداع۔ الوداع) پھر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے اہل عصمت اور اے بانوان طہارت اور اے بیٹیو، اے بہنوں میری وصیتیں بگوش دل سنو۔ جب میرا سر تن سے جدا ہو جائے۔ اور نیزہ پر سر بلند ہو جائے تو میری یہ خواہش ہے کہ اپنے چہروں کو مت نوچنا۔ مجھے دشمنوں کی شماتت اور طعنہ زنی کا خیال ہے۔ گریہ و بکا کرنا صبر کرنا اور اسیری سے رہا ہونے کے بعد جب شام سے مدینہ جانا ہو تو میرے نانا کی قبر پر جا کر میرا سلام کہنا۔ اور نانا سے عرض کرنا ؎

وحین ترون النبیؐ فابلغوا الیہ سلامی خاشعا وصادق
وقولوا الیہ یا خیرۃ اللہ فی الوریٰ حسینک مذبوح بشط فرات

جب تم قبر دیکھو تو میرا سلام اور درود ان کو پہنچانا۔ اور کہنا اے سید الوریٰ، اے رسول عربی تمہارا حسینؑ نہر فرات کے کنارے ذبح ہو گیا۔

ومن بعدہ زوروا البتول و سلموا
علیہا سلاما اطیب النفحات

اور پھر میری ماں فاطمہؑ کی قبر کی زیارت کر کے میرا ان کو سلام کہنا۔ اور کہنا کہ اے اماں۔ تیرا حسینؑ غریب بینوا بھوکا پیاسا شہید کر دیا گیا اے مادر گرامی ؎

دانم کہ تو در بہشت جاوید رخشندہ تری زماہ و خورشید
تو سوز عطش چگونہ دانی سیراب ز چشمۂ جنانی
داغ علی اکبرؑ جوانم سوزندۂ تمام استخوانم

اے مادر گرامی آپ تو بہشت بریں میں ہیں اور ہمیشہ رہیں گی اور وہ بہشت کہ جو چاند سورج سے زیادہ روشن ہے۔ اے اماں آپ پیاس کی سوزش کیا جانیں آپ نے تو عطش کا ذائقہ چکھا نہیں بلکہ آب کوثر سے سیراب ہوتی ہیں۔ میرے جوان فرزند علی اکبرؑ کی جدائی کا داغ کہ جو میرے تمام استخوان کو جلا رہا ہے۔ اس کی آپ کو کیا خبر۔ اس وقت عُلیا زینبؑ نے عرض کیا اے بھائی ہمیں کس کی سپرد کر کے جاتے ہو فرمایا کہ اللہ کی سپرد کرتا ہوں۔ امام حسینؑ فرماتے ہیں کہ اے بہن ؎

رُو بسر کن چادر اے گنج اَحَدْ
باش از بہر اسیری مستعد

اے بہن چہرہ چھپائے رہنا جیسے خزانہ مخفی رہتا ہے۔ اور اے بہن بس اب تم اسیری کے لیے آمادہ ہو جاؤ اے بہن یہ کہہ کر امام مظلوم کی آنکھوں سے اشک ٹپکنے لگے۔ اور جناب زینبؑ سے اپنی پیاس کا شکوہ کیا ؎

الیک شکوای یا ربا من عطش ادمی فؤادی ومنہ القلب حرّان
واین احمد والکرار حیدرۃ واین عمی واعمامی واخوالی

اے خدا پیاس کی شدت نے مجھے جلا دیا ہے جگر کباب ہو گیا ہے۔ آنکھوں کے تلے

اندھیرا چھا گیا ہیں تشنہ لب کہاں اور نانا رسولؐ خدا کہاں ۔ میرے بابا علی مرتضیٰ کہاں اور میں کہاں ۔ جعفر و حمزہ کہا اور میں کہا ۔ اے شیعو تم بھی امام حسینؑ اور شہیدوں کی تشنگی یاد کرو ۔ عاشوراء محرم سرد شربت پر نذر دلاؤ ۔

ع پانی پیٔو تو یاد کرو پیاس امامؑ کی الوداع حسین تشنہ لب الوداع ۔

بروایات جب امام حسینؑ نے اپنے اہلحرم کو رخصت کیا ہے تو اس وقت عورات مخدرات کی تعداد چونسٹھ ۶۴ تھی ۔ بقول چوراسی ۸۴ تعداد بتلائی گئی ہے آپ نے سب کو ایک خیمہ میں بلایا کہ وصیتیں کر سکیں اور آپ نے وصیتیں کیں اور فرمایا کہ یہ سب امور حفظ کتاب اللہ اور دین نبوی کی بقاء کے لیے ہیں ۔ کتاب منتخب میں ہے کہ بعدہٗ آپ نے اسباب جنگ طلب کئے ۔ اسلحہ جنگ پہنا ۔ اور سر پر عمامہ رسولؐ خدا اور جسم مبارک پر عبا رسول خدا ڈالی ۔ سپر حمزہؑ اور ذوالفقار حیدری لے کر عازم میدان قتال و جہاد ہوئے ۔ ؎

بسر نہاد چو عمامہ سید الشہداء	بخلق گشت عیان رجعت رسولؐ خدا
بفرق جبہہ پر نورش آن عمامہ زدو	نمود حلقہ بسم اللہی بر آیۂ نور

چو بست تحت حنک روزگار تحسین کرد
کہ طوق بندگی این ست بندگی من کرد

یعنی کہ جب حضرت امام حسین علیہ السّلام نے عمامہ سحاب رسولؐ خدا زیب سر کیا تو ایسا معلوم ہوا کہ زمین پر حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رجعت کی ہے ۔ اس نورانی سر مبارک پر عمامہ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے آیہ نور پر حلقۂ بسم اللہ کشیدہ ہو ۔ اور گلے میں تحت الحنک ایسا معلوم ہو رہا تھا ۔ کہ جیسے طوق اطاعت و بندگی ہو اور حسین جیسی اطاعت خدا کسی نے نہیں کی ۔ اطاعت

امام حسینؑ عبادت ہے ۔ یعنی امام حسینؑ نے اطاعت خدا کر کے عبادت کی اور ہمارے لیے اطاعت امام حسینؑ کرنا عبادت ہے ۔

حضرت امام حسینؑ علیہ السّلام اسلحہ پہننے میں مصروف تھے اور اہلحرم گریہ و بکا کر رہے تھے اور لباس جہاد پہنتے ہوئے بزبان حال امام حسین علیہ السّلام اپنے شیعو کو یہ پیغام دے رہے تھے ؎

ایا شیعتی لا تترکوا قصد تربتی	فاتینا ھا من اعظم القربات
وفیھا شفاء للعیون من العمی	وفیھا یجیب سامع الدعوات
وحین شربتم بارد الماء فاذکروا	وفاتی عطشانا علی حرقات
وصبوا علی الدمع فی کل موطن	فانی قتیل الدمع والعبرات

یعنی کہ اے شیعو میری تربت کی زیارت سے کنارہ کش نہ کرنا اور میری تربت کی خاک پاک کو اپنے سروں پر لگانا کیونکہ اس میں ہر ایک بیمار کے لیے شفا ہے ۔ اور اس میں ہر ایک نابینا کے لیے بینائی ہے اور یہ ہر ایک بیماری کی دوا ہے یہ وسیلۂ قبولیت دعا ہے ۔ اسی سے تقرّب خدا حاصل ہوتا ہے اور اے شیعو جب تم آب سرد پیٔو تو مجھ تشنہ لب کو فراموش نہ کرنا ۔ میری پیاس یاد رکھنا ۔ اور ہر مجلس اور ہر جگہ مجھ غریب و بیکس پر آنسو بہانا ۔ کیونکہ میں کشتہ گریہ ہوں ۔ اس کے بعد امام مظلوم علیہ السّلام اپنی جگہ سے اٹھے اور خیمہ سے باہر آئے اور عازم میدان قتال ہوئے ۔ گریاں خیز صورت میں فرمایا اے پدر عالیقدر میں نے میدان کارزار میں جاتے ہوئے توقف کیا ہے وہ اس لیے کہ میں آپ کو وداع کر سکوں ۔ پھر آپ سید سجادؑ کے خیمہ میں تشریف لائے سرہانے بیٹھ گئے ما اسرار امانت سپرد کئے اور دوبارہ اہلحرم کو رخصت کر کے میدان قتال روانہ ہو گئے ۔ پس

فاطمہ زہرا کا بھرا گھر اجڑ گیا۔ زینبؑ وام کلثومؑ بغیر بھائی کے ہو گئیں سکینہ خاتون یتیم ہو گئیں۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

حضرت امام حسینؑ کا عازم میدان کارزار ہونا اور حضرت زینبؑ خاتون کا مکالمہ

قال العلامۃ فی الریاض۔ والمحقیق انہ اختلی بنفسہ مع الامام السجاد وھو بمکان المرض لا یرجی برئہ منہ واسر الیہ ما اسر بہ واحتبہ بانہ یقتل بعد ساعۃ۔ یعنی علامہ اپنی کتاب الریاض میں فرماتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام نے اہلحرم سے رخصت ہونے کے بعد میدان کارزار میں جاتے ہوئے اپنے فرزند سید سجادؑ سے خلوت میں کچھ باتیں کیں اس وقت سید سجادؑ بحالت بیماری اپنے خیمہ میں تھے۔ اور ایسے علیل تھے کہ صحت یاب ہونے کی امید نہ تھی اور بیمار پر جہاد بھی واجب نہیں ہے غرض کہ آپ نے سید سجادؑ سے تنہائی میں گفتگو کی۔

بروایت ابن نماؒ حضرت سید سجادؑ نے سوال کیا۔ یا ابتاہ ما صنعت الیوم مع ھؤلاء القوم۔ یعنی کہ اے بابا آج کے دن اس قوم جفا کار سے کیا طے پایا۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے بیٹا لقد استحوذ الشیطان فانساھم ذکر اللہ۔ کہ شیطان نے ان لوگوں پر غلبہ کیا ہے خدا کو بھول گئے ہیں صبح سے لے کر اس وقت تک قتال ہو رہا ہے۔ سید سجادؑ نے سوال کیا۔ یا ابتہ این حبیب ابن مظاہر بابا جان حبیب کیا ہوئے فرمایا قتل وہ قتل ہو گئے سوال کیا یا ابتہ ابن بریر

فرمایا وہ بھی قتل ہو گئے۔ پھر سوال کیا اے بابا جان این مسلم ابن عوسجہ مسلم بن عوسجہ کیا ہوئے فرمایا وہ بھی قتل ہو گئے۔ سوال کیا این عمی العباس کہ چچا عباسؑ کیا ہوئے فرمایا وہ بھی قتل ہو گئے۔ پھر سوال کیا این اخی علی الاکبر میرے بھائی علی اکبرؑ کیا ہوئے امام حسینؑ نے دیکھا کہ اگر سید سجادؑ کو خبر قتل علی اکبر دیدی تو ایسا نہ ہو کہ سجادؑ صدمہ برداشت نہ کر سکے۔ آپ نے فرمایا کہ اے بیٹا سجادؑ یہ سمجھ لو کہ اب خیمہ میں مردوں میں میرے اور تمہارے سوا کوئی باقی نہیں رہے۔ قریب تھا کہ سید سجادؑ غش کر جائیں کہ حضرت زینبؑ خیمہ سجادؑ میں آگئیں۔ امام حسینؑ میدان کارزار جا چکے تھے۔ سید سجاد نے فرمایا کہ اے پھوپھی اماں ذرا پردہ درِ خیمہ کا اٹھاؤ۔ پردہ اٹھایا گیا سید سجادؑ نے مقتل کی طرف نظر کی دیکھا کہ نیزہ پر امام حسینؑ کا سر بلند ہے۔

شکوہ و جلال امیر المومنین علیہ السلام بوقت سواری اور روز عاشورا غربت امام حسینؑ بموقع سواری

جس زمانہ میں حضرت اسد ذوالجلال۔ ولی کائنات امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے طلحہ وزبیر اور ام المومنین عائشہ سے قتال کیا ہے تو بہت زیادہ تعداد میں سپاہی برائے جہاد جمع تھے چنانچہ آپ نے اپنے لشکر کے ہمراہ بڑی شان و شوکت کے ساتھ بصرہ کی طرف کوچ کیا ہے

علی ولی شاہ لشکر شکن
سپاہی بیاراست پولاد تن

ہمہ تیز چشم و ہمہ کینہ کوش | ہمہ ہمچو دریا بجوش و خروش
گرفتہ بکف تیغ بُرآن ہمہ | کہ بر حملہ چون شیر غران ہمہ

یعنی کہ علی ولی سردار و سالار لشکر اسلام کہ جن کی سرکردگی میں سپاہ لشکر فولادی اسلحہ سے آراستہ تھا لشکر والے تیز چشم اور دشمن کو کاٹنے والے تھے اور لشکر میں جوش و خروش جہاد ایسا تھا جیسا کہ جوش دریا میں پانی کی روانی کا ہوتا ہے۔ سب تیغ بکف تھے کتاب اسرار الشہادۃ میں ہے کہ منذر بن جارود کہتا ہے کہ جب مجھے حضرت امیر المومنینؑ کے لشکر کی روانگی کی خبر ملی تو میں شہر سے باہر آیا تاکہ لشکر امیر علیہ السلام کی شان و شوکت دیکھو۔ میں نے دیکھا کہ تمام صحرا فوج حق سے بھرا ہوا۔ اور علمہائے رنگا رنگ سے لشکر کی رونق ہیں اور زیادہ اضافہ ہو گیا ہے پہلا علم ایک سوار کے ہاتھ میں تھا جو ہزار سواروں کے دستہ کا علمبردار تھا اور یہ علمدار لشکر جناب ابوایوب انصاریؓ تھے پھر ہزار سواروں پر مشتمل لشکر تھا کہ جو کمان بدوش تھا۔ میں نے سوال کیا اور دستۂ لشکر دیکھا جس میں علمدار لشکر ابو قتادہ انصاری تھے۔ پھر ایک اور دستہ گزرا جس کے علمدار حافظ قرآن حضرت عمار بن یاسرؓ تھے۔ پھر ایک اور دستہ گزرا جس کے علمدار قیس بن سعد عبادہ تھے اور ایک دستہ کے علمدار قثم بن العباس تھے۔ اور ایک عظیم دستہ لشکر کے علمدار غلام آستانہ حیدر مالک اشترؓ تھے اور اکثر اکابرین ہمرکاب حضرت امیر المومنین تھے مثل عبداللہ بن عباسؓ، عبیداللہ بن عباسؓ، فضل بن عباسؓ، عبداللہ بن جعفرؓ، عقیل بن ابی طالبؓ سریح بن ہانیؓ، زیاد بن کعبؓ ہمدانی، ہانی بن عروہ مذحجی، حجاج بن خزیمہ انصاری اور دوسرے سرکردہ افراد ایک علم کے سایہ میں تھے۔ اور وہ علم حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے

دست فتح نصیب میں تھا۔ علی را سہرہ تاج الجمال مع الجبروت والجلال سے

بردن آمد ہمیں شہسواران | پیادہ در رکابش تاجداران
گرفتہ غاشیہ خورشید بر دوش | رکابش کردہ مہ را حلقہ برگوش

لشکر اسلام روانہ ہوا اور حضرت علیؑ مرتضیٰ کے دائیں بائیں جانب آپ کے فرزند حسینؑ خوش کردار تھے اس غرو قدر و جلالت کے ساتھ جنگ جمل میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام تشریف لے گئے لیکن اے شیعان علیؑ ذرا کربلا میں امام حسینؑ پر نظر ڈالئے۔ جب حضرت امام حسینؑ خیمہ سے نکلے تو اہلحرم گریان کنان ساتھ تھے۔ در خیمہ پر ذوالجناح موجود تھا۔ لیکن کون تھا کہ جو رکاب توسن تھامتا اور حسینؑ کو سوار کراتا۔ امام حسینؑ نے اس وقت ایک نگاہ اصحاب کے خیموں پر ڈالی۔ دیکھا کہ خیام خالی ہیں۔ اصحاب مقتل میں سو رہے۔ پھر امام حسینؑ نے اپنے عزیز و اقارب کے خیموں پر نگاہ ڈالی۔ لیکن نہ اکبر تھے نہ قاسمؑ، نہ عونؑ محمدؑ اور عباس علمدار تھے سب ہی مقتل میں سو رہے تھے امام حسینؑ نے ایک آہ سرد بھری اور فرمایا ھل من یتقدم الی جوادی آیا ہے کوئی کہ جو سواری لائے مجھے سوار کرائے ہے

دخت اسد اللہ در قلزم عصمت
صدیقۂ صغریٰ کہ از فرعفت

حضرت امام حسین علیہ السلام کا جنگ صفین میں زبرقان کے مقابلہ کے لیے جانا

حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے اپنی خلافت ظاہریہ کے

زمانہ میں جو صرف پانچ سال پر مشتمل تھا تین جنگیں لڑی ہیں جنگ اول۔ طلحہ وزبیر اور ام المومنین عائشہ سے ہوئی جو کہ جنگ جمل کے نام سے مشہور ہے۔ جنگ دوم معاویہ بن ابوسفیان سے ہوئی جو کہ جنگ صفین کے نام سے مشہور ہے۔ اس جنگ میں روزانہ گھمان کا معرکہ ہوا ہے۔ اس روز کہ جب معاویہ نے زبرقان کو مصر کی حکومت دینے کا وعدہ کیا ہے وہ ایک لشکر نبرد آزمودہ لشکر اسلام کے مقابل آیا۔ اور مبارز طلبی کی۔ ھل من مبارز اور صدائے الأرجل بلند کی یعنی کہا کہ آیا ہے کوئی ایسا کہ جو میرے مقابلہ میں آئے۔ چونکہ تمام لشکر امیرالمومنین اس کی شجاعت سے آگاہ تھا کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ اس کے مقابل نکلے۔ لیکن آپ کے فرزند ارجمند شیر بیشہ شجاعت حیدری حضرت امام حسین علیہ السلام اس کے مقابل اکیلے نکلے اور اسلحہ سے آراستہ ہوئے سے

برآمد زجا شیر دشت یلی — بزد بر کمر دامن پُر دلی
بپوشید خفتان رومی قبائی — میان بست مانند شیر خدائی
بزد بر کلہ پر طاؤس — ہدوشش اندر افگند تابان سپر
جز آندر قہ برشانہ آند لیر — کشف کس ندیدہ است پشت شیر
حمائل بفکیند ہندی پرند — ہنگی شد آونگ سرو بلند

یعنی کہ شجاعت و بہادری کے بیشہ کا شیر کمر ہمت باندھ کر نکلا۔ رومی جنگی مخصوص لباس پہنے ہوئے معلوم ہو رہا تھا کہ شبیہ شیر خدا ہے۔ سپر و کمان سے آراستہ تلوار زیب، مرکب خوش وضع پر سوار ہو کر نکلا اور امام حسینؑ اپنے بابا علیؑ مرتضیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اجازت میدان کارزار طلب کی۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ اے بیٹا ابھی تو سارا لشکر موجود ہے تم کس لیے اذن جنگ طلب کرتے

ہو۔ عرض کیا کہ بابا جان مجھے ضرور اجازت جنگ عطا کیجئے۔ جب امام حسینؑ نے اصرار کیا امیرالمومنین علیہ السلام نے اذن جہاد دیا۔ یہ خبر آپ کے برادران نے سنی کہ حسینؑ میدان کارزار میں جا رہے ہیں اس وقت محمد حنیفہ بن علیؑ اور امام حسن بن علیؑ آگے بڑھے اور ذرا فاصلے سے جا کر امام حسینؑ کے مرکب کی رکاب اور لجام تھام کر کہا کہ بھیا ہمیں خجالت محسوس ہوتی ہے تم زبرقان کے مقابلہ کے لیے جا رہے ہو اور ہم زندہ ہیں ہمارے ہوتے ہوئے تم میدان کارزار میں نہ جاؤ۔ واویلا۔ میدان صفین میں جب امام حسینؑ نے میدان جنگ میں جانا چاہا تو آپ کے بھائی حائل ہوئے گھوڑے کو روک لیا۔ لیکن روز عاشورا کوئی نہ تھا سب بھائی پہلے ہی شہید ہو چکے تھے کون روکتا۔ کون سوار کراتا۔ ہاں اس بیکسی کے عالم میں حضرت زینبؑ خاتون نے امام حسینؑ کے گھوڑے کی رکاب تھامی اور حسینؑ ذوالجناح پر سوار ہوئے۔ زینبؑ نے بھائی کو سوار کیا۔ اور اہل حرم روتے رہے عرض کہ امام حسین علیہ السلام زبرقان کے مقابلہ کے لیے میدان قتال میں تشریف لے گئے۔ جب زبرقان کی نظر امام عالی مقام پر پڑی اور شوکت و جلال شجاعت دیکھا تو حیران رہ گیا۔ آپ کے سامنے آیا اور بکمال ادب کہنے لگا کہ آقا تم کون ہو جو میرے مقابل آئے ہو۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ میرے جد رسول خدا ہیں۔ میں خلاصۂ نسل اسمٰعیل ہوں میرے بابا علی مرتضیٰ ہیں میں فاطمہ زہرا بنت رسول اللہؐ کا نور نظر ہوں میں حسن مجتبےٰ نواسہ رسول خدا کا بھائی ہوں۔ میں حسینؑ ہوں پس جب زبرقان نے سنا تو تلوار جو نیام سے نکلی ہوئی تھی پھر نیام میں رکھ لی اور کہنے لگا اے سید و سردار اگر آپ میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں میں آپ سے جنگ کرنا تو درکنار میں آپ کو تیز و تند نظر سے بھی نہیں دیکھ سکتا آپ نے

سوال کیا کہ کس وجہ سے تو مجھ سے جنگ کرنا پسند نہیں کرتا۔ وہ کہنے لگا کہ میں نے مدینہ میں حضرت رسول خدا کو دیکھا ہے کہ حضور آپ کے لبوں کو بوسہ دیتے تھے۔ فرماتے تھے کہ حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں فرماتے تھے کہ حسینؑ جوانان جنان کا سردار ہے۔ فرماتے تھے کہ جس نے حسینؑ کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی میں اس حالت میں کس طرح آپ پر تلوار کھینچ سکتا ہوں۔

امام حسینؑ نے فرمایا اے زبرقان تجھے میرا اسقدر خیال ہے اور تو معاویہ کی طرف سے داماد رسول خدا۔ وصیٔ رسول خدا شیر حق علیؑ ولی سے جنگ کرنے کے لیے طرف دار معاویہ ہو گیا ہے حالانکہ معاویہ حق پر نہیں ہے۔ زبرقان نے کہا کہ میں تو اب حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کے علم تلے معاویہ سے جہاد کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن اے حسینؑ میں شرمندہ ہو رہا ہوں آپ میری شفاعت فرمائیں امام حسین نے فرمایا کہ چلو میں تم کو اپنے پدر عالیقدر حضرت امیرالمومنین کے پاس لے چلتا ہوں۔ چنانچہ تمام لشکر نے دیکھا کہ زبرقان آپ کے ساتھ اپنے لشکر سے نکل کر خدمت مرتضوی میں حاضر ہوا۔ امام حسینؑ نے اس کی سفارش کی۔ جناب امیر علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے حسینؑ اگر تم تمام جن وانس کی شفاعت کرو مجھے قبول ہے۔ امام حسینؑ نے اے شیعو تمہاری شفاعت کرنے کا اس وقت وعدہ فرمایا ہے کہ جب آپ کا سر مبارک سجدۂ معبود میں تھا اور شمر ولد الحرام کا خنجر سر امام مظلوم جدا کر رہا تھا کہ امام حسینؑ نے بارگاہ خدا میں عرض کیا۔ الٰہی وفیت بعھدی اوف بعھدک یعنی اے خدا میں نے اپنا وعدہ وفا کیا اب تو بھی اپنا وعدہ پورا کر۔ ہمارے گنہگار شیعوں اور دوستوں کو بخشدے واضح رہے کہ امیر محمّد خواندشاہ نے اس واقعہ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ حضرت

امام حسن مجتبٰی علیہ السّلام سے متعلق ہے اور دوسری کتابوں میں یہ واقعہ حضرت امام حسینؑ کی طرف منسوب ہے۔

قال العلامۃ فی الریاض۔ فلما تھیا علیہ السلام خرج من افق الخیام کالبدر التمام۔ یعنی کہ جب شہسوار عرصۂ شہادت تاجدار اقلیم شفاعت حضرت امام حسینؑ خیمہ سے برآمد ہوئے اس وقت اپنے جد رسول خدا سے سُنا کہ خداوند عالم حسینؑ کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔ انا دیۃ الحسین پس امام حسینؑ عازم معرکۂ قتال ہوئے۔

روز عاشورا حضرت امام حسین علیہ السّلام کا اشتیاق

جہاد اتمام حجّت

روز عاشورا کثرت واشتیاق جہاد امام حسین علیہ السّلام کی منظر کشی بصورت نظم حسب ذیل ہے

نیدزینب پائی نیدا ونشد — نالۂ طفلان کمند اُو نشد
عشق گفتا جہد کن در وصل دوست — در گزر از ہر چہ دانی غیر اوست
عاشقاں را باسر وساماں چہ کار — با زن وفرزند وخاناں چہ کار
عقل گفت ای عشق رای تو نکوست — لیک این غیری کہ می بینی نہ اوست
این زنانی ذریّت پیغمبرؐ اند — وین دنگاران جیبؐ داورند
این تعلّق از تعلقہا جداست — حُبّ محبوب خدا حُبّ خداست
عشق گفتا مشنو این حرف وخروش — عقل گفت این کودکاں آن ساکن خموش

تھے۔ اس کے باوجود امام عالی مقام نے اپنے عشق الٰہیہ کا مہرۂ مردانہ پھینکا اور صاحب جلال منفرد ہستی یعنی امام حسینؑ نے اسلحہ سجا کر رکاب ذوالجناح میں قدم رکھا۔ اور ذوالجناح خود آتش عشق خوردہ تھا۔ یعنی عشق مجسم حسین علیہ السلام کا وفادار گھوڑا تھا۔ اور بزبان حال کہہ رہا تھا کہ میں اللہ کی راہ میں گامزن ہوں۔ امام حسینؑ کی ذوالفقار تجلی طور کی آگ سے مربوط ہے وہ آگ کہ جو دراصل نور تھی مگر موسیٰؑ اسے آگ سمجھے۔ اس کے ہر بال و پر سے شمیم زندہ ہے یعنی خوشبو سے مہک رہی ہے۔ اور ہزاروں کے لیے وہ عیسیٰ نفس ہے۔ مریض اور بوسیدہ کے لیے باعث حیات ہے۔ کتاب ریاض میں ہے۔

فاخذ و ذوالجناح فی الرقاق یخیل انه البراق یستیر بصاحب التاج و السراج الوهاج الی المعراج بخ بخ۔

چون بمیدان شہادت پا نہاد   پا برون از تک او ادنیٰ نہاد
شد رکابش حلقۂ عرش برین   عرش یعنی پا آن عرش آفرین

یعنی کہ جیسے ہی ذوالجناح نے اپنے قدم میدان شہادت میں رکھے گویا اس نے او ادنیٰ کی سیر کی اور اس کی رکابوں کا حلقہ۔ حلقۂ عرش برین بن گیا۔ اور اس کے قدم عرش آفرین ہو گئے لشکر اعداء انتظار میں تھا کہ اب شاہ مظلوم خود میدان کارزار میں آئیں گے۔ کہ کوفیوں نے دیکھا کہ امام حسینؑ نے قتل گاہ میں قدم رکھا امام حسین علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ اے لشکر کوفہ و شام میں کون ہوں اس پر غور کرو۔ کیا میں پیغمبر اسلام کی بیٹی فاطمہ زہرا کا نور نظر نہیں ہوں۔ کیا رسولؐ خدا میرے نانا نہیں ہیں۔ کیا علی مرتضیٰ میرے بابا نہیں ہیں۔ یہ ساری باتیں مجھ میں ہیں۔ اور پھر بھی تم مجھے قتل کرتے ہو۔ میرا خون کیوں حلال جانتے ہو۔

یارب این عرش است بر کرسی نشستہ یا مگر
صدق مطلق جلوۂ حق مظہر الاسماء ست این
شعلۂ طور است یا نور است یا روے حسینؑ
ماہ تابانست مہر جہان آراست این
گوہر دریائے لولاکست یا نجم سماک
یا درخشاں دُرّ دُرج زہرۂ زہراست این
گر حسینؑ است این جوان پس گو علی اکبرش
شاہ دین است چرا پس یکہ و تنہا است این
خسرو ناس است اگر یارب چہ شد عباس او
کاینچنین بی یاور و یاور اندرین صحراست این

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ یہ عاشق لقاء الٰہی رفرف نشین او ادنیٰ ہے یعنی معراج عشق پر فائز ہے یا خود دلدل سوار میدان کارزار ہے یہ خود عرش ہے۔ کرسی نشین ہے صدق مطلق ہے مظہر اسماء خدا ہے۔ شعلۂ طور ہے یا نور ہے۔ ماہ تابان ہے یا خورشید جہان آرا ہے اگر یہ حسینؑ ہے تو اس کا جوان فرزند علی اکبرؑ کہاں ہے اور اگر یہ بادشاہ وقت ہے تو اس کا علمدار عباسؑ کہاں ہے اور یہ خود اس صحرا میں اس عالم بیکسی میں ہے۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے کتاب ارشاد میں نقل کیا ہے اور ایسا ہی کامل السقیفہ میں مذکور ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام مصروف جہاد ہوئے تو اس وقت امام مظلوم کے آگے آگے تین نفر دیکھے گئے وہ تینوں اس طرح آپ کے آگے آگے تھے جیسے کہ بہادر سپاہی اپنی تمام وردی پہن کر بادشاہ کی سواری کے آگے

ے

سرراہ برمن چرا بستہ اید — دل و جانم از کین چرا خستہ اید

منم تشنہ لب ماندہ در پیش آب — سخن گر درست باید جواب

یعنی کہ میرا راستہ کیوں روکا ہے۔ اور تم میری جان، میرا دل کیوں زخمی کر رہے ہو۔ مجھے تشنہ لب رکھا ہے مجھ پر پانی بند کر دیا ہے حالانکہ نہر فرات سامنے بہہ رہی ہے میری باتیں سچی ہیں تو جواب دو۔ فسکتوا ولم یجیبوا وہ سنگدل ذرا متاثر نہ ہوئے اور کوئی جواب نہیں دیا۔

سخنہائی شاہ و جواب عدو — شنیدند اہل حرم موبمو

ز پوشیدرویان برآمد خروش — سراپردۂ شاہ آمد بجوش

چناں گریہ کردند برحال شاہ — کہ از ماہی و ماہ شد اشک و آہ

یعنی کہ حضرت امام حسینؑ کا کلام اور اعداء کا جواب سب ہی نے سنا اور اہل حرمؑ نے بھی سنا۔ پس اس وقت پردہ داروں میں ایک شور قیامت برپا ہو گیا واحسیناہ کی صدائیں بلند ہونے لگیں اور حال امام مظلوم پر ایسا گریہ کیا کہ ماہی سے ماہ تک شور بکا گونج رہا تھا۔ لشکر اعداء میں غلغلا اور ہلہلہ تھا لیکن خیام امام حسینؑ میں نالہ و بکا کا شور تھا۔ آفتاب کی حدت اور گرمی کی شدت سے خیموں میں اور بھی زیادہ پریشانی و ہراسانی تھی۔ چونسٹھ زن و بچہ پیاسے بلک رہے تھے۔ ادھر لشکر ضلالت شعار امام عالمقام کی نے فرمایا کہ یا قوم کفوا عن ضلالتکم یعنی کہ اسے گروہ بے دین اپنی ضلالت چھوڑ دو۔ دنیا اور اس کی زینت پر غرور نہ کرو۔ لیکن ان ملاعین گمراہوں نے آپ کا کوئی کلام نصیحت سننا پسند نہ کیا۔ اے شیعو فبکیٰ صلوات اللہ علیہ بکاءً شدیداً۔ یعنی کہ امام حسین علیہ السّلام پر رنڈا اور شدید گریہ کرو۔

روز عاشورا حضرت امام حسین علیہ السّلام کی مبارزطلبی اور رجز خوانی

قال العلامۃ ثم تقدم الی القتال۔ پھر امام حسین علیہ السّلام نے میدان قتال میں قدم رکھا اور جب موعظہ و نصیحت کر چکے تو آپ نے درج ذیل خطاب کیا۔

کفر القوم وقد ما رغبوا — عن ثواب اللہ رب الثقلین

یا لقوم من اناس رذل — جمعوا الجمع لاهل الحرمین

قتلوا القوم علیاً وابنہ — حسن الخیر کریم الطرفین

ثم ساروا وتواصوا کلهم — باحتیاجی لرضاء الملحدین

لم یخافوا اللہ فی سفک دمی — لعبید اللہ نسل الکافرین

وابن سعد قدرنی ما عنوۃ — بجنود کوکوف الهاطلین

لاشیٔ کان منی قبل ذا — غیر فخری بضاء الفرقدین

لعلی الخیر من بعد النبیؐ — والنبی القرشی الوالدین

خیرۃ اللہ من الخلق ابی — ثم امی وانا ابن الخیرتین

فضۃ قد خلصت من ذهب — وانا الفضۃ وابن الذهبین

وابی شمس وامی قمر — وانا الکواکب وابن القمرین

ے

منم نوری از نور انگیختہ — منم نقرۂ از طلا ریختہ

منم آنکہ از نزد رب جلیل — پرستار مہد آمدم جبرئیل
منم آنکہ شاہ خافقین — حسینؑ از مست ومنم از حسینؑ
مرا جائیکہ دوشِ پیغمبرؐ است — لبانم تر از نوش پیغمبرؐ است
پدر آفتاب وقمر مادرم — ببرج ولایت سعید اخترم
منم نور بخش دل فاطمہؑ — فروزندہ محفل فاطمہؑ
بخونم چرا دست تازی کنید — بجانم چرا ترک تازی کنید
فراتست این موج زن رودبا — کہ آید ہمی روشن آئینہ وار
تو گوئی کہ صافی بحیوان دید — نگہ کردنش تشنہ را جان دید
سگ وخوک وادی آزاد نوش خوار — بدریا نیے بن نماید گذار
گہر پارہ رخشندہ درج بتولؑ — فروزندہ خاندان رسولؐ
زتاب عطش جان بخواہند داد
آیا قوم اسلام دادہ بباد

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ میں نور سے پیدا ہوں مثل نقرہ تابندہ ہوں اور سونے کی جھلک ہے خداوند عالم کے نزدیک میری یہ منزلت ہے کہ میرا گہوارہ جھلانے جبرئیل امین آیا کرتے تھے۔

رسول رب العالمین، شاہنشاہ کون ومکان نے فرمایا ہے کہ حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں میں سوار دوش رسول خداؐ ہوں میں نے لبہائے وحی چوسے ہیں۔ میرے بابا علیؑ آفتاب ہیں اور میری ماں قمر منزلت ہیں۔ میں فاطمہؑ کے دل کا چین ہوں بزم فاطمیؑ کا چراغ ہوں میرے خون میں ہاتھ کیوں رنگین کرتے ہو۔ میری جان کیوں لیتے ہو۔ اے قوم بد شعار کہتے ہو کہ گھوڑوں کو صافی دیتے

ہیں اور پیاسے کو جان دیتے ہو۔ کتے اور سور نہر سے پانی پئیں اور خانوادہ بتولؑ پیاسا کی بندش کیا تم نے اسلام کو اٹھا دیا ہے۔ اے قوم تم نے علیؑ ولی اور حسن مجتبےٰ کو شہید کیا۔ وہ علیؑ جو بعد نبیؐ تمام کائنات میں افضل ہیں اور علیؑ اگر خیر الامت ہیں اور میں فرزند علیؑ ہوں۔ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام رکاب توسن پر سنبھلے۔ اور رجز پڑھا۔

انا ابن علی الطہر من آل ہاشم — کفانی بہذا مفخرا حین افخر
وجدی رسول اللہ اکرم خلقہ — ونحن سراج اللہ فی الارض نزہر
وفاطمۃ امی من سلالۃ احمد — وعمی یدعی ذوالجناحین جعفر

یعنی کہ میں آل ہاشم میں فرزند علیؑ ہوں اور جب تک زندہ ہوں میرے لیے یہ فخر کافی ہے میرے جد حضرت رسول خداؐ تمام عالمین میں برگزیدہ ہیں اور میں زمین پر اللہ کا روشن کیا ہوا چراغ ہوں اور فاطمہؑ بنت رسول اللہؐ جزو نور رسالت میں میری ماں ہیں اور میرے چچا جعفر طیارؑ ہیں جو ذوالجناحین کے لقب سے معروف ہیں یعنی خدا نے ان کو شہید ہونے کے بعد دو پر عطا کئے ہیں کہ جس سے وہ جنت میں پرواز کرتے ہیں۔

علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ پھر آپ نے چند لمحے توقف کیا یعنی خموش رہے اور پھر ذوالفقار کھینچ کر سپاہ کوفہ وشام کی طرف بڑھے اور ان سے کہا۔ یا اھل الکوفۃ قبحا لکم وترحا وبؤسا وتعسا فحین استصرختمونا والھین فاتیناکم موجفین الی اخرما قال فرمایا اے قوم کوفہ وشام سے

ویحکم لا تھونوا بحسین — فتذوقوا طعم العذاب المھین
وتقولوا یوم القیامۃ انا — ما علمنا وانکم تجھلون

اے بیوفا کوفیو اگر تم کو میری کوئی بات پسند نہیں ہے تو عذاب آخرت سے ڈرو۔ روز قیامت یاد رکھو یہ جو کچھ میں تمہیں کہہ رہا ہوں اور تم نہیں سنتے روز قیامت بازپرس کی جائے گی۔

تعرفونی الی خیر خلق اللہ

قدمًا وانفا تنکرونی

روضۃ الشہداء میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خدا سے ڈرو۔ خدا ہی تو تم کو روزی دیتا ہے وہی خالق کل ہے۔ تم نے میرے بہتر اصحاب واقرباء قتل کر دیے اور اب مجھے قتل کرنے کے درپئے ہو۔ الحکم للہ رضا بقضاء اللہ۔

اس وقت شمر ملعون شیث بن ربعی کو ساتھ لے کر اپنے لشکر سے جدا ہوا۔ اور حضرت کے سامنے آکر کہنے لگا کہ اے ابوتراب کے بیٹے اپنی گفتگو ختم کرو ہم پر اس سے کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس گفتگو کا کوئی ثمر نہیں ہے اور شمر ملعون نے عمر بن سعد بدنہاد سے خطاب کیا کہ حسینؑ کا یہ کلام قطع کر۔ ناگاہ چار ہزار تیر لشکر باطل کی طرف سے امام حسینؑ پر رہا ہوئے کہ آسمان پر تیروں کی وجہ سے اندھیرا چھا گیا۔ راوی کہتا ہے کہ طرفۃ العین میں یعنی پلک جھپکنے کے عرصہ میں امام حسینؑ کا جسم مبارک تیروں سے چھلنی ہو گیا۔ حضرت سید سجاد علیہ السّلام سے کسی نے سوال کیا کہ آپ کے پدر عالیقدر کے جسد مبارک پر کس قدر زخم لگے تو آپ نے بعد از گریہ فرمایا کہ ایک انگشتری کی برابر بھی جگہ خالی نہ رہی تھی۔ اور اس پر یہ ظلم کہ لاش امام حسین پائمال سم اسپان ہوئی۔

روز عاشوراء محرّم امام حسینؑ کی لشکر کوفہ و شام سے مبارزطلبی

روز عاشوراء محرّم جب حضرت خامس آلِ عبا امام حسین علیہ السّلام کی شہادت کی نوبت آئی اور امام عالیمقام نے ان پر اتمام حجّت کر دیا۔ فلم یزدھم الا طغیانا وغروًا بل لا یزدھم الا استکبارًا ونفورًا۔ امام عالی مقام کے موعظہ ونصیحت سے ان لوگوں پر کوئی اثر نہیں ہوا بلکہ ان کی سرکشی تمرّد اور امام برحق سے بغاوت اور انکار بڑھتا ہی چلا گیا تو حضرت امام حسین علیہ السّلام نے عمر ابن سعد بدنہاد کی طرف رخ کر کے خطاب فرمایا کہ خیرك فی ثلاث خصال۔ یعنی کہ آج کے دِن تو اپنے تین کاموں میں مختار ہے اور میں چاہتا ہوں کہ ان تینوں باتوں پر تو عمل کرے کیونکہ عرب والوں کا یہ شعار ہے کہ وقت پریشانی وبیکسی اس مظلوم سے پوچھتے ہیں کہ تیری کوئی حاجت ہے تو اگر وہ تین حاجتیں بیان کرتا ہے۔ تو اس کی ایک حاجت ضرور پوری کرتے ہیں۔ چنانچہ جنگ خندق میں جب حضرت شاہ اولیا وامیر المومنین علی ابن ابی طالب، عمرو بن عبدوُد عامری کے مقابلہ ومقاتلہ کے لیے گئے ہیں تو اس نے آپ کے سامنے اپنی تین حاجتیں پیش کیں اور کہا کہ ان میں سے کسی ایک کو قبول کرو۔ چنانچہ کتاب انیس العہد میں مشرح طور پر ہے کہ اس نے تین حاجتیں پیش کیں اور پدرؑ حضرت علیؑ نے ایک حاجت مان لی۔ کیونکہ میدان جنگ میں مقابل کی ایک حاجت بھی نہ ماننا اہل عرب کے نزدیک ننگ وعار ہے عمر ابن سعد نے کہا کہ آپ کی وہ تین حاجتیں کیا ہیں امام مظلوم

نے فرمایا تترکنی حتی ارجع الی المدینة۔ مجھے قتل نہ کر بلکہ مدینہ جانے دے۔ اس بدبخت نے کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ تم کو مدینہ جانے دیا جائے آپ نے فرمایا دوسری حاجت یہ ہے کہ آب خنک پینے کے لیے دے کہ تشنگی سے دل کباب ہو رہا ہے اس ملعون نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تیسری حاجت یہ ہے کہ ایک ایک آدمی مقابلہ میں آئے۔ اس نے اس بات کو قبول کر لیا۔

حضرت علامہ مجلسیؒ بحار میں تحریر کرتے ہیں ثم دعی الناس الی البراز پس امام بیکس نے مبارز طلبی کی اور اس مبارز طلبی کو بزبان حال شاعر نے اس طرح نظم کیا ہے ؎

منم حیدر ساخت کردگار ۔۔۔ منم زادۂ شیر پروردگار
کمند افگن یال دشمن منم ۔۔۔ جہان یلی را بہم زن منم
شما رو بہانید بی نام و ننگ ۔۔۔ دل جملتان سخت باشد چو سنگ
اگر راست گوئید ہستید مرد ۔۔۔ دلیران و گردان روز نبرد

یکایک بیائید زو سوی من
ببینید شمشیر و بازوے من

خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں میدان قدرت کا حیدر ہوں یعنی شیر درندہ ہوں۔ میں شیر خدا کا فرزند ہوں۔ یعنی پدرم شیر خدا اور میں بھی شیر بیشہ حیدر کرار ہوں میں دشمن پر کمند ڈالنے والا ہوں اور دنیا کے پہلوان میرے سامنے مثل زن کمزور ہیں۔ تم لوگوں کا میرے سامنے کیا شمار ہے اگر تم مرد میدان ہو اور دلیر نبرد ہو۔ مرد جنگ ہو تو ایک ایک میرے مقابل آئے اور میری تلوار اور میرے بازوؤں

کی طاقت دیکھے۔ انا الحسین بن علی بن ابی طالب بن البدر بارض العرب وان من اعجب عجب العجب ان یطلب الابعد میراث النبی المترو الو تعلمون ان ابی قاتل عمرو و مبیر مرحب ولم ینزل قبل کشوف الکرب، مجلیا ذلك عن وجه النبی۔ یعنی کہ آپ نے فرمایا کہ میں حسینؑ ابن علی ہوں وہ علیؑ جو نبیؐ کی میراث پانے والے ہیں وہ علیؑ قاتل مرحب و عمرو ہیں۔ کتاب روضۃ الشہداء میں ہے کہ تمیم بن قحطبہ طائی نے جسارت کی اور امام حسینؑ کے مقابلہ کے لیے میدان میں آیا۔ و کان امیرا من امراء الشام معروفا بین الشجعان مقدما بین الفرسان کہ وہ رؤساء شام میں سے ایک امیر شخص تھا۔ اور شام والوں میں بہادر لوگوں میں اس کا شمار ہوتا تھا اور گھوڑا سواری میں مشہور تھا یعنی کہ مرد میدانِ جنگ تھا فلما قابلہ زعق علیہ۔ جیسے ہی وہ اپنے لشکر سے جدا ہوا اور امام حسینؑ کے سامنے آکر ایک بلند و مکروہ آواز میں ڈکارنے لگا اور کہنے لگا کہ اس بیکسی و تنہائی کی حالت میں اسقدر اظہار شجاعت کرتے ہو۔ امام حسین علیہ السّلام نے جواباً فرمایا اے شقی ازلی ذرا انصاف نہیں کرتا یہ نہیں دیکھتا کہ جنگ میں کس نے پہل کی ہے تم لوگ دشمنی پر اتر آئے ہو۔ تم نے میرے یاور و انصار قتل کئے۔ تم نے میری اولاد کو تہ تیغ کیا میرے جوانوں کو قتل کیا۔ اگر مقاتلہ چاہتا ہے تو نزدیک آکر جنگ کر۔ لیکن تمیم کو جرأت نہ ہوئی کہ سامنے آکر حملہ کرے حضرت امام حسینؑ نے تلوار کھینچی اور اس پر وار کیا تمیم دو ٹکڑے ہو کر واصل جہنم ہوا۔ بعدہٗ یزید ابطحی نکلا اسے بھی امام عالیمقام نے ایک ہی وار میں ختم کیا امام حسینؑ کی یہ شان ضرب و حرب دیکھ کر لشکر عمر ابن سعد ملعون حیران رہ گیا۔ قال السید فی اللہوف وکان

یقتل کل من برز الیہ حتی قتل مقتلۃ عظیمۃ جو بھی آپ کے مقابل ہوا لشکر میں واپس نہیں گیا بلکہ اس نے جہنم میں جاکر سانس لیا۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ ؎

القتل اولی من رکوب العار — والعار اولی من دخول النار

یعنی کہ شرمندگی اٹھانے سے بہتر یہ ہے کہ قتل ہو جائے اور یہ بہتر ہے کہ واصل جہنم ہو جائے ؎

فاطم الزھراء امی و ابی — وارث الرسل و مولی الثقلین
طحن الابطال لما برزو — یوم بدر و باحد و حنین
بطل قوم ھزبر صیغم — ماجد سمح قوی الساعدین

یعنی کہ فاطمہ زہرا دختر رسولؐ خدا میری ماں ہیں اور میرے پدر عالیقدر علیؑ وارث رسول الثقلین ہیں۔ علیؑ میدان جنگ بدر و اُحد کے فاتح ہیں۔ شجاع ترین مبارز طلبی ہیں۔ اور جب امام حسینؑ نے جو بھی آپ کے مقابل آیا قتل کیا اس وقت شمر ولد الحرام نے عمر بن سعد ملعون سے کہا کہ اس طرح جنگ فتح نہ ہوگی بلکہ حسینؑ پر تمام لشکر مل کر حملہ کرے۔ کتاب الریاض میں ہے کہ عمر بن سعد نے اس کی یہ بات مان لی۔ اور پورے لشکر نے مل کر امام حسینؑ پر حملہ کیا۔ حمید ابن مسلم روایت کرتا ہے کہ میں نے بچشم خود دیکھا کہ امام حسینؑ از سر تا بہ قدم زخمی ہو گئے۔ ایسا نظر آرہا تھا کہ ریش مبارک امام حسینؑ خون سے خضاب ہو گئی ہے اس وقت آپ نے اظہار عطش فرمایا ؎

من درایں دشت بلا لب تشنہ ام
تا رسد بر حلق آب دشنہ ام

گرچہ قتل جانفشانان رکاب — اندکی بر آتشم افشاند آب
گرچہ لعل خشک اکبر بر لبم — در حقیقت کشتۂ عناب بتم
گرچہ خون اصغرؑ در راہ دوست — ست از رخ گرد قربانگاہ دوست
لیک ایں گرمی چہ می خواہد بگو — آب میجوئید ولیکن آب کو

دل شدہ سوزان ز تاب تشنگی
مرغ دل کشتہ کباب از تشنگی

یعنی کہ اے لوگو۔ میں اس دشتِ بلا میں تشنہ لب ہوں جب تک کہ آب خنجر میرے حلق تک پہنچے اگرچہ میرے یاور و انصار کے قتل ہو جانے سے میری تشنہ لبی کو بجھا دیا ہے کیونکہ وہ بھی پیاسے قتل ہوئے ہیں علیؑ اکبرؑ علی اصغرؑ براہ خدا میں مارے گئے اور ان کی شہادت سے قربانگاہ کی گرد دور ہو گئی ہے میرا دِل پانی نہ ملنے سے کباب کی طرح سوختہ ہو رہا ہے۔ اور دیکھتے ہو کہ حرارت آفتاب تیزی پر ہے میں تشنہ لب ہوں۔ آنکھیں کھول کر دیکھو۔ لیکن اے شیعو۔ اعدائے دین نے کچھ نہ سنا نہ کسی شخص نے آپ کو پانی دیا بلکہ آب تیر و تلوار و خنجر سے پیاس کا جواب دیا گیا۔

روز عاشورا جنگ و قتال امام حسین علیہ السلام اور شجاعت کا مظاہرہ بروایت حمید بن مسلم

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ عمر بن سعد ملعون نے امام حسین علیہ السلام کی پیش کردہ تین حاجتوں میں سے یہ ایک حاجت مان لی تھی کہ ایک ایک آدمی آپ سے مقابلہ

کے لیے نکلے۔ لیکن جب لشکر عمر ابن سعد کے نامی گرامی بہادر لوگ ایک ایک کرکے تہ تیغ حسینی ہونے لگے تو شمر ملعون نے اس کو اس عہد سے منحرف ہونے کا مشورہ دیا کہ سب مل کر حسین پر حملہ کریں۔ علامہ قزوینی کتاب ریاض میں لکھتے ہیں کہ عمر ابن سعد نے اپنے عہد سے انحراف کیا۔ اور تمام لشکر کو مل کر حملہ کا حکم دے دیا تب حضرت امام حسینؑ نے اپنی آستین حملہ کرنے کے لیے الٹ دیں ؎

فشد علیهم شدة علوية — تكاد طما الصم الصلاد تمود
فقاتلهم فردًا وحيدا وهما ذا — ثلثون الف زارع وجيس

؎

برانگیخت شبرنگ پولاد سم — ظفر گشت پیدا خطر گشت کم
پس آنکہ چو شیران تشنہ بخون — برآمیخت آن تیغ الماس گوں
تو گفتی علی صفوف کردگار — ببدر و حنین میکند کارزار
چناں ریخت بریکدیگر مرد جنگ — کہ از کشتہ صحرای کین گشت تنگ

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے مثل حیدر کرار دلیرانہ حملہ کیا۔ اور ایک ایک کرکے جو بھی مقابلہ میں آیا قتل کیا۔ امام حسینؑ نے اپنے شب رنگ ذوالجناح کو مہمیز کیا۔ فتح و کامرانی ظاہر ہونے لگی اور خطرہ کم ہوگیا۔ اور جب امام تشنہ لب نے تیغ الماس صفت کھینچی جو دشمنوں کے خون کی پیاسی تھی فرمایا کہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام صفات پروردگار کے مظہر ہیں انہوں نے بدر و حنین فتح کیا ہے آپ نے پھر اپنے حملوں سے میدان قتال لاشوں سے بھر دیا۔ حضرت ولی العصر، امام زمانہ قائم آل محمد مہدی آخر الزمان عجل اللہ فرجہ نے

زیارت ناحیہ میں امام حسینؑ کی شجاعت کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔ وبدت بالحرب فثبت للطعن والضرب وطحنت جنود الفجار و اقتحمت قسطل الغبار مجالدا بذی الفقار کانک علی الکرار

یعنی کہ حضرت امام حسینؑ نے مثل حیدر کرار ذوالفقار سے کفار و معاندین کو قتل کیا۔ لشکر عمر بن سعد ملعون کے قدم اکھڑ گئے اور ایسا جدال و قتال کیا کہ چشم فلک نے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ حمید بن مسلم کی نگاہ آپ کے حملہ کرنے پر تھی وہ کہتا ہے

کہ فواللہ ما رایت مکثورا قط قد قتل ولده واهل بيته واصحابه اربط جاشا ولا امضى جنانا منه یعنی قسم بخدا میں نے دیکھا کہ امام حسینؑ اگرچہ شکستہ دل تھے۔ یاور و انصار، عزیز و اقربا شہید ہو چکے تھے اولاد قتل ہو چکی تھی اس کے باوجود آپ نے ایسی قوت قلب اور شجاعت ذاتی دکھلائی اور قتال و جدال کیا کہ جو اپنی آپ خود نظیر ہے۔ مرحوم سید فرماتے ہیں کہ آپ نے گروہ کے گروہ منتشر کئے اور عظیم قتال کیا۔ لعدہٗ لشکر عمر ابن سعد نے مل کر آپ پر حملہ کیا اور آپ زخموں سے چور چور ہو گئے۔ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جسقدر زخم آپ کو لگے تھے وہ سب سامنے کی طرف تھے پشت پر کوئی زخم نہ تھا۔ لیکن شیعو۔ جب امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے تو تیروں پر چند لمحہ جسم مبارک معلق رہا۔

اب ہم حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی زبان مبارک سے شجاعت کے اصول سپرد قرطاس کرتے ہیں فرمایا ہے کہ اصول صفات حمیدہ دلپسندیں چار ہیں اور وہ یہ ہیں۔

(۱) علم۔ (۲) عفت۔ (۳) شجاعت۔ (۴) سخاوت۔

اور حق یہ ہے کہ شجاعت حیدریہ حضرت امام حسین علیہ السّلام اور آپ کی اولاد امجاد میں تھی۔ چنانچہ آج تک شجاعت حسینی مشہور و معروف ہے۔ شاعر نے دونوں کا حسین امتزاج صفاتی پیش کیا ہے ؂

پدری و پسری سایۂ نور یزدان　　پدری و پسری رحمت فیض رحمان
چہ پدر گاہ سخا مظہر فیض یزدان　　چہ پسر روز وغا آیت قہر سبحان
چہ پدر در حذر از صولت او شیر دژم
چہ پسر در خطر از سطوت او پیل دمان

باپ اور بیٹا یعنی علی ابن ابی طالبؑ اور آپ کے فرزند حسینؑ دونوں نور یزدان اور دونوں پر فیض رحمان۔ عالم کے لیے رحمت ہیں علی مرتضیٰ سخاوت میں مظہر فیض یزدان ہیں یعنی آپ کریم و جواد و سخی بے مثال ہیں اور آپ کے فرزند حسین یوم وغا یعنی عاشوراء محرم کے دن معاندین و کافرین کے لیے قہر خداوندی ہیں۔ شیر دژم یعنی غصّہ میں بپھرا ہوا شیر بھی ہیبت حیدر سے ڈرتا ہے۔ اور حسینؑ ابن علیؑ کی سطوت سے غصہ میں بھرا ہوا ہاتھی بھی اپنے آپ کو خطرہ میں محسوس کرتا۔ یعنی جب امام حسینؑ کے حملہ کرتے وقت اگر کوئی شخص پیل دمان ہے تب بھی وہ آپ کی جنگ سے خطرہ محسوس کرتا ہے۔

مولّف کتاب اعنی صدر گرامیقدر قزوینی اعلی اللہ مقامہٗ فرماتے ہیں کہ اگر حضرت امام حسینؑ اپنے بابا علی مرتضیٰ سے شجاعت میں شباہت رکھتے ہیں لیکن اگر بغور دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ حضرت امیر المومنین اور حضرت امام حسینؑ کی شجاعت میں بہت فرق ہے مثلاً حضرت امیر المومنین کی جنگوں میں سے جنگ صفین میں لیلۃ الہریر زیادہ اہم ہے۔ اس جنگ میں آپ کے زیر کمان

ایک لاکھ کا لشکر اسلحہ سے آراستہ تھا اور آپ کو ہر طرح کی حمایت و حفاظت حاصل تھی مالک اشتررضؓ، سعد بن قیس بریدہ بن حصین، اور اکثر جنگ آزمودہ اصحاب آپ کے پاس تھے جو شمع پرواز امیر المومنینؑ کے گرد و پیش طواف کر رہے تھے یعنی اہل ایمان کعبۂ ایمانی کا طواف کر رہے تھے۔ اور رمی الجمرات کا نشانہ امیر شام تھا۔ اور خود حضرت علی مرتضیٰ علیہ السّلام جنگ و جدال میں مصروف تھے آپ نے اس شب پانچ سو تیس اشخاص منافق قتل کئے تھے اور مالک اشتررضؓ نے بھی پانچ سو تیس افراد قتل کئے تھے انہوں نے حضرت امیر المومنین علیہ السّلام سے سوال کیا مولائے کائنات آپ نے پانچ سو تیس افراد قتل کئے اور میں نے بھی اسیقدر مردم قتل کئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے مالک اشتر میری نظر بوقت کارزار مقابل کے نطفہ و اصلاب پر ہوتی تھی میں نے اس شخص کو قتل کیا ہے جس کے صلب سے کوئی صالح فرزند پیدا ہونے والا نہیں ہے۔ اور تم نے جو بھی سامنے آیا قتل کر دیا۔

مولّف کے والد ماجد فرماتے ہیں کہ اصلاب پر نظر رکھنا اور پھر کسی کافر کو قتل کرنا یہ صاحبان ولایت کی شان ہے امیر المومنین علیہ السّلام شاہ ولایت میں تدبیر امر خلائق پیش نظر رہنا تھا اسی طرح حضرت امام حسینؑ نے روز عاشوراء کربلا کے میدان کارزار میں بعض لوگوں کو جو گروہ منافقت شعار سے تھے قتل نہیں کیا ہے۔ اور بعض کو قتل کیا ہے۔ جن گمراہوں کو آپ نے قتل کرنے سے چھوڑ دیا اس کے بارے میں حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا ہے کہ میرے پدر بزرگوار نے ستّر پشت مردم ملاحظہ کرنے کے بعد اگر دیکھا کہ اس سے فرزند صالح پیدا ہوگا تو اس کو قتل نہیں کیا ورنہ قتل کر دیا ہے پس امام حسینؑ نے بھی

مثل اپنے بابا علیؑ کے اس ضلالت شعار انسان کو قتل نہیں کیا کہ جس کے صلب سے کوئی مومن و صالح پیدا ہونے والا تھا۔ حالانکہ تین ساعت کے اندر اندر امام حسینؑ نے اسقدر تعداد میں ملاعین و اعداء کو قتل کیا ہے کہ بعض ضعیف العقل لوگ، اور وہ لوگ کہ جنہیں معرفت امام علیہ السلام نہیں ہے اور وہ مقصّر ہیں انکار کر دیتے ہیں کہ ایک تنہا حسینؑ نے ہزاروں کی تعداد میں دشمنان دین کو قتل کیا ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے بروایت مناقب قدیم یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام حسینؑ نے بارہ حملے کئے ہیں اور ہر ایک حملہ میں دس ہزار منافقوں اور دشمنوں کو داخل جہنم کیا ہے شیخ فخر الدین اپنی کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ فتارة یحمل علی المیمنة واخری علی المیسرة حتی قتل مایزید علی عشرة الاف فارس۔ یعنی میمنہ و میسرہ پر حملہ میں آپ نے دس ہزار سوار علاوہ پیادوں کے قتل کئے ہیں۔ کیونکہ پیادے سواروں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے بھی مارے گئے ہیں یہاں تک کہ ان حملوں کی تاب نہ لاکر فوج نے فرار اختیار کیا اور میدان کارزار صاف ہوگیا۔

مجلسیؒ اور دوسرے ارباب مقاتل لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ کے جسم مبارک پر نو سو پچاس زخم لگے تھے۔ ایسے زخم کبھی حضرت علیؑ پر نہیں لگے علاوہ امام حسینؑ نے روز عاشورا اپنے یاور و انصار، بھائی اور اولاد بھتیجوں بھانجوں کے بہتّر داغ اٹھائے ہیں اور تشنگی تین شب و روز برداشت کی ہے لیکن امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام پہلے کسی جنگ میں تشنگی کی حالت نہیں رہی۔ نصر بن مزاحم کہتا ہے کہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں اور مجلسیؒ فتن و محن میں نقل کرتے ہیں کہ ہر ایک جنگ میں دو شخص آب و غذا لئے امیر المومنین پر مامور ہوتے تھے ایک

شخص ہمہ وقت پانی کی مشک اور دوسرا غذا کا سامان رکھتا تھا کہ اگر آپ کو پیاس محسوس ہو تو فوراً پانی پیش کر دیا جائے۔ لیکن روز عاشوراء امام حسین علیہ السلام تین دن کے بھوکے و پیاسے تھے۔ امیر المومنینؑ نے کسی جنگ میں بیٹوں کا داغ نہیں اٹھایا تھا نہ بھائی کا مفارقت دیکھا تھا۔ مگر امام حسینؑ نے اٹھارہ بنی ہاشم کا داغ اٹھایا کہ جن کی مثل و نظیر عالم میں نہ تھی یہی وجہ ہے کہ آپ کا اس عالم میں شجاعت کا مظاہرہ دیکھ کر ملائکہ تعجب میں تھے پیاس کے عالم میں یہ جہاد کارنامہ عظیم ہے۔ وفی الریاض لما حمی الوطیس جاء بجنودہ ابلیس فتکاثر الخیل علی سبط الرسول وضاق المضمار من ترادف الخیول فارسلوا الیہ الرماح والاقداح والسیوف والخناجر والمزج والزماجر والعامود والسفود والخشب والحجر۔

جیسے ہی امام حسین علیہ السلام نے جدال و قتال میں لشکر عمر ابن سعد میں تہلکہ برپا کر دیا تو عمر بن سعد ملعون نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ سب مل کر حسین بن علیؑ پر حملہ کریں چنانچہ پورے لشکر نے ان تمام آلات حرب سے حملہ کیا کہ جس کا ذکر کیا جا چکا یعنی تلوار و تیر و نیزہ و خنجر و پتھر سے حملہ کیا گیا۔ اور امام حسین علیہ السلام نرغۂ اعداء میں گھر گئے چاروں طرف سے حملہ ہو رہا تھا تیر برس رہے تھے پتھر پھینکے جا رہے تھے تلواریں چمک رہی تھیں اور فرزند رسولؐ خدا یک و تنہا تھا کائنات میں تزلزل تھا۔ انبیاء کا یہ عالم کہ آدمؑ مبتلاء غم۔ نوحؑ غرق طوفان ستم، یعقوبؑ غرق حزن و ملال ایوبؑ گرفتار بلا۔ یونسؑ درکام ماہی موسیٰؑ قبطیوں میں گرفتار، عیسیٰؑ دست یہودیوں میں، یوسفؑ درمیان گرگان۔ خلیلؑ درمیان آذر اسمٰعیلؑ وادیٔ غیر اور حضرت محمد عربیؐ کفار مکہ میں پھنسے ہوئے اور حیدر کرار ذلیل اشرار و نفاق حسن خستۂ الماس

اورامام حسینؑ لشکر عمر بن سعد میں محصور، زخموں سے چور تھے۔ اکیلے حسین پر دشمنوں کی یلغار تھی۔ اور زینب خاتون درِ خیمہ سے دیکھ رہی تھیں کہ زہراؑ کا چاند گہن میں آگیا ہے آفتاب کو کسوف لگ گیا ہے۔ شمع حرم نبوی گل ہونیکو ہے۔ ملائکہ السموات میں شور و غوغا برپا تھا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا اس عالم میں حضرت امام حسینؑ نے ذوالفقار بکف حملہ کیا۔ یہ حملہ میمنہ پر تھا تمام لشکر پراگندہ ہوگیا پیادوں کے قدم اکھڑ گئے سواروں کے گھوڑوں کے سُم کے تلے دب کر لوگ مرگئے۔ اس وقت عمر بن سعد ملعون نے اپنے عہد و پیمان کو توڑ دیا اور ایک ایک آدمی جنگ کرنے کے لیے بھیجنا بند کر دیا اور اپنے لشکر والوں سے کہنے لگا کیا تم نہیں جانتے یہ فرزند حیدر کرّار ہے اس سے اکیلا لڑنا درست نہیں ہے تم سب خیام کی طرف حملہ کرو اس وقت حسینؑ تمہیں خیام کی طرف جانے سے روکیں گے اور اس طرح خیام اہل بیت اور حسینؑ میں لشکر حائل ہو جائے گا۔ اور خیمہ امام حسینؑ میں اہلبیت پردہ وقت سخت ترین ہوگا۔ اور اس طرح حسینؑ کا جذبۂ قتال ٹھنڈا ہو جائے گا چنانچہ ان بزدلوں نے ایسا ہی کیا کہ خیام پر حملہ آور ہوئے حضرت امام حسینؑ نے جب یہ دیکھا تو آپ برائے حفاظت خیام اہلبیتؑ ان پر مثل شیر گرسنہ حملہ آور ہوئے اور ان کو خیام سے دور بھگا دیا۔ دوبارہ پھر اس قوم بے حیا نے خیام امامؑ پر حملہ کیا۔ اور دشمن کے کئی ہزار لشکری امام حسین اور خیام کے درمیان حائل ہوگئے۔ مرحوم سیدؒ کتاب لہوف میں لکھتے ہیں کہ جب مخدّرات یعنی المحرمؑ نے امام حسینؑ کو خیام کے نزدیک نہ دیکھا اور فوجی شور و غل سُنا تو ایک مرتبہ سب نے واحسیناہ کی صدا بلند کی۔ والحماہ واعلیاہ واحسناہ و احسیناہ۔ کی صدائیں بلند کیں۔ اور جب یہ آوازیں امام حسینؑ کے گوش گزار ہوئیں امام حسینؑ خیام

کی طرف متوجہ ہوئے دیکھا کہ لشکر حسینؑ اور خیام کے درمیان حائل ہے فرمایا کہ اے آل ابوسفیان کے گروہ تم کیسے مسلمان ہو اگر تم نے اپنے لیے دین اختیار نہیں کیا ہے تو عرب کی غیرت کو زبان زد خاص و عام ہے تمہاری غیرت کیا ہوئی شمر ولدالحرام سامنے آیا اور کہا کہ اے فرزند فاطمہؑ تم کیا کہتے ہو امام حسینؑ نے پھر اپنا کلام دہرایا۔ انا الذی اقاتلکم و انتم تقاتلونی و النساء لیس علیھن جناح یعنی کہ جدال و قتال میرے اور تمہارے درمیان ہے تم مجھے قتل کرتے ہو میں تمہیں قتل کرتا ہوں ان عورات کا کیا قصور ہے کہ تم خیام پر چڑھائی کر رہے ہو۔ دیکھو جب تک کہ میں زندہ ہوں میرے اہلحرم کے خیموں کا رخ نہ کرو۔ شمر ولدالحرام نے اس وقت سوار اور پیادوں کی طرف رخ کر کے کہا کہ خیام سے دور ہو جاؤ ایک طرف ہو جاؤ۔ فلعمری انه کفو کریم اپنی جان کی قسم حسینؑ بزرگ خاندان سے ہے۔ عام طور پر یہ مشہور ہوگیا ہے کہ اس وقت امام حسینؑ عالت سقوط میں تھے یعنی گھوڑے سے گرے ہوئے تھے۔ سر بزانو آئے ہیں اور لشکر اعدا کو غیرت دلائی ہے ایسا نہیں ہے کیونکہ اس وقت امام حسینؑ نے یہ فرمایا ہے کہ میں تمہیں قتل کرتا ہوں اور تم مجھے قتل کرتے ہو۔ یہ چیز ظاہر کر رہی ہے کہ حسینؑ ذوالجناح پر سوار تھے اور دوسرے کفو کریم سے یہ مراد بھی ہے کہ یہ برائے جنگ ہمسر ہے۔ اور حالت سقوط کا لفظ کسی مقتل میں بھی نہیں ہے۔ پس لشکر بے حیا کو آپ نے خیام سے دور کیا۔

تحقیق شجاعت و شجاع

وفی القاموس الشجاعة قوة القلب عند البأس وقد شجع الرجل بالضم ای قوی قلبه للحروب واستها لجرأة و اقدامًا۔
یعنی کہ شجاعت کہلاتا ہے خصوصًا جنگ میں وہی شخص شجاع کہلائے گا کہ جس کے دل پر جنگ کا خوف و ہراس طاری نہ ہو۔ مقصد یہ ہے کہ شجاعت دعویٰ کرنے سے ظاہر نہیں ہوتی بلکہ وہ بالفعل ظاہر ہوتی ہے۔ پس جوہر جوانمردی و شجاعت ہنگام قتال و جدال ظاہر ہوتا ہے اس وقت کہ جب جنگ کے حالات بدل جائیں اور بظاہر امید فتح ختم ہو جائے میدان جنگ میں شجاع و بہادروں کی اس طرح تقسیم کی گئی ہے کہ افراط کے معنیٰ میں بہت زیادہ کرنا اور تفریط کہتے ہیں کمی کرنے کو۔ اگر شجاعت میں افراط ہے تو وہ تہوّر ہے جو پسندیدہ ہے اور اگر مردانگی میں کمی ہے تو وہ تفریط یہ بھی پسندیدہ نہیں ہے شجاعت ان دونوں کی درمیانی حد کا نام ہے

مجمع البحرین میں ہے کہ التهور الوقوع فی الشئ بقلة مبالاته یعنی تہوّر کے معنیٰ میں بیباکی کرنا۔ اور عدم رفتار کا ہونا اور آداب جنگ کا نہ جاننا اور اس طرح اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے پس تہوّر میدان جنگ میں پسندیدہ نہیں ہے۔

تہوّر پسندیدۂ عقل نیست
جنون و تہوّر بمعنیٰ یکی است

جمشید ہمہ وقت ایک انگشتری رکھتا تھا کہ اس انگشتری کے نقش پر نظر رہے۔

اس انگشتری کا نقش یہ تھا کہ وقت جنگ آہستگی و موارات یعنی صلح و آشتی، اور جُبن بمعنیٰ نامردی ہیں یعنی جبن ڈر اور خوف سے عبارت ہے اور مذموم صفت ہے آنحضرتؐ ہمیشہ اس سے پناہ مانگتے تھے کہ اللّٰھم انی اعوذ بك من الكسل والغسل والهم والغم والجبن ۔ یعنی اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں سستی و کاہلی، اندوہ و غم اور جبن (کاہلی) سے۔ جبن عورتوں کی صفت خاص ہے اور شجاعت صفت جوانمرد ہے چنانچہ حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کا ارشاد گرامی نہج البلاغہ میں ہے کہ شرار خصال الرّجال، خیار خصال النساء یعنی کہ مرد کی بدترین صفت عورت کے لیے صفت ممدوح ہے مثلاً بخل (کنجوسی) جبن (سستی و کاہلی) اور تکبّر (غرور) یہ تینوں صفتیں عورت کا زیور ہیں اور یہ صفات مرد کے لیے معیوب ہیں۔ (جود اور اقدام شجاعت مردوں کی شان ہیں اور بخل و جُبن عورتوں کی شان ہیں۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ان اللہ یحب الشجاع ولو یقتل حیة ۔ خداوند عالم بہادر و شجاع کو درست رکھتا ہے اگرچہ وہ سانپ ہی کو مارے۔ عمر بن عبدود عامری نے جنگ خندق میں یہ رجز پڑھا ولقد بحجت من الدعاء بجمیعکم هل من مبارز ان الشجاعة والسماحة للفتی خیر الغرائز شجاع و دلیر وہ ہے کہ جو جنگ میں قوی دل ہو آداب حرب سے واقف ہو اپنے اطراف و جوانب سے واقف ہو۔ اور خوف زدہ کی طرح اپنا دل ہراساں نہ کرے شیر کی طرح باخبر رہے کہ حیوانوں کے درمیان شیر چوکنا رہتا ہے۔ اسی لیے بہادر و شجاع کو کہتے ہیں کہ فلانٌ کا الاسَد یعنی کہ فلاں آدمی شجاعت میں شیر ہے اور کسی دوسرے درندہ

سے تشبیہ نہیں دیتے۔ کیونکہ جس طرح شیر کی نظر چاروں طرف رہتی ہے اسی طرح میدان جنگ میں شجاع آدمی کی نظر ہر طرف رہتی ہے جناب حمزہؓ ابن عبدالمطلب کو شجاع ہونے کی بنا پر آنحضرتؐ نے اسدالرسول کا لقب عطا کیا تھا۔ اور حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کا لقب اسداللہ مشہور معروف ہے جس طرح حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام شجاع و بہادر تھے اسی طرح آپ کے فرزند امام حسین علیہ السّلام بھی اشجع الناس تھے۔ چنانچہ آپ کی رزم و جدل تمام شجاعان عالم میں سرفہرست ہے۔ امام حسینؑ کی جنگ روز عاشورا کو دیکھ کر اس دور کے لوگ حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کے حملوں کو بھول گئے تھے۔

شیخ محمد بن سمین اور ابن حماد علیہ الرحمۃ نے آپ کی جنگ کی مدح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ نے علی مرتضیٰ کی جنگ کا نقشہ کھینچ دیا ہے اور فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ کی شجاعت کو اگر شیر سے تشبیہ دی جائے یہ تشبیہ صحیح نہیں ہے امام حسینؑ کی شجاعت کو دیکھ لے تو اُس کا زہرہ آب آب ہو جائے۔ کیونکہ امام حسینؑ علیہ السلام نے بیکسی و تشنہ کامی کے عالم میں عمر بن سعد ملعون کے ایک لاکھ لشکر سے تنہا جنگ کی ہے اور کئی ہزاروں ملعونوں کو تہ تیغ کیا ہے اور چونکہ حضرت امام حسینؑ قلب عالم تھے۔ اگر آپ ارشاد بھی کرتے یا زبان سے لفظ موتو فرماتے تو ایک آن واحد میں سارا لشکر باطل ختم ہو جاتا۔

صاحب ریاض لکھتے ہیں کہ جب لشکر بدنہاد نے حضرت امام حسینؑ کے لشکر پر حملہ کیا جسے جنگ مغلوبہ کہا جاتا ہے۔ لشکر ابن سعد ملعون نے چاروں طرف سے آپ کے لشکر پر حملہ کیا تو حیدری جوانوں نے اور بالخصوص حضرت

امام حسینؑ نے جب ذوالفقار سے ان کے حملہ کو پسپا کیا ہے تو کربلا سے لے کر تا پشت دروازہ کوفہ اس حملہ کا اثر ہوا ہے یہاں تک کہ حضرت امام حسینؑ کی ذوالفقار لشکر عمر ابن سعد کے آخری حد تک بلند ہوتی ہے یعنی کہ آپ حملہ کرتے ہوئے پورے لشکر کو عبور کر گئے ہیں۔ اس وقت حضرت نے فرمایا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اس حملہ میں سوار و پیادہ اور مرکب ہزاروں کی تعداد میں تہ تیغ ہوئے ہیں۔ اور چونکہ امام حسین علیہ السّلام کے بدن مبارک پر اسقدر تیر و نیزے کے زخم تھے کہ جدھر آپ حملہ کرتے آپ کے خون پاک کے قطرے زمین پر گرتے تھے چار فرسخ سے چار فرسخ تک آپ نے لشکر کوفہ و شام پر حملہ کیا اور آپ کے خون کے قطرے اس محدود زمین پر گرے اور خاک۔ خاک پاک ہو گئی چونکہ آپ کے جسم مبارک سے خون بہت زیادہ نکل گیا تھا پس آپ ضعف محسوس کرنے لگے۔ اور قتال سے ہاتھ کھینچ لیا۔ کہ ایک ظالم نے پیشانی امام مظلوم نشانہ سنگ بنایا۔ امام حسینؑ کی پیشانی خون سے رنگین ہو گئی ریش مبارک خون سے تر ہو گئی۔ مرحوم السیّد کتاب لہوف میں لکھتے ہیں کہ اسی اثناء میں عبداللہ فرزند امام حسن مجتبےٰ علیہ السلام خیمہ سے باہر نکلا اور مقتل میں امام حسین کے پاس پہنچا اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ عبداللہ اکبر اور عبداللہ الاصغر یہ دونوں آپ کے امام حسنؑ کے فرزند ہیں عبداللہ الاکبر کی ماں اُمّ اسحاق بنت طلحہ تھیں اور عبداللہ الاصغر کی ماں اُمّ ولد تھیں یہ دونوں بھائی کربلا میں شہید ہوئے ہیں امام حسن مجتبےٰ کے پندرہ فرزند اور سات دختر تھیں۔ جن کے اسماء مبارکہ یہ ہیں۔ حسن بن حسنؑ، زید بن حسنؑ، عمرو بن حسنؑ، حسین بن حسنؑ، عبداللہ بن حسنؑ، عبدالرحمٰن بن حسنؑ۔ عبداللہ بن حسنؑ، اسمٰعیل بن حسنؑ

محمد بن حسنؑ، یعقوب بن حسنؑ، جعفر بن حسنؑ۔ طلحہ بن حسنؑ، حمزہ بن حسنؑ۔ ابوبکر بن حسنؑ، قاسم بن حسنؑ، ان کے علاوہ بروایت ابی مخنف، احمد بن حسن بھی آپ کے فرزند تھے۔ اور آپ کی اولاد حسن بن حسنؑ اور زید بن حسنؑ سے چلی ہے آپ کی دختران سے بھی اولاد چلی ہے چنانچہ دختران کے اسماء مبارکہ یہ ہیں۔ اُمّ الحسن، اُمّ محمد بن علی الباقر، اُمّ الحسین، اُمّ عبداللہ فاطمہ ام سلمہ رقیہ، شہادت عبداللہ الاکبر کا ذکر حالات امام حسن کے عنوان میں کیا گیا ہے۔ اور شہادت عبداللہ الاصغر بن حسن اور مقام ان کے شہادت کے بارے میں ارباب مقاتل میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ پہلے مقاتلہ ہی آپ شہید ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ دوسرے مقاتلہ میں شہید ہوئے بعض یہ کہتے ہیں کہ جب امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے تو عبداللہ الاصغر خیمہ سے نکل کر آپ کے پاس پہنچے کہ شہید ہو گئے۔ امیر صاحب روضۃ الصفاء اور طبری نقل کرتے ہیں کہ مقاتلہ کے دوران آپ کے گھوڑے کے تیر لگا اور امام حسینؑ پیادہ ہو گئے کہ اسی وقت عبداللہ الاصغر خیمہ سے نکل کر آپ کے پاس پہنچے اور شہید ہو گئے۔ شیخ طریحی کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ جب امام حسین علیہ السلام اہلحرم کو وداع کر چکے اس وقت عبداللہ الاصغر فرزند امام حسنؑ نے امام حسین علیہ السلام کی گفتگو اور وصیتیں سنیں امام حسینؑ عازم میدان قتال ہوئے اور عبداللہ نے روتے ہوئے عرض کیا اے عم محترم بخدا میں یہاں سے نہ جاؤں گا میں آپ سے جدا نہ ہوں گا جب تک کہ میں قتل نہ ہو جاؤں مرحوم السیّد کتاب لہوف میں رقمطراز ہیں کہ جب لشکر عمر ابن سعد ملعون نے امام مظلوم پر دوبارہ حملہ کیا ہے فخرج عبداللہ بن الحسنؑ بن علیؑ۔ یعنی کہ عبداللہ خیمہ سے نکلے

امام حسینؑ نے بخیال تنہائی ان کو ساتھ لیا اور وہ نشانۂ تیر ظلم بن گئے یہ بھی وارد ہوا ہے کہ جب عبداللہ خیمہ سے نکلے ہیں تو حضرت زینب خاتونؑ نے ان کو روکا مگر عبداللہ نہ رُکے میدان قتال میں پہنچے کہ ابحر بن کعب اپنے گھوڑے سے زمین طرف جھکا کہ امام حسینؑ کو قتل کرے۔ اس وقت عبداللہ نے باآواز بلند کیا۔ تو چاہتا ہے کہ میرے عمّ محترم کو قتل کرے۔ ؎

دست خود حائل نمودی چوں سپر
بُرد بیش تیغ وگفت ای خیرہ سر
تو نخواہی داشت دست از کُشتنش
من نخواہم داشت دست از دامنش

یعنی کہ اس وقت عبداللہ بن حسنؑ نے فوراً اپنے دونوں ہاتھ امام حسین کے سینے پر رکھ دیے کہ عمو حسینؑ پر ہاتھ سپر بن جائیں اور تیغ تیز کے سامنے ہاتھ کرنے کے بعد کہا اے بے حیا ظالم تو نے نہ چاہا کہ حسین کو قتل کرنے سے ہاتھ کھینچ لے تو میں نے بھی نہ چاہا کہ حسینؑ پر سے اپنے ہاتھ اٹھا لوں پس فضرب بالسیف فاتقاھا الغلام بیدہ فاطنھا الی الجلد اس ملعون نے عبداللہ کے ہاتھوں پر تلوار کی ضرب لگائی اور اس معصوم کے دونوں ہاتھ کٹ گئے۔ عبداللہ نے فریاد کی یا اماہ ادرکنی۔ اے امان جان خبر لیجئے۔ امام حسینؑ نے اس بچہ کو اپنی گود میں لے لیا۔ اسی وقت حرملہ لعین نے اس کو تیر کا نشانہ بنایا اس کے گلوئے نازنین پر تیر لگا اور بچہ کی روح پرواز کر گئی۔ نمعلوم، اس وقت امام حسینؑ کے دل پر کیا گزری۔ خیمہ میں زینب خاتون نے فریاد کی یابن اخاہ اے میرے برادر کے بیٹے تو حرملہ کے تیر سے

ذبح ہوگیا۔

زخموں کی وجہ سے ضعف اور امام حسین کا جہاد سے ہاتھ کھینچنا

علماء اور ارباب مقاتل بیان کرتے ہیں کہ میدان کارزار میں حضرت امام حسینؑ کے جسم مبارک پر نیزہ و تیر اور گرز کے زخم تھے مگر تلوار کا کوئی زخم نہیں لگا تھا۔ آپ کی زرہ پر تیر اسقدر تھے کہ ہر حلقۂ زرہ میں ایک تیر پیوست تھا اور آپ کے جسم پر کوئی ایسی جگہ باقی نہ تھی کہ اس پر تلوار کی ضرب لگائی جائے لیکن آپ کے جسم مبارک سے اسقدر خون بہہ گیا تھا کہ طاقت جہاد نہ رہی تھی اس وقت مالک ابن یسر ملعون نے جرأت کی اور آپ پر تلوار کا وار کیا۔ پھر اس ملعون نے دور جاکر شور مچایا یا حسینؑ اس کا یہ مطلب تھا کہ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ حسین زندہ ہیں یا روح پرواز کر گئی جب اسے یہ یقین ہوگیا کہ حسینؑ بالکل بے طاقت ہیں اس ملعون نے آپ کے سر مبارک پر تلوار لگائی عمامہ دو ٹکڑے ہوگیا اور زمین پر گر پڑا۔ امام مظلوم نے اس وقت فرمایا پروردگار یہ اپنے ہاتھوں سے نہ کچھ کھا سکے نہ پی سکے۔

مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ اس حرامزادہ نے جب کہ امام مظلوم کے سر مبارک سے عمامہ گر پڑا۔ تو آپ کا کلاہ اٹھا کر اپنے گھر لے گیا جو کہ از قسم پوستین تھا۔ جب وہ گھر پہنچا تو اس نے اپنی زوجہ سے طشت اور پانی مانگا۔ اور کلاہ صاف کرنے لگا کہ وہ پانی خون ہوگیا۔ وہ ضعیفہ یہ دیکھ کر رونے لگی۔ اور کہا کہ اے

ظالم تجھ پر افسوس ہے کہ تو نے فرزند پیغمبرؐ خدا کو قتل کیا۔ اور ان کا عمامہ اور کلاہ لوٹ کر میرے گھر لایا ہے کہنے لگی کہ میں بخدا تیرے گھر نہیں رہوں گی۔ کتاب منتخب میں ہے کہ وہ ظالم اپنی جگہ سے اٹھا اور اس ضعیفہ کو عقب سے کھینچتا اور طمانچہ مارتا ہوا صدر دروازہ پر لایا چاہا کہ ضعیفہ کو کھونٹی سے باندھ دے کہ دروازہ کی آہنی کیل اس کے ہاتھ میں لگی فوراً ہی اس کے ہاتھ کٹ گئے۔ اور حضرت امام حسین علیہ السّلام کو دعا مقبول ہوئی اور وہ ظالم اپنے کیفر کردار کو پہنچا۔ صاحب عمآن البکاء لکھتے ہیں کہ اس شب مالک کی زوجہ اپنے شوہر کے گھر سے روتی پیٹتی باہر نکلی دیکھا کہ ایک دوسری عورت اس کی طرح کوچہ میں کھڑی رو رہی ہے حال معلوم کیا تو اس عورت نے کہا کہ اگر تو نے عمامۂ پُر خون حسینؑ دیکھا میں زوجۂ شمر ولد الحرام ہوں اے کاش میں نابینا ہو جاتی میں نے ریش مبارک حسینؑ کو خون آلودہ دیکھا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ امام حسینؑ پیادہ خیام کی طرف آئے لیکن خیمہ میں نہیں گئے اس خیال سے کہ اہلحرم زخمی حالت میں نہ دیکھ سکیں گے۔

حضرت امام حسین علیہ السّلام کی اہلحرم سے آخر رخصت

علاّمہ کتاب الرّیاض میں فرماتے ہیں کہ جو کچھ کتب معتبرہ، اور ارباب مقاتل سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے روز عاشورا اپنے اہلحرم کو دو مرتبہ وداع کیا ہے کہ اے اہلحرم تمہارا خدا حافظ ہے۔ اگرچہ

امام مظلوم مقتل سے مکرر خیام میں تشریف لائے ہیں اور میدان رزم تشریف لے گئے ہیں لیکن اہلحرم سے دو مرتبہ رخصت ہونا ثابت ہے۔ چنانچہ وداع آخر یعنی آخر مرتبہ رخصت اس وقت ہوئے ہیں کہ جب قتال کرتے ہوئے زخموں پر زخم کھا کر نقاہت بڑھ گئی اور ضعف کی وجہ سے جہاد سے تلوار روک لی اور مالک بن یسر ملعون کی ضرب سے ہمت ٹوٹ گئی۔ سر برہنہ بخیام تشریف لائے۔ رومال سے سر مبارک باندھا۔ اور عمامۂ پرخون سر پر رکھا اور فرمایا کہ اے مخدرات حرم یا زینبؑ، یا ام کلثوم یا سکینہ، یا رقیہ یا فاطمہؑ علیکن منی السلام جب سب نے نام بنام سلام سنا تو اہلحرم نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو حسینؑ زخمی حالت میں تھے وداع اول کے موقعہ پر امام حسینؑ زخمی نہ تھے۔ پیاس کا غلبہ تھا تمام جسد مبارک زخمی تھا۔ اس وقت حضرت زینبؑ خاتون نے اپنے آپ کو بھائی کے قدموں پر گرا دیا۔ فوضعت زینبؑ من علیل صدرھا وانتثرت نجوم الدمع علی بدرھا وھی تدور حوله وتصرخ بالویل والثبور۔ علیؑ کی بیٹی نے نالۂ جانکاہ دل سے کھینچا۔ اور باآواز گریہ فرمایا۔ واویلا بلند کیا لیکن کیا کرتیں۔ مگر فرمایا اخی اخی یا خیرة خمس فقدته وانفس شئ حنانی منه نافس۔ یعنی اے بھائی بہترین ذخیرۂ خواہر یہی ہے کہ تجھ پر میری نظر رہے۔ آج اے بھائی تم مجھ سے جدا ہو رہا ہے اور آپ جیسا دُرِ نایاب مجھ سے کم ہو جائے گا۔ اخی الیوم مات المصطفی ووصیه ولم یبق للاسلام بعدك حارس اے برادر فی الواقعی آج پیغمبر خدا، علی مرتضیٰ رخصت ہو گئے۔ تم ان کی جگہ تھے تم بھی اب جا رہے ہو اسلام کا نگہبان کون ہے۔ اے برادر زینبؑ اب ان بچوں کی حفاظت

کون کرے گا۔ اے بیکس اہلحرم کے مددگار۔ آپ کی پیاری بیٹی سکینہؑ بلک رہی ہے چہرہ پر آنسو رواں ہیں۔ تیمی کا تصور ہے۔ اہلحرم حلقہ بنائے ہوئے تھے۔

ع سرگشتہ بانواں حرم گرد شاہ دین

یعنی امام حسین علیہ السّلام کی ازواج آپ کے گرد بحال پریشان حلقہ بنائے ہوئے تھیں بروایتے چونسٹھ مخدرات حرم آپ پر گریہ کر رہی تھیں صاحب نوادر حسینیہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کی ایک تین سالہ دختر تھی جو خیام کے صدر دروازہ پر بیٹھی تھی۔ اور حضرت کے وداع آخر کا منظر دیکھ رہی تھی۔ یہاں تک امامؑ مظلوم نے چاہا کہ خیمہ سے باہر نکلیں کہ سکینہؑ خاتون نے دامن تھام لیا۔ امام حسینؑ نے اس کو آغوش میں لیا پیار کیا۔ بچی نے کہا بابا کب تک پانی نہیں ملے گا امام حسین نے فرمایا اجلسی عند الخیمة لعلی اٰتیك بالماء کہ اے بیٹی خیمہ میں بیٹھو شاید کہ پانی لا سکوں۔ وہ بچی ہر وقت پھوپھی سے دریافت کرتی کہ بابا کہاں گئے ہیں زینبؑ خاتون فرماتی کہ بیٹی تمہارے بابا سفر پر گئے ہیں۔ پھر بچی نے دریافت کیا کہ اے پھوپھی اماں کیا سفر سے مراد سفر آخرت ہے۔

وقت رخصت خیام اہلبیت میں کبھی آواز گریہ بلند ہوتی تو کوئی بی بی کہتی کہ اے اخی تم کہاں چلے گئے کبھی کوئی بی بی کہتی اے بابا تم کہاں ہو۔ امام حسینؑ اگرچہ تسلی دیتے تلقین صبر فرماتے لیکن ان بیکس بیبیوں کو کیونکر صبر آئے کہ جن کی نگاہ کے سامنے بھرا گھر اجڑ گیا ہو۔ مرحوم شیخ خصائص میں فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ نے اپنی بہن کو برابر صبر کی تلقین کی پھر امام حسینؑ نے آپ سے

لباس کہنہ مانگا۔ آپ نے سوال کیا بھیاّ لباس کہنہ کا کیا کروگے فرمایا کہ اے بہن ایسا نہ ہو کہ میرے شہید ہونے کے بعد لشکر کوفہ و شام میرا لباس اتار لے میں چاہتا ہوں کہ بوسیدہ اور کہنہ لباس بھی لیں ہوں تاکہ میری لاش برہنہ نہ رہے۔ اے شیعو۔ جب زینبؑ خاتون نے یہ سنا تو آپ کے دل پر کوہ غم گر پڑا۔ واحسیناہ۔ محمداہ۔ فرمایا اور آپ بے ہوش ہو گئیں۔ مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ اکثر ارباب مقاتل نے بوسیدہ و کہنہ لباس کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت نے اپنی بہن سے طلب کیا اور پہن لیا۔ شیخ مفید نے سراویل (پائجامہ) تحریر کیا ہے کہ آپ نے پائجامہ طلب فرمایا اور پہنا مرحوم السید اور ابن شہر آشوب نے ثوب عتیق لکھا ہے اور عتیق سے مراد کہنہ اور ثوب بمعنی لباس ہے کتاب منتخب میں بھی لباس کہنہ لکھا ہے پس جب جناب زینب خاتون نے پرانا لباس لا کر دیا امام مظلوم نے وہ لباس پہنا اہلحرمؑ میں کہرام برپا ہو گیا۔ اے شیعو وہ لباس کہنہ کیا تھا کفن کی جگہ تھا۔

حضرت امام حسین علیہ السّلام کا امام زین العابدینؑ سے رخصت ہونا

علاّمہ اپنی کتاب ریاض میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب امام العصرؑ خامس آل عبا دوسری مرتبہ اہلحرم سے رخصت ہوئے تو اس وقت اہلحرم کا یہ حال تھا جسے شاعر نے نظم کیا ہے کہ ؎

وان زنان و کودگان بانجاح جمع کردیدند دور ذوالجناح

جلکی از خیمہ بیروں ریختند خوش بدامانش چو کرد آنگیختند
ہمچوں لوح معتدل دامان شاہ کسر ہا دادند اللہ خویش راہ
کشت زاں پروانگاں خستہ جان دامن آن شمع دیں پروانہ سان
آسے آنان از دو کوں آوارہ اند دائما غم پرور و غم خواہ اند
وآن زنان مستمند ناتواں ہمچو پروانہ بدورش پُر زناں
ذوالجناح عشق از سرتا بدم زیر بوسۂ آل عصمت گشت گم

نالۂ زینبؑ نمی آید بگوش
اندر اینجا رفتہ پنداری زہوش

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ وقت رخصت امامؑ مظلوم اہلحرم ذوالجناح کا جو کہ صدر دروازہ خیام پر موجود تھا احاطہ کئے ہوئے تھیں۔ اور غمگین واندوہگیں صورت میں اہلحرم ذوالجناح کے گرد جمع تھے۔ ذوالجناح امام حسینؑ سراپا مرکز محبت بنا ہوا تھا۔ اور اہلحرم اُسے بوسہ دے رہے تھے۔ حضرت زینب خاتون کی صدائے نالہ وگریہ گوش زد نہیں ہو رہی تھی کیونکہ امام حسینؑ نے متواتر صبر کی تلقین کی تھی پس ثانیٔ زہراؑ خموش اور سکتہ کے عالم میں تھیں۔ اہلحرم اور مخدرات کے گریہ وبکا کی آواز سن کر سید سجاد علیہ السّلام نے سوال کیا تو حضرت زینبؑ نے فرمایا کہ اے بیٹا تمہارے بابا جان وداع آخر کے لیے خیمہ میں آئے ہیں بیمار کربلا نے جب سنا تو آپ اُٹھ کر بیٹھے اور زینبؑ خاتون نے سہارا دیا کہ حضرت امام حسینؑ تشریف لائے۔ ؎

شد طبیب دردمندان یار عشق
بر سر بالیں آن بیمار عشق

کائی طبیب دردہائی بیدوا　　حال توچونست برگوماجرا
تک زجاخیز نبود وقت خواب　　حق سلامت میرساند گوجواب
ای علیؑ آوردہ ام ازحق پیام　　برتومن بعدازتحیات وسلام
کای اے علیل من تبارک برتوباد　　خلعت شادی مبارک برتوباد
مالک الملکی وسلطان جود　　مظہرمن مظہرغیب وشہود
چوں پیام دوست بشنیدآں علیل　　اززبان حق بدوں جبرئیل
برکشوداودیدہ حق بین خویش　　دیدحق رابرسربالین خویش
احمدی برگشتہ ازمعراج قرب　　مرعلیؑ راہشتہ برسرتاج قرب
خودپیام آوردہ خلاق جلیل　　خودپیغمبرؐ برعلیؑ خودجبرئیل
شدعلیل حق بلند ازجایگاہ　　بوسہ باراں کردخاکپائے شاہ
گفت کای دردوغمت درمان من　　ای فدائے دردعشقت جان من
دردمندے آئے خوشابرحال اُو　　گرتوپُرسی ازکرم احوال اُو
گرتوپُرسں حال بیماران غم　　بس گوارا باشدآں دردوالم
چونکہ زنجیرتورامن قائلم　　زیرایں زنجیرخوش باشددلم

من بزنجیرتودارم افتخار
شیرحق رانیست ازشمشیرعار

یعنی کہ حضرت امام حسینؑ بیمار فرزند کے سرہانے اس طرح تشریف جیسے طبیب بیمار کے پاس آتا ہے فرمایا اے فرزند تمہارا کیا حال ہے کچھ تواپنا ماجرا بیان کرو اس طرح سوال کیا جیسے طبیب بیمار سے بیماری کے متعلق سوال کرتا ہے۔ ذرا اپنی جگہ سے اٹھو تو سہی یہ وقت خواب نہیں ہے۔ تمہیں اللہ سلامت رکھے

کم توجواب دو۔ اے علیؑ اے میرے فرزند میں تحیات وسلام کے بعد یہ پیغام حق لایا ہوں کہ خدا تجھ کو صاحب برکت قرار دے تجھے خوشیاں نصیب ہوں اور اے میری سلطنت امامت کے تاجدار اے سلطان جود وسخا اور اے عالم غیب وشہود، جب امام حسین علیہ السّلام کا کلام سید سجاد نے سنا۔ گویا کلام حق بغیر جبرئیل گوش زد ہوا تو سید سجادؑ نے آنکھیں کھولیں۔ قدرے ہوش آیا دیکھا سرہالیں امام حسینؑ موجود ہیں۔ امام حسینؑ نے خلاق عالم کا پیام سنایا جیسے پیغمبرؐ خدا۔ علیؑ کو کلام حق سنائیں۔ سید سجاد اٹھے اور خاکپائے امام حسینؑ نے بوسہ دیا۔ گویا یہ عرض کیا اے دردمند خوشا نصیب تاکہ آپ نے احوال پُرسی کی۔

پس امام حسین علیہ السّلام نے انگشتریٔ ولایت آپ کو پہنائی سینہ سے لگایا اور اسرار امامت ودیعت کئے۔ دردی الشیخ مجالس میں یا سناد از محمد بن مسلم لکھتے ہیں کہ انہوں نے حضرت صادق آل محمدؐ سے سوال کیا یا ابن رسول اللہ کہ وہ انگشتریٔ ولایت جو آپ کے جدّ نامدار کے ہاتھ میں تھی وہ کیا ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ وہ انگشتری میراث پیغمبرؐ میں سے ہے وہ امام حسینؑ نے وقت وداع آخر اپنے وصی اپنے جانشین امام چہارم سید سجادؑ کو پہنا دی وہ مامور بہ امامت ہو گئے وجعل فی اصبعہ خاتمہ وفوض الیہ امرہ کما فعلہ رسول اللہ یا امیر المؤمنین وفعل امیر المومنین بالحسن وفعلہ الحسن بالحسین اور اس انگشتریٔ مخصوصہ کو حضرت محمدؐ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کو بوقت وصایت پہنایا اور حضرت علیؑ نے امام حسنؑ کو اور امام حسنؑ نے حسینؑ کو"۔ پس اس طرح سب مامور بہ امامت ہوئے۔ اور امام حسینؑ نے سید سجاد کو اور سید سجادؑ نے اپنے فرزند امام محمد باقرؑ کو یہ

انگشتری پہنائی اور اب وہ انگشتری میرے پاس ہے اور میں اسے پہن کر نماز پڑھتا ہوں۔ محمد بن مسلم کہتا ہے کہ میں ایک جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھنے کے لیے گیا امام جعفر صادق علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوا۔ جب امام علیہ السلام نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور میں نے اس انگشتری کی بھی زیارت کی۔ فرمایا کہ یہ وہی انگشتری ہے کہ جو روز عاشورا بوقت وداع آخر حضرت امام حسینؑ نے اپنے فرزند سید سجادؑ کو پہنائی تھی۔ غرض کہ امام حسینؑ نے اپنے بیمار کو گلے سے لگایا۔ پیشانی کا بوسہ دیا۔ اور تلقین صبر کی۔ کتاب روضۃ الشہداء میں ہے کہ حضرت نے فرمایا اے بیٹا کہ جب تم مدینہ واپس پہنچو تو میرے شیعو کو میرا سلام کہنا اور کہنا اے شیعو جب تم ٹھنڈا پانی پیو تو میری پیاس یاد کرنا۔ ایرانی شاعر نے اس کی منظر کشی کی ہے ؎

اے ہمدمان مشفق وائے دوستان من
یاد آورید واقعۂ داستان من
از جوی دیدہ چشمۂ خونین روان کنید
از بہر آب دادن سرور وان من
زد آسمان عمامۂ خورشید بر زمین
آندم کہ گشت غرقۂ خون طیلسان من
پژمردہ شد ز غم گل صد برگ آفتاب
تا دید غرقہ خون رخ چون ارغوان من
آب فرات سر بسر سنگ منیزند
دتینکہ تشنہ لب شلہ لب گوہر فشان من

یعنی کہ شاعر بزبان حال امام حسین علیہ السلام کہتا ہے کہ امام حسینؑ نے اپنے شیعو سے مخاطب ہو کر فرمایا اے میرے مشفق ہمدمو، اے دوستو میری داستان غم کو یاد کرو۔ اور اپنی آنکھوں سے سیلاب اشک رواں کرو تاکہ میری تشنگی بجھ سکے۔ آسمان نے آفتاب جو بمنزلۂ عمامہ سماوی ہے۔ زمین پر ٹپک دیا ہے (یعنی یہ اشارہ اُس طرف ہے کہ روز عاشورا آفتاب سوا نیزہ پر تھا) اس وقت "طیلسان" یعنی تحت الحنک پہننے والے امام غرق خون تھے۔ سورج مکھی پھول مرجھا گئے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے امام حسینؑ کا غرق خون چہرہ دیکھ لیا ہے۔ آپ فرات سراسر سر ٹپک رہا ہے موجیں ساحل سے سر مار رہی ہیں اس وقت کہ جب حسینؑ کشتۂ تشنہ کام ہوئے۔ مقصد یہ ہے کہ جب تم آب سرد پیو تو امام حسینؑ کی پیاس یاد رکھو اور امام پر اس وقت درود و سلام بھیجو اور یزید ملعون پر لعنت بھیجو۔

معرکۂ قتال میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا دوبارہ آنا

چون بدشت کربلا سلطان دین — داد سلطانی بزین العابدین
چون علی در ملک دین شد بادشاہ — عزم میدان کرد شاہ از خیمہ گاہ
ذوالجناح عشق را سلطان عشق — داد جولان روی در میدان عشق
آنچہ بودش در جہان پر ملال — چشم و دل بربست حتی از عیال
گفت زینب در وداع آخرین — حالتِ دیدم من از سلطان دین

شور عشق انچنانش بودیا — کاشنا باما بنوده گوئیا
ای خنک جانی کہ اندروصل تاختن — فرع را بگذاشت سوئے اصل تاختن
عقل گفت خواہرت بے محرم است — بگذار از دردی کہ درمانش کم است
عشق گفت محرمش ستار خوست — تو مشویابست خود ناموس اوست
عقل گفت این ہمہ لشکر نگر — دست ہر یک نیزہ و خنجر نگر
عشق گفت ہر کہ خنجر میزند — مرغ جانم در پیش پر میزند
عقل گفت این متاذ آرام جو — عشق گفت ہی بروہی کام جو
عقل گفت رد بسوئی اہل بیت — عشق گفت سوئی میدان از ان کیت
عقل گفت آن بہ کہ چندی دم زنی — بہر اکبر خیمہ ماتم زنی
عشق گفت مرکبت سلاہی مکن — دخترت راپائمال دی مکن
عشق گفت بی زیان وسود رو — درکنارش گیرد آماز ود رو

عاقبت عشقش برفتن رہنموں
گشت گفت انا الیہ راجعون

ماحصل اشعار یہ ہے کہ حضرت سلطان دنیا و دین جب سید سجادؑ کو وراثت سلطنت دینیہ سپرد کر چکے اور سید سجادؑ امام علی ابن الحسینؑ بادشاہ ملک دین ہو گئے یعنی کہ مامور بہ امامت ہو گئے۔ تب شاہ مظلوم نے خیمہ گاہ سے عزم میدان جہاد کیا۔ ذوالجناح جو امام مظلوم کا مرکب تھا آپ کی محبت میں سرشار تھا اور اس نے میدان عشق میں تیز روی پر خود عشق سے داد حاصل کی چونکہ امام حسینؑ اس دنیا ناپائیدار میں پر ملال تھے چشم و دل دونوں عیال سے ہٹا کر رب حقیقی کو سپرد کر دیتے تھے یعنی کہ امام حسینؑ کو ذات خدا کا عشق تھا اسی کی رضا و لقا

مطلوب تھی۔ جناب زینبؑ خاتون فرماتی ہیں کہ میں نے وداع آخری کے موقعہ پر امام حسینؑ کی حالت دیکھی کہ آپ کو سوائے اللہ کے کسی کا عشق نہ تھا امام حسین علیہ السّلام کے پیش نظر وصل الٰہی ہی روح شہادت تھا۔ اس وقت عقل کہہ رہی تھی کہ اے حسینؑ تمہاری خواہر کا یہاں کوئی واقف کار نہیں یعنی سوائے آپ کے کوئی وارث نہیں ہے اس کا کوئی درماں نہیں ہے لیکن عشق الٰہی کا یہ تقاضا تھا کہ حسینؑ فرما رہے تھے کہ خدا اُس کا نگران ہے عقل کہہ رہی تھی کہ اس سارے لشکر (باطل) کو دیکھ کہ ہر ایک کے ہاتھ میں نیزہ و خنجر ہے نیزہ و خنجر پر بھی نگاہ رکھ۔ عشق کہہ رہا تھا کہ ان خنجروں کے لیے میں حاضر ہوں۔ عقل کہہ رہی تھی کہ سوئے اہل بیتؑ چل یعنی ان کی نگرانی و دلجوئی کر مگر تقاضائے عشق تھا کہ سوئے میدان کارزار چل عقل کہہ رہی تھی کہ یہ بہتر ہے کہ چند لمحہ اہل حرم میں گزاریں اور خیمہ میں ماتم علیؑ اکبر ہو عشق کہہ رہا تھا کہ جب قاسم نوشاہ بنے تو اس کی شادی ہی اس کا ماتم تھی۔ عقل کہہ رہی تھی کہ اے حسینؑ ذوالجناح کو جولاں نہ کر ایسا نہ ہو کہ سکینہ آپ کی دختر جو سموں سے لپٹی ہوئی ہے پائمال نہ ہو جائے عشق کہہ رہا تھا کہ بغیر نقصان و نفع چل۔ یعنی راہ عشق میں سود و زیاں کا سوال نہیں ہے بلکہ عشق خدا تو راضی رضائے الٰہی رہنے کا نام ہے۔ اسی راہ عشق میں چل اور تیز رفتاری کے ساتھ چل چنانچہ عشق نے خود رہنمائی کی۔ فنا فی العشق ہو کر بتلا دیا کہ ہماری بازگشت اللہ کی طرف ہے۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

فحراء ذوالجناح فطوی العرصۃ کانہا یطیر بالجناح وقد ملاء ہا من الصہیل و الصیاح۔ پس شہسوار میدان شہادت۔

رفرف نشین اوج شفاعت یعنی امام حسینؑ علیہ السّلام نے اپنے مرکب کی عنان کی حرکت دی اور میدان کارزار کی طرف روانہ ہوئے انی وجھت وجھی للذی فطر السمٰوات۔ یعنی خدا کی طرف رخ کیے ہوئے علائق دنیاوی سے موہنہ موڑے ہوئے فرمایا توتوکلت علی اللہ فھو حسبی ذوالجناح جولانی کے ساتھ میدان میں پہنچا لشکر اعدار نے دیکھا کہ حسینؑ دوبارہ میدان میں آگئے ہیں پس لشکر عمر بن سعد چاروں طرف سے امام حسینؑ پر ٹوٹ پڑا۔ صاحب ریاض فرماتے ہیں کہ جب لشکر بے دین نے آپ پر حملہ کیا توامام حسین نے ان پر ذوالفقار سے حملہ کیا۔ کتاب منتخب میں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے شدید قتال کیا۔ اور برابر نصرت کا استغاثہ فرماتے رہے هل من راحم یرحم آل رسول ہے کوئی رحم کرنے والا جو آل رسولؐ پر رحم کرے، وھل من ناصر ینصرنا ہے کوئی جو ہماری مدد کرے۔ یہ آواز امام مظلوم سب نے سنی آواز العطش العطش بھی سب ہی نے سنی اس وقت شمر ولدالحرام آیا اور کہنے لگا یا حسینؑ این انت، اے علیؑ کے فرزند تم نے کیا کہا آپ نے فرمایا کہ میں ایک گھونٹ پانی کے لیے ترس رہا ہوں اس ولدالحرام نے کہا محالؔ ولکن ابشر بالنار والحمر أو شرب الحمیم نہ قلم میں طاقت ہے اور نہ اردو ترجمہ کے لیے الفاظ ملتے ہیں کیا ترجمہ کروں اور کیا لکھوں امام حسین نے فرمایا اے بے حیا میں تو سردار جوانان جنان ہوں کوثر و سلسبیل ہمارے لیے ہے وہ ولدالحرام کہنے لگا کہ اے حسینؑ تم کو میں ہی قتل کروں گا۔ امام حسینؑ نے نفرین کی۔

شیخ فخر الدین منتخب میں تحریر فرماتے ہیں فدنی الیہ شمر برلہ علی صدرہ

اس وقت حضرت نے فرمایا کہ تو کون ہے جو مجھے قتل کرنے آیا ہے۔ وہ بدنہاد کہنے لگا کہ شمر۔ آپ نے فرمایا کہ اگر قتل کرنا ہی ہے تو ایک گھونٹ پانی پلا دے تشنگی اور زخموں کی وجہ سے شدید تشنگی نے یہ حالت کردی تھی کہ امام حسینؑ علیہ السّلام کی آنکھوں تلے اندھیر چھا گیا تھا۔ اس پیاس کی حالت کے اثرات کو شاعر نے نظم کیا ہے ؎

فریاد کہ بیداد فلک جان مرا سوخت
کج بازئ گردوں دل بریان مرا سوخت
فریاد کہ اندر لب شط بہر کف آب
سوز عطش آخر لب عطشان مرا سوخت
فریاد کہ جان میدہم و در دم آخر
فریاد یتیمان حرم جان مرا سوخت

یعنی کہ اے فلک ستم گار میری جان جل رہی ہے تشنگی نے سارا جسم سوختہ کردیا ہے اے گردون کج رفتار میرا دل جل رہا ہے۔ فریاد، واحسرتا آخر دم اہلحرم کی صدائے شیون دل کو جلا رہی ہے۔ فریاد کہ سامنے نہر فرات جاری ہے پانی کناروں کے اندر بہہ رہا ہے مگر لب تشنہ سوز عطش سے تڑپ رہا ہے یعنی کوئی پانی پینے کو نہیں دیا اللہ اللہ ساقی کوثر کا فرزند اور لب فرات پیاسا ہے۔ علامہ مجلسیؒ نے بحار میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے کہا اے حسینؑ اما تری الی الفرات کانہ بطون الحیات واللہ لا تذوقہ او یموت عطشاء آیا اے حسینؑ فرات کی طرف نظر نہیں کرتے کہ بہہ رہا ہے۔ تمہیں ایک گھونٹ پانی نہیں دیں گے یہاں تک کہ پیاس سے مر جاؤ۔ امام حسینؑ نے اس ملعون پر

نفرین کی خدایا اس کو پیاسا مارنا۔ دعاء امام مظلوم باب اجابت پر پہنچی۔ قبول ہوئی اور اس ملعون کو پیاس لگی جسقدر وہ ملعون پانی پیتا تھا اسی قدر اس کو پیاس محسوس ہوتی تھی یہاں تک کہ پانی پیتے پیتے پیاس نہ بجھی اور وہ فی النار ہوگیا اور وہ کہتا تھا قتلنی العطش کہ پیاس نے مجھے قتل کر دیا۔ فی الریاض ثم استقرت همته العالية على ان يستطرق الى الفرات ويطلب الماء وان فارقته فی طلبه الحیٰوۃ۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام ہمّت کر کے فرات کی طرف تشریف لے گئے کہ پانی حاصل کریں اور نہر فرات کو اپنے تصرف میں لائیں جنگ صفینؔ کے موقعہ پر بھی فرات پر قبضہ ہو چکا تھا بار دیگر اس واقعہ کو سنیئے کہ حنینؔ کے موقعہ پر امام حسین علیہ السلام نے فرات پر معاویہ کے بالمقابل تصرّف حاصل کر لیا تھا فشد عليهم بالفوج المقاتل بالسمهري الذاهل وهو يهمهم كالاسد کالاسد یعنی کہ سرور و ناز بوستان ابتلاء شیر بیشۂ شجاعت اسد اللہ حسین سبط مصطفےٰ جنگ صفینؔ میں جعفر طیارؔ کا نیزہ خطی آبدار لے کر مثل موسیٰ قوم طغیان آثار کی طرف جھپٹے اور نہر فرات کے کنارے پہنچے۔ اس وقت آپ تنہا تھے اپنا لشکر ساتھ نہ تھا فا عن المشرعة بالصولة الحیدرية والسورة الغضنفرية والشجاعة الحسينية۔ سبحان اللہ۔ حضرت امام حسینؑ مثل حیدر کرار غضنفر و منصور شان سے نہر فرات پر پہنچے اور اپنی شجاعت کا مظاہرہ فرمایا۔ پس دلیری کسی نے نہیں دکھائی ؎

یا ابن النبی یا ابن الوصی اخا الزکی یا ابن الزکیة

للہ کم فی کربلاء لک شنشنات حیدریة

اے فرزند نبیؐ، اے فرزند علی مرتضیٰ وصیؐ نبیؐ اور اے برادر حسن الزکی اور اے زکیہ، طاہرہ صدیقہ۔ زہرا، فاطمہ بنت رسول اللہ کے فرزند۔ برائے خدا اپنے دشمنوں کو شجاعت حیدریہ دکھلائیے۔ عمر ابن سعد ملعون نے اپنے لشکر کو سخت و سست کہا کہ حسینؑ کو نہر فرات پر نہ آنے دو ایسا نہ ہو کہ حسینؑ اپنے لب تر کریں۔ اگر حسینؑ نے پانی پی لیا تو پھر وہ تنہا سارے لشکر کو تباہ و برباد کر دیں گے۔ اس وقت لشکر باطل میں ایک شور برپا ہوگیا۔ اور ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ لشکر کوفہ و شام میں جہنّم کے مسافروں کو ویزہ مل رہا ہے۔ اور وہ ذوالفقار کی تیز دھار سے گزر کر زیر پل صراط جہنم میں داخل ہو رہے ہیں۔

يسبح ذوالجناح فی غمرات

بحر الكفاح كالتمساح

ذوالجناح امام حسین علیہ السلام گھڑیال (ناکہ) کی طرح دریا میں غوطہ لگاتا اور کشتی حیات ملاعین کو الٹ دیتا تھا۔ مؤلف کے والد مرحوم صاحب کتاب الریاض لکھتے ہیں۔

فعند ذلك زلزلت الارض زلزالها

وابنهر القوم وقالوا ما لها

ذوالفقار حیدری نے کنارِ نہر فرات خون کا سیلاب جاری کر دیا تھا۔ قوم بدنہاد کو راہ فرار نہ ملتی تھی۔ علاّمہ مجلسیؒ کتاب بحار میں محمد ابن ابی طالب سے نقل فرماتے ہیں کہ فكلما حمل بفرسه على الفرات حملوا عليه باجمعهم یعنی ہر چند کہ امام حسینؑ نے لشکر باطل کو فرات سے دور کیا۔ لیکن بار بار ملاعین شور و غل مچاتے اور مل کر آپ پر حملہ ور ہوتے تھے۔ آخر کار غیرت حسینی جوش میں

آئی اور حملہ کر کے لشکر کو پراگندہ کر دیا۔ اور پھر کسی کو آپ کے نزدیک آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ ابی مخنف لکھتا ہے کہ وکشفھم عن المشرعۃ ونزل علی الفرات کہ امام حسین علیہ السّلام نہر فرات پر پہنچے۔ اے دوستو اس وقت نہر فرات کی موجیں ساحل سے سر ٹکرا رہی تھیں کہ ساقی کوثر کے فرزند پر بندش آب ہے۔ علی اصغرؑ پیاسا مارا گیا علی اکبرؑ پیاسے شہید ہو گئے عباس علمدار کے شانے قطع ہو گئے۔ واحسرتا سکینہ پیاسی ہے۔ اس وقت امام حسینؑ نے پانی کو دیکھ کر ایک آہ جان سوز کھینچی اور فرمایا۔ ؎

یا آنکہ ہست آب تو جان پرور اے فرات

دلہا بود ز آب تو جان پرور الفرات
سیراب از تو عالم و اندر کنار تو

جان دادہ اکبرؑ و ہم اصغرؑ اے فرات
طفلان بخیمہ تشنہ و تو سرد خوشگوار

جان میدہد دختر ہم خواہر اے فرات

یعنی کہ امام حسینؑ علیہ السّلام نے فرات سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نہر فرات تیرا پانی تو جان پرور ہے باعث حیات ہے۔ لوگوں کے دل تیرے پانی سے زندہ ہیں کیونکہ بغیر آب دل کباب ہو جاتا ہے دنیا تجھ سے سیراب ہوتی ہے لیکن میرے علی اکبرؑ اور علی اصغرؑ تشنگی کی حالت میں جان دیدی۔ واحسرتا میرے خیمہ میں بچے پیاس سے بلک رہے ہیں اور اے فرات تیرے کناروں میں آب سرد رواں ہے۔ اسی پانی کی خاطر میری دختر سکینہؑ اور میری بہن زینبؑ کے لبوں پر جان آئی ہے۔ فلما ولغ الفرس براسہ لیشرب ذوالجناح

بھی تین شب و روز سے پیاسا تھا۔ حضرت امام حسینؑ نے لجام فرس چھوڑ دی اور فرمایا اے ذوالجناح تو پیاسا پانی پی لے جب ذوالجناح نے آپ کا یہ کلام سنا شال راسہ ولم یشرب۔ اپنا سر بلند کیا اور پانی سے موہنہ اٹھالیا مطلب یہ تھا کہ حسینؑ سکینہ پیاسے تھے میں کیوں کر پانی پی لوں۔

رباعی

ما آب شور بستہ بتو کو نیان فرات
این فرق بین کہ باثر مہر وکین بود
این شرط دوستی است کہ او تشنہ لب شہید
مارا لکام شربت ماء معین بود

یعنی کہ اے کوفیو ہمیں آب شور اور تمہیں فرات۔ یہ فرق مہر و دشمنی کی بنا پر ہے چونکہ دوستدار آل رسول ہیں امام حسینؑ تشنہ لب شہید ہو گئے ہمیں کیا تعلق اگر پانی جاری ہو۔ بہرحال حضرت امام حسینؑ نے دیکھا کہ ذوالجناح نے پانی نہیں پیا۔ فرمایا اے گھوڑے اشرب وانا اشرب کہ اے ذوالجناح تو پانی پی لے میں بھی پیتا ہوں پس ہی امام حسینؑ نے پانی چلو میں لیا۔ اور چاہا کہ موہنہ تک لیجائیں لیکن واحسرتا پانی آپ کے دہن مبارک تک نہیں پہنچا فرماہ بسھم فشك شدقہ کہ بنی کلب کے قبیلہ کے ایک ملعون نے حضرت امام حسینؑ کی طرف تیر رہا کیا۔ کہ امام مظلوم کے لبان مبارک سے خون جاری ہوا اور آپ پانی نہ پی سکے۔ تیر نے کسقدر دہن مبارک پر اثر کیا میں اس کو الفاظ میں پیش نہیں کر سکتا خود تصور کریں۔ صاحب روضتین نقل

کرتے ہیں کہ حضرت نے تیر باہر کھینچا اور فرمایا کہ خدایا تو ہی پناہ دینے والا ہے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ امام حسین علیہ السّلام کے پانی نہ پینے کی تین وجہ بیان کی گئی ہیں ایک تو یہی کہ تیر لگا اور لباسِ مبارک سے خون جاری ہوگیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ نے از خود پانی نہیں پیا کیونکہ اہلحرم پیاسے تھے تیسری وجہ یہ ہے کہ لشکر شام نے شور مچا دیا کہ اے حسینؑ تم پانی پی رہے ہو اور فوج خیام پر حملہ کر رہی ہے حضرت نے پانی نہیں پیا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ نے اتمام حجّت کے لیے پانی چلّو میں لیا تھا۔ مقصود نہ تھا۔ جب امام حسینؑ نے سنا کہ پُر جفا خیام پر حملہ کر دیا ہے آپ خیام واپس آئے۔ حالانکہ اس وقت تک خیام پر حملہ نہیں ہوا تھا۔ اور جیسا کہ ذکر کیا جا چکا امام حسینؑ نے سکینہ خاتون سے فرمایا تھا کہ میں تیرے لیے پانی لاتا ہوں جب آپ نہر فرات سے خیمہ میں واپس تشریف لائے تو سکینہ خاتون نے سوال کیا

بابا کیا آپ پانی لائے ہیں۔

بموقع جنگ صفّین امام حسینؑ کا نہر فرات پر تصرّف

جب شاہ جرعہ نوش بادۂ لذّۃٌ للشاربین امیر المومنین ساقیٔ کوثر صفّین میں معاویہ سے جنگ کرنے تشریف لے گئے تو آپ کے لشکر کے پہنچنے سے پہلے ہی فرات پر معاویہ کا لشکر پہنچ چکا تھا اور لشکر امیر المومنین پر پانی بند کر دیا تھا نہر فرات پر پہرہ تھا کہ لشکر اہم حق میں پانی نہ پہنچنے پائے۔

جب حضرت امیر المومنین اور آپ کا لشکر پہنچا اور پانی پر بندش دیکھی تو فوج نے حضرت علیؑ سے پانی ملنے کی بابت عرض کیا۔ اس وقت حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کی نظر انتخاب اپنے فرزند حسینؑ خوش اطوار پر پڑی کہ فرات سے پانی لانے کا انتظام کریں پانی لائیں خدا کی شان ایک دن حسینؑ فرات سے پانی لانے پر مامور ہوئے اور ایک دن ایسا آیا کہ کربلا میں نہر فرات سے پیاسے نکل آئے۔ فرات پر معاویہ کا لشکر پڑا ہوا تھا کہ حضرت امام حسینؑ کو حکم ملا کہ فرات پر علم اسلام لہراؤ۔ بندش کو توڑ دو ے

سپاہی گزیں کن زیاران من ۔۔۔ زیاران وزجان نثاران من
سبک کن عنان وگردان کن رکاب ۔۔۔ برو بر لب رود و برگیر آب
اگر دشمن ودل ستیز آورند ۔۔۔ بکن حملہ تا خود گریز آورند
حسینؑ نور چشم ودل فاطمہؑ ۔۔۔ فرد و زندۂ محمل فاطمہؑ
چو بشنید از باب خود ایں سخن ۔۔۔ زجا جست برداشت تیغ و مجن
چو کوہی بگر داند پا در رکاب ۔۔۔ فروزاں شد از برج شیر آفتاب
تو گفتی علی شاہ گیتی پناہ ۔۔۔ رود سوئی بیر العلم با سپاہ
ہزار از سواران شمشیر زن ۔۔۔ ہمراہ شہزادہ موتمن
نہادند رخ سوئے نہر فرات ۔۔۔ فرات از قدوم حسینؑ گشت مات
بیک حملۂ شاہ لشکر شکن ۔۔۔ گریزان شد آن فوج روباہ فن

پس کشتہ افتادہ خوں شد روان
تن کشتہ ماہی و خون بحر آن

امام حسین کو حکم ملا کہ اصحاب میں سے فوج ترتیب دو یاران جان نثار ساتھ

لو۔ سبک عنان اور سخت رکاب فرس ہمراہ لو اور بہ عجلت تمام نہر فرات پر جاؤ۔ اگر دشمن جنگ کریں تو تم بھی ان پر حملہ کرو پس حکم کا ملنا تھا کہ حسینؑ شمع بزم فاطمہؑ، آرام دِل فاطمہؑ نے سنا تو تیزی کے ساتھ اپنی جگہ سے اٹھے۔ تلوار و ڈھال سنبھالی۔ گھوڑے پر سوار ہوئے۔ لوگ سمجھے کہ علیؑ ولی بیر العلم میں جا رہے ہیں امام حسینؑ ہزار سوار شمشیر زن لے کر سوئے فرات چلے۔ جب فرات پر پہنچے تو فرات قدم شاہ زمن سے کشتِ زار بن گئی۔ سبزے میں شاد آئی، پھولوں میں شگفتگی پیدا ہو گئی۔ امام حسینؑ کے ایک ہی حملہ میں معاویہ شاہی لشکر بھاگنے پر مجبور ہو گیا۔ لشکر شام نے فرار کرکے بزرگوں کے نقش قدم کو ابھار دیا۔ اکثر لشکری قتل ہوئے اور کنار نہر خون کی ندی جاری ہو گی۔ فرات پر امام حسینؑ کو تصرف حاصل ہو گیا۔ اور پیاسوں کو سیراب کیا۔ اصحاب نے فوراً ہی حضرت امیر المومنین علیہ السّلام کی خبر پہنچی کہ حسینؑ نے فرات فتح کر لی ہے اب فرات پر حسینی تصرف ہے۔ حضرت امیر المومنینؑ نے سنا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے اصحاب نے عرض کیا مولیٰ خوش ہونے کا مقام ہے کہ خداوند عالم نے حسینؑ کو فرات پر تصرّف عطا کیا۔ امیر المؤمنین نے فرمایا کہ آج فرات پر حسینؑ کا قبضہ ہے لوگوں کو حسین آب فرات سے سیراب کر رہا ہے کوفیوں کو پانی پلا رہا ہے اور زمانہ آئے گا کہ نہر فرات پر حسینؑ اور حسین کے اہلحرم اور لشکر پیاسا رہے گا کوئی پانی بند کر دیں گے جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ امام حسینؑ نے چلو میں پانی لیا مگر ایک ظالم نے تیر مارا اور لب ہار مبارک زخمی ہوئے پانی خون آلودہ ہو گیا اور حسینؑ پیاسے بھی رہے۔ لیکن پھر بھی آپ نے جہاد فرمایا۔ امام حسینؑ باوجودیکہ زخمی تھے، پیاسے

تھے مگر جنگ فرما رہے تھے۔ اس وقت ملائکہ غرفوں سے امام کا جہاد دیکھ رہے ہیں ۔

سماواتیان چشم پُر خون ہمہ ۔۔۔ سر از غرفہ ہا کردہ بیرون ہمہ
حجابی کہ پیش نظر داشتند ۔۔۔ ز پیش نظر پردہ برداشتند
یکی زار بر حال شہ میگریست ۔۔۔ کہ یا رب مکافات این ظلم چیست
کشید آن یکی نالۂ دردناک ۔۔۔ کہ شاہ لب تشنہ روحی فداک
یکی گفتی اے صد چو من چاکرت ۔۔۔ چہ شد قاسمت کو علیؑ اکبرت
یکی گفتی اندر چنیں رزمگاہ ۔۔۔ کہ دیداست شاہی چنیں بے سپاہ
یکی گفتی اے داور دادگر ۔۔۔ گذشتہ است فرزند خیر البشرؐ
یکی در فغان کای فدای حسینؑ ۔۔۔ ببین شورشں کربلای حسینؑ
یکی نوحہ کرد از ملائک مگر ۔۔۔ علی زین حکایت ندارد خبر
کہ تنہا است فرزند نام آورش ۔۔۔ زنی چند معجر سیہ لشکرش
یکی گفت اے خیل کروبیان ۔۔۔ ندارد خبر فاطمہؑ در جنان
یکی گفت اے کردگار مجید ۔۔۔ چہ تقصیر دارد حسینؑ شہید

ندارد در این بیکسی جز تو کس
بفریاد این شاہ بیکس برس

یعنی کہ آسمانی مخلوق یعنی فرشتے غرفوں سے دیکھ رہے تھے آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔ ان کی نگاہوں سے پردے اٹھ گئے تھے۔ کوئی حال زار شاہ پر رو رہا تھا کہہ رہا تھا پروردگار عالم اس ظلم و ستم کا کوئی بدلہ ہے مطلب یہ تھا کہ ظلم و ستم اسقدر شدید تھے کہ بظاہر ان کا بدلہ سمجھ میں نہیں

آتا تھا۔ کوئی نالہ دردناک کھینچ رہا تھا کوئی کہہ رہا تھا کہ ہماری روح آپ پر فدا ہو۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ ہم جیسے سیکڑوں آپ کے خادم ہیں آپ کا قاسمؑ کہاں ہے اور آپ کے علی اکبر کہاں ہیں۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ تماشے سپاہ کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ داد اگر حقیقی اسے خداوند عالم حسین گزرا ہوا ہے یہ کربلا میں کیسی شورش ہے۔ کوئی ملک کہہ رہا تھا کیا اس واقعہ کی خبر علیؑ کو نہیں ہے؟ کہاں کا فرزند نامور یکہ و تنہا ہے اس کے اہلحرم ان کی پردہ دار عورات ہیں اور دوسری طرف ظلم و ستم ہے کوئی رہا تھا کیا جنت میں فاطمہؑ زہرا کو اس کی خبر نہیں ہے۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ اے پروردگار حسینؑ کا جرم کیا ہے؟ یہ مقصد تھا کہ حسینؑ بے خطا و بے جرم مارا جا رہا ہے۔ اسے پروردگار تو ہی بیکسوں کا والی، غریبوں کا حامی ہے تیرے سوا کوئی دوسرا مددگار نہیں ہے تو ان بیکسوں کی مدد کو پہنچ۔

امام حسینؑ نے جنگ سے ہاتھ روکا۔ اور اس قوم جفا شعار نے آپ پر چاروں طرف سے حملہ کر دیا۔ تیر و تبر، نیزہ، تلواریں میدان میں اس طرح چمکنے لگیں کہ زمین پر ان کا سایہ ہو گیا۔ گویا آسمان نظر نہ آتا تھا ناخدائے کشتی نجات سیلاب ظلم میں پھنس گیا قوت جواب دے گئی۔ السید اپنی کتاب لہوف میں رقمطراز ہیں کہ ایک نامرد ملعون نے کہ جس کا نام صالح بن وہب تھا ایک نیزہ حضرت کے مارا اور آپ زمین پر گر پڑے اور فرمایا۔ بسم اللہ و باللہ و فی سبیل اللہ و علی ملۃ رسول اللہ آہ، واغربتاہ

ماہی صفت آن غریب محزون
زد غوطہ میان دجلۂ خون

دردا کہ نبود بر سر اُو | زہرائی حمیدہ مادر اُو
تا بر سر او فغان نماید | خون گرید و گیسوان کشاید
گوید بفغان و آہ و شیون | فرزند عزیز پرورمن
صد پارہ میان خاک چونی | چونی مادرت فدایت چونی
ای تازہ نہال باغ فاطمہؑ | اسے روشنی چراغ زہراؑ
شب بر سر گاہوارۂ تو | بودم کرم نظارۂ تو
نگذاشتم ای عزیز مادر | از گریہ تو را جبین شود تر
راضی نشدم بجسم پرورد | از باد رسد بکاکلت گرد

اکنون بچہ رو کنم شکایت
یک پیکر و این ہمہ جراحت

یعنی کہ مثل ماہی امام حسینؑ دجلۂ خون میں غوطہ زن تھے یعنی کہ اسقدر خون میں غرق تھے جیسے کہ کوئی شخص دریا سے نکلے اور اس کے بدن پر پانی بہتا ہے افسوس کہ حسینؑ کے سر پر نہ ماں ہے اور نہ باپ زندہ ہے فاطمہ زہرا فغان کرتی ہوئی فردوس سے آئی۔ کہ اے میرے پیارے بیٹے اور میری گود کے پلے ہوئے نور نظر۔ اے باغ زہرا کے نونہال اور اسے روشن چراغ فاطمہؑ۔ میں نے گہوارہ میں بھی تیری شان دیکھی ہے کہ جبرئیل گہوارہ جنبانی کرتا ہے میں تجھے چھوڑ کر کہاں جا سکتی ہوں میں کس طرح دیکھوں کہ تیری زلفیں گرد میں آئی ہوئی ہیں میں کس سے شکایت کروں کس کی طرف دیکھوں۔ سب ہی تو تیرے دشمن ہیں جو محاصرہ کئے ہوئے ہیں ایک حسینؑ ہے تو لاتعداد جراحت ہے۔ راوی کہتا ہے کہ زینب خاتون سے یہ کہتی ہوئی نکلیں۔ بھائی زینب کا پردہ تجھ سے تھا۔ جب تو ہی نہ رہا تو پردہ کیسے رہے گا۔

کس ضربت سے امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر گرے؟

کتب احادیث و مقاتل میں اس بات پر اختلاف پایا جاتا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام روز عاشورا کس ضربت سے زمین پر تشریف لائے۔ بعض کہتے ہیں کہ پہلوے امام حسینؑ پر ایک ملعون نے نیزے سے وار کیا جس کی وجہ سے آپ زین سے زمین پر گرے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپؑ کے گلوے مبارک پر تیر لگا اور پھر آپ گھوڑے پر سنبھل نہ سکے اور زمین پر تشریف لائے۔ مرحوم السیّد کتاب لہوف میں لکھتے ہیں کہ صالح بن وہب نے امام مظلوم پر نیزہ مارا اور آپ زمین پر گرے الشیخ صدوق فرماتے ہیں کہ تیر آپ کے گلوے مبارک پر لگا اور آپ زمین پر تشریف لائے۔ اس وقت آپ نے فرمایا۔ اللّٰھم انک تریٰ ما تصنع بولد نبیک۔ پروردگارا تو گواہ ہے اور دیکھتا ہے کہ اس قوم نابکار نے تیرے نبی کی اولاد کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے امام حسینؑ حالت کارزار میں مناجات فرمارہے تھے فرمی بسھم فوقع فی نحرہ وخرعن فرسہ۔ کہ تیر گلوے مبارک پر لگا اور امام مظلوم زین سے زمین پر گرے ؎

بلند مرتبہ شاہی زصدر زین افتاد
اگر غلط نکنم عرش برزمین افتاد

یعنی کہ امام حسینؑ زین پر کیا گرے عرش الٰہی زمین پر گرا جب آپ زمین پر تشریف

لائے اور پیشانی کو بائیں جانب سے خاک پر رکھا۔ ؎

کسی نبود ببالین آن امامؑ زمن
زمین گرفت سرپے کسش بردامن

یعنی کہ کوئی شخص آپ کے سرہانے موجود نہ تھا کہ جب آپ زمین پر گرے ہیں اس بیکس و مظلوم کے سر کو خود زمین نے اپنے دامن پر لے لیا۔ شیخ صدوق علیہ الرحمۃ بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسینؑ کے چہرہ پر نظر کی اور بے ساختہ گریہ کرتے ہوئے فرمایا کہ کانی انظر الیہ وقد رمی بسھم فخر عن فرسہ صریعا کہ یہ تحقیق میں دیکھ رہا ہوں کہ حسینؑ کے گلوے ناز نین پر تیر لگا ہے اور حسینؑ گھوڑے سے زمین پر گرا ہے۔ یذبح کما یذبح الکبش مظلوماً۔ بعدہٗ اس کے بدن کو پارہ پارہ کیا ہے ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے اور اس طرح ذبح کیا ہے جیسے کسی جنگی شاخدار یا مینڈھے کو ذبح کرتے ہیں ؎

بکربلا چو نظر میکنم بدیدۂ تر — دو کون را ہمہ پُر انقلاب می بینم
تنی کہ گیسوے زہراش سائبان بودی — بخون طپان شدہ در آفتاب می بینم
رسیدہ تیر بحلقش کشیدہ اندر خون — تن و سر پسر بوترابؑ می بینم

سرش بریدہ و پہلو دریدہ دل مجروح
زبان طپان دہانش کباب می بینم

یعنی کہ جب میں روتا ہوا کربلا پر نظر ڈالتا ہوں تو مجھے کون و مکان میں انقلاب نظر آتا ہے وہ جسم مبارک کہ جس پر جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے گیسوے عنبر سرشت کا سایہ تھا دھوپ کی حالت میں خاک و خون میں غلطاں نظر آتا ہے

امام مظلوم کے حلق مبارک پر تیر پیوست ہے حسینؑ تیر کھینچ رہے ہیں میں آپ کا جسدِ مبارک اور سر دیکھ رہا ہوں خدا جانے کہ امام حسینؑ نے کیونکر تیر کھینچا۔ آپ سر کٹا ہوا۔ پہلو شکستہ، دل مجروح اور زبان مثل کباب سوختہ دیکھ رہا ہوں آنحضرتؐ نے اس ذکر کے بعد مزید گریہ فرمایا اے شیعو تم بھی رسولِ خدا کا ساتھ دو غم حسینؑ میں فاطمہ زہراؑ روئیں اے مومنات تم بھی آنسو بہاؤ غم حسینؑ میں علیؑ روئے تم بھی اے دوستو حسینؑ پر آنسو بہاؤ۔ غم حسینؑ میں سبز قبا روئے تم بھی حسینؑ مظلوم پر گریہ کرو۔

شیخ فخر الدین اور لوما بن یحیٰی اور ابی مخنف اپنے مقتل میں امام عالیمقام کے گھوڑے سے زمین پر تشریف لانے کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ جب امام حسینؑ پر ضعف نے غلبہ کیا تو خولی ملعون نے تیر امام حسینؑ کی طرف رہا کیا پس تیر کا امام حسینؑ کے لگنا تھا کہ اسی دم گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے۔ اور امام حسینؑ پر غش طاری ہوگیا۔ خدا جانے کہ وہ حالت غشی تھی یا کوئی حالت خاصہ تھی کہ امام حسینؑ نے اسی حالت میں خدائے تعالیٰ سے راز و نیاز اور عرض حاجات قائم کیا۔ امام حسینؑ کی حاجات بصورت نظم یہ ہیں ۔

ہر دم ہزار شکر تو اے داور حسینؑ ۔۔۔ کامد بآستان تو لائق سر حسینؑ
این وقت جان سپردن و این شمر و خنجرش ۔۔۔ پس موج شط و این لب از خون تر حسینؑ

این جسم پارہ پارہ و این آفتاب گرم
این ضرب سُم مرکب و این پیکر حسینؑ

یعنی کہ امام حسینؑ نے بارگاہ ایزدی میں عرض کیا پروردگارا تیرا ہزار ہزار شکر ہے کہ حسینؑ اپنا سر تیری بارگاہ میں نذر کر رہا ہے میرا سر تیری جناب میں نذر ہونے

کے لائق ہو گیا۔ یہ وقت کہ تجھے اپنی جان سپرد کردوں اور یہ وقت کہ شمر لعین خنجر بکف موجود ہے نہر فرات موج زن ہے مگر حسینؑ تشنہ لب کے لب خون سے تر ہیں میرا یہ جسم پارہ پارہ اور یہ تپش آفتاب یہ گھوڑوں کے سموں کی ضرب اور پائمالی جسد حسینؑ ۔ واحسرتا لاشِ مبارک پائمال سُم اسپان ہوئی ۔ اس وقت خیام اہلحرم میں صدائے شور و شیون بلند ہوئی بیبیاں وامحمداہ واعلیاہ کی آواز دے رہی تھیں۔ واحسیناہ کا ماتم ہو رہا تھا۔ مولف کتاب فرماتے ہیں کہ ان دونوں اقوال میں سے سید بن طاؤس کا قول زیادہ صحیح ہے کہ فرزند فاطمہؑ زہرا، خامس آل عبا امام حسین علیہ السلام کے ہاتھ سے کثرت زخم ہا اور ضعف کی وجہ سے لجام فرس چھوٹ گئی اور تیر گلوے مبارک پر لگا اور آپ گھوڑے پر نہ سنبھل سکے زمین پر گرے اور اسی طرح علامہ مجلسیؒ نے بحار میں تحریر فرمایا ہے۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین آپ کے گھوڑے سے زمین پر تشریف لانے کے بارے میں یہ امر تحقیق شدہ ہے کہ آپ قصداً اپنے ارادہ سے زمین پر نہیں گرے بلکہ آپ اس طرح زخمی ہوئے تھے کہ گھوڑے پر سنبھلا ممکن نہ تھا پس آپ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے چنانچہ صاحب کتاب الریاض فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ از روئے قصد و ارادہ خود گھوڑے سے زمین پر نہیں گرے ۔ آپ کے ضعف اور زخموں سے خستگی دیکھ کر ملاعین نے امام عالیمقام کو گھوڑے سے زمین پر اتار لیا تاکہ آپ کو قتل کریں ۔

یہ بدلائل و براہین ثابت ہے کہ امام حسینؑ کو تیر لگنے کے بعد ذوالجناح سے اتارا گیا ہے کیونکہ لشکر عمر ابن سعد کے درندے امام مظلوم کی حالت زخم دیکھ کر جانتے تھے کہ اب حسینؑ کی قوت جواب دے چکی ہے ۔ لیکن یہ بھی ایک

ایک امر واقعہ ہے کہ چونکہ جہاد امر ربیؐ سے تھا۔ اور آپ پر واجب تھا اور اس کے وجوب کے پیش نظر امام حسین علیہ السلام نے جہاد کی تمام رعایتوں کو مدنظر رکھا ہے تاکہ جب تک جان ہے کہ آپ اپنے قصد وارادہ کے ساتھ گھوڑے سے زمین پر گرے ہیں کہ وعدہ طفلی وفا ہو سکے۔ ؎

هاتف زد ندا کہ دوست ترا　　خواندہ مہمان بصد شتاب بیا
گفت جبرئیل کای ز روز ازل　　نام تو زیب ہر کتاب بیا
مصطفیٰ گفت کای بجسم جان　　شدہ دل در غمت کباب بیا
مرتضیٰ گفت پیکرت مجروح　　کشتہ از زخم بے حساب بیا
گفت زہراؑ کہ جسم مجروحت　　تا نسوزد در آفتاب بیا
شد سکینہؑ برون ز خیمہ و گفت　　حرمت بین در اضطراب بیا

سر ز بستر گرفت عابدؑ و گفت
ز آتش تپ شدم کباب بیا

یعنی کہ غیبی آواز آئی کہ تجھ کو دوست نے بلایا ہے لے بزرگ و معزز جلد آ۔ جبرئیل امیں نے کہا کہ روز ازل سے تیرا نام ہر ایک کتاب کی زینت۔ جلد آ۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے تن کی جان تیرے غم میں جل کباب ہو گیا ہے جلد آ، علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ مجروح وزخمی پیکر تیرے زخم ہا بے حساب سے میں کشتہ ہو رہا ہوں جلد آ، سیدہ عالمینؑ نے فرمایا کہ جلد آ ایسا نہ ہو کہ آفتاب کی تپش میں تیرا جسم مجروح جلتا رہے۔ سکینہ خاتون نے خیمہ سے باہر نکل کر کہا کہ اے بابا جان میں پانی نہ مانگوں گی آپ جلد آئیے۔ زینبؑ خاتون نے دل سے آہ کھینچی۔ فغاں کی اور کہا اپنے اہلحرم کو دیکھ کہ وہ اضطراب میں ہیں بھیا جلد آئیے

سید سجادؑ نے بستر سے سر اٹھایا اور کہا اے بابا بخار کی شدت سے میں مثل کباب جل رہا ہوں آئیے جلد آئیے۔ فلما سمعہ الامامؑ کف عن الاهتمام وجعل السیف فی الغلاف وترك المصارف ونزل من ذوالجناح واستسلم الی الرواح الی ان استشهد۔ پس جب حضرت امام حسینؑ علیہ السلام نے ہاتف غیبی کی یہ آواز سنی ہاتھ جنگ وجدال سے روک لیا۔ اور یکدم لشکر عمر ابن سعد ملعون نے یورش کی چاروں طرف سے حملہ کیا امام مظلوم اسقدر زخمی ہو گئے زمین پر تشریف لائے اور جان۔ جان آفرین کو سپرد کی اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام حسینؑ از خود گھوڑے سے زمین پر اترے ہیں تاکہ وعدہ وفائی جلد ہو سکے۔ کتاب روضۃ الشہداء میں ہے کہ امام مظلوم از خود اپنے قصد وارادہ سے گھوڑے سے زمین پر آئے ہیں۔

روز عاشورا حضرت امام حسین علیہ السلام کس رخ سے گھوڑے سے زمین پر گرے

اس امر میں بھی روایات مختلف ہیں کہ آیا امام حسینؑ روز عاشورا محرم گھوڑے سے بصورت راست گرے ہیں یا بصورت چپ؟ بعض متکلمین اس خیال پر پختہ ہیں کہ آپ از طرف چپ گھوڑے سے زمین پر گرے ہیں لیکن بعض کہتے ہیں کہ دائیں جانب پہلو سے گرے ہیں مرحوم سیدؒ کتاب لہوف میں فرماتے ہیں علی خدہ الایمن کہ آپ بصورت راست زمین پر گرے ہیں لیکن بعدہٗ آپ کھڑے ہوئے۔ لیکن شیخ صدوقؒ اپنی کتاب امالی میں فرماتے ہیں

کہ فخر صریعا علی خدہ الایسر۔ یعنی تیر لگنے کے بعد آپ گھوڑے سے بصورت چپ زمین پر گرے ہیں۔ مؤلف کے والد مرحوم کتاب ریاض میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کا زمین پر گرنا متعدد بار ہوا ہے۔ ایک مرتبہ آپ داہنے رخسار کے بل زمین پر گرے اور پھر کھڑے ہوئے دوسری مرتبہ بائیں رخسار کے بل گرے اور پھر کھڑے ہوئے اور تیسری اس طرح گرے جیسے کوئی سجدہ میں ہوتا ہے۔ کتاب لہوف میں ہے کہ امام حسین علیہ السّلام زمین پر بصورت راکع گرے ہیں اور جناب زینب خاتون کو بھائی کے گرنے کی خبر ہوئی تو خیمہ سے باہر نکل آئیں اور فریاد کر رہی تھیں واخاہ واسیداہ واھل بیتاہ۔ بروایت محمد ابن ابی طالب کہ جسے علاّمہ مجلسیؒ نے نقل کیا ہے کہ حضرت امام حسینؑ کہ جب آپ پر بیٹھ گئے تو آپ نے تیر نکالا جو آپ کے گلوے مبارک پر لگا تھا۔ عمر ابن سعد ملعون بھی قتل گاہ میں موجود تھا اس پر جناب زینبؑ کی نگاہ پڑی فرمایا۔ ایقتل ابو عبد اللہ وانت تنظر الیہ۔ یعنی اے عمر بن سعد تو دیکھ رہا ہے اور حسینؑ قتل ہو رہے ہیں۔ کیا تو قریش سے نہیں ہے کیا تو نہیں جانتا کہ حسینؑ فرزند رسولؐ خدا ہیں فاطمہؑ زہرا کے دلبند ہیں۔ یہ سن کر اس بدنہاد نے موہنہ پھیر لیا۔ امام حسین علیہ السّلام نے جب بہن کی آواز سنی تو فرمایا اختی لقد کسرت قلبی ارجعی الی الخیمۃ اے بہن دل شکستہ نہ ہو خیمہ میں چلی جاؤ۔

خواہر برو تا زیر شمشیر نہ بینی
ہمیں ساعت بہر گم می نشینی

یعنی کہ اے بہن خیمہ میں چلی جاؤ تاکہ زیر شمشیر مجھے نہ دیکھ سکو میں اسی ساعت

ہم آغوش شہادت ہونے والا ہوں۔

روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ جیسے ہی امام مظلوم گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے فوراً ہی حضرت زینبؑ خاتون خیمہ سے باہر نکل آئیں اور روتی ہوئی قتلگاہ پہنچی ہیں چنانچہ مرحوم السیّد اور مجلسیؒ و محمد ابن ابی طالب الموسوی فرماتے ہیں کہ فخرجت زینب من باب الفسطاط الخ زینبؑ خیمہ سے باہر نکل آئیں۔ لیکن صاحب کتاب ریاض فرماتے ہیں کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس وقت جناب زینبؑ خاتون خیمہ سے باہر آئیں تھیں۔ امام حسین علیہ السّلام کے گھوڑے سے زمین پر گرنے کا علم آپ کو کس طرح ہوا اس پر کئی دلائل قائم ہو سکتے ہیں اولاً یہ کہ آپ عالمہ غیر معلّمہ میں آپ باطنی طور پر علم رکھتی تھیں اور باطناً دیکھ رہی تھی پس آپ علم ذاتی کی بنا پر علم ہوا کہ حسینؑ گھوڑے سے زمین پر آگئے ہیں۔ دوم یہ کہ آپ کو حضرت امام حسینؑ سے اسقدر تعلق اور لگاؤ تھا کہ گویا فنا فی الحسینؑ تھیں جیسا کہ حضرت علیؑ فنا فی الرّسولؐ تھے اسی طرح زینب خاتون فنا فی الحسینؑ تھیں جو زخم امام عالیمقام پر لگتا زینبؑ اس سے باخبر ہوتی تھیں اور باوجودیکہ بیحواسی کی حالت تھی مگر اس بیحواسی میں بھی تمام تر حواس مرکز الفت امام حسینؑ تھے پوری توجہ امام حسینؑ کی طرف رہتی تھی آپ نے خیمہ میں امام حسینؑ سے یہ سُنا کہ آپ نے فرمایا بسم اللہ وباللہ وفی سبیل اللہ۔ جانتی تھیں کہ بھائی شہید ہوں گے حالانکہ بسم اللہ وباللہ و فی سبیل اللہ۔ ایک دعا ہے جو بوقت قربانی پڑھی جاتی ہے۔ پس آپ نے اس دعا سے اندازہ فرمالیا کہ اب حسینؑ شہید ہو جائیں گے علاوہ ازیں امام عالیمقام کے گھوڑے سے زمین پر گرنے کے بعد لشکر عمر ابن سعد

ملعون میں کوئی اور شامی لوگوں نے خوشی کے نعرۂ تکبیر بلند کیے۔ جس سے آپ کو یقین ہوگیا کہ حسینؑ اب گھوڑے پر سوار نہیں ہیں بلکہ راکب دوشِ رسولؐ خدا اب زمین گرم پر پڑا ہے۔ زینبؑ خاتون جانتی تھیں لیکن خیمہ میں پھر بھی اہلحرمؑ کی حفاظت فرما رہی تھیں سب کو ایک جا اکٹھا کر کے جناب اُمّ کلثوم کی سپرد کیا اور آپ خود مقتل میں تشریف لے گئیں۔ بہرحال کتب معتبرہ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ذوالجناح جب بغیر امام حسینؑ رہ گیا اور سوار زمین پر گر پڑا تو خالی در خیمہ پر پہنچا اور صیحہ کیا۔ اہلحرم در خیمہ پر جمع ہو گئے دیکھا کہ خالی گھوڑا کھڑا ہے اور حسینؑ نہیں ہیں اہلحرمؑ کو معلوم ہو گیا کہ حسینؑ زمین پر آ چکے ہیں یہ بھی اخبار و احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت زینبؑ خاتون خیمہ سے متعدد بار مقتل گاہ پہنچی ہیں اور واپس ہوئیں ہیں۔ اسی طرح ذوالجناح امام علیہ السّلام بھی دو مرتبہ خیمہ میں آیا ہے ایک اس وقت کہ جب آپؑ گھوڑے سے زمین پر گرے ہیں اور دوسری مرتبہ بعد شہادت امام حسینؑ۔ ذوالجناح نے خبر شہادت امام حسینؑ پہنچی ہے مرحوم سید کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام حسینؑ کے گلوے مبارک پر نیزہ لگا اور آپ زمین پر گرے تو فرمایا بسم اللہ و باللہ و فی سبیل اللہ و علی ملۃ رسول اللہ۔ اس وقت زینبؑ خاتون نالہ کناں خیمہ سے باہر نکلیں اس وقت مقتل میں عمر بن سعد بدنہاد بھی موجود تھا حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ زینبؑ خیمہ سے نکلیں۔ اس وقت لشکر دشمن کا ہجوم تھا لوگ تماشا رقتل حسینؑ دیکھ رہے تھے آہ اس وقت حسین مظلوم کی کیا حالت تھی شاعر خوب منظوم کیا ہے۔ ؎

سلیمانی اُفتادہ در پای مور   ہمان پشہ بر پیل نمودہ زور

درخت امامت فتادہ بخاک   بغلطیدہ در خون تن زخمناک
ہمی رفت خون از تن شہریار   بخاک اندر افتادہ زار و نزار
تنی را کہ زہرؑا در آغوش جان   بپروردی دادیش نوشِ جان
سرش زیب دوش پیمبر بُدی   لبانش تراز نوشِ حیدر بُدی
تنش چاکچاک و لبش سوختہ   دلش داغدار و رُخ افروختہ
بس از اقدسی لال شو دم مزن   کہ آتش زدی بر دل مرد و زن
پس از آن ہمہ قصہ ہای دراز   کہ گفتی نوشتی بسوز و بساز
علی اللہ من دوست داماں غم   خدایا غم را تو ہنمائی کم

غم شاہ لب تشنہ ام بر دل است
ز عمر من این آرزو در دل است

یعنی کہ شاعر کے تاثرات یہ ہیں کہ سلیمانی دقت چیونٹیوں کے جھرمٹ میں گر پڑا۔ مقصد یہ ہے کہ کجا امام حسینؑ جو سلیمان صفت بادشاہ دین و دنیا ہیں اور کجا لشکر عمر بن سعد بے دین جو نظر خدا اور رسول میں چیونٹیوں کی برابر بھی نہیں ہے۔ شجر امامت زمین پر گر پڑا۔ یعنی کہ امام حسینؑ کہ جن سے امامت تا قائم آل محمدؑ جاری بھاری ہے زمین پر ہیں خاک و خون میں غلطاں ہیں۔ خون امام حسینؑ خاک کربلا میں مل گیا ہے۔ تن مبارک کہ جسے زہرؑا خاتون نے پرورش کیا تھا خاک کربلا پر تپاں ہے۔ سر جو کبھی دوشِ پیمبرؐ کی زینت تھا اور لبہائے مبارک کہ جسے حیدر بوسہ دیتے تھے۔ آب امامت سے تر تھا آج لب خشک ہیں اور جسد مبارک ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے۔ اور اس کے غم میں ہر ایک مرد و زن کے دل جل رہے ہیں۔ میں نے یہ سارے واقعات سوز و ساز کے ساتھ لکھے

پڑھتے ہیں میں قربۃ الی اللہ غم کو دوست رکھتا ہوں خدایا غم امام حسینؑ میرے دل سے کم نہ ہو غم شاہ مظلوم، تشنہ کام میرے دل پر ہے اور میری ساری زندگی کے لیے یہی سرمایہ ہے۔

رجعنا الی ما کنا فیہ

روزِ عاشورا ہنگامِ عصر ذوالجناح کا امام حسینؑ کی حمایت کرنا

متکلمین کے بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ عُلیا زینب علیہا السلام کئی مرتبہ میدانِ قتال میں اٹھی ہیں اور امام حسینؑ کے حال سے باخبر رہی ہیں۔ لیکن آپ نے امام حسینؑ کی حالت کو اہلحرم سے پوشیدہ رکھا ہے۔ البتہ اہلحرم کو امام حسینؑ کے گھوڑے سے زمین پر گرنے کی اس وقت خبر ہوتی ہے کہ جب خالی ذوالجناح درِ خیمہ پر پہنچا ہے اس نے ہیہحہ کیا اہلحرم خیمہ سے نکلے دیکھا کہ گھوڑا خالی ہے سمجھ گئے کہ حسینؑ گھوڑے سے زمین پر گر گئے ہیں۔

ذوالجناح کے بارے میں بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دو مرتبہ درِ خیمہ آیا ہے پہلی مرتبہ قبل شہادت کہ امام مظلوم کے حلق مبارک پر تیر یا نیزہ لگا اور آپ ذوالجناح پر سنبھل سکے۔ چند لمحہ زمین کی طرف جھکے۔ سجدہ کرنے کی صورت میں جھکے یا بصورت راست وچپ جھکے جیسا کہ روایات میں ہے بہرحال امام حسینؑ گرنے کے بعد زمین سے اٹھے اور بقدر قوت بشریہ جہاد کیا۔ اس وقت ذوالجناح بغیر راکب، امام مظلومؑ کے گرد طواف کر رہا تھا۔

ابن شہر آشوب اپنی کتاب مناقب میں، ابی مخنف سے روایت کرتے ہیں اور ابی مخنف جلودی سے روایت کرتا ہے کہ لما صرع الحسینؑ فحمل فرسہ یحامی عنہ ویثب علی الفارس فیہ ھبطہ عن برمہ و ید وسہ حتی قتل الفرس ار بعین رجلا۔ یعنی جب امام حسین علیہ السلام سرنگوں ہوئے اور گھوڑا بغیر سوار ہو گیا تو اس وقت عمر بن سعد ملعون کے لشکر کے چالیس پیادہ تفر آئے اور انہوں نے چاہا کہ امام حسینؑ کو قتل کریں۔ اس وقت ذوالجناح نے آپ کی از خود حمایت کی کس طرح کہ ذوالجناح جست لگاتا تھا اور اپنے دانتوں سے پیادہ کو پکڑتا اور زمین پر پھینک دیتا تھا اور سُموں سے پائمال کرتا تھا اس طرح اس نے چالیس پیادوں کو داخل جہنم کیا۔ اور امام حسینؑ کے ساتھ رہ کر ثواب جہاد حاصل کیا اور روز قیامت ذوالجناح محشور ہوگا حالانکہ اور دوسرے حیوانات کا حشر سے تعلق نہیں ہے اگر خدا نے چاہا تو مقام شفاعت میں ذوالجناح شفاعت کرے گا۔ خدا اس کی شفاعت بحرمت امام حسینؑ قبول کرے گا اور اگر خدا قبول نہ کرے تو منزلت امام حسین علیہ السلام جو اللہ کے نزدیک ہے اہل محشر پر کس طرح ظاہر ہوگی ذوالجناح بھی تین دن بھوکا و پیاسا رہا ہے اس کے علاوہ ذوالجناح عارف امام حسین علیہ السلام تھا۔ اور فنا فی الامام ہوتا گویا فنا فی اللہ ہوتا ہے۔ امام علیہ السلام کی معرفت حاصل کرنا اعلیٰ درجہ کی معرفت ہے (مقام حیرت ہے کہ مقصرین علماء پھر بھی امام علیہ السلام کی معرفت حاصل کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں حالانکہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا والمقصر فی حقکم زاھق یعنی کہ تقصیر کرنے والے کے اعمال حسنہ باطل ہیں۔ از مترجم)

صاحب کتاب الریاض علامہ مرحوم فرماتے ہیں یسبح ذوالجناح فی غمرات بحرالکفاح کالتمساح و ملاء الفضاء من الصهيل والصياح و يرتعد بصهيله فی غبار الهياج و يسلب دمع العين فی جولته حول الحسين كالغمام الهاطل و يسيل الدم علی مناكبه من العرف والكاهل

یعنی کہ ذوالجناح نے گھڑیال (نالہ) کی مانند دریائے جنگ میں غوطہ لگایا اور تلاطم افواج میں سیاحت کی۔ صیحہ کیا۔ اور دانتوں سے دشمن کے آدمیوں کو پکڑ پکڑ کر زخمی کرتا اور سموں سے کچل دیتا تھا اس وقت ذوالجناح کا رجز اس کے شل تھا۔ الظليمة، الظليمة من امة قتلت ابن بنت نبيها

یعنی کہ حسینؑ مظلوم ہیں اُمّت نے اپنے نبیؐ کی دختر کے فرزند کو بے گناہ قتل کر دیا۔ ؎

من مرکب بصاحب شہزادہ حسینم
از بہر غریبش بدین شیون و شینم
ای داد بر این اُمّتِ میشوم بتہ کار
کشتند پسر دختر پیغمبرؐ مختار

یعنی کہ میں شاہ مظلوم کا مرکب ہوں اور میرا راکب نرغۂ اعدا میں ریگ گرم پر پڑا ہے اور میں اس غریب پر صیحہ نالہ بلند کر رہا ہوں اے وائے امت نبوتی تیری تباہ کاریاں کہ نواسہ رسولؐ خدا کو قتل کر دیا۔

مقتل سے ذوالجناح کا در خیمۂ اہل بیتؑ پر پہنچنا

جب ذوالجناح ملاعین کو ختم کر چکا تو لشکر عمر بن سعد نے ہجوم کیا۔ ذوالجناح

نے صیحہ کیا اور ٹاپوں سے خاک اُڑاتا ہوا۔ خیام اہلحرم کا رخ کیا چنانچہ۔

صاحب ریاض لکھتے ہیں کہ جب ذوالجناح نے یہ دیکھا کہ لشکر عمر ابن سعد کا امام مظلوم پر ہجوم ہو رہا ہے اور ملاعین آپ کے قتل پر آمادہ ہیں پس ذوالجناح خیام کی طرف روانہ ہوا کہ خبر کرے۔ بروایت مناقب ذوالجناح کی یہ حالت تھی۔ کہ خون امام مظلوم سے اس کے پامال رنگین تھے۔ باگیں کٹی ہوئی تھیں زین خالی تھا۔ رکابیں ڈھلی ہوئی تھیں در خیمہ پر پہنچ کر اس نے صیحہ کیا۔ اہلحرم در خیمہ پر آئے خالی گھوڑا دیکھ کر واحسیناہ وامظلوماہ کی صدائیں بلند ہوئیں ذوالجناح بھی زخمی تھا خون کے قطرے اس کے جسم سے ٹپک رہے تھے۔ سکینہ خاتون ذوالجناح کے قدموں کو لپٹی ہوئی کہہ رہی تھیں ذوالجناح میرے بابا کو کہاں کیا۔ ام کلثومؑ کہہ رہی تھیں ذوالجناح جب تو گیا تھا تو تیرا راکب (حسینؑ) موجود تھے تو خالی واپس آیا ہے کیا حسین مارے گئے کیا اماں زہراؑ کا گھر اجڑ گیا کیا فاطمہ زہرا کا دودھ۔ خون ہو کر بہہ گیا ذوالجناح اس وقت صیحہ کر رہا تھا۔ سموں کو زمین پر مار رہا تھا۔ اور سر سے اشارہ کر رہا تھا کہ حسینؑ میدان میں رہ گئے میں بے سوار ہو گیا۔ اہلحرم سمجھ گئے کہ حسینؑ مظلوم پر کوئی تازہ بلا آئی ہے۔

للشیخ الدر مکی

فحين ابصرته النسوان مختضبا — خرجن كل امانی الذليل تعتبر
كل تقول فجعنا بالذی فجعت — به البتول وما تتنا المقادير
وعند ذلك زلزلن وولولن ولطمن خدودهن ومزقن
جيوبهن و برزن خاسرات حافيات والوجوه كاشفات والرؤس
مكشوفات والشعور منشورات والدموع منشورات والصدور

مجذوشات والقلوب ملھوفات۔

یعنی کہ مخدّرات عصمت اور امام حسینؑ کی دختراں نے جب ذوالجناح کو اس حالت میں دیکھا تو خیمے سے سب باہر نکل آئیں اور زلزلہ و ولولہ پیدا ہوگیا۔ اہلحرم مونہہ پر طمانچے لگا رہے تھے گریبان چاک کر دیئے تھے عورات سر و پا برہنہ سینہ کوبی کر رہی تھیں آنکھوں سے آنسو جاری تھے واماماہ واسیداہ۔ کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں درمیان میں ذوالجناح تھا اور اہلحرم حلقہ بنائے ہوئے تھے۔ تمام مخدّرات کہ جن کی تعداد چونسٹھ تھی ذوالجناح کے گرد جمع تھے (یہ پہلا جلوس ذوالجناح تھا کہ جسم کی رسم خود ذوالجناح نے ڈالی ہے اور اہلحرم ماتم کنان تھے) اور ذوالجناح بھی اہلحرم کے ساتھ گریہ کنان تھا۔ اگر اس حیوان باوفا کا تقابل شہدائے کربلا سے کیا جائے اور اس چیز سے قطع نظر کر لی جائے کہ یہ حیوان مطلق ہے مگر اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ذوالجناح عارف امام حسین علیہ السلام تھا۔ عارف رسولؐ خدا تھا کیونکہ آنحضرت کائنات کی ہر شے پر رسولؐ ہیں ذوالجناح نے اشارہ کیا کہ میدان میں حسینؑ کو چھوڑ آیا ہوں۔ ثم یرجع الی المعرکۃ بالزحل والضوضاء تبحتہ خواتین النساء وزمرۃ الاماء ولم یبق بالفسطاط غیر الامام زین العابدین فی حنین وانین۔

یعنی کہ ذوالجناح نے میدان کا رخ کیا اور تمام مخدّرات و اہلحرم ذوالجناح کے عقب میں چل رہے تھے سوائے سید سجادؑ کے خیمہ میں کوئی نہ تھا۔ جب یہ ماتم کنان قافلہ مقتل میں پہنچا عورتوں نے دیکھا کہ ظالم سر جدا کر رہا ہے اور سینۂ اقدس پر اپنا موزہ رکھے ہوئے ہے جب جناب زینبؑ نے دیکھا تو واحسینا

کی صدا بلند کی۔ وہ ظالم شمر ملعون تھا کہ جس نے خنجر سے امام حسینؑ کو ذبح کیا۔ مولف کتاب فرماتے ہیں کہ یہ بیانات جو سپرد قرطاس کئے ہیں میرے والد مرحوم نے زیارت ناحیۂ مقدسہ اخذ کئے ہیں۔ مرشدک لکل ذٰلک ما قال الامام القائم عجل اللہ فرجہ و سھل اللہ ظھورہ ویرشدک بکل ذٰلک۔

حضرت امام عصر علیہ السلام نے اپنے جد نامدار سید الشہداء علیہ السلام کو مخاطب کر کے اس طرح مصائب بیان کئے ہیں۔

قد عجبت من صبرک ملائکۃ السمٰوات فاحدقوا بک من کل الجھات واثخنوک بالجراح وحالوا بینک وبین الرواح ولم یبق لک ناصر وانت محتسب صابر تذب عن نسوتک واولادک حتی نکسوک عن جوادک فھویت الی الارض صریعا جریحا تطؤک الخیول بحوافرھا وتعلوک الطغاۃ ببواترھا قد رشح الموت جبینک واختلف بالانقباض والانبساط شمالک ویمینک تدیر طرفا رجعنا الی رحلک وبیتک وقد شغلت بنفسک عن ولدک واھالیک واسرع فرسک شاردا الی خیامک قاصدا مھمما باکیا فلما راین النساء جوادک مخزیا ونظرن سرجک علیہ ملویا برزن من الخدور ناشرات الشعور علی الخدود لاطمات الوجوہ سافرات وبالعویل داعیات وبعد العز مذللات والی مصرعک مبادرات والشمر لعنہ جالس علی صدرک۔

(ماخوذ از زیارت ناحیۂ مقدسہ)

امام العصر علیہ السّلام نے ذوالجناح کے مقتل سے در خیام اہلبیتؑ پر پہنچنے کی وضاحت فرمائی ہے۔ پہلی مرتبہ ذوالجناح اس وقت در خیام پر آیا ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ علیہ السّلام زخمی حالت میں گھوڑے سے زمین پر گرے ہیں۔

ذوالجناح نے خبر دی اور اہلحرم کو اپنے ساتھ مقتل میں اس جگہ لے گیا کہ جہاں عالیمقام ریگ گرم پر پڑے ہوئے تھے دوسری مرتبہ ذوالجناح در خیام پر اس وقت آیا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السّلام شہید ہو چکے تھے جب اہلحرم مقتل میں پہنچے ہیں تو معلوم کس حالت میں امام حسین کو دیکھا ہوگا۔

ارباب بصیرت پر یہ امر مخفی نہ ہوگا کہ جب فرزند فاطمہؑ زہرا گھوڑے پر جھک گئے اور زمین پر گرے تو علی حدة الایمن یا علی حدة الاسیر یا علی شبیهة السجود یعنی کہ یا دائیں پہلو یا بائیں پہلو یا سجدہ کی صورت میں زمین پر گرے ہیں۔ اس وقت ذوالجناح امام حسینؑ کے گرد گھوم رہا تھا۔ اور دشمنوں کو نزدیک آنے سے روک دیا تھا۔

سید مرحوم فرماتے ہیں کہ فوقف یستریح ساعة وقد ضعف عن القتال فابينهما هو واقف اذ اتاه حجر فوقع فی جبهته یعنی کہ امام مظلوم تھوڑے سکون کے بعد کھڑے ہوئے لیکن بوجہ ضعف جنگ پر قادر نہ تھے۔ دشمنوں نے دیکھا کہ حسینؑ ابھی زندہ ہیں ایک ظالم نے آپ کو پتھر کا نشانہ بنایا جو آپ کی پیشانی مبارک پر لگا ہے

برآیات گنج الٰہی شکست   طلسمات عز الٰہی شکست

بطاق رواق سر سرور آن
شکست اندر آمد ز سنگ افگنان

خزانہ آیات الٰہیہ یعنی پیشانی مبارکہ پر سجدہ معبود کے نشان پر پتھر لگا اور رواں سر چاروں طرف سے شکستہ ہوگیا۔ خون جاری ہوگیا۔ خون پاک کرنا چاہا مگر پیشانی سے خون صاف نہ کر سکے کہ واحسرتا ایک تیر سہ شعبہ لشکر باطل کی طرف سے آیا اور وہ تیر امام حسینؑ کے سینہ مبارک پر لگا۔ اور دل سے گزرتا ہوا پشت مبارک سے نکل گیا امام مظلوم نے اس وقت فرمایا بسم الله و بالله و فی سبیل الله۔

تیر سہ شعبہ یعنی تین پھال کا تیر یعنی کہ پیکان۔ پیکان اگرچہ تیر کو بھی کہتے ہیں اصل اس سے مراد برچھی، یہ بھی تین پھال کی ہوتی ہے جو تیر کے سرے پر لگی ہوتی ہے۔ اس تیر کو نصل اور معلبہ کہتے ہیں نصل سے نیزے کی پھال مراد ہے اور اگر پیکان بڑی اور چوڑی ہو تو اسے معبل کہتے ہیں اور فارسی زبان پیکان کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں ایک صورت مسحاة یعنی بیلچہ دوسری صورت میزاب ہے یعنی کہ پرنالہ، اسی کو ناوک کہتے ہیں۔ اور ایک قسم سر نیزہ۔ یعنی تین نیزے اوپر سے الگ الگ اور بانس ایک ہوتا ہے اور اس کی بھی دو صورتیں ہیں ایک دو پھل والی دوسری تین پھلو والی ہوتی ہے اے شیعہ آل محمدؐ کہ جو تیر امام مظلوم کے سینہ پر لگا وہ پیکان تھا۔ آپ اندازہ فرمائیں کہ اس وقت امام مظلوم کی کیا حالت ہوگی۔

علامہ کتاب الریاض میں فرماتے ہیں کہ وہ تیر سینہ کو توڑتا ہوا پشت کی طرف نکل آیا تھا۔ اہل خبر کی ایک جماعت نے لکھا ہے کہ اس تیر سے دل بھی زخمی ہوگیا تھا زیارت امام حسینؑ میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں کہ السلام علی المقطوع الوتین۔ وتین دل کی ایک رگ کا نام ہے جو اس تیر سے قطع ہوگئی تھی اور آپ گھوڑے پر سواری کے قابل نہیں رہے تھے۔

مرحوم شیخ جعفر سوستری امام حسین کی اس حالت کو بیمار و ناتوان کی نماز پڑھتے

کی صورت سے تشبیہ دیتے ہیں کہ امام عالیمقام نے اس وقت مثل بیماروں کے وضو فرمایا اور نماز بھی بیٹھ کر پڑھی۔ آپؑ کے وضو کرنے کے متعلق فرمایا ہے کہ وضو خونِ دل سے کیا۔ کیونکہ جب امامؑ مظلوم نے تیر سہ شعبہ سینہ سے کھینچا ہے تو خون جاری ہوا اور حضرت مشغول بہ وضو ہوئے۔

فوضع یدہ علی الجرح فلما امتلات بطخ بھا راسہ و لحیتہ کہ آپ نے خونِ دل سے چلّو بھرا اور اپنے چہرہ مبارکہ پر ملا۔ گویا وضو فرمایا۔ اور بعدہٗ نماز ادا کی جو آپ نے نماز بیٹھ کر پڑھی بعدہٗ سجدہ ادا کیا۔ دوسری رکعت بھی بیٹھ کر ادا کی۔ مرحوم سیّد فرماتے ہیں کہ فجعل یَنُوْءُ و یکبو۔ یعنی کہ اس سے مراد ہے کہ بیٹھنے کی حالت میں رکوع و سجود ادا کیا۔ اور پھر بعد نماز سجدۂ شکر ادا کیا لیکن امام مظلوم سجدۂ شکر کی حالت میں رکوع اس وقت یہ عالم تھا کہ علی خدہ الایمن و کاھی علی خدہ الایسر یعنی کبھی دائیں جانب اور کبھی بائیں جانب رخسار مبارک خاک پر رکھتے تھے آپ اسی حالت میں تھے کہ شمر ولد الحرام آیا اور اُس نے خنجر بکف سینۂ اقدس پر موزہ سمت قدم رکھا اور سر امام حسینؑ جدا کیا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

مجالس در شہادت سیّد الشہداء علیہ

حضرت سید الشہداء علیہ السّلام کا خاک پر گرنا اور زخموں سے چُور چُور ہونا

الحمد للہ الذی لا یعزب عنہ اضطراب الشہداء فی الدماء السائلات

لا یخفی علیہ طغیان الطغاۃ فی عالم الشہادات ثم الصلوۃ و السلام علی سیدنا محمد و آلہ ما دامت الارض والسموات خصوصا علی سیدنا الحسین المظلوم الذی اطاع اللہ فی سرہ وعلانیتہ وجعل اللہ الشفا فی تربتہ و اجابۃ الدعا تحت قبتہ المرمل بالدماء والمقتول الظماء غریب الغرباء قتیل الادعیا ساکن ارض کربلا المحتسب الصابر المظلوم بلا ناصر المقطوع الوتین والمعفر الجبین والشیب الخضیب والخد الترب والبدن السلیب والراس المرفوع والشلو الموضوع سلام اللہ علیہ و برکاتہ۔

یا مؤمنا متشیعا بولایۃ یرجو النجی والفوز یوم المحشر
ابک الحسینؑ بلوعۃ وبحرقۃ ان لم یجد ھا المقلۃ ادلک اکثر
وامزج دموعک بالدماء وقل ما فی حقہ حقا اذا لم تتصر
والبس ثیاب الحزن یوم مصابہ ما بین اسود حالک او اصفر
فعساک تحظی بالمعاد بشربۃ من حوضہم مالذ ید سکر

اس وقت کی منظر کشی کے لیے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السّلام ذوالجناح سے زمین پر تشریف لائے گویا عرش الٰہی زمین پر گرا۔ ردیان دلسوز اس طرح رقم طراز ہیں کہ کثرت زخم اور لہو کے بہہ جانے کی وجہ سے امام حسین علیہ السّلام گھوڑے پر نہ سنبھل سکے تو آپ اپنے اسپ وفادار ذوالجناح کی مدد سے زمین پر تشریف لائے۔ اس وقت ذوالجناح نے بزبانِ حال کہا۔

ای راکب تاجدار برخیز وی صفدر روزگار برخیز

بر خیز بخیمہ ات رسانم　　از جنگ عدوٗ دین رہانم
بر خیز سکینہؑ دختر تو　　وآن زینبؑ زار خواہر تو

در راہ تو انتظار دارند
خون دیدہ اشکبار دارند

یعنی کہ اے میرے تاجدار راکب۔ اے امام الکونین اور اے صفدر زمانہ اٹھیے۔ اٹھیے میں آپ کو آپ کے خیمہ تک پہنچاؤں گا۔ دشمنان دین کے ہاتھوں سے محفوظ رکھوں گا آقا و مولیٰ اٹھیے۔ اٹھیے آپ کی بیٹی سکینہ آپ کی غمزدہ بہن آپ کے انتظار میں بیٹھی ہیں آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔

چہ افتاد ایجان من بقربانت　　زجاء خیز کہ بیروں برم زمیدانت
زجاء خیز کہ زخم تنست فراوانست　　لطیف پیکر تو آفتاب سوزانست

چرا نمیکنی رو سوے خیمہ از احسان
مگر نمی شنوی آہ و نالۂ طفلان

یعنی کہ ذوالجناح نے بزبان حال عرض کیا اے آقاء نامدار میری جان آپ پر قربان آپ اپنی جگہ سے اٹھیے تاکہ میں آپ کو میدان سے خیمہ میں لیجاؤں۔ آپ کے جسم مبارک پر زخم ہی زخم ہیں۔ اور آفتاب کی دھوپ آپ پر پڑھ رہی ہے مولیٰ آپ کس لیے خیمہ میں نہیں جاتے کیا آپ عورتوں اور بچوں کی آہ وزاری نہیں سن رہے ہیں۔ امام حسینؑ نے آنکھ کھولی۔ تو ذوالجناح دیکھا اس کا صیحہ کرنا سنا اور خیموں میں اہلبیتؑ کے رونے کی آواز سنی۔ صاحب الریاض لکھتے ہیں کہ اس وقت تک امام حسینؑ بحالت جراحت بھی مکمل طاقت بشریہ کے حامل تھے تاکہ عصائب کا مشاہدہ کر سکیں اور جسقدر مصائب میں صبر اسیقدر مقام محمود

حاصل ہوتا ہے۔ مرحوم سید کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ وصاح الشمر لعنہ اصحابہ ماتنتظرون بالرجل کہ اے لشکر والوں اب کس بات کا انتظار ہے حسینؑ کو قتل کرو۔ ناگاہ عمر بن سعد کی فوج کے پیادہ نے چاروں طرف سے حملہ شروع کیا۔ اور ذرعۃ بن شریک ملعون آگے بڑھا اور اس نے امام حسینؑ مظلوم پر تلوار سے وار کیا آپ نے ہاتھ اٹھا کر بلند کئے کیونکہ ہاتھ انسان کے لیے بمنزلۂ سپر ہوتے ہیں۔ آپ کا دست چپ قطع ہو گیا اس وقت شمر ولد الحرام خیام اہلبیتؑ کے نزدیک جاکر شور مچانے لگا اے لشکرو۔ خیام کو آگ لگا دو اے شیعو اندازہ کرو کہ اس وقت اہلحرم کا کیا حال ہوگا کہ جب شمر نے خیام کو آگ لگانے کا حکم دیا ہے اہلحرم میں ایک شور وغوغا پیدا ہو گیا۔ امام حسین علیہ السلام نے جب صدائے نالۂ فریاد اہلحرم سنی تو فرمایا اے شمر تجھے خدا اپنی آتش غضب میں جلائے تو اہلحرم کے خیموں کو آگ لگانا چاہتا ہے۔ اُسدم شیعب بن ربیع نے شمر کو سخت سست کہا اور کہا کہ اہلحرم سے کیا دشمنی ہے تو خیام کو آگ لگانا چاہتا ہے اس نے شمر کو آگ لگانے سے روکا۔ جناب زینب خاتونؑ خیمہ سے برآمد ہوئیں مقتل کا رخ کیا کہ دیکھیں حسینؑ کے سر کے ساتھ کیا سلوک ہوا ہے۔ امام حسینؑ کو اس عالم میں دیکھا کہ خدا کسی بہن کو بھائی کی یہ ایسی زخمی صورت نہ دکھائے۔ عمر بن سعد بدنہاد وہاں موجود تھا آپ نے اس سے فرمایا۔

اما تستحی تنظر الحسین عند قتلہ۔ یعنی اے عمر بن سعد تو کھڑا قتل حسینؑ کا تماشا دیکھ رہا ہے بروایتے حمید بن مسلم عمر بن سعد ملعون خاموش رہا اور کچھ جواب نہ دیا۔ شیخ مفید فرماتے ہیں کہ جناب زینبؑ خاتون نے لشکر عمر بن سعد کی طرف موہنہ کرکے فرمایا۔ اما فیکم مسلم۔ آیا تمہارے

درمیان کوئی بھی مسلمان نہیں ہے۔ لیکن ان مخذرہ کو کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ آپ نے چاروں طرف صدائے استغاثہ بلند کی اور فریاد کی کیا کوئی مسلمان نہیں ہے کہ جو حسینؑ غریب کی مدد کرے۔

تنادی اما من مسلم ذی حمیۃ   یحامی وعن آل رسول یذود
اما من شہاب ثاقب یحرق العدی   نار فشیطان الطغاۃ عنید
اما من نصیر ینصر الفرد نصرۃ   فینصر یوم الجمع وھو فرید

حضرت زینب بیکس کے مقتل میں پہنچنے کی حالت اضطراب منبط تحریر میں نہیں لائی جا سکتی آپ کے اضطراب کا یہ عالم تھا کہ فریاد کر رہی تھیں کہ اے فاطمہؑ کے چاند تو گہن میں آگیا تو خاک پر پڑا ہے۔ آفتاب کی دھوپ تیرے جسد مبارک پر پڑ رہی ہے۔ کبھی آپ حسینؑ کی لاش بے سر سے خطاب فرماتیں۔ اور کبھی آپ خیمہ کی طرف آتیں اور اہلحرم کو تسلی دیتیں۔ کبھی عمر سعد سے فرماتیں کہ تو دیکھ رہا ہے اور میرا بھائی ذبح ہو رہا ہے۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

روز عاشوراء شہادت عبداللہ بن الحسین علیہ السلام

شہداء کربلا میں عبداللہ بن الحسینؑ کا نام بھی آتا ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام رباب تھا اور ان ہی کے بطن سے جناب سکینہ خاتون پیدا ہوئی ہیں۔ عبداللہ کی کم سن ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ اس وقت تین سال کے تھے اور بعض نے اس سے بھی عمر کم لکھی ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ عبداللہ ہی کو علی اصغرؑ کہتے ہیں۔ لیکن مولف کتاب تحریر کرتے ہیں کہ علی اصغرؑ کی ماں کا نام شہر بانو تھا چنانچہ ابن شہر آشوب کتاب مناقب اور

روضۃ الشہداء میں لکھتے ہیں کہ یہ تصریح شدہ امر ہے کہ جناب عبداللہ اور جناب سکینہ کی والدہ ماجدہ رباب خاتون تھیں اور شہزادہ عبداللہ اور حضرت علی اصغرؑ دونوں کی شہادت تیر لگنے سے واقع ہوئی ہے اسی لیے دونوں کی شہادت میں شباہت پائی جاتی ہے بنابریں یہ شبہ ہوگیا ہے کہ علی اصغرؑ ہی کا نام عبداللہ تھا۔

مرحوم سید اور شیخ مفیدؒ نے فرمایا ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام در خیمہ پر آئے تو آپ نے اپنے طفل صغیر کو طلب کیا جناب زینبؑ خاتون اس کو لائیں اور امام حسینؑ کو دیدیا آپ نے اس کو اپنی گود میں لیا اور عبا کا دامن اس پر ڈال دیا۔ اور اسی حالت میں اس طفل صغیر یعنی عبداللہ کو تیر لگا اور بچہ کی روح پرواز کر گئی۔ لیکن یہ بھی مذکور ہوا ہے۔ کہ جب سید الشہداء علیہ السلام گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اس وقت اعداء دین میں سے ہر ایک شخص آپ کے قتل پر آمادہ تھا۔ در خیمہ سے ایک طفل نکلا۔ ابھی امام حسینؑ قتل نہیں ہوئے تھے وہ طفل خیمہ سے نکل کر مقتل میں پہنچا۔ فحملہ صبیا صغیرا من اولادہ اسمہ عبداللہ وقتلہ یعنی کہ اولاد حضرت امام حسینؑ میں سے ایک طفل جس کا نام عبداللہ تھا مقتل میں پہنچا اور جاکر حضرت کے سینہ مبارک سے لپٹ گیا اور ظالموں نے اسے شہید کر دیا۔ مولف کتاب کے والد مرحوم فرماتے ہیں کہ۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بچہ از خود خیمہ سے نہیں نکلا۔ بلکہ زینب خاتون نے اس کو امام مظلوم کا حال دیکھنے کے لیے بھیجا کہ وہ جاکر دیکھے کہ حسینؑ کس حال میں ہیں شہزادہ عبداللہ مقتل میں پہنچے کہ عمو محترم نیم غشی کی حالت میں ہیں۔ امام حسینؑ کے سرہانے کھڑے ہوگئے امام مظلوم نے نگاہ اٹھائی دیکھا کہ نور نظر

سامنے موجود ہے ہاتھ پھیلا کر اس کو اپنے سینہ مبارک سے لگایا کہ ایک ظالم آیا اور اس نے بچہ کو آغوش امام سے کھینچ کر شہید کر دیا۔ فاخذہ رجل من بنی اسد فذبحہ یعنی کہ بنی اسد میں سے ایک ظالم نے اس کو آغوش امام حسینؑ سے جدا کر کے شہید کر دیا فارسی شاعر نے ایک عجیب انداز میں قاتل کے ظلم کی منظر کشی کی ہے۔

مکن خیال کہ بگرفت و برد در خیمہ — سپار دش بمحبت بدست مادر اُو
مکن خیال کہ بردش کنار نہر فرات — کہ ترکند بیکی قطرہ آب خنجر اُو
مکن خیال کہ میخواست از راہ احسان — غبار غم بزداید ز روئے انور اُو
فغان و آہ کہ بگرفتہ بیش از دو گام — بلند کرد بخاک او فکند پیکر اُو
بسوز شیعہ ازین غم کہ پیش چشم پدر — کشید خنجر و کرد از بدن سر اُو

بزیر تیغ چو اطفل دست و پا میزد
بدی نگاہ پدر سوئے نعش اطہر اُو

خلاصہ اشعار کا یہ ہے کہ اس ظالم نے جب عبد اللہ کو امام حسینؑ کی گود سے کھینچا تو اس لیے نہیں کہ اُسے در خیمہ تک پہنچا دے اور اس کو اس کی ماں کی سپرد کر دے۔ اس خیال سے اس معصوم کو آغوش پدر سے جدا نہیں کیا کہ اسے کنار نہر فرات لے جائے۔ اور اس کی تشنگی آب خنجر سے بجھائے۔ شاعر کہتا ہے کہ یہ خیال نہ کرو کہ ظالم نے اس لیے بچہ کو آغوش پدر سے جدا کیا کہ اس کے چہرہ پر غم والم کی گرد پڑی اسے دور کرے۔ جب بچہ کو ظالم نے کھینچا تو دو تین قدم اس کی آہ و فغان سنی گئی کہ ظالم نے تلوار بلند کی اور اس طفل صغیر کو ذبح کر دیا۔ جب عبد اللہ تڑپا تو امام حسینؑ

نے نگاہ اٹھا کر دیکھا واحسرتا اس وقت امام حسینؑ پر کسقدر صدمۂ جانکاہ گزرا ہوگا۔ وقت ذبح شہید معصوم امام حسینؑ کے اسقدر قریب تھا کہ آپ اپنے چلو میں اس کا خون لیا اور آسمان کی طرف پھینکا اور فرمایا خداوند تو ہی ان ظالموں سے انتقام لینے والا ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السّلام کا خاک پر گرنا لشکر اعدا کا بصورت تماشائی جمع ہونا

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ مجروح حالت میں حضرت امام حسین علیہ السّلام گھوڑے سے زمین پر گرے۔ مضطربا فی الدماء مرا مقابطرفہ الی السماء مناجیا للرب داجیا للحیاء یعنی کہ امام مظلوم بحالت اضطراب خون میں نہائے ہوئے۔ زندگی کے آخری لمحوں میں آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے بارگاہ معبود میں مناجات کی جیسے اوراق قرآن زمین پر بکھرے پڑے ہوں۔ اس وقت دو دو چار چار ملعون بقصد قتل امام حسینؑ آتے تھے اور حالت جراحت دیکھ کر واپس چلے جاتے تھے۔ اگرچہ ظالموں نے امام مظلوم کو اس حالت میں دیکھا مگر پھر بھی امام حسینؑ کے قتل سے باز نہ آئے۔

خداوندا قاتلان حسینؑ پر عذاب نازل کر۔ کتاب ریاض الشہادت اور روضۃ الشہداء میں ہے اور اس روایت کو اسمعیل بخاری نے اپنی کتاب میں بھی نقل کیا ہے کہ لشکر کوفہ و شام میں سے ایک شخص حضرت امام حسینؑ کو قتل کرنے کے لیے نکلا جب وہ آپ کے نزدیک پہنچا۔ حضرت نے ایک آہ سرد بھری اور فرمایا انصرف لست انت تقاتلنی کہ تو مجھے قتل کرنے پر آمادہ ہے لیکن میں نہیں چاہتا کہ تو عذاب خدا

گرفتار ہو یہ سن کر وہ شخص رونے لگا اور کہا اے فرزند پیغمبرؐ خدا تمہاری اس وقت بھی یہ حالت ہے کہ مجھے عذاب خدا میں مبتلا ہوتا پسند نہیں کرتے۔ پس وہ شخص تلوار بکف عمر بن سعد ملعون کے پاس گیا اور روتے ہوئے کہا کہ ؎

چہ کردہ است وگناہش چہ این ہمہ لشکر
یکی گرفتہ بکف تیغ و اندکر خنجر
چہ کردہ است کہ از وی تو منع آب کنی
چہ کردہ است کہ بر کشتنش شتاب کنی

یعنی کہ اے عمر بن سعد اس مظلوم نے معاذ اللہ کیا گناہ کیا ہے کہ تیرا لشکر اس پر تیر و تلوار و خنجر لیے ہوئے آمادۂ قتل ہے۔ کیا گناہ (معاذ اللہ) کیا ہے کہ تو نے اس پر پانی بند کر دیا ہے اس نے کونسا ایسا کام کیا ہے کہ تو اس کے قتل میں جلدی کر رہا ہے۔ لیکن اس قوم بے حیا نے کوئی جواب نہ دیا۔ پس اس شخص نے اپنی تلوار عمر بن سعد ملعون کے حوالہ کی۔ لشکر عمر بن سعد کے پیادوں نے اس پر ہجوم کیا۔

اور اس پر پتھر مارنے شروع کئے یہاں تک کہ وہ زخمی ہو کر زمین پر گرا۔ اور حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی طرف رُخ کر کے عرض کیا اے فرزند رسولؐ میں نے آپ کی محبت میں جان دی ہے اور آپ بروز حشر اپنے لشکر کے ساتھ مجھے جنت میں لے جائیں۔ حضرتؑ نے فرمایا طب نفسا فانی شفیع لک عند اللہ خاطر جمع رکھو مطمئن رہو کہ میں روز قیامت خدا سے تیری شفاعت کروں گا۔ پس ان ظالموں نے اس ناصر امام حسینؑ کو شہید کر دیا۔ اے شیعو تم آج امام حسین علیہ السلام کی غمخواری کرو عزاء امام مظلوم برپا کرو تاکہ روز قیامت سید الشہداء علیہ السلام تمہاری شفاعت کریں اور تمہیں گرمی محشر سے نجات دلائیں۔ اس ناصر امام مظلوم کے شہید ہونے

کے بعد عمر ابن سعد ملعون نے کہا کہ اس لشکر میں کوئی حسین ابن علیؑ کے قتل پر آمادہ نہیں ہوتا۔ اس پر سپاہ کوفہ و شام نے کہا کہ اے عمر ابن سعد تو خود کیوں قتل نہیں کرتا۔ اپنی گردن پر قتل حسینؑ کا بوجھ نہیں اٹھاتا اور دوسروں کی گردن پر اس خون ناحق کو رکھتا ہے (حالانکہ سب ہی قاتلوں کے زمرے میں ہیں) اس وقت عمر ابن سعد ملعون خنجر بکف امام حسین علیہ السلام کی طرف بڑھا جب امام حسینؑ نے اس کے قدموں کی آہٹ محسوس کی تو سر مبارک خاک سے اٹھایا اور فرمایا اے عمر انت جشت بقتلی یعنی کہ تو مجھے قتل کرے گا اس ملعون کو حیا آئی اور وہ اپنے لشکر کی طرف واپس چلا گیا۔

شرح احوالِ جوانِ نصرانی

کتاب ریاض المومنینؒ میں وارد ہوا ہے کہ ایک شخص نصاریٰ نے خواب میں چار مرتبہ حضرت عیسیٰؑ ابن مریم کی زیارت کی۔ اور ایک مرتبہ حضرت پیغمبرؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ وہ شخص شہر روم کا رہنے والا تھا طالبان حق اور سالکان راہ حق میں سے تھا ہمہ وقت ریاضت و عبادت میں گزارتا تھا ؎

فطرتش از نور عقل پاکتر — چشمش از روح ملک چالاکتر
عیسیٰؑ آئین جان نورانی او — صد چو عیسیٰؑ لیک نصرانی او

یعنی وہ بالفطرت نور عقل سے پاک تر تھا۔ اور اس کی بصیرت روح ملک کی بصیرت سے زیادہ تھی۔ جناب عیسیٰ بن مریمؑ کے طریق دینی پر گامزن تھا۔ سب کچھ سہی مگر وہ پھر بھی نصرانی تھا مسلمان نہیں تھا۔ پہلی مرتبہ جب اس نے حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کو خواب میں دیکھا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ اے جوان اگر تو راہ خدا کا متلاشی

ہے تو راہ سفر شام اختیار کر۔ اُس جوان نصرانی نے سامان سفر شام باندھا۔ سفر اختیار کیا چند عرصہ شام میں رہا۔ پھر دوسری مرتبہ اُس نے حضرت عیسیٰ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ اے نصرانی اب ملک شام سے کوفہ جاؤ۔ وہ نصرانی کوفہ پہنچا کچھ دنوں کوفہ میں قیام کیا لیکن اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ اس سفر کوفہ کا کیا مطلب ہے؟ ابھی وہ کوفہ ہی میں مقیم تھا کہ ابن زیاد ملعون نے اپنا لشکر کربلا روانہ کیا جو حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کے قتل کے لیے روانہ کیے تھے لاتعداد لشکر تھا۔ تیسری مرتبہ پھر اس نصرانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عالم خواب دیکھا کہ فرماتے ہیں خوشا نصیب کہ تو حق کے قریب پہنچ گیا ہے اب تو سفر نینوا اختیار کر جسے کربلا بھی کہتے ہیں یہ زمین ۔زمین یونس بن متیٰ اور میری ولادت کی جگہ ہے اس نے حسب الامر جناب عیسیٰؑ سفر کربلا اختیار کیا۔ کربلا میں وارد ہوا۔ متلاشیٔ منزل حق تھا رات دن اسی خیال میں مستغرق رہتا کہ تعبیر خواب ایک نئی خواب کی صورت میں نمودار ہوئی اس نے عالم خواب میں دیکھا کہ وہ عالم روحانیت میں موجود ہے دربار روحانیت آراستہ ہے اور حضرت عیسیٰؑ تشریف فرما ہیں ملائکہ اور روحانیتیں بصورت ماتم کناں بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ نے اس نصرانی سے گریہ کناں حالت میں فرمایا کہ اے جوان اٹھ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کر۔ آپ پیغمبر اسلام اور خاتم النبین ہیں۔ میں خواب سے بیدار ہوا لیکن میری سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ اس خواب کا مقصد کیا یہاں تک کربلا میں روز عاشورا محرم نمودار ہوئی۔ دیکھا کہ ایک طرف بے پناہ لشکر بہت مختصر سا ہے اس میں آواز تکبیر بلند ہے۔ وہ شخص احوال جنگ معلوم کرنے کے لیے بے چین ہوا مگر خوف دامن گیر تھا کہ لشکر کثیر کہیں اسے گرفتار نہ کر لے۔ ناگاہ اس نے بوقت ظہر دیکھا کہ روسائے کوفہ میں سے ایک معمر شخص زخمی

حالت میں ہے اس نے نصرانی سے کہا کہ جرّاح کو لاؤ۔ نصرانی جرّاح کو لایا اور اس نے مرہم پٹی کی۔ اسی دوران عمر بن سعد ملعون کی نظر اس نصرانی پر پڑی چہرہ پر کچھ آثار فکر و پریشانی دیکھے اور اس کو ترسان و افتادہ خیمہ کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔ وہ ایسا وقت تھا کہ عمر بن سعد کی فوج کا ہر ایک سپاہی قتل حسین ابن علیؑ پر آمادہ تھا اور حضرت امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لا چکے تھے جو لوگ قتل امام مظلوم پر آمادہ تھا ان میں سے کسی نے کہا کہ جب میں آپ کے سر مبارک کی طرف گیا میں نے دیکھا کہ پیغمبرؐ خدا موجود ہیں آنکھوں سے آنسو رواں ہیں اور آپ کی بیٹی فاطمہ زہرا نالہ و شیون کر رہی ہیں۔ کسی دوسرے شخص نے کہا کہ ابن سعد۔ حسینؑ تو خود قریب بہ شہادت ہیں۔ یہاں کہ عمر بن سعد ملعون آپ کے قتل کی نیت سے آپ کے نزدیک گیا کہ اس ملعون کی نظر اس نصرانی پر پڑی۔ حیران رہ گیا کہ یہ نصرانی یہاں کیوں موجود ہے۔ عمر ابن سعد ملعون نے حیرت زدہ ہو کر اس سے اس طرح کہا ہے

کای نصرانی چون تو عیسیٰ ملتی — نیست با اسلام ہیچ نسبتی
این شہی کاینساں بخاک افتادہ است — در یقین پیمبر زادہ است
دشمن دین شما مغضوب ماست — کشتن دشمن بہر ملت رواست

گر کشی او را ندانی چون شود
نزد عیسیٰؑ رتبت افزوں میشود

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ عمر ابن سعد ملعون اس نصرانی کے پاس آیا اور کہنے لگا اے نصرانی تو ملت و دین عیسیٰؑ پر ہے نہ کہ مسلمان اور یہ شاہ جو خاک و خون میں غلطان پڑا ہے یقیناً نبی زادہ ہے نواسۂ رسولؐ خدا ہے۔ لیکن اے نصرانی تمہارے دین

کا دشمن ہمارا بھی مغضوب ہے اور ملت و دین کے دشمن کو قتل کرنا روا ہے اگر تو دشمن دین کو قتل نہ کرے گا تو کس طرح عیسٰی کے سامنے رتبہ پائے گا نصرانی اِس خیال سے کہ یہ لشکر اسلام ہے۔ مسلمانوں کا لشکر ہے اور میں خواب میں دیکھ چکا ہوں کہ حضرت عیسٰیؑ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ تو حضرت پیغمبرؐ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس جا۔ شاید کہ خواب کی یہی تعبیر ہو اس خیال سے اس نصرانی سے عمر بن سعد ملعون سے خنجر حاصل کیا کہ دشمن دین محمدؐ کو قتل کر دوں وہ خنجر بکف قتل گاہ میں پہنچا۔ لیکن بہت متفکر تھا۔

نصرانی مستمند دل ریش　　　ہر گام کہ می نہاد در پیش
گامش چو نفس شمرده میرفت　　　پی بر مطلب بزده میرفت
میرفت و زده غبار میرفت　　　ہر دم بزبان حال میگفت
یارب بجلال و جاه عیسٰیؑ　　　یارب برواج دین ترسا
یارب بعبادت برہمن　　　یارب بمغان پاکدامن
یارب بکلیسائی اعظم　　　یارب بطواف گاه مریمؑ
یارب بنوای باد مجری　　　کاین شخص بناشد از نصائی
گر کشتن او ثواب بودی　　　کی از وی اجتناب بودی
لشکر ہمہ اشک و آه دارند　　　اندیشہ ازیں گناه دارند
گویا عمدان سین بدبخت　　　چون من دگری نیافت دل سخت

گر خار در این رہت گر گل
دست من و دامن توکل

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ نصرانی غمگین اور پریشان دل تھا۔ ہر قدم جو وہ اٹھاتا تھا اور

ہر نفس جو آتا جاتا تھا۔ کشمکش کے عالم میں تھا۔ بزبان حال یہ کہہ رہا تھا اے خداوندا، تجھے جاه جلال عیسٰیؑ دین عیسٰیؑ، عبادت برہمن، اور آتش پرستوں کی پاکدامنی، کلیسائی اعظم، اور مریمؑ کے طواف کرنے کی جگہ کا واسطہ۔ مجھ پر واضح کر دے کہ یہ شخص جسے میں قتل کرنے جارہا ہوں کہیں منصوص بارگاہ ایزدی تو نہیں ہے کبھی اس کا قتل کرنا گناہ تو نہیں ہے یہ لشکر تو اس وقت اس کے قتل سے گریزاں ہے اگر تیری راہ میں کانٹے بھی ہیں تو میرے لیے وہ گل ہیں۔ میں تجھ پر ہی توکل رکھتا ہوں۔

کبھی دل میں کہتا کہ تو جویائی حق ہے حق کا متلاشی ہے نہ کہ خلق خدا کا خون کرنا مقصود ہے اس نصرانی کی یہ حالت تھی کہ

آنجوان حق پرست پاک جان　　　داشت با حق گفتگو ہا در نہان
بار الہا خیر آور پیش من　　　تا نبا شد این جوان ہم کیس من
بر من اے ہادیٔ تو بنما راه راست　　　کن شناسائی ویم گز اولیاء است

در تکلم بود جانش با اٰلہ
ہم چنیں تا آمد اندر قتل گاه

یعنی کہ نصرانی اپنے دل سے باتیں کر رہا تھا کہ اے خدا میرے ساتھ خیر پیش آئے اور اے ہادیٔ مطلق تو مجھے راہ راست دکھلا۔ اور اس کی معرفت کرا اگر وہ اولیاء اللہ میں سے ہے اگر اس میں یعنی کہ جسے میں قتل کرنا چاہتا ہوں جان ہوتی یعنی وہ بات کرنے کے قابل ہوتا تو میں اس سے دریافت کرتا کہ اس قتل گاہ میں آنے کا کیا مقصد ہے۔ اس وقت حضرت امام حسینؑ تو مجروح حالت میں تھے صرف رمق جان باقی تھی۔ غرض کہ وہ نصرانی قریب حضرت امام حسین علیہ السلام پہنچا۔

جمال شاہؑ مظلوم پر نظر ڈالی دیکھا کہ یہ تو عیسیٰؑ دوران ہیں۔ یہ تو اپنے وقت کے نوحؑ و سلیمانؑ ہیں یہ خود یحییٰؑ ہیں یہ زکریاؑ ہیں۔ ہنگام بلا یہی یوسف زندان بلا ہیں یہی خلیل خدا ہیں یہی اسمٰعیل ہیں یہی ذبیح اللہ ہیں۔ اس وقت وہ بہت سخت پریشان ہوا ؎

چوں دید حالت زارش جوان نصرانی
بگریہ گفت امان است ازاین مسلمانی
کسی بدشمن خود ہرگز این ستم نکند
کہ ہیچ گبر بعالم چنین ستم نکند

یعنی کہ جب اس نصرانی نے امامؑ مظلوم کی یہ حالت دیکھی بے ساختہ رونے لگا اور اپنے دل سے کہا کہ یہ کیسے مسلمان ہیں کہ اس پر بیکسی کا عالم طاری ہے اور ظلم کر رہے ہیں۔ دنیا میں کوئی اس طرح ظلم و ستم نہیں کرتا اور یہ لوگ مسلمان اور امت رسولؐ خدا ہونے کا دعوی کرتے ہیں اور اس مظلوم کے قتل پر آمادہ ہیں۔ پس پھر اس نصرانی نے امام حسینؑ کی طرف رخ کیا اور کہا اے فخر اولاد آدم اے سیّد و سردار بنی آدم میں آپ کا نام نہیں جانتا میں تو آپ کا جلال دیکھ کر حیران ہوں کہ آپ نبی یا امامؑ، آپ تو مقرب بارگاہ خداوندی ہیں۔ میری آپ ہی راہ نمائی فرمائیں۔

؎

در بحر خون چو ماہی بسمل شناوری — پروردۂ کدام صدف چوں تو گوہری
گویند کوفیان تو زادلا د احمدیؐ — خوانند شامیان کہ تو فرزند حیدری
حیدر کدام سرور احمد کدام شاہ
خود کیستی وہ ہرچہ صد پارہ پیکری

یعنی کہ نصرانی نے امام عالیمقام کی طرف مخاطب ہو کر عرض کیا کہ اے مظلوم تو اپنے خون میں مثل ماہئ بسمل تیر رہا ہے تو کس صدف کا گوہر ہے۔ کوفی لوگ تجھے پیغمبرؐ زادہ کہتے ہیں شامی لوگ تجھے فرزند حیدر کہتے ہیں آخر یہ حیدرؑ اور احمدؐ کون ہیں آخر تو نے خود کیوں، کس لیے پارہ پارہ ہونا گوارا کیا ہے امام حسین علیہ السّلام نے خاک سے سر اٹھایا اور گوشۂ چشم و نظر رحمانی سے اُسے دیکھا۔ نصرانی جو کہ طالب راہ حق تھا کہنے لگا کہ میں آپ پر قربان آپ مجھے بتلائیں کہ آپ کون ہیں۔ اس نے امام عالیمقام کو ذات حق کی قسم دی کہ آپ بتلائیں۔ لیکن جب اُسے امام عالیمقام سے کوئی جواب نہ ملا اس کے دل میں جوش پیدا ہوا۔ قدم بڑھایا دائیں اور بائیں جانب نگاہ کی شہداء کربلا کی لاشیں نظر آئیں دیکھا کہ لاش ہائے شہداء ٹکڑے ٹکڑے ہیں۔ جن میں جوان و پیر اور بچے بھی ہیں۔ اس وقت اس نے امام عالیمقام کو شہداء کربلا کی قسم دی کہ ؎

بحق قوم اشہدوا وعطشانا — وترکوا مجردا عریانا
بحق ھذا الشاب العباس — والرجل المذکور وھذا الناس
بحق ھذا الجسد المنور — شاب یسمی بعلی الاکبرؑ

یعنی اے مقرّب بارگاہ خدا تجھے قسم ان شہداء کی جو پیاسے شہید ہوئے ہیں اور ان کی لاشیں عریاں پڑی ہیں۔ اے مولیٰ آپ کو قسم ہے عباس علمدار کی۔ اور اس جسد منوّر کی قسم ہے جو علی اکبرؑ کے نام سے موسوم ہے۔ غرض کہ جوان نصرانی نے حضرت امام حسینؑ کو قسم دلائی لیکن اس کو کوئی جواب نہ ملا۔ اسی اثناء میں اس نے دیکھا کہ خیام امام حسینؑ سے ایک بی بی بار بار نکلتی ہیں اور مقتل میں کبھی جوان علی اکبرؑ کی لاش پر روتی ہیں اور حسینؑ کے پاس جاتی ہیں اور کبھی خیمہ میں واپس آجاتی ہیں

اس جوان نصرانی نے امام حسینؑ کو ان معظمہ سیدہ بی بی کی قسم دلائی کہ بحق تلک المرأۃ المخدرۃ تعرفنیھا المعقوم بہ بنت حیدرۃ یعنی کہ آپ کو قسم ہے اپنی بہن زینب خاتون کی مجھے اپنا تعارف کرائیے۔ پس جیسے ہی امام مظلوم نے اپنی بہن کا نام سنا۔ خاک سے سر اٹھایا آنکھیں کھولیں اور فرمایا ؎

منم فرزند آن شاہی کہ جبرئیلؑ بود دربان

بمکتب خانہ او انبیاء اطفال ابجد خوان

اگر توریت میدانی دگر انجیل میخوانی!

شناسم جدّ و بابم کیستند ای مرد نصرانی

محیطار نیج باشد نام جدّ و شطلیا باہم

بود ماسن حسن من قتل زاد و تشنہ آیم

یعنی کہ اے نصرانی میں اس بادشاہ دین و دنیا کا فرزند ہوں جس کے دربان جبرئیلؑ امین ہیں اور اس شاہ زمن کے مکتب میں انبیاء و مرسلینؑ ان بچوں کی مانند ہیں کہ جو ابتدائی درجہ تعلیم میں ہوتے ہیں۔ اگر تیری نظر تورات پر ہے اور اگر تیری نظر انجیل پر ہے تو دونوں کتابوں میں میرے اب و جد کا نام موجود ہے۔ حاسن۔ میرے بھائی حسنؑ کا نام ہے اور میں حسینؑ ہوں جو پیاسا ہوں۔ پس جیسے ہی اس نصرانی نے سنا کہنے لگا میں آپ پر قربان آپ حسینؑ ابن فاطمہؑ ہیں آپ سبط رسولؐ خدا ہیں آپ علیؑ مرتضیٰ کے نور نظر ہیں۔ یہ لشکر بے دین آپ کا دشمن ہے۔ اور اے نصرانی تو نے جو خواب دیکھا ہے اس کو میں بیان کروں۔ اس نے عرض کیا اے مولیٰ آپ خود بیان فرمائیں۔ چنانچہ امام عالیمقام نے فرمایا کہ شب گزشتہ تو نے میرے جدّ نامدار رسولؐ مختار کو خواب میں دیکھا کہ تمام

انبیاءؑ ان کی خدمت میں ماتم کناں بیٹھے ہیں۔ اس وقت حضرت عیسیٰؑ نے تجھ سے کہا کہ مجھے حضور پیغمبرؐ اسلام سے شرمندہ کر یعنی کہ اپنے ہاتھ خون پسر مصطفیٰؐ سے رنگین نہ کر۔ جب نصرانی نے امام مظلوم سے اپنا خواب سنا۔ فوراً اس نے کلمہ اسلام پڑھا۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ ، اشہد ان محمداً رسول اللہ پس اس صاحب ایمان نے تلوار و خنجر لے کر سپاہ عمر سعد کی طرف رخ کیا۔ چند افراد کو واصل جہنم کیا۔ اس لشکر بے دین نے اسے چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا۔ اور تلواروں تیروں سے اس پر حملہ کر کے شہید کر دیا۔ جب وہ جوان نصرانی گھوڑے سے زمین پر گرا اس نے گوشہ چشم سے امام حسینؑ کی طرف دیکھا اور اس کی روح جنت کو پرواز کر گئی۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

قتل گاہ میں امام حسین علیہ السلام پر لشکر اعداء کا ہجوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یا شیعۃ الال و ارباب الوجد و الملال استشعروا اشعار الاحزان و افیضوا الدموع المقترحۃ للاجفان فانھا ھی المصیبۃ الکبریٰ و الوقعۃ الختمیۃ العظمیٰ وھذہ سیتکم المصطفیٰ و امامکم الوصی المرتضیٰ وسیدتکم الزھراء وجدۃ الوریۃ التی بکی الملائکۃ السماء و اھزلۃ العرش الملک الاعلیٰ قائلین یا سیدنا و سید الانبیاء ھذا سبطک مبنوذ بالعراء ھذا سبطک محرد ذ الرّاسی من القفاء ھذا اجزا ؤلکَ یا رسول اللہ اجرک فی الرسالۃ۔

اما بعد!

جب امام حسین علیہ السلام گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے جسے ہم تفصیلاً پہلے ذکر کر چکے ہیں ۔ شمر ولد الحرام اس وقت امام حسینؑ کے خیام کے نزدیک آیا اور لشکر والوں سے کہا کہ ان خیموں میں آگ لگا دو ۔ اس وقت الحرم میں صدائے گریہ و بکا بلند ہوئی ۔ شیث ابن ربعی اس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے بدبخت ان بیکس و بے وارث عورتوں کا کیا قصور ہے جو تو خیام کو آگ لگانا چاہتا ہے شمر ناپاک خاموش ہو گیا۔

صاحبان مقاتل لکھتے ہیں کہ شمر ملعون نے اس وقت اپنے لشکر کو مخاطب کر کے کہا کہ کھڑے ہوئے کیا کرتے ہو حسین ابن علیؑ پر حملہ کرو ۔ پس حملوا علیہ من کل جانب ۔ یعنی ان لوگوں نے چاروں طرف سے حملہ شروع کیا ۔ اس وقت شمر ولد الحرام نے آپ کو دشنام دیں ۔ ابو الحنوق ملعون نے امام مظلوم کی پیشانیٔ مبارک پر تیر مارا ۔ کسی ملعون نے پتھر مارے اور حصین بن نمیر لعین نے آپ کے دہن مبارک پر تیر مارا ۔ ابو ایوب ملعون نے گلوئے مبارک کو نشانۂ تیر بنایا ۔ صاحب کتاب الریاض لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ پر اسقدر تیر و تبر اور تلواروں کے زخم تھے کہ بغیر قوت امامت کوئی طاقت بشری متحمل نہیں ہو سکتی ۔

سنان بن انس ملعون نے اپنی سنان سے امام حسینؑ پر وار کیا ۔ محمد بن جریر طبری جو مسلمانوں میں مشہور ترین ہستی میں لکھتے ہیں کہ جب سنان بن انس ملعون نے آپ پر تیر مارا تو آپ کی روح ۔ جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی ۔ درحقیقت یہ قول معتبر نہیں ہے کیونکہ یہ مسلمہ امر ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت خنجر سے واقع ہوئی ہے اور شمر ولد الحرام نے آپ کو ذبح کیا ہے ۔ محمد بن شہر آشوب اور صاحب کتاب مناقب لکھتے ہیں کہ زرعہ بن شریک نے آپ کا دست مبارک

قطع کیا ۔ اور عمرو بن خلیفہ جعفی نے تلوار آپ کی گردن پر ماری اور اس ملعون نے پے در پے حملے کئے ۔ آپ وامحمداہ وعلیاہ وافاطمتاہ کی صدا دے رہے تھے الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین ۔

علی الدنیا بعدک العفا یا ابا عبد اللہ

جنگ خندق میں خوات بن جبیرؓ کی بیہوشی اور قتل گاہ میں حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کی بیہوشی

اسلام کی روزافزوں ترقی دیکھ کر قبائل یہود نے مشرکین مکہ سے سازش کر کے تیس ہزار پر مشتمل لشکر کے ساتھ مدینہ پر حملہ کیا ۔ اس میں چونکہ مختلف گروہ کفار جمع ہو کر اسلام کے مقابلہ میں آئے تھے اس لیے اس جنگ کو جنگ احزاب کہتے ہیں ۔ اس لشکر عظیم کو دیکھ کر مسلمانوں کے ہوش اڑ گئے ۔ یہاں تک کہ بعض مسلمان خدا و رسولؐ کی نسبت بدگمانیاں کرنے لگے آنحضرتؐ بایں وجہ متفکر و پریشان تھے جناب سلمان فارسیؓ آنحضرتؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے ملک میں دشمن سے محفوظ رہنے کے لیے شہر سے دُور دُور خندق کھود دیتے ہیں اگر حضور اجازت دیں تو مدینہ شہر سے کچھ دُور خندق کھودی جائے تاکہ لشکر کفار حملہ آور نہ ہو سکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ تجویز بہت پسند آئی اور حکم دیا کہ خندق تیار کی جائے ۔ رمضان المبارک کا زمانہ تھا مسلمان روزہ دار تھے مگر آنحضرتؐ کے حکم کی بموجب خندق تیار کرنے میں مشغول ہو گئے ۔ آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ دو ۔ دو آدمی مل کر زمین کھودیں جب

لشکر کفار نے حملہ کیا ہے تو خندق تیار ہو چکی تھی اسے موالیان امام حسینؑ۔ حضرت سید الشہداءؑ نے بھی حفاظت خیام کے لیے اپنے اصحابؓ کو حکم دیا کہ خیام کے گرد خندق کھودی جائے چنانچہ اصحاب نے تشنگی کے عالم میں خندق کھودی۔ اور امام حسینؑ کے خیام ایک قلعہ متصوّر ہونے لگے۔ خندق کیا تھی لشکر باطل اور لشکر حق کے درمیان حدِ فاصل تھی۔ اب ہم جنگ خندق کی طرف آتے ہیں جنگ احزاب کو اسی بنا پر جنگ خندق بھی کہتے ہیں جنگ خندق ماہ شوال ۵ھ میں واقع ہوتی ہے۔ کارکنان خندق میں خوات بن جبیر بھی شامل تھے۔ خندق کے کام سے فارغ ہو کر اپنے گھر واپس آئے اور حجرہ میں جا کر آرام کرنے لگے کہ غنودگی طاری ہوئی اور بیہوشی غالب آگئی چونکہ رمضان المبارک کا زمانہ تھا ان کی زوجہ افطار صوم کے لیے کھانا وغیرہ لائی دیکھا کہ خواتؓ گہری نیند سو رہا ہے جگانے کی کوشش کی مگر وہ نہ اٹھا آخر کار زوجہ نے کہا بیدار کیوں نہیں ہوتا یہ وقت افطار ہے سامان افطار موجود ہے وہ خواب سے بیدار ہوا کہنے لگا کہ میں نے حکم خدا و رسولؐ سے غذا نہیں کھائی ہے اور روزہ افطار نہیں کیا ہے۔ اس نے روزہ افطار نہیں کیا بلکہ روزہ پر روزہ رکھ لیا جب سپیدۂ سحر نمودار ہوئی اٹھا دوگانہ پڑھ کر خندق کھودنے کے لیے پہنچا اور مشغول کار ہو گیا۔ گرم ہوا، بھوک اور پیاس نے اس پر غلبہ کیا کہ وہ غش کر گیا یعنی اس پر بیہوشی طاری ہو گئی۔ آنحضرتؐ کو اطلاع ملی اور آپ بہ نفس نفیس اس کے سرہانے تشریف لائے اس کا سر اپنے زانوئے مبارک پر رکھا۔ بیہوشی کا سبب دریافت کیا اس نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں نے روزہ افطار نہیں کیا تھا اور روزے پر روزہ رکھا آنحضرتؐ اُس کی حالت بیہوشی دیکھ کر محزون ہوئے

فوراً جبرئیل امین خدمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ آیت خداوند عالم کی طرف سے لے کر حاضر ہوئے وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ۔ (سورۃ البقرآیت ۱۸۷) کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ صبح کی سفیدی رات کی کالی دھاری آسمان پر تمہیں نظر آنے لگے۔ پھر رات تک روزہ پورا کرو۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خواتؓ کی بیہوشی خدا و رسولؐ کی خوشنودی میں تھی۔ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ اسلام کے آغاز میں خداوند عالم نے ماہ رمضان المبارک میں دو چیزیں حرام قرار دی تھیں لیکن وہ حکم حرام بعدہٗ منسوخ ہو گئے اور وہ چیزیں حلال ہو گئیں۔ ان میں سے ایک چیز یہ ہے کہ شوہر اپنی زوجہ سے شب ہائے رمضان المبارک میں مقاربت نہیں کر سکتا تھا بعدہٗ خداوند عالم نے بندہ کی کمزوری کو دیکھ اس حکم کو منسوخ کر دیا اور سورۃ البقر کی آیت ۱۸۷ نازل فرمائی۔ کہ عورتیں مردوں کے واسطے لباس ہیں اور مردان کا لباس ہیں یعنی کہ شوہر اپنی زوجہ کا اور زوجہ شوہر کا لباس ہے یہاں تک وارد ہوا ہے کہ ماہ رمضان المبارک کی طاق راتوں میں ازواج سے مباشرت اور مقاربت کرنے کا زیادہ ثواب ہے اسی طرح ماہ رمضان المبارک میں روزہ کا حکم نازل ہوا جس کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ فی الواقعی خواتؓ بن جبیرؓ کی غشی بھی عجیب تھی کہ جس سے ساری ملت کو فائدہ پہنچا یہ مرد مسلم ایک ساعت کے لیے بیہوش رہا تھا لیکن اس کی بیہوشی رضائے خدا کے لیے تھی خدا کو اس کی بیہوشی پسند آئی اور روزہ کے متعلق مذکورہ حکم نازل فرما دیا۔ جس سے ساری ملت اسلامیہ کو فائدہ پہنچا۔ روز عاشورا، حضرت خامس آل عبا سبط رسول الثقلین امام حسین علیہ السلام علیہ السّلام جبھی گھوڑے سے زمین کربلا پر گرنے کے بعد زخمی

جب امام حسین علیہ السّلام گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے جیسے ہم تفصیلاً پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ شمر ولد الحرام اس وقت امام حسینؑ کے خیام کے نزدیک آیا اور لشکر والوں سے کہا کہ ان خیموں میں آگ لگا دو۔ اس وقت اہل حرم میں صدائے گریہ و بکا بلند ہوئی۔ شیث ابن ربعی اس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے بدبخت ان بیکس و بے وارث عورتوں کا کیا قصور ہے جو تو خیام کو آگ لگانا چاہتا ہے شمر ناپاک خموش ہو گیا۔

صاحبان مقاتل لکھتے ہیں کہ شمر ملعون نے اس وقت اپنے لشکر کو مخاطب کر کے کہا کہ کھڑے ہوئے کیا کرتے ہو حسین ابن علیؑ پر حملہ کرو۔ پس حملوا علیہ من کل جانب۔ یعنی ان لوگوں نے چاروں طرف سے حملہ شروع کیا۔ اس وقت شمر ولد الحرام نے آپ کو دشنام دیں۔ ابو الجنوق ملعون نے امامؑ مظلوم کی پیشانیٔ مبارک پر تیر مارا۔ کسی ملعون نے پتھر مارے اور حصین بن نمیر لعین نے آپ کے دہن مبارک پر تیر مارا۔ ابو ایوب ملعون نے گلوے مبارک کو نشانۂ تیر بنایا۔ صاحب کتاب الریاض لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ پر اسقدر تیر و تبر اور تلواروں کے زخم تھے کہ بغیر قوت امامت کوئی طاقت بشری متحمل نہیں ہو سکتی۔

سنان بن انس ملعون نے اپنی سنان سے امام حسینؑ پر وار کیا۔ محمد بن جریر طبری جو مسلمانوں میں مشہور ترین ہستی میں لکھتے ہیں کہ جب سنان بن انس ملعون نے آپ پر تیر مارا تو آپ کی روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی درحقیقت یہ قول معتبر نہیں ہے کیونکہ یہ مسلّمہ امر ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کی شہادت خنجر سے واقع ہوئی ہے اور شمر ولد الحرام نے اپ کو ذبح کیا ہے۔ محمد بن شہر آشوب اور صاحب کتاب مناقب لکھتے ہیں کہ ذرعۃ بن شریک نے آپ کا دست مبارک

قطع کیا۔ اور عمرو بن خلیفہ جعفی نے تلوار آپ کی گردن پر ماری اور اس ملعون نے پے در پے حملے کئے۔ آپ وامحمداہ و علیاہ و افاطمتاہ کی صدا دے رہے تھے الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

علی الدنیا بعدك العفا یا اباعبد اللہ

جنگ خندق میں خوّات بن جبیرؓ کی بیہوشی اور قتل گاہ میں حضرت امام حسینؑ علیہ السّلام کی بیہوشی

اسلام کی روز افزوں ترقی دیکھ کر قبائل یہود نے مشرکین مکہ سے سازش کر کے تیس ہزار پر مشتمل لشکر کے ساتھ مدینہ پر حملہ کیا۔ اس میں چونکہ مختلف گروہ کفار جمع ہو کر اسلام کے مقابلہ میں آئے تھے اس لیے اس جنگ کو جنگ احزاب کہتے ہیں۔ اس لشکر عظیم کو دیکھ کر مسلمانوں کے ہوش اُڑ گئے۔ یہاں تک کہ بعض مسلمان خدا و رسولؐ کی نسبت بدگمانیاں کرنے لگے آنحضرتؐ بایں وجہ متفکر و پریشان تھے جناب سلمانؓ فارسی آنحضرتؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے ملک میں دشمن سے محفوظ رہنے کے لیے شہر سے دُور دُور خندق کھود دیتے ہیں اگر حضور اجازت دیں تو مدینہ شہر سے کچھ دُور خندق کھودی جائے تاکہ لشکر کفّار حملہ آور نہ ہو سکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ تجویز بہت پسند آئی اور حکم دیا کہ خندق تیار کی جائے۔ رمضان المبارک کا زمانہ تھا مسلمان روزہ دار تھے مگر آنحضرتؐ کے حکم کی بموجب خندق تیار کرنے میں مشغول ہو گئے۔ آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ دو۔ دو آدمی مل کر زمین کھودیں جب

لشکر کفار نے حملہ کیا ہے تو خندق تیار ہو چکی تھی اسے موالیان امام حسینؑ۔ حضرت سید الشہداءؑ نے بھی حفاظت خیام کے لیے اپنے اصحابؓ کو حکم دیا کہ خیام کے گرد خندق کھودی جائے چنانچہ اصحاب نے تشنگی کے عالم میں خندق کھودی۔ اور امام حسینؑ کے خیام ایک قلعہ متصوّر ہونے لگے۔ خندق کیا تھی لشکر باطل اور لشکر حق کے درمیان حد فاصل تھی۔ اب ہم جنگ خندق کی طرف آتے ہیں جنگ احزاب کو اسی بنا پر جنگ خندق بھی کہتے ہیں جنگ خندق ماہ شوال ۵ھ میں واقع ہوئی ہے۔ کارکنان خندق میں خوات بن جبیر بھی شامل تھے۔ خندق کے کام سے فارغ ہو کر اپنے گھر واپس آئے اور حجرہ میں جا کر آرام کرنے لگے کہ غنودگی طاری ہوئی اور بیہوشی غالب آگئی چونکہ رمضان المبارک کا زمانہ تھا ان کی زوجہ افطار صوم کے لیے کھانا وغیرہ لائی دیکھا کہ خوات گہری نیند سو رہا ہے جگانے کی کوشش کی مگر وہ نہ اٹھا آخر کار زوجہ نے کہا بیدار کیوں نہیں ہوتا یہ وقت افطار ہے سامان افطار موجود ہے وہ خواب سے بیدار ہوا کہنے لگا کہ میں نے حکم خدا اور رسولؐ سے غذا نہیں کھائی ہے اور روزہ افطار نہیں کیا ہے۔ اس نے روزہ افطار نہیں کیا اور روزہ پر روزہ رکھ لیا جب سپیدۂ سحر نمودار ہوئی اٹھا دوگانہ پڑھ کر خندق کھودنے کے لیے پہنچا اور مشغول کار ہو گیا۔ گرم ہوا، بھوک اور پیاس نے اس پر غلبہ کیا کہ وہ غش کر گیا یعنی اس پر بیہوشی طاری ہو گئی۔ آنحضرتؐ کو اطلاع ملی اور آپ بہ نفس نفیس اس کے سرہانے تشریف لائے اس کا سر اپنے زانوئے مبارک پر رکھا۔ بیہوشی کا سبب دریافت کیا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے روزہ افطار نہیں کیا تھا اور روزے پر روزہ رکھا آنحضرتؐ اس کی حالت بیہوشی دیکھ کر محزون ہوئے

فوراً جبرئیل امین خدمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ آیت خداوند عالم کی طرف سے لے کر حاضر ہوئے وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ۔ من (سورۃ البقر آیت ۱۸۷) کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ صبح کی سفیدی رات کی کالی دھاری آسمان پر تمہیں نظر آنے لگے۔ پھر رات تک روزہ پورا کرو۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خوات کی بیہوشی خدا اور سولؐ کی خوشنودی میں تھی۔ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ اسلام کے آغاز میں خداوند عالم نے ماہ رمضان المبارک میں دو چیزیں حرام قرار دی تھیں لیکن وہ حکم حرام بعدہٗ منسوخ ہو گئے اور وہ چیزیں حلال ہو گئیں۔ ان میں سے ایک چیز یہ ہے کہ شوہر اپنی زوجہ سے شب ہا رمضان المبارک میں مقاربت نہیں کر سکتا تھا بعدہٗ خداوند عالم نے بندہ کی کمزوری کو دیکھ اس حکم کو منسوخ کر دیا اور سورۃ البقر کی آیت ۱۸۷ نازل فرمائی۔ کہ عورتیں مردوں کے واسطے لباس ہیں اور مردان کا لباس ہیں یعنی کہ شوہر اپنی زوجہ کا اور زوجہ شوہر کا لباس ہے یہاں تک وارد ہوا ہے کہ ماہ رمضان المبارک کی طاق راتوں میں ازواج سے مباشرت اور مقاربت کرنے کا زیادہ ثواب ہے اسی طرح ماہ رمضان المبارک میں روزہ کا حکم نازل ہوا جس کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ فی الواقعی خوات بن جبیرؓ کی غشی بھی عجیب تھی کہ جس سے ساری ملت کو فائدہ پہنچا یہ مرد مسلم ایک ساعت کے لیے بیہوش رہا تھا لیکن اس کی بیہوشی رضائے خدا کے لیے تھی خدا کو اس کی بیہوشی پسند آئی اور روزہ کے متعلق مذکورہ حکم نازل فرما دیا۔ جس سے ساری ملت اسلامیہ کو فائدہ پہنچا۔ روز عاشورا حضرت خامس آل عبا سبط رسول الثقلین امام حسین علیہ السلام علیہ السلام بھی گھوڑے سے زمین کربلا پر گرنے کے بعد زخمی

حالت میں بیہوش ہوئے ہیں۔ امام عالیمقام کی بیہوشی بھی عجیب مرتبہ رکھتی ہے امام حسین علیہ السلام کی یہ بیہوشی نہ صرف ملت اسلامیہ کے لیے بشارت ہے بلکہ اس بیہوشی میں حیات اسلام مضمر ہے۔

ع اسلام زندہ ہوگیا بس کربلا کے بعد

امام حسینؑ نے اسلام کو زندۂ جاوید بنادیا۔ اور اس بیہوشی کا عوض بارگاہ خداوندی سے یہ عطا ہوا ہے کہ آپ کی شفاعت عنداللہ مقبول ہے۔ آپ کی بیہوشی کے متعلق۔

ابی مخنف اپنے مقتل میں لکھتا ہے کہ وخر صریعا مغشیا علیہ وبقی مکبوبا علی وجھۃ ثلاث ساعۃ۔ کہ امام حسین علیہ السلام تین ساعت تک بیہوش رہے۔ اس بیہوشی میں نہ اپنی فکر نہ اپنے اہل و عیال کی فکر۔ صرف توجہ الی اللہ تھی مرحوم علامہ اپنی کتاب الریاض میں فرماتے ہیں کہ حالت غشی میں انسان اپنی ذات اور غیر چیزوں سے غافل ہوتا ہے لیکن اس حالت غشی میں امام عالیمقام غافل نہ تھے بلکہ مثل مغشی علیہ (یعنی کہ جس پر حالتِ غش طاری ہو) اپنا چہرہ مبارک خاک پر رکھے ہوئے تھے اور گوشۂ چشم سے بسوئے آسمان دیکھ رہے تھے۔ اور راز و نیاز کے طریقہ پر فرما رہے تھے کہ میں خدایا میں نے تیری بلاؤں پر صبر کیا ہے اور تیری قضا و قدر یعنی تیرے احکام پر راضی ہوں (قضا اس حکم کو کہتے ہیں کہ جو مخلوق میں دفعتاً جاری ہو) اور تیرے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔ اور تو فریاد کرنے والوں کا مددگار ہے واحسرتا اس وقت رسولؐ خدا کہاں تھے کہ امام حسین علیہ السلام بیہوشی کی حالت میں خاک و خون میں غلطان ریگ کربلا پر پڑے تھے کہ شمر ملعون نے آپ کا سر مبارک گردن سے جدا کیا۔ الا لعنۃ اللہ

علی القوم الظالمین۔

اختلافِ اقوال دربارۂ قتل حضرت سیدالشہداء علیہ السلام

روز عاشورا سلطان دین و دنیا حضرت خامس آل عبا امام حسین علیہ السلام خاک کربلا پر بیہوش پڑے ہوئے تھے تو بروایت لہوف۔ عمر بن سعد ملعون نے اپنے لشکر کے ایک سردار کی طرف رخ کیا اور کہا۔ ویحک انزل الی الحسین وارحہ۔ کہ وائے ہو تجھ پر اپنے گھوڑے سے نیچے اتر۔ اور حسینؑ کو ان زخموں سے راحت دے یعنی قتل کر۔ وہ شخص گھوڑے سے اترا یعنی پیادہ ہوا خولی بدبخت ملعون نے پیش دستی کی کہ امام حسینؑ کو قتل کرے کہ اس کے جسم میں لرزہ پیدا ہوگیا۔ کتاب منتخب میں ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے گوشۂ چشم سے خولی کی طرف دیکھا۔ اور اس کے جسم ناپاک میں لرزہ پیدا ہوگیا اور وہ آپ کو قتل نہ کرسکا۔ اور اپنے لشکر میں واپس چلا گیا۔ کتاب تبر المذاب میں ہے کہ خولی کے جسم نجس میں جب لرزہ پیدا ہوگیا اور وہ واپس چلا گیا تو شمر ولدالحرام نے اس کو دیکھا تو کہنے لگا کہ وائے ہو تجھ پر کہ تو لرزہ براندام ہے اور قتل کرنے سے باز رہا۔ شیخ فخرالدین اپنی کتاب منتخب میں روایت کرتے ہیں کہ اس وقت کہ جب امام حسین علیہ السلام غشی کی حالت میں تھے روح پرواز کرگئی تھی بعدہٗ چالیس سوار امام مظلوم کے قتل کے ارادے سے لشکر عمر ابن سعد سے نکلے اور ہر ایک نے چاہا کہ سر مبارک امام حسینؑ قطع کرے۔ ان لوگوں میں شیث بن ربعی ملعون بھی تھا جب کہ وہ نزدیک پہنچا تو

حضرت میں ابھی رمق جان باقی تھی آپ نے گوشۂ چشم سے اس کی طرف دیکھا۔ اور وہ کانپ گیا اور قتل سے باز رہا اور لشکر میں واپس چلا گیا۔ ابی مخنف لکھتا ہے کہ سنان ابن انس نے قتل کرنے کی طرف رجوع کیا۔ اور شیث بن ربعی سے کہا کہ میں نہ سمجھ سکا کہ تو نے حسینؑ کو کیوں قتل نہ کیا اور تو نے اپنی قوم کو بدنہاد کیا۔ پھر کہنے لگا کہ مجھے تلوار دے میں ذبح کروں گا۔ شیث بن ربعی اور سنان بن انس ملعون دونوں قتل گاہ کی طرف آئے اور جب امام حسینؑ کے نزدیک پہنچے کہ امام حسینؑ نے آنکھ کھول کر ان کی طرف دیکھا۔ اور شیث بن ربعی کے جسم نجس میں لرزہ پیدا گیا اور وہ وہاں سے واپس آگیا۔ اس وقت سنان بن انس نے واپس پہنچ کر عمر بن سعد ملعون سے سارا واقعہ بیان کیا اور کہا اے عمر تو چاہتا ہے کہ روز محشر میرا گریبان ہو اور پیغمبر خدا کا دست مبارک ہو لیکن سیّد مرحوم کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ اس وقت جب کہ وہ حضرتؑ کے سامنے آیا کہ تلوار آپ کے گلوے مبارک پر پھیرے اور ذبح کرے کہنے لگا کہ میں تمہارا سر قطع کروں گا حالانکہ جانتا ہوں کہ تم فرزند رسول خدا ہو بعض اہل سیر و تواریخ لکھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کو نظر بن خرشہ ملعون نے کاٹا ہے۔ لیکن یہ سارے اختلافات ایک طرف فی الواقعی امام حسینؑ کا قاتل شمر ولد الحرام ہے کہ جس نے امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک جدا کیا ہے۔ حضرت نے اس وقت پانی مانگا مگر اس ملعون نے پانی نہ دیا۔ کہنے لگا کہ اے حسینؑ تمہارے بابا علی مرتضیٰ ساقی کوثر ہیں وہ تمہیں سیراب کریں گے۔ اس وقت زمین کربلا میں زلزلہ پیدا ہو گیا۔ فرات کے پانی میں تلاطم پیدا ہوا اور فضاء کربلا میں سیاہ آندھیاں چلنے لگیں منادی نے پکارا قتل الحسینؑ بکربلا ذبح الحسینؑ بکربلا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

روایات دربارۂ قتل امام حسین علیہ السلام باجماع

کتاب نوادر میں علی ابن اسباط روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ کان ابی مریضاً یوم قتل ابوہ وکان فی الخیمۃ۔ یعنی کہ جس روز امام حسینؑ شہید ہوئے ہیں جد نامدار امام زین العابدین بیمار تھے اور خیمہ میں تھے۔ میرے پدر بزرگوار روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کنت اری موالینا کیف یختلفون مع الحسین ویبغون الماء میں دیکھتا ہوں کہ شیعان و غلامان کو لے کر پدرم امام حسینؑ پانی لینے کے لیے گئے۔ چنانچہ پانی کی خاطر جانے آنے میں لشکر عمر بن سعد ملعون حائل ہوا اور انجام کار شہادت ہوا۔ ولقد قتلوہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ان یقتل بہا الکلاب۔ اور اس طرح گھیر کر قتل کرنے کو آنحضرتؐ نے منع فرمایا ہے حالانکہ مسلمانوں نے نواسۂ رسولؐ خدا کو اسی طرح شہید کیا۔ بعدہٗ فرمایا لقد قتل ابی السیف والسنان والحجارۃ والخشب والعصا ولقد وطوہ الخیل بعد ذلک۔ کہ ہمارے پدر مظلوم کو تلوار سنان۔ تیر۔ پتھر۔ لکڑیاں وغیرہ سب کچھ مارے گئے اور بعدہٗ لاش مطہر پر گھوڑے دوڑا دیئے گئے یعنی کہ لاش پائمال ہو گئی اور بعض روایات میں ہے کہ امام حسینؑ کو لشکر اعداء نے گرفتار کر لیا اور شہید کر دیا۔ حضرت سید سجاد علیہ السلام کے خطبات سے کہ جو آپ نے کوفہ میں دیئے ہیں ظاہر ہوتا ہے کہ میرے پدر بزرگوار کو صبر کے ساتھ قتل کیا ہے یعنی کہ گھیر ڈال کر شہید کیا۔ ام کلثومؑ فرماتی ہیں اے اہل کوفہ قتلتم اخی صبراً یعنی اے اہل کوفہ تم نے میرے بھائی کو گھیر کر قتل کیا ہے کتاب ریاض میں علامہ فرماتے ہیں

کہ معنیٰ قتل صبرًا ای حسا و قال لاتقتلوا الحیوان بالصبر۔ کتاب مجمع البحرین میں ہے کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ عن قتل شیءٍ من الدواب صبرًا۔ یعنی کہ حیوانات میں سے کسی حیوان کو از روئے صبر یعنی گھیر کر قتل نہ کرو کیونکہ یہ زمانہ جاہلیت کی رسم ہے۔ اس زمانہ میں ایسا ہوتا تھا کہ جانور کسی جگہ بند کر دیا پھر اس کو لکڑی وغیرہ سے خوب مارتے اور جب وہ نیم مردہ ہو جاتا تو اس کو قتل کرتے تھے۔ آنحضرتؐ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا کہ جب تم گوسفند کو ذبح کرو یا اونٹ کو نحر کرو تو پہلے اس کو پانی پلاؤ پھر اس کے ایک ہاتھ اور ایک پاؤں باندھ دو۔ سنا اور پھر امامؑ فرماتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار کو گھیر کر قتل کیا۔ (از مترجم حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السّلام کا شہید ہونے سے قبل حملے کرنا تواترات میں سے ہے زخمی حالت میں گھوڑے سے گرنا ثابت ہے اور قاتلان امام حسینؑ میں کئی اشخاص کے نام بھی وارد ہوئے ہیں اور یہ متفق علیہ ہے کہ شمر ولد الحرام نے آپ کو ذبح کیا ہے اور سر مبارک جدا کیا ہے پس جناب سید سجاد علیہ السّلام اور جناب اُمّ کلثوم سلام اللہ علیہما کے ایسا فرمانے کی کہ حسینؑ کو گھیر کر قتل کیا ہے توجیہہ یہ ہے کہ عمر ابن سعد ملعون کا تمام لشکر ہی قتل امام حسینؑ کے لیے کربلا میں جمع ہوا تھا پس آپ کا شہید ہونا ایسا ہی ہے کہ جیسے گھیر کر قتل کیا ہو)

مرحوم سید بن طاؤسؒ کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ ہلال بن رافع کہتا ہے کہ انی لواقف مع اصحاب عمر بن سعد اذ صاخ صارخ البشر یا الامیر فھذا شمر لعنہ قد قتل الحسین ہلال بن رافع کہتے ہیں کہ میں لشکر عمر بن سعد میں کھڑا تھا۔ کہ میں نے شور و غل کی آواز سنی کہ لوگ کہہ رہے تھے کہ اے امیر

تجھے مبارک ہو کہ شمر نے حسینؑ کو قتل کر دیا۔ میں چونکہ اس سے بے خبر تھا صفوں کو چیرتا ہوا قتل گاہ امام حسینؑ تک پہنچا۔ اور حضرت کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ لیکن یہ خبر بالکل غلط اور بے بنیاد تھی آپ کو قتل نہیں کیا گیا بلکہ حضرت امام حسینؑ نے خود جان دی ہے ایسا نورانی چہرہ جب کہ وقت جان کندنی حسینؑ کا چہرہ تھا کبھی کسی اور کا چہرہ نہیں دیکھا۔ نور جمال سے سارا مقتل منور تھا۔ اور اس وقت امام حسینؑ پانی مانگ رہے تھے۔ مگر کسی نے آپ کو پانی نہیں دیا۔ ان ملعونوں نے پانی کے جواب میں یہ کہا تھا معاذ اللہ تم آب گرم پیو گے۔ جس پر امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا کہ میں اپنے نانا رسولؐ خدا اور اپنے بابا علی مرتضیٰ سے آب کوثر پیوں گا لشکر بے دین نے جب یہ جواب سنا تو سب کے سب غیض و غضب میں آ گئے۔ ان کے دلوں میں ذرہ بھر بھی رحم نہ تھا۔ وہ سب کے سب حسینؑ ابن علیؑ پر ٹوٹ پڑے فغضبوا باجمعھم کان اللہ لم یجعل فی قلب احد منھم من الرحمۃ شیئا۔ میں نے اس وقت اس قوم بد نہاد کی بے رحمی پر سخت تعجب کیا۔ اور میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اب اس قوم جفا کار میں نہیں ٹھہروں گا۔

بروایت اہل بیتؑ کی موجودگی میں سر مبارک امام حسینؑ کا قطع ہونا

جب امام حسین علیہ السّلام ملاعین کے جور و ستم سے بحالت زخمی گھوڑے پر نہ سنبھل سکے زمین پر قرار لیا۔ سر مبارک خاک پر تھا اور لبوں پر مناجات تھی۔ ذوالجناح آپ کے گرد طواف کر رہا تھا۔ اور دشمنوں کو دور کر رہا تھا۔ کبھی حضرت

کے نزدیک آتا اور قدموں کو چومتا۔ کبھی صیحہ کرتا۔ کبھی آپ کے سرہانے کھڑا ہو جاتا۔ اور بزبان حال کہتا تھا ؎

زجائی خیز کہ زخم تنت فراوانست ۔۔۔ برہنہ جسم تو در آفتاب سوزانست
زجائی خیز بروم سوئے خیمہ پیکر تو ۔۔۔ کہ انتظار تو دارد سکینہ دختر تو
زجائی برخیز کہ ترسم مقابل زینب ۔۔۔ بجسم زار تو تازند کوفیاں مرکب
زجائی خیز رخ از خون دیدہ ہا تر کن ۔۔۔ کفن بکشتہ زار علی اکبر کن
زبعد این ہمہ خدمت کہ آبرو دوام ۔۔۔ زحضرت تو ہمیں من یک آرزو دارم

کہ بار دیگرم از مہر غمگسار شوی
زجائی خیز و برپشت من سوار شوی

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ ذوالجناح نے بزبان حال امام مظلوم سے خطاب کیا اے مولیٰ اپنی جگہ سے اٹھیئے کہ آپ کے جسم مبارک پر کثرت سے زخم ہیں۔ اور آپ کا جسم مبارک دھوپ میں پڑا ہے۔ مولیٰ اپنی جگہ سے اٹھیئے کہ میں آپ کو سوئے خیمہ لیجاؤں کہ آپ کی پیاری بیٹی سکینہؑ آپ کے انتظار میں ہے۔ مولیٰ اپنی جگہ اٹھیئے مجھے خوف ہے کہ زینبؑ خاتون کے سامنے کوفیوں کے گھوڑے آپ کی لاش کو پائمال نہ کردیں۔ اے مولیٰ اٹھیئے اور اپنی آنکھوں کو خون سے تر کیجیے اور علی اکبرؑ کے کفن کا انتظام کیجیے۔ ان تمام باتوں کے بعد میری ایک آرزو بھی آپ سے ہے وہ یہ کہ ایک مرتبہ مجھ غمگسار کو موقعہ عطا کیجیے اور میری پشت پر سوار ہو جیئے۔

ذوالجناح جب مایوس ہو گیا کہ اب حسین مظلوم خیمہ تک نہیں جا سکتے۔ تو خود در خیمہ پر پہنچا اور صیحہ کیا اہلحرم نے جب ذوالجناح کی آواز سنی تو سب در خیمہ

پر جمع ہو گئے۔ دیکھا کہ خالی ذوالجناح ہے ام کلثومؑ فریاد کرنے لگیں ذوالجناح میرے بھائی کو کہاں چھوڑ آیا۔ اور پھر تمام اہلحرم نے سوائے سید سجادؑ، ذوالجناح کے ساتھ مقتل کا رخ کیا۔ امام زمانہ علیہ السلام فرماتے ہیں واسرع فرسک۔ شیخ خلیعی کہتے ہیں کہ وقت ذبح امام مظلوم تمام مخدرات اہلبیت موجود تھیں۔ اور جناب زینبؑ خاتون نے جب بھائی کے لاشہ پر نظر کی تو دیکھا کہ آپ کے دست و پا گھوڑوں کے سموں سے پائمال ہو گئے ہیں دل سے آہ کھینچی اور امام مظلومؑ کو مخاطب کر کے فرمایا ؎

اخی ھل للسبایا من ولی
اخی ھل الیتامی من کفیل

یعنی اے بھائی اب ہم اسیروں اور یتیموں کا کون ولی و کفیل ہے۔ اور یہ کہہ کر بھائی کی لاش پر گر ادیا اور بین فریاد کی۔ نوحہ پڑھا پھر بھائی کے خون میں انگلی تر کر کے کہا ؎

الا یا ام فقومی واسعدینی
علی نکبات دھری واندبی لی

یعنی اے مادر گرامیقدر ذرا قبر سے باہر نکلئے کربلا آئیے اور یہ روز بد دیکھئے کہ آپ کی بیٹی لاش برادر پر نوحہ کر رہی ہے صاحب مفتاح البکا لکھتے ہیں کہ شمر ملعون نے آپ کو اپنی ٹھوکر مار کر برادر سے جدا کیا۔ وہ مظلومہ فرماتی ہیں کہ میں نے شمر سے کہا کہ بھائی کے بدلے مجھے قتل کر دے لیکن اس ظالم نے رحم نہ کیا بلکہ اہلحرم کو تازیانہ مار کر لاش امام حسین علیہ السلام سے دور کیا۔

الشیخ الدرمکیؒ فرماتے ہیں ؎

فافبلت زینب تقول له یاشمر یاشمر خل سیدنا
یاشمر نفدیه بالنفوس هان قتلته فالمصاب یقتلنا

یعنی دختر امیر عرب نے باچشم گریاں شمر سے فرمایا اے شمر حسینؑ کو مت قتل کر بلکہ حسینؑ کے بدلے مجھے قتل کر دے کہ میں بہشت میں حسینؑ کے ساتھ رہوں لیکن شمر ملعون نے تازیانہ مار کر بی بی زینبؑ اور اہلحرم کو لاشِ مظلوم سے جدا کیا۔

حضرت میر سید شریف کاظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

فرزت من خلل الستور نوادیا
یسبین من خجل علی استحیا

کہ جب امام مظلوم کا گھوڑا در خیام اہلبیتؑ پر پہنچا تو تمام مخدرات خیموں سے باہر نکل آئیں۔ اور سب نے قتل گاہ کا رخ کیا۔ اور شمر ملعون سے التماس کیا کہ خدارا قتل کرنے میں جلدی نہ کر اے شمر یہ فرزند رسولؐ خدا ہے فرزند علی مرتضیٰؑ ہے یہ فاطمہ زہراؑ کا نور نظر ہے سارے شمر اس کے عوض ہمیں قتل کر دے۔ اے ظالم شاید کہ حسینؑ حالت غشی سے ہوش میں آجائیں لیکن اس ملعون نے تمام عورات اور بچوں کے سامنے امام حسینؑ کو ذبح کیا۔ اہلحرم دیکھتے اور نوحہ کرتے رہے اور شمر ولد الحرام امام مظلوم کو ذبح کرتا رہا۔ زیارت ناحیۂ مقدسہ میں ہے کہ والشمر لعنہ

جالس علی صدرك مولغ سیفه علی نحرك قابض علی شیبتك بیده ذابح لك بمهنده و قد سكنت حواسك و خفیت انفاسك و رفع علی القنا راسك وسبی اهلك كالعبید و صفدوا فی الحدید فوق اقتاب المطیات

تلفح وجوههم حر الهاجرات یساقون فی البراری والفلوات ایدیهم مغلولة الی الاعناق یطاف بهم فی الاسواق فالویل للعصاة الفساق۔

بقول جمہور اہل خبر و سیر ایسا ہے کہ اس وقت اہلحرم خیمہ کو واپس چلے گئے تھے۔ کس طرح واپس ہوئے اور ان پر کیا گزری۔ صاحب ریاض الاحزان لکھتے ہیں کہ جب اہلحرم قتل گاہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی حالت زار دیکھ کر آپ کی حیات سے ہو گئے تو خیمے میں واپس آ گئے۔ لیکن شمر ولد الحرام نے تازیانوں کے ذریعہ اہلحرم اور عورتوں کو مقتل سے جانے پر مجبور کیا ہے۔ پھر شمر ولد الحرام امام حسینؑ کو ذبح کرنے کے لیے آیا اور آپ کے سینۂ اقدس پر موزہ پہنے ہو قدم رکھا۔ آپ نے اُس سے فرمایا کہ تو میرے خون ناحق میں کیوں ہاتھ رنگتا ہے اس نے کہا کہ یزید سے انعام ملے گا۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے انعام دنیوی بہتر ہے یا شفاعت آخرت۔ اس بدنہاد نے کچھ جواب نہ دیا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر قتل کرنا چاہتا ہے تو پہلے مجھے پانی پلا دے اور پھر ذبح کرنا۔ لیکن اس ملعون نے پانی نہیں پلایا۔ پھر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے شمر اپنے چہرہ سے نقاب اٹھا لے کہ میرے نانا نے فرمایا تھا کہ اے حسینؑ تیرا قاتل مبروص ہوگا اس نے چہرہ اپنا کھولا آپ نے دیکھا تو وہ مبروص تھا۔ اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ وہ صورت میں کتے سے ملتا جلتا تھا۔ اور اس کے بال خنزیر (سور) کی مانند ہوں گے جب شمر نے سنا تو کہنے لگا کہ اے حسینؑ تم مجھے کتے اور سور سے تشبیہ دیتے ہو۔ لاذبحنك من القفا۔ کہ بخدا میں اسی دم تمہیں پس گردن سے ذبح کروں گا پس اس نے امام مظلوم کو ذبح کیا پس اے شیعو غم امام حسینؑ میں ماتم کرو۔ گریہ کرو

نوحہ پڑھو ــــ

العزیزان در غم سبط نبی افغان کنید
سینہ را از سوز شاہ کربلا بریان کنید
از پی آن تشنہ لب بر خاک میزید اشک چشم
در میان گریہ یاد آن گل خنداں کنید

یعنی کہ اے شیعو غم سبط نبیؐ میں گریہ وزاری کرو۔ اپنے سینوں کو سوز فراق شاہ شہداء میں جلاؤ اور اس تشنہ لب کے لیے اشک بہاؤ اور رو رو کر اس مظلوم کی یاد تازہ کرو۔ خود امام مظلوم نے فرمایا ہے کہ اے شیعو تم جب ٹھنڈا پانی پیو تو میری پیاس یاد رکھو۔

تحقیقات دربارۂ قطع سر مطہر امام حسین علیہ السلام

کتاب الریاض میں ریاض الشہادۃ کے حوالہ سے وارد ہوا ہے کہ انہ لما کان صلوات اللہ علیہ عہد مع رب الارباب اذا اصاب اول قطرۃ من دم حلقہ الارض ان یتجاوز عن سیئات شیعتہ ومحبیہ واشہد بذلک رسول اللہ وجبرئیل الخ حضرت امام حسین علیہ السلام کا عالم ذر ہی میں روز ازل رب الارباب خدائے تعالیٰ سے یہ عہد باندھا تھا۔ کہ جیسے ہی میرے خون کا ایک قطرہ میرے گلے سے نکلے اور زمین پر گرے گناہان شیعہ اور محبوں کی خطاؤں کو معاف کر دے خداوند عالم چونکہ کریم مطلق ہے وہ مومنین کے گناہوں کو معاف کر دے گا اور انہیں بخشے گا۔ اور اس عہد و میثاق پر رسولؐ خدا بہ نفس نفیس اور جبرئیل امین گواہ

ہوئے ہیں اس وقت جب کہ شمر ولد الحرام اس وقت جب کہ شمر ولد الحرام نے آپ کے سینۂ پاک پر قدم رکھا اور سر مبارک قطع کرنے میں مشغول ہوا۔ اس وقت آپ کی توجہ حضرت ایزدی کی طرف ہوئی۔ اور بارگاہ خدا میں عرض کیا۔ اللھم انی قد وفیت بعہدی وانت قد عہدت لی ذلک فانت اولی بالوفا بما عہدت لی۔ یعنی کہ آپؑ نے فرمایا اے خدائے حسینؑ کہ میں نے اپنا وعدہ وفا کیا اب تو بھی اپنا وعدہ وفا کر اور میرے شیعوں کے گناہ بخش دے۔ فاذا ہتف ہاتف ونادی یاحسین طب نفسا فانا ایضاً قد وفینا بما عہدنا وتجاوزنا عن سیئا اشیاعک لاجلک حتی ترضی۔ اس وقت ہاتف غیبی نے ندا دی کہ اے حسینؑ، اے سربلند صدق وصفا حسینؑ اے پیکر وفا حسینؑ اے شہید کرب وبلا حسینؑ۔ خاطر جمع رکھ کہ میں اپنا عہد وفا کر دوں گا۔ اور تیرے شیعوں اور محبوں کے گناہ معاف کر دوں گا۔ میں تجھ سے راضی اور تو مجھ سے راضی ہے اس وقت شمر ملعون نے آپ کا سر مبارک قطع کیا اب دیکھنا یہ ہے کہ شمر ملعون نے خنجر سے سر مبارک قطع کیا یا تلوار سے سر مبارک کاٹا۔ روایات میں ہے کہ شمر نے امام حسینؑ کو اس طرح ذبح کیا جیسے گوسفند کو ذبح کرتے ہیں اور دوسری روایت یہ ہے کہ پس گردن سے ذبح کیا۔ حضرت قائم آل محمدؐ امام مہدی علیہ السلام کے کلام مقدس یعنی زیارت ناحیہ میں یہ فقرات وارد ہوئے ہیں کہ والشمر لعنہ جالس علی صدرک ومولع سیفہ علی نحرک قابض علی شیبک بیدہ ذابح لک بمہندہ۔ یعنی کہ شمر ملعون حضرت امام حسینؑ کے سینۂ اقدس پر بیٹھا تھا اور اپنی تلوار سے آپ کو ذبح کیا۔ دوسری روایت امام رضا علیہ السلام کی طرف منسوب ہے کہ آپؑ نے ریان تبیب

سے فرمایا کہ اے ریان تو حسینؑ مظلوم پر گریہ کر فانہ ذبح کما یذبح الکبش
کہ ہمارے جد بزرگوار حسین مظلوم مثل گوسفند ذبح کیا ہے۔

اور پس گردن سے ذبح کرنے کے سلسلہ میں روایت ہے کہ شیخ فخر الدین نے کتاب منتخب میں اور لوط بن یحیٰی نے اپنے مقتل میں اور صاحب تبر مذاب نے اپنی کتاب میں اور بھی بعض اشخاص نے لکھا ہے کہ فاکبۃ علی وجھہ وقطع راسہ۔ کہ شمر ولد الحرام نے حضرت کو اس طرح لٹایا کہ جیسے سجدہ کی حالت میں کوئی انسان ہوتا ہے اور پھر آپ کا سر مبارک قطع کیا اور خصوصاً حضرت زینبؑ خاتون کا مدینہ پہنچ کر جدّ امجد رسولؐ خدا کی قبر مبارک پر یہ فرمانا کہ یا جداہ ھذا حسینک مجزوز الراس من القفا۔ یعنی کہ اے نانا یہ حسینؑ ہیں کہ جنہیں پس گردن سے ذبح کیا گیا۔ اور سید سجاد علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ انا ابن المجزوز الراس من القفا۔ یعنی کہ اس کا فرزند ہوں جو پس گردن سے ذبح کیا گیا۔ پس امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک پس گردن سے جدا کیا گیا۔ صاحب کتاب ریاض لکھتے ہیں کہ شمر لعین آپ کے سینہ مبارک پر بیٹھا اور سر مبارک قطع کرنا شروع اور جیب گردن سے سر جدا ہو گیا تو پھر باقی رگوں کو پس گردن سے کاٹا اور سر مبارک جدا کیا۔
اس وقت ندائے غیبی آئی۔ يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً (سورۃ الفجر آیت ۲۷)
یعنی اے اطمینان پانے والی جان اپنے پروردگار کی طرف چل۔ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے راضی۔ شمر نے سر مبارک قطع کرنے کے بعد نیزہ پر سر بلند کیا اس وقت اس لشکر بیدین نے نعرہ اللہ اکبر بلند کیا۔

سید رحمۃ فرماتے ہیں کہ اس وقت فضائے کربلا میں سیاہ آندھیاں چلنے لگیں۔

اور ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ اب عذاب نازل ہوگا۔ حضرت صادق آل محمدؐ فرماتے ہیں کہ لشکر عمر ابن سعد میں سے ایک شخص شور مچانے لگا لوگوں نے اس سے دریافت کیا کہ تیرے شور مچانے کا کیا سبب ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے بچشم خود ابھی ابھی دیکھا کہ رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہیں اور ایک نگاہ قہر لشکر پر ڈالی ہے وہ کہتا ہے کہ میں ڈرتا ہوں کہیں عذاب نازل نہ ہو جائے لوگوں نے اس سے کہا کہ تو دیوانہ ہو گیا ہے۔ راوی نے حضرت صادق آل محمدؐ علیہ السلام سے سوال کیا کہ وہ صیحہ کرنے والا اور نالہ کرنے والا کون تھا آپ نے فرمایا کہ وہ جبرئیلؑ امین تھے کہ جو حسینؑ مظلوم پر گریہ کناں تھے۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

قتل امام حسین علیہ السلام کی خبر کا منتشر ہونا اور کائنات پر اثر

جو کچھ کہ کتب معتبرہ سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام قتل کر دیئے گئے تو ہاتف غیبی نے ندا دی قتل الحسینؑ بکربلا۔ ذبح الحسینؑ بکربلا۔ مرحوم سید کتاب لہوف میں فرماتے ہیں وجائت جاریۃ من ناحیۃ خیمۃ الحسین فقال لہا رجل یا امۃ اللہ سید تک قد قتل۔
کہ ایک کنیز خیمہ سے نکلی تو اس سے ایک شخص نے کہا اے کنیز خدا تمہارے سید قتل ہو گئے۔ اس کنیز کو اہل حرم کی مخدرات نے بغرض آگہی حالات سید الشہداء باہر بھیجا تھا۔ کہ ایک شخص نے دریافت کیا کہ تو کہاں جاتی ہے اس نے کہا کہ

خبر امام حسینؑ کی خاطر مقتل جاری ہوں تو اس نے کہا کہ اے کنیز حسینؑ قتل ہو گئے۔
جب اس کنیز نے خیمہ میں خبر دی تو سب سے پہلے حضرت زینبؑ خیمہ سے باہر نکلیں دیکھا کہ ذوالجناح در خیمہ پر کھڑا ہے زین خالی ہے باگیں کٹی ہوئی ہیں۔
اہلحرم نے ذوالجناح کے گرد جمع ہو کر نوحہ وزاری کی اور تمام کائنات عالم حسینؑ کے غم میں غمگسار تھی تمطر السماء دما و رمادا ۔ اس وقت آسمان سے خون اور راکھ برسے۔ سورج مثل خون سرخ ہو رہا تھا جب حضرت سید الشہداء علیہ السلام کا سر مبارک قطع ہو گیا۔ اور نیزہ پر بلند کیا گیا اس وقت ایک ساعت تک لوگوں نے یہ محسوس کیا کہ وہ موت کے مونہہ میں ہیں اور عذاب نازل ہونے والا ہے۔ اس وقت زمین کربلا میں زلزلہ تھا فضاء کربلا میں سیاہ آندھیاں چل رہی تھیں دریائے فرات میں تلاطم تھا۔

میثم تمار سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ روز عاشوراء محرم ہم نے آسمان سے خون برستا دیکھا بعدہٗ معلوم ہوا کہ اسی روز حضرت حسین سید الشہداء قتل ہوئے تھے۔ شیخ بہائیؒ نے بیان کیا کہ میرے پدر بزرگوار کو مسجد کوفہ میں ایک عقیق ملا جو خون کی طرح سرخ تھا۔ اور اس پر تحریر تھا کہ میں ایک موتی تھا کہ جو روز تزویج علی المرتضیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر نثار کیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ جب روز عاشوراء خون حلق امام حسینؑ زمین پر گرا رنگ مثل خون سرخ ہو گیا۔ اسی شب جناب ام المومنین ام سلمہ نے خواب میں دیکھا کہ رسول خداؐ تشریف لائے ہیں اور پریشان ہیں اور گرد کپڑوں پر پڑی ہے۔ اور وہ مٹی جو رسول خداؐ نے ہمیں دی تھی جب اسے دیکھا تو اس میں خون تازہ جوش زن تھا۔ اس وقت زنان ہاشمیہ اور مدینہ کی عورات جمع ہوئیں اور ماتم سید الشہداء کیا نوحہ و بکا اور گریہ وزاری کی صدائیں بلند ہوئیں۔ اور

پھر قبر رسولؐ خدا پر ماتم کیا۔

روح حضرت سیّد الشہداء علیہ السّلام کا عرش خدا کی طرف عروج

جب حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مطہر تن سے جدا ہو گیا اور امام مظلوم کر دیئے گئے۔ تو فرشتے آپ کی روح مطہر کو آسمانوں پر لے گئے بلکہ آپ کا جسد چاک چاک بھی فرشتے آسمان پر لے گئے ہیں فلما عرج بروحہ صلوات اللہ علیہ الی السموات انقلب الحال علی اھلھا کہ جب آپ کی روح پرفتوح آسمانوں پر پہنچی تو ہر ایک آسمان کے فرشتے گریہ وزاری کرنے لگے۔ اور نالہ وزاری کی صدائیں بلند ہو گئیں۔ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر ایک آسمان پر ستر ہزار فرشتوں نے استقبال کیا اور گریہ وزاری کی۔ اور روز قیامت تک یہ فرشتے حضرت امام حسینؑ پر گریہ وزاری کریں گے فلما بلغ الی العرش المجید اخذت قوائمہ فی الرعدۃ الشدیدۃ۔ جب کہ روح مطہر امام حسینؑ عرش خدا پر پہنچی ستونہائے عرش خدا متزلزل ہو گئے۔ یعنی کہ عرش خدا نے اس طرح اظہار غم کیا۔
خداوند ذوالجلال والاکرام نے روح پرفتوح کو مورد الطاف و عنایات بنایا۔ اور اسی طرح امام حسینؑ کے جسد پارہ پارہ کی ملائکہ نے زیارت کی اور پھر وہ جسد مبارک زمین کربلا پر واپس لایا گیا۔ اور تین دن کے بعد سپرد خاک کیا گیا کہ جہاں اب قبر مبارک امام حسین واقع ہے اور مرکز زیارت اہل ایمان ہے۔ حضرت امام العصر علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ ملائکہ قبر رسولؐ خدا پر نازل ہوا اور آپ کو ان کے فرزند حسین مظلوم کا

پر سر دیا۔ اور پھر یہی فرشتے قبر سیدہ عالم فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا پر گئے اور ماتم حسینؑ کیا اس طرح قبر امیرالمومنین پر ماتم کیا۔ پس زمین و آسمانوں میں ماتم حسینؑ برپا ہوا۔ اے شیعو تم بھی غم امام حسین علیہ السّلام میں گریہ و بکا کرو۔ روز عاشورا، محرم گریبان چاک کرو۔ برہنہ سر ہو جاؤ۔ اور شاہانہ امور ترک کر دو۔ امام حسینؑ کی یاد میں فاقہ کرو پیاسے رہو۔ اور بعد ہنگام عصر امام حسینؑ کی پیاس یاد کرتے ہوئے پانی پیو۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

لشکر عمر ابن سعد کا لباسِ حضرت امام حسینؑ کو غارت کرنا اور احوالِ ذوالجناح

بعد قتل امام حسین علیہ السّلام گرد و غبار ختم ہوا۔ تو عمر ابن سعد ملعون کے لشکریوں نے حضرت امام حسین علیہ السّلام کے لباس کو لوٹنا شروع کیا۔ ہم اس مقام پر صرف یہ ایک روایت سپرد قرطاس کرتے ہیں وسلبوا جمیع ما کان علیہ حتی سراویلہ۔ اعداء دین نے تمام لباس لوٹ لیا یہاں تک کہ پائجامہ بھی چاک چاک کر ڈالا۔ آپ کا جامہ "ثوب عتیق" کے نام سے مشہور و معروف ہے ثوب کہتے ہیں جامہ، لباس کو اور عتیق کے معنی ہیں پرانا"۔ بحیر بن عمر ملعون نے زیر جامہ اتارنا چاہا پس جیسے ہی اس نے گستاخی کی اس کے دونوں ہاتھ شل ہو گئے یعنی خشک ہو گئے اور وہ زیر جامہ نہ اتار سکا۔ یہ کہنہ لباس آنحضرتؑ نے وقت رخصت آخر پہنا تھا۔ مرحوم سید کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ یہ لباس بہت زیادہ بوسیدہ تھا جگہ جگہ سے چاک چاک تھا۔ امام مظلوم کا عمامہ اخنس بن مرثد ملعون نے لوٹا۔ (ملاحظہ

ہو کتاب لہوف) اور بحار میں ہے کہ آپ کی قبائے مبارک جعونہ بن جویہ ملعون نے اتار لی۔ مالک بن نسر ملعون نے آپ کی زرہ، اسود بن خالد ملعون نے آپ کے نعلین اتار لئے۔ اسود بن حنظلہ ملعون نے آپ کی تلوار اور بحر بن کعب تیمی ملعون نے اوپر کا لباس اتار لیا۔ بروایتِ مرحوم السیّد۔ عمر ابن سعد ملعون نے امام حسین علیہ السّلام کی زرہ لوگوں کو دکھائی جو طلائی تھی یعنی سونے کی تھی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ زرہ بیدا من تھی۔ ان غارتگروں میں آخری شخص بجدل بن سلیم ملعون تھا۔ اس نے جب یہ دیکھا کہ لشکر والے قتل گاہ کی طرف جاتے ہیں واپس آتے ہیں تو عمر بن سعد بدنہاد انہیں انعام و اکرام سے نوازتا ہے۔ بجدل بن سلیم بھی لالچ میں آ گیا اس خیال سے کہ عبید اللہ ابن زیاد کی نظروں میں ممتاز ہو گا۔ یہ حرامزادہ مقتل میں پہنچا دیکھا کہ امام حسین علیہ السّلام کی لاش بلے لباس پڑی ہے۔ اس کو کوئی لباس اتارنے کے لیے نہیں ملا تو مایوس ہو کر واپس ہو رہا تھا کہ اس ظالم کی نظر امام مظلوم کے دست مبارک پر پڑی آپ کی انگشت مبارک میں انگشتری تھی اس نے چاہا کہ انگشتری اتار لے مگر وہ نہ اتار سکا۔

اس حرام زادہ نے تلوار سے انگشت مبارک قطع کی اور انگشتری اتار لی زیارت میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں السلام علی الاصبع المقطوع۔ کہ سلام ہو اس پر کہ جس کی انگشت مبارک قطع کی گئی۔ وارد ہوا ہے کہ جب روز قیامت برپا ہو گا تو جبرئیل امین اپنے سر پر ایک طبق لیے ہوں گے اور اس میں امام حسین علیہ السّلام کی وہ انگشت مبارک ہو گی۔

علامہ اپنی کتاب الریاض میں فرماتے ہیں کہ جب لشکر عمر ابن سعد سامان لاش امام حسین علیہ السّلام لوٹنے میں مشغول تھا تو اس وقت ذوالجناح۔ آپ کی لاش مبارک

سے دور کھڑا تھا۔ اور کبھی کبھی لاشں کے گرد طواف کرتا تھا۔ اور لشکر کے لوگ اس کو گرفتار نہ کرسکے کیونکہ ذوالجناح آپ کی میراث میں سے ایک تھا۔ مگر کوئی میراث نبوّت کو نہیں لے سکتا۔ لباس و عمامہ و تلوار، انگشتری وغیرہ جو اعداء دین نے غارت کیں از قسم میراث نہیں ہیں۔ ذوالجناح امام حسین علیہ السّلام زخم خوردہ، پیاسا کھڑا تھا۔ صاحب کتاب الرّیاض لکھتے ہیں کہ ذوالجناح کو قرار نہیں آتا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے اکثر ظالموں کو زخمی کیا۔ اس پر دشمنوں کی نظر تھی۔ شیخ دربکیؒ کہتے ہیں کہ ذوالجناح کی آنکھوں سے اشک جاری تھے ؎

یعقی لہ والشمر یقطع راسہ ۔۔۔ وخیو الہمہ تجری علی اغضابہ

والمہر یندبہ ویلطم نحرہ ۔۔۔ ویعود عادی السرج فی بیدانہ

یعنی اندوہ و افسوس ہے مجھ پر کہ شمر ملعون نے میرے سامنے میرے راکب کا سر قطع کیا اور دوسرے گھوڑوں نے میرے سوار کی لاش مطہر پر قدم رکھے۔ عمر ابن سعد ملعون نے حکم دیا کہ ذوالجناح کو پکڑ لیا جائے کیونکہ یہ گھوڑا رسول اللہ کے گھوڑوں میں سے ایک ہے جو کوئی ذوالجناح کو پکڑنے آتا تو ذوالجناح اُسے دانتوں سے کاٹتا۔ کبھی دولتّی مارتا۔ پھر عمر بن سعد ملعون نے زیادہ تعداد میں لوگ بھیجے کہ ذوالجناح کو پکڑ سکیں۔ آخرکار ذوالجناح نے پھر خیام اہلبیتؑ کا رخ کیا۔ اور در خیمہ پر پہنچ کر صیحہ کیا۔ اہلحرم در خیمہ پر جمع ہوگئے۔ سکینہ خاتون بابا بابا کہہ کر فریاد کر رہی تھیں۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ اپنی کتاب امالی میں تحریر کرتے ہیں کہ ام کلثومؑ نے ذوالجناح کی گردن میں باہیں ڈال دیں اور گریہ وزاری کیا۔ ذوالجناح کے گریہ وزاری پر بکثرت روایات پائی جاتی ہیں۔ صاحب کتاب الریاض فرماتے ہیں کہ ذوالجناح صیحہ کرتا ہوا زمین پر گرا اور اس نے اپنی جان دیدی۔ محمد ابن ابی طالب

کتاب مناقب میں درج کرتے ہیں کہ انہ رمی بنفسہ علی الارض وجعل یصھل و یضرب براسہ علی الارض عند الخیمۃ حتی مات۔ کہ وہ سر پٹک پٹک خیمہ کے سامنے ہی مرگیا۔ بروایت روضۃ الشہداء ابوالمؤید خوارزمی نقل کرتے ہیں کہ بعد شہادت امام حسینؑ ذوالجناح صحرا کی طرف چلا گیا اور کسی کو اس کا نشان نہیں ملا۔

دربندی لکھتے ہیں کہ ذوالجناح پر شہر بانو دختر یزدجرد زوجۂ امام حسین علیہ السّلام سوار ہوئیں اور ذوالجناح اور شہر لےئے کی طرف چلا گیا۔ لیکن یہ روایت ضعیف ہے، ابی مخنف نے عبداللہ بن قیس سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے میں نے دیکھا کہ ذوالجناح نے لوگوں کو حضرت امام حسینؑ سے دور کیا۔ خیمہ اہلحرم پر پہنچا اور وہاں سے نہر فرات پر پہنچا اور داخل نہر ہوا اور نہ معلوم کہاں چلا گیا اس کے بعد کی خبر نہیں۔ بعض لوگوں نے تحریر کیا ہے کہ ذوالجناح کربلا سے مدینہ منوّرہ میں مقابل مسجد نبویؐ لایا گیا اور خبر قتل امام حسینؑ آنحضرتؐ کو پہنچائی۔ اور اب ذوالجناح حضرت قائم آل محمدؐ امام مہدی علیہ السّلام کی خدمت اقدس میں موجود ہے۔

تاراجی خیام اہلبیتؑ

صاحب کتاب الرّیاض لکھتے ہیں کہ جب اعداء دین حضرت امام حسین علیہ السّلام کی لاش مطہر سے لباس وغیرہ لوٹ چکے تو ان ظالموں نے خیام اہلبیت کا رخ کیا۔ اور اثاثۂ اہلبیت لوٹا۔ اس وقت اہلحرم میں ایک قیامت برپا تھی۔ کتاب الارشاد میں ہے کہ قال حمید بن مسلم فواللہ لقد کنت اری المرأۃ من نسائہ وبناتہ و اھلہ تنازع ثوبھا وعن ظہرھا حتی تغلب علیہ فذھب بہ عنھا۔

یعنی حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ جب کسی عورت یا دختر کی طرف چادریں چھیننے کے لیے ظالم ہاتھ بڑھاتے تو وہ از خود چادریں۔ زیور وغیرہ اتار کر زمین پر پھینک دیتی تھیں۔ تاکہ کوئی نامحرم ہاتھ نہ لگا سکے۔ اس بے کسی میں یہ بے پردہ کی شان تھی۔ واحسرتا کوئی اس وقت ان بیکس بیبیوں کا مددگار نہ تھا کہ ان ظالموں کو دور کرے ؎

زینبؑ آں غوغا چو دید از ہر طرف	کرد از سوز دلش رو بر نجف
گفت ای حلال مشکلہا علیؑ	ای چراغ جملہ دلہا علیؑ
ہر کہ در تنگی علیؑ گفت اے پدر	دست او بگرفتی از ہر رہگذر
ما کہ در بند بلائیم یا علیؑ	جملہ اولاد شمائیم یا علیؑ

از نجف تا کربلا پر دور نیست

آمدن بہر تو نامقدور نیست

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت زینبؑ بیکس نے جب یہ غارت گری دیکھی نہ کوئی مونس تھا نہ غمخوار نہ عباسؑ نہ علیؑ اکبر نہ عون و محمد نہ اصحاب حسینؑ، ایک مرتبہ نجف کی طرف رخ کیا اور پکار کے فرمایا اے مشکل کشائے عالم علیؑ ولی۔ (میری تصنیف مشکل کشاء عالم ملاحظہ ہو) مدد کو آئیے۔ ہماری دست گیری کیجئے۔ تنگی میں مدد کیجئے آپ کی اولاد بلاؤں میں مبتلا ہے کربلا سے نجف دور نہیں اور آپ کے لیے یہاں پہنچنا آپ کے اختیار سے باہر نہیں ہے۔ ہائے بابا ہمارے خیموں میں آگ لگ رہی ہے۔ ہماری چادریں اتار لی ہیں شمر ستمگر سکینہ کو طمانچہ مار دیا ہے۔ اس وقت اہلحرم میں شور فغان و آہ برپا تھا کتاب لہوف میں ہے کہ جب اس قوم بے حیا نے خیام اہلبیت رسولؐ کو لوٹا تو ایک ظالم دوسرے پر لوٹنے میں سبقت

کر رہا تھا۔ کوئی چادر اتار رہا تھا تو کوئی مقنعہ، کوئی سکینہ کے گوشوارے اتار رہا تھا حمید بن مسلم کہتا ہے کہ جب لوٹ مار زوروں پر تھی تو ایک عورت نے آل بکر بن وائل کو جو لشکر عمر ابن سعد ملعون میں تھے غیرت دلائی چنانچہ وہ لوگ حمایت اہلحرم میں تلواریں کھینچے ہوئے آئے اور شمر ولد الحرام کو لوٹ مار سے روکا۔ اور کہنے لگے اے مسلمانوں یہ تمہارے پیغمبرؐ کی اولاد ہیں تم ان کو غارت کر رہے ہو ان کے خیموں کو تاراج کر رہے ہو۔ اس وقت اس زن نیک خو کا شوہر آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ فاخذھا زوجھا و ردھا الی رحلہ یعنی کہ اس ضعیفہ کا شوہر آیا اور اس کو خیمہ میں لے گیا۔

محمد بن ابی طالب تحریر کرتے ہیں کہ جب لشکر بے دین تاراجی خیام کے لیے آیا تو شمر ملعون ان کے ساتھ تھا۔ اور ان بیرحموں نے شمر کے حکم پر آل رسولؐ کی چادریں۔ گوشوارے اور زیور چھین لیے۔ خیموں میں آگ لگا دی۔ بچوں، عورتوں کو تازیانے لگائے۔

الشیخ حُرّ عاملی فرماتے ہیں کہ جب لشکر اعداء بقصد غارتگری خیام آیا تو حضرت زینبؑ خاتون نے عمر ابن سعد ملعون کو پیغام بھیجا کہ ہمیں لوٹنے میں جلدی نہ کر اگر سامان۔ زیورات لباس وغیرہ ہی لوٹنا مدنظر ہے تو ہم تمام اسباب خود جمع کر کے دیدیں گے۔ قبل اس کے کہ نامحرم ہمارے خیموں میں داخل ہوں اور ہمیں ہاتھ لگائیں حضرت زینبؑ خاتون نے تمام مخدرات سے فرمایا کہ سب سامان جمع کر دو۔ سب نے اپنا اپنا زیور اتارا۔ چادریں جمع کیں اور حضرت زینبؑ خاتون نے ایک خیمہ میں ان چیزوں کو جمع کر دیا اور لشکر اعداء نے لوٹنا شروع کیا جس کے ہاتھ جو چیز لگی وہ لے گیا۔

مقتل ابی مخنف میں ہے قال زینبؑ بنت علیؑ کنت فی ذٰلک الوقت

واقعہ فی الخیمۃ اذ دخل رجل ازرق العینین فاخذما کان فی الخیمۃ حضرت علیا زینب خاتون فرماتی ہیں کہ میں خیام کے صدر دروازے پر کھڑی تھی کہ ایک نامرد ظالم نیلی آنکھوں والا خیمہ میں آیا۔ جو کچھ خیمہ میں تھا تاراج کیا۔ اس وقت میرا برادر زادہ سید سجادؑ خیمہ میں بیماری کی حالت میں تھا کہ اس ملعون نے بیمار کو بیدار کیا اور اس کو زمین پر ڈال دیا اور بستر کھینچ لیا۔ میرے سر سے چادر اور گوشوارے چھین لیے اور وہ ملعون بچوں کو تازیانے لگا رہا تھا۔ واہ محمداہٗ کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں کتب فقہ میں وارد ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو تازیانہ مارے تو خداوند عالم روز جزا اس کو تازیانہ آتش اس کے بدن پر مارے گا۔ ظاہر ہے کہ خداوند عالم عادل ہے ایک تازیانہ لگتے ہی خدا پر انتقام لینا واجب ہے۔ واہ مصیبتاہ۔ ظالموں نے اہل حرم اور بچوں کو کسقدر تازیانے لگائے ہوں گے۔ کتاب منتخب میں ہے کہ فاطمہ بنت الحسینؑ فرماتی ہیں کہ وقت تاراجی خیام ایک شخص آیا۔ وہ گھوڑے پر سوار تھا۔ ایک بلند نیزہ اس کے پاس تھا۔ اور وہ ظالم بچوں اور عورتوں کو نیزہ مارتا اور ہمارے خیموں کو لوٹ رہا تھا۔ وسیعلم الذین ظلموا آل محمد۔

خطبہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام دربارۂ فضیلت جہاد اور حالت سید سجاد وقت تاراجی خیام

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خلافت ظاہری کے زمانے میں معاویہ دوستداران علی مرتضیٰ کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچا رہا تھا انجنابؑ ایک روز منبر پر تشریف لے

گئے اور ترغیب و تحریص جہاد دلائی۔ اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ ایھا الناس فان الجہاد باب من ابواب الجنۃ فتحہا اللہ لخاصۃ اولیاء وھو لباس التقوی ودرع اللہ الحصینۃ والجنۃ الوثیقۃ فمن ترکہ رغبۃ عنہ البسہ اللہ ثوب الذل وشملۃ البلاء ودیث بالصغار والعائۃ وضرب علی قلبہ بالاسھاب و اذیل الحق منہ تبضیع الجہاد و سیم الخسف ومنع النصف۔ ماحصل مضمون یہ ہے کہ لوگو جاننا چاہیئے آگاہ رہو کہ جہاد سے درہا بہشت بندے پر کھل جاتے ہیں۔ جہاد لباس تقویٰ ہے جو مومن کے لیے ضروری ہے۔ جہاد زرہ ہے جو بلاؤں سے محفوظ رکھتی ہے جہاد مقام محمود ہے، جہاد بہشت موعود ہے۔ جو لوگ جہاد سے فرار کرتے ہیں ان کے لیے ترک جہاد سے ذلت کے دروازے کھلتے ہیں اور وہ لوگوں کی نظروں میں ذلیل ہوتے ہیں۔ اور ان پر بلائیں اور مصیبتیں آتی رہتی ہیں۔ پس حق کے لیے جہاد کرو۔ الا وانی قد دعوتکم الی قتال ھؤلاء القوم لیلا ونھارا وقلت لکم اغزوھم قبل ان یغزوکم فواللہ ما غزی قوم قط فی الغز دارھم الا ذلوا فتواکلتم و تخاذلتم حتی شنت علیکم الغارات وملکت علیکم الاوطان۔ اے گروہ مردم میں نے چند مرتبہ تم کو آگاہ کیا ہے کہ اس قوم سے جنگ کرو۔ رات دن کہتا ہوں کہ اس قوم سے جنگ کرو لیکن تم عذر پیش کرتے رہتے ہو۔ اور ذلت تم پہ غالب آ رہی ہے۔ جہاد میں اسقدر کوتاہی جس کے سبب تمہاری املاک تباہ ہو رہی ہیں۔ تمہارا وطن تباہ ہو رہا ہے اور اب ایسا ہے کہ معاویہ نے کثیر لشکر بھیجدیا ہے۔ اس نے حسان بن حسان

نائب الحکومۃ کو قتل کر دیا ہے اور ہماری سرحدات پر لشکر جمع کر دیا ہے اور اب یہ خبر پہنچی ہے کہ معاویہ نے ایک زن مسلمہ کے گھر سامان جنگ جمع کیا ہے اور اس نے ایک زن یہودیہ کہ جو اسلام کی پناہ میں ہے کے مکان کو تباہ کر دیا ہے اور اس کے زیورات اور سامان خانہ کو لوٹ لیا ہے اور اس زن یہودیہ کو گھر سے نکال دیا ہے کوئی ایسا نہیں ہے کہ جو اس زن مسلمہ کہ جس کے مکان پر سامان حرب جمع کیا ہے اور زن یہودیہ کی حمایت کرتا۔ اے کاش علیؑ زندہ نہ ہوتا کہ مجھے یہ سننا پڑا کہ میری دولت و حکومت میں ایسی بلائیں نازل ہو رہی ہیں۔ دل چاہتا ہے کہ مولا علی سے خطاب کروں۔ مولا۔ ذرا کربلا میں آئیے اور دیکھئے کہ لشکر عمر ابن سعد ملعون مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی کرتا ہے اور آپ کی اولاد کے خیموں کو لوٹ رہا ہے کوئی شخص اہلحرم کے سروں سے چادریں چھین رہا ہے کوئی گوشوارے اتار رہا ہے کوئی سید سجادؑ کا بستر کھینچ رہا ہے۔ اور زینبؑ خاتون فریاد کر رہی ہیں اتسلب بنات رسول اللہ وانتم تنظرون اے مسلمانو تم اہلبیتؑ رسولؐ کی چادریں چھین رہے ہو۔ رسول زادیاں استغاثہ بلند کر رہی تھیں مگر کوئی ان کی فریاد کو پہنچنے والا نہ تھا۔ کوئی بی بی کہہ رہی تھی کہ

اے علیؑ اکبر برادر جان من

در کجائی بشنوی افغان من

یعنی کہ اے علی اکبر برادر من کہاں ہو میری فغان و نالہ تو سنو یعنی میری مدد کو پہنچو۔ فقہ جعفریہ میں ہے کہ اگر کوئی شخص کسی برادر مومن کو جو فقیر و تنگدست ہو لباس پہنائے یا تنگی میں اس کی معاشی امداد کرے۔ تو خداوند عالم سات ہزار فرشتے اس پر موکل کرتا ہے کہ جو اس کی طرف سے اس کے گناہوں کے لیے استغفار کریں

ہیں۔ لیکن واحسرتا ابن سعد کے لشکریوں نے اہلحرم کا لباس لوٹ لیا۔ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ حتی قطعت اذن ام کلثوم لحلقۃ۔ کہ ظالم نے گوشوارہ کان سے چھینا اور کان کی لو شگافتہ ہو گئی۔ واحسرتاہ صاحب اخبار الدول لکھتے ہیں کہ شمر ملعون جب غارت گری سے فارغ ہوا تو اس نے حضرت سید سجاد کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اس وقت جناب زینبؑ خاتون نے اس بے حیا کے پاس آکر کہا کہ اگر سجادؑ کو قتل کرنا ہی منظور ہے تو پہلے مجھے قتل کر دے۔ شمر ولد الحرام کا ظلم دیکھ کر اہلحرم میں شور فغاں بلند ہوا۔ تو ناگاہ عمر بن سعد دور سے آتا ہوا نظر آیا وہ مردود حضرت امام حسینؑ کی زرہ پہنے ہوا تھا۔ اہلحرم نے دیکھا تو نالہ و بکا میں شدت پیدا ہو گئی۔ عمر بن سعد ملعون سے کہا کہ اے ظالم آخر اولاد علیؑ کو قتل کرنے کی کوئی حد بھی ہے۔ اس نے لشکریوں سے کہا کہ کوئی شخص اس بیمار کو اذیت نہ پہنچائے پس شمر ولد الحرام آپ کو قتل کرنے سے باز رہا۔ لیکن کہنے لگا کہ آخر کار اس کو عمر ابن سعد کیوں قتل نہیں کرتا۔ اس کو آگاہ کیا کہ اس کو دربار ابن زیاد میں زندہ پیش کرتا ہے۔ پھر شمر ملعون نے حکم دیا کہ خیام اہلحرم کو آگ لگا دی جائے چنانچہ خیموں کو آگ لگا دی اور فخرجن حواسر مسلبات حافیات باکیات۔ تمام مخدرات اور بچے سراسیمہ حالت میں خیموں میں جاتی ہے اور کبھی خیمہ سے باہر نکل آتی ہے اور پھر جاتی ہے میں نے اس سے دریافت کیا اے مخدومہ کیا خیمہ میں تمہارا کوئی سامان رہ گیا ہے فرمایا کہ خیمہ میں میرا بھائی حسینؑ کی نشانی میرا بھتیجا سید سجاد بیماری کے حال میں بستر پر پڑا ہے اسے لینے جاتی ہوں غرضکہ جناب زینبؑ خاتون سید سجاد کو لے کر باہر نکلیں۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

سر ہائے شہداء کے ساتھ اہل حرم کا مقتل سے گزرنا

روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ عمر ابن سعد ملعون نے بعد تاراجی خیام اہلبیتؑ یہ حکم دیا کہ وقت روانگی سرہائے شہداء علیہم السلام جب مقتل سے اہل حرم گزریں تو ان کو وہاں لاشوں پر نہ جانے دیا جائے۔ کیونکہ آہ و بکا بلند ہوگی جب زینب خاتون کو یہ خبر ملی تو آپ نے ان ظالموں کو قسم دلائی اور فرمایا کہ خدارا ہمیں ہمارے عزیزوں کی لاشوں کی طرف سے لے چلو تاکہ ہم پھر ایک بار کا دیدار کرلیں ؎

ما بدل حسرت دیدار شہیدان داریم
دم آخر ہوس روئے جوانان داریم

یعنی کہ ہمارے دلوں میں حسرت ہے کہ ہم آخری بار اپنے شہیدوں کی زیارت کرلیں۔ پس اجازت ملی اور اہل حرم لاش ہائے شہداء پر پہنچے آگے آگے زینب خاتون تھیں اور اہل حرم، مخدرات بچے سب ساتھ ساتھ تھے ماتم کرتے ہوئے لاشوں پر پہنچے۔ آنسوؤں کی صورت میں خون جگر بہاتے ہوئے مقتل میں قدم رکھا ناگاہ حضرت زینبؑ خاتون کی نظر حسینؑ کے جسد پارہ پارہ پر پڑی۔ راوی کہتا ہے کہ زینبؑ خاتون نے روتے ہوئے بھائی کی لاش پر گرا دیا۔ مرحوم سید فرماتے ہیں آپ نے اس وقت مدینہ کی طرف رخ کرکے فرمایا۔ یا جداہ یا محمداہ صل علیک ملیک السماء هذا الحسین مرمل بالدماء مقطع الاعضاء۔

اے جد نامدار اے محمد مصطفیؐ آپ پر ملائکہ سموات نے نماز پڑھی آپ کا یہ حسینؑ خاک و خون میں غلطان پڑا ہے نہ گور و کفن ہے نہ ہی دفن کیا گیا ہے اور اے نانا آپؐ کی نواسیاں قیدی بنائی گئی ہیں هذا الحسین بالعراء تسفی علیه الصبا قتیل اولاد البغاء۔ یعنی کہ یہ حسین دریائے خون میں تیر رہا ہے جنگل میں پڑا ہوا ہے یا حزناه یا کرباه الیوم مات جدی رسول الله۔ واحسرتاه، وامصیبتاه آج گویا ہمارے نانا رسول خداؐ شہید ہو گئے پھر آپ نے از روئے حسرت فرمایا۔ یا اصحاب محمداه هؤلاء ذریة المصطفى یساقون سوق السبایا۔ فرماتی ہیں کہ اصحاب پیغمبر خدا کو نہیں مانتے کہ ذریت رسولؐ خدا کو اسیروں کی طرح لیے جا رہے ہیں پھر آپ نے لاش برادر کو مخاطب کرکے کہا ہائے کوئی جگہ ایسی نہیں ہے کہ زینبؑ اس جگہ کا بوسہ لے سکے ہائے برادر تو زخموں سے چور چور ہے اور میں تجھے بے کفن چھوڑ کر جا رہی ہوں ؎

برخیز ز خواب خوش برادر — کاین دشت بلا نہ جای خوابست
برخیز کہ شمر را سوی شام — بر بردن کودکان شتابست
برخیز کہ شور محشر آمد — روز از شب من سیہ تر آمد
لیلیٰ بسراغ اکبر آمد — در نالہ و نوحہ چون ربابست
رفتیم ز کوی تو بصد آہ — با ما نزدہ کرم تو اے شاہ

یک چند قدم بیا بہمراہ
ہمراہی بیکسان ثواب است

ان اشعار میں فارسی شاعر نے بزبان حال حضرت زینب خاتون کے تاثرات پیش کئے ہیں کہ زینب خاتون نے لاش امام مظلوم سے مخاطب ہو کر فرمایا اے بھائی جان اس

خواب خوش سے بیدار ہو جیئے اٹھیئے۔ اٹھیئے کہ یہ دشت بلا سونے کی جگہ نہیں ہے۔ اے برادر اٹھیئے اٹھیئے کہ شمر ملعون سوئے شام بچوں کو بڑی تیزی سے لیجا رہا ہے۔ یعنی کہ بچے شتران بے کجاوہ سے گرتے ہیں اور آغوش موت میں چلے جاتے ہیں۔ اے برادر اٹھیئے اٹھیئے کہ شور قیامت برپا ہے اور راتوں سے زیادہ دن ہم پر سخت گذر رہے ہیں۔ ام لیلیٰ علی اکبرؑ نور نظر کی تلاش میں مقتل میں آئی ہے نوحہ کر رہی ہے اے برادر من ہم تیرے کوچہ سے رخصت ہو رہے ہیں، بعد آہ و بکا جا رہے ہیں۔ ان اشعار میں شاعر نے جو درد بھر دیا ہے ہر صاحب دل اس کا اندازہ کر سکتا ہے۔

راوی کہتا ہے کہ دست دشمن سب ہی زینبؑ خاتون کا نوحہ سن کر رو رہے تھے غرض کہ ۔ ؎

روز شہادت شہ بطحا بشام شد — بر اہلبیتؑ غمزدہ صبح قیامؑ شد

آہ ز دمیکہ قافلۂ تشنۂ حجاز — از کربلا روانہ سوئے شہر شام شد

ناگہ گزر ز خیل اسیران بے پناہ — بر قتلگاہ سبط رسول انام شد

از آن زمان بیکس و اطفال بے پدر — بر دور نعش پاک حسینؑ اژدھام کرد

بر سر برہنہ دختر ک ماہ پارہ — در طوف جسم کشتۂ عالیمقام شد

کائی تشنہ لب برادر بجان برابرم

بنگر بخواہرت کہ اسیر ظلام شد

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ حضرت زینبؑ بیکس نے فرمایا۔ کہ شاہ بطحا کی شہادت کا روز ختم ہو گیا اور اہلبیت پر صبح اسیری آ گئی۔ وا حسرتاہ کہ کوئی دم میں اب ہم کربلا سے شام روانہ ہوں گے۔ ناگاہ اہلحرم کا قافلہ قتل گاہ شاہ شہیداں سے گزرا۔ اس وقت

شاہ مظلوم کی لاش کے گرد اژدھام ہو گیا۔ مخدرات سر برہنہ تھیں۔ اور لاش مطہر کا طواف کر رہی تھیں زینبؑ خاتون نے صیحہ کیا اور چرخ گردوں سے آواز آئی کہ زمانہ کا ظلم حد کو پہنچ گیا پھر آپ نے لاش برادر سے خطاب کیا اے برادر بجان برابر ذرا دیکھیئے کہ تیری بہن اسیر ظلم ہو کر جا رہی ہے روایات معتبرہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بعد شہادت امام حسین علیہ السلام شب یازدہم محرم کو اہلبیتؑ کربلا میں رہے اس شب کو خیام اہلبیت تاراج کئے گئے۔ اعداء دین نے آل رسولؐ کے خیموں کو آگ لگا دی اور گیارہویں محرم کو بعد وقت ظہر اسیروں کا قافلہ کوفہ کو روانہ ہوا۔ جب قافلہ روانہ ہوا اور بیکسوں نے شہیدوں کی لاشوں کو پڑا ہوا دیکھا تو بیبیوں نے اونٹوں سے گرا دیا اور گریہ وزاری کرنے لگیں۔ مرحوم سید فرماتے ہیں اور زیارت ناحیہ میں ہے کہ اہلبیتؑ نے شہیدوں کی لاشوں کو وداع کیا۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ اہلحرم دو مرتبہ قتلگاہ میں آئے ہیں ایک مرتبہ اس وقت کہ جب امام حسینؑ شہید ہو چکے ہیں اور گیارہویں محرم کو بعد وقت ظہر لاشوں پر پہنچے ہیں۔ ؎

زینبؑ چون دید پیکری اندر میان خون

چون آسمان وزخم تن ازانجمش فزون

یعنی اس وقت جناب زینبؑ نے لاش برادر پر نگاہ کی دیکھا کہ لاش حسینؑ خاک و خون میں غلطاں ہے اور آپ کے جسم مبارک پر ستاروں سے زیادہ زخم ہیں ایک آہ سرد کھینچی اور بی بی نے صیحہ کیا اور لاش امام کی طرف مخاطب ہوئیں اور فرمایا ءانت اخی کیا تو ہی میرا بھائی ہے تو ہی میری ماں کا فرزند ہے تو ہی میرے بابا کا نور نظر ہے۔ ایک ساعت پہلے تو خیمہ میں تھا اور اب خاک کربلا پر سو رہا ہے۔ پھر زینبؑ خاتون بھائی کی لاش کے نزدیک بیٹھ گئیں۔ شیعو! اس وقت زینب بیکس کی کیا حالت ہو

گی۔ اور جب تک زینبؑ خاتون نے دوسری مخدرات کو اجازت نہ دی کوئی بی بی لاش حسینؑ کے پاس نہیں بیٹھی۔ تمام عورات حلقہ بنائے کھڑی رہیں۔ اس وقت زینبؑ خاتون نے تیروں پتھروں سے لاش مطہر کو علیحدہ کیا۔ اور گلوے بریدہ کے بوسے لیے۔ اور فرمایا اے بھائی مجھ پر سخت گران ہے کہ تیری لاش زمین پر پڑی ہے اور تیرا سر نیزہ پر بلند ہے۔ ہائے حسینؑ کہہ کر لاشہ سے اُٹھیں۔ اور فرما رہی تھیں۔ لیتنی کنت قبل هذا الیوم عمیا۔ اے کاش میری آج کے دن آنکھیں نہ ہوتیں اور میں اپنے ماں جائے کو خاک پر سوتا نہ دیکھتی۔

صاحب فوادح حسینیہ لکھتے ہیں کہ جب مخدرات۔ حضرت زینبؑ کے فرمانے پر متفرق ہو گئیں۔ جدا جدا ہو گئیں تو ہر ایک بی بی اپنے جوان کی لاش پر پہنچی جناب سکینہ خاتون لاش پدر سے لپٹی ہوئی بین کر رہی تھیں ہر ایک بی بی اپنے اپنے وارث کی لاش پر رو رہی تھی کہ شمر ولد الحرام نے ان کو تازیانہ مار مار کر لاشوں سے جدا کیا۔

حضرت امام حسین علیہ السّلام کی لاش مطہّر کی نگہبانی کے لیے شیر کا آنا

بعد شہادت امام حسین علیہ السّلام یہ شور و غل برپا ہوا کہ عمر ابن سعد کا حکم ہے کہ لاش امام حسین علیہ السّلام پر گھوڑے دوڑا دیئے جائیں اور لاش مبارک پائمال کر دی جائے۔ اس آواز کو سن کر اہلحرم میں برپا ہو گئی۔ علامہ مجلسیؒ روایت کرتے ہیں۔ عن ادریس بن عبداللہ قال لما قتل الحسین ارادوا القوم ان یوطئوہ الخیل۔ یعنی ادریس بن عبداللہ سے روایت ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ علیہ السّلام شہید

گئے۔ لشکر عمر ابن سعد نے چاہا کہ آپ کی لاش مطہر پائمال سم اسپاں کریں۔ اس وقت جناب فضہ کنیز جناب فاطمہ زہرا نے زینبؑ خاتون سے عرض کیا کہ اے مخدرہ کہ حضرت رسولؐ خدا نے جب سفینہ غلام آزاد کیا تو اس وقت ان کی کشتی دریا میں تھی اور ایک جزیرہ میں ٹھہری۔ اس جزیرہ میں ایک شیر رہتا تھا۔ وہ سفینہ پر حملہ آور ہوا تو میں نے اس شیر کو مخاطب کر کے کہا یا ابا الحارث انا مولی رسول اللہ کہ اے شیر میں آزاد کردہ رسولؐ خدا ہوں مجھے اذیت نہ دے۔ فهمهم بین یدیه حتی اوقعه بین الطریق جیسے ہی شیر نے نام مبارک رسولؐ خدا سنا فوراً راستہ سے ہٹ اور ہلاک کرنے سے باز رہا۔ اور ہمہمہ کر کے اشارہ کیا اور راستہ تک پہنچا دیا پھر فضہ نے کہا کہ اے زینب خاتون میں نے سنا ہے کہ حوالی کربلا میں ایک شیر رہتا ہے اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں جا کر شیر کو آواز دوں۔ اور اس دلدوز واقعہ کی اطلاع دوں۔ شاید کہ شیر حفاظت لاش امام مظلوم کر سکے۔ جناب زینبؑ خاتون نے فضہ کو اجازت دی اور فضہ نے صحرا کا رخ کیا اور نہ معلوم کس قدر مسافت طے کی اور کس طرف گئیں بہرحال شیر تک پہنچیں۔ شیر نے دیکھ کر چنگاڑ ماری مگر فضہ نے باآواز بلند فرمایا کہ ابا الحارث اتدری ما یریدون ان یعملوا غداً بابی عبداللہ۔ اے شیر کیا تجھے معلوم ہے کہ یہ لشکر اعداء سلطان دین و دنیا سبط رسولؐ خدا حسین ابن فاطمہؑ کی لاش کو پائمال کرنا چاہتا ہے جیسے شیر نے فضہ سے یہ سُنا قتلگاہ کی طرف چلا۔ لاش امام مظلوم کے نزدیک پہنچا اور بحسرت نظر ڈالی۔ حتی وضع یدیه علی جسد الحسین کہ اپنے دونوں ہاتھوں کے درمیان لاش مطہر کو لے لیا۔ کتاب منتخب میں ہے کہ وجعل یمرغ وجهه بدم الحسین ویبکی علی الصباح۔ کہ اس حیوان نے خون امام حسینؑ سے پیشانی رنگیں کی اور روتا رہا کہ واقبلت الخیل فلما نظروا الیه قال لهم عمر بن سعد فتنة لا تنشروها

یعنی کہ جب کوئی لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر لاش امام حسین علیہ السلام کو پائمال کرنے آئے دیکھا کہ شیر موجود ہے گھوڑے وہاں نہ ٹھہر سکے اور بے قابو ہو کر بھاگ نکلے سواروں نے بھی پلٹ کر نہیں دیکھا۔ جب اس واقعہ کی عمر بن سعد ملعون کو خبر ہوئی تو کہنے لگا کہ اس کو کسی پر ظاہر نہ کیا جائے یہ ایک فتنہ ہے۔ فضہؑ نے شیر کے آنے کی خبر جناب زینبؑ کو سنائی اور اس طرح لاش مطہر پائمال ہونے سے محفوظ رہی۔

"تصرف محمدؐ و آل محمدؐ زندہ باد"

تحقیقات اہل تواریخ و شعراء دربارۂ پائمالی لاش ہاء شہداء

مولف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ مجلسی قدس سرہٗ نے جو حدیث از ادریس نقل کی ہے خود ان کو اس پر اعتماد نہیں ہے خصوصاً اس بات پر کہ گھوڑے جسد امام پر نہیں دوڑ سکتے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی لاش مطہر پائمال سم اسپان ہوئی ہے (از مترجم اس روایت میں چونکہ شیر کا آنا مسلم امر ہے اور کوئی حیوان یا انسان شیر کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا۔ پس اس موقعہ پہ پائمالی لاش مطہر کا نہ ہونا یقینی امر ہے۔ لیکن اس چیز کا سہارا لے کر کہ گھوڑے لاش مبارک پہ دوڑ سکتے ہیں اور مافوق العادت ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس نظریہ کو تقویت حاصل نہیں ہے کیونکہ لاش امام حسینؑ کا پائمال ہونا انتہائی ہتک کا باعث ہے جو تقدیس امامت کے خلاف ہے)۔

مولف کتاب فرماتے ہیں کہ پائمالی لاش امام حسین علیہ السلام پر بکثرت روایات پائی جاتی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا۔

قتل جدی بالسیف والسنان وبالحجارۃ والخشب والعصا ولقد اوطئوا الخیل۔

یعنی کہ ہمارے جد امجد حسینؑ مظلوم تلوار۔ سنان۔ پتھر۔ عصا سے قتل ہوئے اور بعدہ گھوڑے لاش مبارک پر دوڑائے گئے۔

علی ابن اسباط کتاب نوادر میں حضرت صادق علیہ السلام اور امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں لقد قتلوہ قتلۃ نہی رسول اللہ اور اسی میں فرمایا کہ ولقد اوطئوا الخیل بعد ذٰلک۔ کہ آپ کی لاش مطہر پر گھوڑے دوڑائے گئے۔

حضرت امام العصر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ فطول الخیول بحوافرھا وتعلوہ الطغاۃ ببواترھا۔ ان ارشادات معصومین سے ظاہر ہوتا ہے کہ لاش مطہر پائمال سم اسپان ہوئی ہے حضرت امام حسین علیہ السلام نے جب مکہ سے نکلنے کا ارادہ کیا تو فرمایا وکانی باوصالی تقطعہ عسلان الفلوات۔ یعنی کہ میں دیکھتا ہوں کہ میرے اعضاء و جوارح کو شری گھوڑے پارہ پارہ کر رہے ہیں۔

اس حدیث میں لفظ علان وارد ہوا ہے فیروز آبادی کتاب قاموس میں لفظ علان کے معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عسل الذئب او الفرس یعنی کہ علان سے مراد بھیڑیئے یا گھوڑے ہیں۔ اور عَسَل اس گھوڑے کو کہتے ہیں کہ جو اپنا سر ہلاتا رہے۔ ہاتھوں کو بلند کرے اور سوار کو اچھی طرح نہ بیٹھنے دے۔ پس یہ بھی دلیل ہے کہ لاش مطہر پر گھوڑے دوڑاتے گئے ہیں (از مترجم۔ اگر بغائر دیکھا جائے تو واضح ہوگا کہ بھیڑیئے وغیرہ یعنی درندے لاش امام کو گزند نہیں پہنچا سکتے۔ اور نہ ہی کوئی روایت ایسی پائی جاتی ہے کہ جس سے یہ ثابت ہو کہ درندے لاش امام حسینؑ پر معاذ اللہ اپنی طبعیٔ ہوس پورا کرنے آئے ہوں۔ بلکہ آئمہ معصومین کی

حیات میں اکثر واقعات ایسے ملتے ہیں کہ درندوں نے اطاعت امام کرتے ہوئے قدموں پر سر رکھ دیتے ہیں اور کسی قسم کی گزند نہیں پہنچا سکتے ہیں لہٰذا بعد شہادت گھوڑوں کا لاش مطہر پر دوڑنا غور طلب ہے اس کی یہ ایک توجیح ہو سکتی ہے کہ گرگ یعنی بھیڑیے اور سرکش گھوڑوں سے افواج کوفہ و شام مراد ہو۔ اور چونکہ کوفیوں اور شامیوں نے امام حسینؑ اور آپ کے یاور و انصار اقرباء کو شہید کیا ہے پس اس صفت درندگی کے اعتبار سے بھیڑیے اور سرکش گھوڑوں سے قاتلان امام حسینؑ مراد ہیں۔

جناب فاطمہ بنت امام حسین علیہ السلام کہ جن کا عقد کربلا میں حضرت قاسم بن حسنؑ کے ساتھ ہوا ہے فرماتی ہیں کہ میں روز عاشورا ہنگام عصر خیام کے صدر دروازہ پر کھڑی تھی مقتل کی طرف رخ تھا۔ میں نے دیکھا کہ میرے بابا کی لاش دوسرے شہداء کے ساتھ مقتل میں اس طرح پڑی ہے جیسے قربانی کے گوسفند ہوں۔ والخیول علی اجسادھم بحول۔ گھوڑے لاش ہاء شہداء پر دوڑائے جا رہے ہیں۔

مرحوم السید کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ ثم نادیٰ عمر بن سعد فی اصحابہ من ینتدب الحسین فیوطئوا الخیل ظہرہ فانتدب منہم عشرۃ فداسو الحسین بحوافر خیلھم حتی رضوا صدرہ و ظہرہ۔ اور

شیخ فخر الدین کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ ثم ان عمر بن سعد نادیٰ باصحابہ من ینتدب الحسین فیوطئ ظہرہ و صدرہ بفرسہ فانتدب من القوم عشرۃ منہم اسحٰق حیوۃ الحضرمی۔ اور

محمد ابن شہر آشوب مناقب میں فرماتے ہیں کہ فانتدب عشرۃ فوطؤہ بخیولھم۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ کتاب الارشاد میں فرماتے ہیں کہ بعد سلب الحرم

ونادیٰ فی اصحابہ من ینتدب الحسینؑ فیوطئہ و صدرہ بفرسہ فانتدب عشرۃ فداسو الحسین حتی رضوا ظہرہ و صدرہ۔

ان سب علماء کے ارشادات سے واضح ہوتا ہے کہ امام حسینؑ کی لاش مطہر پر گھوڑے دوڑائے گئے ہیں۔

طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ بیس گھوڑے سوار آئے اور لاش مطہر امام پر گھوڑے دوڑا دیئے جس سے آپ کا سینہ مبارک چور چور ہو گیا۔ مزید لکھتے ہیں کہ پائمالی لاش ہاء شہداء کا ابن زیاد ملعون عمر بن سعد کو حکم دیا تھا کہ قتل حسینؑ کے بعد لاش ہاء شہداء پائمال کر دی جائیں۔

علاوہ ازیں۔ فصحائے عرب اور شعراء حضرات نے اپنے اپنے منظوم کلام میں اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے ان شعراء کرام کے اسماء مبارکہ یہ ہیں۔

ابن ابی الحدید، شیخ راشد حریری، شیخ ابن حماد، شیخ ملیعی، شیخ محمد بن السمین، شیخ محمد بن النفیح، شیخ مغامس، شیخ صالح بن عبدالوہاب، شیخ نعمان، شیخ محمد سلیمی، شیخ محمود بن طریح، شیخ سیف بن عمیرۃ، اور بھی اکثر شعراء کرام ہیں کہ جنہوں نے حال پائمال لاش ہاء شہداء لکھا ہے۔

مؤلف فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد مرحوم نے کتاب ریاض الاحزان میں دونوں نظریوں یعنی گھوڑے دوڑانے اور گھوڑے نہ دوڑانے کو جمع کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ممکن ہے کہ روز عاشورا بعد عصر۔ شیر کی آمد کی وجہ سے لاش مبارک پائمالی سے محفوظ رہی ہو اور گیارہویں محرم کو بعد ظہر جب عمر بن سعد کے لشکر نے اپنے کشتوں کو دفن کیا تو حکم دیا کہ اب لاش ہاء شہداء مع لاش امام حسینؑ سپرد سم اسپان کر دی جائے۔ گیارہویں محرم کو یہ واقعہ اس لیے بھی قرین عقل ہے کہ

فضہؑ جب شیر کو بلانے گئی ہیں تو کہا تھا یریدون غداً ان یعملوا۔ کہ لشکر اعداء کا ارادہ ہے کہ کل (دا محرم کو) لاش ہائے شہداء پائمال کریں۔ شیر روز عاشورا محرم بعد عصر آیا اور شب بھر لاشِ امام حسینؑ پر پہرہ دیا۔ اور پائمالی سے بچایا۔

(از مترجم۔ جناب فضہؑ کا شیر کو حراست کے لیے بلانا ثابت ہے ایسا نہیں ہے کہ شیر آئے اور چلا جائے تقاضائے واقعہ یہ ہے کہ جب تک خطرہ برقرار ہے حفاظت لازمی ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ جب تک لاش شہداء دفن نہیں ہوئے ہیں شیر کی موجودگی یقینی ہے)

حضرت امیر المومنین علیہ السّلام کے معجزات

حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جناب عمّار یاسر صحابیٔ رسولؐ خدا نقل کرتے ہیں کہ میں ایک ہزار خادموں کے ہمراہ خدمت حضرت امیر المومنین میں حاضر تھا۔ اس وقت ہم صفین روانہ ہو رہے تھے۔ میں نے اثنائے سفر میں عجیب و غریب خوارق عادات یعنی معجزات مشاہدہ کئے۔ میں نے دیکھا کہ ہم ایک جزیرہ پر پہنچے اور اسے عبور کیا۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ مقدمہ لشکر امیر المومنین یعنی دستۂ ہراول درہم برہم ہو گیا اور ایک شور و غوغا بلند ہوا۔ حضرت امیر المومنینؑ نے اصحاب سے فرمایا کہ کیا معاملہ ہے لوگوں نے عرض کیا یا امیر المومنین یہاں جنگل میں ایک شیر رہتا ہے وہ لشکر کی طرف آ رہا ہے۔ جس کی وجہ سے بے چینی پھیل گئی ہے آپ نے فرمایا کہ اس کو راہ دیدو تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ کس غرض سے آ رہا ہے۔ اصحاب نے اس کو راستہ دے دیا جب وہ شیر حضرت امیر المومنین علیہ السّلام کی خدمت میں پہنچا تو آپ کے دلدل کے قدموں پر اس نے اپنی پیشانی ملی اور اسقدر گریہ کیا کہ اس کی آنکھوں سے

سیل اشک رواں ہو گیا۔ اور پھر اس نے حضرت سے اپنا حال بیان کیا۔ چونکہ امام کی شان یہ ہے کہ حیوانات کی زبان بھی جانتا ہو۔ امیر المومنین اس کی باتیں سماعت فرماتے رہے۔ آپ نے فرمایا کہ تیری حاجت پوری ہو گی۔ پھر وہ شیر چلا گیا۔ اور جزیرہ میں جا کر ٹھہر گیا۔ اصحاب نے سوال کیا یا امیر المومنین یہ شیر کس لیے آیا تھا کیا عرض کر دیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ شیر مدتی ہے کہ اب اس کچھار میں رہتا ہے۔ اس نے خدا سے درخواست کی تھی کہ مجھے زیارت امیر المومنین نصیب ہو۔ ہاتف غیبی نے اس کو خبر دی کہ اے شیر ولی کردگار اسد اللہ حیدر کرّار اس جزیرہ کی طرف آ رہے ہیں تو جا اور ان سے مشرف ہو۔ اور آپ نے فرمایا کہ اس کی آرزو یہ تھی کہ وہ اب زندگانی دنیا سے سیر ہو چکا ہے اسے جلد موت آ جائے آپ نے فرمایا کہ اب اس کی موت نزدیک ہے۔ پھر آپ نے جویرۃ بن مسہر عبدی کو جو آپ کے موذن تھے حکم دیا کہ میری طرف سے نیابت کرو اس نے سوال کیا مولیٰ کس امر میں نیابت کا حکم ہے فرمایا کہ اس شیر کے عقب میں جاؤ اور دیکھو اور اس کے ہاتھ پاؤں روبقبلہ کرو۔ اور اس کو قبر میں دفن کرو۔ جویرہ کہتے ہیں کہ میں بحکم جناب امیر المومنین شیر کے عقب میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ شیر تل سے نکلا اور روبقبلہ ہاتھ پاؤں دراز کئے۔ اور جان دیدی۔ میں نے شیر کے لیے قبر کھودی اور اسے سپرد خاک کیا۔ اس وقت ایک آواز غیبی آئی کہ جویرہ اپنے سرہانے کی طرف دیکھو۔ جویرہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ خود حضرت امیر المومنینؑ علیہ السّلام موجود ہیں۔ اور آپ نے شیر کی قبر پر مٹی ڈالی۔ اور زار زار گریہ فرمایا۔ جویرہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا مولیٰ آپ اس حیوان کے لیے گریہ فرماتے ہیں آپ نے فرمایا اے جویرہ علیؑ کی غیرت نے گوارا نہیں کیا کہ شیر جو تمام درندوں کا سردار ہے برہنہ پڑا رہے۔ میں نے تجھے اس کو سپرد خاک کرنے کا حکم

دیا اور میں بھی یہاں آگیا۔ لیکن اے جویرہ بنی امیہ کے لوگ حسینؑ کو قتل کریں گے اور تین دن تک اس کی لاش بے گور و کفن پڑی رہے گی ۔ ملقاً ثلاثاً بلا غسل ولا کفن ۔

کبوتروں کا خبر شہادت امام حسین علیہ السّلام منتشر کرنا

مرغان کربلا زغم ماتم حسینؑ
خون برلب فرات زمنقار ریختند

جب امام حسین علیہ السّلام شہید ہو چکے تو کائنات میں غم کی گھٹا چھا گئی۔ اس وقت کبوتران سفید ہوا میں نمودار ہوئے اور انہوں نے خون امام حسینؑ سے اپنے پروں کو رنگین کیا۔ اور ہوا میں پرواز کیا۔ ان کبوتروں میں سے ایک کی نگاہ دوسرے کبوتروں کے گروہ پر پڑی جو کثیر تعداد میں جمع تھے۔ اس کبوتر نے نوحہ پڑھا ویلکم اتشتغلون بالملاهی و ذکرالدنیا والمتاهی والحسین فی ارض کربلا فی هذا الحر ملقی علی الرمضا ظام مذبوح و دمہ مسفوح ۔ یعنی کہ وای ہو تم پر کہ تم آب و دانہ میں مشغول ہو۔ حالانکہ حسینؑ فرزند رسول خدا تین دن کا بھوکا یہاں خاک و خون میں غلطاں ریگ کربلا پر پڑا ہے۔ اور میں اس کے خون میں اپنے بال و پر رنگیں کئے ہوں یہ سن کر ایک مرتبہ تمام پرندوں نے آہ و فغان بلند کی۔ اور وہ سب پرندے پرواز کرتے ہوئے کربلا پہنچے جیسے کہ وار قتلگاہ پہنچے حسینؑ مظلوم کے جسد مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے دیکھا۔ وہو جثۃ

بلا راس لا غسل ولا کفن علیہ قد سفت السواء فی مرضوض قد هشمت الخیل بحوافرها ۔ یعنی جسد بے سر، عریان، سینہ شکستہ حالت میں پڑا ہے لیکن ایک نور آپ کے جسد مبارکہ سے ظاہر ہو رہا ہے جس سے سارا مقتل منور ہے۔ کبوتروں نے بال و پر رنگین بخون حسینؑ کئے اور اطراف کربلا اڑ گئے ایک کبوتر مدینہ منورہ پہنچا اور رسولؐ خدا کے روضہ پر پہنچ کر بلند آواز کے ساتھ فریاد کی کہ یا رسول اللہ قتل الحسین بکربلا۔ اس کبوتر کی آواز سن کر اور کبوتر جمع ہو گئے۔ اور پھر وہ کبوتر جناب فاطمہ صغریٰ کی پشت بام پر بیٹھا۔ اور صیحہ کیا۔ جب فاطمہ صغریٰ نے آواز سنی تو آپ حجرے سے باہر نکلیں دیکھا کہ کبوتر کے پروں سے خون ٹپک رہا ہے فرمایا کہ آہ تیرے پردیسیوں کی خیر ہو۔ اس کبوتر نے فریاد کی اور کہا قتل الحسینؑ بکربلا۔

خون امام حسینؑ کے قطرہ سے یہودی لڑکی کا بینا ہونا

کتاب کنز الغرائب، روضۃ الشہداء اور دوسری بعض کتب میں ہے کان فی المدینۃ رجل یهودی لہ بنت زمنا عمیا طرشا مشلولۃ والجذم قد احاط ببدنها۔ کہ مدینہ منورہ میں ایک یہودی تھا اس کی ایک لڑکی تھی جو آنکھوں سے اندھی یعنی کور چشم، اس کے پاؤں شل ہو گئے تھے۔ برص و جذام میں مبتلا تھی وہ مرد یہودی شہر سے باہر رہتا تھا اور وہاں پر اس دختر کی دیکھ بھال کرتا تھا اب وہ کھانا اس کو فراہم کرتا تھا ایک روز اتفاقاً وہ

لڑکی تنہا تھی اور اپنے مکان کے باغیچہ میں کھڑی تھی کہ ایک درخت پر ایک پرند خون آلودہ آکر بیٹھا۔ اس کبوتر کے بال و پر سے قطرۂ خون گرا اور وہ قطرہ اس نابینا لڑکی کی آنکھ میں گرا فوراً ہی اس کی آنکھ روشن ہو گئی۔ پھر دوسرا قطرہ گرا۔ اس طرح قطرات گرے اور وہ لڑکی اس خون کو ملتی گئی اور جذام و برص و شل وغیرہ سب ختم ہو گئے اور لڑکی از سر نو جوان و صحت مند ہو گئی کہ اس کا والد آگیا۔ دیکھا کہ ایک عورت کھڑی ہے اس نے کہا اے عورت تو کون ہے اس نے جواب دیا کہ اے بابا میں آپ کی وہی دختر علیل ہوں مگر اب صحیح و سالم ہوں۔ یہودی حیران رہ گیا اور کہنے لگا اے بیٹی یہ کیا ماجرا ہے تجھے کیونکر یہ دولت صحت ملی۔ اس نے کہا بابا جان میں اس درخت کے سایہ میں کھڑی تھی کہ ایک کبوتر گریہ کناں اس درخت پر آکر بیٹھا اس کے بال و پر خون میں رنگے ہوئے تھے اس کی آواز ایسی تھی جیسے کسی کی روتے ہوئے آواز نکلتی ہے اس کے بال و پر سے خون کا ایک قطرہ میری آنکھ میں گرا اور بینائی آگئی۔ اسی طرح جب کوئی قطرہ گرتا میں اسے اپنے جسم پر ملتی اور صحت ہوتی چلی گئی۔ ؎

ندانم اینچہ خونی ہست کائے مرغ … بہ بال و پر خود کرد است رنگیں
یقین دانم خدا را خلق کشتند … بخون آغشتہ ثار اللہ کردند

یعنی کہ نہ معلوم اس پرند کے بال پر کس کا خون ہے میں یہ سمجھتی ہوں کہ خدا کو مخلوق نے قتل کر ڈالا ہے اور یہ اس کے خون کا اثر ہے کہ مجھے صحت ہو گئی۔ یہودی نے اس کبوتر کو دیکھا اور سوال کیا کہ اے کبوتر یہ کس بزرگ ہستی کا خون ہے کہ جس میں تو نے اپنے بال و پر رنگین کیے ہیں۔ بقدرت خدا کبوتر ہوا کہ اے یہودی کہ یہ خون حسین ابن علیؑ ہے حسینؑ کربلا میں شہید کر دیئے گئے اور میں ان کے خون میں غلطاں

ہو کر خبر شہادت دینے مدینہ آیا ہوں پس امام حسینؑ کے خون میں شفا ہے تربت پاک میں شفا ہے۔

محرّم کی گیارہویں شب کے حالات

امشب شب غریبئ اولاد مصطفیٰ است
زینبؑ اسیر شمر و حسینؑ سر ز تن جدا است

یعنی کہ شب یازدہم اولاد مصطفیٰ کے لیے عجیب شب ہے۔ اس شب میں زینبؑ خاتون اسیر ظلم ستمگار میں اور سر امام مظلومؑ تن سے جدا ہے۔ السیدؒ اپنی کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ چون[۲۴] شھر زن و اطفال اور ایک بیمار سید سجاد کی نگرانی کرنے والی زینبؑ خاتون ہیں۔

امشب شب غریب غریبان کربلا است
طفلان غریب و زینبؑ بے خانماں غریب
نالیم اے خدا بکہ ام آشنا
زین العباد خستہ دل و ناتوان غریب
سوزیم از غریبئ خود با از اینکہ ماند
نعش حسینؑ غریب و سرش بر سنان غریب
در قتلگہ فتادہ غریب اینہمہ جوان
ما در میان این ہمہ نامحرمان غریب

فارسی شاعر نے گیارہویں محرم کی شب کو بیکسوں کی ان الفاظ میں نقشہ کشی کی ہے کہ شب مسافران کربلا پر عجیب گزری ہے۔ نعش حسینؑ مقتل میں سر حسینؑ سنان پر

ہے اور زینب جلے ہوئے خیمہ میں سوگوار ہے اور مقتل میں جوانان ہاشمیہ کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں اور ہم نامحرموں کے درمیان اسیر ہیں۔ فاطمہ کبریٰ بنت امام حسینؑ کا یہ عالم ہے کہ کبھی گریہ وزاری اور کبھی غش ہو جاتا ہے زینب بیکس کا یہ حال ہے ؎

گہی در غم زینبؑ داغ دیدہ
کہ پشتش ز مرگ برادر خمیدہ

کہ زینبؑ حزیں داغ اٹھائے ہوئے ہیں اور بھائی کے مرنے سے کمر خمیدہ ہو گئی ہے۔ بعض کتب متاخرین بحر المصائب میں ہے کہ گیارہویں شب محرم زینبؑ خاتون نے فضہ سے کہا کہ ہمیں حسینؑ کے بچوں کو ایک جگہ جمع کرنا چاہیئے۔ چنانچہ بچوں کو جمع کیا اور فضہ کی سپرد فرمایا۔ تلاش کرنے پر معلوم ہوا کہ دو بچے گم ہیں پس جناب زینبؑ اور جناب ام کلثومؑ نے اس جنگل میں بچوں کو تلاش کرنا شروع کیا۔ کبھی خیام میں دیکھا کبھی مقتل میں تلاش کیا۔ ناگاہ زینبؑ خاتون نے دو انسانی سایہ دیکھے کہ وہ خیام کی طرف آرہے ہیں آپ نے فرمایا کہ یہاں حرم حسینؑ بیکسی کی حالت میں پڑے ہیں یہاں کیا رکھا ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ میری ماں فاطمہ زہراؑ ہیں اور میرے بابا علی مرتضیٰؑ ہیں پس وہ غائب ہو گئے۔ غرض کہ جناب زینبؑ و ام کلثوم دونوں بچوں کی تلاش میں سرگرداں تھیں کہ ایک خار دار درخت کے تلے دونوں بچوں کو دیکھا جب ان کے نزدیک پہنچیں تو ان کو مردہ پایا۔ لاشوں کو اٹھایا اور مقتل میں رکھ دیا۔

حکایت جمّال ملعون

علامہ مجلسیؒ نے بحار میں، اور شیخ فخر الدین نے کتاب منتخب میں اور صاحب

تاج الملوک نے تحریر کیا ہے کہ اہل حجاز میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ میں قضاء حاجت کے لیے بعض کوچہ ہاء مدینہ میں پھر رہا تھا کہ جابر بن عبد اللہ انصاریؓ سے ملاقات ہوئی ان کا غلام ان کے ساتھ ساتھ تھا کیونکہ ان دنوں میں وہ نابینا ہو گئے تھے۔ وہ بزرگوار زار زار رو رہے تھے میں نے سلام کیا اور سبب گریہ دریافت کیا۔ میں نے کہا خدانخواستہ فقر و پریشانی کی وجہ سے گریہ ہے یا کوئی اور وجہ ہے فرمایا کہ ان میں سے ایک وجہ بھی نہیں ہے۔ فرمایا کہ مجھ سے میرے غلام نے کہا کہ میں نے ایک قبیح صورت شخص دیکھا۔ میں نے غلام سے سوال کیا کہ وہ مرد تھا یا کہ عورت۔ غلام نے کہا کہ مرد تھا۔ وجهه كانه قالب قار و شعره كانما مسه نار و عيناهما زادت عليهما الاحمرار و يداه كانهما قطعا بمنشار یعنی اے آقا یہ شخص روسیاہ تھا اور ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ آگ سے چہرہ جھلسا ہوا ہے آنکھیں سرخ تھیں اور ہاتھ خشک کئے تھے۔ میں نے غلام سے کہا کہ اس کو میرے پاس لے آ۔ غلام گیا اور اس روسیاہ کو اپنے ہمراہ میرے پاس لایا۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ اے مرد تو کون ہے۔ کیا اہل کوفہ سے ہے۔ پھر میں نے اس کی روسیاہی اور قبیح صورت ہونے کے متعلق سوال کیا۔ اس نے کہا اے جابرؓ تم مجھے نہیں جانتے البتہ میں تمہیں جانتا ہوں تم جابر بن عبد اللہ انصاری ہو۔ پھر اس نے اپنا نام بتلایا کہ میں بریدہ ابن وائل ہوں كنت جمالا لابي عبد الله الحسين کہ میرا نام بریدہ ہے اور میں وائل کا فرزند ہوں اور میں حسین ابن علیؑ کا جمّال تھا اور سفر میں ہمراہ تھا پس جیسے ہی جابرؓ نے نام حسینؑ سنا بیساختہ رونے لگے۔ پھر وہ ملعون کہنے لگا کہ اے جابرؓ ان هواي قد اغلبتني و اعانه شقوتي۔ وہ مردود کہتا ہے کہ مجھ پر ہوائے نفسانی غالب آئی اور خدا نے اس عذاب میں مبتلا

کیا۔ حالانکہ امام عالیمقام دوران سفر میرے ساتھ مہربانی پیش آتے رہے ہیں۔
کتاب زہرۃ الریاض میں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اثنائے سفر کسی منزل میں شلوار اتاری۔ اور میری سپرد کی۔ فرایت تکۃ کانت اھداھا الیہ ملک فارس حین تزوج ابنتہ۔ شہربانو۔ میں نے دیکھا کہ اس شلوار میں ایک ازار بند زردوزی کا کام دار ہے کہ جسے آپ کی زوجہ شہربانو کو ان کے والد بادشاہ یزدجرد نے دیا تھا۔ اور اس پر جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ ویغشی لہا الابصار حسنا وذونقاوتشرق اشراقا کبدر تمہلا میں نے ہرچند کہ اس ازار بند کا حضرت سے سوال کروں مگر آپ کی ہیبت مانع رہی۔ پھر چاہا کہ کسی طرح اس کو چرالوں لیکن ایسا نہ کر سکا۔ یہاں تک ہم کربلا پہنچے اور شب عاشوراء محرم کو امام حسینؑ نے سب خادموں کو آزاد کر دیا اور خلعت وغیرہ سے نوازا۔ اس وقت میرے دل میں اس ازار بند کے حاصل کرنے کی آرزو تھی مگر پوری نہ ہو سکی کتاب تاج الملوک میں ہے کہ میں نے کربلا سے مشرق کی طرف ایک گودی میں قیام کیا۔ یہاں تک کہ روز عاشوراء ختم ہوا اور شام غریباں نمودار ہوئی۔ گیارہویں شب کی تاریکی نے دنیا کو ڈھانپ لیا۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ حسینؑ شہید ہو گئے اور ان کی لاش زمین پر پڑی ہے ؎

میگذشتم درمیان قتلگاہ — دیدم افتادہ بروئے خاک شاہؑ
سرجدا درخاک وخون غلطیدہ بود — جسم صد چاک بریک آسودہ بود

میرا گزر قتلگاہ میں ہوا دیکھا کہ لاش امام عالیمقام خاک پر پڑی ہے میں نزدیک پہنچا تو دیکھا کہ وہ ازار بند شلوار میں موجود ہے۔ میں نے چاہا کہ وہ ازار بند شلوار سے نکالوں پس جیسے ہی میں نے شلوار کو ہاتھ لگایا اور گرہ کھولنے کی کوشش کی۔ ناگاہ حضرت

نے دست راست سے ایسا طمانچہ رسید کیا۔ یہ اس کا اثر ہے اور وہ شخص عذاب میں مبتلا ہے۔

کتاب زہرۃ الریاض میں ہے کہ اس ملعون نے آپ کے دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی قطع کی اور انگشتری اتار لی۔ علامہ مجلسی بحار میں تحریر فرماتے ہیں کہ جمال ملعون نے آپ کے دو دست ہائے مبارک قطع کر دیئے۔

اس وقت گویا یہ آواز آئی ؎

ساربانا دست من دست خدا است
دست حق را قطع کردن کی روا است
ساربانا دست من دست خدائی اکبر است
بوسہ گاہ حضرت پیغمبر است
جبرئیل امین دست را بوسیدہ است
مادرم زہراؑ بہ رخ مالیدہ است

یعنی کہ اے جمال ملعون۔ میرے ہاتھ۔ خدا کے ہاتھ ہیں اور دست ہائے خدا قطع کرنا کب جائز ہے میرے ہاتھ رسول خدا نے چومے ہیں اور میری ماں فاطمہؑ زہرا نے ان ہاتھوں پر اپنے رخسار مس کیے ہیں۔ شیخ فخرالدین نے کتاب منتخب میں فرمایا ہے کہ جمال ملعون نے امام مظلوم کے دونوں ہاتھ قطع کئے اس وقت آسمان سے ایک سخت آواز آئی اور لرزہ پیدا ہو گیا اور فی الفور اس کے دونوں ہاتھ خشک ہو گئے۔

سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

جمال ملعون کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ نور کی مانند کوئی سواری آسمان سے نازل ہوئی اور قتلگاہ پر اتری جس کے چاروں طرف فرشتے تھے اس وقت میں نے دیکھا کہ

سواری سے یہ بزرگوار اترے یعنی کہ پیغمبر خدا، علی مرتضیٰ، فاطمہ زہرا، حسن مجتبےٰ صلوات اللہ علیہم اجمعین تشریف لائے ہیں۔ اس وقت رسول خدا نے کوفہ کی سمت دیکھا اور دست مبارک دراز کیا تو آپ کے ہاتھ پہ سر مبارک امام حسینؑ آگیا اور جسد مبارک سے ملحق ہوگیا اور آپ نے نانا کو سلام کیا السلام علیک یا جداہ۔ آنحضرتؐ نے جواب سلام دیا وعلیک السلام یا قرۃ عینی۔ بعد امیر المومنین علیہ السلام سامنے آئے اور فرمایا واحسرتاہ اے فرزند تجھے امت نے ذبح کر ڈالا پھر جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے حسینؑ کی بلائیں لیں اور فریاد کی واحسرتاہ اے فرزند تو خاک و خون میں غلطاں پڑا ہے۔ نہ گور و کفن ہے نہ تجھے دفن کیا ہے۔ شیخ طریحی تحریر کرتے ہیں امام حسینؑ نے عرض کیا اے نانا، اے بابا اور اے مادر گرامی اے بھائی حسن مجتبیٰ میرے سارے جوانان قتل کر دیئے گئے۔ ہمارے خیام غارت کر دیئے۔ مال و متاع لوٹ لیا۔ اس وقت سیدۂ عالم باذن رسول خدا خون حسینؑ اپنے چہرہ پر ملا۔ پھر جبرئیل امین آئے اور تعزیت ادا کی جمال کہتا ہے کہ پس اس وقت حضرت رسول خدا میری طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا اے ملعون تو نے میرے فرزند کے ساتھ بے مروتی کا ثبوت دیا ہے اور ایسا ظلم کیا ہے کہ دونوں ہاتھ قطع کیے۔ وہ کہتا ہے کہ رسول خدا نے میرے حق میں نفرین کی اور بدبختی نے مجھے گھیر لیا اور اب معذب صورت میں موجود ہوں۔

آنحضرتؐ اور انبیاء و مرسلینؑ کا قتلگاہ میں وارد ہونا

کتاب انوار نعمانیہ اور کتاب تظلم الزہراء میں طرماح بن عدی سے روایت ہے

وہ کہتا ہے۔ کنت فی واقعۃ کربلا وقد وقع فی ضربات وطعنات فاثخنتنی بالجراح۔ یعنی کہ میں واقعہ کربلا میں موجود تھا۔ اور ہمرکاب حضرت سید الشہداء علیہ السلام تھا کہ زخموں سے چور چور ہو کر گھوڑے سے زمین پر گرا۔ اور اسی حالت میں پڑا تھا کہ میں نے جاگتے ہوئے یعنی بہوش دیکھا کہ تقریباً آدمی سفید لباس پہنے ہوئے قتلگاہ میں وارد ہوئے جن سے مشک و عنبر کی خوشبو محسوس ہو رہی تھی میں نے خیال کیا شاید ابن زیاد ملعون ہوگا لیکن میں نے دیکھا کہ وہ اشخاص لاش سید الشہداء میں پہنچے ان میں سے ایک بزرگ نے اپنا دست مبارک کوفہ کی سمت بلند کیا۔ اور امام حسینؑ سر بریدہ دست مبارک میں آگیا۔ ان بزرگ نے وہ سر مطہر جسد امام حسینؑ سے ملحق کیا اور امام حسینؑ زندہ ہوگئے۔ اور گریہ فرماتے ہوئے ان بزرگ سے اپنی مصیبتیں بیان کیں۔ ان بزرگوار نے فرمایا۔ یا ولدی قتلوک اتراهم ما عرفوك ومن شرب الماء منعوك وما اشد جراتہم علی اللہ۔ یعنی کہ اے حسینؑ اے میرے فرزند تجھے اس قوم نے قتل کیا تجھے اس نے قتل کیا۔ تجھے نہ پہچانا یعنی تیری حرمت نہ کی۔ تجھ پہ پانی بند کیا۔ تیری جراحتوں کا اجر اللہ پر ہے۔ پھر ان بزرگ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ جو ہمراہ نازل ہوئے تھے ارشاد فرمایا۔ یا ابا آدمؑ یا ابا اسمٰعیل یا اخا موسٰیؑ یا اخا عیسٰیؑ ما ترون ما صنعت الطغاۃ بولدی۔ یعنی اے ابا کرام آدمؑ و اسمٰعیلؑ اور اے برادران موسٰیؑ و عیسٰیؑ آیا دیکھتے ہو کہ اس قوم جفا شعار میرے فرزند حسینؑ کے ساتھ کیسا ظلم کیا ہے لا انا لہم الشفاعتی۔ میں ہرگز خدا سے ان کی شفاعت نہیں کروں گا۔ سب پیغمبران نے حسینؑ بن فاطمہؑ پر گریہ فرمایا۔ طرماح بن عدی کہتا ہے کہ میں اس وقت سمجھا کہ یہ بزرگوار حضرت رسولؐ خدا ہیں۔

کتاب الانوار میں ہے کہ فجعلوا یبکون ویعزون النبی زمانا طویلا۔ میں نے دیکھا کہ تمام پیغمبران گریہ فرما رہے ہیں۔ اور رسول خدا کی خدمت اقدس میں تعزیت ادا کر رہے ہیں وھو صلی اللہ علیہ وآلہ یحثوا التراب علی راسہ وشیبہ الطاھرۃ۔ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایک بیٹھی خاک سارے انبیاء کی ریش ہائے مبارک اور سروں پر ڈالتے ہیں جو کہ انتہائی تعزیت کی نشانی ہے اور امام حسینؑ خود واقعاتِ کربلا بیان فرما رہے ہیں (از مترجم گویا امام حسینؑ خود بہ نفس نفیس ذاکر واقعات مصائب ہیں اور سامعین میں نبیؐ و علیؑ و فاطمہؑ حسنؑ اور انبیاء و مرسلین اور فرشتے شامل ہیں) یہاں تک کہ آنحضرتؐ پر غشی طاری ہو گئی۔ بعدہٗ عالم ارواح کو سب چلے گئے۔

خواب جناب ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

الشیخ طریحی کتاب منتخب میں روایت کرتے ہیں کہ ام المومنین ام سلمہؓ ایک روز آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں حجرہ میں تشریف فرما تھیں۔ اس زمانہ میں امام حسین علیہ السلام کمسن تھے اور آپ کی عمر شریف تین سال تھی کہ خانہ ام سلمہؓ میں تشریف لے آئے۔ آنحضرتؐ نے دیکھا فرمایا۔ مرحبا بقرۃ عینی مرحبا بثمرۃ فوادی یعنی کہ اے نور چشم اے سرور دل و جان مرحبا۔ آؤ آؤ اے حسینؑ سردار جنت آؤ۔ امام حسینؑ نزدیک پہنچے آنحضرتؐ نے اپنی گود میں لے لیا۔ پھر امام حسینؑ آپ کے سینہ پُر نور پر بیٹھ گئے ام سلمہؓ نے ان کو سینہ سے اتارنا چاہا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے ام سلمہؓ جدا نہ کرو۔ ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ کوئی چیز آپ کے ہاتھ میں ہے اور آپ گریہ فرما رہے ہیں۔ میں

نے سبب حزن و ملال و گریہ دریافت کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ابھی جبرئیل امین نازل ہوئے اور انہوں نے مجھے یہ مٹی دی ہے یہ مٹی کربلا میں تربت حسینؑ کی ہے کہ جہاں حسین قتل ہوگا اور دفن کیا جائے گا۔ پھر آنحضرتؐ نے وہ مٹی ام سلمہؓ کو دی اور فرمایا کہ اس کو حفاظت کے ساتھ رکھو۔ جس دن یہ مٹی خون ہو جائے سمجھ لینا کہ میرا حسینؑ قتل ہو گیا۔ جناب ام سلمہؓ ہر روز اس مٹی کو دیکھا کرتی تھیں پس جب رسولؐ خدا اور علیؑ و فاطمہؑ اور حسن مجتبیٰؑ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اور امام حسینؑ نے سفر عراق اختیار کیا۔ یہاں تک کہ محرم کی دسویں تاریخ نمودار ہوئی۔ اور میں نے ہنگام عصر اس مٹی پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ مٹی خون ہو گئی ہے۔ مجھے یقین ہو گیا سبط رسول الثقلین حسین بن فاطمہؑ شہید ہو گیا۔ تمام دن و رات گریہ و زاری میں گزرا۔ پھر میں نے کسی شب عالم خواب میں آنحضرتؐ کو دیکھا کہ تشریف لائے ہیں۔ ریش مبارک پر گرد پڑی ہے رخسارۂ مبارک آنسوؤں سے تر ہیں۔ سر مبارک پر خاک پڑی ہوئی ہے۔ میں نے رسولؐ خدا سے دریافت کیا کہ کس واسطے آپ گریہ فرما رہے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ ام سلمہؓ میرا حسینؑ قتل ہو گیا میں کربلا سے آ رہا ہوں میں نے قبر حسینؑ کھودی ہے۔ میں خواب سے بیدار ہوئی اور واحسیناہ کی صدائیں بلند ہوئیں میں نے فریاد کی قواللہ قتل الحسینؑ۔ مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ اسی روز کبوتر اپنے بال و پر خون امام حسینؑ میں رنگین کر کے خانہ صغریٰ پر وارد ہوا اور اس نے صبح کر کے قتل حسینؑ کی خبر دی ہے۔ اور مدینہ میں ایک کہرام برپا ہو گیا ہے۔

فرزندانِ مسلمؑ کی شہادت

علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ کتاب بحار میں از مناقب روایت کرتے ہیں کہ محمد بن یحییٰ ذہلی کہتا ہے لما قتل الحسین بن علی بکربلا ھرب غلامان من عسکر عبید اللہ زیاد۔ کہ جب حضرت امام حسینؑ کربلا میں روز عاشورا شہید ہو گئے۔ اور آپ کے اہلحرم اسیر ہو گئے تو حضرت جعفر طیار کے دو فرزند لشکر عمر ابن سعد ملعون سے بھاگ نکلے۔ ان میں سے ایک کا نام ابراہیمؑ دوسرے کا نام محمدؑ تھا اس وقت کہ جب لشکر اعداء لوٹ مار اور غارت گری میں تھا یہ دونوں طفل سات آٹھ سالہ تھے اور یہ لشکر عمر بن سعد کی حراست میں تھے کہ وہاں سے نکلے اور صحراء کا رخ کیا۔ قضارا کوفہ پہنچ گئے۔ ایک کنوئیں ایک عورت پانی بھر رہی تھی کہ اس نے دیکھا کہ دو چاند سے طفل سو رہے ہیں یا بیہوش ہیں۔ یہ حیرت میں رہ گئی کہ کون ہیں اس ضعیفہ پاس جا کر ان سے دریافت کیا کہ تم کون ہو۔ یہاں کیسے آئے ہو۔ بچوں نے لرزتے ہوئے جواب دیا کہ ہم اولاد جعفر طیارؑ ہیں۔ ہم سلطان دین و دنیا امام حسینؑ کے ہمراہ کربلا میں تھے۔ حسینؑ شہید ہو گئے اور جب ظالموں نے خیام کو برباد و تاراج کیا تو ہم لشکر عمر بن سعد کی حراست میں تھے کہ موقعہ پا کر وہاں سے نکل کھڑے ہوئے اور یہاں کوفہ میں وارد ہوئے ہیں۔ وہ ضعیفہ متاثر ہوئی اور بچوں کو اپنے گھر لے آئی ایک روز وہ دونوں نونہال نماز شب سے فارغ ہوئے تو آپس میں کہنے لگے کہ اے بھائی جان اب ہماری زندگی کی یہ آخری شب ہے

اس کے بعد معلوم نہیں صبح دیکھنا نصیب ہو یا نہ ہو۔

شمر ولد الحرام یا خولی ملعون کا سرِ اطہر امام حسین علیہ السّلام کوفہ لے جانا

جب روز عاشوراء ہنگام عصر امام حسین علیہ السّلام شہید ہو گئے تو آپ کا سر مبارک جسد اطہر سے جدا کیا گیا اس وقت عمر ابن سعد ملعون نے کہ سر امام حسینؑ کو ابن زیاد بدنہاد کو ہدیہ کیا جائے اور ہم اہلحرم حسینؑ کو قیدی بنا کر عقب میں پہنچیں گے۔ صاحب تبر مذاب لکھتے ہیں۔ لما حمل الشمر راس الحسینؑ جعلہ فی مخلاۃ و ذھب بہ الی منزلہ۔ کہ شمر نے سر مبارک جدا کرنے کے بعد اسے مخلات میں رکھا (مخلات کہتے ہیں وہ توبڑہ کہ جس میں دانہ بھر کر گھوڑے کے موہنہ پر چڑھا دیتے ہیں رواحسرتاہ) اور سر مبارک کو اولاً اپنی منزل میں لے گیا۔ اور بعدہٗ کوفہ روانہ ہوا۔ بعض کتب میں وارد ہوا ہے کہ و علقہ علی فرسہ کہ سر مطہر کو اپنے گھوڑے کی گردن میں آویزاں کیا اور بڑی تیزی کے ساتھ کوفہ روانہ ہوا۔ کربلا سے کوفہ کوئی دس فرسنخ کی مسافت پر ہے اس ملعون نے بڑی تیزی کے ساتھ مسافت طے کی۔ روایت ہے کہ جسقدر وہ ملعون تیزی کے ساتھ گھوڑے کو دوڑاتا اسیقدر ہوا تاریک ہوتی جاتی تھی۔ تاریکی فضا راہ کوفہ پر چھائی ہوئی تھی کہ سر مطہر سے آواز آئی کہ اے ملعون تو نے سر کو جسم مبارک سے جدا کیا۔ امام حسین کے سر مبارک نے فرمایا یا شمر یا شقی الاشقیاء یا عدو اللہ و رسولہ فرقت بین راسی و جدی فرق اللہ بین لحمک و عظمک و جعلک نکالا للعٰلمین اے دشمن خدا و رسولؐ تو نے سر او جسم کے

درمیان جدائی ڈال دی خدا تیرے گوشت اور تیری استخوان میں جدائی ڈالے۔ شرح شافیہ میں مذکور ہے کہ حمیرا نامی شخص کہتا ہے کہ میں اس روز شمر کے ساتھ ساتھ ہمسفر تھا۔ اور میں نے سر امام حسینؑ سے وہ آواز سنی کہ جو ذکر کی گئی ہے۔ شمر ملعون نے فرفع اللعین سوطا کان معہ بیدہ ولم یزل یضرب الراس (واہ مصیبتاہ) کہ اس ملعون نے سر مبارک پر تازیانہ مارا اس وقت سر مبارک سے آواز آئی لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ صاحب تہذیب نے واقدی سے روایت کی ہے کہ جب شمر ملعون سر امام حسینؑ علیہ السلام کو اپنے گھر لایا ہے کیونکہ اس وقت وہ ابن زیاد کے پاس نہیں پہنچ سکتا تھا۔ پس شمر ولد الحرام نے وجعلہ علی اجانۃ کہ سر مبارک کو مٹی کے مرتبان میں رکھا۔ اور اس پر سرپوش رکھدیا اور وہ ملعون سو گیا۔ اس کی زوجہ شب کو اٹھی فرأت نورا ساطعا الی السماء دیکھا کہ ایک نور اس جگہ سے آسمان تک ظاہر ہو رہا ہے۔ اور آواز گریہ و بکا اس مرتبان کے پاس سے آ رہی ہے جیسے کوئی ماں اپنے فرزند کے لیے رو رہی ہے۔ وہ ضعیفہ شمر ولد الحرام کے پاس آئی اور سارا واقعہ بیان کیا۔ پھر دریافت کیا کہ اس میں کس کا سر ہے اس ولد الحرام نے کہا کہ (معاذ اللہ) ایک خارجی کا سر ہے۔ اس ضعیفہ نے نام دریافت کیا تو کہا کہ حسین ابن علیؑ پس جیسے ہی ضعیفہ نے امام حسین ابن علیؑ سنا۔ ایک چیخ ماری اور روتے روتے بیہوش ہو گئی۔ جب ہوش میں آئی تو کہا اے یہودی تو نے فرزند رسولؐ خدا کو قتل کر دیا۔ پھر اس مومنہ نے دوسری عورات کو خبر دی اور بلایا کہ اس غریب پر گریہ کریں اور ماتم حسینؑ کریں۔ جب آخر شب وہ ضعیفہ سو گئی خواب میں دیکھا کہ اس کے مکان کا صحن وسیع ہو گیا ملائکہ نازل ہو رہے ہیں جو بصورت مرغان سفید ہیں یعنی سفید پرندوں کی صورت میں ہیں۔ پھر جناب فاطمہ زہراؑ

جناب مریم ایک غرفہ سے نکلیں اور ان کے درمیان حضرت پیغمبرؐ خدا بھی ہیں۔ اور سر مطہر کے نزدیک پہنچ کر رونے لگیں۔ فاطمہؑ زہرا میرے نزدیک آئیں اور فرمایا اے ضعیفہ کوئی حاجت ہو تو بیان کر کیونکہ تو نے میرے فرزند کے سر پاک کا احترام کیا ہے اس پر گریہ و بکا کیا ہے میں تجھے بہشت کی بشارت دیتی ہوں تو اٹھ اور دیکھ کہ شمر بھی بیدار ہو چکا ہے۔ وہ ضعیفہ خواب سے بیدار ہوئی۔ اس عورت نے رونا پیٹنا شروع کیا اور سر مبارک اپنے رکھا اس عورت نے شمر سے کہا اب میں تیری زوجیت میں رہنا پسند نہیں کرتی تو مجھے طلاق دیدے۔ اس ملعون نے طلاق دے دی۔ شمر نے اس عورت سے کہا کہ سر امام حسینؑ مجھے دیدے مگر عورت نے سر دینے سے انکار کیا اور شمر ولد الحرام نے اس عورت کو اسقدر اذیت پہنچائی کہ وہ دنیا سے رخصت ہو گئی اور روح جنت کو پرواز کر گئی۔

السید کتاب لہوف میں تحریر کرتے ہیں کہ ثم ان عمر بن سعد بعث براس الحسین فی ذلک الیوم وھو یوم عاشوراء مع خولی بن یزید الاصبحی وحمید بن مسلم الازدی الی عبید اللہ بن زیاد۔ یعنی کہ عمر بن سعد ملعون نے سر امام حسینؑ خولی کو دیا۔ اور کوفہ روانہ کیا حمید بن مسلم نے بھی ایسا ہی نقل کیا ہے۔ اور باقی شہداء کے سرہائے مبارک شمر بن ذی الجوشن ملعون لے کر گیا ہے۔ اس کے ہمراہ قیس بن اشعث اور عمرو بن حجاج ملعون بھی گئے ہیں باقی قافلہ گیارھویں محرم کو بعد ظہر کوفہ روانہ ہوا ہے۔

شیخؒ نے اپنی کتاب الارشاد میں تحریر فرمایا ہے کہ سر امام حسینؑ کو کوفہ لے کر خولی ملعون گیا ہے۔ ایسا ہی محمد ابن ابی طالب نے کتاب مناقب میں لکھا ہے۔

اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ خولی نے سر مبارک تنور میں رکھا تھا۔

علامہ مجلسی بحار میں اور صاحب کامل السقیفہ و صاحب مناقب و ابن نما لکھتے ہیں کہ ابو مخنف کہتا ہے کہ ان عمر بن سعد لما دفع الراس الی الخولی الاصبحی لیحمله الی ابن زیاد اقبل به خولی لیلا فوجد باب القصر مغلقا فاتی به الی منزله۔ ابن سعد ملعون نے سر مطہر امام حسینؑ خولی کے حوالہ کیا کہ وہ اس کو ابن زیاد ملعون کے پاس لیجائے وہ ملعون جب سر مبارک لے کر کوفہ پہنچا تو شب کا وقت تھا اور ابن زیاد کے قصر کا دروازہ مقفل ہو چکا تھا در قصر خراب بند ہو چکا تھا وہ خانہ خراب سر مبارک لے کر اپنے گھر پہنچا اور اس کو تنور میں رکھدیا۔ اور خود اپنے حجرے میں جاکر سو گیا۔ خولی ملعون کی دو بیویاں تھیں ایک کا نام اسدیہ دوسری کا نام خضرمیہ تھا۔ حجرۂ خضرمیہ کہ اس کا نام عوار خاتون تھا وہ خولی سونے لگا تو اس ضعیفہ نے پوچھا کہ اے خولی تو کہاں تھا اور تو کیا چیز لایا ہے۔ اس نے کہا یہ سر فرزند پیغمبرؐ خدا حسین بن علی ہے جو میں لایا ہوں صبح دم ابن زیاد کو پیش کروں گا اور انعام حاصل کروں گا۔ اس ضعیفہ نے سنا تو کہنے لگی وائے ہو تجھ پر سر بریدۂ حسین ابن علی لایا ہے کہ ابن زیاد سے انعام ملے میں تیرے پاس ہرگز نہیں رہوں گی۔ یہ کہہ کر اس مومنہ نے گریہ و زاری شروع کی اس وقت اس ملعون نے اپنی دوسری زوجہ زن اسدیہ کی طرف رجوع کیا اور اس کے کمرہ میں بستر پر سو گیا۔ خولی ملعون کی زوجہ خضرمیہ نے کہا واللہ انظر الی نور ساطع مثل العمود یسطع من الاجابۃ التی فیها راس الحسین علیہ السلام۔ بخدا یگانہ میں نے دیکھا کہ ایک نور تنور سے ساطع ہوا اور آسمان تک پہنچا پھر میں نے دیکھا کہ کچھ سفید پرندے آسمان سے نازل ہوئے اور اس تنور کے گرد طواف

کرنے لگے۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ صبح ہونے تک اس تنور سے قرآن خوانی کی آواز آتی رہی۔ اور وہ قرآن خوانی اس آیت پر ختم ہوئی۔ سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ------ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

کتاب روضۃ الشہداء اور تاریخ دینوری میں ہے اس طرح مسطور ہے کہ عمر ابن سعد نے خولی اصبحی کو طلب کیا اور خولی اصبحی کو دیا کہ وہ کوفہ لیجائے اور ابن زیاد کو پیش کرے وہ بدبخت جب کوفہ پہنچا تو شب ہو چکی تھی اور در قصر ابن زیاد ملعون بند ہو چکا تھا۔ خولی کا مکان شہر کوفہ سے باہر تھا اس کی ایک زوجہ مومنہ تھی جو کہ انصار کے قبیلہ سے تھی۔ خولی ملعون چاہتا تھا کہ یہ عورت محب اہلبیت ہے اس نے سر امام حسینؑ کو اس سے پوشیدہ طور پر ایک تنور میں رکھ دیا۔ اور خود حجرہ میں جاکر آرام کرنے لگا اس ضعیفہ نے پوچھا کہ کچھ دنوں تک کہاں رہا۔ اس نے کہا کہ یزید بن معاویہ کا ایک باغی تھا۔ اس پر ابن زیاد نے چڑھائی کی تھی اس سے جنگ ہوئی اور وہ قتل ہو گیا اس مومنہ نے نام دریافت کیا تو اس نے کہا کہ نام پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ غرض کہ خولی ملعون سو گیا۔ اس مومنہ نے دیکھا کہ اس کا صحن مکان روشن ہے اس نے خیال کیا کہ شاید صبح ہو گئی ہے وہ باورچی خانہ کی طرف چلی کہ ناشتہ تیار کرے اس نے دیکھا کہ تنور سے ایک نور ساطع ہو رہا ہے اور آسمان تک جا رہا ہے وہ حیران رہ گئی کہ تنور میں کیا چیز ہے وہ یہ منظر دیکھ کر بے ہوش ہو گئی اور عالم مدہوشی میں دیکھا کہ جناب سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا تنور کے پاس تشریف لائی ہیں تنور کا منہ کھولا اور سر مبارک کو بوسہ دیا اور گریہ فرمایا۔ ولدی ولدی یا حسینؑ ایها الشهید ایها المظلوم قتلوک وما عرفوک ومن شرب الماء منعوک۔ یعنی اے میرے

اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ خولی نے سر مبارک تنور میں رکھا تھا۔

علامہ مجلسی بحار میں اور صاحب کامل السقیفہ و صاحب مناقب و ابن نما لکھتے ہیں کہ ابو مخنف کہتا ہے کہ ان عمر بن سعد لما دفع الراس الی الخولی الاصبحی لیحملہ الی ابن زیاد اقبل بہ خولی لیلا فوجد باب القصر منغلقا فاتی بہ الی منزلہ۔ ابن سعد ملعون نے سر مطہر امام حسینؑ خولی کے حوالہ کیا کہ وہ اس کو ابن زیاد ملعون کے پاس لیجائے وہ ملعون جب سر مبارک لے کر کوفہ پہنچا تو شب کا وقت تھا اور ابن زیاد کے قصر کا دروازہ مقفل ہو چکا تھا در قصر خراب بند ہو چکا تھا وہ خانہ خراب سر مبارک لے کر اپنے گھر پہنچا اور اس کو تنور میں رکھدیا۔ اور خود اپنے حجرے میں جا کر سو گیا۔ خولی ملعون کی دو بیویاں تھیں ایک کا نام اسدیہ دوسری کا نام خضرمیہ تھا۔ حجرۂ خضرمیہ کہ اس کا نام عوار تھا تون تھا وہ خولی سونے لگا تو اس ضعیفہ نے پوچھا کہ اے خولی تو کہاں تھا اور تو کیا چیز لایا ہے۔ اس نے کہا یہ سر فرزند پیغمبرؐ خدا حسین بن علی ہے جو میں لایا ہوں صبح دم ابن زیاد کو پیش کروں گا اور انعام حاصل کروں گا۔ اس ضعیفہ نے سنا تو کہنے لگی وائے ہو تجھ پر سر بریدۂ حسین ابن علی لایا ہے کہ ابن زیاد سے انعام ملے میں تیرے پاس ہرگز نہیں رہوں گی۔ یہ کہہ کر اس مومنہ نے گریہ و زاری شروع کی۔ اس وقت اس ملعون نے اپنی دوسری زوجہ زن اسدیہ کی طرف رجوع کیا اور اس کے کمرہ میں بستر پر سو گیا۔ خولی ملعون کی زوجہ خضرمیہ نے کہا واللہ انظر الی نور ساطع مثل العمود یسطع من الاجانۃ التی فیھا راس الحسین علیہ السلام۔ بخدا لگانہ میں نے دیکھا کہ ایک نور تنور سے ساطع ہوا اور آسمان تک پہنچا پھر میں نے دیکھا کہ کچھ سفید پرندے آسمان سے نازل ہوئے اور اس تنور کے گرد طواف

کرنے لگے۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ صبح ہونے تک اس تنور سے قرآن خوانی کی آواز آتی رہی۔ اور وہ قرآن خوانی اس پر آیت پر ختم ہوئی۔ سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ------- الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

کتاب روضۃ الشہداء اور تاریخ دینوری میں ہے اس طرح مسطور ہے کہ عمر ابن سعد نے خولی اصبحی کو طلب کیا اور خولی اصبحی کو دیا کہ وہ کوفہ لیجائے اور ابن زیاد کو پیش کرے وہ بدبخت جب کوفہ پہنچا تو شب ہو چکی تھی اور در قصر ابن زیاد ملعون بند ہو چکا تھا۔ خولی کا مکان شہر کوفہ سے باہر تھا اس کی ایک زوجہ مومنہ تھی جو کہ انصار کے قبیلہ سے تھی۔ خولی ملعون چاہتا تھا کہ یہ عورت محب اہلبیت ہے اس نے سر امام حسینؑ کو اس سے پوشیدہ طور پر ایک تنور میں رکھ دیا۔ اور خود حجرہ میں جا کر آرام کرنے لگا اس ضعیفہ نے پوچھا کہ کچھ دنوں تک کہاں رہا۔ اس نے کہا کہ یزید بن معاویہ کا ایک باغی تھا۔ اس پر ابن زیاد نے چڑھائی کی تھی اس سے جنگ ہوئی اور وہ قتل ہو گیا اس مومنہ نے نام دریافت کیا تو اس نے کہا کہ نام پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ غرض کہ خولی ملعون سو گیا۔ اس مومنہ نے دیکھا کہ اس کا صحن مکان روشن ہے اس نے خیال کیا کہ شاید صبح ہو گئی ہے وہ باورچی خانہ کی طرف چلی کہ ناشتہ تیار کرے اس نے دیکھا کہ تنور سے ایک نور ساطع ہو رہا ہے اور آسمان تک جا رہا ہے وہ حیران رہ گئی کہ تنور میں کیا چیز ہے وہ یہ منظر دیکھ کر بے ہوش ہو گئی اور عالم مدہوشی میں دیکھا کہ جناب سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا تنور کے پاس تشریف لائی ہیں تنور کا منہ کھولا اور سر مبارک کو بوسہ دیا اور گریہ فرمایا۔ ولدی ولدی یا حسین ایھا الشھید ایھا المظلوم قتلوک وما عرفوک ومن شرب الماء منعوک۔ یعنی اے میرے

فرزند حسینؑ تجھے مظلوم بنا کر شہید کیا اور تجھ پر پانی بند کر دیا۔ شہید ثالث علیہ الرحمۃ کتاب مجالس میں فرماتے ہیں کہ خولی کی زوجہ نے دیکھا کہ ان خاتون نے سر مطہر کو اپنے زانو پر رکھا اور اپنے مقنعہ کے گوشے سے خاک و خون کو صاف کیا اور فرمایا۔ ضاقت علیک الارض برحبہا۔ کہ اے بیٹا حسینؑ زمین خدا تیرے لیے تنگ ہو گئی۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ وہ عورت جب ہوش میں آئی تو تنور کے پاس گئی دیکھا کہ اس میں سر امام حسینؑ رکھا ہوا ہے۔ پھر بیہوش ہو گئی اور عالم مدہوشی میں آواز سنی کہ اے ضعیفہ تو نے سیدۂ عالم خدیجۃ الکبریٰ۔ مریم و آسیہ کو دیکھا۔ وہ ضعیفہ اٹھی اور سر مطہر کو دھویا اور گرد و خاک دور کی۔ التماس دعا برائے مولف کتاب و مترجم۔

خولی ملعون اصبحی کا سر امام حسینؑ ابن زیاد کو پیش کرنا

جب گیارہویں محرم کی صبح نمودار ہوئی۔ اہلحرم کا نہ کوئی مونس و غمخوار تھا اور نہ کوئی یاور و ناصر تھا علی اکبرؑ نہ عباسؑ نہ عون و محمد نہ قاسم سب ہی گلے کٹائے مقتل میں سو رہے تھے۔ اور ادھر خولی ملعون خواب سے بیدار ہوا۔ تنور کے پاس آیا۔ سر مطہر کو باہر نکالا۔ اور ایک طبق میں سر مبارک رکھا۔ اور دار الامارہ کی طرف چلا۔ دم پر پہنچا اس وقت عبید اللہ بن زیاد بدنہاد تخت پر بیٹھا ہوا تھا کہ خولی سر امام حسینؑ لے کر حاضر دربار ہوا۔ اور ابن زیاد ملعون کے خادم طلائی طشت لے کر آئے اس میں سر امام مظلوم شہید کربلا رکھا اور ابن زیاد کو ہدیہ کیا۔ اس ملعون نے اشارہ کیا کہ سر حسینؑ کی تخت پر رکھ۔ تاکہ میں سر حسینؑ سے باتیں کروں۔ خولی ملعون نے سر مبارک تخت پر رکھا اور سامنے کھڑے ہو کر کہا ایھا الامیر اعطی الجائزہ کہ امیر اب

تو انعام عطا کر طبری اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ خولی نے اس وقت جب کہ انعام طلب کیا تو کہا کہ میں نے بہترین نسب والے شخص کو قتل کیا ہے۔ علامہ کتاب الریاض میں لکھتے ہیں کہ جب ابن زیاد ملعون فارغ ہوا تو خادم سے کہا کہ سر حسینؑ لاؤ۔ اس وقت اس ظالم و بیدین کے پاس ایک چوبدستی تھی جو وہ اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا۔ اور ایک تلوار بھی اس کے پاس تھی۔ سر مبارک اس کے سامنے رکھا گیا تو اس ولد الحرام نے اس چوب دستی سے بے ادبی کی اور لب ہائے مبارک کھول کر وہ چوب دستی دندان مبارک پر لگائی۔

شیخ صدوق نے بھی امالی میں اس بات کا ذکر کیا ہے۔ شیخ مفیدؒ نے کتاب الارشاد میں لکھا ہے کہ زید ابن ارقم صحابی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجلس ابن زیاد میں موجود تھے۔ وہ عربی و مدنی اور بزرگ صحابی تھے۔ جب اس صحابی رسولؐ نے اس حرامزادے کی یہ جرأت دیکھی اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا اے ابن زیاد ملعون واللہ الذی لا الہ الا ھو وحدہ لاشریک لہ کی قسم میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لبوں کے بوسے لیتے تھے۔ اور تو بے ادبی کر رہا ہے یہ کہہ کر آپ باآواز بلند گریہ کرنے لگے۔ ابن زیاد ملعون نے اس وقت کوئی تعرض نہیں کیا۔ کتاب عمدۃ المطالب میں ہے کہ زید بن ارقم گریاں و نالہ کناں قصر ابن زیاد سے اٹھ آئے اور اہل کوفہ سے کہا وائے ہو تم پر کہ حسینؑ بن فاطمہؑ کو شہید کر دیا اور ابن زیاد یہ گستاخی کر رہا ہے کہ آپ کے لبائے مبارک پر چوب دستی لگا رہا ہے۔

علامہ مجلسیؒ کتاب بحار میں از سعید بن معاذ و عمرو بن سہیل سے کہ جو اس

وقت ابن زیاد میں موجود تھے نقل کرتے ہیں کہ ابن زیاد سر مطہر امام حسینؑ سے بے ادبی کرتا رہا۔ شیخ صدوق نے امالی میں بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ ابن شہر آشوب نے مناقب میں بھی لکھا ہے کہ ابن زیاد نے کہا کہ میں نے نیک خوئی اور ایسا خوب تر حُسن نہیں دیکھا جیسا کہ سر حسینؑ ابن علیؑ میں ہیں۔ اس وقت انس بن مالک کھڑے ہو گئے اور فرمایا اے ابن زیاد رسولؐ خدا بھی اسی شکل و شمائل کے تھے۔ ایک دوسرے شخص نے کہا بہت خوب اے امیر۔ کیا خوب تو نے شبیہ رسولؐ خدا کے لبہائے مبارک پر چوب دستی لگائی ہے گویا کہ ابن رسولؐ خدا کے ساتھ بے ادبی کر رہا ہے ابن زیاد بے ادبانہ گفتگو کر رہا تھا کہ ایک مرتبہ سر امام حسینؑ نے آنکھیں کھولیں اور اس مردود کو از روئے غضب دیکھا۔ اس وقت اس ملعون پر ہیبت طاری ہو گئی۔ جسم نجس میں رعشہ پیدا ہو گیا۔ ہوش و حواس پراگندہ ہو گئے معین الدین ابو المفاخر سے نقل کرتے ہیں کہ امام حسینؑ کے سر مطہر سے ایک قطرۂ خون اس کی ران پر گرا۔ اس کا گرنا تھا کہ اس بدنہاد کی ران میں سوراخ ہو گیا۔ اور اس حرامزادے کی ران میں اسقدر سوزش اور تکلیف ہوئی کہ وہ مضطر و پریشان ہو گیا۔ شیخ طریحی کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ راوی کہتا ہے کہ میں اس وقت دربار ابن زیاد میں موجود تھا کہ جب اس ملعون نے سر امام حسینؑ سے بے ادبی کی تو میں نے دیکھا۔ رایت نارا قد خرجت من القصر کادت محرقة میں نے دیکھا کہ آگ نے اس کے دو قصر سے آئی نزدیک تھا کہ آگ قصر کو خاکستر بنا دے بعض دوسری روایت میں ہے کہ آگ نے نصف قصر کو جلا کر خاک کر دیا۔ اس وقت وہ ولد الحرام قصر سے دوسری جگہ منتقل ہو گیا کتاب بحار میں عبد الملک بن کردوس سے روایت وارد ہوئی ہے کہ ابن زیاد آگ دیکھ کر مشتعل ہو گیا۔ اور آستین چڑھالی یہاں تک کہ آگ ختم ہو گئی۔

اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ اے دربان کیا تو نے وہ آگ دیکھی ہے۔ اس نے کہا کہ بے شک میں نے وہ آگ دیکھی ہے ابن زیاد نے کہا کہ اس کو ہرگز ظاہر نہ کرنا۔ شرح شافیہ میں ہے کہ جب سر مطہر امام حسینؑ دربار میں لایا گیا اور ابن زیاد کو پیش کیا گیا اس نے سر مبارک سے بے ادبی کی اس وقت آگ نمودار ہوا اور ابن زیاد اس آگ کو دیکھ کر خائف ہوا اور قصر سے چلا گیا۔ اس وقت آپ کے سر مطہر سے آواز آئی آپ نے فرمایا۔ این تهرب من النار یا ملعون لئن عجزت منك فی الدنیا فانها فی الآخرة مثواك ۔ یعنی اے ملعون کہاں بھاگ کر جائے گا اگر آگ سے اس دنیا میں بھاگ سکتا ہے تو آخرت میں آتش جہنم سے نہ بھاگ سکے گا جو کہ تیرا ٹھکانا ہے۔

صاحب تہذیب لکھتے ہیں کہ جب ابن زیاد ملعون کی ماں کو اس آگ اور بیٹے کی اس گستاخانہ حرکات کا علم ہوا تو اس نے دیکھا کہ ابن زیاد غائب ہو گیا ہے بھاگ گیا ہے۔ اور ایک گوشہ میں بیٹھا ہے رنگ فق ہو گیا ہے مرجانہ والدہ ابن زیاد نے کہا اے بدنہاد کہ پسر رسولؐ خدا کو قتل کیا اور خوشیاں منا رہا ہے تف ہے تجھ پر۔ زن زانیہ بھی اس کے ان افعال شنیعہ سے بیزار تھی سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

لشکر عمر ابن سعد کی کربلا سے کوفہ روانگی اور تقسیم سرہائے شہداء

صاحب کتاب الریاض تحریر فرماتے ہیں۔ لما اصبح عمر بن سعد لعنه الله فی کربلا

بخیلہ و رجلہ و انصارہ و اعوانہ و شمر و سنان یعنی کہ جب صبح گیارہویں محرم نمودار ہوئی تو عمر بن سعد ملعون خواب غفلت سے بیدار ہوا۔ اور اپنے خیمہ کے صدر دروازہ پر اپنے انصار و اعوان دیار و مددگار شمر و سنان وغیرہ کے ساتھ کرسی پر بیٹھا۔ ادھر اس کا لشکر خوشیاں منا رہا تھا اور اُدھر یہ عالم کہ ؎

ہمہ آغشتہ در خون شاہ لشکر

حریم شہ اسیر قوم کافر

کہ مقتل میں سید الشہداء اور تمام لشکر حق خاک و خون میں غلطاں پڑا ہوا ہے اور اہلحرم شاہ مظلوم اسیر ہو چکے ہیں کہ عمر ابن سعد نے حکم دیا کہ شہداء کے سرہائے بریدہ حاضر کئے جائیں شہداء کے سرہائے مبارک جسد سے جدا کر کے پیش کئے گئے کتاب لہوف میں ہے کہ عمر ابن سعد ملعون نے قیس بن اشعث اور عمرو بن حجاج کو طلب کر کے کہا کہ سرہائے شہداء کوفہ لیجاؤ۔ اور امیر کوفہ ابن زیاد ملعون کو ہدیہ کرو۔ اور اس کے عوض اُس سے زر و مال حاصل کرو۔ اس پر قبائل کوفہ کے مختلف لوگ کہنے لگے کہ ہم بھی رئیس و سردار قبائل میں ہمیں بھی یہ شرف ملے کہ سرہائے شہداء ابن زیاد کو پیش کروں عمر ابن سعد ملعون نے ان کی بات قبول کر لی۔ اور سروں کو تقسیم کیا۔ محمد ابن ابی طالب الموسوی تحریر کرتے ہیں کہ سرہائے بریدہ اٹھتر تھے جنہیں مختلف قبیلوں کے سرداروں کو دیا کہ وہ ابن زیاد کے دربار میں تقرب حاصل کر سکیں۔ قبیلہ کندہ کو تیرہ سرہائے شہداء دے گئے ان کا سردار قیس بن اشعث تھا۔ گروہ ہوازن کو بارہ سرہائے شہداء دیئے ان کا سردار شمر ذی الجوشن ملعون تھا قبیلہ بنی تمیم کو سترہ سرہائے شہداء دیئے اور دوسرے لشکری لوگوں کو تیرہ سرہائے شہداء دیئے اور تمام سرداروں نے سرہائے شہداء نیزوں پر بلند کئے اور کوفہ کو روانہ ہوئے۔ راوی حضرات

لکھتے ہیں کہ عمر بن سعد ملعون نے گیارہویں محرم کی دوپہر تک کربلا میں قیام کیا اور بعد ظہر کوفہ روانہ ہوا۔ اس مردود نے اس لیے دوپہر تک قیام کیا کہ اولاً سرہائے شہداء تقسیم کئے۔ دوم اپنے لشکر کے کشتہ ہائے نجس کو سپرد خاک کیا تیسرے شہداء کی لاشوں پر گھوڑے دوڑانے کا انتظام کیا یہ بھی روایت ہے کہ اس بدنہاد نے ازرق کو دفن کیا اور لاش حضرت عباس علمدار علیہ السلام کنارہ نہر پڑی رہی۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ فجمع قتلاء فصلی علیھم و دفنھم و ترک الحسین و اصحابہ منبذین وارد ہوا ہے کہ ایک گروہ از بنی ریاح آیا اور عمر ابن سعد ملعون سے کہا کہ حُر بن یزید ریاحی ہمارا قرابتدار ہے۔ اس کی لاش ہمیں دی جائے کہ اسے دفن کریں ابن سعد نے ان کو لاش حر دفن کرنے کی اجازت دی۔ لیکن لاش ہائے شہداء کو دفن کرنے کی اجازت نہیں دی۔ البتہ لاش ہائے شہداء پر گھوڑے دوڑائے گئے۔ واحسرتاہ واہ مصیبتاہ۔

عمر بن سعد ملعون اور لشکر یزیدین کی کربلا سے روانگی اور اسیریٔ اہلحرم

روایات معتبرہ سے واضح ہوتا ہے کہ عمر بن سعد ملعون محرم کی گیارہویں تاریخ بعد ظہر کربلا سے مع لشکر کوفہ روانہ ہوا۔ لشکر میں صدائے بلند ہو رہی تھی اور اہلحرم حسینؑ کہ جن میں چونسٹھ مخدرات اور بچے شامل تھے اور ایک سید سجادؑ دھوپ میں زمین پر بیٹھے ہوئے تھے اور فریاد آہ و بکا بلند ہو رہی تھی۔ اور جناب زینبؑ خاتون مقتل کی طرف رخ کر کے فرما رہی تھیں بھیا حسینؑ اب زینبؑ اسیر ظلم

ہے اور تم مقتل میں سو رہے ہو۔ اس اثناء میں ساربان لوگ شتران برہنہ لے کر آئے فاطمہ بنت الحسینؑ نے جب شتر برہنہ دیکھے تو فرمایا یا عمتاہ قربوا الاجمال وارتحلوا والراس یقدمھم والدمع مشھود۔ اے پھوپھی اماں ذرا دیکھئے تو سہی ہمارے واسطے شتران بے کجاوہ لائے گئے ہیں۔ جناب زینبؑ خاتون فرماتی ہیں کہ اس وقت عابد بیمار کا سر میرے زانو پر تھا امام زین العابدینؑ نے مجھ سے فرمایا کہ اے پھوپھی اماں شتران بے کجاوہ دیکھتی ہو۔ ان اونٹوں کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے ہیں اور یہ دوسرے اونٹوں سے کہہ رہے ہیں کہ ہم آل رسولؐ اور فاطمہؑ کی بیٹیوں کو لے کر جائیں گے۔ آہستہ آہستہ چلنا ایسا نہ ہو کہ کوئی سواری زمین پر گر پڑے اور ہمیں علیؑ و نبیؐ سے شرمندہ ہونا پڑے۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ شکستہ و بوسیدہ محملیں بھی لائی گئیں اور اہلحرم کی مخدرات اور بچے ان میں سوار ہوئے اور ان کو ملاعین مقتل کی طرف سے لے کر چلے۔ اس وقت اہلحرم کا عجب حال تھا۔ خدا حافظ کی صدائیں بلند تھیں اور لاش ہائے شہداء زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ روایت ہے کہ جب اسیروں کا قافلہ رواں ہوا تو جناب کلثومؑ کو نہ پایا۔ اہلحرم میں اس سے ایک شور گریہ و بکا پیدا ہوا۔ اور کنار نہر سے رونے کی آواز آئی جناب زینبؑ نہر کی طرف گئیں دیکھا کہ ام کلثومؑ لاش حضرت عباس علمدار پر گریہ فرما رہی ہیں آپ نے ام کلثومؑ کو لاشہ سے اٹھایا اور اپنے ساتھ لائیں آپ سوار ہوئیں اور قافلہ روانہ ہوا۔ اللہ اللہ مشکل کشاء و عقدہ کشاء کی بیٹیاں اسیر ہو کر کوفہ جا رہی ہیں۔

روایت ہے کہ عمر ابن سعد ملعون نے حکم دیا کہ اسیروں کو جلد سوار کیا جائے۔ اے شیعو۔ کون سوار کراتا نہ عباسؑ ہیں نہ علی اکبرؑ نہ قاسمؑ ہیں نہ عون و محمد، نامحرم ان کو

سوار نہیں کرا سکتا۔ جب یہ لوگ آگے بڑھے کہ سوار کرائیں تو حضرت زینبؑ نے حالت غضب میں فرمایا کہ دور ہو جاؤ ہم آل رسول میں ہمیں کوئی نامحرم ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ راوی کہتا ہے کہ زینبؑ خاتون نے کچھ ایسے جلال و غضب میں ان سے کہا کہ وہ سب کے سب دور چلے گئے۔ اور زینبؑ و ام کلثومؑ نے تمام اہلحرم کو سہارا دے کر اونٹوں پر سوار کیا۔ اور جب حضرت زینبؑ تنہا رہ گئیں تو کوئی سوار کرنے والا نہ تھا۔ خدا ہی جانتا ہے کہ آپ کیونکر سوار ہوئیں میں تو یہ سمجھتا ہوں۔ یقین رکھتا ہوں کہ شاہ نجف نے نجف سے آ کر اپنی بیکس بیٹی کو سوار کیا ہو گا یا عباسؑ نہر فرات سے آئے ہوں گے اور بہن کو سوار کیا ہو گا اکثر راویوں نے نقل کیا ہے کہ لشکر عمر بن سعد نے نیزہ اور تازیانہ کے ساتھ سوار کیا ہے یعنی یہ بدنہاد اذیتیں پہنچاتے تھے۔ اور اہلحرم چار و ناچار سوار ہوتے تھے اس وقت جناب سکینہ بنت الحسینؑ کی زبان گویا پر یہ الفاظ جاری تھے ؎

بابا بنگر سوز دل و چشم پر آبم
از کوئی تو عازم بسوئے شام خرابم

یعنی اے بابا ہماری روتی ہوئی آنکھوں اور دل کی تڑپ دیکھئے اب ہم آپ کے کوچہ سے شام روانہ ہو رہے ہیں۔ اور سید سجاد طوق و زنجیر میں گرفتار سالار قافلہ اہلحرم تھے زیارت ناحیہ مقدسہ میں وارد ہوا ہے کہ اس قوم بے حیا کے سید سجادؑ کے ہاتھ پس گردن سے باندھ دیئے تھے۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ آپ کے پاؤں مبارک اونٹ کے شکم سے باندھ دیئے تھے سید نعمت اللہ جزائری نے ایک واقعہ درج کیا ہے کہ جناب سکینہ خاتون نے یزید پلید سے کہا کہ میں نے گزشتہ شب عالم خواب میں اپنی جدہ ماجدہ فاطمہ زہراؑ کو دیکھا انہوں نے مجھ سے واقعہ کربلا دریافت

ہے اور تم مقتل میں سو رہے ہو۔ اس اثنار میں ساربان لوگ شتران برہنہ لے کر آئے فاطمہ بنت الحسینؑ نے جب شتر برہنہ دیکھے تو فرمایا یا عمتاہ قد بدا الاجمال وارتحلوا والراس یقدمهم والدمع مشهود۔ اے پھوپھی اماں ذرا دیکھئے تو سہی ہمارے واسطے شتران بے کجاوہ لائے گئے ہیں۔ جناب زینبؑ خاتون فرماتی ہیں کہ اس وقت عابد بیمار کا سر میرے زانو پر تھا امام زین العابدینؑ نے مجھ سے فرمایا کہ اے پھوپھی اماں شتران بے کجاوہ دیکھتی ہو۔ ان اونٹوں کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے ہیں اور یہ دوسرے اونٹوں سے کہہ رہے ہیں کہ ہم آل رسولؐ اور فاطمہؑ کی بیٹیوں کو لے کر جائیں گے۔ آہستہ آہستہ چلنا ایسا نہ ہو کہ کوئی سواری زمین پر گر پڑے اور ہمیں علیؑ و نبیؐ سے شرمندہ ہونا پڑے۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ شکستہ و بوسیدہ محملیں بھی لائی گئیں اور اہلحرم کی مخدرات اور بچے ان میں سوار ہوئے اور ان کو ملاعین مقتل کی طرف سے لے کر چلے۔ اس وقت اہلحرم کا عجیب حال تھا۔ خدا حافظ کی صدائیں بلند تھیں اور لاش ہائے شہداء زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ روایت ہے کہ جب اسیروں کا قافلہ رواں ہوا تو جناب کلثومؑ کو نہ پایا۔ اہلحرم میں اس سے ایک شور گریہ و بکا پیدا ہوا۔ اور کنار نہر سے رونے کی آواز آئی جناب زینبؑ نہر کی طرف گئیں دیکھا کہ ام کلثومؑ لاش حضرت عباس علمدار پر گریہ فرما رہی ہیں آپ نے ام کلثومؑ کو لاشہ سے اٹھایا اور اپنے ساتھ لائیں آپ سوار ہوئیں اور قافلہ روانہ ہوا۔ اللہ اللہ مشکل کشاء و عقدہ کشاء کی بیٹیاں اسیر ہو کر کوفہ جا رہی ہیں۔

روایت ہے کہ عمر ابن سعد ملعون نے حکم دیا کہ اسیروں کو جلد سوار کیا جائے۔ اے شیعو۔ کون سوار کراتا نہ عباسؑ ہیں نہ علی اکبر نہ قاسم ہیں نہ عون و محمد، نامحرم ان کو

سوار نہیں کرا سکتا۔ جب یہ لوگ آگے بڑھے کہ سوار کرائیں تو حضرت زینبؑ نے عالت غضب میں فرمایا کہ دور ہو جاؤ ہم آل رسول میں ہمیں کوئی نامحرم ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ راوی کہتا ہے کہ زینبؑ خاتون نے کچھ ایسے جلال و غضب میں ان سے کہا کہ وہ سب کے سب دور چلے گئے۔ اور زینبؑ و ام کلثومؑ نے تمام اہلحرم کو سہارا دے کر اونٹوں پر سوار کیا۔ اور جب حضرت زینبؑ تنہا رہ گئیں تو کوئی سوار کرنے والا نہ تھا۔ خدا ہی جانتا ہے کہ آپ کیونکر سوار ہوئیں میں تو یہ سمجھتا ہوں۔ یقین رکھتا ہوں کہ شاہ نجف نے نجف سے آکر اپنی بیکس بیٹی کو سوار کیا ہوگا یا عباسؑ نہر فرات سے آئے ہوں گے اور بہن کو سوار کیا ہوگا اکثر راویوں نے نقل کیا ہے کہ لشکر عمر بن سعد نے نیزہ اور تازیانہ کے ساتھ سوار کیا ہے یعنی یہ بدنہاد اذیتیں پہنچاتے تھے۔ اور اہلحرم چار و ناچار سوار ہوتے تھے اس وقت جناب سکینہ بنت الحسین کی زبان گویا پر یہ الفاظ جاری تھے ؎

بابا بنگر سوز دل و چشم پُر آبم
از کوئی تو عازم بسوئے شام خرابم

یعنی اے بابا ہماری روتی ہوئی آنکھوں اور دل کی تڑپ دیکھئے اب ہم آپ کے کوچہ سے شام روانہ ہو رہے ہیں۔ اور سید سجاد طوق و زنجیر میں گرفتار سالار قافلہ اہلحرم تھے زیارت ناحیہ مقدسہ میں وارد ہوا ہے کہ اس قوم بے حیا کے سید سجادؑ کے ہاتھ پس گردن سے باندھ دیئے تھے۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ آپ کے پاؤں مبارک اونٹ کے شکم سے باندھ دیئے تھے سید نعمت اللہ جزائری نے ایک واقعہ درج کیا ہے کہ جناب سکینہ خاتون نے یزید پلید سے کہا کہ میں نے گزشتہ شب عالم خواب میں اپنی جدہ ماجدہ فاطمہ زہراؑ کو دیکھا انہوں نے مجھ سے واقعہ کربلا دریافت

کیا۔ میں نے بیان کیا پس آپ نے مجھ سے میرے بیمار بھائی کی علالت کا حال دریافت کیا۔ میں نے عرض کیا اے دادی صاحبہ۔ کیا حال پوچھتی ہو۔ بھائی سجادؑ بیمار تھے اور اکثر ان ملعونوں نے ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اور اے دادی صاحبہ اگر تم موجود ہوتیں تو دیکھتیں کہ بیمار کو کس طرح اونٹ پر سوار کیا ہے اور کس طرح ان کو طوق و سلاسل پہنائے ہیں۔ اور اے جدہ محترمہ دو وقت ایسے گزرے ہیں کہ بھائی سجادؑ پر گریہ بشدت طاری ہوا ہے۔ ایک اس وقت کہ جب آپ نے بابا کا سر نیزہ پر دیکھا دوسرے اس وقت کہ جب آپ نے پھوپھی زینبؑ و ام کلثومؑ اور مخدرات کو برہنہ سر دیکھا۔ پس جناب سیدہ فاطمہ زہراؑ نے آہ سرد کھینچی اور زار و قطار رونے لگیں اور فرمایا بس اے بیٹی سکینہؑ بس، اب سیدہ میں طاقت نہیں ہے کہ مصائب کا حال سن سکے۔

اسیر ہو کر اہلحرمؑ کا مقتل شہداء سے گزرتے ہوئے گریۂ وزاری کرنا

دربندی اسرار الشہادۃ میں احمد کوفی سے روایت کرتے ہیں کہ میں اس روز مدینہ میں تھا کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے سفر عراق اختیار کیا اور مدینہ سے ہجرت کی اس وقت آپ کے اہلحرم جس شان و شوکت اور عزّ و جلال کے ساتھ شتران محمل پر سوار کئے گئے ہیں وہ تمام مناظر میری نگاہ میں تھے کہ حضرت عباسؑ، حضرت علی اکبر، جناب قاسم پردہ داری کا اہتمام فرما رہے تھے اور حضرت زینبؑ کو خود حضرت امام حسینؑ نے شتر محمل کشیدہ پر سوار کیا تھا۔ "واحسرتا" مدینہ میں یہ

شان زینب تھی اور کربلا میں جب اہلحرم اسیر ہوئے ہیں تو یہ شان تھی کہ

شامیاں بستند بازو زینبؑ و کلثوم را
اے فلک آن اقتدار و این ہتھلۓ اہلبیتؑ

روایت ہے کہ محرم کی گیارہویں تاریخ بعد ظہر اہلبیت اسیر ہو کر شتران بے کجاوہ پر سوار ہوئے اور لشکر عمر ابن سعد نے بڑے ظلم و ستم کے ساتھ اہلحرم کو سوار کیا۔ اور جب کربلا سے یہ قافلہ قیدیوں کی صورت میں کوفہ کے لیے روانہ ہوا۔ تو قافلہ کے آگے آگے شہیدوں کے سرہائے مبارک تھے جو نیزوں پر بلند تھے ایک نیزہ طویل پر امام حسینؑ کا سر بلند تھا۔ اور قافلہ کے عقب میں لشکر بے دین طبل و نقارہ بجا رہے تھے اس طرح یہ قافلہ روانہ ہوا۔

صاحب کتاب الریاض تحریر فرماتے ہیں کہ لشکر اعداء اہلحرم کو اسیر کر کے مقتل شہداءؑ کی طرف سے گزرے جب مخدرات نے اپنے عزیزوں کی لاشیں دیکھیں تو سواریوں سے لاشوں پر گر پڑیں۔ اور گریہ و بکا اور ماتم و شیون کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں ؎

نالہ ہائے اہل بیتؑ دربدر — نالہ ہاء کودگان بے پدر
چوں رواں شد کاروان آشک و آہ — آمد آن سیل سیہ تا قتلگاہ
ہر طرف افتادہ سرو قامتی — سبزہ خطی لالہ روئی آیتی
ہر کہ چشمش بر علی اکبر فتاد — خواست تا از پا فتد از سر فتاد
ہر کہ اورا باتن عریان بدید — پیرہن ما بدامان بر درید
قاسمؑ داماد اندر آفتاب — خفتہ دست و پا بخون خود خضاب
آہ کز عباسؑ افتادم جدا — من کجا آن دست و آن پیکر کجا

این سپه سیلی پی دری زنند
کعب نی بروئے کعب نی زنند

یعنی کہ جب آلِ اطہار کا گذر مقتل سے ہوا اور مخدرات اور بچوں کی نظر لاشہائے شہداء پر پڑی سب نے سواری سے لاشوں پر گرا دیا۔ اس وقت مقتل شور و فغان کے نالہ بلند تھے۔ اور جب بیبیوں کی نگاہ جوانانِ رعنا پر پڑیں۔ جگر تھام کے بیٹھ گئیں۔ کسی نے علی اکبرؑ کی لاش پر نوحہ کہا کسی نے عباس علمدار کی لاش پر بین کیے۔ اور کسی نے قاسم گلگوں قبا کی لاش پر گریہ و زاری کیا۔ زینبؑ خاتون حسینؑ کی لاش پر روتی رہیں کہ لشکر عمر ابن سعد کے جفاکاروں نے ان بیکس بیبیوں کو تازیانوں کے ذریعہ لاشوں سے جدا کیا۔

کامل الزیارت میں وارد ہوا ہے اور ایسا ہی قدامہ نے اپنے پدر زائدہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا اے زائدہ کہ جب اعداء ہمیں اسیر کر کے قتلگاہ شہیداں میں لے گئے اور ہم نے بابا اور بھائیوں کو لاشیں دیکھیں اور کسی نے انہیں دفن بھی نہیں کیا تو قریب تھا کہ اس صدمہ سے میری روح مفارقت کر جائے۔ اس وقت میری پھوپھی زینبؑ نے جب میری یہ حالت دیکھی میری طرف دیکھ کر فرمایا اے حسینؑ کی نشانی اے جد و پدر کی یادگار اے اسیروں کے قافلہ سالار تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ اسقدر گریہ و بکا۔ میں نے کہا پھوپھی اماں میں کیونکر روؤں کہ میرے سامنے بھائیوں۔ اور بابا کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں خوں و خاک و خون میں غلطاں ہیں نہ کسی کو کفن میسر ہے اور نہ قبر۔ اس پر جناب زینبؑ نے فرمایا کہ اے میرے بھائی کی نشانی فو اللہ ان ذلک لعہد من رسول اللہ الی جدک و ابیک و عمک خدا کی قسم اے سجادؑ تمہارے جد اور پدر اور عم نامدار کے درمیان عہد ہو چکا ہے کہ

حسینؑ کربلا میں شہید ہوں گے بے گور و کفن پڑے ہوں گے کہ خداوند عالم ایک گروہ کو دفن و کفن شہداء پر مامور کرے گا جو اس گروہ یزیدین سے نہیں ہوں گے بلکہ وہ ہمارے محب ہوں گے۔ وہ یہاں آئیں گے۔ لاشوں کو جمع کریں گے۔ اور شہداء کو سپرد خاک کریں گے اور اے بیٹا یہ تمہارے بابا کی قبر کی جگہ ہے اور یہاں قبر پر قبہ بنایا جائے گا تاکہ شیعہ اور محب لوگ زیارت کے لیے آئیں۔ اور بارگاہ حسینی کبھی بوسیدہ نہ ہوگی۔ ہمہ وقت زیارت کرنے والوں کا ہجوم رہے گا۔ سید سجادؑ نے آپ سے فرمایا کہ پھوپھی اماں اس خبر کا ماخذ بیان کیجئے۔ تو حضرت علیا زینبؑ سلام اللہ علیہا نے فرمایا کہ اُمّ ایمن سے یہ حدیث مروی ہے کہ جو میں نے تم سے بیان کی اگر خدانخواستہ سجادؑ زندہ نہ رہتے تو چونکہ امام قطب زمان ہوتا ہے کائنات باقی نہ رہتی۔ زینبؑ خاتون یہ حدیث بیان کر رہی تھیں اور نیزہ پر سر امام حسینؑ تلاوت قرآن کر رہا تھا۔

جبرئیل امین کا صحیفہ سماویہ لے کر خدمت رسولِ خدا میں حاضر ہونا

چونکہ امامت لازمہ نبوت ہے پس ائمہ معصومینؑ کے لیے صحیفۂ سماوی اور دستور العمل خداوندی کا ہونا ضروری ہے۔ تاکہ آئمہؑ اس کے مطابق عمل کریں تا اینکہ دنیا سے رخصت ہوں اور اپنے بعد ہونے والے امام کو سپرد کریں۔ چنانچہ جبرئیل امین وقت آخر حضرت رسولِ خدا کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ وصیت نامہ ہے جو آپ اپنے اہلبیتؑ کو سپرد کریں تاکہ وہ آپ کے بعد اس پر

عمل پیرا رہیں۔ آنحضرت نے فرمایا اے جبرئیل میرے اہلبیت کون ہیں۔ جبرئیل نے عرض کیا کہ تمہارے چچازاد امیرالمومنین علی ابن ابی طالب تمہارے اہلبیتؑ میں داخل ہیں (از مترجم آنحضرتؐ نے تو خود اپنے اہلبیتؑ کا بار بار تعارف کرایا ہے اس جگہ امت کو تاکیدی درس دینے کے لیے جبرئیل سے خطاب و تعین اہلبیت کی گئی ہے) اور حضرت علیؑ کے بعد ان کی اولاد سے گیارہ امام ہوں گے۔ وہی ائمہ دین ہیں اور یہ وصیت نامہ یکے بعد دیگرے ان میں منتقل ہوتا رہے گا چنانچہ حضرت علیؑ نے امام حسینؑ کو یہ وصیت نامہ عطا کیا۔ اور امام حسنؑ نے امام حسینؑ کو یہ وصیت نامہ سپرد کیا اور امام حسینؑ نے یہ وصیت نامہ امام زین العابدین کو سپرد کیا۔ اس طرح اب یہ وصیت نامہ حضرت قائم آل محمدؐ امام مہدی آخرالزمان عجل اللہ فرجہ کے پاس ہے۔ جب امام حسینؑ نے یہ وصیت نامہ امام زین العابدین کو سپرد کیا تو اس میں یہ تحریر تھا کہ (یا علی ابن الحسین اطرق واصمت والزم بیتک واعبد ربک حتی یاتیک الیقین۔) اے علی پسر من میرے قتل ہونے کے بعد خاموش رہنا۔ راضی برضائے الٰہی رہنا۔ اور جسقدر بلائیں آئیں ان پر صبر کرنا۔ اور جب قید شام سے رہا کر مدینہ پہنچو تو گوشہ نشینی اختیار کرنا اور عبادت الٰہی کرنا یہاں تک کہ تیرا وقت رحلت آئے۔ چنانچہ سید سجادؑ نے اپنی زبان مبارک سے کوئی ایسی بات نہیں فرمائی کہ جو اس سے منافی ہوتی شمر ولد الحرام نے آپ کو قتل کرنا چاہا مگر حضرت زینبؑ نے حمایت سجادؑ میں گفتگو کی اور شمر ولد الحرام قتل کرنے سے باز رہا۔ یہاں تک کہ جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے کوئی حدیث بیان کی تو اس طرح کہ۔ حدثتنی عمتی زینبؑ۔ کہ میری پھوپھی زینبؑ خاتون نے بیان کیا (از مترجم

سبحان اللہ بی بی زینبؑ خاتون کی امام زین العابدین علیہ السلام کے نزدیک یہ منزلت ہے کہ حدیث بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میری پھوپھی زینبؑ نے بیان کیا ہے۔ کیونکہ نہ ہو زینبؑ بنت علی و فاطمہؑ عالمۂ غیر معلّمہ ہیں۔

شیخ مفیدؒ کتاب ارشاد میں فرماتے ہیں کہ زین العابدین خاموش ہی رہا کرتے تھے۔ طوق و زنجیر پہن لیا۔ مگر زبان سے کچھ نہ کہا۔ مقتل میں جب امام حسینؑ کے جسد صد پارہ کو دیکھا اور جناب زینبؑ نے گریہ وزاری سے روکا اور فرمایا کہ اے سجادؑ تم حجّت خدا ہو۔ آپ نے صرف اسقدر فرمایا کہ پھوپھی اماں بابا بھی تو حجت خدا ہیں مگر واحسرتا قوم جفاکار نے قتل کر دیا۔ ابن زیاد ملعون نے سید سجاد کے سامنے اپنے دربار میں حضرت عُلیا زینب خاتون کی شان میں ناروا الفاظ کہے تو سید سجادؑ نے فرمایا۔ یابن مرجانۃ کم تہتک حرمۃ عمتی زینب بین من یعرفہا و من لم یعرفہا۔ آپ نے فرمایا کہ اے ابن زیاد تو کس واسطے ناروا الفاظ کہہ رہا ہے میری پھوپھی زینبؑ خاتون کے مرتبہ کو اکثر تیرے درباری جانتے ہیں اور بعض نہیں جانتے۔ اور شہر شام میں بھی آپ نے خطاب فرمایا ہے ۔

اقاد ذلیلا فی دمشق کاننی
من الزنج عبد غاب عنہ نصیرا

عزلت نشینی کی مدح و تعریف

ابنائے زمانہ کی صحبت سے عزلت نشینی اختیار کرنا مستحسن فعل ہے۔ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ ربیع بن خثیمؒ ہمیشہ گوشہ نشینی کی زندگی گزارتا تھا۔

اگر کسی کو اس کا نفع اور فائدہ معلوم ہو جائے تو وہ ضرور گوشہ نشینی کی زندگی کو ترجیح دے گا۔ گوشہ نشینی سے ترک دنیا اور ترک احباب مراد نہیں ہے بلکہ مکروہات زمانہ سے دور رہنا۔ صحبت صالحہ اختیار کرنا۔ روح گوشہ نشینی ہے۔ ابو بریدہؓ اسلمیؓ جو کہ اصحاب آنحضرتؐ میں سے ہیں بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور پُر نور کی صحبت اختیار کی اور اس منبع علم و حکمت و عرفان سے اپنی زندگی کے نقش و نگار سنوارے اور جب سرور انبیاءؐ نے دنیا سے کوچ فرمایا تو منبر و محراب خالی دیکھ کر شام میں عزلت نشینی اختیار کی۔ معاویہ نے ہر چند چاہا کہ ابو بریدہؓ اسلمی اس کی مجلس و محفل میں آئیں مگر ابو بریدہؓ نے کوئی توجہ نہیں دی اور عزلت نشینی ہی میں رہے جب معاویہ کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ یزید پلید جانشین ہوا تو اس نے تحفہ و ہدایا بھیجے مگر آپ نے قبول نہ کئے اور گوشہ نشین رہے۔ یہاں تک اہلبیتؑ رسولؐ اسیر ہو کر وارد شام ہوئے آپ کا غلام کسی ضرورت سے باہر نکلا۔ جب اس نے دیکھا کہ آل رسولؐ قیدی بنا کر لائے گئے ہیں روتا ہوا واپس آیا اور بریدہؓ اسلمیؓ سے واقعہ بیان کیا۔ اور کہا کہ سبط رسول الثقلین امام حسینؑ کا سر بریدہ شام میں لایا گیا ہے اور ان کے اہل حرم علی و فاطمہؑ کی بیٹیاں اسیر ہو کر آئی ہیں۔ اور امام زین العابدینؑ طوق و زنجیر پہنے ہوئے ہیں جب ابو بریدہؓ اسلمی نے یہ سنا تو عمامہ سر سے پھینک دیا۔ اور اسقدر سر و سینہ پیٹا کہ بیہوش ہو گئے اور کہا اے غلام مجھے دربار یزید میں لے چل۔ غلام ان کو دربار میں لایا۔ یہ اس وقت پہنچے کہ سر مطہر امام حسینؑ طشت طلا میں رکھا تھا۔ اور یزید ملعون چوب دستی سے لب ہائے مبارک اور دندان مبارک سے بے ادبی کر رہا تھا یہ دیکھ کر بے چین ہو گئے اور فرمایا اے یزید یہ وہ لب ہیں کہ رسولؐ خدا ان لبوں کو بوسہ دیا کرتے تھے۔

اہلبیتؑ کا کربلا سے کوچ کرتے ہوئے مقتل شہداء سے گزرنا

جب اہلحرم قیدی ہو کر کربلا سے کوفہ کے لیے روانہ ہوئے تو اوّل قتلگاہ شہداء کی طرف سے گزرے ہر ایک بی بی نے اونٹ سے اپنے آپ کو نیچے گرا دیا۔ ام لیلیٰ علی اکبرؑ کی لاش پر ام فروہ قاسمؑ کی لاش پر اور ام کلثوم جناب عباسؑ کی لاش پر پہنچیں اور ماتم کیا۔ اور لاش امام حسینؑ پر زینبؑ خاتون اور سکینہ روتی رہیں۔

کتاب منتخب اور کتاب بحار میں ہے کہ بنی اسد کے قبیلہ کے ایک شخص نے کہا کنت زارعا علی نهر العلقمی ۔ یعنی کہ میں نہر کے کنارے زراعت کرتا تھا۔ جب لشکر عمر ابن سعد چلا گیا اور میدان کربلا ان کافروں سے خالی ہو گیا تو میں نے عجیب و غریب امور دیکھے مشک و عنبرانی خوشبو آ رہی تھی میں نے دیکھا کہ جب آفتاب غروب کر گیا۔ تو قبلہ کی سمت سے ایک شیر آیا۔ ہمہمہ کرتا ہوا یعنی چنگھاڑتا ہوا میں خوف زدہ ہو کر کسی جگہ چھپ گیا۔ جب صبح ہوئی میں نے دیکھا۔ کہ وہ شیر جس راستے سے آیا تھا واپس چلا گیا میں نے دل میں کہا کہ یہ شخص یعنی امام حسینؑ معاذ اللہ خارجی تھے ابن زیاد پر خروج کیا تھا۔ اور میں عجیب و غریب آثار و علامات دیکھ رہا ہوں کہ ایسی باتیں کبھی دیکھی سنی ہیں میں نے قسم کھائی کہ آج شب کو میں جاگتا رہوں گا کہ دیکھوں شیر لاشہائے مقتولین کے ساتھ کیا کرتا ہے جب آفتاب غروب کر گیا اور شب ہو گئی۔ پھر وہی شیر قبلہ کی طرف

سے نمودار ہوا۔ میں اسے دیکھ کر کانپنے لگا۔ اور میرے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ یہ شیر آدم خور ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے کھا جائے میں نے اسی اثناء میں دیکھا کہ وہ شیر لاشہائے مقتولین کے درمیان گیا۔ اور ایک لاش کو جو مثل آفتاب نورانی تھی اس نے اپنے ہاتھوں کے درمیان لے لیا۔ مجھے پھر یہی خیال ہوا کہ شیر اس لاش کو کھائے گا لیکن اس نے خون لاش مطہر اپنے ماتھے پر لگایا۔ نالہ و ہمہمہ۔ اور لاش کے گرد طواف کرنے لگا۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کہ شب کا کچھ حصہ گزرا۔ اس وقت کچھ شمع سارے مقتل میں روشن ہو گئیں اور گریہ و زاری اور نوحہ کی آوازیں آنے لگیں میرا دل اس پُردرد نوحوں کو سن کر بیتاب ہو گیا اور دل پر غم و اندوہ کی گھٹا چھا گئی۔ پھر آواز آئی ہائے حسینؑ، خیال کیا کہ ان نوحہ گروں کو دیکھوں کہ کون ہیں جو اس طرح رو پیٹ رہے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ نوحہ گر غائب ہو گئے۔ میں نے بآواز بلند کہا خدارا بتلاؤ کہ یہ مقتول کون بزرگ ہے۔ تو جواب سنا کر یہ حسین ابن علیؑ ہیں جو راہ خدا میں شہید ہوتے ہیں اور شیر جو تو نے دیکھا شاہ نجف، شیر خدا علی ابن ابی طالب ہیں جو اپنے فرزند کی لاش پر تشریف لائے ہیں۔

یا اسد الرحمٰن یا شختہ النخیف — جزاء وصبرا للحسینؑ قتیل

فداک روحی یا حسین و عترتی — وانت عفیر فی التراب جدیل

وجسمک عریان طریح علی الثریٰ — علیہ خیول الطغاۃ لمین تجول

یہ حکایت صحیح اور موثقہ ہے اور اس کو مولف کتاب کے والد ماجد مرحوم نے اپنی کتاب ریاض میں تفصیلاً درج کیا ہے۔

کیفیت دفن اجساد شہداء کربلا

الشیخ مفید کتاب الارشاد میں تحریر فرماتے ہیں کہ بنی اسد نے شہداء کربلا کو دفن کیا ہے دوسرے ارباب مقاتل بھی اسی چیز کے قائل ہیں۔ روضۃ الشہداء طبری اور کامل السقیفہ اور مقتل ابی مخنف اور کتاب مناقب ابن شہر آشوب میں بھی ایسا ہی مذکور ہوا ہے کہ شہداء کربلا کو بنی اسد کے لوگوں نے دفن کیا ہے۔ اور کسی نے یہ نہیں لکھا کہ وقت دفن شہداء حضرت سید سجادؑ آئے ہیں لیکن ہم شیعۂ امامیہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ تمام ارباب خبر و حدیث کا اس پر اتفاق ہے کہ متولی امر امامؑ از غسل و کفن و دفن و حنوط بغیر از امامؑ کوئی دوسرا شخص انجام نہیں دے سکتا۔ مجلسی علیہ الرحمۃ نے تحریر کیا ہے کہ بنی اسد کے لوگوں نے شہداء کو دفن کیا۔ تو اس کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ یہ بظاہر ایسا ہے کہ بنی اسد نے امام حسینؑ کی لاش مطہر کو دفن کیا ہے مگر باطناً امامؑ کو امامؑ ہی دفن کر سکتا ہے کہ نہ کہ غیر امام۔ پس زین العابدین علیہ السلام کا با عجاز بوقت دفن کربلا تشریف لانا اور اپنے پدر بزرگوار کو دفن کرنا صحیح و درست ہے حضرت امام علیؑ الرضا علیہ السلام نے اپنے شیعوں کے ایک مجمع میں فرمایا ہے کہ ہمارے جد امام زین العابدین بظاہر قید تھے لشکر عمر ابن سعد آپ کو اسیر کر کے شام لے جا رہے تھے کہ آپ با عجاز امامت مخفی انداز میں اس وقت کربلا تشریف لائے کہ جب قبیلہ بنی اسد کے لوگ شہداء کی لاش ہائے مبارکہ کو سپرد خاک کر رہے تھے۔ بعدہٗ امام زین العابدینؑ واپس چلے گئے۔ اسی طرح با عجاز ہی اپنے پدر بزرگوار موسیٰ بن جعفر کی نماز جنازہ انجام دہی غسل و

کفن کے لیے آیا تھا نماز پڑھی اور چلا گیا۔ اور امام محمد تقیؑ نے امام رضاؑ کو اسی طرح تشریف لاکر غسل وکفن دیا نماز پڑھائی اور آپ چلے گئے۔

اب ہم ایک مسئلہ کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ لایلی امر الامام الا الامام یعنی کہ امام کو امام ہی کی غسل وکفن دفن وحنوط وغیر کے کام انجام دے سکتا ہے نہ کہ غیر امام۔ پس حضرت حجۃ اللہ تعالیٰ فرجہ کو غسل کون دے گا اور کون نماز پڑھے گا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت امام حسینؑ بعد ظہور امام العصر علیہ السلام رجعت فرمائیں گے اور آپ ہی تجہیز وتکفین وتدفین انجام دیں گے۔ بہر حال جس وقت بنی اسد تدفین شہداء میں مشغول تھے حضرت امام زین العابدینؑ تشریف لائے اور اپنے پدر بزرگوار حسینؑ کو دفن کیا۔ اور باقی ماندہ شہداء علیہم السلام کو پہچان پہچان کر آپ نے بنی اسد کو حکم دفن دیا ہے ورنہ شہداء کو بنی اسد نہیں پہچان سکے تھے کہ یہ کس شہید کی لاش ہے اور یہ کس شہید کی لاش ہے۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدینؑ ہر ایک شہید کی لاش کو پہچانتے تھے اور حکم دفن دیتے تھے یہاں تک کہ آپ نے امام حسینؑ کو دفن کیا اور پائیں پا حضرت امام حسینؑ۔ جناب علی اکبرؑ کو دفن کیا یہ وہی جگہ ہے کہ جہاں اب تربت امام حسینؑ موجود ہے۔ اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ قبر امام حسین علیہ السلام اور گنج شہیداں کی وسیع قبر خود حضرت رسول خداؐ نے تیار کی ہے چنانچہ کتاب منتخب المراثی اور کتاب الارشاد میں ہے کہ ام المومنین ام سلمہؓ نے محرم کی گیارہویں شب کو خواب میں آنحضرتؐ کو دیکھا کہ آپ گریاں و محزون ما گرد و غبار میں آتے ہوئے تشریف لائے ہیں ریش مبارک پر آنسو ٹپک رہے ہیں میں نے رسول اللہؐ سے دریافت کیا یا حضرت گریہ کیوں فرما رہے ہیں اور کہاں تشریف لے گئے تھے تو ارشاد فرمایا۔

مازلت اللیلۃ احضر القبور للحسین واصحابہ کہ میں اس شب کربلا میں حسینؑ اور ان کے اصحاب کی قبریں کھودتے میں مشغول رہا۔ تمام شہداء ایک ہی قبر میں آرام فرمائیں البتہ حضرت عباس علمدار علیہ السلام کی قبر مبارک کنار راہ غاضریہ ہے۔ آپ کی قبر مبارک علیحدہ اس لیے ہے کہ آپ کی لاش مبارک اسقدر ٹکڑے ٹکڑے تھی کہ امام حسینؑ لاش برادر اٹھا نہ سکے پس آپ کو ایسی جگہ دفن کیا گیا کہ جہاں اب روضہ مبارکہ ہے اور ایسا بھی وارد ہوا ہے کہ حضرت عباس طویل القامت تھے مگر واحسرتاہ آپ کی قبر مبارک آپ کے جسد مبارک کی مناسبت سے چھوٹی ہے قلم میں طاقت نہیں ہے کہ اس کا سبب تحریر کر سکوں کیونکہ آپ کا بدن مبارک ٹکڑے ٹکڑے تھا کہ جنہیں جمع کر کے دفن کیا گیا ہے۔

تحقیقات دربارۂ دفن حضرت سید الشہداء علیہ السلام

علامہ مجلسی کتاب بحار جلد عاشر (دسویں جلد) میں میسرۃ بن عبد العزیز سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب ہمارے جد نامدار حسینؑ علیہ السلام وارد کربلا معلیٰ ہوئے ہیں تو آپ نے اپنے بھائی محمد حنفیہ کے نام ایک خط ارسال کیا جس میں بزرگان بنی ہاشم کو بھی مخاطب فرمایا ہے مضمون خط یہ ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من الحسین بن علی الی محمد بن الحنفیہ و من قبلہ من بنی ھاشم اما بعد فکان الدنیا لم تکن و کان الاخرۃ لم تزل والسلام

جس وقت میں نے آپ بنامہ مدینہ ارسال کیا ہے چاروں طرف ناکہ بندی تھی۔ اور

آپ کا محاصرہ بھی ہو چکا تھا چار ہزار کوفہ گھیرا ڈالے ہوئے تھے اس وقت امام حسینؑ کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ زمین کربلا پر قبروں کے واسطے جگہ ہونی چاہیے۔ چنانچہ امام حسینؑ نے زمین کربلا کے مالکوں کو جو غاضریہ کے رہنے والے تھے طلب فرمایا۔ چار در چار فرسخ زمین کربلا ساٹھ ہزار تومان میں ان سے خرید کی۔ اور پھر اس کو وقف کر دیا۔ اور اس زمین خرید کردہ کی تولیت بنی اسد کے نام قرار دی اور چند شرائط مقرر کیے ان میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ دس دن گزرنے کے بعد ہمارے اجساد پاکیزہ کو اس زمین میں دفن کر دینا اور جب ہمارے شیعہ دور نزدیک سے ہماری قبور کی زیارت کے لیے آئیں۔ تو ان کا استقبال کرنا اور ان کو ٹھہرنے کے لیے جگہ دینا تین دن تک ان کی مہمانی کرنا چنانچہ بعد دفن شہداء قبیلۂ بنی اسد نے ان امور کو انجام دینا شروع کیا۔ یہاں تک کہ وہ امام علیہ السلام سے رخصت ہو گئے اور یہاں دسویں محرم کو امام حسینؑ اور تمام عزیز و انصار درجہ شہادت پر فائز ہو گئے اور لشکر عمر بن سعد ملعون سے کربلا خالی ہو گیا۔ لیکن لاش ہاء شہداء ریگ گرم پر پڑے رہے ؎

چون دو روز از قتل شاہ دین گزشت
با خبر گشتند اہل کوہ و دشت

یعنی کہ جب قتل سید الشہداءؑ کو دو روز گزر گئے تو تمام ان لوگوں کو جو کربلا کے آس پاس دور و نزدیک رہتے تھے۔ یا پہاڑوں پر اور صحرا میں رہتے تھے خبر شہادت معلوم ہو گئی۔ اور بنی اسد کی عورتوں نے لاش ہاء مبارکہ کو بے غسل و کفن پڑا ہوا دیکھا تو اپنے مردوں کو غیرت دلائی کہ فرزند رسولؐ خدا بے گور بے کفن پڑا ہے اور جب کہ تم لوگوں نے بیع زمین کے وقت لاشوں کو دفن کرنے کی شرط

بھی قبول کی تھی مگر اب خاموش بیٹھے ہو۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم خدا و رسولؐ سے نہیں ڈرتے۔ وہ کہنے لگے کہ ہمیں عبید اللہ ابن زیاد سے ڈر لگتا ہے کہ اگر اس کو خبر ہو گئی تو ہمیں قتل کرا دے گا۔ لیکن جب عورات بنی اسد نے شور و غوغا کیا تو مردان بنی اسد دفن کرنے کی نیت سے کربلا پہنچے۔ گروہ بنی اسد مقتل میں حیران و پریشان کھڑا تھا کہ ان اجساد مطہرہ کو جو کہ ٹکڑے ٹکڑے ہیں کیونکر دفن کریں اور کس طرح انہیں سپرد خاک کریں۔ کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ یہ کس کی لاش ہے اور یہ کس کی لاش ہے۔ وہ ابھی سرگردان و پریشان تھے کہ ایک سوار عالیقدر وہاں نمودار ہوا۔ اس نے شہیدوں کے لاش ہاء مبارک پر نظر ڈالی ؎

بسان حضرت یعقوب نالہ سر میکرد — کہ او پسر پسر و او پدر پدر میکرد
بسر عمامہ سبزی و لیک ژولیدہ — بسان چشم غزالاں سیاہ پوشیدہ

یعنی کہ وہ سوار نمودار ہوا اور جیسے ہی مقتل میں قدم رکھا۔ مثل یعقوبؑ نالہ کیا۔ یعقوب پسر پسر کہتے تھے اور یہ پدر پدر کہہ رہے تھے۔ سبز عمامہ سر مبارک پر مگر پریشان و درہم و برہم۔ آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے جب بنی اسد نے دیکھا تو حیران رہ گئے کہ یہ کون ہیں۔ کہنے لگے کہ ہم آپ کو نہیں پہچانتے فرمایا ؎

گفت من این کشتہ ہا را سر بسر
می شناسم چون پدر ہا را پسر

فرمایا کہ میں ان شہداء کو اس طرح جانتا ہوں اور پہچانتا ہوں جیسے باپ کو اولاد پہچانتی ہے۔ بنی اسد سمجھ گئے کہ یہ ابن الحسینؑ زین العابدینؑ ہیں پس وہ لوگ تدفین و تکفین کے کاموں میں مشغول ہو گئے۔ ہر ایک کی لاش کو اٹھا کر لاتے اور سید سجادؑ

اس کو پہچان کر دفن کرنے کا حکم دیتے تھے کہ وہ لوگ ایک لاشہ اٹھا کر لائے ؎

پس برآوردند از خون پیکری — ہمچو گل صد پارہ جسم بے سری
زد بسر گفت این علی اکبر است — این شبیہ حضرت پیغمبرؐ است

یعنی کہ وہ لوگ ایسی لاشں اٹھا کر لائے جو پارہ پارہ تھی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ میرے بھائی علی اکبرؑ ہمشبہ پیغمبرؐ ہیں۔ شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں۔ وحضروا للشہداء من اهل بیته واصحابه الذین صرعوا حوله مما یلی رجل الحسین وجمعوهم و دفنوهم جمیعًا یعنی تمام شہداء کے لیے کہ جو اصحاب و اہلبیت سے تھے امام حسینؑ کی قبر مبارک اطراف میں پڑے ہوئے تھے قبر تیار کر کے ان پر نماز پڑھی اور دفن کر دیا جو کہ اب گنج شہیداں کے نام سے معروف و مشہور ہے و دفنوا الحسینؑ حیث قبره الآن۔

ناگہان شد بانگ واویلا بلند — از تمام آن گروہ مستمند
پیکرے دیدند افتادہ بخاک — قطعہ قطعہ پارہ پارہ چاک چاک

ناگہان ان کی نظر ایک ایسی لاش مطہر پڑی کہ جو ٹکڑے ٹکڑے تھی اس وقت ایک شور بکا بلند ہوا امام زین العابدینؑ سے سوال کیا اے آقا یہ کس کی لاش مبارک ہے اس وقت امام زین العابدینؑ نے اس لاش مطہر پر گرا دیا۔ اور زخمہائے مبارک کو بوسہ دینا شروع کیا آپ روتے جاتے تھے اور فرماتے تھے۔

؎

از تربت تو رو بسفر دارم اے پدر — از خون دل دو دیدہ تر دارم اے پدر
آہ فغان کہ رفتم و فرصت نداد شمر — کز آفتاب نعش تو بر دارم اے پدر

اکنوں بیامدم کہ کنم دفن پیکرت
بر خاک جسم پاک تو بسپارم اے پدر

یعنی کہ اے بابا جان اب آپ کی تربت سے میں جدا ہونے والا ہوں۔ سفر شام پیش نظر ہے واحسرتاہ کہ شمر ملعون نے مجھے فرصت نہ دی کہ آپ کے جسم مبارک کو دھوپ سے بچاؤں اور اے بابا اب میں آپ کو سپرد خاک کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں اور آپ نے لاشں مطہر کو دفن کیا۔ اور فرمایا کہ ؎

غیر من لائق نباشد این مقام
لا یلی امر الامام الا الامام

یعنی کہ میرا غیر یعنی جو امامؑ نہ ہو امام کو دفن نہیں کر سکتا امام کو امام ہی غسل و کفن و حنوط دے سکتا ہے اور دفن کر سکتا ہے۔ پس آپ نے نماز پڑھ کر جسد مطہرہ امام حسینؑ کو قبر مبارک میں دفن کیا اور یہی وہ قبر مبارک تھی کہ جسے حضرت رسولؐ خدا نے تیار کیا تھا آپ نے شہزادہ علی اکبر علیہ السلام کو بھی آپ کے پائیں پا دفن کیا کیونکہ امام حسینؑ نے وصیت فرمائی تھی اور پھر آپ نے قبر مبارک پر تحریر کیا ھذا قبر حسین بن علیؑ ابن ابی طالب بعدہٗ گنج شہیداں تیار ہوا اور تمام شہداء دفن کیے گئے اور حضرت عباس علمدار علیہ السلام کنار نہر علقمہ دفن ہوئے ہیں اس طرح کہ آپ کے دست ہائے بریدہ عبا کے دامن میں رکھے اور دفنوا علی العباس بن علی بن ابی طالب فی موضعه الذی قتل فیه علی طریق الغاضریة۔ یعنی کہ حضرت عباس علمدار علیہ السلام کو اسی جگہ دفن کیا کہ جہاں آپ گھوڑے سے زمین پر کنار نہر علقمہ گرے تھے۔

اہلبیتؑ اطہار کا کوفہ میں داخلہ، پریشان حالی اور تماشائیوں کا ہجوم

جب عمر ابن سعد ملعون نے محرّم کی گیارہویں تاریخ بعد ظہر کربلا سے بطرف کوفہ کوچ کیا۔ اور اہلحرمؑ کا قافلہ اسیر ہوکر کوفہ پہنچا بیرون شہر ابن سعد ملعون نے اپنے لشکر کے ساتھ منزل کی اور ابن زیاد ملعون کو اطلاع دی کہ شہداء کے سرہائے مبارکہ اور اہلحرم حسین ابن علیؑ اسیر ہوکر وارد کوفہ ہوگئے ہیں دربار میں حاضری کی اجازت دی جائے ؎

رسید پیک بشارت بسوی ابن زیادؔ — کہ ای امیر حسینؑ کشتہ شد بشارت باد
بہ تیغ لشکر مالشکرش فنا گشتند — ہمہ ذبیحہ میدان کربلا گشتند
رسن بگردن کلثومؑ بازوے زینبؑ — فگندہ ایم بصد خواری وہزار تعب
بقید سلسلہ یتیم پائی زین العباد — زدیم کوس بنام یزید وابن زیاد
بزرگ وکوچک اہل حریم شاہ حجاز — نشاندہ بر اتواق بہار وجہاز

رساندہ ایم نیزہ یک کوفہ خوار واسیر
کنوں چہ حکم در ورود شہر امیر

یعنی کہ عمر ابن سعد نے ابن زیاد کو خوشخبری قاصد کے ذریعہ پہنچائی کہ حسینؑ قتل ہوگئے تجھ کو مبارک ہو۔ ہمارے لشکر نے لشکر حسینؑ کو فنا کر دیا۔ سب کے سب کربلا میں قتل کر دیئے گئے۔ زینبؑ وام کلثوم اسیر ہوکر آئی ہیں۔ سید سجادؑ کے پائے مبارک میں زنجیر ہے۔ اور ہم نے یزید وابن زیاد کے نام کا ڈنکہ بجا دیا ہے شتران بے کجاوہ پر اہلحرم کو لایا گیا ہے۔ اب ہمیں حکم ملے کہ دربار میں اسیروں کو لے کر حاضر ہوں۔

لما جاء الرسول وبشرہ بالمامول امر اللعین بدق البشائر وضرب الطبول

جب عمر ابن سعد ملعون کا قاصد اس کا پیغام لے کر داخل دربار ابن زیاد بدنہاد ہوا۔ تو اس مردود نے حکم دیا کہ طبل فتح وظفر بجائے جائیں اور یہ حکم جاری کیا کہ کوئی شخص آلات حرب لے کر گھر سے باہر نہ نکلے۔ اور اہلحرمؑ کو برہنہ سر داخل دربار کیا جائے۔ صاحب کتاب الریاض لکھتے ہیں کہ شہر بھر میں خوشیاں منائی گئیں۔ دربار آراستہ کیا گیا اور تماشائی کوفہ کے گلی کوچوں میں جمع ہوگئے۔ کوٹھوں کوٹھوں عورتیں موجود تھیں کہ آل رسولؐ کا تماشہ دیکھیں۔ لیکن جب زنان کوفہ نے سنا کہ حسینؑ قتل ہوگئے واحسیناہ کی صدائیں بلند ہوگئیں صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ اسی اثناء میں خولی بیدین لعین پہنچا۔ سر امام حسینؑ نیزہ پر بلند تھا وہ ملعون اس نیزہ کو لیے ہوئے تھے اس وقت جناب زینبؑ خاتون نے سر امام حسینؑ پر نظر ڈالی۔ سوز قلب کے ساتھ فرمایا کہ اے برادر بجان برابر تمہارا سر نیزہ پر ہے اور میرا سر کھلا ہوا ہے اور اے بھائی جان یہ وہ کوفہ ہے کہ جہاں زینبؑ شہزادی کہلاتی تھی۔ اب میں اور مخدرات کنیزوں کی طرح اسیر ہوکر کوفہ آئے ہیں کوئی زینبؑ بیکس کا حال نہیں پوچھتا۔ خلق خدا تماشائی ہی ہوئی ہے۔ اس وقت اہلبیت کی پریشانی حد سے زیادہ بڑھ گئی کہ جب عمر ابن سعد ملعون نے حکم دیا کہ سروں کو ترتیب وار لے جائیں۔ آگے آگے سر امام حسینؑ اور اس کے عقب میں شہداء کربلا کے سرہائے مبارکہ ہوں۔ علامہ کتاب ریاض میں فرماتے ہیں کہ سر امام حسینؑ نیزہ پر مثل چاند چمک رہا تھا اور شہداء کے سر ایسے معلوم ہو رہے تھے کہ چاند کے گرد ستارے ہوں۔ اور اہلحرم کنیزوں اور اسیروں کی شتران بے کجاوہ پر سوار تھے۔ ثم ساروا بھم علی اسوء الحال حتی قربوا الکوفۃ۔ پھر گروہ اشرار بڑی ذلت وخواری کے ساتھ اہلحرم کو لے کر داخل ہوئے اور تماشائیوں سے گلی کوچہ بھر گئے۔ اور منادی کہہ رہا تھا ھذا راس الحسین کہ یہ

حسینؑ کا سر ہے۔ لوگوں نے سر امام حسینؑ کے گرد ہجوم کر لیا تھا۔ اور جب لوگوں کی نگاہیں اسیروں کے قافلہ پر پڑیں تو زنان و مردان کوفہ ان کے حال زار پر رونے لگے۔ قاسم بن اصبغ مجاشعی کہتا ہے کہ میں اس وقت تماشائیوں میں موجود تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک سواری نمودار ہوئی سر پُر خون گھوڑے کی گردن میں آویزاں تھا۔ وہ سر کسی جوان کا معلوم ہو رہا تھا۔ وہ سوار کہ جس کے گھوڑے کی گردن میں سر پاک تھا۔ کبھی گھوڑے کو دوڑاتا کبھی گھوڑے کو اس کے پیروں کے بل اٹھاتا تو سر مبارک بھی کبھی زمین پر لگتا اور کبھی بلند ہوتا پھر معلوم ہوا کہ وہ حضرت عباس بن علیؑ کا سر مبارک ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ سر محمد بن عباسؑ کا تھا۔ اس وقت ابن زیاد ملعون کو مطلع کیا گیا کہ ہجوم بہت زیادہ ہے اہلحرم کی حفاظت کے لیے اپنی سپاہ بھیجے ایسا نہ ہو کہ لوگ اہلحرم کے قافلہ کو آزاد کرالیں۔ یہ بھی ایک موثق اور معتبر خبر ہے کہ جب حضرت علیؑ ابن ابی طالب نے شہادت پائی تو آپ نے اپنی بیٹی زینبؑ خاتون سے فرمایا تھا کہ اے زینبؑ تو ایک دن کوفہ میں اسیر ہوگی اس وقت صبر کرنا اور صبر جمیل کرنا۔ غرض کہ ابن زیاد ملعون نے اپنے خادموں کو بھیجا کہ مجمع عام سے اہلحرم کی حفاظت کریں۔ مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ اس وقت ام کلثومؑ نے ابن زیاد کے حاجب یعنی حافظ سے کہا۔ ویلک ھذاہ الف درھم خذھا۔ کہ یہ ہزار درہم لے اور سرہائے شہداء ہم سے دور لیجا تاکہ لوگ سروں کی طرف دیکھیں اور ہم پر نامحرموں کی نظر نہ پڑے۔ اس حاجب نے وہ درہم لے لیے اور سروں کو اہلحرم سے دور کر دیا۔ جب وہ حاجب گھر گیا اور اس نے درہم دیکھے تو وہ سیاہ رنگ کے پتھروں میں بدل گئے تھے اور ان پر ایک طرف یہ لکھا ہوا تھا ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظالمون اور دوسری طرف وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ تحریر تھا غرض کہ اسیروں کا داخلہ

شہر کوفہ میں ہوا۔

امام حسین علیہ السلام کے سر بُریدہ کا نیزہ پر قرآن پڑھنا

مقتل ابی مخنف میں ہے۔ قال سھل الشھر زوری کنت قد اقبلت فی السنۃ ارید الحج الی بیت اللہ۔ سہل کہتے ہیں کہ میں نے اس سال حج خانہ خدا کے ارادہ سے سفر اختیار کیا تھا کہ وارد کوفہ ہوا دیکھا کہ تمام بازار اور دوکانیں بند ہیں اور مردم گروہ در گروہ تماشائی کی صورت میں موجود ہیں میں نے ایک مرد بزرگ و سن رسیدہ سے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ کچھ لوگ خوش خوش ہیں اور بعض لوگ رو رہے ہیں۔ وہ مرد پیر مجھے ایک طرف لے گیا۔ اور بکٰی بکاءً عالیًا۔ کہ وہ باآواز بلند رونے لگا اور کہا اے سردار آج ہمارے لیے کوئی عید نہیں ہے نہ کوئی خوشی ہے لیکن گریہ اس لیے ہے کہ حسینؑ ابن علیؑ شہید کر دیئے گئے۔ کربلا میں حسینؑ قتل ہو گئے اور یہ ان کے اہلبیتؑ ہیں جو اسیر ہو کر یہاں آئے ہیں۔ سہل کہتے ہیں کہ ابھی اس مرد پیر کا کلام ختم نہ ہوا تھا کہ حتی سمعت البوقات والرایات تخفقت والاعلام قد نشرت۔ کہ صدائے بوق (بگل) کرنائے کہ جس سے مہیب آواز نکلے) سنی اور مختلف علم نگاہ سے گزرے۔ طبل جنگ، فتح و ظفر کے نقارہ بج رہے تھے۔ ناگاہ میری نظر ایک طویل نیزہ پر پڑی اس پر امام حسینؑ کا سر بریدہ نصب تھا۔ واذا براس الحسین قد اقبل بہ علی ریح وقد لاحت شواربہ والنور یسطع منہ۔ یعنی کہ اس سر بریدہ سے جو نیزہ پر تھا

تھا ایک نور لب ہائے مبارک سے ساطع ہو رہا تھا واخجلۃ الاسلام جاء وابراسك یابن بنت محمدؐ۔ سہل کہتے ہیں کہ اس سر بریدہ کو دیکھ کر مجھ پر گریہ طاری ہوا اور میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا خیال کہ ایسا نہ ہو کہ ابن زیاد کے آدمی مجھے گرفتار کر لیں ناگاہ دیکھا کہ اسیران آل محمدؐ ظاہر ہوئے ویقدمها علی بن الحسین۔ ان کے آگے آگے امام زین العابدین تھے جو سالار قافلہ اسیران بنے ہوئے تھے اور طوق و زنجیر پہنے ہوئے تھے۔ اور ان کے عقب میں ام کلثوم بنت علیؑ تھیں جو اہل کوفہ سے خطاب کر رہی تھیں۔ یا اهل الکوفۃ نحن سبایا الحسینؑ فغضوا ابصارکم عنا و عن النظر الینا کہ اے اہل کوفہ ہم حسینؑ کے اہلبیتؑ ہیں اور اسیر ہیں اپنی آنکھوں کو بند کر لو۔ ہمارا تماشا نہ بناؤ ہمیں نہ دیکھو مگر وہ بے حیا قوم آپ کے فرمانے پر تماشہ سے باز نہیں آئی۔ جناب زینبؑ خاتون نے فرمایا۔ معاشر الناس اما تستحیون من اللہ و رسولہ ومن علی المرتضیٰ وفاطمۃ الزہراء فغضوا ابصارکم عن النظر الیھن۔ اے قوم بے حیا و بے شرم خدا اور رسولؐ سے شرم کرو۔ خوف خدا و رسولؐ کرو کہ تم علیؑ و فاطمہؑ کو آزار پہنچا رہے ہو کہ ان کے اولاد کا اسقدر تماشا دیکھ رہے ہو اس خطاب پُر عتاب سے کوفیوں نے اسیران حرم کو دیکھنا بند کر دیا ؎

این بانگ داری کاروان است	یا زینبؑ زار در فغانست
خورشید بنوک نیزہ رفتہ	یا راس حسینؑ بر سنانست
رعد است بنالہ یا کہ لیلیٰ	در ماتم اکبرؑ جوان ست

از ابر بہار ژالہ ریزد
یا چشم سکینہؑ خونچکاں ست

یعنی کہ نیزہ پر سر امام حسینؑ ہے یا سورج تابندہ ہے۔ ام لیلیٰ ماتم علی اکبرؑ میں نوحہ کناں

ہیں سکینہ خاتون کی آنکھوں سے خون آنسو بن کر برس رہا ہے۔ سہل کہتے ہیں کہ شہداء کے سرہائے مبارک دروازہ بنی خزیمہ تک پہنچے وہاں پر ایک مدت تک ٹھہرے رہے۔ سر امام مظلوم نیزۂ طویل پر تھا میں نے نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ لب ہائے مبارک کو جنبش ہو رہی ہے۔ جب میں نے کان لگا کر آواز سُنی تو معلوم ہوا کہ سر بریدۂ امام حسینؑ قرآن مجید کی سورہ کہف کی تلاوت کر رہا ہے۔ اور جب سر امام مظلوم اس آیت پر پہنچا اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا۔ سہل کہتے ہیں کہ مجھ پر شدید گریہ طاری ہوا اور سر مطہر کی طرف دیکھ کر عرض کیا مولیٰ آپ کا کلام تو عجیب و عظیم تر ہے اور میں بیہوش ہو گیا اور جب ہوش میں آیا تو دیکھا کہ سر امام نے سورۂ کہف تمام کر دی تھی۔

کوفہ میں اہلبیتؑ اطہار کی پریشانی کے بقیہ حالات

جب اہلبیتؑ اطہار کوفہ میں داخل ہوئے تو تماشائیوں کی کثرت کی وجہ سے راستے بند ہو گئے تھے چنانچہ علامہؒ کتاب ریاض میں فرماتے ہیں کہ وقد ملئت شوارعها وسککها و زقاقها من الرجال والنسوان والشیوخ والشبان والصبیۃ والصبیان فمنهم باك ومتعجب ومنهم ضاحك وطرب۔ کہ اسقدر ہجوم تھا کہ راستے مسدود ہو گئے تھے۔ ہر سن و سال کے لوگ مرد و عورت موجود تھے کچھ ان میں ایسے تھے کہ اہلبیتؑ کی حالت دیکھ کر رو رہے تھے اور کچھ لوگ ہنس رہے تھے اور خوشیاں منا رہے تھے علامہ مرحوم نے بعض کتب کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ سہل شہرزوری ایک شخص نے کہ جوامردی کے نام سے مشہور تھا نقل کیا ہے کہ میں ۶۱ھ میں کوفہ میں تھا کہ لشکر ابن زیاد بدنہاد کربلا سے واپس کوفہ پہنچا۔ اور

اسیرانِ آلِ محمدؐ بھی اس لشکر کے ساتھ وارد کوفہ ہوئے۔ میں کسی مرد پیر سے سوال کیا کہ یہ کون ہیں تو اس پیر نے کہا کیا تو نہیں دیکھتا کہ سر فرزند پیغمبرؐ نیزہ پر بلند ہے۔ پھر اس نے عورات اہلحرمؑ کا تعارف کرایا۔ اور کہا کہ یہ بیمار جو سالار قافلہ ہے طوق و زنجیر میں گرفتار ہے علی ابن الحسینؑ ہے۔ میں نے جب ان بیمار پر نظر کی تو گریہ گلو گیر ہوگیا۔ ایک اونٹ پر زینبؑ خاتون اور سکینہؑ بنت الحسینؑ سوار تھیں۔ جناب زینبؑ نے فرمایا کہ اے اہل کوفہ اپنی آنکھیں بند کر لو۔ ہم آل رسولؐ ہیں ہم نبی زادیاں ہیں

علامہ کتاب ریاض میں لکھتے ہیں کہ کوفہ کے بازار میں کوٹھوں پر عورات کوفہ بیٹھی ہوئی اسیران کربلا کا تماشہ دیکھ رہی تھیں۔ ایک ضعیفہ ناقل ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایک اونٹ پر ایک بی بی بیٹھی ہیں اور ان کی گود میں ایک بچی بیٹھی ہوئی ہے جو پریشان حال ہے اور اس کی زبان پر ہاء پدر ہاء پدر جاری ہے۔ میں نے ان سے دریافت کیا من ای الاسارا انتن کہ تم کہاں کے اسیر ہو۔ جناب زینبؑ نے فرمایا کہ یہ کیا سوال ہے اس نے کہا میں نے ایسے قیدی نہیں دیکھے جیسے کہ تم لوگ ہو۔ جناب زینبؑ نے فرمایا کہ نحن بنات رسولؐ اللہ و بنات نساء الحسین اے ضعیفہ ہم دختران رسولؐ خدا ہیں پیغمبرؐ خدا کے قریبی ہیں ے

ما آل رسول مصطفائیم افتادہ بورطہ جفائیم

پروردہ دامن بتولیم امروز اسیر و مبتلائیم

یعنی کہ اے ضعیفہ ہم آل رسولؐ مصطفےٰ ہیں (صلوٰ علیہ وآلہ) اور آج کل ہم کوفیوں کی جفا و ستم سے ہلاکت میں ہیں ہم بتول عذرا کے دامن میں پلے ہیں، اور آج اسیر محن

ہیں۔ پس جیسے ہی اس مومنہ نے سنا اپنے موہنہ پر طمانچہ لگائے اور رونے لگی وا مصیبتاہ آل رسول کجا اور اسیری کجا۔ وہ ضعیفہ کوٹھے سے نیچے اتری اور اپنے اہل خانہ کو سارا واقعہ سنایا اور کہا تم گھروں میں ہو اور علیؑ و فاطمہؑ کی بیٹیاں قیدی بنی ہوئی ہیں لوگ تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ اس ضعیفہ کا نام بھی زینبؑ تھا۔ اور جب حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کوفہ میں تھے تو آپ کے ایک غلام کی یہ ضعیفہ بانوے حرم تھی۔ ضعیفہ بڑی جلدی کے ساتھ چادر اوڑھ کر گھر سے باہر آئی اور چادریں اہلحرم کو دیں۔ جناب زینبؑ نے فرمایا کیا یہ چادریں بطور صدقہ ہیں اور صدقہ ہم پر حرام ہے اس ضعیفہ نے کہا کہ بطور ہدیہ پیش کر رہی ہوں جناب زینبؑ نے وہ چادریں اور مقنع قبول کیا۔ اس وقت زجر بن قیس ملعون و حرام زادہ اس مومنہ کو دیکھ رہا تھا کہ اس عورت نے چادریں دی ہیں اس بدبخت نے اس مومنہ کو سخت و سست الفاظ کہے وہ چادریں چھین لیں اور وہ مومنہ اپنے گھر چلی گئی الالعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

جب اہلحرم اسیر ہو کر کوفہ پہنچے ہیں تو سب عورت مرد مل کر چونسٹھ سے لے کر چوراسی تک وارد ہوئی ہے۔ چوراسی تھی۔ اور سرہائے شہداء جو نیزوں پر بلند تھے وہ پچاس یا ستر تک بتلائے جاتے ہیں۔

کتاب لہوف میں ہے کہ اسیران اہلبیتؑ میں مردوں میں سے علی ابن الحسینؑ یعنی امام زین العابدینؑ اور حسن بن الحسن مثنیٰؑ اور ان کے علاوہ زید، عمرو بن الحسنؑ بھی ہمراہ تھے اور علامہ مرحوم کتاب ریاض میں لکھتے ہیں کہ عمرو بن الحسینؑ اور محمد باقر علیہ السلام بھی تھے۔ جب کوفہ کے لوگوں نے اسیروں کو دیکھا تو ہر طرف سے گریہ و بکا کی صدائیں بلند ہوگئیں حضرت سید سجادؑ نے فرمایا کہ اب تم روتے ہو اور تم نے ہمارے مردوں کو قتل کیا ہے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ کوفہ کے لوگ اہلبیتؑ کی معرفت نہیں

رکھتے اب معلوم ہوا تو گریہ وزاری کرنے لگے۔

فتوح ابن اعثم کوفی اور ترجمہ ابوالفتوح میں وارد ہوا ہے کہ وہ لوگ کہ جو اسیران آل محمدؐ کے ساتھ کربلا سے واپس آئے ہیں اور ان کے نام بیان کئے ہیں وہ اس جماعت میں شامل تھے کہ کربلا سے چلتے ہوئے نادم و پشیمان تھے اور اپنے افعال پر شرمندگی محسوس کرتے تھے اور راستہ بھر گریہ کرتے تھے۔ ویظهرون التأسف والندامة۔ چنانچہ علی ابن الحسین علیہ السلام جب کہ علیل تھے فرماتے ہیں کہ انہی لوگوں نے میرے پدر بزرگوار، چچاؤں اور بھائیوں کو قتل کیا ہے اور اب ہم پر یہ لوگ گریہ کرتے ہیں۔

شہر کوفہ میں حضرت زینبؑ خاتون کا خطبہ

علامہ مجلسیؒ باسناد خود از شیخ مفید روایت کی ہے کہ لما اقبل بالنسوة الی الکوفة علی الجمال بغیر وطاء جعل نساء الکوفة یبکین۔ فرماتے ہیں کہ زنان کوفہ نے جب اہل حرم کو شتران بے کجاوہ پر دیکھا گریہ وزاری شروع کی۔ جب امام زین العابدین علیہ السلام نے ان کی آواز گریہ و بکا سنی تو آپ نے فرمایا کہ یہ عورات کوفہ ہم پر گریہ کر رہی ہیں اور ان ہی کے مردوں نے ہمارے مردوں کو قتل کیا ہے۔ شیخ کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ جب سید سجادؑ کو طوق و سلاسل سے زیادہ تکلیف پہنچی تو حضرت زینبؑ نے اہل کوفہ سے خطاب فرمایا یا قوم واللہ نحن عترة رسول الله فاکرموا الاجل رسول الله یعنی کہ اے کوفہ کے مرد و زن ہم تو آل رسول میں ہمارا اکرام و احترام سب پر واجب ہے کچھ اس ہیبت کی صورت میں فرمایا کہ تمام شور و غل ختم ہو گیا اور لوگ متوجہ ہو گئے غرضکہ آپ نے خطبہ شروع کیا اور اہل کوفہ

کو سخت ترین نصیحت آپ کی فصاحت و بلاغت کو سن کر لوگ سمجھے کہ علی مرتضیٰ کلام کر رہے ہیں۔ ؎

تکلم کرد تسس راہر کہ دیدی فاش میگفتی
لسان حیدری گویا کہ در طی لسان دار

یعنی کہ آپ کے خطبہ کو سن کر یہ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ زبان حیدر سے خطبہ ادا ہو رہا ہے چنانچہ فقالت الحمد لله والصلوٰة علی ابی رسول الله اما بعد یا اهل الکوفة یا اهل الختل والخذل فلا رقات العبرة ولا هدات الرنة فانما مثلکم کالتی نقضت غزلها من بعد قوة انکاثا تتخذون ایمانکم دخلا بینکم الا وهل فیکم الا الصلف والنطف خوارون فی اللقاء عاجزون عن الاعداء ناکثون للبیعة مضیعون للذمة فبئس ما قدمت لکم انفسکم ان سخط الله علیکم وفی العذاب انتم خالدون۔

پس جب آپ کا خطبہ یہاں تک پہنچا تو مرد و زن میں ایک کہرام برپا ہو گیا۔ جناب علیا زینبؑ نے فرمایا کہ۔ اتبکون ای والله فابکوا کثیرا واضحکوا قلیلا ولقد فزتم بعارها وشنارها ولن تغسلوا رنها عنکم ابدا یعنی کہ اب گریہ کرتے ہو پس بہت زیادہ روؤ اور کم ہنسو۔ یہاں تک کہ تم ننگ و عار میں مبتلا ہو۔ اور یہ دھبہ تمہارے دامن سے نہیں دُور ہو گا خواہ تم کتنی ہی کوشش کرو۔ فسلیل خاتم الرسالة وسید شباب اهل الجنة وملاذ خیرتکم ومفزع نازلتکم وامارة محجتکم ومدرجة حجتکم خذلتم وقتلتم۔ یعنی کہ خاتم المرسلین کے فرزند سردار جوانان جنان جو کہ تمام بلاؤں میں سپر تھے اور تمہارے

لیے بلندی کا نشان اور سبب کشادگی رزق تھے۔ ان کو تم نے ذلیل کر دیا اور ان کو قتل کر دیا۔ الا ساء ما تذرون تعسا و نکسا و لقد خاب السعی و تبت الایدی و خسرت الصفقة و بؤتم بغضب من اللہ و ضربت علیھم الذلة والمسکنة۔ حضرت زینبؑ خاتون کی تمام فرمائشیں حق اور صادق ثابت ہوئیں۔ ان لوگوں نے اپنی جانیں اور ایمان خطرے میں ڈال دیا اور اب گریہ کرتے ہو۔ اس سے کیا فائدہ۔ جناب زینبؑ خاتون نے فرمایا یا اھل الکوفة اتدرون ای کبد لرسول اللہ فریتم و ای دم لہ سفکتم و ای کریمة سبیتم لقد جئتم شیئا ادا تکاد السموٰت یتفطرن منه و تنشق الارض و تخر الجبال ھدا۔ آیا جانتے ہو کہ تم نے فرزند رسولؐ خدا حسینؑ ابن فاطمہؑ کو پارہ پارہ کر دیا۔ اور ان کے اہلحرم کو قید کر کے یہاں لائے ہو کہ تماشہ دیکھو نزدیک ہے کہ آسمان نیلگوں پھٹ جائے۔ پہاڑ شگافتہ ہو جائیں مخلوق خدا عذاب میں مبتلا ہو۔ افعجبتم ان قطرت السماء دما و لعذاب الآخرة اخزی فلا یستخفنکم المهل فانه لا یحفزه البدار و لا تخاف علیهم فوت الثار کلا ان ربک لبالمرصاد۔ جناب علیا مخدرہ زینبؑ خاتون کا کلام جب یہاں تک پہنچا راوی کہتا ہے کہ تمام لوگ حیرت میں گم ہو گئے تھے۔ فرایت الناس حیاری قد ردوا ایدیھم الی افواھھم۔ تمام لوگ انگشت حیرت موہنہ میں رکھے ہوئے تھے۔ و رایت شیخا و قد بکی حتی اخضب لحیته۔ تمام بزرگ لوگ سن رسیدہ آدمی اسقدر روئے کہ ہر ایک کی ریش آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اور روتے روتے کہا۔ کھولکم خیر الکھول و نسلکم اذا عد نسل لا یخیب و لا یخزی۔ یعنی لوگ کہنے لگے اے خاتون ہاشمیہ تمہارے بزرگ تمام عالمین میں بزرگ ہیں

اور سب پیروں سے افضل ہیں۔ اور تمہاری اولاد کا شمار عام لوگوں کی اولاد میں نہیں ہے اور تم لوگ ہرگز ذلیل و خوار نہیں ہوں گے عزت تمہارے زیر قدم ہے مولف کتاب کہتے ہیں کہ اس وقت شمر ولد الحرام نے ان لوگوں سے کہا کہ جو سرہائے شہداء نیزوں پر لیے ہوئے تھے کہ سر لے کر اونٹوں کے نزدیک پہنچیں اور خصوصًا سر امام حسینؑ جس نیزہ پر بلند تھا اس کو حضرت زینبؑ کے اونٹ کی برابر لائے اور آپ کی نظر سر بریدۂ امام حسینؑ پر پڑی بیساختہ خطبہ ختم کر دیا۔ اور آپ خموش ہو گئیں آپ کے اس خطبہ کو مرحوم سید نے اور شیخ طبرسی نے بھی نقل کیا ہے۔ حضرت سید سجادؑ نے بھی خطبہ ارشاد فرمایا ہے اس خطبۂ مخدرہ کے بعد ابن زیاد ملعون نے اہلحرم کو زندان میں بھیج دیا۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ جب اہلحرم زندان میں بھیج دیئے گئے۔ تو زنان کوفہ نے صف ماتم امام حسینؑ بچھائی۔ بال پریشان کر دیئے۔ سینہ کوبی کی۔ ابی مخنف کہتا ہے کہ ابو عبداللہ اسدی ان دنوں میں کوفہ میں تھے انہوں نے کسی مرد بزرگ سے پوچھا کہ یہ گریہ و زاری کس لیے ہے اس شیخ نے کہا کہ حسین بن علی قتل کر دیئے گئے ان کا سر کوفہ میں آیا ہے اور یہ ماتم حسینؑ ہو رہا ہے ؎

حسینؑ را در غریبی سر بریدند
تن پاکش بخاک و خون کشیدند

یعنی کہ حسینؑ عالم غربت میں قتل کر دیئے گئے ان کا سر مبارک تن سے جدا کیا گیا اب لاش مطہر زمین کربلا پر خاک و خون میں غلطاں پڑی ہے اور سر کوفہ میں ہے

روایت مسلم گچکار اور اسیروں کا دروازہ کوفہ پر پہنچنا

مسلم جصّاص (گچکار۔ چونہ وغیرہ عمارت کے لیے بنانے والا) کہتا ہے کہ ابن زیاد ملعون نے مجھے دارالامرہ کی مرمت رنگ و روغن پر مامور کیا۔ کیونکہ میں کوفہ میں معماری کا کام انجام دیا کرتا تھا۔ اس وقت کہ جب قصر ابن زیاد پر گچکاری کر رہا تھا۔ فاذا بالزعقات قد ارتفعت من جنبات الکوفہ کہ میں نے دیکھا کہ اطراف و جوانب کوفہ سے طرح طرح کی آوازیں سنائی دیں۔ طبل و ناقوس کی آوازیں آئیں جس جگہ میں گچکاری کر رہا تھا۔ خادم نے کہا کہ ایک خارجی (معاذ اللہ) نے ابن زیاد پر خروج کیا تھا۔ میں نے دریافت کیا وہ خارجی کون تھا اس نے کہا حسین ابن علیؑ۔ پس جیسے ہی میں نے سنا کہ حسینؑ قتل ہو گئے ہیں افسوس کرنے لگا اور موہنہ پر طمانچہ لگنے اور کہنے لگا کاش میں گچکار نہ ہوتا اور قصر ملعون کی مرمت نہ کرتا۔ کاش میرے ہاتھ شل ہو جاتے۔ میں قصر سے اترا اور باہر آیا کناسہ پہنچا تو وہاں ایک اژدھام تھا اور سب لوگ اسیروں کی آمد کے منتظر تھے۔ دراین اثنا دیکھا کہ چالیس اونٹ قصر کے نزدیک زیر دیوار پہنچے اور ان پر اولاد علیؑ و فاطمہؑ قیدی بنے ہوئے سوار تھے۔ مسلم جصّاص کہتا ہے کہ ہر ایک اونٹ ایک دوسرے کے ساتھ بندھا ہوا تھا۔ اذا قبلت نحو اربعین شقۃ تحمل علی اربعین جملا فیھا الحرم والنساء واولاد فاطمۃ علیھا السلام۔ وامصیبتاہ قریب چالیس اونٹ بغیر کجاوہ تھے کہ جن پر اہلحرم حسینؑ سوار تھے۔ ناگاہ میری نظر حضرت امام زین العابدین پر پڑی دیکھا کہ آپ طوق زنجیر میں جکڑے ہوئے اور بعض اعضاء امام زخمی ہیں۔ مسلم گچکار کہتا ہے کہ آپ کی زبان پر کبھی آہ جاری ہوتی تھی اور کبھی شکر خدا فرماتے تھے میں

نے اس وقت کہا اسے بدترین امت اے کوفیو۔ تم نے بہترین لوگوں کو اسیر بنایا ہے اس وقت وصار اھل الکوفۃ یناولون الاطفال الذین علی المحامل بعض التمر والخبز والجوز۔ میں نے اہل کوفہ کو دیکھا کہ وہ اطفال خورد سال پر خرمے اور روٹی کے ٹکڑے اور اخروٹ وغیرہ پھینک رہے ہیں اس وقت جناب ام کلثومؑ نے فرمایا اسے اھل الکوفۃ ان الصدقۃ علینا حرام۔ کہ ہم پر صدقہ حرام ہے ہم آل رسولؐ ہیں اور آپ بچوں سے وہ ٹکڑے اور خرمے وغیرہ لے کر پھینک دیتی تھیں مسلم گچکار کہتا ہے کہ اس وقت جناب زینبؑ خاتون نے اہل کوفہ خطاب فرمایا لوگوں کا شور و غل ختم ہو گیا۔ اس وقت اہلحرم کے اونٹوں کے نزدیک سرہائے شہداء لائے گئے اور سب سے آگے سر بریدۂ امام حسین تھا۔ جب وہ ملعون نیزہ کو حرکت دیتے تھے تو سر مبارک بھی حرکت میں آتا تھا۔ اس وقت زینبؑ خاتون نے چوب محمل پر اپنا سر مار کر زخمی کر لیا

اسیران اہلبیتؑ اطہار اور زندان کوفہ

شیخ صدوق علیہ الرحمتہ نے کتاب امالی میں ابن نعیم سے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ قال حدثنی حاجب عبید اللہ بن زیاد۔ کہ ابن زیاد کے پہرہ دار و محافظ نے بیان کیا کہ ابن زیاد نے حکم دیا کہ اسیروں کو زندان میں بھیج دیا جائے۔ چنانچہ اسیران اہلبیتؑ اطہار کو زندان میں پہنچایا گیا۔ ثم امر بعلی ابن الحسین نغل وحمل مع النسوۃ والسبایا الی السجن۔ حکم ابن زیاد ہوا کہ زین العابدینؑ کی زنجیر و طوق پہنا دو گلا دیا جائے اور تمام عورات و بچوں کو زندان میں مقید کر دیا جائے۔ اسیر زندان کوفہ میں بھیجے گئے۔ اسیروں نے جب زندان دیکھا تو شور گریہ

بلند ہوا خدا جانے کہ وہ زندان تھا یا کوئی بوسیدہ مکان تھا اتنا پتہ چلتا ہے کہ جو زندان کے نگہبان تھے وہ اسیروں کو باہر نکلنے یا ادھر ادھر دیکھنے کی ممانعت کرتے تھے۔ ان کا رویہ اسیروں کے ساتھ نہایت سخت اور بیرحمانہ تھا۔ کتاب ریاض میں ہے کہ فلما جلست زینب بنت علی فی المجلس وحولھا النساء والبنات والیتام بحالۃ تقشعر منہ الجلود بل ید وب الحجر الجلمود۔ یعنی کہ زینب خاتون بنت علی مرتضیٰ جب قید خانہ کوفہ میں پہنچیں تو تمام اہلحرم کو جمع کیا۔ یتیموں اور مخدرات کو پاس بٹھایا۔ اور تنگی قید خانہ سے متاثر ہو کر آہ موزاں جگر سے کھینچی۔ تاریکی زندان سے دل گھبرایا۔ کربلا میں خیموں میں تاریکی کا منظر نگاہ کے سامنے آگیا۔ آپ نے اس وقت اپنی بہن ام کلثومؑ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اے بہن یہ روز سیاہ بھی دیکھنا مقدر ہوا ہے واغربتاہ واحسیناہ۔ صدائے پُر درد بلند ہونے لگی۔ شیخ صدوق فرماتے ہیں کہ ان دنوں میں جب کہ اہلحرم زندان کوفہ میں تھے۔ عبید اللہ ابن زیاد ملعون نے جناب ام کلثوم کی طرف قاصد بھیجا اور یہ پیغام پہنچایا کہ امیر کوفہ کہتا ہے۔ الحمد للہ الذی قتل رجالکم فکیف یرون ما فعل بکم۔ کہ خدا کا شکر ہے کہ اے ام کلثومؑ تمہارے مرد قتل کر دیئے گئے۔ اور خدا نے تمہارے ساتھ کیا کیا۔ جناب ام کلثومؑ نے جواباً فرمایا کہ اے قاصد ابن زیاد ملعون سے کہو اعد لجدہ جواباً فانہ خصمک غداً۔ یعنی کہ اے ابن زیاد بدنہاد حضرت رسولؐ خدا کو جواب دینے کے لیے تیار رہ کہ آنحضرتؐ قیامت میں انتقام لیں گے اس دشمنی کا جس کا تو نے حسینؑ کو قتل کر کے ثبوت دیا ہے۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

عمر ابن سعد ملعون کو قتل امام حسین علیہ السلام کا ابن زیاد سے صلہ نہ ملنا

جب ابن نہاد بدنہاد نے اہلبیتؑ اطہار کو زندان کوفہ میں بھیج دیا۔ عمر ابن سعد ملعون انتہائی غرور و تکبر کے ساتھ عبید اللہ ابن زیاد کی خدمت میں حاضر دربار ہوا۔ اور اس بدبخت نے ابن زیاد کی تعریف و مدح سرائی کی۔ لیکن ابن زیاد نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اور نہ ہی اس کی خدمات کو سراہا۔ اور عمر ابن سعد ملعون اپنی مراد کو نہیں پہنچا۔

علامہ مجلسیؒ کتاب بحار میں اور شیخ فخر الدین منتخب میں نقل کرتے ہیں کہ بعد شہادت امام حسین علیہ السلام۔ ابن زیاد اور عمر ابن سعد ملعون کے درمیان جب ملاقات ہوتی ہے تو ابن زیاد نے عمر ابن سعد ملعون سے کہا کہ ایتنی بکتاب الذی کتبتہ الیک فی معنی قتل الحسین وملک الری۔ یعنی ابن زیاد نے عمر ابن سعد ملعون سے کہا کہ وہ تحریر کہ جو میں نے تجھے قتل حسینؑ کے بارے میں لکھی تھی۔ پیش کرو۔ عمر ابن سعد نے کہا واللہ انہ قد ضاع۔ کہ بخدا کہ وہ تحریر ضائع ہو گئی ہے اور اب میرے پاس نہیں ہے۔ ابن زیاد نے کہا کہ وہ تحریر تو ضرور حاضر کرنا پڑے گی بغیر اس کے کوئی بات قابل شنوائی نہیں ہے۔ اور اس کے بغیر میں تجھے کوئی جائزہ نہیں دوں گا۔ میں نے جب تجھے کربلا بھیجا ہے کہ حسینؑ سے محاربہ کرے جنگ کرے تو اس وقت تو نے جنگ کرنے میں تساہل برتا اور حسینؑ کو مزامات دی ہیں۔

ابن زیاد ملعون نے اس سے کہا کیا تو نے یہ اشعار بار بار نہیں پڑھے ہیں ؎

فواللہ ما ادری وانی لصادق — افکرنی امری علی خطرین
ءاترک ملک الری والری منیتی — ام ارجع ما ثوما بقتل حسین

عمر ابن سعد ملعون نے کہا کہ بے شک میں نے تجھے اس فعل شنیع تو بیخ کی تھی اور تجھے نصیحت کی تھی کہ قتل حسینؑ سے باز رہے۔ اگر میرا باپ بھی اس کے لیے اشارہ کرتا تو بھی میں ہرگز امام حسینؑ کو قتل نہ کرتا حالانکہ میں حقوق پدر ادا کرنا اپنا فریضہ سمجھتا ہوں۔ لیکن میں کرتا جب کہ تو نے میری نصیحت پر کان نہ دھرے۔ ابن زیاد ملعون نے کہا کذبت یا لکع یعنی اے بن سعد تو نے جھوٹ کہا۔ تو نے کوئی نصیحت نہیں کی بلکہ تو قتل حسینؑ کے لیے برضا و رغبت گیا تھا۔ جب عمر ابن سعد نے ابن زیاد کی گفتگو سن تو کہنے لگا کہ میں نے قطع رحم کیا اور نافرمانی خدا اور رسولؐ کی۔ اور دربار ابن زیاد ملعون سے ناکام اٹھ کر چلا آیا۔ اور خود کہنے لگا ذلک ھو الخسران المبین۔ یہ شعر اس ملعون کے حسب حال ہے ؎

حب الذی قتل الحسین من الخسارۃ والندامۃ
ان الشفیع لدی الالہ خصیمہ یوم القیامۃ

یعنی کہ قتل امام حسین علیہ السلام قاتل کے حق خسارہ فی الدنیا والاخرۃ۔ لعنت دنیا میں اور آخرت میں عذاب دائمی ہے۔

قیدخانہ سے اہلبیتؑ اطہار کی دربار ابن زیاد میں طلبی

مروی ہے کہ محرم کی بارہویں شب آل رسولؐ نے زندان کوفہ میں گزاری لما اصبح عبیداللہ ابن زیاد لعنہ جلس فی تجبرہ وتنفرعنہ کالشدد واجتمع علیہ اھل الالحاد من الامراء والقواد بالباب من الشرطیہ والجند تہ خلق کثیر وحجفل عظیم۔ یعنی کہ جب ابن زیاد نے صبح کی محرم کی اور بارہویں تاریخ افق عالم پر نمودار ہو تو ابن زیاد ملعون نے حکم دیا کہ قید خانہ سے آل رسولؐ کو دربار میں پیش کیا جائے ابن زیاد بڑے غرور و تکبر کے ساتھ ثانی فرعون بنا ہوا تھا۔ گرد و پیش دربار میں اشرار جمع تھے ابن زیاد ملعون نے حکم دیا۔ فامر اللعین فی النشاتین باخضار راس الحسین فی طشت من اللجین یعنی کہ اس نے حکم دیا کہ ایک طشت طلا میں سر فرزند رسولؐ خدا دربار میں میرے سامنے پیش کیا جائے۔ فاحضر عندہ وسائر الرؤس منصوبۃ علی الاختشاب بالباب۔ پس سر سلطان الشہداء طشت طلا میں لایا گیا۔ اور باقی سرہائے شہداء نیزوں پر بلند کر کے لائے گئے۔ ثم امر حضار الاساری ذکورا واناثا من السجن فی المجلس۔ پھر بحکم ابن زیاد بدنہاد قید خانے سے اسیران اہلبیت مرد و عورت سب بلائے گئے۔ و دربار میں پیش ہوئے تمام اہلحرم ایک دوسرے سے اس طرح وابستہ تھے جیسے زنجیر کی کڑیاں آپس میں مسلسل ہوتی ہیں فناسب فی حق الامام المسجون المشحون قولہ تعالیٰ رب السجن احب الی مما یدعوننی الیہ۔ امام زین العابدینؑ علیہ السلام کے نزدیک زندان کوفہ

دربار ابن زیاد سے بہتر تھا۔ لیکن بادلِ نخواستہ اہلبیتؑ اطہار اور امام علیہ السلام دربار میں آئے۔ فجاءهم على حالة من تصورها تفتتت الاكباد وتفتت في الاعضاء۔

سے

اے سپہرِ واژگوں از دورِ بیداد تو داد

دختر زہراؑ کجا و مجلس زیادؒ

دختران زہرا زہرا تمامی بی حجاب

بستہ بر رخسار ہا گیسوان خود نقاب

زینبؑ گیسو پریشان درمیانِ دختران

ہمچو ماہ منخسف اندر میان اختران

درمیان بنشستہ آن مظلومۂ پُرشور و شین

زیرلب آہستہ گفتی واحسینم واحسینؑ

یعنی کہ اے آسمان برگشتہ تیرے دَور میں یہ بیداد کہ دختر زہراؑ زینبؑ خاتون دربار ابن زیاد ملعون میں موجود ہیں۔ کجا دختر فاطمہؑ اور کجا دربار بدنہاد۔ تمام مخدرات اور فاطمہؑ کی بیٹیاں بے پردہ تھیں اور ان کے چہروں پر ان کے گیسو پردہ کر رہے تھے۔ اور زینبؑ خاتون ان مخدرات پردہ نشین کے درمیان اس طرح تھیں جیسے ستاروں میں گہن میں آیا ہوا چاند ہو۔ اور مظلومہ بہن کے لبوں پر کبھی ہائے حسینؑ اور کبھی ہائے میرے حسینؑ جاری تھا فادخلوهم عليه والراس بين يديه واقفوهم احجم لديه اس حالت میں اسیر دربار میں لائے گئے۔ اور ابن زیاد ملعون کے سامنے پیش کئے گئے کہ مردان اسیر سب نگاہ نیچی کئے ہوئے تھے اور کم سن لڑکیاں لرزہ براندام تھیں مخدرات کے بال پریشان تھے۔ ایک عورت دوسری عورت سے ملی ہوئی تھی

فاطرق عنده رجالهم واستترت نساءهم بعضهن بالشعور المنشور۔ کہ دختران علیؑ و فاطمہؑ اور امام حسینؑ کی بیٹیاں نامحرموں کے درمیان بے پردہ کھڑی تھیں۔ اور جلاد تلواریں لیے احاطہ کئے ہوئے تھے۔ دربار میں ہر ایک کو آنے کی اجازت تھی اسی لیے عام لوگ کثیر تعداد میں جمع تھے امام زین العابدین علیہ السلام نے ابن زیاد سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ستقف وتقفون وتسئل وتسئلون وانتم لا تعدون ولا تردون رسول الله کہ تمہارے سامنے ہم کھڑے ہوئے ہیں اس طرح جیسا کہ تم نے چاہا۔ بعض لوگ روز جزا حضرت پیغمبرؐ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوں گے اور جس طرح تم ہم سے سوال کرتے ہو اسی طرح ہم تم سے سوال کریں گے اس روز تمہارا کوئی عذر کارگر نہ ہوگا۔ آخر تم رسولؐ خدا کے سامنے کیا جواب دو گے۔ ابن زیاد بدنہاد نے سنا اور کچھ جواب نہ دیا۔

مقتل ابی مخنف میں ہے کہ فاما زینب الکبریٰ دوسری مخدرات اسیروں سے الگ کھڑی ہوئیں اس وقت بعض کنیز ہی ان کو اپنے حلقہ میں لیے ہوئے تھیں۔

شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں۔ فدخلت زینب اخت الحسين في جملهم متنكرة وعليها ارذل ثيابها فمضت حتى جلست ناحية من القصر وحفت بها اماءها جناب زینبؑ خاتون بادلِ نخواستہ داخل مجلس ہوئیں مگر اس طرح کہ کوئی آپ کو نہ پہچان سکا اور ایک گوشہ میں بیٹھ گئیں۔ ابن زیاد نے دریافت کیا کہ یہ کون بی بی ہے کہ جو دوسری عورتوں سے الگ بیٹھی ہے۔ مگر کسی نے ابن زیاد کو کوئی جواب نہ دیا اس نے دو تین مرتبہ دریافت کیا تو ایک کنیز نے کہا کہ هذه زينب بنت فاطمة بنت رسول الله ابن زیاد ملعون نے یہ سن کر کہا۔ الحمد لله الذي فضحكم وقتلكم وكذب احدوثتكم کہ اے زینبؑ میں شکر خدا اور اس کی حمد ادا کرتا ہوں کہ خدا نے تم پر

لوگوں کو ہنسنے والا قرار دیا یعنی کہ معاذ اللہ تم کو ذلیل کیا۔ تمہارے مردوں کو قتل کیا۔ اور تمہارا کذب و جھوٹ سب پر ظاہر ہوگیا۔ جناب علیا زینبؑ نے فرمایا الحمد للہ الذی اکرمنا بہ نبیہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و طہرنا من الرجس تطہیرا انما یفتضح الفاسق و یکذب الفاجر و ہو غیرنا کہ میں خدائے بزرگ و برتر کی حمد ادا کرتی ہوں کہ اس نے ہمیں اپنے پیغمبرؐ کی ذریت میں قرار دے کر شرف عظیم عطا کیا ہمیں پاک کیا اور ایسا پاک جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے۔ اور اے ابن زیاد فاسق و فاجر ہی رسوا ہوا کرتا ہے۔ اور وہ ہمارا غیر ہے یعنی کہ وہ ہم سے نہیں ہے اور وہ تو ہے۔

شاعر فارس نے بزبان حال اس طرح گفتگو سے زینبؑ خاتون کو پیش کیا ہے۔

ے

ما شفیع گناہ خلقانیم ! ما عزیز خدائے سبحانیم

نام ما ابتدائی ہر نام است اوّل آغاز و آخر انجام است

ہم بما زندہ ہر کجا نام است از در ما است ہر کجا نانی است

دستگیر جہانیاں مائیم قاسم رزق بندگان مائیم

دور از رجس و پاک از جیم کاشف الضّر عالم العیبم

آن توی فاسق ای زنازادہ دین بدنیای خویشتن دادہ

فاجر مستحق نار توئی

دور از فیض کردگار توئی

خلاصہ معنوی یہ ہے کہ جناب زینبؑ نے فرمایا کہ ہم مخلوق کے لیے شفیع روز جزا ہیں۔ اور خدائے سبحان کے نزدیک بزرگ تر مخلوق ہیں۔ ہمارے نام سے ابتداء اور ہمارے نام پر اختتام ہے، ہم باقی ہیں تو زمانہ باقی ہے اور ہمارے ہی در سے

رزق سب کو ملتا ہے۔ ہم زمانہ والوں کے مددگار ہیں۔ ہر قسم کے رجس پلیدگی اور عیوب سے پاک و پاکیزہ ہیں۔ لوگوں کے دکھ دور کرنے والے ہیں۔ اور ہمیں خدا نے علم غیب عطا کیا ہے۔ اور اے ابن زیاد تو فاسق و فاجر ہے۔ تو نے دین کو دنیا کے لیے چھوڑ دیا ہے اور تو رحمت خداوندی سے دور ہے۔ یعنی کہ تیرا ٹھکانا جہنم ہے۔ ابن زیاد ملعون نے کہا اے زینبؑ خدا نے تیرے بھائی اور قرابتداروں کے ساتھ کیا کیا۔ کہ وہ سب قتل ہو گئے۔ اور ذلیل و خوار ہوئے آپ نے فرمایا کہ میرے بھائی اور میرے اقربا نے شہادت قبول کی ہے۔ قتل ہو کر صداقت و حق کو زندہ کر دیا ہے۔ اور ایک دن آئے گا کہ خداوند عالم کی بارگاہ میں تو اور ہم دونوں ہوں گے اور خدا تجھ سے جواب طلب کرے گا۔ کتاب لہوف میں ہے کہ حضرت زینبؑ نے فرمایا اے پسر مرجانہ اے ابن زیاد یہ کلام سن کر سخت غصہ میں آگیا۔ اور بعض سخت و سست الفاظ کہے۔ عمرو بن حریث کہ جو داروغہ دربار تھا اپنی جگہ سے اٹھ کر تخت کے نزدیک آیا اور کہا ایھا الامیر انھا امراۃ والمراۃ لا تواخذ بشیٔ من منطقھا۔ اے امیر ابن زیاد ملعون کہ تو اس عورت کی باتوں کا کب تک جواب دیتا رہے گا جب کہ یہ بیکس و لاچار بھی ہے۔ ابن زیاد مردود یہ سن کر خاموش ہو گیا۔

اور ادھر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ قال لابن زیاد کم تھتک عمتی بین من یعرفھا و من لا یعرفھا۔ یعنی اے ابن زیاد تو کب تک ہماری پھوپھی کی شان میں گستاخانہ کلام رہے گا خصوصاً ان لوگوں میں کہ جو آپ کی معرفت رکھتے ہیں اور ان لوگوں میں بھی جو آپ کو نہیں پہچانتے ہیں۔ قطع اللہ یدیک و رجلیک۔ خدا تیرے دست و پا قطع کرے ابن زیاد آپ

کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھنے لگا کہ تو کون ہے۔ فرمایا کہ انا علی ابن الحسین کہ میں حسینؑ کا فرزند علیؑ ہوں۔ اس ملعون نے آپ سے کہا کہ لوگوں نے حسینؑ کو قتل نہیں کیا ہے بلکہ خدا نے ان کو قتل کیا ہے۔ اس پر حضرت سید سجادؑ نے فرمایا کہ اللہ یتوفی الانفس حین موتھا۔ یعنی کہا اے ابن زیاد جاننا چاہیئے کہ خدا قابض روح علی اکبر خداوند عالم ہے لیکن قاتل منقذ بن مرۃ عبدی ہے یہ سن کر ابن زیاد غضب آلود ہوا۔ اور کہا اے فرزند حسینؑ تمہاری اسقدر جرأت کہ میرے سامنے مجھے نفرین کر رہے ہو اور ابن زیاد ملعون نے جلاد سے کہا کہ اس کے ہاتھ پیر قطع کر دے پس جیسے ہی حضرت زینبؑ نے اس مردود کا یہ کلام سنا سید سجادؑ کو اپنی طرف کھینچ لیا اور بغل میں لے لیا اور فرمایا کہ اے ابن زیاد ملعون فتعلقت بہ زینب عمتہ حسبک من دمائنا اے بے حیا اس کے قتل سے باز رہ کہ ہمارے مردوں میں ہمارا یہ بھتیجہ ہی باقی ہے۔ اور اگر تجھے قتل ہی کرنا ہے تو پہلے مجھے قتل کرا دے امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابن زیاد قتل ہونا تو ہماری عادت اور شہادت ہمارا شیوہ ہے یہ سن کر اس مردود نے قتل امام زین العابدین کا ارادہ ترک کر دیا۔

بعض کتب مقاتل میں وارد ہوا ہے کہ ابن زیاد ملعون نے حکم دیا کہ مختارؒ کو قید خانہ سے لایا جائے اور دربار میں حاضر کیا جائے۔ مختارؒ کو دربار میں لایا گیا۔ ہم نے واقعہ مختارؒ کو تفصیلاً علیحدہ سپرد قرطاس کیا ہے۔ سردست اسیقدر لکھنا مطلوب ہے کہ جب مختار دربار میں پہنچے تو مختارؒ نے اہلحرم کو دیکھا تو نزدیک تھا کہ روح ان کے جسم سے نکل جائے مختارؒ نے حضرت سید سجادؑ کی طرف دیکھا اور کہا اے پابند طوق و سلاسل اور اے طوفان بلائے کربلا کے نوحؒ میں خود زنجیر پہنے ہوئے ہوں ورنہ آپ کے قدموں پر آنکھیں ملتا۔ ابن زیاد نے مختارؒ کو پھر قید خانہ بھیج

دیا۔ اور اس نے آل رسولؐ کو بھی زندان میں بھیج دیا کہ جہاں وہ قید کے لیے تھے یہ بھی وارد ہوا ہے کہ کوفہ کی بعض عورات آئی تھیں اور حسین غریب کا پرسہ اہلحرم کو دیتی تھیں۔

سر بریدۂ امام حسین علیہ السّلام کی شہر کوفہ میں تشہیر

مرحوم سید کتاب لہوف میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب ابن زیاد ملعون نے اسیران کربلا کو زندان کوفہ میں بھیج دیا تو یہ حکم دیا کہ امام حسینؑ کا سر بریدہ کوچہ بکوچہ اور شارع عام پر تشہیر کیا جائے گا کہ کوفہ والوں کو معلوم ہو جائے کہ حسینؑ قتل ہو گئے۔ تمعلوم سر بریدہ کی کس طرح تشہیر کی گئی۔ دست بدست یا نیزہ پر بلند کر کے پھرایا گیا جو کچھ روایات سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ آپ کا سر مبارک ایک طویل نیزہ پر بلند تھا اس نیزہ کو ابن زیاد کے غلام گلی کوچہ لے جاتے تھے۔ اور لوگ معاذ اللہ فرزند رسولؐ کے قتل کا تماشہ دیکھتے تھے۔ اور ایسا ہی واقعہ ابن درکیدہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

مقتل ابی مخنف میں مسطور ہے کہ ابن زیاد ملعون نے عمرو بن جابر مخزومی سے کہا کہ سر حسینؑ کوفہ کے بازاروں میں پھراؤ۔ چنانچہ اس نے تشہیر کیا۔

شیخ مفیدؒ کتاب ارشاد میں فرماتے کہ جس روز ابن زیاد نے حکم تشہیر سر بریدہ دیا ہے اس کے دوسرے روز جب کہ اس کی مجلس برخاست ہو گئی تو اس نے سر امام حسینؑ گلی کوچوں اور بازاروں اور شارع عام پر پھرانے کے لیے خادموں کو دیا اور سر مبارک کی تشہیر کی گئی۔ وامصیبتاہ سر امام حسینؑ کہا اور کوچہ و بازار میں تشہیر کیا یہ وارد ہوا ہے کہ اس وقت اسقدر کثیر لوگ تماشائی جمع تھے کہ راستے مسدود ہو گئے تھے اور گزرنا مشکل تھا۔ مصنف کامل السقیفہ تحریر کرتے ہیں کہ۔

فخرجت فی خلال ذلک من دورالکوفۃ واسواقہا وقبائلہا من الناس مائۃ الف یعنی کہ اس وقت کہ سر سلطان دین امام مظلوم کوچہ و بازار اور اطراف شہر میں تشہیر کیا جا رہا تھا تو تقریباً صد ہزار یعنی ایک لاکھ تماشائی جمع ہوگئے تھے۔ اور سر مبارک کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ فمنہم من خرج للفرحۃ والسرور ومنہم من خرج مع الویل والثبور یعنی کہ اس گروہ میں بعض سیر و تفریح کے لیے اپنے گھروں سے نکل کر جمع ہوئے تھے اور بعض سر مبارک کو دیکھ کر گریہ و زاری کر رہے تھے۔ لیکن کسی کو ابن زیاد کے ظلم و ستم کو دیکھ کر حمایت سر امام مظلوم کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی سب خموش اور گریہ کناں تھے اور ان پر خوف عظیم طاری تھا۔

سر بریدۂ امام حسین علیہ السّلام کا متعدّد مقامات پر کلام کرنا

جب سر امام حسین علیہ السّلام کوفہ شہر کے گلی کوچوں اور بازاروں میں پھرایا جا رہا تھا۔ تو زید ابن ارقم کے مکان کے پاس سے سر مطہر گزرا۔ شیخ مفیدؒ تحریر فرماتے ہیں کہ زید ابن ارقم اس وقت اپنے مکان کے ایک بیرونی طرف کے دریچہ میں بیٹھے تھے۔ اور باہر کی جانب نظر تھی دیکھا کہ ایک طویل نیزہ پر ایک سر بریدہ نصب ہے۔ جب سر بریدہ ان کے مکان کے نزدیک پہنچا تو انہوں نے بغور دیکھا کہ یہ سر امام حسینؑ ہے نیچے اترے نیزہ کے نزدیک گئے تو لب ہائے مبارک میں جنبش دیکھی اور پھر سر بریدہ نے سورۂ کہف کی اس آیت کی تلاوت کی۔ ام حسبت ان اصحاب الکہف والرقیم کانوا من ایاتنا عجبا۔ یعنی کہ امام حسینؑ نے اس آیت کی تلاوت کر کے

یہ ظاہر کیا کہ میرا امر (کلام) اصحاب کہف و رقیم سے بھی زیادہ عجیب و غریب ہے زید ابن ارقم نے جب یہ سنا تو کہا اے فرزند رسولؐ خدا بے شک آپ کا امر عجیب و غریب ہے زید ابن ارقم نے اپنا عمامہ سر سے پھینک دیا اور گریہ طاری ہو گیا۔

سر بریدۂ امام حسینؑ علیہ السّلام کے کلام کرنے کے بارے میں مؤلف کتاب تحریر فرماتے ہیں کہ یہ غور طلب امر ہے کہ سر امام حسینؑ جسد مبارک سے جدا تھا۔ روح مبارک پرواز کر چکی تھی۔ پھر آپ نے کلام کس طرح کیا۔ موصوف خود ہی جواب تحریر فرماتے ہیں کہ کلام کرنے کے دو طریقہ میں ایک تو یہی طریقہ کہ جس طرح ایک زندہ آدمی کلام کرتا ہے اور دوسرے شیخ و تقدیس خدا ہر ایک شئی بجالاتی ہے وان من شئی الا یسبح بحمدہ۔ اس کلام کرنے میں بے جان چیزیں بھی شامل ہیں۔ بہرحال امام حسینؑ کے سر بریدہ نے کلام کیا۔ حروف مخارج کے ساتھ ادا کیے۔ ایسا اس لیے ممکن ہے کہ خداوند عالم نے نفوس ناطقہ کاملۂ نبی و وصی نبی کو تصرّف کرنے کا حق عطا کیا ہے مقصد یہ ہے کہ آپ کے سر مبارک کا کلام کرنا بطور معجزہ ہے۔ یہ کلام کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ کوہ طور پر شجر سے آواز آرہی تھی (از مترجم آیہ مبارکہ ثم اورثنا الکتاب الذین الخ کے تحت آئمہ ھُدیٰ وارث کتاب اللہ ہیں اور وارث وہی ہوا کرتا ہے کہ جو ورثہ پر حق تصرّف رکھتا ہو نہ کہ الفاظ کا محتاج ہو۔ پس سر مطہر امام حسینؑ نے وارث کتاب اللہ ہونے کی صورت میں تلاوت کلام مجید کی اور مختلف موقعوں پر حسب ضرورت کلام کرنا ہادیٔ کل ہونے کی بنا پر یقینی خبر ہے ہماری تصنیف معرفت امام مبین اور یادگار مجلسیں ملاحظہ ہوں) کتاب مناقب العداء شرح شافیہ میں بلال بن معاویہ سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ جس وقت سر امام حسینؑ ابن زیاد ملعون کو پیش کیا گیا ہے اور اس کو نیزہ سے اتارا

گیا ہے تو اس وقت ابن زیاد کے سامنے سر مطہر نے فرمایا۔ ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظالمون ۔ اور دوسری مرتبہ ابن زیاد کے سامنے سر مطہر پھر گویا ہوا اس وقت کہ جب اس مردود نے چوب دستی لبہائے مبارک پر رکھی اور گستاخی کی اس وقت دربار میں آگ کا شعلہ بلند ہوا۔ ابن زیاد خوف کی وجہ سے بھاگ گیا تو سر مطہر نے فرمایا این تھرب یا عدو اللہ من النار۔ اسے دشمن خدا کب تک آگ سے بھاگے گا۔ آتش جہنم سے نہ بھاگ سکے گا۔ ایسا ہی تذکرہ شرح شافیہ میں بھی ہے۔ کامل السقیفہ میں ہے کہ جب وقت تشہیر اژدحام ہو گیا تو آپ کے سر مبارک نے سورۃ کہف کی مذکور آیات کی تلاوت کے بعد اس مقام پر پہنچ کر کلام ختم کیا۔ انھم فتیۃ آمنوا بربھم وزدناھم ھدی فلم یزدھم ذلک الا الضلال

مقتل ابی مخنف میں ہے کہ سر مطہر ایک درخت میں آویزاں کیا گیا لوگ تماشہ کے لیے جمع ہو گئے تو سر مطہر نے فرمایا کہ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ شہر شام کے دروازہ پر سر مبارک لٹکایا گیا تو سر پر یدہ نے فرمایا لا قوۃ الا باللہ۔ فاضل رمی قزوینی تحریر فرماتے ہیں کہ مسند بتول میں یا ناسخ خود حارث بن وکید کی روایت ہے حارث بن وکید کہتا ہے کہ میں کوفہ میں ان تماشائیوں میں موجود تھا کہ جو سر مطہر امام حسینؑ کی تشہیر میں تھے۔ ناگہاں میں نے دیکھا کہ لبوں کو جنبش ہوئی اور فرمایا کہ یا ابن وکید اما علمت انا معاشر الائمۃ احیاء عند ربنا یرزقون ۔ یعنی کہ ہم گروہ آئمہ ھدیٰ خدا کے نزدیک زندہ و پائندہ ہیں اور خدا سے روزی پاتے ہیں۔ حارث بن وکید کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ کلام سنا تو میرے دل میں خیال گزرا کہ میں سر مطہر کو چوری کر دوں کیونکہ ابن زیاد کے آدمیوں سے زبردستی حاصل نہیں کر سکتا۔ سر مبارک چرا لوں اور جسد مبارک کے ملحق

کر کے کربلا میں دفن کروں تاکہ سر مبارک اس ہتک آمیز تشہیر سے محفوظ رہے یہ خیال گزرا ہی تھا کہ سر مبارک سے آواز آئی۔ یا ابن وکید لیس لک الی ذلک سبیل سفکھم دمی عند اللہ اعظم ۔ یعنی کہ اے حارث بن وکید ایسا نہ کرو کیونکہ میرا خون بہانا خدا کے نزدیک عظیم تر ہے۔ من تسییرھم ایای فذرھم فسوف یعلمون ۔ میرا سر کوچہ و بازار میں پھرایا جانا بہت جلد رنگ لائے گا کیونکہ اس کی جزا خدا پر ہے۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین ۔

بعد قتل سید الشہداء ابن زیاد کا مسجد کوفہ میں خطبہ اور عبداللہ بن عفیف کی شہادت

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ ابن زیاد بدنہاد نے اسیران کربلا کو اپنے دربار سے زندان کوفہ میں بھیج دیا تھا جو کہ مسجد کوفہ کے پہلو میں تھا۔ اور دوسرے روز اس ملعون نے سر مطہر امام حسین علیہ السلام کو شہر کوفہ کے گلی کوچوں اور بازاروں میں تشہیر بھی کیا۔ اور اس نے خود بڑی تمکنت و شوکت کے ساتھ مسجد کوفہ کا رخ کیا۔ اور اس کے عقب میں درباری لوگ بھی مسجد میں آئے۔ شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ وہ بدنہاد منبر مسجد کوفہ پر گیا۔ اور خطبہ شروع کیا۔ وقال الحمد للہ الذی اظھر الحق واھلہ ونصر امیر المؤمنین (معاذ اللہ) یزید وحزبہ وقتل الکذاب (معاذ اللہ) ابن الکذاب وشیعتہ ۔ یعنی کہ حمد و ثنا خدا کیلئے ہے کہ جس نے امیر شام یزید پلید کو فتح عطا کی اور معاذ اللہ کاذب ابن کاذب کو قتل کیا۔ اس وقت حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ایک شیعہ عبداللہ بن عفیف

اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے۔ سید ابن طاؤس فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عقیف شیعان علیؑ مرتضیٰ سے تھے اور ان کا شمار عابد و زاہد لوگوں ہوتا تھا۔ مطیع حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام تھے۔ اور جنگ صفینؑ میں امیرالمومنین کے ہمرکاب تھے۔ آپ یک چشم تھے۔ آپ کی آنکھ جنگ جمل میں جاتی رہی تھی اور ہمہ وقت مسجد کوفہ میں مشغول عبادت رہتے تھے جب آپ نے ابن زیاد ملعون کی زبان نفاق سے یہ الفاظ سنے تو آپ کو تاب ضبط باقی نرہی اور فرمایا اے ولدالزنا۔ اے کذّاب ابن کذاب تجھے کس نے امیر کوفہ بنایا ہے۔ تو ایمان کا دعویدار ہے اور اولاد پیغمبرؐ خدا کو قتل کیا ہے۔ اے بے حیا منبر سے اتر اس وقت ابن زیاد ملعون بہت زیادہ غضبناک ہوا۔ دریافت کیا کہ نابینا کون ہے کہ جو اس طرح مجھ سے کلام کر رہا ہے عبداللہ بن عقیف نے خود جواب دیا کہ میں عبداللہ بن عقیف ہوں اور میں تجھ سے کلام کر رہا ہوں تو نے خاندان رسولؐ خدا کو غارت و برباد کر دیا۔ اور اس ظلم و ستم پر تو دعویٰ اسلام کرتا ہے ؎

کجا از تو اسلام دارد خبر تفو بر تو و دینت ای بے پدر

حسین نور چشم رسولؐ خداست فروزندۂ محفل مصطفیٰ است

یعنی کہ اے ابن زیاد تجھے اسلام کی کیا خبر تجھ پر اور تیرے دین پر تف ہے حسینؑ نور چشم رسول خدا اور ان کی محفل کے شب چراغ ہیں واغوثا وا این اولاد المہاجرین والانصار اے اولاد مہاجرین و انصار مدد کو آؤ ؎

کجا اینند اولاد انصار دین برآئند شمشیر کین از نمین

ہمارہ برایں خیرہ جنگ آورند جہاں را برا و تار و تنگ آورند

یعنی کہ انصار زادے کہاں ہیں تلواریں نیام سے نکالیں۔ اور اس بدنہاد سے

مقبول ترین جنگ کریں۔ اور اس پر زندگی تنگ کر دیں۔ بروایتے ابی مخنف عبداللہ بن عقیف نے کہا فض اللہ فاك ولعن اللہ اباءك و عبد يك اخزاك۔ یعنی خدا تیری زبان بند کرے۔ اے بدنہاد اما کفاك قتل الحسين على سبه على المنبر۔ تجھے قتل حسینؑ کافی نہیں ہے کہ اب تو منبر پر جا کر آل رسولؐ کی شان میں گستاخی کر رہا ہے۔ اس نے حکم دیا کہ عبداللہ کو گرفتار کر لو لیکن روساء کوفہ مانع ہوئے اور ان کو ان کے گھر پہنچا دیا گیا۔ ابن زیاد پھر خطبہ نہ دے سکا اور غضب کی حالت میں منبر سے اُتر آیا۔ اور یہ حکم دیا کہ اس کور چشم کو میرے پاس دربار میں لایا جائے۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ جب وہ مردود دربار میں پہنچا تو اس نے اراکین دربار سے ان کی شکایت کی۔ اور اراکین نے ابن زیاد کو زیادہ بھڑکایا اس نے محمد بن اشعث و عمرو بن حجاج اور شیث کو بلایا اور کہا کہ تم اس کور چشم کے گھر جاؤ اور گرفتار کر کے یہاں لاؤ اور عبداللہ کا مکان گرا دیا عبداللہ بن عقیف کے ایک دختر تھی جو فریاد کر رہی تھی اور زبان حال سے کہہ رہی تھی کہ ؎

ظالما تاکی جفائے بے حساب

کردی از کین خانۂ ما را خراب

یعنی کہ اے ابن زیاد ستم شعار یہ بے پناہ جفائیں تو نے ہمارا مکان خراب و تباہ کر دیا عبداللہ نے اس کو تسلّی دی اور فرمایا کہ اے بیٹی تم دیکھتی ہو کہ یہ ظالم لوگ کس طرف سے حملہ کرتے ہیں اور مجھے میری تلوار دیدو غرض کہ قدرے ہنگامے کے بعد عبداللہ کو گرفتار کر لیا۔ اور ابن زیاد ملعون کے پاس لے گئے۔ اس ملعون نے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس محب آل اطہار کو سولی دیدی۔ ان کے قبیلہ والے ان کی لاش لے گئے اور غسل و کفن کے بعد دفن کر دیا۔

ابن زیاد کا یزید ابن معاویہ کو خبر قتل امام حسین دینا

قال السید قال الراوی وکتب عبید اللہ ابن زیاد لعنہ الی یزید بن معاویۃ بخبرہ بقتل الحسین وخبر اهل بیتہ ۔

مرحوم سید فرماتے ہیں کہ راوی کہتا ہے کہ ابن زیاد نے اہلحرم کو مقید کرنے اور سر بریدہ امام حسینؑ علیہ السلام کو تشہیر کرنے کے بعد یزید ملعون کو نامہ ارسال کیا جس میں خبر قتل امام حسینؑ اور تشہیر سر مبارک اور اسیریٔ اہلبیتؑ کا ذکر تھا ؎

نمی دانی چہ بیدادی من بیدادگر کردم
چہ ہا در کربلا عترت خیر البشر کردم

ابن زیاد نے یزید کو تحریر کیا کہ اے یزید تجھے کیا معلوم کہ مجھ بیداد گر نے عترت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کسقدر بیداد کی ہے اور کربلا میں ان پر کیا گزری ہے ؎

چو نصرت یافتم بر دشمن تو با دل خرم
چراغان این ولایت را از آن فتح و ظفر کردم

میں نے جیسے ہی تمہارے دشمن حسین ابن علیؑ پر فتح پائی تو میں نے فتح و کامرانی کی خوشی میں اپنی مملکت میں چراغان کیا۔ (وا مصیبتاہ چراغ نبوی گل کردیا اور کوفہ و شام میں چراغان ہوا)

جب یزید بن معاویہ کو ابن زیاد کا مکتوب ملا۔ خط پڑھا۔ درباریوں سے کہنے لگا کہ حسینؑ ابن علیؑ قتل ہوگئے۔ یزید یہ جانتا تھا کہ حسین ابن فاطمہؑ۔ نواسۂ رسولؐ خدا ہیں مسلمانوں کی حمیت اور عزت برقرار ہے ممکن ہے کہ مسلمانوں پر یہ غم گران گزرے اس نے اموی سیاست کو بروئے کار لاتے ہوئے

کہا کہ ان مرجانہ فعل کذا و کذا ۔ کہ ابن مرجانہ یعنی ابن زیاد نے ایسا ایسا کیا یعنی حسینؑ اور اصحاب و اولاد حسینؑ کو تہ تیغ کر دیا۔ میں ابن زیاد کے اس فعل سے خوش نہیں ہوں۔ میں نے ابن زیاد سے قتل حسینؑ کے لیے نہیں کہا تھا صرف اسقدر اس سے کہا تھا کہ حسینؑ مسلمانوں کو حدود اسلامیہ سے دور کر رہے ہیں اور علیحدہ سلطنت قائم کرنا چاہتے ہیں وہ مثل دوسرے مسلمانوں کے سر نیچا کرلیں یعنی میری بیعت کرلیں لیکن ابن مرجانہ نے ان کو قتل کر دیا۔ ان کے اہلحرم کو اسیر کیا ہے یہ جو کچھ ابن زیاد نے کیا ہے اپنی ذاتی خباثت طبع کا ثبوت دیا ہے میں اس کے اس فعل کو قبیح سمجھتا ہوں۔ اس طرح یزید نے قتل حسینؑ کے تاثرات کو جو مسلمانوں پر ہونا ضروری تھے سرد کر دیا۔ لیکن جب یزید ملعون نے ابن زیاد کو اس کے خط کا جواب تحریر کیا تو وہ اس کے برعکس تھا۔ مضمون جواب یہ ہے کہ اے ابن زیاد تیرا خط مجھے ملا۔ جو میرے دل کی تسکین کا باعث ہوا۔ تجھ کو آفرین ہے کہ تو آل سفیان کا حق ادا کر دیا اور ان کے بزرگوں کے خون کا بدلہ حسین ابن علیؑ سے خوب لے لیا نسل علیؑ کو تباہ و برباد کر دیا۔ تجھے چاہیئے کہ سرہا شہداء اور سر حسین ابن علیؑ اور اسیران کربلا کو حفاظت تمام میرے پاس بھیج دے ایسا نہ ہو کہ اہل عراق جو حسینؑ کے طرفدار ہیں راستہ میں اسیروں کو رہا کرالیں اور سرہاء شہداء حاصل کرلیں۔ میرا لشکر تیری مدد کے لیے موجود ہے ؎

بگو بہ لشکر ما کای سیاہ خون آشام	بر اہلبیتؑ حسینؑ از عراق تا در شام
بجان من کہ دمی خوبی و وفا میکند	بجز ستم نہ پسندید و جز جفا میکند

ز کوفہ تا بدمشق آب نان شان یکسر
دیدہ آب ز اشک غذا از خون جگر

یعنی کہ میری فوج خون آشام سے کہے کہ اہلبیتؑ حسینؑ پر کوفہ سے در شام تک پہنچتے ہوئے ظلم و ستم سے کام لے بجائے پانی وہ اشک بہائیں اور بجائے غذا وہ خون جگر پئیں۔ (یہ ہے یزید ملعون کی دلی کیفیت) چنانچہ ابن زیاد کو یزید کا خط ملا۔ ابن زیاد نے اہلحرم اور سرہائے شہداء دمشق روانہ گئے۔

قال السید فی اللھوف فاستدعی ابن زیاد بمحضرۃ بن ثعلبۃ العابدی فسلم الیہ الرؤس والاسری والنساء فسار بھم محضرۃ الی الشام کما یسار بسبایا الکفار یتصفح وجوھھن اھل الاقطار واویلا من خذلۃ الاسلام وخجلۃ المسلمین من صنع المعاندین بصاحب الدین واہ مصیبتاہ۔ اس عبارت جانسوز وجگر گداز سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب ابن زیاد ملعون نے خبر قتل امام حسینؑ فرزند فاطمہؑ کا نامہ یزید ملعون کو ارسال کیا اُس نے حکم دیا کہ امرہ بتسییر الروس والقتلی والاساری الی الشام مستعجلا۔ یعنی کہ ابن زیاد ملعون کو یزید نے تحریر کیا۔ کہ سرہائے شہداء اور اسیروں کو کوفہ سے شام بھیج دیئے اور راستہ میں ان کی کڑی نگرانی کی جائے تاکہ محبان حسینؑ مقاتلہ کر کے ان کو آزاد نہ کرائیں۔ جب یزید پلید کا خط ابن زیاد بدنہاد کو ملا۔ اس کو فکر لاحق ہوئی کہ سرہائے شہداء اور اہلحرم کو دمشق روانہ کرے چنانچہ شتران بے کجاوہ بڑی بیرحمی کے ساتھ روانہ کیا۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب ابن زیاد نے سر مبارک کو کوفہ میں تشہیر کرا چکا تو سر بریدہ امام حسینؑ کو زحر بن قیس لعنۃ اللہ کی سپرد کیا۔ اور اسیروں کو سرہائے بریدہ کے ساتھ دمشق روانہ کیا۔ اور ان کے ساتھ اہل کوفہ کی ایک جماعت برائے حفاظت روانہ کی۔ ان میں ابابردہ بن عوف ازدی اور طارق ابن ابی ظبیان ملعون تھے جو شام تک

ہمراہ رہے اس طرح یہ قافلہ دروازہ دمشق پر پہنچا کہ سید سجادؑ سالار قافلہ تھے گلے میں طوق اور زنجیریں پہنے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ ساتھ اہلحرم کے اونٹ تھے شمر ولد الحرام بھی ساتھ ساتھ تھا راستہ بھر یہ ملعون قافلہ کو بڑی تیزی سے لے گیا یہاں تک بچے اونٹوں سے گر جاتے تھے اور یہ ملعون ان کو نہیں اٹھاتے تھے نہ معلوم کس قدر بچے شہید ہوئے۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ولم یکن علی ابن الحسین یکلم احدا من القوم فی الطریق بکلمۃ حتی بلغوا دمشق یعنی کہ جب شامی لوگ اونٹوں کو تیز چلاتے تو دوران راہ سید سجادؑ نے کسی شتربان یا شامی فوج کے آدمی سے کوئی شکایت نہیں کی۔ یہاں تک یہ لٹا ہوا قافلہ وارد در شہر دمشق ہوا۔ پس جیسے ہی قافلہ اور شہیدوں کے سر پہنچے ہزاروں لوگ تماشہ کے لیے نکل آئے بلکہ ان لوگوں کی تعداد ایک لاکھ تک روایت کی گئی ہے جو سب کے سب دشمنان آل نبی و آل علیؑ تھے۔ جب سید سجادؑ نے تماشائیوں کی بھیڑ دیکھی تو ہمارے غیور امامؑ نے صرف اتنا فرمایا فیالیت ولم الدک حیا۔ یعنی کہ اے کاش میری ماں مجھے جنم نہ دیتی اور میں یہ روز شلم نہ دیکھتا۔ اے غیرت دار و امام زین العابدین علیہ السلام کے یہ الفاظ زندگی بھر رونے کے لیے کافی ہیں۔

تحقیق اس بارے میں کہ خبر قتل امام حسین علیہ السلام مدینہ میں یزید نے بھیجی یا ابن زیاد

ابن نما علیہ الرحمۃ روایت کرتے ہیں کہ جب ابن زیاد نے اس کو امام حسینؑ کے

قتل ہونے کی اور اسیران کربلا کے کوفہ پہنچنے کی خبر یزید کو بھیجی تو اُس نے عمرو بن سعید والیٔ مدینہ کو اپنی فتح و ظفر اور امام حسینؑ کے شہید ہونے کی خبر دی۔ اور دو قاصد ایک مخزر بن حریث بن کلبی جو گروہ بنی عدی بن حباب و یکی دیگر از قبیلۂ نیرا کو مقرر کیا اور وہ دونوں یزید کا خط لے کر والی مدینہ کے پاس پہنچے۔ ابن نما لکھتے ہیں کہ یہ دونوں شخص مدینہ وارد ہوئے کہ اولاد عبد المطلب میں سے ایک عورت نے کہ جسے بعض لوگوں نے دختر عقیل بتلایا ہے خبر قتل امام حسینؑ سنی ناشرۃ شعرھا واضعتہ مکھا علی راسھا۔ عورات ہاشمیہ بال پریشان کئے ہوئے آئیں اور اس شخص سے کہا کہ تو پیغمبرؐ خدا کو کیا جواب دے گا کہ جب حضور سوال کریں گے کہ میری اولاد کے ساتھ کیا سلوک کیا ماذا تقولون اذ قال ۔۔۔ الخ الابیات مرحوم السیدؒ کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ ابن زیاد ملعون نے یزید کو نامہ لکھا اور براہ مدینہ قاصد بھیجا تاکہ اولاً مدینہ والوں کو خبر قتل حسین ابن علی ہو جائے ابن زیاد ملعون کے نامہ کا حال بزبان شاعر ملاحظہ فرمائیے۔

ے

که ای والی ولایت را کن آباد — به بند آئین و بشنو این خبر شاد
که چون آمد حسینؑ با نوجوانان — بریدم از گلویش آب و هم نان
به نصف روز در صحرائی پُر تاب — نمودیم سر جدا از اصحاب و احباب
حسین را در غریبی سر بریدم — تن پاکش بخاک و خون کشیدم
خبر میدہ بزنہائی مدینہ — بخون غلطیدہ شد باب سکینہؑ
بگو زینب بر اشتر شد سوارہ — دریدہ گوشش بہر گوشوارہ
سر بریدہ جوان از تن جدا شد — بگو این ظلم ہا در کربلا شد

ماحصل یہ ہے کہ اے والی ریاست یعنی اے یزید بن معاویہ تیری سلطنت آباد رہے تجھے یہ خبر بعد خوشی سناتا ہوں کہ حسین کربلا میں اپنے عزیزوں، اولاد اور اصحاب کے ساتھ مارے گئے۔ ان کا سر جدا کیا گیا اور لاش خاک و خون میں غلطاں پڑی ہے زنان مدینہ کو خبر دیتا ہوں کہ سکینہ کے پدر بزرگوار خون میں غلطاں پڑے ہیں زینبؑ اور اہل حرم شتران بے کجاوہ پر سوار ہو کر دمشق کے لیے روانہ ہو گئے ہیں۔ اور حسینؑ پر سارے مظالم کربلا میں ہوئے ہیں۔

شیخ مفید کتاب ارشاد میں فرماتے ہیں کہ ابن زیاد نے عبد الملک ابن ابی الحرث السلمیؒ سے کہا کہ تو مدینہ جا اور خبر فتح و ظفر یزید اہل مدینہ کو سنا۔ عبد الملک کہتا ہے کہ میں فرکبت راحلتی وسرت المدینۃ۔ کہ میں اپنے شتر پر بیٹھ کر مدینہ روانہ ہو گیا۔ جب میں مدینہ پہنچا اور مردان قریش نے مجھے دیکھا تو خیال کیا کہ یہ قاصد ہے سوال کیا ما الخبر۔ کہاں سے آنا ہوا اور کوئی خبر خوشگوار لایا ہے۔ اُس نے کہا الخیر عند الامیر۔ خبر والی مدینہ کے لیے ہے۔ اگر سنا چاہتے ہو تو اس کے پاس چلو۔ یہ سن کر مرد قریش نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون قتل واللہ الحسین کہ بخدا حسینؑ قتل ہو گئے۔ وہ قاصد کوفہ عمرو بن سعید والی مدینہ کے پاس پہنچا سلام کہا۔ والی مدینہ نے پوچھا ماوراک۔ یعنی کہ میرے لیے کیا خبر لایا ہے اس بدبخت نے کہا کہ ایسی خبر کہ تو اس سے خوش ہو گا یہ کہہ کر اس ملعون نے کہا قتل الحسینؑ بن علیؑ کہ حسین ابن علیؑ قتل ہو گئے جیسے والیٔ مدینہ نے سنا خوش ہو گیا اور حکم دیا اُخرج فناد بقتلہ۔ باہر جا۔ کوچہ و بازاروں میں منادی کر کہ حسین قتل ہو گئے تاکہ اہل مدینہ کو خبر ہو سے

حسینؑ در کربلا با نوجوانان — میان خاک و خون افتادہ عریان

کہ حسینؑ کربلا میں اپنے جوانوں کے ساتھ قتل ہوگئے اور ان سب کی لاشیں خاک و خون میں غلطاں پڑی ہیں۔ عبدالملک کہتا ہے کہ اس وقت جب میں نے قتل حسینؑ کی خبر دی تو شہر مدینہ میں ایک شور و غل برپا ہوگیا واحسیناہ کی صدائیں بلند ہوگئیں۔ اور بنی ہاشم میں قیامت خیز گریہ و زاری کی آوازیں بلند ہوئیں اور عورات اور مرد روتے ہوئے روضۂ رسولؐ خدا پر پہنچے اور حرم رسولؐ خدا میں ماتم حسینؑ ہوا۔ وہ کہتا ہے کہ جب میں والی مدینہ کے پاس واپس آیا تو وہ بدبخت ہنس رہا تھا۔ پھر وہ منبر پر آیا اور قتل امام حسینؑ کے اعلان کی تصدیق کی۔ اظہار خوشی و سُرور کیا اور یزید ملعون کے حق میں دعا دی۔

علامہ مجلسیؒ کتاب بحار میں از مناقب روایت کرتے ہیں کہ عمرو بن سعید ملعون نے اپنے خطبہ میں کہا۔ انها لدمة بلدمة وصدمة بصدمة كم خطبة بعد خطبة وموعظة بعد موعظة حكمة بالغة فما تغنى النذر۔ یعنی کہ عمرو بن سعید ملعون نے اپنے خطبہ میں کہا اے مردمان مدینہ کوئی افسوس نہیں ہے اس کام پر جو واقع ہوا یعنی شہادت حسینؑ پر جو واقع ہوئی یہ مصیبت بدر کا بدل ہے یعنی بدر بھی قتل ہوئے تھے کس قدر صدمہ اٹھائے۔ خطبہ و وعظ بیان کئے اور بیان کرتے ہیں لیکن قضا و قدر کے سامنے سب مجبور ہیں۔ والله لوددت ان راسه فی بدنه وروحه فی جسده احیانا كان يسبنا ونمدحه ويقطعنا ونصله كعادتنا وعادته ولم يكن الامر ما كان۔ یعنی بخدا مجھے یہ بات بہت پسند ہے کہ سر بدن حسینؑ میں اور روح ان کے جسم میں ہوتی مگر ان کے زمانہ میں لوگ (اہل مدینہ) ہم پر لعنت کرتے تھے اور ہم ان کی مدح کرتے تھے چنانچہ ہمارا شیوہ اور ان کا شیوہ زندہ و باقی ہے۔ اب ہم اس کے قتل پر راضی ہیں اور

اس کا کام یہاں تک پہنچ گیا ولكن كيف نصنع بمن سل سيفه يريد قتلنا الا ان يدفعه عن انفسنا۔ لیکن ہم کیا کریں کہ اگر کوئی شخص ہمارے سامنے اپنی تلوار کھینچ لے اور ہم پر وار کرے تو ہم پر واجب ہے کہ اس کا دفاع کریں اور اس کو اپنی جان سے دور کریں۔ فقال عبد الله بن السائب یعنی عبداللہ بن سائب نے کہا جو کہ ان کے درمیان تھا کہ اے عمرو بن سعید خدارا انصاف سے کام لے۔ لو كانت فاطمة حية فرأت رأس الحسين لبكت عليه یعنی کہ اگر فاطمہؑ بنت رسولؐ خدا زندہ ہوتیں اور سر بریدہ حسینؑ دیکھتیں تو کیا گریہ نہ کرتیں۔ اس پر عمرو بن سعید ملعون نے ترش رو ہو کر کہا کہ خموش ہو جا۔ کہ ہم فاطمہؑ سے بہ نسبت تیرے زیادہ قریب ہیں فاطمہؑ کے پدر بزرگوار ہمارے عم محترم ہیں۔ فاطمہؑ کے شوہر ہمارے بھائی ہیں۔ اور ان کے پسر ہمارے پسر ہیں۔ ہاں اگر فاطمہؑ ہوتیں گریہ کرتیں۔ اور قاتل کے حق میں کلام بد نہ کرتیں۔ اس وقت کہ جب عمرو ملعون منبر سے ابھی اترا بھی نہ تھا کہ خبر قتل امام حسینؑ پورے مدینہ میں پھیل چکی تھی گھر گھر ماتم حسینؑ ہو رہا تھا۔ گلی کوچہ اور بازاروں میں واحسیناہ کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ لوگوں نے اپنے گریبان چاک کئے ہوئے تھے سروں پر خاک ڈالی تھی۔ منہ پر طمانچے لگا رہے تھے۔ زنان مدینہ روتی ہوئی گھروں سے نکل آئی تھیں۔ خصوصاً مرد و زن بنی ہاشم نوحہ کناں تھے ام البنین زوجۂ علیؑ اپنے بیٹوں کے غم میں نوحہ کر رہی تھیں۔ غرض کہ بنی ہاشم کا کوئی گھر ایسا نہ تھا کہ جہاں صف عزاء امام حسینؑ برپا نہ ہو۔

مرحوم شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس روز جب شب ہوئی تو ہاتف غیبی کی آواز اہل مدینہ نے سنی کہ وہ کہہ رہا تھا۔

ایھا القاتلون جھلا حسینا ابشرو بالعذاب والتنکیل
کل اھل السماء یدعوا علیکم من نبی وملئکۃ وقبیل
قد لعنتم علی لسان ابن داؤد وموسیٰ وصاحب الانجیل

اے حسین علیہ السّلام کے قاتلو تم کو عذاب خدا کی بشارت ہو۔ تم بمطابق قتل امام حسینؑ عذاب ہوگا یعنی ہر ایک ظلم کے بدلے عذاب ہوگا۔ تمام اہل سموات، ملائکہ اور ان کی قبیل کے فرشتے۔ سب ہی تم کو عذاب کی دعوت دیتے ہیں سلیمان پیغمبرؑ ابن داؤد اور موسیٰؑ صاحب انجیل تم پر لعنت کرتے ہیں۔ غرض کہ اس روز مدینہ میں کہرام برپا تھا۔ خبر شہادت امام حسینؑ سن کر مدینہ میں گھر گھر صف عزا بچھ گئی گویا عزاداری امام مظلوم قائم ہوگئی جو آج تک جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی۔ مدینہ کے گھروں میں بالخصوص خانۂ جناب ام البنینؑ عزاخانہ بنا ہوا تھا۔ اقامت العزا فی دار ام المؤمنین زوجۃ امیر المؤمنین دوسرا عزاخانہ جناب امام حسینؑ کا ذاتی مکان تھا کہ جہاں آپ کی بیٹی فاطمہ صغریٰ رہتی تھیں۔ زنان ہاشمیہ آئیں اور فاطمہ صغریٰ کو پرسا دیتی تھیں۔

جناب محمد حنفیہ کے گھر بھی صف عزا بچھی ہوتی تھی۔ مردان و جوانان ہاشمی آتے تھے اور آپ کو حسینؑ مظلوم کا پرسہ دیتے تھے۔

بزبان حال ان کا یہ نوحہ تھا ؎

الا یا رسول اللہ یا خیر مرسل حسینک مقتول و نسلک ضائع
ذراریک قد سبقوا الاساری بذلۃ ولیس لھم بین الخلائق شافع

یعنی کہ اے سید المرسلین اے رسول اللہؐ آپ کا حسینؑ قتل ہوگیا۔ آپ کی نسل ضائع و برباد ہوگئی۔ آپ کی ذریت قیدی بنائی گئی ہے۔ کبھی ہاشمی لوگ قبر نبیؐ پر

کبھی قبر فاطمہؑ پر اور کبھی قبر امام حسن مجتبےٰؑ پر گریہ وزاری کرتے تھے۔ خصوصاً قبر زہراؑ پر ایک ہجوم عام نوحہ کناں تھا۔ قبر مبارک پر ماتم ہو رہا تھا۔

علامہ مجلسیؒ بحار میں خصائص ابی ربیعہ نامی سے نقل کرتے ہیں کہ فضاء ہوا میں یہ آواز بلند تھی کہ لوگوں نے سنی کہ کہنے والا کہہ رہا ہے ؎

یا من یقول بفضل آل محمد بلغ رسالتھا بغیر توانی
قتلت شرار بنی امیۃ سیدا خیر البریۃ ماجدا ذاشانی

ماحصل یہ ہے کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ یہ آل محمدؐ کا فضل و کرم ہے کہ رسالت کی تبلیغ بغیر طاقت و توانائی۔ بنی امیہ کے شریروں نے سید و سردار اسلام کو قتل کردیا۔ اور وہ سید خیر البریہ تھا کہ اس جیسا کوئی اور نہ تھا۔

عبداللہ بن جعفر طیّارؑ کو فرزندوں کی شہادت کی خبر ملنا

قال المفید علیہ الرحمۃ کہ جب مدینہ میں عمرو بن سعید والیٔ مدینہ نے نامۂ یزید ملنے پر خبر قتل امام حسینؑ اہل مدینہ کو سنائی تو مردمان مدینہ جوق درجوق واحسیناہ کہتے ہوئے جمع ہوگئے۔ اس وقت عبداللہ جعفر کا ایک غلام کہ جس کا نام ابوالسلاسل تھا اسے فرزندان عبداللہ جعفر کی شہادت کی خبر ملی وہ عبداللہ جعفر کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ اے آقا ابھی یہ خبر ملی ہے کہ آپ کے دونوں فرزند کربلا میں شہید ہوگئے۔ جناب عبداللہ جعفر نے سنا تو کلمۂ استرجاع زبان پر جاری فرمایا۔ یعنی کہ انا للہ وانا الیہ راجعون زبان سے کہا غلام کہنے لگا کہ۔

هذا ما لقينا من الحسين بن علی کہ بچوں کی شہادت حسین ابن علیؑ کی وجہ سے ہوئی ہے پس جیسے ہی اس غلام سے آپ نے یہ سُنا تو اپنی نعلین اتار کر اسے اس قدر ماریں کہ وہ بے ہوش ہو گیا آپ نے پھر فرمایا۔ یابن الخنا المنتل الحسین تقتول هذا۔ کہ تو حسین ابن علیؑ کے بارے میں ایسا ایسا کہتا ہے میں اگر کربلا میں موجود ہوتا تو بخدا حسینؑ ابن علیؑ کے ہمرکاب ہو کر جام شہادت پیتا۔ اور شہید ہونے میں سبقت کرتا۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ میرے دو فرزندؑ حسینؑ کے فرزند علی اکبرؑ پر قربان ہو گئے۔ اس وقت آپ نے ان لوگوں سے کہ جو وہاں موجود تھے خطاب کرتے ہوئے کہا الحمد لله عز علی بمصرع الحسين الا اكن واسيت حسينا يدی فقد واسينا ولدی

یعنی کہ اگر میں کربلا میں نہ تھا تو کیا مضائقہ میں نے اپنے دو بیٹے حسین ابن علیؑ پر قربان کر دیئے اور میں نبی و علیؑ سے سرخرو ہوں۔

بحکم یزید۔ مدینہ میں اہلبیت طاہرین کے مکانات کی بربادی

مولّف کتاب کے والد مرحومؒ کتاب الریّاض میں تحریر فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں قتل حسینؑ و اصحابہ کی خبر کے منتشر ہونے کے چند دن بعد یزید نے والیٔ مدینہ عمرو بن سعید کو حکم دیا کہ مدینہ میں اہلبیت اطہار کے مکانوں کو غارت و برباد کر دیا جائے چنانچہ والیٔ مدینہ نے یزید کے اس حکم پر عمل کیا نتیجہ یہ ہوا کہ ؎

یثرب بباد رفت بہ تعمیر خاک شام — بطحیٰ خراب شد بہ تمنّا ملک ری

یعنی کہ مدینہ برباد ہو گیا اور اس کی خاک سے شام کی تعمیر ہوئی۔ اور مکہ معظمہ پسر سعد کی تمنائے رے کی خاطر خراب و برباد ہو گیا۔

دعبل خزاعی کہتا ہے کہ ؎

بکیت لرسم الدار من عرفات — و اجریت دمع العین من عبرات
مدارس آيات خلت من تلاوة — ومنزل وحی مقفر العرصات

جعفر بن محمد ابن نما علیہ الرحمۃ نے عمر بن علی سے نقل کیا ہے کہ ان المختار ارسل الی علی بن الحسين عشرين الف دينار فقبلها و بنی منها دار عقيل بن ابی طالب۔ کہ مختارؒ نے حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کو بیس ہزار دینار بھیجے جنہیں امام زین العابدین علیہ السّلام نے قبول کر لیا۔ اور اپنے و اولاد عقیل کے مکانات کی تجدید کی۔ یعنی مکانات بنوائے اور مرمّت کرائی۔ ابن حماد علیہ الرحمۃ نے بھی ان ابیات میں اس کی تصدیق فرمائی ہے۔

وقفت على ابياتهم فرايتها — خرابا اراتها مغنا الجو بلقعا
وان لهم في عرصة الطف وقعة — تكاد له الاطوار وان تتزعزعا

جناب ام المومنین ام سلمہؓ کو قتل حسینؑ کی خبر ملنا

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ روز شہادت حضرت امام حسین علیہ السّلام سے ہی علامات اور نشانیاں جگہ بجگہ ظاہر ہونے لگی تھیں۔ مثل اس کے کہ آفتاب کو گہن لگنا۔ سرخ ہو جانا۔ آسمان سے خون کا برسنا ندائے آسمانی، اور غیبی آواز کا سنا۔ خواب ام سلمہؓ، جو مٹی آنحضرتؐ نے ان کو دی تھی اس کا روز عاشورا سرخ و خون ہو جانا۔ ہرن کے بچہ کا عبداللہ ابن عباس کے ہاتھ خون ہو جانا۔

اور کبوتر کا خون آلودہ مکان فاطمہ صغریٰ پر آکر صیحہ کرنا۔ اور شخص غریب یعنی اجنبی کا مسجد نبویؐ کے صدر دروازہ پر قتل الحسینؑ کی آواز بلند کرنا ابن زیاد کا والئ مدینہ کو خبر شہادت حسینؑ دینا۔ علاوہ ازیں والئ مدینہ کا اہل مدینہ کو خبر قتل حسین دینا۔ یہ وہ تمام چیزیں ہیں کہ جن سے یقین ہوگیا تھا کہ امام حسین کربلا میں شہید ہوگئے ہیں

علامہ مجلسیؒ بحار میں نقل کرتے ہیں کہ مسند ابن حنبل اور سہل کی سند سے کہ سہل کہتا ہے کہ جیسے ہی جناب ام سلمہؓ زوجہ رسولؐ خدا کو امام حسینؑ کے قتل کی خبر ملی تو آپ نے اہل عراق پر لعنت کی کہ عراقیوں نے فرزند رسولؐ خدا کو قتل کر دیا ام المومنین نے فرمایا کہ خدا ان کو ذلیل و خوار کرے ان لوگوں نے حرمت نبی اکرم برباد کردی۔ فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسولؐ خدا کی خدمت میں کسی نے ایک دیگ حلوا نذر کی۔ آنحضرتؐ نے اپنی بیٹی فاطمہؑ سے فرمایا کہ اے فاطمہؑ علی و حسن و حسینؑ کو بلاؤ۔ جب وہ سب جمع ہوگئے تو حجرۂ ام سلمہ جنت الفردوس بن گیا میں نے دیکھا کہ آنحضرتؐ نے حسنین خوش اطوار کو اپنے زانوؤں پر بٹھایا۔ اور دائیں بائیں جانب علیؑ و فاطمہؑ رونق افروز ہوئے۔ اور ام سلمہؓ کہتی ہیں۔

قالت ام سلمہؓ فاجتذب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم من تحتی کسائی خیبریا کان بساطا لنا۔ یعنی کہ جناب ام سلمہؓ نے فرمایا کہ رسولؐ خدا نے ہاتھ بڑھایا۔ کساء خیبری کو اوڑھا اور اس میں علی و فاطمہؑ حسن و حسینؑ کو لے لیا۔ اور پھر آیۂ تطہیر نازل ہوئی۔ یہ ہے حسینؑ کی منزلت کہ آپ خامس آل عبا ہیں اب ہم حدیث شریف کساء کو سپرد قرطاس کرتے ہیں۔

حدیث شریف کساء اور فضیلت پنجتنؑ پاک

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ خبر قتل حسین مظلوم ملنے پر آپ نے قاتلان امام حسینؑ پر لعنت کی اور فضیلت امام حسینؑ بعنوان حدیث کساء بیان کی۔ فرمایا کہ حضرت رسولؐ خدا نے کساء خیبر اپنے جسم مبارک پر ڈالی اور اسی چادر میں علیؑ و فاطمہؑ حسنؑ و حسینؑ کو لے لیا اور بعدہٗ خداوند عالم کی بارگاہ میں عرض کیا۔ اللّٰھم ھؤلاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا۔ اے خدائے علیم و حکیم یہ میرے اہلبیتؑ ہیں یعنی ان کے علاوہ کوئی اہلبیت نبوت نہیں ہے تو ان سے رجس کو دور رکھ اور ایسا پاک و پاکیزہ قرار دے جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے۔

ے

خدایا جہان پادشاہی تراست — زما خدمت آید خدای تراست
پناہ و بلندی و پستی توئی — ہمہ نیستند آنچہ ہستی توئی
مرا ہست این حاجت از تو بدست — برآری تو ایں حاجتی را کہ ہست
خدایا تو این اہلبیت را — کہ ہستند حاضر بزیر کساء
ز ہر رجس کن پاک پاکیزہ دار
توئی مقتدر ای جہاں کردگار

ماحصل یہ ہے کہ اے خداوند عالم تو ہی مالک و خالق مختار مطلق ہے تیری ہی حکومت ہے امر تیرے ہی لیے ہے۔ دنیا فانی ہے اور تو باقی ہے باقی رہے گا حیؑ لایموت ہے۔ میری تجھ سے اے خداوند عالم یہ حاجت ہے اور حاجت روائی تیرے ہاتھ ہے۔ میری حاجت یہ ہے کہ زیر کساء

علی و فاطمہؑ حسنؑ و حسینؑ یہ ہی میرے اہلبیتؑ ہیں ان کے سوا کوئی دوسرا میرا اہلبیتؑ نہیں ہے تو ان سے رجس کو دُور رکھ اور ان کو ایسا پاک و پاکیزہ قرار دے جیسا کہ حق ہے پاک کرنے کا۔ پاک رکھنے کا کیونکہ تو ہی صاحب اقتدار و اختیار ہے۔

جناب ام المومنین ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسولؐ خدا سے عرض کیا یا رسولؐ اللہ مجھے بھی اجازت دیجئے کہ شریک کساء ہو جاؤں۔ فرمایا اے ام سلمہؓ تم خیر پر ہو مگر تمہاری جگہ یہ کساء نہیں ہے شہر ابن آشوب فرماتے ہیں کہ راوی کہتا ہے کہ میں خدمت ام سلمہؓ میں حاضر تھا اذ دخلت امراۃ صارخۃ۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک عورت روتی پیٹتی دروازے سے آئی اور کہا واویلا قتل الحسینؑ کہ حسینؑ قتل ہو گئے۔ ام سلمہؓ نے یہ خبر سن کر بآواز بلند گریہ فرمایا۔ یہاں کہ ان پر غشی طاری ہو گئی۔

حدیث کساء مشہور و معروف ہے۔ شیخ فریدالدین طریحی نجفی علیہ الرحمۃ نے کتاب منتخب میں اس حدیث مبارکہ کو نقل کیا ہے۔ اور بھی اکثر علماء نے اس مبارکہ کو نقل کیا ہے۔ اور بھی اکثر علماء نے اس حدیث کی صحت و استنادی صورت کو تسلیم کیا ہے یہ حدیث مبارکہ معصومۂ آخر الزمان بنت رسولؐ خدا سے مروی ہے کہ روی عن فاطمۃ الزہراء قالت دخل علی ابی رسول اللہ فی بعض الایام فقال یا فاطمۃ انی لاجد فی بدنی ضعفاً۔ یعنی جناب سیدہ طاہرہ صدیقہ کبریٰ فاطمہؑ زہرا فرماتی ہیں کہ ایک روز میرے پدر بزرگوار میرے غریب خانہ پر تشریف لائے اور فرمایا کہ نور نظر میں اپنے بدن میں ضعف یعنی کمزوری محسوس کر رہا ہوں (از مترجم (علماء حضرات نے ضعف سے

کمزوری مراد لی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ ضعف از قسم کمزوری و بیماری نہ تھا بلکہ آثار وحی نمودار ہو رہے تھے۔ وحی ربانی منتظر تھی کہ آپؐ کے ساتھ علیؑ و فاطمہؑ حسنؑ و حسینؑ چادر میں داخل ہوں اور آیہ تطہیر مدح کرتی ہو نازل ہو) فقال یا فاطمۃ ایتینی بالکساء الیمانی فغطینی بہ آنحضرتؐ نے فرمایا اے بیٹی چادر یمنی لا کر مجھے اڑھا دو۔ فغطیتہ بہ میں نے حسب فرمان پدر بزرگوار آپ کو یمنی چادر اڑھا دی وصرت انظر الیہ واذا وجہہ یتلالؤ کانہ البدر فی تمامہ۔ میں آپ کے چہرہ کی طرف دیکھنے لگی کہ آپ کا چہرہ مبارک نور سے اس طرح چمکنے لگا ہے گویا کہ چودھویں رات کا چاند ہے (از مترجم۔ اذا وجہہ یتلالؤ لوکانہ البدر فی لیلۃ تمامہ۔ یعنی کہ آنحضرتؐ کا چہرہ مبارک نور سے اس طرح چمکنے لگا ہے گویا چودھویں رات کا چاند ہے جو تمام و کمال کے درجہ پر ہوتا ہے۔ اگر ضعف بمعنی کمزوری طبع ہے تو تمام و کمال سے تشبیہ کیسی؟ پس ہمارے نظریہ کے بموجب ضعف سے مراد۔ آثار وحی ہیں کہ جن میں منزلت وحی ربانی ایک قسم کا غط ہوتا ہے یعنی کہ ضعف)

فما کانت الا ساعۃ واذا بولدی الحسن قد اقبل کہ ابھی تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ میرا بیٹا حسن آگیا۔ وقال السلام علیک یا اماہ فقلت وعلیک السلام یا قرۃ عینی وثمرۃ فؤادی فقال لی یا اماہ انی اشم عندک رائحۃ طیبۃ کانہا رائحۃ جدی رسول اللہ۔ مجھے مادر گرامی کہہ کر سلام کیا۔ میں نے جواب سلام دیا اور کہا اے میرے نور نظر اے میرے میوۂ دل خدا تمہیں زندہ و سلامت رکھے پھر امام حسنؑ نے اے اماں جان میں آپ کے پاس ایسی پاک و پاکیزہ خوشبو محسوس کر رہا ہوں کہ وہ میرے جد نامدار

کی خوشبو ہے قالت نعم ان جدك نائم تحت الکساء میں نے کہا کہ ہاں تمہارے نانا کساء یمانی اوڑھے ہوئے آرام فرمارہے ہیں۔ فاقبل الحسن نحو الکساء۔ پس امام حسنؑ قریب گئے وقال السلام علیك یاجداہ السلام علیك یارسول اللہ اتاذن لی ان ادخل تحت الکساء اور آنحضرتؐ کو سلام کیا اور عرض کیا کہ آیا مجھے اجازت ہے کہ میں اس کساء یمانی میں داخل ہو جاؤں۔ فقال لہ قد اذنت لک۔ فرمایا کہ ہاں تمہیں اجازت ہے کہ چادر میں داخل ہو۔

فدخل معہ۔ پس امام حسنؑ داخل کساء ہو گئے۔ فما کان الاساعۃ و اذا بالحسین قد اقبل۔ ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ میرا فرزند حسینؑ آگیا۔ وقال السلام علیك یا اماہ انی اشم عندك رائحۃ طیبۃ کانھا رائحۃ جدی رسول اللہ۔ مجھے مادر گرامی کہہ کر سلام کیا۔ میں نے جواب سلام دیا پھر حسینؑ نے کہا اے اماں جان میں آپ کے پاس ایسی نفیس خوشبو محسوس کر رہا ہوں گویا کہ وہ خوشبوئے جدّ محترم ہے۔ فقالت یابنی ان جدك واخاك تحت الکساء۔ میں نے کہا کہ بے شک تمہارے نانا اور تمہارے بھائی اس کملی کے نیچے آرام کر رہے ہیں پس شاہباز بلند پرواز اوج شہادت یعنی حسینؑ نے چادر کساء کی طرف رخ کیا۔ فقال السلام علیك یاجداہ السلام علیك یامن اختارہ اللہ اتاذن لی ان اکون معك۔ پس امام حسینؑ نزدیک گئے سلام عرض کیا اور عرض کیا آیا مجھے اجازت ہے کہ آپ دونوں کے ساتھ میں بھی داخل ہو جاؤں۔ فقال لہ قد اذنت لك یاحسین جناب رسول خداؐ نے فرمایا اے میرے فرزند اے سربلند صفہ صدق وصفا حسینؑ اے پابند رشتۂ مہر و وفا حسینؑ اے وارث تاج شفاعت آؤ تم بھی داخل

کساء یمانی ہو جاؤ۔

فدخل معہ حسینؑ گئے اور داخل کساء ہو گئے۔ فاقبل عند ذلك ابوالحسن علی بن ابی طالب علیہ السلام وقال السلام علیك یا بنت رسول اللہ فقالت وعلیك السلام فقال کانی اشم رائحۃ اخی وابن عمی رسول اللہ کہ حسینؑ کے بعد ابوالحسن علی ابن ابی طالب آگئے سب مجھے دختر رسولؐ خدا کہہ کر سلام کیا۔ میں نے بھی ابوالحسن کہہ کر جواب سلام دیا۔ پھر جناب امیرالمومنین نے فرمایا کہ اے سیدہ میں اس وقت تمہارے گھر میں اپنے ابن عم رسولؐ خدا کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں فقالت ہا ھو مع ولدیك تحت الکساء میں نے عرض کیا بے شک تمہارے دونوں بیٹے اور میرے والد بزرگوار چادر یمانی اوڑھے ہوئے لیٹے ہیں۔ فاقبل علی نحو الکساء۔ پس ولی کائنات، شریک کار رسالت مشکل کشاء علی ولی کساء کی طرف آئے اور سلام کیا وقال السلام علیك یا رسول اللہ اتاذن لی ان اکون معکم تحت الکساء۔ امیرالمومنینؑ نے سلام کرنے کے بعد داخل کساء ہونے کی اجازت مانگی قال لہ وعلیك السلام یا اخی قد اذنت لک۔ کہ اے برادر بجان برابر تم پر میرا سلام ہو تمہیں اجازت ہے کہ چادر یمانی میں آجاؤ۔ فدخل علی علیہ السلام تحت الکساء۔ علی مرتضیٰ علیہ السلام بھی داخل کساء ہو گئے۔ ثم اتت فاطمۃ وقالت السلام علیك یا ابتاہ السلام علیك یا رسول اللہ امیرالمومنین کے بعد میں بھی کساء یمانی کے نزدیک آئی اور میں نے اپنے پدر بزرگوار کو سلام اور عرض کیا۔

اتاذن لی ان ادخل معکم تحت الکساء۔ آیا مجھے بھی داخل کساء ہونے کی اجازت ہے قال قد اذنت لك فدخلت فاطمۃ معھم۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ ہاں اے

نورِ نظر تمہیں اجازت ہے کہ چادر میں داخل ہو جاؤ پس میں بھی داخل کساء یمانی ہو گئی۔ فلما اکتملنا خمسة النجبا تحت الکساء قال اللہ تعالیٰ عز و جل۔ یعنی کہ جب یہ پانچوں تن چادر یمانی میں جمع ہو گئے۔ تو خداوند عالم نے ملائکہ سموات سے بصورت ایجاد کلام مباہات فرمایا۔ یا ملائکتی و سکان سمواتی انی خلقت سماء مبنیة ولا ارضا مدحیة ولا قمرا منیرا ولا شمسا مضیة ولا فلکا یدور ولا بحرا یجری ولا فلکا یسری الا فی محبة هؤلاء الخمسة الذین هم تحت الکساء۔ یعنی خدائے تعالیٰ نے فرمایا اے میرے فرشتو اور اے میرے آسمانوں کے رہنے والو۔ میرا آسمان کو خلق کرنا۔ زمین کا فرش بچھانا۔ چاند کو منوّر کرنا سورج کو روشنی دینا۔ گھومتے ہوئے فلک قائم کرنا۔ دریاؤں میں پانی جاری کرنا۔ ان میں کشتیوں کو روان کرنا یہ سب کچھ ان پانچوں ہستیوں کی محبت کی وجہ سے ہے۔ یعنی کہ اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ خدا بھی ان دوست رکھتا ہے اور ان کی تخلیق کی غایت یہ ہے کہ دیندار لوگ ان کو دوست رکھیں۔ فقال الامین جبرئیل یارب ومن تحت الکساء۔ یعنی جبرئیل امیں نے عرض کیا پروردگارا یہ مقدس ہستیاں ہیں کون فقال اهل بیت النبوة ومعدن الرسالة وهم فاطمة وابوها وبعلها و بنوها۔ کہ خطاب خداوند عالم ہوا اے جبرئیلؑ وہ نبوت کا خاندان، رسالت کی کان یعنی فاطمہؑ زہرا اور اُس کے پدر بزرگوار محمدؐ مصطفےٰ اور اُس کے شوہر عالیقدر علی مرتضیٰ اور اس کے دونوں برخوردار حسنین خوش کردار ہیں ان میں ایک حسنؑ ہے جو مظہر محسن ہے اور دوسرا حسینؑ ہیں جو قدیم الاحسان ہیں

فقال جبرئیل اتأذن لی ان اهبط الی الارض لاکون معهم سادسا کہ جبرئیل امیں نے عرض کیا اے پروردگار عالم کیا مجھے اجازت ہے کہ میں زمین پر نازل ہو کر ان پانچوں حضرات کے ساتھ داخل کساء ہو کر چھٹا ہو جاؤں۔

فقال اللہ قد اذنت فهبط الامین جبرئیل خداوند عالم نے جبرئیل کو اجازت دی اور جبرئیل امیں پرواز کر کے زمین پر نازل ہوئے۔ و قال السلام علیك یا رسول اللہ العلی الاعلی یقرئك السلام ویخصك بالتحیة والاکرام۔ اور رسولؐ خدا کی خدمت میں پہنچ کر فرمایا کہ خدائے بزرگ و برتر آپ کو سلام کہتا ہے اور تحیۃ و اکرام کے ساتھ مخصوص فرماتا ہے ویقول اللہ عزتی وجلالی ما خلقت سماء مبنیة ولا ارضا مدحیة ولا قمرا منیرا ولا شمسا مضیة ولا بحرا یجری ولا فلکا یدور ولا فلکا یسری الا لاجلکم قد اذن اللہ لی ان ادخل معکم تحت هذا الکساء فهل تأذن لی انت یا رسول اللہ۔ یعنی کہ اللہ اپنے عزت و جلال کی قسم کھا کر ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے آسمانوں کو پیدا کیا، زمین کو فرش بنانا۔ چاند کو نورانیت بخشی۔ سورج کو روشنی عطا کی گردش کرنے والے آسمان کو قائم کیا۔ سمندروں کو جولانیاں عطا کیں۔ کشتی کو ان میں رواں کیا یہ سب کچھ جو میں نے کیا ہے محض تمہاری خاطر سے اور تمہاری محبت کی وجہ سے کیا ہے پھر جبرئیل امیں نے عرض کیا کہ مجھے خداوند عالم نے تو داخل کساء ہونے کی اجازت دیدی ہے تو کیا آپ بھی اجازت رحمت فرماتے ہیں۔

مولف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ میں نے تالیفات فاضل کاشفی ملا حسین علیہ الرحمۃ

مطالعہ کیا۔ جس میں جبرئیل امین اور آنحضرتؐ کے مابین یہ گفتگو درج ہے کہ جبرئیل امین نے عرض کیا یا رسول اللہ خدا نے تو اجازت دیدی ہے کہ میں داخل کساء ہو جاؤں کیا آپ کی طرف سے بھی اجازت ہے۔ اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے اخی جبرئیل تم محرم عباء یمانی نہیں ہو کیونکہ جو بھی اس عباء میں ہے وہ محنت و رنج کا نشانہ بنے گا۔ علیؑ شریک کساء میں ضرب تلوار سے شہید ہوں گے حسنؑ شریک میں زہر الماس سے جگر پارہ پارہ ہوگا حسینؑ شریک ہیں۔ کربلا میں تین دن کے بھوکے پیاسے شہید ہوں گے۔ فاطمہ مرکز عصمت ہیں۔ پہلوی فاطمہؑ زخمی ہوگا اور فاطمہؑ دنیا سے رخصت ہوں گیں۔ جبرئیل اس نے عرض کیا یا رسول اللہ کہ میں ان بلاکشیدگان سے زیادہ قریب ہوں۔ میں نے سیدہ عالم کے عوض چکیاں پیسی ہیں۔ میں علی کے لیے آب کوثر لے کر آیا ہوں میں نے حسینؑ کا گہوارہ جھلایا ہے۔ پس میں بھی حق دار ہوں کہ مجھے اجازت ملے تاکہ میں داخل کساء یمانی ہو سکوں۔

کتاب منتخب میں ہے کہ فقال قد اذنت لك فدخل جبرئيل معهم تحت الكساء۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے جبرئیل تمہیں اجازت ہے پس جبرئیل امین بھی کسائے یمانی میں داخل ہو گئے کیونکہ خدا و رسولؐ کی طرف سے اجازت مل گئی تھی۔ وقال لهم ان الله عزوجل اوحى اليكم يقول انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرًا کہ خداوند عالم صرف یہی چاہتا ہے کہ اے اہل بیت تم کو رجس سے دور رکھے اور ایسا پاک رکھے جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے۔ فقال علی بن ابی طالبؑ یا رسول الله صلى الله عليه وآله اخبرني ما لجلوسنا هذا تحت الكساء من الفضل عند الله

امیر المومنینؑ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا۔ کہ ہمیں یہ تو بتائیے کہ ہم سب کا اس چادر کے نیچے بیٹھے رہنا، اس چادر کے نیچے جمع ہونا۔ خدائے بزرگ و برتر کے نزدیک کیا مرتبہ رکھتا ہے۔ فقال النبی صلی الله عليه وآله والذي بعثني بالحق نبيا واصطفاني بالرسالة نجيا ما ذكر خبرنا هذا في محفل من محافل الارض وفيه جمع من شيعتنا ومحبينا الا ونزلت عليهم الرحمة وحفت بهم الملائكة واستغفرت لهم الى ان يتفرقوا —— آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اس ذات کی قسم کہ جس نے مجھے برحق نبی بنایا۔ اور رسالت کے لیے چن کر نجات دہندہ عالم قرار دیا۔ ہماری یہ حدیث جس کسی ایسی محفل میں بیان کی جائے کہ جہاں ہمارے شیعہ اور محب موجود ہوں تو ان سب پر خدا کی رحمت نازل ہوگی۔ ان کو فرشتگان رحمت ہر طرف سے گھیر لیں گے۔ اور جب تک وہ مجمع متفرق نہ ہوگا برابر فرشتے دعائے مغفرت کرتے رہیں گے۔ فقال علیؑ والله فزنا وفازت شيعتنا ورب الكعبة جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ رب کعبہ کی قسم اب تو ہم بھی اور ہمارے شیعہ کامیاب ہو گئے۔ فقال رسول الله صلى الله عليه وآله والذي بعثني بالحق نبيا واصطفاني بالرسالة نجيا ما ذكر خبرنا في محفل من محافل اهل الارض وفيه جمع من شيعتنا وفيهم مهموم الا فرج الله همه ولا مغموم الا وكشف الله همه ولا طالب حاجة الا وقضى الله حاجته۔ جناب رسالتمآب صلعم نے مکرر فرمایا کہ اے علیؑ اس ذات کی قسم جس نے مجھے برحق نبی بنایا اور رسالت

کے لیے چن کر نجات دہندہ جن وانس قرار دیا۔ ہماری یہ حدیث اہل زمین کی جس شیعہ محفل میں یا ہمارے دوستوں میں پڑھی جائے گی ان میں جو متفکر ہو گا تو اللہ اس کی فکر دور کر دے گا۔ اور جو غمگین ہو گا خداوند عالم اس کا غم دور کر دے گا۔ اور جو حاجت ہو گی خدائے تعالیٰ اس حاجت پر لائے گا۔ اللھم صل علی محمد وآل محمد۔ فقال علی علیہ السلام اذاً واللہ فزنا سعدنا وکذلک شیعتنا فازوا وسعدوا فی الدنیا والاخرۃ۔ یعنی امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کی قسم ہم کامیاب ہو گئے اور ہمارے شیعہ بھی کامیاب ہو گئے دنیا و آخرت میں۔

اللھم اجعلنی من شیعتھم و محبیھم بحقھم امین۔

مؤلف کتاب ھذا میرزا صدر الدین واعظ القزوینی اعلیٰ اللہ مقامہ فرماتے ہیں کہ حدیث کساء سید الاحادیث ہے اس میں خصوصاً سیدۃ عالمین فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی منزلت مضمر ہے سیدۂ عالم ملائک اعلیٰ میں بھی معروف ہیں۔ آپ کے شوہر علی مرتضیٰ آپ کے دونوں فرزند حسنؑ و حسینؑ کی مثل کوئی دوسرا شخص نہیں ہے۔ دستور زمانہ ہے کہ کبھی تعارف شہر کا نام لے کر کرایا جاتا ہے کبھی خاندان کا نام لیا جاتا ہے اگر باپ مشہور و معروف ہو تو کہتے ہیں کہ فلاں کا فرزند ہے۔ لیکن حدیث کساء میں خود خداوند عالم نے اپنے ملائکہ میں جب صاحبان حدیث کساء کا تعارف کرایا ہے تو فاطمہؑ زہرا کو مرکز تعارف قرار دیا ہے کہ ھم فاطمۃ وابوھا وبعلھا وبنوھا کہ فاطمہؑ میں اور ان کے پدر رسول ذیلقدر اور ان کے شوہر علی مرتضیٰ اور ان کے فرزند حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ (از مترجم ھم فاطمۃ وابوھا وبعلھا وبنوھا۔ یعنی کہ فاطمہؑ میں بعدہٗ نام نہیں لیکن ضمیریں فاطمہ زہرا کی طرف راجع ہیں

یعنی کہ فاطمہؑ کے والد ماجد، یعنی کہ فاطمہؑ کے شوہر عالیقدر، یعنی کہ فاطمہؑ کے دونوں فرزند اس طرح پانچ جگہ نام فاطمہؑ زہرا آیا ہے پس فاطمہؑ زہرا مرکز عصمت ہیں) اے شیعو جو پاک بی بی مرکز عصمت و طہارت ہو۔ جس کے متعلق آنحضرت نے فرمایا ہے فاطمۃ بضعۃ منی کہ فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے امت رسولؐ خدا نے اس کی قدر و منزلت کو بھلا دیا۔ بعد وفات رسولؐ خدا آپ پر کچھ ایسے مصائب پڑے کہ فرماتی ہیں کہ مجھ پر ایسے مصائب پڑے ہیں کہ اگر دونوں پر ایسے مصائب پڑتے تو مثل شب تار تاریک ہو جائے آپ کا پہلو شکستہ ہوا۔ شکم مبارک میں محسن شہید ہوئے الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

واقعہ مباہلہ اور حقانیت پنجتن پاک

جیسا کہ حدیث کساء کے عنوان میں ذکر کیا جا چکا کہ آیۂ تطہیر میں پنجتن پاک شریک ہیں اور اس میں لفظ اَہلَ البَیتِ جو ایک جگہ وارد ہوا ہے مگر اس کا مصداق پنجتن پاک، یعنی نبیؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسن اور حسینؑ ہیں۔ اسی طرح مباہلہ میں بھی پنجتن پاک نصاریٰ نجران کے مقابلہ میں گئے ہیں اور اسلام کی حقانیت و صداقت کو واضح کیا ہے۔ واقعہ مباہلہ ۲۴ ذی الحجہ سنہ ۹ھ کو ہوا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ۲۵ ذی الحجہ کو منعقد ہوا ہے۔ لفظ مباہلہ مشتق ہے بُہلا سے۔ اور بہلہ بمعنی لعن ونفرین ہیں۔ اور مباہلہ میں دونوں طرف سے لعن ونفرین کا حق حاصل ہے لیکن جو حق پر نہ ہو گا وہ تباہ و برباد ہو جائے گا اور آخرت میں مستحق لعن ہے۔ آنحضرتؐ اور نصاریٰ نجران میں یہ وعدہ تھا کہ مقررہ دن پر ایک گروہ دوسرے گروہ پر لعن ونفرین کرے گا اور طلب عذاب کرے گا اگرچہ آنحضرتؐ اور نبی نجران

عیسائیوں کے درمیان مباہلہ وقوع پذیر نہیں ہوا۔ تاہم اس واقعہ کی تصویر کشی حسب ذیل ہے:۔

یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصارائے نجران کو دعوت اسلام دی نجران علاقۂ یمن میں سے ہے چنانچہ نجرانیوں نے تحقیق حالات اسلام اور حضرت عیسیٰؑ کے متعلق اسلامی نظریہ معلوم کرنے کے لیے اپنا ایک منتخب وفد بھیجا۔ اس وفد کا سردار عاقب نامی عیسائی تھا۔ جو تمام نصرانیوں میں بزرگ قوم تھا عالم انجیل تھا۔ دوسرے شخص شریک وفد ابوالحارث نامی تھا یہ بھی نصاریٰ کا پیشوا تھا۔ اسی کو بعض علماء اسقف کہتے ہیں۔ اسقف بمعنیٰ عالم ہے چنانچہ جاثلیق و قسیس و مطران ان لوگوں کے القابات ہیں جو علماء نصاریٰ کو دیئے گئے ہیں۔ جب نبی نجران کا وفد آنحضرتؐ کی خدمت اقدس میں مدینہ حاضر ہوا۔ اور آپ کی زیارت سے مشرف ہوا تو اسقف نے آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا اے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ عیسیٰؑ ابن مریم کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ عبد خدا اور اس کی مخلوق ہیں نہ کہ خالق، خداوند عالم نے ان کو برگزیدہ قرار دیا ہے۔ رسول بنایا ہے۔ اسقف نے کہا کیا ان کا باپ تھا آپ نے فرمایا کہ ان کا کوئی باپ نہیں ہے۔ اور آنحضرتؐ نے اس کے جواب میں یہ آیت تلاوت کی۔ اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَہٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ۔ (سورۂ آل عمران آیت ۵۹)

یعنی کہ خدا کے نزدیک تو جیسے عیسیٰ کی حالت ویسی ہی آدم کی حالت کہ ان کا مٹی سے پتلا بنایا اور کہا کہ ہو جا پس (فوراً ہی) وہ (انسان) ہو گیا۔ یعنی کہ اگر آدمؑ بغیر ماں باپ پیدا ہوئے ہیں تو عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ اگر خدا آدم کو بغیر ماں

باپ پیدا کر سکتا ہے اور پیدا کیا ہے تو عیسیٰؑ کو بغیر باپ پیدا کرتے ہیں خدا عاجز نہیں ہے جس طرح چاہے پیدا کرے۔ جب طرفین میں گفتگو نے طول پکڑا۔ تو آنحضرتؐ پر وحی نازل ہوئی فَمَنۡ حَآجَّکَ فِیۡہِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الۡعِلۡمِ فَقُلۡ تَعَالَوۡا نَدۡعُ اَبۡنَآءَنَا وَ اَبۡنَآءَکُمۡ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَکُمۡ وَ اَنۡفُسَنَا وَ اَنۡفُسَکُمۡ ۟ ثُمَّ نَبۡتَہِلۡ فَنَجۡعَلۡ لَّعۡنَتَ اللّٰہِ عَلَی الۡکٰذِبِیۡنَ ۔ (سورۂ آل عمران آیت ۶۱)

(جب تمہارے پاس علم (قرآن) آچکا اس کے بعد بھی اگر تم سے کوئی (نصرانی) عیسیٰؑ کے بارے میں حجت کرے تو کہو (اچھا میدان میں) آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو ہم اپنی عورتوں کو بلائیں اور تم اپنی عورتوں کو۔ ہم اپنی جانوں کو بلائیں اور تم اپنی جانوں کو اس کے بعد ہم سب خدا کی بارگاہ گڑگڑا کر جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں۔ نصاریٰ نے آپس میں مشورہ کیا۔ اور مباہلہ کرنا طے پا گیا۔ بروایتے اس روز پنجشنبہ (جمعرات) تھا۔ اور مباہلہ کی تاریخ ۲۴ ذی الحجہ یوم اتوار قرار پایا۔ اور آنحضرتؐ نے علیؑ و فاطمۂ حسن و حسینؑ کو مطلع کر دیا کہ مباہلہ میں چلنے کے لیے تیار رہیں چنانچہ آنحضرتؐ مسجد سے برآمد ہوئے جیسے افق کائنات پر آفتاب برآمد ہوتا ہے اور روشنی پھیل جاتی ہے اس طرح چونکہ تثلیث کی تاریکی دور کرنے کے لیے آنحضرتؐ اپنی مسجد سے برآمد ہوئے۔ اور علی و فاطمہ اور حسنؑ و حسینؑ کو اپنے ساتھ لیا۔ اس طرح کہ سیدہ عالم کو اپنے عقب میں اور حسنؑ کو دائیں جانب اور حسینؑ کو بائیں جانب اور علی مرتضیٰ کو آگے آگے رکھا اور اس شان سے میدان مباہلہ میں تشریف لے گئے۔ نصاریٰ کے نزدیک پہنچے۔ اسقف نے اپنی قوم سے کہا کہ دیکھو اگر محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اپنی اولاد کو لے کر آئے تو ہم ہرگز مباہلہ مباہلہ نہیں کریں گے کیونکہ وہ اگر حق پر نہ ہوئے (معاذاللہ) تو وہ نفرین و لعن کو اپنی اولاد کے لیے قبول نہ کریں گے۔ اور اگر اصحاب و یاروں کو ساتھ لائے تو ہمیں پھر کوئی خوف و عذر کو ضرورت نہیں ہے ہم ان سے مباہلہ کریں گے۔ لیکن جب آنحضرتؐ اپنی اولاد کو لے کر مباہلہ کے میدان میں پہنچے تو اسقف نے سوال کیا کہ آپؐ کے ہمراہ آنے والے کون ہیں۔ ان کو بتایا گیا کہ میرے ساتھ میری بیٹی فاطمہؑ ہے اور اس کے شوہر علی ابن ابی طالبؑ ہیں اور اس کے دونوں فرزند حسنؑ و حسینؑ ہیں یہ سن کر اسقف نے کہا کہ اے نصاریٰ اگر ان سے مباہلہ کیا اور ان ہستیوں نے ہم پر نفرین کی تو کوئی شخص از قوم نصاریٰ باقی نہ رہے گا۔ چنانچہ مباہلہ کی بجائے آپس میں مصالحت کر لی اور نصاریٰ نے جزیہ دینا قبول کیا۔ اسلام کو فتح ہوئی۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ حارث ابن علقمہ کہ جو قیس کہ جو دین عیسوی کا عالم تھا قدم آگے بڑھا اور جمال پیغمبرؐ، صورت حیدرؑ اور حسنینؑ کے نورانی چہرہ دیکھے اور دیکھا کہ ایک خاتون چادر عصمت اوڑھے ہوئے ہے وہ مثل بید لرزنے لگا اور فوراً ہی اپنے وفد میں واپس ہوا اور کہا کہ اے میرے ساتھیو۔ میری بات پر کان دھرو گوش دل میرا سخن سنو۔ ان سے مباہلہ ترک کرو بخدائے عظیم میں ایسے چہرہ دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ ذوات مقدسہ خدا سے دعا کریں کہ پہاڑ اپنی جگہ ہٹ جائے تو بے شک خدا ان کی دعا قبول کرے گا اور پہاڑ اپنی جگہ سے حرکت کرے گا۔ اور اگر ان ہستیوں نے نصاریٰ پر نفرین و لعن کیا تو پھر روئے زمین پر کوئی نصاریٰ باقی نہ رہے گا یہ بہتر ہے کہ ان سے مباہلہ کی بجائے مصالحہ کر لیا جائے۔

اے دوستو۔ مباہلہ میں نصاریٰ نے پنجتن پاک کے چہرہ دیکھ کر یہ یقین کر لیا کہ یہ لوگ خدا کے مقرب بندے ہیں۔ جو خدا سے مانگیں وہ ان کو ملے گا۔ لیکن آنحضرتؐ کے ساتھ ابوجہل نے جو سختی اختیار کی وہ سب پر ظاہر ہے۔ کوہ صفا پر آنحضرتؐ کی پیشانی مبارک کو زخمی کیا۔ ماہ رمضان المبارک کی انیسویں شب حضرت علیؑ مرتضیٰ کو ابن ملجم نے ضرب لگائی جس سے آپ کی شہادت واقع ہوئی۔ جناب فاطمہ زہراؑ دختر رسولؐ کو ایسا صدمہ پہنچایا کہ بعد وفات رسولؐ خدا زیادہ زندہ نہ رہ سکیں۔ امام حسنؑ مجتبیٰ علیہ السّلام کو زہر دے کر شہید کیا۔ اور امام حسینؑ کو کربلا میں ان کے اصحاب و انصار، عزیز و برادران اور اولاد کے ساتھ شہید کیا یہ سب مظالم مسلمانوں کے ہاتھوں ہوئے۔ بہر حال جب نصاریٰ نے مباہلہ کی بجائے مصالحہ یعنی صلح کر لی تو جزیہ دینا قبول کیا کہ وہ ہر سال دو ہزار حُلّہ کہ ہر ایک حُلّہ (پوشاک) چالیس درم کا، تیس گھوڑے اور تیس زرہ، بطور جزیہ دینا قبول کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس خدائے بزرگ و برتر کی قسم ہے کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر نصاریٰ مباہلہ کرتے تو خداوند عالم ان کو بندر اور سُور کی شکلوں میں تبدیل کر دیتا غرض کہ مقابلہ میں پنجتن پاک کی صداقت اور حقانیت نے اسلام کو بچا لیا اور یہ اسلام کی شاندار فتح ہے۔

پنجتن پاک کی شیعوں اور محبوں کے حق میں دعاء مغفرت اور وصیت و مصائب جناب فاطمہ زہراؑ

کتب احادیث سے ثابت ہے کہ آئمہ معصومینؑ اپنے شیعوں اور محبوں کے

لیے برابر دعاء مغفرت کرتے رہتے تھے۔ مروی ہے کہ سیدہ عالمینؑ نے اپنے بابا سے عرض کیا کہ آپ کو اپنی امت کے گناہ گاروں کا ہمہ وقت خیال رہتا ہے لہٰذا آپ اپنے دوستوں اور علیؑ کے شیعوں کے لیے دعا فرمائیں۔ کیونکہ امت آپ کی دعاؤں کی محتاج و امیدوار ہے۔ آپ دوستوں کے لیے دعا فرمائیں ہم آمین کہیں گے۔ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعا کے لیے ہاتھ بلند کیئے اور خداوند عالم سے عرض کیا کہ پروردعالم جو شخص میرے اہلبیتؑ کو دوست رکھے اس کے گناہ بخشدے۔ اور ان کی حاجتیں برلا۔ جناب امیرالمومنینؑ۔ امام حسنؑ امام حسینؑ اور حضرت سیدہ عالمین نے آمین کہا اس حدیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ جو بندہ دوسرے بندہ کے حق میں آزارکن باتیں کرتا ہے اس کو چاہیئے کہ اس سے معاف کرالے اور توبہ کرے اللھم اجعلنا من شیعتہم ومحبیھم امین یارب العالمین (برائے مولف کتاب ھٰذا مومنین دعاء مغفرت کریں)

کتاب کنز الواعظین میں کتاب تبر المذاب اور کتاب عقائق سے روایت ہے کہ بعد رحلت حضرت رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جناب فاطمہ زہراؑ بیمار ہو گئیں اور آپ کو فلاں فلاں کے ہاتھوں صدمات پہنچے جس کی وجہ سے آپ اپنے بابا کی جدائی پر رو رو کر آپ سے ان کی شکایت کرتی تھیں۔

جناب معصومۂ دو عالم آنحضرتؐ سے زیادہ مشابہت رکھتی تھیں جب کبھی حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کو دیدار رسولؐ خدا مطلوب ہوتا تو آپ سیدۂ عالم کو دیکھتے تھے۔ اور جناب سیدہ کی گفتگو سنتے اور تسکین قلب ایمان ہوتی۔ پس جب کہ سیدۂ عالم پر مرض نے زیادہ غلبہ کیا حضرت امیر

علیہ السّلام نے ایک روز دیکھا کہ سیدہ بیماری کی حالت میں بستر پر آرام کر رہی ہیں جسم کمزور ہو گیا ہے اور آپ کے پاس آپ کے دونوں فرزند حسنؑ و حسینؑ موجود ہیں۔ معصومہ کے سر مبارک کے نیچے پوست گوسفند تھی اور لحاف اونی تھا۔ دوا اور غذاء فاطمہؑ حمد و شکر خداوندی تھی امیرالمومنینؑ نے مزاج پرسی کی سیدہ عالم نے فرمایا کہ اے ابوالحسنؑ میری خواہش ہے کہ میں ان دنوں میں دنیا سے رخصت ہونے والی ہوں اور اے ابوالحسنؑ میری اپنے دونوں فرزندوں کے بارے میں یہ وصیت ہے کہ میرے بچوں پر نظر لطف و کرم رہنا۔ اور جب یہ دونوں فرزند میری قبر پر آنا چاہیں تو ان کو منع نہ کرنا۔ میری قبر پر قرآن پڑھنا۔ میں اگرچہ بچوں سے اور تم سے دُور رہوں گی۔ مگر میری روح۔ میرا دل بچوں میں رہے گا اے علیؑ میں تم سے راضی ہوں اور اے علیؑ میں نے تمہاری خدمت میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے۔ فبکیٰ علی علیہ السلام وقال یا بنت المصطفیٰ و یا سیدۃ القاروحی لروحک الفداء یا بنت البشیر النذیر ومن ارسل رحمۃ للعالمین۔ حضرت امیرالمومنینؑ فاطمہ زہراؑ کی وصیتیں سن کر گریہ فرمانے لگے یہاں تک کہ آپ کی محاسن شریف (یعنی ریش مبارک) آنسوؤں سے تر ہو گئی اور فرمایا اے بہترین نساء عالمین میں تجھ سے راضی اور خوشنود ہوں اور خدا و رسولؐ تجھ سے راضی و خوشنود ہیں۔ پھر سیدہ عالمؑ نے فرمایا کہ اے ابوالحسنؑ جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تم آپ مجھے غسل و کفن دینے سے فارغ ہوں اور مجھے قبر میں اتاریں تو قارورہ یعنی ڈبیہ اور شیشہ قبر میں رکھ دیں پس آپ نے فضہ سے فرمایا کہ دونوں چیزیں لاؤ فضہ نے حاضر کیں۔ فقال علی یا سیدۃ النساء ما الذی فی ھذہ القارورۃ

هل هو من ماء زمزم۔

حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ اے خاتون اس قارورہ میں کیا چیز ہے کیا یہ آب زمزم ہے۔ حضرت فاطمہ زہراؑ نے فرمایا کہ اے علیؑ جو اشک میری آنکھوں سے خوف خدا میں رواں ہوئے ہیں وہ میں نے جمع کئے ہیں جو کہ اس قارورہ میں ہیں اور یہ روز حشر کے لیے جمع کئے ہیں یہ آب زمزم نہیں ہے اور اے علیؑ ان آنسوؤں کو میری قبر میں رکھ دینا۔ میں نے اپنے پدر بزرگوار رسولؐ خدا سے سنا ہے وہ فرماتے ہیں۔ ان الدمعة تطفی غضب الرب و ان القبر لا یکون روضة من ریاض الجنة الا ان یکون العبد قد بکیٰ من خیفة الله تعالیٰ و خوفا من النار۔ یعنی کہ آنسو غضب خدا کو رحمت سے بدل دیتے ہیں اور اس کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ اس وقت ہو گی کہ جب بندہ خوف خدا اور خوف جہنم میں آبدیدہ ہو۔ اے امیرالمومنین میں نے یہ آنسو خوف خدا میں اپنی آنکھوں سے برسائے ہیں اور جمع کئے۔ امیرالمومنینؑ نے سنا اور گریہ فرمایا اور جب سیدہ عالم نے آپ کو گریہ کناں دیکھا تو فرمایا۔ لو بکی محزون فی امة لرحم الله تعالیٰ تلك الامة۔ یعنی کہ اے علیؑ اگر آپ میری محزون ہوئے ہیں اور آنسو گرائے ہیں تو خدا ان آنسوؤں کی برکت سے مجھ پر رحم کرے گا۔ کہ میں کنیز خدا اور دختر رسولؐ خدا ہوں اور تم ولیٔ کائنات ہو۔ اس وقت امام حسنؑ اور امام حسینؑ رونے لگے جناب امیرالمومنینؑ نے ان کو تلقین صبر فرمائی اور خموش کیا۔ ثم فتحت الحق۔ پس فاطمہ زہراؑ نے وہ قارورہ کھولا۔ اس میں ایک ٹکڑا حریر سبز تھا جس میں ایک کاغذ تھا۔ اور اس کاغذ سے ایک نور ساطع ہو رہا تھا۔ جناب امیرالمومنینؑ نے فرمایا یا بنت خدیجة الکبریٰ ما هذا۔ یہ کاغذ کیا ہے کہ

جس میں اس حقہ یعنی قارورہ کو پنہاں کیا ہے اور اسے تم اپنی قبر میں اپنے ساتھ رکھنا چاہتی ہو۔ فرمایا کہ سفینة النجاة یعنی کہ یہ سفینۂ نجات ہے۔ یہ قارورہ اور اس میں جو کچھ ہے وہ امانت رب العزت ہے حضرت امیرالمومنین نے فرمایا کہ اے سیدہ وہ کیا امانت ہے۔ معصومۂ دو عالم نے فرمایا کہ اے علیؑ لما زوجنی بك ابی اس زمانہ میں جب کہ آپ کے ساتھ میرے پدر عالیقدر نے مجھے تزویج کیا مجھ سے فرمایا اے بیٹی کہ خداوند عالم نے عرش کے نیچے شجر طوبیٰ کے سایہ میں تمہاری محفل عقد منعقد کی اور شجر طوبیٰ المنتہیٰ کہ جو وسط بہشت رعنا میں ہے اس وقت حوروں نے جواہر نثار کئے۔ وهی عند هم ذخیرة اور یہ وہی دُرِ بار جنتی اور جواہر ہیں۔ اور روز قیامت مومنین کو ہدیہ ہوں گے۔ اور شب عروسی جب آپ آئے تو میرے پاس دو پیراہن تھے۔ ایک لباس نو اور دوسرا کہنہ لباس تھا۔ کہ ایک سائل کی آواز میرے گوش زد ہوئی کہ وہ کہہ رہا تھا۔ یا اهل بیت النبوة و معدن الخیر والفتوة و ان کان عندکم قمیص خلق فانی بہ جد یرلا فی سائلة فقیرة کہ اگر کوئی کہنہ ہو تو مجھ فقیر عورت کو دیا جائے۔ اے علیؑ میں نے اپنا کہنہ لباس اس فقیر عورت کو دینا پسند نہ کیا اور اپنا نیا لباس اس کو دے دیا۔ صبح عروسی کو میرے پدر بزرگوار تشریف لائے دیکھا کہ میں کہنہ لباس میں ہوں تو فرمایا اے بیٹی الیس لك قمیص جدید۔ یعنی اے بیٹی کیا تمہارے پاس نئی قمیص نہیں تھی۔ میں نے واقعہ سائل بیان کیا اور عرض کیا اے بابا جان میں نے سائل کو نئی قمیص بخشدی اور ایسا اس لیے کیا کہ جب میری ماں کی تزویج آپ سے ہوئی ایک روز سائل کے دروازے پر آیا۔ اس نے لباس کا سوال کیا۔ آپ

نے اپنا پیراہن اپنے جسم مبارک سے اتارا اور اس سائل کو دے دیا۔ پس میں نے آپ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے اپنی نئی قمیص سائل کو دے دی آنحضرتؐ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور مجھے پیار کیا اور اسی دوران جبرئیل امین نازل ہوئے اور عرض کیا اے رسولؐ خدا حق تعالیٰ اسلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ میرا سلام فاطمہؑ کو بھی پہنچاؤ۔ اور اس کو مبارکباد دو اور اس سے کہو کہ جو کچھ مجھ سے مانگے گی وہ میں عطا کروں گا۔ اور بشرها انی احبها اور اس کو بشارت دو کہ میں اے فاطمہ تجھے دوست رکھتا ہوں۔ آنحضرتؐ نے وہ پیغام ربانی مجھے سنایا۔ میں نے عرض کیا مجھے سوائے لقاء خدا یعنی رضاء خدا کچھ اور نہیں چاہیئے اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا اے بیٹی تم میری امت اور اپنے شیعوں کے لیے دعاء مغفرت کرو۔ میں نے دعا مغفرت کی۔ پھر جبرئیل امین نازل ہوئے اور خدا کا پیغام پہنچایا۔ کہ خدا فرماتا ہے کہ اے میرے رسولؐ قد غفرت لعصاة امتك وشيعة على ممن فى قلبه محبة من فاطمة ومحبة من ابيها وبعلها وولدها۔ کہ میں نے تمہاری امت اور علیؑ کے شیعوں بخشدیا ان لوگوں کو بھی بخش دیا کہ جو فاطمہؑ اور اس کے پدر بزرگوار اور اس کے شوہر نامدار اور اس کے دونوں بیٹوں سے محبت کرتا ہے میں نے رسول اللہ سے عرض کیا کہ میں اپنے شیعوں کے لیے بخشش نامہ چاہتی ہوں۔ خداوند تعالیٰ نے جبرئیل امین کو حکم دیا کہ بہشت بریں سے ایک پارچۂ سبز وسفید لا جبرئیل اس پارچہ کو لائے اور قلم قدرت نے کتب علی نفسه الرحمة۔ جبرئیل ومیکائیل گواہ بنے۔ اور پیغمبر اسلام نے اس کاغذ کو اس حصہ میں رکھا اور مجھے عنایت فرمایا اور حکم دیا کہ اس کی حفاظت کرو تا روز وفات آئے۔ فعليك بالوصية ان يوضع فى لحدك۔ یعنی اے فاطمہؑ

وصیت کر کہ اس کو تیری قبر میں رکھا جائے۔ اور جب روز برپا ہو تو گنہگاران امت رحمت خدا سے مایوس نہ ہو۔ اور یہ نوشتہ وعدۂ الٰہی ہے جو روز قیامت پورا ہوگا پھر سیدہ عالمینؑ نے امیر المومنینؑ سے یہ وصیت بھی کی کہ اے علیؑ وقت غسل میرا جسم برہنہ نہ کرنا بلکہ پیراہن کے نیچے مجھے غسل دینا۔ حضرت فاطمہؑ دنیا سے رخصت ہوئیں اور امیر المومنین نے آپ کو غسل دیا مگر واحسرتا جب علیؑ غسل دے رہے تھے تو چیخ مار کر رونے لگے سبب گریہ دریافت کرنے پر فرمایا کہ فاطمہ کا پہلوئے شکستہ پر نظر پڑی واحسرتا دختر رسولؐ خدا کی امت نے کچھ قدر نہ کی۔

واقعہ غریبیہ۔ شیخ طریحی نجفی جو کہ مومنین وعلماء حضرات میں مرد مطلع مشہور ومعروف تھے روایت کرتے ہیں کہ علماء صلحائے مومنین میں سے ایک بزرگ نے جناب سیدۂ عالم فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو خواب میں دیکھا کہ آپ حوران بہشتی اور اپنے پدر بزرگوار اور شوہر نامدار علی مرتضیٰ اور اپنے برخوردار حسن مجتبےٰ کے ساتھ کربلا میں قبر امام حسین علیہ السلام پر موجود ہیں اور نوحہ وشیون فرما رہی ہیں۔ پس میں نے دیکھا کہ فاطمہؑ زہرا نے حضرت رسولؐ خدا کی طرف رخ کیا اور عرض کیا یا ابا یا رسول اللہ اما تنظر الى امتك۔ کہ اے بابا جان اے رسول خدا آپ نے اپنی امت کی طرف کبھی نگاہ نہیں فرمائی اور نہ کبھی دیکھا کہ اس امت نے میرے فرزند کے ساتھ کیا کیا ظلم کئے ہیں۔ قتلوه ظلماً وعدواناً یعنی کوئی اس طرح قتل نہیں کیا گیا جس طرح کہ حسینؑ قتل کئے گئے قتلوه ومن الماء منعوه ولدنا یا والعصى جرعوا اسے قتل کیا اور پانی تک نہ دیا۔ ما خر قتيلا كان ربنا ما خلقتنا الا للبلاء۔ اے بابا جان میرا دل ان مظالم کو دیکھ

کر سوختہ ہوگیا ہے اور یہ دیکھ کر کہ خدا نے ہمیں صرف بلاء و ابتلاء کے لیے خلق فرمایا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اے بابا جان ذرا علیؑ مرتضیٰ کی طرف دیکھئے کہ اُمت نے ان کو ماہ رمضان المبارک میں ضربت لگائی اور علیؑ کو شہید کیا۔ میرے دروازہ پر لوگ جمع ہوگئے اور احترام ختم کر دیا۔ میرے حسنؑ کو زہر دیا۔ میرے شکم میں محسن کو شہید کیا۔ واحسرتاہ۔ کانی لم اکن بضعۃ منک۔ گویا جیسے میں آپ کی پارۂ جگر ہی نہیں ہوں کیا آپ نے فرمایا تھا فاطمۃ بضعۃ منی اس کے باوجود انت تعلم ما صنع بی کسر اللعین ضلعی حتی مت اور میں جانتی ہوں کہ آپ کی اُمت کے لوگوں نے مجھ پر کسقدر ظلم کئے ہیں۔ اور اے بابا جان و اعظم من ھذا منعونی من البکاء۔ اور حد ہوگئی کہ آپ کی رحلت کے بعد مجھے رونے بھی نہ دیا گیا اُمت نے اعتراض کیا یہاں تک کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوگئی۔ وہ سید جلیل بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں آنحضرتؐ کی یہ حالت دیکھی کہ آنحضرتؐ نے بآواز بلند گریہ فرمایا۔ اور جناب فاطمہؑ سے فرمایا کہ اے فاطمہؑ واکرباہ لکربک یعنی اے فاطمہ آہ تیری مصیبتیں پھر آنحضرتؐ نے ان لوگوں کی طرف موہنہ کرکے فرمایا کہ جو وہاں موجود تھے۔ واعلیاہ واحمزتاہ واعباساہ واحسناہ وا ابا طالباہ قتل ولدی الحسین ما غاضریات ولم تحضرہ لبوث الغزوات

حسینؑ را در غریبی سر بریدند
تن پاکش بخاک و خون کشیدند

اے علیؑ، اے حمزہؓ، اے عباسؓ اے حسنؑ تم شیران بیشۂ شجاعت اس وقت نہ تھے کہ جب میرا حسینؑ قتل ہوا ہے۔ وقد قتلوا صغیرھم وکبیرھم

وذبحوا رضیعھم وفطیمھم واستباحوا نساءھم وحریمھم۔ اطفال خورد سال، شیر خوار علیؑ اصغر، اور حسینؑ کے جوانوں اور بوڑھوں کو قتل کیا۔ اور میری حرمت نہ کی۔ وائے اس جماعت پر یہ کیونکہ میدان حشر میں میرے پاس آئے گی اور کیونکہ مجھے دیکھے گی کہ میری اولاد کو قتل بھی کیا اور مجھ سے شفاعت طلب ہیں۔ اے دوستو میری بیٹی فاطمہؑ قیامت میں وارد ہوگی اس وقت منادی ندا دے گا اے اہل محشر غضوا ابصارکم یعنی اے اہل محشر اپنی آنکھیں بند کرلو۔ میری بیٹی فاطمہؑ آئی ہیں و تیابھا بدم الحسین مصبوغۃ ومعھما قمیص اخر ملطخ بالسم۔ اس کے ساتھ دو پیراہن ہوں گے۔ ایک پیرہن حسینؑ خون آلودہ ہوگا دوسرا پیراہن حسنؑ زہر آلودہ ہوگا اس وقت تمام اہل محشر میں شور گریہ وبکا بلند ہوگا (از مترجم۔ چونکہ شیعان و محبان امام حسینؑ دنیا میں بھی مجلس عزاء امام حسینؑ برپا کرتے رہیں اور گریہ وبکا کرتے رہیں اور چونکہ میدان حشر کو روز معاد کہتے ہیں پس مجلس عزا جو دنیا میں ہم برپا کرتے ہیں وہ میدان حشر میں بھی برپا ہوگی۔ اور شیعہ ہی گریہ وبکا کریں گے۔ جو لوگ یہاں رونے کے خلاف ہیں وہ وہاں بھی خموش رہیں گے) پس اس وقت فاطمہؑ زہرا ایک بلند گریہ فرمائیں گی اور خداوند عالم کی بارگاہ میں عرض کریں گی۔ یاعدل یاحکیم احکم بینی وبین قاتل ولدی اے خدا اے عادل واحکم الحاکمین تو میرے اور قاتلان حسنؑ و حسینؑ کے درمیان فیصلہ کر خداوند عالم کی طرف سے جواب آئے گا کہ اے فاطمہؑ تو داخل بہشت ہو قاتلان کو میں ہرگز نہیں بخشوں گا ان کو داخل جہنم کروں گا۔ اس وقت فاطمہؑ عرض کریں گی کہ پروردگارا میں یہاں حسینؑ کو شہید ہونے کی حالت میں دیکھنا چاہتی ہوں۔ خطاب قدرت

ہوگا اے فاطمہ ذرا نظر کرو اہل محشر پر اس وقت فاطمہ دیکھیں گی کہ حسینؑ کا سر بریدہ کٹا ہوا ہے اور حسینؑ آرہے ہیں اس وقت تمام محشر نے یہ حالت نہ دیکھی جائے گی۔ گریہ و بکا کی آوازیں بلند ہوں گیں۔ اور غم حسینؑ میں رونے والے داخل بہشت ہوں گے۔

شام بھیجنے کے لیے اسیروں کا زندان کوفہ سے باہر آنا

یا شیعۃ الآل ویا ارباب الکمال ان اللہ بمنّ السابقۃ و رحمۃ واسعۃ۔ یعنی اے شیعان آل اطہار اور اے صاحبان کمال اللہ تعالیٰ نے تم کو مختص کیا ہے محبت اہلبیت طاہرین میں اور اپنی رحمت واسعہ کے لیے پس شیعہ السابقون السابقون اُولٰئک المقربون کے مصداق ہیں اپنی غرض تخلیق کو پہچانتے ہوئے اپنے مدارج کو جو دوسری امتوں کے مقابلہ میں حاصل ہیں پہچاننا چاہیے کہ دوستی حضرات اہلبیتؑ طاہرین ہماری خلقت میں ودیعت کی گئی ہے اور ان کی اقتدار دلیل ایمان قرار دی گئی ہے۔

فانتم شیعتھم المخلصون واصحابھم المؤیدون الیکم تقر اشفقتہم ولکم حفظ شفاعتھم منھم قرب وسیلتھم وفیھم الرحمۃ الموصولۃ ولدیھم الشفاعۃ المقبولۃ ولھم المقام المحمود وبیدھم مفتاح المقصود وعلیھم ورود کل مقبول ومردود وھم الصراط المستقیم والمسؤل عن النعیم فتنافسوا الی اقامۃ لوازم الولاء وسارعوا الی مراسم الماتم والعزاء وادامۃ النوح والبکاء علی خامس

اھل الکساء وانصروہ بالسنتکم وعیونکم بالغدو والرواح اذ فاتکم نصرۃ بالابدان والارواح فانھما احدی الوسیلتین للفوز بسعادۃ النشأتین من ولاء علی وعزاء الحسین۔

خلاصہ یہ ہے کہ شیعان اہلبیتؑ طاہرین عند اللہ مخلصین ہیں مستحق شفاعت ہیں۔ جو بھی اہلبیتؑ اطہار تک پہنچ گیا وہ مقبول خدا و رسولؐ ہے اور جس نے ان سے انحراف کیا وہ صراط مستقیم سے منحرف ہے اور بروز قیامت وہ جوابدہ ہوگا۔ پس ولاء مرتضویؑ اور اہلبیت طاہرین کی مودت مقتضی ہے کہ عزاء حضرت سید الشہداء امام حسینؑ علیہ السلام برپا کی جائے۔ مراسم عزاء ماتم کو برقرار رکھا جائے نوحہ و بکا غم امام حسینؑ کیا جائے شہیدان کربلا کی نصرت کی جائے یعنی کہ یا لیتنی کنت معھم فافوز فوزاً عظیما کی روح اور حقیقت یہ ہے کہ اقامہ عزاء امام حسینؑ کی حفاظت کی جائے ایسا ہی ثواب ہے جیسا کہ ہمرکاب امام حسینؑ رہ کر جام شہادت پیا۔ یہیں سے سینہ کوبی اور زنجیر زنی بھی مستفاد ہوتی ہے۔

مروی ہے کہ جب یزید پلید نے ابن زیاد بدنہاد کو نامہ لکھا کہ سرہائے شہدائے کربلا اور اسیران اہلحرم کو بغیر کسی تاخیر کے شام بھیجدے۔ جب ابن زیاد ملعون کو یزید کا خط ملا تو اس نے فوراً ہی اہلحرم کو قید خانہ سے باہر لانے کا حکم دیا۔ اہلحرم زندان کوفہ سے نکلے۔ سرہائے شہداء اور اسیروں کو شام روانہ کرنے کا انتظام کیا گیا۔ شتران بے کجاوہ لائے گئے۔ اور ان ظالموں نے کہا ایتھا الاساری قوموا واز تحلوا۔ اے اسیران کربلا اٹھو اور سوار ہوتا کہ بسوئے شام روانہ ہوں۔ اسیران کربلا کی اس وقت کی حالت کی منظر کشی حسب ذیل ہے۔

(۱) زنہادن زنجیر گیسو ! — طفلان بشیون سرہا بزانو
(۲) مردان خستہ مجموع بستہ — ساعد بساعد بازو ببازو
(۳) بنشستہ از غم سر در گریبان — ناگہ برآمد بانگ ہیاہو
(۴) گردند یکبار رو در خرابہ — کوفی ز یکسو شامی ز یکسو
(۵) بگرفتہ با غیظ آن تیغ برکف — آن یکہ برپشت وآن یک بپہلو
(۶) از آن غریبان برشد بکیوان — آواز یارب فریاد یا ہو
(۷) از حال زار آن غم نصیباں — جمازہ ہا را در گرد آن کو
(۸) از اشک حسرت خون تا بگردن — وز خوی خجلت گل تا بزانو
(۹) چشم سکینہؑ در انمیانہ — فتاد ناگہ شمر بدخو
(۱۰) با نالہ بگرفت دامان زینبؑ — گفتا امان است ازین جفا جو
(۱۱) عمہؑ رضایم مارا ببندند — بازو ببازو گیسو بہ گیسو
(۱۲) اما نیفتد یک لحظہ چشم — بر چشمہای شمر جفا جو
(۱۳) زیرا کہ دیدم باب مرا زد — حکیمہ بسینہ پائی بہ پہلو
(۱۴) آنگاہ دیدم خنجر بہ نشست — آن گبر بیدین بر سینۂ او
(۱۵) برخاست آنگہ او سینۂ وی — اورا بخواری افگند برو
(۱۶) ببرید از خشم سر از قفائش
آیوای برمن ای حیف براو

وہ بیرحم یعنی کوفی وشامی لوگ اسیران کربلا کو زندان سے باہر لائے شتران بے کجاوہ لائے گئے اور اہلحرم ان پر سوار ہوئے۔ اس وقت اہل کوفہ تماشائیوں کی طرح جمع تھے۔ مرد وعورت اور بچے اسیروں کے دیکھنے میں مشغول تھے۔ اور ظلم

بالائے ظلم یہ تھا کہ کوفی لوگ خوشی ہو رہے تھے اور اسیروں پر ہنس رہے تھے۔ جب زینبؑ خاتون نے دیکھا تو آہ سرد بھری ؎

زینبؑ چو بدید خواری خویش — افغان بکشید از دل ریش
گفت اے شہ کشور ولایت — اے صاحب منبر ہدایت
از قبر نجف سری برون آر — بنما نظرے زینبؑ زار
اے مادرم اے حمیدہ زہراؑ — انداختہ از نظر تو مارا
ویران نہ چنان شد است کارم — کآبادی خود امید دارم
صافی تن من چو درد گشتہ — از ضربت سنگ خوردہ گشتہ
فرسودۂ تن شد است جانم — از غم شدہ آب استخوانم
ای راحت جان من کجائی
در بردن جان من نیائی

خلاصۂ اشعار یہ ہے کہ جب شہزادی دین ودنیا حضرت زینبؑ خاتون نے کوفہ میں کہ جہاں شہزادی کہلاتی تھیں اپنی یہ ذلت وخواری دیکھی تو فغان کی اور زخمی دل سے آہ کھینچی۔ اور عالم تصوّر میں شاہ نجف اور اپنی ماں زہراؑ کو یاد کیا اور فریاد کی کہ اے دیکھئے کہ کیا کیا ظلم وستم ہو رہے ہیں لوگ پتھر مار رہے ہیں لوگ ہمارا تماشا دیکھ رہے ہیں اے اماں اتنے سردی ہے کہ ابن زیاد ملعون نے اسیران کربلا کو اونٹوں پر بلا کجاوہ ومحمل سوار کیا۔ اور امام زین العابدینؑ کو طوق و سلاسل کے ساتھ شام روانہ کیا۔

علاّمہ کتاب ریاض میں فرماتے ہیں کہ اہلبیتؑ اطہار اونٹوں پر سوار تھے نہ سروں پر مقنعہ نہ چادریں تھیں نہ کوئی خاص لباس تھا بلکہ اسیران اہلبیتؑ ترک ودیلم

کے قیدیوں کی طرح اسیر بنائے گئے تھے زبان پر ہائے حسینؑ تھا۔ کوفیوں نے عجیب ذلت و خواری کے ساتھ اہلحرم کو شام روانہ کیا۔

دختران علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کا کوفہ سے دو مرتبہ باخفّت نکلنا

کتاب ریاض میں ہے خرجت بنات علی اخوات الحسین عنوۃ و کرھا مرتین یعنی کہ دو مرتبہ دختران علیؑ و بتولؑ۔ جبراً و کرھاً کوفہ سے باہر آئی ہیں پہلی مرتبہ اس وقت کہ جب حضرت امیرالمومنین کی شہادت ہو گئی۔ تو زینبؑ و ام کلثوم حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے ہمراہ کوفہ سے نکلیں۔ اور مدینہ گئیں لیکن وقت روانگی۔ احترام و انتظام دیدنی تھا۔ دور باش کی صدائیں بلند تھیں کہ لوگو دور ہو جاؤ اب وارثان تطہیر سوار ہو رہی ہیں۔ بنی ہاشم پردہ کا اہتمام کر رہے تھے مگر پھر بھی کوفہ سے تہرا نکلنا تھا کہ امیرالمومنین کی شہادت ہو چکی تھی اور زمانہ کروٹ بدل چکا تھا۔ معاویہ ابن ابوسفیان امام حسن مجتبےٰ علیہ السّلام سے مقاتلہ کے لیے تیار تھا۔ کوفہ والے حضرت امام حسنؑ کی شان میں نازیبا الفاظ کہہ رہے تھے لہٰذا امام حسنؑ کو ناگزیر تھا کہ کوفہ سے مدینہ ہجرت کر جائیں۔ ایسے عالم میں جب سیدانیوں نے کوفہ چھوڑا تو ایک طرف بابا کی قبر سے جدائی کا تصوّر دوسری طرف کوفہ والوں کی بیوفائی کا خیال نشتر کا کام کر رہا تھا۔ قال الراوی وھو عبداللہ بن جندب الازدی عن ابیہ جندب الازدی جو علی علیہ السّلام کے مخلصین میں سے تھے کہتے ہیں کہ اس روز کہ جب شہزادگان حسنؑ و حسینؑ کوفہ

چھوڑ رہے تھے اور عازم سفر مدینہ تھے۔ میں ان کو رخصت کرنے کے لیے کچھ دور ہمراہ گیا۔ خلما جاوزنا دار الھند پس جب ہم دار ہند سے کچھ دور ہوئے دیکھا کہ شہزادۂ عالمین یعنی حسینؑ آہ سرد بھرتے ہوئے اور یہ فرماتے ہوئے اے کوفہ میں پھر دوسری مرتبہ اپنے سر کے ساتھ تیری طرف آؤں گا لیکن میرے اہلبیتؑ پامال پریشان ہو گئے چونکہ قضاء الٰہی نہیں بدلا کرتی ایسا ہی ہوا کہ امام حسینؑ کا سر بریدہ کوفہ میں آیا اور اہلحرم اسیر ہو کر کوفہ آئے۔ اس وقت بنات علی یندبنہ و یبکین علیہ۔ چنانچہ علیؑ کی بیٹیاں نوحہ زاری کرتی ہوئی آئیں۔ دوسری مرتبہ نبی زادیاں اور علیؑ و فاطمہؑ کی بیٹیاں جب شام جانے لگیں تو زندان سے نکلیں اور اسیر ہو کر شام کو روانہ ہوئیں اس وقت تماشائیوں کا ہجوم تھا اور زینبؑ و ام کلثومؑ کے لیے یہ خواری و ذلت سلعنا تھا۔

اسیران اہلبیتؑ اطہار کی کوفہ سے شام کو روانگی

شیخ طریحی نے اپنی کتاب منتخب میں تحریر فرمایا ہے کہ جب ابن زیاد ملعون نے اسیروں کو شام بھیجنے کا ارادہ کیا۔ اسیر زندان کوفہ سے باہر آئے اور ابن زیاد بدنہاد نے شمر ولد الحرام، شیث بن ربعی، اور عمرو بن الحجاج ملعون کو قافلہ کے ساتھ روانہ کیا۔ مصیبتوں سے دوچار ہوتا ہوا دمشق پہنچا تو شمر ولد الحرام نے حکم دیا کہ ابن زیاد چاہتا ہے کہ شام کے ہر شہری کو چاہیئے کہ اہلحرم اور سرہائے شہداء کے داخل دمشق ہونے کی ایک دوسرے کو خبر کرے تاکہ اسیری اہلبیتؑ کی سب کو خبر ہو جائے۔

مقتل ابی مخنف میں ہے کہ ابن زیاد ملعون نے دو ہزار کی جمعیت شمر ولد الحرام اور عمر بن حجاج وغیرہ کے ساتھ روانہ کی تھی۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ پانچ ہزار کی جمعیت تھی اور سر بریدۂ امام حسینؑ پر نگرانی کے لیے چالیس افراد مقرر کیے تھے۔ بعض کتب میں ہے کہ پچاس افراد مقرر کئے تھے اور سر مبارک ایک صندوق میں تھا۔ اور باقی شہداء کے سرہا مبارک دوسرے صندوقوں میں بند تھے۔ ابن زیاد ملعون نے حکم دیا تھا کہ سر امام حسینؑ راستہ میں نہ نکالا جائے بلکہ دمشق پہنچ کر سر حسینؑ نکالا جائے۔

شیخ فخر الدین کی کتاب منتخب، مقتل ابی مخنف، تبر مذاب وغیرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب داخل دمشق ہوئے ہیں تو سید سجادؑ زنجیریں پہنے ہوئے تھے۔ اور اسیران بلا بے کجاوہ اونٹوں پر سوار تھے۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ سہل کہتا ہے کہ میں جیسے ہی دیکھا کہ اسیروں کا قافلہ اور سر بریدۂ امام حسینؑ شام روانہ ہونے والا ہے۔ جمعیت رائ علی المیسرۃ معھم۔ میں نے مصمم ارادہ کیا کہ ان کے ساتھ شام جاؤں۔ میں نے ہزار دینار اور ہزار درہم جمع کئے اور اس قوم کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ کوفہ سے روانہ ہونے کے بعد پہلی منزل قادسیہ ہے جہاں قافلہ والے منزل کرتے ہیں یعنی قیام کرتے ہیں۔ ہر شخص سایہ دار جگہ میں قیام کرتا ہے خیمہ نصب کئے جاتے ہیں مگر اسیران اہلبیتؑ زمین پر بیٹھے رہے نہ خیمہ۔ نہ سائبان۔ نہ ان کے سروں پر چادریں تھیں۔ اسیران حلقہ بنائے ہوئے تھے جیسے کوئی ماتمی حلقہ ہوتا ہے ان کے درمیان نوحہ کی آواز بلند ہو رہی تھی۔

شیخ اپنی کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ لشکر ابن زیاد نے اسیروں کے ہمراہ پہلی منزل میں قیام کیا تو سرہائے شہداء کو اپنے سامنے رکھا اور اسیروں کو ایک گوشہ

میں جگہ دی اور بروایت ہاتھ نمودار ہوا اور یہ اشعار خون سے دیوار پر رقم ہو گئے ؎

اترجوا امۃ قتلت حسینا — شفاعۃ جدہ یوم الحساب
فلا واللہ لیس لھم شفیع — وھم یوم القیمۃ فی العذاب

کیا وہ اُمّت حسینؑ کے نانا سے شفاعت کی امید رکھ سکتی ہے کہ جس نے حسینؑ کو قتل کیا۔ خدائے ذوالجلال کی قسم ایسے لوگوں کے لیے شفاعت رسولؐ خدا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ قاتلان حسینؑ کے لیے اور جو اس قتل پر راضی ہیں ان کے لیے قیامت میں دائمی عذاب ہے۔ وہ لوگ عذاب میں رہیں گے جب لشکر ابن زیاد نے یہ اشعار دست غیبی سے دیوار پر لکھے ہوئے دیکھے تو لشکر والوں کو خوف محسوس ہوا۔ اور جب لشکر ابن زیاد اسیروں کا قافلہ کر پہلی منزل سے روانہ ہوا تو ہاتف غیبی کی یہ آواز سن (آواز آرہی تھی مگر آواز دینے والا نظر نہیں آرہا تھا) ؎

ماذا تقولون اذ قال النبی لکم — ماذا فعلتم وانتم اخر الامم
بعترتی وباھلی عند مفتقدی — منھما ساری ومنھم ضرجوا بدم

علامہ مجلسیؒ نے ان اشعار کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ یہ اشعار منزل اوّل ہی میں لکھے ہوئے دیکھے گئے اور اس کے بعد ملائکہ کے نوحہ کی آواز سنی گئی کہ وہ نوحہ کر رہے تھے ؎

ایھا القاتلون جھلا حسینا — ابشروا بالعذاب والتنکیل

یعنی اے قوم نابکار تم نے حسینؑ کو قتل کیا تم عذاب دردناک کی بشارت ہو۔ (از مترجم حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے بعد اس قسم کی غیبی اشعار لکھے ہوئے

دیکھتے گئے اور صدائیں سنی گئیں کہ جن میں انجام قاتلان امام حسینؑ کی خبر ہے۔ مگر پھر بھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ قاتلان حسینؑ اگر توبہ کرلیں تو ان کی نجات ہو سکتی ہے حالانکہ قتل امام وقوع پذیر ہوتے ہی قاتل عذاب کا مستحق ہے)

حکایت جناب فضہؑ اور غذاء بہشتی

مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ ارباب مقاتل نے کوئی ایسی خبر نہیں دی ہے کہ راہ شام میں کسی منزل میں بھی اہلبیتؑ طاہرین کو لشکریان یزید نے غذا و طعام خاطر خواہ فراہم کیا ہو۔ اور اگر آب و غذا فراہم بھی کی ہے تو وہ کافی نہ تھی۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے منہال بن عمرو کوفی سے فرمایا واللہ الی الآن ماشبعت بطونھن ولا اکسین رؤسھن یعنی کہ اسیروں کو شکم سیر ہو کر کھانا نہیں ملا۔ اور اہلبیتؑ نے اپنے سروں میں کنگی بھی نہیں کی ہے مگر یہ کہ فضہ کی درخواست پر غذاء بہشتی جو فضہ نے اہلبیتؑ طاہرین کے لیے پیش کی تھی۔ اس غذائے بہشتی کی حکایت یہ ہے کہ کتاب مصابیح القلوب میں ہے کہ شب ہائے رمضان المبارک میں سے ایک شب حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے حضرت رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدعو کیا اور عرض کیا کہ آپ ہمارے ساتھ روزہ افطار فرمائیں۔ آنحضرتؐ نے شرف قبولیت بخشا اور وقت افطار تشریف لائے اور علیؑ و فاطمہؑ حسن و حسینؑ کے ساتھ روزہ افطار فرمایا۔ دوسری شب مخدومہ کونین جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں دعوت افطار صوم دی آنحضرتؐ نے قبول فرمایا اور وقت افطار صوم تشریف لائے اور سب کے ساتھ روزہ افطار فرمایا۔ اسی

طرح امام حسن مجتبےٰ اور امام حسینؑ نے آپ کو افطار صوم فرمایا۔ آج سیدہ عالم کا گھر قاب قوسین اوادنیٰ کا منظر پیش کر رہا تھا کہ شب معراج اللہ نے اپنے حبیبؐ کو بلایا اور یہاں علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ نے دعوت دی معراج میں رسولؐ خدا نے جنت کا سیب نوش فرمایا تو یہاں بھی جنت سے طعام آگیا ہوا یہ کہ حسنینؑ شریفین کے بعد فضہؑ کنیز فاطمہؑ زہرا نے دعوت افطار صوم دی مگر اس دعوت کا ذکر گھر میں نہیں کیا اور اُدھر آنحضرتؐ بھی نماز سے فارغ ہو کر اپنے گھر تشریف لے جانے لگے تو جبرئیل نازل ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کی فضہ نے مدعو کیا تھا وہاں تشریف لے جائیے اللہ اکبر یہ ہے منزلت فضہؑ پس آنحضرتؐ تشریف لائے سیدہ عالم تعظیم بجا لائیں۔ علیؑ اور حسنینؑ ذوالقرنین سلام بجا لائے جناب سیدۂ عالم نے بصد ادب عرض کیا بابا یہ آپ ہی کا گھر ہے مگر آج کس لیے تشریف لائے ہیں فرمایا کہ اے سیدہ آج ہمیں تمہاری کنیز فضہ نے مدعو کیا ہے۔ سیدہؑ نے کچھ جواب نہ دیا اہلبیتؑ کے گھر آج افطار صوم کا کوئی خاص اہتمام نہیں تھا حضرت امیر المومنین نے فضہؑ سے فرمایا کہ اے فضہ تم نے ہمیں خبر کیوں نہ کی تاکہ کچھ انتظام ہو سکتا فضہؑ نے کہا اے امیر المومنین میں کنیز فاطمہؑ زہرا ہوں جو سیدۃ نساء العالمین ہیں جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ خاتون جنت ہیں اللہ خود انتظام فرمائے گا یہ کہہ کر آپ حجرہ میں گئیں اور خداوند عالم کی بارگاہ میں یہ عرض کیا کہ میں نے تیرے حبیبؐ کو دعوت افطار صوم دی ہے اور میں تیرے نبیؐ کی بیٹی کی کنیز ہوں پس ابھی معروضہ فضہؑ ختم نہیں ہوا تھا کہ رضوان جنت طعام بہشتی لے کر نازل ہوا۔ فضہ وہ خوان نعمت بلکہ حاضر خدمت رسولؐ خدا ہوئیں کیونکہ آج فضہ کو اپنے مقدر پر ناز تھا کہ سیدہ

کی کنیز ہوں اور طعام جنت میری درخواست پر آ گیا۔ پنجتن پاک نے نوش فرمایا۔

جناب فضہ نے محرمؑ کی گیارہویں شب یا سفر شام میں جب بچوں اور عورتوں کو بھوک و پیاس کی وجہ سے قریب بہ ہلاکت دیکھا تو آپ نے غم حسینؑ میں اشک ریزی کرتے ہوئے خدا سے عرض کیا پالنے والے تو علیم ہے کہ اہلحرم حسینؑ پر کیسی مصیبت کا وقت ہے۔ پالنے والے یہاں نہ پانی ہے اور نہ کھانا۔ ظالموں نے تیرے حبیبؐ کی عترت پر کھانا پانی بند کر دیا ہے پروردگارا ہے

توئی یاری رس فریاد ہر کس　　بفریاد یتیمان حسینؑ رس
بحق این غریبان سر راہ　　بہ تسلیم اسیران دل آگاہ
بحق این زنان دل شکستہ　　بحق آن شہ درخون نشستہ
بہر طاعت کہ نزد تو ثواب ست　　بہر دعوت کہ پیشت مستجاب ست
من بیکس در این درگہ غبارم　　ازاین افزون دگر طاقت ندارم
کہ یتیم دختران شاہ مردان　　گرسنہ تشنہ ماندہ در بیابان
زجوع دور عطش آل پیغمبرؐ　　بشل مختصر باشند یک سر
بانعام خود ای فرد یگانہ　　طعامی بہر ایشان کن روانہ
چو این خواہش برآورد از دل پاک　　بسان اشک خود غلطیدہ بر خاک
جبین بر خاک بودش تاکہ از غیب　　بیامد نعمتی از سر لاریب

ہمایوں سفرہ پر از ہمہ چیز
ظروف از ہر موائد بود لبریز

زجا برخاست فضہ با دل شاد　　بیامد خدمت بیمار سجادؑ
نہادہ آن سفرہ را در نزد آن شاہ　　بگفت ای نکتہ من کنت مولاہ
خلائق ریزہ خوار خوان جودت　　دو گیتی آفریدہ از وجودت
ز مطبخ خانہ تان یعنی ز جنت　　رسیدہ این غذا بیمزد و منت
چو آوردہ کنیز آستانست　　قبولش کن فدای جسم جانت
ز جوئی دیدہ زین العابدین اشک　　روان نمود بر رخسارہ چوں اشک
بگفت ای فضہ فکر تازہ کردی　　بطفلان رحم بی اندازہ کردی
نہ من درماندہ بہر نان و آبم　　ز بہر باب خود من دل کبابم
بزنجیر گلویم کن نظارہ　　بیا این حلقہ را بنما شمارہ
چو فضہ چشم بر زنجیر انداخت　　بہر حلقہ بہشت خرمی یافت
کہ در ہر جنتی چندین قصور است　　بہر قصری ہزاران قصر حور است
ببالائی سر ہر حور رعنا　　بود خوانی پر از نعمت مہیا
ہمہ استادہ اندر انتظار اند　　کو تا گوید بیاد در جملہ آرند
چو فضہ دید این واپس روان شد　　ز جان فضہ ہم تاب و توان شد
علی ابن الحسینؑ فرمودہ ز احسان　　بیا بردار ای فضہ تو این خوان
ببر نزدیک زینبؑ عمہ من　　جگر از خون لبالب عمہ من
بگوای عمہ زین خوان خداداد　　بدہ بر کس کہ میبائد باو داد

بخوان این قصہ را ای صدر بیقدر
امام چار مین بدہد ترا اجر

ماحصل اشعار یہ ہے کہ فضہ نے بارگاہ خداوند عالم میں عرض کیا۔ پروردگارا تو ہی

فریادیوں کی فریاد سننے والا ہے حسین مظلوم کے یتیموں کی فریاد سن لے۔ تجھے ان غریبوں کا جو تیری راہ میں سفر شام طے کر رہے ہیں علم ہے اور تو ان اسیروں کے دل سے آگاہی رکھتا ہے یہ تیری اطاعت میں سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں تجھ کو ان بیکس عورتوں کے حق کا واسطہ کو جو حسین مظلوم کے سوگ میں بیٹھی ہیں اطاعت گزار کو تیری بارگاہ سے ثواب ملتا ہے اور دعا تیری ہی جناب سے مستجاب ہوتی ہے میں اس سفر شام کی گرد و غبار میں مبتلا ہوں بیکس ہوں مسافر ہوں اور کوئی طاقت نہیں رکھتی ہوں میں دیکھ رہی ہوں کہ علی مرتضیٰ کی بیٹیاں بھوکی و پیاسی ہیں۔ ان پر بھوک و پیاس کی وجہ سے احتضار کا عالم جیسا طاری ہے تو اپنے لطف و کرم سے انعام عطا کر اور ان بیکسوں کے لیے طعام نازل فرما۔ پس جیسے ہی یہ خواہش جناب فضہ کے دل میں دعا بن کر آئی اور اس کی آنکھوں سے اشک زمین پر گرے، پیشانی جھکائی اور غیب سے نعمت کا نزول ہوا اور مسافرت کا توشہ دان طعام گوناگون سے لبریز ہو گیا۔ فضہ خوشی خوشی حضرت سید سجادؑ کی خدمت میں وہ طعام بہشتی لے کر حاضر ہوئیں اور عرض کیا اے مولا یہ طعام بہشتی حاضر ہے۔ اور اے مولا آپ ہی کی ذات اقدس کے صدقہ میں کائنات میں رزق جاری و ساری ہے۔ یہ طعام جنت مجھے کسی مزدوری کے عوض نہیں ملا بلکہ یہ تو آپ ہی کے کرم کی ایک دلیل ہے۔ سید سجادؑ نے دیکھا مگر آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ فرمایا اے فضہ تم نے بچوں پر رحم کیا۔ لیکن اے فضہ ہم مجبور تو نہیں میں ذرا میری زنجیر کے حلقوں کو دیکھو۔ اب جو فضہ نے نظر کی دیکھا کہ ہر حلقۂ زنجیر میں قصر جنت حوریں نعمتیں تازہ تازہ موجود ہیں پس جیسے ہی فضہ نے یہ نظارہ دیکھا فضہ حیران تھی کہ سید سجادؑ نے

فرمایا کہ اے فضہ حیران نہ ہو ہمیں تمہاری خاطر منظور ہے اپنے اس طعام بہشتی کو میری پھوپھی زینبؑ کے پاس لے جاؤ وہ سب میں تقسیم کریں گی۔ جناب زینب خاتون نے سب میں وہ طعام تقسیم کیا۔ گویا یہ پہلی نذر حسینؑ شہیدان کربلا تھی جو راہ شام میں تقسیم ہوئے۔ صدر عالیقدر یعنی مؤلف کتاب نے یہ واقعہ نظم کیا ہے مرحوم کی دلی آواز ہے کہ اس کا صلہ ان کو حضرت امام چہارم زین العابدین علیہ السلام سے ملے گا اور مل کر رہے گا۔

واقعات منازل راہ شام اور مصائب اہلبیتؑ

اظہار

کوفہ سے شام روانہ ہونے بعد اسیروں کے قافلہ منزل بمنزل قیام کیا۔ پہلی منزل قادسیہ ہے کہ جہاں یہ قافلہ لشکر ابن زیاد کے ساتھ ٹھہرا۔ قال ابو مخنف و اساری بالرؤس الی شرق الحصاصة ثم عبروا تکریت یعنی کہ حصاصہ کے مشرقی طرف اسیر اور سرہائے شہداء منزل قادسیہ سے روانہ ہوئے اور شہر تکریت کو پار کرنے والے تھے کہ عامل شہر کو نامہ لکھا کہ پوری شان و شوکت کے ساتھ ہمارے استقبال کو پہنچو اور طعام و غذا ہمراہ لاؤ۔ ہمارے ساتھ سرہائے شہدائے کربلا اور امام حسینؑ کا سر بریدہ ہے اور ان کے اہل حرم اسیر کر کے دمشق لے جا رہے ہیں اور لوگوں میں یہ تاثر دیا کہ یہ سر مبارک معاذ اللہ ایک خارجی کا سر ہے۔ اتفاقاً اس مجمع میں ایک نصرانی شخص میں موجود تھا وہ ملت ترسا پر تھا مگر آئین مسیحا پر عمل پیرا تھا۔ کوفہ سے شہر کریت وارد ہوا تھا۔ اس نے کہا۔ ویلکم انی کنت فی الکوفة۔ کہ میں کوفہ میں تھا اور در کوفہ کے نزدیک

کھڑا تھا میں اس سر مبارک کے نام سے واقف نہ تھا مجھے بتلایا کہ یہ سر حسینؑ ابن علیؑ ہے اور علی مدتوں تک کوفہ میں سلطنت رکھتے تھے۔ اس سر بریدہ کی ماں فاطمہؑ زہرا ہیں جو کہ رسولؐ خدا کی دختر ہیں اس سر بریدہ کے نانا حضرت محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں پس جیسے ہی اس جمعیت مردم نے نصرانی سے یہ باتیں سنی تو بحر فکر میں ڈوب گئے اور سوچنے لگے کہ پھر یہ تو خارجی کا سر نہیں ہے۔ پس اس نصرانی نے کریت شہر میں اپنے ناقوس بجائے اور اپنی قوم کو آگاہ کیا کہ یہ سر بریدہ رسول اسلام کے نواسہ کا ہے پھر ان نصرانیوں نے قاتلان امام حسینؑ پر نفرین و لعنت کی۔ وہاں کے لوگ آمادہ شورش ہوئے اور لشکر ابن زیاد شہر میں داخل نہ ہو سکا وہاں سے روانہ ہوئے اور اعشا پہنچے مگر وہاں منزل نہیں کی اور روانہ ہوئے اور عروہ کی منزل کو بھی پار کرتے ہوئے منزل صلیتا پہنچے یہاں بھی قیام نہیں کیا اور وادی النخلہ پہنچے اور ایک رات یہاں پر بسر کی۔ واہ مصیبتاہ راستہ بھر کسی نے اسیروں کے حال زار پہ توجہ نہ کی۔ ابی مخنف لکھتا ہے کہ جب لشکر والوں نے وادی النخلہ میں قیام کیا

فنزلوا لیلا فیھا وباتوا فسمعوا بکاء الحق علی الحسین ومن بطمئن الخدام دوقیان

اس وادی میں جنات کے نوحہ کی آواز سنی گئی۔ شیخ فخر الدین طریحی اپنی کتاب منتخب میں نقل کرتے ہیں کہ رات کو جب کہ اہلحرم وادی النخلہ میں تھے جنات کی عورتوں کے نوحہ وزاری کی آواز سنی گئی۔ لیکن جب لشکر ابن زیاد نے یہ نوحہ سنا تو فوراً وہاں سے کوچ کیا۔ اور پھر لشکر اور قافلہ ارمیا پہنچا۔ اور قدرے قیام کرنے کے بعد لینا پہنچا اس شہر کی آبادی قریب قریب اسقدر تھی کہ جتنی آبادی مدینہ کی ہے۔ یہاں سے مرشاد پہنچے۔

شیخ طریحی لکھتے ہیں کہ اہلبیتؑ کو مرشاد لے گئے۔ اور بقول ابی مخنف اہلبیتؑ کو لبتا لے گئے بہر حال کوئی بھی منزل ہو اہلبیتؑ وہاں گئے۔ اس شہر کی جمعیت باہر نکل آئی۔ اور تمام مرد و زن بچے بوڑھے جوان باہر آگئے اور جب ان کی نظر سر مطہر امام حسین پر پڑی انہوں نے بیساختہ قاتلان امام حسینؑ پر لعنت کی۔ اور قاتلوں کو سخت و سست کہا اور امام مظلوم پر گریہ وزاری کیا۔ اور کہنے لگے کہ یا قتلۃ اولاد الانبیآء اخرجوا من بلدنا اے قاتلان اولاد نبی ہمارے شہر سے نکل جاؤ جب لشکر بے حیا نے یہ سنا اس شہر کو تباہ برباد کر دیا۔ اور رحلوا من لبتا اس جگہ سے کوچ کیا۔ وسار و احق وصلوا الی الکحیلۃ لشکر ابن زیاد منزل کحیلہ پہنچا اور شہر کے رئیس کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ استقبال کے لیے آئے اور طعام و غذا کا انتظام کرے اور کہا کہ ہم سر امام حسینؑ ساتھ لائے ہیں۔ اور اب بسوئے شام جا رہے ہیں کہ یزید کو سر امام حسینؑ پیش کریں چنانچہ عامل شہر نے ایک جم غفیر کے ساتھ استقبال کیا۔ شہر کو آراستہ کیا۔ لوگ چاروں طرف سے جمع ہونے شروع ہو گئے۔ لیکن ہر ایک شخص آپس میں ایک دوسرے سے دریافت کرتا تھا کہ یہ استقبال کیسا ہے کیا خبر ہے۔ لیکن حقائق پر پردہ ڈالا جاتا تھا اور لوگ کہتے تھے کہ معاذ اللہ یہ ایک خارجی کا سر ہے۔ اس گروہ مردماں میں ایک شخص نے کہا وائے ہو تم پر یہ خارجی کا سر نہیں ہے بلکہ یہ تو حسین ابن علیؑ کا سر بریدہ ہے اس قوم جفا کار نے حسین کو کربلا میں شہید کر دیا ہے اور اب سر حسینؑ لے کر شام جا رہے ہیں جب عام لوگوں نے یہ سنا کہرام برپا ہو گیا واحسیناہ کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ گریہ وزاری کی آواز فلک تک جانے لگی چنانچہ اس شہر کے چار ہزار سواروں نے آپس میں عہد

کیا کہ سپاہ ابن زیاد تو ہم قتل کریں گے اسیروں کو ان سے نجات دلائیں گے اور سرہاء شہداء لے لیں گے۔ لیکن یہ خبر جاسوسوں کے ذریعہ لشکر ابن زیاد کو ہو گئی کہ جماعت اوس و خزرج کے چار ہزار سوار عازم جنگ ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ اسیروں کو رہا کرایا جائے۔ چنانچہ لشکر ابن زیاد نے بڑی تیزی کے ساتھ وہاں سے کوچ کیا اور منزل جہنیہ پہنچے وہاں کے عامل کو اپنی آمد کی خبر بھیجی۔ استقبال کی خواہش ظاہر کی۔ لیکن جب شہر والوں کو معلوم ہوا کہ اہلحرم حسینؑ کو قیدی بنا کر لائے ہیں اور سر امام حسینؑ بھی ہمراہ ہے کہ دربار یزید میں پیش کریں۔ تیس ہزار کی جمعیت نے شور برپا کیا کہ اسیروں کو رہا کرائیں لیکن لشکر ابن زیاد نے ان کے حملہ سے پہلے ہی وہاں سے کوچ کیا۔

مؤلف کتاب تحریر کرتے ہیں کہ یہ واقعہ دو منزلوں کے ساتھ یعنی منزل کحیل اور منزل جہنیہ کے ساتھ مشہور ہے بہر حال ایسا واقعہ ضرور ہوا ہے تو وہ کسی منزل میں پیش آیا ہو۔ روضۃ الشہداء میں اس واقعہ کو شہر موصل کا بیان کیا گیا ہے۔ واقعہ منزل موصل یہ ہے کہ جب لشکر ابن زیاد شہر موصل کے نزدیک پہنچا اور حسب دستور وہاں کے عامل سے استقبال کی خواہش ظاہر کی تو عامل شہر موصل نے عمائدین شہر کو جمع کیا اور واقعہ بیان کیا کہ لشکر ابن زیاد سر بریدہ امام حسینؑ اور ان کے اہلحرم کو اسیر کر کے شام لے جا رہے ہیں اور ہم سے استقبال کے لیے کہا ہے لیکن اے موصل کے باشندو! ہم اصلاً استقبال کریں گے اور نہ اپنے شہر سے نے دیں گے کیونکہ یہ کام ہمارے لیے قیامت تک باعث ننگ و عار ہے۔ اس پر حاضرین نے کہا اے امیر تم کو خدائے تعالیٰ خیر عطا کرے۔ لازلت امیرا ناصحا مشفقا یعنی کہ اے امیر تم ہم پر ہمیشہ

مہربان رہے ہو۔ اور ہم آپ کی اطاعت کرتے رہیں۔ ہم نہ ان لوگوں استقبال کریں گے اور نہ ہی لشکر ابن زیاد کو اپنے شہر موصل سے گزرنے دیں گے۔ پس عامل موصل نے لشکر ابن زیاد کو اپنے عوام کی طرف سے یہ پیغام بھیج دیا کہ ہم ہرگز استقبال نہیں کریں گے اور نہ تم لوگوں کو ہمارے شہر سے گزرنے کی اجازت ہے البتہ طعام و غذا ارسال ہے۔

غم امام حسین علیہ السلام میں جمادات و حیوانات کا آنسو بہانا

جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ شہر موصل کے باشندوں نے اپنے امیر کے ذریعہ لشکر ابن زیاد کو پیغام بھیج دیا کہ ہم لوگ استقبال ہرگز نہیں کریں گے اور نہ ہمارے شہر سے گزرنے کی اجازت ہے جب یہ پیغام لشکر ابن زیاد کو ملا تو وہ ملعون بہت برہم ہوئے اور شہر موصل کے پشت کی جانب تقریباً ایک فرسخ کے فاصلہ پر لشکریوں نے منزل کی۔ اور سر بریدہ امام حسین علیہ السلام کو نیزہ سے آتارا۔ وہاں پر ایک بڑا پتھر تھا اس پر سر مبارک سے ایک قطرۂ خون گرا اور پتھر میں جذب ہو گیا۔ اور بعدہٗ ہر سال بروز عاشورا محرّم اس پتھر سے خون تازہ جوش زن ہوتا تھا اس کی شہرت دور دور تک ہوئی اور محبّان امام حسینؑ ہر سال زیارت کے لیے آتے تھے ماتم حسینؑ ہوتا تھا۔ گریہ و زاری اور نوحہ و سینہ کوبی ہوتی تھی۔ عبدالملک مروان ملعون نے اپنے عہد حکومت میں اس پتھر کو وہاں سے دوسری جگہ منتقل کرا دیا۔ مگر پھر بھی مومنین کرام روز عاشورا محرّم اس جگہ جمع ہوتے تھے اور

عزاداری کے مراسم انجام دیتے تھے اہل موصل نے اس جگہ ایک قبہ تعمیر کیا اور اس جگہ کا نام مشہد النقطہ قرار دیا اور اس طرح موصل شہر میں عزاء سبط رسول الثقلین جاری ہوئی۔

مؤلف کتاب ھذا تحریر فرماتے ہیں کہ پتھر سے خون تازہ ظاہر ہونا کوئی عجیب بات نہیں ہے قزوین شہر کے نشیبی علاقہ میں ایک بہت پرانا درخت ہے کہ برسوں سے روز عاشوراء محرم بوقت ظہر اس درخت سے ایک نالہ کرنے کی آواز پیدا ہوتی ہے۔ اور اس کی شاخوں سے خون تازہ ٹپکتا ہے یہ حالت گیارہویں شب محرم ختم ہوجاتی ہے قزوین اور اس کے چاروں طرف کے مومنین و مومنات جمع ہوتے ہیں اور حسینؑ غریب کی عزاداری کرتے ہیں۔

یہ بھی وارد ہوا ہے کہ شہر روم کے بعض علاقہ میں ایک شیر جو پتھر سے تراشا ہوا ہے اس شیر کی دونوں آنکھوں سے ہر سال روز عاشوراء محرم چشمۂ آب رواں ہوتا ہے اور مومنین حضرت امام حسینؑ کی تشنگی یاد کر کے گریہ و ماتم کرتے ہیں قاتلان امام حسینؑ پر لعنت بھیجتے ہیں۔ سلام اللہ علی الحسین و اصحابہ لعنۃ اللہ علی قاتل الحسین و اعدائہ۔ کتاب الریاض میں ہے کہ ایک مولائی اور محب اہلبیتؑ طاہرین کہتا ہے کہ میں شہر موصل میں تھا کہ ایک روز میں اپنی منزل سے باہر نکلا۔ فضاء شہر شور و غلغلہ سے پُر تھی۔ میں نے کسی سے سوال کیا کہ خیر تو ہے۔ اس نے کہا کہ امام حسینؑ کے اہلحرم کو لشکر ابن زیاد اسیر کر کے لایا ہے اور اسیروں کو لے کر دمشق جا رہا ہے۔ اسیروں کے ہمراہ شہداء کے سرہاء مبارکہ بھی ہیں اور لشکر ابن زیاد ہمارے شہر سے گزرے گا وہ دوستدار اہلبیتؑ کہتا ہے کہ میں نے خیال کیا کہ جا کر دیکھو کہ یہ خبر صحیح ہے یا غلط۔ جیسے ہی میں لشکر

کی طرف گیا تو قیامت نگاہ کے سامنے آگئی مخدرات عصمت و طہارت برہنہ سر قیدی بنی ہوئی تھیں۔ اور حضرت امام زین العابدین طوق و زنجیر سے ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ ؎

سرہای شہیدان بسر نیزۂ اعدا ۔ خونین ہمہ چون دستہ گل باخطر عنا
پیوستہ زبان سینہ زنان با دل خونین ۔ بستہ بطنابی ہمہ چون عقد ثریا

بیمار بہ تن پیرہنی داشت ز آہن
آنکش بزمین میشد و آہش سوی بالا

شہیدان کربلا کے سرہاء بریدہ نیزوں پہ بلند تھے۔ اور خون میں رنگے ہوئے تھے جیسے سرخ پھولوں کا گلدستہ ہوتا ہے۔ عورات اور بچے سینہ کوبی کر رہے تھے اور اسیروں کو طناب سے باندھا تھا۔ اور سید سجادؑ آہنی پیراہن میں تھے یعنی زنجیر، طوق اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں۔ آنسو زمین میں گر رہے تھے اور وہ سوزاں فلک پر جاری تھی اور لشکر کے لوگ عیش و عشرت میں مشغول تھے۔ یہ دیکھ کر میں رونے لگا۔ اور مجھے گریہ و بکا کرتے ہوئے نیند آگئی عالم خواب میں دیکھا کہ عورتوں کا ایک ہجوم ہے اور سر امام حسینؑ درمیان میں رکھا ہوا ہے کہ نورانی بی بی آئیں ان کے پاس دو حُلّہ تھے ایک سبز رنگ کا اور دوسرا خون آلود پیراہن حسینؑ تھا۔ تیروں سے چھلنی ہو گیا تھا۔ میں نے کسی کنیز سے سوال کیا کہ یہ کون بی بی ہیں اس نے کہا کہ یہ فاطمہ زہراؑ ہیں اور باقی دوسری خواتین انبیاء ہیں اور حوریں ہیں اور آپ فرما رہی ہیں ولدی الحسینؑ اے بیٹا حسینؑ تجھے اعداء دین نے قتل کر دیا۔ اور تیرا سر بریدہ شام لیجا رہے ہیں اس وقت گریہ و بکا کا ایک ایسا عالم تھا کہ زمین میں لرزہ تھا ؎

ہنوز فاطمہؑ اندر بہشت با دلِ خونین
برائے نورِ دو چشماں خود عزادار است

یعنی کہ خاتونِ جنت۔ جنت میں اپنے دونوں بیٹوں حسنؑ و حسینؑ کی عزادار ہیں۔
پس اے شیعو تم بھی عزاداری امام حسین قائم کرو۔

شاعر علوی زادہ کا خواب میں حضرت فاطمہ زہراؑ کا نوحہ سننا

مؤلف کتاب ھٰذا فرماتے ہیں کہ شاعر علوی زادہ کی خواب کا کتاب حدیقۃ الشہداء اور مخزن البکاء باختلاف جزئی ذکر کیا گیا ہے اور المخزن میں بھی مسطور ہے۔ علوی زادہ صاحب ایک معزز گھرانے کی فرد ہیں انہیں شروع جوانی ہی سے نوحہ و سلام اور مرثیہ سرائی کا شوق تھا گویا کہ علوی زادہ صاحب سرشار ولائے مرتضویؑ تھے۔ مجالس عزا میں پابندی اور شوق کے ساتھ شریک ہونا ان کا شعار تھا۔ ایک شب نوحہ خوانی اور گریہ و بکا کے بعد علوی زادہ صاحب نے خواب دیکھا کہ وہ ایک عظیم الشان سرسبز و شاداب پُر از میوہ جات باغ میں ہیں لیکن وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ یہ باغ کس کا ہے۔ باغ میں ایک چھوٹی سی نہر جاری ہے اس کے نزدیک یہ بیٹھ گئے دیکھا کہ ایک خاتون نہایت جلیل القدر تشریف فرما ہیں آہ سوزان بھر رہی ہیں اور آنکھوں سے آنسو رواں ہیں میں ان سے مرعوب ہو کر ایک درخت کی آڑ میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ وہ مخدومہ فرما رہی تھیں کہ اے میرے فرزند تو نے اعداء دین پر اپنا حسب و نسب کیوں ظاہر نہیں کیا ہو سکتا

ہے کہ اعداء دین پہچاننے کے بعد تجھے قتل نہ کرتے میں نے یہ سنا اور فوراً ہی ایک دوسری طرف سے آواز آئی کہ اے مادر گرامی میں نے ان پر اپنا حسب و نسب ظاہر کیا میں نے کہا کہ میں پسر فاطمہؑ ہوں، میں پسر علی مرتضیٰ ہوں میں تمہارے نبیؐ کا نواسہ ہوں۔ لیکن کسی نے کوئی توجہ نہیں کی۔ اور اے اماں جان دشمنوں نے میری لاش پر گھوڑے دوڑا رہے۔ اس وقت جب مجھے یقین ہو گیا کہ یہ خاتون مخدومہ فاطمہ زہراؑ ہیں جو میری بھی جدہ ہیں اور وہ حسینؑ ہیں جو جد ہیں۔ میں آگے بڑھا اور سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا اور فرمایا کہ اے فلاں شخص یہ حسینؑ ہے کہ جن کی تو عزاداری قائم کرتا ہے۔ نوحہ پڑھتا ہے گریہ و بکا کرتا ہے۔ تو نے میرا حق ادا کیا۔ خدا و رسول تجھ سے خوشنود ہیں اور اے علوی زادہ حسینؑ کو کربلا میں شہید کیا۔ انگشتری کی خاطر انگشت مبارک کاٹی۔ پائمال سم اسپان کیا پس اس وقت پورا باغ۔ عزا خانۂ سید الشہداء بنا ہوا تھا۔ میں نے پھر عرض کیا اے سیدہ عالمین اے جدہ ماجدہ میرے والد بزرگوار مشہور و معروف شاعر اہلبیتؑ تھے اور مصائب اہلبیتؑ نظم کرتے تھے۔ آیا ان کی مدح اور نوحہ کہنا آپ نے قبول فرمایا ہے سیدہ عالمین نے فرمایا کہ ہاں تیرا اور تیرے پدر کا کلام ہے۔ اس وقت سیدہ عالم نے مندرجہ ذیل اشعار مجھے تلقین کئے ؎

بنت النبی رسول اللہ فاطمۃ	بکت الا وا حسینا ہ الا وا ولدی
رتبہ وھجرت الغمر ساھرۃ	فراح عنی دخلی النار فی کبدی
ما در شمر اجعد السیف یذبحہ	بارض الطفوف فی الرمضا فی کمدی
حین ضاقت علیک الارض بحسمھا	وجئت الی کربلا اللذ یحزیا سندی
یا لیتنی کان شمر الرجس یذبحنی	او یترک السبط احیاء ذاک مقصدی

از مؤلف کتاب ہے

خاتون جنان جناب زہرا ‏ ‏ پارۂ جگر رسول بطحاء
بنشستہ بباغ در لب جوی ‏ ‏ میبود حسین تشنہ لب جوی
میگفت حسینم ای حسینم ‏ ‏ ای میوۂ قلب نور عینم
تا بستر تو بخاک دیدم ‏ ‏ من نیز ہماں زمین گزیدم
جسمت چو در آفتاب دیدم ‏ ‏ سوزش بدل خراب دیدم
ہر تیر کہ بر سر تو آید ‏ ‏ بر دیدۂ مادر تو آید
برگوی بزینبؑ غمینم ‏ ‏ و آن دختر مضطر و حزینم
منزل بکدام خار دارد ‏ ‏ بستر بکدام خارہ دارد

زارم ز غمش عظیم زارم
ای وای کہ دست رس ندارم

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ خاتون جنت جناب فاطمۂ زہراؑ پارہ جگر رسولؐ خدا ایک باغ میں لب جو بیٹھی ہوئی حسینؑ کو رو رہی ہیں زبان پر ہائے حسینؑ ہائے حسین ہائے جاری ہے۔ فرماتی ہیں ہائے میرے میوہ دل اور میری آنکھوں کے نور۔ میں تیرا بستر خاک پر دیکھتی ہوں۔ تو نے اے حسینؑ زمین کو پسند کر لیا ہے اے حسینؑ تمہارا جسم نازنین دھوپ میں پڑا ہے اور میرا دل یہ دیکھ کر جل رہا ہے۔ ہر وہ تیر کہ جو دشمن کی طرف سے تجھ پر آیا وہ مجھ کو کھ جلی ماں کی آنکھوں پہ لگا۔ اے حسینؑ میری پارۂ جگر زینبؑ بیکس سے کہنا کہ اے زینبؑ تیری منزل کہاں ہے۔ اور تیرا بستر تو پارہ پارہ ہو گیا ہے مجھے تیرا غم بہت زیادہ ہے مگر افسوس کہ میرا اس پر قابو نہیں کہ میں تیرا غم بانٹ رہوں۔

منزل نصیبین اور ایک ملعون کا رسولؐ کی بے احترامی کرنا

روضۃ الشہداء میں مسطور ہے کہ جب اہل موصل نے لشکر ابن زیاد ملعون کو اسیروں کو لے کر شام جاتے ہوئے اپنے شہر موصل سے گزرنے کی اجازت نہیں دی۔ تو شمر ولد الحرام نے لشکر کے ساتھ بیرون شہر منزل کی۔ اور صبح کو وہاں سے نصیبین روانہ ہوا۔ سرہائے شہداء نیزوں پر بلند کئے۔ جب حضرت زینبؑ نے بھائیؑ کا سر دیکھا تو آہ سرد بھری اور نوحہ کیا۔ معین صاحب روضہ لکھتے ہیں کہ لشکر ابن زیاد نے کسی آدمی کو عامل شہر نصیبین کے پاس بھیجا۔ اس شخص کا نام مقصود بن الیاس تھا۔ کہ وہ حاکم نصیبین سے استقبال کرنے کے لیے کہے اور شہر کو آراستہ کرنے کے لیے شمر کا پیغام دے۔ وہ شخص حاکم سے ملا۔ مطلب بر آری ہوئی اور پورا شہر تماشائی بن کر جمع ہو گیا۔ اور اظہار نخوت کرنے لگا کہ بقدرت خدا آسمان سے بجلی گری کہ پورا نصف شہر جل کر خاکستر ہو گیا اور لوگ قہر الٰہی میں مبتلا ہو گئے شور و غل برپا ہوا۔ لشکر باطل بہت زیادہ شرمندہ ہوا۔ مگر پھر بھی لشکر شہر میں داخل ہوا اور عامل شہر سلیمان بن یوسف تھا اس سے ملاقات کی۔
سلیمان بن یوسف کے دو بھائی تھے ایک جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھوں قتل ہوا تھا۔ اور ان میں سے دوسرا بھائی حکومت شہر میں شریک تھا شہر نصیبین کے دو دروازے تھے ایک کا تعلق سلیمان بن یوسف سے تھا اور اس کے دوسرے بھائیوں کو جب لشکر ابن زیاد کے آنے کی خبر ہوئی تو انہوں نے یہ

جھگڑا کھڑا کر دیا کہ لشکر ہمارے حصّہ کے دروازے سے داخل ہو۔ اسی دوران آپس میں فتنہ وفساد کھڑا ہو گیا اور دونوں طرف تلوار چمکنے لگی۔ اسی ہنگامہ کے دوران سلیمان بن یوسف واردِ جہنم ہو گیا۔ اور شمر ملعون نے لشکر کو حکم دیا کہ حلب کو روانہ ہوں۔ کتاب کامل السقیفہ میں ہے کہ لشکر ابن زیاد نے راہ بیہاوہ اختیار کی۔ اور لشکر باطل میا فارقین کی طرف روانہ ہو گیا۔ لفظ میا فارقین بفتح المیم ہے) کتاب قاموس میں ہے کہ یہ منزل شاہ حلب کے زیر حکومت نہ تھی۔ اور لشکر ابن زیاد اس خیال سے کہ شہیدان علیؑ راستہ میں حملہ نہ کریں۔ غیر معروف راستے اختیار کر رہا تھا بایں وجہ لشکر ابن زیاد کے حالات سفر ترتیب وار منزلوں کے حساب سے نہیں ہیں اور ارباب مقاتل ترتیب وار حالات قلمبند نہیں کر سکے، جیسا موقعہ ہوا راہ اختیار کر لی۔

چنانچہ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ لشکر ابن زیاد ملعون نے نصیبین سے منزل عین الوردہ کی راہ اختیار کی اور کنار نہر کو عبور کر کے ناصر جمان سے گزرتے ہوئے دوغان پہنچے مقتل ابی مخنف میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ عین الوردہ کو چھوڑتے ہوئے قریب دعوات پہنچے اور والی دعوات سے استقبال وطعام وغذا کی فرمائش کی۔ اور وہاں کا حاکم شہریوں کے ساتھ استقبال کے لیے آیا۔ اور سپاہ شر دروازۂ اربعین سے داخل شہر ہوئی۔ اور پھر لشکر حلب شہر کے لیے روانہ ہو گیا۔ ابی مخنف لکھتا ہے کہ شہر حلب کو اسیران اہلحرم کے لیے آراستہ کیا گیا تھا واحسرتاہ آل محمدؐ قیدی بنا کر داخل شہر ہوئے اور شہر سجاد ہوا تھا۔ سر بریدۂ امام حسینؑ رحبہ پر نصب کیا گیا۔ کچھ ایسے لوگ بھی تھے کہ جو محبان اہلبیتؑ طاہرینؑ تھے وہ زار و قطار رو رہے تھے مگر ان کی تعداد بہت ہی کم تھی۔ اور لشکر ابن زیاد

کا آدمی یہ منادی کر رہا تھا کہ معاذاللہ یہ خارجی کا سر ہے۔ کہ راس هذا راس خارجی خرج بارض العراق علی یزید بن معاویہ۔ کہ یہ ایک خارجی کا سر ہے کہ جس نے یزید بن معاویہ پر خروج کیا تھا۔ جب یہ آواز حضرت زینبؑ خاتون کے گوش زد ہوئی تو اہلحرم میں شور گریہ وبکا پیدا ہوا۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ سر بریدۂ امام حسینؑ کو رحبہ میں نصب کیا گیا تھا جو کہ شہر حلب میں موجود ہے۔ لا یجوز فیھا احد الا انقضی لہ حاجتا یعنی کہ یہاں ہر ایک حاجتمند کی حاجتیں اور دعائیں مستجاب ہوتی ہیں۔ لشکر ابن زیاد عیش وطرب میں تھا اور آل رسولؐ آہ و زاری میں مشغول تھے۔

صاحب روضۃ الشہداء نے ایک عجیب وغریب واقعہ لکھا ہے کہ شمر ولد الحرام اسیران آلِ محمدؐ کو شام لے جاتے ہوئے حلب پہنچا حلب کے گرد ونواح میں ایک پہاڑ ہے اس پر آبادی بھی ہے اس آبادی کو پہاڑ گھیرے ہوئے ہیں۔ اس قریہ کا نام معمورہ ہے اس قریہ کا رئیس یہودی تھا اور رعایا بھی تمام تر یہودی تھی اور رئیس قریہ کا نام عزیز ابن ہارون تھا یہ لوگ حریر ودیبا کا کام کرتے تھے۔ بھائی کا لباس دور دور تک مشہور تھا۔ جب لشکر ابن زیاد بد نہاد اسیروں اور شہداء کے سرہاء مبارکہ لے کر وہاں پہنچا تو ایک جگہ اسیروں کو ٹھہرایا۔ اور شہداء کے سروں کو کھلے میدان میں رکھنے کی بجائے صندوق میں رکھا۔ اس واقعہ کو لکھتے ہوئے معین الدین صاحب روضۃ الشہداء حکایت نقل کرتے ہیں کہ جناب شہر بانو والدہ ماجدۂ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام بھی اسیروں میں تھیں اور کہنے میں کہ اقوی خبر اس کے خلاف ہے۔ جس کا حسب موقعہ ذکر کیا جائے گا۔

واقعہ شیریں درراہ شام اور سر امام حسین علیہ السّلام کا اعجاز

جب لشکر ابن زیاد نے اسیروں کو حلب میں ٹھہرایا۔ تمام اسیر حضرت سید سجادؑ کے گرداگرد بیٹھے تھے اور سید سجاد ان کے درمیان میں طوق و زنجیر پہنے ہوئے بیٹھے تھے۔ صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ شہر بانو کی ایک کنیز تھی جس کا نام شیریں تھا۔ لکھتے ہیں کہ جب حضرت شہر بانو اسیر ہو کر ایران سے مدینہ پہنچیں۔ تو ان کے ساتھ ایک سو کنیزیں اور بھی تھیں۔ حضرت شہر بانو نے پہلی ہی رات کی صبح کو پچاس کنیزیں آزاد کر دیں۔ اور جب سید سجادؑ آپ کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے تو چالیس کنیزیں آزاد کر دیں۔ اب ان کے پاس دس کنیزیں رہ گئی تھیں۔ ایک روز حضرت شہر بانو امام حسین علیہ السّلام کی خدمت میں تشریف فرما تھیں کہ شیریں آگئی۔ امام حسین علیہ السّلام نے از راہ خوش مزاجی فرمایا اے شہر بانو شیریں کسقدر شیریں ہے۔ جناب شہر بانو نے یہ خیال کیا کہ شاید حسین ابن علیؑ اس کی خواستگاری فرمار ہے ہیں آپ نے شیریں کو آزاد کر دیا اور لباس فاخرہ پہنا کر امام حسینؑ کو ہبہ کر دیا۔ جب امام حسین علیہ السّلام نے یہ دیکھا تو فرمایا اے شہر بانو ہم نے بھی شیریں کو آزاد کیا۔ لیکن شیریں باوجودیکہ آزاد ہوگئی تھی مگر اس نے خانوادۂ نبوت کو چھوڑنا پسند نہیں کیا اور خدمت شہر بانو میں رہی۔ وہ وقت آیا کہ امام حسینؑ علیہ السّلام نے سفر عراق اختیار کیا وارد کربلا معلی ہوئے۔ بعد شہادت امام عالیمقام شیریں نے بھی وہ تمام صدمات برداشت

کئے جو اہلحرم پر پڑے تھے۔ یہاں تک کہ کوہ حلب پر قافلہ اسیران آل محمدؐ پہنچا۔ شیریں ایک شب غم و رنج خوردہ قافلۂ اہلحرم سے نکلی اور کوہ حلب پر کسی سمت چلی گئی اور سر زانو پر رکھے روتی رہی۔ شیریں کو جناب شہر بانو نے یہاں پر یہ اجازت دیدی تھی کہ جہاں دل چاہے چلی جائے۔ شیریں نے جناب شہر بانو سے یہ عرض کیا تھا کہ مجھے اجازت دیں کہ میں اس قریہ میں جا کر بطور کنیزی فروخت ہو جاؤں اور جو درہم و دینار ملیں گے ان سے چادریں خرید کر کے اہلحرم کے سروں پر ڈالوں۔ جناب شہر بانو نے شیریں کو اجازت دی اور شیریں تاریکی شب میں قلعہ کی طرف روانہ ہوگئی اور قلعہ کا دروازہ بند تھا۔ آہستہ آہستہ قلعہ کے دروازہ کھٹکھٹانا شروع کیا۔ سب نے پہلے اس قلعہ کے رئیس عزیز بن ہروان نے کہا کہ کون ہے جو دروازہ پر دستک دے رہا۔ اس نے نرم لب و لہجہ سے بات کی تھی شیریں متعجب ہوگئی۔ شیریں کے کہنے پر عزیز ہارون نے دروازہ کھولا۔ سلام کیا شیریں نے جواب دیا۔ اور آپ نے فرمایا کہ اے عبداللہ کیف علمت انی شیریں۔ کہ اے بندۂ خدا تو نے کس طرح سمجھ لیا کہ میں شیریں ہوں۔ رات کا وقت ہے در قلعہ بند ہے اور تو نے یہ پہچان لیا کہ میں شیریں ہوں۔ عزیز نے کہا کہ اوّل شب جب میں سو رہا تھا خواب میں حضرت موسیٰ و ہارون کو دیکھا کہ وہ تشریف لائے ہیں۔ سر و پا برہنہ ہیں اور رو رہے ہیں۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ اے ہمارے سیّد و سردار آپ گریہ کناں کیوں ہیں۔ فرمایا کہ اے عزیز تو اب تک بے خبر ہے سبط رسول آخر الزمان شہید ہو گیا ان کا سر بُریدہ اور ان کے اہلحرم قیدیوں کی طرح شام کو جا رہے ہیں لشکر ابن زیاد انہیں دمشق لے جا رہا ہے تاکہ دربار یزید میں پیش کیا جائے۔ خداوند عالم نے عالم ذر میں ہم سے عہد لیا تھا

کہ ہم فرزند رسولؐ خدا پر گریہ کریں۔ عزیز نے کہا کہ کوئی نشانی بتلائیے تاکہ میرے ایمان میں اضافہ ہو۔ تو مجھ سے خواب میں فرمایا کہ حسینؑ فرزند رسول آخرالزمان کی ایک کنیز شیریں نامی قلعہ کے دروازہ پر موجود کھڑی ہے۔ تو دروازہ کھول دے اور اس کو ہم نے تیری زوجہ قرار دیا۔ موسیٰ نے شیریں کا ایجاب بحق عزیز بن یوسف انجام دیا اور ہارون نے قبول فرمایا۔ اس طرح شیریں۔ عزیز بن یوسف کی زوجہ قرار پائی۔ اور عزیز مسلمان ہوگیا اور انہوں نے کہا کہ اے عزیز اسیران آل محمدؐ کی خدمت میں جا اور اسلام لانے کی گواہی دے۔ اور سر بریدہ امام حسینؑ سے خطاب کرکے یہ کہو کہ السلام علی الراس المذبوح المقطوع فانہ یسمع صوتک و یجیب سلامک وھو علی الرمح المنصوب والدم من اوداجہ مسحوب جب وہ بزرگوار تیرا اسلام اور کلام سنیں گے تو جواب دیں گے۔ ان کا سر مبارک نیزہ پہ ہے اور خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں یہ کہہ کر موسیٰؑ اور ہارونؑ دونوں میری نظروں سے غائب ہوگئے۔ اور میں خواب سے بیدار ہونے پر ہراسان تھا تو در قلعہ پر تیری آواز دستک سنی۔ جب شیریں نے اس کی خواب سنی تو کہا کہ اے عزیز بن ہرون اب تو مجھ پر ملال ہے پھر شیریں سے عزیز بولا کہ تو خدمت اسیران کربلا میں جا اور امام حسینؑ کو میرا سلام کہے اور امام سجادؑ کو میری طرف سے سلام کہے۔

شیریں صبح ہونے پر پھر اہلحرم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور سارا واقعہ بیان کیا۔ اور اس کے ساتھ عزیز بن ہارون بھی آیا اور ہزار دینار لشکر ابن زیاد کے ان لوگوں کو دیئے کہ جو سرہائے شہداء کے محافظ تھے اور سرہائے شہداء ان کی زیر نگرانی میں تھے۔ اور ان سے کہا کہ مجھے اسیروں کی خدمت کرنے اور سرہائے مبارک کی زیارت کرنے دی جائے۔ ثم اقبل الامام اقر لدیہ بحقیقۃ الاسلام۔ امام زین العابدین

علیہ السلام کی خدمت میں آیا اپنے اسلام لانے کا حال بیان کیا اور ہزار دینار نذر امام کیے۔ پھر وہ سر بریدۂ امام حسینؑ کی زیارت کے لیے اس جگہ آیا کہ جہاں سر رکھا ہوا تھا۔ اور کہا اے حسینؑ میرا اسلام اور سلام موسیٰ و ہارون قبول فرمائیے۔ سر بریدۂ امام حسینؑ سے آواز آئی کہ آپ عزیز تو نے ہمارے اہلحرم کے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے نیکی کی ہے میرے نانا رسولؐ خدا اور میرے بابا علی مرتضیٰ اور میری ماں فاطمہ زہرا اور بھائی حسنؑ تجھ سے راضی ہیں خدا تجھ سے راضی ہے۔ اور تو روز قیامت ہمارے ساتھ محشور ہوگا۔

قال المعین فلما انجر الامر الی ھمنا۔ جب کام اس مقام تک پہنچا تو حضرت شہربانو نے شیریں سے کہا کہ اگر تو میری خوشنودی چاہتی ہے تو عزیز کو بشوہری قبول کر۔ پس شہربانو اور جناب سید سجادؑ کے فرمان کے بموجب شیریں نے عزیز بن ہارون کو اپنے لیے قبول کیا اور اُس کی زوجیت میں داخل ہوگئی۔ اور شیریں کی بدولت اس قریہ کے سب یہودی مسلمان ہوگئے۔

جناب شہربانوؑ کا اسیر ہو کر زمانۂ خلافت حضرت عمر میں مدینہ آنا

مولف کتاب فرماتے ہیں کہ جابر ابن عبداللہ انصاری نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا لما قدموا بنت یزدجرد شہریار آخر ملوک الفرس وخاتمھم علی عمر۔ یعنی کہ شہربانو دختر یزدجرد شہریار ایران خلافت ثانی میں آئی میں اور عرب،

ایران پر متمکن ہوئے ہیں اور سلطنت ایران ختم ہوئی ہے۔ جب دختران یزدجرد اسیر ہو کر مدینہ پہنچیں تو تماشائی لوگ جمع ہو گئے۔ اور جب وہ وارد مجلس عمر بن الخطاب ہوئے تو بروایتے انہوں نے فارسی زبان میں کلام کیا۔ لیکن چونکہ خلیفہ ثانی کی مادری زبان عربی تھی فارسی سے نابلد تھے۔ گمان کیا کہ انہوں نے گالیاں دی ہیں۔ جلاد کو بلایا اور کہا کہ ان کو قتل کر دے۔ اس وقت حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب نے فرمایا کہ اے عمر جب کہ تمہیں علم نہیں کہ انہوں نے کیا کیا ہے۔ تو ان کو قتل کرنا کیا معنی؟ چنانچہ انہوں نے لڑکیوں کو قتل نہیں کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ ایعمر لایجوز بیع بنات الملوک وان کانوا کافرین یعنی کہ شریعت اسلامیہ کی رو سے بادشاہوں کی بیٹیاں فروخت نہیں کی جا سکتی خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ پھر کیا کریں حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا کہ اعرض علیہما ان یختار رجلا من المسلمین حتی تزوج منہ۔ یعنی کہ ان کو اختیار دیا جائے کہ وہ مسلمانوں میں سے اپنا زوج پسند کریں۔ اور پھر وہ شہزادی اس شخص حبالۂ عقد میں دی جائے کہ وہ اس کی زوجہ ہے اور زر مہر بیت المال سے ادا کیا جائے۔

(از مترجم) مذکورہ عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دختران بادشاہ یزدجرد فارس خلیفہ ثانی کے وقت میں بروایتے فتح مدائن کے موقعہ پر آئی ہیں فتح مدائن سنہ ۱۶ھ یا سنہ ۱۷ھ میں ہوئی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ ان شہزادیوں میں سے ایک شہزادی شہربانو کا عقد حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ہوا جب کہ امام حسینؑ علیہ السلام کی ولادت سنہ ۴ھ میں ہوئی ہے تو کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؑ شہربانو کو حبالۂ عقد امام حسینؑ میں دیدیں جب کہ آپ

کی عمر صرف بارہ سال ہوتی ہے۔ اور اس وقت تک امام حسنؑ کی شادی بھی نہیں ہوتی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ تیسری خلافت کے دور میں اہل فارس نے بغاوت کر کے عبداللہ بن عمر والیٔ فارس کو مار ڈالا اور حدود فارس سے لشکر اسلام کو نکال دیا۔ اس وقت فارس کی فوجی چھاؤنی اصطخر تھا۔ ایران کا آخری بادشاہ یزدجرد اہل فارس کے ساتھ تھا۔ چنانچہ تیسری خلافت کے دور میں عبداللہ ابن عمر حضرت عثمان کے حکم پر بصرہ اور عمان کے لشکر کو ملا کر فارس پر چڑھائی کی حدود اصطخر میں زبردست لڑائی ہوئی۔ مسلمان کامیاب ہوئے۔ اصطخر فتح ہو گیا۔ اصطخر کے فتح ہونے کے بعد یزدجرد بادشاہ ہوا۔ اور وہ وہاں سے خراسان ہوتا ہوا کرد پہنچا۔ اس کے ہمراہ چار ہزار کی فوج تھی۔ یزدجرد خاقان چین کی سازش کا شکار ہو گیا اور مارا گیا۔ اور اس کی لاش کو لا کر اصطخر کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

اسی دوران حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی خلافت ظاہری کا زمانہ آگیا اور جنگ کے بعد خراسان کے مقام مرو میں سخت بغاوت ہوئی اس وقت ایران میں بروایت ارشاد مفید و روضۃ الصفا، حدیث ابن جعفر جعفی گورنر تھے۔ حضرت علی علیہ السلام نے مرو کے قضیہ کو ختم کرنے کے لیے امدادی طور پر خلید ابن قرۃ یربوعی کو روانہ کیا۔ وہاں جنگ ہوئی اور لشکر اسلام کو فتح ہوئی۔ حریث ابن جعفر جعفی نے یزدجرد ابن شہریار ابن کسریٰ جو عہد اسلامی میں مارا جا چکا تھا کی دو بیٹیاں شہربانو، گیہان بانو، عام اسیروں کے ساتھ حضرت امیر المومنین کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت امیر المومنینؑ نے شہربانو کو حضرت امام حسین علیہ السلام اور گیہان بانو کو محمد بن ابی بکر کی زوجیت میں دے دیا۔ جیسا کہ روضۃ الصفا ج ۲ ص ۶ طبع نولکشور ارشاد مفید ج ۲ ص ۱۹۳،

اعلام الوریٰ صـ ۱۰۱، عمدۃ المطالب صـ ۱۷۱، جامع التواریخ صـ ۱۵، کشف الغمہ صـ ۸۹ ابی طالب السئول صـ ۲۶۱، صواعق صـ ۱۲۰، انوار الابصار صـ ۲۶، تحفۂ سلیمانیہ شرح ارشاد صـ ۳۹۱ میں موجود ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کی خلافت ظاہری ۳۶ھ سے ۴۰ھ تک رہی ہے اور جناب شہربانو سے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ۳۸ھ میں پیدا ہوئے ہیں۔ اور گیہان بانو سے قاسم بن محمد پیدا ہوئے ہیں ماخوذ از افادات علامہ السید نجم الحسن صاحب قبلہ رضوی کراروی (اعلی اللہ مقامہ) ـــ یہی واقعہ درست ہے

چنانچہ امیرالمومنین علیہ السلام کے ارشاد پر عمل ہوا اور ان شہزادیوں نے جس کو پسند کیا اسی کی زوجیت میں دے دی گئی اور صداق بیت المال سے ادا ہوا۔ ان شہزادیوں میں سے ایک شہزادی نکلی فجاءت ووضعت یدہا علی منکب الحسین علیہ السلام یعنی کہ وہ دختر مردوں میں آئی۔ اور اس نے امام حسینؑ کے دوش مبارک پر ہاتھ رکھا جس کا مطلب یہ تھا کہ اس نے امام حسینؑ کو پسند فرمایا ہے کہ ان کی زوجیت میں رہے۔ جب حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے یہ دیکھا تو اس سے فارسی زبان میں گفتگو کی فرمایا اے کنیز تیرا کیا نام ہے ای منی اسمك۔ اس نے جواب دیا کہ میرا نام جہان شاہ ہے جس پر حضرت علیؑ نے فرمایا "بار خدا" یعنی بارک اللہ، کیا خوب نام ہے شہربانو نے عرض کیا کہ وہ میری بہن ہے ای تلك اختی۔ حضرت نے فرمایا کہ تم نے سچ کہا پھر جناب شہربانو امام حسینؑ کی طرف متوجہ ہوئیں سا امیرالمومنین علی علیہ السلام نے امام حسینؑ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اس کی حفاظت کرو یہ تمہاری زوجہ ہے تب امام حسینؑ نے جیسے ہی ارشاد امیرالمومنین سنا فوراً اپنی جگہ سے اٹھے اور اس کے

سر پر اپنی عبا ڈالی۔ اللہ اکبر امام حسین علیہ السلام کو اپنے ناموس کے پردہ کا اس قدر احساس تھا کہ حسینؑ کی طرف نسبت ہونے کے بعد شہربانو بے پردہ نہ رہیں پھر امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا کہ ستلدین خیر اھل الارض فی زمانہ بعدك وھی ام الاوصیاء الذریۃ الطیبۃ فولدت علی بن الحسین زین العابدین۔ یعنی کہ اے حسینؑ اس سے تمہیں ایک فرزند عطا کرے گا جو ابن ہوگا افضل عالم کے لیے امان کا باعث ہوگا اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام زین العابدینؑ کی والدہ جو شہربانو دختر یزدجرد ہیں ان کا اصلی نام جہان شاہ ہے اور بنا بر مشہور آپ شہربانو کہلاتی ہیں۔

حضرت شہربانو کے حالات اور نام کی تحقیق

امام زین العابدین علیہ السلام کے القابات میں سے ایک لقب کریم الطرفین وابن الخیرتین ہے آپ کو کریم الطرفین اس لیے کہتے ہیں کہ آپ کو ددھیال اور ننھیال دونوں طرف سے بزرگی و امامت حاصل ہے کیونکہ آپ از جانب پدر خلاصۂ خاندان ہاشم ہیں جو تمام عالمین میں برگزیدہ خاندان ہے۔ اور آپ ماں کی جانب سے آپ آل کسریٰ ہیں۔ باپ کو دیکھو تو حسین ابن علیؑ اور ماں کو دیکھو خلاصۂ آل کسریٰ آپ کی والدۂ ماجدہ یعنی جناب شہربانو کے اسم مبارک کے بارے میں ارباب مقاتل میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض اہل خبر کہتے ہیں کہ شہربانو نام تھا بعض کا خیال ہے شاہ زنان نام تھا۔ بعض غزالہ اور بعض جہان شاہ بتلاتے ہیں۔ لیکن علامۂ قزوینی والد ماجد مولف کتاب نے ریاض الاحزان میں فرمایا ہے

وعلی بن الحسین زین العابدینؑ امہ شاہ زنان لا شہربانو۔

وشہر بانویہ خالتہ علی الاصح ۔ یعنی امام زین العابدینؑ کی والدۂ ماجدہ کا نام شاہ زنان تھا۔ شہر بانو نہیں تھا بلکہ شہر بانو نامی ۔ شاہ زنان کی بہن اور امام زین العابدینؑ کی خالہ تھیں اور یہی اخبار صحیحہ سے ثابت ہے ۔ شاہ زنان و شہر بانو دونوں یزدجرد بن شہریار بن خسرو پرویز تھیں ۔ شہریار آخری بادشاہ فارس تھا اور اولاد نوشیرواں کسریٰ سے تھا۔ اور جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ زمانۂ خلافت عمر بن الخطاب میں دونوں شہزادیاں اسیر ہو کر مدینہ آئیں تھیں ۔ حضرت امام حسینؑ کو شاہ زنان نے اختیار کیا تھا اور شہر بانو حبالۂ عقد محمدؑ ابن ابوبکر میں آئی تھیں ۔ ان سے محمد ابوبکر قاسم پیدا ہوئے اور قاسم کی دختر ام فروہ از بطن شہر بانو سے تھیں جو والدۂ ماجدہ حضرت امام جعفر صادقؑ ہیں محمد ابن ابوبکر حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کے زمانہ میں والیٔ مصر مقرر ہوئے مگر عمرو بن عاص نے مصر میں محمد بن ابوبکر کو قتل کر دیا۔ اور اس بدبخت نے ان کی لاش کو گدھے کی کھال میں رکھ کر جلا دیا۔ شہر بانو بیوہ ہو گئیں ۔ اور حضرت امام زین العابدین شاہ زنان کے بطن سے پیدا ہوئے ہیں جب شہر بانو بیوہ ہو گئیں تو حضرت امام حسینؑ نے ان سے عقد کر لیا۔

(از مترجم ۔ یہیں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ والدۂ جناب امام زین العابدین علیہ السلام کا خواہ وہ شاہ زنان نامی ہوں یا بر بنائے مشہور شہر بانو ہوں ۔ آپ کی پیدائش کے فو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں انتقال ہو گیا تھا جس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے اپنی سابقہ زوجہ کی بہن سے عقد فرمایا ہے)

علامہ مجلسیؒ کتاب بحار میں فرماتے ہیں کہ شہر بانو سے ایک فرزند تھا جو حضرت علی اکبرؑ کی لاش پر جاتے ہوئے شہید ہوا۔ صاحب روضۃ الشہداء حضرت

علی اصغر کو بطن شہر بانو سے مانتے ہیں جو کہ کربلا میں موجود تھیں ۔ بعض کہتے ہیں شہر بانو گھوڑے پر سوار ہوئیں اور وقت اسیریٔ اہلبیتؑ چلی گئیں ۔ قاضی نور الدین کتاب مجالس میں، اور سید نعمت اللہ انوار نعمانیہ میں اور معین الدین روضۃ الشہداء میں لکھتے ہیں کہ آپ حضرت امام حسینؑ کے گھوڑے پر سوار ہوئیں اور کوہ ری پہنچ کر پوشیدہ ہو گئیں ۔ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ شیخ مفید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ انما اتلفت نفسها فی الفرات ۔ کہ شہر بانو نے خود کو نہر فرات میں ڈال دیا اور جاں بحق ہو گئیں یہ شہر بانو نامی زوجہ امام حسینؑ کا انجام ہوا۔

(از مترجم ۔ الشیخ مفیدؒ کا یہ ارشاد کہ (انما اتلفت نفسها فی الفرات کہ شہر بانو نامی زوجۂ امام حسینؑ آپ کے گھوڑے پر سوار ہوئیں اور نہر فرات میں خود کو تلف کر لیا۔ قطعاً غلط ہے ۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جناب شہر بانو کا حضرت سید سجادؑ کی پیدائش کے فوراً ۔ ۔ ۔ میں انتقال کر جانا صحیح ہے پس حضرت سید سجادؑ کی والدہ کا نام ہی شہر بانو ہے کیونکہ مادر امام حسین کی طرف خودکشی کی نسبت دینے والی روایت خواہ کتنے ہی موثق راوی سے منقول کیوں نہ ہو قابل رد اور ناقابل قبول ہے)

بہر حال دختران یزدجرد جب مدینہ پہنچیں تو ان میں سے ایک شہزادی بقول مؤلف کتاب "شاہ زنان" نے امام حسین کو اختیار کیا اور وہ آپ کے عقد میں آئیں۔

شاہ زنان بنت یزدجرد کا عالم خواب میں حضرت فاطمۂ زہراؑ کے ہاتھ پر اسلام لانا

جناب شاہ زنان دختر یزدجرد بادشاہ فارس فرماتی ہیں کہ میں نے اسیر ہو

کہ مدینہ پہنچنے سے پہلے عالم خواب میں دیکھا کہ ایک نورانی تخت آراستہ ہے اور اس پر ایک بزرگ بہ جاہ و جلال نبوت تشریف فرمائیں اور ان کے پہلو میں ایک جوان رعنا بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے ایسی پُر وقار صورتیں اس سے پہلے نہیں دیکھی تھیں۔ شاہ فرماتی ہیں کہ میں نے ان بزرگ کے بارے میں موجود کسی شخص سے سوال کیا کہ یہ بزرگ اور یہ جوان رعنا کون ہیں جواب ملا ۔

نور بر ہفت باغ چرخ کہن — دُرّہ التاج عقل و تاج سخن
ہست این خواجہ مؤیدای — احمد مُرسل آن رسول خدای
ہمہ ہستی طفیل او مقصود — اُو محمدؐ رسالتش محمود!
اینکہ بینی نشستہ با آن شاہ — این چون خورشید و آندگر چون ماہ
پسر دختر رسولؐ خدا است — شمع پُر نور سیّد دو سَرا است
ہست محبوب عالمین این شاہ — نور چشم علی ولی اللہ

نام نامی حسینؑ خدا خواندہ
مفخر عالمین خدا خواندہ

یعنی کہ یہ ساتوں آسمانوں کے باغ کا ثمر تو ہے یہ موتی ہے تاج عقل و سخن کا یعنی کہ یہ عقل اوّل ہیں۔ یہ بزرگ احمد مُرسل ہیں۔ یعنی خدا کے رسولؐ ہیں۔ یہ نہ ہوتے تو آسمان و زمین نہ ہوتی یہ مقصود کائنات ہیں خدا ان کو پیدا نہ کرتا تو زمینؑ آسمان کچھ بھی پیدا نہ ہوتے۔ ان کا نام نامی محمدؐ ہے اور ان کی رسالت محمود یعنی پسندیدہ ہے۔ اور یہ جوان خوش رو کہ جو تخت پر بیٹھا ہوا ہے ماہ آسمان نبوت ہے یہ بزرگ خورشید اور یہ جوان چاند ہے یہ جوان ان بزرگ یعنی رسولؐ خدا

کی بیٹیؑ کا فرزند ہے تمام عالمین کا محبوب ہے اور یہ نور چشم علی ولی ہے نام نامی حسینؑ ہے ۔ اور خود خدا نے اس کو کائنات کا سرتاپا فخر قرار دیا ہے شاہ زنان کہتی ہیں کہ اس جوان رعنا کی زیبائی کے نقوش میرے لوح دل پر کھینچ گئے ناگاہ حضرت رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے طلب فرمایا۔ میں حاضر خدمت رسولؐ خدا ہوئی اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میرے اس فرزند کو اپنا زوج قرار دے میں نے از راہ حیاء و شرم سر نیچا کر لیا۔

اور بزبان حال یہ عرض کیا ۔

گر بدین مژدہ جان بیفشانم — در خورم زانکہ ہست جانانم
گفتم ای ختم انبیای کبار — برمنت ہست منت بسیار
بست عقد مرا رسول مجید — داد بردست ہیکل توحید
ماہ درخشندہ دست من گرفت — من در آن ماہ روی ماندہ شگفت

بسکہ دلشاد بودم و خرم
کہ زشادی زخواب برجستم

خلاصہ یہ ہے کہ شاہ زنان کہتی ہیں کہ اے برگزیدہ خدا ، اے اللہ کے رسولؐ آپ میرا عقد اس جوان سے باندھنے اور اس جوان رعنا ۔ منفرد کائنات کے ہاتھ میں میرا ہاتھ دے دیجئے پس اس ماہ رُو نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور خوش و خرّم خواب سے بیدار ہوئی ۔ جب بیدار ہوئی تو میرے بستر سے خوشتر از غیر و مشک خوشبو آ رہی تھی ۔ چند روز اسی نشۂ خواب خوشگوار میں گزارے پھر میں نے خواب میں ایک خاتون معظمہ کو دیکھا کہ وہ تشریف لائے ہیں ان کے تشریف لانے سے میرا مکان روشن اور معطر ہو گیا ہے میں نے کسی

دریافت کیا کہ یہ خاتون معظمہ کون ہیں جواب ملا ہے

گفت این بانوی حریم خدا است　　فاطمہ دختر رسولؐ خدا است

گفت خاتون عالمین است این　　فاطمہ مادر حسینؑ است این

یعنی کہ یہ خاتون حرم۔ خانہ زاد خدا ہیں علیؑ ولی کی زوجہ ہیں نبی پاک کی پاک دختر ہیں۔ تمام عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں یہی تو والدہ حسینؑ ہیں کہ جن کی زیارت کا شرف تجھے پہلے حاصل ہو چکا ہے میں نے اس وقت ان کے قدم چومے اور بصد احترام ان کو سلام کیا۔ پھر میں نے عرض کیا کہ آپ کے نور نظر مجھے دیکھنے نہیں آتے روزانہ میرا غم بڑھ رہا ہے۔ وہ کونسا دن ہوگا کہ تشریف لائیں گے۔

جناب سیدۂ عالمین فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا نے فرمایا کہ اے شاہ زنان وہ تیرے پاس کس طرح آئیں تو ابھی مسلمان نہیں ہوئی ہے تو کلمہ شہادت زبان پر جاری کر اشهد ان لا الہ الا اللہ و اشهد ان محمدا رسول اللہ تاکہ میں اپنے فرزند کے ہاتھ میں تیرا ہاتھ دوں۔ پس میں نے کلمہ شہادت اپنی زبان پر جاری کیا اور دل سے تصدیق نبوت آنحضرتؐ کی مسلمان ہو گئی۔

لما عرضت بی الاسلام واسلمت ثم قالت سوف یجئ عسکر الاسلام الیکم ویکون الغلبۃ للمسلمین و انک تصلین عنقریب الی ابنی الحسین سالمۃ لا تصیبک ید احد الخ

جب اسلام قبول کر لیا۔ تو جناب سیدۂ عالمینؑ نے فرمایا کہ غم مت کر عنقریب لشکر اسلام ایران پر حملہ کرے گا اور اسلام کو فتح نصیب ہوگی۔ اور تو اسیر ہو کر موہنہ پہنچے گی اور دست غیر تجھ کو مس نہ کرے نہ کرے گا صحیح و سالم و با عفت تو مدینہ پہنچے گی اور تجھے میرا نور نظر مدینہ میں ملے گا۔ یہاں تک کہ وہ وقت آیا

کہ مدینہ میں خبر پھیلی کہ دختران شاہ فارس اسیر ہو کر مدینہ ہی آئی ہیں۔ اور بصورت مذکورہ میں باطنی مسلمان ہو کر آقائی نامدار حضرت علی مرتضیٰ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئی اور آپ نے حسین ابن علیؑ کو میرا سرتاج قرار دیا اور مجھے شرف زوجیت امام حسین عطا ہوا۔

دیر راہب میں سرہاء شہداء کربلا کا رکھنا جاتا۔ جنت سے سیدۂ عالمین کا آنا اور راہب نصرانی کا مسلمان ہونا

یہ کہ راہ شام میں بعض واقعات ایسے رخ اختیار کر گئے ہیں کہ جن کی نشاندہی کسی منزل کے ساتھ نہیں کی جا سکتی ان واقعات میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ ابن شہر آشوب و سید جزائری، مناقب میں معمولی اختلاف کے ساتھ تحریر کرتے ہیں کہ ابولہیعہ کہتا ہے کہ میں مشغول طواف بیت اللہ تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص خانۂ کعبہ کا پردہ پکڑے ہوئے مناجات کر رہا ہے کہ اللهم اغفر لی وما اراك فاعلا۔ اے خداوند عالم تو میری خطا بخشدے حالانکہ میں جانتا ہوں کہ تو میری خطا نہ بخشے گا بلکہ عتاب و عذاب کرے گا۔ میں نے اس سے کہا کہ اے بندہ خدا۔ تو شرم کر خدا سے اس طرح کہہ رہا ہے گناہ اگرچہ برگ ہاء شجر سے بھی زیادہ ہوں تو خدا معاف کر دے گا وہ غفور رحیم ہے۔ اس نے کہا کہ میں رحمت خدا سے مایوس نہیں ہوں۔ لیکن جو ظلم و جفا میں نے کی ہے وہ یہ ہے کہ

اعلم اُن کنا خمسین نفرا ممن سار مع راس الحسین ۔
یعنی کہ میں ان پچاس آدمیوں میں سے ایک ہوں کہ جو سر امام حسینؑ شام لیجاتے ہوئے حفاظت کر رہے تھے۔ ہم سب کے سب شراب نوشی اور مستی میں تھے اور سر امام حسین علیہ السلام ہمراہ تھا ایک شب جب کہ اس کا نصف حصہ گذرا تھا کہ تیز و تند آندھی آئی۔ بادل گرجنے لگے اور بجلی کڑکنے لگی۔ اور در ہائی آسمان کھل گئے اور آسمان سے آدم صفی اللہ، نوح نبی اللہ، ابراہیم خلیل اللہ، اسمٰعیل ذبیح اللہ موسیٰ کلیم اللہ اور عیسیٰ روح اللہ بہ ہمراہی حضرت رسولؐ خدا تشریف لائے۔ ان کے ساتھ جبرئیل اور ملائکہ کا جم غفیر لیے ہوئے ساتھ ساتھ تھے۔ اس وقت سر امام حسینؑ ایک صندوق میں رکھا تھا۔ جبرئیل نزدیک لائے اور صندوق کھولا۔ سر مبارک باہر نکالا سینہ سے لگایا اور بچشم گریان۔ آنحضرتؐ کو پیش کیا۔ آنحضرت نے گریہ فرمایا تمام انبیاء و مرسلین نے باگریہ وزاری آنحضرتؐ کو پرسہ دیا۔ اس وقت جبرئیل امین نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے خداوند عالم نے حکم دیا ہے کہ میں آپ سے حکم حاصل کروں اور زمین میں زلزلہ پیدا کروں۔ میں نے خدا کے حکم سے قوم لوط کو زمین دھنسا دیا تھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے جبرئیل آخر قیامت تو آنے والی ہے میں صبر کرتا ہوں کہ قیامت میں ان سے مخاصمہ پر کروں پھر رسولؐ خدا پر گریہ طاری ہو گیا ملائکہ گریہ رسولؐ خدا سے ملول ہوئے اسی دوران پاسبانان سر امام حسینؑ تھے وہ سب کے سب لائے گئے اور ان کے قتل کا حکم دیا گیا۔
اور وہ قتل کر دیئے گئے۔ جب میرا نمبر آیا تو میں نے فریاد کی اور رسولؐ خدا سے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ الامان الامان ۔ بخدا میں تمہارے فرزند کے قتل میں شریک نہ تھا اور اس پر راضی بھی نہ تھا کہ حسینؑ قتل کئے جائیں مجھے آپ بخشدیں

فرمایا وای ہو تجھ پر کیا تو اس قوم کے ہمراہ نہ تھا۔ اور میرے اہلبیتؑ کی بیکسی و غربت پر نگاہ نہ کی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا لا غفر اللہ لک۔ خدا تجھے نہیں بخشے گا۔ پس رسولؐ خدا نے ملک الموت کو حکم دیا کہ اس پر ہاتھ رکھو کہ یہ شخص خود ہی مر جائے گا میں نے یہ سن کر وہاں سے جست لگائی و فی المناقب اصبحت رایت اصحابی کلھم جاثمین رمادًا۔ صبح کو میں نے دیکھا کہ تمام رفقا کہ جو سر امام حسینؑ پر راہ شام میں پاسبان تھے یک بیک خاکستر ہو گئے ہیں گویا جل کر خاک ہو گئے ہیں۔ صاحب روضۃ الشہداء نے اس واقعہ میں جزی اختلاف کیا ہے وہ نقل کرتے ہیں کہ کہتے ہیں وہ شخص ابوالحنوق تھا آنحضرتؐ کے یہ فرمانے پر کہ اس پر تم ہاتھ رکھو۔ ملک الموت، یا کسی دوسرے فرشتے نے اس کے موہنہ پر طمانچہ مارا پس جب ابوالحنوق ملعون پیدا ہوا۔ دیکھا کہ اس کی نصف صورت سیاہ ہو گئی ہے اور جل گئی ہے۔ اور اے شیعوں اس حرامزادے نے روز عاشوراء امام حسینؑ علیہ السلام جب کہ آپ میدان میں کھڑے تھے تیر مارا تھا وہ تیر سہ شعبہ تھا امام مظلوم زمین پر گر پڑے تھے ۔ (از مترجم بہرحال ابوالحنوق ملعون قاتلان امام حسینؑ سے تھا اور ابولہیعہ کہ جس کا ذکر کیا جا چکا شریک قاتلان امام حسینؑ تھا۔ بعد واقعہ شہادت ان ملعونوں کا توبہ کرنا جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ثابت ہے مگر ان کی توبہ قبول نہیں ہوئی۔ پس قاتل امامؑ کی توبہ ہرگز قبول نہیں ہے مگر واہ مصیبتاہ پھر بھی کوئی نہ کوئی مفتی قاتلان امام حسینؑ کی وکالت کرتے ہوئے یہ فتویٰ دیتا ہے کہ اگر قاتل امامؑ توبہ کرلے تو اس کی توبہ قبول ہے قاتل امام کی توبہ قبول نہ ہونے کے بارے میں ہماری کتاب عقیدۂ و عمل اور نجات ملاحظہ ہو)

واقعہ دیر راہب کا ذکر کتاب فوادح الحسینیہ میں حسین بن محمد بن احمد رازی

نے اور اس نے شیخ ابوسعید شامی سے نقل کیا ہے۔ معین الدین نے روضۃ الشہدا میں ابی سعید دمشقی سے روایت کیا ہے کہ میں اس جماعت کے ہمراہ تھا کہ جو سر امام حسینؑ اور آپ کے اہلحرم کو شام لیجا رہے تھے۔ جب دمشق کے نزدیک پہنچے یہ خبر ملی کہ قعقاع خزاعی نے لشکر جمع کر گیا ہے اور وہ لشکر ابن زیاد ملعون پر شب خون مارے گا۔ ابن زیاد کے لشکری یہ سن کر گھبرا گئے۔ اور بڑی احتیاط کے ساتھ سفر کرتے رہے۔ رات ہونے تک وہ منزل پر پہنچے وہاں دیر راہب تھا۔ اور وہاں نصرانی لوگ ٹھہرتے تھے۔ لشکر ابن زیاد نے اسی جگہ پڑاؤ ڈالا کہ اگر شب خون کا موقعہ درپیش ہو تو سرہائے شہیدان کربلا محفوظ رہیں اسی خیال سے لشکریوں نے دیر کے بزرگ عالم کو بلایا اور اس سے کہا۔ فطلع شیخ من سطح الحصان فالتفت الی الیمین والیسار۔ اس وقت اس بزرگ دیر نے اپنے قلعہ کی چھت پر کھڑے ہو کر دائیں بائیں جانب نظر ڈالی۔ دیکھا کہ فوج سے سارا میدان گھیرا ہوا ہے راہب نے دریافت کیا۔ کہاں کتنے ہو اور کیا چاہتے ہو۔ شمر ولدالحرام نے کہا کہ ایک شخص نے عراق میں یزید کے خلاف بغاوت کی تھی۔ ابن زیاد والی کوفہ نے اپنی فوج بھیجی اور اس کو فتح ہوئی اب ہم اس باغی (معاذاللہ) کا سر اور اس کے ساتھیوں کے سر لے کر یزید بن معاویہ کو پیش کرنے آئے ہیں۔ اس راہب نے جب سرہائے شہداء پر نظر کی تو دیکھا کہ یہ تو نورانی چہرے ہیں پھر اس نے بغور سر بریدہ امام حسینؑ دیکھا تو حیران رہ گیا کہ سر نور مثل آفتاب درخشندہ ہے اس کے دل پر اثر ہوا اور حالت متغیر ہونے لگی۔ راہب نے سوال کیا کہ آخر دیر کس لیے چاہتے ہو۔ شمر ولدالحرام نے کہا کہ سرہائے بریدہ کی حفاظت کے لیے کیونکہ ہمیں خبر ملی ہے کہ ایک گروہ شب خون مارنے کا

ارادہ رکھتا ہے راہب نے دیر میں سرہائے شہداء رکھنے کی اجازت دیدی۔ پس سر امام حسینؑ ایک مقفل صندوق میں رکھ کر دیر میں لایا گیا۔ اور شمر ملعون نے حکم دیا کہ سروں کے پاسبان باری باری پاسبانی کریں۔ اس دیر میں علیحدہ علیحدہ محرابیں بنی ہوئی تھیں۔ سر امام حسینؑ دیر میں رکھ دیا اور اہلحرم کو بھی دیر میں جگہ دی اور دروازہ دیر مقفول کر دیا۔ جب رات کا تقریباً نصف حصہ گزر گیا۔ راہب نصرانی اپنے حجرہ سے باہر نکلا۔ اور اس محراب کا کہ جس میں سر امام حسینؑ علیہ السلام رکھا تھا۔ طواف کرنے لگا اور دیکھا کہ دیر میں تو روشنی وغیرہ کچھ نہیں تھی آج دیر منوّر ہو رہا ہے روشنی ہی روشنی ہے۔ راہب اپنے حجرہ گیا اور اس میں ایک روزن تھا اس میں دیر کی طرف نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ اس صندوق سے کہ جس میں سر بریدہ رکھا ہوا ہے نور ساطع ہو رہا ہے۔ اور روشنی سارے دیر میں پھیلی ہوئی ہے مختصر یہ ہے کہ وھبط من السماء هودج وطلعت منه خاتون رضية واحنفت جوار بديع والجمال۔ دیر کی شگافتہ ہوئی اور ایک ہودج آسمان سے اتری اور دیر میں داخل ہوئی اس ہودج سے کچھ خواتین اتریں۔ منادی صدا دے رہا تھا۔ یہ ہاجرہ مادر اسمٰعیل ہیں یہ آسیہ ہیں یہ مریمؑ ہیں۔ سب کے آخر میں ایک اور ہودج نازل ہوا۔ آواز آئی کہ یہ خدیجۃ الکبریٰ ہیں ہے کہ پھر میں نے دیکھا کہ ایک ہودج نازل ہوا اور اس سے ایک بی بی اتریں اس وقت آواز آئی کہ اے راہب ہودج کی طرف نگاہ نہ کر۔ اس میں رسولؐ خدا کی بیٹیؑ فاطمہ زہرا ہیں جو اپنے فرزند حسینؑ کے سر بریدہ کی زیارت کے لیے آئی ہیں۔ راہب کہتا ہے کہ میں اس آواز کو سن کر بیہوش ہو گیا مگر جب افاقہ ہوا اور اس طاق کی طرف نگاہ کی جس میں سر بریدہ رکھا ہوا تھا تو میری نگاہ پر پردہ پڑ گیا اور میں نہ دیکھ سکا۔ البتہ اس طاق سے گریہ وزاری اور نوحہ

کی آواز گوش زد ہو رہی تھی۔ اس وقت ان مخدرہؑ نے سر بریدہ کو مخاطب کرکے فرمایا۔ السلام علیك ایھا المظلوم الغریب السلام علیك ایھا الشھید الغریب السلام علیك یا ضیاء العین و مھجة قلب الام یا حسین قتلوك و من شرب الماء منعوك۔ یعنی اے میرے مظلوم و شہید و غریب نینوا فرزند حسینؑ صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ یہ وارد ہوا ہے کہ اس شب کو سیدۂ عالم نے ماتم حسینؑ میں مرثیہ کہا ہے پیر راہب نے جب دہر میں گریہ و زاری کی آواز سنی اور مدہوشی کے بعد ہوش میں آیا۔ تو طاق کے نزدیک گیا مگر وہاں کوئی عماری یا ہودج کا نشان نہ تھا۔ بعدہٗ اس نے وہ صندوق کھولا کہ جس میں امام حسین علیہ السّلام کا سر بریدہ تھا۔ جب صندوق کھولا تو سر بریدہ سے ایک نور ساطع ہو رہا تھا حالانکہ وہ سر خاک و خون میں غلطان تھا۔ راہب بہت رویا اور سر مطہر کو مشک و گلاب سے دھویا۔ اور اپنے عبادتی سجادہ پر بیٹھا اور دوزانو مؤدب ہو کر عرض کیا اے سر سروران عالم مجھے بتا کہ تو کس برگزیدہ سر مطہر ہے۔ سر بریدہ سے آواز آئی کہ ؎

من کشتۂ تیغ کوفیانم
آغشتہ بخون ز شامیانم

کوفیوں اور شامیوں نے مجھے قتل کیا ہے اور میں فرزند رسولؐ ہوں۔ میں محمد مصطفیٰؐ کی آنکھوں کا نور ہوں اور علیؑ مرتضیٰ کا بیٹا ہوں۔ اور میں فاطمہؑ کا نور نظر ہوں۔ جب اس راہب سے آپؑ نے اپنے مصائب بیان کئے تو وہ راہب بیہوش ہو گیا اور ہوش آنے پر اس نے ان تمام نصاریٰ کو جمع کیا کہ جو اس قلعہ میں رہتے تھے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ پھر وہ اپنے لوگوں کے ساتھ امام زین العابدین علیہ السّلام

کی خدمت میں آیا دیکھا کہ ایک بیمار ناتواں۔ طوق و سلاسل میں گرفتار اسیروں کا سالار ہے یہ حالت امامؑ دیکھ کر راہب اور تمام نصرانی رونے لگے۔ اور امام زین العابدین علیہ السّلام کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ہمیں اجازت دیں تو شب خون ماریں اور آزاد کرالیں مگر امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا کہ اس گروہ ستم شعار کو ان کے حال پر چھوڑ دو ؎

ظالمان را بکردگار سپار
تا جزا شان دہد بزاری زار

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰہَ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظَّالِمُوْنَ۔ وہ راہب سر مطہر امام حسین علیہ السّلام کا اعجاز دیکھ مسلمان ہو گیا "حسینیت زندہ باد"۔ مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ امام حسین علیہ السّلام کا سر بریدہ چند مقام پر از روی محبت دھویا گیا ہے اور ایک جگہ از روے عداوت دھویا گیا ہے اوّل خولی کی زوجہ نے سر امام مظلوم دھویا۔ دوم شمر ملعون کی زوجہ نے سوم دہر راہب میں جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ان تینوں جگہ از روے عقیدت و مودّت سر امام مظلوم کو مشک و گلاب سے دھویا گیا ہے اور از روے عداوت دربار یزید ملعون میں پیش کرنے سے پہلے سر امامؑ کو دھویا گیا اور طشت طلا میں رکھ کر پیش کیا۔

منزل قنسرین میں سر بریدۂ امام حسینؑ کا راہب نصرانی کو دعوت اسلام دینا

کتاب الخرائج میں سانحہ راہ شام کے سلسلہ میں قطب راوندی نے ابو الفرج

سے اور اس نے سعید بن ابی رجا سے اور اس نے سلیمان اعمش سے روایت کیا ہے کہ ایک روز میں مشغول طواف خانہ کعبہ تھا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ غلاف خانہ کعبہ پکڑے ہو کہہ رہا تھا کہ اللھم اغفر لی و انا اعلم انك لاتغفر یعنی خدایا تو مجھے بخشدے مگر میں جانتا ہوں کہ تو مجھے نہیں بخشے گا۔ میں اس شخص کے پاس گیا اور اس سے دریافت کیا کہ اے شخص تو ایسا کیوں کہتا ہے خداوند عالم غفور رحیم ہے وہ گناہ معاف کر سکتا ہے۔ آخر تجھ سے ایسا کون سا گناہ عظیم ہوا ہے کہ تجھے اپنی مغفرت کی امید نہیں ہے اس نے کہا کہ تم میرے ساتھ حرم سے باہر چلو تو میں تم کو اپنے گناہ سے آگاہ کروں گا۔ باہر پہنچنے پر اس نے کہا کہ اے برادرم میں لشکر عمر بن سعد میں تھا۔ اور ان چالیس آدمیوں میں سے تھا کہ جو راہ شام میں سرہائے شہداء کی پاسبانی پر لگائے گئے تھے۔ اثنائے راہ میں ایک شخص نصرانی ملا وکان الرأس معنا ترکونا علی رمح ومعہ الاحراس۔ کہ سر مقدس امام حسینؑ ایک نیزہ پر نصب تھا ہم لوگ غذا و طعام میں مشغول تھے کہ ایک ہاتھ نمودار ہوا اور اس نے دَیر کی دیوار پر یہ لکھا ہے

اترجوا امة قتلت حسینا

شفاعة جده یوم الحساب

کہ وہ امت یعنی وہ گروہ کہ جس نے حضرت امام حسین علیہ السّلام کو قتل کیا یوم حساب رسولؐ خدا کی شفاعت کی کیا امید رکھ سکتی ہے ہمارے ساتھیوں نے اس کو محض وہمی چیز تصور کیا اور ہم کھانے پینے میں مشغول رہے۔ پھر ہم نے دیکھا کہ ہاتھ دوبارہ نمودار ہوا اور اس نے دیوار پر یہ تحریر کیا ہے

فلا واللہ لیس لہم شفیع   وهم یوم القیامة فی العذاب

خدا کی قسم ہرگز ہرگز اس گروہ یعنی قاتلان امام حسینؑ کے لیے کوئی شفاعت نہیں ہے ان کا روز قیامت کوئی شفیع نہ ہوگا اور وہ دائمی عذاب میں رہیں گے ہم اگرچہ یہ واقعہ دیکھ کر خوف زدہ ہوئے مگر پھر بھی شقاوت سے باز نہیں رہے۔ اور بدستور طعام و غذا میں مشغول ہے پھر تیسری مرتبہ وہی ہاتھ نمودار ہوا اور اس نے قلم قدرت سے لکھا کہ ہے

وقد قتلوا الحسین بحکم جور

وخالف حکمهم حکم الکتاب

کہ امام حسینؑ کو حاکم جابر و ظالم کے حکم پر قتل کیا اور ظالموں نے حکم قرآن کے خلاف کیا اسی اثنا میں ہم کھانے سے فارغ ہو چکے تھے اور دَیر راہب پہنچ گئے۔ ہم نے دیکھا کہ راہب اپنے دَیر کی چھت پر آیا اور اس نے سر مطہر امام حسینؑ پر نظر کی۔ فرای نورا ساطعا من فوق الراس۔ کہ سر امام حسین علیہ السّلام کے اوپر ایک نور تابندہ ہے وہ راہب اپنے دَیر سے باہر آیا۔ دریافت کیا کہ تمہارا لشکر کہاں سے آیا ہے اور یہ کس بزرگ کا سر مبارک ہے کہ جس سے نور ظاہر ہو رہا ہے اور نوریالائے نور احاطہ کئے ہوئے ہے۔

ہم نے کہا کہ ہم اہل عراق ہیں اور یہ سر مطہر حضرت امام حسین علیہ السّلام کا ہے جو نواسۂ رسولؐ خدا اور پسر علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔ جب راہب نے یہ سنا کہ سر بریدہ پیغمبرؐ اسلام کے نواسہ۔ فاطمہ زہراؑ کے نور عین کا سر ہے کہنے لگا کہ تبا لکم واللہ لو کان لعیسی بن مریم ابن لحملنا علی احداقنا۔ اے لوگو۔ تم پر تمہارے آئین پر وائے ہو کہ اگر عیسیٰ ابن مریم کے کوئی فرزند ہوتا تو ہم گروہ نصاریٰ فرزند عیسیٰؑ کو اپنی آنکھوں کا نور قرار دیتے۔ اے بے حیا

لوگو تم نے اپنے پیغمبرؐ کی اولاد کو قتل کر دیا۔ اور اس کے قتل ہونے پر خوشیاں منا رہے ہو۔ میری تم لوگوں سے ایک خواہش ہے ہم نے کہا آخر تم کیا چاہتے ہو راہب نے کہا کہ دس ہزار درہم جو مجھے میرے بزرگوں سے میراث میں ملے ہیں مجھ سے لے لو اور اس سر مطہر کو مجھے دیدو کہ میرا مہمان ہے۔ ہم نے راہب کی بات مان لی اور اس نے مذکورہ رقم لا کر دیدی وہ دو تھیلیاں تھیں اور ہر ایک تھیلی یعنی ہمیانی میں پانچ ہزار پانچ سو درہم تھے۔ عمر سعد ملعون نے ان کو اچھی طرح کسوٹی پر پرکھ کر اپنے خازن کے حوالہ کیا۔ اور سر مطہر راہب کو دے دیا۔ راہب سر بریدۂ امام حسینؑ لے کر اپنے گھر آیا اور اس کو مشک و گلاب سے دھویا۔ اور اپنے حجرہ میں رکھ دیا اور خود سر امامؑ کی طرف دیکھتا رہا۔ اور دل میں کہتا رہا کہ مسلمانوں نے اپنے رسولؐ کے فرزند کے سر مبارک کے ساتھ اسقدر خواری کا سلوک کیا ہے کہ نیزہ پر آویزاں کیا ہے۔ وہ اس کے ساتھ ساتھ گریہ بھی کر رہا تھا اور نوحہ کر رہا تھا۔

علامہ مرحوم اپنی کتاب الریاض میں لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ راہ شام میں منزل قنسرین کا ہے۔ جب راہب سر امام مظلوم لیکر اپنے گھر آیا ہے اس نے آواز سنی کہ کوئی کہہ رہا ہے۔ طوبی لک و طوبی لمن عرف حرمتہ۔ اے راہب خوشا بحال تو کہ تو نے سر مطہر کی اسقدر تعظیم و تکریم و تقدیس کی ہے۔ ابھی وہ راہب مسلمان نہیں ہوا تھا مگر پھر بھی احترام و عظمت سر امام بجا لایا۔ پھر راہب نے سر مطہر کو اپنے ہاتھوں پر رکھا اور عرض کیا پروردگارا حضرت عیسٰی بن مریمؑ کی پاکیزگی کا واسطہ اس سر مطہر کو حکم دے کہ وہ اپنا تعارف کرائے۔ اور مجھ سے کلام کرے۔ ناگاہ سر امام مظلوم گویا کہ اے راہب انا ابن محمد ن المصطفیٰ

انا ابن علی المرتضیٰ انا ابن فاطمۃ الزهراء۔ انا المقتول بکربلا انا المظلوم انا العطشان جب سر امام کلام کر چکا تو راہب نے سر پاک کو زمین پر رکھا اور اپنے چہرہ پر خاک ملی بالوں میں خاک ڈالی۔ اور سر مبارک پر اپنی پیشانی رکھ کر عرض کیا۔ حتی تقول انا شفیعک یوم القیامۃ۔ کہ آپ اپنی زبان مبارک سے فرمائیں کہ میں روز قیامت تیرا شفیع ہوں گا۔ سر امام حسینؑ سے آواز آئی اے راہب اگر تو میری شفاعت چاہتا ہے تو میرے نانا کا دین قبول کر۔ پس راہب نے کہا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمداً رسول اللہ۔ پھر سر امام حسینؑ نے فرمایا انا شفیعک یوم القیامۃ۔ اے راہب بروز قیامت میں تیری شفاعت کروں گا۔ بروایت ابن شہر آشوب راہب نے لشکر والوں سے کہا کہ تمہارا رئیس کون ہے مجھے اس کے پاس لے چلو لشکری لوگ راہب کو عمر بن سعد ملعون کے پاس لے گئے۔ جب راہب پسر سعد کے پاس گیا تو اس نے نہایت عاجزانہ طور پر اس سے سوال کیا کہ یا عمر سئلتک باللہ و بحق محمد صلی اللہ علیہ و آلہ ان لا تعود الی ما کنت تفعلہ بھذا الرأس۔ یعنی کہ میری تجھ سے یہ خواہش ہے کہ تجھے اقدس الٰہی کا واسطہ اور حضرت رسول خداؐ کا واسطہ دیتا ہوں کہ تو اس سر مطہر کی بے حرمتی نہ کر اور اس کو نیزہ پر نصب نہ کر۔ عمر سعد بدنہاد نے اس وقت کو قبول کر لیا مگر جب راہب چلا گیا تو اس ملعون نے پھر سر امام مظلوم کو نیزہ پر بلند کیا۔ جب عمر بن سعد اپنے لشکر کے ہمراہ شام پہنچا اور اس نے اپنے خزانچی سے وہ دونوں تھیلیاں جس میں درہم تھے طلب کیں جب وہ ہمیانیاں کھولی گئیں تو وہ تمام دینار ٹھیکری ہو گئے تھے اور ان درہموں کے ایک طرف ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظالمون

اور دوسری طرف لکھا ہوا تھا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ جب عمر بن سعد ملعون نے دیکھا تو کہنے لگا۔ حسرۃ الدنیا و الآخرۃ۔

شہر سرمدین میں ورود اسیران اہلبیت اور وہاں کے حالات

جب لشکر ابن زیاد راہ شام میں منزل سرمدین پہنچا جو کہ حکومت حلب کا ایک شہر ہے یہاں کے لوگ دیندار، صاحبان خیر اور دوستداران خانوادۂ نبوت ہیں جب شہر والوں کو خبر ہوئی کہ امام حسین علیہ السلام کو عراقیوں نے قتل کر دیا ہے اور اب لشکر ابن زیاد ان کے اہلحرم کو اسیر کر کے شام لیجا رہا ہے اور وہ اس شہر سے گزریں گے۔ انہوں نے شہر پناہ کے دروازے بند کر لیے اور قلعہ کی چھت پر جا کر لشکر ابن زیاد کو لعن وطعن کی۔ ان پر تبرّی کیا۔ اور ان پر سنگ باری کی۔ اور کہنے لگے اے قاتلو ہم تم تو ہرگز اپنے شہر میں نہیں داخل ہونے دیں گے جب وہاں کی عورتوں کی دُور سے نظر اسیران اہلبیت پر پڑی اور ان کو رسن بستہ اور کھلے سر دیکھا تو بے چین ہو کر اپنے سروں کے بال کھول دیئے اور گریۂ وزاری کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ جناب اُم کلثوم نے یہ نوحہ پڑھا

کم تصبون لنا الاقتاب عاریۃً   کاننا من بنات الروم فی البلد

الیس جدی رسول اللہ ویلکم   ھو الذی دلکم قصدا الی الرشید

یعنی اے بیحیا تو لشکر ابن زیاد ہمیں برہنہ سر رسن بستہ شتران بے کجاوہ پر شہر شہر

لیے اس طرح پھر رہے ہو جیسے لوگ دختران رومی کو لے کر پھرتے ہیں حالانکہ ہم آل رسولؐ ہیں نبی زادیاں ہیں۔ تم کیسے کلمہ گو ہو۔ ہماری کیا خطا ہے۔ ہم ان اونٹوں پر سخت تکلیف میں ہیں اور تم کوئی خیال نہیں کرتے غرض کہ اہل سرمدین نے لشکر ابن زیاد کو اپنے شہر میں داخل نہیں ہونے دیا اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔

یحییٰ حرّانی کی حمایتِ اسیران آل محمدؐ میں شہادت اور بعض منازل راہ شام کے واقعات

جب لشکر ابن زیاد ملعون شہر مدین میں داخل نہ ہو سکا تو اس نے منزل حرّان کا رخ کیا حرّان بروزن شدّاد ہے۔

صاحب روضۃ الشہداء تحریر کرتے ہیں کہ جب لشکر ابن زیاد ملعون حرّان پہنچا۔ تو وہاں کے لوگ استقبال کے لیے نکلے اور تماشاء اہلبیت اطہار دیکھنے لگے اس جگہ ایک یہودی کا مکان تھا۔ جو کہ یحییٰ حرّانی کے نام سے مشہور تھا۔ یہ یہودی بھی بغرض تماشا لوگوں کے مجمع میں موجود تھا۔ وہ کھڑا تماشائی اسیران اہلحرم دیکھ رہا تھا کہ ناگاہ اس کی نگاہ سر امام حسین پر پڑی جو ایک نیزہ پر بلند تھا۔ جب اس نے بغور سر مبارک کو دیکھا تو اُسے امام مظلوم کے لبوں کو جنبش کرتے دیکھا۔ اور آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون یہودی کو بہت تعجب ہوا کہ سر بریدہ اور تلاوت کلام مجید۔ اس نے خیال کیا کہ یہ سر۔ سر رسولؐ خدا ہے یا کسی پیغمبر کے وصی کا سر مبارک ہے کسی

سے سوال کیا برائے خدا یہ تو بتلاؤ کہ یہ سر پاک کس بزرگ کا ہے اور اس کا نام کیا ہے۔ لشکر والوں نے بتلایا کہ یہ حسینؑ ابن علی کا سر ہے۔ اور اس کی ماں کا نام فاطمہؑ ہے جو رسولؐ خدا کی بیٹی ہے۔ اس یہودی نے سنا تو اپنے دل میں کہنے لگا کہ اگر اس کے نانا کا دین سچا اور برحق نہ ہوتا تو یہ سر مبارک ہرگز کلام نہ کر سکتا پس وہ امام حسینؑ کے سر بریدہ کے کلام کرنے کو دیکھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ اور اس نے کلمہ پڑھا کہ اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمد ارسول الله و ان ابنه هذا من اولياء الله اے لوگو گواہ رہو کہ محمدؐ برحق پیغمبر خدا ہیں۔ اور ان کا فرزند حسینؑ کہ جس کا یہ سر مبارک ہے اس کے وصیؑ برحق ہیں اور یہ بے نقاب اسیران نبوت۔ شاہدان نبوت ہیں اور برحق ہیں۔ پھر اس نے کچھ چادریں اور کچھ نقابیں اہلحرم کو پیش کیں۔ اور اس نے اپنا حصہ حضرت سید سجادؑ کو نذر کیا اور آپ کے جسم مبارک پر ڈالدیا۔ جب ابن زیاد ملعون کے لشکر والوں نے اس یہودی کو اہلحرم کی محبت میں سرشار دیکھا تو اس غریب کو خوب مارا اور چادریں چھین لیں۔

یحییٰؑ حرانی کو جوش آگیا اور تلوار نیام سے نکال لی اور اُن پر حملہ آور ہوا اور لشکر باطل کے پانچ افراد کو قتل کیا۔ اور بآواز بلند کہا کہ میں خدا اور اس کے رسولؐ محمدؐ پر ایمان لایا ہوں اور اس کے اہلبیتؑ سے محبت کرتا ہوں۔ اس وقت لشکر ابن زیاد ملعون نے اس پر حملہ کیا اور اس کو شہید کر دیا۔ معین الدین روضۃ الشہداء میں لکھتے ہیں کہ یحییٰ حرانیؒ مزار مبارک دروازۂ شہر حران کے اندر واقع ہے مومنینؒ موالیان اہلبیتؑ طاہرین اس کی زیارت کرتے ہیں اور یہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں مزار مبارک کے سرہانے جو دعا کی جائے وہ ضرور قبول ہوتی ہے ہمارا ایک سلام سر مطہر امام حسینؑ کو ہو اور دوسرا سلام امام زین العابدین کو ہو۔ اور ہمارا ایک

سلام یحییٰؒ حرانی شہید آل محمدؐ کو ہوے

در ہر دو جہان گر آبرو می طلبی
بگذر بسر خاکِ شہیدانِ درش

یعنی کہ اگر دونوں جہان میں تو آبرو و عزت کا خوشگوار ہے تو شہیدان اہلحرم کے دروازے پر جبہ سائی کرنا چاہیئے۔

منزل اندرین ــــــــــ منزل حران سے۔

لشکر ابن زیاد بدنہاد بطرف قریۂ اندرین روان ہوا اور وہاں پہنچ کر رئیس قریہ کو خبر بھیجی اور اپنے لشکر کے لیے طعام و قیام کے بندوبست کی خواہش ظاہر کی۔ شہر حلب سے منزل اندرین ایک دن اور ایک کی مسافت کے فاصلہ پر واقع ہے۔ صاحب کامل السقیفہ لکھتے ہیں کہ والیٔ اندرین نصر بن عقبہ تھا۔ اور یزید بن معاویہ سے پہلے ہی سے یہاں اس کی حکومت تھی۔ جب والیٔ اندرین نے یہ سنا کہ حسین ابن علیؑ قتل کر دیئے گئے اور ان کے اہلحرم اسیر ہو کر یہاں لائے گئے ہیں اور یہاں سے شام جا رہے ہیں۔ اس حرام زادے نے خوشی کا اظہار کیا۔ شہر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی وہ مصیبتاہ اہلحرم نے جب یہ خوشیاں دیکھیں تو آہ سوزان جگر سے کھینچی اور غریبی امام حسینؑ پر آنسو بہائے ادھر اہل کوفہ عیش و طرب میں مشغول تھے۔ کہ اہلحرمؑ کی آہیں رنگ لائیں اور سخت و تند آندھی چلی۔ بجلی کڑکی آسمانی بجلی زمین پر گری اور اس شہر کے مکانات جل کر سیاہ ہو گئے۔ گویا آسمان نے آل اُمیّہ پر لعنت بھیجی۔

منزل معرۃ النّعمان یہاں بھی لشکر ابن زیاد ملعون نے پڑاؤ ڈالا تھا

اس شہر کو معرۃ النّعمان اس لیے کہتے ہیں کہ نعمان بن بشیر انصاری اس شہر میں آئے اور اس شہر میں وفات پائی اور دفن ہوئے۔ لہٰذا ان کی نسبت سے یہ شہر۔ معرۃ النّعمان ہوا مشہور ہو مقتل ابی مخنف میں ہے کہ جب لشکر ابن زیاد بدکردار شہر کے نزدیک پہنچا تو والی شہر نے دروازے کھولنے کا حکم دیا کہ لشکر شہر میں داخل ہو سکے۔ اس شہر والوں نے کوفیوں کو طعام وغذا فراہم کی وا حسرتا کسی نے یہ نہیں کہا کہ آل رسولؐ بھی بھوکے پیاسے ہیں۔ الالعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

منزل شیرز:۔

منزل معرۃ النّعمان سے روانہ ہو کر لشکر ابن زیاد نے منزل شیرز پر پڑاؤ ڈالا جب اس شہر کے رہنے والوں کو خبر ہوئی تو ان کی قوم کے بزرگوں نے کہا اے جوانو اس لشکر بیدین نے فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کیا ہے۔ اور امام حسینؑ کا سر بریدہ اور آپ کے ساتھ شہید ہونے والوں کے سر اور حضرت کے اہل حرم قیدی بنا کر شام لیجا رہے ہیں۔ ہم اس قوم نابکار کو اپنے شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیں گے۔ اس پر اس قریہ کے تمام لوگوں نے عہد کیا کہ خواہ مقابلہ کی صورت ہی کیوں نہ ہو ہم لشکر ابن زیاد کو ہرگز ہرگز داخل نہیں ہونے دیں گے۔ اور جیسا کہ ہمارے قومی بزرگ فرماتے ہیں اس پر عمل کریں

گے۔ اس شہر کے اردگرد ایک خندق تھی اور اس پر عبور کرنے کے لیے پل بنا ہوا تھا۔ لشکر ابن زیاد کے پہنچنے سے پہلے ہی ان لوگوں نے اس پل کو توڑ دیا۔ اور تمام لوگ تلواریں اور سپریں لے کر گھروں سے باہر نکل آئے۔ ادھر لشکر ابن زیاد جب خندق کے نزدیک پہنچا دیکھا کہ لوگ داخل شہر ہونے کے سخت مخالف ہیں۔ اور ان لوگوں نے خندق کے پل کو توڑ دیا ہے۔ جب لشکر ابن زیاد نے دیکھا کہ اب کوئی چارہ کار نہیں ہے تو اس بدنہاد نے یزید بن معاویہ کو خط تحریر کیا۔ سارا واقعہ بیان کیا۔ اور فوراً ہی یزید ملعون نے جواب دیا جس پر اس نے حکم دیا کہ اس قریہ کو آگ لگا دو عامل بلدیہ کو گرفتار کر لو۔ ان ظالموں نے یزید ملعون کے حکم پر اس قریہ کو غارت وتاراج کر دیا۔ اور آپ اس کی جرأت دیکھ کر لشکر ابن زیاد نے کوچ کیا۔

منزل کفرطاب۔

کفر بفتح الکاف واسکان الفاأی قریہ طابہ فان الکفر بمعنی القریہ ہے یعنی کہ لفظ کفر کے کاف پر زبر ہے اور باقی حروف ساکن ہیں۔ مقتل ابی مخنف کہتا ہے کہ کفرطاب ایک چھوٹا سا قلعہ تھا۔ اس جگہ اہل خیر و سعادت اور دیندار لوگ رہتے تھے۔ جب یہاں کے لوگوں کو ابن زیاد ملعون کے آنے کی خبر ہوئی۔ فغلقوا علیھم الابواب۔ یعنی کہ اپنے مکانوں کے دروازے بند کر لیے۔ اور لشکر ابن زیاد کو کھانا پانی کچھ نہیں دیا۔ خولی بن یزید علیہ اللعنۃ قلعہ کے نزدیک آیا اور کہنے لگا اے قوم کیا تم ہمارے زیر اطاعت نہیں ہو جو تم ہمارے احکام تسلیم نہیں کرتے۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ خدا کی قسم ہم لوگ تمہیں ہرگز آب وکھانا نہیں دیں گے کیونکہ

حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں پر پانی بند کیا ہے اور انہیں تشنہ دہن شہید کیا ہے۔ پس لشکر ابن زیاد ملعون وہاں سے دوسری منزل کے لیے روانہ ہو گیا۔

سیبور۔ یہ بھی کفرطاب سے روانہ ہونے کے بعد ایک منزل ہے۔ ابی مخنف لکھتا ہے کہ بزرگان قوم نے اپنے قریہ کے سب لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ لشکر ابن زیاد نے فرزند حضرت رسولؐ خدا کو قتل کیا ہے۔ اور ان کے اہل حرم اسیر کئے ہیں۔ اب یہ قوم نابکار سرہائے شہدا اور اسیروں کو لے کر شام جا رہے ہیں۔ اسے ہماری قوم اگر تم نے ان ظالموں کو طعام و غذا دی یا ان کی حمایت کی تو روز قیامت خدا اور رسول خدا مواخذہ کریں گے۔ ہم ہرگز ان کو اپنے شہر میں قدم نہیں رکھنے دیں گے اور البتہ اگر اسیران حرم آئیں تو ہمارے گھر حاضر ہیں تمام لوگوں نے تلواریں نیام سے نکال لیں اور بزرگان قوم کو یقین دلایا کہ لشکر ابن زیاد کو ہم ہرگز اپنے شہر میں داخلہ کی اجازت نہیں دیں گے چاہیئے خون خرابہ ہو۔ خولی بن یزید ملعون نے اپنی سپاہ کو حکم دیا کہ اس قریہ پر حملہ کرے۔ جنگ ہوئی اور اہل سیبور نے لشکر ابن زیاد کے چھ سو افراد کو واصل جہنم کیا۔ اور ان کے پانچ شخص شہید ہوئے رحمھم اللہ تعالیٰ۔ خدا کی رحمت ہو ان پانچوں شہیدوں پر۔ بعض نسخوں میں یہ درج ہے کہ اہل قریہ کے ستّر افراد سیبور شہید ہوئے اور چھیتّر افراد لشکر باطل وارد جہنم ہوئے۔ جنابؑ ام کلثوم نے اس شہر والوں کو دعائے خیر دی اور فرمایا کہ خداوند اس شہر والوں کے رزق اور امور خیر میں برکت عطا فرما لشکر باطل وہاں سے دوسری منزل کی طرف روانہ ہوا

منزل حماۃ اور مسجد راس الحسینؑ

ابی مخنف لکھتا ہے کہ شہر حماۃ کے لوگوں نے لشکر ابن زیاد ملعون اپنے شہر میں داخل نہیں ہونے دیا فغلقوا الابواب علی وجوھھم ورکبوا سورھا۔ یعنی دروازہ بند کر لیے اور دروازے کے برج پر نگران بیٹھا دیئے کہ لشکر والے داخل نہ ہو سکیں۔ ان لوگوں نے عہد کیا کہ خواہ ہم سب قتل ہو جائیں مگر ہم قاتلان فرزند رسولؐ خدا کو شہر میں نہیں وارد ہونے دیں گے۔ جب لشکر ابن زیاد نے یہ حالت دیکھی تو حکم دیا ارتحلوا الی حمص کہ حمص کے لیے سوار ہو لیکن ابن شہر آشوب اور دیگر علماء کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سپاہ ابن زیاد داخل شہر حمص ہوئی ہے۔ اور اس وقت ایک پتھر پر سر بریدہ امام حسین علیہ السّلام رکھا پتھر پر خون امام خشک ہو گیا ہے اور وہ جگہ مشہد الرّاس کے نام سے مشہور ہے مرحوم علاّمہ کتاب الریاض میں اپنے ہمعصر اصحاب سے نقل کرتے ہیں کہ فاضل معاصر نے خود بیان کیا کہ وہ اپنے رفیقوں کے ساتھ سفر مکہ میں شہر حماۃ پہنچے وہاں ایک باغ و بستان میں ایک مسجد دیکھی جو مسجد الحسینؑ کے نام سے معروف و مشہور ہے۔ مسجد کی عمارت کی ایک دیوار پر پردہ کھینچا ہوا ہے اور دیوار میں ایک پتھر نصب ہے۔ اور اس پر گردن بریدہ اور شریان نشان پایا جاتا ہے۔ فاثر فی ھذا الحجر ما تراہ تاثیرًا۔ یہ اس فاضل معاصر بیان کرتے ہیں کہ ہم نے خدام مسجد سے دریافت تو اس نے کہا کہ جب لشکر ابن زیاد ملعون سرہائے شہداءؑ اور اسیران اہلبیتؑ کو لے کر کوفہ سے شام جا رہا تھا تو لشکر اس شہر میں پہنچا۔ اور بیرون شہر اس پتھر پر حضرت امام حسین علیہ السّلام کا

سر بریدہ رکھا تھا چنانچہ آپ کے گلوے بریدہ اور گلے کی رگوں کا نشان پتھر پر نقش ہوگیا اور خون پتھر کے دل میں اُتر گیا۔ فاثر فی ھٰذا الحجر ما تراہ تاثیراً پس گلوے بریدہ اور رگ شریان کا نقش ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ درمیان مسجد تلاوت قرآن مجید کی آواز سننے میں آتی ہے اور کوئی تلاوت کرنے والا نظر نہیں آتا۔ اور ہر سال شب عاشورا محرم نصف شب کے بعد ایک نور اس پتھر سے رونے کی آواز آتی ہے۔ اور روز عاشورا آخر وقت (یعنی ہنگام عصر) اس نشان گلو سے خون کے قطرے ٹپکنے شروع ہوتے ہیں اور پھر وہ خون منجمد ہو جاتا ہے اور کسی کو یہ جرأت نہیں ہوتی کہ خون کو جمع کرلے خادم مسجد نے یہ بھی کہا کہ سالہا سال سے ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے فاضل معاصر بیان کرتے ہیں کہ جب ہم مسجد سے باہر آگئے تو ہم نے وہاں کے لوگوں سے دریافت کیا تو واقعہ کی تصدیق کی ہے

بعد از شہادت پسر فاطمہؑ حسینؑ
داغ شہادتش جگر سنگ آب کرد

حاصل کلام یہ ہے کہ لشکر ابن زیاد بدنہاد نے حماۃ سے کوچ کیا اور شہر حمص پہنچا۔

منزل حمص۔

لشکر ابن زیاد منزل حماۃ سے شہر حمص پہنچا۔ اور والیٔ حمص کو خط لکھا کہ ہم کوفہ سے شام جا رہے ہیں اور ہمارے ساتھ سر حسین ابن علیؑ ہے ان کے اہلحرم ہمارے قیدی ہیں تم ہمارے استقبال کو آؤ۔ شہر کو آراستہ کرو اور لشکر کے لیے طعام و غذا و پانی کا انتظام کرو۔ اس وقت امیر شہر حمص برادر خالد بن نشیط

تھا کہ شہر جھنیہ میں حکومت کرتا تھا۔ اور ایک بھائی حمص میں عامل شہر تھا جب لشکر کا خط اس کو ملا۔ تو اس بدبخت نے استقبال کرنے کا حکم دیا۔ شہر آراستہ کیا گیا اور رنگ برنگ کے جھنڈے لے کر لوگ استقبال کے لیے نکلے۔ اور لشکر ابن زیاد نے صندوقوں میں سے سرہاے شہدا نکال کر نیزوں پر بلند کیے اور امام حسینؑ کا سر مبارک بھی بلند کیا۔ اہل حمص دور و دراز سے تماشۂ سرہاے شہداء کے لیے جمع ہوئے لیکن جب ان کو یہ تحقیق ہوگیا کہ یہ اسیر ذریت پیغمبر اسلام ہے اور یہ سر اولاد نبی و حیدرؑ کے ہیں اور اسیروں میں دختران فاطمہؑ اور حسینؑ کے ناموس ہیں تو ان لوگوں میں حمایت اہلبیتؑ کا ایک جوش پیدا ہو گیا۔ مرد و زن آہ و زاری کرنے لگے اور کہنے لگے وامصیبتاہ کہ ان ملعونوں نے خاندان نبوت کو تباہ کر دیا۔ چونکہ لشکر ابن زیاد سے مقابلہ کی طاقت نہ تھی پس اہل حمص نے ان پر سنگ باری شروع کر دی اور ان پر لعنت ملامت کرتے تھے۔ اسی سنگ باری سے لشکر کو نہ کے چھ سوار واصل جہنم کئے اور شہر پناہ کے دروازوں کو بند رکھا اور ان کا یہ نعرہ تھا یا قوم لا کفر بعد الایمان۔ کہ اے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار نہ کرو۔ ہم خولی بن یزید ملعون کو واصل جہنم کر کے دم لیں گے ہم سر امام مظلوم آزاد کرائیں گے تاکہ روز قیامت پیغمبر اسلام کی بیٹی جناب سیدہ کی شفاعت ہمیں نصیب ہو۔ اور ہمارے شہر کو یہ فخر حاصل ہو چنانچہ نصاریٰ کے کنیسہ یعنی گرجا گھر کہ جو خالد بن نشیط کے پہلو میں تھا کے نزدیک اجتماع کیا۔ لشکر ابن زیاد نے اس لشکر سے جنگ و جدل کیا۔ مگر شہر حمص کے کسی دوسری دروازہ سے سرہاے شہداء اور اسیروں کو لے کر فرار کر گئے۔

منزل بعلبک:۔ لشکر ابن زیاد ملعون نے شہر حمص سے کوچ کرنے کے بعد

شہر بعلبک میں قیام کیا اور عامل شہر کو حکم دیا کہ استقبال کرے۔ یزید کی فتح کی خوشی میں شہر کو آراستہ کیا جائے اور محفل رقص و سرود منعقد کی جائیں۔ صاحب مقتل اس منزل کا حال لکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ لشکر ابن زیاد کو شراب نوشی اور خوشی و سُرور کے علاوہ کوئی اور شغل نہ تھا۔ یہاں کے لوگ اہلبیتؑ طاہرین کے سخت ترین دشمن تھے۔ ان کی عظمت کے بھی منکر تھے۔ اور طرح طرح کی خلاف دین باتیں کرتے تھے۔ جناب ام کلثوم سلام اللہ علیہا نے کسی سے دریافت کیا کہ اس شہر کا کیا نام ہے کہ لوگ اسقدر بیدین ہیں۔ جواباً لوگوں نے کہا کہ اس شہر کو بعلبک کہتے ہیں۔ پس جناب اُمّ کلثوم نے نفرین کی اور فرمایا۔ ابادالله تعالیٰ خضراءهم ولا اعذب الله تعالیٰ شربهم ولا دفع ایدی الظلمة عنهم الخ۔ یعنی کہ خداوند تعالیٰ اِس شہر والوں کو کمزور اور پراگندہ کر دے حاصل یہ ہے کہ اِس شہر والوں کو آب شیریں میسّر نہ ہوا۔ اور اس قوم سے دست ظلم کوتاہ نہ ہوا۔

ماحصل بزبان عربیّہ از مولّف کتاب سے

الا لعن الله الذین توازدوا   علی ظلم آل المصطفیٰ و تجمعوا
ایا سادتی یا آل بنت محمدٍ   بکم صدر مستعتصم متمتم

روضۂ خوانی مجالس عزا

مُولف کتاب فرماتے ہیں کہ ہم نے واقعاتِ منازل راہ شام پیش کر دیئے لیکن گریہ مجالس کا ذکر نہیں کیا اے شیعو لشکر ابن زیاد ملعون ان منازل میں اسیران آل محمد صلعم کو مروّجہ شاہ راہوں سے نہیں لے گئے انہیں یہ خوف تھا کہ ایسا نہ ہو کہ مروّجہ شاہ راہوں پر گزرتے ہوئے دوستداران آل محمدؐ متصادم نہ ہوں اور

جمعیت کے ساتھ مقاتلہ کی نوبت نہ آجائے پس ان ملاعین نے آل رسولؐ کو راہ بیراہ لے جانا پسند کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صحرا کی ریت و گرد اور گرم ہواؤں نے اسیروں کے چہروں کو متغیّر کر دیا تھا۔ ساربان تیزی سے اونٹ چلا رہے تھے اور بے کجاوہ و محمل اسیران کربلا سوار تھے جب اونٹ تیز چلتے تھے تو سکینہ خاتون اپنی پھوپھی زینبؑ خاتون سے کہتی تھیں کہ پھوپھی اگر اونٹ آہستہ چلتے تو ہمیں اسقدر تکلیف نہ ہوتی۔ اے پھوپھی اماں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ساربان ہمیں نہیں پہچانتے آپ ان کو اپنا تعارف کرائیں شاید ان کے دل میں رحم پیدا ہو جائے۔ جناب زینبؑ خاتون نے فرمایا اے بیٹی سکینہؑ اگر ساربان اونٹوں پر نگاہ رکھیں تو البتہ خستگی کم ہو سکتی ہے لیکن اے بیٹی زینبؑ کیا کرے لیکن جناب سکینہ آپ کو بہت پیاری تھیں، حضرت زینبؑ نے ساربانوں سے خطاب فرمایا۔

ان جدنا طٰہٰ وفاطمہ امہا
وعلی والدنا البطیق الانزاع

کہ میرے جدّ امجد حضرت پیغمبرؐ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں کہ جن کو خداوند عالم نے قرآن میں طٰہٰؐ کے نام سے یاد فرمایا ہے۔ میری ماں فاطمۂ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں۔ اور میرے پدر عالیقدر علی مرتضیٰ ہیں اور تم نے ہماری یہ حالت بنائی ہے کہ لوگ ترک و دیلم کی کنیزیں سمجھتے ہیں۔ واما علی بن الحسین السید العلیل مع الصدر العلیل ودمہ یسیل علی ابن الحسین۔ یعنی امام زین العابدین بیمار و ناتوان ہیں وامصیبتاہ ان کے پاء مبارک اونٹ کے شکم کے نیچے باندھ دیتے ہیں۔ آپ کی رانوں کے زخموں سے خون ٹپکتا ہے۔ صحرا کی گرم ہوائیں۔ طوق و زنجیر نے اور بھی نڈھال کر دیا ہے۔ وارد ہوا ہے کہ حضرت سجادؑ سے کسی نے سوال کیا کہ

آپ پر سخت ترین مصائب کس جگہ پڑے اور وہ کون سے مصائب تھے تو بیمار کربلا نے سوز دل سے تین مرتبہ کہا۔ الشّام الشّام الشّام، سر ننگے میرا کینہ تھا اور گرد و خاص تھے لوگ بیبیوؤں کے نام لے کر ہنستے تھے۔ پھر سائل نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کو کس طرح شام لے گئے۔ تو بروایتے حضرت امام جعفر علیہ السلام کہ آپ نے فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار محمد باقر علیہ السلام نے اس طرح بیان کہ میرے والد ماجد نے فرمایا کہ۔ حملنی علی بعیر نطلع بغیر وطاء و رأس الحسین علی علم و نسوتنا خلفی علی بغال فاکف والفارطة خلفنا وحولنا بالرماح ان دمعت من عین احد قرعوا رأسه بالرمح حتی اذا ادخلنا الی دمشق۔ مصائب اہلبیتؑ طاہرین ہیں یہ ایک عجیب مصیبت ہے امام زین العابدین علیہ السلام و المحمدہ خود فرماتے ہیں کہ مجھے ایک لاغر اونٹ پر سوار کیا تھا نہ اس پر محمل تھی نہ ہودج۔ برہنہ تھا۔ اور ہمارے اہلحرم کو نبی زادیوں۔ فاطمہؑ کی بیٹیوں اور بچوں اور ناموس امام حسینؑ کو خچروں پر سوار کیا تھا۔ یہ سب میرے اونٹ کے عقب میں تھے۔ امام زین العابدین علیہ السلام کے اس ارشاد گرامی میں ایک لفظ والفارطہ ہے۔ اس سے مراد ہے کہ وہ لوگ کہ جو یزید کی طرف سے پاسبان مقرر کئے گئے تھے اور یزید ملعون کے ہواخواہ تھے وہ سب کے سب ہم ظلم و ستم کرتے ہیں ایک دوسرے پر سبقت کر رہے تھے۔ ہم اس حالت میں دمشق پہنچے۔

مقتل جوابی مخنف کی طرف منسوب ہے اس کے ایک نسخہ میں ہے کہ لشکر ابن زیاد ملعون بعلبک میں رات بسر کی تو وہ سب کے سب نشۂ شراب میں مخمور تھے اور پھر وہاں سے کوچ کر کے عصر کے ہنگام تک صومعۂ راہب

پہنچے۔

واقعہ صومعۂ راہب

جب لشکر ابن زیاد ملعون نزدیک صومعہ راہب پہنچا تو اس جگہ پڑاؤ ڈالا سرہائے شہداء صومعہ سے ایک طرف رکھے اور دوسری طرف اسیران اہلبیتؑ طاہرین کو جگہ دی۔ اور خود لشکر والے عشرت و سرور میں مشغول ہو گئے۔ اور اہلبیتؑ اظہار گریہ و زاری کرنے لگے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی یتیم بیٹیاں کبھی گریہ و زاری کرتیں اور کبھی پدر بزرگوار کی لاش کو دفن کرنے کی بابت خیال کرتیں مگر مجبور تھیں کس طرح دفن کرتیں کتاب مقتل میں ہے فلما عسعس اللیل سمع الراهب دویا کدوی الرعد و تسبیحا و تقدیسا۔ یعنی جب تاریکی شب زیادہ ہوگی تو راہب نے تسبیح و تقدیس کی آواز سنی۔ اور وہ آواز کڑک دار تھی پھر ایک نور پیدا ہوا۔ کہ اس سے عالم منور ہو گیا اور اس کا پرتو صومعہ پر پڑا اور صومعہ میں نور پھیل گیا۔ فاطلع الراهب راسه من الصومعة یعنی کہ راہب نے اپنا سر صومعہ سے باہر نکالا۔ دیکھا کہ جس نیزہ پر سر بریدہ بلند ہے اس سر سے نور ظاہر ہو رہا ہے۔ قد لحق النور بعنان السماء اس سر مطہر کا نور مثل عمود نور آسمان تک بلند ہے راہب نے دیکھا کہ آسمان کے دروازہ کھلا ہوا ہے اور بےشمار فرشتے اس دروازہ سے زمین پر نیزہ کے نزدیک نازل ہو رہے ہیں۔ اور سر مطہر کو مخاطب کر کے سلام کرتے ہیں السلام علیک یا بن رسول اللہ السلام علیک یا ابا عبداللہ راہب نے جب یہ شان دیکھی تو اسے یقین ہو گیا کہ یہ سر مطہر بادشاہ دین و دنیا کا ہے۔ اپنے صومعہ سے باہر آیا۔ لشکر کے اور لوگوں سے دریافت کیا من زعیم القوم۔

کہ تمہارا بزرگ کون ہے۔ لشکریوں نے بتلایا کہ خولی بن یزید ملعون راہب نے خولی بن یزید سے دریافت کیا کہ سر کس بزرگ کا ہے۔ اس نے کہا یہ حسینؑ بن علیؑ کا سر ہے اور رسولؐ خدا کا نواسہ ہے۔ اس کی ماں فاطمہ زہراؑ دختر رسولؐ ہے۔ راہب نے کہا تباً لکم ولما جئتم فی طاعۃ۔ وای ہو تم پر کہ تم نے اپنے پیغمبرؐ کے نواسہ کو قتل کر دیا اور پھر بھی تم اطاعت رسولؐ خدا کے مدعی ہو۔ راہب نے کہا کہ ہمارے علماء نے خبر دی ہے کہ جب مسلمان اپنے نبیؐ کے نواسہ کو قتل کریں گے تو آسمان سے خون برسے گا۔ میں نے روز عاشورا محرم آسمان سے خون کے قطرے گرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ یہ وہی رسولؐ خدا کا سر ہے۔ اب میں تم سے ایک درخواست کرتا ہوں کہ ایک ساعت کے لیے یہ سر مبارک مجھے دیدو۔ اور وقت کوچ مجھ سے واپس لے لینا۔ خولی ملعون نے سر دینے سے انکار کیا اور کہا کہ اس سر کو یزید بن معاویہ کو پیش کرنا ہے۔ تاکہ ہمیں اکرام و انعام ملے۔ راہب نے کہا یزید جسقدر درہم و دینار دے گا اسیقدر جائزہ میں دینے کو تیار ہوں۔ چنانچہ خولی راضی ہو گیا اور راہب نے حسب خواہش خولی درہم و دینار حاضر کئے۔ سر مطہر نیزہ سے اتار کر راہب کو دیا۔ جب سر مطہر امام حسینؑ راہب کو ملا تو راہب رونے لگا اور کہا یعز واللہ علی یا ابا عبد اللہ ان لا اواسیک بنفسی اے فرزند رسولؐ خدا مجھ پر بہت گران ہے اگر میں اپنی جان آپ پر قربان نہ کروں۔ میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ مجھے آپ درجہ شہادت عطا فرمائیں تاکہ میں شہیدان کربلا میں محشور ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے کلمہ شہادت ابن زیاد سے ادا کیا۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا صلی اللہ علیہ وآلہ رسول اللہ وان

علیاً ولی اللہ وانک الامام۔ اس کے بعد راہب نے سر مطہر خولی کو دے دیا اور اپنی نگاہ اٹھا کر صومعہ کی طرف دیکھا۔ خولی ملعون اور اس کے ساتھیوں نے وہ درہم و دینار جو راہب نے دیئے تھے آپس میں تقسیم کئے۔ بعدہٗ دیکھا کہ وہ مٹی کے ہو گئے ہیں اور ان پر تحریر ہے سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ یہ دیکھ کر لشکر کے لوگ حسرت میں رہ گئے مگر خولی بدنہاد نے کہا کہ اس معاملہ کو چھوڑو اس نے وہاں سے کوچ کیا اور عسقلان میں پڑاؤ ڈالا۔

منزل عسقلان اور ضریر خزاعی کا حمایت اہلبیتؑ

اظہار میں خروج

علامہ مرحوم اپنی کتاب ریاض الاحزان میں فرماتے ہیں کہ ابی مخنف اور دیگر صاحبان مقاتل نے منزل عسقلان کا ذکر نہیں کیا ہے۔ ممکن ہے کہ اس منزل کا تذکرہ سہواً رہ گیا ہو۔ البتہ ابن شہر آشوب کتاب مناقب میں تحریر کرتے ہیں کہ عسقلان ایک جگہ ہے کہ اس کو مشہد الرأس کہتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ سر مطہر امام حسینؑ علیہ السلام اس شہر میں لایا گیا ہے اسی وجہ سے سر مطہر کی طرف اس کو نسبت ہے اور مشہد الراس الحسینؑ کے نام سے موسوم ہے مناقب کے علاوہ معین الدین نے بھی کتاب روضۃ الشہداء میں مشہد الرّاس الحسینؑ کا ذکر کیا ہے اور خصوصی طور پر لکھا ہے کہ لشکر ابن زیاد نے ملعون عسقلان میں بھی منزل کی ہے اور واقعہ ضریر خزاعی کو اس شہر کے حالات میں مفصلاً اور تشریحاً لکھا ہے واقعہ عسقلان یہ ہے کہ۔

روضۃ الشہداء میں مسطور ہے کہ لشکر ابن زیاد اسیران اہلبیت طاہرین کو شہر عسقلان میں لایا ہے وعسقلان مدینۃ بالشام یعنی عسقلان شام کا ایک شہر ہے وہی عروس الشام یہ شہر شام میں بہت خوبصورت حیثیت رکھتا ہے اسی لیے اس کو عروس شام کہتے ہیں۔ کما فی الصحاح و فی القاموس انہ بلد بالساحل الشام یحجۃ النصارٰی وکیف کان۔ یعنی کہ جیسا کہ صحاح اور قاموس میں ہے کہ شہر ساحل شام پر واقع ہے اس شہر کا عامل یعقوب عسقلانی تھا اور وہ شام کے امیر لوگوں میں سے ایک تھا۔ اور یعقوب عسقلانی کربلا میں جنگ حضرت امام حسینؑ میں موجود تھا اور اپنا لشکر لے کر واپس چلا گیا تھا۔ جب اپنے شہر کے نزدیک پہنچا تو اس نے حکم دیا کہ شہر کو آراستہ کیا جائے اور اہل شہر عمدہ اور فاخرہ لباس پہنیں۔ اور خوشی و سرور کا اظہار کریں۔ اور فتح یزید کا جشن منائیں۔ چنانچہ شہر آراستہ کیا گیا اور طبل و دف بجائے گئے محافل شراب منعقد کی گئی۔ یہاں تک کہ اسیران کربلا کا داخلہ ہوا۔ اس وقت شہر عسقلان میں یزیدی ہوا خواہوں میں جشن منایا جا رہا تھا اور موالیان اہلبیتؑ طاہرین میں صدائے ماتم و نوحہ بلند ہو رہی تھی۔ اسی دوران ایک شیعہ مسافر بھی عسقلان وارد ہوا تھا۔ وہ شور و غل سن کر اپنی منزل سے باہر آیا۔ فرای الخلائق یستبشرون ویتضاحکون ویرون فوجا فوجا لوگوں کو دیکھا کہ خوش خوش گروہ در گروہ رقص و سرود میں مشغول ہیں اور یزید پلید کی فتح کے ترانے گا رہے ہیں۔ ضریر خزاعی نے کسی سے دریافت کیا کہ شہر کو آراستہ کس لیے کیا گیا یہ خوشی کیسی ہے اس نے جواباً کہا کہ تو مسافر معلوم ہوتا ہے واقعہ یہ ہے کہ یزید کے خلاف عراق میں بغاوت ہوئی تھی اس کو شامی اور کوفی لشکر نے قتل کیا

ہے۔ ضریر خزاعی نے سوال کیا کیا وہ مسلمان تھا یا مشرک و کافر۔ اس پر ضریر کو جواب دیا کہ وہ نہ مشرک تھا نہ مسلمان بلکہ معاذاللہ باغی تھا۔ اور یزید للمسلمین پر خروج کیا تھا اور اس کا دعویٰ تھا کہ میں یزید سے بہتر ہوں۔ یزید کا یہ دعویٰ تھا کہ میں بہتر ہوں۔ وہ یہ کہتا تھا کہ میرے نانا رسول خدا ہیں میرے بابا علی مرتضیٰ امام ھدیٰ اس میری ماں فاطمہ زہرا دختر رسول خدا ہیں۔ میرے بھائی حسن مجتبیٰ ہیں جو صلح کل ہیں۔ یزیدی فوج نے معاذاللہ اس باغی کو قتل کیا ہے اور ابن زیاد کا لشکر شہیدوں کے سر اور اہلحرم کو اسیر کر کے دمشق لے جا رہے ہیں۔ ضریر خزاعی نے جب یہ سنا تو کلیجہ شق ہو گیا وا مصیبتاہ۔ آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا۔ حسینؑ قتل ہو گئے۔ اس دروازہ دمشق کی طرف دیکھا کہ جس سے قیدیوں کا قافلہ داخل ہونے والا تھا بے پناہ اژدھام نظر آیا۔ اذا قبلت الرایات وارتفعت الاصوات وجاء بالرؤس والسبایا علی وکاف البعال و اقتاب المطایا۔ علم کھلے ہوئے آگے آگے تھے نیزوں پر سرہائے شہدائے کربلا نصب تھے۔ اور ان کے عقب میں اسیران خستہ حال۔ بال پریشان سر کھلے ہوئے نبی زادیاں اور ہجوم عام۔ اور ایک ناقۂ عریان پر سید سجاد علیہ السلام۔ اونٹ کے شکم سے قدم ہائے مبارک بندھے ہوئے گلے میں طوق۔ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ضریر خزاعی آگے بڑھا اور سید سجادؑ کو سلام کیا اے آقا و مولیٰ میرا سلام قبول فرمائیے۔ ضریر خزاعی کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور ادھر امام زین العابدین علیہ السلام گریہ فرما رہے تھے۔ آپ نے اس کو سلام جواب دیا پھر دریافت کیا کہ اے جوان تم کون ہو۔ کہ اس بیکس و مظلوم کو سلام کر رہے ہو۔ جب کہ سب لوگ خوش ہیں اور تم رو رہے ہو۔ ضریر خزاعی نے صرف اتنا کہا کہ کاش میں مردہ ہوتا اور یہاں

نہ آقا دختران فاطمہؑ اسیر ہیں اور میں دیکھ رہا ہوں۔ میں مسافر بھی ہوں تنہا بھی ہوں امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا اے جوان میں تم سے بوے محبت محسوس کررہا ہوں ضریر خزاعی نے عرض کیا مولا کوئی خدمت کرنے کا موقعہ رحمت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ سرہاء شہداء پر کلاں شخص موکل ہے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ سرہاء شہداء کو اہلحرم کے اونٹوں سے دور لے جائے تاکہ تماشائی لوگ سروں کے دیکھنے میں مشغول ہوں اور نبی زادیوں پر نظر نہ پڑے ضریر نے عرض کیا مولا ابھی جاتا ہوں چنانچہ ضریر اس کے پاس گئے اور اس کو پچاس دینار دیئے اور کہا کہ سرہاء شہداء کو اسیروں کے اونٹوں سے دور لے جا بعدہ ضریر خزاعی امام علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کوئی اور حکم ہو تو ارشاد فرمائیں ہمارے۔ بیمار امام علیہ السلام نے فرمایا ضریر اگر ہوسکے تو کچھ چادریں لادو تاکہ اہلحرم اپنا سر ڈھانپ سکیں۔ ضریر گئے اور چادریں لائے۔ سید سجادؑ کے لیے عمامہ جبہ لائے۔ اور پیش کیں کہ بازار میں شور و غل برپا ہوا۔ ضریر نے نظر کی دیکھا کہ شمر ولد الحرام نشہ شراب میں مست، سگ ناپاک کی صورت میں آرہا ہے۔ اور کہہ رہا ہے کہ خوشیاں کرو۔ بعض ناروا الفاظ بھی امام علیہ السلام کے بارے میں کہے۔ ضریر سے ضبط نہ ہوسکا آگے بڑھے اور اس مردود کے گھوڑے کی لجام تھام کر اور کہا اے شمر نیزہ پر کس کا سر بلند ہے کیا تو حسینؑ کے نانا کا کلمہ نہیں پڑھتا۔ بدبخت تو نے آل رسولؐ کو تباہ و برباد کر دیا۔ نبی زادیوں کو اسیر کیا ہے۔ لوگ تماشا دیکھ رہے ہیں تجھے خوف خدا نہیں ہے۔ جب شمر ملعون نے ضریر کا کلام سنا اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا کہ ضریر پر حملہ کریں۔ کوئی لوگوں نے ضریر خزاعی پر حملہ کیا۔ اور وہ بے ادب لوگ سنگ سنگ باری کرنے لگے۔

ادھر ادھر ضریر نے بھی حملہ کیا۔ شور و غل برپا ہوا۔ ان ملعونوں نے اسقدر سنگ باری کی کہ ضریر ان میں چھپ گئے۔ اور لوگوں کو یقین ہوگیا کہ یہ شہید ہوگیا ہے۔ مگر ضریر خزاعی اسی حالت میں اٹھے اور تھوڑے سے فاصلہ پر کچھ مرسلین کے مزارات تھے اور لوگ زیارت کر رہے تھے ضریر وہاں پر پہنچے دیکھا کہ یہاں پر لوگ برہنہ سر گریبان چاک ماتم و نوحہ کر رہے ہیں۔ ضریر نے اس قوم سے پوچھا کہ کیا بات ہے کہ تم ماتم کر رہے ہو۔ لوگوں نے کہا اے جوان ہم دوستداران آل رسولؐ ہیں اگر تو بھی ان کا محب و دوست ہے تو شریک ماتم ہو ورنہ یہاں سے چلا جا۔ ضریر نے اپنا سارا ماجرا سنایا اور کہا کہ میں تو دوستداران محمدؐ ہوں یہ کہہ کر سب پر گریہ طاری ہوگیا۔ اپنے ارادہ میں مضبوطی پیدا کی اور سامان حرب خرید کیا کہ خروج کریں۔ صاحب روضۃ الشہداء نے اس کے بعد کے حالات علیحدہ منضبط کئے ہیں اگر ضریر خزاعی نے خروج کیا ہوگا تو اسیران کربلا کے کوچ کرنے کے بعد تاکہ حرمت و تقدیس اہلبیتؑ اطہار دشمنوں کے ہاتھوں ضائع نہ ہو۔ العلم عند اللہ۔

یزید ملعون کو اسیران کربلا کے شام پہنچنے کی قبل از داخلہ دمشق خبر ملنا

علامہ مرحوم کتاب الریاض الاحزان میں فرماتے ہیں کہ فلما قرب خیل الکوفان من الدمشق بعد طی المراحل نزلوا منزلا الی دمشق اربعۃ فراسخ۔ جب کوفہ و شام کا لشکر سر امام حسین علیہ السلام کو لے کر اور اہلحرم کو اسیر کر کے دمشق آرہا

تھا تو ابھی دمشق چار فرسخ کے فاصلہ پر تھا کہ ورود اہلبیتؑ اطہار کی خبر یزید کو پہنچ چکی تھی مگر پھر بھی لشکر ابن زیاد کے امیر نے یزید کو نامہ تحریر کیا اور سر ہائے شہداء کے پہنچنے کی خبر تحریر کی۔ کتاب منتخب میں ہے کہ لشکر ابن زیاد کا قاصد یزید کے پاس پہنچا تو اس وقت یزید کے سر جس پر رومال بندھا ہوا تھا اور وہ گرم پانی کے ایک طشت (یعنی ٹب) میں بیٹھا ہوا تھا کیونکہ وہ اعصابی درد میں مبتلا تھا اور طبیب نے گرم پانی میں بیٹھنے کی اس کو ہدایت کی تھی بنی امیہؔ کی ایک جماعت بھی اس وقت موجود تھی۔ کہ قاصد دروازہ سے داخل ہوا اور کہا کہ راس الحسینؑ سے تیری آنکھیں روشن ہوں۔ یزید بدنہاد نے کہا کہ تیری بھی آنکھیں روشن ہوں ابی مخنف کی طرف منسوب مقتل ہی ہے کہ قاصد نے بآواز بلند یہ کہا کہ تیری آنکھیں روشن ہوں یزید ملعون نے لوگوں میں یہ کہا کہ میں اس خبر سے خوشحال نہیں ہوں اور قاصد کو زندان بھیج دیا پھر یزید نے طبیب کی طرف توجہ کی اور کہا جو کچھ علاج کرتا ہے جلدی کرو۔ طبیب کے جانے کے بعد یزید ملعون نے اولاً ابن زیاد کا خط پڑھا۔ اور جو مصیبتیں سر امام حسینؑ پر پڑیں ان کا بغور مطالعہ کیا اور انگشت بدندان ہو کر کہنے لگا کہ جو کچھ ابن زیاد نے کیا ہے وہ میری اجازت سے نہیں کیا۔ اس نے خود امام حسینؑ کو قتل کیا ہے اور اہلحرم کو اسیر کیا ہے۔

حاضرین مجلس یزید نے جب نامہ پڑھا تو کہنے لگے کہ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو بہتر تھا۔ ھذا ما کسبت ایدیکم۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ابن زیاد بدنہاد نے اس نامہ سے پہلے ہی یزید کو اطلاع دیدی تھی مگر یزید نے اس کو ظاہر نہیں کیا علاوہ ازیں جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ ابھی دمشق چار فرسخ کے فاصلہ تھا کہ یزید کے

خصوصی کارندوں نے اہلبیتؑ اطہار کے اسیر ہونے کی خبر دیدی تھی بہر حال جب یزید کو نامہ ملا تو اس نے حکم دیا کہ شہر دمشق آراستہ کیا جائے۔ قتل حسینؑ کی خوشیاں منائی جائیں۔ اور خود یزید کی تاجپوشی کی جائے چنانچہ دمشق شہر سجایا گیا۔ گلی کوچہ تماشائیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ لوگ فاخرہ لباس زیب تن کئے ہوئے تھے اور اس آرائش سے اہل دین شرمندہ ہو رہے تھے۔ دین اسلام پژمردہ ہو رہا تھا۔ شریعت رسولؐ خدا کے نقوش مٹ رہے تھے۔ قرآنی احکام پس پشت ڈال دیئے گئے تھے۔ اور یزید شاہنشاہ بنا ہوا تھا اہل شام سے حقیقت کو چھپایا جا رہا تھا۔ بہت کم لوگ ایسے تھے کہ جنہیں قتل امام حسینؑ کا علم ہو۔

اسیران اہلبیتؑ کا شام میں داخلہ اور ہجوم عام

مصنف کامل السقیفہ لکھتے ہیں کہ قریب قریب پانچ لاکھ مرد و زن تماشائی موجود تھے بیرون دروازۂ شام لوگوں کی کثرت اور محشر کا سماں پیش کر رہی تھی۔ اسی دوران اسیران کربلا اونٹوں پر سوار نمودار ہوئے۔ مخدرات کے سر برہنہ تھے بالوں پر گرد پڑی ہوئی تھی گویا چادر گرد پردہ کر رہی تھی شامی لوگوں نے شور مچایا کہ باغی و خارجی (معاذ اللہ) آ گئے۔ اس وقت اہلبیت اطہار میں رونے کی آواز بلند ہوئی۔ اس وقت جناب زینبؑ خاتون نے نجف کی طرف رخ کر کے فریاد کی بابا علیؑ آیئے۔ مزار سے نکلئے اور دیکھئے کہ آپ کی بیٹی زینبؑ کس طرح قیدی بنائی گئی ہے۔ اور سب سے زیادہ ظلم کی بات یہ تھی کہ شامی لوگ آل رسولؐ کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہہ رہے تھے اور ہمارے بیمار امام زین العابدین سن رہے

تھے۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۔

شخصی سوال کرد زبیمار کربلا — کای مبتلا کوفہ وای داغدار شام

جور کدام ورطۂ شمارا عظیم تر — آہی کشید وگفت کہ دادا زجفائی شام

کسی شخص نے حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام سے سوال کیا کہ اے مبتلاء بیداد کوفیاں اور اسے گرفتار مصیبت شام۔ تم پر جو ظلم وستم ہوئے ہیں اور تمہاری شہادت عظیم تر ہے آپ نے ایک آہ سرد بھری اور فرمایا کہ جفاء شام کی داد چاہتا ہوں۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام نے اپنے پدر بزرگوار حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا حملنی علی بعیر وطاء وراس الحسین علی علم ونسوتنا خلفی علی بغال فاکفت یعنی کہ مجھے ایک لاغر بر ہنہ اونٹ پر سوار کیا تھا اور میرے بابا کا سر مطہر ایک نیزہ پر بلند تھا۔ اور مخدرات حرم خچروں پر سوار کی گئی تھیں ہمارے چاروں طرف لشکر ابن زیاد کے لوگ تھے۔ ہم اس طرح داخل دمشق ہوئے رسیّد کہتے ہیں کہ جب اسیران کربلا نے یہ شور وغل دیکھا تو جناب ام کلثومؑ نے شمر ملعون کو بلایا فقال علیک حاجۃ فرمایا کہ اے شمر میں تجھ سے ایک حاجت بیان کرتی ہوں شمر نے کہا بتاؤ کیا حاجت ہے آپ نے فرمایا ہمیں ایسے دروازے سے داخل کر کہ جہاں تماشائی کم ہوں۔ اور ان سرہاء شہداء کو ہم سے دور کر دے تاکہ لوگ سروں کے دیکھنے میں مشغول ہوں ہم اولاد پیغمبرؐ خدا ہیں جب لوگ دیکھتے ہیں تو ہمیں بے صدمہ ہوتا ہے۔ لیکن اس ملعون نے نہ مانا۔ اور سرہاء شہداء نیزوں سے جدا نہ کیے۔ کتاب منتخب میں ہے کہ سہل بن سہل شہرزوری روایت کرتا ہے کہ میں اپنے شہر زور سے بیت المقدس کی زیارت کی غرض سے نکلا۔ وہ ایّام قتل امام حسینؑ تھے

جب شام پہنچا تو میں نے ایک اژدحام دیکھا۔ شہر کو آراستہ دیکھا۔ اور تماشائی لوگ لباس فاخرہ پہنے ہوئے تھے میں کسی سے سوال کیا کہ یہ آرائش شہر کیسی ہے۔ مجھے بتلایا کہ (معاذ اللہ) کسی خارجی نے کہ جس کا نام حسینؑ ابن علی ہے یزید خروج کیا تھا۔ وہ قتل ہو گیا اب اس کا سر اور اس کے اہلبیت داخل دمشق ہوئے ہیں جس کی خوشی میں شہر آراستہ ہوا ہے۔ سہل نے جب نام حسینؑ ابن علیؑ سنا تو بے ساختہ کلمہ استرجاع یعنی انا للہ وانا الیہ راجعون زبان مرجاری کیا اور کہا کہ قتل فرزند رسولؐ خدا پر یہ خوشی کا مظاہرہ ہے اسی اثناء میں شہداء کے سرہاء مبارک داخل دروازہ دمشق ہوئے۔ سہل کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ سر امام حسین علیہ السّلام آگے آگے اور آپ کے سر کے ساتھ حضرت قمر بنی ہاشم عباس علمدار کا سر مبارک داخل ہوا چہروں سے جلالت و نور ظاہر ہو رہا تھا جب میں نے سر مبارک امام حسینؑ دیکھا تو طاقت وتاب صبر نہ رہی میں نے اپنے موہنہ پر طمانچہ مارے واحسیناہ کہہ کر رونے لگا۔ اپنے گریبان کو چاک کر دیا۔ قریب تھا کہ صدمہ سے میری روح نکل جائے۔ میں نے عالم تصوّر میں روح پیغمبر خدا سے خطاب کیا یا رسول اللہ آپ کی بیٹیاں قیدی ہو کر شام آئی ہیں پھر میں نے پکارا ابن علی ابن ابی طالب۔ کہ علی کہاں ہیں مولا مدد کو آئیے۔ میں گریہ وزاری کرتا رہا مگر چونکہ بہت زیادہ لوگ تھے وہ میری طرف متوجہ نہ ہوئے اور سرہاء مبارکہ کے دیکھنے میں مشغول رہے اسی اثنا میں محمل جناب زینب خاتون گذرا۔ میں آگے بڑھا اور کہا السلام علیکم یا اھل البیت محمد ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ان مخدرہ نے جواب سلام دیا۔ اور فرمایا اے عبد خدا تو کون ہے کہاں کا رہنے والا ہے کہ اس شہر میں تو نے ہمیں سلام کر دیا ہے میں نے عرض کیا اے خاتون عصمت

میں شہر زوری کا باشندہ ہوں۔ سہل میرا نام ہے اور میں خدمت حضرت رسولؐ خدا میں رہا ہوں۔ اس وقت جناب زینبؑ نے فرمایا اے سہل دیکھتا ہے کہ اس قوم نابکار نے ہمیں کس طرح ذلیل و رسوا کیا ہے۔ میں نے عرض کیا اے خاتون عصمت کوئی کام ہو تو فرمائیے۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ سار بانوں سے کہہ کر سرہائے شہداء محملوں سے علیحدہ رکھیں تاکہ تماشائی لوگ سروں کے دیکھنے ہی مشغول ہوں اور ہمارا پردہ رہ جائے۔ سہل کہتے ہیں کہ میرا ساتھی نصرانی تھا میں اسے اس سے ذکر کیا اور ہم دونوں نیزہ دار کے پاس گئے اور اس سے درخواست کی کہ سر اسیروں سے علیحدہ لیجائیے۔ مگر وہ بدبخت راضی نہ ہوئے بلکہ ہمیں گالیاں دیں۔ میرے رفیق نصرانی کی نظر امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک پر پڑی۔ اس کے دل پر ایک خاص اثر ہوا۔ اس نے دیکھا اور سنا کہ سر مطہر امام مظلوم نے اس آیت کی تلاوت کی ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظالمون توفیق ایزدی اس کے شامل ہوئی وھو متقلد سیفاً وشد علی القوم ایک تلوار خونفشاں اس کی کمر سے بندھی ہوئی تھی۔ چونکہ وہ مظلومیٔ اسیران کربلا دیکھ چکا تھا اور سر مبارک کا تلاوت قرآن کرنا دیکھ چکا تھا۔ اس نے باآواز بلند کلمہ شہادت اپنی زبان پر جاری کیا کہ اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمداً رسول اللہ کہہ کر مشرف باسلام ہوا ثم انتضی سیفہ وشد علی القوم۔ تلوار نیام سے نکالی اور شامیوں پر حملہ کر دیا۔ اور ایک جماعت کو زخمی کیا اور کچھ لوگ واصل جہنم گئے۔ اس وقت ایک بڑا ہجوم اس پر آ پڑا۔ اور نصرانی تازہ محب آل رسولؐ زخمی ہو کر زمین پر گرا۔ اور اس کا سر اونٹوں کے پیروں تلے کچل گیا۔ اور روح جنت کو پرواز کر گئی۔ ام کلثوم نے کسی دریافت

کیا کہ کیا ماجرا ہے جواب ملا کہ ایک نصرانی سر سید الشہداء دیکھ کر متاثر ہوا وہ مشرف باسلام ہوا اور اسیروں کی حمایت میں جہاد کیا اور اونٹوں کے پیروں تلے آکر شہید ہو گیا۔ اس وقت جناب ام کلثومؑ نے فرمایا اے بے حیا قوم نصرانی تو حرمت اولاد رسولؐ خدا کرے اور تم تماشہ بنا رہے ہو۔

علامہ مجلسیؒ بحار میں یہ واقعہ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سہل نے کسی سے سوال کیا کہ اسیران کربلا کس دروازے سے داخل ہوگئے۔ کسی نے کہا کہ باب الساعات سے داخل ہوں گے۔ مرحوم علامہ کتاب ریاض الاحزان میں فرماتے ہیں کہ شام میں اس نام کا دروازہ نہیں ہے بلکہ اس دروازہ کا نام در دار الامارۃ ہے چونکہ اس دروازہ پر اہلبیتؑ طاہرینؑ تین گھنٹہ کھڑے رہے ہیں پس یہ دروازہ باب الساعات مشہور ہو گیا۔ بلکہ باب جیرون، باب خیزران سے گزرنے کی خبر بھی پائی جاتی ہے۔ مقتل ابی مخنف میں باب الجابیہ کا نام آتا ہے کتاب تیر مذاب میں زہری سے منقول ہے کہا کہ جب اسیران اہلبیتؑ اطہار اور سرہائے شہداء داخل دروازہ ہوئے تو یزید ملعون دروازۂ جیران پر بیٹھا ہوا تماشائے اہلبیتؑ دیکھ رہا تھا اس وقت ایک زاغ (کوا) نے بلند آواز میں شور مچایا جسے یزید پلید نے فال بد تصور کیا۔ اور پھر یزید نے اس مضمون پر مبنی اشعار انشاء کئے کہ اے غراب (زاغ، کوا) کیا فریاد کر رہا ہے کیا شور مچا رہا ہے۔ اور کس لیے تو اڑتا ہوا آیا ہے میں نے اپنا کام خود بنایا ہے یعنی حسینؑ فرزند رسولؐ خدا کو قتل کرایا ہے۔ اور اس نے اس طرح اپنے دل سے اس غصہ کو دور کیا ہے کہ محمدؐ عربی نے میرے اجداد کے سر کاٹے ہیں۔ گویا محمدؐ کا قرضہ میرے ذمہ تھا کہ اسے ادا کروں اور اس کی اولاد کے سر قطع کروں دین وہ قرضہ

ہے کہ جس کے ادائیگی کے لیے وقت مقرر ہو) یعنی کہ یزید وقت کا منتظر تھا کہ وہ تخت خلافت پہ بیٹھے اور آل رسولؐ کو تباہ و برباد کرے۔

اشعار عربی یہ ہیں سے

لما بدت تلك الرؤس واشرقت   تلك الشموس على ربى جيرون

نعب الغراب فقلت صح ام لا تصح   فلقد قضيت من النبی ديون

اہل ولا کے لیے یہ اشعار مرثیہ ہیں جسے جناب اُمّ کلثومؑ نے پڑھا اور علامہ مجلسیؒ نے نقل کیا ہے۔

تهدى سبايا كربلا   الى الشام و البلاء

قد انتعلن بالدما   ليس لهن فاعل

الى يزيد الطاغية   معدن كل و ابيته

شام میں ورود اہلبیتؑ اطہار اور صدر دروازہ مسجد پر حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کا ایک شامی بزرگ کے ساتھ احتجاج

شیخ مفید علیہ الرحمۃ اور ابن نما فرماتے ہیں کہ جب اسیران اہلبیتؑ قریب دمشق پہنچے عبداللہ ربیع حمیری کہتا ہے کہ میں یزید کے پاس موجود تھا کہ زحر بن قیس ملعون قصر یزید کے دروازے سے داخل ہوا اُس نے دریافت کیا اے عبداللہ بن ربیع ما وراءك وما عندك تیرے نزدیک کیا خبر ہے یعنی کوئی خبر ہو

تو بیان کر۔ اس ملعون نے کہا کہ اے یزید تجھے حسینؑ پر فتح و کامرانی مبارک ہو کر حسینؑ نے اٹھارہ جوانان ہاشمی اور ساٹھ اصحاب و انصار ہمارے مقابل ہوئے اور سب کے سب قتل ہو گئے۔ اور ان کے سرہائے بریدہ ہم یہاں لائے ہیں اور ان کے لاشے بے گور و کفن۔ خون میں غلطاں ریگ کربلا پر پڑے ہیں۔ دن کی دھوپ لاشوں پر پڑتی ہے اور صحرا کی گرد ان کا کفن بنی ہوتی ہے اور اسیران کربلا و سرہائے شہداء تین دن سے یہاں سے چار فرسخ کے فاصلہ پر ٹھہرے رہے اور روز چہار شنبہ۔ پندرہ ربیع الاوّل کہ مدت دو ماہ چھ روز ہوتی ہے کہ حسین علیہ السّلام شہید ہوئے تھے۔ اب وہ وارد شہر ہوئے ہیں کتاب کامل السقیفہ میں مروی ہے کہ تین دن شہر شام آراستہ کیا گیا باین وجہ داخلہ اہلبیتؑ میں تاخیر ہوئی۔ اور جب دربار یزید میں تمام درباری، اموی علماء نصاریٰ جمع ہو گئے تو جیسا کہ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ سرہائے شہداء کربلا باب جیران سے داخل کئے گئے۔ سہل کہتا ہے کہ میں بھی ان لوگوں میں موجود تھا کہ جو وہاں پر جمع تھے میں نے دیکھا کہ ۹۹ علم دروازے سے شہر میں وارد ہوئے جن پر شہداء کے سرہائے مبارک تھے اور ان کے عقب میں اسیران کربلا تھے اور سر بریدہ امام حسین علیہ السّلام ایک طویل۔ یعنی کہ میں ہی طویل نیزہ والا ہوں کہ جس پر سر امام حسینؑ ہے۔ اس وقت حضرت ام کلثومؑ نے فرمایا کہ اے دشمن خدا تو اس پر فخر کرتا ہے حسینؑ کہ جن کا سر تو بلند کر رہا ہے وہ ہیں کہ جبرئیل نے ان کا گہوارہ جھلایا ہے۔ اور میکائیل لوریاں دیا کرتے تھے حسینؑ کا نام قائمہ عرش پر کندہ ہے۔ حسینؑ کے نانا رسولؐ خدا ہیں اور ماں فاطمہؑ زہرا بنت رسولؐ خدا ہیں سر امام حسینؑ کے بعد حضرت علی اکبرؑ کا سر مبارک تھا۔ پھر سر حضرت عباس علمدار

تھا اور آپ کا سر جس نیزہ پر نصب تھا اس کو قشعم جعفی ملعون اٹھائے ہوئے تھا۔ اس کے ساتھ سر عون تھا۔ نیزہ دار سنان بن انس نخعی تھا اور اصحاب و یاور و انصار کے سرہائے بریدہ میں آگے آگے نیزہ پر حضرت حُر بن یزید ریاحی کا سر تھا۔ اور اس کا نیزہ اٹھانے والا شمر ولد الحرام تھا اور ابن زیاد بدکردار نے جناب حُرؑ شہید کے کان میں ایک رقعہ لٹکایا تھا اور اس رقعہ میں جناب حُرؑ کا انشاء کیا ہوا قصیدہ تھا جس میں حُر نے بنی امیہ، یزید بن معاویہ اور ابن زیاد کی قدح و برائی نظم کی تھی اور مدح حضرت خامس آل عبا فرزند رسول خدا حضرت امام حسینؑ علیہ السلام نمایاں طور پر تھی۔ یہ رقعہ اس لیے تھا کہ یزید اس کو دیکھے تو آل رسولؐ کے خلاف جذبۂ عداوت اور زیادہ پیدا ہو سہل کہتا ہے کہ سرہائے شہداء کے بعد اسیران کربلا تھے اور ان میں آگے آگے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام تھے اور اہلبیت اطہار فریاد کر رہے تھے وا ابتاہ وا محمداہ وا علیاہ وا حسناہ وا حسیناہ وا عباساہ وا حمزتاہ ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک بی بی نے مجھے ادھر سے پکارا میں ان کے اونٹ کے نزدیک پہنچا دریافت کیا اے مخدرہ کس لیے آواز دی ہے۔ اس مخدرہ نے دریافت کہ تم کون ہو اس نے کہا کہ میں سہل بن سعد شہرزوری ہوں۔ میں آپ کے گھرانے کا غلام ہوں آپ کے گھرانے کا دوستدار ہوں۔ کوئی فرمائش تو کیجئے اُس نے امام زین العابدین کی طرف اشارہ کیا سہل حضرت سید سجاد کی خدمت میں آیا مولاؑ میں آپ کے گھرانے کا ادنیٰ سا خادم ہوں۔ دوستدار ہوں کچھ حکم ہو تو فرمائیے آپ نے فرمایا اے سہل کچھ درہم رکھتے ہو۔ اس نے عرض کیا کہ مولا ہزار درہم میرے پاس ہیں اس پر سید سجاد نے اس سے کہا کہ یہ درہم اس نیزہ والے کو دو اور اس سے کہو کہ سر بریدہ کو الحرم سے دور

لے جائے تاکہ وارثان عصمت پر ان لوگوں کی نظریں نہ پڑیں۔ سہل گیا اور درہم دیئے۔ اور واپس آکر خدمت امام علیہ السلام فرمائش کے پورا ہونے کی خبر دی۔
سید سجادؑ نے یہ مرثیہ کہا۔

اقاد ذلیلا فی دمشق کانّنی ۔۔۔ من الزنج عبد غاب عنہ نصیرہ
وجدی رسول اللہ فی کل ۔۔۔ وشیخی امیرالمؤمنین وزیرہ
فیا لیت امی لم تلدنی ولم اکن ۔۔۔ یرانی یزید لعنہ فی البلاد اسیرہ

ماحصل ان کلمات کا یہ ہے کاش میں زندہ نہ ہوتا اور یزید پلید کا مونہہ نہ دیکھا۔ اور مجھ کو وہ قیدی کی صورت میں نہ دیکھتا۔ ہمیں اس طرح قیدی بنایا گیا ہے جیسے ترک و دیلم کے اسیر ہوں میرے جدامجد حضرت رسولؐ خدا ہیں میرے دادا علی مرتضیٰ ہیں جو رسولؐ خدا کے وزیر اور خلیفہ ہیں شیخ صدوق علیہ الرحمۃ کتاب اللعالی میں فرماتے ہیں کہ ایک گروہ کہ جو اسیران آل محمدؐ کے ساتھ کوفہ سے شام آیا تھا روایت کرتا ہے کہ جیسے ہی ہم وارد شام ہوئے وقت ظہر تھا۔ اہلبیتؑ رسولؐ اور ذریت فاطمہؑ زہرا برہنہ سر و چہرہ (صرف بالوں سے مونہہ چھپا ہوا تھا) تھے اور تماشائی بے حیا لوگ اپنے رسول کی اولاد کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ اور آپس میں کہہ رہے تھے کہ ما رأینا سبایا احسن من ھؤلاءِ۔ کہ قیدی تو اس شہر میں بہت دیکھنے میں آئے ہیں لیکن ان اسیروں کی طرح بزرگ و پاکیزہ قیدی اب تک نہیں دیکھے ہم نے ان مخدرہ سے دریافت کیا۔ من انتم کہ تم کس سلسلہ سے ہو۔ سکینہ بنت الحسینؑ نے فرمایا کہ اے شخص نحن اساری من آل محمدؐ کہ ہم اہلبیت محمدؐ ہیں جو قیدی بنائے گئے ہیں اسی اثنا میں قیدی مسجد میں داخل ہوئے۔ یہاں پر تماشائیوں کی کثرت تھی۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سر جھکائے

ہوئے طوق پہنے ہوئے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پیروں میں بیڑیاں پہنے ہوئے تھے کہ آپ کے اونٹ کے نزدیک کہ شامی سن رسیدہ شخص آیا اور باآواز بلند کہا۔ الحمد للہ الذی قتلکم و اھلککم و قطع قرن الفتنہ ۔ کہ شکر خدا ہے کہ تم کو قتل و ہلاک کیا اور شاخ فتنہ کاٹ دی۔ اور اس نے جو چاہا سخت و سست اور ناروا الفاظ کہے۔ جب وہ خموش ہوا تو حضرت سید سجادؑ اس کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا اے شیخ کہا تو نے قرآن پڑھا ہے اس نے کہا کہ کیوں نہ پڑھتا پھر آپ نے اس سے فرمایا کہ یہ آیت مجیدہ پڑھی ہے۔ قُل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ ۔ کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے حبیب کہدو کہ میں تم سے کوئی اجر رسالت نہیں مانگتا۔ سوائے اس کے کہ قرابتداروں کی مودّت کا طالب ہوں۔ اس پیر نے کہا ہاں یہ آیت پڑھی ہے پھر آپ نے فرمایا کہ وآت ذاالقربیٰ حقہ پڑھی اس نے کہا کہ ہاں ضرور پڑھی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا یہ آیت کہ واعلموا انما غنمتم من شیٔ فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ ۔ پڑھی ہے وہ کہنے لگا کہ یہ آیت بھی پڑھی ہے پھر امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ یہ آیت انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا۔ پڑھی ہے اس نے اقرار کیا کہ ہاں یہ آیت بھی پڑھی ہے اس شیخ نے پوچھا کہ تمہارا ان آیات سے کیا رابطہ و تعلق ہے یہ تو تمام آیات اولادِ عترت رسولؐ خدا سے متعلق ہیں حضرت سید سجادؑ نے فرمایا کہ ہم عترت رسولؐ خدا ہیں ہم اولاد فاطمہؑ ہیں ہم علیؑ کے فرزند ہیں۔ اور یہ فرما کر سید سجاد رونے لگے جب اس پیر بزرگ نے یہ سنا تو کہنے لگا آہ یہ تو آل رسول ہیں کہ جن کو شامیوں نے قیدی بنایا ہوا ہے۔ آل رسوؐل کجا اور اسیری کجا۔ صاحبان تطہیر کجا اور دربار شام کجا۔ اس

شخص نے اپنا سر اٹھایا سید سجادؑ کو دیکھا اور کہا باللہ انتم ھم کیا بخدا تم خانوادۂ رسالت سے ہو۔ آپ نے فرمایا باللہ نحن ھم کہ خدا کی قسم ہم وہی ہیں کہ جن کی شان میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں۔ اس نے عرض کیا خدارا مجھے معاف فرمائیں مجھے آپ کی معرفت نہیں تھی العفو العفو اور پھر قبلہ رو کھڑے ہو کر کہا بارالٰہا میں توبہ کرتا ہوں میں یزید اور دشمنان آل سے بیزاری اختیار کرتا ہوں۔ اور آل محمدؐ سے تولّا رکھتا ہوں اس نے عمامہ زمین پر پھینک دیا اور کہا آہ حسین ابن علیؑ شہید ہو گئے اور آل رسول اسیر ہو گئے۔ پھر اس نے بیمار امام سے عرض کیا۔ مولیٰ میری توبہ قبول ہے یا نہیں آپ نے فرمایا اے شیخ تیری توبہ قبول ہے یہ سن کر اس نے بارگاہ خدا میں عرض کیا کہ مجھے درجہ شہادت نصیب ہو بروایت لہوف اس کی خبر یزید ملعون کو ہو گئی اور اس نے اس مرد بزرگ کو قتل کرا دیا۔ اور اس کی روح شہداء کربلا کی خدمت میں پہنچ گئی

مقدمۂ ورود اہلبیتؑ اطہار با خرابۂ شام اور شکوۂ مؤلف

جو کچھ کتب مقاتل سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اسیران اہلبیتؑ اطہار جس روز وارد خرابۂ شام ہوئے ہیں اسی روز ان کو دربار یزید میں پیش کیا گیا ہے اور ذاکرین و واعظین حضرات ایسا ہی بیان کرتے ہیں لیکن روایات کی پیروی کرنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے۔ کیونکہ فی زمانہ روزگار کو چمکانے کے لیے ردا، عمامہ اور عبا کا سہارا لیا جاتا ہے حالانکہ اس لباس کی زینت علم و فقہ سے عبارت

ہے رہا خواندگی مجالس کا کام سو مجالس میں اہل علم واہل نظر بھی ہوتے ہیں۔ پس حقائق اور روایت فہمی کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ بہرحال مؤلف کتاب کی دلی آرزو ہے کہ واعظین وذاکرین حضرات وسعت نظر پیدا کریں اور روایات کی جانچ وپرکھ کے بعد ان کو صرف بیان قرار دیں۔ الغرض۔ بغرض محال اہلبیت النبوۃ اوّل روز شام پہنچے حالانکہ ایسا نہیں ہوا ہوگا کیونکہ شام سے چار فرسخ کے فاصلہ پر لشکر ابن زیاد نے پڑاؤ ڈالا تھا اور یزید کو خبر آمد اہلبیت ہو گئی تھی بلکہ شام میں عام طور پر خبر پھیل گئی تھی جس کی وجہ سے شام سے لے کر لشکر ابن زیاد کے پڑاؤ کی جگہ تک اژدھام تھا اور راستہ گزرنے کے لیے جگہ کا ملنا دشوار تھا چنانچہ کامل السقیفہ میں ہے اور دوسرے حضرات نے بھی لکھا ہے کہ۔ و منعم من العبور فی المعابر والسکک من کثرۃ الخلائق وھم یبشرون یرقصون یضربون بالدفوف والمزامیر والبوقات والطبول۔ کہ تماشائی لوگوں کی وجہ سے راہ نہ ملتی تھی کہ سرہائے شہداء اور اسیروں کو شام تک پہنچائیں۔ تماشائی گروہ در گروہ رقص وسرود اور شہنائی بجانے میں مشغول تھے۔ دف بجائے جا رہے تھے۔ طبل کی آوازیں فضا میں بکھری ہوئی تھیں صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ لشکر ابن زیاد نے ہرچند چاہا کہ اہلبیتؑ کو باب الساعات سے لے جائیں یعنی اس دروازہ سے داخل شہر کریں لیکن وہ ناکام رہے۔ آخرکار اسیران کربلا اور شہداء کے سروں کو ایک دوسرے دروازہ سے کہ جس کا نام تُودر تھا داخل شہر کیا۔ الشیخ صدوق فرماتے ہیں کہ وقت ظہر تھا کہ اسیروں کو جامع مسجد میں پہنچایا گیا۔ صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ بعد از زوال وقت نماز دوم اہلبیتؑ اطہار دارالامارہ کے صدر دروازہ پر کھڑے رہے ہیں اور گرد وپیش لوگوں کا اژدھام تھا۔ ابی مخنف اپنے مقتل میں

لکھتے ہیں کہ جب سرہائے شہیدان کربلا اور اسیران کربلا یزید کے دروازے پر پہنچے ہیں فاوقفوا ثلث ساعات فلاجل ذلک سمی بباب الساعات۔ چونکہ تین گھنٹہ تک اس دروازہ پہ اسیروں کو ٹھہرنا پڑا۔ پس وہ دروازہ باب الساعات مشہور ہو گیا۔ علاوہ ازیں یہیں سے یہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ تین گھنٹہ تک داخل دربار ہونے کا انتظار کرنا پڑا۔ لہٰذا اس روز اتنا وقت باقی نہ رہا ہوگا کہ سرہائے شہداء اور قیدی داخل دربار کئے جائیں دوسرے دربار یزید کہ جہاں وہ پلید خود بیٹھا ہوا تھا وہاں تک پہنچے ہیں ایک دروازہ سے دوسرے دروازہ تک پہنچنے میں اکثر ایسے واقعات رونما ہونے کا امکان ہے کہ جس کے وجہ سے کافی وقت صرف ہو سکتا ہے پس یہی قرین عقل ہے کہ وارد شام ہونے کے دوسرے دن سرہائے شہداء اور اسیران حرم داخل دبار یزید ہوتے ہیں۔

دوسرے جناب سکینہ خاتون نے دربار میں فرمایا کہ کل شب کہ ہمیں اس درخانہ خرابہ میں جگہ دی گئی میں نے خواب دیکھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہلحرم داخل دربار ہونے سے پہلے دروازۂ دارالخلافہ میں ٹھہرے اور شب بسر کی۔ اور دوسرے دن دربار میں پیش کئے گئے اور اس روز کہ جس دن شام پہنچے ہیں داخل دربار یزید نہیں ہوئے ہیں۔ علامہ مجلسیؒ بحار میں نقل کرتے ہیں ایک شخص حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام مجھے کسی رفیق کے ساتھ شام لے گئے۔ جعلوہ فی بیت ان کو یعنی اسیران کربلا کو ایک خراب مکان میں ٹھہرایا۔ کہ اس کی چھت بہت بوسیدہ تھی قیدی آپس میں ایک دوسرے سے یہ کہتے تھے کہ ہمیں اس جگہ اس لیے رکھا ہے کہ چھت گرے اور ہم دب کر ہلاک ہو جائیں اور جو لوگ پاسبان تھے وہ بھی ایسا

ہی کہتے تھے قطب راوندی نے بھی قریب قریب اسی مضمون کی تائید کی ہے کہ پاسبان اسیروں پر طعنہ زنی کرتے تھے کہ ان کو اس جگہ اس لیے ٹھہرایا ہے کہ سقف گرے اور یہ دب کر مر جائیں۔ غرض کہ یہاں شب کو رہنے کے بعد دوسرے دن پیش از ظہر اسیران اہلبیت اطہار داخل دربار یزید پلید ہوئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ شام میں داخل ہونے کے دن۔ اسیران کربلا رسن بستہ بھی تھے اور ان کے قتل کئے جانے کا غالب گمان بھی تھا۔ مفصل تحقیق کے لیے کتاب ریاض الاحزان ملاحظہ ہو۔

دربار یزید ملعون کا آراستہ ہونا اسیران کربلا اور سرہائے شہداء کا داخل دربار ہونا

جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ سرہائے شہیدان کربلا اور اسیران اہلبیت اطہار جب وارد شہر ہوئے تو اسی روز مجلس یزید میں پیش نہیں کئے گئے بلکہ ایک بوسیدہ و شکستہ مکان میں جگہ دی گئی اور شب گزارنے کے بعد دن میں قبل از ظہر داخل مجلس یزید پلید ہوئے۔ یزید کے دربار دوسرے ممالک کے سفراء، شام کے امراء و رؤسا۔ اور اراکین سلطنت خون آشام موجود تھے۔ اور خود یزید پلید زرق برق لباس شاہانہ پہنے ہوئے تخت خلافت پر بیٹھا تھا ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ شایان کسریٰ کا دربار ہے کہ جس کا اسلام سے کوئی دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ یزید نے دوسرے لوگوں کو بھی بالائش حاضر دربار ہونے کا حکم دیا تھا دربار میں کھلے بندوں شراب چل رہی تھی۔ اور اسیران کربلا۔ رسن بستہ حاضر دربار تھے اور سید سجادؑ طوق و سلاسل پہنے ہوئے

تھے۔ سر و پا برہنہ تھے۔ آل رسولؐ بھرے دربار میں قیدی بنے ہوئے تھے اور عورات آل ابوسفیان پس پردہ بیٹھی تھیں۔ واحسرتاہ جن کی شان میں آیۂ تطہیر نازل ہو وہ بے پردہ دربار میں بلائی جائیں۔ ابن زیاد بدنہاد نے اعلان کیا تھا کہ جس کا دل چاہے اسیروں کا تماشہ دیکھنے آئے۔ وامصیبتاہ کہ نبی زادیاں اور امام زین العابدین شرابی کے دربار میں۔ سید سجادؑ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسن بستہ کیا تھا۔ دربار میں جب آل رسولؐ کو تازیانوں کا نشانہ بنایا تو حضرت علیا زینبؑ بیکس نے سوز دل سے اپنے بابا علی مرتضیٰ سے فریاد کی ؎

یکی بتازیانہ ہمی زد بعابدؑ بیمار
رخ سکینہ ز سیلی یکی کبود نمود

یعنی تازیانہ سید سجادؑ کو اور سکینہؑ خاتون کو طمانچے مارے گئے۔ واحسرتا حسینؑ کی لاڈلی بیٹی سکینہؑ کجا اور طمانچہ کجا۔ سید سجادؑ امام زمانہ کجا اور تازیانہ کجا۔ دربار میں سرہائے شہداء اسیروں کے سامنے تھے اور بیبیوں کو اپنے اپنے عزیز یاد آ رہے تھے کوئی بی بی علی اکبر رو رہی تھی۔ کوئی بی بی حضرت عباسؑ کو یاد کر رہی تھی کوئی بی بی قاسمؑ کی لاش پائمال سم اسپان کا تصور کئے رو رہی تھی اور زینبؑ خاتون کی نگاہوں کے سامنے سر بریدہ حسینؑ مظلوم تھا۔ سہل کہتا ہے کہ جب اسیران اہلبیتؑ دار الامارہ کے صدر دروازہ پر تھے اس وقت پانچ عورتیں یزید کے محل کے غرفہ (دریچہ) میں بیٹھی ہوئی دیکھ رہی تھیں ان عورتوں میں ایک بڑھیا عورت بھی تھی جو نہایت گندیدہ صورت اور اٹھتر سالہ تھی اس ملعون نے غرفہ سے سر امام حسینؑ پر پتھر مارا۔ واحسرتاہ پتھر امام مظلوم کے دندان مبارک پر لگا۔ سہل کہتے ہیں کہ یہ مصیبت دیکھ کر حضرت امام زین العابدینؑ بے چین ہو گئے۔ آسمان کی طرف دیکھا

اور بارگاہ ایزدی میں عرض کیا۔ اللّٰھم عجل فی عزابھا واھلک من معھا خداوندا تو اس ضعیفۂ ملعونہ کو اور اس کی ساتھی عورتوں کو ہلاک کر دے۔ سہل کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ابھی کلام سید سجادؑ تمام نہ ہوا تھا کہ غرفہ کی ساری عمارت منہدم ہو گئی یعنی گر پڑی اور وہ سب عورتیں واصل جہنم ہو گئیں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ جب اسیرانِ اہلبیتؑ اطہار داخل دربار و مجلس یزید ہوتے ہیں تو صدائے تکبیر بلند کی۔ اور تمام درباریوں نے بھی صدائے تکبیر بلند کی۔ اور یزید نے صدائے تکبیر سنی تو دریافت کیا کہ کیا بات ہے یہ صدائے تکبیر کیسی ہے۔ بتایا گیا کہ اسیران اہلبیتؑ داخل دربار ہوئے ہیں یہ سن کر وہ بدنہاد خوش ہوا اور ہنسنے لگا۔ اور کہا چہ خوب کیا میں نے آل ہاشم سے انتقام لیا ہے۔ شیخ فخرالدین اپنی کتاب منتخب میں فرماتے ہیں۔ دَبَیَنَّا ھُمْ کذلک اذا خرج مروان الحکم فلما نظر راس الحسین علیہ السلام الی اعطافہ جدلاطربا اس وقت کہ حضرت خامس آل عبا امام حسینؑ کا سر بریدہ دارالامارہ کے دروازہ پر لٹکا ہوا تھا ناگاہ مروان بن الحکم ملعون آ گیا۔ اس کی نگاہ سر امام حسینؑ پر پڑی۔ اس بدبخت نے اظہار خوشی و مسرت کیا۔ اور رقص کرنے لگا۔ ناروا الفاظ زبان نجس پر جاری کئے۔ اس وقت اس کا بھائی عبدالرحمن بھی آ گیا اس کی نظر سر بریدۂ امام حسین علیہ السّلام پر پڑی تو اس نے ہا ہا کہہ کر لوگوں کی طرف دیکھا اور باآواز گریہ کہا اما انتم فقد حجبتم عن جدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ۔ اے ظالموں تم روز محشر کیا رسولؐ خدا کو نہیں دیکھو گے اور آنحضرتؐ تمہارا گریبان پکڑ کر فرمائیں گے اور تم سے مخاصمہ فرمائیں گے۔ اور پھر کہا باللہ لا جامعکم ابداً۔ کہ میں اب ہمیشہ کے لیے تم سے جدا ہوتا ہوں اور میں تمہاری صورت نہیں دیکھوں گا۔ اور یزید پلید کی صورت نہیں دیکھنا

پسند کروں گا۔ اس کے بعد اس نے سر بریدۂ امام حسینؑ کی طرف رخ کیا اور عرض کیا اے آقا مجھ پر سخت گراں ہے کہ میں آپ کے سر بریدہؑ کو اس حالت میں دیکھ رہا ہوں۔ یزید و ابن زیاد ملعون خوش ہو رہے ہیں اور آل رسولؐ کی بے حرمتی کی جا رہی ہے الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

قصر یزید کا آراستہ ہونا اور سرہاء شہداء کی طلبی

جناب علاّمہ کتاب الریاض میں فرماتے ہیں کہ جب مجلس یزید ملعون آراستہ ہو گئی اور ارکان دولت اور سفراء غیر ممالک، شعراء سب دربار میں اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے اور خود یزید ملعون حامل نقص و ہر عیب بنام خلیفۃ المسلمین دربار پسندیدہ میں آ گیا۔ محفل طرب آراستہ ہوئی اس وقت اس نے حکم دیا کہ سرہاء شہداء اور اسیران اہلبیتؑ کو دربار میں لایا جائے۔ چنانچہ اسیران اہلبیتؑ اس طرح دربار میں لائے گئے کہ آگے آگے شہیدوں کے سر تھے اور عقب میں اسیران اہلبیتؑ تھے ان کے آگے آگے امام زین العابدینؑ برہنہ سر گلے میں طوق۔ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں زنجیر تھی۔ کہتے ہیں کہ دارالامارہ کے صدر دروازے سے لے کر یزید کی مجلس تک سات دروازہ بنائے گئے تھے۔ اور ہر ایک دروازہ پر سات سو غلام پاسبانی کر رہے تھے۔ علاّمہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ ہر ایک دروازہ سے اسیران اہلبیتؑ گزرے اور ہر ایک دروازہ پر اسیروں کو تازیانے برداشت کرنا پڑے۔ جب زینب خاتونؑ ساتویں دروازے پر پہنچیں تو آپ زمین پر بیٹھ گئیں حضرت سید سجادؑ نے فرمایا کہ اے پھوپھی جان۔ یہ بیٹھنے کی جگہ نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ اے سجادؑ اب زیادہ چلنے کی طاقت نہیں رہی ہے۔ چونکہ واقعات دربار یزید کثیر ہیں

بنابریں چند مجلسوں میں ان واقعات کو تقسیم کر دیا ہے ۔ ان میں سے پہلے ہم سر امام حسین علیہ السلام کے متعلق تحریر کرتے ہیں کامل السقیفہ میں مسطور ہے کہ یزید ملعون نے سرہائے شہداء طلب کئے ۔ ناگاہ بھرے ہوئے دربار میں جہاں آل رسول بھی بیٹھے ہوئے نیزوں پر سرہائے شہداء لائے گئے ۔ اور ان کو نیزوں سے اتار کر چاندی کے طشت میں رکھا گیا ۔ اور سر بریدۂ حضرت امام حسینؑ طشت طلا میں رکھ کر یزید کو پیش کیا گیا ۔ اور بعض دوسرے طشت میں اعزا امام حسینؑ کے سرہائے مطہر رکھے گئے ۔ بروایتے ابی مخنف ۔ سہل کہتا ہے کہ میں بھی اس وقت موجود تھا جب امام مظلوم کا سر پاک نیزہ سے اتارا گیا ۔ اوّل سر مبارک کو خوب دھویا گیا ۔ ریش اقدس میں شانہ کیا گیا اور بعدہٗ یزید کے سامنے پیش کیا گیا ۔ قال الدمیری فی حیوٰۃ الحیوان ودخل امراء العراق علی یزید بن معاویۃ معھم رأس الحسین ووضعوہ بین یدی یزید دمیری کہتا ہے کہ امراء عراق یعنی عمر بن سعد ملعون، شمر بن ذی الجوشن اور عمر بن الحجاج، خولی بن یزید، زجر بن قیس، بشیر بن مالک، محصرۃ بن ثعلبہ و ابابردۃ بن عوف ازدی، طارق بن ابی ظبیان، و شبث بن ربعی وغیرہم جب دربار یزید میں پہنچے اولاً یزید کو سلام کیا ۔ اور پھر سر امام حسینؑ نذر کیا ۔ اسی طرح دوسرے شہداء کے سر بہ ترتیب کوفہ کے دوسرے بعض نامور لوگوں نے پیش کئے یہ واضح رہے ان کی نامودی کا معیار دشمنی اہلبیتؑ تھی ۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ متکلم زجر بن قیس کو مقرر کیا تھا ۔ بعض کہتے ہیں کہ شمر ولد الحرام مذکورہ گروہ کی طرف سے متکلم تھا ۔ لیکن حق یہ ہے کہ زجر ملعون نے کلام شروع کیا ہے ۔ شیخ طبرسیؒ اور صاحب کامل السقیفہ تحریر کرتے ہیں کہ یزید ملعون نے ہر ایک سر کے متعلق علیحدہ علیحدہ دریافت کیا ہے کہ یہ سر کس کا ہے اور یہ سر کس کا ہے ۔ زجر ملعون بتلاتا

رہا ۔ پھر یزید نے سر مطہر امام حسینؑ کی طرف رخ کیا چنانچہ شیخ مفید علیہ الرحمۃ کتاب ارشاد میں فرماتے ہیں کہ یزید ملعون نے سر امام حسینؑ سے خطاب کرتے ہوئے کہا ؎

تفلق ھاما من رجال اعزۃ

علینا وھم کانوا اعق واظلما

یعنی کہ اے حسینؑ تم نے عزت دار لوگوں کے سر قطع کر دیئے اور ہم پر ظلم کیا ۔ مروان بن الحکم کا بھائی یحییٰ وہاں موجود تھا اسے یزید کا یہ طنز ناگوار گزرا ۔ اس نے جواباً کہا ۔ لھام بارض الطف ادنی قرابۃ من آل زیاد العبد ذی الحسب الرذل امیۃ امسی نسلھا عدد الحصٰی و بنت رسول اللہ لیس لھا نسل — یحییٰ برادر مروان بن الحکم نے کہا کہ یہ سر جو کربلا میں کاٹے گئے ابن زیاد لعین معمولی سی قرابتدار کہتے ہیں ۔ بنی امیہ کو راتیں کاٹنی چاہئیں کہ ان کی اولاد بے شمار ہو لیکن دختر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری اولاد کربلا میں قتل ہو گئی ۔ فضرب یزید لعنہ فی صدر یحیی بن الحکم وقال اسکت یزید نے یحییٰ کے سینہ پر ضرب لگائی اور کہا خموش رہ غلط نہ کہہ ۔ مصنف کامل السقیفہ لکھتے ہیں کہ یحییٰ مجلس یزید ملعون سے اٹھ کر باہر آیا اور لوگوں کی نگاہوں سے غائب ہو گیا اور پھر کسی نے یحییٰ کو زندہ یا مردہ نہیں دیکھا ۔

یزید کا اپنی سلطنت و خلافت پر فخر کرنا اور سر مطہر سید الشہداءؑ کے ساتھ جسارت کرنا

عن المناقب وضع رأس الحسین علی طبق من ذھب یعنی کہ سر امام حسینؑ طشت طلاء

میں رکھا تھا ایسا ہی بعض دیگر حضرات نے بھی لکھا ہے۔ جب سر امام حسین علیہ السلام اس ملعون کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے سر کی طرف مخاطب ہو کر کہا کیف رایت الضرب یا حسینؑ۔ یعنی کہ اے حسینؑ تم نے میری تلوار کی ضرب کیسی دیکھی (مطلب یہ تھا کہ وہ بدنہاد قتل حسینؑ کو اپنی فتح سمجھتا تھا۔ حالانکہ قتل حسینؑ اصل میں مرگ یزید ہے) شیخ مفید فرماتے ہیں کہ ثم اقبل علی اہل مجلسہ یعنی کہ یزید نے حاضرین دربار کو دیکھا اور کہا کہ یہ مرد اب تک زندہ ہے۔ مجھ پر فخر کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میرا پدر یزید کے باپ سے بہتر ہے۔ اے لوگو اس کے باپ نے میرے باپ معاویہ سے سلطنت و خلافت کے بارے میں مخاطمہ کیا۔ یعنی جنگ کی خدائے تعالیٰ نے میرے باپ کو اس کے باپ پر فتح عطا کی۔ یہ شخص (امام حسینؑ) کہتا ہے کہ میری ماں یزید کی ماں سے افضل و بہتر ہے یہ کہنا درست ہے فلعمری ان فاطمۃ بنت رسول اللہ۔ اور یہ کہتا کہ میرے نانا یزید کے نانا سے بہتر ہیں بیشک کوئی شخص خدا پر ایمان رکھتا ہے اور روز جزا کو مانتا ہے وہ جانتا ہے کہ رسولؐ خدا تمام کائنات میں افضل ہیں۔ یہ کہتا ہے کہ میں یزید سے بہتر ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے قرآن میں یہ آیت نہیں پڑھی ہے قل اللھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء الخ صاحب کتاب الریاض لکھتے ہیں کہ یزید ملعون یہ تاثر دے رہا تھا کہ میری سلطنت و حکومت و خلافت و سلطنت تو فرعون و نمرود نے بھی کی ہے۔ بخت النصر نے بھی سلطنت کی ہے خلافت صرف اس کے لیے ہے کہ جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر کاربند رہے نہ کہ مخالفت کرے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک مثال کے ذریعہ استحقاق خلافت پر روشنی ڈالی ہے اس

طرح کہ ایک شخص لباس پہنے ہوئے ہے دوسرا شخص آتا ہے اور وہ اس سے لباس غصب کر لیتا ہے تو کیا وہ صاحب لباس ہو گیا۔ ہرگز نہیں۔ غصب کے ذریعہ خدائی عہدہ نہیں ملا کرتے۔ تمذاب ذکر استدلال یزید بایۂ قل اللھم کرنے کے بعد کہتے ہیں اور خوب کہا ہے۔ اور تاریخ عین القضاء سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مقدس یزید کو پیش کیا گیا تو اس وقت اس ملعون کے چوب دستی خیزران تھی۔ اس ملعون نے آپ کے لبہائے مبارک پر وہ چوب دستی لگائی۔ اور کہنے لگا کہ میرے آبا و اجداد جو جنگ بدر میں مارے گئے زندہ ہوتے تو دیکھتے کہ میں نے محمدؐ کی اولاد سے آج کیسے بدلے لیے ہیں اور ان کی اولاد کے سر قلم کر دیئے ہیں گویا یزید ملعون نے اس طرح اپنے اندرونی کفر اور ظاہری اسلام کو نمایاں کیا ہے (مسلمان اگر باطناً حامل کفر ہو تو ایسے شخص کو منافق کہتے ہیں۔ خلافت المسلمین منافق کا حق ہے یا نہیں۔ مسلمان خود سوچیں) مردان شامی موجود تھے اور یزید ملعون سے کفر کے کلمات سن رہے تھے۔ اور اہل شام یزید کے ان کفر آمیز کلمات کو سن کر اگرچہ خموش رہے مگر ان کے چہرے متغیر ہو گئے تھے خاف مما شاھد من الناس۔ حالت اہل دربار دیکھ کر یزید کو خوف ہوا کہا اے درباریو پہچانتے ہو کہ یہ سر کس کا ہے۔ یہ سر حسین ابن علیؑ ہے۔ کہ جو ہمیشہ اپنے آباء و اجداد، ماں باپ اور نانا پر فخر کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ رسولؐ خدا کے زانو پر میں بیٹھا تھا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ حسینؑ میرے باغ کی خوشبو ہے۔ حسینؑ جوانان بہشت کا سردار ہے۔ اور آنحضرت نے میری ذریت کے حق میں دعا فرمائی ہے پس بایں امور میں یزید سے برتر و اعلیٰ ہوں لیکن گویا کہ حسینؑ کی نگاہ اس آیت پر نہیں پڑی کہ قل اللھم، کہ خدا مہر کہ جسے چاہے سلطنت عطا

کرے۔ اور جس کو چاہے تخت و تاج سے معزول کر دے (معاذاللہ) حسینؑ کو خدا نے قابل سلطنت نہ جانا اور مجھے نوازا۔ اس نے یہ دلیل اس لیے قائم کی کہ شامی لوگ عقل سے بے بہرہ۔ عدل الٰہی کے منکر دام فریب یزید میں آجائیں آمدم بر سر مطلب۔ جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ یزید ملعون کے ہاتھ میں خیزران کی چوب تھی اس زمانہ میں صاحبان شوکت چھڑی ہاتھ میں رکھتے تھے حالانکہ یہ چھڑی رکھنا جابر لوگوں کی نشانی تھی۔ مرحوم سیدؒ کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ دعا یزید بقضیب خیزران۔ کہ یزید نے چوب خیزران طلب کی۔ غلام نے چھڑی پیش کی۔ فجعل ینکت به ثنایا الحسین اس نے دندان مبارک حسینؑ کو اس چوب سے کھولنا شروع کیا۔

ابن شہر آشوب، طبری، بلاذری، اور ابن اعثمؒ کوفی لکھتے ہیں کہ جب سرہائے شہداء اس ملحد و کافر کو پیش کئے گئے۔ تو اس نے اسی چوب خیزران سے سب سروں کے ساتھ جسارت کی اور اپنی باطنی خباثت کا ثبوت دیا۔ جب وہ چوب لبہائے سر بریدہ پر لگاتا تو کہتا۔ یومٌ بیوم بدر۔ یعنی آج روز بدر کی تلافی ہو گئی۔ نکث کے از روے لغت معنی ہیں۔ خط کشیدن شخص متفکر۔ اور اظہار تفکر میں انگشت یدندان ہوتی ہے یا چوب سے زمین پر خط کھینچتے ہیں۔ اس عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نیکث ثنایا کہ یزید پلید ایک متفکر کی طرح دندان امام حسینؑ کے ساتھ بازی کر رہا تھا۔ لیکن زیارت آنحضرتؑ میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں۔

السلام علی الثغر المقروع بالقضیب اور لغت میں قرع کے معنی ہیں "مارنا اور کوٹنا" وہ معاذاللہ دندان مبارک امام حسینؑ پر چھڑی بار بار مار رہا تھا۔ چنانچہ کامل السقیفہ میں مروی ہے کہ سر بریدۂ امام حسینؑ پر پردہ پڑا ہوا تھا اور یزید ملعون نے اپنی چوب دستی سے اس پردہ کو اٹھایا۔ اور بار بار اسی طرح جسارت کرتا رہا۔

اور یہی وارد ہوا ہے کہ یزید ملعون نے جب سر امام مظلوم دیکھا تو حسد اس کے سینہ میں بھڑک اٹھی۔ ابی مخنف لکھتا ہے کہ فجعل یزید ینکث ثنایا الحسین۔ یعنی کہ یزید ملعون نے امام مظلوم کے دندان مبارک (ثنایا۔ چار دانتوں پر بولا جاتا ہے دو اوپر کے اور دو دانت نیچے کے) پر چھڑی ماری۔ یہاں تک کہ دندان مبارک ٹوٹ گئے۔ سمرہ بن جندب صحابی رسولؐ خدا وہاں موجود تھے وہ اپنی جگہ پر کھڑے ہوئے اور بآواز بلند کہا یا یزیدؑلعنہ قطع الله یدك تضرب ثنایا طالما رایت رسول الله یقبلها بکم مابین اے یزید خدا تیرا ہاتھ قطع کرے میں نے بارہا دیکھا ہے کہ رسولؐ خدا حسینؑ کے دونوں لبوں کے درمیان بوسہ لیتے تھے۔ صاحب روضۃ الشہداء نے بھی اس واقعہ کو نقل کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ یزید نے سمرہ بن جندب کو اپنی مجلس سے نکال دیا اور کہا کہ مجھے اس کے صحابی ہونے کا خیال ہے ورنہ اس کی گردن کرا دیتا۔ واحسرتا صحابیت کی یہ قدر و منزلت اور پارۂ تن رسولؐ خدا کے ساتھ یہ جسارت کہ چوب خیزران اور دندان مبارک حسینؑ۔ مرحوم علاّمہ اپنی کتاب ریاض الاحزان میں لکھتے ہیں کہ جس وقت یزید نے سرہائے شہداء دیکھنے کے لیے منگائے ہیں اس وقت اسیران کربلا قصر یزیدی کے صدر دروازہ پر موجود تھے کہ جو باب الساعات کے نام سے مشہور ہے۔ اہل حرم کی اس وقت کیا حالت ہو گی کہ جب سرہائے شہداء نیزوں سے اتار کر مجلس یزید میں پیش کئے گئے۔ یہ بھی کتاب ریاض میں ہے کہ اہل حرم باب الساعات پر دیر تک کھڑے رہے اور لوگ کھڑے تماشہ دیکھتے رہے۔ آخر کار یزید نے اسیران اہلبیتؑ کو داخل دربار ہونے کا حکم دیا اور آل رسولؐ اسیروں کی صورت میں داخل مجلس یزید پلید ہوئے۔ ابو الحسن ابن ابی سعیدؒ کہتے ہیں کہ یزید ملعون نے امام حسینؑ کے دندان مبارک

کے ساتھ جسارت کی سر مطہر جب پیش ہوا تو امام مظلوم کی چشم ہائے مبارک کھلی ہوئی تھیں اور ان سے نور ساطع ہو رہا تھا۔ اور اس نے یہ اشعار پڑھے ؎

لیت اشیاخی ببدر شہدوا   جزع الخزرج من وقع الاسل
لاھلوا واستھلوا فرحا   ثم قالوا یا یزید لعنہ لا تشل

یعنی کہ اے کاش بزرگان امیہ آج زندہ ہوتے کہ جو میرے اپنے تھے اور وہ بدر میں اصحاب محمدؐ کے ہاتھوں قتل ہوئے اور اس مجلس کو دیکھتے تو کسقدر خوش ہوتے کیونکہ میں نے محمدؐ کی آل سے گن گن کر بدلے لیے ہیں اور آل رسول کو تہ تیغ کیا ہے۔

السیدؒ کتاب لہوف میں لکھتے ہیں کہ مجلس یزید میں ابو بریدہ اسلمی موجود تھے جب انہوں نے دیکھا کہ یزید امام حسینؑ کے سر مبارک پر چوب دستی مار رہا ہے تو اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے یزید میں نے بخدا رسولؐ خدا کو حسن و حسینؑ کے دندان مبارک کو چومتے دیکھا ہے اور فرمایا ہے کہ حسنؑ و حسینؑ جوانان بہشت کے سردار ہیں۔ خداوند لعنت کرے قاتلان حسینؑ پر۔ اور ان کو واصل جہنم کرے ابو بریدہؓ اسلمی کا یہ کلام سن کر یزید ان پر غضبناک ہوا اور حکم دیا کہ ان کو یہاں سے نکال اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ ان کی گردن اڑا دو۔

علامہ ریاض فرماتے ہیں کہ عجیب بات ہے کہ قتل ہونے کے اسقدر عرصہ بعد بھی سر بریدہ مطہر بالکل تروتازہ تھا حالانکہ کسقدر دھوپ سر مطہر پر پڑ چکی تھی۔ غرض کہ تمام کتب معتبرہ میں ہے کہ یزید ملعون چوب خیزران سے جسارت کرتا رہا۔ اور ایک طویل نظم پڑھتا رہا جس کا ایک یہ شعر ہے کہ جس سے یزید ملعون کے عقائد کا اظہار ہوتا ہے ؎

لعبت ھاشم بالملک فلا
خبر جاء ولا وحی نزل

یعنی کہ (معاذ اللہ) محمدؐ عربی نے ایک کھیل کھیلا تھا نہ ان پر وحی نازل ہوئی اور نہ کوئی فرشتہ آیا۔

ابی مخنف کہتا ہے کہ مجلس یزید میں مروان بن الحکم موجود تھا۔ تخت یزید کے قریب بیٹھا تھا اور وہ یزید کی وہ یزید کی جسارت دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔

یزید کے اہلحرم میں سے ایک عورت کا خواب اور شہادت

مقتل ابی مخنف میں وارد ہوا ہے کہ سہل کہتا ہے کہ میں بھی اس وقت ان امام حسینؑ پر چھڑی مار رہا تھا اور کہہ رہا تھا کیف رایت الضرب یا حسینؑ کہ اے حسینؑ میری ضرب لگانا دیکھنا کیسی ضرب ہے۔ یزید کی زبان نجس پر یہ الفاظ کہ ایک عورت قصر یزید سے نکلی۔ اور مجلس یزید میں آئی اور اس نے یزید کی طرف دیکھا کہ وہ چوب دستی سے جسارت کر رہا ہے۔ کہا اے یزید قطع اللہ یدیك ورجلیك واحرقك اللہ بنارك الدنیا قبل الآخرۃ۔ اس عورت نے کہا اے یزید خدا تیرے ہاتھ پاؤں قطع کرے اور تجھے دنیا میں روز آخرت سے پہلے ہی آگ کا مزا چکھائے۔ آگ میں جلائے اے ملعون رسول خدا ان دندان مبارک کو بوسہ دیتے تھے۔ اس کر دونے کہا کہ اے عورت تو کیا کہتی ہے قطع اللہ راسك ما ھذا الكلام۔ خدا تیرا سر قطع کرے یہ کیسی باتیں کر رہی ہے۔

اور وہ بھی میری مجلس میں نہ میرے جاہ جلال کی پرواہ اور نہ میری سطوت کا خوف و ڈر۔ اس عورت نے کہا اے ظالم آگاہ ہو کہ میں نے اسی دم عالم خواب میں دیکھا کہ دریاء آسمان کھلے ہوئے ہیں اور زمین سے آسمان تک ایک زینہ بنا ہوا ہے میں نے دیکھا کہ دو جوان خوش رو، نکو خوشبو لباس پہنے ہوئے آسمان سے اس زینہ کے ذریعہ زمین پر آئے۔ میں نے دیکھا کہ وہ بزرگوار اس بساط پر نور پر تشریف فرما ہوئے اور باآواز بلند فرمایا کہ یا ابا آدم اھبط اے پدر اے آدمؑ ابو البشر نیچے اُتر ئیے۔ آدم آئے مگر سر کھلا ہوا اور ہاتھ برہنہ گریاں گناں پھر ان بزرگ نے فرمایا کہ یا ابراہیمؑ اھبط یاموسیٰ اھبط یا اخا عیسیٰ اھبط۔ یعنی اے خلیل خدا، ابراہیم، یاموسیٰ و عیسیٰ آپ بھی نیچے اُتریں۔ پس یہ بزرگوار بھی آئے اور ایسی اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ اس کے بعد ایک مستور تشریف لائیں ؎

پس بدیدم یک زنی آمد بزیر ۔۔۔ صورتش رخشاں تر از بدر منیر
مو پریشاں دیدہ گریاں اشک ریز ۔۔۔ دمبدم گفتے اے عزیزم اے عزیز

میں نے دیکھا کہ مستور کہ جن کا چہرہ نورانی تھا۔ بال کھلے ہوئے تھے اور آنکھوں سے آنسو برساتی ہوئی آئیں اعلان ہوا کہ یہ اماں حوّا ہیں۔ بعدہٗ جناب سارا۔ مریمؑ، جناب خدیجہ الکبریٰ اسی زینہ سے زمین پر تشریف لائیں ؎

آمد ندا آنا سرو سینہ زنان
حوریان شیون زناں و نالہ شان

اور پھر جناب سیّدہ عالمین فاطمہ زہرا تشریف لائیں۔ ان کے ساتھ دو ران جنت نوحہ و ماتم حسینؑ کرتی ہوئی آئیں۔ ؎

آں حسینیؑ کہ لب تشنہ بریدند سرش
لالہ ساں سوخت ز داغ علی اکبر جگرش

اس حسینؑ کا ماں کہ جس حسینؑ کا سر کاٹا گیا وہ حسینؑ کہ جس کا جگر علی اکبرؑ کے داغ سے سوختہ ہو گیا تھا۔ اس وقت جناب فاطمہؑ زہرا نے اپنے بابا رسولؐ خدا کی طرف دیکھا اور عرض کیا یا ابتا الاتری ما فعلت امتك بولدی الحسین۔ یعنی اے بابا جان کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ آپ کی امّت نے میرے فرزند حسین کے ساتھ کیا ظلم کیا ہے۔ ؎

یکہ ہزار پارہ و بر نوک نے سرش
گویم ز داستان سرش یا ز پیکرش
گویم گر از سرش سر او را برید شمر
در پیش روے زینبؑ غمدیدہ خواہرش
گویم اگر ز پیکر او کرد ابن سعد
با خاک رہ ضرب سم اسپ ہمسرش
تقصیر او چہ بود ندانم کہ تا سہ روز
از خاک تر نداشت کسی جسم انورش
با ساربان بغیر محبت چہ کردہ بود
کز نید او نمود جدا دست اطہرش
ابن زیاد بسکہ زدہ چوب بر لبش
اکنون یزید دست نمیدارد از سرش

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ سیدہؑ عالم نے اپنے بابا رسول خدا کی خدمت میں

عرض کیا بابا میرے حسینؑ کا جسد پارہ پارہ ہے سر حسینؑ نیزہ پر ہے۔ میں پیکر حسینؑ کی داستان بیان کروں یا سر حسینؑ کی داستان سناؤں اگر شمر ملعون نے حسین کا سر قلع کیا تو اے بابا میری بیٹی زینبؑ غم رسیدہ کے سامنے بہن دیکھتی اور اس کے بھائیؑ کا سر قطع ہوتا رہا عمر ابن سعد نے حسینؑ کی لاش پر گھوڑے دوڑائے۔ اے بابا میرے حسینؑ کی کوئی خطا بھی نہ تھی تین دن تک لاش حسین بے گور و کفن پڑی رہی اُمت میں سے کسی کو احساس نہ ہوا۔ اے بابا ساربان نے انگشت مبارک جدا کی۔ اے بابا ابن زیاد نے حسین کے لبوں پر چھڑی لگائی۔ اور یزید نے تو حد کر دی اور بار بار دندان حسینؑ پر چوب دستی لگاتا رہا۔ پس حضرت رسولؐ خدا اس وقت بہت زیادہ روئے۔ آنحضرتؐ کے ساتھ آدمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ نے بھی گریہ فرمایا اور عورات بہشتی جو ہمراہ سیدہ عالم آئی تھیں سب نے نوحہ و ماتم کیا میں نے اسی حال میں دیکھا کہ اسی جوان آئے کہ جو اپنے ہاتھوں میں گرز آتشیں لیے ہوئے تھے۔ اور سب کے سب ان بزرگ کے سامنے کھڑے ہوئے۔ اور پھر ان بزرگ نے حکم دیا کہ یا نار خذی صاحب هذا الدار یعنی اے آگ اس گھر والے کو جلا کر خاک کر دے پس اے یزید میں نے دیکھا کہ تو نے خوف کی وجہ سے بھاگنا چاہا اور تو کہہ رہا تھا النار النار ولا مدار ہو النار۔ کہ آگ سے پناہ مانگتا ہوں مگر آگ سے فرار کب ممکن ہے۔ جب اس عورت نے خواب تمام کیا تو یزید ملعون غضب آلود ہوا اور اس عورت کو گالیاں دیں بھرے ہوئے دربار میں سب کے سامنے اس زن مومنہ کو قتل کرا دیا "رضی اللہ عنہا" چند لوگوں نے یزید سے یہ بھی کہا کہ سر بریدہ امام حسینؑ کے ساتھ اسقدر بے ادبی نہ کر۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے اشخاص کو یزید نے قتل کرا دیا ہوگا۔

راس الجالوت کا یزید کے ہاتھوں قتل

ابی مخنف نے مقتل میں تحریر کیا ہے کہ جب سرہائے شہداء اور اسیران اہلبیتؑ اظہار مجلس یزید میں پیش ہوئے ہیں تو حاضرین مجلس میں یہودیوں کا عالم اور بزرگ دین موسوی راس الجالوت بھی تھا۔ شنیدہ بات دیکھی ہوئی بات کی برابر نہیں ہوتی۔ جب راس الجالوت نے یزید پلید کو سر امام حسینؑ کے ساتھ بے ادبی و جسارت کرتے دیکھا تو اس نے یزید کو ٹوکا۔ یزید نے اس کو ناروا الفاظ کہے راس الجالوت نے سر اٹھا کر یزید کو دیکھا اور کہ میرا تجھ سے ایک سوال ہے وہ یہ کہ سر بریدہ کہ جس سے تو جسارت کر رہا ہے کس کا سر ہے۔ اور اس کا معاذ اللہ کیا قصور تھا۔ یزید نے کہا هذا راس الحسینؑ ابن علی ابن ابی طالبؑ کہ یہ حسینؑ فرزند علی مرتضیٰ کا سر ہے حسینؑ کی ماں فاطمہ بنت محمد بن عبداللہ ہے اور آنحضرتؐ مسلمانوں کے رسولؐ ہیں راس الجالوت نے دریافت کیا تو پھر فرزند رسول خدا کو قتل کیوں کیا۔ یزید نے کہا کہ ملک عراق میں کوفہ والوں نے اس کو خطوط بھیج کر بلایا تھا کہ وہ کوفہ میں اپنی خلافت کا اعلان کرے۔ اور اہل کوفہ کا راہبر و مقتدا قرار پائے۔ میرے عامل کوفہ ابن زیاد نے اس کو اثنائے سفر کربلا میں گھیر لیا اس کو اور اس کے اصحاب و انصار و عزیز و اقرباء کو قتل کر دیا۔ اور ان سب کے سروں کو اور حسینؑ کے اہلحرم کو اسیر کر کے یہاں بھیجا ہے۔ راس الجالوت نے یہ سن کر کہا کہ جب کہ حسینؑ نواسہ رسولؐ خدا ہے اور پیغمبر اسلام کی ذریت ہے تو یقیناً وہ مستحق خلافت ہے پھر کہا اے یزید میرے اور داؤدؑ

کے درمیان تینتیس ۳۳ پشتوں کا فاصلہ ہے اور بروایت اسّی ۸۰ پشتوں کا فاصلہ ہے لیکن یہودی لوگ میری تعظیم وتکریم اس حد درجہ کرتے ہیں کہ میرے قدم کی خاک کو تبرک سمجھتے ہیں اور میرے بغیر تزویج نہیں کرتے۔ لیکن تم ایسی امت مسلمہ ہو کہ کل پیغمبر تم سے جدا ہوئے اور آج تم نے ان کے فرزند کو شہید کر دیا۔ واللہ انتم شر امۃ۔ بخدا تم تمام امتوں میں بدترین امّت ہو۔ راس الجالوت کی یہ باتیں سن کر یزید بھڑک اٹھا اور کہا اگر ایسا نہ ہوتا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے من اذی معاھدًا کنت خصمہ یوم القیامۃ۔ یعنی اگر کوئی ایسے غیر مسلم کو اذیت دے کہ جو اسلام کی پناہ میں ہو تو اذیت دینے والے سے قیامت میں باز پرس ہو گی۔ راس الجالوت نے جب یہ فرمان پیغمبر اسلام سنا تو کہنے لگا کہ قربان رسولؐ خدا ہوں یہ کہہ کر اس نے سر بریدۂ امام حسینؑ کی طرف رخ کیا اور عرض کیا یا ابا عبد اللہ اشھد لی عند جدک انی اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان جدک محمدًا صلی اللہ علیہ وآلہ رسول اللہ۔ یعنی اے آقا اپنے جد کے روبرو میری شہادت دین کہ میں ان پر ایمان لے آیا ہوں میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے اور محمدؐ بن عبد اللہ اللہ کے رسول برحق ہیں۔ اس وقت یزید نے کہا کہ اے راس الجالوت تو خود ہی اپنے دین سے خارج ہو گیا اور دین اسلام میں داخل ہو گیا اور میں چونکہ بادشاہ اسلام ہوں تجھ پر لازم ہے کہ میرے دشمن کی حمایت نہ کرے فقد برئنا من ذمتک۔ میں اب بری ہوں اور یہ کہہ کر اس نے جلادؔ کو بلایا اور حکم دیا کہ اس یہودی کو قتل کر دے۔ جلاد مردود نے اس تازہ مسلمان کو اس وقت قتل کر دیا۔ اور اس کی لاش کو مزبلہ پر پھینک دیا اور کوئی شخص اس کے غسل وکفن ودفن کی طرف متوجہ نہ ہوں ہو سکتا ہے کہ امام زین العابدینؑ

علیہ السلام نے باعجاز امامت تکفین وتدفین کو انجام دیا ہو۔ بعض مقاتل میں ہے کہ جب راس الجالوت کو یزید نے قتل کرا دیا تو یہودی اور مسلمانوں کے درمیان غسل وکفن ودفن کے بارے میں جھگڑا ہوا مسلمان کہتے تھے کہ یہ مسلمان ہو گیا ہے اسلامی طریقہ تجہیز وتکفین ہو گی اور یہودی کہتے تھے کہ یہ ہماری قوم کا بزرگ ہے ہم کفن ودفن کا انتظام کریں گے۔ لیکن یہودی غالب رہے اور اس کو بصد احترام غسل وکفن دیا اور دفن کیا۔ واحسرتاہ کربلا میں مسلمانوں نے لاش امام حسینؑ بے گور وبے کفن چھوڑ دی لشکر عمر ابن سعد ملعون نے اپنے آدمیوں کو غسل وکفن دیا اور دفن کیا مگر پیغمبر اسلام کے نواسہ کو کسی نے دفن نہیں کیا بلکہ مسلمانوں نے نعش مطہر پر گھوڑے دوڑا دیئے۔

شہر واسط میں ایک دوستدار خدا کی موت

حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اولیائے خدا کو حقارت کی نظر سے مت دیکھو کہ روز قیامت ان کو بادشاہی عطا ہو گی۔ اگر آج وہ مقام اطاعت وبندگی میں کمزور ہوں لیکن قیامت میں مثل مہر وماہ تابندہ ہوں گے ان کے گرد آلودہ لباس کو مت دیکھو قیامت میں ان سے خطاب ہو گا اٹھو اٹھو لوگوں کو نجات دلاؤ۔ ان لوگوں کو کہ جنہوں نے دنیا میں تمہارے ساتھ نیکی کا سلوک کیا ہے ان سے خطاب قدرت ہو گا کہ اے مرد ولی اے درویش تو نے دنیا میں تکلیف اٹھائی ہے اب تیرے لیے راحت ہی راحت ہے۔ اب ہم ایک حکایت بیان کرتے ہیں جسے گوش دل سے سنو اور دل میں جگہ دو۔ مردان حق میں سے کسی شخص نے کہا میں ایک مدت سے شہر واسط میں

تھا ایک جوان کو دیکھا کہ جو تُرکی تھا اور عجمی زبان والا تھا۔ وہ ہفتہ میں ایک دن اپنے ہاتھ سے کام کاج کرتا ہے اور اس دن کی مزدوری کو اپنے پورے ہفتہ تک صرف کرتا تھا اور پھر دوسرا ایک دن ہفتہ میں کام کرتا۔ لیکن جب میں نے اس جوان کے چہرہ مہرہ کو دیکھا تو شان و شکوہ کے اعتبار سے وہ شہزادہ معلوم ہوتا تھا۔ پھر ایک ہفتہ گذر گیا مگر وہ شخص نظر نہیں آیا۔ مجھے شوق ہوا کہ کسی عنوان وہ شخص پھر ملجائے میں ایسی جگہ گیا کہ جہاں نادار لوگ رہا کرتے تھے۔ کہ ایک خرابہ سے اس کی آواز بلند جو سوز دل کے ساتھ تھی گوش زد ہوئی یعنی اس کے نالہ کرنے کی آواز سنی اس آواز نے میرے دل پر اثر کیا۔ اور میری ٹانگوں کی قوت نے میرا ساتھ چھوڑ دیا ؎

ما ہیچ کسان کوی یاریم ||| ما سوختگان روزگاریم
گنج است غم اندرون سینہ ||| ماراست کلید آن خزینہ
دل خستہ و گریہ خون ناب ست ||| ای وای کہ حالتم خراب ست

این سحر کہ میزنم ترنم
بازار رحیل میکنم گرم

خلاصہ یہ ہے کہ محبت یار میں دل سوختہ ہو رہا تھا۔ اس کے سینہ میں غم کا خزانہ تھا اور اس خزینہ کی کنجی خستگی دل اور خون ناب ہے اور گریہ و بکا ہے افسوس کہ میری حالت خراب ہے اور میری آس جو رفتہ رفتہ کم ہو رہی ہیں بازار کوچ کو گرم کر رہی ہیں۔ میں اس جوان کے نزدیک گیا۔ دیکھا کہ خاک مذلت پر پڑا ہوا ہے۔ اینٹ کا تکیہ زیر سر ہے۔ ناتوانی مسلط ہے۔ چہرہ زرد ہو گیا۔ لبوں پر خشکی آگئی ہے وہ عالم غربت و ناداری میں خرابہ میں پڑا ہوا حکم الٰہی کا منتظر ہے کہ کب پیغام موت

موت آئے اور وہ لبیک کہے۔ میں نے اس کو سلام کیا جواب سلام ملا۔ اس نے آنکھ اٹھا کر مجھے دیکھا میں یہ دیکھ کر خوش ہوا کہ ابھی وہ زندہ ہے۔ میں نے اس سے کہا اے جوان کوئی آرزو ہو یا کوئی مصیبت ہو تو کرو تاکہ اس سے پایۂ تکمیل تک پہنچاؤں۔ اس نے کہا رضاء و خوشنودی خدا کی آرزو ہے دنیاوی کوئی آرزو نہیں ہے۔ میں نے کہا کیا کوئی دنیاوی آرزو ہے اس نے کہا نہیں۔ پھر کہنے لگا کہ عرصہ ہوا کہ پانچ آرزوئیں دل میں اُبھریں۔ میں نے کہا پھر وصیت کرتا ہو تو کرو۔ اس نے کہا کہ میرے والدین حیات میں عرصہ سے میری راہ دیکھ رہے ہیں اب میری آرزو ہے کہ اپنے دوست کے نزدیک جاؤں۔ اس نے کہا اے مرد خدا اگر خدا کی راہ میں کام کرنا مطلوب ہے تو اس مہرہ کو جو میرے بازو پر بندھا ہوا ہے اور اس پر میرا نام لکھا ہوا ہے۔ میرے انتقال کے بعد سلطان ماوراء النہر نوح بن منصور کے پاس لے جانا۔ اور اس سے کہنا کہ تیرا خدا اس صاحب مہرہ کی موت سے تجھے اجر دے گا اور میری دیگر وصیت یہ ہے کہ میں اس خرابہ کے عقب میں کھلیان ہے کہ ہر ایک رات کو وہاں سے بڑے بڑے جنگلی جانور اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں اور جب میری روح نکل جائے تو مجھے دروازہ پہلے جانا اور مجھے اس کھلیان میں شیر کے آنے کی جگہ ڈال دینا اور مجھے دفن نہ کرنا کہ مجھے تاب فشار قبر نہیں ہے۔ یہ وصیت کی اور اس کی روح پرواز کر گئی۔ اس مرد حق نے اس جوان کے مرجانے کے بعد بموجب وصیت مہرہ اس کے بازو سے کھولا۔ وہ ایک یاقوت تھا بہت تابندہ تھا۔ اور اس پر نوح بن منصور تحریر تھا۔ اس حاصل کرنے کے بعد اس نے چاہا کہ دوسری وصیت کو بھی پورا کرے۔ اس نے میت کے پاؤں کو پکڑا اور چاہا کہ کھلیان کے پاس لیجائے ناگاہ اس کو آواز آئی کہ

دعہ فانہ ولی من اولیائی۔ یعنی اپنا ہاتھ اٹھائے اس کو ہاتھ مت لگا کہ یہ میرے اولیاء میں سے ایک ہے۔ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دے کہ یہ میرا خاص دوست ہے۔ یہ مجھے دوست رکھتا تھا میں اسے دوست رکھتا ہوں اس کا غسل و کفن سب میرے ذمہ ہے۔ مرد حق کہتا ہے کہ پھر میں نے صدائے ملائکہ سنی اور غسل میت کے وقت پانی وغیرہ کے گرنے کی آواز سنی۔ تھوڑی دیر بعد جب پردہ اٹھ گیا تو جوان کو سپرد خاک کیا۔ اس کی قبر پر بیٹھکر فاتحہ پڑھی اور اس کے بعد باہر آیا اور مہر اس امین شخص کو دیا برائے والئ ماوراء النہر کہ وہ اس کے والدین کو پہنچا دے۔

یقیناً ہر ایک انسان دنیا سے غریب جاتا ہے اور وہ اپنے والدین کے لیے کوئی نشانی چھوڑتا ہے کہ غریب دنیا سے رخصت ہو گیا۔ نقل اس کے کہ حضرت زینبؑ خاتون اس وقت کہ جب آپ شام سے واپس مدینہ پہنچیں اور ماں کی قبر پر گئیں تو ایک نشانی امام حسینؑ کی ان کے پاس تھی۔ اور وہ امام حسینؑ کا پیراہن چاک چاک تھا خون آلود تھا۔ اور دست بریدہ عباسؑ تھے۔ کہ جب زینب بیکس قبر زہراؑ پر پہنچیں اور عرض کیا اماں جان میں آپ کے لیے تحفہ لائی ہوں رانے اماں یہ حسینؑ کا پیراہن خون آلود ہے۔ اسے اماں میں کیا ہوں جب تمہارے حسینؑ مقتل میں گئے تو تمہیں یاد کیا سلام کیا۔

مولف کتاب فرماتے ہیں کہ جب خدائے تعالیٰ اپنے بندوں میں سے ایک عام بندہ صالح کے ساتھ یہ سلوک کرتا ہے تو پھر جو اُس کے مقرّب بندے ہیں ان کے غم میں اگر کوئی آنسو بہائے۔ ان کی عزاداری قائم کرے تو اس کو خداوند عالم کس قدر بلند مقام عطا کرے گا۔ اللہم اجعلنا من محبیھم۔

جاثلیق نصاریٰ کا یزید کے ہاتھوں قتل ہونا

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ یزید ملعون حضرت خامس آل عبا امام حسین علیہ السّلام کے سر بریدہ کے ساتھ جسارت کر رہا تھا اور کلمات کفر اس کی زبان پر جاری تھے درباری لوگ ہمہ تن گوش تھے کہ اسی اثناء میں جاثلیق نصاریٰ بھی اس کی مجلس میں وارد ہوا۔ یہ طائفہ نصاریٰ کا رئیس و سردار تھا۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ جاثلیق جب دربار میں پہنچا تو یزید چوب دستی سے سر امام حسین علیہ السّلام کے ساتھ جسارت کر رہا تھا۔ وہ تخت یزید کے سامنے کھڑا ہوا۔ اس کے ہاتھ میں عصا تھا کہ جس کے سہارے وہ کھڑا تھا کیونکہ وہ مرد پیر تھا سیاہ لباس پہنے ہوئے تھا کہ اس کی نگاہ سر مطہر امام حسینؑ پر پڑی۔ دیکھا کہ نورانی چہرہ ہے جاثلیق نے یزید سے دریافت کیا یا یزیدؔ ھذا ابن راس من۔ کہ اے یزید یہ کس کا سر ہے اس مرد نے کہا کہ یہ ایک خارجی کا سر ہے کہ جس نے عراق میں ہم پر خروج کیا تھا قتل ہو گیا جاثلیق نے سوال کیا کہ اس کا کیا نام تھا۔ یزید نے کہا حسین ابن علی، دریافت کیا کہ اس کی ماں کون تھی یزید بولا کہ فاطمہ زہراؑ دختر رسولؐ خدا محمد ابن عبداللہ۔ اس بزرگ نصاریٰ نے کہا تو پھر تمہارے نزدیک فرزند رسولؐ خدا واجب القتل کیوں کر ہوا؟ یزید نے کہا کہ اہل کوفہ نے اس کو خطوط دیکر بلایا کہ وہ اس کو اپنا امام اور خلیفہ قرار دیں۔ میری حکومت کے عامل عبیداللہ ابن زیاد نے اس کے خلاف لشکر کشی کی اور اس کو قتل کر دیا۔ اس کے اصحاب و یاور و اعزا سب قتل کر دیئے۔ اس پر جاثلیق نے کہا۔ آخر اس کا معاذاللہ کیا قصور تھا۔ اہل عراق نے اس کو بلایا تھا دوست ہے

آخر اولاد پیغمبر کا ہے ۔ کہتا ہے اُسے اس نے انجام دیا ۔ تو اس کے سر مطہر کے ساتھ جسارت و بے ادبی کر رہا ہے اپنی چوب دستی اس کے پاس ہٹا لے ورنہ خدا تجھے ہلاک کرے گا ۔ اور سن لے کہ میں اپنی عبادت گاہ میں تھا کہ ایک آواز زلزلہ سے مشابہ سُنی ۔ میں نے آسمان کی طرف نگاہ کی ۔ دیکھا کہ ایک شخص روشن چہرہ، بلکہ آفتاب سے بھی احسن تر، دلین پر آیا اور اس کے ساتھ اور بھی نورانی لوگ تھے ۔ میں نے ان میں سے ایک آدمی سے سوال کیا کہ یہ کون بزرگ ہیں ۔ مجھے بتایا کہ خاتم پیغمبران حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ؎

محمدؐ کہ دَورِ نہیں عصر اوست | در قاب قوسین در قصر اوست
نہیں پنج نوبت زنِ جانِ پاک | نہیں چار بالش نہ و آب و خاک

ماحصل یہ ہے کہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) زمانہ کے لیے خداوند عالم کا ایک بہترین تحفہ ہیں ۔ اور قاب قوسین تک ان کی نوبت کی حد ہے ۔ پانچ وقت ان کا ڈنکہ بجتا ہے یعنی اذان میں ان کی رسالت کی گواہی دی جاتی ہے ۔ اور ان کا وجود ذی جود اس وقت سے ہے کہ جب یہ چاروں عناصر یعنی آب و آتش خاک و باد پیدا نہ ہوئے تھے ۔

غرض کہ آنحضرتؐ کے ساتھ آدم صفی اللہ، عیسٰی روح اللہ، برائے تعزیت حسینؑ آئے ہیں ۔ یزید کو اس کی گفتگو سخت ناگوار گذری اور کہنے لگا کہ میں تیرا شکم چاک کروں گا ۔ تو اس قدر گستاخی کر رہا ہے کہ میرے سامنے مجھے ظالم قرار دیا ہے ۔ پھر یزید ملعون نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ اس کو پکڑ لو چنانچہ یزید کے غلاموں نے اس کو گرفتار کر لیا ۔ اور اس کو تازیانے مارنے شروع کیے ۔ یہاں تک کہ وہ بیچارہ نزار و ناتوان ہو گیا اور اس نے سر مطہر امام حسینؑ کی طرف

رخ کر کے آنحضرتؐ کی نبوت و رسالت کا اقرار کیا اور شہادت دی پھر کہا تیرے پدر عالیقدر علیؑ امیر المومنین ہیں میں گواہی دیتا ہوں میں ان کو اپنا امیر مانتا ہوں قیامت برحق ہے اس کے بعد جاثلیق نے یزید کی طرف دیکھ کر کہا کر تو مجھے قتل کر اور قتل کرنے میں جلدی کر میں پھر شہادت دیتا ہوں کہ حسینؑ اور حسینؑ کے نانا کا دین برحق ہے اور رسول خدا میرے لینے کے لیے بہشت سے تشریف لائے ہیں اور حلہ بہشت عطا فرما رہے ہیں یہ کہہ کر جاثلیق نے دم توڑ دیا اور روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی جب اسیران اہلبیتؑ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو حضرت زینب خاتون نے نجف کی طرف رخ کر کے فریاد کی بابا یہود و ترسا ہماری حمایت کرتے ہیں اور مسلمان ہمیں اسیر بنا کر لائے ہیں ۔ بابا یہ وقت مدد ہے ؎

ہر کہ در تنگی علیؑ گفت ای پدر | دست او بگرفتی از ہر رہگذر
ما کہ در بند بلائیم یا علیؑ | جملہ اولاد شمائیم اے پدر

یعنی کہ اے بابا ہم ہر ایک تنگی و مصیبت میں آپ کو آواز دیتے ہیں یا علیؑ مدد ہے اور زندگی کے ہر موڑ پر آپ کا دامن تھامے ہوئے ہیں ۔ اے علیؑ ہم مصائب اور بلاؤں میں پھنسے ہوئے ہیں اور آپ کی ساری اولاد مصائب کا نشانہ بنی ہوئی ہے ۔ اے علیؑ ولی مدد ہے ۔

جب جاثلیق کی روح پرواز کر گئی تو نصاریٰ لوگ جمع ہوئے اور اپنی قوم کے بزرگ و رئیس کو پورے احترام و عزت کے ساتھ سپرد خاک کیا ۔ ابوتراب کا غلام آغوش تراب میں سو گیا ۔ واحسرتا ۔ مسلمانوں نے لاش سید الشہداء پر گھوڑے دوڑا دیئے ۔ دفن کرنا کیسا لاش صد چاک چاک پر اہلحرم کو رونے

نہیں دیا۔ اور بھرے دربار میں یزید مسلمان ہونے کا دعویدار ہے مگر سر بریدۂ امام حسینؑ سے جسارت کر رہا ہے۔ سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

عبدالوہاب سفیر بادشاہ روم اور دربار یزید

کتاب منتخب میں شیخ طریحیؒ نے باسناد معتبرہ و ثقہ کتاب منتخب المراثی میں نقل کیا ہے کہ دربار یزید میں جگہ جگہ کے سفیر اور ایلچی اور نمائندے موجود تھے چنانچہ بادشاہ روم کا سفیر کہ جس کا نام عبدالوہاب تھا دربار یزید میں موجود تھا جب اس نے دیکھا کہ یزید سر بریدۂ امام حسینؑ کے ساتھ چوب دستی سے جسارت کر رہا ہے تو سفیر روم پہ بہت زیادہ اثر ہوا اور مظلومیت سے متاثر ہو کر رونے لگا۔ جب یزید نے اس کے رونے کی آواز سنی تو کہا اے سفیر روم تو ہماری خوشی کی محفل میں کس لیے رو رہا ہے۔ سفیر روم نے کہا ایک دفعہ میں بغرض تجارت روم سے مدینہ گیا میں نے کسی صحابی سے دریافت کیا کہ پیغمبر اسلام کس قسم کے ہدیہ اور تحفہ کو پسند فرماتے ہیں۔ اس صحابی نے جواب دیا کہ از قسم عطر و خوشبو چیزیں زیادہ پسندیدہ ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ میں عنبر و اشہب مشک خرید کیا اور خانہ رسولؐ خدا کی طرف روانہ ہوا۔ حضرت رسول خدا ہو۔ حضرت رسولؐ خدا اس روز خانۂ ام سلمہؓ میں تشریف فرما تھے۔ میں نے اجازت طلب کی۔ اور داخل خانہ رسولؐ خدا ہوا فلما شاهدت جماله ازداد عيني لقائه نورًا ساطعًا و ازدني منه سرورًا وقد تعلق قلبي بمحبته۔ یعنی کہ جیسے چہرۂ پُر نور رسولؐ خدا پر نظر پڑی۔ میری آنکھوں کی بینائی نہ صرف زیادہ ہو گئی بلکہ نور بصیرت اور بھی زیادہ ہو گیا ہے

ہر لطافت کہ نہاں بود پس پردۂ غیب
ہمہ در شکل زیبائی محمدؐ تا دیدم

جس قدر لطافتیں، نزہتیں، پاکیزگیاں میری نگاہ سے روپوش تھیں پس پردہ تھیں وہ سب صورت محمدؐ میں جلوہ فگن نظر آئیں۔ میں حاضر ہو کر آداب بجالایا آنحضرتؐ کہ تمہارا نام کیا ہے میں نے عرض کیا کہ عبدالشمس نام ہے اس وقت آنحضرتؐ نے میرا نام تبدیل کرنے کا حکم دیا اور خود بہ نفس نفیس میرا نام عبدالوہاب تجویز فرمایا اور فرمایا کہ اگر تو اس نام کو قبول کرے گا تو ہم تیرا ہدیہ قبول کریں گے ورنہ نہیں۔ پس میں نے غور کیا اور آپ میں وہ ہی صفات حمیدہ دیکھیں کہ جن کی خبر عیسیٰ ابن مریم نے دی تھی تو میں نے فوراً دین اسلام قبول کیا میں چند روز مدینہ میں رہا اور احکام اسلام آنحضرتؐ سے سیکھے۔ میں واپس گیا اور بادشاہ روم نے مجھے اپنا وزیر بنایا۔ میں نے کسی پر اسلام لانے کو ظاہر نہیں کیا تھا۔ اس مدت میں خداوند عالم نے مجھے پانچ فرزند اور چار دختر عطا کیں۔ اور اس وقت جو تو نے مجھے گریہ کناں دیکھا وہ اس وجہ سے تھا کہ میں نے مدینہ کے دوران قیام دیکھا کہ رایت هذا العزيز الذي راسه بين يديك مهينا حقيرًا قد دخل على جده۔ کہ اس دوران یہ بزرگ آئے کہ جن کا سر بریدہ اس وقت موجود ہے اور تو اس کو ذلیل و حقیر قرار دے رہا ہے۔ آنحضرتؐ نے پیار کیا اور اپنی آغوش میں بٹھا لیا۔ اور فرمایا مرحبا بك یا حبیبی۔ اور پھر آنحضرتؐ نے اس شہزادے کے لبوں کو بوسہ دیا اور اس کے دانتوں کو چوما۔ اور فرمایا کہ اے حسینؑ ایک وقت آئے گا کہ تجھے لوگ شہید کریں گے خدا ان کو اپنی رحمت سے دور رکھے گا دوسری مرتبہ میں نے یہ عجیب واقعہ دیکھا کہ یہ بزرگوار (حسینؑ) اپنے بھائی حسنؑ کے ساتھ خدمت رسولؐ خدا میں آئے۔ بچپن

کا زمانہ تھا اور کہا اے نانا ہم نے کشتی لڑی مگر ہم ایک دوسرے پر غالب نہیں ہو سکے۔ ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ہم دونوں میں سے کون قوت زیادہ رکھتا ہے نانا جان آپ فیصلہ صادر کریں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کشتی لڑنا تمہاری شان کے مطابق نہیں ہے بلکہ تم خط لکھو جس کا خط بہتر ہے وہی زیادہ قوت والا ہے۔

اے یزید دونوں غنچہ ہائے باغ نبوت نے خط لکھا۔ یعنی کچھ عبارت بخط خوشنویسی لکھی۔ اور خدمت رسول خدا آئے اور پھر فیصلہ صادر کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے بیٹو تم اپنی ماں فاطمہ زہرا کے پاس جاؤ وہ فیصلہ کریں گی۔ دونوں شہزادگان ماں کی خدمت میں آئے خط پیش کیا اور کہا اماں جا کس کی تحریر خوبصورت ہے۔ اب حضرت فاطمہ زہراؑ سوچنے لگیں کہ گر یہ کہتی ہوں کہ حسنؑ کی تحریر عمدہ ہے تو حسینؑ کو رنج ہوگا اور اگر یہ کہتی ہوں کہ حسینؑ کی تحریر اچھی ہے تو حسنؑ کو خیال ہوگا پھر آپ نے اپنے گلوئے مبارک میں جو گلوبند تھا اس میں سات موتی تھے وہ ساتوں موتی کھول کر زمین پر ڈال دیئے اور فرمایا کہ جو زیادہ موتی چنے گا جس کا خط عمدہ متصور ہوگا دونوں شہزادہ موتیوں کی طرف بڑھے اور تین تین موتی ہر ایک نے چن لیے۔ خداوند تعالیٰ نے جبرئیل کو حکم دیا کہ اس ایک موتی کے دو ٹکڑے کر دو قبل اس کے کہ یہ موتی ان دونوں میں سے کوئی چنے۔ جبرئیل نازل ہوئے اور موتی کے دو ٹکڑے کر دیئے اور دونوں نے ایک ایک موتی کا ٹکڑا اٹھایا۔

اس کے بعد عبدالوہاب نے کہا اے یزید کہ اگر فاطمہ زہرا اور رسولؐ خدا سر بریدۂ حسینؑ کے ساتھ تیری جسارت دیکھیں اور چوب دستی کو دندان سر بریدہ پر لگانا دیکھیں

تو کہا فاطمہؑ دوران کے بابا رسولؐ خدا خوش ہوں گے۔ یہ کہہ کر وہ سفیر روم بآواز بلند رونے لگا اور ہچکی گلوگیر ہو گئی مصنف کامل السقیفہ تحریر کرتے ہیں کہ یزید ملعون اس پر غضبناک ہوا اور قتل کرا دیا۔ لعن اللہ علی یزید۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کے ساتھ یزید کا مکالمہ

یہ مسلّم امر ہے کہ مصائب سیّد الشہداء امام حسین علیہ السّلام پر گریہ و بکا کرنا۔ ماتم و نوحہ کرنا باعث خوشنودیٔ خدا و رسولؐ ہے پس موالیان اہلبیتؑ اطہار اور شیعیان حیدر کرارؑ پر فرض ہے کہ اقامہ عزا امام حسینؑ علیہ السّلام بپا کریں۔ اور اکثر اوقات اپنی آنکھوں سے خطاب کریں یا عینی جودی بتواتر البکاء کہ اے میری آنکھوں غم امام حسینؑ میں روؤ اور اس طرح برسو کہ جیسے تیز بارش ہوتی ہے کبھی اپنے قلب (دل) سے خطاب کرو۔ یا قلب جدی جد ثواکل النساء۔ کہ امام زین العابدینؑ کو کیوں اسیر کیا گیا کیوں دربدر پھرایا گیا۔ شہر بشہر در بدر۔ اس شان سے پھرایا گیا کہ اہلحرم برہنہ سر ساتھ ہیں اور خود امام مظلوم طوق و سلاسل میں گرفتار ہیں۔ اور وہ روز بد کہ جس دن آپ دربار یزید ملعون میں اسیر ہو کر پہنچے اور دربار میں آل رسولؐ طلب کئے گئے۔ اور سرہائے شہداء اسیروں کے سامنے رکھے ہوئے تھے دربار میں سات سو کرسی نشین بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ یزید ملعون نے حکم دیا کہ سید سجاد سامنے پیش ہوں۔

چنانچہ سید سجادؑ کو غلاموں نے پیش کیا ہے

غل بگردن مالک ملک وجود　　　از خجالت سر بزیر افگندہ بود

چوں ہلال یکشبہ زرد و ضعیف　　　زیر زنجیر گران جسم نحیف

می شنید از ہر طرف دشنام بد

بود ساکت حاشا اللہ دم نزد

یعنی کہ امام زین العابدین گلے میں طوق پہنے ہوئے۔ پاؤں میں بیڑیاں۔ سر کھلا ہوا۔ شرمندگی سے سر نیچا کئے ہوئے۔ مثل ہلال یک شب چہرہ کا رنگ زردی مائل۔ کمزور اور نحیف جسم زار کے ساتھ دربار میں یزید ملعون کے سامنے پیش کئے گئے۔ دربار نحس میں اہلبیتؑ اطہار کے خلاف ناروا باتیں بحکم یزید پلید ہو رہی تھیں اور امام علیہ السلام سن رہے تھے بعض کلمات ارباب مقاتل نے نقل کئے ہیں کہ اولاً سید سجادؑ علیہ السلام اور دوسرے مردوں کو پیش یزید کیا اور بعدہٗ اسیران عورتیں اور بچے اہلبیتؑ اطہار پیش کئے گئے۔ حتی ینجلی لکم عمود الحق وفی البحار عن ابن لنا قال علی بن الحسینؑ ادخلنا علی یزید لعنہ ونحن اثنا عشر رجلا مغللون۔ حضرت سید سجادؑ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب ہم دربار یزید پلید میں گئے تو ہم بارہ مرد تھے سب کے سب سلاسل پہنے ہوئے تھے۔ ہم یزید کے تخت کے سامنے کھڑے ہو گئے۔　　　یا یزید لعنہ نشدک باللہ ما ظنک برسول اللہ لو رآنا علی ھذہ الحالۃ اے یزید تجھے خدا کی قسم یہ بتلا کہ تیرا آنحضرتؐ کے متعلق کیا گمان ہے کہ اگر وہ ہمیں اس حالت میں دیکھتے تو ان پر کیا گزرتی۔ تو جواب دے اور جو چاہے جواب دے زبان حال سے یہ فرمایا ہے

یا آنکہ ما نہ گبر و یہودیم ای یزید　　　از بہر چیست پردۂ ما را دریدۂ

این ظلم ہا روا نبود باللہ ای یزید

ظالم مگر تو آل علی را خریدۂ

یعنی کہ اے یزید (معاذ اللہ) کیا ہم آتش پرست اور یہودی ہیں آخر کس واسطے ہمارے ناموس کو بے پردہ کیا ہے یہ مظالم خدا کی قسم ہرگز روا نہیں ہیں اے ظالم کیا تو نے اولاد علیؑ کو خرید کیا ہے۔ جو ایسا ظلم کر رہا ہے ابن نما تحریر کرتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدینؑ نے فرمایا کہ یزید تخت مرصع پر بیٹھا تھا اور اس کے سر پر زرنگار تاج تھا۔ اور اس مردود کے آس پاس بزرگان قریش بیٹھے ہوئے تھے جو سب ہی اموی لوگ تھے اس ملعون نے نظر غیض و غضب سے حضرت سید سجادؑ کو دیکھا۔ اور اپنے حواریوں سے پوچھا کہ یہ کون ہے لوگوں نے بتلایا یہ علیؑ ابن الحسینؑ ہیں۔ اس بدبخت نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ علیؑ نامی پسر امام حسینؑ کربلا میں شہید ہو چکا ہے پس یہ دوسرا علیؑ کون ہے۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے بچشم گریاں فرمایا کہ تیرے لشکر والوں نے ان کو کربلا میں شہید کر دیا۔ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ یزید نے کہا کہ عجب بات ہے کہ تیرے پدر بزرگوار نے اپنے سب بیٹوں کا نام علیؑ رکھا ہے آپ نے فرمایا کہ میرے بابا اس چیز کو پسند فرماتے تھے کہ اپنی تمام اولاد ذکور کا نام علی رکھیں۔ مقتل میں ہے کہ یزید نے کہا کہ تو اس شخص کا فرزند ہے کہ جس نے دعوئ سلطنت و خلافت کیا۔ خدا کا شکر ہے کہ حسینؑ کو سلطنت و خلافت نہ ملی۔ خدا نے مجھے مظفر و منصور فرمایا۔ اور حسینؑ کے اہلحرم اسیر ہوئے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ دنیا میں کون ایسا مستحق ہے کہ جو میرے پدر بزرگوار حسینؑ ابن علیؑ سے زیادہ حقدار خلافت ہو۔ جب کہ وہ جناب سبط پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

کلیم راچہ ضرر گر حشر کند فرعون
مسیح راچہ خطر گر رسیہ شود دجّال

یعنی کہ موسیٰ علیہ السّلام کا کیا نقصان ہو سکتا ہے کہ اگر فرعون ان کا مقابل بنے۔ دعوئے ربوبیت کرے وہ بہرحال میں اللہ کے نبی ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ موسیٰؑ کے پاس سلطنت نہ تھی۔ اور فرعون صاحب سلطنت تھا مگر پھر بھی موسیٰ نبیؑ رسول ہیں اور سلطنت فرعون کو کوئی درجہ نہ دے سکی۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ اللہ کے رسول ہیں اور دجّال لاکھ لشکر رکھتا ہو مگر پھر دجال ہے۔ کتاب بحار میں ہے کہ یزید نے یہ سن کر کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ تیرے پدر کو میں نے قتل کیا۔ وہ بدنہاد کہنے لگا کہ تم اللہ پر افترا باندھتے ہو۔ خدا نے لعنت نہ کی شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ یزید نے کہا یا علیؑ تمہارے پدر حسین نے میرے ساتھ اچھا نہ کیا بلکہ میرے ساتھ نزع کیا۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام نے اس وقت آیت پڑھی۔ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ۔

(سورۃ الحدید آیت ۲۲)

جتنی مصیبتیں روئے زمین پر اور خود تم لوگوں پر نازل ہوتی ہیں (وہ سب) قبل اس کے کہ ہم انہیں پیدا کریں کتاب (لوح محفوظ) میں (لکھی ہوئی) ہیں بیشک یہ خدا پر آسان ہے۔ یزید ملعون نے اس آیت کو سن کر خالد کے بیٹے کی طرف رخ کیا اور کہا کہ تو اس کا جواب دے مگر وہ جاہل کوئی جواب نہ دے سکا۔ تب یزید ملعون نے یہ آیت پڑھی۔ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ۔ (سورۃ الشوریٰ آیت ۳۰)

اور جو مصیبت تم پر پڑتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کرتوت سے اور (اس پر بھی) وہ بہت کچھ معاف کر دیتا ہے۔ کتاب بحار میں ہے جب یزید نے یہ آیت پڑھی تو حضرت سید سجادؑ علیہ السّلام نے فرمایا کہ تو نے جو کچھ کہا اگر اجازت تو میں اس کا جواب دوں۔ یزید نے کہا ہاں جواب دیجئے۔ لیکن ہذیان نہ ہو اس پر بیمار و قیدی امامؑ نے فرمایا کہ میں تیرا قیدی ہوں میں کیونکر ناروا بات کہہ سکتا ہوں زیر گفتگو یہ امر ہے کہ میں نے کہا تھا کہ اگر رسولؐ خدا اس وقت تشریف لائیں اور ہمیں طوق و زنجیر میں دیکھیں تو اُن پر کیا گزرے گی وہ تجھ سے خوش ہوں گے یا ناخوش؟ یزید اس وقت حکم دیا کہ طوق و زنجیر کھول دیئے جائیں۔

علامہ مجلسیؒ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب ہمارے جد بزرگوار اسیر ہو کر دربار یزید میں پہنچے ہیں تو دست و بازو۔ اور گردن میں زنجیریں تھیں۔ اور آپ کے بازوؤں میں زنجیریں تھیں اس ملعون نے جب آپ کو دیکھا تو کہا اے علیؑ شکر خدا کہ تیرے پدر کو قتل کیا۔ آپ نے فرمایا کہ خدا لعنت کرے اس پر کہ جس نے میرے بابا کو قتل کیا اور تو نے ہی میرے بابا کو قتل کیا پس تجھ پر خدا کی لعنت ہے۔ یزید ملعون سن کر غصہ میں بھر گیا اور حکم دیا کہ اس بیمار کی گردن قطع کر دو۔ آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے قتل کرنا منظور ہے تو نبی زادیوں کو ان کے گھر پہنچا دینے کی اجازت دے کیونکہ یہ فاطمہ زہرا صاحب عصمت کی بیٹیاں ہیں اور ان کو کوئی نامحرم نہیں پہنچا سکتا۔ یزید یہ سن کر خوش ہو گیا۔ اور آپ کے قتل سے باز رہا۔ اور غلام سے کہا ایک سوہان لاؤ (یعنی اوزار لوہے کا کہ جس سے دوسرا لوہا کاٹتے ہیں) بحار میں منقول ہے فاقبل بروا الجامعة عن عنقه بيده يزيد لعنه یعنی یزید نے ایک بڑا آوار آہنی

منگایا اور خود اپنے ہاتھ سے طوق گردن کاٹا۔ اور کہا اے فرزند حسینؑ کہ میں نے خود یہ کام انجام دیا ہے ان لا یکون علی منۃ غیرک۔ کہ میں نے چاہا کہ کسی غیر کا ممنون احسان نہ ہوں یزید اس آیت کو بطور ترجم و کرم پڑھا کہ ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم۔ ماحصل یزید یہ تھا کہ یہ جو کچھ زنجیر و طوق و سلاسل میں تم تھے یہ تمہارے ہی ہاتھوں کی بدولت ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ عجب استدلال ہے یہ آیت ہمارے حق میں نازل ہوئی ہے اور تو اس آیت کو ہمارے لیے پیش کر رہا ہے پس امام علیہ السلام نے فرمایا کیا تو نے اس آیت کو نہیں پڑھا۔ ما اصاب من مصیبۃ فی الارض الخ (سورۃ الحدید آیت ۲۲) روایت میں ہے کہ یزید نے چاہا کہ امام زین العابدین علیہ السلام کی گردن سے طوق آہنی بلند کرے پس جیسے ہی طوق بلند کیا آپ کی گردن مبارک میں خون جوش مارنے لگا۔ کتاب دعوات الراوندی میں ہے کہ یزید ملعون نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو قتل کرنے کا مصمم ارادہ کیا تھا۔ اور اس کا خیال تھا کہ دوران گفتگو سید سجادؑ نے کوئی ایسا حرف زبان سے نکلے کہ یزید کو آپ کے قتل کا بہانہ مل جائے۔ امام زین العابدینؑ علیہ السلام نے قرآن کی آیات سے استدلال قائم کر کے اُسے خموش کر دیا۔ یزید نے کہا کہ تم نے تو تسبیح کے ذریعہ جوابات دیئے ہیں۔ یعنی خدائی کلام سے۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میرے پدر بزرگوار نے جد امجد رسولؐ خدا کا یہ ارشاد بیان کیا کہ جب کوئی شخص نماز صبح بجالائے تو بعد از تسبیح ہاتھ بلند کرے اور یہ پڑھے کہ اللھم انی اصبحت اسبحک و امجدک و احمدک و اھللک بعدد ما ادیر۔ یعنی کہ تسبیح پڑھنے کے بعد ہاتھ بلند کرے اور

مذکورہ کلمات پڑھے تو صبح سے لے کر وقت خواب تک اس تسبیح کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا۔ لیکن بجائے اصبحت اسبحک امسیت سبحک کہے تو دوسری صبح تک ثواب تسبیح ملے گا اور میں نے یہ کلمات اقتدار رسولؐ خدا میں کہے ہیں۔ یزید ملعون نے کہا سبحان اللہ کہ جو کچھ میں کہتا ہوں آپ اس کا فوراً جواب دیتے ہیں پس وہ امام زین العابدین علیہ السلام کے قتل سے باز رہا اور آپ کو رہا کرنے کا حکم صادر کیا اور آپ کو زنجیر و طوق سے آزادی حاصل ہوئی۔

صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ دوران مکالمۂ یزید ملعون۔ صدائے نقارۂ و نوبت سلطنت یزید شروع ہوئی خالد نے حضرت امام زین العابدین کی طرف رخ کر کے کہا کہ میرے پدر کی سلطنت کا نقارہ بج رہا ہے آپ نے اس کی آواز سنی۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا۔ ذرا صبر کر اتنے میں گلدستۂ آذان سے صدائے آذان بلند ہوئی اور موذن نے اشھد ان محمدا رسول اللہ کہا تو سید سجادؑ نے فرمایا کہ یہ ہماری نوبت ہے ہمارے جد کا نام آذان ہی لیا جاتا ہے اس وقت یزید بہت متعجب ہوا اور خموش ہو گیا دگر یز مجلس ۔ روز عاشوراء وقت ظہر حضرت امام حسین علیہ السلام نے شمر سے فرمایا اب کیا وقت ہے تو شمر ملعون نے کہا کہ وہ وقت ہے کہ موذن گلدستۂ آذان سے شہادت دے گا اشھد ان محمدا رسول اللہ واحسرتاہ کہ شمر ملعون نے پھر بھی امام حسینؑ کو شہید کر دیا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین ۰

یزید ملعون کی مے نوشی اور سر امام حسینؑ کے ساتھ جسارت

کتاب عیون اخبار الرضا میں فضل بن ربیع سے روایت ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ من کان من شعتنا فلیتورع عن شرب الفقاع واللعب بالشطرنج یعنی کہ کوئی بھی شخص جو اپنے آپ کو ہمارا شیعہ جانتا ہے اس کو چاہیئے کہ فقاع اور شطرنج سے پرہیز کرے۔ فقاع اس خمر یعنی مے کو کہتے ہیں کہ جَو سے بنائی گئی ہو۔ یہ بھی حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے جَو سے تیار کردہ شراب یزید نے پی ہے جب دستر خوان پر یزید بیٹھتا تھا تو شراب فقاع موجود ہوتی تھی۔ اور جب سر بریدۂ امام حسینؑ علیہ السلام اس کے دربار میں پیش ہوا تو اس وقت بھی اس کے لیے شراب جَو لائی گئی۔ خود بھی شراب نوشی کی اور اس کے ہم لقمہ لوگوں نے بھی شراب نوشی کی امام علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ شراب مومن کی دشمن ہے۔ شراب کہ جو بمعنیٰ خمر ہے اور اس کا پینا حرام ہے اس کے متعلق معصوم علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ انہ خمر استصغرہ الناس فقاع یعنی شرابی لوگ اس کو حقیر اور معمولی سمجھتے ہیں حالانکہ علماء فقہ نے شراب فقاع (یعنی جَو سے تیار کردہ شراب) اور شراب انگور دونوں کو یکساں طور پر حرام قرار دیا ہے۔ اور دونوں نجاست میں بھی یکساں ہیں ان کا استعمالی برتن وغیرہ بھی پاک نہیں ہوتا یہ بھی وارد ہوا ہے کہ جب سر امام حسینؑ طشت طلاء میں رکھا تھا یزید شراب نوشی میں مشغول تھا۔

اور پھر جب نشہ ہلکا ہو گیا تو شطرنج کھیلنے میں مشغول رہا۔ (از مترجم اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جس دن اسیران کربلا داخل دربار ہوئے ہیں اگرچہ یزید پلید کے لیے سخت دن تھا مبادا ایسا نہ ہو کہ مملکت میں حمایت اہلبیتؑ طاہرین میں خروج کا جذبہ اُبھر آئے تاہم یزید ملعون مے نوشی اور شطرنج بازی میں مشغول رہا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونوں حرام کام اس بدنہاد کی عادت بن چکے تھے۔ اس لیے شیعہ اہلبیتؑ طاہرین کا ان دونوں نجس کاموں سے کیا تعلق! یہ چیز لمحہ فکریہ کی طالب ہے)

تبر مذاب میں مسطور ہے کہ فامر یزید لعنہ لوضع الراس علی طبق من ذھب ثم دعی بالشراب فشرب ثم صب جرعۃ منہ علی الراس وقال کیف رایت یا حسین۔ ——— (از مترجم میرا دل قابو میں نہیں ہے کہ یزید کے اس گستاخانہ عبارت کا ترجمہ کروں۔ اور مجھے یہ بھی امید ہے کہ کوئی مولائی شیعہ اس عبارت کے ترجمہ کو برداشت نہیں کر سکے گا) بس خلاصہ یہ ہے کہ یزید اس دور کا بدمست شرابی تھا اس نے سر مطہر سے خطاب کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ اے حسینؑ تم یہ گمان رکھتے ہو کہ تمہارے بابا علی مرتضیٰ ساقی حوض کوثر ہیں جب تم اپنے بابا کے پاس پہنچو تو کہنا کہ یزید کہتا ہے کب مجھے آب کوثر نہ دیں گے یا مجھے شراب جَو کافی ہے اور اے حسینؑ تم کہتے ہو کہ چاندی سونے کے ظروف کا استعمال حرام ہے اور میں نے تمہارا سر طشت طلاء میں رکھا ہے۔ تم کہتے ہو کہ میرے بابا علی مرتضیٰ قاتل کفار و مشرکین ہیں۔ میں نے آج تم سے کشتگان بدر کا بدلہ لے لیا ہے۔

کیفیت ورود اہلبیت اطہار با دربار یزید اور جناب فاطمہؑ جناب سکینہؑ و جناب ام کلثومؑ کو کنیزی میں طلب کرنا

جب یزید ملعون حضرت سید سجادؑ کے ساتھ مکالمہ سے فارغ ہوا تو اُس نے حکم دیا کہ اسیران اہلبیتؑ اطہار میں سے مخدرات اور بچے دربار میں پیش کئے جائیں۔ کتاب الارشاد میں شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے ثم دعی بالنساء والصبیان۔ پھر اسیر عورتیں اور بچے دربار میں لائے گئے۔ دربار میں آنے سے قبل اسیران اہلبیتؑ، مرد و زن تین گھنٹہ تک باالساعات پر کھڑے رہے ناگاہ جلاد لوگ آئے اور اسیروں کو ریسمان سے باندھ کر دربار کی طرف لے چلے۔ الغرض وغیرہ تمام مخدرات اور معصوم بچے گریہ کنان دربار میں پہنچے اس وقت محضر بن ثعلبہ ولد الحرام دربار میں پہنچا اور باآواز بلند کہا کہ میں محضر بن ثعلبہ ہوں اور خدمت امیر المومنین میں حاضر ہوا ہوں۔ جب حضرت سید سجادؑ نے یہ سنا کہ وہ مردود یزید کو امیر المومنین کہہ رہا ہے فرمایا ولدت ام محضر اشر والام یعنی کہ محضر کی ماں نے اس سے زیادہ شریر اور لئیم (بخیل) بچہ نہ جنا ہوگا۔ ابن نما نے بھی اسی چیز کو نقل کیا ہے واحسرتاہ وامصیبتاہ بنت علی و فاطمہؑ کجا اور دربار یزید پلید کجا، وارثان تطہیر کجا اور تماشائی کجا ؎

دربارگہ یزید زینبؑ چہ کند　　با این ستم این سوختہ کوکب چہ کند

ومنی یابن فاطمۃ زہرا سیدۃ النساء یابن بنت المصطفیٰ۔ حضرت زینبؑ کے اس نالہ و فغان سے درباری لوگ متاثر ہوئے اور رونے کی صدائیں بلند ہو گئیں۔ یزید ملعون خوش رہا۔ دوسری مرتبہ پھر گریہ و بکا کی آوازیں بلند ہوئیں۔ چنانچہ صاحب فصول المہمہ نقل کرتے ہیں فجعلت فاطمۃ وسکینۃ تتطاولان لتنظر الی الراس وجعل یزید لعنہ تسترہ علیہما۔ یعنی کہ فاطمہؑ اور سکینہ دونوں گردن کھینچے کھڑی تھیں کہ باپ کے سر کی زیارت کر سکیں۔ اور یزید ملعون نے سر کو پوشیدہ کر رکھا تھا ناگاہ ان کی نظریں سر بریدۂ امام حسینؑ پر پڑیں صدائے گریہ بلند ہو گئی پس پردہ جو اہل حرم یزید ملعون تھے ان سب میں گریہ و زاری کی آوازیں بلند ہوئیں۔

بروایت انوار نعمانیہ و منتخب۔ روی ان الحریم لما ادخلن فی السبی الی یزید لعنہ بن معاویۃ وھن مربقات بحبل طویل وزجر بن قیس لعنہ اللہ یجرھن یعنی حرم رسالت اور پردہ داران چادر تطہیر جب اسیر و خوار ہو کر داخل دربار یزید ہوئے سب ایک ہی رسن میں بندھے ہوئے تھے اور ریسمان زجر بن قیس کے ہاتھ میں تھی کہ وہ ان کو لے کر یزید کے تخت کے سامنے پہنچا اسیر کھڑے رہے۔ اس وقت یزید نے زجر سے پوچھا کہ من ھذاہ۔ کہ یہ بی بی کون ہے۔ اور یہ بی بی کون ہے وہ الگ الگ ہر ایک بی بی کو دریافت کرتا رہا۔ اور زجر بن قیس بتلا دیا کہ زینبؑ بنت علی و فاطمہؑ ہے اور یہ کلثوم خواہر امام حسینؑ ہے یہ علی و فاطمہؑ کی بیٹی ہے۔ یہ سکینہ ہے یہ فاطمہؑ ہے یہ رقیہ غرض کہ ہر ایک مستور کا نام لے کر بتلاتا رہا۔ اس وقت یہ بیکس بیبیاں ایک ایک دوسری بی بی کے عقب میں منہ چھپا رہی تھی۔ یزید نے ایک بی بی کے متعلق دریافت کیا من ھذہ التی لھا ستر

نامحرم و زینبؑ ای خدا ظلم ببین
خورشید رود بیرج عقرب چہ کند

ماحصل یہ ہے کہ دربار یزید جو ظلم وستم کی آماجگاہ ہے زینبؑ کیا کرے نامحرموں کا مجمع ہے اے خدا یہ ظلم دیدنی ہے کہ وہ زینبؑ خاتون کہ جس کی ماں کا جنازہ بھی پردۂ شب میں اٹھایا گیا وہ زینبؑ کہ جو واقعہ کربلا سے پہلے دن میں روضۂ رسولؐ خدا پر نہیں گئی آج منکر رسولؐ کے دربار میں برہنہ سر ہے ان یزیدیوں نے آل رسولؐ اور نبی زادیوں کو اس طرح اسیر کیا تھا کہ ترک و دیلم کے اسیر بھی ایسے نہ ہوں گے۔ مجلس یزید میں اسیران خستہ جگر بال پریشان کھڑے تھے۔ واحسیناہ کی صدائیں بلند تھیں۔ اس وقت فاطمہ دختر امام حسینؑ نے عورتوں میں سے یزید سے کہا یا یزید بنات رسول اللہ سبایا۔ اے ظالم تو نے دختران رسول خدا کو اسیر کیا ہے فبکی الناس وبکی اهل داره حتی علیه الاصوات۔ لوگوں میں شور گریہ و بکا بلند ہوا۔ (دربار یزید میں ماتم ہو رہا تھا۔ یزیدی خوشیاں کر رہے تھے آج وہی رنگ ہے مخالفین عزا ہمارے رونے اور ماتم پر اعتراض کرتے ہیں) معین الدین صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ یزید نے حکم دیا کہ اسیران کربلا کو صف اول سے لیجاؤ اور سب کو ایک جا کرکے لوگوں کے اور اسیروں کے درمیان پردہ کھینچ دو۔ لیکن مرحوم السید کتاب لہوف میں لکھتے ہیں کہ ثم وضع راس الحسین بین یدیه و اجلس النساء خلفه لئلا ینظرن الیه۔ یعنی سر بریدۂ امام حسینؑ یزید ملعون کے سامنے ہی رہا اور اہل حرم کو تخت کے عقب میں جگہ دی تاکہ عورتوں سر مطہر امام مظلوم نہ دیکھیں کہ ناگاہ حضرت زینب خاتون کی نگاہ سر امام حسین پر پڑی بے ساختہ فرمایا ہائے حسینؑ اور اپنا گریبان چاک کر لیا فرمایا یا حسیناہ یا حبیب رسول اللہ یا ابن مکہ

کہ یہ کون عورت ہے کہ جو اپنے دونوں ہاتھوں سے چہرہ کو چھپائے ہوئے ہے زوجہ نے کہا کہ یہ سکینہ بنت الحسینؑ ہے۔ یزید اس بچی کی طرف مخاطب ہوا اور کہا انتِ سکینہ کیا تو ہی سکینہ بنت الحسینؑ ہے۔ سکینہ خاتون رونے لگی۔ یزید نے پوچھا کہ اس وقت تجھے کس چیز نے رُلا دیا۔ آپ نے فرمایا کہ لا تبکی من لیس لها ستر۔ کہ وہ دختر کیوں نہ روئے کہ جو نامحرموں میں گھری ہوا اور اسیر ہو پردہ کی کوئی صورت نہ ہو۔ کہ میں اپنا چہرہ تجھ سے اور حاضرین دربار سے چھپا سکوں (اے خواتین شیعہ یہ ہے پردہ اہلبیتؑ جس کی تاسی تم پر واجب ہے) کہتے ہیں کہ اس وقت یزید مردود بھی رونے لگا اور تمام حاضرین دربار باآواز بلند رو رہے تھے۔

کتاب منتخب اور مقتل ابی مخنف میں ہے کہ یزید سکینہ خاتون سے کہا کہ اے سکینہ تمہارے بابا حسینؑ میرے حق کا انکار کرتے تھے اور میرے لیے قطع رحم کرتے تھے۔ اور میری سلطنت کے بارے میں نزاع کرتے تھے۔ تو نے دیکھا کہ ان کے سر پر کیسی مصیبت آئی۔ جناب سکینہؑ کو اگرچہ یزید کی یہ گفتگو انتہائی دل شکن تھی۔ جو کہ گراں گزری مگر فرمایا اے یزید میرے بابا کے قتل کرنے پر خوش مت ہو میرے بابا مطیع خدا و رسولؐ تھے۔ مقرب بارگاہ ایزدی تھے۔ خدا نے ان کو داعیٔ حق بنایا تھا وہ شہید ہو کر فائز المرام ہوئے ہیں۔

اور اے یزید تجھے روز قیامت اپنے اعمال زشت کے جواب دہی کے لیے تیار رہنا چاہیئے۔ کیونکہ روز حساب ضرور ہے اس نے مردود نے جناب سکینہ کو جھڑک دیا اور خوش کر دیا اس وقت ایک شخص گروہ لحم سے کھڑا ہوا اور کہا اے یزید اس دختر کو میری کنیزی میں دیدے۔ جناب سکینہؑ نے سنا تو اپنی

پھوپھی اماں زینب خاتون سے لپٹ گئیں اور کہا کیا اماں جان۔ نبی زادیاں بھی کنیزی بنتی ہیں؟ حضرت ام کلثومؑ نے بڑی غضب آلودہ نگاہ سے اس مرد ناہنجار کو دیکھا اور فرمایا کہ خموش ہو جا۔ خدا تیری زبان قطع کرے اور تجھے اندھا کر دے اور تیرے ہاتھ خشک ہو جائیں تو اولاد محمد مصطفےٰ پیغمبر خدا کو کنیزی میں طلب کرتا ہے راوی کہتا ہے فواللہ ما استتم کلامہا حتی اجاب اللہ دعائہا کہ بخدا ابھی جناب ام کلثومؑ کا کلام تمام نہ ہوا تھا کہ خداوند عالم نے دعا قبول کی۔ اور اس ملعون نے چیخ ماری اس کی زبان خود اس کے دانتوں سے کٹ گئی۔ اور اس کے دونوں ہاتھ اس کی گردن میں مثل طوق ہو گئے اور اس کی آنکھیں جاتی رہیں یعنی بینائی سلب ہو گئی۔ اس وقت حضرت ام کلثومؑ نے فرمایا کہ الحمد للہ الذی عجل علیک العقوبۃ فی الدنیا قبل الاٰخرۃ۔ دختران رسولؐ کی بے حرمتی کرنے والے کی یہ سزا ہے۔

مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ ام کلثوم سے حضرت زینب خاتون مراد ہیں کہ ام کلثوم کبریٰ لقب ہے پس حضرت زینبؑ مستجاب الدعوات ہیں (از مترجم۔ بہر حال حضرت زینبؑ خاتون ہوں یا جناب ام کلثوم ہوں دونوں ہی خداوند عالم کی بارگاہ میں مقرب ہیں اور خاص مرتبہ رکھتی ہیں)

حسن بن محمد بن علی الطبری کامل السقیفہ میں نقل کرتے ہیں کہ اس روز جب کہ یزید نے ورود اہلبیتؑ طاہرین کے موقعہ پر دربار کو آراستہ و پیراستہ کرنے کا حکم دیا تھا اور اپنی اراکین دربار کو اجازت دی تھی کہ جو کچھ وہ سر مطہر امام حسینؑ کے ساتھ جسارت کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔ اسی اثنا میں ایک مسخرہ زہیر نامی عراقی دربار میں حاضر ہوا۔ اور اس نے ایک نگاہ اسیروں پر ڈالی۔ اس کی نظر جناب ام کلثومؑ

پر پڑی اور یزید کی طرف رخ کر کے کہا۔ (معاذ اللہ) ھب لی ھذہ الجاریۃ کہ اس کو مجھے بخشدے۔ اور اس کا اشارہ جناب کلثومؑ کی طرف تھا۔ آپ اسیروں کے ساتھ ایک طرف کو کھڑی تھیں۔ پس آپ نے از روئے غضب و قہر فرمایا کہ اقصر یدک عنا قطعہا اللہ۔ یعنی اپنے ہاتھ کو کوتاہ کر یعنی ہماری طرف اشارہ نہ کر خدا تیرے دونوں ہاتھ خشک کرے۔ جناب ام کلثوم نے اسقدر آمیز طریقہ پر فرمایا کہ زہیر مسخرہ کے جسم میں رعشہ پڑ گیا۔ اور حیرت زدہ ہو گیا یہ دیکھ کر یہ اسیر تو عرب معلوم ہوتے ہیں کہ یہ خاتون عربی میں کلام کر رہی ہیں۔ اس کا خیال تھا کہ ترک و دیلم کے قیدی ہیں۔ اس وقت حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے مرد یہاں نبی زادیاں موجود ہیں یہ قیدی اولاد رسول خدا ہیں۔ یہ فاطمہ زہراؑ کی بیٹی ہیں۔ کہ تمہارے امیر نے اپنے نبی کی دختروں کو اسیر کیا ہے اور بے پردہ دربار میں حاضر کیا ہے جب وہ شخص یعنی کہ زہیر مسخرہ حالات سے باخبر ہوا مجلس یزید سے باہر آیا۔ اور ایک چھری لے کر اپنا وہ ہاتھ کہ جو جناب ام کلثومؑ کی طرف بڑھایا خود قطع کیا اور اس کٹے ہوئے ہاتھ یزید کے بائیں جانب پھینک دیا۔ اس کے بازو سے خون ٹپک رہا تھا وہ خدمت امام زین العابدین علیہ السلام میں آیا۔ اور عرض کیا فرزند رسول خدا مجھ سے خطا ہو گئی کیا میرا قصور معاف ہو جائے گا۔ یہ کہہ کر اس نے کٹے ہوئے حصہ پر سے کپڑا اٹھایا۔ اور عرض کیا مولا میں آپ لوگوں کو نہیں پہچانتا تھا۔ میرے جرم سے درگزر فرمائیے۔ اور اپنی پھوپھی ام کلثومؑ سے فرمائیے کہ وہ میری خطا معاف کر دیں۔ ان کی دعا خداوند عالم نے قبول فرما لی۔ اب اگر آپ معاف فرمائیں تو خدا بھی میرا جرم معاف کر دے گا۔

الشیخ صدوق علیہ الرحمۃ نے کتاب امالی میں فرمایا ہے کہ عن فاطمۃ بنت علی علیہ السلام انہا قالت لما اجلسنا بین یدی یزید لعنہ اللہ رق لنا اول شئ والطفنا۔ شیخ امالی میں فاطمہ بنت امیرالمومنین علیؑ سے روایت کرتے ہیں کہ ان مخدرہ نے فرمایا کہ جب ہمیں مجلس یزید میں اس کے روبرو لے گئے تو اس ملعون نے میری طرف نشان دہی کی اور اس نے ہمارے حال پر رقت کی۔ اور مہربانی کا برتاؤ کیا اس وقت اہل شام میں سے ایک احمق شخص نے یزید کی قدمبوسی کی اور کہا کہ اس عورت کو میری کنیزی میں بخشدے۔ میں یہ سن کر خوف زدہ ہو گئی۔ اور مجھے خیال ہوا کہ یزید ظالم ہے حاکم ہے جو چاہے کرے میں نے اپنی بہن کے دامن کو پکڑ لیا۔ کیونکہ وہ مجھ سے بڑی تھیں۔ اور مجھ پر زیادہ شفقت فرماتی تھیں۔ انہوں نے مرد شامی کی طرف رخ کرکے فرمایا کذبت واللہ لعنت ما ذالک لک ولا لہ تو جھوٹ کہتا ہے تونے عترت اطہار کے بارے میں ایسی خواہش کی ہے جو تیرے لیے ممکن نہ ہو گی اور تو ملعون ہو گیا۔ اور یزید بھی تیرے اس کام کو انجام نہیں دے سکتا۔ یزید اس بات کو سن کر غصہ میں آگیا۔ اور میری خواہر سے کہا۔ بل کذبت و لعنت کہ تونے جھوٹ کہا (معاذاللہ) اور تجھ پر لعنت ہو۔ اگر میں چاہوں تو کنیزی میں دے سکتا ہوں۔ آخر کیوں ایسا نہیں کر سکتا میری خواہر نے فرمایا کہ خدا کہ خدا نے ایسا قرار ہی نہیں دیا ہے کہ عترت اطہار کے بارے میں ایسا کام کر سکے اور دین و ملت سے خارج ہو جائے۔ یزید غصہ میں کہنے لگا کہ میرا قلم حیا کرتا ہے کہ ایسا لکھوں مگر کیا کروں۔ کوئی اور چارہ کار نہیں ہے پھر اس نے کہا انما خرج من الدین أبوك واخوكِ میری بہن نے فرمایا کہ اس دین کی میرے بھائی، باپ اور جد بزرگوار نے تیرے باپ دادا کو ہدایت کی مقصد یہ تھا کہ اگر ہمارے

جد رسول خدا نہ ہوتے تو تیرے باپ دادا مسلمان نہ ہوتے اور پھر تجھے سلطنت کا موقع نہ ملتا اس ملعون نے کہا کذبت یا عدو اللہ جب میری بہن نے دیکھا کہ یزید ناروا الفاظ کہہ رہا ہے تو فرمایا امیر تشتم ظالما وتقہر سلطانا میں کیا کروں کہ آج تو امیر مملکت ہے اور میں اسیر ہوں تو مجھ پر ظلم کر رہا ہے فرمایا اے بے ید حیا کر۔ یزید خموش ہو گیا اور شامی باز رہا۔ اور پھر کنیزی کے لیے طلب نہ کر سکا۔

مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ شیخ مفیدؒ نے اس واقعہ کو کتاب الارشاد میں لکھا ہے لیکن اس طرح روایت کی ہے کہ از فاطمہ دختر امام حسینؑ، کہ دختر امام حسینؑ فاطمہ نامی نے کہا۔ اور مرحوم السید نے کتاب لہوف میں ابھی ایسا ہی لکھا ہے کہ ایک مرد شامی نے فاطمہ نامی بنت امام حسینؑ کو اپنی کنیزی میں لینے کے لیے یزید سے درخواست کی پس فاطمہ بنت امام حسینؑ نے اپنی پھوپھی جناب زینب خاتون کا دامن پکڑ لیا اور کہا پھوپھی اماں کیا ایسا ہو سکتا ہے آپ نے فرمایا کہ اس فاسق کی کیا مجال کہ تمہیں کنیزی میں لے سکے اس مرد شامی نے دریافت کیا کہ یہ لڑکی کون ہے اور یہ بی بی کون ہیں یزید نے کہا یہ لڑکی فاطمہ بنتِ امام حسین ہیں اور یہ بی بی دختر علی ابن ابی طالبؑ زینب خاتون ہیں پس جیسے ہی اس شامی نے سنا تو اس نے یزید سے سر امام حسین کی طرف اشارہ کرکے کہا کیا یہ سر مبارک حسین ابن فاطمہؑ دختر رسولؐ خدا کا ہے یزید نے کہا کہ ہاں۔ اس پر وہ شامی بولا لعنك اللہ یا یزید تقتل عترۃ بیتك وتسبی ذریتہ۔ اے یزید خدا کی تجھ پر لعنت ہو تو نے فرزند رسولؐ خدا کو قتل کر دیا اور ان کی عترت کو ناروا الفاظ کہہ رہا ہے اور ان کو اسیر کیا ہے ان کو دربار میں بلایا ہے خدا شاہد ہے کہ مجھے یہ معلوم نہ تھا اور نہ ایسا خیال تھا کہ

ذریت وعترت رسول خدا قیدی ہیں اور تیرے دربار میں سامنے کھڑے ہیں۔ میں یہ خیال کر رہا تھا کہ یہ ترک و دیلم کے قیدی ہیں وامصیبتاہ کہ آل رسولؐ کو قیدی بنایا ہے یزید نے اس مرد مومن کو بھی قتل کرا دیا اور اس کی روح محمد و آل محمدؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئی۔

دربار یزید میں حضرت زینبؑ خاتون کا خطبہ

کتب معتبرہ، ارباب مقاتل، شیخ صدوقؒ اور دیگر علماء سے جو کچھ آگہی حاصل ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ جب اسیران اہلبیت طاہرین وارد دربار یزید بد نہاد ہوئے ہیں تو اُس نے دربار میں اسیروں کو ایک ناپسندیدہ جگہ دی مرحوم السیّد اور بعض دیگر علما تحریر کرتے ہیں کہ تخت شاہی کے عقب ہیں یا ایک پوشیدہ دالان میں جگہ دی۔ اور اولاً یزید کے سامنے اور پھر مذکورہ صورت میں اہلبیتؑ اطہار کو جگہ دی۔ جب اسیران اہلبیتؑ یزید کے روبرو کھڑے تھے تو سر امام حسینؑ طشت طلا میں یزید کے سامنے رکھا تھا۔ اور جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے یزید چوب خیزران سے سر مطہر کے ساتھ جسارت کر رہا تھا روضۃ الشہداء میں ہے کہ جب حضرت ام کلثومؑ کی نظر سر بریدہ پر پڑی۔ آپ نے یزید سے کہا کہ مجھے اجازت دے کہ میں سر مطہر کو اپنی آغوش میں لوں اور بوسہ دے سکوں۔ یزید نے اجازت دی علیا ام کلثوم نے سر مطہر کو طشت سے اٹھایا۔ اور لبوں پر اپنے لب رکھ کر خوشبوئے برادر سونگی اور پھر یزید کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ اے یزید بہت جلد اپنے کئے کی سزا پائے گا۔

شیخ صدوق کتاب الامالی میں تحریر کرتے ہیں کہ سکینہ خاتون فرماتی ہیں کہ بخدا

میں نے یزید سے زیادہ سخت دل کوئی شخص نہیں دیکھا۔ اس وقت کہ جب یزید ایسے اشعار پڑھ رہا تھا کہ جس کا یہ ہے کہ آج بدر کے ہمارے مقتول زندہ ہوتے تو میری کارکردگی دیکھتے تو مجھے داد دیتے کہ میں محمدؐ کی آل سے گن گن کر بدلے۔ حضرت زینبؑ خاتون تاب ضبط نہ رہی اپنی جگہ سے کھڑی ہوئیں اور احتجاج خیز خطبہ انشاء کیا۔ ہم اس خطبہ کو کتاب اللہوف سے نقل کرتے ہیں جو حسب ذیل ہے۔

قال الراوی فقامت زینب بنت علی ابن ابی طالب علیہ السلام فقالت الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی رسولہ وآلہ اجمعین۔ صدق اللہ کذلک یقول ثم کان عاقبۃ الذین اساؤ السوئی ان کذبوا بآیات اللہ وکانوا بما یستھزءون اظننت یا یزید لعنہ حیث اخذت علینا اقطار الارض وآفاق السماء فاصبحنا نساق کما یساق الاسراء ان بنا ھوانا علی اللہ وبک علیہ کرامۃ وان ذلک لعظم خطرت عندہ فشمخت بانفک ونظرت فی عطفک جذلان مسرورا حین رایت الدنیا لک مستوثقۃ والامور متسقۃ وحین صفا لک ملکنا وسلطاننا فمھلا مھلا انسیت قول اللہ تعالیٰ ولا تحسبن الذین کفروا انما نملی لھم خیر لانفسھم انما نملی لھم لیزدادوا اثما ولھم عذاب مھین، امن العدل یا بن الطلقا تخدیرک حرائرک واماءک وسوقک بنات رسول اللہ سبایا۔

اے یزید تو اپنے آپ کو بادشاہ اور سلطان جانتا ہے کیا یہ ہی تیری عدالت

ہے کہ تیری کنیزیں تو پردہ میں ہوں اور دختران رسولؐ خدا باسر و پا برہنہ نامحرموں کے سامنے رسن بستہ کھڑی ہوں۔ قد انتهکت ستورهن وابدیت وجوههن تحدوا بهن الاعداء من بلد الی بلاد ویستشرفهن اهل المناهل ویتصفح وجوههن القریب والبعید والدنی والشریف لیس معهن من رجالهن ولی ولا من حماتهن حمی۔ اے ظالم تو نے آل رسولؐ کو بے پردہ کر دیا حرمت پردہ برباد و ضائع کر دی۔ اور ہمیں قیدی بنا کر نامحرموں کو ساربان بنا دیا۔ اے یزید شہر بشہر کے لوگ ہمارا تماشا دیکھ رہے ہیں اچھے برے ولی اور شریف سب تماشائی نظر آتے ہیں ہمیں کوئی ایسا نظر نہیں آیا کہ جو طلب خون شہیدان کرے۔ اور ہم بیکس عورتوں بچوں کی حمایت کرے وکیف یرتجی مراقبة ابن من لفظ فوه اکباد الازکیاء ونبت لحمه بدماء الشهداء کس طرح امید کیجا سکتی ہے اُس کے پسر سے کہ جس نے اُحد میں شہید دل جگر اور کان نکال کر چبائے ہوں اور ان کا ہار بنا کر پہنا ہو۔ وکیف یستبطأ فی بغضنا اهل البیت من نظر الینا بالشنف والشنان والاحن والاضغان اور کیونکر آرام مل سکتا ہے ان سے کہ جنہیں اہلبیت طاہرین سے بغض ہے جو آل رسولؐ سے کینہ رکھتے ہیں۔ ثم تقول غیر متاثم ولا مستعظم واهلوا واستهلوا فرحا ثم قالوا یا یزید لا تشل منحینا علی ثنایا ابی عبد الله سید شباب اهل الجنة تنکتها بمخصرتک۔ اور از روئے جرأت و جسارت کہتا ہے کہ کوئی گناہ نہیں کیا۔ اور اپنے عمل کو نہیں دیکھتا کہ تو کہتا ہے کہ اے کاش میرے بزرگ جو جنگ بدر میں مارے گئے وہ آج ہوتے تو دیکھتے کہ میں کس طرح آل رسولؐ اور اولاد علیؑ سے بدلا لیا ہے اور تو خوشیاں

منا رہا ہے اور اے یزید تیرے ہاتھ شل ہو جائیں کہ تو نے خوب بدلا لیا کہ اولاد نبیؐ کو قتل کیا۔ اور اب تو لب و دندان حسینؑ کے ساتھ جسارت کر رہا ہے۔ میرے اس بھائیؑ کے ساتھ کہ جو جوانان جنت کا سردار ہے۔ چوب دستی لبوں پر لگا رہا ہے۔ وکیف لا تقول ذلک وقد نکات القرحة واستاصلت الشافة باراقتک دماء ذریة محمد ونجوم الارض من آل عبد المطلب کیوں نہیں کہتا کہ اس کلام سے زخموں پر زخم لگا رہا ہے تو نے آل عبد المطلب کا خون بہایا ہے ذریت پیغمبرؐ خدا کہ جو زمین پر مثل ستاروں کے تابندہ ہیں اور ان کے نور ہدایت سے اسلام منور ہو رہا ہے وتهتف باشیاخک زعمت انک تنادیهم فلتردن وشیکا موردهم ولتودن انک شللت وبکمت ولم تکن قلت ما قلت وفعلت ما فعلت۔ تو اپنے بزرگوں کو آواز دے اور گمان کر کہ وہ تیری آواز سن رہے ہیں اور تو بھی جلد تر ان سے ملحق ہو جائے گا اور وہاں پہنچ جائے گا کہ جو تیری جگہ ہے۔ کاش تیرے ہاتھ شل ہو جائیں۔ پس جناب زینبؑ خاتون نے اس پر نفرین کی اور اس پر لعنت کی فرمایا۔ اللهم خذ بحقنا وانتقم ممن ظلمنا واحلل غضبک فی حق من سفک لنا دمائنا وقتل حماتنا۔ اے خدائے کریم والصمد واجب الکریم اور اے روز جزا کے مالک اور ہر ایک خستہ کو لطف و کرم سے نوازنے والے۔ اے زینب بیکس کے خدا دشمنی سے ہمارا انتقام لے۔ جنہوں نے ہمارا حق غصب کیا ہے اور ہمارے جوانوں کا خون بہایا ہے۔ ان سے انتقام لے۔ انتقام لے۔ اس وقت جناب زینبؑ نے یزید کی طرف دیکھا اور فرمایا فو الله ما فریت الا جلدک ولا حززت الا لحمک ولتردن علی رسول الله بما تحملت من سفکه دماء ذریته وانتهکت

من حرمته فی عترة ولحمت حیث یجمع الله شملهم ویکتم شعثهم یاخذلهم بحقهم اے یزید خداوند عالم پر تیرا یقین نہیں ہے کہ تو نے ہمارے حق میں ظلم کیا۔ اور جب تو حضرت رسول خدا کی خدمت میں روز قیامت جائے گا اور وہ بھی اس حالت میں کہ تو نے ذریت رسول کا خون بہایا ہے۔ ان کی عترت کو اسیر کیا ہے اور جگر رسول خدا کو سوختہ کیا ہے۔ تو جب رسول خدا تجھ سے سوال کریں گے اور ہمارا انتقام لیں گے تو تجھے اپنی فکر خود کرنی لازم ہے کہ تو نے ہمارا گھر برباد کیا ہے ؎

ای جفا کردہ دل خلق ریش — پیشۂ آزاد گرفتہ بہ پیش
غافل از اندر کہ عتابیت ہست — فارغ از آن غم کہ حسابیت ہست
روز قیامت کہ بودہ آوری — شرم نداری کہ چہ عذر آوری
چند غبار ستم انگیختن! — آب خود خون کسان ریختن
آہ کسان خیزد نہاد شمر — آتش سوزان چہ بزرگ و چہ خرد

تیر ضعیفان چہ گزشت از کمان
بگذر دازنہ سپہر آسمان

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ اے جفاکار، ستم شعار تجھ سے مخلوق کے دل زخمی ہو گئے ہیں تو نے ستم شعاری اپنا رویہ بنا لیا ہے تو اس امر سے غافل ہے کہ تیرے لیے عتاب خدا ہے کیا تو روز قیامت حساب دینے سے فارغ ہو گیا ہے۔ کچھ سوچ اس دن تو کیا عذر کرے گا۔ روز قیامت عدل و انصاف کا دن ہے ستم و جور کی آندھیاں چلانے والے اپنی آبرو کا احساس اور دوسری کا خون بہانا۔ کسی کی آہ کو بے اثر نہیں سمجھنا چاہے بھڑکتی ہوئی آگ کے سامنے کیا

خورد وہ تو سب کو جلا دیتی ہے۔ کمزوروں کے تیر جو کمان سے نکل چکے وہ تو آسمانوں سے گزر گئے۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۔ (سورۃ آل عمران آیت ۱۶۹) اور جو لوگ خدا کی راہ میں شہید کیے گئے انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھنا وہ لوگ جیتے ہیں اپنے پروردگار کی طرف سے رزق پاتے ہیں) یعنی کیا اے یزید تو گمان کرتا ہے کہ قتیل راہ خدا مردہ ہے نہیں وہ زندہ ہے اور خدا کی طرف سے رزق پاتا ہے۔ وحسبک باللہ حاکما و محمد خصیما و جبرئیل ظهیرا و سیعلم من سول لك ومکنك فی رقاب المسلمین بئس للظالمین بدلا وایکم شر مکانا واضعف جندا پس روز قیامت مخاصمہ رسول خدا تیرے عذاب کے لیے کافی ہے پھر جناب زینب نے فرمایا ولئن جرت علی الدواھی مخاطبتك انی لاستصغر قدرك واستعظم تقریعك واستکثر توبیخك یعنی اے بیمروت اگر گردش زمانہ سے ایسا موقعہ آگیا کہ میں تیری مجلس میں اس ستم میں تجھ سے مخاطبہ کر رہی ہوں اور میں تیری شوکت کم کر رہی ہوں تجھے نصیحت کر رہی ہوں حالانکہ تجھ پر میرے واعظ کا کوئی اثر نہیں ہے۔ لیکن میں کیا کر سکتی ہوں۔ الا فالعجب کل العجب لقتل حزب اللہ الاتقیاء الشرفا النجباء بحزب الشیطن الطلقاء۔ پس تعجب در تعجب بلکہ بے حد تعجب ہے کہ اگر لشکر خدا میں اتقیا لوگ، عالم و شریف لوگ اگر لشکر شیطان کے ہاتھوں شہید ہو جائیں اور لشکر شیطان کا راس و رئیس وہ شخص ہے کہ جو طلاق شدہ ہے یعنی رانده درگاہ ہے۔ الا یدی تنطف من دمائنا والافواہ تتحلب من لحومنا وتلك الجثث الطواھر الزواکی تنتابها العواسل وتعفرھا امهات الفراعل۔ پس ان ہاتھوں میں

کہ جن میں خون شہیدان بھرا ہوا ہے۔ اور اے ظالم یزید۔ ہمارے جوان جو خاک و خون میں غلطان پڑے ہیں ولئن اتخذتنا مغنما لتجدنا وشیکا مغرما حین لا تجد الا ما قدمت یداک وما ربک بظلام للعبید والی اللہ المشتکی وعلیہ المعول یعنی کہ اے یزید اگر تو ابھی ہم دختران آل رسولؐ و بتول کو اپنا مال غنیمت سمجھتا ہے تو اے یزید یہ تیری نادانی ہے جو تو نے آخرت میں بھیجا ہے وہ پائے گا۔ میں خود خدا سے تیرے ظلم کی شکایت کرتی ہوں۔ فکد کیدک و اسع سعیک و ناصب جہدک فواللہ لا تمحوا ذکرنا و لا تمیت وحینا ولا تدرک امدنا ولا یرحض عنک عارھا اے یزید ہر ایک مکر جو تو رکھتا ہے اسے پورا کر۔ اور ہر سعی کہ جو تو کرتا چاہتا ہے اسے عملاً کر اور اپنی سعی و کوشش کی انتہا کر دے۔ جو چاہے سو کر مگر ذات خدائے ذوالجلال تو ہمارا نام صفحۂ روزگار سے نہیں مٹا سکتا (از مترجم جناب زینبؑ خاتون کا یہ اشارہ ہے کہ آل محمد میں سے ایک معصوم جو امت کا امام ہوا اور رسولؐ کا خلیفہ ہو قیامت تک باقی رہے گا) اور تو اپنے اعمال زشت کو اپنے پاس سے دور نہیں کر سکتا یعنی کہ روز قیامت تیرا اعمال نامہ تیرے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔ وھل رایک الا فند وایامک الا عدد وجمعک الا بدد یوم ینادی المناد الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔ اے یزید تیری رائے ضعیف اور باطل ہے۔ اور تیرا زمانہ بہت محدود ہے اور تیری جمعیت منتشر ہو گئی ہے۔ والحمد للہ الذی ختم لاولنا بالسعادۃ والمغفرۃ ولاخرنا بالشہادۃ والرحمۃ ونسئل اللہ ان یکمل لھم الثواب ویوجب لھم المزید ویحسن علینا الخلافۃ انہ رحیم ودود وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ——

حمد و شکر ہے اس خدائے بزرگ و برتر کے لیے کہ جس نے سلسلہ کائنات میں ہمیں اول مخلوق قرار دیا جو دلیل رحمت خدا ہے۔ اور ہمارے ہی ذریعہ سے ثواب عطا ہوگا۔ اور ہمیں محل خلافت قرار دیا۔ خدا ہی مہربان اور رحیم ہے اور وہی ہمارے لیے کافی ہے اور وہی مددگار ہے۔

مرحوم السید اللھوف میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت زینبؑ خاتون سلام اللہ علیہا نے اپنا خطبہ تمام کیا تو آپ نے فرمایا۔ یا ویلک یا ملعون ھذا اماتک و نسائک ورا الستور علیھن الخدود و بنات رسول اللہ علی الاقطاب بغیر غطاء ینظر الیھن البر والفاجر و تیصدق علیھن الیھود والنصاری۔ یعنی اے یزید تجھ پر نفرین ہو۔ کہ تیری مستورات اور کنیزیں تو پردہ میں بیٹھیں۔ اور دختران رسول خدا، علی و فاطمہ کی بیٹیاں شتران برہنہ پر بیٹھیں ہر کس و ناکس نظر اٹھا کر دیکھے اور یہود و نصاریٰ صدقہ دیں۔ اس وقت یزید ملعون نے دختر جناب امیر علیہ السلام کو غضب آلود نگاہوں سے دیکھا اور اہل مجلس کو یقین ہوا کہ اب یہ ملعون بنت علیؑ و فاطمہؑ کو قتل کرا دے گا۔ عبداللہ ابن عمرو عاص نے یزید سے کہا ان الذی کلمتک لیس شئ تاخذ بہ فسکن غضبہ۔ یعنی یہ کلام جو اس زن اسیر و بیکس نے تجھ سے کہا ہے کیا تو اس پر اس سے مواخذہ کرے گا۔ لیکن یزید خموش رہا اور اس نے پسر عمرو عاص کو کوئی جواب نہیں دیا مطلب یہ ہے کہ یزید نے کوئی مواخذہ نہیں کیا۔

بروایتِ منتخب حضرت زینبؑ خاتون کا دربار یزید میں احتجاج

قال الشیخ فخرالدین فی المنتخب انه لما دعی اللعین بسبی الحسین وعرضوا علیه ۔ یعنی الشیخ فخرالدین کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ یزید ملعون نے اسیران اہلبیتؑ اطہار کو اپنے دربار میں طلب کیا چنانچہ اسیر حاضر دربار ہوئے شیخ مرحوم ایک دوسری جگہ اس کتاب میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا۔ قال علی بن الحسین لما وفدنا علی یزیدلعنہ بن معٰویۃ اتونا بحبال وربقونا مثل الاغنام وکان الحبل بعنقی وعنق ام کلثوم و کیف زینب و سکینۃ و البنات ۔ یعنی کہ اسیران اہلبیتؑ اطہار اس طرح دربار یزید میں پیش کئے گئے کہ مثل گوسفند ایک رسی میں سب بندھے ہوئے تھے ۔اور وہ ریسمان میری گردن میں تھی اور یہی ریسمان ام کلثوم کی گردن میں تھی اور جناب زینبؑ خاتون اور سکینہ خاتون اور دوسری دختران مظلومہ کے بازوؤں میں بندھی تھی وساقونا وکلما وقصرنا عن المشیٔ ضربونا حتی اوقفونا بین یدی یزید ہمیں دربار میں اس طرح لے گئے کہ اگر چلنے میں ذرا کمی واقع ہوئی تو دشمن ہمیں تازیانے مارتے تھے۔ ہم دربار میں پہنچے وھو علی سریر مملکتہ ۔ یزید بر سر پر سلطنت تھا۔ مختصر یہ ہے کہ ہم روایت اوّل میں ذکر کر چکے ہیں کہ اہلبیتؑ اطہار ناپسندیدہ شان سے یزید کے تخت سامنے کھڑے ہوئے ۔ حضرت زینب خاتون نے یزید کو مخاطب کر کے فرمایا۔

یا یزید اما تخاف اللہ سبحانہ من قتل الحسینؑ وما کفاک حتی تسحت حرم رسول اللہ من العراق الی الشام و ما کفاک انتھاک حرمتھن حتی سوقتنا الیک کما تساق الاماء علی المطایا بغیر وطاء من بلد الی بلد ۔ اے مروّت تو خداوند عالم سے نہیں خوف کرتا کہ تو نے نورچشم رسول خدا حسین فرزند فاطمہؑ کو قتل کر دیا ۔ اور ایسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ ان کے اہلحرم کو رسن بستہ اسیر کر کے کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام لایا ہے تو نے عظمت و حرمت اہلبیتؑ کو پائمال کر دیا ۔ تو ہمیں کر دیا۔ تو ہمیں شتران بے کجاوہ پر کوفہ سے شام تک لایا ہے شہر بشہر ہمیں تشہیر کیا ہے ۔ ؎

اندر سر یزناز تو خوش آرمیدۂ ۔ شادی از آنکہ راس حسین رابریدۂ
جادادۂ بپردہ زنان خود اے لعین ۔ خرّم دلی کہ پردۂ ما دریدۂ
من ایستادہ ام سرپا وکسی نگفت ۔ بنشین کہ روی خار مغیلان دویدۂ
کر یر فروش حکم کنی کہ بقتل ما ۔ ظالم مگر تو آل علیؑ راخریدۂ

زینبؑ کجا واین ہمہ ظلم وستم چرا
باشد روا بیک زن ماتم رسیدۂ

بزبان حال۔ شاعر حضرت زینبؑ خاتون کے تاثرات بیان کرتا ہے کہ آپ نے یزید سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے یزید تو سر یر آرائے مسند سلطنت ہے بایں سبب خوش و خرم ہے اور خوشی اس بات کی ہے کہ تو نے سر امام حسینؑ قطع کیا ہے۔ اپنے اہلحرم کو پردہ میں جگہ دی ہے اور تیرا دل خوش ہے کہ تو حرم رسولؐ خدا کے پردہ کو چاک چاک کر دیا ہے ۔ تو نے ہماری ہر ایک فرد کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے اے ظالم کیا تو نے اولاد علیؑ کو خرید کر لیا ہے زینبؑ کجا یہ

تمام ظلم وستم وجور کس لیے ہیں کہا ایک ماتم زدہ عورت پر ایسے ظلم وستم روا ہیں۔ یزید ملعون نے کہا اے زینبؑ تمہارے بھائی حسینؑ نے دعویٰ سلطنت کیا تھا۔ وہ اپنی خاندانی برتری ظاہر کرتا تھا۔ کہ میں تو اسہ رسولؐ خدا ہوں۔ میری ماں، میرے باپ، میرے نانا۔ یزید کے باپ، ماں نانا سے افضل ہیں۔ کیا حسینؑ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ خدا جسے چاہے ملک عطا کرے اور جس سے چاہے ملک چھین لے۔ حضرت زینبؑ خاتون نے جب یہ طنز آمیز کلام یزید سنا۔ دل برداشت ہوگئیں۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ بیکسی کے عالم میں فرماتی ہیں کہ اے یزید جو خدا کی راہ میں مارے جاتے ہیں ان کو مردہ نہ سمجھ وہ تو خدا کی طرف سے رزق پاتے ہیں اور زندہ ہیں۔ یزید نے کہا پسر مرجانہ ابن زیاد نے حسینؑ کو قتل کیا ہے میں قتل حسینؑ پر راضی نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے ہی قتل حسینؑ کا حکم ابن زیاد کو دیا تھا اگر تو حکم نہ دیتا تو حسینؑ سے انکار کرکے اپنے نفس کو دھوکا دے رہا ہے کاتبان قدرت تیرے قول اور عمل کو لکھ چکے ہیں جو فردائے قیامت تیرے گلے میں ڈال دیا جائے گا اور اس دم تو دندان مبارک حسینؑ مظلوم پر چوب دستی لگا رہا ہے اور سر بریدہ کے ساتھ جسارت کر رہا ہے۔ مگر اس ملعون پر کوئی اثر نہ ہوا ؎

چوب ستم بر این سر انور مزن یزید   تیر الم بجان پیغمبر مزن یزید
این سر کہ بست از دلش بر تو داہم   بودی مدام زینت آغوش فاطمہ
باشد ہنوز لعل لبش او چہ کہ بر لبد   از بس کشیدہ تشنگی این سر بکربلا
این سر کہ دیدہ این جور از معاندین   آیا رواست چوب زدن باز بعد ازاین

آخر بطعنہ گفت بزن خوب میزنی
ظالم بوسہ گاہ نبیؐ چوب میزنی

دو لفظوں میں خلاصہ اشعار یہ ہے کہ آپ نے احتجاجاً فرمایا کہ اے یزید سر مطہر فاطمہؑ پر چوب دستی نہ لگا۔ اس رسولؐ خدا سے رنج والم پہنچتا ہے یہ سر بریدہ زینب آغوش فاطمہ رہا ہے۔ کربلا میں اس سر نے تشنگی اٹھائی ہے۔ اے یزید اس سر مطہر پر بار بار چوب دستی لگانا کیوں کر روا ہے آخر کار بیکس بی بی فرماتی ہیں یہ گلوے بریدہ۔ بوسہ گاہ نبویؐ ہے۔ اچھا تو اس پر خوب چوب دستی لگا۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

محاجہ یزید با امام زین العابدین علیہ السلام

محاجہ کے از روے لغت معنی ہیں حجت کرنا۔ اور حجت کے معنی ہیں دلیل۔ برہان، غلبہ۔ اہل علم پر امر مخفی نہیں ہے کہ حضرت زینب خاتون نے یزید کے بھرے ہوئے دربار میں عظیم الشان خطبہ دیا ہے اور اس کی روایت کتاب لہوف میں مرحوم سید ابن طاؤس کی طرف ہے۔ شیخ طبرسی نے کتاب احتجاج میں بعنوان زینبؑ بنت علیؑ خطبہ کا ذکر کیا ہے۔ اور اس کا ذکر شیخ صدوق علیہ الرحمۃ نے بھی کیا ہے۔ ابن شہر آشوب مناقب میں لکھتے ہیں کہ جب اسیران کربلا وارد دربار یزید ہوئے تو ثم ان یزیدؑ قال لزینب تکلمینی فقالت ہو المتکلم۔ کہ یزید ملعون نے حضرت زینبؑ کی طرف رخ کرکے کہا کہ کچھ گفتگو کیجئے آپ نے فرمایا کہ مرد سے مرد گفتگو کرے تو بہتر صورت ہے یعنی سید سجاد علیہ السلام تجھ سے گفتگو کریں تو مناسب و بہتر ہے۔ حضرت سید سجاد نے اس وقت اسی اسیری کی حالت میں یہ اشعار انشاد کئے۔

لا تطمعوا ان یھینونا فنکرمکم   وان نکف الاذی عنکم وتوذونا

واللہ یعلم انا لا نحبکم   ولا نلومکم الا تحبونا

ماحصل کلام امام زین العابدین علیہ السلام یہ ہے کہ تو یہ چاہتا ہے کہ ہمیں خوار و خفیف کرے اور ہم تیرا اعزاز و اکرام کریں۔ اگر تم کو ہم اذیت نہ دیں مگر پھر بھی تم ہم کو اذیت دیتے ہو۔ لیکن خدا گواہ ہے کہ ہم تم کو دوست نہیں رکھتے۔ اور تم کو ہم ملامت بھی نہیں کرتے کہ تم ہم کو دوست نہیں رکھتے یزید نے کہا صدقت یا غلام یعنی اے جوان تم نے سچ کہا لیکن تمہارے جد اور پدر آرزوی سلطنت رکھتے تھے لیکن الحمد للہ الذی قتلھما وسفک دمائھما شکر خدا کہ ہر دو قتل ہو گئے یعنی کہ حضرت امیر المومنین علیؑ اور امام حسینؑ دونوں قتل ہو گئے اور ان کا خون بہا دیا گیا۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے یزید لم یزل النبوۃ والامرۃ لآبائی واجدادی من قبل ان تولد۔ یعنی کہ ہمیشہ نبوت و سلطنت ہمارے ہی خاندان میں رہی ہے اور تو ابھی پیدا بھی نہ ہوا تھا۔ بروایت ابی مخنف حضرت امام زین العابدینؑ نے جواباً فرمایا کہ آیا میرے پدر بزرگوار امر خلافت کے زیادہ حق دار تھے یا تو خود حق دار ہے جب کہ میرے والد ماجد فرزند رسولؐ خدا ہیں۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ما اصاب من مصیبۃ فی الارض۔ الی قولہ تعالیٰ واللہ لا یحب کل مختال فخور۔ تو اے یزید۔ اپنے جاہ و جلال اور دولت و حکمرانی پر غرور نہ کر کیونکہ خداوند عالم متکبروں کو دوست نہیں رکھتا۔ یزید پلید اس سخن کو سن کر غضب میں آگیا اور جلاد سے کہا کہ اس کی گردن کاٹ دو۔ جلاد شمشیر لے کر آیا۔ اس ملعون نے آپ کے دست مبارک کو پکڑا۔ اور اسیروں میں کہرام برپا ہو گیا۔ فبکی علی بن الحسینؑ۔ سید سجادؑ نے گریہ فرمایا اور اپنے جد بزرگوار کی طرف رخ کر کے فرمایا ؎

انادیک یا جداہ یا خیر مرسل   حسینک مقتول ونسلک ضائع
وآلک امسوا کالاماء یذلہ   تشاع لھم بین الانام فجائع
یروعھم بالسب من لا یزوعہ   سباب ولا راع النبیین ذائع
وذائع املاک واملاک اصبحوا   بجور یزید لعین بن الدعی وذائع
فلیتک یا جداہ تنتظر حالنا   نسام وسرلی کالاماء ینابع

اے جد بزرگوار وائے رسولؐ خدا میری فریاد کو پہنچیے۔ کہ حسین کو قتل کر دیا اور آپ کی نسل ضائع ہو رہی ہے اور آپ کے اہلبیتؑ کو نہایت ذلت و خواری کے ساتھ قید کیا گیا ہے۔ اقاد ذلیلا فی الدمشق مکبلا ومالی من بین الخلائق شافع۔ اے جد بزرگوار میں بیمار بحالت ناتوانی و کمزوری میں ہوں اور مجھے طوق و زنجیر پہنایا گیا ہے۔ اور اب یزید میرے قتل کا ارادہ رکھتا ہے کوئی نہیں کہ جو میری شفاعت و سفارش کرے۔ چنانچہ اس وقت تمام مخدرات نے آپ کے گرد حلقہ بنا لیا اور جناب ام کلثومؑ نے یزید سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ۔ یا یزید لعین لقد رویت الارض من دماء اھل بیت ولم یبق غیر ھذا الصبی الصغیر اے یزید تو نے خون اہلبیتؑ سے زمین رنگین کر دی ہے اور اب اس بیمار کے علاوہ کوئی دوسرا جوان نہیں ہے ؎

این غم رسیدہ را بمن مبتلا ببخش
بر مانگہ مکن برسول خدا ببخش

یعنی اے یزید مجھ غم رسیدہ ستم دیدہ کو سید سجاد کو بخش دے ہم پر نگاہ مت کر بنام رسولؐ خدا اس کو قتل نہ کر۔ اس وقت تمام اسیر حضرت سید سجادؑ کے دامن سے لپٹ گئے۔ اور فریاد کرنے لگے کہ ہائے ہمارا کوئی حامی نہیں۔

فخشی یزید لعین ان تاخذ الناس الشفقۃ ۔ یزید پلید کو خوف محسوس ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ لوگ ان کی حمایت میں شورش پر اتر آئیں ۔ یزید نے امام زین العابدین علیہ السلام کے قتل کا حکم واپس لے لیا ۔ اور آپ کو قتل نہیں کرایا ۔

تفسیر علی ابن ابراہیم میں ہے کہ جب اہلبیتؑ طاہرین اسیر ہو کر داخل دربار یزید ہوئے تو یزید ملعون نے حضرت سید سجادؑ سے کہا کہ یا علی بن الحسین الحمد للہ الذی قتل اباک ۔ یعنی اے فرزند حسینؑ خدا کا شکر ہے کہ تیرے پدر قتل ہو گئے ۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا اس پر لعنت کرے کہ جس نے میرے بابا حسینؑ کو قتل کیا ہے تو مستحق لعنت ہے اس پر وہ ملعون غضبناک ہو گیا اور آپ کے قتل کے کا حکم دے دیا ۔ اس پر سید سجاد نے فرمایا کہ یزید اگر تجھے قتل کرنا ہی منظور ہے تو ہمارے اہلحرم کو مدینہ واپس کر دے ۔ کیونکہ میرے سوا ان کا محرم نہیں ہے پس یزید نے قتل نہیں کرایا اور کہا کہ تمہارے مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے اباء و اجداد کا ذکر بفخر و مباہات کیا اور اپنی ذات کو حضرت رسولؐ خدا سے نسبت دی ایسا اس لیے کہا کہ خاندان ہاشم میں ہمیشہ خلافت و وصایت اور حکومت رہی ہے جب کہ یزید کے اباء و اجداد ہمیشہ بر سر جنگ رہے ہیں اور وہ سب کے سب مشرک تھے اور آپ نے یہ آیت وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۔ کی تلاوت کی یزید ملعون غضب میں آگیا ۔ اور حکم دیا کہ سید سجاد کو قتل کر دیا جائے ۔ سر کاٹ دیا جائے اور یہیں دفن کر دیا جائے پس حضرت سید سجادؑ کو باغ میں لے جایا گیا ۔ وہاں آپ کو حکم دیا کہ اپنی قبر خود تیار کرو آپ قبر کھودنے میں مشغول ہوئے اس وقت آپ بارگاہ خداوندی میں مناجات کر رہے تھے ۔

بزبان حال یہ ہے ؎

خدایا جہان پادشاہی تراست — زما خدمت آید خدائی تراست
توئی کافریدی زیک قطرۂ آب — گہرہای روشن تراز آفتاب
ہمہ زیر دستیم و فرمان پذیر — توی یاوری دہ توئی دستگیر
اگر بامداد است راہم بتست — ہمہ روز تا شب پناہم بتست
بہر گوشہ کافتم ترا خوانمت — بہر جا کہ باشم خدا خوانمت
تو گفتی کہ ہر کس کہ در رنج و تاب — دعای کند من کنم مستجاب
خدایا زامت ستوہ آمدم — بسوئے تو یارب پژوہ آمدم
شکستہ چنان گشتہ ام بلکہ خورد — کہ آبادیم را ہمہ باد برد

دلی دارم از زخشہ رہزنان
مکن شاد بر من دل دشمنان

حاصل کلام کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے خداوند عالم سے مناجات کی کہ اے خدا بادشاہی تیرے لیے زیبا ہے اور تجھ ایسے بادشاہ کی اطاعت کرنا ہمارا فرض ہے ۔ تو نے ہی ایک قطرۂ آب سے تابندہ اور چمکنے والے گہر پیدا کیے ہیں ۔ کائنات تیرے زیر دست قدرت ہے اور تیرا ہی حکم نافذ ہے تو ہی ہمارا مددگار و جائے پناہ ہے ۔ تو ہی قابل حمد و ثنا ہے اور ہم جہاں کہیں بھی ہیں تو ہمارا خدا ہے ۔ تو نے ہی تو فرمایا ہے کہ رنج و غم اور مصیبت کے وقت مجھے پکارو میں تمہاری دعا سنتا ہوں اور قبول کرتا ہوں ۔

خداوندا میں امت کا ستایا ہوا ہوں ۔ امت نے مجھے عاجز کر دیا ہے ۔ ستم پر ستم اٹھا رہا ہوں میں تجھ سے ملتجی ہوں کہ میرے دل میں امت کے فساد

سے رخنہ پڑگیا ہے میرے دشمنوں کو خوش ہونے کا موقعہ نہ دے میری رہائی فرما۔ ابھی سید سجادؑ قبر کھودنے میں مشغول تھے ناگاہ ہوا میں ایک ہاتھ نمودار ہوا اور اس جلاد کے ایسا طمانچہ مارا کہ جلاد دور جا کر گرا۔ چیخ ماری اور واصل جہنم ہوگیا۔ خالد پسر یزید وہاں موجود تھا اس نے دیکھا کہ یہ قبر تو سید سجادؑ کے لیے کھودی گئی تھی بلکہ خود بجبر امام علیہ السّلام نے تیار کی تھی لیکن جلاد اس قبر میں ڈال دیا گیا پس خالد اپنے باپ کے پاس گیا اور سارا واقعہ بیان کیا۔ اور سید سجادؑ قتل ہونے سے محفوظ رہے۔

مؤلف اس ہاتھ کے نمودار ہونے کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ غیبی ہاتھ۔ دست خدا تھا یعنی دست علی مرتضیٰؑ تھا کیونکہ مقام نسبت میں آپ یدُ اللہ ہیں۔ یعنی کہ خدا کی قوتوں کا مظاہرہ دست علیؑ سے ہوتا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ مولی کائنات مظہر قوت پروردگار سے خطاب کروں کہ مولا کربلا میں تشریف لے آتے تو حسینؑ کا سر بدن سے جدا نہ ہوتا۔ شمر ولد الحرام آپ کے سینۂ اقدس پر قدم نہ رکھتا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

دربار یزید میں اموی خطیب اور حضرت امام زین العابدینؑ کا احتجاج

مقتل ابی مخنف میں وارد ہوا ہے کہ اسیران اہلبیتؑ اطہار جب دربار یزید میں حاضر ہوئے تو کچھ وقفہ کے بعد یزید نے اپنے خطیب سے کہا کر منبر پر جا کر آل ابوسفیان کی مدح کرے اور اولاد علیؑ پر سب و شتم کرے کہتے ہیں کہ

خطیب یزید زبان آور اور فصیح تھا۔ اس کی آواز بھی کافی بلند تھی۔ چنانچہ یہ بدنصیب منبر پر آیا۔ اور حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام اور آپ کی اولاد طاہرہ کی شان میں ناروا الفاظ کہے۔ بلکہ جو نہ کہنا تھا وہ بھی کہا۔ اس وقت جناب سکینہ خاتون سے نہ رہا گیا۔ خون ہاشمی نے مجبور کیا اور غیرت ہاشمیہ متقاضی ہوئی کہ اس خطیب کی زبان بندی کی جائے۔ آپ نے فرمایا۔ یا ویلک ما اقل حیائک وای وما کان فی ابی جلای یعنی کہ فرمایا اے خطیب والئے ہو تجھ پر کسقدر بے حیائی سے کام لے رہا ہے ہمارے اب وجد کی شان میں گستاخی کر رہا ہے۔ ہمارے اب وجد کی معرفت میں لب کشائی انتہائی قباحت کی نشانی ہے اور ہمارے اب وجد کی یزید کے ساتھ کیسی برابری۔ یزید ملعون نے سن کر کہا اے لڑکی خوش رہ۔ ویلک ایما الحق بالخلافۃ ء انت ام ابی۔ اے بے حیا میں چاہتی ہوں کہ آگہی حاصل ہو کہ کون مستحق خلافت ہے۔ تو یا میرے پدر بزرگوار۔ کہ جن کے بابا علیؑ مرتضیٰ۔ جن کی ماں فاطمہ زہراؑ اور جن کے جد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ تجھے ان سے کیا نسبت ہے اور ان کو تیرے ساتھ مساوات کب ہے وہ تو افضل واعلیٰ ہیں۔ تو طلیق ابن طلیق ہے اور وہ ہادیٔ برحق ہیں۔ اور علیؑ ہادیٔ برحق ہیں۔ مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ صاحب مقتل اور مرحوم السیّد نے کتاب لہوف میں لکھا ہے کہ اموی خطیب اور سید سجادؑ نے دو موقعوں پر خطبہ دیا ہے ایک تو یہی مجلس یزید میں اور دوسرا خطبہ مسجد میں دیا ہے لیکن دربار یزید میں سید سجادؑ منبر پر تشریف نہیں لے گئے۔ مرحوم السیّد لہوف میں رقمطراز ہیں کہ ودعا یزید بالخاطب وامرہ ان یصعد المنبر فیذم الحسینؑ واباہ وبالغ فی ذم امیر المؤمنین والحسین الشہید صلوات اللہ علیہما۔

اموی خطیب یزید کے کہنے پر منبر پر گیا اور حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام اور حضرت امام حسینؑ کی شان میں ناروا الفاظ کہے۔ قدح کی۔ اس وقت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے صیحہ کیا اور اس بے ادب خطیب سے کہا۔ ویلک ایها الخاطب اشتریت مرضاة المخلوق بسخط الخالق والے ہو تجھ پر کہ تو نے خدا کو ناراض کیا اور مخلوق کو راضی کیا اہل حق کی مدح نہ کی اور اہل شر کی تعریفیں کیں خداوند عالم تجھے واصل جہنم کر دے۔

حضرت سکینہؑ خاتون کا اپنی خواب یزید کے سامنے بیان کرنا

سید جزائری علیہ الرحمتہ نے کتاب انوار نعمانیہ واقعہ خواب جناب سکینہ بنت الحسینؑ درج فرمایا ہے کہ آپ یہ خواب اس وقت دیکھا کہ جب اسیران کربلا داخل خرابۂ یزید ہوئے ہیں اور سید صاحب مرحوم نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ جب جناب سکینہ داخل دربار ہوئی ہیں تو آپ اپنے ہاتھوں سے اپنا موہنہ چھپائے ہوئے تھیں اس کا ذکر بھی مسطور ہے کہ یزید نے آپ سے مکالمہ فرمایا ہے اور اس وقت کثرت گریہ و بکا آپ پر اسقدر طاری تھا کہ حق کا دت روحها تطلع۔ کہ روح بدن سے مفارقت کر جائے جناب سکینہؑ کا یہ گریہ و بکا دراصل اس خواب کی بنا پر تھا کہ جو آپ نے دیکھی تھی۔ جب یزید نے سنا تو کہا کہ اے سکینہؑ تم اپنا خواب خود بیان کرو۔ فامر بسایق فی الوقوف۔ اسیروں پر سائق کہ (یعنی عقب اسیران چلانے والا) زجر بن قیس تھا اور اسیروں کی ریسمان اس مردود کے ہاتھ

ہی تھی۔ یزید نے اس سے کہا کہ تو سکینہ کو دیکھتا رہے تاکہ سکینہؑ اپنا خواب بیان کرنے سے گریز نہ کرے۔ جناب سکینہ نے فرمایا۔ یا یزید انی لم آتم منذ قتل الی حسین۔ یعنی اے یزید میں نے اپنے بابا کو روز شہادت سے لے کر اس خواب سے پہلے میں نہیں دیکھا تھا یہاں تک مجھے ایک لاغر اونٹ پر بغیر کجاوہ سوار کیا گیا۔ جس سے مجھے از حد تکلیف پہنچی۔ اور اگر میں کسیقدر آرام بھی کرتی تو تمہارا یہ ساربان تازیانے مارتا تھا کوئی نہ تھا کہ جو اُس ظالم کے تازیانوں سے مجھے بچاتا۔ یہاں تک میں یہاں پہنچی اور گزشتہ شب جب کہ میں خانۂ خراب میں سو رہی تھی عالم خواب میں ایک قصر نورانی دیکھا وہ قصر یاقوت کا تھا۔ میں نے اس قصر پر نظر کی تو دیکھا کہ دروازۂ قصر کھلا اور پانچ بزرگ قصر سے باہر تشریف لائے ان سے آگے آگے خدام تھے میں نے ان میں سے ایک خادم سے دریافت کیا کہ یہ سب بزرگوار کون ہیں۔ اس نے کہا کہ آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ پیغمبران خدا ہیں کہ جو اس قصر سے باہر آئے ہیں میں ان کی خدمت میں گئی کہ اثنا میں کہ در قصر پھر کھلا اور ایک عظیم المرتبت بزرگ برآمد ہوئے میں نے دیکھا کہ وہ اپنی ریش مبارک اپنے ہاتھ سے پکڑے ہوئے ہیں غمگین ہیں آنکھیں اشک بار ہیں میں نے دریافت کیا یہ کون بزرگ ہیں جواباً کہا گیا تو نہیں پہچانتی یہ تمہارے جد حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ میں ان کے سامنے گئی اور سلام کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ بخدا ہمارے سب مرد مارے گئے باپ، بھائی اور مردان عزیز کوئی نہیں یا سب قتل ہو گئے۔ اے جد نامدار ہم پر پانی بند کر دیا گیا ہمیں شتران بے کجاوہ پر سوار کیا اور کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام لائے ہیں پس رسول خدا نے مجھے اٹھایا اور پیار کر کے گریہ فرمایا۔ اسی دوران جناب آدم نے

میری طرف رخ کر کے فرمایا کہ اے دختر بہترین خلق بس زیادہ گریہ نہ کرو تمہارے جد کو بہت صدمہ ہو رہا ہے اتنے میں ایک خادم آیا اور مجھ کو قصر میں لے گیا وہاں پانچ خواتین بیٹھی تھیں سب کے بال پریشان تھے۔ آنکھیں اشک بار تھیں سیاہ لباس زیب تن تھا اور ایک معظمہ کے ہاتھ ہی خون آلودہ قمیص تھی۔ وہ مخدرہ اس قمیص کو زانو پر رکھ کر گریہ فرماتی تھیں اور اپنے منہ پر طمانچہ مارتی تھیں اور سیل اشک جاری تھا میں ان بیبیوں کے بارے میں سوال کیا تو مجھے بتلایا کہ جناب حوا، جناب مریمؑ، جناب آسیہؑ، جناب موسیٰ کی والدہ، اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ ہیں۔ اور ان کے ساتھ جدہ ماجدہ حضرت فاطمۃ الزہراؑ ہیں میں نزدیک گئی اور ان کو سلام کیا، فرمایا اے بیٹی سکینہؑ۔ میں آگے بڑھی اور انہوں نے مجھے سینہ سے لگا لیا میں نے عرض کیا دادی صاحبہ مجھے بچپنے میں یتیم کر دیا۔ اے دادی صاحبہ بے پدری اور دربدری نے ہمیں ذلیل و خوار کر دیا ہے

شفیعۂ دوسرائی حبیبۂ باری — عجب ز حال دل بیکساں خبر داری
تراست گر بسر تکیہ راحت سر — ز فرق ما بربود ند کو فیاں معجر
ترا وطن بجنان گر بخواہش دل شد — مرا بگوشۂ مطبخ خرابہ منزل شد
گل بہشت بدست تو گر مفرح روح — مرا ز خار مغیلان بماند پا مجروح
کنار چشمۂ کوثر اگر توئی سیراب — ہنوز مرغ دل ماز تشنگی است کباب
ترا خوش است اگر دل بوصل پیغمبر — سر حسینؑ پدر ماست پر ز خاکستر

لباس در بر تو گر ز سندس ست و حریر
مرا بگردن و بازو بود غل و زنجیر

ان اشعار میں شاعر اہلبیتؑ نے حضرت سکینہ بنت الحسینؑ کے بچپنے کو مدنظر

رکھتے ہوئے ان جذبات محرومی و بیکسی کی عکاسی کی ہے کہ جو کسی یتیم بچی کو اپنی ماں اور جدہ کے سامنے پیش کرنا فطری امر ہے۔

بزبان حال سکینہؑ شاعر اس طرح کہتا ہے کہ جب بچی نے عالم رویا میں اپنی دادی جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو دیکھا تو سکینہ معصوم نے اپنی بیکسی اور اپنی دادی کی راحت و آرام کا موازنہ کیا ہے وہ بچی کہتی ہیں اے جدۂ معظمہ آپ کو دونوں جہان میں شفاعت کرنے والی ہیں۔ آپ خدائے بزرگ و برتر کی مقرب کنیز ہیں تعجب ہے کیا آپ ہم بیکسوں کے حالات سے بے خبر ہیں۔ اگر آپ کو تکیۂ راحت و انبساط میسر ہے اور یقیناً میسر ہے لیکن ہم بیکسوں کے سروں سے کوفیوں نے اوڑھنی بھی اتار لی ہے۔ اے جدہ معظمہ آپ کا وطن جنت ہے اگر آپ چاہیں تو مجھے اس خرابے سے نکال سکتی ہیں۔ آپ کے دست مبارک میں بہشتی پھول ہیں جس سے آپ کی روح کو تازگی ملتی ہے۔ لیکن وا مصیبتاہ ہم بیکسوں کے پاؤں خار مغیلاں سے زخمی ہو رہے ہیں۔ آپ چشمۂ کوثر کے کنارے آب کوثر سے تشنگی بجھاتی ہیں مگر ہم اسیروں کے دل ابھی تک پانی نہ ملنے سے جل رہے ہیں آپ کا دل آپ کے پدر بزرگوار کی زیارت سے خوش ہے مگر بابا حسینؑ کا سر بریدہ خاک و غلطاں ہے۔ اے جدۂ ماجدہ آپ کے جسم کا لباس سندس و حریر کا ہے مگر اے دادی میرے بازوؤں ریسمان و زنجیر ہے۔ حضرت سیدۂ عالمین نے سکینہ کو تسلی دی۔ اور فرمایا کہ اے سکینہؑ میرے بیمار فرزند سید سجاد کا کچھ حال بیان کر۔ میں نے عرض کیا کہ دادی جان یزید نے بھائی سید سجادؑ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن بوجہ بیماری و ناتوانی اس پر رحم کیا اور قتل نہیں کیا۔ بھائی سجاد ضعف کی وجہ سے رنجیدہ ہیں۔ لباس تن بالکل بوسیدہ ہو گیا۔ راہ چلنے کی طاقت نہیں ہے۔

شتر لاغر و بے کجاوہ پر سوار کیا گیا ہے اور اے دادی بیمار بھائی کے دونوں پیر شتر کے شکم پر باندھ دیے گئے تھے۔ اور اے دادی فاطمہ کبھی میں اپنی پھوپھی اور بہنوں کے کھلے سر دیکھتی اور کبھی اپنی بے پردگی پر آنسو بہاتی اور کبھی مظالم یزید دیکھ کر خوش ہو جاتی تھی کہ یزید کے عامل ہمیں تازیانے لگاتے تھے۔ یہ داستان غم سن کر سیدۂ عالم رونے لگیں اور زیادہ کی واحسیناہ واولداہ واقلۃ ناصرہ۔ پھر سیدۂ عالم نے فرمایا کہ اے بیٹی بس اب داستان غم سنا چکی اب تاب ضبط باقی نہیں ہے۔ بی بی کہتی ہے کہ جب میں خواب سے بیدار ہوئی تو برابر رو رہی ہوں۔ گریہ ضبط کرنا چاہتی ہوں۔ مگر ضبط نہیں ہوتا یہ خواب سن کر تمام حاضرین دربار رونے لگے۔ اموی عورتیں جو پس پردہ تھیں بلند آواز سے گریہ کرنے لگیں۔ یزید ملعون نے حکم دیا کہ اسیروں کو دربار سے لیجاؤ۔ فامرھن بالانصرات فانصرفن۔

دربار یزید سے اسیران اہلبیت اطہار کا زندان شام میں داخلہ

کتاب الریاض میں مسطور ہے ان یزید لعنۃ اللہ شاور القوم فی امرہم اخر المجلس۔ یزید ملعون کے مظالم جب قولاً و عملاً حد سے گزر گئے تو اس نے دربار کے لوگوں سے مشورہ کیا کہ اسیران اہلبیتؑ اطہار کے حق میں کیا کرنا چاہیے۔ حاضرین مجلس یزید اور یزیدی ہوا خواہاں نے اس کو یہ مشورہ دیا تھا کہ سید سجادؑ کو قتل کر دیا جائے تاکہ نور ہدایت ختم ہو جائے گمراہان گمراہان ملت کو

یہ خبر نہ تھی کہ نور خدا کو کوئی نہیں بجھا سکتا۔ یریدون الجاحدون لیطفئوہ۔ یعنی ایسے لوگ جو جانتے ہیں اور پھر انکار کرتے ہیں، ہرگز نور خدا کو ہرگز نہیں بجھا سکتے۔ ویابی اللہ الا ان یتم نورہ الخ (سورۃ التوبہ آیت ۳۲) اور خدا اس کے سوا کچھ مانتا ہی نہیں کہ وہ اپنے نور کو پورا کرے ایسے لوگوں میں سوائے نعمان ابن بشیر ایک ایسا آدمی تھا کہ جس نے یزید کو قتل سید سجادؑ سے روکا مگر اس نے قتل سے بھی بدتر صورت پیش کی اور کہا اے یزید ذریت رسولؐ خدا کے ساتھ ایسا روش اختیار کر جیسی کہ خود آنحضرتؐ نے اپنی ذریت کے ساتھ قائم کی ہے، چنانچہ مرحوم کتاب السیدؒ کتاب لہوف میں حضرت زینبؑ کے خطبہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں فاوقفھم فی منزل لا یکنھم من حر ولا برد لینظر فی امرھم ویری رایہ فیھم۔ پس یزید پلید نے اہلبیتؑ رسولؐ کو ایک بوسیدہ اور کہنہ مکان میں قید رکھا کہ جہاں کی دھوپ اور رات کی اوس پڑتی تھی۔ وامصیبتاہ نہ دن کو چین تھا نہ رات کو آرام اے محبان آل رسولؐ خرابۂ شام کجا اور اہلبیتؑ اطہار کجا۔ (اس سلسلہ میں مفصل آگہی کے لیے مومنین کرام کتاب ریاض الاحزان مطالعہ فرمائیں) ؎

بشام قافلۂ غم چہ بار بکشادند
برائے مسکن ایشان خرابہ جادادند
نہ بستر ے نہ چراغے نہ کوزۂ آبی
نہ زاد و توشہ نہ نانی نہ بستر خوابی
نہ بود سایۂ جز آفتاب بر سر شان
نمی نشست بجز غبار و غبار در بر شان

چراغشان بشب تار بود مشعل ماه
برائے فرش بنودی بغیر خاک سیاہ
تمام بر سر خاک سیاہ خوابیدند
بتعزیت ہمہ شب ہمچو نی خروشیدند

ان اشعار میں شاعر نے روایات کی روشنی میں زندان شام کا خاکہ پیش کیا ہے۔ کہ یزید نے دربار کے ایام ختم ہونے کے بعد اسیران اہلبیتؑ اطہار کو زندان شام میں بھیجا یہ ایک بوسیدہ اور کہنہ مکان تھا جس میں اہلبیت اطہار کو نہ فرش میسر تھا اور نہ چادر و بستر تھا۔ اس میں دن کی دھوپ پڑتی تھی رات کو چاند کی روشنی بھی شل تار سیاہ ہو گئی تھی یعنی کہ روشنی پہنچنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ سارا وقت اہلبیت طاہرین خاک پر گزارتے اور شب بھر ماتم حسینؑ کرتے تھے۔

قال العلامۃ فی الریاض انہم لما نجوا انفسہم من عند الطاغیۃ یزید بن معاویۃ وورودہم علی ذا الخرابۃ فارغین فی الجملۃ عن القلق والاضطراب یعنی کہ جب اسیران کربلا دربار یزید سے باہر آئے تو ان کی دربار کی اذیتوں اور روحانی تکلیفوں سے قدرے سکون ملا۔ کیونکہ اہلبیتؑ اطہار کا دربار فاسق و فاجر میں جانا ہی دلوں کو زخمی کرنے کے لیے کافی تھا۔ دربار سے نکلے تو ان کو خرابۂ شام میں جگہ ملی حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا ہے کہ خرابۂ شام ایک ایسا مکان تھا کہ جس کی چھت کہنہ اور دیواریں بوسیدہ تھیں۔ عورتیں اور بچے اس سے خوف کھاتے ہیں۔ بروایتے مناقب ابن شہر آشوب حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام سب کو تسلی دیتے اور ان کی دلجوئی فرماتے تھے۔ اس زندان میں دن کی دھوپ اور رات کی اوس ستاتی تھی۔ فرش خاک پر سونا ہوتا تھا۔ اس کی بوسیدگی کو تمام

عقائل نے لکھا ہے یہ بھی وارد ہوا ہے کہ اس خرابہ میں اسیران اہلبیتؑ دو روز تک رہے ہیں کیونکہ یزید نے ان کو رہا کر دیا تھا کتاب الریاض میں ہے وا طلق عنا ای یفك الاغلال والحنا بعد انقضاك المجلس الاول۔ یعنی اسیران کربلا کے مردوں کے گلے سے طوق کاٹے گئے۔ زنجیریں جدا کی گئیں۔ اسیران کربلا میں بروایتے امام زین العابدین بارہ مرد تھے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے ادخلنا علی یزید لعنہ ونحن اثنی عشر رجلا مغللون۔ بحار میں علامہ مجلسیؒ نے نقل کیا ہے کہ تمام بارہ نفر طوق و زنجیر پہنے ہوئے تھے جب دربار یزید سے باہر نکلے تو طوق و زنجیر کاٹ دیے گئے۔ فخرجوا من عندہ بغیر وثاق یعنی قید و بند سے آزاد تھے اور حضرت امام زین العابدین کوچہ و بازار اور مساجد میں تشریف کئے گئے اور پھر آپ اسی منزل خرابہ میں آگئے جہاں مخدرات اور بچے اسیر تھے۔

صاحب ریاض لکھتے ہیں کہ اس زندان میں قتل ہونے کے خیالات سے نجات ملی۔ اس زندان میں اسیروں کے بیٹھنے کی جگہ کچھ اس طرح تھی کہ تین چار عورات ایک گوشہ میں بیٹھ کر اپنے جگر گوشوں پر نوحہ کرتیں اور یاد آکر بلعد گریہ و بکا کرتی۔ یتیم بچے زانو پر سر رکھ کر روتے رہتے۔ اور حضرت زینبؑ رات دن حسینؑ پر گریہ کرتیں اور خداوند عالم سے مناجات کرتیں۔

لہا انس زینب بالمحروب خاسرۃ ۔۔۔ تبدی التنیاحۃ الحانا فالحانا؟
مسجودۃ القلب الا ان اعیجہا ۔۔۔ کالمعصرۃ انصوب الدمع عقبانا

یعنی کہ حضرت زینبؑ دلگیر کی حالت زار کبھی فراموش نہیں ہو سکتی۔ ہمہ وقت آپ کی بیکسی پیش نظر رہتی ہے۔ حضرت زینبؑ نے خرابہ میں قیام کیا تو امام حسینؑ اور اٹھارہ جوانان ہاشمیہ کے فراق میں رویا کرتی تھیں۔ اور کبھی اپنے پدر عالیقدر حضرت امیر المومنین

علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے عالم تصور میں کلام کرتیں کہ اے بابا آپ چلے گئے ذرا کفن سے موہنہ نکال کر زندان کو دیکھئے کہ جہاں آپ کی بیٹیاں قید میں یہاں نہ کوئی ہمارا مددگار و معاون ہے نہ مونس و یاور ہے۔ آئیے آئیے نجف سے تشریف لائیے ہم بیکسوں کی پاسبانی فرمائیے۔ اے بابا جان نجف میں باآرام ہیں اور ہم زندان میں اسیر غم ہیں۔ آپ کے بیٹے حسینؑ ہو گئے۔ آپ کے شرف کی نشانیاں مٹائی جا رہی ہیں۔ ہم آپ کے اہلبیتؑ ہیں اے دستگیر زمانہ، اے مشکل کشائے خلق مدد فرمائیے۔ زندان کے ایک گوشہ میں حضرت ام کلثومؑ حسین مظلوم کو رو رہی تھیں کبھی حسینؑ کا ماتم اور کبھی عباس علمدار کا ماتم کرتی ہیں کبھی عالم تصور میں فرات کی طرف نگاہ اٹھتی ہے اے بھیا عباسؑ تم رات کے کنارے سو رہے ہو۔ اور آپ کی بہن زندان میں خاک پر بیٹھی رو رہی ہے۔ کبھی پھر زبان پر نام حسین آتا ہے۔

آہ حسینم حسینؑ وای حسینم حسینؑ
آہ حسینم حسینؑ وای حسینم حسینؑ

آؤ اے شیعو ہم سب مل کر یا حسینؑ یا حسینؑ، ہائے مظلوم کربلا ہائے علی اکبرؑ کہیں۔

اسیران اہلبیتؑ اطہار کی زندان شام میں پریشانی اور نوحہ خوانی

ستم زدہ کسی در جہان مقابل زینبؑ
نسوخت ہیچ دلی در زمانہ چون دل زینبؑ

نگشت شاد دلش از غم زمانہ زمانے
ز آب غم بسرشتند گو نیا گل زینبؑ
نہ آب بود و نہ نانی نہ شمعی و نہ چراغی
چون گشت کنج خرابہ مقام و منزل زینبؑ
چگونہ شرح غمش را کسی تواند گفت
کہ جز خدائے بنا شد کس آگاہ از دل زینبؑ

ظاہر ہے کہ جب اسیران کربلا دربار یزید سے باہر آئے تو خیال ہو گا کہ دور مصائب ختم ہو گیا لیکن جب خرابہ شام میں پہنچے۔ تو خرابہ میں جن مصیبتوں کا سامنا ہوا ان کی تشریح کس طرح ہو سکتی ہے دل پر شہیدوں کے قتل ہونے کے داغ سب لے کسی۔ پھر خرابہ میں قید ہونا یہ تمام چیزیں حضرت زینبؑ کی زندگی ختم کرنے کے لیے کافی تھیں۔ اسی لیے شاعر نے کہا ہے کہ حضرت زینبؑ جیسی ستم رسیدہ اور غم زدہ کوئی اور بی بی نہ ہو گی۔ کسی اور بی بی کا دل اس طرح نہ جلا ہو گا جیسی کہ سوختہ دل زینبؑ تھیں۔ غم کا پانی سر سے گزر گیا تھا۔ گویا آپ غم میں ڈوبی ہوئی تھیں خرابہ شام میں نہ آب نہ غذا۔ نہ شمع نہ چراغ خرابہ اور مقام زینبؑ۔ وا مصیبتاہ۔ کوئی حضرت زینبؑ خاتون کے غم والم کی کیونکر شرح کر سکتا ہے پس سوائے خدا کے حال زار دل زینبؑ کوئی نہیں جانتا۔

کتاب الریاض میں ہے کہ فلما جن علیہم اللیل علت من خلفہم منادۃ الثبور والویل ازدھشتہم ظلمات الخراب ووھشتہم ظلمات جنح الخراب۔ خرابہ کی شب اول اہلبیتؑ پر بہت بھیانک گزری کبھی خیال ہوتا تھا کہ شب ہو گئی اور تمام لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے کہ اہل خانہ میں رات بسر کریں وا حسرتا

ہم زندان میں ہیں۔ علاوہ ازیں کبھی زندان کی بوسیدگی سے خوف کا احساس کبھی یہ تصور کہ زندان میں تاریکی ہی تاریکی ہے۔ سوگوار بیبیاں بچوں کو گود میں لیے بہلا رہی تھیں۔ تمام اسیران زندان کا خیال جناب زینبؑ کے پیش نظر تھا۔ ہر طرح سے ان کی دلجوئی کرتی تھیں۔ کبھی آہیں، کبھی نالے کبھی سینہ زنی ، ؎

یکی بنہادہ سر بر بستر خاک　　یکی آہش کشیدہ سر بر افلاک

یکی میگفت اہ اے نور علیم　　بیا ای شاہ بے لشکر حسینم

یکی میگفت عباسؑ جوانم　　بیا برباد بنگر خانمانم

یکی کردہ حوادث پائمالش

علی اکبرؑ علی اکبرؑ مقالش

ماحصل اشعار یہ ہے کہ کوئی بی بی اپنا سر بستر خاک پر رکھے ہوئے آہ جگر سوز کھینچ رہی تھی کوئی بی بی یہ کہہ رہی تھی کہ اے میری آنکھوں کے نور تو کہاں ہے آؤ اے شاہ بے لشکر اے میرے حسینؑ آؤ۔ گویا کہ بی بی یہاں انتظار میں تھیں کوئی بی بی حضرت عباسؑ علمدار کو یاد کر رہی تھی کہ آؤ اور خانماں خراب بیکسوں کو دیکھو۔ ہمارے گھر کی بربادی دیکھو اور کسی بی بی کو زمانہ کی مصیبتیں پائمال کر رہی تھیں اس کی زبان پر علی اکبرؑ علی اکبرؑ تھا مگر علی اکبر وہ تو مقتل کربلا میں سو رہے تھے۔

حضرت ام کلثومؑ کا خرابہ شام میں یہ نوحہ تھا ؎

کم سیدی بکربلا　　فدیة السید الغریب

کم سیدی بکربلا　　للموت فی صدورہ حبیب

کم سیدی بکربلا　　عسکرہ بالعری نهیب

کم سیدی بکربلا　　بسمع صوتی ولا یجیب

کم سیدی بکربلا　　یقرع فی ثغرہ قضیب

تمام شب بیبیاں کربلا کربلا کہہ کر روتی تھیں سید سجاد علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ جناب زینبؑ مرثیہ پڑھتی تھیں اور تمام مرد و زن اسیر گریہ کرتے تھے۔ علامہ مجلسیؒ نے بحار میں حضرت زینبؑ کے مرثیہ کو درج کیا ہے جو کہ یہ ہے ؎

اما شجاك یا سکن　　قتل الحسین والحسن

ظمأن من طول الحزن　　وکل وعدنا هل

یقول یا قوم ابی　　علی البر الوصی

وفاطم امی التی　　لها التقی والنائل

یعنی اے بیکس عورتوں میرے بھائی حسینؑ روز عاشورا غریب و تنہا تشنہ لب میدان کارزار میں دشمنوں کھڑے تھے۔ پھر فرمایا اے قوم میرے پدر علی مرتضیٰ اور میری ماں فاطمہؑ زہراؑ ہیں۔ میرے بابا پیغمبرؐ اسلام کے وصی و جانشین ہیں میری ماں فاطمہؑ زہرا شفیعہ محشر ہیں۔ آج اے میرے حسینؑ اور اے میوۂ دل پیغمبرؐ میری تم سے ایک خواہش ہے ؎

منوا علی بن المصطفیٰ　　بشربة تحیی بها

اطفالنا من الظماء　　حیث الفرات سائل

یعنی کہ کوئی شخص میری منت فرزند رسولؐ خدا تک پہنچا دے جو کہ یہ ہے کہ ایک جرعہ آب پیاسے بچوں کے لیے مجھ تک پہنچا دے کہ وہ پیاس کی وجہ سے مر رہے ہیں ؎

قالوا له لا ماء لنا　　الا السیوف والقناء

فانزل بحکم الادعیاء　　فقال بل اقاتل

جناب زینبؑ علیا خود ہی بھائی کی طرف سے جواباً فرماتی ہیں کہ اے حسین تیرے پاس پانی نہیں ہے کہ جو پیاسے بچوں کو دیا جائے۔ بلکہ تیرا جواب نیزہ و شمشیر ہے لیکن اگر سر حکم یزید و ابن زیاد کے سامنے جھک جائے تو پانی مل سکتا ہے ورنہ نہیں امام حسین گویا فرماتے ہیں کہ میرا سر یزید و ابن زیاد کے آگے نہیں جھک سکتا۔ میں سر نہیں جھکاؤں گا خواہ جنگ ہو اور میں قتل ہو جاؤں۔ اے عورتوں پس امام حسینؑ نے کی اور سر دے دیا مگر یزید پلید کے سامنے نہ جھکے یعنی یزید کی بیعت نہیں کی جنگ ہوئی یہاں تک کہ

حتی اتاہ مشقص رماہ وعن ا برحق

من سقر لا یخلص رجس دعی و اغل

ایک ملعون نجس و مبروص نے تیر سہ پہلو امام حسینؑ کی طرف رہا کیا اس کا تیر کارگر ہوا

شیخ صدوقؒ کتاب الامالی میں لکھتے ہیں۔ باسنادہ عن الحارث بن کعب عن فاطمة بنت علی علیہ السلام ان یزید لعنہ اللہ امر بنسا الحسین فحبس مع علی بن الحسین۔ فاطمہ دختر امیر المومنین نے خبر دی ہے کہ یزید پلید نے شہر شام میں عیال و اطفال و حرم امام حسینؑ اور حضرت زین العابدین علیہ السلام کو ایک قید خانہ میں مقید خانہ میں مقید کیا۔ اس قید خانہ میں دن کی دھوپ اور رات کی اوس پڑتی تھی یہاں تک کہ تمام اسیروں کے چہروں کی رونق ختم ہو گئی تھی ان دنوں بلکہ روز شہادت امام حسینؑ سے لے کر جب تک کہ اہلحرم نے شام سے مراجعت کی ہے بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے خون موج زن ہوتا نظر آتا تھا

امام حسینؑ و اصحابہ کے سرہائے مبارکہ کا دروازہ مسجد جامع دمشق میں لٹکایا جانا

مرحوم سید کتاب لہوف میں لکھتے ہیں۔ ثم امرھم الی منزل لا یکنہم من حر ولا برد فاقاموا بہ حتی تقشرت وجوھھم۔ یعنی زندان شام میں جب اسیران کربلا محبوس رہے اس میں دھوپ سے بچاؤ کی کوئی صورت نہ تھی اس طرح شب کو سردی سے بچاؤ ممکن نہ تھا۔ لیکن اس کے باوجود عزاداری امام حسینؑ اور نوحہ خوانی برابر جاری رہی مذکورہ بر دو روایات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ خرابہ شام میں اسیران کربلا مشغول گریہ و زاری، ماتم نوحہ خوانی رہے کتاب کامل السقیفہ میں مرقوم ہے کہ ان یزید لعنہ بعد اسکانھم فیہا امر براس الحسین ان یعلق علی منار مسجد الجامع بدمشق و یعلق سایر الرؤس علی ابواب المساجد والدروب اھ واصیتا یعنی کہ یزید نے حکم جاری کیا کہ اسیروں کو دربار سے خرابہ لیجائیں۔ چنانچہ خرابہ شام میں اسیر قید کیے گئے یزید نے یہی حکم دیا کہ سرہائے شہیدان کربلا مسجد جامع دمشق کے دروازوں میں لٹکائے جائیں اور سر مطہر امام حسینؑ منارہ مسجد پر آویزاں کیا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ امام حسینؑ کا سر مطہر منارہ مسجد پر اور باقی سرہائے شہداء الگ الگ درہائے مسجد میں لٹکائے گئے۔ لوگ ہر روز تماشہ دیکھنے آتے رہے۔ فعلق رأس الحسینؑ علی المنارۃ اربعین یوما ولیلا امام حسینؑ علیہ السلام کا سر مطہر چالیس روز شب منارہ مسجد پر لٹکا رہا۔ اور اس دوران حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سر مبارک کی زیارت کیا کرتے تھے اور گریہ فرماتے تھے۔ اور اس جگہ

باغی لوگوں کے نیچے گھومتے پھرتے رہتے تھے کلما بستھم ذکرھم ویتعرف مکانھم یزداد مراودۃ الناس بھم۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسیران اہلبیت اطہار کا قیام شام میں ایک سال سے زیادہ رہا ہے اگرچہ مشہور یہی ہے کہ آل رسول اسیری کے عالم میں ایک سال شام میں رہے ہیں اس طرح عوام میں واقعہ کربلا کی شہرت اور شہیدان کربلا کا تعارف بالخصوص حضرت امام حسینؑ کا تعارف، خاندان سب پر واضح ہوگیا۔ اور عوام میں اہلبیت سے ہمدردی کا رجحان پایا جانے لگا۔ اور مرد حضرت سید سجادؑ کے پاس اور خواتین حضرت زینبؑ کے پاس پرسہ کے لیے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یزید نے اسیروں کے لیے فرش بچھوا دیئے۔ مکان کو آراستہ وصاف کر دیا اور ایک مدت تک شام کے زندان میں عزاداری ہوتی رہی اور جب تک سید سجاد علیہ السلام زندان شام سے رہا ہو کر مدینہ کے لیے آمادہ سفر ہوئے اس وقت تک پتھروں کے نیچے خون جوش مارتا ہوا نظر آتا رہا۔ طلوع وغروب کے آفتاب کا سرخ ہو جانا۔ نہ صرف غم امام حسینؑ کا اظہار تھا بلکہ قاتلان امام حسین کے لیے عذاب کی بشارت تھی۔ ابن شہر آشوب اسود بن قیس سے روایت کرتے ہیں کہ جیسے ہی حسینؑ بن فاطمہؑ کو شہید کر دیا۔ اس دن سے لے کر چھ ماہ تک طلوع وغروب کے وقت سرخیٔ آفتاب ظاہر ہوتی رہی۔ اس طرح بھی وارد ہوا ہے کہ طلوع وغروب شمس کے وقت سرخی چالیس روز تک نمایاں رہی۔ بعض روایات میں ہے کہ چالیس روز تک سرخی ظاہر ہوتی رہی۔ یا بن سبب قیدی کی موت قید طول پکڑ گئی۔ اور سر بریدہ امام حسین علیہ السلام منارۂ مسجد جامع دمشق، باب الساعات شہر شام کے دروازوں پر لٹکایا گیا۔

پر بھی آویزاں رہا۔ حضرت علامہ مجلسیؒ بحار میں رقم طراز ہیں کہ یزید ملعون نے حکم کیا تھا کہ سر مطہر امام حسینؑ شام کے دروازہ پر لٹکایا گیا اور امام زین العابدین علیہ السلام ان دنوں میں ایک روز مجلس یزید میں موجود تھے۔

مرحوم السیّد کتاب لہوف میں تحریر کرتے ہیں۔ وکان یزید لعنہ یتخذ مجالس الشراب ویدعی بعلی بن الحسین۔ الی الآخر یزید نے مجلس میں شراب نوشی کی کتاب مناقب میں ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ اس وقت حضرت سید سجادؑ علیہ السلام نے یزید ملعون سے شراب حرام پینے پر احتجاج کیا اور فرمایا اے یزید۔ ہے

ماذا تقولون اذ قال النبی لکم ماذا فعلتم وانتم آخر الامم
بعترتی وباھلی بعد مفتقدی منھم اساری ومنھم ضرجوا بدم

یعنی میدان حشر میں جب رسول خدا تجھ سے سوال کریں گے کہ خمر نوشی کرتا تھا اور یہ بھی آنحضرتؐ نے دریافت کیا کہ میری عترت کے ساتھ ظلم آمیز رویہ کیوں اختیار کیا اور کیا جواب دے گا یزید نے سر نیچا کر لیا اور کچھ جواب نہ دے سکا امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ویلک یا یزید یعنی وائے تجھ پر اے یزید اگر تو عقل رکھتا ہے اور جانتا ہے۔ آخر یہ ظلم کیوں ہے کہ ہم تیرے دربار میں اسیر بنے ہوئے ہیں۔

السیّد مرحوم نے بھی کتاب لہوف میں اس مضمون کو لکھا ہے۔ روی عن ابن العابدین انہ قال لما اتی براس الحسین الی یزید کان یتخذ مجالس الشرب ویاتی براس الحسین ویضعہ بین یدیہ و یشرب علیہ۔ یعنی کہ امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب امام حسینؑ یزید کو نذر کیا گیا۔ تو اس وقت اس ملعون نے مجلس شراب منعقد کی۔ سر مبارک سامنے

رکھا تھا اور وہ ملعون شراب نوشی میں مشغول تھا۔

سفیر روم کا دربار یزید میں حکایت کنیسۂ حافر بیان کرنا اور شہید ہونا

روایت ہے کہ ایک دن یزید پلید نے مجلس شراب آراستہ کی اور سر مطہر امام حسین علیہ السّلام اس کے روبرو طشت طلا میں رکھا ہوا تھا۔ اس مجلس یزید میں مُلک روم کا سفیر بھی موجود تھا۔ چونکہ روم کے باشندوں میں سے ایک مرد بزرگ تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ یزید شراب پی رہا ہے اور ایک سر بریدہ اس کے سامنے موجود ہے سر بریدہ سے جو شان ظاہر ہو رہی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی عظیم بزرگ کا سر ہے ؎

آندم کہ ریخت دُرد شراب آن تباہ کار
در طشت زر نبرد سر آن بزرگوار

سفیر کہتا ہے کہ اسدم یزید پلید شراب اس سر مبارک پر ڈال رہا ہے کہ جو طشت طلا میں رکھا تھا۔ سفیر روم نے دریافت کیا یا ملک العرب ھذا راس من۔ یعنی کہ اے بادشاہ عرب یہ کس بزرگ کا سر مبارک ہے کہ اس کی پیشانی سے آثار بزرگی نمایاں ہیں یزید نے کہا مالک ولھذا الراس۔ اے نصرانی تجھے اس سر سے کیا کام۔ سفیر روم نے کہا کہ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس شخص کا کیا قصور تھا اور جب میں یہاں سے اپنے ملک جاؤں گا تو بادشاہ روم دریافت کرے گا جو کچھ دیکھا سنا ہو بتلاؤ۔ تا وقت کہ مجھے اس سر سے آگہی نہ ہو کیا بتلاؤں

گا۔ یزید نے کہا کہ یہ سر حسین ابن علیؑ ہے ؎

دردلش آرزوی منصب شاہنشاہی بود
دعوی سلطنت مُدعی شاہی بود
ماند اندر دل وی آرزوی سلطنتش
گرچہ پروردۂ آغوش رسولؐ اللہ بود

یعنی کہ اس کے دل میں منصب شاہی کی آرزو تھی۔ سلطان عرب بننے کی خواہش تھی۔ مگر اس کے دل ہی دل میں آرزو رہی اگرچہ یہ آغوش رسولؐ خدا میں پلا بڑھا تھا۔ سفیر نے کہا کہ اچھا پھر تو کیا یہ مسلمان تھا یا غیر مسلم۔ اس مادر گرامی کا کیا نام تھا یزید نے کہا کہ اس کی ماں کا نام فاطمہؑ بنت رسول اللہ ہے یعنی کہ رسولؐ خدا کی بیٹی اور علیؑ مرتضیٰ کی زوجہ ہے۔ یہ نواسۂ رسول خدا ہے جب سفیر نے یہ سنا تو بڑی حسرت بھری نظروں سے سر بریدۂ امام حسینؑ کو دیکھا اور کہا اے یزید اف لک ولدینک لی دین احسن من دینکم۔ اے یزید تجھ پر تف ہے اور تیرے دین پر بھی تف ہے۔ میرا دین تیرے دین سے بہتر ہے۔ جو ظلم و ستم اس سر مطہر کے ساتھ تو نے کیا ہے وہ یہود و نصاریٰ ہرگز نہیں کر سکتے۔ جب کہ تمہارے اور رسول خدا کے درمیان صرف یہی ایک صاحب سر واسطہ ہے اور تم نے اپنے نبی کی اولاد کو قتل کر ڈالا۔ سفیر نے کہا اے یزید میں حضرت داؤدؑ کی اولاد سے ہوں اور ہمارے اور حضرت داؤدؑ کے درمیان چند پشتوں کا فاصلہ ہے پھر بھی تمام نصاریٰ میری تعظیم و تکریم کرتی ہے۔ میرے پاؤں کی خاک کو آنکھوں کا سُرمہ سمجھتی ہے۔ لیکن پسر دختر رسولؐ خدا کے ساتھ تمہارا یہ ظلم و ستم۔ حیف ہے سفیر کہنے لگا اے یزید کیا تو نے حکایت کنیسۂ حافر سنی۔ یزید نے کہا اے نصاری سنا وہ

کیا حکایت ہے۔ سفیر نے کہا کہ اے یزید عمّان اور شہر چین کے درمیان ایک دریا ہے کہ اس کی مسافت ایک سال کی ہے۔ اور ایک شہر میں آبادی ہے دوسرا کوئی اور شہر نہیں ہے اور وہ شہر کہ جو آباد ہے وسط دریا میں واقع ہے اس شہر کا رقبہ ۸۰ فرسخ در ۸۰ فرسخ ہے کہ روئے زمین پر اس سے عظیم تر کوئی اور شہر نہیں ہے ہر قسم کی چیزیں دوسرے شہروں کو وہاں سے برآمد کی جاتی ہیں اور وہ پورا شہر نصاریٰ کی حکومت میں ہے وہاں عیسائیوں کے علاوہ کسی اور کی حکومت نہیں ہے اس شہر میں علاوہ دوسرے عیسائی عبادت خانوں کے ایک عبادت خانہ کنیسۂ حافر کے نام سے موسوم و مشہور ہے اس کو اس نام سے اس لیے موسوم کیا گیا ہے کہ اس کی محراب میں ایک حُقّۂ طلائی لٹکا ہوا ہے اور اس سونے کے حقہ میں حضرت عیسیٰ بن مریم کے گدھے کا سُم ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ایک روز اس گدھے پر سوار ہوئے تھے۔ اس سُم کو سونے کے حلقہ میں رکھ کر یہاں آویزاں کیا ہے۔ اور اطراف و جوانب کے عیسائی اس کی زیارت کے لیے آتے ہیں۔ اس کا طواف کرتے ہیں اور اس کی حرمت و تقدیس بجالاتے ہیں۔ اور اس کے ذریعہ اپنی حاجتیں بارگاہ خدا میں پیش کرتے ہیں لیکن وائے ہو تم پر کہ تم مسلمانوں نے اپنے نبیؐ کے نواسہ کو تین دن کا بھوکا پیاسا قتل کیا۔ اور اس کے سر مطہر کو سامنے رکھا ہے اور اس کے ساتھ تو جسارت کر رہا ہے۔ اے یزید خدا تجھ کو خیر نہ دے۔ یزید نے جب اس سے یہ باتیں سنی تو غضب آلود ہو گیا اور حکم دیا کہ اقتلوا هذا النصاری۔ کہ اس نصرانی کی گردن قطع کر دو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ نصرانی اپنے ملک میں جا کر مجھے بدنام کرے۔ اس نصرانی نے کہا اے نام کے مسلمان تو مجھے قتل کرنے کا خواہش مند ہے سن میں نے کل شب

حضرت رسول خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اے نصرانی انت من اهل الجنة۔ کہ تو جنت والوں میں سے ہے میں نے خواب سے بیدار ہو کر سوچا کہ یہ کیا راز ہے۔ چنانچہ مجھے اس وقت اس خواب کی تعبیر معلوم ہو گئی یہ کہہ کر اس نصرانی نے جست لگائی اور سر بریدۂ امام حسینؑ اٹھا کر اپنے سینہ سے لگایا اور کلمہ شہادت زبان سے ادا کیا توحید و نبوت اور امامت کی شہادت دی۔ اسی اثنا میں یزید ملعون نے جلاّد کو اشارہ کیا اس نے اس تازہ مسلمان کا سر قلم کیا۔ اور اس کی روح اعلیٰ علیین میں پہنچی۔ اور اس کی میّت کو نصاریٰ اور مسلمانوں نے مل کر دفن کیا۔

الالعنة الله على القوم الظالمين۔

بروایت لہوف زندان شام میں سکینہؑ خاتون کا خواب دیکھنا

روایاتِ صحیحہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ خرابۂ شام (زندان) اُن خرابوں میں سے تھا کہ جو گزرگاہ عام تھا۔ اور یزید نے اسی خرابۂ میں اسیران اہلبیتؑ اطہار کو قید کیا تھا۔ قال السيد في اللهوف انه قال سكينة فلما كان في اليوم الرابع من اقامتنا یعنی حضرت سکینہ خاتون فرماتی ہیں کہ ہمیں خرابہ میں چوتھا روز تھا۔ حالانکہ خرابہ میں نہ گرمی سے بچنے کا انتظام تھا اور نہ ہی شب کو سردی سے محفوظ رہنے کا کوئی بندوبست تھا بہرحال پھر کرب و غم کے عالم میں نیند آ گئی اور شب کو عالم خواب میں دیکھا کہ ایک عماری نازل ہوئی اور اس میں سے ایک بی بی آہ و زاری

کرتی ہوئی نکلیں واحسیناہ زبان پر تھا۔ جناب سکینہؑ فرماتی ہیں کہ میں نے کسی سے دریافت کیا کہ یہ کون بی بی ہیں جو ہائے حسینؑ کہہ کر رو رہی ہیں۔ مجھ سے جواباً کسی نے کہا کہ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں جو مادر حسینؑ ہیں اور دختر حضرت رسولؐ خدا ہیں۔ میں آگے بڑھی اور سلام کیا کہ اے جدہ ماجدہ بیکس کا سلام قبول فرمائے میں نے چاہا کہ بابا کے شہید ہونے کے بعد جن ظلم و ستم کا ہم نشانہ بنے ہیں وہ اپنی دادی صاحبہ کے روبرو بیان کروں تاکہ دل بیکس کو تسکین ہو۔ میں نے عرض کیا۔

یا اماہ و اللہ جحدوا حقنا یا امنا بددوا واللہ شملنا یا امنا واللہ اسنا حوا حریمنا یا امنا واللہ قتلوا الحسین ابانا۔

ای جدۂ مہربان کجائی	رو از چہ بما نمی نمائی
یکدم بہ خرابہ جدہ جان آئی	بر حالت زار ما بہ بخشائی
راندی بہ بہشت کشتی خویش	رو تافتی از بہشتی خویش
دانم کہ تو در بہشت جاوید	رخشندہ تری ماہ و خورشید
اولاد تو روی خاک خوابندہ	افسردہ زار و دل کبابند
لیکن متند دختر انت	درخاک فتادہ اختر انت
یکمشت اسیر و خوار و دیلان	بی فرش و چراغ و زار و نالاں
از فرقت باب تاجدارم	ای جدہ ہمیشہ اشکبارم

داغ علیؑ اکبر جوانم
افروختہ جسم ناتوانم

دستور زمانہ ہے کہ جب وقت مصیبت کوئی خاندانی بزرگ مرد یا خاتون ملجائے تو مصیبت زدہ کا دل آتا ہے آنکھوں سے سیل اشک رواں ہو جاتا ہے اور

آہ دل زبان پر الفاظ کا لباس پہن لیتی ہے چنانچہ سکینہ خاتون نے جب اپنی جدہ ماجدہ فاطمہ زہرا کو دیکھا تو آپ کا دل بھی بھر آیا اور بے ساختہ کہا اے دادی صاحبہ آپ کہاں تھیں ہمیں اپنی صورت نہیں دکھلائی۔ قصہ یہ تھا کل اے دادی ہم اسیر ہو گئے اور آپ نے خبر تک نہ لی۔ آج شب آپ اس خرابہ میں آئی ہیں گویا کہ آپ نے ہماری حالت زار پر کرم فرمایا ہے ہم نے اپنی کشتی بہشت کی طرف روانی کر دی جس میں ۱۸۔ جوانان ہاشمی سوار ہیں۔ اس کشتی کے ناخدا عباس علمدار ہیں۔ آپنے کشتی میں سوار ہونے والوں کو دیکھا ہوگا۔ آپ تو دائمی طور پر بہشت بریں میں رہتی ہیں لیکن اے جدہ آپ کی اولاد خاک پر سو رہی ہے۔ جن کے چہرے مرجھا گئے ہیں دل پژمردہ ہیں۔ اور آپ کی بیٹیاں خاک بسر ہیں۔ ہم سب اسیر ذلیل و خوار ہو رہے ہیں اور ہمارا زندان تاریک ہے نہ چراغ نہ فرش نہ بستر نہ تکیہ۔ تکیہ ہے تو صرف ذات خداوند عالم پر۔ اور اے جدہ ماجدہ میں اپنے بابا حسینؑ کے غم میں روتی رہتی ہوں۔ آنکھوں سے آنسو برساتی رہتی ہوں۔ اور بھائی علیؑ اکبر کا داغ سینہ پر ہمہ وقت تازہ ہے جناب سیدہ عالم نے جب سکینہؑ خاتون کے یہ بین سنے تو فرمایا کہ اے نور دیدہ سکینہ بس اسیقدر مرثیہ کافی ہے اسقدر نالہ مت کر ھٰذا قمیص ابیک الحسین لایفارقنی حتی القی اللہ۔ اے بیٹی سکینہؑ یہ تیرے بابا کا پیراہن خون آلود ہے جو میرے پاس ہے اور میں اسے دیکھا کرتی ہوں اے شیعو۔ سیدۂ عالمین فاطمہ زہرا اس خون آلود قمیص امام حسینؑ کی زیارت کرتی ہیں اور تم بھی بروز قیامت جب مجلس حشر میں مجلس عزا قائم ہوگی اور سیدہ عالمینؑ یہ کرتا لے کر زیر عرش آئیں گی اور فریاد کریں گی زیارت کرو گے یہیں سے یہ امر مستنبط ہوتا ہے

کرتی ہوئی نکلیں واحسیناہ زبان پر تھا۔ جناب سکینہؑ فرماتی ہیں کہ میں نے کسی سے دریافت کیا کہ یہ کون بی بی ہیں جو ہائے حسینؑ کہہ کر رو رہی ہیں۔ مجھ سے جواباً کسی نے کہا کہ جناب فاطمۂ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں جو مادر حسینؑ ہیں اور دختر حضرت رسول خدا ہیں۔ میں آگے بڑھی اور سلام کیا کہ اے جدہ ماجدہ بیکس کا سلام قبول فرمائیے میں نے چاہا کہ بابا کے شہید ہونے کے بعد جن ظلم و ستم کا ہم نشانہ بنے ہیں وہ اپنی دادی صاحبہ کے روبرو بیان کروں تاکہ دل بیکس کو تسکین ہو۔ میں نے عرض کیا۔

یا اماہ واللہ جحدوا حقنا یا اماہ بددوا واللہ شملنا یا اماہ واللہ استباحوا حریمنا یا اماہ واللہ قتلوا الحسین ابانا۔

ای جدۂ مہربان کجائی ... رو از چہ بمانمی نمائی
یکدم بہ خرابہ جدہ جان آئی ... بر حالت زار ما بہ بخشائی
راندی بہ بہشت کشتی خویش ... رو تافتی از بہشتی خویش
دانم کہ تو در بہشت جاوید ... رخشندہ تری ماہ و خورشید
اولاد تو روی خاک خواندہ ... افسردہ زار و دل کباب
لیکن متسند دختر انت ... در خاک فتادہ اختر انت
یکمشت اسیر و خوار و ذلیلان ... بی فرش و چراغ و زار و نالان
از فرقت باپ تاجدارم ... ای جدہ ہمیشہ اشکبارم

داغ علیؑ اکبر جوانم
افروختہ جسم ناتوانم

دستور زمانہ ہے کہ جب وقت مصیبت کوئی خاندانی بزرگ مرد یا خاتون مل جائے تو مصیبت زدہ کا دل آتا ہے آنکھوں سے سیل اشک رواں ہو جاتا ہے اور

آہ دل زبان پر الفاظ کا لباس پہن لیتی ہے چنانچہ سکینہ خاتون نے جب اپنی جدہ ماجدہ فاطمۂ زہرا کو دیکھا تو آپ کا دل بھی بھر آیا اور بے ساختہ کہا اے دادی صاحبہ آپ کہاں تھیں ہمیں اپنی صورت نہیں دکھلائی۔ قصہ یہ تھا کہ اے دادی ہم اسیر ہوگئے اور آپ نے خبر تک نہ لی۔ آج شب آپ اس خرابہ میں آئی ہیں گویا کہ آپ نے ہماری حالت زار پر کرم فرمایا ہے ہم نے اپنی کشتی بہشت کی طرف روانی کر دی جس میں ۱۸۔ جوانان ہاشمی سوار ہیں۔ اس کشتی کے ناخدا عباس علمدار ہیں۔ آپنے کشتی میں سوار ہونے والوں کو دیکھا ہوگا۔ آپ تو دائمی طور پر بہشت بریں میں رہتی ہیں لیکن اے جدہ آپ کی اولاد خاک پر سو رہی ہے۔ جن کے چہرے مرجھا گئے ہیں دل پژمردہ ہیں۔ اور آپ کی بیٹیاں خاک بسر ہیں۔ ہم سب اسیر ذلیل و خوار ہو رہے ہیں اور ہمارا زندان تاریک ہے نہ چراغ نہ فرش نہ بستر نہ تکیہ۔ تکیہ ہے تو صرف ذات خداوند عالم پر۔ اور اے جدہ ماجدہ میں اپنے بابا حسینؑ کے غم میں روتی رہتی ہوں۔ آنکھوں سے آنسو برساتی رہتی ہوں۔ اور بھائی علیؑ اکبر کا داغ سینہ پر ہمہ وقت تازہ ہے جناب سیدہ عالم نے جب سکینہؑ خاتون کے یہ بین سنے تو فرمایا کہ اے نور دیدہ سکینہ بس اسیقدر مرثیہ کافی ہے اسقدر نالہ مت کر ھذا قمیص ابیک الحسین لایفارقنی حتی القی اللہ۔ اے بیٹی سکینہؑ یہ تیرے بابا کا پیراہن خون آلودہ ہے جو میرے پاس ہے اور میں اسے دیکھا کرتی ہوں اے شیعو۔ سیدۂ عالمین فاطمہ زہرا اس خون آلودہ قمیص امام حسینؑ کی زیارت کرتی ہیں اور تم بھی بروز قیامت جب مجلس حشر میں مجلس عزا قائم ہوگی اور سیدہ عالمینؑ یہ کرتا لے کر زیر عرش آئیں گی اور فریاد کریں گی زیارت کروگے یہیں سے یہ امر مستنبط ہوتا ہے

کہ امام حسینؑ کی منسوب ہونے والی چیزیں قابل زیارت ہیں اس وقت جناب فاطمہؑ زیر عرش فریاد کریں گی کہ الٰہی ھٰذا قمیص ولدی الحسینؑ کہ یہ پیراہن حسینؑ ہے کہ جو تیروں سے چھلنی ہو گیا ہے یہ خواب جناب سکینہؑ نے خرابہ میں بیان کیا تو اسیروں میں ایک کہرام برپا ہو گیا واحسیناہ واحسیناہ۔

حضرت امام حسینؑ کی ایک کمسن بیٹی کی زندان شام میں وفات

جب اولاد رسولؐ نے دربار یزید سے زندان شام میں منزل کی تو اسیران کربلا دن رات شہیدان کربلا پر گریہ وزاری کیا کرتے تھے۔ امام حسین علیہ السلام کی ایک کمسن دختر جس کا نام فاطمہؑ تھا اسیروں میں زندان شام میں تھی۔ زندان شام کی راتوں میں ایک رات اس دختر صغیرہ کو اپنے بابا حسینؑ کے دیکھنے آرزو ہوئی۔ روایات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امام حسینؑ کو خداوند عالم نے جو بیٹیؑ عطا کی آپ نے اس کا نام فاطمہؑ رکھا اور جو فرزند عطا کیا اس کا نام علیؑ رکھا اور ان میں برائے امتیاز ناموں کے ساتھ القابات رکھے۔ جیسے علی اکبرؑ علی اوسطؑ، علی اصغرؑ وغیرہ، اسی طرح فاطمہؑ کبریٰ، فاطمہ صغریٰ و سکینہ خاتون وغیرہ۔ اس دختر کمسن کی عمر تین یا چار سال بتلائی جاتی ہے اور اس کا نام بتلایا جاتا ہے۔ حضرت امام حسینؑ اس دختر کو بہت چاہتے تھے۔ یہ دختر ہمیشہ امام حسینؑ کی آغوش کی زینت رہتی تھی۔ جب یہ معصومہ بچی لاش امام حسینؑ پر آتی ہے تو اس نے لاش سے مخاطب ہو کر عرض کیا یا ابہ اذا ظلم اللیل فمن یحمی حمای کہ اے بابا جان اگرچہ رات ہو گئی ہے

اور آپ مجھے اپنی گود میں نہیں لیتے۔ مجھے آپ کی آغوش بغیر نیند نہیں آتی کتاب ریاض میں بعض مولفین کے اقوال کی روشنی میں اس دختر مظلومہ کے حالات پائے جاتے ہیں اور ارباب مقاتل اور مرحوم السیدؒ کتاب لہوف میں لکھتے ہیں کہ روز عاشورا محرم حضرت امام حسینؑ بعد شہادت اصحاب و عزاء خیمہ میں تشریف لائے اور اپنے اہلحرم کو رخصت کیا وکان للحسین بنت عمرھا ثلث سنوات فجعل یقبلھا و قد نشقت شفتاھا من العطش ــــــ فرماتے ہیں کہ اہلحرم میں آپ کی ایک سہ سالہ تھی سامنے آئی اور آپ کا دامن پکڑ لیا۔ امام حسین علیہ السلام نے اس کو اپنی گود میں اٹھا لیا پیار کیا وہ بچی کہتی ہے یا ابتاہ العطش العطش فان الظماء قد احرق اے بابا جان بہت زیادہ پیاس لگ رہی ہے تشنگی کی وجہ سے میرا جگر جل رہا ہے امام حسین نے اس کو تسلی دی۔ اس بچی نے جب کہ امام حسینؑ اسلحہ لگا کر میدان رزم جانے لگے پیغمبر ایک مرتبہ دامن پکڑ لیا۔ اور عرض کیا یا ابہ این تمضی عنا اے بابا ہمیں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو فرمایا کہ اے بیٹی تم خیمہ میں بیٹھو شاید کہ میں تمہارے لیے پانی لاؤں آپ میدان میں پہنچے کنار نہر سے لشکر اعداء کو دور کیا اور نہر میں داخل ہو کر پانی خیمہ کے لیے لیا۔ لشکر والوں نے شور مچایا کہ اے حسینؑ تم پانی پی رہے ہو۔ اور شامی لوگ خیموں کو لوٹنے آ گئے ہیں۔ امام مظلوم نہر سے نکلے خیمہ میں تشریف لائے اس مظلومہ بیٹی کو گود میں لیا۔ اور تسلی دے کر پھر میدان قتال میں آئے اور وہ وقت آ گیا کہ امام حسینؑ شہید ہو گئے تو اہلحرم کے ہمراہ یہ کمسن بچی بھی آپ کی لاش پر آئی دیکھا کہ بغیر سر۔ لاش پڑی ہوئی ہے۔ بچی نے اپنے آپ کو لاشہ پر گرا دیا لیکن حضرت زینب خاتون نے اپنی گود میں اٹھا لیا۔ وہ بچی کہنے لگی

پھوپھی اماں مجھے باباکے لاشہ پر جانے دو تاکہ میں گلوئے بریدہ کا بوسہ لے سکوں۔ الغرض۔ اسیران کربلا کے ساتھ یہ بچی کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے زندان شام پہنچی۔ خرابۂ شام کو دیکھ کر اس بچی کا دل گھٹنے لگا۔ یہ کمسن بچی سر زانو پر رکھے رو رہی تھی فریاد کر رہی تھی ؎

بابا دراین خرابہ سازم بہ بینوائی
چشمم براہ ماندہ شاید ز در درآئی

بودی ہمیشہ جایم در روی دامن تو
از تو ندیدہ بودم اینگونہ بیوفائی

یعنی اے بابا اس خرابہ شام میں آپ کا برابر انتظار ہے میں تو ہمیشہ آپ کی گود میں رہتی تھی اب آپ تشریف نہیں لاتے یہ اچھی محبت ہے۔ اسی تصور میں بچی رویا کرتی تھی۔ کہ اس پر نیند طاری ہو گئی۔

اور اس نے عالم خواب میں دیکھا کہ سر بریدۂ حسین علیہ السلام طشت طلاء میں یزید کے سامنے رکھا ہے اور وہ ملعون چوب دستی سر مطہر پر لگا رہا ہے۔ کہ ناگاہ سر بریدہ نے بارگاہ خدا میں استغاثہ کیا ؎

خدایا راضیم من بر رضایت — سر تسلیم دارم بر قضایت
چہ باشد دست تقدیرم عنان گیر — کجا بیرون توانم شد ز تقدیر
نباشم در طریق عشق معذور! — کہ بہر جانی از جانان نشوم دور
شہیدم خواستی با نوجوانان — فدا کردم سر اندر راہ جانان
عیالم را اسیر و خوار امت — پریشان خواستی کردم فدایت
سرم را خواستی از تن جدا شد — تنم را خواستی پامال تو تا شد

کنون در زیر چوب خیزرانم — تو آگاہی ز اسرار نہانم

ترکت الخلق طرا فی ہواکا
وایتمت العیال لکی آراکا

ماحصل یہ ہے کہ امام حسینؑ کے سر مطہر سے یہ آواز آئی کہ اے خداوند میں تیری رضا پر راضی ہوں اور میرا سر تیری حکم کے سامنے جھکا ہوا ہے۔ میں نے شہادت اختیار کی اور اپنے جوانوں کو بھی تیری راہ میں فدا کیا اپنے اہل و عیال کو تیری راہ میں اسیر دیکھنا پسند کیا۔ میں نے یہ بھی بصد خوشی چاہا کہ میرا سر تیری راہ میں میرے تن سے جدا ہو۔ لیکن اس وقت میرا سر چوب خیزران کے نیچے ہے اس میں کیا راز ہے تو بہتر جانتا ہے۔ بہرحال اس کمسن بچی نے جب اپنے باباکے سر مطہر کو چوب دستی کے نیچے دیکھا بیتاب ہو کر اٹھ بیٹھی۔ وابتاہ کی صدا بلند کی اور رونا شروع کیا۔ حضرت زینب خاتون نے سبب گریہ پوچھا تو بچی نے خواب بیان کیا۔ اور یہ کہہ کر وہ نالہ و فریاد کرنے لگی اور اس کا رونا بند نہ ہوا سب نے اس کو خاموش کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ حضرت زینبؑ خاتون اس کو تسلی دیتی تھیں مگر وہ بچی خموش نہ ہوتی تھی۔

بزبان حال اس دختر صغیر کے یہ جذبات غم ہیں ؎

پدر با من بغایت مہربان بود — ز بابم بیوفائی کی گمان بود
کہ کرد از آتش فرقت کبابم — مگر عمہ ز من رنجیدہ باہم
چرا زد شمر سیلی بر عذارم — اگر زندہ است باب تاجدارم

تو گوی در سفر رفتہ است بابت
کند امروز و فردا کامیابت

کجا مارا امید وصل باشد
گمانم این سخن بے اصل باشد

گویا کہ دختر معصومہ کہتی ہے کہ میں اپنے پیارے بابا جان سے بیوفائی کا گمان نہیں کر سکتی۔ کیونکہ میرے پدر بزرگوار تو مجھ پر بہت ہی زیادہ مہربان تھے۔ مگر اے پھوپھی اماں کیا میرے بابا مجھ سے رنجیدہ ہیں ان کی فرقت نے جگر سوختہ کر دیا ہے اگر بابا جان زندہ ہیں تو پھر شمر نے میرے رخساروں پر طمانچے کیسے لگائے۔ اگر تم یہ کہتی ہو کہ تیرے بابا سفر میں ہیں تو آج کل میں زیارت پدر کر کے ہمیں کامیاب ہو گی اے پھوپھی اماں دیدار پدر کہاں ہو گا یہ ساری باتیں بے اصل ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ بابا تو شہید ہو گئے۔ میں بے پدر ہو گی۔

اس یتیمہ بچی نے اسقدر گریہ کیا کہ روح جنت کو پرواز کر گئی۔ اس وقت اہلحرم میں ایک تازہ غم کی لہر دوڑ گئی۔ گریہ وزاری اور شور بکا سے زندان گونجنے لگا۔ یہاں تک کہ عورتوں اور بچوں کے گریہ کرنے کی آواز یزید کے محل تک گئی اور جب اس نے رونے کی آواز سنی تو سبب دریافت کیا۔ طاہر بن عبداللہ دمشقی کہتے ہیں کہ یزید اپنے زانو پر سر رکھے ہوئے تھا اور سر ابن فاطمہ طشت میں تھا کہ خرابہ سے شور گریہ بلند ہوا طاہر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ جس طشت میں سر امام حسینؑ تھا اس سے سرپوش ایک کنارے کو ہو گیا اور سر امام پاک بلند ہوا نزدیک تھا کہ قصر کی چھت سے ملجائے پھر سر مطہر نے باآواز بلند فرمایا۔ اختی سکتی ابنتی۔ کہ اے بہن میری بیٹی کو خوش کرو۔

خواہر بہ بیکساں حزینم تو یاوری
خواہر بکودکان یتیم تو مادری

یعنی کہا اے بہن زینبؑ، اے بیکس وغمگسار بہن تو ہی میرے یتیموں کی مددگار ہے تو ہی ان کی نگران ہے۔ تو ہی میرے چھوٹے بچوں کے لیے ماں ہے۔ طاہر کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ سر بریدۂ امام حسین نے چکر لگایا۔ اور یزید ملعون کی طرف رخ کر کے فرمایا۔ کہ اے یزید میں نے تیرا کیا ہے جو میرے اہلحرم کو قید کیا ہے۔ یزید پلید نے جب سنا تو کانپنے لگا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ اے طاہر کیا خبر ہے۔ میں نے کہا اے ظالم خرابہ میں ایک بچی کا انتقال ہو گیا ہے میں نے سر حسینؑ کو بلند ہوتے دیکھا اور آواز امام سنی ہے کہ جس سے تو خائف ہے یزید نے اپنا ایک غلام زندان میں بھیجا تا کہ حالات معلوم کرے۔ وہ زندان پہنچا تو حضرت سید سجادؑ نے سارا ماجرا بیان کیا۔ اس نے یزید کو واقعہ بتلایا۔ یزید نے کہا کہ اچھا اس بچی کے باپ کا سر (یعنی سر بریدۂ امام حسینؑ) زندان میں لے جاؤ۔ غلام سر امام حسینؑ لے کر زندان میں آیا۔ تمام اسیر سر مطہر کو دیکھ کر تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔ حضرت زینبؑ نے وہ سر اس بچی کے سامنے رکھا اس نے سوال کیا کہ یہ سر کس کا ہے۔ بتایا کہ یہ سر حسینؑ ہے اس یتیمہ نے اپنا موہنہ سر حسینؑ پر رکھا۔ اور بین کرنے لگی روتے روتے بیہوش ہو گئی حضرت زینبؑ خاتون نے اس کو بلایا تو محسوس ہوا کہ روح یتیمہ جنت کو پرواز کر گئی ہے۔ اسیران اہلبیتؑ اس خرابہ میں مشغول ماتم ہوئے۔ ہمسایہ عورتوں کو جب اس دختر امام حسینؑ کے انتقال کی خبر ہوئی خرابہ میں آئیں اور پرسہ دیا۔

غسالہ، کافور و کفن اور چراغ کا انتظام ہوا۔ غسل کے لیے تختہ آگیا۔ بچی کو غسل دیا۔ کفن پہنایا۔ اور اسی خرابہ میں دفن کر دیا۔ اس روز کہ جب اسیروں کو رہائی ہوئی اور شام سے مدینہ کے لیے قافلہ روانہ ہوا۔ تو حضرت در زندان تک

آئیں اور اپنا سر محمل سے نکال کر شام کی عورتوں سے فرمایا اے بیبیو! میں اپنی ایک بچی تمہارے پاس بطور امانت چھوڑ رہی ہوں۔ ؎

بر سر قبر صغیر ما کہ در غربت بمرد
گاہ بگذارید شمعی از وفائے اہل شام

حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کا شام میں منبر پر تشریف لے جانا اور خطبہ دینا

حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام پر جو مصائب گزرے ہیں وہ آپ کے پدر بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السّلام کے مصائب سے کم نہیں ہیں۔ چنانچہ آپ نے خود فرمایا ہے ؎

لم یلق خلق مالقیت ولا ابتلی   یوما بمثل بلیتی ایوب
حزن یذوب له الجبال وعنده   لیسلوا ابنی یوسفا یعقوب

بیمار کربلا کے مصائب اور سختیوں میں سے ایک عظیم ابتلاء یہ تھی کہ جب آپ اسیران کربلا کے قافلہ کو لے کر وارد دربار یزید ملعون ہوئے تو یزید کے حکم سے ایک خطیب مسجد جامع میں منبر پر گیا اور آپ کی موجودگی میں اس بدبخت خطیب نے مدح آباء و اجداد یزید کی اور حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کی معاذ اللہ مذمت کی۔ حضرت سید سجادؑ کے منبر پر تشریف لے جانے اور اموی خطیب کے خطبہ کا ارباب مقاتل نے کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ بعض ارباب مقاتل لکھتے ہیں کہ دربار یزید میں اسیران کربلا کی موجودگی میں اموی خطیب نے خطبہ

دیا اور بعض لکھتے ہیں کہ مسجد جامع دمشق میں خطبہ دیا غرض کہ دونوں واقعہ جمع کر دیئے ہیں۔

شیخ طبرسی نے کتاب احتجاج میں و کامل نے کتاب السقیفہ میں، و ابی مخنف نے مقتل میں، ابن شہر آشوب نے مناقب میں نقل کیا لیکن علامہ مجلسیؒ بحار میں کتاب مناقب سے واقعہ کو تفصیل سے نقل کیا ہے کہ یزید ملعون نے حکم دیا کہ لوگوں کو واقعہ کربلا سے خبردار کیا جائے اور ایک زبان دراز اموی خطیب کو حکم دیا کہ مسجد جامع میں منبر پر جا کر خطبہ دے اور آل ابو سفیان کی مدح سرائی کرے اور حضرت علی مرتضیٰ علیہ السّلام کی شان میں ناروا الفاظ کہے یعنی کہ معاذ اللہ ان کی مذمت کرے۔ پس فصعد الخطیب المنبر خطیب منبر پر گیا۔ اوّل حمد و ثنائے الٰہی ادا کی ثم اکثر الوقیعۃ فی علی والحسین۔ اس بدبخت اور محروم سعادت خطیب یزیدی نے معاویہ کی شان میں زبان کھولی اور اس کی مدح سرائی کی۔ اور کہا کہ معاویہ اور یزید دونوں کی حکومت درست ہے جب اموی خطیب سلطنت و خلافت یزید کی مدح سرائی کر رہا تھا تو حضرت سید سجاد علیہ السّلام سے ضبط نہ ہو سکا اور آپ نے بلند آواز سے کہا۔ ویلک ایھا الخاطب اشتریت مرضات المخلوق بسخط الخالق یعنی وائے ہو تجھ پر اے خطیب کہ تو نے رضاء خدا کے بدلے میں رضاء مخلوق خرید کر لی کیا تو خدا کے غضب سے نہیں ڈرتا آپ اپنی جگہ سے اٹھے اور یزید کے نزدیک جا کر بیٹھ گئے اور اس سے خطاب کیا اے یزید ایذن لی حتی اصعد ھذہ الاعواد کہ مجھے بھی اجازت دے کہ منبر پر جا کر رضاء و خوشنودی خدا کے لیے خطبہ دوں تاکہ تمام لوگ اس سے استفادہ کریں یزید نے چاہا کہ سید سجادؑ خطبہ نہ دیں۔

روساء شام اور اراکین دربار نے یزید کو مجبور کیا کہ خطبہ دینے کی اجازت دی جائے۔ ہم اس ہاشمی جوان سے خطبہ سننا چاہتے ہیں یزید نے کہا اے شامیو فانہ من اہل بیت ذقوم العلم زقاقا۔ کہ یہ اہلبیتؑ پیغمبرؐ خدا سے ہے عالم و دانا ہے انہوں نے کہا کہ اچھا پھر تو سید سجادؑ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے منبر کی طرف گئے اور عرشہ منبر پر جا کر خطبہ دیا۔ لوگ ہمہ تن گوش تھے۔

اولاً آپ نے حمد و ثنا ماالہی ادا کی پھر اپنے جد محمد مصطفٰے پر درود و سلام بھیجا۔ پھر فرمایا کہ خداوند عالم نے ہم کو چھ چیزیں عطا کی ہیں اور سات فضیلتیں ہمارے لیے ہیں۔ چھ چیزیں جو عطا کی ہیں وہ یہ ہیں کہ۔

(۱) علم (۲) علم، (۳) سماحۃ (۴) فصاحت و شجاعت، اور محبت جو اہل ایمان کے دلوں میں ہے یعنی کہ ہر مومن ہم کو درست رکھے۔ اور سات فضیلتیں یہ ہیں کہ جو ہمارے لیے مخصوص ہیں

(۱) پیغمبر اسلام ہم میں سے ہیں۔ صدیق حیدر کرّار ہمارے جد ہیں جعفر طیارؑ ہم میں سے ہیں حمزہؑ شیر رسول خدا ہم میں سے ہیں۔ حسن و حسینؑ ہم میں سے ہیں لے تمام کے لوگو جو مجھے پہچانتا ہے۔ لیکن ہر ایک شخص تو نہیں پہچانتا اور نہ ہی جانتا ہے اب وہ پہچالیں کہ انا ابن مکۃ و منی و انا ابن زمزم والصفا انا ابن من من حمل الرکن باطراف الرداء انا ابن خیر من انتعل واحتفی انا ابن خیر من طاف وسعی انا ابن خیر حج و لبی انا ابن من حمل علی البراق فی الھواء انا ابن من اسری بہ عن المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی انا ابن من بلغ بجبرئیل الی سدرۃ المنتھی انا ابن من دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی انا ابن صلی

ملائکۃ السماء انا ابن من اوحی الیہ الجلیل ما اوحی۔

حاصل خطبہ یہ ہے کہ میں مکۃ و منیٰ، زمزم و صفا، رکن اور اطراف رداء کعبہ (غلاف) طواف و سعی حج و لبیک فرزند ہوں یعنی فرزند نبی ہونے کی وجہ سے وارث کعبۃ اللہ اور ارکان حج میں سے ہوں میں صاحب معراج کی ذریّت طیبہ ہوں وہ صاحب جسے خدا معراج میں لے گیا مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک (یہ مسجد فلک چہارم پر ہے جس میں شب معراج آنحضرت آنحضرت نے تمام انبیاءؑ و مرسلین کو نماز پڑھائی ہے۔ اسی بیت المعمور کہتے ہیں) میں اس کا فرزند ہوں کہ جس کی نماز جنازہ ملائکہ سماوات نے پڑھی ہے۔ میں اس کا فرزند ہوں کہ جس پر رب جلیل نے وحی بھیجی۔

جب شام کے لوگوں نے آپ کے حالات سنے تو حیران رہ گئے۔ کہ یہ تو نبی زادہ ہے۔ اور جب کہ یزید ملعون نے یہ مشہور کیا ہے کہ یہ معاذ اللہ خارجی ہے۔ پھر حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا کہ انا ابن محمد المصطفیٰ۔ کہ میں محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرزند ہوں فرمایا کہ اب پدر بزرگوار کا نام سنو اور میرے آج کل کے القاب سنو۔

انا ابن من ضرب خراطیم الخلق قالوا لا الہ الا اللہ انا ابن من ضرب بین یدی رسول اللہ بسیفین وطعن برمحین وھاجر الھجرتین وبایع البیعتین وقاتل ببدر و حنین ولم یکفر طرفۃ العین انا ابن صالح المومنین و وارث النبیین وقامع الملحدین ویعسوب المسلمین و نور المجاھدین و زین العابدین وتاج البکائین واصبر الصابرین و افضل القائمین من آل یٰسین

رسول رب العالمین انا ابن المؤید بجبرئیل المنصور بمیکائیل المحامی عن حرم المسلمین و قاتل المارقین و الناکثین و القاسطین و المجاهد اعداء الله و افخر من مشی من قریش اجمعین و اول السابقین و قاسم المعتدین و مبید المشرکین و سهم من مرامی الله علی المنافقین و لسان حکمة العابدین و ناصر دین الله و ولی امر الله و بستان حکمة الله و عیبة علمه سمح سخی بهلول الزکی الطحی رضی مقدام همام صابر صوام مهذب قوام قاطع الاصلاب مفرق الاحزاب اربطهم عنانا و اثبتهم جنانا و امضاهم عزیمة و اشدهم سکینة اشد باسل بطیخهم فی الحروب اذا ازدلفت الاسنة و قربت الاعنة طحن الرحا و یذروهم بذری احدی شجری مهاجرین من العرب سیدها و من الوغا لیثها وارث المشعرین ابو السبطین الحسن و الحسین ذالک جدی علی بن ابی طالب علیہ السلام ۔

یعنی کہ اے گروہ مردمان شام یہ میرے جد نامدار ہیں کہ جن کے صفات و القاب و اسماء مبارکہ میں نے اس وقت بیان کئے خلاصہ یہ ہے کہ میرے جد علیؑ ولی ہیں اخی رسول خدا ہیں زوج دختر رسول خدا ہیں والد شبیر و شبر ہیں شریک صاحب معراج ہیں ؎

علیؑ کا مرتبہ اللہ اکبر　　　خدا نے تلوار دی نبیؐ نے دختر

میری جدّہ ماجدہ حضرت فاطمۂ زہرا سلام اللہ علیہا بنت رسولؐ خدا ہیں ؎

عصمتش سر بآسمان بردہ　　　سایہ بر آفتاب گستردہ

روز محشر پناہ خلق جہان　　　دوستانرا مقام امن و امان

یعنی کہ میری جدہ ماجدہ فاطمۂ زہرا دختر رسولؐ خدا شفیعہ روز محشر ہیں خلق خدا کو پناہ دینے والی ہیں اور اپنے محبّوں کے لیے ذریعہ شفاعت و نجات ہیں ۔ وہ عصمت پوش بی بی ہیں ۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کا خطبہ سن کر لوگ بآواز بلند رونے لگے ۔

مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ کتاب مناقب میں کتاب احمر سے الفاظ خطبہ قدسیہ مختلف ہیں اور علامہ مجلسیؒ نے کتاب مناقب سے خطبہ نقل فرمایا ہے ہم خطبہ کے مابقی کلمات درج کرتے ہیں چنانچہ خطبۂ سید سجاد علیہ السّلام میں مذکورہ صفات کے ساتھ ساتھ یہ الفاظ بھی پائے جاتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ایها الناس انا ابن المقتول ۔ یعنی کہ اے لوگو میں مقتول کا فرزند ہوں یعنی جسے لشکر یزید نے کربلا میں قتل کیا ہے ۔ حالانکہ نہ میرے پدر بزرگوار نے کسی کا مال لیا تھا نہ کسی کو قتل کیا تھا کہ اس کا خون بہا ان کے ذمہ ہو ۔ ان کی لاش مطہر اور ہمارے شہیدوں کے لاشے بے گور و کفن پڑے رہے ۔ انا ابن المحزوز الرأس من القفاء ۔ میں اس کا فرزند ہوں کہ جس کا سر پس گردن سے قطع کیا گیا ۔ انا ابن العطشان حتی قضی انا ابن طریح بکربلا ۔ یعنی میں پیاسے کا فرزند ہوں اس کا بیٹا ہوں کہ جسے پیاسا شہید کیا ۔ اور اس کے بدن مبارک کو سپرد خاک بھی نہیں کیا ۔ انا ابن مسلوب العمامة و الرداء انا ابن من بکت علیه ملائکة السماء انا ابن من ناحت علیه

الحن فی الارض وایطوخی النھواء انا ابن من راس علی السنان یھدی۔ یعنی کہ میں اس کا بیٹا ہوں جس کا سر نیزہ پر بلند کیا گیا۔ شہر بشہر ہدیہ کیا گیا اور مسلمانوں ہی نے ہمیں غارت و برباد کیا۔ پھر فرمایا انا ابن من حمل حرمہ من العراق الی الشام۔ میں اس کا فرزند ہوں کہ جس کے اہل حرم کو مثل اسیران کفار کوفہ سے شام لائے ہیں۔ و فی المقتل المنسوب الی ابی مخنف انا ابن صریع کربلا انا ابن من راحت انصارہ تحت الثری انا ابن من ذبحت اطفالہ من غیر سوی انا ابن من اضرم الاعداء فی خیمتہ لظی انا ابن من اضحی صریعا بالتقی انا ابن من لاغسل ولاکفن یری انا ابن من رفعوا راسہ علی القنا انا ابن من هتك

ان کلمات کے ادا کرتے ہوئے آپ کی آنکھوں سے سیل اشک رواں ہوگیا۔ فلما سمعوا الناس کلامہ ضجوا بالبکاء والخیب وعلت الاصوات فی الجامع جب حاضرین نے یہ کلمات سنے تو شور گریہ و بکا بلند ہوا اور مسجد جامع میں ایک غلغلہ برپا ہوگیا فخاف یزید الفتنۃ یزید پلید کو خوف ہوا کہ کوئی فتنہ پیدا نہ ہو جائے اس نے موذن کو حکم دیا کہ اذان دی اس نے کہا اللہ اکبر امام علیہ السلام نے خطبہ بند کیا۔ اور تکبیر کہی۔ اور فرمایا کہ اے موذن تو نے خدا کو بزرگی کے ساتھ یاد کیا اور حق بات کہی ہے فی المناقب لاشیٔ اکبر من اللہ یعنی کوئی شے خدا سے بزرگ تر نہیں ہے ابی مخنف لکھتے ہیں کہ موذن نے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کہا۔ حضرت نے فرمایا۔ اشہد بہا مع کل شاھد واحتملھا مع کل جاحد فی المناقب شہد بہا شعری و

میں شہادت دیتا ہوں اپنے موئے بدن، (یعنی بال) گوشت پوست اور اپنے خون سے کہ خدا وحدہٗ لاشریک لہ ہے۔ ابی مخنف کہتے ہیں کہ موذن نے کہا اشہد ان محمد رسول اللہ۔ پس سید سجاد زار و قطار رونے لگے اور حضرت کے ساتھ ساتھ تمام لوگ رونے لگے۔ وفی نسخۃ من المقتل المخطوطۃ ثم بکی ورمی العمامۃ من راسہ ورمی بھا الی المؤذن۔ حضرت سید سجادؑ نے اپنے سر سے عمامہ اتارا۔ اور موذن کی طرف رخ کرکے فرمایا اے موذن تجھے خدا قسم ہے چند منٹ توقف کر۔ اس نے اذان میں وقفہ کیا اور امام علیہ السلام یزید کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ اے یزید محمدؐ میرے جد ہیں یا تیرے محمدؐ تیرے جد نہیں بلکہ ہمارے جد ہیں۔ تو جن کا کلمہ پڑھتا ہے جن کا نام اذان میں لیتا ہے اور فرزند پیغمبرؐ کو قتل کیا اور مجھے یتیم و اسیر کیا۔ یزید ملعون کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ مسجد سے نکل آیا۔ اور کہا لاحاجۃ لی فی الصلوٰۃ — امام علیہ السلام منبر سے اتر آئے اہل شام آپ کے آس پاس جمع ہوگئے اور معذرت کرنے لگے کہ اے مولا ہم آپ کو نہیں پہچانتے تھے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے ساتھ منہال کوفی کی گفتگو

مسجد جامع میں جو لوگ خطبہ سننے کے لیے جمع ہوئے تھے ان میں منہال بن عمرو کوفی بھی تھا۔ منہال خدمت امام زین العابدین علیہ السلام میں حاضر ہوا اور عرض کیا کیف اصبحت یا ابن رسول اللہ کہ اے مولا آپ کی صبح و شام

کیسی گزری۔ حضرت نے فرمایا کہ اے منہال کیف حال من اصبح وقد قتل ابوہ وقتل ناصرہ اس کا کیا حال کہ جس کے باپ، بھائی اور یاور و انصار سب قتل ہوگئے ہوں اور اس کے پردہ دار اسیر ہوں۔ اور اے منہال زمانہ نے ہمیں باس عزا پہنا دیا ہے یعنی کہ ہم سوگوار سید الشہداءؑ ہیں۔ اور زمانہ نے ہم کو اسقدر پیس دیا ہے کہ اُمت نے ہمارے حسب و نسب کا بھی خیال نہ کیا۔ اور اب ہم شہر میں اسیر یزید ہیں منہال نے کہا اے مولا کس جگہ قیام ہے تاکہ حاضر خدمت ہوسکوں۔ امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا کہ زندان شام یعنی خرابۂ شام، اور آپ اسقدر روے کہ ہچکی گلوگیر ہوگی۔ صاحب احتجاج نے منہال کی بجائے کی بجائے مکحول نام تھا جو کہ آنحضرتؐ کے صحابی تھے۔ بہر حال سید جزائری انوار نعمانیہ میں رقم طراز ہیں کہ منہال نے کہا کہ میں کوچہ و بازار دمشق سے گزر رہا تھا کہ۔ واذا بعلی ابن الحسینؑ یتوکا علی عصی و دجلا کا نتھما قصبتان والدم لیسیل من ساقیہ والصفرۃ قد ازدادت علیہ۔ میں نے دیکھا کہ حضرت امام زین العابدینؑ عصا کے سہارے کھڑے ہیں۔ جب میری نظر آپ کی پائے مبارک کی طرف گئی تو آپ کی پنڈلیاں بالکل خشک معلوم ہو رہی تھیں اور خون بھی جاری تھا۔ آپ کا رنگ مبارک زرد ہوگیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اے منہال ہمارا کیا حال پوچھتے ہو یزید ابن معاویہ نے ہمیں اسیر کیا ہے نہ ہمارے بچوں اور عورتوں کو شکم سیر ہوکر کھانا ملتا ہے نہ ہی میں شکم سیر ہوکر کھا سکا ہوں۔ منہال نے یہ سن کر عرض کیا کہ سیدی و الی این ترید۔ کہ آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ مکان کہ جسے زندان کہتے ہیں۔ اور یزید نے ہمیں زندان میں رکھا ہے۔ اور یہ اسقدر خراب ہے کہ دن کی دھوپ اور رات کی اوس پڑتی ہے۔ میں چونکہ بیمار

ہوں اس لیے میں بازار کی طرف نکل رہا ہوں کہ کس جگہ سایہ میں سانس لوں۔ میری پھوپھی زینبؑ خاتون ہمہ وقت میرا خیال رکھتی ہیں اور زندان سے باہر نہیں جانے دیتی مبادا کوئی اور تکلیف نہ پہنچے

واقعہ ہندہ زوجہ یزید

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ یزید پلید نے اسیران اہلبیت اطہار کو خرابۂ شام میں جگہ دی تھی۔ یہ خرابہ ایک مکان تھا کہ جس میں دن کی دھوپ اور رات کی اوس پڑتی تھی جس سے اسیران حرم کے رنگ متغیر ہوگئے تھے پھول سے بچوں کے رخسار سے مرجھا گئے تھے۔ ان کے بدن کمزور ہو گئے تھے جب یزید نے ان کی حالت زار دیکھی تو کہا اسیران اہلبیتؑ کو چند روز کے لیے حرم خانہ میں جگہ دی جائے بروایتی بنا بر بخواہش ہند دختر عبداللہ بن عامر زوجۂ یزید کہ جو پہلے خدمت امام حسینؑ میں رہ چکی تھی۔ بنی ہاشم کو دوست رکھتی تھی۔ اور نبی زادیوں اور اولاد علیؑ کی محبت سے سرشار تھی۔ اس نے اپنے شوہر یزید سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اسیروں کو زندان سے نکال کر چند روز کے لیے میرے قصر میں جگہ جلے تاکہ میں نبی زادیوں کی خاطر خواہ پذیرائی کرسکوں۔ یزید چونکہ اس کو بہت دوست رکھتا تھا اجازت دی کہ اسیروں کو اپنے مکان میں مہمان رکھے۔

شیخ کتاب منتخب میں تحریر کرتے ہیں کہ ہندہ ایک رات اسی انتظام میں مشغول رہی کہ اسیران اہلبیتؑ کے لیے چادریں اور لباس وغیرہ فراہم کیا جائے کہ ہندہ پر نیند طاری ہوئی اور عالم خواب میں دیکھا کہ درہائے آسمان کھل گئے ہیں۔

اور ملائکہ صف در صف نازل ہو رہے ہیں۔ اور اس جگہ جا رہے ہیں کہ جہاں سر بریدہ امام حسینؑ رکھا تھا۔ فرشتے نزدیک پہنچ کر اس طرح سلام کرتے ہیں کہ السلام علیك یا ابن رسول اللہ السلام علیك یا ابن یا اباعبداللہ ہندہ کہتی ہے کہ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک ابر سفید نیچے آیا۔ اور اس پر بساط اور چند پُر وقار نورانی چہروں والے لوگ بیٹھے ہیں۔ وہ ابر سے نکلے اور روتے ہوئے سر مطہر کے نزدیک گئے اور سر مطہر کے لبوں اور دندان مبارک کو بوسہ دیا۔ اور آنسو بہا رہے اور فرمایا اے فرزند یا ولدی قتلوك اتراهم ما عرفوك ومن شرب الماء منعوك۔ یعنی کہ اے فرزند تجھے قتل کیا۔ تجھے نہ پہچانا یعنی تیری قدر و منزلت نہ کی اور تجھے پیاسا رکھا پانی بند کر دیا۔ اور اے حسینؑ میں تیرا جد رسولؐ خدا ہوں یہ تیرے پدر علیؑ مرتضیٰ ہیں اور یہ تیرے برادر حسن مجتبیٰ ہیں یہ جعفرؑ یہ عقیل یہ حمزہ اور وہ عباسؑ ہیں۔ ہندہ کہتی ہے کہ میں خواب سے بیدار ہوئی لباس شب اتارا۔ میں یزید کو دیکھنے آئی مگر اس کو پایا۔ بلکہ یزید کے رونے کی آواز سنی۔ میں اس کے پاس گئی دیکھا کہ یزید ایک حجرہ میں بیٹھا ہوا رو رہا ہے۔ اور بار بار یہ کہتا ہے مالی وللحسین۔ کہ میرا حسینؑ کے ساتھ کیا کام تھا مطلب یہ تھا کہ میں نے حسینؑ کو ناحق قتل کیا۔ مجھے دیکھ کر کہنے لگا ہندہ یہاں کس لیے آئی ہے میں نے یزید سے اپنا خواب بیان کیا۔ اور اس سے کہا کہ اگر تو اپنے اس فعل پر نادم ہے تو مجھے اجازت دے کہ اسیران اہلبیت اطہار کو جو خرابہ میں ہیں اپنے مکان میں مہمان کروں۔ چنانچہ یزید نے اجازت دی اور جب صبح ہوئی تو یزید نے غلام کو بھیجا اور وہ اسیروں کو زندان سے یزید کے گھر لے گیا۔ (ماخوذ از کتاب منتخب) مؤلف فرماتے ہیں کہ اصل میں یزید اسیروں کو

اپنے گھر اس لیے لے گیا تھا کہ وہ اس کی شان و شوکت دیکھیں۔ یزید نے اس وقت سر امام حسین اپنی حرم سرا کے صدر دروازہ پر آویزاں کیا تھا۔

علامہ مجلسیؒ کتاب بحار میں مناقب سے اور ابو مخنف وغیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان یزید امر بان یصلب الراس علی باب دارہ وامر باهل بیت الحسین علیہ السلام ان یدخلوا دارہ۔ یعنی کہ یزید ملعون نے حکم کیا کہ سر بریدہ امام حسینؑ علیہ السلام حرم سرا کے صدر دروازہ پر لٹکایا جائے اور اہلبیتؑ اسی دروازہ سے داخل ہوں چنانچہ اہلبیت اطہار اسی دروازہ سے داخل حرم سرائے یزید ہوئے تو جب سر مطہر پر نگاہ پڑی بے ساختہ باآواز بلند رونے لگے۔ ہندہ زوجۂ یزید کو جب یہ خبر پہنچی تو وہ دربار یزید میں سر برہنہ پہنچی اور یزید سے کہا کہ اے ظالم اسقدر بیداد کہ سر پسر فاطمہؑ میرے محل سرا کے دروازہ پر آویزاں کیا ہے وہ مردود بولا کہ ہاں نہیں یہ تو بتلا کہ تو برہنہ سر دربار عالم کیسے آ گئی۔ تو بے شک حسینؑ پر گریہ کر نوحہ و بکا کر۔ ابن زیاد نے عجلت سے کام لیا اور حسینؑ کو شہید کر دیا۔ بہر حال اسیران اہلبیت داخل حرم سرائے ہندہ ہوئے کتاب بحار میں بحوالہ مناقب ہے کہ تمام زنان معاویہ و ابوسفیان نے ان اسیروں کا استقبال کیا اور حضرت زینب خاتونؑ سے ہندہ نے عرض کیا کہ آپ کے لیے مخصوص فرش و مسند بچھائی ہے آپ اس پر تشریف رکھیں لیکن حضرت زینبؑ نے قبول نہ کیا فرمایا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے بھائی کی لاش خاک و خون میں غلطاں دیکھی ہے جو ریگ کربلا پر پڑی رہی تمام عورات جمع ہوئیں اور تین دن تک صف عزا امام حسینؑ بچھی رہی اور ماتم حسین ہوتا رہا۔ حضرت زینب خاتون نے فرمایا کہ بھائی حسینؑ کا سر منگایا جائے

چنانچہ سر مطہر لایا گیا اس وقت بی بی زینبؑ نے اپنے بال کھول دیئے گریبان چاک کیا۔ اور مخدرات نے سر مطہر کے گرد ہالہ بنا کر ماتم کیا۔ اور زنان شام نے ساتھ دیا۔ اور حضرت زینبؑ کہتی تھیں اے قوم میں علی و فاطمہؑ کی بیٹی ہوں میں نبیؐ کی نواسی ہوں۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

شام میں تعین مکان برائے اقامہ عزا امام حسین علیہ السلام

شیخ کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ جب یزید ملعون نے ظاہراً ظلم کرنے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اور زبان پر یہ الفاظ جاری کیے۔ مالی وللحسین کہ مجھے حسینؑ سے کیا کام تھا۔ یعنی کہ میں نے حسینؑ کو ناحق قتل کیا۔ اس نے اظہار ندامت کے لیے اسیران اہلبیت اطہار کو خرابہ سے رہا کیا اور اپنی زوجہ ہندہ کے محل سرائے میں ان کو جگہ دی۔ اور حضرت سید سجادؑ سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو یہاں رہائش پذیر رہیں اور چاہیں تو مدینہ واپس تشریف لے جائیں ان دونوں باتوں میں سے جو پسند خاطر ہو آپ عمل کریں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اپنی پھوپھی زینب بنت علیؑ سے دریافت کر کے فیصلہ کروں گا جو وہ معظمہ فرمائیں گی عمل کیا جائے گا۔ حضرت زینبؑ نے پیغام یزید ہی سنا تو فرمایا کہ اے بیٹا سید سجادؑ اے میرے مقتول بھائی کی نشانی، جب سے حسینؑ شہید ہوئے ہیں ہم دل بھر کر نہ رو سکے اور نہ ماتم کر سکے اولاً ہمیں اجازت دی جائے کہ ہم شہیدان کربلا پر روئیں اور نوحہ و ماتم کریں جب یزید کو یہ معلوم ہوا تو اس نے

اجازت دیدی ثم اخلیت لهن الحجر والبیوت فی دار دمشق۔ پس یزید نے حکم کیا اور مکان و حجرے اسیروں کے لیے خالی کرا دیئے گئے کہ وہاں آزادی کے ساتھ ماتم حسین کریں اور اس نے اہلبیت کو اسباب عزاداری بھی فراہم کیے۔ زنان ہاشمی و قرشی کہ جو دمشق اور شام میں رہائش پذیر تھیں بغرض عزاداری آئیں اور شریک اہلبیت ہو کر نوحہ و ماتم کیا۔ ولم یبق هاشمیة ولا قرشیة الا ولبست السواد علی الحسین وندبوه علی ما ینقل سبعة ایام۔ یعنی کہ زنان ہاشمیہ و قرشیہ نے اہلبیت اطہار کے ساتھ دن تک عزاء امام حسینؑ برپا رکھی جناب زینبؑ علیا مصائب بیان کرتی تھیں۔ کبھی حضرت ام کلثوم بیان فرماتی تھیں اور جسقدر عورات اور بچے جمع ہوتے تھے امام حسینؑ غریب پر روتے تھے۔ علامہ مجلسیؒ نے جناب زینبؑ خاتون کا انشاء کیا ہوا مرثیہ جو آپ نے دمشق میں پڑھا لکھا ہے ریاض الاحزان کتاب میں ایسے مرثیہ پائے جاتے ہیں شیخ فخر الدین نے بھی کتاب منتخب میں لکھا ہے کہ یزید نے بظاہر خجل و شرمندہ ہو کر اہلبیتؑ اطہار کو زندان سے رہا کیا اور اپنی زوجہ ہندہ کے محل سرائے میں جگہ دی یہ بھی وارد ہوا ہے کہ یزید ملعون نے حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام سے فرمایا کہ اے سجاد میں تمہاری تین حاجتیں پوری کروں گا۔ آپ اپنی حاجتیں بیان کریں۔ اس روایت کو مرحوم سید نے اپنی کتاب لہوف میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ علامہ مجلسیؒ بحار میں فرماتے ہیں کہ ایک روز یزید نے حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام سے کہا کہ میں حُبِ سلطنت و حکومت میں اندھا ہو گیا تھا کہ حسینؑ ابن علیؑ کو قتل کیا۔ واب میں استغفار کرتا ہوں اے علیؑ ابن الحسینؑ کیا میرے لیے کوئی صورت ہے یا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ بالفرض محال اگر میں تجھے معاف کر دوں اور رسول خدا صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نہ چاہیں۔ ہمارے جد علی مرتضیٰؑ اور جدہ ماجدہ نہ چاہیں تو کس طرح تیری نجات ہوسکتی ہے۔ خدا تعالیٰ اور اس کے فرشتے تجھ پر نفرین کرتے ہیں اے یزید کیا تو نے حکایت صالح بن رقعہ یہود کہ جس نے میرے پدر بزرگوار حسین شہید کربلا کو اگرچہ کوئی خاص اذیت نہیں پہنچائی تھی نہیں سُنی ہے اور وہ حضرت رسول خدا علیؑ و فاطمہؑ کے نزدیک قابل مواخذہ قرار پایا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اے یزید وائے ہو تجھ پر کہ کارہائے زشت کو کرنے سے پہلے غور و فکر سے کام نہیں لیا۔ اور ہم اہلبیتؑ اطہار کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے اور فرمایا اے یزید یہ کیا ظلم ہے کہ اہلحرم کو اسیر کیا ہے جب کہ تو نے ہمارے مردوں میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑا۔ اب تو اپنی ظلم کا مزہ روز جزا چکھے گا حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے چونکہ ہادیٔ برحق تھے اس کو نماز غفیلہ تعلیم کی۔ کہ اس کے ذریعہ اپنے افعال زشت کی تلافی کرے مگر اس کو توفیق نہ ہوئی کہ وہ نماز غفیلہ پڑھتا۔ (از مترجم اس روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قاتلان امام حسینؑ کے توفیق ایزدی شامل حال نہیں ہوتی۔ پس کسی مفتی کا یہ کہنا اگر قاتل امام توبہ کرے تو بخشا جاسکتا ہے۔ کس حد تک یہ فتویٰ درست ہے اس کا اندازہ عزاداران امام حسین علیہ السلام خود کرسکتے ہیں قاتل امام حسینؑ یا کسی امام برحق کا کوئی شخص قاتل ہو اس کی نجات ہرگز نہیں ہے ہماری تصنیف عقیدہ عمل اور نجات ملاحظہ ہو۔

یزید کا ستمگاران کوفہ و شام سے قتل امام حسینؑ کے بارے میں استفسار کرنا

معین الدین روضۃ الشہداء میں تحریر کرتے ہیں کہ جب یزید بظاہر اپنے فعل زشت پر نادم ہوا اور اسیران اہلبیتؑ اطہار کو زندان سے اپنی زوجہ ہندہ کی محل سرائے میں لے گیا تو اس نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے کہا کہ آپ کی کوئی حاجت ہو تو بیان فرمائیں میں آپ کی تین حاجتیں پوری کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار کے قاتل کو میرے حوالہ کرتا کہ میں اسے قتل کروں اور قصاص لوں یزید نے حکم دیا کہ سرداران کوفہ جو اسیروں کے قافلہ کے ساتھ کوفہ سے شام آئے ہیں حاضر کئے جائیں چنانچہ سرداران کوفہ کہ جو قتل امام حسینؑ کے مرتکب ہوئے تھے بلائے گئے۔ سب سے پہلے خولی حاضر ہوا یزید نے سوال کیا۔ کہ تو نے امام حسینؑ کو قتل کیا ہے۔ خولی جانتا تھا کہ یزید کا کیا خیال ہے اس نے کہا کہ میرا حسینؑ کو قتل کرنے سے کیا تعلق۔ یزید نے اس سے کہا آخر پھر کس نے قتل کیا ہے اس نے کہا کہ سنان بن انس نے قتل کیا ہے یزید نے اس کو طلب کیا وہ حاضر ہوا یزید نے سوال کیا۔ آیا تو نے حسین ابن علیؑ کو قتل کیا ہے سنان نے کہا کہ قاتل حسینؑ پر خدا کی لعنت ہو میں نے انہیں قتل نہیں کیا۔ یزید نے غصہ ور ہو کر کہا پھر کس نے قتل کیا ہے کون تو قاتل حسینؑ ابن علیؑ ہے شمر ولد الحرام نے کہا اے یزید میں سچ کہتا ہوں کہ حسینؑ کو قتل کیا ہے یزید نے کہا اچھا کس نے قتل کیا ہے شمر ذی الجوشن نے کہا کہ اس شخص نے حسینؑ کو قتل کیا ہے کہ خزانہ کھول دیا کہ اسلحہ

جنگ خرید کیا جائے گھوڑے جنگ کے لیے خرید کیے جائیں جب یہ سارا اسلحہ جنگ فراہم ہوگیا تو لشکر ترتیب دیا اور حکم دیا کہ جاؤ حسینؑ بن علی سے جنگ کرو پھر شمر نے کہا جس نے حسین ابن علی کو قتل کیا ہے وہ یزید بن معاویہ ہے جب یزید نے یہ سنا تو کہا کہ تم میں سے ہر ایک فخریہ طور پر یہ کہتا تھا کہ میں نے حسینؑ کو قتل کیا ہے آپ سب انکاری ہیں خدا کی لعنت ہو تم پر۔ مؤلف کہتے ہیں کہ جو بھی لشکر عمر بن سعد میں امام حسینؑ سے جنگ کے لیے شریک ہوا وہ از طرف یزید بن معاویہ تھا۔ پس یزید ہی حقیقت میں قاتل امام حسینؑ ہے۔ ابن زیاد، ابن سعد خولی و شمر و سنان سب یزید کے سپاہی ہیں۔ ابن سعد اس لیے قاتل امام حسینؑ ہے کہ آنحضرتؐ اور علی مرتضیٰ نے خبر دی ہے کہ ابن سعد قاتل امام حسینؑ ہے۔ جب کبھی عمر بن سعد کہیں جاتا تو اصحاب کہتے تھے کہ جاء قاتل الحسین، کہ حسینؑ کا قاتل آگیا۔ اور چونکہ امام حسینؑ نے یہ خبر بھی دی ہے کہ ابن زیاد میرا قاتل ہے۔ پس ابن زیاد قاتل امام حسینؑ ہے اور یہ سب حکم یزید کے تابع تھے لہٰذا یزید بن معاویہ قاتل امام حسینؑ ہے اور خداوند عالم نے انبیاء کو خبر شہادت امام حسینؑ دی تو فرمایا کہ یزید کو قاتل فرمایا ہے پس اول قاتل یزید ملعون ہے اور شمر ولدالحرام اس لیے قاتل ہے کہ اس نے سر امام حسینؑ تن مبارک سے جدا کیا اور اس وقت آپ کی روح اقدس نے جنت کو پرواز کی۔ مختصر یہ ہے کہ قاتلان امام حسینؑ بے شمار ہیں۔ ہے

در دھر کسی ندیدہ یاد
یک کشتہ و صد ہزار جلاد

ایک ذات اقدس امام حسین علیہ السلام تھی اور سو ہزار جلاد تھے۔ اب زمانہ ظہور حضرت

قائم آل محمدؐ امام مہدی آخرالزمان عجل اللہ فرجہٗ میں قاتلان امام حسینؑ سے انتقام لیا جائے گا۔ جیسا کہ آیۃ مجیدہ۔ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِّى الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۔ بیشک وہ مدد دیا جائے گا (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳۳) (اور جو شخص ناحق قتل کیا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو (قاتل پر قصاص کا) قابو دیا ہے تو اسے چاہیئے کہ قتل میں زیادتی نہ کرے) (از مترجم اسی آیت میں خدا کا یہ فرمانا کہ انہ کان منصورا کہ وہ بے شک مدد دیا جائے گا کہ وہ قاتل کو قتل کرے۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ خداوند عالم نے حضرت امام حسینؑ کے وارث (یعنی قائم آل محمدؐ) کو اس لیے ہی زندہ رکھا ہے کہ قاتلان امام حسینؑ سے انتقام لیں۔ یہ انتقام دنیا کے اندر ہے اور آخرت میں اس کے لیے عذاب دائمی ہے)

یزید کا اہلبیتؑ اطہار کو بلانا اور معذرت خواہ ہونا

جب اسیران اہلبیتؑ اطہار کو شام میں رہتے ہوئے کافی عرصہ گزر گیا۔ اور اہل شام کو یہ اچھی طرح معلوم ہوگیا کہ اسیران بلا خارجی نہیں ہیں بلکہ اولاد حضرت پیغمبر اسلام ہیں اور ان اسیروں میں فاطمہ و علیؑ کی بیٹیاں قیدی ہیں۔ تو لوگوں میں ایک ہیجان پیدا ہوگیا اور یزید کے خلاف طعن و طنز کی گفتگو ہونے لگی۔ یزید نے کوشش کی کہ اس کے خلاف آواز دب جائے اس پر یزید نے یہ پروپیگنڈا شروع کیا کہ ابن زیاد ملعون نے قتل حسینؑ میں جلدی کی ہے خدا اس پر لعنت کرے۔ پھر یزید نے حکم دیا کہ قرآن کے الگ الگ جزو بنا کر اہل بازار کو دیئے جائیں تاکہ

وہ لوگ قرآن کی تلاوت میں مشغول رہیں اور شہادت امام حسینؑ پر تبصرہ کرنے سے باز رہیں تاکہ یزید نشانہ تشنیع نہ بنے۔ چنانچہ اسی دن سے قرآن کے تیس پارے کر دیئے گئے۔ اور اسیران اہلبیت اطہار کو یزید نے ہندہ کے محل میں جگہ دی۔ بروایت روضۃ الشہداء جناب ام کلثومؑ نے درخواست کی کہ ہمیں ایک مکان کا تعین کیا جائے کہ ہم اس میں آزادانہ طور پر عزاء امام حسین برپا کریں۔ چنانچہ ایک مکان برائے عزاداری دیا گیا۔ ہاشمی اور قرشی خواتین آئی تھیں اور امام حسینؑ کا پرسہ دیتی تھیں حضرت ام کلثوم مرثیہ پڑھتیں اور تمام عورات گریہ وزاری کرتیں۔ آپ کے مرثیہ کا فارسی ترجمہ بصورت نظم یہ ہے کہ ؎

افسوس کہ بیمونس و غمخوار بماندیم
رفتند عزیزان و زغم خوار بماندیم
آزاد شدند از غم این دام کہ ایشان
مار در مہلکہ و فتنہ گرفتار بماندیم
افگار شد از غم دل ایشان کہ برفتند
ما نالہ کنان بادل افگار بماندیم
در خاک بخفتند و دل اما بہ نہفتند
افسوس کہ در حسرت دیدار بماندیم
عیسیٰ نفسی بود طبیب ہمہ دلہا
بگذشت و ہمہ بادل و بیمار بماندیم

ان درد بھرے اشعار میں درد و غم کی اس طرح تصویر کشی کی گئی ہے کہ وا حسرتا کہ ہم بغیر مونس و غمخوار رہ گئے یعنی ہم عاجز و بے مددگار ہو گئے ہمارے وارث

قتل کر دیئے گئے۔ قرابتدار چلے گئے۔ ہم سے رخصت ہو گئے اور ہم غم نصیب رہ گئے۔ ہم مصائب اور دشواریوں میں پھنسے ہوئے ہیں اور وہ جو جام شہادت پی چکے آزاد ہو گئے۔ وہ غم سے آزاد اور ہم نالہ کناں باقی ہیں۔ وہ خاک میں سو رہے ہیں یعنی مدفون ہیں۔ اور ان کی یاد ہمارے دلوں میں پوشیدہ ہے اور ہمیں حسرت دیدار باقی ہے وہ عیسیٰ نفس تھے یعنی ہماری زندگی انہی کے دم سے تھی وہ تمام دلوں کے لیے طبیب تھے وہ گزر گئے اور ہم سب کے سب بادل غم والم باقی ہیں۔ الحاصل امام زین العابدین علیہ السلام غالباً یزید کے کہنے پر یزید کے ساتھ کھانے میں شریک ہوتے تھے۔ جب یزید نے دیکھا کہ اب اہلبیتؑ اطہار کا زندان میں میری رسوائی کا سبب ہے تو اس نے حکم دیا کہ تمام اسیران کربلا کو زندان سے رہا کیا جائے اور ان کی رہائی کے بعد اس نے ایک خاص مجلس قائم کی اور ان بیکسوں کے سامنے زبان معذرت کھولی۔ اظہار ندامت کیا۔ مال و اموال اور اسباب وغیرہ فراہم کیا۔ اور اس نے ام کلثومؑ کی طرف رخ کر کے کہا اے بنت علیؑ۔ یہ درہم و دینار بصورت عوض خون حضرت حسین ابن علی ہیں اور آپ لوگ مجھ سے راضی ہوں حضرت ام کلثومؑ نے صرف اتنا فرمایا اے بے حیا میرے بھائیؑ کے ایک بال کی برابر یہ درہم دینار کیوں کر ہو سکتے ہیں ساری دنیا اس کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔

مرحوم السید کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ یزید نے پھر امام زین العابدین علیہ السلام سے خطاب کیا اور کہا۔ اذکر حاجتک الثلاث التی وعدتک بقضائهن اے سید سجاد کوئی خواہش ہو تو بیان کرو میں تمہاری تین حاجتیں بر لاؤں گا۔ آپ نے فرمایا کہ میری حاجت یہ ہے کہ ان تریني وجه سيدي و مولاي وابي۔

کہ ہمیں ہمارے بزرگوار حسینؑ کا سر مبارک دکھا دے تاکہ ہم ان کی زیارت کر سکیں۔ اور دوسری حاجت یہ ہے کہ ہمارا سامان جو کچھ کہ تیرے لشکر نے لوٹ لیا ہے وہ واپس کر دے تیسری حاجت یہ ہے کہ اگر تو مجھکو قتل کرنا چاہتا ہے تو ایک امین دیانتدار شخص کو مقرر کر کہ وہ اہلبیتؑ نبوت کو مدینہ پہنچا دے۔ یزید نے جواباً کہا کہ تم اپنے پدر بزرگوار کا سر ہرگز نہیں دیکھ سکتے اور میں تم کو قتل نہیں کروں گا اور حرم رسالت کو کسی غیر کی سپردگی میں مدینہ نہیں بھیجوں گا۔ تم اہلحرم کو لے کر جاؤ گے۔ اور مال کے متعلق یہ ہے کہ اس کا عوض دینے کے لیے تیار ہوں بلکہ مال سے زیادہ۔ آپ نے فرمایا کہ میں تیرا مال لینا نہیں چاہتا۔ ہمارے مال و اسباب میں مقنعہ فاطمہؑ زہراؑ، قلادہ، اور ان کا پیراہن ہے یہ چیزیں ہمیں واپس دلا دی جائیں۔ تاکہ دست زہرا سے مس شدہ چیزیں نامحرم کے پاس نہ رہیں۔ پس یزید نے حکم دیا کہ یہ تمام چیزیں جو لوٹ لی گئی تھیں فوراً واپس کی جائیں۔ کیا کچھ واپس ہوا اس کا کسی معتبر کتاب میں تفصیلاً ذکر نہیں ہے البتہ کتب متاخرہ میں ہے کہ جب لوٹ کا مال واپس لایا گیا تو ایک پیراہن خون آلودہ تھا جو تیروں سے چھلنی ہو گیا تھا۔ اس نے سوال کیا کہ یہ کیا چیز ہے آپ نے فرمایا ھٰذا قمیص الحسینؑ کہ اے یزید یہ حسینؑ مظلوم کا کرتہ ہے جو اخنس بن مرثد ملعون نے حضرت کے بدن مبارک سے اتارا تھا۔ یزید نے کہا کہ یہ بوسیدہ اور کہنہ لباس حسینؑ نے کس لیے پہنا تھا۔ آپ نے فرمایا اس لیے کہ بوجہ بوسیدگی لباس کوئی اس لباس کو نہیں اتارے گا۔ اور یہ چاک چاک اس لیے ہے کہ نیزہ و تلوار و تیر سے چھلنی ہو رہا ہے اس وقت جب کہ اہلبیت اطہار نے وہ قمیص خون آلودہ

دیکھی تو گریہ وزاری کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ روایت ہے کہ یہی خون آلودہ قمیص امام حسینؑ بروز محشر آپ کی سوگوار ماں فاطمہؑ زہرا لے کر زیر عرش اس کی اور قائمہ عرش کے پاس کھڑی ہو فریاد کریں گی خدا وندا میں انصاف چاہتی ہوں۔

یزید کا اہلبیتؑ اطہار کو مدینہؐ جانے کی اجازت دینا

ابی مخنف مقتل میں لکھتا ہے۔ قال الراوی فاعطاھم مالا کثیرا واخلعت علی کل واحد منھن وزاد علیھم من الثیاب والحلی والاثاث بعوض ما اخذ منھن۔ کہ یزید نے ان کو مال کثیر اور لباس ہائے فاخرہ عطا کئے۔ اور حکم دیا کہ شتران خوش رفتار لائے جائیں ان پر کجاوہ محملیں سجائی جائیں ان پر پردہ ڈالے جائیں اور رئیس لشکر کو حکم دیا کہ پانچ سو سواران کے ہمراہ کئے جائیں اور پوری عزت و حرمت کے ساتھ اہلبیتؑ کو مدینہ لے جائیں بنا بر مشہور نعمان بن بشیر انصاری اس حفاظتی دستہ کا قائد مقرر ہوا تھا لیکن کامل السقیفہ میں ہے کہ عمرو بن خالد قرشی رئیس قافلہ تھا۔ یزید نے نعمان بن بشیر انصاری کو اس امر کی تاکید کی تھی کہ سید سجادؑ علی ابن الحسینؑ کو با حفاظت تمام و آسائش مدینہ پہنچایا جائے۔ اور اثنائے راہ اہلبیتؑ طاہرین میں سے کسی مخدرہ کو اونٹوں کے تیز رفتاری سے تکلیف نہ پہنچے۔

شیخ مفیدؒ اپنی کتاب الارشاد میں فرماتے ہیں کہ جب یہ تمام انتظامات

مکمل ہوگئے تو یزید نے حضرت سید سجادؑ سے تنہائی میں گفتگو کی اولاً ابن زیاد بدنہاد کو سخت برا کہا اور دشنام دیں اس پر لعنت بھیجی کہ ابن مرجانہ نے قتل حسینؑ میں عجلت سے کام لیا ہے۔ اگر میں ہوتا تو جو کچھ تمہارے پدر بزرگوار فرماتے اس پر عمل کرتا۔ اور میں حسینؑ کو قتل نہ کرتا۔ لیکن میں کروں خدا نے ایسا نہ چاہا اب میری آپ سے یہ خواہش ہے کہ مدینہ پہنچ کر جو کچھ حاجت ہو مجھے تحریر کریں میں اُسے پورا کروں گا۔ اس وقت حضرت سید سجاد پر گریہ طاری ہو گیا۔ یزید نے اہلبیتؑ اطہار کو رخصت کیا کہ مدینہ منورہ واپس جائیں۔

اہلبیتؑ اطہار کی شام سے مدینۂ منورہ واپسی

الشیخ فخر الدین طریحی کتاب منتخب فرماتے ہیں کہ فساد القاعد بعد وکان یتقدمهم تارة ویتاخر منهم تارة۔ کہ رئیس قافلہ بشیر یا عمرو بن خالد نے اہلبیتؑ اطہار کے قافلہ کو نہایت ادب و احترام کے ساتھ کوچ کا حکم دیا۔ اہلبیت اطہار اس شہر شام میں کربلا سے پہنچے ہیں تو یہ حالت تھی کہ۔ ؎

ع شامیان بستند بازوئے زینبؑ و کلثوم را

لیکن اب شام سے مدینہ روانہ ہوئے تو پردہ دار محملوں میں سوار تھے۔ قریشی عورتوں نے روانگی کے وقت الوداع کیا۔ رئیس قافلہ نے شام سے براہ راست معروف راستہ سے مدینہ منورہ جانا چاہا مگر اہلبیت اطہار کی یہ خواہش تھی کہ کربلا ہوتے ہوئے واپسی ہو تاکہ پھر ایک مرتبہ زمین کربلا پر سونے والوں کی قبروں کو بوسہ دے سکیں۔ اور زیارت قبور شہیدان کربلا ہوئے اہلبیت اطہار نے نعمان بن بشیر انصاری سے التماس کیا کہ ہمیں کربلا کے راستہ سے مدینہ لے

چلیے ہم شہیدوں کی قبروں کی زیارت کرنا چاہتے ہیں چنانچہ نعمان بن بشیر انصاری نے کربلا کی راہ اختیار کی۔ مرحوم السید لہوف میں تحریر کرتے ہیں کہ جب اہلحرم کا قافلہ عراق پہنچا یعنی کوفہ پہنچا تب اہلبیتؑ نے رئیس قافلہ سے کربلا جانے کے لیے استدعا کی۔ قال الراوی ولما بلغوا العراق قالوا للدليل مر بنا على طريق كربلا۔ اس خبر سے اور کلام شیخ طبرسیؒ سے یہی مفہوم نکلتا ہے کہ حضرت امام زین العابدین مع اہلبیتؑ اطہار شام سے اوّل کوفہ پہنچے ہیں اور کوفہ سے مدینہ روانہ ہوگئے ہیں۔ بہر حال اہلبیتؑ اطہار کا کربلا پہنچنے کا حال تحریر کیا جاتا ہے ؎

رُو سوئے کربلا کن کہ من خونشدہ دل گفتگو ہا بسر قبر برادر دارم
رُو سوئے کربلا کن کہ من از شعلہ آہ شمعہا بہر مزار علی اکبرؑ دارم

یعنی کہ سیدہ اہلبیتؑ اطہار زینبؑ خاتون رئیس قافلہ سے کہا کہ بسوئے کربلا چلو تاکہ میں اپنے بھائی کی قبر پر جاکر گفتگو کروں کچھ شام کے حالات اسیری بیان کروں۔ اور ہمیں کربلا لے چل تاکہ ہم قبر علیؑ پر شمع روشن کر سکیں چنانچہ نعمان بن بشیر انصاری نے اہلبیتؑ اطہار کی فرمائش پر عمل کیا اور راہ کربلا اختیار کی۔ اور جیسے منزلیں طے ہو رہی تھیں شوق زیارت قبور شہداء بڑھتا جا رہا تھا۔ اہلبیت اطہار کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ لبوں پر آہیں تھیں۔

قال السيد في اللهوف فلما وصلوا موضع المصرع وجدوا۔ یعنی کہ جیسے قافلہ وارد قتلگاہ سید الشہداء ہوا۔ دیکھا کہ جابر ابن عبد اللہ انصاری موجود ہیں اور ان کے ساتھ سادات بنی ہاشم اور آل رسولؐ بھی ہیں جو سب کے سب زیارت قبر امام حسینؑ کے لیے کربلا آئے ہوئے تھے۔ پس اس وقت

گریہ وبکا کا شور بلند ہوا۔ مخدرات نے اپنے موہنہ پر طمانچہ مارے واحسیناہ کی صدائیں بلند ہوتیں گریہ وبکا کا شور آسمان تک پہنچا ہے

کربلا یا کربلا یا کربلا ! | بازگشتہ زینبؑ از شام بلا
ای زمین تا چند روز این جسم پاک | ماندہ بی غسل وکفن بر روئے خاک
غیر نوک نیزہ زخمش را کہ دوخت | غیر زخم تیر بر حالش کہ سوخت

یعنی کہ اے کربلا۔ اے کربلا زینبؑ خستہ جگر اسیریٔ شام سے رہا کر پھر کربلا آئی ہے اس زمین پر یعنی کربلا کی زمین پر چند روز لاش مطہر امام حسینؑ بے گور وکفن پڑی رہی سارے زخم بھر گئے ہیں مگر نوک نیزہ اور تیروں کے زخم تا حال نہیں بھرے۔ اس وقت اسقدر گریہ بلند ہوا کہ جو بھی قتلگاہ میں موجود تھا رو رہا تھا۔ اس وقت مخدرات حرم نے اونٹوں سے اپنے آپ کو قبور شہداء پر گرا دیا تھا۔ اہلحرم نوحہ پڑھتے تھے اور تمام لوگ سر وسینہ پیٹ رہے تھے کربلا میں مجلس عزاء امام حسینؑ برپا تھی۔

بزبان حال حضرت زینبؑ خاتون نوحہ ومرثیہ حسب ذیل ہے ؎

پس از تو جان برادر چہ رنج ہا کہ کشیدم
چہ شہر ہا کہ نگشتم چہ کوچہ ہا کہ ندیدم
بسخت جانی خود اینقدر نبود گمانم
کہ بی تو زندہ ز دشت بلا بشام رسیدم!
بروں نمود در آندم چو شمر پیرہنت را
بتن ز پنجۂ غم جامہ ہر زمان بدریدم

زدم بچوبۂ محمل سر آں زماں کہ سرت
بنوک نیزۂ خولی سر چو ماہ تو دیدم
میان کوچہ وبازار شام پا برہنہ
سر از خجالت نامحرماں بجیب کشیدم
شدم چو وارد بزم یزید بازوی بستہ
ہزار مرتبہ مرگ خود از خدا طلبیدم
ولی بایں ہمہ شادمانم اے شہ خوبان
کہ نقد جان بجہان دادم و غم تو خریدم

ان اشعار میں پہلا شعر جس قدر جذبات غیرت اور بیکسی کو اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے عمر بھر رونے کے لیے کافی ہے بزبان حال شاعر کہتا ہے کہ حضرت زینب بیکس نے اپنے بھائی کی قبر سے خطاب کیا اے بھائی حسینؑ تمہارے بعد جو میں نے رنج اٹھاتے ہیں وہ کیا بیان کروں بس یہ سمجھ لو کہ تمہاری بہن زینبؑ نے اسیری کی حالت میں کون کون سا شہر نہیں دیکھا اور کون کون سے کوچوں سے گذر نہیں ہوا۔ اے بھائی ہم قیدی تھے ستمگار شہر شہر تمہیں پھراتے رہے تماشائیوں کا ہجوم تھا اور علی کی بیٹیاں برہنہ سر تھیں۔ نمعلوم میں سخت جان تمہارے بغیر کس طرح شام کی بلاؤں میں زندہ رہی۔

اس وقت جب کہ میں آپ کا سر خولی کے نیزہ پر دیکھتی تو محمل پر اپنا سر زخمی کرتی تھی۔ میں کوچہ وبازار میں برہنہ پا تشہیر کی گئی۔ میرا سر شرم کی وجہ سے جھکا ہوا تھا۔ جب ہمیں دربار یزید میں لے گئے تو ہمارے شانوں میں ریسمان بندھی ہوئی تھی۔ اور نامحرموں میں سر جھکا ہوا تھا۔ جب میں دربار یزید میں پہنچی تو میں نے

خدا سے بار بار موت طلب کی مگر میں بے پردگی اور اسیری کی مصیبت برداشت کرنے کے لیے زندہ رہی۔ لیکن میرا دل اس بات سے خوش ہے کہ اے شاہ زمن میں نے اس دنیا میں اپنی جان تیرے غم کے لیے وقف کر دی ہے یہ بات محقق ہے کہ اہلبیتؑ اطہار کا قافلہ شام سے مدینہ کے لیے روانہ ہوا۔ نعمان بن بشیر یا کوئی دوسرا شخص قافلہ سالار تھا یزید نے اہلبیتؑ کی روانگی کے وقت کوئی ایسا اشارہ نہیں کیا تھا کہ اہلبیتؑ کو عراق لیجائیں اور کوفہ دیکھیں غالباً ایسا اس لیے نہیں کیا گیا کہ عراق میں شیعان علیؑ زیادہ ہیں ایسا نہ ہو کہ جب لوگ حضرت سید سجادؑ کو اس حالت میں دیکھیں گے تو خروج و فتنہ برپا نہ ہو۔ بنابریں یزید نے حکم دیا کہ اہلبیتؑ کو مدینہ لیجاؤ۔ پس نعمان ابن بشیر بغیر اذن یزید اہلبیتؑ کو کربلا لے گیا تھا۔ قال السید فی اللھوف قال الراوی ولما بلغوا العراق قالوا للدلیل مر بنا علی طریق کربلا۔ مرحوم سیّد کے کلام سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اہلبیتؑ براہ راست مدینہ پہنچے ہیں اور عراق میں آنا اس سبب سے تھا کہ یہی راستہ عراق ہوتا ہوا مدینہ پر ختم ہوتا ہے اور یہ راستہ بہ نسبت دوسرے راستوں کے کم تر ہے۔

رئیس قافلہ جیسا کہ ذکر کیا گیا نعمان بن بشیر انصاری تھا یا کوئی اور دوسرا شخص تھا لیکن کتاب احتجاج میں شیخ طبرسی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ حضرت زینب خاتون کے خطبات اور حضرت سید سجادؑ کے کلام سے واضح ہوتا ہے کہ رئیس قافلہ جذلم بن بشیر الاسدی تھا اس کے نام میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے بعض کہتے ہیں کہ نام بشیر بن جذلم تھا۔ لیکن عام ذاکرین ان ناموں کی جگہ بشیر ابن جذلم کہتے ہیں یہ شخص شام سے لے کر مدینہ منورہ پہنچنے تک قافلہ اہلبیت کے ساتھ

رہا ہے۔ اس کے خطبوں کی روشنی میں روایت ہے کہ اہلبیت رسولؐ خدا شام سے واپسی پر کوفہ آئے ہیں اور مردمان کوفہ نے انتہائی احترام و اکرام کے ساتھ حضرت سید سجاد کی پذیرائی کی ہے مرد و عورت کا ایک اژدھام اہلبیت کے خیام کے نزدیک رہا اور اقامۂ عزا میں شریک رہا۔

اہلبیت اطہار کا دوسری مرتبہ کوفہ وارد ہونا اور جناب زینبؑ کا خطاب

روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب اہلبیتؑ اطہار اسیر ہو کر شام روانہ ہو گئے تو اہل کوفہ دن رات گریہ وزاری کرتے تھے اور بے چین رہتے تھے یہاں تک کہ اسیران آل محمدؐ کی شام سے واپسی ہوئی یہ نہیں معلوم کہ کسقدر عرصہ اہلبیت اطہار اسیری کی حالت میں شام میں رہے۔ لیکن اسقدر ضرور معلوم ہے کہ اہلبیتؑ اطہار بروز چہارشنبہ ۱۶۔ دین ربیع الاوّل وارد شام ہوئے تھے۔ مگر یہ نہیں معلوم کہ کسقدر عرصہ قید رہے۔ البتہ یہ ضرور صحیح ہے کہ زندان کی دھوپ اور رات کی اوس سے اسیران کربلا کے چہروں کے رنگ متغیر ہو گئے تھے۔ اور چند روز الحرمؑ ہندہ زوجہ یزید کی فرمائش پر اس کے محل میں رہے ہیں۔ اور پھر علیحدہ ایک مکان میں رہے تاکہ حسب دستور عزاء امام حسینؑ برپا کر سکیں اور پھر مدینہ کے لیے روانگی کی ہے قافلہ اہلبیتؑ رات کو سفر کرتا تھا اور دن کو کس مقام پر منزل یہاں کہ کوفہ پہنچ گئے ان دنوں میں ابن زیاد ملعون کوفہ میں موجود نہ تھا بصرہ یا شام چلا گیا تھا۔ اس نے چھ ماہ کوفہ میں اور چھ ماہ بصرہ میں

حکومت کی ہے۔ جب اہل کوفہ کو خبر ورود اہلبیتؑ ملی تو اہل کوفہ گھروں سے روتے ہوئے نکل آئے اسقدر مرداں وزنان کوفہ جمع ہوئے کہ کوفہ کے صحرا و بیابان بھر گئے۔ اور بڑے عزّ و اکرام کے ساتھ اہلبیتؑ سواریوں سے اترے حضرت زینبؑ نے اس وقت اہل کوفہ کو سخت سرزنش کی اور ان کی بیوفائی پران کو شرمندہ کیا۔ جیساکہ ذکر کیا جاچکا کہ قافلہ سالار جذلم بن بشیر تھا۔ مرحوم سیّد نے اپنی کتاب اللہوف میں رئیس قافلہ کا نام بشیر بن جذلم لکھا ہے اور یہی نام عوام میں مشہور ہے۔ چنانچہ بشیر ابن جذلم کہتا ہے کہ جب اہلبیتؑ اطہار کوفہ میں پہنچے ہیں تو زنان کوفی گھروں سے نکل پڑیں اور ماتم حسینؑ میں گریہ وزاری کی آوازیں بلند ہوئیں مرد و زن نالہ و شیون کر رہے تھے۔ حضرت سید سجاد علیہ السلام نے فرمایا ھولاء یبکون علینا فمن قتلنا غیرھم یعنی اے اہل کوفہ آج تم ہم پر روتے ہو حالانکہ تم نے اہلبیتؑ نبوۃ کے سردار کو قتل کیا۔ جوانان ہاشمی کو تہ تیغ کیا۔ اس وقت حضرت زینبؑ خاتون نے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے خطبۂ احتجاج کا آغاز کیا۔

حضرت زینبؑ خاتون سلام اللہ علیہا کا کوفہ میں خطبۂ احتجاج

جب اسیران اہلبیتؑ اطہار شام سے رہا ہو کر بعزّت و احترام وارد کوفہ ہوئے۔ تمام مرد و زن گھروں سے نکل پڑے اور عورات کوفہ کی نظریں پردہ داران حرم رسول خدا پر پڑیں تو بیساختہ غم امام حسین علیہ السلام میں صدائے گریہ زاری

بلند ہوئی۔ لوگوں نے اپنے گریبان پھاڑ ڈالے اور واحسیناہ کی آوازیں بلند ہوگئیں۔ اس وقت جناب زینبؑ خاتون نے یہ حالت دیکھی تو آپ نے اس مجمع کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا اے لوگو خاموش ہو جاؤ۔ فارتدت الانفاس وسکنت الاجراس۔ ایسی خموشی طاری ہوئی گویا کہ سانس عقب میں چلے گئے ہیں اور اونٹوں کے جرس اور ہمہمہ کی آوازیں بالکل ختم ہوگئیں ہیں آخر کو علیؑ کی دختر میں ولی کائنات کی بیٹی کے ایک اشارے پر پورا مجمع بالکل خموش ہوگیا سناٹے کا عالم طاری ہوگیا تھا کہ آپ نے اپنے پدر بزرگوار خطیب منبر سلونی کے لب ولہجہ میں خطبہ کا آغاز کیا۔

ثم قالت بعد حمد اللہ والصلوٰۃ علی ابی رسول اللہ اما بعد یا اہل الکوفۃ واھل الخزی والعذر والخذل والمکر الافلا رقأت العبرۃ ولا ھدات الزفرۃ فانما مثلکم کالتی نقضت غزلہا من بعد قوۃ انکاثا تتخذون ایمانکم دخلا بینکم ھل فیکم الا الصلف النطف والشنف والکذب وملق الاماء وغمز الاعداء کمرعی علی دمنۃ الا بئس ما قدمت لکم انفسکم ان سخط اللہ علیکم۔

یعنی اے اہل کوفہ اے اہل مکر و دغا ہم پر گریہ کرتے ہو ہماری آنکھوں کے آنسو ابھی خشک نہیں ہوئے ہیں تمہارے ظلم و ستم نے ہمارے سینے شق کر دیئے ہیں اور تمہاری مثال اس عورت کی ہے کہ جو اپنا رشتہ خود باندھتی ہے اور پھر طلاق لے لیتی ہے۔ آزاد ہو جاتی ہے تم نے رشتۂ ایمان خود مستحکم کیا اور خود ہی توڑ دیا۔ اور راہ کفر اختیار کی۔ آگاہ ہو کہ تمہارے سینوں میں سوائے بغض

کچھ اور نہیں ہے۔ تمہارے سینوں میں نرمی ایسی ہے جیسے کہ کنیز کا دل نرم ہو کر جو جلد ہی دشمن پر اتر آئی ہے یا اس گھاس کی مانند ہے کہ جو مزبلہ وغیرہ پر ہوتی ہے۔ اے کوفیو تم نے آخرت کے لیے ایسا توشہ اختیار کیا ہے جو تمہیں ہمیشہ کے لیے جہنم میں کام آئے گا۔ ابتکون علی اخی اجل واللہ فابکوا فانکم واللہ احریا بالبکاء وابکوا کثیرا واضحکوا قلیلا فقد بلیتم بعادھا وشنارھا ترحضوھا ابدا وانی ترحضو یعنی کہ میرے بھائی کے قتل ہو جانے کے بعد گریہ وزاری کرتے ہو حالانکہ میرا بھائی اس کا مستحق ہے کہ اس پر گریہ وزاری کی جائے۔ زیادہ رونے کا حکم قرآن میں ہے اور کم ہنسنے کی تاکید کی گئی ہے جو گناہ تم نے کیا ہے یعنی فرزند خاتم النبیینؐ کو قتل کیا ہے اس سے چھٹکارا نہیں ہے قتیل سلیل خاتم النبوۃ ومعدنا الرسالۃ وسید شباب اہل الجنۃ و ملاذ خیرکم ومفار حزبکم ومقر سلمکم ومفزع نازلتکم والمرجع الیہ عند مقاتلتکم ونباء حجتکم ومنار محجتکم الاساء ما قدمتم لانفسکم ان سخط اللہ علیکم و انتم فی العذاب خالدون۔

میرے برادر ذی قدر جگر گوشۂ رسول، نور نظر بتول۔ فرزند حیدر کرار اور روشن کنندۂ حجت کو تم نے قتل کر کے اپنے ہاتھ سے کھو دیا رحمت خدا تم سے دور ہو گی۔ اور دائمی عذاب تمہارے لیے مقدر ہو گیا۔ ساما تذدون لیوم بعثکم فتعسا نعسا و نکسا لقد خاب السعی و تبت الایدی وخسرت الصفقۃ وبؤتم بغضب من اللہ وضربت علیکم الذلۃ والمسکنۃ اے کوفیاں بے وفا تمہارے ہاتھ شل ہو جائیں۔ اور تمہاری کوششیں بار آور نہ ہوں تمہاری تجارتوں میں خسارہ ہو تم پر غضب خدا لازم ہو گیا ہے تم پر ذلت مسلط ہے۔

اتدرون ویلکم ای کبد لرسول اللہ فریتم وای عھد نکثتم وای کریمۃ لہ ابرزتم وای حرمۃ لہ ھتکتم وای دم لہ سفکتم لقد جئتم شیاء ارتکاد السموات یتفطرن منہ وتنشق الارض۔

اے کوفیو تم نے جگر رسولؐ خدا کو شق کر دیا تم نے ان کے اہلبیتؑ کو برہنہ سر تشہیر کیا۔ اور ان کی اولاد کا ناحق خون کیا نزدیک ہے کہ آسمان پھٹ جائیں زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ لقد جئتم شوا ما حرقاء صلعاء عنقا سواء نعما طلاع الارض ملاء السماء۔ یہ کام جو تم نے انجام دیئے ہیں یعنی کہ اولاد رسولؐ خدا کو قتل کیا ہے احمقانہ ہیں۔ قابل لعن و نفرین ہیں۔ تم نے اپنے گناہوں سے زمین و آسمان بھر دیئے۔ فعجبتم ان تمطر السماء دما و لعذاب الاخرۃ وھم لا ینصرون۔ تعجب ہے کہ تم نے سبط رسولؐ خدا کو قتل کر کے عذاب کر لیا ہے عجیب نہیں کہ آسمان سے خون برسے اور تم عذاب آخرہ سے دوچار ہو۔ فلا یستخفنکم المھل فانہ عزوجل لا یحفزہ البدار ولا یخشی علیہ فوت الثار کلا ان ربک لنا بالمرصاد۔

اے اہل کوفہ تم فخر نہ کرو۔ غرور نہ کرو تم کو تو خدا نے مہلت دی ہے کہ ابھی تم مبتلاء عذاب نہیں ہوئے۔ خدا عاجز نہیں ہے جب چاہے عذاب نازل کرے اس کے بعد آپ نے اس جملہ پر خطبہ تمام کیا کہ اے کوفیو تم آلام ہو اور تم نے ایسا سنگین جرم کیا ہے کہ اپنے رسولؐ کی اولاد ذکور کو قتل کیا اور نبی زادیوں کو اسیر کیا۔ اے لوگو رسولؐ خدا کو روز قیامت کیا جواب دو گے۔ اور رسول خدا دریا فرمائیں گے کہ میری اولاد کے ساتھ یہ سفاکانہ برتاؤ کیا۔ کیا یہی میری رسالت کا اجر اور اس کی مزدوری ہے کیا میں نے یہ اجر رسالت قرار دیا تھا کہ تم میری اولاد کو تہ تیغ کرنا اور

اہلحرم کو اسیر کرنا جب مجھے حضرت زینبؑ خاتون کا خطبہ تمام ہوا تو آپ نے ان لوگوں کی طرف سے رخ مبارک پھیر لیا۔ بشیر ابن جذلم نے کہا فو اللہ لقد رایت حیاری الناس وقد وضعوا ایدیھم فی افواھھم۔ یعنی خدا کی قسم کہ مردمان کوفہ آپ کی تقریر سن کر مثل ابر باران آنسو برسا رہے تھے اور پشت دست دانتوں پر رکھ رہے تھے جو ایک قسم کا حیرت کا مظاہرہ ہے ایک مرد بزرگ سن رسیدہ میرے نزدیک کھڑا تھا کہنے لگا۔ بابی انتم وامی کھولکم خیر الکھول وشبابکم خیر الشباب ونسوانکم خیرۃ النساء ونسلکم خیر النسل ولا تخزی ولا تبزی۔ یعنی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ نے جو کچھ بیان فرمایا وہ حق ہے تمہارے عمر رسیدہ بہترین بزرگان عالم میں تمہارے جوان بہترین جوانان عالم ہیں تمہاری عورتیں تمام عالم کی عورتوں سے بہتر ہیں تمہاری نسل۔ خاندان عالم میں برگزیدہ ہے تم لوگ ہرگز خوار و ذلیل نہیں ہو سکتے۔ اور نہ کبھی مغلوب ہو سکتے ہو۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام نے اس شخص کو دیکھا تو گریہ کرتے ہوئے پایا۔ تو آپ نے فرمایا اے پھوپھی اماں پس خطبہ تمام کیجئے۔ انت عالمۃ غیر معلمۃ فھمۃ غیر مفھمۃ ان البکاء والحزن لا یردمن اباد ہ الدھر اے پھوپھی جان خدا کا شکر ہے کہ آپ عالمۂ غیر معلمہ ہیں یعنی کہ کسی سے تعلیم حاصل نہیں کی ہے۔ دانان میں کوئی آپ کا مقابل نہیں ہے آپ اسقدر دل برداشتہ نہ ہوں پس حضرت زینبؑ خاتون نے بفرمودہ امام زین العابدین علیہ السّلام خطبہ تمام کیا۔ بروایت ابی مخنف اس وقت وہ مظلومہ خطبہ دے کر بیٹھ گئیں اور بھائی کی یاد میں آنسو برساتی رہیں شیخ طبرسی کتاب احتجاج میں فرماتے ہیں کہ ثم نزل علیہ السلام وضرب فسطاطہ

وانزل نسائہ ودخل الفسطاط یعنی آپ کے خطبہ کے تمام ہونے پر سید سجّاد اپنے مرکب سے اترے اور پھر تمام اہلحرم اپنی اپنی سواریوں سے اترے اور داخل خیمہ ہوئے۔ مولف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ یہ غور طلب امر ہے کہ یہ حضرت زینب نے خطبہ کربلا سے کوفہ پہنچنے پر دیا ہے یا شام سے واپسی پر جب کوفہ پہنچی ہیں تو دیا تھا۔ عبارت شیخ طبرسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خطبہ دوسری مرتبہ کوفہ پہنچنے پر دیا ہے جیسا کہ روایت ہے کہ قال حذلم شتر الاسدی لما اتی علی بن الحسین یعنی کہ حذلم رئیس قافلہ کہتا ہے اور یہ شخص اس قافلہ کا رئیس تھا اور شام سے بحکم یزید مامور تھا کہ اہلبیتؑ کو احترام و اسائش کے ساتھ مدینہ پہنچائے۔ اور جب اہلبیتؑ کربلا سے اسیری کی حالت میں کوفہ پہنچے ہیں تو خطبہ دینے کی اجازت و مجال نہ تھی اور آپ کے اس خطبہ کے بعد فاطمۂ صغریٰ سلام اللہ علیہا نے بھی اہل کوفہ سے خطاب فرمایا ہے۔

جناب فاطمۂ صغریٰ سلام اللہ علیہا کا اہل کوفہ سے خطاب

مرحوم سیّد کتاب لہوف میں لکھتے ہیں کہ زید بن موسیٰ نام روایت کرتا ہے کہ مجھے خبر دی میرے پدر بزرگوار نے کہ جناب فاطمہ صغریٰ سلام اللہ علیہا نے کوفہ میں حضرت زینبؑ خاتون کے خطبہ کے بعد اہل کوفہ سے خطاب کیا ہے الحمد للہ عدد الرمل والحصیٰ وزنۃ العرش الی الثریٰ احمدہ وا ومن بہ واتوکل علیہ واشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ وان اولاد

ذبحو بشط الفرات بغیر دخل ولا تراب (یعنی حمد ہے اس خدائے بزرگ و برتر
کی بعدد ذرات بیابان اور سنگینیٔ عرش تا تحت الثریٰ، اور میں ایمان رکھتی ہوں
اور توکل رکھتی ہوں خدائے وحدہ لاشریک لہٗ پر اور شہادت دیتی ہوں کہ خدا واحد
دیکھتا ہے وہی قابل عبادت ہے۔ وہی معصوم حق ہے اور اس کے رسول محمدؐ
عربی نبی برحق ہیں۔

اور میں گواہی دیتی ہوں کہ اولاد رسولؐ خدا نہر فرات کے کنارے پیاسی شہید
ہوئی ہے حالانکہ نہ ان کے ذمہ کوئی مواخذہ تھا اور نہ ہی ان کا کوئی جرم تھا۔
پھر آپ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر فرمایا کہ اللھم انی اعوذ بك ان افتریٰ
علیك الکذب وان اقول علیك خلاف ما انزلت علی نبیك من احد
العھود لوصیۃ علی بن ابی طالب المسلوب حقہ المقتول من غیر ذنب کما قتل
ولدہ بالامس فی بیت من بیوت اللہ فیہ معشر مسلمۃ بالسنتھم
یعنی اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتی ہوں اس امر سے کہ میں تیری طرف افتراء
سے کام لوں، یا دروغ کو نسبت دوں۔ یا اس کے خلاف زبان کھولوں کہ جو تو
نے اپنے حبیب محمد مصطفےٰؐ پر نازل فرمایا ہے یا اس کے خلاف گفتگو کروں
کہ آنحضرتؐ نے حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو اپنا وصی بنایا
ہے یا یہ امر پوشیدہ رکھوں کہ علی ابن ابی طالبؑ کو بے جرم و خطا قتل کیا گیا ہے۔
اور ان کا حق غصب کیا گیا ہے اور ان کی اولاد کو قتل کیا گیا ہے یعنی ان لوگوں
نے قتل کیا ہے کہ جو تیرے نبی کے کلمہ گو ہیں۔ تعسا لرؤسہم ما دفعت عنہ
ظلما فی حیوتہ ولا عند مماتہ حتی قبضتہ الیك محمود النقیبہ طیب
العریکۃ معروف المناقب مشھور المذاھب یعنی ایسا مسلمان ہونے پر تف ہے کہ

ان بزرگوں کی حیات میں آنحضرت سے ظلم کو دفع کیا اور نہ ہی حیات و موت
کے ہنگام ضرور نقصان کو رفع کیا۔ حالانکہ ان بزرگوار، اطہر مطہر کو مسلمانوں نے خود طلب
کیا اور وہ تمہاری طرف تشریف لائے یعنی کہ امام حسینؑ کو کوفیوں نے طلب کیا
اور پھر آپ سے انحراف کر لیا۔ لم تاخذہ فیك اللھم لومۃ لائم ولا عدل
عادل ھذبتہ یا رب بالاسلام صغیرا وحمدت یا رب مناقبہ کثیرا ولم
یزل ناصحا لك و للرسولك حتی قبضتہ الیك زاھدا فی الدنیا غیر علیھا
راغبا فی الاٰخرۃ مجاھدا لك فی سبیلك رضیتہ وھدیتہ الی صراط
مستقیما ما بعد یا اھل الکوفۃ یا اھل المکر و الغدر و الحیل فانا
اھل البیت ابتلانا اللہ بکم و ابتلاکم بنا فجعل
بلائنا حسنا۔

اے اہل کوفہ والے اہل مکر و فریب و دغا بدرستیکہ خداوند عالم نے ہم اہلبیتؑ
نبوۃ کا امتحان لیا ہے اور ہمیں تمہارے ذریعہ سخت آزمائش میں ڈالا ہے۔ اور
ہماری ابتلاء کو نیکی قرار دیا ہے۔ وجعل علمہ عندنا فھمہ لدینا فنحن
عیبۃ علمہ و وعاء فھمہ وحکمۃ وحجتہ علی الارض فی بلادہ
لعبادہ اکرمنا اللہ بکرامۃ و فضلنا بنبیہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کثیرا من خلق تفضیلا
خدائے قدوس کے ہم نزدیک ہیں اور خدا ہمارے قریب ہے۔ علم و حلم خدا
ہمارے ہی گھرانے میں ہے۔ حکمت و فہم ہمارے ہی پاس ہے خداوند عالم
نے ہم کو شرف اس طرح عطا کیا ہے کہ محمد عربیؐ ہمارے جد ہیں جو کائنات
میں افضل و اعلیٰ ہیں۔ کذبتمونا وکفرتمونا ورایتم قتالنا حلالا و اموالنا
نھبا کانا اولاد ترك و کابل۔ تم لوگوں نے (یعنی اہل کوفہ نے)

ہماری تکذیب کی ہمیں جھٹلایا ہمیں کافر و خارجی بتلایا ہے۔ ہم کو قتل کرنا جائز سمجھا۔ ہمارے مال و مال غنیمت قرار دیا۔ ہمیں لوٹا اور اسباب کو غارت کیا گویا ان کے نزدیک ہم آل رسولؐ نہیں ہیں۔ بلکہ ترک یا کابل ہیں۔ قتلتمونا کما قتلتم جدنا بالامس وسیوفکم تقطر من دمائنا اھل البیت لحقد۔ اے اہل کوفہ تم نے ہمارے مردوں کو قتل کیا۔ ہمارے جد علی مرتضیٰؑ کو تلوار سے شہید کیا قرت لذلك عیونکم وفرحت قلوبکم یعنی تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں اور دل خوش ہوگئے۔ افترا منکم علی اللہ ومکرا مکرتم و اللہ خیر الماکرین۔ تم نے افترا (بہتان) باندھا اور خدا کے ساتھ مکر کیا لیکن تم جاننا چاہیئے کہ خدا ہر ایک مکر کو کاٹ دیتا ہے اور وہی بہترین تدبیر کرنے والا ہے فلا تدعون انفسکم الی الجدل بما اصبتم من دمائنا ونالت ایدیکم من اموالنا فما اصابت من المصائب الجلیلة والرزایا العظیمة فی کتاب من قبل ان نبراھا ان ذلك علی اللہ یسیر۔ اے کوفہ والو خوش نہ ہو اس پر کہ تم نے ہمارا خون کیا ہے ہمارا مال غارت و برباد کیا ہے۔ ہمارے لیے یہ مصائب جو تم نے ہم پر ڈالے ہیں موجب سعادت ہیں اور خدا نے پہلے ہی سے مقرر فرما دیئے ہیں یہ ہمارا امتحان ہے کہ ہم ان پر صبر کریں۔ لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما اٰتیکم واللہ لا یحب کل مختال فخور تبا لکم فانتظروا اللعنة والعذاب وکانما قد حل بکم وتواترت من السماء نقمات فیحستکم بما کنتم ویذیق بعضکم بأس بعض ثم تخلدون فی العذاب الالیم یوم القیمة بما ظلمتمونا الا لعنة اللہ علی القوم

الظالمین۔

اے لوگو اپنے گزشتہ افعال پر شرمندگی محسوس نہیں کرتے۔ اور جو کچھ تمہارے ہاتھ لگ گیا اس پر خوش ہو۔ خدا ایسے لوگوں کو دوست نہیں رکھا۔ تم منتظر عذاب نعمت رہو۔ اور غضب الٰہی کے منتظر رہو۔ بروز قیامت آتش جہنم میں دائمی طور پر رہو گے۔ اتدرون اٰیة ید طاعونتنا منکم وایة نفس نزعت الی قتالنا ام بایة رجل مسیتم الینا تبغون محاربتنا۔ وائے ہو تم پر اے اہل کوفہ جانتے ہو کہ تم کیسے نیزہ ہم پر چلائے ہیں۔ اور ہمارے قتل پر راضی تھے۔ قست قلوبکم وغلظت اکبادکم وطبع علی افئدتکم وختم علی سمعکم وبصرکم وسول لکم الشیطان املا لکم وجعل بصرکم غشاوة وانتم لا تھتدون۔ اے اہل کوفہ اب تم جو رتے ہو۔ اس کا کیا فائدہ تمہارے دل سخت ہوگئے ہیں۔ تمہاری آنکھوں اور کانوں پر پردہ پڑ گیا ہے۔ شیطان تم پر مسلّط ہے۔ تبا لکم یا اھل الکوفة ای ترات لرسول اللہ قبلکم و ذحول له لدیکم بما غدرتم باخیه علی بن ابی طالب جدی و نبیه وعترة الطاھرین الاخیار فافتخر بذلك مفتخر فقال نحن قتلنا علیا وبنی علی بسیوف ھندیة ورماح جطیة وسبینا نساءھم سبی ترك ونطحنا ھم فای نطاح۔ اے اہل کوفہ کہ تم کسقدر عداوت و کینہ رکھتے ہو اور تم نے اسی مکر و غور کی وجہ سے رسولؐ خدا کے بھائی علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کو قتل کیا۔ اور اب اولاد علیؑ کو ہندی تلواروں سے قتل کیا اور فخر کرتے ہو۔ ان کے اہلحرم کو قیدی بنایا۔ ایھا القاتل الکثکث الاثلب افتخرت بقتل قوم زکاھم اللہ وطھرھم واذھب عنھم الرجس

فاکظم واقعم کما اقعیٰ ابوک فانما لکل امرئ ما اکتسب وما قدمت یداہ۔ تم علیؑ اور اولادِ علیؑ کو قتل کر کے فخر کرتے ہو تمہارے موہنہ میں خاک ہو کہ تم نے ان کو قتل کیا کہ جن کو خدا نے پاک و پاکیزہ قرار دیا ہے جو کرتوت تم نے کئے ہیں وہ سب خدا کے علم میں ہیں۔ اور تم اپنے کیفرِ کردار کو پہنچو گے اور احسد تمونا ویل لکم علی ما فضلنا اللہ۔ تم پروائے ہو کہ تم ہماری فضیلتیں دیکھ کر ہم سے حسد کرتے ہو۔ ذیتا ان جاش دھرا بجور نا وبحرک ما یواری الدعا مصا۔ یعنی کیا گناہ ہے کہ اگر دریائے فضل و کرمِ الٰہی ہمارے حق میں جوشں زن ہوں۔ اور تمہارے لیے دریا خشک ہو جائے یعنی تمہارے شاملِ حال فضلِ خدا نہ ہے تو جب دریا خشک ہو جاتا ہے تو دریائی چیزیں بھی خشک ہو جاتی ہیں اور نظر آنے لگتی ہیں تمہارے گناہ تمہیں قیامت میں نظر آئیں گے۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور راوی کہ زید بن موسیٰ تھا کہتا ہے کہ خدا کی قسم جب ان کلماتِ خطبہ پر جناب فاطمہ صغریٰ سلام اللہ علیہا پہنچیں تو جوان و پیر سب ڈھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ فقالوا حسبک یا بنت الطیبین فقد احرقت قلوبنا وانضجت نحورنا واضرمت اجوافنا سب لوگوں نے کہا اے پاک و پاکیزہ باپ کی بیٹی یعنی اے دخترِ حسین ابن علیؑ ہمارے دلوں کو تم نے گرما دیا۔ ہمارے سینوں میں تڑپ پیدا کر دی۔ اب ہم آتشِ حسرت سے جل رہے ہیں فسکتت پس آپ خاموش ہو گئیں۔

حضرت ام کلثوم سلام اللہ علیہا کا شام سے واپسی پر کوفہ میں خطبہ دینا

قال السید فی اللھوف وخطبت ام کلثوم بنت علی علیہ السلام فی ذٰلک الیوم من وراء کلتھا رافعۃ صوتھا بالبکاء فقالت۔ یعنی کہ سید مرحوم اپنی کتاب اللہوف میں فرماتے ہیں کہ اسی روز جناب ام کلثوم دخترِ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام نے در پسِ پردہ بلند آواز گریہ کرتے ہوئے خطبہ دیا اور فرمایا یا اھل الکوفۃ سوءۃ لکم ما لکم خذلتم حسینا و قتلتموہ وانتھبتم اموالہ وورثتموہ وسبیتم نسائہ ونکبتموہ۔ اے اہلِ کوفہ تمہارا بُرا حال ہو اس سبب سے کہ تم نے اپنے رسولؐ کے نواسہ کو شہید کیا ان کا مال و متاع لوٹ لیا اور غارت کیا۔ ان کی بہنوں۔ بیٹیوں اور حرم کو اسیر بنایا۔ اور ان کی لاشِ مطہر کو بے کفن و دفن چھوڑ دیا۔ فتبا لکم وسحقا ویلکم اتدرون ای دواہ دھتکم وای وزر تحملتم وای دم سفکتم وای دم سفکتم وای کریمۃ اصبتموھا وای صبیۃ سلبتموھا وای اے اہلِ کوفہ والے ہو تم پر اور تمہارے چہروں کو پر اُف ہو کہ تم نے اپنی طاقت کے بل بوتے پر کسقدر سنگین کام کیا ہے۔ اور کسقدر وزن گناہ اپنے دوش پر اٹھایا ہے۔ اور کس قدر پاک و پاکیزہ خون بہایا ہے اور کسقدر عوراتِ مخدّرات کو رلایا ہے۔ اور کسقدر پردہ داروں کے مقنع چھینے ہیں۔ قتلتم خیر رجالات بعد النبیؐ ونزعت الرحمۃ من قلوبکم الا ان حزب اللہ ھم الغالبون وحزب الشیطان ھم الخاسرون۔

یعنی کہ اے اہل کوفہ تم نے ان کو قتل کیا کہ جو بعد رسول خدا تمام عالم میں برگزیدہ تھے۔ تمہارے دلوں سے رحم بالکل جاتا رہا ہے۔ تمہارا یہ خیال ہے کہ تمہیں غلبہ حاصل ہو گیا ایسا نہیں ہے کیونکہ حزب اللہ ہمیشہ حزب شیطان پر غالب ہوتا ہے۔ پھر جناب ام کلثومؑ نے بچشم گریاں یہ اشعار پڑھے ؎

قتلتم اخی صبرًا فویل لامکم ستجزون نارا حرها تتوقد

یعنی کہ اے اہل کوفہ تمہاری مائیں تمہارے غم میں بیٹھیں تم نے برادر عزیز حسین ابن علیؑ کو مہمان بلایا اور بڑی خواری وزاری کے ساتھ قتل کر دیا۔ پیغمبرؐ خدا نے فرمایا ہے کہ حیوانات کو بھی صبر کے ساتھ قتل نہ کرو اور تم لوگوں نے میرے بھائیوں کو گھیرے میں لے کر تلواروں تیروں کا نشانہ بنایا۔ تم آتش دوزخ کا مزہ چکھو گے ضرور چکھو گے۔ ؎

سفکتم دماء حرم الله سفکها وحرمها القرآن ثم محمدٌ

خون ناحق بہانا حرام ہے قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمؐ نے خون بہانا حرام قرار دیا ہے ؎

الا فابشروا بالنار انکم غدًا لفی سقر حقا یقینا تخلد

وانی لابکی فی حیواتی علی اخی علی خیر من بعد النبی سیولد

بدمع غزیز مستهل ومکفکف علی الخد منی دائما لیس یحمد

ماحصل یہ ہے کہ حضرت ام کلثومؑ نے فرمایا اے اہل کوفہ اور اے قاتلان حسینؑ تمہیں جہنم کی بشارت ہو اور تم ہمیشہ جہنم میں رہو گے۔ جناب ام کلثومؑ کا خطبہ جب اس مقام پر پہنچا کہ میں زندگی بھر رویا کروں گی۔ فضج الناس بالبکاء والحنین والنوح ونشرت النساء شعورهن ووضعن التراب علی رؤسهن وخمشن

وجوههن وضربن خدودهن ودعون بالویل پس مردمان کوفہ چیخیں مار مار کر رونے لگے۔ آواز گریہ فلک تک گئی۔ عورات کوفہ نے اپنے بال پریشان کر دیئے بالوں کو کاٹ ڈالا۔ مونہہ طمانچے لگائے اور سب کے سب یہ کہنے لگے کہ ہم رسول خدا اور فاطمہ زہرا کو کیا جواب دیں گے۔ وبکی الرجال ونتفوا لحاهم فلم یر باکیة وباک اکثر من ذلك الیوم۔ مرد وزن نوحہ وزاری کر رہے تھے۔ اور مردمان کوفہ نے اپنی ڈاڑھیاں نوچ ڈالی تھیں سروں پر خاک ڈالی تھی۔ ایسا شور گریہ اور غمگین حالت اس سے پہلے نہیں دیکھی گئی۔

مؤلف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ اہلبیتؑ اطہار جب کربلا سے اسیر ہو کر پہلی مرتبہ کوفہ میں داخل ہوئے ہیں تو اہل کوفہ ابن زیاد ملعون کے خوف کی وجہ سے گھروں میں چھپے ہوئے تھے۔ ان کی عورتیں گریہ وزاری کرتی تھیں۔ اس وقت جو پاسبان قافلہ تھے ان کے جور وستم کی وجہ سے اہلبیتؑ اطہار بھی ہراساں تھے۔ لہٰذا اس موقعہ پر خطبہ دینے کا سوال پیدا نہیں ہوتا شیخ صدوقؒ کتاب امالی میں فرماتے ہیں کہ ابن زیاد ملعون نے پہرہ دار مقرر کئے تھے کہ کوئی اہلبیتؑ کی بات نہ سننے پائے۔ اور یہی پہرہ دار لوگ اسیروں کو کوچہ وبازار میں پھراتے تھے۔ بعدہ ان کو زندان میں بھیج دیا گیا۔ اسیروں کے لیے اس وقت نہ کوئی خیمہ تھا نہ قنات تھی کہ اہلبیتؑ خیمہ سے نکل کر خطبہ دیتے۔ پس اسیران مخدرات نے دوسری مرتبہ کوفہ پہنچنے پر خطبے دیئے ہیں۔

شیخ طبرسی احتجاج میں فرماتے ہیں۔ لما اتی علی بن الحسینؑ زین العابدین بالنسوة من کربلا ------ الخ اور ایسا ہی دوسری روایت میں ہے کہ مرحوم سید کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ اسیران کربلا شام کی قید سے رہا ہونے

کے بعد اوّل کوفہ پہنچے ہیں اور پھر رئیس قافلہ ان کو ان کی خواہش کے مطابق کربلا لے گیا ہے۔ مؤلف کتاب ہذا کے والد ماجد اعلی اللہ مقامہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ شام سے واپسی پر اہلبیتؑ اطہار پہلے کوفہ اور پھر کوفہ سے کربلا اور بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے ہیں۔ اور مؤلف کتاب نے بھی اسی نظریہ کی تائید فرمائی ہے چنانچہ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کا خطبہ بھی سپرد قرطاس کیا ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا شام سے واپسی پر کوفہ میں خطبہ دینا

قال الشیخ طبرسیؒ ثم تزل وضرب فسطاط وانزل نسائہ ودخل الفسطاط یعنی کہ جب امام زین العابدین علیہ السّلام گھوڑے سے اُترے اور خدّام چاروں طرف گھیرے ہوئے تھے خیمہ جانے کی بجائے پہلے آپ نے مخدّرات اہلبیت اطہار کو باہتمام خاص سواریوں سے اتارا۔ اور ان کو خیمہ میں لے گئے بعدازاں آپ خیمہ سے باہر تشریف لائے اس وقت ایک اژدھام مردماں کوفہ تھا اور ایک سیدّ سجادؑ کی زیارت کے لیے بے چین تھا۔ اور نوحہ وزاری کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ قال حذلم بن خرج زین العابدین علیہ السلام الی الناس واومی الیھم ان اسکتوا وھو قائم۔ حذلم کہتا ہے کہ حضرت سیدسجادؑ خیمہ سے باہر تشریف لائے اور لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے اشارہ کیا کہ خموش ہو جاؤ چنانچہ تمام مردماں کوفہ اور عورتیں سب خموش ہو گئے حضرتؑ نے کھڑے ہو کر خطبہ شروع کیا محمد للہ واثنی علیہ وصلی علی نبیہ۔ بعد از حمد وثنا الٰہی و درود وسلام

پر رسالت پناہی فرمایا۔ ایھا الناس من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا علی بن الحسین اے اہل کوفہ جو مجھے پہچانتا ہے وہ پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے میں حسینؑ شہید کربلا کا بیٹا ہوں علی میرا نام ہے۔ آیا تم لوگ جانتے ہو کہ حسینؑ کون تھے انا ابن المذبوح بشط الفرات من غیر حل ولا تراب۔ وہ حسینؑ کہ جنہیں نہر فرات کے کنارے قتل کیا گیا حالانکہ ان کا کوئی قصور نہ تھا انا ابن من انتھک حریمہ وسلب نعیمہ وانتھب مالہ وسبی عیالہ اے مسلمانوں میرا پدر مسلمان تھا بے گناہ مسلمان کو قتل کرنا گناہ ہے۔ میرے پدر کو لوگوں نے مسلمان بھی نہ سمجھا حالانکہ وہ اصل اسلام تھے۔ مسلمانوں نے ان کی بے حرمتی کی اور بعد قتل ان کی لاش کو دفن نہیں کیا۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کا لباس بعد شہادت جسم سے اتار لیا گیا انا ابن من قتل صبرا نکفی بذلک فخرا۔ اے لوگو میرے پدر بزرگوار کو بصبر قتل کیا ہے اور یہ چیز ہمارے لیے فخر کا باعث ہے۔ اے مومنین صبر کے ساتھ قتل کرنے کو آنحضرتؐ نے منع فرمایا ہے انسان تو انسان حیوان کو بھی صبر کے ساتھ قتل کرنا منع ہے اور صبر کے ساتھ قتل کرنے کا یہ مطلب ہے کہ حیوان کو گھیرے میں لے کر اسقدر اس پر سنگ باری کی جائے کہ وہ تڑپ تڑپ کر مر جائے اس طرح مارنا گناہ ہے بلکہ حکم ہے کہ اگر جانور کو ذبح کرو تو پہلے اُسے سیراب کر لو۔ پیاسا ذبح نہ کرو۔ میرے پدر بزرگوار پر ابن سعد کی فوج کا ہر سپاہی حملہ کر رہا تھا۔ کوئی تلوار، کوئی تیر، کوئی نیزہ، کوئی سنگ باری کر رہا تھا۔ ایھا الناس نشدتکم باللہ ھل تعلمون انکم کتبتم الی ابی وخدعتموہ۔ اے اہل کوفہ تمہیں خدا کی قسم ہے آگہی حاصل کرو کہ کوفہ والوں نے کسقدر خطوط بھیج کر میرے پدر عالیقدر کو بلایا تھا۔

اور پھران لوگوں نے مکرو دغا کی ۔ عطیتموہ من انفسکم العھد والمیثاق والبعث وقاتلتموہ وخذلتموہ ۔ یعنی کہ کوفیوں نے میرے باپ کے ساتھ عہد و میثاق کیا تھا۔ لیکن انہوں نے اپنے عہد کو توڑ دیا اور بیعت سے انحراف کیا۔ اور میرے پدر بزرگوار کو بلا کر قتل کیا۔ فتبا لکم ماقدمتم لانفسکم وسوئۃ لرایکم بایۃ عین تنظرون الی رسول اللہ اذ یقول لکم قتلتم عترتی و انتھتکم حرمتی فلستم من امتی۔ پس وائے ہو تم پر کہ تم نے اپنے لیے خود عذاب مہیا کیا ہے روز قیامت تم رسولؐ خدا کو کیا موہنہ دکھلاؤ گے ۔ جب رسولؐ خدا تم کو دیکھیں گے اور فرمائیں گے کہ تم نے میری عترت کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے ان کی حرمت اور تقدیس نہ جانی ۔ ان کو قتل کیا۔ میری عترت کی مخدرات کو اسیر کیا۔ راوی کہتا ہے کہ اس وقت اہل کوفہ میں گریہ وزاری کا ایک شور برپا ہوا اور آپس میں کہنے لگے کہ افسوس ہم پر کہ ہم ہلاکت میں پڑ گئے ۔ جب امام زین العابدینؑ نے لوگوں کو روتے ہوئے دیکھا تو فرمایا۔ رحم اللہ امرءً قبل نصیحتی وحفظ وصیتی فی اللہ وفی رسول اللہ وفی اھلبیتہ فان لنا فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ یعنی خدائے تعالیٰ رحمت کرے اور اس شخص کے گناہوں سے درگزر کرے کہ جو میری نصیحت کو سنے میری نصیحت کو حفظ کرے اور اس پر عمل کرے اور حسب فرمان رسولؐ خدا ہمیں دوست رکھے۔ فقالوا باجمعھم نحن یابن رسول اللہ سامعون مطیعون ۔ ان لوگوں نے کہا اے فرزند رسولؐ خدا ہم نے آپ کا خطبہ سنا اور جو کچھ آپ نے فرمایا ہے ہم اُس کی اطاعت کریں گے آپ کی اطاعت ہم پر واجب ہے ۔ ہم آپ کی بیعت نہیں توڑیں گے ۔ ہم آپ کی بیعت پر باقی رہیں گے ۔ اور ہم آپ کے دشمنوں سے جنگ اور آپ کے دوستوں سے

صلح رکھیں گے ۔ سید مرحوم کتاب اللہوف میں فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے کہا اے فرزند رسولؐ خدا ہمیں حکم کریں ۔ لنأخذن یزید ونبرء ممن ظلمک وظلمنا ۔ یعنی کہ ہم یزید کو پکڑیں گے ۔ اور آپ کے دشمنوں کو قتل و ہلاک کریں گے ۔ ہمیں آپ حکم فرمائیں تو ہم طلب خون کریں گے جو کربلا میں بہایا گیا ہے ۔ فقال علی بن الحسین ھیھات ھیھات ایتھا الغدرۃ المکرۃ حیل بینکم وبین شھوات انفسکم اتریدون ان تأتوا الی کما اتیتم اباءی من قبل ۔ امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا افسوس افسوس یہ سب ظاہری وخیالی باتیں ہیں اے اہل کوفہ تم لوگ ہمیشہ اپنی خواہشات کے تابع رہے ہو ۔ ہمارے حق میں تمہارا کیا خیال ہے کیا تم وہی کام کرنا چاہتے ہو جو اباء واجداد نے کیا ہے ۔ کلا ورب الراقصات الی منی فان الجراح لما یندمل من قتل ابی بالامس واھل بیتہ معہ ۔ یعنی حاشاہ وکلا یعنی ایسا ہرگز نہیں ہے میرے دل میں ناسور پڑے گا ۔ ہمارے تیس جوانان ہاشمی تہ تیغ ہو گئے ہیں ولم ینستی ثکل رسول اللہ وثکل ابی وبنی ابی وجدی بین لھاتی ومرارتہ بین حناجری وحلقی وغصصہ تجری فی فراش صدری ۔ اے لوگو مجھے میرے حال پر چھوڑ دو میں نے ابھی مصیبت رسولؐ خدا فراموش نہیں کی ہے ۔ مصیبت پدر و برادران جانگزیں ہے ۔ کتاب لہوف میں ہے کہ رضینا منکم راسا براس ۔ یعنی کہ ہم تم سے سر بسر راضی ہیں بعدہٗ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام نے یہ اشعار پڑھے ؎

قتیل بشط النہر نفسی فدائہ … جزاء الذی ارداہ نار جہنما
فلا تفرحوا باھل کوفۃ بالذی … اصاب حسینا کان ذلک اعظما

میری جان اس مظلوم پر قربان کہ جسے نہر فرات پر تشنہ لب شہید کیا۔ اس کی جزا کہ حسینؑ کو قتل کیا نار جہنم ہے۔ لیکن اے اہل کوفہ تم میرے پدر بزرگوار کو قتل کرنے فرحت و خوشی نہیں دیکھو گے جاننا چاہیئے کہ یہ مصیبت عظیم ترین مصیبت ہے وا مصیبتاہ حضرت سید سجاد واقعہ کربلا کے بعد چالیس سال زندہ رہے اور کسی نے آپ کو ہنستے نہیں دیکھا خطبہ تمام شد۔

تحقیقات اس بارے میں کیا جابر ابن عبداللہ انصاریؓ روز اربعین وارد کربلا ہوئے ہیں اور کیا امام زین العابدین علیہ السلام سے ملاقات کی ہے؟

سید مرحوم کتاب اللہوف میں فرماتے ہیں لما رجع نساء الحسین و عیالہ من الشام و بلغوا العراق قالو للدلیل مر بنا علی طریق کربلا فوصلوا الی موضع المصرع فوجدوا جابر ابن عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ۔

جابر ابن عبداللہ انصاری فرماتے ہیں کہ جب اولاد رسول خدا نے شام سے رہا ہونے کے بعد مدینہ جانے کے لیے مراجعت فرمائی اور منزلیں طے کرتے ہوئے عراق پہنچے یعنی کہ کوفہ وارد ہوئے تو رئیس قافلہ سے کہا کہ ہمیں پہلے کربلا لے چلو تاکہ ہم شہیدوں کو الوداع کہہ سکیں۔ رئیس قافلہ۔ اہلبیتؑ اطہار کو لے کر وارد کربلا ہوا۔ جیسے ہی قافلہ کربلا پہنچا اور مقتل امام حسینؑ پر نظر پڑی حضرت سید سجاد علیہ السلام اور تمام مخدرات اپنی اپنی سواریوں سے اُتر پڑے اور پا برہنہ مقتل میں قدم

رکھا۔ دیکھا کہ امام حسینؑ علیہ السلام کی قبر کے سرہانے جابر بن عبداللہ انصاری کھڑے ہوئے رو رہے ہیں اور ان کے ہمراہ آل رسول میں سے کچھ لوگ ہیں جو مدینہ سے بغرض زیارت قبر سید الشہداء آئے ہیں۔ شیخ طریحی نے بھی کتاب منتخب میں اس واقعہ کو لکھا ہے لیکن یہ تصریح نہیں کی کہ جابر ابن عبداللہ انصاری اہلبیت اطہار بروز چہلم امام مظلوم یعنی ۲۰۔ صفر ۶۱ھ کو کربلا پہنچے ہیں۔ وہ صفر ۶۱ھ ہجری تھا یا بعد۔ حالانکہ جناب جابر ابن عبداللہ انصاری ۶۱ھ والے ماہ صفر میں وارد کربلا ہوئے ہیں اور مشرف بازیارت قبر امام حسینؑ ہوئے ہیں کیونکہ مدینہ منورہ میں جیسے ہی خبر قتل امام حسینؑ پہنچی ہے تو جابر ابن عبداللہ عازم سفر کربلا ہوئے ہیں۔ اہلبیتؑ اطہار کا ماہ صفر ۶۱ھ کو وارد کربلا ہونا خلاف واقعہ ہے کیونکہ کوفہ سے اسیری کی حالت میں روانہ ہو کر شام پہنچنے کے لیے وقت درکار ہے پھر مدت اسیری کم سے کم ہو تب بھی عرصہ درکار ہے اور اسی طرح مراجعت از شام اور پھر کوفہ میں قیام اور پھر کربلا پہنچنا۔ یہ تمام امور اس واقعہ کی تائید نہیں کرتے کہ اہلبیتؑ اطہار رہائی کے بعد بروز چہلم ۶۱ھ وارد کربلا ہوئے ہیں۔ پس حضرت جابر بن عبداللہ انصاری در ۶۱ھ بیسویں ماہ صفر بزیارت چہلم آئے ہیں اور اثنائے راہ میں جب کوفہ وارد ہوئے اور قدرے وہاں قیام کیا۔ اور اس وقت کے بعض لوگ بھی زیارت قبر امامؑ کے لیے آئے ہیں۔ حسن اتفاق کہ ان دنوں میں سے کسی روز جب کہ جناب جابر ابن عبداللہ انصاری مشغول زیارت قبور شہداء تھے۔ کہ حضرت حجت حق امام زین العابدین علیہ السلام اور پردہ داران عصمت شام جاتے ہوئے کربلا آئے ہیں اور جناب جابرؓ نے آپ سے ملاقات کی ہے۔ اقویٰ یہ ہے کہ شہادت امام حسینؑ کے دوسرے سال یعنی ۶۲ھ ماہ صفر کی بیسویں کو دوسرے چہلم کے موقعہ

پر یہ ملاقات بہم ہوئی ہے جیسا کہ عطیہ عوفی کی روایت میں ہے کہ کتاب بشارت المصطفیٰ لشیعۃ المرتضیٰ کہ جو محمد بن ابی القاسم طبری کی تالیفات میں سے ایک تالیف ہے اعمش سے روایت ہے اور اعمش نے عطیہ عوفی سے نقل کیا ہے کہ عطیہ کہتا ہے کہ میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ بقصد زیارت حضرت ابا عبداللہ الحسینؑ اپنے گھر سے نکلا۔ فلما وردنا کربلا۔ کہ ہم جیسے ہی کربلا پہنچے دیکھا کہ اولاً جابرؓ نے نہر فرات میں غسل کیا۔ آپ کے پاس دو کپڑے تھے ایک ازار اور ایک ردا تھی جس طرح حاجی لوگ منیٰ میں احرام کے وقت لباس پہنتے ہیں یعنی جامۂ احرام کی طرح دو لباس تھے۔ چونکہ میرے آقا حضرت جابر ابن عبداللہ انصاری کو علم تھا کہ زیارت قبر حضرت سید الشہداء زیارت کعبۃ اللہ سے افضل ہے اللّٰہمّ ارزقنا۔ کہ خداوند عالم ہمیں زیارت قبر امام حسینؑ کرنا نصیب کرے۔ پس عطیہ کہتے ہیں کہ آپ نے وہ لباس زیب تن کیا اور خوشبو لگائی۔ اور برہنہ پا قبر مطہر پر آئے اور قبر مبارک پر اپنے آپ کو گرا دیا۔ یعنی کہ ضبط نہ ہو سکا اور قبر پر گر پڑے بوسہ دیا۔ اور کلمات زیارت ادا کئے۔ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ من زار الحسینؑ بکربلا کمن زار اللہ فی عرشہ۔ یعنی کہ جس نے کربلا میں زیارت قبر امام حسینؑ کی اس نے گویا کہ اللہ تعالیٰ کی زیارت عرش پر کی۔ اس حدیث کا واضح سا مطلب یہ ہی ہے کہ مزار سید الشہداء بمنزلہ عرش ہے۔ اور امامؑ کی معرفت و زیارت گویا اللہ کی معرفت و زیارت ہے۔ جابر بن عبداللہ انصاری جب قبر امام حسینؑ پر پہنچے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہا اور قبر پر گرے اور غش کر گئے۔ عطیہ کہتا ہے کہ میں نے آپ پر پانی چھڑکا۔ آپ ہوش میں آئے

پھر آپ نے تین مرتبہ یا حسینؑ یا حسینؑ یا حسینؑ کہا۔ لیکن قبر سے کوئی جواب نہ آیا تو جابرؓ نے کہا کہ حبیب لا یجیب حبیبہ۔ یعنی کہ دوست۔ دوست کو جواب نہ دے۔ معذرت کی اور پھر کہا وانی لک بالجواب وقد شحطت اوداجک علی اثباجک فرق بین ذلک و راسک اے آقا و مولیٰ میں آپ سے کس طرح جواب کی توقع کروں آپ کی گردن سے مبارک قطع ہو چکا ہے میں نے تو آپ کی قبر مبارک کی زیارت کرنی یہ عجب زیارت ہے۔ پھر عرض کیا۔ اشہد انک ابن خیر النبیین و ابن سید المرسلین و ابن خلیفۃ التقویٰ۔ یعنی کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ سید الانبیاء کے فرزند ہیں۔ آپ سید المرسلینؐ کے فرزند ہیں۔ آپ خلیفہ برحق کے نور نظر ہیں آپ سیدہ طاہرہ فاطمہ زہراؑ کے نور نگاہ ہیں۔ پھر آخر میں آپ نے فرمایا کہ اشہد انک مضیت علی ما مضی علیہ اخوک یحییٰ بن زکریا عطیہ کہتا ہے کہ جب جابر بن عبداللہ انصاری نے یہ کلمات ادا کئے تو ان کی نظر قبر مطہر کا طواف کرنے لگی ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے کوئی کسی گمشدہ چیز کو تلاش کرتا ہے۔ ثم جال بصرہ حول القبر۔ گویا جانتے تھے کہ قبور شہداء (گنج شہیداں) قبر مطہر کے ارد گرد ہے۔ اور مرقد علی اکبرؑ۔ امام حسینؑ کی قبر منورہ کے درمیان ہے۔ پس آپ نے ان سب پر درود و سلام بھیجا۔ پھر جب آپ زیارت سے فارغ ہوئے تو مجھ سے فرمایا کہ اب مجھے کوفہ لے چلو ہم نے کوفہ کی راہ اختیار کی اور راستہ میں جابرؓ نے مجھے محبت محمد و آل محمدؐ کی وصیت کی۔ اور آل محمدؐ کی فضیلت کی احادیث راستہ بھر سناتے رہے یہاں تک کہ ہم کوفہ پہنچ گئے۔ مؤلف کہتے ہیں کہ اس روایت میں کہیں یہ ذکر نہیں ہے کہ جابرؓ نے دوران زیارت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے ملاقات کی ہو۔

جابر بن عبداللہ انصاری کا دوسری مرتبہ روز اربعین وارد کربلا ہونا اور اہلبیتؑ اطہار کا ملنا

حضرت جابر ابن عبداللہ انصاری کا قبر حضرت سید الشہداء و سائر قبور شہداء روز اربعین (چہلم) سنہ ۶۱ھ (سال شہادت امام حسین) وارد کربلا معلیٰ ہونا صحیح ہے اور اس تاریخ و سن سنہ ۶۱ھ میں حضرت سید سجادؑ کا کربلا میں ہونا محل اشکال ہے اور امام زین العابدین علیہ السلام سے کربلا میں ملاقات کرنا صحیح ہے مگر مذکورہ تاریخ و سنہ میں ملاقات واقع نہیں ہوئی ہے بلکہ حضرت جابر جب دوسری مرتبہ زیارت کا تذکرہ کتاب مصباح الزائر میں پایا جاتا ہے۔ عن کتاب مصباح الزائر مستفیضا عن عطاء و قال کنت مع جابر ابن عبد اللہ انصاری یوم العشرین شہر صفر فلما وصلنا الغاضریۃ اغتسل۔ عطا کہتا ہے کہ میں جابر ابن عبداللہ انصاری کے ساتھ زیارت حضرت خامس آل عبا امام حسینؑ علیہ السلام کے لیے گیا۔ کہ ہم ماہ صفر سنہ ۶۱ھ کی بیسویں تاریخ کو غاضریہ پہنچے اور ہم نے غسل کیا پاک و پاکیزہ لباس پہنا۔ اور ہمارے پاس خوشبو تھی وہ اپنے کپڑوں میں لگائی۔ ہم سر و پا برہنہ مقتل پہنچے اور قبر مطہر امام حسینؑ کے نزدیک پہنچے جابرؓ نے تین مرتبہ اللہ اکبر کہا اور غش کھا کر گر پڑے۔ چشم بصیرت سے دیکھا تو امام حسین کے جسم مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے پایا۔ قبر امام حسینؑ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے اور ان کے جذبات غم کو شاعر نے اسی طرح ادا کیا ہے ؎

ای حسینؑ اے کشتہ شمشیر عشق — ای حسینؑ اے بستہ زنجیر عشق

ای حسینؑ اے سامع دعوات — ای حسینؑ اے قاضی الحاجات
السلام اے نور چشم مصطفےٰ — السلام اے سر بریدہ از قفا
السلام ای لولوء دریای عشق — تن بزیر خاک و سر اندر دمشق
دہ جواب جابر اے حیّ قدیر — از کرم یا جابر العظم الکبیر
چون توانی داد جابر را جواب — سر نداری در بدن ای کامیاب
تیغ کین ببریدہ حلق پاک تو — بی سر افتادہ تن صد چاک تو
حیف از این جسمیکہ از جان بہتر است — پارہ پارہ از سنان و خنجر است

آن لبانت کز عطش پژمردہ بود
شیر از پستان ایمان خوردہ بود

حضرت جابر ابن عبداللہ انصاری کے جذبات کی منظر کشی کا حق شاعر نے ادا کر دیا کہ آپ نے خطاب فرمایا اے حسینؑ اے مقتول تیغ عشق۔ یعنی کہ امام حسینؑ دریائے عشق الٰہی میں اسقدر غوطہ زن تھے کہ گلوے مبارک پر خنجر تھا مگر لبوں پر یاد خدا تھی۔ اسی کو فنا فی اللہ ہونا کہتے ہیں اور یہ عشق کا وہ آخری درجہ ہے کہ جو کسی کو نصیب نہ ہوا۔ اور اے حسینؑ آپ ہماری دعاؤں کو سننے والے ہیں اور آپ حاجتوں کو بر لانے والے ہیں (بر لانے سے یہ مراد ہے کہ اگر ارادۂ حسینؑ شامل دعا ہو جائے وہ کبھی رد نہیں ہوتی خدا پر واجب ہے کہ دعا مستجاب کرے) اے حسینؑ تم نور چشم مصطفےٰ ہو۔ اے حسینؑ تمہارا سر پاک پس گردن سے جدا کیا گیا۔ آپ کا جسم مبارک زیر خاک اور سر مبارک دمشق میں ہے اے حسینؑ، اے کرم گستر جابر کو جواب دیجئے تیغ ظلم سے آپ کا سر بریدہ تن سے جدا کیا گیا۔ اور تیرا تن صد چاک چاک بغیر سر ہے۔ افسوس کہ تیرا جسم مبارک سنان و خنجر سے پارہ پارہ ہے اور تیرے لب پیاس کی

وجہ سے پژمردہ ہوگئے اور تو نے پستان ایمان سے دودھ پیا ہے یعنی کہ ایمان تجھ سے زندہ ہے اے حسینؑ اللہ کے نزدیک مقرب و برگزیدہ ہے تو اللہ ورسولؐ کا پیارا ہے۔

اہلبیتؑ اطہار کا وارد کربلائے معلیٰ ہونا۔

حضرت جابر ابھی مشغول گریہ و بکا تھے کہ بروایت مرحوم سیّد۔ مندرجہ کتاب منتخب کہ اہلبیتؑ اطہار کا قافلہ شام سے کربلا وارد ہوا۔ دیکھا کہ زینبؑ غم رسیدہ قبر برادر پر موجود ہے۔ ؎

آہ زآندم کہ زدل نالہ برآورد چو رعد
برسر قبر حسینؑ زینبؑ مضطر آمد
گفت ای جان برادر ندہد گریہ مجال
تابگویم کہ مرا بے تو چہ برسر آمد

یعنی اس وقت دل سے ایک نالہ پر سوز نکلا کہ جس دم دیکھا کہ زینبؑ بیکس بھائی کی قبر پر موجود ہے۔ زبان حال سے آپ نے فرمایا کہ اے بھائی اگر گریہ وزاری سے فرصت ملتی تو بیان کرتی کہ تمہارے بغیر زینبؑ پر کیا گذر گئی۔ اے بھیا زینب قید ہوکر دربار ابن زیاد میں گئی دربار یزید ملعون میں گئی۔ زندان شام میں رہی۔ قیدخانہ میں سکینہ کو روتی اور آپ پھر تمہاری قبر پر گریہ کناں ہوں۔ اس وقت حاضرین و کربلا کی صحرانشین عورتیں جمع ہوگئیں۔ اور زینبؑ خاتون کے ساتھ گریہ و بکا میں شریک ہوئیں۔ اور سب کا یہ نوحہ تھا کہ ہا حسینؑ تمہیں شمر ملعون نے خنجر سے ذبح کیا۔ سر تن سے جدا کیا۔ اس وقت ام کلثومؑ قبر حضرت عباسؑ علمدار پر اور ام لیلیٰ قبر حضرت علی اکبرؑ پر رو رہی تھی غرضکہ یہ ایک بی بی اپنے اپنے وارث کو یاد کر

کے نوحہ پڑھ رہی تھی۔ تین دن تک اہلبیتؑ اطہار کربلا میں مقیم رہے۔ چوتھے روز مدینہ کے لیے روانگی ہوئی۔ اس وقت حضرت زینبؑ قبر مبارک سے خطاب فرمایا ؎

برخیز تا رویم برادر کہ خواہرت
تنہا بسوی روضۂ رضوان نمیرود

حضرت جابر ابن عبداللہ انصاریؒ اور زیارت اربعین

شیعہ علماء اعلام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ زیارت اربعین کے موسس یعنی بنیاد ڈالنے والے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری ہیں اور شیعان علیؑ مرتضیٰ اس عمل میں آپ کی اقتداء کرتے ہیں اور آئمہ معصومین صلوات اللہ علیہم اجمعین نے اس عمل کے بہت زیادہ فضائل اور بے شمار ثواب بیان فرمایا ہے سیّد نے کتاب الاقبال میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ علائم المومن خمس، کہ مومن کی علامتیں پانچ ہیں یعنی مومن ان پانچ چیزوں سے پہچانا جاتا ہے جو کہ یہ ہیں۔

(۱) نماز اکیاون رکعت پڑھنا۔
(۲) زیارت اربعین پڑھنا۔
(۳) انگشتری داہنے ہاتھ میں پہننا۔
(۴) تعفیر الجبین یعنی پیشانی پر خاک ملنا۔

(۵) نماز میں بسم اللہ با آواز بلند پڑھنا۔

ان پانچوں علامتوں میں زیارت بھی شامل ہے پس زیارت اربعین پڑھنا علامت ایمان ہے روز اربعین کے بارے میں اکثر علماء اعلام فرماتے ہیں کہ اہلبیتؑ اطہار قید شام سے رہا ہونے کے بعد اس روز وارد کربلا ہوئے ہیں اور جابر بن عبداللہ انصاری سے ملاقات ہوئی ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس روز اہلبیتؑ طاہرین وارد مدینہ ہوئے ہیں۔

علامہ مجلسیؒ نے اپنی ایک کتاب زاد المعاد میں فرمایا ہے کہ روز اربعین۔ زیارت امام حسین علیہ السلام کا جو کہ زیارت اربعین کے نام سے مشہور و معروف ہے پڑھنا موجب ثواب عظیم ہے کیونکہ اس روز امام زین العابدین علیہ السلام اور اہلبیتؑ اطہار شام سے کربلا پہنچے ہیں۔ اور سرہائے شہداء ان کے اجسام سے ملحق کیا ہے بنابریں یہ زیارت بہت زیادہ رکھتی ہے اور اس کے پڑھنے کا ازحد ثواب ہے۔ علامہ مجلسیؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضرت سید سجادؑ کا روز اربعین (یعنی بیس صفر ۶۱ھ) کو وارد کربلا ہونا بعید ہے یعنی ممکن نہیں ہے اس کی بہت وجوہات ہیں اور یہ کہنا کہ بیس صفر ۶۱ھ ہی کو مدینہ وارد ہوئے ہیں یہ بات اور بھی زیادہ بعید ہے کیونکہ مسافت بہت طولانی ہو جاتی ہے۔ بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ روز اربعین ۶۱ھ امام زین العابدین علیہ السلام شاید باعجاز امامت کربلا تشریف لائے ہیں۔ اور سرہائے شہداء بدنوں کے ساتھ ملحق کئے ہیں اس کے بعد علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا باعجاز امامت وارد کربلا ہونے پر کوئی روایت میری نظر سے نہیں گزری بلکہ باعجاز امامت تشریف لانا بعض روایات کے منافی ہے جو میری نگاہ سے گزری ہے۔

الی اخرما قال رحمۃ اللہ علیہ۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری مکرر دفعہ زیارت امام حسینؑ کے لیے کربلا آئے ہیں۔ روز اربعین بھی اور اس موقعہ پر آپ نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے ملاقات کی ہے اور آپ کو امام حسینؑ کا پرسہ دیا ہے۔ جابر بن عبداللہ انصاری کا زیارت قبر امام حسینؑ بروز اربعین کہ ۲۰ ر صفر حق ہے اور ملاقات عام بھی حق ہے۔

روایت دیگر روز اربعین جابر ابن عبداللہ انصاری کے وارد کربلا ہونے پر

صاحب مخزن البکا تحریر کرتے ہیں کہ اردبیلی آخوند ملا احمد اعلی اللہ مقامہ نے فرمایا کہ بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کے خزانہ میں ایک کتاب میری نظر سے گزری جس میں یہ خبر آب زر سے تحریر تھی جس کا مضمون یہ کہ یحییٰ زرکی کہتا ہے کہ میں حضرت جابر ابن عبداللہ انصاری کے ساتھ کربلائے معلیٰ روانہ ہوا تاکہ زیارت قبر امام حسینؑ سے مشرف ہوں۔ ہم انیسویں ماہ صفر کی شب کو کربلا سے ایک منزل کے فاصلہ پر پہنچے۔ میری زوجہ خدیجہ نامی میرے ہمراہ تھی۔ میں وہاں اس کے لیے خیمہ نصب کیا۔ اور میں خود حضرت جابر کے ہمراہ رہا۔ اور ہم ایک جگہ بیٹھ کر گفتگو کرنے لگے جابرؓ نے فرمایا کہ انشاء اللہ کل ہم وارد کربلا معلیٰ ہوں گے۔ اور آقائے مظلوم کی قبر مبارک کی زیارت کریں گے مراسم عزا بجا لائیں گے۔ ابھی ہماری گفتگو ہو رہی تھی کہ خیمہ سے کہ جس میں میری زوجہ تھی رونے اور واحسیناہ کی آواز بلند ہوئی۔ میں خیمہ میں گیا میں نے دیکھا کہ میری زوجہ مقنعہ سر سے

اُتارے ہوئے واحسیناہ، وامظلوماہ کہہ رہی ہے اور بڑی بے چینی سے رو رہی ہے۔ میں نے اس سے سبب گریہ و حالت زار پوچھی تو اس نے کہا اے یحییٰ بیٹھ جاؤ میں بیان کرتی ہوں۔ یحییٰ کہتے ہیں کہ میں بیٹھ گیا۔ زوجہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ابھی میں سو گئی تھی کہ خواب میں حضرت خاتونِ جنت بی بی فاطمہ زہراؑ کو دیکھا کہ وہ تشریف لائی ہیں سیاہ لباس پہنے ہوئے ہیں بال پریشان ہیں۔ چار ہزار حورانِ جنت ساتھ ہیں کہ بی بی سیدہ وارد کربلا ہوئیں اور آپ کی نظر قبر امام حسینؑ پر پڑی۔ آہ جگر سوز کھینچی۔ اور فرمایا اے میرے نورِ نظر۔ اے شہید ظلم و ستم اے حسینؑ غریب تیری بہن زینبؑ وام کلثومؑ اور بچے اور اہلِ حرم کہاں ہیں۔ اور فرماتی ہیں کہ اے فرزند تیرا سرِ بریدہ کہاں ہے۔ آپ کے اس درد بھرے کلام سے تمام حورانِ جنت رونے لگیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ ان حوروں میں ایک بزرگ حور بھی ہے جس کا نام طیبہ ہے۔ اس سے سیدہ عالمین نے فرمایا کہ اے میرے پدر بزرگوار کی قبر پر جلدی جا اور ان سے کہو کہ فاطمہؑ اس شب قبر حسینؑ پر آئی ہے یہ شب شبِ اربعین ہے صبح کو روز اربعین ہے۔ ان سے کہنا کہ بابا جان آپ کی بیٹی آپ کی منتظر ہے کہ آپ تشریف لائیں اور روز اربعین عزاء حسینؑ برپا کریں۔ اور ایک دوسری حوریہ کو آپ نے نجف بھیجا اور یہی پیغام شاہ نجف کو دیا کہ آئیے کربلا، کہ ہم روز اربعین عزاء حسینؑ برپا کریں۔

یا اسد الرحمٰن یا شحنۃ النجف جزاء و صبرًا للحسینؑ قتیل
ای خفتہ در نجف شہ مردان بیا بیا بہر عزای نور دو چشمان خود بیا

یعنی کہ اے شاہ نجف کربلا آئیے کہ حسینؑ غریب کی عزا برپا کریں ۔ اور ایک تیسری حوریہ کو امام حسنؑ کی قبر پر بھیجا کہ انہیں کربلا لے آئے۔ جب یہ بزرگوار نبیؐ اور علیؑ

اور حسن مجتبیٰ صلوات اللہ علیہم اجمعین تشریف لے آئے۔ تو سیدہ عالم نے قبر حسینؑ پر بین کئے اور گریہ وزاری فرمایا آپ نے فرمایا کہ اے سیدہ صبر کرو۔ علیؑ مرتضیٰ نے فرمایا کہ اے بنت رسولؐ خدا صبر کے ساتھ گریہ کرو۔ لیکن سیدہ عالم روتے روتے بے ہوش ہو گئیں امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام آپ کو ہوش میں لائے وہ مومنہ کہتی ہے کہ پھر میں نے دیکھا کہ لاتعداد مرد و زن جمع ہو گئے۔ میں نے سوال کیا کہ یہ کون لوگ ہیں تو حوریہ نے کہا کہ انبیاء علیہم السلام ہیں۔ چونکہ یہ شب شب اربعین ہے لہٰذا یہ سب کے سب بغرض زیارت جمع ہوئے ہیں۔ اور سب کے سب چہروں پر خاک ملے ہوئے تھے۔ گریہ وزاری کر رہے تھے اے شیعو اس شب اور اس روز تم بھی جہاں بھی ہو مولیٰ کو بطرف کربلا سلام کرو۔ السلام علیک یا ابا عبد اللہ السلام علیک یا بن رسول اللہ زینبؑ وام کلثوم پر بھی سلام بھیجو۔ پس روز اربعین ۲۰ صفر کی تاریخ ہے۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

ثواب زیارت اربعین

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ جابر ابن عبداللہ انصاری اوّل زائر ہیں یعنی آپ نے بعد شہادت امام حسینؑ مدینہ سے کربلا آکر زیارت کربلا کی ہے اور شرف زیارت حاصل کیا ہے۔ روز شہادت امام حسین علیہ السلام سے لے کر حضرت جابرؓ کے مشرف بہ زیارت ہونے سے پہلے پہلے بہت سے حضرات نے زیارت کی ہے چنانچہ شیخ جعفر مرحوم کتاب خصائص میں فرماتے ہیں کہ اول من زارہ بعد الشہادۃ ہو اللہ العلی العظیم۔ کہ بعد شہادت سب سے پہلے خداوند تعالیٰ

نے اپنے عبد خاص حسین فرزند رسولؐ کی زیارت کی۔ اور یہ زیارت میں اس بنا پر ہے کہ خداوند عالم بسیط محض ہے۔ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے پس خدا ہی چونکہ اول ہے اور وہی آخر ہے پس زیارت کی ابتداء بھی خدا سے ہے اور اختتام بھی خدا پر ہے۔ بعدہ ثم زارہ رسول اللہ۔ کہ پھر رسول خدا نے زیارت کی۔ پھر علیؑ و فاطمہؑ اور امام حسنؑ نے زیارت کی۔ پھر ان فرشتوں نے زیارت کی کہ جو استغاثۂ امام حسینؑ پر نصرت کرنے آئے تھے مگر امام مظلوم نے ان کو اجازت جہاد نہیں دی پس وہ فرشتے بعد شہادت امام حسینؑ سب سے پہلے زیارت قبر مطہر کے لیے آئے۔ پھر ذوالجناح نے زیارت کی کہ جب امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے تو ذوالجناح نے خیمہ میں اہلبیتؑ کو خبر کی اور پھر مقتل میں واپس آیا اور دیکھا کہ سر امام حسینؑ بدن اطہر سے جدا ہو چکا ہے زیارت کی اور طواف کرنے لگا۔ جنات نے بھی زیارت امام حسینؑ کی ہے۔ ان کے نوحے و مرثیہ کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ اور روز عاشورا محرم جب منادی نے کہا قتل الحسینؑ بکربلا، تو اہل حرم جناب زینبؑ خاتون کے ہمراہ مقتل آئے اور زیارت امام حسین علیہ السلام کی اور جناب زینبؑ آداب زیارت بجا لائیں اور اول اپنے نانا کو مخاطب کیا اور فرمایا۔ صلی علیک ملیک السماء ھذا حسینک مرمل بالدماء مقطع الاعضاء مسلوب العمامۃ والردا۔ نانا آپ کی نماز جنازہ تو ملائکہ نے بھی پڑھی۔ لیکن کربلا میں جلتی ہوئی خاک پر خاک و خون میں غلطاں بے گور و کفن لاشِ حسینؑ پڑی ہے۔ یہ بیکس حسینؑ کی زیارت کرنے آئی ہے حسینؑ خاک و خون میں غلطاں ہیں۔ اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہو رہے ہیں لوگ عمامہ اور ردا لوٹ کر لے گئے ہیں اور زائروں کو یعنی کہ ہم بیکس بے وارثوں کو لشکر عمر ابن سعد نے تازیانے مار مار کر زیارت سے روکا ہے۔ بہر حال اولاد

جناب آدمؑ میں دور شہر سے زیارت کے لیے کربلا وارد ہونے والوں میں جناب جابر بن عبداللہ انصاری گوئے سبقت لے گئے۔ گویا رسم زیارت جناب جابرؓ نے قائم کی ہے۔ اے شیعو تم جس جگہ بھی ہو دور ہوں یا نزدیک۔ کربلا کی طرف رخ کر کے زیارت سید الشہداء علیہ السلام پڑھا کرو تاکہ تمہارا شمار زائران امام حسین علیہ السلام میں ہو۔

شیعان علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہر دور میں زیارت کے لیے کربلا و معلیٰ جاتے رہے ہیں اور اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ لیکن بنی امیہؔ اور بنی عباس دونوں نے اہلبیتؑ اطہار پر ظلم کئے۔ بنی امیہ نے خانوادۂ رسالتمآبؐ کو تباہ و برباد کیا امام حسینؑ اور ان کے عزیز و انصار کو قتل کیا اہل حرم کو اسیر کیا سید سجادؑ امام عصر کو طوق و زنجیر پہنائی تو بنی عباس نے بھی کوئی کمی نہیں اٹھا رکھی۔ بنی عباس میں متوکل ملعون نے قبر امام حسین علیہ السلام کا نشان مٹانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ مزار اقدس پر ہل چلوائے۔ مگر حیوان امام کی حرمت جانتے تھے قبر پر آ کر ٹھہر جاتے خواہ کتنا ہی ان کو مارا پیٹا جاتا مگر وہ ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھتے تھے متوکل نے نہر سے پانی قبر مبارک کی طرف جاری کیا مگر قبر مبارک بیچ میں اور پانی چاروں طرف احاطہ کئے ہوئے تھا۔ قبر محفوظ رہی۔ بنی امیہ اور بنی عباس دونوں ہی آل رسولؐ کے دشمن رہے۔ بنی امیہ نے تیغ کے ذریعہ ان کو مٹایا اور بنی عباس نے قبور مبارکہ کے نشان مٹا کر ان کو ختم کرنا چاہا۔ مگر آل رسولؐ نور خدا ہیں اور نور خدا ہوائے دین یعنی انسانی کوششوں سے نہیں بجھ سکتا۔ جس چراغ کو خدا روشن کرے وہ کب بجھ سکتا ہے زیارت قبر حسینؑ زندہ باد۔ کربلا پائندہ باد۔

حکایت ابراہیم دیرج

شیخ طوسی علیہ الرحمۃ امالی میں تحریر فرماتے ہیں کہ ابراہیم دیرج کہتا ہے کہ متوکل نے مجھے حکم دیا کہ کچھ غلاموں اور خادموں کو ہمراہ لے جاکر قبر حسین ابن علیؑ برطرف کرو اور زمین بیلوں سے جوت کر زراعت کرو۔ اور ایک نامہ جعفر بن عمار کو لکھا کہ میں ابراہیم دیرج کو کربلا بھیج رہا ہوں کہ وہ قبر حسین ابن علیؑ پر ہل چلائے۔ جعفر بن عمار کربلا کی بستی میں قاضی تھا۔ اس کو جب نامہ ملا تو اس نے میرے لیے زراعتی انتظام کر دیا۔ ابراہیم دیرج کہتا ہے کہ میں نے کربلا پہنچ کر قبر امام حسین علیہ السلام کو کھود دوں۔ چنانچہ میں نے مزدوروں کے ساتھ قبر امام حسینؑ کو کھودا تو اس قبر میں کچھ نہ ملا۔ یعنی جسد امام حسینؑ وہاں نہیں تھا بلکہ قبر خالی تھی وہ کہتا ہے کہ میں قاضی جعفر بن عمار کے پاس گیا اس کے استفسار پر سارا واقعہ بیان کیا اس نے کہا کہ قبر زیادہ گہری کھودو۔ میں واپس آیا اور بہت زیادہ گہری زمین کھودی مگر لاش مبارک نہیں ملی۔ قاضی جعفر نے متوکل کو خط لکھا اور واقعہ سے مطلع کیا۔ اور یہ بھی لکھا کہ قبر مطہر پر پانی رواں کیا گیا مگر پانی قبر مبارک کے چاروں طرف طواف کرنے لگا اور قبر محفوظ رہی۔ ابو علی عماری کہتا ہے کہ میں نے ابراہیم دیرج سے تنہائی میں سوال کیا کہ کربلا پہنچنے کے بعد تمہارے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا۔ حقیقت حال سے مطلع کرو کہ تم نے وہاں کیا کیا اور کیا دیکھا۔ اس نے کہا کہ میں اپنے ایک خاص غلام کے ہمراہ قبر مبارک پر پہنچا۔ قبر کو تنگا فتہ کیا۔ ایک تازہ بوریا (چٹائی) دیکھا کہ وہ قبر میں پڑا تھا۔ اور جسد مبارک یعنی جسم امام حسینؑ اس چٹائی پر رکھا

تھا ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ آپ سو رہے ہیں فواللہ وجدت رائحۃ المسک۔ بخدا مشک سے بھی بہتر خوشبو آ رہی تھی۔ میں نے صرف اس بوریئے اور جسد مبارک پر نظر ڈالی اپنا ہاتھ نہیں لگایا۔ قبر کو بند کیا اور اس کے بعد حضرت کی قبر کے اردگرد ہل چلانے شروع کیے۔ ہر چند کوشش کی مگر بیل قبر مبارک سے پاس جاکر ٹھہر جاتے اور پھر آگے نہیں بڑھتے تھے حتیٰ کہ میں نے ان کو بہت زدوکوب کیا مگر بیل ایک قدم بھی آگے نہ بڑھے۔ میں غلاموں سے کہا کہ اس واقعہ کی کسی کو خبر نہ کرنا ورنہ متوکل ہمیں قتل کرا دے گا کتاب امالی میں مرقوم ہے کہ ابی عبداللہ باقطانی کہتا ہے کہ عبداللہ بن یحییٰ خاقان نے کہ میں ہارون معرّی کہ جو متوکل کے سرداروں اور امیروں میں سے ایک سردار تھا۔ اس کا گماشتہ بنوں۔ ہارون معرّی کا بدن گورا تھا مگر اس کے ہاتھ پاؤں اور چہرہ نہایت سیاہ تھا۔ اور ہمہ وقت اس کے موہنہ سے بدبو آتی تھی اور پیپ ٹپکتی تھی۔ جب میں اس کا مقرّب ہو گیا تو میں نے سوال کیا کہ تمہارے جسم کے بعض حصّہ بالکل سیاہ اور موہنہ سے بدبو آتی ہے اس کا کیا سبب ہے۔ اس نے کہا کہ جب وہ مرض الموت میں مبتلا ہوا۔ پھر میں نے اس کے سامنے عہد کیا کہ میں اس واقعہ کو پوشیدہ رکھوں گا۔ تو اس نے مزید کہا کہ متوکّل نے ابراہیم دیرج کے ہمراہ بھیجا تھا کہ کربلا جاکر قبر امام حسینؑ علیہ السلام کو تنگا فتہ کروں۔ اور اس میں پانی بھر دوں جب میں نے چاہا کہ کربلا روانہ ہوں تو میں نے شب میں خواب میں دیکھا کہ حضرت رسول خدا فرماتے ہیں کہ اے ابو عبداللہ۔ ابراہیم دیرج کے ہمراہ قبر حسین پر نہ جانا۔ اور جس کام کے لیے تجھے مقرر کیا ہے اس پر عمل نہ کرنا جب صبح ہوتی اور مجھے اپنے ساتھ لیجانے کے لیے ابراہیم دیرج نے لالچ وغیرہ دیا تو میں کربلا جانے کے لیے تیار ہو گیا اور کربلا پہنچ کر قبر امام حسینؑ کو تنگا فتہ کیا

اور چاہا کہ متوکّل کی فرمائش پورا کروں ۔ کہ رات ہو گئی میں نے پھر حضرت رسول خدا کو خواب میں دیکھا کہ حضور تشریف فرما ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں نے تجھ سے نہ کہا تھا کہ قبر حسینؑ کو غارت نہ کرنا ۔ تو نے میرا کہنا نہ مانا ۔ یہ فرما کر آنحضرتؐ نے ایک طمانچہ مونہہ پر مارا ۔ اور تھوک دیا ۔ اس رات سے اب تک چہرہ سیاہ ہے اور بدبو آتی ہے اور پیپ آتی ہے ۔ اسی کتاب امالی میں یہ بھی مسطور ہے کہ فضل بن محمد بن عبدالحمید سے روایت ہے ۔ کہ کہا میں ابراہیم دیزج کے پڑوس میں رہتا تھا ابراہیم دیزج بمرض موت مبتلا ہوا تو میں اس کی عیادت کو گیا ۔ اس وقت اس کے پاس ایک طبیب بیٹھا تھا میں نے دیزج سے سوال کیا کہ کیا حال ہے اور تم کو کیا ہو گیا ہے ۔ ابراہیم دیزج نے بوجہ موجودگی طبیب اس وقت کچھ جواب نہ دیا تھوڑی دیر میں طبیب چلا گیا تو اس نے کہا کہ مجھے متوکّل نے حکم دیا کہ کربلا جا کر قبر امام حسین علیہ السّلام کو شگافتہ کروں ۔ جسد مطہر کو باہر نکالوں اور قبر میں پانی چھوڑ دوں ۔ اور قبر پر ہل چلا دوں ۔ تاکہ نشان قبر مبارک مٹ جائے ۔ ابراہیم دیزج کہتا ہے کہ میں کربلا گیا اور بہت سے غلام اور خادم اور بیلچے وغیرہ لے گیا کہ قبر مبارک کو کھودوں اور متوکّل کی فرمائش پر عمل کروں ۔ میں کربلا پہنچا تو رات ہو گئی تھی لیکن میں نے مزدوروں سے کام لیا اور ان کو قبر کھودنے پر مامور کیا اور کہا کہ اس کے بعد ہل چلا دیں ۔ اور تخم ریزی کریں ۔ میں چونکہ سفر کی وجہ سے تھکا ہوا تھا کہ رات کو نیند آ گئی ۔ ناگاہ میرے کان میں شور و غل کی آواز آئی ۔ غلاموں نے مجھے جگا دیا میں نے ان سے کہا ارے تمہیں کیا ہو گیا ۔ انہوں نے کہا ایک ایسا امر عجیب ظاہر ہوا ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی دوسرا واقعہ عجیب و غریب نہ ہوگا ۔ غلام کہتے ہیں کہ ایک گروہ قبر امام حسین علیہ السّلام اور کنان متوکل کے درمیان "ظاہر ہوا اور وہ لوگ ہمیں قبر مبارک کے پاس

جانے سے منع کرتے ہیں روکتے ہیں اور تیر مارتے ہیں ۔ جب میں ان کے نزدیک گیا تو دیکھا کہ ایک گروہ فی الواقعی موجود ہے میں نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ تم بھی تیر مارو ۔ میرے غلاموں میں سے جس نے بھی تیر ان کی طرف پھینکا وہ تیر پلٹ کر غلام کے آ لگا ۔ اور وہیں وہ غلام بدانجام مر گیا ۔ یہ واقعہ دیکھ کر مجھے دہشت طاری ہو گئی اور بخار ہو گیا جواب تک باقی ہے ۔ میں نے اس وقت قبر مبارک سے تمام اسباب غارت گری اٹھا لیا ۔ اور اپنا قتل ہونا اور متوکّل کے حکم کی مخالفت کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا ۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے ابراہیم دیزج سے کہا کہ اب تم متوکّل کے شر سے بالکل محفوظ ہو ۔ کیونکہ کل شب باعانت منتصر ۔ متوکل مارا گیا اور فی النار ہو گیا ہے ۔ دیزج نے کہا کہ میں اپنے بدن میں ایک ایسی حالت پاتا ہوں کہ زندگی کی امید نہیں ہے ۔ راوی کہتا ہے کہ جب صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ ابراہیم دیزج واصل جہنم ہو گیا ہے ۔

مؤلف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ وہ گروہ کہ جو قبر امام حسینؑ اور کارکنان متوکّل کے درمیان ظاہر ہوا از قسم اجنہ" تھا ۔ یا ملائکہ تھے کہ جو قبر امام حسینؑ کی محافظت کر رہے تھے ۔ ہو سکتا ہے کہ اجنّہ ہوں کیونکہ زعفر جن کا تصرف کے لیے استغاثہ امام حسینؑ پر آنا ثابت ہے مگر امام حسین علیہ السّلام نے نصرت کرنے سے روک دیا ۔ اب زعفر جن نے اپنی فوج بھیج دی کہ جاؤ اور حفاظت قبر امام مظلوم کرو ۔ یا وہ ملائکہ کہ جو نصرت کے لیے نازل ہوئے تھے مگر امام حسینؑ نے ان کو بھی اجازت جہاد نہ دی پس بعدہٗ ملائکہ حفاظت قبر مطہر کے لیے آ گئے ہیں ۔

زید مجنون اور بہلول کا برائے زیارت قبر امام حسینؑ کربلا جانا

جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ متوکل ملعون نے اپنے غلاموں کو کربلا روانہ کیا کہ وہ قبر مطہر حضرت سید الشہداء علیہ السلام کو شگافتہ کر کے نہر علقمہ سے پانی کاٹ کر محو کر دیں۔ اور کسی کو زیارت قبر منور کے لیے نہ جانے دیں۔ یہ خبر زید مجنون کو بھی ہو گئی کہ متوکل قبر امام حسینؑ کے نشان کو مٹانا چاہتا ہے۔ زید مجنون دراصل صاحب عقل و فراست تھے ان کا دیوانگی سے کوئی تعلق نہ تھا۔ لیکن حقوق آل محمدؐ کی اشاعت اس طرح کرتے تھے۔ کہ لوگ ان پر دیوانگی کا شبہ کرتے تھے۔ زید مجنون ان دنوں مصر میں تھے۔ وہاں سے بعزم زیارت قبر امام حسین علیہ السلام عازم سفر کربلاء معلیٰ ہوئے۔ اور بعد طے منازل کوفہ پہنچے تو وہاں بہلول دانا کو دیکھا۔ زید مجنون بھی عقل و بصیرت رکھتے تھے چشم بصیرت سے دیکھ کر بہلول کو پہچان لیا اور بہلول نے کہا کہ تم نے مجھے کیسے پہچان لیا۔ حالانکہ تم نے مجھے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ زید نے کہا کہ ارواح کو آپس میں ربط و محبت ہے عالم ارواح میں جو لوگ ایک دوسرے سے دوستی کر چکے ہیں وہ دنیا میں بھی کسی نہ کسی عنوان پہچان لیتے ہیں۔ بہلول نے سوال کیا کہ تم یہاں کس کام سے آئے ہو۔ تمہارے پاس نہ زادِ راہ ہے اور نہ مرکب زید مجنون نے سن کر کہا کہ مجھے اس امر کی خبر ملی کہ متوکل شقی قبر امام حسینؑ کا نشان مٹانا چاہتا ہے اور اس نے اس کام کے لیے اپنے غلام کربلا بھیجے ہیں سب مجھے اس خبر نے انتہائی بے چین کر دیا ہے ؏۔

گھر میں لگتا نہیں صحرا میں گھبراتا ہے دل

آخر کار محبت حسینؑ میں عازم سفر ہوا اور یہاں تم سے ملاقات ہو گئی۔ بہلول نے کہا اچھا میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں دونوں کوفہ سے روانہ ہوئے اور وارد کربلا ہوئے جب مقتل میں پہنچے دیکھا کہ قبر امام حسینؑ کے چاروں طرف پانی بھرا ہوا ہے مگر قبر امام حسینؑ علیہ السلام بالکل محفوظ ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پانی اس خیال سے پانی پانی ہو گیا کہ حسینؑ تشنہ لب دنیا سے رخصت ہو گئے۔ پانی طواف کرنے لگا۔ اور حائر کے اندر ایک بوند تک نہیں گئی۔ اور قبر مبارک اس پانی میں بلند نظر آتی تھی جیسے چاند کے گرد ہالہ ہوتا ہے اس طرح قبر مطہر کے گرداگرد پانی تھا جب زید مجنون اور بہلول نے یہ معجزہ مشاہدہ کیا تو کہنے لگے۔ يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ٥ (سورۃ التوبہ آیت ۳۲)

یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اپنے مونہہ سے پھونک مار کر خدا کے نور کو بجھا دیں اور خدا اس کے سوا کچھ مانتا ہی نہیں کہ اپنے نور کو پورا کر ہی کے رہے۔ اگرچہ کفار پر گراں گزرے۔ پس زید مجنون اور بہلول دانا کے یقین میں اور بھی زیادہ پختگی پیدا ہو گئی۔ اور متوکل کا غلام کہ جو قبر امام حسینؑ کو مٹانے کے لیے کوشاں تھا اس کی نظر زید مجنون اور بہلول پر پڑی اس نے دریافت کیا اے شیخ کہاں سے آئے ہو۔ زید مجنوں نے کہا کہ مصر سے آیا ہوں۔ اس نے پھر پوچھا کہ یہاں کیوں آئے ہو۔ اس لیے کہ متوکل کا حکم ہے کہ جو شخص قبر حسینؑ کی غرض سے یہاں آیا ہوں۔ اور مجھے اس درد نے یہاں پہنچایا ہے کہ متوکل قبر فرزند رسولؐ خدا مٹانا چاہتا ہے۔ پس وہ غلام زید کے قدموں پر گر پڑا کیونکہ وہ نشان قبر مٹانے سے عاجز ہو گیا تھا۔

اور کہنے لگا کہ مدتوں سے قبر مبارک کو مٹانے کی کوشش کر رہا ہوں مگر میں اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اس وقت زید مجنون نے یہ اشعار پڑھے

تاللہ ان کانت امیۃ قد اتت قتل ابن بنت نبیھا مظلومًا

فلقد اتاہ بنو امیۃ بمثلہ ھذا العمرک قبرہ مھدومًا

اسفوا ان لا یکونوا شارکوا فی قتلہ فلیتقوہ رمیمًا

یعنی کہ اگر بنی امیہ نے اولاد فاطمہؑ کو بے گناہ قتل کیا تو اولاد عباس نے باوجودیکہ پدری قرابتدار ہونے کے اولاد فاطمہؑ کی قبروں کو مٹانے کی کوشش کی ہیں۔ وہ غلام بولا کہ اے شیخ آپ کی برکت سے میں نے ہدایت پائی اور میں اپنے گذشتہ کئے پر پچھتاتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں متوکل خواہ مجھے قتل کرا دے یا آگ میں جلا دے میں اس سے سارا حال ضرور بیان کروں گا چنانچہ وہ مرد مومن متوکل کے پاس گیا اور سارے واقعات کرامات و معجزات اس سے بیان کیا متوکل ملعون غضبناک ہوا اور اس کے قتل کا حکم دیا اور اس کے پیروں میں ریسمان باندھ کر بازاروں میں کھینچا گیا۔ اور پھر اس کو سولی پر لٹکایا گیا جب زید مجنون کو اس کے قتل ہو جانے کی خبر ملی تو زید مجنون سامرہ (سُرَّ مَن رائے) گئے اور اس لاش کو اٹھالائے غسل و کفن کے بعد نماز جنازہ پڑھ کر اس کو دفن کر دیا۔ اور تین دن تک اس کی قبر پر تلاوت قرآن مجید کی۔ جب تیسرا دن ہوا تو بہت زیادہ صدائے گریہ و بکا سنی اور بکثرت مرد و عورت دیکھے کہ جو بال پریشان کئے ہوئے تھے چہروں پر سیاہی ملے جنکے ساتھ ساتھ ہیں زید کو یہ خیال ہوا کہ شاید متوکل مر گیا دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اسکی ایک کنیز جو اس کو بہت عزیز تھی مر گئی اور اس کا جنازہ اس دھوم سے اٹھایا گیا۔ زید نے یہ سن کر کربلا کی طرف رُخ

کیا اور کہا واحسرتاہ نعش مبارک حسینؑ تین دن تک بغیر گور و کفن پڑی رہی اور اس کنیز کو اسقدر اہتمام سے دفن کیا گیا ہے پس زید مجنون نے کربلا کی طرف رُخ کر کے فریاد کی واحسرتاہ فرزند رسولؐ کی نعش مبارک تین دن تک بے گور و کفن خاک و خون میں غلطان پڑی رہی۔ اور اس کنیز حبشیہ کے مرنے پر اسقدر اہتمام دفن اور اسقدر گریہ و بکا۔ پس زید مجنون نے اس بارے میں اشعار نظم کئے۔ اور ایک غلام کے ذریعہ متوکل کو بھیجے۔ وہ اشعار یہ ہیں۔

ایحرث بالطف قبر الحسین ویعمر قبر بنی الزانیۃ

لعل الزمان بھم قد یعود ویاتی بدولتھم ثانیۃ

الا لعن اللہ اھل الفساد ومن یامن الدنیۃ الفانیۃ

ماحصل یہ ہے کہ قبر فرزند فاطمہؑ زہرا تو مٹائی جائے اور اس کنیز زانیہ کی قبر بنائی جائے اور اہل فساد پر لعنت بھیجی۔ جب یہ اشعار متوکل کی نظر سے گزرے تو بہت غضبناک ہوا۔ اور زید مجنون کو بلا کر بہت ڈرایا دھمکایا۔ زید نے اس کو بہت نصیحتیں کیں مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا متوکل نے زید سے کہا کہ تم ابوتراب کی مدح کرتے ہو اس نے کہا کہ ابوتراب کی مدح تو رسولؐ خدا نے کی ہے اور ابوترابؑ کی مدح قرآن کرتا ہے۔ لیکن متوکل نے زید کو زندان میں بھیج دیا جب رات ہوئی تو اس ملعون نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص اس کے سرہانے کھڑا ہے۔ اور متوکل کو لات مار کر کہا اٹھو اور زید کو قید سے رہا کر ورنہ میں تجھے ابھی قتل کر دوں گا۔ پس وہ شقی خواب سے بیدار ہوا اور زید کو زندان سے بلایا اور خلعت و انعام دے کر کہا کہ جو تمہاری حاجت ہو بیان کرو تاکہ میں اُسے پورا کروں۔ زید رحمۃ اللہ نے کہا کہ میری یہ حاجت ہے کہ تو مجھے اجازت دے کہ

قبر امام حسینؑ پر عمارت بنا دوں اور تو ان کے زائروں زیارت سے منع نہ کر۔ متوکل نے کہا اچھا میں نے اجازت دی پس پس زید خوشحال اور نہایت مسرور سادات باہر آئے اور شہر میں ندا کرتے تھے کہ جو شخص چاہے کہ وہ زیارت قبر امام حسینؑ کو جائے وہ امان میں ہے۔

زید مجنون کے تاثرات کو شاعر نے ان اشعار میں پیش کیا ہے ؎

بر مشام میرسد ہر لحظہ بوئے کربلا
در دلم ماندہ است یاراں آرزوئ کربلا
تشنہ آب فراتم اے اجل مہلت بدہ
تا بگیرم در بغل قبر شہید کربلا

یعنی کہ میرے مشام میں ہر لحظہ بوئے کربلا آتی ہے یعنی میرا دماغ خوشبوئے کربلا سے بسا ہوا اور اے دوستو میرے دل میں آرزوئ زیارت کربلا ہے۔ میں تشنہ آب فرات ہوں اے اجل مجھے اتنی مہلت دے کہ میں قبر مطہر امام حسین علیہ السلام کو اپنی آغوش میں لے سکوں۔ پس اگر اے شیعو تمہارے دل میں جذبۂ زیارت روضہ امام حسین علیہ السلام ہے تو انشاء اللہ زیارت نصیب ہوگی ورنہ بعد مردن روح بکربلا پرواز کرے گی۔ اس آرزو میں سید الشہداء کو سلام کرو السلام علی البدن السلیب۔

اہلبیتؑ اطہار کی وطن کو بازگشت

قال السید فی اللھوف ثم انفصلوا من کربلا طالبین المدینۃ الخ

یعنی سید کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ شام سے اہلبیتؑ اطہار وارد کربلا معلیٰ

ہوئے اور پھر چند روز قیام کرنے کے بعد مدینہ منورہ بازگشت کی۔ لیکن اہلبیت اطہار کا یہ عالم تھا کہ جب مدینہ جانے کا تصور کرتے کبھی دربار ابن زیاد ملعون میں جانا یاد آتا اور کبھی دربار یزید ملعون میں جانے کا تصور پیش نظر ہوتا اور خجالت محسوس ہوتی کہ وطن میں کیوں کر مونہہ دکھلائیں گے۔ زنان مدینہ سوال کریں گی کہ زینبؑ یہ شانوں میں رسن کے نشان کیسے ہیں۔ زینبؑ تم حسینؑ کو کربلا چھوڑ کر آئی ہو۔ تو میں کیا جواب دوں گی۔ یہ تصور ساتھ ساتھ ہمسفر تھا جیسے مدینہ نزدیک ہو رہا تھا زینب ناتوان کا اضطراب بڑھتا رہا تھا کہ مدینہ کے آثار نظر آنے لگے اس وقت جناب ام کلثومؑ نے اپنے جدّ نامدار رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی اسیری و بربادی کو اس طرح ظاہر کیا کہ مدینہ سے خطاب کیا ؎

مدینۃ جدنا لا تقبلینا	فبالحسرات والاحزان جئنا
الا فاخبر رسول اللہ عنا	بانا قد فجعنا فی اخینا
وان رجالنا بالطف صرعی	بلا راس وقد ذبحوا البنینا

یعنی اے ہمارے جدنامدار، رسول مختار، صاحب لولاک کے مدینہ آج ہم بیکسوں اور غم زدہ دل پر یہ احساس کر کہ ہمیں اندر آنے کو قبول نہ کر۔ کہ ہم یہاں حسرت و یاس کے ساتھ آئے ہیں۔ مقام انصاف ہے کہ ہمیں مدینہ میں داخل ہونا کیوں گوارا ہو۔ ایک دن وہ تھا کہ جب مدینہ سے نکلے ہیں تو سارا کنبہ ہمارے ساتھ اٹھارہ بنی ہاشم، فلک اہلبیتؑ کے چاند ستارے تھے اور آج جب کہ ہم مدینہ واپس آئے ہیں تو وا حسرتا نہ اکبرؑ ہے نہ قاسمؑ ہیں اور نہ عباسؑ ہیں۔ اے مدینہ رسول اللہ، اپنے صاحب کو خبر کر دو۔ کہ یا رسول اللہ آپ کی بیٹیاں بحالت زار واپس آئی ہیں۔ اے ناناکے شہر ہمارے نانا کو خبر کر دو کہ زینبؑ و ام کلثومؑ

بھائیؑ کو خاک کربلا میں سُلا کر آئی ہیں۔ کربلا آباد ہو گئی اور مدینہ تاراج ہو گیا۔ نہر فرات کے کنارے ہمارے سارے جوان مارے گئے۔ ان کے سر بدنوں سے جدا کر دیئے گئے اور ہماری اولاد کو ذبح کر ڈالا۔ اب سوائے بیمار و ناتوان سید سجادؑ کوئی اور باقی نہیں ہے۔

جناب زینبؑ نے بزبان حال یہ مرثیہ پڑھا ؎

ای مدینہ خجلم از تو قبولم منما
خجلم از بہر خدا نزد رسولم منما
این نگوئی تو کہ زینبؑ زکجا میائی
با حسینؑ رفتی و تنہا تو چرا میآئی
از من زار نپرسی کہ علی اکبرؑ کو
قاسمؑ و حضرت عباسؑ و علی اصغرؑ کو

یعنی کہ مدینہ میں شرمندہ ہوں تو مجھے قبول نہ کر اور بہر خدا مجھے رسولؐ خدا کے پاس مت آنے دے اے مدینہ یہ نہ کہنا کہ اے زینبؑ تو کہاں سے آئی ہے تو بغیر بھائی کے حسینؑ کو چھوڑ کر آئی ؎

خرجنا منک بالاھلین جمعا
رجعنا لا رجال ولا بنینا

یعنی کہ وقت کوچ ہمارا پورا خاندان ہمارے ساتھ مدینہ سے نکلا ہے اور آج میں مدینہ میں آئی ہوں تو نہ ہمارے بھائی ہیں اور نہ اولاد ہے رہیں یہی خجالت کافی ہے کہ اٹھارہ بھائیوں والی بہن۔ کبھی شہزادی تھی۔ اور آج بیکسی کے عالم میں تنہا آئی ہے ؎

ومولینا الحسینؑ لنا انیس!
رجعنا والحسینؑ بہ رمینا!

بابرادر رفتہ بے برادر آمدم
تاج بر سر رفتہ بودم خاک بر سر آمدم

اے مدینہ۔ میں بھائیوں کو لے کر گئی تھی۔ اور اب بھائیوں کو کھو کر آئی ہوں مدینہ سے نکلتے ہوئے زینبؑ کے سر پر تاج فخر و عزت تھا اور اب واپسی پر خاک پڑی ہے۔ اب ہم روتے پیٹتے اور نوحہ کناں آئے ہیں۔ واحسیناہ واحسیناہ۔

بساط سخن ــــ در فتح مکہ

یہ ایک حقیقت ہے کہ سفر سے وطن کی طرف بازگشت موجب فرحت و سُرور ہوتی ہے۔ اور یہ فطرت کا اٹل فیصلہ ہے کہ مسافر اپنے وطن پہنچ کر خوشی محسوس کرتا ہے ؎

خار وطن از مُلک سلیمان خوشتر
خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مکہ سے بحکم خدا ہجرت کی۔ آنحضرت کی نبوّت کو تیرہ سال گزر چکے تھے۔ قریش کی عداوت زوروں پر تھی۔ بنی ہاشم کا بائیکاٹ ہو چکا تھا۔ مسلمانوں کو طرح طرح کی اذیتیں دی جا رہی تھیں ان اسباب مخالفانہ کی بنا پر آنحضرتؐ نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی۔ مدینہ میں وہاں کے لوگوں نے خیر مقدم کیا ہر طرح کی آسائش مہیا ہو گئی۔ مگر پھر بھی آنحضرتؐ کو وطن یعنی مکہ کی

یاد ناگزیر تھی۔ وطن کی یاد ہمہ وقت تازہ تھی دسویں ماہ رمضان ۸ھ کو دس ہزار کی جمعیت سے رسول اللہ مدینہ سے بقصد فتح مکہ روانہ ہوئے۔ فتح مکہ کی آرزو کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ وہ آپ کا آبائی وطن تھا۔ عشاء کے وقت مراء الظہران میں لشکرِ اسلام اترا۔ اور آنحضرت نے ایک ایک ہزار کی ایک ایک جماعت علیحدہ کر کے حکم دیا کہ آگ روشن کریں۔

اِس شب ابوسفیان، بدیل بن ورقاء و حکیم بن حزام ایک جگہ بیٹھے ہوئے مصروف گفتگو تھے کہ ابوسفیان نے کہا اے دوستو دل چاہتا ہے کہ صحراء میں گھوم پھر کے فرحت و سرور حاصل کریں۔

پس یہ لوگ اپنی جگہ سے اٹھے اور گھوڑوں پر سوار ہو کر صحرا کا رخ کیا۔ کہ سرِ رشتہ مراء الظہران پہنچے کہ جہاں لشکر اسلام فروکش تھا اور آگ روشن تھی ابوسفیان کی کی نظر اس طرف گئی دیکھا کہ جگہ بجگہ آگ روشن ہے اس نے اندازہ کیا کہ کوئی لشکر پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے۔ اس کے ساتھیوں نے کہا کہ یہ قوم خزاعہ کا لشکر معلوم ہوتا ہے ابوسفیان نے کہا کہ قوم خزاعہ تو ذلیل تر اور کمزور تر ہے اس کے پاس اتنا عظیم لشکر کہاں سے آسکتا ہے یہ لوگ اپنی جگہ واپس آگئے۔ اتفاق کی بات جناب عباس بن عبد المطلب اپنے لشکر سے باہر نکلے تھے کہ راستہ میں ابوسفیان سے ملاقات ہوگئی۔ عباس اس کو اپنے ہمراہ لے کر لشکر اسلام کی طرف لے آئے ابوسفیان اس وقت خالی ہاتھ تھا۔ از قسم اسلحہ وغیرہ کچھ پاس نہ تھا۔ لیکن وہ اس وقت جناب عباس بن عبد المطلب کی پناہ میں تھا۔ اسی کو حضرت عمر نے جو دیکھا تو موقعہ کو غنیمت سمجھ کر اس کی طرف بڑھے کہ اس کو قتل کر دیں۔ مگر جناب عباسؓ نے کہا کہ اس کو میں نے اپنی امان میں لیا ہے۔ اور ابوسفیان

کو قتل نہ ہونے دیا۔ جناب عباس بن عبد المطلب اور ابوسفیان دونوں گھوڑوں پر سوار تھے۔ خدمت آنحضرتؐ میں پہنچے تھوڑی دیر میں حضرت عمر بھی آ گئے اور کہا یا رسول اللہ یہ موقعہ اچھا ہے ابوسفیان کو میں قتل کر دوں۔ عباسؓ نے کہا یا رسول اللہ میں نے اس کو اپنی امان میں لیا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے عباس اس کو اپنے ساتھ لیجاؤ صبح کو اپنے ہمراہ لے کر آنا۔ میں نے شب بھر کے لیے اس کو مہلت دی ہے۔ دوسرے دن صبح ہوتے ہی جناب عباس بن عبد المطلب۔ اس کو لے کر حاضر خدمت رسولؐ خدا ہوئے۔ آنحضرتؐ نے اس سے فرمایا اے ابوسفیان کیا ابھی تک تیرے نزدیک اسلام لانے کا وقت نہیں آیا۔ کہ حضرت عمر آ گئے عباسؓ نے کہا کہ جلدی سے مسلمان ہو جا ورنہ عمر تجھے قتل کر دے گا۔ ابوسفیان نے یہ سنتے ہی گھبرا کر اپنی زبان پر کلمہ شہادت جاری کیا اور کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمداً رسول اللہ اور مسلمانوں میں داخل ہوگیا۔ حالانکہ اس نے اسلام لانے سے پہلے آنحضرتؐ کو کافی صدمات پہنچائے تھے۔ مگر چونکہ وجود پیغمبر خدا عالمین کے لیے رحمت ہے۔ آنحضرتؐ نے درگزر فرمایا۔ اور خانہ ابوسفیان کو جاء امن قرار دے دیا۔ ارشاد فرمایا من دخل دار ابی سفیان فھو امن۔ یعنی کہ جو کوئی ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے اس کے امان ہے۔ اور آنحضرتؐ نے اس کو خلعت دیا۔ کتاب کنز الذاکرین میں ہے کہ ابوسفیان وہی خلعت پہن کر مکہ آیا ہے۔ اور ابوسفیان کے بعد وہ خلعت عید کے موقعہ پر اس کے فرزند معاویہ نے پہنا تھا تاکہ دوسرے مسلمانوں پر فخر کرے علاوہ ازیں وہ خلعت بہت قیمتی تھا۔ اور پھر معاویہ کے بعد بھی خلعت یزید کو ورثہ میں ملا اور اس ملعون نے وہ خلعت اس روز پہنا کر جب آل رسولؐ قیدی ہو کر

دربار یزید میں پہنچے ہیں اور سر بریدۂ امام حسینؑ طشت طلا میں رکھا تھا اور یزید پلید سرِ مطہر کے ساتھ چوب دستی سے جسارت کر رہا تھا۔ وامصیبتاہ کہ فرزند رسولؐ خدا کے سرِ مطہر کے ساتھ یہ بے ادبی اور حسینؑ کے نانا کا عطا کردہ خلعت اس قابل کہ دربار میں پہن کر فخر کرے۔

آنحضرتؐ کی مدینۂ منورہ سے وطن مالوف (مکہ) تشریف آوری

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارہ ہزار کا لشکر جرار لے کر عازم مکہ معظمہ ہوئے اور منزل مرار الظہران میں لشکر اسلام نے پڑاؤ ڈالا اور عباس ابن عبدالمطلب کے خوف سے ابوسفیان مسلمان ہو گیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے عباس آج کی شب تم اس کو مہمان رکھو۔ آب و طعام سے نوازو۔ جناب عباس اس کو اپنے خیمہ میں لے گئے اور رات بھر شوکت اسلام کا تذکرہ کرتے رہے صبح ہوئی تو غلغلۂ اذان سے فضاء لشکر گونج گی۔ ابوسفیان نے عباس سے دریافت کیا کہ اے برادر یہ کیسا شور و غل ہے۔ عباس نے کہا کہ جب ہم نماز پنجگانہ پڑھتے ہیں تو پہلے اذان کہتے ہیں اس اذان کے ذریعہ مسلمانوں کو نماز کے لیے جمع کرتے ہیں اور پھر آنحضرت کی اقتدا میں نماز پڑھتے ہیں اور اللہ کی عبادت کا فریضہ ادا کرتے ہیں نماز سے پہلے ہم وضو بھی کرتے ہیں۔ جب ابوسفیان نے آنحضرتؐ کا یہ جلال و شکوہ دیکھا تو خندہ پیشانی کے ساتھ عباسؓ نے کہا کہ میں نے کسی بادشاہ، قیصر و کسریٰ میں ایسا جاہ و جلال نہیں دیکھا کہ جیسا میرے بھتیجے محمدؐ میں

ہے اور اے ابوسفیان تو نے ابھی کچھ نہیں دیکھا ہے غرض کہ ابوسفیان آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مکہ جانے کے لیے اجازت طلب کی۔ آنحضرت نے اس کو اجازت دی کہ مکہ جا سکتا ہے۔ جب ابوسفیان نے مکہ کا رخ کیا تو عباس نے آنحضرتؐ سے عرض کیا ایسا نہ ہو کہ ابوسفیان مکہ پہنچ کر مفاد اسلام کے خلاف کوئی تدبیر کرے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس کے عقب میں آدمی بھیجے جائیں۔ جہاں بھی ابوسفیان اس کا تعاقب کیا جائے۔ عباسؓ خود اس کے عقب میں روانہ ہوئے۔ اور اس کو جا لیا۔ اور اس سے فرمایا اے ابوسفیان جیسے ہی ابوسفیان نے دیکھا تو قدرے اُسے بدگمانی ہوئی اور کہنے لگا کہ اے اہلبیتؑ نبوت تم بنی ہاشم مکر و غدر کرتے ہو۔ عباسؓ نے کہا کہ ہم بنی ہاشم نہ مکر کرتے ہیں اور نہ غدر کرتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ تم ذرا توقف کرو جب تک کہ لشکر اسلام اسلحہ لیس ہو۔ تم دیکھتے کہ مشرکین آمادہ ہیں کہ لشکر اسلام کو تکلیف پہنچائیں۔ آنحضرتؐ جب حکم دیں گے تو یہاں سے روانہ بطرف مکہ ہوں گے اور اے ابوسفیان تم ہمارے ساتھ رہو گے۔ پس سب سے پہلے جو ابوسفیان تک پہنچا وہ خالد بن ولید تھا جو ایک ہزار فوجی دستہ کا سالار تھا۔ اس کی فوج کے دو علم تھے۔ ایک علم عباس بن مرداس کے پاس اور دوسرا کسی اور شخص کے پاس تھا جب ابوسفیان کی نظر اس لشکر پر پڑی وہ کانپنے لگا۔ عباسؓ نے دریافت کیا ابوسفیان کیوں کانپ رہے ہو۔ آخر کیا بات ہے۔ کہ یہ خالد بن ولید ہے اور یہ جماعت قبیلۂ بنی سلیم سے ہے۔ اور جب خالد اس کے پاس سے گزرا تو اس کے لشکر نے تین مرتبہ اللہ اکبر کہا۔ اور مکہ کو روانہ ہو گئے۔ پھر اسی طرح زبیر بن العوام پانچ سو جوانان عرب کے ساتھ، ابو غفاری تین ہزار جوانوں کے ساتھ۔ بنو کعب پانچ سو سواروں کے ساتھ،

ابوسفیان کے پاس سے گزرے اور سب نے تین تین مرتبہ اللہ اکبر کہا۔ ابوسفیان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ بعدہٗ قبیلۂ مزینہ کہ اس کے ایک ہزار جوان تھے، قوم جہینہ، بنولیث، بنوحمزہ، بنوسعد، قبیلۂ اشجع کے لوگ تھے جو سب کے سب اسلحہ سے آراستہ تھے ان سب کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ نفس نفیس کی سواری نکلی۔ اسلحہ سے سجے ہوئے انصار و یاور ساتھ ساتھ تھے۔ اور لشکر اسلام کا علم حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کے دست فتح شیم میں تھا۔ حضرت رسولؐ خدا ناقہ غضبا پر سوار تھے۔ اور سایۂ علم حیدر کرار آنحضرت کے سر مبارک پر سایہ فگن تھا۔ الحاصل آنحضرتؐ اس جاہ و جلال لشکری اور عظمت نبوتی، و صولت حیدری کے ساتھ داخل مکہ ہوئے۔ اور اس طرح فاتحانہ انداز میں اپنے وطن مالوف (مکہ معظمہ) داخل ہوئے۔ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے اور خداوند عالم نے آٹھ سال پھر وطن مالوف داخل کیا۔ آنحضرتؐ نے کجاوۂ شتر غضبا پر سجدہ شکر ادا کیا مسلمانوں نے نعرہ تکبیر ادا کیا۔ لیکن آنحضرتؐ پر گریہ طاری ہوگیا۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا کہ علیؑ کی جان آپ پر قربان۔ گریہ کس لیے طاری ہوا ہے یہ وقت سرور ہے نہ کہ وقت گریہ فرمایا اے علیؑ اس وقت مجھے مکہ سے ہجرت کرنا یاد آگیا۔ اور اب میں بازگشت دیکھ رہا ہوں خدا کا شکر ہے کہ ہم نے اس شان و شوکت کے ساتھ مراجعت کی ہے۔ دل چاہتا ہے کہ رسول خدا سے سوال کروں یا رسول اللہ آپ اپنے وطن تشریف لائے تو اس شان و شوکت کے ساتھ اور آپ کی بیٹیاں زینبؑ و ام کلثومؑ شام کی قید سے رہا ہو کر مدینہ واپس آئی ہیں تو اس شان سے کہ بیبیوں کے شانوں پر رسن کے نشان تھے۔ سیاہ لباس پہنے ہوئے تھیں۔ اور واحسیناہ کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ اس وقت

یہ حالت تھی ۔

آج قبر مصطفےؐ پر ایک ہجوم غم ہے
آگئی زینبؑ مدینہ میں بپا کہرام ہے

اسیران اہلبیتؑ اطہار کا شام سے رہائی کے بعد

مدینہ پہنچنا

جب اسیران اہلبیتؑ اطہار شام سے رہا ہو کر مدینہ پہنچے تو فضاء مدینہ گریہ و زاری کی صداؤں سے گونج رہی تھی اور جناب ام کلثومؑ کی زبان پر یہ نوحہ تھا ۔

مدینۃ جدنا لا تقبلینا
فبالحسرات والاحزان جئنا

اے ہمارے نانا کے شہر اے ہمارے وطن مالوف۔ ہم تو حسینؑ کربلا کی خاک سلا کر آئے ہیں۔ یہاں سے گئے تھے تو تجھے یاد ہوگا کہ ہماری کیا شان تھی اور اب ہم کیسے ہو کے یہاں آئے ہیں۔ اے مدینہ ہم مدینہ میں رہنے کے لائق نہیں رہے۔ بنی ہاشم جب عباس کو دریافت کریں گے تو ہم کیا جواب دیں گے مادر گرامی کو ہم کیوں کر مونہہ دکھائیں گے۔ فاطمہ صغریٰ حسینؑ کی ایک بیٹی جو مدینہ میں رہ گئی تھی جب سوال کرے گی کہ بھیا علی اکبر کہاں ہیں تو زینبؑ کیا جواب دے گی۔ غرض کہ قافلہ اسیران اہلبیتؑ اطہار بصد آہ و بکا قریب شہر مدینہ پہنچا۔ اور شہر کے آثار دیکھنے اس وقت قریب مدینہ سید سجادؑ علیہ السلام اپنی سواری سے اترے اور حکم دیا کہ اس جگہ خیمہ نصب کئے جائیں۔ خیام نصب ہوئے اور مخدرات اپنی

سواری سے اتریں اور داخل خیمہ ہوئیں۔ حضرت سیّد سجادؑ نے بشیر ابن حذلم کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ خدا تیرے باپ پر رحمت کرے وہ اشعار کہتا تھا کیا تجھے بھی اشعار انشاد کرنا آتا ہے اس نے کہا اے مولیٰ و آقا میں بھی شاعر ہوں آپ نے فرمایا اچھا شہر میں جاؤ اور ہمارے آنے کی خبر کرو۔ بشیر گھوڑے پر سوار ہوا شال عزا گلے میں ڈالے ہوئے، سر برہنہ کئے ہوئے شہر میں داخل ہوا۔ اور باآواز بلند گریاں کناں کیلے

یا اہل یثرب لا مقام لکم   قتل الحسینؑ وادمعی مدار
حسینؑ را در غریبی سر بریدند   تن پاکش بخاک و خون کشیدند
الجسم منہ بکربلا مضرج   والراس منہ علی القناۃ یدار
تنش در کربلا عریان فتادہ
سرش بر نیزہ ہائی کین نہادہ

یعنی کہ اے اہل مدینہ اب مدینہ رہنے کے قابل نہیں رہا حسینؑ قتل کر دیئے گئے خون حسین بہہ گیا اور لاش مبارک خاک و خون میں غلطان پڑی رہی۔ اور آپ کا سر مبارک گردن سے جدا کر کے نیزہ پر بلند کیا گیا۔ جب اہل مدینہ نے یہ خبر وحشت اثر سنی۔ تو عورت و مرد روتے پیٹتے گھروں سے نکل پڑے واحسیناہ کی آوازیں بلند ہو گئیں لوگوں نے دریافت کیا کہ تم کہاں سے آگئے ہو بشیر نے کہا اے لوگو جلدی کرو کربلائی لوگ آگئے ہیں۔ وھذا علی بن الحسین مع عماتہ واخواتہ فدخلوا بساحتکم۔ کہ یہ امام زین العابدین علیہ السلام ہیں کہ پھوپھیوں۔ اور بہنوں سمیت تمہارے شہر کے باہر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اور مجھے امام زین العابدین نے بھیجا ہے کہ قتل امام حسینؑ کی سنائی پہنچاؤں۔ سیّد کتاب لہوف میں فرماتے ہیں

کہ مہاجر و انصار اور بنی ہاشم سب روتے ہوئے گھروں سے نکل پڑے۔
فما بقیت فی المدینۃ مخدرۃ ولا محجبۃ الا برزن من خدورھن مکشوفۃ شعورھن مخمشۃ وجوھھن ضاربات خدودھن یدعون بالویل والثبور،
کہ مدینہ میں ایک زن مخدرہ بھی ایسی نہ تھی کہ جو گھر سے باہر نہ نکل آئی۔ بشیر کہتا ہے کہ میں نے ایک جوان عورت کو دیکھا کہ وہ میری طرف متوجہ ہوئی اور سوال کیا اے مرد کیا خبر ہے کہ جو ہمیں سنا رہا ہے اور ہمارے غم کو تازہ کر دیا ہے۔ کیا تو خبر مرگ سلطان حجاز لایا ہے۔ تو نے ہمارے دل زخمی کر دیئے بشیر ابن حذلم نے کہا کہ میں بشیر ابن حذلم ہوں اور امام زین العابدین علیہ السلام نے مجھے حکم دیا ہے کہ خبر قتل امام حسینؑ دوں اور امام زین العابدین نبی علیہ السلام مدینہ کے نزدیک فلاں جگہ فروکش ہیں پس جیسے ہی یہ سنا تمام مرد و زن نے مدینہ کے دروازہ کا رخ کیا۔ اور ہائے حسینؑ ہائے حسین کرتے ہوئے اس جگہ پہنچے کہ جہاں امام زین العابدین تشریف فرما تھے۔ زنان مدینہ جناب زینبؑ کی خدمت میں روتی ہوئی آئیں اور احوال کربلا پوچھا۔ زینبؑ بیکس حالات بیان کرتی رہیں اور عورتوں میں کہرام برپا ہوتا رہا کیونکہ عورات گرہ در گرہ آ رہی تھیں۔ اور فاطمہ دختر امام حسینؑ نے جب یہ سنا کہ کربلا کا قافلہ مدینہ پہنچ گیا ہے تو آپ نے ام نعمان اور جناب ام سلمہؓ کو بلایا

جدّہ بیا کہ کوکب بختم سر آمدہ
ایام وصل گشتہ ہجران سر آمدہ

کہ اے نانی اماں جلدی آئیے کہ میرے بخت نے یاوری کی جن کی یاد تڑپایا کرتی تھی وہ آگئے ہیں۔ کنیزوں کو حکم دیا کہ مکان کا دروازہ کھول دے پانی کا چھڑکاؤ کرے اور مکان کو صاف کرے۔ فرش بچھایا جائے کبھی عالم تصور میں علی اکبر کی آمد کا خیال کرتی

افتاں وخیزاں وہ اپنے گھر سے نکلی کہ استقبال کرے۔ لیکن وہاں تو عالم ہی دوسرا تھا بشیر کہتا ہے کہ جب مردوزن مدینہ اسیران کربلا کے استقبال کے لیے صدر دروازہ مدینہ پہ پہنچے دیکھا کہ ایک طفل کھڑا ہوا رو رہا ہے۔ اس نے بشیر سے کہا کہ خدارا یہ بتلا کہ عباس بن علیؑ بھی آئے ہیں بشیر نے سوال کیا اے صاحبزادہ تم کس کے فرزند ہو۔ اس نے کہا کہ میں عباس کا فرزند ہوں اگر وہ آئے ہیں تو میں لباس فاخرہ پہن کر استقبال کروں گا۔ بشیر کہتا ہے کہ جب اس نے بہت اصرار کیا تو میں نے کہا کہ جاؤ سیاہ لباس پہن کر آؤ عباس قتل ہو گئے۔ غرض کہ اہل مدینہ جمع ہو گئے تو حضرت سید سجاد نے حکم دیا کہ کرسی بچھائی جائے۔ آپ اپنے خیمہ سے باہر آئے اور کرسی پر بیٹھ گئے۔ آنکھوں میں آنسو، اور لبوں پہ آہ۔ جگر پر قابو نہیں، پھر بھی فرمایا اے لوگوں سنو میں تمہیں داستان کربلا سناتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نے حمد وثنائے الٰہی ادا کی اپنے جد رسولؐ خدا پر درود وسلام بھیجا اور پھر فرمایا کہ اہلبیتؑ پیغمبرؐ کی مصیبتیں عظیم ہیں ان کا امتحان عظیم ہے سنو کہ ہم پر کربلا، کوفہ، اور شام میں کیا کچھ نہ گزر گیا بابا حسینؑ شہید ہو گئے۔ چچا، بھائی۔ سب مارے گئے۔ حد ہو گئی کہ پھوپھی زینبؑ اور اہل حرم اسیر ہوئے اور سب اسیر ایک ہی رسن میں بندھے ہوئے تھے وارد ہوا ہے کہ اس مجمع میں صوحان بن صعصہ موجود تھے عرض کیا اے فرزند شہید کربلا۔ جب تمہارے پدر بزرگوار نے سفر عراق اختیار کیا ہے تو میں اس وقت میں علیل تھا اور چلنے پھرنے کے قابل نہ تھا۔ ورنہ میں حسینؑ بن علیؑ کے ہمرکاب ہو کر شہید ہوتا۔ اب میری اور اس سارے مجمع کی یہ التماس ہے کہ آپ اور اہلبیتؑ داخل شہر ہوں اور جن گھروں میں قفل لگے ہوئے تھے پھر آباد ہوں۔ پس اسیران کربلا نے شہر مدینہ میں داخل ہونے کا

عزم کیا۔ اس وقت چاروں طرف لوگ روتے پیٹتے چل رہے تھے اور درمیان میں اسیران کربلا تھے گویا بعد شہادت حسینؑ سوگواروں کا یہ پہلا جلوس عزا تھا۔ اور ان کا یہ نوحہ تھا ـــــ حسینا واحسینا واحسینا ۔ شہیدا واشہیدا واشہیدا

هدموا انهك مقتولا بكته　　ملائكة الاله من السماء

حسینا واحسینا واحسینا

تمام مردوزن ہائے حسینؑ ہائے حسینؑ کہہ رہے تھے سر و سینہ پیٹ رہے تھے کہ یہ قافلہ مسجد نبویؐ پہنچا اہل حرم داخل روضہ رسولؐ خدا ہوئے اور حضرت زینبؑ علیا حرم رسولؐ خدا کے نزدیک پہنچیں۔ اور قبر رسولؐ پر گرا دیا اور عرض کیا اے جد نامدار قتلوا ولدك الحسين۔ اے رسولؐ خدا تمہارا فرزند حسینؑ قتل ہو گیا۔ ے

الا یا جدنا قتلوا حسینا　　ولم یرعوا جناب الله فینا

لقد هتکوا النساء وحملوها　　علی الاقتاب قهرا جمیعا

پس حضرت زینبؑ خاتون کے اس نوحہ سے حرم رسولؐ خدا میں کہرام برپا ہو گیا۔ جناب زینبؑ خاتون نے عرض کیا یا جداہ الیک المشتکی مما رأیت بالشام من اللئام۔ اے نانا جان آپ کی امت نے آپ کے بعد ہمیں نشانہ ظلم وستم بنایا۔ ہمیں اسیر کر کے شام لے گئے۔ ہمیں تازیانے مارے گئے۔ اے نانا جان اب زینب بھائیوں کو کھو کر یہاں آئی ہے الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

وارد ہوا ہے کہ پھر حضرت زینبؑ اپنی ماں کی قبر پر گئیں۔ جیسے ہی ماں کی قبر پر نظر پڑی۔ غش کھا کر گر پڑیں اور بعدہ اٹھیں اور فرمایا کہ اماں جان میں کربلا سے ایک نشانی لائی ہوں وہ حسینؑ کا خون بھرا کرتہ ہے۔ اور پھر ام کلثومؑ نے نوحہ پڑھا کہ اے اماں جان میرا سلام قبول ہو۔ اماں ذرا قبر سے نکل کر دیکھو کہ آپ کی بیٹیوں کے

شانوں میں رسن کے نشان ہیں۔

صاحب مخزن البکا لکھتے ہیں کہ اسی اثنا میں عورات ہی شور ماتم بلند ہوا۔ دیکھا کہ ام المومنین ام سلمہؓ زوجہ رسولؐ خدا خون آلودہ شیشی ہاتھ میں لیے ہوئے اور ان کے ہمراہ دختر امام حسینؑ فاطمہ صغریٰ آئیں۔ جب ان کی نظریں زینبؑ وام کلثوم پر پڑیں، ہائے حسینؑ کہا اور بے ہوش ہو گئیں خصوصاً دختر امام حسین پر عجب اضطراب طاری تھا۔ کبھی بابا کی یاد کبھی بھیا علی اکبرؑ کو یاد کر کے نوحہ کرتی تھی۔

حضرت سید سجادؑ سے محمدؐ حنیفہ ابن علی مرتضیٰؑ کی ملاقات

کتاب مخزن البکا میں ہے کہ جب اہل مدینہ کو بشیر ابن جذلم نے اسیران کربلا کی آمد خبر دی کہ اہلبیت اطہار شام کے زندان سے رہا کر مدینہ آگئے ہیں اور شہر سے کچھ فاصلہ پر امام زین العابدین علیہ السّلام خیمہ زن ہیں اس خبر کے سنتے ہی بنی ہاشم کے مرد و زن میں شور ماتم برپا ہو گیا یہ خبر جناب محمدؐ حنیفہ پسر امیر المومنین علی ابن ابی طالب کے گوش زد ہوئی۔ اپنی جگہ سے اٹھے۔ گھوڑے پر سوار ہوئے اب جب کہ باہر نکلے دیکھا کہ تمام مرد و زن مدینہ سروں پر خاک ڈالے ہوئے ہیں۔ آہ و زاری کر رہے ہیں شور گریہ و بکا سے سارا مدینہ سوگوار معلوم ہوتا ہے روضہ رسول خدا پر اداسی ہے قبر فاطمہؑ جنت البقیع میں زینبؑ کی بیکسی پر رو رہی ہے۔ سیاہ علم کیے لیے ہوئے ہیں۔ آپ گھوڑے سے بیلے تابانہ آ کر رہے سید سجاد علیہ السّلام کو خبر ہوئی کہ عم نامدار محمد حنفیہؑ آ رہے ہیں۔ بیمار کربلا بھی خود اپنے خیمہ سے باہر نکلے کہ ان کا

استقبال کریں۔ دیکھا کہ محمد حنیفہ غش میں پڑے ہوئے ہیں آپ ان کے سرہانے پہنچے اور ان کا سر اپنی گود میں لے لیا۔ محمد حنیفہ نے آنکھیں کھولیں یتیم بھتیجے کو دیکھا۔ حسینؑ کی تصویر نگاہوں میں پھر گئی۔ آہ سرد دل سے کھینچی اور فرمایا یا ابن اخی، میرے بھائی حسینؑ کہاں ہیں۔ میرے سر کا تاج کہاں ہے آہ میں بے حسین ہو گیا اور زندہ ہوں۔ سجاد میری بہن زینبؑ کہاں ہیں۔ سید سجاد پر سکتہ کا عالم طاری ہو گیا کیسے فرمائیں کہ حسینؑ مارے گئے۔ ایک دوپہر ہی سارا گھر تباہ ہو گیا۔ بھائی بھتیجے، چچا انصار و اقربا سب قتل ہو گئے زینبؑ اسیر ہو گئی۔ ہائے چچا کس طرح عرض کروں میرے گلے میں طوق اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں پاؤں میں بیڑیاں تھیں۔ اور پھوپھی زینبؑ اور سب مخدرات کا سر کھلا تھا اور ہم اسیر ہو کر ابن زیاد ملعون کے دربار میں گئے اور دربار یزید میں الحرم کھڑے رہے۔ یہ بھی روایت میں ہے کہ جناب محمدؐ حنفیہ نے سید سجاد کی گردن میں باہیں ڈالیں۔ تو آپ نے فرمایا چچا جان گردن میں طوق گرانبار کی وجہ سے زخم پڑ گیا ہے۔ بعدہٗ آپ اپنی بہنوں کے پاس گئے۔ جیسے آپ کی نگاہ زینبؑ تفتیدہ جگر پر پڑی۔ آپ پہچان نہ سکے کہ یہ زینبؑ ہیں۔ صرف اتنا کہا انت اختی، کیا تو ہی میری بہن زینبؑ زبان حال سے اتنا کہا ؎

اگر تو زینبی پس کو حسینت
اگر تو زینبی کو نور عینت

حضرت زینبؑ نے فرمایا ؎

حسینؑ را در غریبی سر بریدند
تن پاکش بخاک و خون کشیدند

مختصر یہ ہے کہ جناب محمدؒ حنفیہ اس واقعہ کے بعد تین دن تک گھر میں رہے اور باہر نہیں نکلے تین دن گزرنے کے بعد گھوڑے پر سوار ہوئے اور صحرا کی طرف چلے گئے اس وقت تک کے لیے کہ جناب مختار نے خروج کیا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کا نعمان قافلہ سالار کو رخصت کرنا

صاحب مخزن البکا تحریر فرماتے ہیں کہ نعمان بن بشیر کہ جو شام سے روانگی کے وقت سے قافلہ سالار تھا اور اس نے اہلبیتؑ اطہار کو بغیر کسی زحمت واذیت مدینہ پہنچایا چنانچہ تین دن تک مدینہ میں مجالس عزائے امام حسینؑ منعقد ہوتی رہیں اور نوحہ و ماتم برپا رہا۔ لیکن اہلبیتؑ اطہار نے نوشبانہ روز صف عزائے امام حسینؑ بچھائی اور شہیدان کربلا پر گریہ وبکا ہوتا رہا کہ نعمان قافلہ سالار حضرت سید سجادؑ علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اذن مراجعت طلب کیا۔ بروایت اخبار الدول جب قافلہ سالار نے اذن رخصت طلب کیا۔ تو حضرت سید سجاد علیہ السّلام نے اپنی پھوپھی حضرت زینبؑ خاتون سے فرمایا کہ نعمان قافلہ سالار اب واپس جانا چاہتا ہے اس کو رخصت کریں اور اس کو اس کی زحمت سفر پر بطور شکریہ کچھ احسان بھی کریں فصول المہمہ لکھتے ہیں کہ حضرت زینبؑ خاتون نے فرمایا کہ اے بیٹا سجادؑ اب ہمارے پاس نہ مال وزر ہے نہ زیور بس دو عدد دست بند، دو عدد بازوبند اور خلخال پاس ہیں حضرت زینبؑ خاتون نے یہ تمام چیزیں ایک کنیز کو دیں کہ وہ قافلہ سالار کو ہماری طرف سے بطور امتحان پیش کرے۔ اور اس سے

عذر کرے کہ اگر اس سے زائد کچھ ہوتا تو ہم ضرور دیتے۔ بروایت فصول، قافلہ سالار نے وہ زیورات قبول کیے بلکہ عرض کیا کہ میری طرف سے مخدّرات اہلبیتؑ سے کہو کہ میں نے خوشنودی خدا و رسولؐ کے لیے آپ لوگوں کی خدمت کی ہے البتہ میری ایک خواہش ہے اور وہ یہ ہے کہ میدان حشر میں آپ میری سفارش کریں پس نعمان اہلبیتؑ اطہار سے رخصت ہوا۔

مدینہ میں صف عزاء امام حسینؑ علیہ السّلام

اسیران آل محمدؐ نے مدینہ پہنچ کر بروایت تین دن تک صف عزائے امام حسینؑ بچھائی اور عورات مدینہ جوق درجوق پرسہ دینے آتی رہیں۔ مردان مدینہ امام زین العابدین علیہ السّلام کے پاس پرسہ دینے آتے اور کربلا کے حالات سنتے تھے۔ پوری فضا، فضاء مدینہ سوگوار تھی۔ بعدہٗ اسیران آل محمدؐ اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ ویران گھر آباد ہوئے مگر شہید ہونے والوں کی یاد تڑپاتی رہی۔

علاّمہ مجلسیؒ بحار جلد میں رقمطراز ہیں کہ واھدی للکلبیۃ جونا لتستعین بھا علی ماتم الحسین۔ ایک روز کسی نے حضرت امام حسینؑ کے مکان میں آپ کی زوجہ ام ربابؑ کے لیے مرغ بریان بھیجا۔ جناب ام ارباب نے فرمایا کہ لنا فی عرس۔ یعنی کہ یہ گھر خوشی کا گھر نہیں ہے نہ خانۂ عروسی ہے۔ خانۂ بیصاحب ہے یعنی اس گھر کا مالک کربلا میں مقتل میں سو رہا ہے آپ نے بریان مرغ قبول نہیں کیا۔ وہ مرغ بریان چلا گیا یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آسمان پر چلا گیا یا زمین میں قریب قریب چھ سات سال تک اہلبیت اطہار کے گھروں سے دھواں بلند نہیں ہوا۔ اور عمدہ غذا نہیں

پکائی ٹھنڈا پانی اسقدر دیا کرتے تھے کہ پانی میں اشک ملجاتے تھے اور پھر وہ پانی پھینک دیتے تھے حضرت سید سجاد علیہ السلام ہمہ وقت امام حسینؑ کو یاد کر کے روتے تھے۔ فرماتے تھے یا اباہ واسغاہ لقتلک - کبھی فرماتے کہ ہائے بابا تمہیں پیاسا شہید کیا۔ ایک مرتبہ آپ کے ایک آزاد غلام نے عرض کیا مولیٰ کب تک روئیے گا۔ آپ کا حزن واندوہ بڑھتا جا رہا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اے غلام یعقوب پیغمبر کے بارہ فرزند تھے۔ ایک ان میں سے نظروں سے پوشیدہ ہو گیا تھا۔ آپ اسقدر روئے کہ حزن وملال کا اثر آپ کی پیشانی پر پڑا۔ میں کیونکر نہ روؤں میرے سامنے میرے پدر بزرگوار امام حسینؑ اور اٹھارہ ہاشمی جوان کہ جن کا مثل ونظیر نہ تھا دوپہر میں قتل کر دیئے گئے۔ معصعہ کہتا ہے کہ واقعہ کربلا کے چند سال بعد میں حضرت سید سجادؑ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ آپ سجادۂ عبادت پر ہیں اور سر مبارک سجدہ میں ہے لیکن آپ اپنا ایک پاؤں دوسرے پر رکھنے میں کبھی بدل دیتے ہیں۔ میں نے عرض کیا فرزند رسولؐ ایسا کیوں ہے آپ نے عبا کا دامن ہٹایا دیکھا کہ آپ کی پنڈلیاں زخمی ہیں اور ان پر زنجیروں کے نشان ابھی تک باقی ہیں اور زخموں کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے امام زین العابدین علیہ السلام پر ہی کیا منحصر ہے بلکہ تمام اہلبیتؑ اطہار رسن بستہ تھے زیارت ناحیہ میں وارد ہوا ہے وایدیہم مغلولۃ علی الاعناق - کہ ان کے ہاتھ پس گردن سے بندھے ہوئے تھے۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ جب مختار علیہ الرحمۃ نے عمر بن سعد اور حرملہ بن کاہل اسدی ملعون کے سر امام زین العابدین علیہ السلام کی نذر کئے ہیں تب اہلبیتؑ اطہار نے سوگ اٹھایا ہے۔ عورات نے بالوں میں کنگھی کی ہے۔

تحقیق دربارۂ دفنِ سر بریدہ امام حسین علیہ السلام

اہل خبر وسِیَر میں دفن سر بریدہ امام حسین علیہ السلام کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے بعض محققین کہتے ہیں کہ یزید ملعون نے چند روز سر مطہر امام حسینؑ مسند دروازہ پر آویزاں رکھا بعدہٗ حکم دیا کہ اسے خزانہ میں محفوظ رکھا جائے۔ وہ خزانہ۔ خزانہ بنی امیہ تھا یہاں تک کہ سلیمان عبد الملک کے زمانہ آیا اور اس زمانہ تک سر مطہر خزانہ میں رہا نہ سر مبارک کی تازگی میں فرق آیا اور نہ خوشبو ورنگ میں فرق آیا۔ ہنوز سر مطہر معطر وخوشبو خیز تھا۔

سلیمان عبد الملک نے حکم دیا کہ سر مطہر امام حسینؑ کو ایک چھوٹے صندوق میں رکھا جائے چنانچہ سر مطہر صندوق میں رکھا گیا۔ پاکیزہ خوشبو اس پر لگائی کفن اس پر ڈالا گیا اور مسلمانوں کے قبرستان میں اعزاز واکرام کے ساتھ دفن کیا گیا۔ جب زمانہ عمر بن عبد العزیز آیا اور وہ سر مطہر کے حالات سے باخبر ہوا۔ اس نے حکم دیا کہ وہ جگہ کہ جہاں سر مطہر دفن ہے کھودی جائے۔ چنانچہ قبر سے صندوق نکالا گیا دیکھا کہ سر مطہر اسی طرح ہے کوئی تغیر نہیں ہوا ہے کہتے ہیں کہ اس نے وہ سر مبارک کربلا بھیجا۔ اور وہاں دفن کیا گیا۔

منصور بن جمہور سے روایت ہے کہ میں یزید بن معاویہ کے خزانہ میں گیا دیکھا کہ سر امام حسینؑ رکھا ہوا ہے اور خوشبو سے مہک رہا ہے۔ رنگ خضاب ریش مبارک نمایاں ہے۔ میں نے اپنے غلام سے کہا کہ کپڑا لاؤ تاکہ سر مبارک کو دفن کر دوں۔ چنانچہ اس نے قیمتی کفن دے کر سر مبارک کو برج سوم کے نزدیک بجانب شرقی دفن

کیا۔ اہل مصر کی ایک جماعت کہتی ہے کہ شہر ماعائی میں مشہد الرّاس کے نام سے ایک جگہ مشہور ہے کہتے ہیں کہ وہاں سر مبارک امام حسین علیہ السلام دفن ہے اور مخصوص شب ہائے متبرکہ میں لوگ جوق در جوق زیارت کے لیے آتے رہتے ہیں۔

بعض علماء بیان کرتے ہیں کہ یزید کے سامنے سر امام حسینؑ طشت میں رکھا ہوا تھا اور وہ ملعون شراب پینے میں مصروف تھا۔ کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر مطہر کو لے گئے اس طرح سر مبارک دربار سے غائب ہوگیا۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ سر امام حسینؑ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی قبر مبارک کے نزدیک دفن کیا گیا ہے اور شیعہ حضرات کا عقیدہ و عمل اس بات پر ہے کہ سر مطہر امام حسینؑ علیہ السلام کو بعد طواف قبر امیر المومنین علیہ السلام حضرت امام حسینؑ کے بدن مبارک سے ملحق کر کے کربلا میں دفن کیا گیا۔ یہ ہی حق بات ہے علامہ مجلسیؒ کتاب بحار میں تحریر فرماتے ہیں کہ جیسے سر مطہر امام حسینؑ وارد مدینہ کیا گیا چاروں طرف شور گریہ و بکا بلند ہوا اس وقت اہل مدینہ نے یہ آواز سنی کہ دو سر بریدہ تھے اور دونوں سر ہائے حسینؑ کہلاتے تھے کہ ان شخصوں پر ضربت لگی یعنی قتل ہوئے اور ان کے قتل سے حکومت یزید بظاہر مستحکم ہوئی۔ ثم اخذ بیدہ قضیبا فجعل ینکت وجہہ ویقول پس مروان ملعون نے اس سر منور پر چوب دستی ماری۔ اور کہا کہ شکست پائی اور کہا کہ یزید نے کبھی ایسا ظلم نہیں کیا تھا۔ اس وقت میں حاکم مدینہ عمرو سعید تھا وہ منبر پر گیا اور اس نے لوگوں سے کہا کچھ خبر ہے کہ امام حسینؑ قتل کر دیئے گئے اور آج اہل و عیال امام حسینؑ واپس آئے ہیں اور لوگوں نے سر امام حسینؑ دیکھا دیکھا تو گریہ و زاری کا شور بلند ہوا۔ اس نے کہا کہ کاش یہ سر مبارک مروان ملعون کو نہ ملتا اور اس کی بے حرمتی نہ ہوتی پہلے سے پاس یہ سر مبارک ہوتا تو میں اس کو

قبرستان بقیع میں حضرت فاطمہؑ زہرا سلام اللہ علیہا کی قبر کے نزد دفن کرتا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

مؤلف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ شکر ہے کہ کتاب مستطاب ریاض القدس المسمیٰ بحدائق الانس پایۂ تکمیل کو پہنچ کر زیور طبع سے آراستہ ہوگئی ملتمس ہوں کہ مومنین کرام کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد سورۂ فاتحہ سے نوازیں۔

ترجمہ تمام شد

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشند خدائے بخشندہ

فہرست کُتب

ولی العصر ٹرسٹ رتہ متہ ضلع جھنگ

برائے ۱۴۰۹-۱۰ھ بمطابق ۱۹۸۹-۹۰ء

فارسی و عربی کُتب کا ترجمہ

- مفتاح الجنۃ (چار چار کے اعداد پر مجالس کا مجموعہ) از آقائی مقدس زنجانی - ہدیہ ۔۔ روپے
- انوار الخمسہ (پانچ پانچ کے اعداد پر مجالس کا مجموعہ) از آقائی مقدس زنجانی - ہدیہ روپے
- انوار الزہرا علیہا السلام از آقائی سید حسن ابطحی - (زیرِ طبع)
- علی فی القرآن از: سید صادق حسینی شیرازی ہدیہ ۱۰ روپے
- پروازِ روح از آقائی سید حسن ابطحی ہدیہ ۱ روپے
- رجعت یا حکومت اہل بیت رسول از آقائی ہادی شیرازی (زیرِ طبع)
- عزاداری از دیدگاہ مرجعیت از علی خلخالی - ہدیہ ۲۴ روپے
- تاریخچہ عزاداری حسینی از آقائی شیر آستانی (زیرِ طبع)
- معالی السبطین (زیرِ طبع)
- نفس المہموم از آقائی شیخ عباس قمی (زیرِ طبع)
- ریاض القدس (زیرِ طبع)
- مہیج الحزان (زیرِ طبع)

درحالات امامِ زمانہ علیہ السلام

- امام المہدی من المہدی الظہور از آقائی سید کاظم قزوینی ہدیہ روپے
- جزیرۂ خضراء از: ناجی نجار ہدیہ روپے
- طولِ عمرِ امامِ زمانہ از علی اکبر مہدی پور ہدیہ ۱۶ روپے
- مُصلحِ غیبی از آقائی سید حسن ابطحی ہدیہ ۳۶ روپے
- ملاقات بہ امامِ زمانہ از آقائی حسن ابطحی (زیرِ طبع)
- المہدی الموعود المنتظر از: جعفر بن محمد عسکری (زیرِ طبع)
- مہدی موعود از: علامہ مجلسی علیہ رحمۃ (زیرِ طبع)
- مہدی فی القرآن (ہدیہ روپے)
- دعائے ندبہ و زیارت ناحیہ (زیرِ طبع)
- صحیفۃ المہدیہ (زیرِ طبع)
- تحفہ ظل العبرار کامل (زیرِ طبع)
- عالمِ ارواح عجیب (زیرِ طبع)

نایاب ہندوستانی کُتب کے جدید ایڈیشن

- تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین از: مظفر حسن سہارنپوری اعلی اللہ مقامہ - روپے
- الشہد المسموم فی تاریخ المعصوم از: سید مظفر حسن سہارنپوری اعلی اللہ مقامہ روپے
- ذبحِ عظیم از سید اولاد حیدر فوق بلگرامی ہدیہ روپے
- صحیفۃ العابدین از سید اولاد حیدر بلگرامی ہدیہ روپے
- علومِ کاظمیہ از سید اولاد حیدر فوق بلگرامی ہدیہ روپے
- تحفہ رضویہ از سید اولاد حیدر فوق بلگرامی (زیرِ طبع)
- درِ مقصود از: سید اولاد حیدر فوق بلگرامی (زیرِ طبع)
- تذکرۃ المعصومین از سید علی نقی جانچوسی (زیرِ طبع)

فارسی عربی کُتب کے ترجمے

- ولایت و علمِ امام از آقائی سید حسن نجفت (زیرِ طبع)
- حضرت فاطمۃ الزہراء ولادت سے شہادت تک از آقائی محمد کاظم القزوینی (زیرِ طبع)
- مصباح الدعوات / العدد القویۃ از آقائی سید محمود اعشی (زیرِ طبع)

مجموعہ زندگانی چہاردہ معصوم علیہ السلام از: آقائی سید حسین عمادہ زادہ (زیرِ طبع)

اسرار الشہادت جلد اول دوم، آقائے دربندی - ریاض الاحزان جلد اول و دوم آقائے قزوینی - مقتل مکرم عبدالرزاق سے مکرم

اسٹاکسٹ: ۹ شیر شاہ بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن - لاہور